آئیے قرآن سیکھیں

ام مہدیہ

تفسیر سورة البقرة (آیت نمبر: 228)

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم اما بعد

وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَ لَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ.

ترجمه ومفهوم

اور مطلقہ عورتیں اپنے سلسلے میں تین حیض تک انتظار کریں، اور اگر وہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہیں تو ان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اللہ نے جو کچھ ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے۔ اُسے چھپائیں اور اس دوران ان کے شوہر ان کو لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں۔ اگر وہ درستگی احوال کا ارادہ کرلیں، اور ان عورتوں کے لیے دستور کے مطابق حقوق ہیں۔ جیسا کہ دستور کے مطابق ذمہ داریاں بھی ہیں اور مردوں کے لیے ان عورتوں پر ایک رتبہ ہے، اور اللہ غالب حکمت والے ہیں۔

معانی ومصادر

مُطَلَّقٰت: طَلَّقَ. یُطَلِّقُ. باب تفعیل چھوڑ دینا، آزاد کر دینا، گرہ کھول دینا یا ڈھیلی کر دینا، شرعی اصطلاح میں شوہر کا بیوی کو اپنی زوجیت سے آزاد کر دینا، مُطَلَّقَه کی جمع ہے، مُطَلَّقٰت، مفعول جمع مونث کا صیغہ ہے۔ آزاد کی ہوئیں، چھوڑی ہوئیں عورتیں، یعنی طلاق دی گئیں۔ مادہ اس کا۔ ط۔ ل۔ ق ہے۔

قُرُوْٓءٍ: قَرَءَ. یَقْرَءُ. قَرْءٌ: (ف) عورت کا زمانہ طہر یا حیض طہر کے اعتبار سے اس کی جمع قُرء آتی ہے، اور حیض کے اعتبار سے اَقْرَاء۔ ویسے مفسرین اور فقہاء میں شروع سے ہی اس کے معنی میں اختلاف رہا ہے۔ امام راغب کے مطابق طہر سے حیض میں داخل ہونے کا نام ہے۔ مادہ اس کا ق، ر، ء ہے۔

یَتَرَبَّصْنَ: تَرَبَّصَ. یَتَرَبَّصُ. تَرَبُّصًا (باب تفعل) انتظار کرنا کسی کام سے رک جانا، ایک کام کا ہونا دوسرے کے ساتھ مشروط ٹھہرانا۔ مادہ اس کا ر۔ ب۔ ص ہے۔

ارحام: رَحِمٌ یا رِحمٌ: کی جمع ہے، بچہ دانی۔

بُعُوْلَتُهُنَّ: بَعَلَ. یَبْعَلُ. بَعَالَةٌ. بُعُوْلَةٌ. (ن) بیوی یا شوہر ہونا بطور مصدر ہو تو، ویسے یہ بطور اسم بھی استعمال ہوتا ہے۔ بَعْلٌ۔ شوہر یا بیوی اور اس کی جمع بُعُوْلٌ، بِعَالٌ اور بُعُوْلَةٌ، بھی استعمال ہوتی ہے، مادہ اس کا ب۔ ع۔ ل ہے۔

دَرَجَةٌ: دَرَجَ. یَدْرُجُ. دُرُوْجٌ. دَرَجَانٌ. (ض،ن) سیڑھی چڑھنا، اوپر ہونا، درجہ، مقام، مرتبہ۔

تشریح وتوضیح

مسئلہ ایلاء کے بعد اگر طلاق کی صورت بن جائے تو اگلے اقدامات کیا ہوں گے مطلقہ کی عدت کیا ہو گی؟ ایک شوہر سے کسی بھی صورت علیحدگی کے بعد کچھ مدت اگلے نکاح سے عورت کو رکے رہنا ہوتا ہے، اس کی کئی مصلحتیں ہیں۔ اس مدت کو "عدت" کہتے ہیں عدت علیحدگی کی صورتوں کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتی ہے، یہاں پر آزاد بالغ جوان غیر حاملہ عورت کی طلاق کی عدت کا تذکرہ ہے وہ ثلٰثہ قروء ہے۔ لفظ قروء کے معنی میں اہل لغت وفقہ میں اختلاف رہا ہے۔ یہ اختلاف صدر اوّل یعنی صحابہ کے دور سے ہے۔

اسے لغتِ اضداد میں سے سمجھا جاتا ہے۔ یعنی اس کا معنی "حیض" بھی اور طہر بھی ہے۔ سیدہ عائشہؓ اور بعض صحابہ کی رائے میں قروء سے مراد "طہر" ہے حضرت عمرؓ، علیؓ، ابن عباسؓ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قروء سے مراد "حیض" لیتے ہیں۔ امام راغب کے مطابق قروء سے مراد طہر سے حیض میں داخلہ ہے۔ دراصل قروء سے مراد ایک دورانیہ ہے۔

جس میں حیض اور طہر دونوں شامل ہوتے ہیں۔ کسی نے ابتدا طہر سے کی اور اختتام حیض سے اور کسی نے ابتدا حیض سے کی اور اختتام طہر سے۔

معنی کے اس اختلاف کا نتیجہ یہ نکلا کہ عدت کے تعیین میں اختلاف ہو گیا سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

طلاق دینے میں سنت یہ ہے کہ بیوی کو حالت طہر میں طلاق دے اور اس طہر میں اس سے تعلق نہ رکھا ہو۔

(نسائی کتاب الطلاق باب طلاق السنة)

پھر حیض آئے، طہر آئے، حیض آئے، طہر آئے اور حیض آئے۔ سیدہ عائشہؓ اور بعض دوسرے اصحاب جو طہر مراد لیتے ہیں، کے نزدیک اس حیض کی ابتدا پر وہ عدت سے فارغ ہو جائے گی۔ لیکن عبداللہ ابن مسعودؓ اور بعض دوسرے اصحاب جو حیض مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس حیض کے خاتمے پر عدت ختم ہوگی۔

اصلاً تین قروء سے یہ یقین حاصل کرنا ہے کہ عورت حاملہ ہے کہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس پر بہت اہم چیزوں کی بنیاد ہے۔ جبھی تو خواتین کو اپنا آپ واضح کرنے کا حکم اتنے اہتمام سے دیا گیا ہے کہ حیض وحمل کے بارے میں صحیح معلومات دینے کو ایمان واسلام کے ساتھ مشروط ٹھہرایا گیا ہے۔ مرد، عورت اور بچے، سبھی کے مستقبل کا دار ومدار اس تعیین پر ہے، اور یہ اسلام کا حسن ہے کہ وہ معاشرتی زندگی ہو یا معاشی سیاسی ہو یا عائلی۔ وہ کسی رخ کو ایمان سے فارغ نہیں کرتا۔ ایمان کے دائرے کے اندر لا کر ایک تو نظام زندگی کو منظم ومربوط کرتا ہے۔ دوسرا کسی حال میں اللہ کے خوف اور آخرت کے احتساب سے نکلنے نہیں دیتا تاکہ بندہ کہیں اپنے آپ کو آزاد اور خود مختار گمان کر کے ظلم وزیادتی کا رویہ نہ اپنالے، خصوصاً گھر کے اندر عائلی زندگی میں عورت ایک کمزور شکار ہے مرد اپنی باہر کی زندگی میں اگر ناکام ہوتا ہے یا تنگی کا شکار ہوتا ہے۔ تو شعوری لاشعوری طور پر گھر آکر وہ ان مصائب کا انتقام بیوی سے لے کر اپنی تسکین کرتا ہے۔ سو اللہ رب العزت نے اسے اس موقع پر اصلاح وخیر کا سبق دیا جہاں عام طور پر صرف اور صرف قوت اور بہیمیت کا اظہار مردانگی شمار کیا جاتا ہے۔

عورتوں کو چھپانا بالکل نہیں چاہیے کہ وہ کس حال میں ہے مثلاً حاملہ ہو تو خاوند کو نہیں بتاتا، شاید بتا دیتی تو وہ طلاق ہی نہ دیتا۔ حیض آکر عدت گزر چکی ہے۔ مگر وہ صرف نفقہ اور خرچہ وغیرہ کرنے کے لیے حیض کی اطلاع نہیں دیتی۔ حالانکہ وہ اس پر حرام ہو چکی ہے۔

ایک خاندان کے جڑے رہنے پر ہی معاشرے میں استحکام ہے، لہٰذا اللہ رب العزت کو خاندان کا ٹوٹنا، زوجین کا اختلاف وناراضگی بہت ناپسند ہے۔ میاں بیوی کے اختلاف کو احادیث میں شیطان کا سب سے بڑا ہدف قرار دیا ہے۔ جب ایک گھر ٹوٹتا ہے تو صرف ایک مرد یا ایک عورت ہی پریشان نہیں ہوتے بلکہ ”خاندانوں کے مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں اسی لیے انتہائی نامساعد حالات میں کہ جب اصلاح کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی طلاق کی اجازت دی ہے۔ حدیث میں اسے ابغض المباحات قرار دیا ہے۔ یعنی حلال چیزوں میں سے ناپسندیدہ ترین چیز شمار کیا ہے۔

وقتی اشتعال، غصے اور جذبات میں آکر مرد طلاق دے بیٹھے تو فوراً ہی اللہ تعالیٰ نے اس تعلق کو ختم نہیں کر دیا۔ بلکہ زوجین کو ٹھنڈے دل سے سوچنے کے لیے تین قروء کی مدت عطا کر دی ہے۔ تاکہ غور وفکر ماضی کی روشنی میں مستقبل کا تجزیہ ناگواری اور بیزاری کے ہنگامی جذبات کا سرد پڑنا۔

اولاد اور خاندان کی مصلحتوں پر غور کرنا ممکن ہو سکے۔ اس دوران شوہر بیوی کو واپس لینا چاہے تو طلاق کو کسی بھی وقت عدت کے اندر اندر رجوع کر کے منسوخ کر سکتا ہے۔ اور یہ قولی وعملی ہر دو طرح ہو سکتا ہے شرط یہ ہے کہ رجوع اصلاح، موافقت اور خوشگوار عائلی زندگی گزارنے کی نیت سے ہو۔ بیوی کو تنگ کرنا ستانا مقصود نہ ہو۔ ورنہ یہ اس حق کا انتہائی ظالمانہ اور سوقیانہ استعمال ہوگا۔ اگر کوئی غلط نیت سے رجوع کرتا ہے۔ اصلاح نہیں بگاڑ کی نیت رکھتا ہے۔ رجوع کرنے کی خاطر گھر واپس لے آتا ہے۔ تو دنیا کا معاملہ الگ ہے۔ آخرت کا معاملہ الگ ہے، مومن کو اپنا معاملہ حق تعالیٰ سے درست رکھنا ہے کہ اسی پر نجات اخروی کا مدار ہے۔ اور مومن کو کسی حال میں آخرت سے لاپرواہ نہ رہنا چاہیے۔

مزید فرمایا، عورتوں کے لیے کچھ حقوق بھی ہیں۔ جیسا کہ ان کے لیے کچھ ذمہ داریاں بھی ہیں۔ ذمہ داری اور حق پہلو بہ پہلو چلتے ہیں۔ جس قدر کوئی ذمہ داری زیادہ احسن طریقے سے ادا کرے گا۔ لہٰذا اللہ رب العزت نے مردوں کے ساتھ مقابلے میں نہیں، بلکہ حقوق وفرائض میں تقابل کر کے بات واضح کی ہے کہ حقوق کا تعلق فرائض کے ساتھ ہے اور عورتوں کے حقوق کی بات اللہ تعالیٰ آج سے چودہ سو سال قبل اس دور میں کر رہے ہیں۔ جب عورت زندہ گاڑی جاتی تھی۔ جوئے میں ہاری جاتی تھی اور قرضے میں گروی رکھی جاتی تھی۔ باپ کے بعد بیٹوں کی میراث میں بٹتی تھی۔ یہودیت اور نصرانیت کی مذہبی دنیا میں تو عورت گویا ہر برائی کی جڑ اور ذلت وحقارت کا منبع تھی، معصیت اور شیطان کے آنے کا دروازہ تھی۔ اسکے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنا روحانیت اور نیکی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔

اللہ رب العزت نے مردوں کو کہہ دیا کہ یہ دنیا مردوں کی دنیا نہیں بلکہ اس میں زندہ وجاوید حقیقت عورت بھی ہے جو اگر تمہارے مفادات ومصالح کی محافظ ہے تو مصالح ومفادات اس کے بھی ہیں۔ ان کی ادائیگی کرو گے۔ اس کے حقوق کی نگہداشت کرو گے تو خود بھی بہتر طور پر بہرہ مند ہو سکو گے نہیں کرو گے تو اپنا نقصان جتنا برداشت کر سکتے ہو کر لو اور اپنے مفادات کی جتنی حفاظت کر سکتے ہو کر لو۔

ہاں! عورتوں مردوں کو بتا دیا، کہ یہ ایک الگ بات ہے کہ مرد کو انتظامی معاملات کو درست رکھنے کے لیے ان پر یک گونہ مرتبہ حاصل ہے۔ ورنہ تو بھی رانی، میں بھی رانی، کون بھرے گا؟ گھر کا پانی والا معاملہ بن جائے اور انارکی اور بدنظمی کی وہ صورت حال بن جائے جو اس وقت پاکستان کی نظر آرہی ہے۔

اس درجے اور مرتبے کی وضاحت تو حدیث، فقہ میں مل جاتی ہے۔ یہ درجہ اور مرتبہ بھی کوئی اندھا قانون نہیں ہے۔ یہ بھی ذمہ داریوں اور اختیارات کی نسبت، تناسب کا نام ہے۔ جس قدر مرد کی ذمہ داریاں عورت سے زیادہ ہیں، شریعت اسے اسی قدر مقام ومرتبہ بھی زیادہ دیتی ہے۔ اور یہ عین عدل وانصاف ہے۔

جاہلیت قدیم ہو یا جدید، ہوتی جاہلیت ہی ہے۔ نئے نئے دعوے کرتی ہے۔ تجربات اس کے دعووں کو جھٹلاتے رہتے ہیں لیکن اس کے پاس پروپیگنڈا، جھوٹ اور دجل کی مارکیٹ ہے۔ جس کے ذریعے وہ باطل وفاسد نظریات کو دنیا میں پھیلانے کے در پے ہے۔ ان بے بنیاد دعووں میں سے ایک دعویٰ ”مساوات مرد وزن“ کا ہے۔ کبھی انہیں ایک گاڑی کے دو پہیے قرار دے کر مساوی قرار دیا جاتا ہے۔ ایک جھوٹ کتنی ہی کثرت سے بولا جائے۔ جھوٹ ہی رہے گا جب تک دلائل اس کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے نہ ہوں حقائق کی دنیا مفروضوں پر نہیں دلائل پر چلتی ہے۔ لہٰذا جو عورت، جذباتی، اخلاقی، معاشرتی، معاشی، جنسی ہر لحاظ سے مرد کی محتاج ہو۔ اس کا یہ دعویٰ کہ وہ مرد کے برابر ہے کیسی حماقت ہے۔

یہاں اللہ رب العزت نے بہت خوب وضاحت کی ہے کہ مردوں کو یک گونہ فضیلت ہے ایک درجہ اور ایک مقام بڑھ کر ہے۔ یہ نہیں کہ وہ مالک ہے اور عورت غلام یا لونڈی نہیں بلحاظ انسان برابر میں بلحاظ حقوق وفرائض دونوں ایک دوسرے سے بندھے ہیں۔ لیکن اختلاف آراء کے موقعے پر بات مرد کی چلے کیونکہ ذمہ داری اس کے سر پر ہے۔ اس کو ہی ہر طرح کے نتائج سنبھالنا ہیں۔

جدید علوم کے ماہرین، جنہوں نے مرد وزن کی جسمانی ساخت وترکیب، دماغی وذہنی قوت اور طبعی خصوصیات کے مطالعہ وتحقیق میں عمریں لگائی ہیں وہ اس نتیجے پہنچیں ہیں کہ زوجین دونوں ایک دوسرے کے لیے تکملہ وتکملہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک کی کمی کوتاہی کو دوسرا پورا کرنے والا ہے۔ دونوں مل کر ایک مکمل یونٹ بنتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود جسمانی، ذہنی قوتوں کے اعتبار سے مرد برتر ہے۔

اور عورت نے جب مرد کی برابری کرنا چاہی تو اپنی نسوانیت کا خون کر کے بھی وہ مرد کے برابر نہ ہو سکی خسر الدنیا والآخرۃ کے مصداق اپنی فطرت سے بغاوت کر کے نقصان ہی نقصان اٹھائے وہ ذہنی، جسمانی، معاشرتی اور روحانی، کوئی بھی فیض نہ پا سکی۔

یقیناً اللہ غالب، حکمت والے ہیں۔

اللہ غالب وکارساز ہے۔ اس لیے حق بنتا ہے کہ وہ بندوں کو حکم دے وہ قوانین بنائے، حقوق واختیارات کے دائرے متعین کرے اور وہ حکیم بھی ہے۔ اس کا ہر حکم حکمت ومصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔ بندوں کا کام یہ ہے کہ اس عزیز وحکیم کے احکام پر عمل کیا کریں۔ اگر وہ اس کے احکامات کا مذاق اڑائیں۔ تضحیک وتوہین کریں۔ اس کے بالمقابل قوانین گھڑیں تو وہ یقیناً اللہ کی عزت وغیرت کو چیلنج کریں گے۔ اس کے عذاب کو دعوت دیں گے نتیجۃً دنیا وآخرت میں نامراد ہوں گے۔

اللہ رب العزت ہمیں کامل ایمان کے ساتھ اپنے احکامات کو سمجھنے، ماننے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ اگر ہمیں ان احکامات کی حکمت اور مصلحت نہ بھی سمجھ آرہی ہو تو بھی رَضِیْتُ بِاللہِ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد نبیاً پڑھ کر ہمیں اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے رہنا چاہیے۔ یقیناً دنیا اور آخرت کی فلاح انہی احکامات کو تسلیم کرنے اور ان پر عمل کرنے میں ہے۔ اللھم انا نسئلک ایماناً کاملاً۔ آمین

رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے۔

رَمَضَان، رَمَضَ سے ہے جس کے معنی ہیں جلانا، زمین کی تپش سے پاؤں کا جلنا، یہ مہینہ گناہوں کو جلا کر نیست و نابود کر دیتا ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ نہایت عظمت و سعادت کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ماہ مبارک میں خصوصی اقدامات فرماتا ہے جسے نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے'' (بخاری و مسلم)

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:۔

''جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں رہنے دیا جاتا جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں رہنے دیا جاتا اور ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے اے نیکیوں کے طالب! خوب پیش قدمی کر اور اے برائیوں کے طالب! باز آجا اور اللہ کے لیے جہنم سے آزاد کردہ لوگ ہوتے ہیں اور ہر رات کو ایسا ہوتا ہے (رمضان کی ہر رات کو اللہ لوگوں کو جہنم کی آگ سے آزاد فرماتا ہے) (جامع الترمذی وسنن ابن ماجہ)

☆ رمضان المبارک میں فضیلت والے اعمال درج ذیل ہیں۔

ا:۔روزہ: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

''روزہ ایک ڈھال ہے، جس کے ذریعے سے بندہ جہنم کی آگ سے بچتا ہے۔ (مسند احمد: 396/3)

اور اک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اللہ عزوجل کے راستے میں ایک دن روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال (کی مسافت کے برابر دور کر دیتا ہے'' (رواہ البخاری)

جب نفلی روزوں کا اجر وثواب اس قدر ہے تو رمضان المبارک کے فرض روزوں کا جو اجر وصلہ ملنا ہے اس کا تو اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا۔

اسی لیے نبی ﷺ نے رمضان المبارک کے روزوں کی بابت فرمایا:

''جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (دکھلاوے اور ریاکاری کے لیے نہیں تو اس کے گزشتہ صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''

(رواہ البخاری ومسلم)

ایک اور حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے۔ اس کا اجر اسے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے۔ لیکن روزے کے ثواب کی

بابت اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا، کیونکہ روزے دار اپنی خواہشات اور کھانا پینا صرف میری خاطر چھوڑتا ہے، روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی روزہ افطار کرتے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اسے اس وقت حاصل ہوگی جب وہ اپنے رب سے ملے گا اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ عزوجل کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔''

(بخاری ومسلم)

مسلمان بھائیو اور بہنو!

آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رمضان کے روزے رکھنا فرض کیا ہے۔ یہ اس کی عبادت ہے اور اسکے مزید بہت سے فائدے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

1:۔ روزے سے انسان کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔ نظم واطاعت، تقویٰ و پرہیزگاری اور صبر وخلوص کی عادت پیدا ہوتی ہے اللہ ذوالجلال والاکرام نے فرمایا: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو'' (سورۃ البقرہ 183/2)

نبی ﷺ نے فرمایا! ''کتنے ہی روزے دار ہیں جنہیں ان کے روزے سے سوائے پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے ہی شب بیدار ہیں جنھیں ان کی شب بیداری سے سوائے تھکاوٹ اور بے خوابی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔'' (سنن دارمی، وقال الالبانی: اسنادہ جید)

اللہ، اللہ، اللہ!! یہ کون سے بدنصیب روزے دار ہوں گے جنھوں نے روزے رکھ کر بھوک پیاس کی تکلیف تو برداشت کی ہوگی لیکن روزے کے اجر وثواب سے محروم رہیں گے؟

یقیناً یہ وہی لوگ ہوں گے۔ جن کے اندر روزے سے اللہ عزوجل کا خوف پیدا ہوتا ہے نہ اخلاق و کردار کی بلندی اور نہ دیگر فوائد وثمرات ہی روزہ سے انہیں حاصل ہوتے ہیں۔ جس کے سبب ان کی روحیں انوار الٰہی کی غذا سے محروم اور فیضان الٰہی سے ان کی جھولیاں یکسر خالی رہتی ہیں۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ

2:۔ روزہ رکھنے سے نظام ہضم اور معدے کو مسلسل کام کرنے سے کچھ راحت ملتی ہے۔ بدن کے بے کار مادے جل

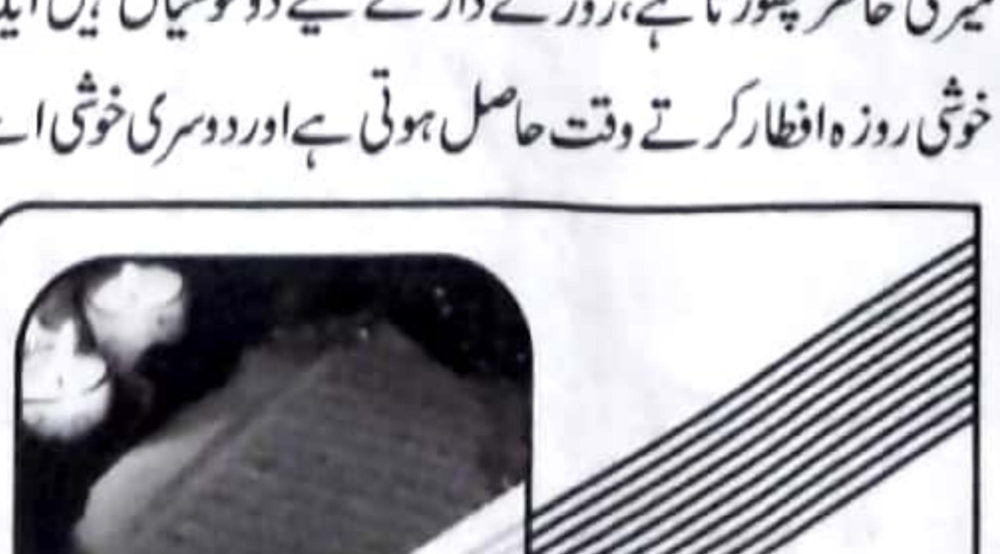

کتب علیکم الصیام

حافظ انس مدنی

جاتے ہیں، جسم طاقتور رہتا ہے اور بہت سی دوسری بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ روزہ سگریٹ نوش حضرات کو سگریٹ نوشی سے باز رکھتا ہے اور سگریٹ چھوڑنے میں سہولت پیدا کرتا ہے۔

3:۔روزے دار کو دوسرے روزے دار بھائیوں، بہنوں سے برابری کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

چنانچہ جب وہ ان کے ساتھ مل کر روزہ رکھتا اور افطار کرتا ہے تو اسلامی وحدت کا شعور پیدا ہوتا ہے اور جب اسے بھوک محسوس ہوتی ہے تو اسے بھوکے اور محتاج بھائیوں کی مدد کا احساس ہوتا ہے۔

سحری وافطاری کے احکام

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

''جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو کھجور سے کرے، کیونکہ یہ بابرکت چیز ہے۔ اور اگر کھجور نہ ملے تو پاکیزہ پانی ہی کافی ہے'' (سنن ترمذی وسنن ابن ماجہ)

☆رسول اکرم ﷺ افطاری کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

"ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللهُ "

'' پیاس دور ہوگئی، رگیں تر ہوگئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو روزے کا اجر وثواب ثابت ہوگیا۔'' (سنن ابی داؤد)

☆نیز فرمایا: ''لوگ اس وقت تک ہمیشہ بہتری اور بھلائی میں رہیں گے جب تک افطاری میں جلدی اور سحری میں تاخیر کرتے ہیں گے۔'' (بخاری ومسلم)

☆رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

''سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانا باعث برکت ہے'' (بخاری ومسلم)

مُفسِداتِ روزہ

روزہ توڑنے والی چیزوں کی دو قسمیں ہیں۔

1:۔جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضا واجب ہوتی ہے۔

2:۔جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس سے قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔

☆جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضا واجب ہوتی ہے۔

1:۔قصداً کھانا پینا 2:۔ارادۃً قے کرنا

3:۔حیض اور نفاس کے خون کا جاری ہونا خواہ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی ہو۔

4:۔کسی بھی ذریعے سے منی خارج کرنا اس کا سبب بیوی سے بوس وکنار اور معانقہ کرنا ہو یا مشت زنی کرنا ان تمام صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا ضروری ہوگی۔

ہاتھ کے ساتھ منی خارج کرنا اخلاقی، شرعی اور جسمانی لحاظ سے نقصان دہ ہے تاہم احتلام (خواب میں منی خارج ہونے) سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ یہ غیر اختیاری فعل ہے۔

☆وہ چیز جس سے روز ٹوٹ جاتا ہے اور قضا وکفارہ دونوں لازم آتے ہیں۔ وہ جمہور کے نزدیک صرف جماع ہے اور کوئی چیز نہیں۔

☆روزہ توڑنے کا کفارہ: ایک غلام آزاد کرنا یا دو مہینوں کے مسلسل روزے رکھنا یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا۔

(بخاری ومسلم)

☆زبان کی حفاظت نہ کرنے اور جھوٹ، نافرمانی وبغاوت، عیب اور گالی گلوچ سے بھی روزے کا ثواب ختم ہوجاتا ہے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص سے روزہ رکھنے کے باجودہ جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا چھوٹا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ ایسا شخص اپنا کھانا پینا چھوڑے۔'' (صحیح البخاری)

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

☆ بھول کر، غلطی سے یا مجبور کیے جانے پر کھانے اور پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا چنانچہ اس سے قضا ہے نہ کفارہ۔

(صحیح مسلم)

☆خود بخود قے آنا، بچے کو دودھ پلانا، نکسیر آنا، ٹیسٹ وغیرہ کے لیے خون دینا، دانتوں سے خون نکلنا، آنکھوں یا کانوں میں قطرے ڈالنا، انگوٹھا چوسنا، خوشبو سونگھنا، بلڈ پریشر کے باعث ہونے والی سانس کی تنگی کو دور کرنے کے لیے منہ میں دوائی سپرے کرنا، مسواک کرنا، کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا لیکن اس میں مبالغہ نہیں کرنا بیوی کا بوسہ لینا اور اس سے بغلگیر ہونا بشرطیکہ اپنے جذبات پر کنٹرول ہو بصورت دیگر اس سے باز رہے، سر کے بالوں اور داڑھی پر مہندی لگانا، ضرورت کے تحت کھانا چکھنا، گوشت یا رگ میں ٹیکہ لگوانا، گرد وغبار یا مکھی وغیرہ کا حلق میں چلے جانا، احتلام......!

کن لوگوں کو روزہ رکھنے اور بعد میں قضا کرنے کی رخصت ہے؟

عارضی مریض، مسافر، حیض اور نفاس والی خواتین، حاملہ اور مرضعہ (وہ عورتیں جو حمل سے ہوں یا ان کی گود میں شیر خوار بچہ ہو اگر روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کریں تو وہ روزہ چھوڑ سکتی ہیں۔

لیکن بعد میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا ضروری ہے۔

دائمی مریض اور شیخ کبیر (ایسا بوڑھا جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو اور دن بدن اس کی صحت کمزور سے کمزور تر ہورہی ہو اور آئندہ کے لیے اسے طاقتور ہونے کی کوئی امید بھی نہ ہو) کو چاہیے کہ وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا کریں۔ (مستدرک حاکم بسند صحیح)

نابالغ بچوں پر روزہ فرض نہیں تاہم ان کی طاقت کے مطابق ان سے روزے رکھوائے جائیں تاکہ ایک تو وہ اس کے عادی ہوجائیں دوسرے ان کے اندر یہ شعور پختہ ہوجائے کہ بالغ ہونے کے بعد روزہ رکھنا ان کے لیے ضروری ہوگا۔

مانع حیض گولیوں کا استعمال

مانع حیض گولیوں کا استعمال نہ تو رمضان المبارک میں درست ہے نہ کسی اور مہینے میں اس لیے کہ ایسی دوائیں نقصان سے خالی نہیں ہوتیں۔

یہ بات معلوم ہے کہ حیض کا خون طبعی طور پر خارج ہوتا ہے لہٰذا جب کسی طبعی چیز کو اس کے وقت میں روک دیا جاتا ہے تو اس سے جسم میں نقصان کا حصول ناگزیر ہوجاتا ہے۔ اطباء کی رپورٹ سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ گولیاں عورت کے رحم، اعصاب اور خون کے لیے انتہائی مضر ہیں اور مضر چیز ممنوع ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بہت سی عورتیں جو ایسی گولیاں استعمال کرتی ہیں ان کی ماہانہ عادت بگڑ جاتی ہے اور وہ بیمار رہنے لگتی ہیں ۔نماز یا خاوندوں کی ان سے مباشرت اور اس کے علاوہ دیگر افعال میں بھی شک شبہے کا محور ہوتی ہے اس لیے میں اسے حرام تو نہیں کہتا لیکن عورتوں کے لیے اسے پسند اس لیے نہیں کرتا۔ کیونکہ اس میں نقصان کا اندیشہ ہے خواتین کے لیے یہی بہتر ہے کہ اللہ بارک اسمہ وتعالی نے جو ان کی تقدیر میں لکھ دیا ہے اسی پر رضا مند رہیں ۔نبی ﷺ حجۃ الوداع کے سال ام المومنین سیدہ عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو وہ رو رہی تھیں اور انہوں نے عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ شاید کہ تم حائضہ ہوگئی ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں تو آنجناب ﷺ نے فرمایا: یہ تو ایسی چیز ہے۔ جسے اللہ احکم الحاکمین نے آدمؑ کی بیٹیوں پر لازم قرار دیا ہے۔ (صحیح بخاری ومسلم)

اس لیے عورتوں کو چاہیے کہ صبر واحتساب ہی سے کام لیں اور جب حیض کی وجہ سے نماز وروزہ میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تو ذکر کا دروازہ بلاشبہ کھلا ہوا ہے وہ اللہ عزوجل کا ذکر کریں

تسبیح بیان کریں صدقہ وخیرات کریں قول وفعل سے لوگوں پر احسان کریں گناہوں سے بچیں۔یہی افضل ترین کام ہے۔

2:۔قیام رمضان: رمضان المبارک میں ایک بہت بڑی فضیلت والا عمل قیام رمضان ہے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:"جس نے ایمان کی حالت میں طلب ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا اس کے پہلے سارے (صغیرہ) گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔" (صحیح البخاری ومسلم)

3:۔قرآن مجید: رمضان مبارک کا قرآن مجید سے خصوصی تعلق ہے۔

اسی مہینے میں قرآن کا نزول ہوا۔اسی لیے شاید نبی ﷺ دوسرے مہینوں کی بہ نسبت اس مہینے میں قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرتے تھے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:"روزہ اور قرآن کریم قیامت کے دن بندے کے لیے سفارش کریں گے۔" (مسند احمد 174/2)

4:دعاومناجات: قرآن میں اللہ جل شانہ نے رمضان المبارک کے احکام ومسائل کے درمیان دعا کی ترغیب بیان فرمائی ہے۔

"اور (اے نبی!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو بے شک میں قریب ہوں (اپنی صفات کے ساتھ یعنی سننے، دیکھنے، جاننے، اور قدرت رکھنے کے اعتبار سے البتہ اپنی صفات کے ساتھ ساتویں آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پہ مستوی ہے جیسے اس کی شان ہے)
میں دعا کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھ سے دعا کریں۔پس چاہیے کہ وہ بھی میرے حکموں کو مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔" (سورۃ البقرۃ 186/2)

اس لیے اس مہینے میں اپنے اور امت مسلمہ کے لیے دعائیں بھی خوب کی جائیں خصوصًا افطاری کے وقت اور رات کے آخری پہر میں۔

5:۔عمرہ: رمضان المبارک میں عمرے کی سعادت حاصل کرنا رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کے اجر وثواب کے برابر ہے۔ (رواہ البخاری)

6:۔صدقہ وخیرات: سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں۔

"نبی محترم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور سب سے زیادہ سخی آپ ﷺ اس وقت ہوتے تھے جب رمضان المبارک میں آپ ﷺ سے جبریلؑ کی ملاقات ہوتی۔۔۔۔۔۔اس وقت رسول اکرم ﷺ تیز چلتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے۔" (بخاری ومسلم)

7:۔روزے افطار کروانا: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا۔تو اس کو بھی روزے دار کے مثل اجر ملے گا۔بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ روزے دار کے اجر میں کوئی کمی کرے۔" (جامع الترمذی)

8:۔نمازوں کی پابندی کیجیے: بہت سے روزے دار ایسے ہیں جو نماز پڑھنے سے غفلت برتتے ہیں۔حالانکہ نماز دین کا ستون ہے، جسے چھوڑنا کفر ہے۔

9:۔اخلاق حسنہ اپنائیے: کفر کی باتیں نہ کریں۔دینی شعائر کا احترام کریں۔استہزا سے باز رہیں کسی کو برا بھلا کہنے سے اجتناب کریں لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آئیں کیونکہ روزہ برے اخلاق نہیں سکھلاتا بلکہ نفس کی اصلاح کرتا ہے اور کفر مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کردیتا ہے۔

10:۔ہنسی مذاق میں بھی بے ہودگی سے اجتناب کیجیے:

بے ہودہ مذاق، لغویات اور ناشائستہ کلام سے روزہ ضائع ہو جاتا ہے۔اس کی بابت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:"جس دن تم میں سے کوئی روزے کی حالت میں ہو تو وہ گالی گلوچ اور بے ہودہ باتیں نہ کرے۔اگر کوئی اس کو گالیاں دے یا اس سے جھگڑا کرے تو یہ کہہ دے کہ میں تو روزے دار ہوں۔" (بخاری ومسلم)

11:۔سگریٹ چھوڑنے کی کوشش کیجیے: روزے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سگریٹ چھوڑنے کی کوشش کیجیے کیونکہ سگریٹ نوشی کینسر اور السر جیسی خطرناک بیماریوں کا سبب بنتی ہے۔اپنے آپ کو صاحب عزم وہمت انسان بنائیے۔اپنی صحت اور مال کی حفاظت کرتے ہوئے افطاری کے بعد میں بھی سگریٹ نوشی سے اسی طرح باز رہیے جیسے روزے کی حالت میں تھے۔

12:۔زیادہ کھانے سے پرہیز کیجیے: روزہ افطار کرتے ہوئے کھانا مت کھائیے۔کیونکہ اس سے روزے کا طبی، فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔

13:۔سینما اور ٹیلی ویژن سے اجتناب کیجیے: سینما اور ٹیلی ویژن دیکھنا اخلاق کو بگاڑتا ہے اور یہ روزے کے منافی چیزیں ہیں لہٰذا ان سے اجتناب مفید تر ہوگا۔

14:۔دیر تک جاگنے سے پرہیز کیجیے: رات دیر تک جاگ کر سحری اور نماز فجر کو ضائع نہ کریں، بلکہ نماز فجر ادا کرنے کے بعد صبح سویرے اپنے کام میں مصروف ہو جائیں۔کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے دعا کی ہے۔"اے اللہ! میری امت کے لیے صبح کے اوقات میں برکت پیدا فرما دے۔" (جامع الترمذی وسنن ابن ماجۃ)

15:۔رمضان المبارک میں سرعام روزہ خوری سے بچیے: کیونکہ یہ ایسا جرم ہے جو اللہ جبار وقہار کے خلاف جرأت مندی، اسلام کا مذاق اڑانے اور لوگوں میں برائی و بے حیائی پھیلانے کے مترادف ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:"میں نے کچھ لوگ الٹے لٹکے ہوئے دیکھے (جہنم میں) جن کے مونہوں کو چیر پھاڑ دیا گیا تھا اور ان سے خون بہہ رہا تھا میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟

انہوں نے کہا: یہ لوگ ہیں جو روزہ وقت سے پہلے افطار کر لیا کرتے تھے۔" (صحیح ابن خزیمہ وابن حبان)

نماز تراویح

☆تراویح، ترویحة کی جمع ہے اس میں صحابہ وتابعین چونکہ سنت نبوی کے مطابق لمبا قیام کرتے تھے۔اس لیے ہر دو مرتبہ سلام پھیرنے یعنی چار رکعات کے بعد آرام وراحت کے لیے وقفہ ہوتا تھا۔یوں اس کا نام تراویح پڑ گیا۔کیونکہ چار رکعات کو ترویحہ کہا جاتا ہے۔

☆اس کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر رات کے آخری پہر، طلوع فجر تک ہے۔اس دوران میں کسی بھی وقت اسے پڑھا جاسکتا ہے۔

☆نماز تراویح کو رمضان المبارک کی مخصوص نماز سمجھا جاتا ہے حالانکہ یہ رمضان کے ساتھ مخصوص ہے نہ یہ رمضان کی کوئی مخصوص نماز ہی ہے۔یہ قیام اللیل یا نماز تہجد ہی ہے جس کا پڑھنا سارا سال ہمیشہ ہی مستحب اور اہل صلاح وتقویٰ کا معمول رہا ہے۔

اس لیے اسے اول وقت میں اور باجماعت پڑھنے یا نیا نام رکھنے کی وجہ سے، تہجد سے مختلف سمجھنا بالکل بے اصل اور بلا دلیل ہے۔

☆رمضان المبارک میں لوگوں کی آسانی کے لیے، تاکہ ہر شخص اس کی فضیلت حاصل کر سکے، اسے عشاء کی نماز کے بعد متصل ہی پڑھ لیا جاتا ہے۔اور اسی وجہ سے اس کی جماعت کا بھی اہتمام ہوتا ہے، کیونکہ فردًا فردًا ہر شخص کے لیے اس کا پڑھنا مشکل ہے۔

☆بعض لوگ کہتے ہیں کہ باجماعت تراویح ادا کرنا بدعت ہے کیونکہ اس کا رواج سیدنا عمرؓ کے دور میں شروع

ہوا۔لیکن یہ بات صحیح نہیں خود سرورِ کونین ﷺ کا اسے باجماعت پڑھانا ثابت ہے۔ پھر یہ عمل بدعت کیوں کر قرار پاسکتا ہے؟

درمیان میں محض وقفے سے تو یہ عمل بدعت نہیں ہو جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے تو صرف فرضیت کے اندیشے سے اس کو جاری نہیں رکھا، ورنہ آپ ﷺ کی تو خواہش تھی کہ اسے پڑھا جائے پھر جب فرضیت کا اندیشہ ختم ہو گیا تو جناب عمرؓ نے اسے اجتماعیت کا رنگ دے کر یقیناً نبی ﷺ ہی کی خواہش کو پورا کیا ہے اور آپ ﷺ ہی کے عمل کو آگے بڑھایا ہے تاہم اگر کوئی شخص آخر شب میں انفرادی طور پر اس کے پڑھنے کا اہتمام کرتا ہے تو یہ بھی جائز ہے۔لیکن عام لوگوں کے لیے چونکہ ایسا کرنا ممکن نہیں اور وہ

☆سیدنا ابی بن کعبؓ کے پاس تشریف لائے اور عرض کی: ''اللہ کے رسول ﷺ! آج (رمضان کی) رات مجھ سے ایک کام سرزد ہو گیا ہے۔۔۔۔۔میرے گھر کی خواتین نے کہا کہ ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں، لہٰذا ہم آپ کے ساتھ تراویح پڑھیں گی تو میں نے انہیں 8 رکعات تراویح اور وتر پڑھائے سیدنا جابرؓ کہتے ہیں: گویا رسول ﷺ نے اسے پسند کیا اور کچھ نہیں کہا (اسے حدیث تقریری کہتے ہیں۔(مسند ابی یعلی)

☆بیس رکعات تراویح کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ایک منقطع روایت میں اس کا دعوی کیا گیا ہے لہٰذا اس کے ثبوت میں جتنی روایات پیش کی جاتی ہیں وہ سب ضعیف ہیں جس کا اعتراف محقق علماء احناف کو بھی ہے۔

> ''انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے۔اس کا اجر اسے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے۔لیکن روزے کے ثواب کی بابت اللہ عزوجل فرماتا ہے۔روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔

شب کے آخر میں اپنے طور پر اسے ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تو ایسے حالات میں سیدنا عمرؓ کا اقدام بالکل صحیح اور جائز ہے۔

اگر ایسا نہ کیا جائے تو چند افراد کے سوا عام مسلمان قیام اللیل کے اجر وثواب سے محروم رہیں گے، جو ایک بہت بڑی محرومی ہے اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے امام کے فارغ ہونے تک امام کے ساتھ قیام کیا (یعنی نماز تراویح باجماعت ادا کی) اس کے لیے ساری رات کے قیام کا ثواب لکھا جائے گا۔(صحیح الترمذی)

☆سیدنا جابر بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعات قیام رمضان پڑھایا پھر (تین) وتر پڑھائے (صحیح ابن خزیمہ وابن حبان)

رسول اکرم ﷺ کے بعد سیدنا عمرؓ نے جناب تمیم داریؓ اور ابی بن کعبؓ کو باجماعت تراویح پڑھانے کا جو حکم دیا، وہ بھی گیارہ رکعتوں ہی کا تھا جو صحیح سند سے ثابت ہے۔(مؤطا مالک)

☆سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اکرم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

☆صحیح بخاری شریف کی جس حدیث میں 13 رکعات کا ذکر ہے تو اس سے مراد: 8 رکعات تراویح اور 5 وتر ہیں کیونکہ وتر ایک تا 9 پڑھے جاسکتے ہیں (بخاری ومسلم)

☆تراویح یعنی قیام رمضان میں لمبا قیام مسنون ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ قرآن مجید ترتیل وتجوید کے ساتھ پڑھا جائے لیکن عام مساجد میں جس طرح قرآن مجید تراویح میں پڑھا اور سنا جاتا ہے کہ (یَعْلَمُوْن تَعْلَمُوْن) کے علاوہ کوئی لفظ سمجھ میں نہیں آتا اور جتنی سرعت اور برق رفتاری سے رکوع، سجود اور قومہ وغیرہ کیا جاتا ہے۔کیا اس طرح قرآن کریم اور نماز کا حلیہ بگاڑنے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قرب کی توقع کی جاسکتی ہے؟

نہیں! ہرگز نہیں!! تیزی اور روانی میں قرآن حکیم کے سارے اعجاز فصاحت وبلاغت اور اس کے انزار وتبشیر کا بیڑا غرق کر دیا جائے اور اسی طرح نماز کی ساری روح مسخ کر دی جائے اور پھر امید رکھی جائے کہ ہمیں اجر وثواب ملے گا، یہ سراسر بھول اور فریب نفس ہے، شیطان کا بہکاوا اور وسوسہ ہے ہماری نادانی اور جہالت ہے۔

اجر وثواب حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ قرآن مجید میں حسن تجوید اور ترتیل کا اور اسی طرح نمازوں میں ارکان اعتدال کا خیال کریں، جیسا کہ ان دونوں باتوں کی تاکید ہے اس کے بغیر قرآن مجید کا پڑھنا سننا کار ثواب ہے نہ تراویح ہی کی کوئی اہمیت۔

☆قرآن مجید میں ساری رات نہیں بلکہ رات کا کچھ حصہ قیام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(بنواسرائیل 79/17۔المزمل 4.1/73)

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: ''میں نہیں جانتی کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کبھی ایک رات میں سارا قرآن پڑھا ہو یا صبح تک ساری رات نماز پڑھی ہو۔''

علاوہ ازیں جب آپ ﷺ نے ایک ایسی خاتون دیکھی جو ساری رات سونے کی بجائے نماز پڑھتی تھی تو آپ ﷺ نے اسے ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

''باز آجاؤ! اتنا ہی عمل کرو جس پر (ہمیشگی کرنے کی) تمہیں طاقت ہو۔اللہ عزوجل (اجر دیتے ہوئے) نہیں اکتاتا تم ہی اکتا جاؤ گے۔''

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ بعض مساجد میں شبینہ کے نام سے ساری ساری رات جو اجتماعی کام کیا جاتا ہے اور اس میں مکمل قرآن پاک پڑھا جاتا ہے۔

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں قطعاً پسندیدہ فعل نہیں ہے۔اگر مختلف قرّا بھی باری باری امامت کرائیں پھر بھی ایک رات ہی میں قرآن کریم ختم کرنے کی وجہ سے قرأت میں جو تیزی پیدا ہوتی ہے وہ شرعاً آداب تلاوت کے خلاف ہے، مزید برآں یہ ایسا کام ہے جس کا اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے نہ ترغیب، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔آمین

☆رات کی نفل نماز میں قرآن مجید سے دیکھ کر تلاوت کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ سیدہ عائشہؓ کا غلام ذکوان قرآن مجید دیکھ کر امامت کرایا کرتا تھا۔(صحیح البخاری)

☆اگر عورتیں مسجد میں جا کر باجماعت تراویح پڑھنا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔''ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔''اگر کوئی عورت مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے اپنے خاوند سے اجازت طلب کرے تو اسے روکا نہ جائے۔''

(بخاری ومسلم)

تاہم اس کی کچھ شرائط ہیں جنھیں مدنظر رکھنا ہر مسلمان خاتون کے لیے ازحد ضروری ہے۔

1:۔خاوند کی اجازت سے جائے۔

2:۔محرم کے ساتھ جائے۔

3:۔زیب وزینت اور خوشبو سے پرہیز کرے۔

4:۔باپردہ حالت میں جائے۔

5:۔راستے کے کنارے چلے۔

6:۔نگاہیں پست رکھے۔

7:۔شرم وحیا کے ساتھ چلے۔

8:۔یہ بات یاد رکھے کہ اللہ حی وقیوم اسے دیکھ رہا ہے۔اور اس کی ایک ایک حرکت سے بخوبی واقف ہے لہٰذا اس کی نافرمانی اور بغاوت سے بچا جائے۔

☆سیدنا ابوایوبؓ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:''وتر ہر مسلمان پر حق ہے، پس جو شخص پانچ رکعات وتر پڑھنا چاہے تو تین رکعت پڑھے۔اور جو ایک وتر پڑھنا چاہے تو ایک رکعت وتر پڑھے۔''

(سنن ابی داؤد۔سنن ابن ماجہ،بسند صحیح)

☆تین وتر پڑھنے ہوں تو ایک تشہد اور ایک سلام کے ساتھ یا پھر دو تشہد اور دو سلام کے ساتھ پڑھتے جائیں ان دونوں طریقوں میں مغرب کی نماز سے مشابہت نہیں ہوتی، کیونکہ وتر میں مغرب کی مشابہت سے روکا گیا ہے۔

(سنن دار قطنی۔صحیح ابن حبان)

☆سیّدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے روایت ہے کہ پہلی رکعت وتر میں ''سبح اسم ربک الاعلیٰ'' دوسری میں ''قل یاَیُّھا الکفرون'' اور تیسری میں ''قل ھو اللہ احد'' پڑھتے تھے۔(سنن بیہقی، مستدرک حاکم)

قنوت وتر

☆جناب محمد رسول ﷺ سے صرف رکوع سے پہلے ثابت ہے۔(صحیح ابن ماجہ الألبانی)

سیدنا انس بن مالکؓ کی جس روایت میں ''قبل الرکوع وبعد'' رکوع سے پہلے اور بعد میں قنوت کا ذکر ہے۔وہ نماز فجر کے متعلق ہے۔قنوت وتر کے متعلق نہیں، جیسا کہ اسی حدیث میں یہ ذکر موجود ہے۔(ارواء الغلیل)

☆تاہم قنوت نازلہ رکوع کے بعد ہاتھ اٹھا کر فرض نماز میں کی جاسکتی ہے۔(صحیح البخاری)

☆دعائے قنوت کے لیے اللہ اکبر کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھانے والی تمام روایات باطل ہیں اس کا کوئی صحیح ثبوت موجود نہیں۔(تحفۃ الاحوذی)

☆دعائے قنوت میں ''ربنا وتعالیت'' کے بعد ''نستغفرك ونتوب الیك'' کے الفاظ رسول ﷺ کی احادیث میں موجود نہیں۔

سیدنا عبداللہؓ کے سامنے ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے کہا: الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ'' یہ سن کر ابن عمرؓ فرمانے لگے: میں بھی ''الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ'' کہہ سکتا ہوں، مگر رسول اکرم ﷺ نے اس موقع پر ہمیں یہ تعلیم نہیں دی بلکہ یہ فرمایا ہے۔کہ چھینک پر ''الحمد للہ علیٰ کل حال'' پڑھا جائے.....!

(جامع الترمذی)

☆رمضان المبارک میں ایک اور رواج عام ہوتا جارہا ہے اور وہ یہ کہ بڑی مساجد میں دعائے قنوت وتر کے ساتھ دعائے قنوت نازلہ بھی روزانہ پڑھی جاتی ہے۔حرمین شریفین میں بھی بالعموم ایسا ہوتا ہے۔غالباً اس کی دیکھا دیکھی یہاں بھی بعض مساجد میں اس کا اہتمام ہونے لگا ہے محض حرمین شریفین میں اس کا ہونا اس کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتا۔اس کے لیے شرعی دلیل کی ضرورت ہے۔احادیث مبارکہ میں فرض نمازوں میں تو دعا قنوت نازلہ کا ثبوت موجود ہے نبی ﷺ نے ایک موقع پر مسلسل ایک مہینے پانچوں نمازوں میں رکوع کے بعد ہاتھ اٹھا کر قنوت نازلہ پڑھی ہے اس لیے فرض نمازوں میں تو اسکا جواز مسلمہ ہے لیکن وتروں میں اس کا جواز محل نظر ہے۔بنابریں ہمارے خیال میں اس رجحان کی بھی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے نہ کہ حوصلہ افزائی۔بعض لوگ اس کے لیے صحیح ابن خزیمہ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں ہے کہ جب سیدنا عمرؓ کے حکم سے جماعت تراویح کا اہتمام شروع ہوا تو (آخری) نصف رمضان میں وہ قنوت نازلہ پڑھتے تھے یہ البتہ عہد صحابہ کی ایک نظیر ہے جس پر عمل کی گنجائش ہے۔لیکن اس کے لیے مناسب طریقہ یہ لگتا ہے۔کہ اس میں قنوت نازلہ کی مسنون دعاؤں سے تجاوز نہ کیا جائے یعنی اس کو کافروں کے لیے بددعا، مسلمانوں کی مغفرت اور ان کی فتح ونصرت کی دعا ہی تک محدود رکھا جائے اس میں دیگر تمام دعاؤں کو شامل کر کے زیادہ سے زیادہ لمبا نہ کیا جائے بلکہ بہتر یہ ہے کہ اگر قنوت نازلہ کی ضرورت سمجھی جائے تو عشاء یا فجر کے فرضوں میں اس کا اہتمام کیا جائے نماز وتر میں صرف قنوت وتر پر ہی اکتفاء کیا جائے جو حدیث کے مطابق ہوگا اور زیادہ صحیح ہوگا۔

☆یہاں یہ ذکر کرنا بھی انتہائی ضروری ہے کہ توحید تمام اعمال صالحہ کی اصل ہے۔اگر توحید نہیں تو تمام اعمال بے کار، لغو اور بے سود ہیں۔

توحید نہیں تو ایمان نہیں، توحید اور شرک ایک دوسرے کی ضد ہیں۔توحید کے بغیر نجات نہیں اور شرک کی موجودگی میں کامیابی ناممکن ہے۔

اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے:''بے شک اللہ شرک نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ جس گناہ کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔''(النساء:48/4)

نیز فرمایا:''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے ملوث نہیں کیا تو ایسے ہی لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''(الانعام:82/6)

اس سے ثابت ہوا کہ بعض لوگ ایمان لانے کے بعد بھی کرتے ہیں جیسا دوسری جگہ فرمایا:''اور بہت سے لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہوتے ہیں۔''(یوسف:106/12)

لہٰذا تمام نیک اعمال کی قبولیت کے لیے شرط اول یہ کہ اللہ عزوجل کو اس کی ذات وصفات میں یکتا مانا جائے اور تسلیم کیا جائے کہ اللہ جل شانہٗ کی نہ بیوی ہے اور نہ ہی اولاد۔کوئی اللہ کے نور کا ٹکڑا ''نورٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہ'' نہیں اللہ عزوجل کا کسی انسان میں اتر آنے کا عقیدہ حلول، وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کھلا شرک ہے۔یہ بھی مانا جائے کہ کائنات کے تمام امور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ واختیار میں ہیں۔عزت وذلت اسی کے پاس ہے۔ہر نیک وبد کا وہی مشکل کشا اور حاجت روا ہے۔نفع ونقصان کا مالک بھی وہی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو ذرا سا بھی اختیار نہیں۔ہر چیز پر اسی کی حکومت ہے اور کوئی اللہ کے مقابلے میں کسی کو ذرا سا بھی اختیار نہیں۔ہر چیز پر اسی کی حکومت ہے اور کوئی اللہ کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔اس کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہے۔یہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ لوگوں کی انفرادی واجتماعی زندگی گزارنے کا طریقہ یعنی دین نازل کرے، کیونکہ حلال وحرام کا تعین کرنا اور دین سازی اسی کا حق ہے اور حقیقی اطاعت صرف اللہ کے لیے ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ دین، جناب محمد ﷺ کے ذریعے سے ہمارے پاس بھیجا لہٰذا آج اللہ عزوجل کی اطاعت کا واحد ذریعہ وہ احکام ہیں جو جناب محمد ﷺ نے صحابہ کرامؓ اور ان کے ذریعے سے پوری امت تک پہنچائے۔اور حدیث نے کتب احادیث میں باسند صحیح اس طریقے کو جمع کر دیا کتاب وسنت کی بجائے کسی مرشد، پیر، امام، یا لیڈر کے نام پر فرقہ بندی کی اسلام میں کوئی اجازت نہیں ہے اور کسی پارلیمنٹ کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ مسلمانوں کی زندگی وموت کے تمام معاملات پر مشتمل ایسے مالیاتی، تقریراتی، اقتصادی، سیاسی، سماجی اور بین الاقوامی قوانین بنائے جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے خلاف ہوں۔ہر قسم کے نیک عمل سے قبل مذکورہ تمام عقائد پر ایمان لانا ضروری ہے۔

حرمین کے گلیوں کوچوں میں

اس راہداری کے اندر قریباً ایک ایک فرلانگ کے وقفے پر تین اونچے ستون شیطان کی علامتی شکل کے طور پر تعمیر کیے گئے ہیں۔

جہاں ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہؑ اور اسمٰعیلؑ کو شیطان نے بہکانے کی کوشش کی اور اللہ تعالی کی نافرمانی کرتے ہوئے شیطان نے انکار کرنے پر آمادہ کرنا چاہا لیکن تینوں نے باری باری اس کو دھتکارا اور ماں باپ اور بچے نے عظیم الشان قربانی کی مثال پیش کرتے ہوئے اللہ تعالی سے سرخروئی حاصل کی اور باپ نے خلیل اللہ، اللہ کا دوست اور بیٹے نے ذبیح اللہ کا اعزازی خطاب پایا اور ہاجرہؑ کی مامتا نے رضائے الٰہی کے سامنے سر جھکاتے ہوئے پیاس سے بے قرار بچے کے لئے پانی ڈھونڈتے ہوئے جو دوڑیں لگائیں اس عمل کا نام سعی مروہ قرار پایا۔ جو حج وعمرہ کا لازمی رکن ہے جن عورتوں نے اللہ تعالی کی رضا کی خاطر جو لازوال کردار ادا کیے ان میں فرعون کی بیوی آسیہ جس نے فرعون کی خدائی کو اور تخت وتاج کو ٹھکرا دیا موسیٰؑ کی ماں جنہوں نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنے بیٹے کو دریا کی لہروں کے سپرد کر دیا اور ہاجرہؑ کی مامتا کا امتحان عورتوں کی تربیت کے لیے مثالی نمونے پیش کر کے قرآن نے ہدایت اور کامیابی کا راستہ دکھایا ہے اور یہ بات سمجھائی ہے کہ کامیاب انبیاء کے پیچھے ان کی عورتوں کا ہاتھ جب کہ نوحؑ اور لوطؑ جیسے انبیاء کی عورتوں کی وجہ سے ان کی نبوی دعوت بھی ناکام ہوگئی قوموں امتوں اور معاشروں کی کامیابیوں اور بربادیوں کا تمام تر انحصار عورت کے کردار پر ہے رمی جمار کے بارے میں یہی سن رکھا تھا کہ یہ بہت مشکل کام ہے اور اس موقع پر اکثر حادثات ہوجاتے ہیں اور انسانی جانوں کا ضیاع بھی ہوتا ہے لیکن اب صورتحال مختلف ہوچکی ہے کیونکہ سعودی حکومت نے حج کے انتظامات میں فول پروف سیکیورٹی کے ساتھ ساتھ اصلاحی اقدامات کا ایک وسیع سلسلہ مستقل طور پر جاری رکھا ہوا ہے حجاج کرام کے لیے بہترین سہولیات اور اصلاحات کا کام جاری رہتا ہے لہٰذا جمرات کو پانچ منزلہ کر دیا گیا ہے اور ایک وقت میں پانچ منزلوں پر جمار کا سلسلہ چل رہا ہوتا ہے دوسرا بہترین جو اصلاحی کام ہے وہ یہ ہے کہ حجاج کے جمرات تک آنے کا اور جانے کا راستہ الگ الگ کر دیا گیا ہے اس وجہ سے بھی بہت حد تک آسانی ہوگئی اور حادثات کا خطرہ ٹل گیا ہے البتہ تھوڑی سی غلطی حجاج کرام کی یہ تھی کہ لوگ رمی کے تیسرے دن واپسی کے لیے اپنا سامان اٹھا کر نکلتے تھے اور پھر جذباتی حجاج اپنے جوتے برتن اور دیگر اشیاء بھی جمرات پر پھینک کر اپنا غصہ اتار رہے ہوتے تھے لیکن اب کسی قسم کا سامان جمرات کی طرف لے جانے سے سختی سے منع کر دیا گیا ہے لوگوں کو واپسی خیموں میں جا کر سامان اٹھانا پڑتا ہے لہٰذا بدنظمی پر کافی قابو پالیا گیا ہے۔

یقیناً یہ حق ہے کہ اس کی باتیں ماننے والے کتنے گناہ گار، عاصی اس دن سچی توبہ کر لیتے ہیں اور گناہوں سے پاک ہونے کی خوشخبری پالیتے ہیں اور کئی ایسے خوش بخت ہیں جنھیں گناہوں سے پاک ہونے کے بعد اسی پاک سرزمین کی آغوش میں پناہ مل جاتی ہے اور وہ اللہ کی بخشش کے وعدوں کے حقدار بن جاتے ہیں عرفے کے دن کی رمی تو میں نہ کر سکی تھی لیکن آج حرم سے سیدھی جمرات آنے والی گاڑی ملنے کی وجہ سے یہ موقع بھی اللہ تعالی نے مجھے دے دیا تھا لیکن منیٰ تک واپسی کا سفر پیدل ہی کرنا پڑا کہ قریباً ڈیڑھ گھنٹے کا تھا اس راستے کے پہاڑوں پر شاہی خاندان کے محلات بنے ہوئے ہیں جن کے اندر بڑے بڑے ہیلی پیڈ ہیں اور وہ لوگ رمی جمار کے لیے ہیلی کاپٹروں پر یہاں پہنچتے ہیں اور رمی کر کے واپس چلے جاتے ہیں دوسری طرف لمبی قطاروں میں بعض لوگ خیموں میں اور بعض بغیر خیموں کے مقیم ہوتے ہیں جو مقامی لوگ ہیں وہ بغیر اجازت کے حج پر آتے ہیں کیونکہ سعودی قانون کے مطابق سعودیہ میں رہنے والے ملکی اور غیر ملکی باشندوں کو تین سال کے بعد دوبارہ حج کی اجازت ملتی ہے جب کہ بیرون ممالک سے دوبارہ حج کے خواہشمند کو پانچ سال بعد اجازت ملتی ہے لیکن لوگوں نے غیر قانونی طور پر کئی چور دروازے بنا رکھے ہیں اور ہر سال لاکھوں ملکی اور غیر ملکی باشندے اس طرح حج کر لیتے ہیں میدان عرفات، مزدلفہ اور منیٰ سرزمین حجاز کے مقدس ترین مقامات ہیں جہاں فرزندان توحید اللہ ربّ العزت کی کبریائی کی گواہی دینے کے لیے فریضہ حج کی تکمیل کرتے ہیں لیکن ان مقدس میدانوں کے درمیان ایک ٹکڑا ایسا ہے جیسے محسر کہتے ہیں اور یہاں سے تیزی سے گزر جانا سنت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:۔ کہ عذاب والی جگہ ہے یہاں سے تیزی سے گزر جاؤ (صحیح حدیث)

اس وادی کے ساتھ ابرہہ کے لشکر کا واقعہ منسوب ہے جس کا

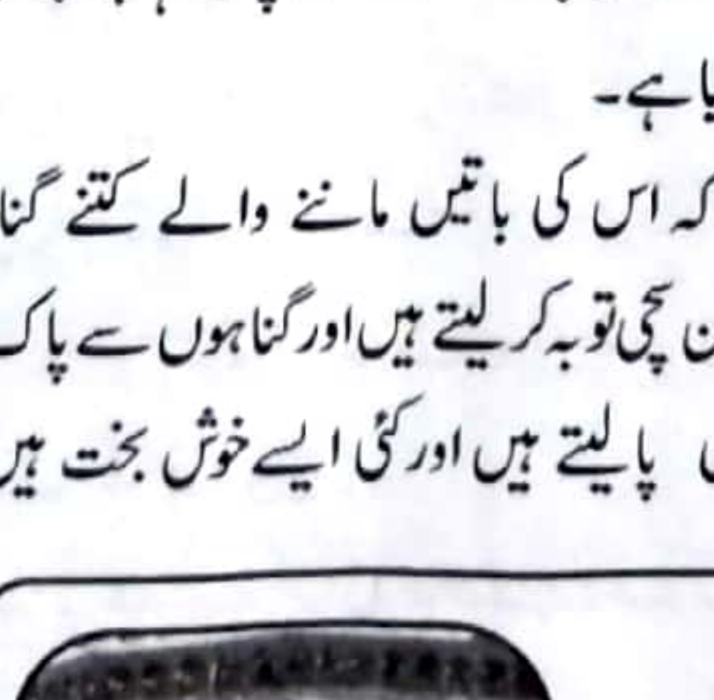

سفرنامہ حج
قسط نمبر 9

بنتِ احسان

ذکر قرآن کریم کے پارہ نمبر ۳۰ میں سورۃ الفیل میں نازل کیا گیا ابرہہ یمن کا عیسائی بادشاہ تھا جو شاہ حبش کے مرنے کے بعد یمن پر قابض ہو گیا تھا اور ایک جنونی قسم کا عیسائی تھا جو عربوں میں عیسائیت پھیلا کر ان کی تجارت پر قابض ہونا چاہتا تھا۔

ابرہہ نے اس مقصد کے لیے یمن میں ایک جعلی کعبہ بنوایا جو آج بھی یمن کے شہر صناء میں نشان عبرت کے طور پر موجود ہے اس کی تعمیر کے بعد اس نے شاہ حبش کو خط لکھا کہ میں عربوں کا حج کعبۃ اللہ سے اس کلیسا کی طرف موڑے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا اور عربوں کو مشتعل کرنے کے لیے پورے یمن میں اس ارادے کی منادی کروادی تا کہ کعبۃ اللہ پر چڑھائی کا کوئی بہانہ مل جائے اس اعلان کو سن کر عرب غضبناک ہو گئے اور کسی عرب نے اس جعلی کعبہ میں قضائے حاجت کر ڈالی بعض روایات کے مطابق ابرہہ نے یہ فعل خود کروایا تھا مقاتل بن مسلمان کی روایت کے مطابق ابرہہ نے بیت اللہ کو گرانے کی (نعوذ باللہ قسم کھالی) اور 570ء میں 60 ہزار فوج اور 13 ہاتھی لے کر مکہ کی طرف یلغار کی راستے میں یمن کے ایک سردار نے عربوں کے ایک لشکر کے ساتھ اس کا راستہ روکا مگر اس نے شکست کھائی پھر خثعم کے علاقے میں راستہ روکا گیا یہاں بھی وہ غالب رہا جب ابرہہ طائف کے قریب پہنچا تو بنی ثقیف نے اتنی بڑی فوج کے مقابل آنے کی بجائے مذاکرات کا فیصلہ کیا چنانچہ وہ ایک وفد لے کر ابرہہ کے پاس پہنچے اور اسے بتایا کہ اصل معبد مکہ میں ہے اگر تم ہمارا بت خانہ چھوڑ دو تو ہم مکہ کا راستہ بتانے کے لیے تمہیں بدرقہ یعنی گائیڈ دینے کو تیار ہیں اس طرح بنی ثقیف نے ابورغال نامی گائیڈ ابرہہ کو دیا جو راستے میں ہی مر گیا اور عرب مدتوں تک اس کی قبر کو سنگسار کرتے رہے۔

بنو ثقیف کو طعنہ ملتا رہا کہ انہوں نے کعبۃ اللہ کو ڈھانے والوں کا ساتھ دیا تھا محمد بن اسحٰق کی روایت کے مطابق ابرہہ نے پیش قدمی کرتے ہوئے اہل تہامہ اور قریش کے بہت سے مویشی لوٹ لیے جن میں حضور ﷺ کے دادا عبدالمطلب کے بھی دو سو اونٹ شامل تھے اس کے بعد اس نے اپنا ایک ایلچی اہل مکہ کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ میں تم سے لڑنے آیا ہوں اور تم مجھ سے لڑو میں تو صرف کعبہ کو ڈھانے آیا ہوں اسے ڈھا کر واپس چلا جاؤں گا اس وقت مکہ کے سردار جناب عبدالمطلب تھے ابرہہ کا ایلچی انہیں ملا اور کہا آپ میرے ساتھ چلیں اور ابرہہ سے بات کریں وہ مان گئے جب وہ ابرہہ کے سامنے پہنچے تو ان کی بارعب اور شاندار شخصیت کو دیکھ کر ابرہہ مبہوت رہ گیا پھر وہ اپنے تخت سے اتر کر عبد المطلب کے برابر آ کر بیٹھ گیا اور پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں۔

عبدالمطلب نے جواب دیا میرے اونٹ آپ نے پکڑ لیئے ہیں وہ واپس کر دیں۔

ابرہہ نے مایوسی سے کہا آپ کی اس بات نے آپکو میری نظروں سے گرا دیا ہے آپ اپنے اونٹوں کی بات کر رہے ہیں اور میں جس گھر کو ڈھانے آیا ہوں اس کی بات ہی نہیں کرتے عبدالمطلب نے حوصلہ مندی سے کہا میں تو صرف اپنے اونٹوں کا مالک ہوں ان کے بارے میں آپ سے التجا کر رہا ہوں یہ گھر اس کا مالک ایک رب ہے وہ اس کی حفاظت خود ہی کرے گا ابرہہ نے غضبناک لہجے میں کہا وہ اس کو مجھ سے نہ بچا سکے گا۔

عبدالمطلب نے کہا آپ جانیں اور گھر والا۔

یہ جواب دے کر عبدالمطلب وہاں سے اٹھ کر آ گئے ابرہہ نے ان کے اونٹ واپس کر دیئے تھے واپس آ کر عبدالمطلب نے قریش والوں سے کہا کہ اپنے بال بچوں کو لے کر پہاڑوں پر چلے جائیں تا کہ ان کا قتل عام نہ کیا جائے پھر وہ قریش کے چند سرداروں کے ساتھ حرم میں حاضر ہوئے اور کعبے کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں کہ وہ اپنے گھر اور اس کے خادموں کی حفاظت فرمائے اس وقت بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے لیکن ان سب کو بھول کر قریش اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ پھیلا رہے تھے ان کی اس وقت کی جو دعائیں تاریخ سے ملتی ہیں ان میں اللہ واحد کے سوا کسی دوسرے کا نام تک نہیں ملتا ابن ہشام نے سیرت میں عبدالمطلب کی دعا نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

خدایا بندہ اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت کر کل ان کی تدبیر تیری تدبیر کے مقابلے میں غالب نہ آنے پائے۔

''اے میرے ربّ تیرے سوا میں ان کے مقابلے میں کسی سے امید نہیں رکھتا اے میرے رب اپنے حرم کی حفاظت فرما'' میں بہت خوش تھی آج اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ مناسک بھی ادا کرنے کی توفیق دے دی تھی دائیں ہاتھ میں سات کنکریاں لے کر اللہ اکبر کہہ کر شیطان، کو مارنے میں بھی ایک عجیب سرور ہے اگر کوئی کنکری خطا ہو جائے تو دوبارہ ماری جائے اور سات نشانے پورے کیے جائیں کنکریاں کہاں سے لی جائیں اس بارے میں بھی لوگوں نے کئی بے بنیاد باتیں گھڑ رکھی ہیں لیکن شرعی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ اسی میدان سے باریک باریک کنکریاں چن لی جائیں یا مزدلفہ سے بھی چن سکتے ہیں۔

جب ہم اپنے خیمے میں پہنچے تو خادم صاحب آ چکے تھے ان کی بھی ایک لمبی داستان تھی کہ وہ کس طرح بھٹکتے پھرے اور پھر ان کے کئی مناسک دو دن میں ضائع ہوئے پیدل سفر سے کافی تھکاوٹ ہو چکی تھی لیکن نماز مغرب کا وقت ہونے والا تھا لہٰذا میں وضو خانوں سے متصل بیت الخلاؤں پر عورتوں کا ہجوم تھا اور اندر اس قدر گندگی پھیلی ہوئی تھی کہ تعفن اور بدبو کی وجہ سے وہاں سے گزرنا مشکل ہو رہا تھا بچوں کے پمپرز سے لے کر نمکو اور بسکٹ کے ریپرز کے علاوہ خواتین سے متعلقہ ناقابل بیان نجاست کھانے پینے کی سڑی باسی چیزیں بھی اس میں پھینک دی گئی تھیں یہ اہل اسلام کے عالمی رویے ہیں جو دنیا کو اسلام سے متنفّر کرتے ہیں جب کہ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے ''اطہور شطر الایمان'' (صحیح حدیث)

مجھ سے نہ رہا گیا میں نے عورتوں سے گذراش کی آپ لوگ چند منٹوا کے لیے یہ جگہ چھوڑ دیں اور ذرا باہر بیٹھ کر انتظار کریں۔ میں نے صفائی کرنی ہے وہ تھوڑے سے تزبذب کے بعد ذرا دور ہٹ کر کھڑی ہو گئیں ایک نے کہا بہن ذرا جلدی کرنا نماز ہونے والی ہے دوسری آپس میں کھسر پھسر کرنے گئیں یہ کون ہے کوئی ڈیوٹی والی ہوگی حدود حرم ہے بھنگن تو نہیں آ سکتی سرگوشیاں سنائی دے رہی تھیں اور میں سوچ رہی تھی صفائی جو ہمارے ایمان کا نصف جز ہے اور اس سے تکمیل ایمان ہوتی ہے وہ کام ہم نے بھنگیوں کے ذمہ لگا دیا ہے۔

خیر میں نے پوری عجلت اور پھرتی سے غسل خانوں، وضو خانوں کی صفائی کی کوڑا کچرا اکٹھا کر کے کوڑے دان میں ڈالا صاف ستھرے بیت الخلاء دیکھ کر میرا دل خوشی سے بھر گیا میں نے اس کو سعادت سمجھتے ہوئے سوچا میرا دل بیت اللہ کی صفائی والی ٹیم کی خوش بختی دیکھ کر مچلتا تھا کہ شاید اسی لیے اللہ نے میری آزمائش کی ہے، اور (الحمد للہ)

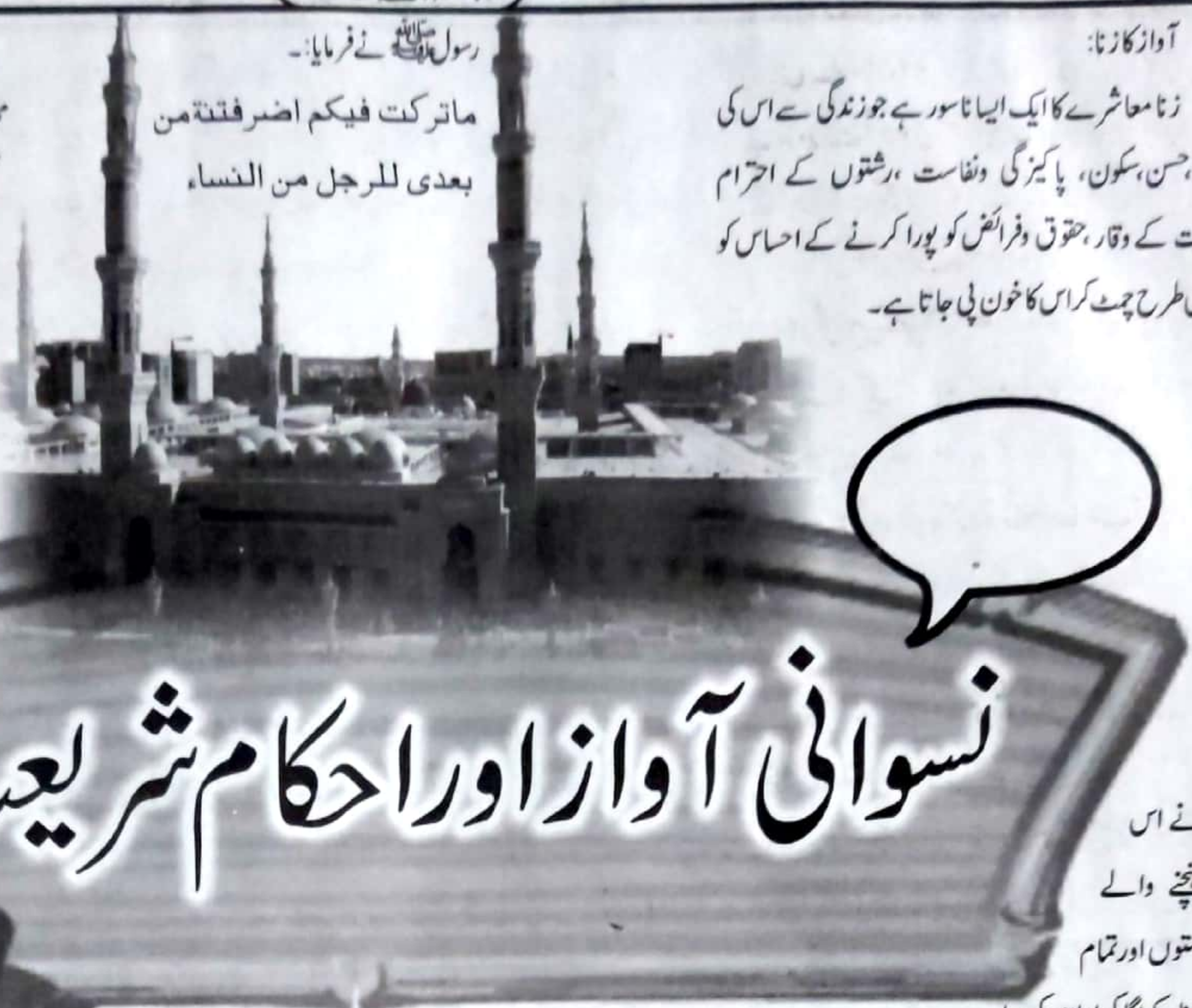

نسوانی آواز اور احکام شریعت

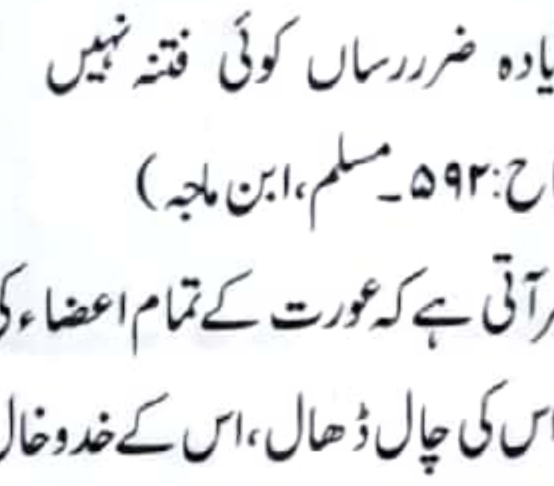

تعلیم وتزکیہ

ام عبد منیب

آواز کا زنا:

زنا معاشرے کا ایک ایسا ناسور ہے جو زندگی سے اس کی رعنائی، حسن، سکون، پاکیزگی ونفاست، رشتوں کے احترام، انسانیت کے وقار، حقوق وفرائض کو پورا کرنے کے احساس کو جونک کی طرح چمٹ کر اس کا خون پی جاتا ہے۔

اسلام نے اس تک پہنچنے والے تمام راستوں اور تمام ذرائع پر ناکے لگا کر اعلان کر دیا۔

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا (۳۲)

(بنی اسرائیل آیت: 32)

''اور زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو بے شک یہ بے حیائی اور انتہائی برا راستہ ہے۔''

اسلام نے کوئی ایسا باریک سے باریک رخنہ نہیں چھوڑا جس سے زنا جیسے گھناؤنے کام کی ذرا سی بھی بو انسانی دل ودماغ تک پہنچ سکے زنا جیسے بدترین اور ذلیل کام کی آگ بھڑکانے میں جو چیزیں پہلی چنگاری کا کام کرتی ہیں ان میں نامحرم کا دیکھنا اور نامحرم سے بات کرنا اس کی آواز سے شہوانی لطف حاصل کرنا شامل ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''آنکھ زنا کرتی ہے تو اس کا زنا دیکھنا ہے زبان زنا کرتی ہے اور اس کا زنا بات کرنا، پیر زنا کرتے ہیں اس کا زنا چل کر جانا ہے۔ ہاتھ زنا کرتے ہیں اور اس کا زنا تھامنا ہے اور دل مائل ہوتا ہے اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس (زنا کے ارتکاب) کو سچ کر دکھاتی ہے یا اسے جھٹلا دیتی ہے۔''

(مسلم، کتاب القدر۔ بخاری، کتاب الاستیذان، نسائی۔ ابوداؤد)

یہ حقیقت ہے کہ مرد عام حالات میں عورت کے لیے فتنہ نہیں لیکن عورت ہر حالت میں مرد کے لیے فتنہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

ماترکت فیکم اضر فتنۃ من بعدی للرجل من النساء

''میں نے اپنے بعد (کے زمانے کے لیے) مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ ضرررساں کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔'' (بخاری کتاب النکاح:۵۹۳۔ مسلم، ابن ماجہ)

یہ بات تو سب کو نظر آتی ہے کہ عورت کے تمام اعضاء کی ساخت، اس کا لہجہ اور آواز، اس کی چال ڈھال، اس کے خدوخال، سبھی مرد سے مختلف ہیں اور ان میں مرد کی نسبت نزاکت رعنائی اور بانکپن پایا جاتا ہے۔

شیطان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ عورت کے سامنے آتے ہی یا عورت کا ذکر چھڑتے ہی مرد کے دل کو اغوا کر کے عورت کی طرف مائل کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

عورت پوری کی پوری ستر ہے جب یہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے اچھا (خوش نما) کر کے دکھاتا ہے۔

(صحیح سنن الترمذی للالبانی)

محدثین اور علماء کا اتفاق ہے کہ عورت سے منسوب اس کی ذاتی کوئی چیز ہو یا خارجی ان میں مرد کے لیے کشش ہے اور وہ بدنیت مرد کے لیے فتنہ کا سامان بن جایا کرتی ہے۔

عورت کے ذاتی جسمانی اوصاف میں سے ہی ایک اس کی آواز ہے جو مرد کے لیے فتنے کا باعث بنتی ہے۔ رب کریم نے اسی لیے عورتوں کو تاکید کی جس میں براہ راست امہات المومنین سے اور بالواسطہ خطاب عام مسلمان عورتوں سے کیا گیا ہے۔

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (الاحزاب:۳۲)

''پس لگاوٹ والی آواز میں (مردوں سے) بات نہ کیا کرو مبادا جس کے دل میں بیماری (بدنیتی) ہے وہ کوئی امید باندھ لے۔''

''تَخْضَعْنَ بِالْقَوْل'' کی تعریف مختلف علماء نے یہ کی ہے دبی آواز، نرم اور باریک آواز، لوچ دار، شیریں آواز، جذبات سے بھرپور لگاوٹ والی آواز، ایسی آواز جس میں مرد کے لیے کشش موجود ہو۔

قول معروف کی تشریح مفسرین نے اس طرح کی ہے۔

سیدھا سادہ لہجہ ہو، عام لہجہ جس میں کوئی خاص صفت نہ پائی جائے، روکھی پھیکی آواز، لاتعلقی کا سا انداز، کھردری آواز، ذرا اونچی آواز۔

تیسیر القرآن کے مفسر لکھتے ہیں: عورت کی آواز شیریں اور لوچدار ہونے کی بجائے روکھی اور معقول حد تک بلند ہونا چاہیے۔ دبی زبان میں ہرگز بات نہ کی جائے جو نرم گوشہ لیے ہوئے، لوچدار اور شیریں آواز بذات خود دل کا ایک مرض ہے پھر اگر مخاطب کے دل میں پہلے ہی اس قسم کا روگ موجود ہو تو وہ صرف اسی لذیذ گفتگو سے کئی غلط قسم کے خیالات اور تصورات دل میں

جانا شروع کردے گا۔ (تیسیر القرآن)

''تم کسی اجنبی سے مخاطب ہوتو ایسے نرمی سے بات نہ کرو کہ کوئی فاسق وفاجر تمہارے نرم لہجہ کو دیکھ کر تم سے کوئی امید کرنے لگے سخت لہجے میں دوٹوک بات کیا کر۔'' (تفسیر سراج منیر)

جب اللہ نے حجاً جی کی آواز مردوں کو سنانے سے منع کیا ہے جب کہ اس سے عورت کے سنگھار کا علم ہوتا ہے تو آواز کا سننا بدرجہ اولیٰ حرام ہوگا۔

(فقہ علی المذاہب الاربعہ ج:۵ ق۲۳)

محمد عطیہ خمیس نے فقہا کی درج ذیل آراء لکھی ہیں:

☆عورت کی آواز بھی عورت ہے اس لیے عورت کا اس طرح بلند آواز سے بات کرنا کہ مرد بھی سنیں ممنوع ہے۔

☆عورت کی آواز عورت ہے یعنی ستر ہے خواہ فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو یا نہ ہو۔

☆عورت کی آواز ستر نہیں بشرطیکہ عام اور رسمی قسم کی اور فتنہ پیدا ہونے کا خوف نہ ہو گفتگو میں نزاکت اور دل کشی نہ ہو۔ (فقہ النساء، ص ۲۱۷)

دراصل عورت کی آواز میں پوری طرح نسوانیت موجود ہے اس کے گلے میں مرد کے گلے کی نسبت نغمگی اور مٹھاس زیادہ ہے مردوں کی آواز بھاری ہوتی ہے اور عورت کی باریک، بلوغت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ لڑکے کی آواز بھاری ہو جاتی ہے لیکن عورت کی آواز میں بلوغت کے بعد نسوانی لوچ اور شیرینی پوری طرح بھر جاتی ہے۔ بچپن کی معصومیت کی بجائے اس کی آواز میں کشش پیدا ہوتی ہے۔

عورت کی آواز کان میں پڑتے ہی مرد کی صنفی حس بیدار ہو جاتی ہے اس کے دل کے کان کھڑے ہو جاتے ہے، دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، دل بے اختیار اس آواز کی طرف کھنچا چلا جاتا ہے۔ اگر مرد پر اللہ کا فضل نہ ہو، اسے رب کریم کا خوف دامن گیر نہ ہو وہ اپنے آپ کو کسی اور طرف مشغول نہ کرے تو شیطان اس کی اندر شہوانی ہیجان کی لہروں کا جال پھیلا دیتا ہے۔۔۔۔۔ اس کو کچھ اس قسم کے حالات گھیر لیتے ہیں۔

''جس کی آواز اتنی سریلی ہے وہ خود کتنی حسین ہوگی، اس کا سراپا اور ادائیں کیسی دل ربا ہوں گی؟

''اس عورت کا اخلاق کتنا اچھا ہے کاش میری بیوی بھی ایسے ہی اخلاق والی ہوتی یا یہی عورت میری بیوی ہوتی؟''

''شاید یہ عورت مجھے پسند کرتی ہے اس لیے اس نے ایسے نرم لہجے میں بات کی ہے۔''

اگر مرد ایسے خیالات کو جھٹک کر پیچھا چھڑانے کی کوشش نہ کرے تو وہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور ملاقات کرنے کے لیے بے چین رہنے لگتا ہے۔

مرد کے اندر عورت کی آواز سن کر ہلچل پیدا کرنے والے اسی قسم کے فتنہ پرور، ہیجان انگیز خیالات ابھرنے کے امکانات کے پیش نظر اسلامی شریعت نے عورت کو ان تمام امور سے مستثنیٰ قرار دیا جن پر عمل کرتے ہوئے عورت کی آواز لامحالہ بہت سے مردوں تک پہنچتی، جن میں سے چند مستثنیات درج ذیل ہیں۔

☆عورت اذان نہیں دے سکتی۔

☆امامت نہیں کرا سکتی۔

☆جنازہ نہیں پڑھا سکتی۔

☆نکاح نہیں پڑھا سکتی۔

☆جمعہ عید اور نکاح کا خطبہ نہیں دے سکتی۔

آواز کا فتنہ زبان سے شروع ہو کر شرم گاہ تک پہنچ جاتا ہے اور رسول ﷺ نے اس کے آغاز اور انجام کے تمام خطرات سے آگاہ کر کے ان سے بچ جانے کو جنت کے حصول کی ضمانت قرار دیا ہے۔

☆نکاح میں ولی نہیں بن سکتی۔

☆احرام کی حالت میں تلبیہ پکار کر نہیں کہہ سکتی۔

☆عیدین پر تکبیریں پڑھنے کے لیے جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیریں نہیں کہہ سکتی۔

☆اگر امام بھول جائے تو مرد لقمہ دے سکتا ہے، سبحان اللہ کہہ کر توجہ دلاتا ہے لیکن عورت ہتھیلی کی پشت کو دوسری ہتھیلی کی پشت پر مار کر متنبہ کرے گی۔ (ابوداؤد:۹۳۹)

☆کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی کیونکہ اس میں مردوں سے رابطہ رکھنا پڑتا اور دیگر امور کے ساتھ ساتھ تلاوت آیات کرنا اور ان کی تشریح وتوضیح بھی کرنا پڑتی۔

☆زندگی کے عمومی اور ہمہ جہت مسائل اور عادات میں عورت کی اتباع نہیں کی جا سکتی اسی لیے عورت کی بجائے مرد ہی کو نبی بنا بھیجا گیا۔

☆عورت عام حالات میں کسی معاملے میں گواہ نہیں بنائی جا سکتی، نہ نکاح میں، نہ خرید وفروخت میں اگر دوران سفر مجبوری ہو مرد میسر نہ ہو تو پھر دو عورتیں ایک مرد کے ساتھ گواہ کے طور پر لی جائیں گی (سورۃ البقرہ)

کیونکہ گواہ بننے کی صورت عدالت میں جانا، جج کا سامنے آنا، اپنی پہچان کرانا اور نامحرم مردوں سے بات چیت کرنا پڑتا ہے البتہ اگر کوئی اچانک حادثہ پیش آجائے اور عورت بھی وہاں موجود ہو تو عدالت تفتیش کے لیے اس کا بیان لے سکتی ہے۔

ان تمام امور سے عورت کو روک دینے کی وجہ حجاب، مردوں کے اختلاط سے اجتناب، عورت کی آواز اور چال ڈھال کو پوشیدہ رکھنا مقصود ہے۔

چنانچہ عورت کسی ایسی تنظیم، ملک یا علاقے کی امیر، منتظم صدر، حاکم، جج وغیرہ بھی نہیں بنائی جا سکتی جس میں خواتین اور مرد دونوں شامل ہوں، اسی لیے وہ قومی وصوبائی اسمبلی کی رکن اور کونسلر یا میئر اور وزیر بھی نہیں بن سکتی۔

عورت کی آواز کے بارے میں ان تمام احکام کا خلاصہ اس طرح سامنے آتا ہے۔

☆عورت مردوں سے ضرورت کے وقت، ضرورت ہی کی بات کرے

☆لہجہ روکھا رکھے، دبی آواز اور لوچ دار لہجے میں گفتگو نہ کرے۔

☆ہنسی مذاق اور غیر ضروری باتیں نہ کرے۔

یاد رہے کہ بوڑھی خواتین کے لیے جوان عورتوں کی نسبت یہ گنجائش ہے کہ وہ غیر مردوں کو کسی غلط بات پر نکیر کر سکتی ہیں۔ انہیں اچھے کام کی ترغیب دے سکتی ہیں کیوں کہ بوڑھی عورت کے متعلق مرد کے دل میں وہ خیالات، جذبات اور پھر ہیجانات پیدا نہیں ہوتے جو جوان عورت کے متعلق پیدا ہوتے ہیں۔

روایات واحادیث میں کئی ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ خواتین نے رسول ﷺ سے دینی مسائل سمجھے اور ضرورت کی دنیوی بات بھی کی اور خواتین بوقت ضرورت صحابہؓ سے بھی بات کرا لیا کرتی تھیں۔ چنانچہ رسول ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام، ام ایمنؓ کی خدمت میں رسول ﷺ کا ذکر مبارک سننے کے لیے تشریف لے گئے اس وقت ام ایمنؓ بہت ضعیف ہو چکی تھیں۔

انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد

ابوبکرؓ نے عمرؓ نے کہا: آیئے! ام ایمنؓ کی زیارت کے لیے چلیں جس طرح رسول اللہ ﷺ ان کی زیارت کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ ابوبکرؓ نے کہا: آپ روتی کیوں ہیں حالانکہ اللہ کے پاس اپنے رسول کے لیے بہتر مقام ہے۔ کہنے لگیں: ہاں! لیکن میں اس لیے روتی ہوں کہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ یہ سن کر ابوبکرؓ اور عمر رونے لگے۔ (مسلم ۱۳۳/۸۔ سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۰)

کئی باریوں بھی ہوا کہ خواتین کسی مسئلے کا پوچھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے گھر آئیں تو انہوں نے اندر جانے کی بجائے بلالؓ کے ذریعے اپنا مسئلہ دریافت کروایا۔

ایک دفعہ عمرؓ کو خولہؓ بنت ثعلبہ نے اثنائے راہ روک لیا اوران سے بات کی پھر عمرؓ نے جو صاحب ہمراہ تھے انہیں بتایا کہ یہ عظیم عورت ہے۔ جن کی شکایت اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پر سنی لیکن یہ خاتون بھی بوڑھی ہو چکی تھیں۔

☆ کوئی مرد صاحب دین عورت سے شائستہ انداز میں کسی دینی مسئلے کے بارے میں پوچھ سکتا ہے۔

☆ فون سنتے ہوئے عورت مرد سے بات کرسکتی ہے بشرطیکہ بات صرف ضرورت کی ہی کرے۔

☆ دکان دار سے کچھ خریدتے ہوئے عورت مختصر سی ضروری بات کرسکتی ہے بشرطیکہ خریداری کرنے کے لیے کوئی مرد نہ ہو اگر ہو تو یہ اسی کے کرنے کا کام ہے، عورت کو بازار جانے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہیے۔

☆ عورت سربراہ مملکت یا کسی بھی ادارے کے سربراہ یا ملازم وغیرہ سے ضرورت کی بات کرسکتی ہے۔

گھریلو مسائل اور معاملات پر مردوں سے بات کرنا پڑ جائے تو عورت اپنے محرم کی موجودگی میں یا دیگر خواتین کی موجودگی میں بات کرسکتی ہے۔ لیکن تنہائی میں بات کرنا حرام ہے۔

☆ عورت کسی مرد ڈاکٹر کو اپنی بیماری کے بارے میں بتا سکتی ہے اور اگر ڈاکٹر کے کمرے میں جانا پڑے یا سامنے آنے کی ضرورت ہو تو مکمل پردہ کے ساتھ اپنے کسی محرم یا کسی دوسری خاتون کی موجودگی میں جاسکتی ہے۔

☆ عورت ناواقف مرد کو سلام نہیں کرے گی اور نہ ہی ناواقف عورت کو مرد سلام کرے البتہ اگر کسی جان پہچان والے گھر میں جائیں یا کبھی ایسی صورت پیش آجائے کہ حجاب کے ساتھ عورت بھی سامنے آگئی اور فرد کی اس عورت کے گھر والوں سے یا عورت کی مرد کے گھر والوں سے جان پہچان، دوستی یا رشتہ داری بھی ہے تو مرد یا عورت صرف سلام کرسکتے ہیں جب کہ ساتھ دیگر لوگ موجود ہوں

آخری بات:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے ان دو کی ضمانت دے جو دو جبڑوں کے درمیان (زبان) اور جو دو رانوں کے درمیان (شرم گاہ) ہے اسے میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری، کتاب الادب)

آواز کا فتنہ زبان سے شروع ہو کر شرم گاہ تک پہنچ جاتا ہے اور رسول ﷺ نے اس کے آغاز اور انجام کے تمام خطرات سے آگاہ کر کے ان سے بچ جانے کو جنت کے حصول کی ضمانت قرار دیا ہے۔

اب ہمارا کام ہے کہ ہم جنت کے حصول کو ان فتنوں سے بچ کر اپنے لیے یقینی بنالیں۔ لہٰذا خواتین کو چند امور کی پابندی اپنا لینا چاہیے۔

☆ بغیر اشد ضرورت کے گھر سے باہر نہ نکلیں۔

☆ باہر نکلتے ہوئے لباس پر، جلباب یا برقعے پر، جوتے پر کوئی ایسی آرائش نہ ہو جو اس کی شناخت بن جائے یا مردوں کو متوجہ کرنے کا باعث بنے۔

☆ کوئی ایسی چیز ہاتھ میں نہ لے جس کا رنگ یا چمک دوسرں کو متوجہ کرے۔

☆ اپنے موبائل کی اطلاعی گھنٹی باہر نکلتے ہوئے بند رکھے اور اسے تھرتھراہٹ پر کردے۔

☆ اشارے کنائے سے گریز کرے۔

☆ بات انتہائی دھیمے لہجے میں کرے تاکہ جس سے بات کہہ رہی ہے وہی سن سکے مردوں تک آواز نہ جائے۔

☆ مخلوط ماحول سے اجتناب کرے۔

خود ہی مٹ گئے جتنے تھے مٹانے والے

محمد عثمان طارق

تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اس کائنات میں جتنے بھی اسلام مخالف لوگ آئے وہ دنیا میں ذلیل وخوار ہوئے اور ایک وقت آیا وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔

کون نہیں جانتا؟

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو جو مسئلہ خلق قرآن کے سدِ باب بنے، ایک طرف فرقہ معتزلہ ہے، جس کا عقیدہ ہے قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا ذاتی کلام نہیں ہے بلکہ قرآن اللہ کی مخلوق ہے تو جب اس فرقہ میں حکمران شامل ہوئے انہوں نے مسئلہ خلق قرآن کو اسلام کا بنیادی عقیدہ قرار دیا اور اعلان کیا جو اس مسئلہ کو تسلیم نہ کرے گا اس کو سخت سے سخت سزائیں دی جائیں گی چنانچہ یہ مسئلہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تک پہنچا امام صاحب نے اس کو کھول کر بیان کردیا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے نہ کہ مخلوق۔ وقت کے حکمران مامون عباسی نے آپ کو اس جرم میں جیل میں بھجوادیا پھر مامون مرگیا، اس کے بعد معتصم جانشین ہوا، یہ مامون سے بھی زیادہ ظالم ثابت ہوا اس نے حکم دیا کہ آپؒ کو روزانہ دس کوڑے مارے جائیں اور ایک کوڑا ایک ہی جلاد اپنی انتہائی قوت سے مارے جس کی کیفیت یہ ہوتی کہ آپ پر غشی طاری ہوجاتی لیکن آپ استقامت کے پہاڑ تھے جو اپنے موقف پر ڈٹے جابر سلطانوں کا مقابلہ کرتے رہے پھر ایک دن آیا کہ معتصم بھی مرگیا، اس کے بعد واثق خلیفہ بنا اس نے آپ پر مظالم کے سلسلے کو اور وسیع کردیا حتیٰ کے یہ ظالم بھی مرگیا۔ غرضیکہ مسلسل تین حکمرانوں نے پورے اٹھائیس ماہ آپ کو انتہائی تشدد کا نشانہ بنایا لیکن پھر حکمرانوں کی اپنی اولادنے آپ کو باعزت رہا کیا۔ آج تک ساری کائنات آپ کو عقیدت اور محبت سے یاد کرتی ہے اور آپ کا موقف ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور وہ لوگ جنہوں نے مسئلہ خلق قرآن کو مانا وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے اور آج دنیا میں اُن کا نام لینے والا کوئی موجود نہیں اور امام احمدؒ کا نام تاریخ میں پوری آب وتاب کے ساتھ چمک اور دمک رہا ہے اسی طرح آج عالم کفر نے قرآن کی بے حرمتی کی ہے ایک وقت آئے گا کہ قرآن مقدس کی توہین کرنے والے ذلیل وخوار ہوکر اس دنیا سے چلے جائیں گے اور بفضل خدا وہ وقت دور نہیں کہ ان شاتمین کی اولاد اس قرآن کی محافظ بنے گی کیونکہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے۔

شعلہ خدائی بھی کہیں بجھتا ہے
رہ گئے اپنا سا منہ لے کر بجھانے والے
نقش اسلام نہ اعداء کے مٹانے سے مٹا
مٹ گئے خود ہی جتنے تھے مٹانے والے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَ اللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ :(سورۃ البقرہ: 261)

ترجمہ: مثال ان لوگوں کی خرچ کرتے ہیں مال اپنے بیچ راہ اللہ کے جیسے مثال ایک دانے کی کہ اُگائے سات بالیں، ہر بالی کے سو دانے اور اللہ دوگنا کرتا ہے واسطے جس کے چاہے، اور کشائش والا اور جاننے والا ہے۔

یوں تو قرآن پاک میں جگہ جگہ خرچ کرنے کے بارے میں آیا ہے لیکن میں اس آیت کے تحت مختصراً بتانا چاہتی ہوں کہ سمجھا رہے ہیں۔ ایک روپیہ اللہ کی خاطر دیا ہوا 700 گنا تک اجر پاتا ہے، اور صرف سات سو ہی نہیں بلکہ ''واللہ یضعف لمن یشاء'' اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھاتا ہے، یعنی بعض لوگوں کے لیے 700 گنا سے بھی زیادہ بڑھتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے مجاہدین کے لیے ایک روپیہ خرچ کیا اسے ایک ایک درہم کے بدلے سات سات سو درہم کا

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے درجات

اللہ پاک اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے۔ دیتا بھی وہ خود ہی ہے۔ خرچ کرنے کی توفیق بھی وہی بخشتا ہے۔ پھر وہ اس بندے کے لیے اس کے خرچ کرنے پر کتنا ثواب کتنے درجے مقرر کرتا ہے، یہ اس کی ہم پر بہت بڑی عنایت ہے، بہت بڑا کرم ہے۔ مال اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے قرآن پاک میں آیا ہے۔ ''وانہ لحب الخیر لشدید'' اور وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو وہ شخص مال کو اللہ کے راستے میں بہت آسانی کے ساتھ خرچ کر سکتا ہے۔ ایک مسلمان کی پہچان ہوتی ہے ''والذین امنو اشد حبٌ للّٰہ'' وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں وہ اللہ کی محبت میں سب سے زیادہ شدید ہوتے ہیں۔ اس آیت میں فی سبیل اللہ، اللہ کے راستے میں، اللہ کے دین کے راستے میں یعنی دین کی ترقی کی خاطر، دین پھیلانے کی خاطر، دین پر عمل کروانے کا ذریعہ بننے کی خاطر، اور جہاد کی خاطر، ان کی مثال دی جا رہی ہے، ان کی مثال ایک دانے کی طرح ہے۔ ''انبتت'' جو اگایا جائے، زمین میں بویا جائے، اس سے ''سبع سنابل'' سات بالیاں پھوٹیں۔ (سات ٹہنیاں نکلی، جیسے گندم کا دانہ جب زمین میں ڈالا جاتا ہے تو اس سے سات شاخوں والا پودا نکلتا ہے اور ہر بالی میں ''مائۃ حبۃ'' ایک بالی جس کے اوپر ایک سٹہ ہوتا ہے۔ دانوں سے بھرا ہو۔ یہی سات ٹہنیاں سو سو دانے سے بھرا ہوا سٹہ ہوتا ہے۔ ایک کے اندر سو دانے سات سٹوں کے اندر سات سو، اللہ تعالیٰ

ثواب ملے گا۔'' (مشکوۃ شریف)

اور جو خود بھی جہاد میں گیا مال بھی لگایا اس کو ایک ایک درہم کے بدلے سات سات لاکھ درہم کا ثواب ملے گا، یعنی کئی گنا زیادہ کیونکہ جو جان بھی لگا رہا ہے اور مال بھی، بعض لوگ سوچتے ہیں ہم خود میدان جہاد میں اترے ہیں اب پیسہ لگانے کی کیا ضرورت ہے، یا جو پیسہ لگاتا ہے وہ سوچتا ہے کہ مال دیا اب خود جا کر لڑنا ضروری نہیں۔ ایک چیز سے تو جہاد کر رہے ہیں، ٹھیک ہے، اس کا بھی درجہ ہے، دونوں کے الگ الگ درجے ہیں۔ لیکن اگر آپ اپنا مال خرچ کر کے خود جہاد میں شامل ہوتے ہیں، یعنی دونوں کو ملاتے ہیں۔ ایک ایک درہم سات سات لاکھ کے برابر درجے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ:

''چار کروڑ تک اجر ملتا ہے اور ایک اور روایت میں ہے کہ ''اجرھم بغیر حساب'' چار کروڑ کیا اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے عنایت فرماتا ہے۔ اس لیے یہ فرق کہ کچھ لوگوں کی اچھی نیت بھی ہوتی ہے اور اچھی کوشش بھی، یقیناً اس سے درجوں میں بھی فرق

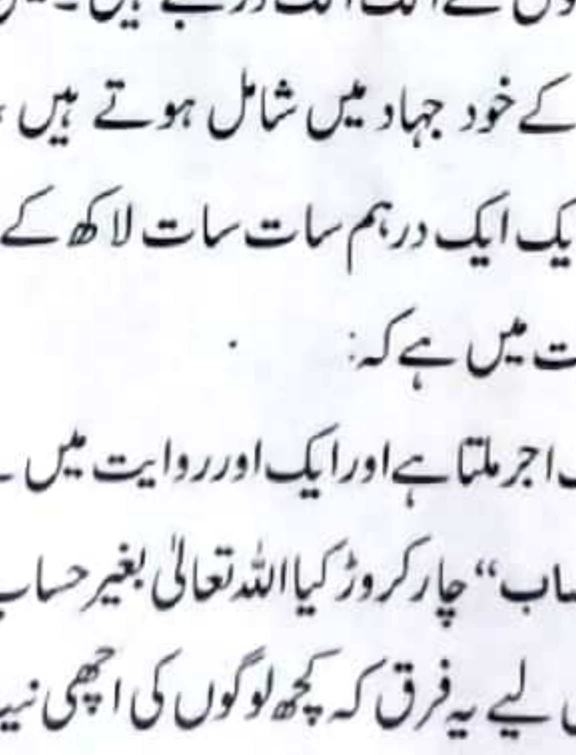

تعلیم و تزکیہ

ام خورشید

آئے گا اور اچھا مال یعنی حلال مال، صدقہ دینا غریبوں مسکینوں کو کھلانا ان پر خرچ کرنا یہ بھی فی سبیل اللہ کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کے بھی بہت درجات اور ثواب ہے۔ مگر دین کے معاملے میں زیادہ درجات زیادہ اجر و ثواب اس لیے کہ اگر دین درست ہوگا تو باقی سارے معاملے درست ہوں گے۔ اس میں جہاد فی سبیل اللہ اور قتال بھی شامل ہو جاتا ہے۔ قتال کا مطلب ہے جنگ کرو، ظلم روکو، آیت کا مطلب ہے ان لوگوں کی مثال جو خرچ کرتے ہیں۔ اپنے مال اللہ کے راستے میں، ایک دانے کی مانند ہے جس سے سات بالیاں اُگیں ہر بالی میں سو دانے اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔ حدیث شریف میں اس بڑھانے کی مثال ملتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ایک شخص جیسے ایک لقمہ خرچ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ احد پہاڑ جتنا بڑا ہوتا ہے۔'' (صحیح حدیث)

دوسری جگہ فرمایا:

''اس طرح بڑھاتا ہے جس طرح تم ایک بچھڑے کو پال پال کر بڑا کرتے ہو۔''

جب کوئی اللہ کے راستے میں اچھی نیت کے ساتھ اچھا مال دیتا ہے، ایسا ہے جیسے کسی نے گائے کا بچھڑا دیا ہو پھر اللہ تعالیٰ اس کی نیت جس نیک کام کے لیے مال لگایا ہو اس کو ایسا بنا دیتا ہے، جیسے آپ نے گائے کا صدقہ دیا ہو، کئی گنا بڑھا کر دیتا ہے۔ ''واسع علیم'' اور اللہ بڑی وسعت والا ہے۔

ہمیں بھولنے کی عادت ہے

اے اہل عالم۔۔۔۔۔!
سنتے ہو۔۔۔۔۔؟
جو ظلم و ستم تم ڈھاتے ہو
وہ دل پہ ہمارے لکھے ہیں
اے اہل بصارت دیکھو تو۔۔۔۔۔!
یہ زخموں سے چور بدن۔۔۔۔
اور سرکتے آنچل بہنوں کے
یہ سب ہی ہم کو دکھتے ہیں
اے اہل سماعت۔۔۔۔! سنتے ہو۔۔۔۔۔؟
بے بس انسان کی چیخ و پکار
تڑپتے بدن کی آہ و بکا
یہ سب بھی ہم سنتے ہیں۔۔۔۔!
اے اہل جنوں۔۔۔۔یاد رکھو۔۔۔۔۔!
رُخ پھیر دیں طوفانوں کا
ہے اتنی ہم میں ہمت بھی
نشاں مٹا دیں تمہارا
ہے اتنی ہم میں طاقت بھی

اگر کہا جائے کہ انسان کی تعریف ایک لفظ میں کی جائے تو وہ ایک لفظ کیا ہوگا۔۔۔۔۔؟

''اشرف المخلوقات''۔۔۔۔۔!

یقیناً انسان کی تعریف اس لفظ کے علاوہ کسی اور لفظ کے ذریعے ممکن ہی نہیں ہے......!

اور اگر پھر سوال کیا جائے کہ انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے۔۔۔؟

تو اس سوال کے جواب میں طویل مضمون لکھا جا سکتا ہے لیکن ایک لفظ ایسا بھی ہے جو اس سوال کا مکمل جواب ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔۔!

''عقل''۔۔۔۔۔۔!!!

ایک ایسی انسانی صفت جو انسان کو باقی مخلوقات سے ممیز و ممتاز کرتی ہے۔

مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے عقل ہی لازمی چیز ہے کسی بھی قوم کی ترقی بقا اور خوشحالی کا انحصار اس کے افراد پر ہوتا ہے اور عقل مند افراد پر مشتمل معاشرہ ایک عقل مند قوم تشکیل دیتا ہے۔

عقل کے ساتھ ساتھ ایک اور صفت بھی ہے جو ازحد ضروری ہے اور وہ ہے ''یادداشت''......!

عقل مقاصد کا تعین کرتی ہے اور یادداشت ان مقاصد کے حصول کی یاددہانی کراتی ہے قوم کو ادھر ادھر بھٹکنے نہیں دیتی اسی یادداشت کی بدولت قومیں ترقی کی منازل طے کرتی ہیں۔

اگر ہم بحیثیت قوم خود پر نظر ڈالیں تو واضح ہو جائے گا کہ ہم عقل سے پیدل ہونے کے ساتھ ساتھ یادداشت سے بھی عاری ہو چکے ہیں۔کوئی بھی واقعہ ہو حادثہ ہو یا سانحہ ہو وقتی طور پر ہم پر اثر انداز ہوتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ وقت کی گرد اس واقعہ کو ہمارے اذہان

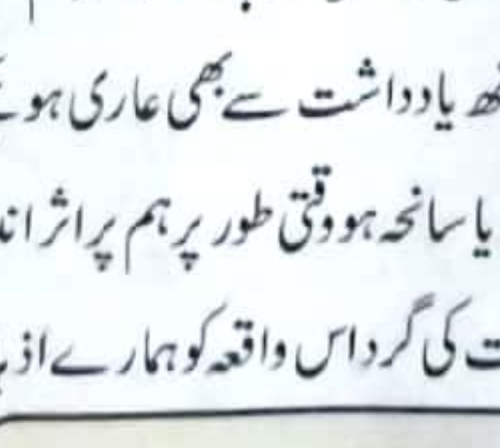

حالاتِ حاضرہ

نورین ظفر خان

سے محو کر دیتی ہے۔

ذرا سوچیے تو ایسی قوم جس کے لیے بڑے سے بڑا واقعہ یا حادثہ محض چند دن کے لیے اہمیت رکھتا ہو وہ قوم ترقی کی طرف جائے گی یا تنزلی کی طرف۔۔۔۔۔؟

ذرا ہم اپنی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں یہ جاننے کے لیے کہ کیا ہم شروع سے ایسے ہی ہر بات کو وقتی اور عارضی طور پر لینے والے تھے۔۔۔۔۔؟

کیا ہمارے آباؤ اجداد ہماری طرح بھول جانے کی عادت میں مبتلا تھے۔۔۔۔؟

یقیناً ایسا نہیں تھا اگر ایسا ہوتا تو آج ہم ایک الگ قوم کی حیثیت سے ایک علیحدہ خطّہ زمین کے مالک نہ ہوتے۔۔۔۔۔! آج ہمارے قدموں کے نیچے اپنی زمین اور سر پر اپنا سائبان نہ ہوتا۔۔۔۔!

1857ء سے 1947ء تک ایک لمبا سفر تھا جو ایک صدی پر مشتمل تھا۔ 1857ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد ہمارے آباؤ اجداد کی عقلوں نے ایک الگ وطن حاصل کرنے کا مقصد دیا اور ان کی یادداشت نے انہیں اس مقصد کے حصول کے لیے کوشاں رکھا ذرا سوچیے اگر چند دن چند مہینے یا چند سال بعد ہی ان

کے ذہن الگ ملک کے حصول کو بھول جاتے تو کیا آج ہم جس مقام پر ہیں وہاں ہوتے۔۔۔۔۔۔۔؟

آج ہم بحیثیت ''پاکستانی'' پہچانے جاتے ہیں اگر ہمارے آباؤ اجداد بھول جانے کی عادت میں مبتلا ہوتے تو آج ہم کس حیثیت سے پہچانے جاتے۔۔۔۔۔۔؟

یہ یادداشت ہی تھی جس نے ہمارے بزرگوں کو ایک صدی کے طویل سفر میں ایک پل کے لئے بھی اپنے مقصد سے ہٹنے اور بھولنے نہیں دیا۔۔۔۔۔۔!

ہمارے بزرگوں نے ایک صدی تک اپنے مقصد کو یاد رکھا اور اس کے حصول کے لیے ہر طرح کی قربانیاں دیں اور بالآخر کامیاب ہوئے۔۔۔۔۔!

لیکن آج ہمارا حال انتہائی افسوس ناک اور شرمناک ہے۔ کوئی بھی واقعہ یا حادثہ رونما ہوتا ہے تو ہماری عقل اس کی طرف ہماری رہنمائی کر کے ہمارے لیے اس مقصد کا تعین کرتی ہے اور صرف چند دن ہمارے اندر جوش وجذبے کا طوفان انگڑائیاں لینے لگتا ہے اور پھر محض چند ہی دن یا زیادہ سے زیادہ چند مہینے بعد ہی یہ طوفان تھم جاتا ہے اور صرف اس طوفان سے اٹھنے والی گرد باقی رہ جاتی ہے اور بالآخر وہ گرد اس واقعے کو مکمل طور پر ہماری یادداشت سے محو کر دیتی ہے اور ہم بھول جاتے ہیں ہر واقعے کو ہر حادثے کو ہر سانحے کو۔۔۔۔ہر مقصد کو۔۔۔۔۔ہر کوشش کو۔۔۔۔۔۔!

ہماری مثال تو جوہڑ کے کھڑے پانی کی سی ہے جس پر کائی جم چکی ہو۔ کوئی بھی واقعہ ایک معمولی سے پتھر کی طرح جوہڑ کے پانی کو ذرا سی دیر کے لیے مرتعش کرتا ہے اور چند ہی لمحوں بعد پانی کا یہ ہلکا سا ارتعاش کوئی طوفان پیدا کیے بغیر ساکن ہو جاتا ہے۔

بڑے سے بڑا واقعہ بھی ہمارے لیے پانی پر لکھی تحریر کی حیثیت رکھتا ہے ہمارے اندر کے جذبات واحساسات اور خیالات منجمد ہو چکے ہیں ہماری یادداشت ہمارا ساتھ نہیں دیتی۔ ہم مجبور ہیں کہ ہر بات بھول جائیں ہر عام وخاص، عوام وحکمران اسی بھول جانے کے عارضے میں مبتلا ہیں بھول جانے کی عادات اس حد تک پہنچ چکی ہیں کہ اب تو یہ بھی یاد نہیں کہ ہم کیا کیا بھول چکے ہیں مڑ کر دیکھیں بھی تو ہر واقعہ گرد سے اٹا ہوا نظر آتا ہے۔

ہر سانحہ وقت کی دھول میں چھپا ہوا نظر آتا ہے۔

؎ یاد ماضی عذاب ہے یارب

چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

فرد، معاشرہ قوم، حکمران سب کے لبوں پر یہی التجا ہے اور صرف اس لیے کہ وقتی شور ہنگامہ آسان ہے اور مقصد کے حصول کے لئے جدوجہد مسلسل اور عمل پیہم انتہائی مشکل۔۔۔۔۔۔۔۔!

وقت کی دھول میں سے کس کس بھولے قصے کی گرد صاف کریں۔۔۔۔۔۔۔؟

کیا کوئی ایسا واقعہ بھی ہماری یادداشت میں محفوظ ہے جس کو ہم نے انجام تک پہنچا کر کامیابی حاصل کی ہو۔۔۔۔۔۔؟

قوم کی سوئی ہوئی غیرت انگڑائی لے کر بیدار ہوئی۔

عافیہ ہماری بیٹی ہے۔۔۔۔۔! عافیہ ہماری بہن ہے۔۔۔۔!

ملک بھر میں انہیں نعروں کی گونج تھی۔ ہر خاص وعام عافیہ کے دکھ میں شریک تھا۔ اتنی تڑپ اور اتنا جوش جیسے پل بھر میں عافیہ کے دشمنوں کو تباہ کر کے عافیہ کو رہائی دلوا لائیں گے۔۔۔۔۔۔!

اگر محمد بن قاسم بھی ہماری طرح بھول جانے کے عارضے میں مبتلا ہوتے اور چند دن کے وقتی جوش وجذبے اور ایمان افروز تقریریں کرنے کے بعد داہر کی قید میں بے بس لڑکی کو بھول جاتے تو شائد آج ہم تاریخ میں کسی محمد بن قاسم کے نام سے واقف نہ ہوتے۔

ہم تو وہ قوم ہیں جو اپنے محسنوں کے احسان بھول جاتے ہیں ہم نے محسن پاکستان ڈاکٹر عبد القدیر خان کے ساتھ کیا کیا۔۔۔۔۔؟

اس کے احسان کا بدلہ حکومت نے یوں چکایا کہ اسے غدار کے لقب سے نواز ڈالا۔۔۔۔۔! وہ جس نے ہمارے وطن کو دشمنوں سے محفوظ کیا ہم نے اسی پر وطن کی زمین تنگ کر دی۔۔۔۔۔!

احسان کا انعام یوں دیا کہ اسے اس کے گھر میں نظر بند کر دیا۔۔۔۔۔!

خود کو اہل عقل اور اہل شعور ثابت کرنے کے لئے عوام نے پرزور احتجاج کیا اپنے محسن کے حق میں خوب نعرے لگائے۔۔۔۔۔مقرروں نے اپنی زبان کے جادو جگائے۔۔۔۔! لیکن پھر نتیجہ کیا نکلا۔۔۔۔۔؟

کیا ڈاکٹر عبد القدیر خان کو ان کا کھویا ہوا مقام عزت واپس مل گیا۔۔۔۔۔؟

کیا ان کی خدمات کا اعتراف کر کے ان سے معافی مانگی گئی۔۔۔۔۔؟

نہیں ایسا کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔۔

کچھ ہی عرصے میں احتجاج، نعرے اور تقریریں سب ہی سرد پڑ گئیں اور بھولنے والے بھول گئے کہ عبد القدیر خان کے ساتھ کیا زیادتی ہوئی۔۔۔۔۔!

عوام کے جذبات کے تالاب کے ساکن پانی میں ایک اور واقعہ کا پتھر گرا، جس نے اس ٹھہرے پانی میں پل بھر کے لیے ہلچل مچا دی۔۔۔۔۔!

خود کو حکمران کہلانے والے ملت فروشوں نے اپنی قوم کی عزت، وطن کی بیٹی عافیہ صدیقی کو قوم کے دشمن، وقت کے داہر کے حوالے کر دیا۔

اتنے ہنگامے۔۔۔۔! اتنے جلسے جلوس۔۔۔اور نتیجہ۔۔۔۔!

کیا عافیہ کی بے گناہی ثابت ہوگئی۔۔۔۔۔؟

کیا عافیہ اپنے بچوں اپنے خاندان کے پاس واپس آ گئی۔۔۔۔!

کیا عافیہ کے دشمنوں کو سبق سکھا دیا گیا۔۔۔؟

نہیں ایسا کچھ نہیں ہوا۔۔۔۔۔!

ایک بار پھر ہنگامے، جلسے جلوس اکارت گئے، بھولنے والے ایک بار پھر بھول گئے۔ عافیہ کو۔۔۔عافیہ کے دشمنوں کو۔۔۔اپنے مقصد کو اور عافیہ کی رہائی کو۔۔۔۔۔!

بھولنے لگے قصے کو ایک مرتبہ یہیں بھول کر ذرا تاریخ کو یاد کرتے ہیں۔

اگر محمد بن قاسم بھی ہماری طرح بھول جانے کے عارضے میں مبتلا ہوتے اور چند دن کے وقتی جوش وجذبے اور ایمان افروز تقریریں کرنے کے بعد داہر کی قید میں بے بس لڑکی کو بھول جاتے تو شائد آج ہم تاریخ میں کسی محمد بن قاسم کے نام سے واقف نہ ہوتے۔

کاش کوئی ہم میں سے ایسا ہوتا جو محمد بن قاسم کی طرح اپنے مقصد کو یاد رکھتا۔۔۔۔!

لیکن کون ہوتا۔۔۔۔۔؟ بھولنے والے تو بھول چکے اور تالاب کا ٹھہرا پانی کائی زدہ ہونے لگا......!

لیکن پھر اچانک ایک اور پتھر نے ارتعاش پیدا کر دیا۔۔۔۔۔۔!

سانحہ لال مسجد......!

مسجد میں دین کی تعلیم دینے اور حاصل کرنے والوں کو دہشت گرد قرار دے کر مسجد اور اس سے ملحق مدرسے پر حملہ کیا گیا۔۔۔!

اور عوام کے ہاتھ ایک بار نیا مشغلہ آ گیا پھر وہی ہنگامے پھر وہی جلسے پھر وہی گرم تحریریں لوگوں کے دو گروہ ایک ادھر ایک ادھر۔۔۔ ایک حق میں۔۔۔۔۔تو اک مخالفت میں۔۔۔۔۔۔

لیکن اس سب کا نتیجہ پہلے سے کچھ مختلف نہ نکلا۔۔۔۔!ہاتھ پھر بھی گریباں تک نہ پہنچ سکا اور یادداشت نے ایک بار پھر ساتھ نہ دیا اور ہم بھول گئے۔

آج کوئی نہیں جانتا کہ ممتاز قادری کے لئے کیا سزا تجویز کی گئی۔۔۔۔۔؟

اگر ہم بھول جانے والے نہ ہوتے تو آج ریمنڈ ڈیوس یوں

عوام ہو یا حکمران کسی کو کچھ بھی یاد نہیں۔۔۔۔!زندگی میں صرف بھول ہی بھول ہے نہ کوئی یاد ہے۔۔۔۔۔۔نہ کوئی کوشش ہے۔۔۔۔۔۔نہ کوئی مقصد ہے۔ نہ کوئی عمل ہے۔۔۔۔۔اور نہ کوئی نتیجہ ہے۔

دھڑلے سے ہمارے ملک میں ہمارے ہی بے گناہ بھائیوں کو قتل کرنے کے بعد باعزت بری ہو کر واپس نہ جا چکا ہوتا۔ڈیوس کی رہائی کے خلاف نکالے جانے والے جلوسوں کا کیا نتیجہ نکلا۔۔۔۔۔؟

کیا اسے تختۂ دار تک پہنچا دیا گیا۔۔۔۔۔؟

ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا۔۔۔۔ہوا تو صرف اتنا کہ ہماری یادداشت ہمیں ایک بار پھر دھوکہ دے گئی۔

ایسے کتنے ہی چھوٹے بڑے حادثات وواقعات ہیں جو ہمارے ذہنوں سے محو ہو چکے ہیں دو دن کے ہنگامے،شور شرابا،احتجاج ،مذمت،تقریریں،تحریریں جلسے جلوس اور بالآخر بغیر کسی نتیجے کے،فائدے کے سب ختم۔۔۔۔!

دل میں کوئی خیال باقی نہ ذہن میں کوئی یاد باقی۔۔۔۔!

ان اندرونی حادثات سے ہٹ کر اگر ہم بین الاقوامی واقعات پر نظر ڈالیں تو ان کا معاملہ بھی ان سے کچھ مختلف نہیں ہے۔

ایٹمی ہتھیاروں کی تلاش کے بہانے امریکہ نے عراق پر حملہ کر دیا ہم نے احتجاج کیا اور پھر بھول گئے۔۔۔۔۔!ہمیں عراق بھول گیا۔لیکن امریکہ تو آج بھی یاد ہے۔۔۔۔!

صدر صدام حسین کو صرف ہماری غیرت جانچنے کے لیے ہماری خوشی کے دن عید کی صبح پھانسی دے دی گئی۔۔۔۔۔!

ہم نے احتجاج کیا اور پھر بھول گئے۔۔۔۔۔!

نائن الیون کا واقعہ ہوا اور اس کا ذمہ دار مسلمانوں کو ٹھہرایا گیا۔۔۔۔!

ہماری یادداشت یہاں بھی کمزوری دکھا گئی۔۔۔۔!

عافیہ صدیقی کو 86 سال کی قید سنا دی گئی۔۔۔۔۔!

ہماری زبان سے صرف چند لفظ نکلے مذمت میں۔۔۔۔۔احتجاج میں۔۔۔۔۔اور پھر ہم بھول گئے۔عافیہ کو،اپنی بیٹی کو،اپنی بہن کو،اس کی بے بسی کو،اس کے معصوم بچوں کو۔۔۔۔۔!

لال مسجد کا ڈرامہ کیوں رچایا گیا۔۔۔۔؟

اس میں کس کا فائدہ اور کس کا نقصان ہوا۔۔۔۔؟

یہ سب ڈرامہ ترتیب دینے والوں کے خلاف کیا کاروائی ہوئی۔۔۔۔۔؟

یہ سب کچھ بھولا ہوا اور یادداشت سے بہت دور دھول میں اٹا ہوا نظروں سے اوجھل۔۔۔۔!

لیجئے جناب سوئے ہوئے ذہنوں اور یادداشت کو بیدار کرنے کے لیے ایک اور واقعہ حاضر ہے۔اور یہ واقعہ تو اتنے تسلسل سے جاری ہے کہ ہم اسے بھولے تو نہیں البتہ اس کے عادی ہو گئے ہیں اور اب ہمیں اس پر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔

امریکہ کی جانب سے کئے جانے والے ڈرون حملے۔۔۔۔!

جن میں خاندانوں کے خاندان تباہ ہو چکے ہیں بستیاں اجڑ گئی ہیں ۔ایک ہی گھر کے کئی کئی افراد شہید ہو گئے ہیں۔لوگ گھر سے بے گھر ہو گئے اور معذور ہو جانے والوں کی تعداد تو ان گنت ہے۔۔۔۔!

ان حملوں پر حکومت اور عوام کی طرف سے کبھی بھرپور احتجاج کیا جاتا تھا ان کی شدید مذمت کی جاتی تھی پارلیمنٹ میں ان حملوں کے خلاف قرارداد بھی منظور کی گئی مگر عمل ندارد،نتیجہ صفر،ڈرون حملے تسلسل سے آج بھی جاری ہیں ہمارا احتجاج اور مذمت کسی کام نہ آئے۔شمالی علاقے آج بھی تباہی کی زد میں ہیں۔آج بھی ان کے گھروں پر موت کے سائے منڈلا رہے ہیں۔۔۔۔۔!لیکن ہم کیا کریں کہ ہماری یادداشت بس یہیں تک ہمارا ساتھ دیتی ہے اب ہمیں کچھ یاد نہیں نہ کوئی ڈرون حملہ،نہ مجبور بے بس اپنے ہی مسلمان، بہن بھائی۔۔۔۔!

اگر ہم یاد رکھنے والے ہوتے تو یقیناً آج اس بات سے واقف ہوتے کہ ممتاز قادری کے لیے نکالے گئے جلسے جلوس کس کام آئے۔۔۔۔۔۔؟

کیا ہمیں کچھ یاد بھی ہے۔۔۔۔۔۔؟

ہم تو اس بات کو بھی بھول گئے جس پر ہمیں کٹ مرنا چاہیے تھا۔

ہم تو اس واقعے کو بھی بھول گئے جس پر ہمیں احتجاج ومذمت کے بجائے عمل کی طرف قدم بڑھانا تھا۔۔۔۔۔!

گزشتہ برس نائن الیون کے موقع پر ملعون امریکی پادری ٹیری جونز نے جو ناپاک اور شر انگیز کام سرانجام دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔۔۔۔۔اس کے بعد تو ہمیں ہوش آ جانا چاہیے تھا۔اپنی عقل،سوچ اور یادداشت کو بیدار کرنا چاہیے تھا۔

تالاب کے ٹھہرے ساکن بدبودار پانی کے بجائے دریا کی تلاطم خیز موجوں اور سیلاب کی روانی اختیار کرنی چاہیے تھی۔مگر نہیں۔۔۔۔۔ایسا کچھ بھی تو نہیں ہوا۔۔۔۔۔

اور جو ہوا وہ انتہائی شرمناک اور افسوس ناک۔۔۔۔۔

ہم ٹیری جونز کو بھول گئے جلائی گئی آگ کو بھول گئے۔۔۔۔!

اور تو اور ہم قرآن کو بھول گئے۔۔۔۔۔!

اور یاد ہے تو صرف امریکہ۔۔۔۔!امریکہ سرکار،امریکہ کے امدادی ڈالر......!

عوام ہو یا حکمران کسی کو کچھ بھی یاد نہیں۔۔۔۔!

زندگی میں صرف بھول ہی بھول ہے نہ کوئی یاد ہے۔۔۔۔۔۔نہ کوئی کوشش ہے۔۔۔۔۔۔نہ کوئی مقصد ہے۔نہ کوئی عمل ہے۔۔۔۔۔اور نہ کوئی نتیجہ ہے۔

اتنی بھول کے بعد کیا ہم امید رکھیں رب سے کہ وہ ہمیں یاد رکھے گا۔۔۔۔۔؟

کیا وہ عدو کے مقابلے میں ہماری مدد کریگا۔۔۔۔۔۔؟

کیا ہم امید رکھیں کہ جو حالات ہم خود پیدا کر رہے ہیں وہ ہم پر آنیوالا عذاب ٹال دیں گے۔۔۔۔؟

خالی احتجاج اور نعرے جلسے جلوس،تقریریں،تحریریں،مذمت بس یہ سب کچھ ہے جو ہمیں یاد رہتا ہے۔

کیا بس یہ خالی خولی،نعرے،احتجاج،اور جلسے ہمیں ایک بیدار اور زندہ قوم ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔۔۔۔۔۔؟

کیا یہ شعلہ بیانیاں اور زبان کا جادو ہمیں ہمارے مقاصد میں مدد دے سکتے ہیں۔۔۔۔۔؟

یقیناً نہیں۔۔۔۔کیونکہ۔۔۔۔۔!

بے عمل دل ہو تو جذبات سے کیا ہوتا ہے
دھرتی اگر بنجر ہو تو برسات سے کیا ہوتا ہے
ہے عمل لازم تکمیل تمنا کے لیے
ورنہ رنگین خیالات سے کیا ہوتا ہے

گزر جائے گی یہ رت بھی حوصلہ رکھنا

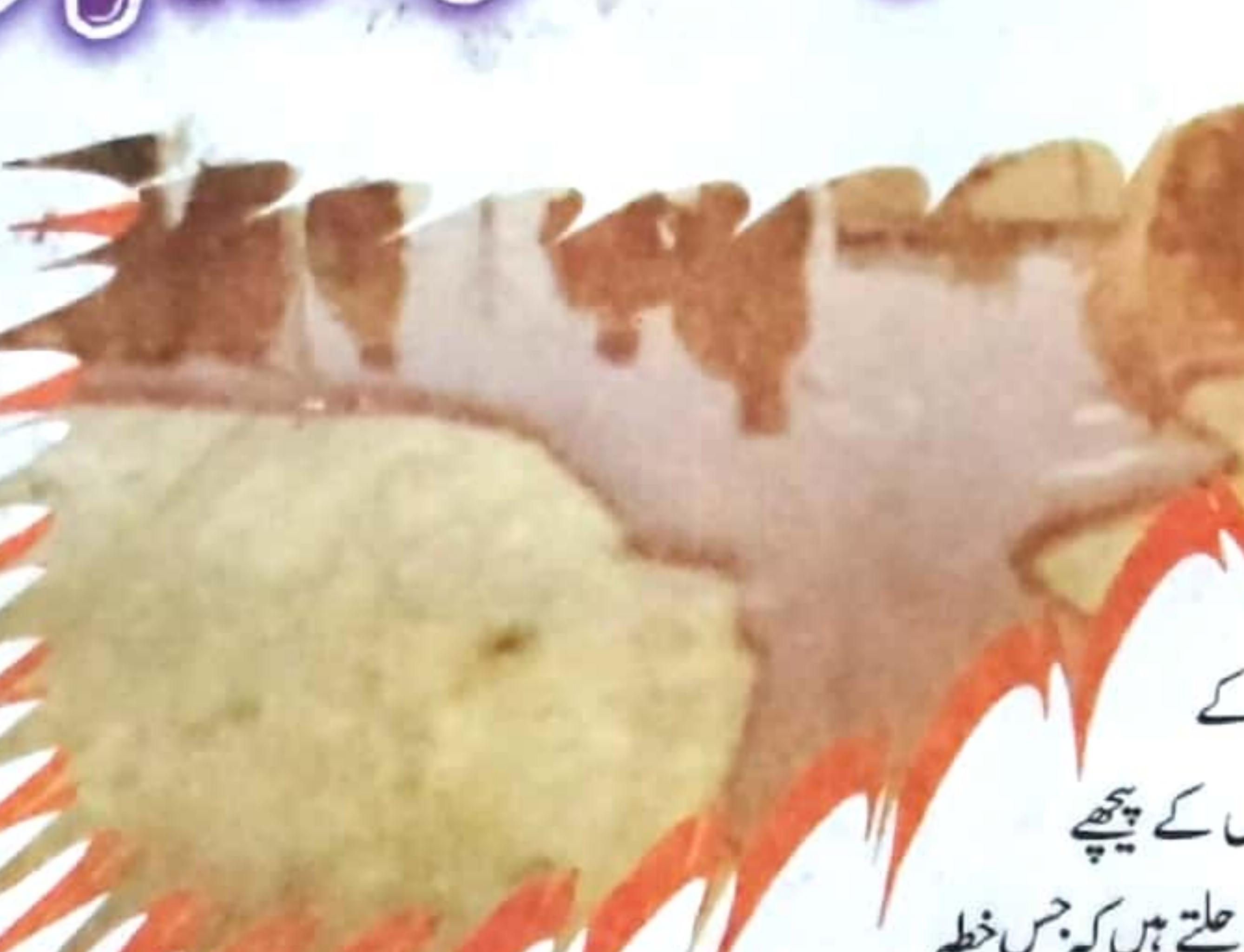

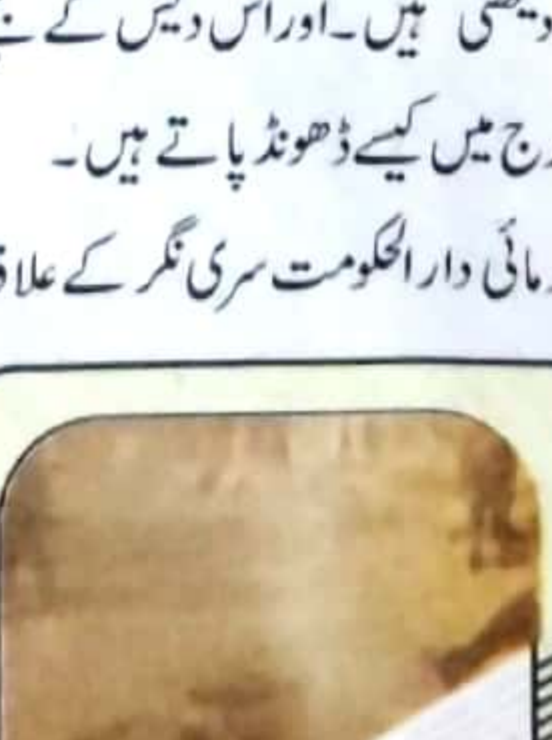

گوشۂ کشمیر

ابو مسلم موعود

جب شام کو سورج کرۂ ارض پر افسردگی طاری کرتا ہوا مغرب کی طرف رخصت سفر باندھتا ہے تو اس کی رخصتی کے ساتھ ہی چرند پرند بھی اپنے گھونسلوں اور کچھاروں کی طرف اڑان بھرتے ہیں۔ کھیتوں کھلیانوں میں چرنے والے پالتو مویشی اپنے مالک کے نقش پا پہ چلتے ہوتے حویلیوں کا رخ کرتے ہیں وفادار بیویاں اپنے آشیانوں میں کھانا وغیرہ تیار کر کے دسترخوان سجاتی اور معاش کے جھمیلوں سے لوٹنے والے خاوندوں کا انتظار کرتی ہیں چھوٹے چھوٹے معصوم بچے ماں کی ممتا اور کھیل، کھلونوں کو بھلا کر گھر کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی اپنے باپ کی ٹانگوں سے لپٹ کر ابو۔۔۔ابو پکارتے اور تیکھی نگاہوں سے اپنے بابا کے ہاتھوں میں تھامے ہوئے لفافوں میں اپنے کھانے کا سامان تلاش کرتے ہیں۔

سر شام جب بیوی کا سرتاج اور بچوں کا باپ گھر وارد ہوتا ہے تو گھر کی کائنات مکمل ہو کر ننھے پھولوں، معصوم کلیوں کے مابین جھوم اٹھتی ہے خاتون نیک بخت کی شگفتگی اور بچوں کی توتلی کلکاریاں جہاں ایسی چھوٹے سے آشیانے کو راحت کدے میں تبدیل کرتی ہیں وہاں صاحب خانہ بھی دن بھر کی مشقت اور ذہنی کشمکش سے چھٹکارا پا کر آسودہ حال ہو جاتا ہے۔

خوشی و مسرت کے پر کیف لمحات میں جھولتے ہوئے اہل خانہ رات کے سیاہ پردوں میں چھپ کر محو خواب ہوں اور آدھی رات کو ہمارے موبائل کی اچانک بیل بجنا شروع ہو جائے تو کیسی کوفت ہو گی اور اگر گھر کے دروازے پر دستک ہو اور خواہ وہ ہمارا کوئی قریبی عزیز رشتہ دار اور جگری دوست ہی کیوں نہ ہو اور اس کی بے وقت آمد میں ہمارا کوئی مفاد بھی نہ ہو تو آپ سوچیں کہ اس دخل اندازی سے آپ کیسا محسوس کریں گے؟

اب اسی تمہیدی پس منظر میں آزاد فضاؤں اور اپنی تمناؤں کی جائے تکمیل سے ذرا ہٹ کر افق کے پار، برف پوش پہاڑوں کے پیچھے چناروں کے دیس میں چلتے ہیں کہ جس خطہ کو کشمیر جنت نظیر سے موسوم کیا جاتا ہے اس دنیاوی جنت کی سہاگنیں کیسے سپنے دیکھتی ہیں۔ اور اس دیس کے بچے اپنے بابا کو سر شام ڈھلتے سورج میں کیسے ڈھونڈ پاتے ہیں۔

مقبوضہ کشمیر کے گرمائی دارالحکومت سری نگر کے علاقہ ٹینگہ پورہ بہ مالو کی رفیقہ بانو، زوجہ مشتاق احمد خان بھی ہر ماہ کی ۱۰ تاریخ کو پرتاب پارک میں اپنے لاپتہ شوہر کی بازیابی کے حق میں گمشدہ افراد کے لواحقین کے ساتھ خاموش احتجاجی دھرنے میں شامل ہوتی ہے اور اسے امید ہے کہ اس کے بہتے آنسو ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لائیں گے جب اس کا سرتاج سر شام گھر کی دہلیز پر قدم رکھے گا۔

اپنے بچھڑے ہوئے رفیق حیات کی رفیقہ بانو 4 بچوں کی ماں ہے اور وہ گذشتہ 14 برسوں سے اپنے محلہ میں لوگوں کے گھر گھر جا کر مزدوری اور سخت محنت و مشقت کر کے اپنے بے سہارا بچوں کو نہ صرف پال رہی ہے بلکہ ان کے تعلیمی اخراجات اور پڑھائی کو بھی جاری رکھے ہوئے ہے۔

رفقیہ بانو نے آنسوؤں کی جھڑی میں اپنی بپتا سناتے ہوئے بتایا کہ اس کا شوہر مشتاق احمد خان محکمہ جنگلات میں بطور ڈیلی ویجز کام کرتا ہے اور اپنی استطاعت کے مطابق خوش وخرم زندگی بسر کر رہے تھے آج سے 14 سال قبل اس وقت مجھ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا جب قابض وسفاک بھارتی فوج نے 1997ء میں آدھی رات کو ہماری چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے ہمارے گھر پر چھاپہ مارا بپھرے ہوئے بھارتی فوجیوں نے ہمارے دروازوں کو توڑتے ہوئے کمرے میں دراندازی کی اور میرے شوہر کو گھسیٹتے ہوئے صحن میں لا پھینکا اور میرے سامنے ہی لاتوں، گھونسلوں، ٹھڈوں اور گنوں کے بٹوں سے

اسے پیٹنا شروع کر دیا جب میں نے اس دہشت گردی پر چیخنا چلانا شروع کیا تو انہوں نے مشتاق احمد کو شدید ذہنی اذیتیں دینا شروع کر دیں رفیقہ بانو نے سسکتی آہوں اور کانپتے ہاتھوں سے اپنے دوپٹہ کے پلو سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بتایا کہ میں ہاتھ جوڑ کر اور بھارتی فوجیوں کے قدموں میں گر کر مشتاق احمد کو پیٹنے کی وجہ اور اس کا قصور دریافت کرتی رہی۔ تاہم ہندو فوجیوں پر اس گریہ زاری کا رتی بھر بھی اثر نہ ہوا اور یہ سنگدل بھارتی اچھلے مزید سختی پر اتر آئے اپنے سرتاج پر تشدد کی اس جان لیوا مشق پر میں بے بس ہو کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگی اور میرے معصوم بچے

میری ٹانگوں سے لپٹے بلک بلک کر رو رہے تھے مگر وہ کوئی انسان ہوتے تو انہیں ترس آتا وہ تو درندے بنے ہوئے ہیں۔

بھارتی فوجی باری باری مشتاق احمد پر مشق ستم دھرا دھرا کر ہلکان ہو رہے تھے کہ اس دوران مشتاق احمد نے اپنی ہاتھ جوڑ کر مجھے کہا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں تم بچوں کے ساتھ واپس کمرے میں چلی جاؤ۔ جب یہ جلاد مشتاق احمد کو مار مار کر تھک گئے تو انہوں نے مشتاق کو ادھ موئی حالت میں اٹھایا اور گرفتار کر کے رات کی سیاہی میں روپوش ہو گئے۔

ہم نے اس گرفتاری کے بعد کئی دنوں تک بھارتی فوج کے کیمپوں میں مشتاق احمد کو ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر سب بے سود۔ آخر کئی ہفتوں تک ایک فوجی کیمپ سے دوسرے کیمپ تک چکر کاٹنے کے بعد یہ خبر ملی کہ ہمنہ میں قائم 20 گرنیڈ سے وابستہ اہلکاروں نے ہی مشتاق احمد کو گرفتار کیا ہے جب ہم نے 20 گرنیڈ کے سی او (کمانڈنگ آفیسر) سے مشتاق احمد کی گرفتاری کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے کہا کہ وہ مشتاق احمد کو چھوڑ دیں گے۔ تاہم جب ہم کچھ دنوں کے بعد دوبارہ سی او کے پاس حاضر ہوئے مذکورہ آرمی آفیسر نے سرے سے ہی انکار کر دیا کہ ان کے کیمپ میں مشتاق احمد موجود ہے۔

رفیقہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے پھر بھی ہمت نہ ہاری اور ملیشیا کے ایک فوجی آفیسر تک رسائی حاصل کر کے مشتاق احمد کی رہائی کی اپیل کی تو اس آفیسر نے مشتاق احمد کی رہائی کے لیے/10,000 روپے کی رقم طلب کی۔ آخر اپنے سرتاج کی متوقع رہائی کے لیے میں نے کئی دنوں کی دوڑ دھوپ سے /10,000 روپے جمع کر کے مذکورہ ملیشیا آفیسر کی مٹھی گرم کی مگر یہ حرام خور دس ہزار روپے بھی ہڑپ کر گیا۔ اور میں پتھرائی ہوئے آنکھوں سے مشتاق احمد کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے 14 برسوں سے انتظار کی سولی پر لٹکی ہوئی ہوں۔

رفیقہ بانو نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بات جاری رکھی کہ میں اس کے بعد سالوں تک اپنے خاوند کو بھارتی فوج کے کیمپوں میں ڈھونڈتی رہی اور اس دوڑ دھوپ کے لیے مجھے کئی بار قرض بھی اٹھانا پڑا لیکن فوج نے مشتاق احمد کا کوئی اتہ پتہ نہیں بتایا۔

میری ایک چھوٹی بچی جو مشتاق احمد کی گرفتاری کے بعد پیدا ہوئی۔

وہ اکثر اپنے بابل کے بارے میں توتلی زبان سے پوچھتی ہے کہ ماں بابا ہمارے گھر کیوں نہیں آتے ماں میرے ابو ہم سے کیوں روٹھ گئے ہیں دوسرے بچوں کے ابو تو روز گھر آتے اور کھانے کی چیزیں لاتے ہیں۔

ماں ہمارے ابو ہمارے کھلونے بھی تو نہیں بھیجتے، ماں میری یہ فراک پرانی ہو کر کس قدر پھٹ چکی ہے۔

ہمارے ابو تو عید پر بھی ہمیں نئے کپڑے لے کر نہیں دیتے۔۔۔۔۔۔۔!

اپنے معصوم بچوں کے ادھورے ارمانوں اور ننھی تمناؤں کا سن کر میرا جگر کٹتا ہے اور میں دم بخود ہو کر رہ جاتی ہوں گزشتہ 14 سالوں سے نیم بیوگی کی زندگی گزارتے ہوئے میں اپنے بے آسرا بچوں کا پیٹ پالنے اور انہیں زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کی خاطر صبح گھر سے نکلتی ہوں اور شام تک بیسیوں گھروں میں جھاڑو، صفائی ستھرائی اور برتن دھو کر اس امید کیساتھ واپس لوٹتی ہوں کہ شاید آج مشتاق احمد ڈھلتے سورج کیساتھ میرے گھر کی دہلیز پر قدم رکھ دے اور میرے بچے ابو ابو کہتے ہوئے اس کی ٹانگوں سے لپٹ کر معافی مانگیں کہ بابا آج کے بعد ہم کھانے، کھلونے اور نئے کپڑوں کا آپ سے تقاضا نہیں کریں گے بس اب ہمیں چھوڑ کر مت جائیے گا۔۔۔۔۔!

سری نگر میں گمشدہ افراد کی تنظیم اے، پی، ڈی کے بینر تلے رفیقہ بانو ہر ماہ کی 10 تاریخ کو گھروں میں محنت مزدوری سے چھٹی کر کے باقاعدگی سے پرتاپ پارک میں خاموش احتجاجی دھرنے میں شامل ہوتی ہے جہاں بیسیوں رفیقائیں اپنے اپنے رفیقِ حیات اور غم واندوہ کی تصویر بنی کشمیری مائیں اپنے جگر گوشوں، بہنیں اپنے ماں جایوں، بھائی اپنے ٹوٹے ہوئے بازوؤں اور بوڑھے کشمیری اپنے بڑھاپے کے سہاروں کی واپسی کی راہ دیکھتے ہیں۔

کہاں ہیں عالمی انصاف کے چمپئین جو دہشت گردی کا الزام دے کر مسلمان ملکوں کو جہنم زار بنا رہے ہیں؟ جواب دیں وہ این جی اور جو انسانی حقوق کی دعویدار بن کو مختاراں مائی جیسی آبرو باختہ عورتوں کو تو ڈالروں میں تول دیتی ہیں لیکن مظلوم مقہور عورتوں، بچوں، بوڑھوں کی صدائیں ان کے کانوں تک نہیں پہنچتیں ان پر یہودی اور ہندو صلیبی غنڈوں نے زمین تنگ کر دی ہے۔

اہلِ کشمیر! اس یقین کے ساتھ آگے بڑھتے رہو کہ آزادی کا سورج افق پر ابھرنے کو بے تاب ہے۔

خزاں رکھے گی درختوں کو بے ثمر کب تک
گزر جائے گی یہ رت بھی حوصلہ رکھنا

آج اور کل کی بیٹی

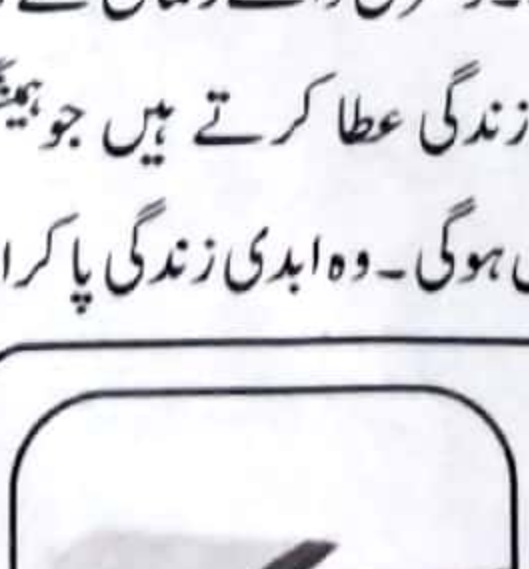

تاریخ کے اوراق

عبیر

آج سے چودہ سو سال قبل تاریخ کے اوراق کو پلٹا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گی کہ اسلام کے پودے کی آبیاری کے لئے اسلام کی بیٹی نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہر محاذ پر مردوں کو حوصلہ دینے والی اوران کو دین کی ترغیب دینے والی ذات عورت کی ہی ہے۔

اسلام کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب بھی معرکہ حق و باطل برپا ہوا تو مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے والی ہستی بھی عورت ہی تھی۔ جب بھی اسلام کے لئے قربانی دینے کی ضرورت آئی تو ان جری مجاہدات (صحابیات) نے سب کچھ نچھاور کردیا۔ اسلام کی تاریخ اس بات کی بھی شاہد ہے کہ جب بھی جوان بیٹوں اور بھائیوں کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کا وقت آیا تو اس میں بھی صحابیات نے بے دریغ سبھی کچھ قربان کیا۔ اور اگر جان دینے کی باری آئی تو اپنا جسم چھلنی کروا لیا لیکن اسلام اور نبی ﷺ کی آن پہ آنچ آنا گوارہ نہ کیا۔

اسلام نے عورت کو جو قدر و منزلت عطا کی ہے وہ بلحاظ دیگر اقوام و مذاہب بالکل منفرد ہے۔ اسلام نے جن پردہ نشینوں کو اپنے کنار عاطفت میں جگہ دی انہوں نے دنیا میں عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے کہ جب بھی میدان سجائے گئے اور جب بھی حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی ہوئی تو سب سے اہم کردار ادا کرنے والی ہستی بھی اسی عورت کی تھی۔ کبھی وہ ماں کے روپ میں اپنے لخت جگر کو دربار نبوی میں لے کر حاضر ہوتی ہے۔۔۔۔کبھی وہ بہن کے روپ میں اپنی پیارے بھیا کو اپنے ہاتھوں سے شمشیر تھما کر محاذ پہ بھیجتی نظر آتی ہے۔۔۔۔اور وہ بیٹی کے روپ میں باپ کے دل میں جذبہ جہاد ابھارتی نظر آتی ہے۔۔۔۔اور کبھی اپنے خاوند کو میدان کارزار کا راہی بناتی نظر آتی ہے۔۔۔۔تو پھر چاروں عظیم رشتوں کو جب اللہ کی رضا کے لئے قربان کر دیتی تھی۔۔۔۔تو عرش والے رحمان نے ان بچھڑنے والوں کو ایسی زندگی عطا کرتے ہیں جو ہمیشگی والی ہوگی اور کبھی ختم نہیں ہوگی۔ وہ ابدی زندگی پا کر اللہ کی جنتوں کے مہمان بن گئے۔

ان عظیم دختران اسلام کی بے لوث قربانیوں کا اتنا تذکرہ ملتا ہے کہ جنہوں نے اللہ کے دین کی خاطر، اسلام کا علم بلند کرنے کی خاطر، اور اسلام کا بول بالا کرنے کی خاطر، قال اللہ وقال الرسول کی خاطر، اسلام کی آن، کفار کے معبودوں کو پاش پاش کرنے کی خاطر، جآء الحق وزھق الباطل کی آواز بلند کرنے کی خاطر، غفلت میں سوئے ہوئے مسلمانوں کو کتب علیکم القتال کا سبق یاد کروانے کی خاطر، اپنے بھائیوں، اپنے جگر گوشوں، اور اپنے سرتاجوں کے ساتھ میدان جنگ میں کود یں۔ عالم کفر سے جنگیں لڑیں۔ اللہ کے دشمنوں کو جہنم واصل کیا۔ خود شہید ہوئیں۔۔۔۔یا پھر غازی بن کر لوٹیں۔

ذرا اسلامی تاریخ کے سنہرے اوراق کو دہرایئے۔۔۔۔! حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ احد کی جنگ کے موقعہ پر جب مجاہدین کے قدم اکھڑ گئے تو میں نے جضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ام سلیمؓ کو دیکھا کہ وہ دونوں اپنی پیٹھ پر مشکیزے لاد لاد کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

ام عطیہؓ نے سات جنگوں میں شرکت کی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سات جنگوں میں شرکت کی۔ میں کیمپ کی حفاظت کرتی تھی، مجاہدین کے لئے کھانا پکاتی تھی، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھی، اور بیماروں کی تیمارداری کرتی تھی۔ ام عمارہؓ پیارے نبی

ﷺ کا دفاع کرتی ہیں۔ اور کافروں کی یلغار پر اور رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہونے کی صورت میں ام عمارہؓ سینہ سپر ہوگئیں۔ حضرت صفیہؓ جو نبی مکرم کی پھوپھی تھیں انہوں نے ایک یہودی کو جہنم واصل کیا۔ حضرت خنساءؓ اپنے چاروں بیٹوں کو بلا کر نہایت خوش دلی سے تقویٰ کا دامن تھامے ان کو جہاد کے لئے روانہ کرتی ہیں۔ اور پے در پے چاروں کی خبریں سن کر سجدۂ شکر ادا کرتی ہیں۔

لیکن آج اگر ہم اپنے آپ پر نظر دوڑائیں تو ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں اور اپنے آپ کو اسلام کی بیٹی کہلانے پر فخر کرتی ہیں۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئی ہیں۔۔۔ اس نبی کی امتی ہیں جس نبی کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ لیکن افسوس۔۔۔! ہمیں حال کو چھوڑ کو ذرا ماضی کے اوراق کو پلٹ کر دیکھنا ہے کہ کیا ماضی میں اسلام کی بیٹی کا کردار ہمارے کردار جیسا تھا۔ کیا لباس ہمارے لباس جیسا تھا؟ کیا اس کی خواہشات اور روزمرہ میں کیے جانے والے اکثر کام ان جیسے تھے۔ نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ بالکل بھی نہیں۔ ماضی کی بہن، ماں اور بیوی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ چودہ سو سال قبل اسلام کی بیٹی کی ہر خواہش دین کے تابع تھی لیکن آج ہم نے دین کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ آج ہمارا دل نہیں بالکل بھی نہیں چاہتا کہ ہمارا بھائی جری مجاہد ہو اور کفار کے لئے کوہ گراں ہو۔ اس کے نعرۂ تکبیر سے کفر دہل جائے۔ بلکہ ہماری دلی تمنا یہ ہوتی ہے کہ ''وہ بڑا ہو کر یہود و نصاریٰ کی طرح فیشن ایبل زندگی گزارے اور گھر میں کبھی بھی دین کی تبلیغ نہ کرے۔ آج ہر ماں کی یہی چاہت ہے کہ اس کا بیٹا بڑا ہو کر امریکہ جائے اور وہاں سے اتنا کمائے کہ ہمیں دنیا کی کوئی مشکل پیش نہ آئے اور خوشگوار زندگی گزاریں۔

اے میری بہن! اگر ہم پیچھے پلٹ کر دیکھیں یہ اٹل حقیقت ہی ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی، محمود غزنوی، محمد بن قاسم اور طارق بن یاد ان سبھی بہادر لوگوں نے تیری آغوش میں ہی آنکھ کھولی۔ وہ تو ہی تو تھی جس نے خود ان کو میدان جہاد کے لئے روانہ کیا۔

کیا تو بھول گئی ہے یہ پھیلی ہوئی زمین، یہ برجوں والا آسمان یہ روشن ستارے، یہ سربکف پہاڑ، یہ بہتے دریا، وہ بدر کا میدان، وہ احد کی پہاڑیاں، حنین کی سختیاں، غزوہ خندق کی سختیاں، قادسیہ کی تلواروں کی جھنکار، سب اس بات کی گواہ ہیں انہوں نے بارہا مرتبہ دیکھا ہے کہ تو اپنے باپ، بیٹے، بھائی اور خاوند کو جہاد کی ترغیب دلاتی تھی۔ تیری یہ جہاد سے محبت، تیرا یہ والہانہ انداز یہی تو سب کچھ تھا کہ اسلام کے ان سپوتوں کے نعرۂ تکبیر سے سمندر رستے چھوڑ دیتے، صحرا سمٹ جاتے تھے۔ ان تلواروں میں بجلی سی کڑک اور بادلوں کی سی گرج تھی۔ یہ جری مجاہد دشمن کی ثروت و طاقت، جاہ و جلال اور اس کی سپاہ و لشکر کو پاؤں کی ٹھوکر سے روندنے والے تھے۔ لیکن یہ کب کی بات ہے جب ہمار اوڑھنا بچھونا دین تھا۔ لیکن آج دین کو پس پشت کیا ڈالا اور سب کچھ ہی پس پشت چلا گیا۔۔۔!

آج تو ٹی وی ڈراموں اور عریاں تصاویر سے مزین رسائل سے، اپنا دل بہلاتی ہے۔ کبھی ہمارے گھر سے ولولہ انگیز پر جوش جنگی ترانوں کی آواز گونجا کرتی تھی لیکن آج ہمارے گھر گانوں کا راج ہے۔ کبھی تیری گود سے شمشیر و سناں سے کھیلنے والے پرورش پاتے تھے۔۔۔ اور آج طاؤس و رباب سے کھیلنے والے جوان ہاکی کرکٹ اور ڈانس کے شیدائی۔۔۔ وہ راہ حق کے راہی۔۔۔ یہ حق کے لئے تباہی۔۔۔ وہ موت سے کھیلنے والے اور یہ موت سے خوفزدہ۔۔۔ وہ اسلام کے داعی۔۔۔ اور یہ اسلام کے باغی۔۔۔!!!

دیکھئے پیاری بہنو! کفر پھر سر اٹھا رہا ہے۔ مسلمان دشمنان اسلام کے شکنجے میں پس رہے ہیں، تڑپ رہے ہیں، بلک اور لسک رہے ہیں۔ تو کیا ہمارے دل اپنے ان مسلمان بہن بھائیوں کی حالت پر تڑپتے نہیں۔۔۔!!

سو آج ہمیں ان جری مجاہدات صحابیات کی زندگی کو اپنانا ہوگا ان کی پیروی کرنی ہوگی جنہوں نے دین کی پیروی کرتے ہوئے اسلام کی سربلندی کے لئے اور اللہ اور رسول کی محبت میں اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا۔ اور اپنے اللہ کے ہاں بلند مقام پا گئیں۔

ہم بھی ماں کے روپ میں اپنے لخت جگر اور بہن کی حیثیت سے اپنے پیارے بھائیوں کو (جن سے ہم بہت سی دنیاوی جواہشات کو وابستہ کیئے ہوئے ہیں)، اور بیوی کے روپ میں اپنے شوہروں کی محبت کو اللہ کی خوشنودی کے لئے قربان کرنا ہوگا۔ اپنے ہاتھوں سے ان کے سروں پر سہرے سجا کر اور کاندھوں پر کفن رکھ کر الوداع کرنا ہوگا۔ تا کہ ان سے کشمیر و فلسطین کے مسلمانوں کی آزادی پر بندھی آس پایۂ تکمیل تک پہنچ سکے۔۔۔ وہاں لگی ظلم و ستم کی آگ بجھ پائے۔ اور ان ماؤں کے جگر گوشوں کے لئے دعا کرنی ہوگی جو بہت پہلے اپنے لئے اس پر کیف رستے کو منتخب کر چکے ہیں۔۔۔

کیا ان کا ہمارے ساتھ دین کا کوئی تعلق نہیں ہے جو تمام رشتوں سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔ ان کے لئے ہمارا سب کچھ قربان کرنا فرض ہے تا کہ وہ بھی آزادی کی کرن دیکھ سکیں۔

معزز بہنو! ہم نے اپنی زندگی اسلام کے طور طریقے کے مطابق اور قرآن و حدیث کے مطابق ڈھالنی ہے۔ یہ زندگی تو ختم ہو کر رہنے والی ہے اور بہتر نہیں ہے کہ ہم اس زندگی کو اللہ کی رضا اور اس کے دین کے لئے وقف کر دیں۔ کیونکہ اسی میں ہماری فلاح ہے اور اللہ کی رضا ہے۔۔۔ اللہ ہم سب کو دین کی سمجھ عطا کرے اور ایسے عمل کرنے کی توفیق دے جس سے عرش والا رحمان راضی اور خوش ہو جائے اور ہم جنتوں کے وارث بن جائیں۔ اللہ سب بہنوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا کرے۔

آمین ثم آمین یارب العالمین۔

تمت والخیر

مشرقی تیمور سے افغانستان تک، عراق سے فلسطین تک، کشمیر کے چناروں سے غزہ کے کناروں تک، دجلہ کی لہروں سے وادیٔ کبیر کے پانیوں تک اور ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی مظلومیت سے گوانتاناموکے بے گناہ قیدیوں تک درد کا عنوان ایک ہے!

دل توہین قرآن کے واقعے پہ دیوانہ وار تڑپ جائے یا توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر گرمئی غم سے پگھل جائے، بوسنیا کی اجتماعی قبروں پر فاتحہ پڑھے یا بوسنیا اور کوسوو میں بے آبرو ہونے والی امت کی پچاس ہزار بیٹیوں کا مرثیہ کہے دکھ ہمالیہ جتنا ہے۔

زخموں کو مرہم کی ضرورت ہو اور مسیحا اسے ناخن سے چھیل ڈالے تو اس درد اور اذیت کا کوئی کیسے اندازہ کر سکتا ہے؟ مگر یہ بات کوئی کہے بھی تو کس سے؟ اور سنے بھی تو کون؟

دشمن کو پہچان لینا دانائی اور اسے دوست کہنا ہلاکت ہے۔امت مسلمہ ایسی ہی صورتحال سے دوچار ہے یعنی......!

بیمار ہوئے جس کے سبب سے
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں!

دنیا کے نقشے پر 61 اسلامی ملک موجود ہیں اور مسلمانوں کی تعداد 2 ارب کے قریب ہے مسلم دنیا کا رقبہ 3 کروڑ 48 لاکھ 19 ہزار سات سونوے مربع کلومیٹر ہے دنیا کی کل زرعی زمین کا 65 فیصد مسلمانوں کے پاس ہے دریائے نیل سے سندھ تک مسلمان بہترین نہری نظام رکھتے ہیں سونے اور دیگر قیمتی دھاتوں کے سب سے وسیع ذخائر مسلمانوں کے قبضے میں ہیں تمام مسلم ممالک معتدل آب وہوا اور جغرافیائی اعتبار سے بہترین جگہوں پر آباد ہیں دنیا کی تمام اہم زمینی شاہراہیں، سمندری گزرگاہیں اور ہوائی راستے مسلمانوں کی دسترس میں ہیں۔

یورپ کی ساری ترقی اور انڈسٹری کا انحصار تیل پر ہے اور دنیا کے کل تیل کا 70 فیصد عربوں کی ملکیت ہے مگر اس قدر بے پایاں وسائل رکھتے ہوئے بھی پوری اسلامی دنیا ملٹی نیشنل کمپنیوں کی دست نگر ہے ان کے شکنجے میں جکڑی ہچکیوں سے رو رہی ہے۔

مسلمان اکیسویں صدی کے وہ بے ہنر اور غیرت سے تہی دست لوگ ہیں جو معیاری سوفٹ ڈرنک اور برگر بنانے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے۔اپنے جوتے تک پالش کرنے کے لیے یہودیوں کی چیری بلاسم کے محتاج ہیں انہیں منرل واٹر کے نام سے پینے کا پانی بھی ملٹی نیشنل کمپنیاں فراہم کرتی ہیں اور یہ اپنی زمین کو زرخیز بنانے اور اس میں فصلیں اگانے کے لئے معاہدہ ٹرپس کا طوق گلے میں ڈالے ہوئے ہیں۔

مسلمانوں کی ذہنی پسماندگی کا یہ عالم ہے کہ یہ علم کے چشموں کے وارث ہیں لیکن عالمی معیار کی ایک درسگاہ بھی ان کے پاس نہیں یہ اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ کی یونیورسٹیوں میں داخلہ لیتے ہیں یا امریکی تعلیمی اداروں کو ترجیح دیتے ہیں۔

حد یہ ہے کہ خانہ کعبہ میں یہودی کمپنی کا ائیر کنڈیشن سسٹم نصب ہے!

امریکہ و یورپ نے اسلامی دنیا کے وسائل ہتھیانے اور انہیں معاشی لحاظ سے غلام بنانے کے لیے اپنی تیار مصنوعات مسلمانوں کو سستے داموں فروخت کرنا شروع کردیں۔عربوں نے جب دیکھا کہ اگر وہ تمام اشیا اپنے ملکوں میں تیار کریں تو انہیں مہنگی پڑتی ہیں جب کہ تیار مصنوعات انتہائی کم قیمت پر انہیں دستیاب ہیں۔اس طرح عربوں نے فیکٹریاں لگانے کے بجائے یورپ اور امریکہ سے تیار مصنوعات خریدنا شروع کر دیں یہ صورت حال صرف عرب ممالک کی نہیں ہے بلکہ ہر اسلامی ملک نے اسی نہج پر سوچا اور مسلمان ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات دھڑا دھڑ خریدنے لگے،امریکی صدر روز ویلٹ نے کہا تھا۔

''ہم اس وقت جس دنیا کو امریکہ یا سوویت یونین کی دنیا کہہ رہے ہیں بہت جلد یہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کی دنیا ہو جائے گی۔''اور پھر آنے والے دنوں میں یہ پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی۔آج دنیا کی 50 بڑی منافع بخش کمپنیوں میں سے 31 امریکی ہیں۔دنیا میں سب سے زیادہ منافع نید لینڈ کی کمپنی کمارہی ہے۔

1996ء کی تحقیق کے مطابق دنیا کی کل دولت 36 ملین ڈالرز ہے اس میں 35 ملین ڈالرز پر ملٹی نیشنل کمپنیوں کا قبضہ ہے یہ 14 سال قبل کے اعداد وشمار ہیں یقیناً اب تک اس میں کئی گنا اضافہ ہو چکا ہوگا۔

اس وقت اسلامی ملکوں میں 30 ہزار ملٹی نیشنل کمپنیاں کام کر رہی ہیں۔

ان میں سے 21 ہزار کمپنیوں کے مالک یہودی ہیں۔

ملٹی نیشنل کمپنیوں کا 30% سے 60% منافع اسرائیل کی فلاح و بہبود پر خرچ ہوتا ہے میکڈونلڈز کے 2700 سے زائد ریسٹورنٹ کا کررہے ہیں۔

''ملٹی نیشنل کمپنیوں کو ہر سال مسلم ممالک سے اربوں ڈالرز کا منافع حاصل ہوتا ہے اگر وہاں ان مصنوعات کا کامیاب بائیکاٹ ہو جائے تو اسرائیل صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا اور امریکہ برباد ہو جائے گا۔'' (ان شاء اللہ)

اسلام کے ''لمبے بازو'' وائٹ

غیر اسلامی مصنوعات کا بائیکاٹ ہر مسلمان کی پہلی

مسلمان امریکہ سے سالانہ 20 ملین ڈالرز کی اشیاء درآمد کرتے ہیں جب کہ امریکہ اسلامی ممالک سے اپنی کمپنیوں کی شاخوں کے ذریعے کئی گنا زیادہ نفع حاصل کرتا ہے۔

ایک اسرائیلی خبار لکھتا ہے۔

''ملٹی نیشنل کمپنیوں کو ہر سال مسلم ممالک سے اربوں ڈالرز کا منافع حاصل ہوتا ہے اگر وہاں ان مصنوعات کا کامیاب بائیکاٹ ہو جائے تو اسرائیل صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا اور امریکہ برباد ہو جائے گا۔''

﴿ان شاء اللہ﴾

ان سفاک حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے پوری اسلامی دنیا ملی غیرت کا مظاہرہ کرے ان 30 ہزار ملٹی نیشنل کمپنیوں کو اپنے ملکوں سے نکالنے کے لئے کمربستہ ہو جائے۔

تمام مسلمان اپنے شہروں اور گھروں کو غیر اسلامی مصنوعات سے پاک کرنے کا عزم کر کے ملٹی نیشنل کمپنیوں کا مکمل بائیکاٹ کریں۔

☆ لیور برادرز کی مصنوعات اپنی روزمرہ استعمال کی اشیاء کی فہرست سے نکال دیں۔ سوفٹ ڈرنکس پینے سے ہاتھ روک لیں۔

☆ پیپسی کولا اور این ہیوزر بوشن کا خیال دل سے نکال دیں۔

☆ سپریم، لپٹن ییلو لیبل، بروک بانڈ، ٹاپ سٹار اور کینیا مکسچر کے سنہرے پن کو نظر انداز کر دیں۔

☆ میکڈونلڈز، شیرٹن، کے ایف سی، پزاہٹ، پی سی سے مکمل اجتناب کریں۔

☆ ایگلو، والز اور میگی آئس کریم کا ذائقہ تک چکھنے کا تکلف نہ کریں۔

☆ نیسلے کی مصنوعات کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کریں۔

☆ ڈبہ بند فروٹ بولاک، میلا پائن اور ڈبل مونٹے کی بجائے تازہ پھل کھانے کی عادت ڈالیں۔

غسل خانوں اور ہاتھ دھونے کی جگہوں کو لکس، رکسونا اور سیف گاڈ جیسے جراثیموں سے پاک رکھیں۔

☆ ہینگ ٹن، بینی ٹن، نائیک اور رینگلر کمپنی کے سوٹ زیب تن کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لائیں۔

☆ باٹا، نائیک، ایڈی ڈاس اور کیوی کے جوتے خریدنے سے بھی احترازکریں۔

☆ فرانس کی خوشبوؤں سے اپنے آپ کو بدبودار ہونے سے بچائیں۔

☆ کاسمیٹکس کی پراکٹر اینڈ گیمبل کولگیٹ، پام آلیو اور ہینڈ اینڈ باڈی لوشن کو یکسر فراموش کر دیں۔

ایمانی غیرت دنیا کی ہر طاقت کو شکست دے سکتی ہے مسلمان اللہ کے لیے جینا اور مرنا سیکھ لیں اللہ دنیا کی ہر سپر پاور کو ان کے قدموں میں ڈھیر کر دے گا۔ ﴿ان شاء اللہ﴾

☆ جانسن اینڈ جانسن، پفرز، برسٹل، میٹرز اور مرک کے متبادل اشیاء استعمال کریں۔

☆ تعلیمی ادارے اور دفاتر پارکر، شیفرڈ، ایڈ جیل یونی بال پین اور ہائر کی مصنوعات کے استعمال سے ہاتھ روک لیں۔

☆ انٹیل، ڈیل، اوریکل، مائکرو سسٹم کمپنی کے کمپیوٹر اور ہارڈ ویئر خریدنے سے اجتناب کریں۔

ڈاک کمپنی یونائیٹڈ، پارسل سروس اور فیڈ یکس کو اپنے حاشیہ خیال میں بھی نہ لائیں۔

☆ بینک آف امریکہ، سعودی امریکی بینک، امریکن ایکسپریس بنک، اسٹینڈرڈ چارٹر اور سٹی بینک کے ساتھ مالیاتی لین دین سے احتراز کریں۔

☆ اپنی گاڑیوں کو ایندھن کے لیے کبھی شیل، ٹوٹل اور باس کے پٹرول پمپوں پر نہ روکیں۔

☆ فضائی کمپنی ''کانٹی نینٹل ایئر لائز'' کے ذریعے کبھی سفر نہ کریں۔

☆ تفریحی کمپنی ''وائٹ ڈائی'' کو اپنے سیاحتی شیڈول سے خارج کر دیں۔

☆ اگر دو ارب مسلمان تہیہ کر لیں کہ وہ تحفظ عالم اسلام کے لیے مذکورہ بالا اور دیگر تمام غیر اسلامی مصنوعات کا استعمال ترک کر کے اس کی بجائے مسلم مصنوعات پر انحصار کریں گے (اگرچہ معیار پر پوری نہ اتریں) تو رب کعبہ کی قسم محض چند ہفتوں میں اسرائیل مٹتا ہوا نظر آئے گا۔ امریکہ سکڑ کر اپنے جامے میں چلا جائے گا۔ بیت المقدس کو آزاد ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ یورپ بلکہ پورا عالم کفر ہمارے نبی ﷺ کے دامن اقدس پر چھینٹے اچھالنا تو دور کی بات کسی مسلمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکے گا اور انڈیا ہاتھ باندھ کر کہے گا ''اپنا کشمیر واپس لے لو'' (انشاء اللہ)

اور ہاں! اگر مسلمان غیر اسلامی مصنوعات کو اعلیٰ اور معیاری گردانتے ہوئے کم تر اور غیر معیاری پر گزارا نہیں کر سکتے تو پھر متبادل معیاری مصنوعات کی پیداوار کے لیے سرگرم عمل ہو جائیں۔

امریکہ میں عربوں کی سرمایہ کاری تین کھرب ڈالر سے زیادہ ہے۔ صرف شاہی خاندان کے ایک ہزار ارب ڈالر امریکہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ پیرس کی شانزے لیزے دنیا کی مہنگی ترین شاہراہ ہے۔ اس کے دونوں اطراف بڑی بڑی دکانیں اور شاپنگ سنٹرز ہیں اس سڑک کی نوے فیصد عمارتیں عربوں کی ملکیت ہیں۔ امریکہ کے جواخانوں میں عربوں کا 73% حصہ ہے۔ برطانیہ میں مسلمانوں کے 4 ہزار بڑے شراب خانے اور ڈسکو کلب ہیں اگر اسلامی ممالک حرام کاموں میں استعمال ہونے والا سرمایہ دار الکفر سے نکال کر معاشی ہجرت کر لیں اور اپنے ملکوں میں اسلامی مصنوعات کی صنعتیں قائم کرنے میں لگا دیں، شیخ محمد کی مثال سامنے رکھتے ہوئے کام کا آغاز کر دیں تو بہت جلد اسلامی کمپنیاں ان موجودہ ملٹی نیشنل کمپنیوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھ جائیں گی۔ (انشاء اللہ)

یاد رہے! شیخ محمد دبئی شیخ راشد المختوم کے بیٹے تھے انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی کے بل کالج میں انگریزی زبان میں داخلہ لیا تو جماعت میں تعارف کے دوران جنوبی افریقہ کے ایک طالب علم نے سوال کیا آپ انگریزی زبان سیکھ کر کیا کریں گے؟ شیخ محمد کے جواب دینے سے قبل ہی ایک چینی طالب علم نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا......!

''یہ اونٹوں کو انگریزی سکھائیں گے۔''

یہ وہ جملہ تھا جس نے شیخ محمد کو جدید شہر بسانے پر اکسایا اور انہوں نے دھول اڑاتے صحراؤں اور خشک ٹیلوں پر دبئی آباد کیا اب اس شہر میں دنیا کا سب سے بڑا شاپنگ سنٹر، سب سے بڑا ایئر پورٹ اور دنیا کی سب سے بڑی تفریح گاہ ہے دنیا کا سب سے مہنگا ہوٹل بھی دبئی میں ہے۔

اگر اسلامی دنیا کا ہر فرد شیخ محمد کے عزم، تدبر اور حوصلے کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے قدم خود انحصاری کی منزل کی طرف موڑ لے تو نہایت قلیل مدت میں دنیا کا نقشہ یکسر تبدیل ہو جائے گا۔

1985ء میں جب صدر ضیاء الحق امریکہ گئے تو ہیوسٹن میں ان کو دیئے گئے عشائیے میں میزبان نے اسلامی اقدار کے احترام میں شراب کا اہتمام نہ کیا اگلے روز وہاں کے اخبار ''ہیوسٹن ٹائمز'' میں خبر شائع ہوئی۔

''اسلام کے لمبے بازو ہیوسٹن پہنچ گئے''

اگر امت مسلمہ غیر اسلامی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کر دے تو یقین واثق ہے کہ عالمی الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا Land arms of islam reach huston کے بجائے چیخ چیخ کر ایسی خبریں نشر کر رہا ہوگا۔

باقی صفحہ 40 پر

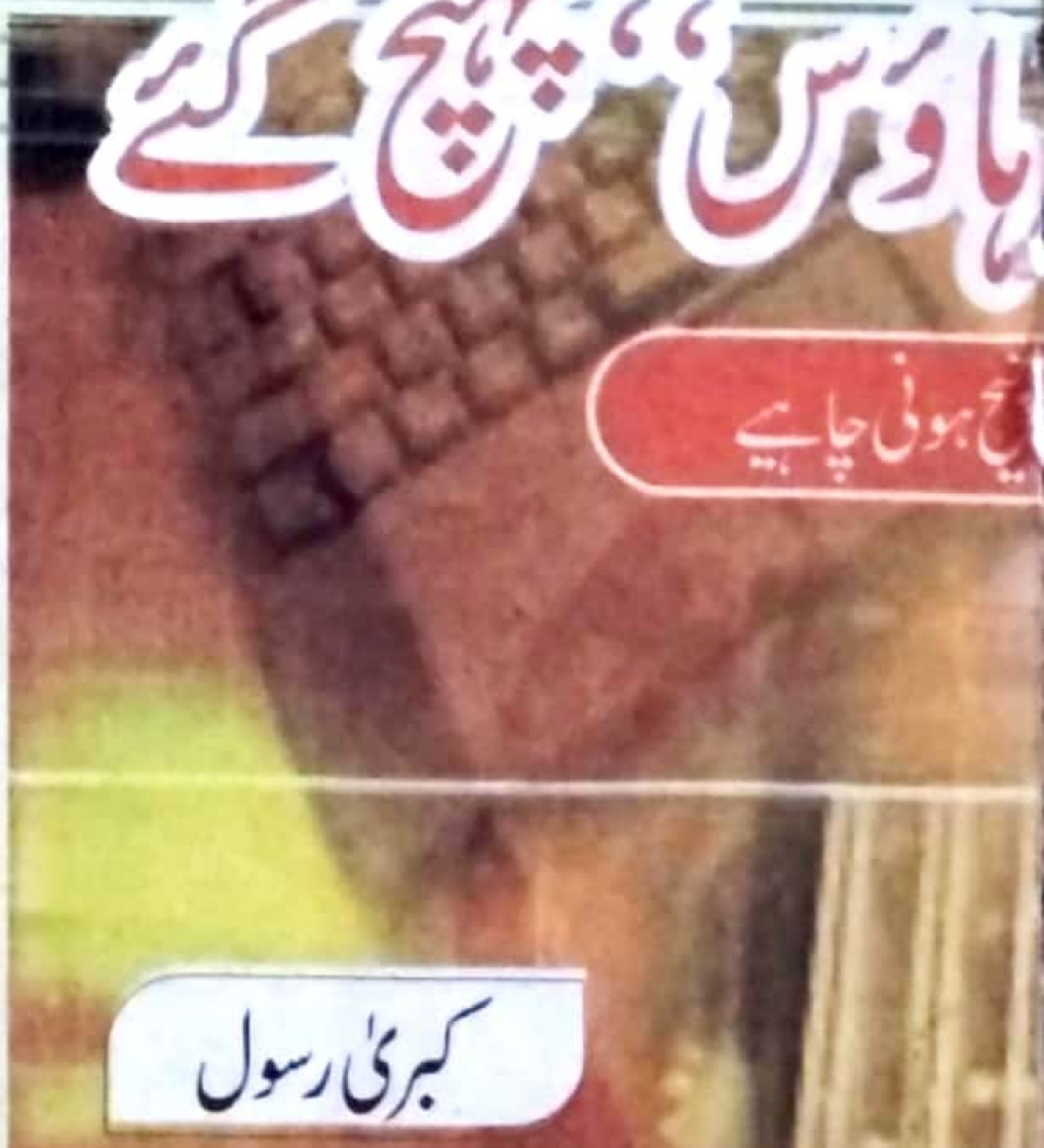

آؤ ہم شیطان کی مخالفت کریں

شیطان کسے کہتے ہیں:

الشیطان: یہ عربی زبان کا لفظ ہے۔

صاحب لسان رقم طراز ہے:

''اہل عرب ہر اس چیز کو شیطان بولتے ہیں جو سرکش اور باغی ہو۔خواہ وہ انسان ہو جن ہو یا کوئی جانور ہو۔''

یہی وجہ کہ قرآنِ مجید اور احادیث مبارکہ میں بھی لفظ شیطان سرکش و باغی انسانوں اور جنوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''اسی طرح ہم نے شیطان صفت انسانوں اور جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا جو دھوکا دینے کی غرض سے کچھ خوش آئند باتیں ایک دوسرے کے کانوں میں پھونکتے رہتے ہیں۔'' (الانعام:112)

اسی طرح عہد نبوی ﷺ میں جو منافق سرکش لوگ تھے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے لفظ شیطان استعمال کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ: (البقرہ:14)

''اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے اور جب اپنے شیطانوں کی طرف اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو صرف مذاق اڑانے والے ہیں۔''

اس طرح شیطان کا زیادہ استعمال جنات کے لیے استعمال ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ يَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ كُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ : (الانبیاء:۸۲)

''اور کئی شیطان جو اس کے لیے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ کام بھی کرتے تھے اور ہم ان کے نگہبان تھے۔''

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑا سرکش، نافرمان اور اللہ کا باغی چوں کہ ''شیطانِ اکبر'' یعنی ابلیس ہے اس لیے یہ لفظ زیادہ ابلیس ہی کے لیے استعمال ہوا اور عرف عام میں بھی اس سے یہی مراد لیا جاتا ہے۔

شیطانِ اکبر کے مددگار کون ہیں؟

شیطانِ اکبر اگرچہ اکیلا ہی ساری انسانیت کا دشمن ہے مگر اس کے ساتھ اس کے بہت سے مددگار بھی چیلے چانٹوں کی شکل میں موجود ہیں۔ شیطان چونکہ جنات میں سے ہے اس لیے اس کے زیادہ چیلے چانٹے جنات ہی سے ہیں۔ کیوں کہ ان کے ذریعے کام کروانا اس کو بہت زیادہ موزوں ہوتا ہے۔ یہ بغیر دکھائی دیے انسان کے دل میں وسوسہ ڈالنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اس طرح ہر انسان کو گمراہ کرنا اس کا مقصد ہے ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے لاعلمی اور جہالت کی بنا پر انسان بھی اس کی باتوں میں آ کر اس کے قریب ہو کر اس کا مددگار بن جاتا ہے۔لیکن اگر انسان اللہ کی یاد سے غافل ہو جائے تو یہ اس پر تسلط جماتا اور گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ: (الزخرف:32)

''اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا ہے۔''

شیطان ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن کو ساتھی بنا کر مقرر کر رکھا ہے۔ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کے ساتھ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میرے ساتھ بھی مگر میرے رب نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی ہے اور وہ میرے تابع ہو گیا۔ اس لیے وہ مجھے خیر و بھلائی کے علاوہ کوئی اور حکم نہیں دیتا۔'' (صحیح مسلم)

دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں میرے ساتھ بھی مگر میرے رب نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی ہے اور وہ مسلمان ہو گیا ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان موجود ہوتا ہے۔ بالعموم جو ہر وقت انسان کے تعاقب میں رہتا ہے اور جب موقع ملتا ہے انسان کے دل میں بُرا وسوسہ پیدا کر دیتا ہے اگر انسان اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے تو یہ اپنے بُرے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پاتا۔ بلکہ شیطان اس سے کئی میل تک دور

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان موجود ہوتا ہے۔ بالعموم جو ہر وقت انسان کے تعاقب میں رہتا ہے اور جب موقع ملتا ہے انسان کے دل میں برا وسوسہ پیدا کر دیتا ہے......!

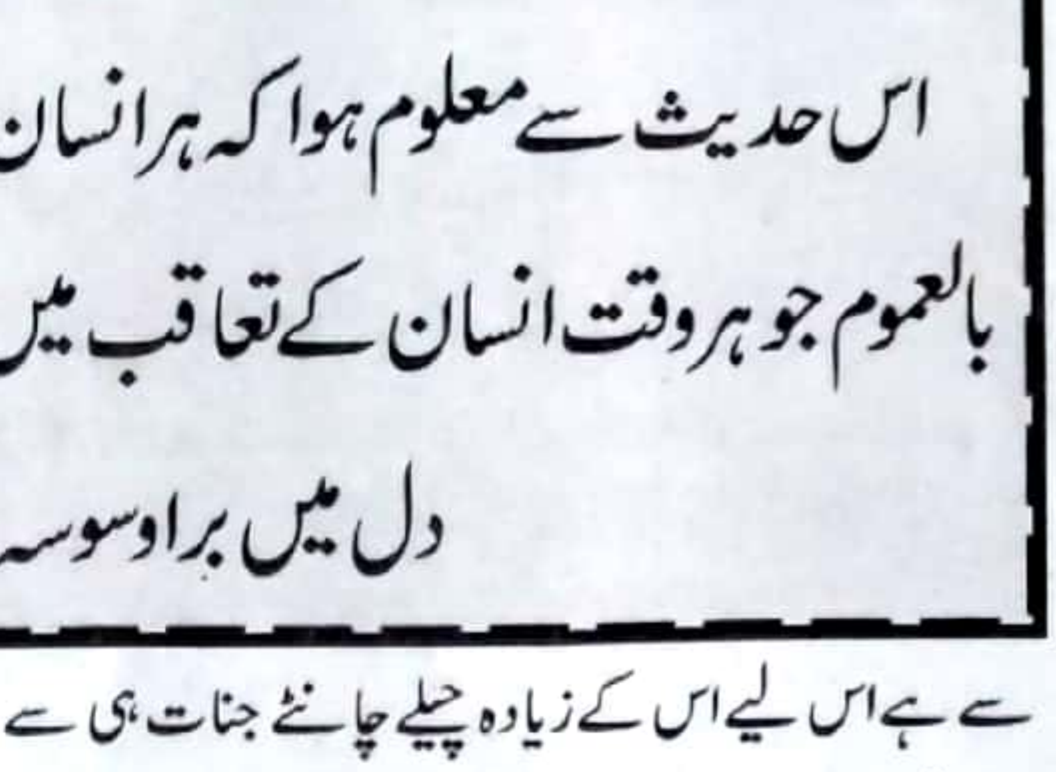

بھاگ جاتا ہے۔

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے:

1: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ: (یوسف:5)

''بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

2: ''یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔'' :

(الاسراء:35)

3: ''اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔'' (الفرقان:29)

4: ''تمہیں (سیدھی راہ) سے شیطان روک نہ دے کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' (الزخرف:62)

5: ''کیا میں نے تمہیں تاکید نہ کی تھی اے اولاد آدم! کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا، یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے اور بلاشبہ اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا۔ تو کیا تم نہیں سمجھتے تھے۔: (یٰسین:62/60)

6: ''اے آدم کی اولاد! کہیں شیطان تمھیں فتنے میں نہ ڈال دے، جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، وہ دونوں سے ان کے لباس اتارتا تھا، تا کہ دونوں کو ان کی شرمگاہیں دکھائے، بے شک وہ اور اس کا قبیلہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کے دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔'' (الاعراف28)

ان تمام آیتوں سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ آدم سے لے کر اب تک شیطان انسانوں کا ازلی دشمن رہا ہے۔ اور ہمیشہ راہ راست سے ہٹا کر انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ (اعاذنا اللہ منہ) شیطان کی پیروی کبھی نہ کرو:

آئیں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم کو کتنی بار شیطان لعین کی پیروی کرنے سے روکا ہے۔ قرآن مجید میں بے شمار ایسے مقامات ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم شیطان کی پیروی نہ کرو۔

1: ''اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو۔''

(البقرہ:2/8)

2: ''اے ایمان والو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔''

(النور:21)

3: ''کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں رزق دیا اور شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو۔'' (الانعام:124)

یہ بات ذہن نشین کرنا چاہیے کہ شیطان کی پیروی اور نقش قدم پر چلنے کا دوسرا معنی ہے کہ اللہ کی نافرمانی اور حکم عدولی کی جائے۔ گویا کہ ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی ہو اسے بجا لانا شیطان کی پیروی کرنے کے مترادف ہے۔ کیوں کہ شیطان کا مشن ہی یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا نافرمان، باغی بن جائے۔

اللہ کے لیے غور فرمائیں میں چند باتیں قارئین کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جو کہ روزمرہ زندگی میں ہم اکثر شیطان لعین کی پیروی میں کرتے ہیں۔ چونکہ شیطان لعین ہمارا ازلی دشمن ہے تو شیطان لعین کی مخالفت کرنا ہم سب مسلمانوں پر فرض ہے۔ لہٰذا میں چند چیزیں اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کروں گا جو شیطانی فعل ہیں۔

ہمارے حقیقی مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم شیطانی افعال کی بھرپور مخالفت کر کے حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں میں شمار ہو جائیں اور یہ دنیا فانی ہمارے لیے باعث رحمت بن جائے اور جنت النعیم ہمارا ٹھکانہ بن جائے۔ آمین۔

> **ہمارے حقیقی مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم شیطانی افعال کی بھرپور مخالفت کر کے حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں میں شمار ہو جائیں......!**

شیطان کی مخالفت

1: کھانا پینا:

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پیے تو اپنے دائیں سے پیے کیوں کہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔'' (مسلم: ابوداؤد)

امام الصنائی فرماتے ہیں:

''یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کا اپنے بائیں ہاتھ سے کھانا اور پینا حرام ہے کیوں کہ اس میں علت یہ ہے کہ شیطانی فعل ہے اور شیطان کی عادات میں سے ایک ہے اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ان چیزوں سے باز رہیں جو فسق اور شیطانی عمل ہیں۔''

اس طرح اگر کوئی شخص بائیں ہاتھ کے ساتھ کھاتا پیتا ہے تو شیطان لعین سے مشابہت ہو جائے گی۔

لہٰذا جب نافرمانوں اور سرکشوں کی مشابہت حرام ہے تو شیطان ملعون کی مشابہت بالاولیٰ حرام ہے۔ اس لیے دائیں ہاتھ کے ساتھ ہی کھانا، پینا چاہیے اور شیطانی کام کی مخالفت کرنی چاہیے۔ البتہ مجبوری کی صورت میں اس کی گنجائش ہے۔

واللہ اعلم

2: شیطان ایک جوتا پہن کر چلتا ہے:

''سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ شیطان ایک جوتا پہن کر چلتا ہے۔'' (سلسلۃ الصحیحہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی ایک جوتا پہن کر چلتا ہے تو وہ شیطان کی پیروی کرتا ہے اس لیے اس کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ دونوں جوتے پہن کر چلے۔ اس طرح دوسری روایت سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایک جوتے میں مت چلے اسے چاہیے کہ دونوں جوتے پہنے یا دونوں جوتے اتار دے۔'' (بخاری)

اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے ایک جوتا پہن کر چلنے سے منع فرمایا اگر چلنا ہے تو دونوں جوتے پہن کر چلے یا دونوں کو اتار کر چلے۔''

اس لیے اس میں حکمت ہے کہ جوتے پہننے کا مقصد پاؤں کو تکلیف دہ چیزوں سے مثلاً کانٹوں، پتھروں وغیرہ سے بچانا ہے۔ اگر ایک پاؤں ننگا ہو گا تو اس سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ صحیح طریقے سے چل بھی نہیں سکے گا۔ ایک طرف اس کے گرنے کا اندیشہ ہے دوسری طرف اسے پاؤں میں موچ آنے کا خدشہ ہے۔ اس لیے دین اسلام ہمیشہ انسان کے لیے کارِ خیر کی راہ نمائی کرتا ہے اور مشکل اور سخت کام سے منع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے شیطانی کام چھوڑ کر صحیح سنت نبوی ﷺ اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

3: شیطان قیلولہ نہیں کرتا:

''سیدنا انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیلولہ کرو کیوں کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔''

قیلولہ: دوپہر کو آرام کرنے کو قیلولہ کہتے ہیں۔ ہم سب کو چاہیے کہ ہم قیلولہ کریں تا کہ شیطان مردود سے مخالفت ہو قیلولہ سے مراد طویل نیند نہیں۔ (جاری ہے)

(بشکریہ الاعتصام)

بچوں کی دنیا

اختِ ابوذر عبداللہ

پیارے بچو۔۔۔۔!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ملکی حالات دن بدن خراب ہوتے جا رہے ہیں۔۔۔۔وطن عزیز سے محبت کرنے والا ہر شخص اس صورتحال پر پریشان دکھائی دیتا ہے۔۔۔۔۔مہنگائی بے روزگاری لوڈشیڈنگ، بم دھماکے اور فائرنگ ایک بھوت کی طرح ہر پاکستانی کے ذہن پر سوار ہے۔۔۔۔ہرکوئی دہائی دے رہا ہے ۔۔۔۔کہ ملکی حالات بگڑتے جا رہے ہیں۔۔۔۔حکمرانوں نے اس ملک کو تباہ کر دیا ہے۔۔۔۔اور پتہ نہیں کیا کیا۔۔۔؟

ٹھہریئے۔۔۔!!

کہیں اس سب کے ذمہ دار ہم ہی تو نہیں۔۔۔؟

سوچئے۔۔۔ضرور سوچئے۔۔۔!پھر جلد ہی آپ کو جواب بھی مل جائے گا۔۔۔۔

ہاں۔۔۔۔

ہم بحیثیت قوم بے حس ہو چکے ہیں۔۔۔اپنے اردگرد سے بے نیاز، بلب جلتا ہے جلتا رہے، پنکھا چلتا ہے تو چلتا رہے، پانی ضائع ہوتا ہے تو ہوتا رہے ہماری بلا سے۔

ہم لوڈشیڈنگ کا رونا روتے ہیں لیکن بجلی محفوظ نہیں کرتے۔

ہم دھماکوں پر تشویش کا اظہار کرتے ہیں لیکن بدامنی پھیلانے والے ہاتھوں کو کاٹنے کا نہیں سوچتے۔۔۔

آیئے۔۔۔۔!

بے حسی، مایوسی کی دلدل سے نکل کر عزم واستقامت اور اللہ کی مدد کے ساتھ ساری قوم اپنے مسائل کا حل خود نکالنے کی سعی کرے۔

اللہ نے چاہا تو پھر ملیں گے

والسلام

آپ کی آپی اختِ ابوذر عبداللہ

☆......☆......☆

غلطی

''عمارہ آج پھپھو آ رہی ہے۔۔۔۔'' چھوٹے بھائی کی اطلاع پر اس کا مرجھایا چہرہ کھل اٹھا۔۔۔سچ۔۔۔؟''اس نے بے یقینی سے سوال کیا''ہاں بالکل سچ'' بھائی نے جواب دیا۔۔۔عمارہ خوشی خوشی انتظار کرنے لگی۔

گرمیوں کی طویل اور اکتا دینے والی دوپہریں اس کے لیے پریشانی کا باعث ہوا کرتی تھیں، سکول سے چھٹیاں، خالہ کے گھر گرمی کی وجہ سے امی جانے نہیں دیتی تھیں اور نیند اسے آتی نہیں تھی۔۔۔ایسے میں پھپھو کی آمد اس کے لیے انتہائی خوشی کا باعث تھی کیونکہ پھپھو کے ساتھ اس کی ہم عمر کزن بھی آ رہی تھی۔۔۔

انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں۔۔۔نو بجے کے قریب وہ لوگ آئے تو وقت گزرنے کا پتہ تک نہ چلا، دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد جب امی اور پھپھو لیٹ کر باتیں کرنے لگیں تو انہیں بھی سونے کا حکم دے دیا گیا۔۔۔لیکن انہیں نیند کہاں آتی۔۔۔۔؟

وہ ایک دوسری کے کان میں سرگوشیاں کرنے لگیں۔۔۔

جانے کب امی اور پھپھو سو گئیں۔۔۔تو دونوں چپ چاپ دبے قدموں صحن میں آ گئیں۔۔۔۔آؤ باہر چلتے ہیں کوثر نے کہا تو عمارہ بھی اس کے ساتھ چل دی گرمیوں کی ڈھلتی دوپہر میں سڑک سنسان پڑی تھی۔۔۔دکانیں بند تھیں اور کسی گاڑی کا نام ونشان تک نہ تھا، آؤ عمارہ سڑک پر کھیلتے ہیں۔

کوثر نے خالی سڑک دیکھ کر آئیڈیا دیا''نہیں میری امی کہتی ہیں سڑک پر نہیں کھیلنا چاہیے۔۔۔''عمارہ نے کہا''تم ڈرپوک ہونا۔'' کوثر نے اسے اکسایا''نہیں بابا تم جو مرضی کہہ لو لیکن سڑک پر نہیں کھیلنا آؤ گھر چلیں'' عمارہ نے اس ڈر سے کوثر کا ہاتھ تھام لیا کہ کہیں وہ سڑک پر دوڑنے والی بات کو عملی جامہ نہ پہنا دے۔لیکن کوثر نے اپنا ہاتھ چھڑایا اور سڑک کی طرف بڑھ گئی۔۔۔''کوثر نہ جاؤ، کوثر واپس آ جاؤ۔۔۔۔'' منہ بسورتی عمارہ نے اسے بہت سی آوازیں دیں لیکن وہ سڑک کے دوسرے کنارے جا کر گول دائرے کی شکل میں سڑک کے درمیان تک چکر لگانے لگی۔۔۔

''اگر اسے کچھ ہو گیا تو۔۔۔۔۔؟ عمارہ کے ننھے ذہن نے سوچا اور اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔۔۔۔تھک ہار کر وہ سڑک کے کنارے لگے درخت کی چھاؤں میں بیٹھ

میں نے پوچھا۔۔۔۔۔؟؟؟

س: آپی! موجودہ حالات میں حکمرانوں کے نام پیغام (ارم شہزادی ملتان)

ج: مفاہمت نہ سکھا جبر ناروا سے مجھے
میں سربکف ہوں لڑا دے کسی بلا سے مجھے

س: آپی جی! کیا سچ مچ اسامہ بن لادن شہید ہو گئے ہیں۔۔۔؟ (عبداللہ عمر گوجرانوالہ)

ج: وہی قاتل، وہی شاہد، وہی منصف ٹھہرے
اقربا میرے کریں قتل کا دعویٰ کس پر

س: آپی! ملک کے بگڑتے حالات حکمرانوں کو کیوں نظر نہیں آتے؟

ج: بہنا۔۔! جب آنکھیں ڈالروں کی چمک سے چندھیا جائیں تو حقائق دھندلا جاتے ہیں۔

س: آپی جی! اگر ہم امریکہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہو تو کیا ہوگا۔؟ (اسامہ اکرم ننکانہ)

ج: نصر من اللہ وفتح قریب

خشیت الٰہی

ایک چھوٹا سا بچہ مسجد میں ہاتھ پھیلائے بیٹھا رو رہا تھا۔ کسی بزرگ نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو تو اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کے خوف سے رو رہا ہوں جہنم کی آگ کے ڈر سے رو رہا ہوں بزرگ نے کہا پیارے تمہاری عمر ہی کیا ہے تمہیں جنت اور جہنم سے کیا لگے تو بچے نے جواب دیا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ جب میری امی جان آگ جلاتی ہے تو پہلے چھوٹی چھوٹی لکڑیاں جلتی ہیں پھر بڑی لکڑیاں جلتی ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ چھوٹوں کو پہلے آگ میں ڈالا جائے اور پھر بڑوں کو میں اس ڈر کی وجہ سے رو رہا ہوں کہ اللہ میرے ساتھ ایسا نہ ہو۔

اللہم سب کو جہنم کی آگ سے بچائیے۔ (آمین ثم آمین)

(اقراء امجد، چونگی امر سدھو لاہور)

معلومات

کیا آپ جانتے ہیں۔۔۔؟

☆ڈیرہ غازی خان میں ایک ایسی چارپائی تھی جس پر بیک وقت 150 آدمی بیٹھ سکتے تھے۔

☆اسلامی ملکوں میں سب سے زیادہ رقبہ سوڈان کا ہے۔

☆شکرہ بہت تیز پرندہ ہے جو ایک ہزار فٹ کی بلندی سے شکار کو دیکھ سکتا ہے۔

☆ایران کی بلند ترین چوٹی کا نام ریماؤنڈ ہے۔

☆دنیا میں سب سے زیادہ سنی جانے والی آواز اذان ہے۔

☆دنیا کا سب سے بڑا دریا دریائے نیل ہے۔

☆افغانستان کا بلند ترین پہاڑ کوہ ہندوکش ہے۔

انتخاب:۔فاخرہ مشتاق کھڈیاں خاص

دعا

شیطانی وسوسہ دور کرنے کی دعا

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرماتے ہیں

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ o

ترجمہ:۔اور اگر شیطان کے وسوسہ ڈالنے سے تم کو وسوسہ ہو تو اللہ کی پناہ مانگو (وہ تم کو بچا لے گا) بے شک وہ سننے جاننے والا ہے

(سورۃ حم سجدہ: آیت 36)

کوئز

1:۔وہ کونسی صحابیہ ہیں جن کے سات بیٹے غزوہ بدر میں شریک تھے؟

2:۔غزوہ بدر کب ہوا؟

3:۔مقام تبوک کا مدینہ سے کتنا فاصلہ ہے۔۔۔۔؟

4:۔وہ کونسے صحابی تھے جو غزوہ احد میں ایک مجاہد کے ہاتھوں لاعلمی سے شہید ہوئے۔

5:۔پاکستان میں کل کتنے ریلوے سٹیشن ہیں۔۔۔؟

کر اسے چکر لگاتے دیکھنے لگی۔۔۔۔ کہ اچانک مشرق کی جانب سے ایک ٹرک نمودار ہوا، عمارہ نے سڑک پر بے خبری سے چکر لگاتی کوثر کو دیکھا اور ٹرک کو بھی جو اس سے چند گز کے فاصلے پر تھا۔۔۔ ''کوثر ٹرک آ رہا ہے۔۔۔۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کر کوثر کو خبردار کرنے کی کوشش کی۔۔۔ لیکن کوثر نے تو جیسے کچھ سنا ہی نہیں ٹرک قریب آ گیا تھا خوف کی شدت سے عمارہ نے آنکھیں بند کر لیں اور اگلے ہی لمحے بریک لگنے سے پیدا ہونے والی ٹائروں کی چرچراہٹ اور کوثر کی چیخ ایک ساتھ سنائی دی اس نے آنکھیں کھول کر کوثر کی طرف دیکھا جو فٹ بال بنی ٹرک کے نیچے پڑی تھی۔ کانپتی ٹانگوں کے ساتھ وہ گھر دوڑ گئی ''ام۔۔۔امی۔۔۔۔!'' اس نے روتے ہوئے امی کو آواز دی تو امی اور پھپھو کو اس کی برستی آنکھیں اور اڑی اڑی رنگت دیکھ کر کسی انہونی کا احساس ہوا۔۔۔ کوثر کدھر ہے۔۔۔؟

امی نے پوچھا ''وہ ٹر۔۔۔۔ٹرک لگ۔۔۔۔۔کے نیچے۔۔۔۔'' اور اس سے آگے اس سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔۔۔ امی اور پھپھو چادریں سنبھالتی باہر کو لپکیں۔۔۔۔ وہ بھی بھاگی آئی۔۔۔۔ کوثر کو اسی ٹرک میں ڈال کر قریبی ہسپتال لے جایا گیا۔۔۔ مسلسل علاج اور پھپھو کی دیکھ بھال نے اسے چلنے پھرنے کے قابل تو بنا دیا۔۔۔۔ لیکن اس کی دائیں ٹانگ چھوٹی ہو گئی جو کئی آپریشنز کے بعد بھی جوں کی توں رہی۔۔۔۔ اب وہ لنگڑا کر چلتی ہے ایک ذرا سی غلطی نے اسے عمر بھر کا روگ لگا دیا۔۔۔ اور یہ سوچتی ہے کاش میری زندگی میں وہ قیامت خیز لمحے نہ آئے ہوتے۔ لیکن اب پچھتانا کس کام کا۔۔۔۔۔۔؟

فصیل درد

حالاتِ حاضرہ

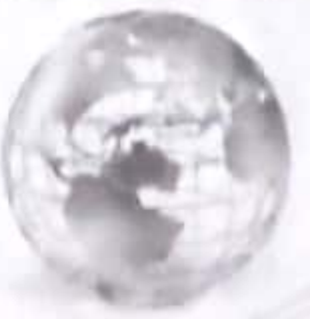

میاں عمر انعام

2011ء کی روانگی سے چند دن پہلے ایک ظالم امریکی جاسوس قرطبہ چوک کو 2 معصوم پاکستانی نوجوانوں کے خون سے لال کر گیا۔۔۔۔قاتل پکڑا گیا۔۔۔ملک پاکستان کے میر جعفر ومیر صادق بیدار ہوئے۔۔۔۔قاتل اپنی کمین گاہ میں جا چھپا۔۔۔نمک خوار جانوروں نے اپنے باپ امریکہ کی خوب مدد کی۔۔۔دم ہلا ہلا کر۔۔۔پارلیمنٹ کے اندر بھی اور میڈیا کے سامنے بھی۔۔۔''مالک خوش ہوا'' اور حسین حقانی پر رنگین انعامات کی بارش کر دی گئی آسمان سے برستی بارود کی بارش جاری رہی۔۔۔قبائلی مرتے رہے۔۔۔ظلم بڑھتا رہا۔۔۔اغیار نے خوب خودکش دھماکے کروائے۔۔۔اور پاکستانی میر جعفر پر دھماکے کو کسی ''غیبی'' طالبان کمانڈز کے نام ڈالتا رہا۔۔۔ڈالر وصول کرتا رہا۔۔۔ظلم بڑھتا رہا۔۔۔

تم نئی نسل کے مجرم ہو حقیقت یہ ہے
جرم تسلیم کرو اپنا پرانے لوگو۔۔۔

نیا سال خون سے رنگین رہا۔۔۔۔ پاکستانیوں کے خون سے۔۔۔ چیخ وپکار میں کچھ گناہ چھپتے رہے اور کچھ سامنے آتے رہے۔۔۔اور پھر۔۔۔عالم اسلام کے ہیرو۔۔۔۔دنیا کے مطلوب ترین مجاہد۔۔۔شیخ اسامہ بن لادن کو ایبٹ آباد میں شہید کرنے کا دعویٰ کر دیا گیا۔۔۔دومئی کی شب۔۔۔حساس فوجی علاقہ۔۔۔امریکی گیدڑ اپنے پھس پھسے ہتھیار لے کر ملکی سالمیت کو روندتے اور علاقائی خود مختاری کو تاراج کرتے۔۔۔پاکستان آئے۔۔۔ ڈرامے کو آخری مراحل میں داخل کرنے کے لئے۔۔۔اس ڈرامے کے بہت سے سین منظر عام پر آ چکے ہیں جو امریکہ کی کمزور ڈرامہ پروڈکشن کے پول کھول دیتے ہیں۔۔۔ڈرامہ کرنے کے لئے آنے والے کردار۔۔۔رات کی تاریکی میں ہی لوٹ گئے۔۔۔اب باری تھی دوبارہ ملکی میر جعفر ومیر صادق کے بیدار ہونے کی۔۔۔سو وہ جاگے اور ڈرامے کی اتنی تشہیر کی کہ لوگ اسے سچ سمجھنے لگے۔۔۔ایک عام سا مجاہد ایک مقام پر 7 دن سے زیادہ نہیں قیام کرتا۔۔۔اور شیخ اسامہ یہاں پانچ سال سے مقیم تھے ''بمعہ اہل وعیال''۔۔۔جھوٹ۔۔۔۔اسامہ مجاہد کے سر کی قیمت لگی ہے میرے آقا ﷺ کے سر کی بھی قیمت لگی تھی۔۔۔۔ہاں وہی قیمت جسے پانے عمر بن خطاب نکلے تھے۔۔۔اور پھر رب نے خود عمر کو فاروق بنا ڈالا۔۔۔آج اربوں مسلمانوں میں سے کتنے ہیں جو جہاد کو اپنا کر اپنے سر کی قیمت لگوا سکیں فقط دو درجن۔۔۔۔اور۔۔۔کوئٹہ کے علاقے اخروٹ آباد میں ڈھایا گیا ظلم عظیم بھی تو پکارے گا۔۔۔جب ہمارے ٹکڑوں پر پلنے والے پولیس ملازمین اور ایف سی کے اہلکاروں نے پانچ پردیسی دیار غیر میں مار ڈالے۔۔۔ظلم و درندگی کی وحشیانہ نمائش۔۔۔تف ایسے محافظوں پر جو ملکی دشمنوں کو تو پکڑ نہ پائیں اور عورتوں اور بے گناہ مردوں کو بھون ڈالیں۔۔۔صد ہزار لعنت۔۔۔مسلمان عورت اپنے بطن میں سات ماہ کا بچہ لیئے ملک پاکستان کے محافظوں کے ہتھیاروں کی بھینٹ چڑھ گئی۔۔۔وجہ رشوت نہ دینا۔۔۔عذاب کیوں نہ آئیں۔۔۔

اب گا رہے ہو نغمۂ تقدیس زندگی
جب زندگی کے جسم پر اک تار بھی نہیں!

شبقدر میں F.C کے ٹریننگ کیمپ سے پاس آؤٹ ہو جانیوالے معصوم پاکستانی قتل ہوئے۔۔۔کس جرم میں؟؟؟ منصفو! جواب دو۔۔۔اور پھر۔۔۔صحافی سلیم شہزاد قتل ہوئے۔۔۔لوگو! جب کسی ''آزاد'' ملک میں سچ کہنے اور لکھنے کی سزا صرف ''موت'' مقرر کی جائے تو خاکم بدہن اس ملک کی بقا کے دن انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔۔۔اللہ نہ کرے کیا ہم سقوط بنگال کے بعد سقوط بلوچستان کی جانب تو نہیں بڑھ رہے؟۔۔ اگر ہاں تو پھر وہ ناسور کاٹ ڈالنے چاہیں جو

ہمیں اتنا بڑا زخم دیں۔۔۔
پھر۔۔۔پی این ایس مہران۔۔۔کراچی پر دشمنوں کے حملہ کا دکھ بھی تو ہے۔۔۔فوجی مقامات بھی اس قدر غیر محفوظ نہ تھے۔۔۔بدبودار سکیورٹی ادارے جن سے گھن آتی ہے ہمیں اب۔۔۔وہ کہاں ہیں۔۔۔بڑے شہروں میں اتنے دم ہلانے والے پالتو جانور نہیں جتنے یہ لوگ ہیں۔۔۔پھر بھی دشمنانِ دین وملت ان کی نظر سے بچ کر اپنی منزل پر کاروائی کر جاتے ہیں۔۔۔اور یہ صرف سلیم شہزاد جیسوں کو قتل کرتے رہتے ہیں۔۔۔بے غیرت امریکی غلام۔۔۔اس کا ملبہ بھی اسلامی تنظیموں پر ڈال کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔۔۔بحریہ کی سب سے قیمتی متاع گنوا کر بھی کوئی شرمندہ نہیں کوئی شرمسار نہیں ضمیر کو تھپکیاں دے کر سلانے والے عزت وغیرت سے ماورا لوگ۔۔۔ اور پھر۔۔۔ٹیری جونز لعنتی کا ذکر بھی کرتے چلیں جس نے گہری سازش کے تحت اس کتاب عالی شان کو جلا ڈالا جو مکمل انسانیت کی بھلائی ہے۔۔۔عوامی سطح پر بہت احتجاج ہوا۔۔۔مگر مسلمان حکمران سوئے رہے۔۔۔ٹیری جونز۔۔۔کسی عامر چیمہ شہید کا انتظار کر۔۔۔جو اللہ کے کرم سے جلد تیرے ناپاک جسم اور تیری گندی روح کو الگ الگ کر دے گا۔۔۔ان شاء اللہ۔۔۔اور۔۔۔اور۔۔۔کراچی میں رینجرز کے ہاتھوں مرنے والے سرفراز شاہ کا دکھ بھی تو ہے۔۔۔
ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے۔۔۔دلخراش واقعے کی ویڈیو دیکھ کر خدا کی قسم سکون چھن گیا۔۔۔زندگی میں پہلی بار ڈر لگا اس سرزمین پر۔۔۔کہ نجانے ہم جیسے نوجوان کب کسی محافظ کی رعونت کا شکار بن کر تاریک راہوں کے مقتول بن جائیں۔۔۔پہلی بار خود کو غیر محفوظ تصور کیا۔۔۔کہ نجانے کب کوئی پولیس والا اپنی سرکاری رائفل سے فقط اس لیے مار ڈالے کہ ہمارے پاس اسے دینے کو رشوت نہیں۔۔۔

کب قتل ہوا کب خون بہا، کب لاش گری بازاروں میں
پھر لعل کسی کا لال ہوا اور خبر لگی اخباروں میں

اور پھر جب منصف اعلیٰ پاکستان جناب افتخار محمد چوہدری نے سوموٹو ایکشن کے بعد حکومت کو اس واقعہ کے متعلق نوٹس بھیجا تو اس نے عدالتی احکامات ماننے سے انکار کر دیا۔۔۔بعد میں عدالتی حکم کا ستیاناس کر کے اس پر عمل درآمد ہوا۔۔۔لوگو! سرفراز شاہ مارا گیا وہ پولیس سے ہاتھ جوڑ کر معافیاں مانگتا رہا بھرے مجمعے نے اس کی بے کسی اور بے بسی کا تماشا دیکھا کیمروں کی آنکھوں نے وہ منظر عوام کی دل چسپی اور لطف اندوزی کے لیے محفوظ کر لئے کہ عوام الناس اب ایسے ہی نظاروں کو دیکھنے کے لیے اخبار پڑھتی ہے اور اپنے جرم بے گناہی کی سزا کسی اور کو ملتے دیکھ کر ستائے ہوئے ذہن تسکین پاتے ہیں۔۔۔مرتے وقت وہ بدنما داغ بھی اس کے خون سے تر دامن پر لگا دیا گیا جو شائد اس کے دامن اور اسکی ماں کے دل سے کبھی نہ دھل پائے۔۔۔ایک ڈکیت کا داغ۔۔۔سرفراز شاہ نے وہ قرض بھی ادا کیے جو واجب الادا نہ تھے۔۔۔ابھی سرفراز کا بے گناہ خون انصاف کا منتظر تھا کہ نشتر کالونی میں (لاہور) ایک اور نوجوان جعلی پولیس مقابلے میں مار دیا گیا۔۔۔کہا کہیں کہ اب۔۔۔

"سنا ہے جنگلوں کا بھی کوئی دستور ہوتا ہے، سنا ہے شیر کا جب پیٹ بھر جائے وہ حملہ نہیں کرتا سنا ہے ہوا کے تیز جھونکوں میں، مینا اپنے گھر کو بھول کر کوے کے انڈوں کو پروں میں تھام لیتی ہے۔ سنا ہے گھونسلے سے جب کوئی بچہ گرے، تو سارا جنگل جاگ جاتا ہے۔۔۔
سنا ہے سیلاب آجائے تو لکڑی کے تختے پر، سانپ چیتا اور بکری ساتھ ہوتے ہیں۔۔۔
منصفو۔۔۔میرے ملک میں بھی اب، کوئی جنگلوں کا ہی دستور لے آؤ۔۔۔۔۔"

ارض وطن انسانوں کی قتل گاہ میں تبدیل ہو چکی ہے۔۔۔جب تک انصاف کا بول بالا نہ ہوگا۔۔۔تب تک لاشیں یوں خزاں کے زرد پتوں کی مانند گرتی رہیں گی۔۔۔ظلم بڑھتا رہے گا۔۔۔انصاف نافذ کرنا ہوگا۔۔۔دنیا ہمارے منہ پر تھوکتی ہے اب۔۔۔اور ہم اپنے محنت سے عاری لاغر ہاتھ میں کشکول تھامے کفار سے بھیک مانگتے رہتے ہیں۔۔۔اے رب محمد ﷺ ہمارے پتھر دلوں کو نرم کر دے۔۔۔ہمیں اشرف المخلوقات بنا ڈالا اے رب۔۔۔ہم تو ارذل المخلوقات ہو گئے۔۔۔ہمیں صراط مستقیم کا راہی بنا۔۔۔اپنے دین کو ترقی سے نواز۔۔۔آمین

ہم تو مٹ جائیں گے اے ارضِ وطن تم کو
زندہ رہنا ہے قیامت کی سحر ہونے تک

(ان شاء اللہ)

ارض وطن انسانوں کی قتل گاہ میں تبدیل ہو چکی ہے۔۔۔۔۔ جب تک انصاف کا بول بالا نہ ہوگا۔۔۔۔۔ تب تک لاشیں یوں خزاں کے زرد پتوں کی مانند گرتی رہیں گی۔۔۔۔۔ ظلم بڑھتا رہے گا۔۔۔۔۔ انصاف نافذ کرنا ہوگا۔۔۔۔۔ دنیا ہمارے منہ پر تھوکتی ہے اب۔۔۔۔۔ اور ہم اپنے محنت سے عاری لاغر ہاتھ میں کشکول تھامے کفار سے بھیک مانگتے رہتے ہیں۔۔

خیال، سوچ، ارادہ وعزم، پیہم عمل وجہدِ مسلسل کسی بھی کام کے باہم مرتب ومربوط اجزاء ہیں۔ ان میں سے کسی بھی جز کی غیر موجودگی وکمزوری تکمیل کام میں رکاوٹ کا باعث ہوتی ہے۔

خوبصورت وبہترین ابتداء حسن انتہا کا پیش خیمہ ہے۔ درست اور سیدھا آغاز صحیح اختتام کی طرف لے جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ہر عمل کی بنیاد میں حسن نیت پر بہت زور دیا ہے۔ ہر کام کے بگڑنے اور سنورنے میں نیت اپنا کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں حسن نیت سے چھوٹا اور معمولی

کیا ہم جانتے ہیں؟ کہ اللہ وہ چھپی حقیقتوں سے باخبر پوشیدہ احوال کا عالم ہے، وہ نیتوں کے بدلاؤ سے واقف آنکھوں کی خیانتوں کا علم رکھتا ہے، وہ دلوں کے کینوں کو جانتا دل کے ارادوں پہ باز پرس کرنے والا ہے۔

اُسی کے علم میں ہے کہ کون اس سے کتنا، کب اور کہاں ڈرتا ہے؟ وہ خوشنودی رب کے طلبگار اور دنیا کے معاوضوں کے حریص دونوں

وہ سب سے واقف ہے۔

وہ ربّ کائنات جو ریت کے ذرات اور بارش کے قطرات کا حساب کتاب رکھتا ہے جو لاکھوں کروڑوں مخلوقات کا خالق ورزاق ہے۔ ہر چیز کا مالک ومختار کیا ہمارے دل کے بھیدوں سے بے خبر ہو گیا ہے، ہماری خیانتوں، بدنیتیوں سے لاعلم ہے، یا ہمارے ظاہر وباطن اس سے پوشیدہ ہیں۔ کیا بُرائی وبھلائی کو جنم دینے والا ان کی پہچان سے بے خبر ہو گیا ہے، اس کے اختیارات وتصرفات سے کچھ باہر ہے، یا ہماری حرکات وسکنات اسے بھول جائیں گی نہیں ہرگز نہیں! بلکہ خود ہماری سماعتیں وبصارتیں ناکارہ ہو چکی ہیں۔ مسابقت ومقاربت

اخلاص نیت حُسن عمل کی بنیاد

کام بھی بڑا درجہ ومقام پالے گا، جبکہ فتور نیت بڑے اور مشکل کام کو بھی حقیر بنا دے گا۔

نیت کی خرابی کی بنیادی وجہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی موجودگی کے احساس کو دل سے نکالنا ہے۔ اعمال وافعال میں خود مختاری ونفس پرستی کا رویہ نیت کو غلط راہ پہ ڈالتا ہے، کبر وبڑائی دل میں گھر کر لیتے ہیں، تو انسان دنیاوی شان وشوکت کو سنگِ میل قرار دے کر ریا ونفاق کو ہی اپنا شعار بنا لیتا ہے، اور پھر غفلت وفراموشی فتور نیت کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کرتی چلی جاتی ہے۔ اور شیطان اللہ کی خشیت وعظمت کو دلوں سے نکال باہر کرتا ہے۔

قطع نظر اس سے کہ نیت کی خرابی کہاں سے اور کیسے پیدا ہوتی ہے۔ آج ہم خراب نیت کے حصار میں ہر طرف سے جکڑے بندھے ہیں۔

کو جانتا ہے۔

وہ حقیقی جنتوں کے محافظ پہ بھی نظر رکھے ہوئے ہے، اور دنیا پہ فریفتہ کو بھی جانتا ہے۔

باقیات صالحات پہ مسرور ومطمئن اور
زینۃ الحیوۃ الدنیا پہ شاداں وفرحاں

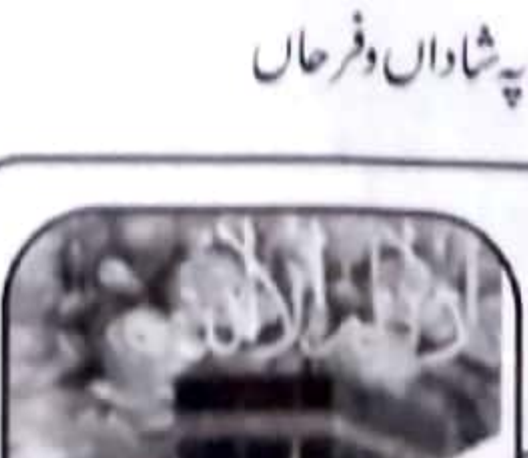

انما الاعمال بالنیات

ام سلیک احمد

دنیا نے ہم سے نفع ونقصان کے اصل پیمانے چھین لیے ہیں، عجلت وظاہریت ہمارے حواس پہ سوار ہے۔

اصل زر سے ناواقف غفلت وکوتاہی کا شکار ہو چکے ہیں۔ اخلاص نیت کا عقیدہ جس پہ اسلام نے ہر عمل کی بنیاد رکھی ہے۔ آج ہم میں نہ صرف کمزور بلکہ ختم ہوتا جا رہا ہے، ہم بھول رہے ہیں کہ عمل کی یہ منافقت کہیں ہمیں کفر کی حدود میں داخل نہ کر دے کہیں خدانخواستہ آگ کے بھڑکتے الاؤ ہمارے اعمال کو راکھ نہ بنا دیں عمر بھر کی کمائی بے وقعت قرار نہ پائے۔ ساری زندگی کی محنت اپنا رنگ دکھانے سے پہلے ہی خاک میں ملا دی جائے اور ناکامی ونامرادی مقدر ہے۔

ہر کام کی روح رواں نیت ہے جس کو دین کی اصل اساس قرار دیا گیا ہے یہی اخلاص نیت خاتمہ بالخیر کا باعث بنے گی، اخلاص معاملہ حقوق العباد کا امتحان پاس کرائے گا، ظاہر وباطن کی یکسانیت

سچائی کی منازل طے کرواتی جنت کی طرف گامزن کرے گی، نیت کی سچائی وورنگی زندہ ضمیر بیدار دل کی علامت مانی جاتی ہے۔ ہر لمحہ جوابدہی کا احساس اعمال میں خلوص کا رنگ بھرتا رہتا ہے۔

خدا کی عدالت میں اعمال کی ظاہری شکل وصورت کے مطابق حساب نہ ہوگا، بلکہ حساب اعمال کے لیے اختیار کی گئی نیتوں، قائم کئے گئے ارادوں، اٹھتے ہوئے محرکات پہ ہوگا۔ اچھی اور نیک نیت سے کئے گئے اعمال قبولیت کا درجہ پائیں گے۔ حکم خداوندی کی بجا آوری، خوشنودی رب کی تلاش دراصل اخلاص کی اصل روح ہے۔ نفسانی اغراض سے پاک وبالاتر اعمال نیت کے اعلیٰ مقام پہ فائز ہیں۔

اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ سے فرماتے ہیں۔

قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ O وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ O قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ O قُلِ اللّٰہَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِیْنِیْ O فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ O

(سورۃ الزمر 11۔14)

ترجمہ: ''کہہ دیجیے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں اطاعت گزاری کو اللہ کے لیے خاص اس کی عبادت کروں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلا فرمانبردار بنوں کہہ دیجیے کہ میں ڈرتا ہوں اگر اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں بڑے دن کے عذاب سے کہہ دے کہ اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں۔ اپنی اطاعت گذاری کو اس کے لیے خالص کر کے تو تم (اے کفار) خدا کو چھوڑ کر جس کی عبادت چاہے کرو۔''

اچھی نیت کے ساتھ دوسروں کے لئے خیر خواہی کا جذبہ دنیاوی معاملات کی بہتری وخوبصورتی کا باعث ہے۔ بدنیتی قول وفعل کا تضاد، تعصب وجانبداری، ریا ومنافقت اخلاص ومعاملات کو بگاڑتے اور ناکام بنا دیتے ہیں۔ کوئی عمل خواہ کتنا ہی پُرکشش اور بڑا دکھائی دے جب اس کا سیاہ پس منظر آشکار ہو جائے تو وہ اپنی قدر وقیمت کھو بیٹھتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو نیتوں کا سب سے بڑا عالم وراز داں ہے۔ وہ ہمارے باطن پہ فیصلہ کی قدرت رکھتا ہے، ہم اکثر اوقات دنیاوی اغراض کے نقصان کی وجہ سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اپنی بدبختی کا رونا روتے، دوسروں کو موردِ الزام ٹھہراتے نہیں تھکتے لیکن نیت کے جوہر کو پہچاننے سے عاری رہتے ہیں، کبھی دل کی خواہشات وجذبات ہمیں بدنیتی پہ مجبور کرتے ہیں۔ کبھی حسرتوں، امیدوں کے سمندر میں غوطہ زن دوسروں کے حقوق کو بھی غصب کر لینا چاہتے ہیں، کبھی ہمارے وسوسات وتحفظات بُری نیت کا شاخسانہ ہیں۔ افسوس ہم جان بوجھ کر بھلا بیٹھے کہ خدا تو ہمارے ہر

اخلاص نیت کا عقیدہ جس پہ اسلام نے ہر عمل کی بنیاد رکھی ہے۔ آج ہم میں نہ صرف کمزور بلکہ ختم ہوتا جا رہا ہے، ہم بھول رہے ہیں کہ عمل کی یہ منافقت کہیں ہمیں کفر کی حدود میں داخل نہ کر دے......!

کام کو نوٹ فرما رہا ہے۔ وہ آسمان کی وسعتوں میں کہیں گم ہوا ہے۔ نہ زمین سے ہی گیا ہے، وہ ہمہ وقت، ہمہ بین قائم وبیدار ہے۔

ہم بقائمی ہوش وحواس اس حقیقت کو مانتے ہیں، کہ خدا باخبر ہے، لیکن ذرا سوچیں کیا ہمارا عقیدہ ہمارے اعمال کی اصلاح کرتا ہے۔ ہمارے اعمال عقیدہ کے ترجمان ہیں، کیا عکس صاف وشفاف ہے عقیدہ نیت کے مترادف ہمارے افعال رنگ بھرے یا پھیکے ہیں۔

جس علم کا اعادہ ہر روز کرتے ہیں کیا اس کی تحصیل میں بھی سنجیدہ ہیں۔ پڑھتے پڑھاتے، سیکھتے سکھاتے اصل عبادت گم تو نہیں کر بیٹھے دن میں کتنی بار انجام کو سامنے پا کے خدا کے سامنے خود کو کھڑا محسوس کرتے ہیں۔

کیا خدائے بزرگ وبرتر کے لیے ہمارا تعین وفہم اسی معیار کا ہے، جو صحابہ کرامؓ کا تھا اگر ہم واقعی ہر عمل سے پہلے خدا کو سامنے پاتے ہیں تو کیا، فاسق وفاجر، قاتل وڈاکو، زانی وشرابی نہ جانتے تھے کہ اللہ موجود ہے ان کی حرکات پہ نظر رکھے ہوئے ہے۔ وہ اپنے منصب ومقام پہ فائز ہے۔

اس کے تصرفات واختیارات قائم دائم، اس کی طاقتیں وتوانیں شاداب ہیں، وہ کہیں گم نہیں ہوا ہے، کیا خائن منصف وجج نے فیصلہ دیتے ہوئے یہ سوچا کہ اللہ تمام گواہوں کو پہچانتا ہے۔ تمام شواہدات سے واقف ہے اس کے طمع وبغض پہ بھی نظر رکھے ہوئے ہے، وہ موجود ہے۔

کیا دوسروں کے حق پہ ڈاکہ ڈالنے والے غاصب نے یہ خیال نہ کیا کہ یہ زمین وجائیداد، گاڑیاں، مال واسباب سب دنیا کی چند روزہ زینت ہے۔ بددیانتی کا پول کھلنے والا ہے۔ تیرے اختیارات کا محل زمین بوس ہونے والا ہے۔ مجھے زندگی عطا کرنے والا تیری یہ ادا پرکھ رہا ہے۔ وہ افسردہ ماتحت وہ عورت وہ مرد جس نے خودغرضی وجانبداری کو گلے لگایا جس نے فرائض بھلائے۔ باہمی معاملات میں ضد وحسد کا مظاہرہ کیا انصاف کے تقاضے چھوڑے ذمہ داریوں میں خیانت کی جسے اپنے حال ومال کی فکر لاحق رہی، جو مکر وفریب دھوکہ دہی سے بازی جیتا کیا اسے خبر نہ تھی۔ کہ خدا کو دھوکہ دینے کا سوچنے والا خود بڑا بے وقوف ہے۔ اس لطیف وخبیر سے کیا چھپا ہے۔

وہ ڈاکٹر وہ وکیل جسے خدا نے خداداد صلاحیتیں دیں مہارت وقابلیت سے نوازا وہ مجبور ومعذور کو بھی نہ چھوڑے تو کس منہ سے رب سے رحم وکرم کی دعائیں مانگے آج خدا تمہارے اٹھے ہاتھوں کی لاج رکھے تمہاری طرف دیکھے سنے وہ اس وقت بھی دیکھتا تھا جب تم کسی کی محتاجی وغریبی دیکھنے سے عاری تھے۔ وہ تو ہمہ بین ہے تمہارے ظرف حقیر ہیں۔

مالکہ گھر جو تیز طرازی وزبان درازی کو عین کامیابی خیال کئے ہوئے ہے جو دوسروں کے جذبات وخواہشات کی بھی مالکہ بن جانا چاہتی ہے۔

آج اپنی مکارانہ چالوں سے دوسروں کو گرا کر فائدے جمع کر سکتی ہے، بے زبانوں، لاچاروں، مجبوروں پہ زیادتیاں کر کے میدان مار سکتی ہے۔ لیکن یہ نہیں جانتی کہ یہ شہنشاہی ختم ہونے والی ہے ''یوم الدین'' آنے والا ہے۔ جس دن سینگ والی بکری کو بھی بے سینگ بکری پہ زیادتی کا حساب چکانا ہے۔ انسانوں کا کوئی ظلم کہاں چھپا رہ سکے گا خدا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ وہ آدم بیزار ہو جس نے اندھیرے کو موقع پا کر کائی لگی باسی روٹی معذور وبے بس ساس کو تھما دی بوڑھی ماں رنجور دل کو تھام کے رہ گئی کیا اسے کسی نے نہ بتلایا تھا کہ اللہ باریک بین اندھیروں اجالوں میں دیکھتا ہے، وہ کہیں گیا نہیں ہے۔

کیا ان بیٹوں کے افعال ان کی مصروفیات کو رب نہیں جانتا جو ماں باپ کی وراثت کو سمیٹتے اک دوجے سے بحث کرتے ہیں، ماں باپ کی خدمت کس کا فرض ہے، رب ان کی جوانی کو دیکھتا خود ان کے بڑھاپے کو بھی دیکھے گا۔ وہ رگِ جاں سے قریب، زندہ وبیدار ہمہ وقت حاضر ہے۔ اسباب وواقعات اسے بھولتے نہیں، وہ تھکتا سوتا نہیں، تو پھر ہم کہاں مخمور ومسرور پھرتے ہیں۔ کوتاہ بینی کیوں ہمیں گھائل کئے جا رہی ہے۔

دنیا عمل کی جا، گزرتا وقت مہلتِ عمل، ہر رویہ عمل کی اچھائی برائی کو واضح کرتا، ہمارا سرمایہ ہمارا عمل، پوچھے سنے جائیں عمل، دیکھے پرکھے جائیں عمل۔ جنت دوزخ کی راہ دکھائیں عمل، انجام کو پہنچائیں عمل تو کیوں نہ آج ہم صرف اور صرف اپنے اعمال کا جائزہ لے کر اس کی اصلاح کر لیں۔ کہ خدا کی ہستی کل بھی تھی، آج بھی موجود ہے۔ کل بھی ہوگی جب ہم نہ ہوں گے۔

معلوم ہے تمہیں؟؟

زندگی آزار لگتی ہے

جیسے صدیوں چلنے سے آبلہ پا۔۔۔۔۔۔

لیکن کبھی دم بھر کو رکے تو اپنا آپ وہیں پائے جہاں سے سفر شروع کیا تھا۔۔۔۔۔!

میں نے زندگی کو ستاروں کو چھوتے دیکھا

لیکن اگلے ہی لمحہ، تاریک آسمان جیسا۔۔۔۔!!

جس نے کھوجنا چاہا وہ خود اس میں کھو گیا۔

ہاں رب کا احسان ہے کہ اس نے وقت کو رکنا نہیں ہے سکھایا۔۔۔

رک جاتا تو کئی قیامت سی گھڑیوں کو ہم سے ناتواں

آج بھی کندھوں پر لادے موت مانگا کرتے۔۔۔۔

اگرچہ وہ گھڑیاں بہت سوں کو اپنی وحشتوں میں بہا لے گئیں۔۔۔۔۔وہ بہت پیارے جن کو وقت آج بھی ہم میں

جو بے نام ہرگز نہ تھے!!

سینکڑوں۔۔۔۔۔نہیں ہزاروں۔۔۔۔۔۔جن کے جنم لینے سے پہلے ماؤں نے نہ جانے کون کون سے ارمان پورے کرنے کی چاہ کی ہوگی ۔۔۔۔۔۔دن گن گن کر گزارے ہونگے۔۔۔۔۔گھڑیاں طویل ہو جاتی ہوں گی ناں۔۔۔۔ماؤں کا یہ درد، یہ انتظار مائیں تو جانتی ہونگی۔۔۔۔

بہت کچھ سوچا ہوگا جب اس ''چاہ'' نے جنم لیا ہوگیا۔۔۔۔!!

وہ گھاؤ جو کبھی بھریں گے نہیں

اے دل غافل!

تاریکیوں پر مضطرب، خاموشیوں پر بے چین کیوں ہوتے ہو؟؟؟؟

لمحوں کو مٹھی میں بند کر لینے کی خواہش پالتے ہو۔

نادان ہو ناں۔۔۔۔

جانتے نہیں، خواہش کے سمندر کا کوئی ساحل نہیں ہوتا!!!

کبھی وقت تمہارا تھا تو تم اس سے دامن چھڑا کر بھاگتے تھے۔۔۔۔۔

اب تھامنا چاہتے ہو تو ہاتھ نہیں آتا۔۔۔۔۔

اضطراب اور بے چینیوں کا سبب جاننے کا حوصلہ رکھتے ہو، تو آؤ۔۔۔۔!

اک باب کھولیں، زندگی ''گم گشتہ راز'' ہے ناں!

تلاشتا پھرتا ہے۔

سنو!

کبھی کبھی لگتا ہے ناں وہ جو بہہ گئے بڑے خوش نصیب تھے کہ انہیں موت کو بس اک بار ہی چکھنا پڑا۔۔۔۔۔۔!

۔۔۔۔۔۔۔ہم تو اک باب کھولنے لگے تھے...... ناں گم شدہ، گم نام لوگوں کا باب......!

لمحہ فکریہ

مریم خان

اس کے عضو عضو کو چھو کر محسوس کیا ہوگا۔

کبھی روتے لاڈلے کو سینے سے لگا کر پچکارا ہوگا۔۔۔۔کبھی خوشی سے قلقاریاں مارتے لخت جگر کو محبت سے بھینچا ہوگا۔۔۔۔۔

اس کو بیٹھتا دیکھ کر۔۔۔۔۔پھر قدم قدم لڑکھڑاتا دیکھ کر۔۔۔۔اور کچھ عرصے بعد بھاگتے ہوئے ہر چیز کو تہس نہس کرتا دیکھ کر اس نے نجانے اس میں کس کس مجاہد کی جھلک دیکھی ہوگی۔۔۔۔۔چشم تصور نے اس کو معلوم نہیں کس کس روپ میں ڈھلتا دیکھا ہوگا۔

مدرسے کے پہلے دن کو ہماری طرح ڈائری پر لکھا ہوگا۔۔۔۔

پہلی دفعہ امتحان میں کامیابی پر فخر سے پھولی نہ سمائی ہوگی۔۔۔۔ہر کامیابی اس کے مان کو بڑھاتی ہوگی۔۔۔۔یوں ہوا ہوگا ناں۔۔۔۔۔؟؟

مائیں تو سب ایک سی ہوتی ہیں ناں

بہنیں بھی کب مختلف ہوتی ہیں۔۔۔۔۔

ان کی ماؤں، بہنوں کے جذبات بھی تو ایسے ہی ہونگے لیکن کبھی یوں ہوتا ہے۔

وقت تیز دھار تلوار کی طرح کاٹتا چلا جاتا ہے کہ لبوں سے آہ تک نہیں نکل پاتی اور۔۔۔۔۔زندگی موت ہو جاتی ہے! کبھی کسی سانس لیتے مردہ کو دیکھا ہے؟؟؟

ان گمشدہ گم نام لوگوں میں سے کسی ایک کی ماں کو دیکھنا دکھ مجسم نظر آجائے گا!!

کبھی غور سے دیکھنا ان بدنصیبوں کے ورثاء کے چہروں کو جو ان کا پتہ پوچھنے کے لیے اکثر "اندھوں کے شہر" میں اپنے زندہ لاش گھسیٹے احتجاج کرتے نظر آتے ہیں، ہاں غور سے دیکھنا ان میں سے بہت سے چہرے ایسے بھی ہونگے جن کی آنکھوں سے اب آنسو نہیں بہتے کیا سمجھتے ہو، وہ رو رو کر تھک گئے ہیں۔۔۔۔؟؟؟؟

نہیں۔۔۔۔۔تمہیں نہیں معلوم ناں

کہ آنسو جب آنکھ سے نہ گریں تو اندر اک رستہ بناتے دل میں ایسا گھاؤ لگاتے ہیں جو نظر آتا ہے نہ بھر پاتا ہے۔۔۔۔!

کبھی ایسی ہی کسی درد کی تصویر کو ٹٹولنا۔۔۔

جس شخص کو دیکھ کر ہم جیتے ہوں وہ نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو کیسا لگتا ہے۔۔۔۔۔؟

ان میں سے کسی ماں سے پوچھنا جس نے اپنے لعل کی پیدائش سے جوان ہونے تک اسے کبھی سخت لفظ نہ کہا ہو۔۔۔ کبھی سخت ہاتھ نہ لگایا ہو۔۔۔۔۔وہ گھبرو جوان جسے نظر لگ جانے کے ڈر سے اس نے کبھی نظر بھر کر نہ دیکھا ہو وہ نظر ہی نہ آئے تو کیسا لگتا ہے۔۔۔۔؟؟؟

کسی کو موت نگل لے صبر تو تب بھی بہت کٹھن ہے۔

یاد ہے ناں میرے محمد ﷺ کا اپنے لخت جگر ابراہیمؑ کے چلے جانے پر دکھ کی شدت سے آنسو بہانا۔۔۔!!!

ہاں کسی کو رب اپنے پاس لے جائے تو اس پر صبر بھی خود ہی دے دیا کرتا ہے۔

اور جسے زمین پر اپنے آپ کو رب سمجھنے والے اچک لے جائیں اس پہ صبر کیسے آئے؟؟؟

وہ جس کو گودوں کھلایا ہو۔۔۔۔۔

جس کے لاڈ اٹھاتے نہ تھکتی ہو۔۔۔۔۔۔

جس کے منہ میں اپنے نوالہ ڈال دینے پر راضی ہو۔۔۔۔

بھری دنیا میں سب نظر آتے ہوں بس اک وہی چہرہ نہ دکھے جسے سب سے بڑھ کر دیکھنے کی چاہ ہو تو وہ ماں کیا کرے؟؟؟

کوئی آکر خبر ہی نہ دیتا ہو کہ اس کا پیارا کس حال میں ہے تو کیا پھر بھی وہ ہنسا کرے؟؟؟

پھر بھی خوشیاں منائے۔۔۔۔؟؟؟

پھر بھی چین کی نیند سو جائے؟؟؟

نجانے کتنی ماؤں کے نور نظر معلوم نہیں کن فضاؤں میں ہیں۔۔۔۔ اور ہیں بھی یا نہیں۔۔۔۔۔

یہ امید اور نا امیدی کے درمیان کی کیفیت موت سے بھی بدتر ہوتی ہے رب تمہیں کبھی اس دکھ سے نہ گذارے......

ہاں جاننا چاہو تو میرے یعقوبؑ کا اپنے یوسفؑ کے لیے تڑپنا یاد کر لینا!

اپنی تکلیف برداشت ہو جاتی ہے۔

اپنوں کی نہیں ہوا کرتی!

ان ماؤں، بہنوں، بیٹیوں، اور بیویوں کا درد۔۔۔۔۔۔۔

بس رب جانتا ہے!

ہاں دل کٹتا ہے میرے اللہ!

وہ پھول سے چہرے

بھری دنیا میں سب نظر آتے ہوں بس اک وہی چہرہ نہ دکھے جسے سب سے بڑھ کر دیکھنے کی چاہ ہو تو وہ ماں کیا کرے؟؟؟

وہ نازک سے جسم

نجانے کن صعوبتوں سے گزرتے ہوں گے

لیکن اپنوں سے دوری جو دل وروح پر چرکے لگاتی ہوگی۔۔۔۔الاماں۔۔۔۔۔۔

تجھے معلوم ہے ناں مولا

ان کا جرم بس ایک ہے۔

تو اپنے نام کے صدقے ان پہ مہربانیاں کر دے۔

اپنوں سے بہت دور وہ نجانے کہاں ہیں تو انہیں اپنی نگاہوں اور پناہوں میں رکھنا۔۔۔۔۔۔

معلوم نہیں

انہوں نے دکھ کی اس کالی رات میں کبھی دن کا سورج دیکھا ہو گا یا نہیں۔

بارہا جی چاہتا ہے سورج سے کہوں جہاں میرے پیارے کال کوٹھڑیوں میں قید ہیں تم وہاں ان علاقوں میں تھوڑا جھک کر نکلا کرو کہ وہ ان اندھیروں میں تمہیں تو محسوس کر لیا کریں۔۔۔۔۔۔

اے آسمان! تم تو حدِ نگاہ تک ہو، معلوم نہیں ان کی نگاہوں میں آتے ہو گے یا نہیں۔۔۔۔۔۔

اے چاند!

تم بھی ان چاند چہروں کو دیکھ پاتے ہو گے یا نہیں۔۔۔۔۔

اے ہوا!

تم ان مبارک جسموں کو چھو کر آتی ہو گی یا نہیں۔۔۔۔۔۔

یوں لگتا ہے۔

جواب میں ہر طرف ایک جامد خاموشی ہے۔

جیسے سورج چاند ہوا اور آسمان بھی اس گناہ پر ہم سے روٹھ گئے ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔

کچھ کھاتے ہوئے بارہا حلق میں کانٹے سے اُگ آتے ہیں کہ معلوم نہیں میرے اپنے کب سے بھوکے پیاسے ہونگے۔۔۔۔۔۔۔!

نجانے کس کس چیز کی بھوک پیاس نے انہیں ادھ موا کر دیا ہوگا۔

میرے محمد ﷺ کے نواسے کی بھوک پیاس کو یاد کر کے زار زار رونے والو!

حسینؓ کے جانشینوں کو بھی تو دیکھو جو نجانے کس کس بلا میں معلوم نہیں کیسی کیسی بھوک اور پیاس سے نڈھال پڑے ہونگے لیکن ان کے محرم کا اختتام نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔!

آؤ ناں......!

ہم سب مل کر ان کی پیاس کا سامان کر دیں، کہیں حشر میں حسینؓ کا ہاتھ ہمارے گریبانوں پر نہ ہو کہ میرے نقش قدم پر کرب وبلا کی انتہاؤں سے گذرنے والے تمہارے آس پاس تمہاری اسی دنیا میں تمہاری دسترس میں موجود تھے تم ان کے لیے محبتوں کے فرات کا بند کیوں نہ کھول سکے۔

آؤ ناں انہیں تلاش لیں۔۔۔۔۔۔

وہ سب کی نظروں سے اوجھل سہی ہاں وقت تو ان کے پاس سے دبے پاؤں گذرتا ہو گا ناں

آؤ اس وقت کو ہی تھام کر اس سے اپنوں کا پتہ پوچھ لیں۔

آؤ وقت کے مالک کو ہی پکارتے ہیں وہ تو انہیں اپنی نگاہوں میں رکھتا ہو گا ناں۔

اے اندھیرے کنویں میں یوسفؑ کا خیال رکھنے والے!

میرے ہر یوسفؑ کا خیال رکھ لینا

ہم سب ایک ہی باپ کی اولاد تھے لیکن ہم نے کردار برادران یوسف کا ادا کیا۔

ہمیں معاف کر دینا۔

ہاں سنگین غلطیاں یونہی معاف نہیں ہو جایا کرتیں ان کا کفارہ تو دینا پڑتا ہے۔

لیکن!

کوئی بتا پائے تو مجھے بتا جائے

کہ ہم کفارے میں کیا دیں کہ

ہمارا تو اپنا آپ بھی اپنا نہ رہا

قرآن اور معاشرہ

حقوق وفرائض

جویریہ بتول

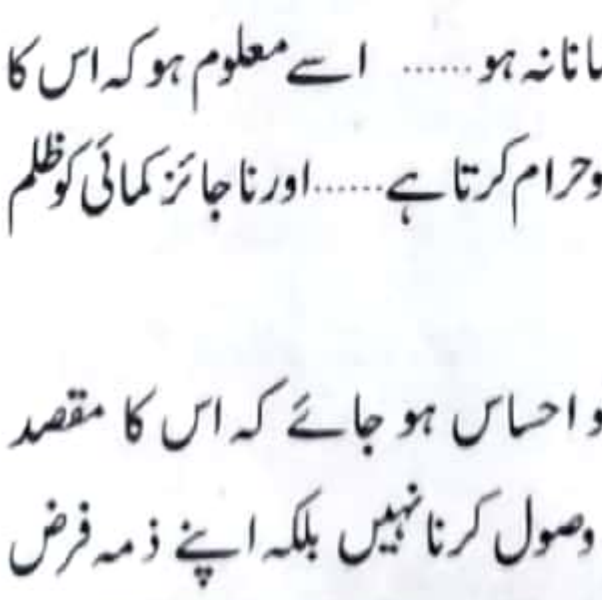

ایک معاشرے میں جب اجتماعیت کو انفرادیت پر ترجیح دی جانے لگے......!

جب اپنے حقوق پر اپنے فرائض کو حاوی سمجھا جائے......!

اور ان کی بجا آوری کی فکر بے تاب رکھے......!

معاشرہ ایک فرد سے ادارے اور ادارے سے حکومت تک کے مرکب کا نام ہے......تو پھر ایک کامیاب معاشرے کی تشکیل میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی......!

جب ہر فرد میں احساس ذمہ داری جاگ اُٹھے......!

جب حکمرانوں سے لے کر ایک مزدور تک کو یہ احساس ہو جائے کہ اس نے اپنے فرض کو جانفشانی سے نبھانا ہے......؟

کہ یہ عہدے منصب، امارتیں اور وزارتیں سب امانت وفریضہ ہیں ان میں کسی قسم کی کوتاہی یا خیانت ایک معاشرے کو ناکام وتباہ کر سکتی ہے......!

جب اساتذہ جان لیں کہ ان کے ذمہ ایک نسل نو کی تقدیر سنوارنا ہے......اور کامیاب معاشرے کی بنیاد نسل نو کو اپنے فرائض وذمہ داریوں سے روشناس کروانا ہے۔تو پھر ان کی نظر محض ادارے بنانے، پیسے بٹورنے ،دنیا کمانے اور ایک نسل کو مادر پدر آزادی سے دوچار کرنا،اور بحیثیت ایک مسلمان کے اپنی تہذیب واقدار وروایاتِ اسلامی کا مذاق اڑا کر تہذیب غیر کا رسیا ودلدادہ بنانے پر نہ ہو......!

پھر یہ پروفیسرز واساتذہ کالجز اور یونیورسٹیوں سے ایسی کھیپ تیار کر کے باہر لائیں جو کامیاب ڈاکٹرز، انجینئرز پروفیسرز، سائنسدان، سیاستدان ہونے کے ساتھ ساتھ بامراد مسلمان بھی ثابت ہوں اور ایک اسلامی معاشرے میں اپنے فرائض کی بجا آوری سے شناسا بھی......!

جب ایک ڈاکٹر اپنے پیشے کی لاج رکھتے ہوئے اور مسیحا کے لقب سے منسوب عہدے پر بیٹھ کر امیر، غریب پڑھے لکھے اور ان پڑھ، کی تفریق مٹا کر محض مجبور ولاچار انسانوں کی فلاح کا فریضہ ادا کرنے لگ جائے......!

اور اس کا مشن مجبور ولاچار غریب لوگوں سے دونوں ہاتھ مال بٹورنا نہ ہو......اور ایسے لوگوں کے بارے میں سستی اور غفلت کا مظاہرہ نہ کرے جب ایک تاجر کو احساس ہو جائے کہ اس کی تجارت حلال وحرام کی تمیز کرتے ہوئے ترقی کرے اور اس کا مقصد صرف ناجائز منافع کمانا نہ ہو...... اسے معلوم ہو کہ اس کا دین تجارت کو حلال کرتا سود کو حرام کرتا ہے......اور ناجائز کمائی کو ظلم کہتا ہے......!

جب ایک مزدور کو احساس ہو جائے کہ اس کا مقصد دیہاڑی لگا کر اپنی اجرت وصول کرنا نہیں بلکہ اپنے ذمہ فرض کو کماحقہٗ ادا کرنا ہے......!

جب ایک ملازم کے دل میں یہ تڑپ اُبھرے کہ اس کا فرض محض ماہانہ تنخواہ کے حصول سے منسلک نہیں بلکہ اسے ہر ہر لمحے اپنے فرائض میں کسی بھی قسم کی خیانت کا غم تڑپائے......!

جب پولیس آفیسران وذمہ داران کو اپنے فرائض اور ماتحت لوگوں کی ضروریات ومجبوریوں کا احساس ہو تو پھر کوئی کسی سے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بھاری بھرکم رشوت لیتا نظر نہ آئے......!

اور امانت داری کے ساتھ کامیاب معاشرے کی تشکیل میں ممد ومعاون ثابت ہو کر حق دار کا حق نہ کھائے......!

جب فوج کو معاملات کا ادراک ہو جائے...... اس کا مقصد تخت نشینی کی بجائے ملکی سلامتی اور وقار کے دفاع وبقا سے جڑا ہو۔

تو پھر کوئی غیر ملکی فورس پاکستانی حدود کو روندتے ہوئے ہمارے گالوں پر عملی طمانچے رسید نہ کرنے پائے، پھر کوئی ڈرون حملہ معصوم پاکستانیوں، غریب قبائلیوں کا خون مانند آب نہ بہانے پائے......!

جب حاکمانِ وقت کو احساس ذمہ داری سے آگاہی ہو جائے پھر یہ تڑپ ان کے ذہنوں میں شدت سے کروٹ لینے لگے کہ ان کے عہدوں کی بڑائی سے کہیں زیادہ ان پر ذمہ داریوں کا بوجھ ہے......! پھر پیوند لگا لباس ان کی زینت کے لیے کافی قرار پائے مگر غریب عوام کی روٹی پانی کے لیے تڑپ برداشت نہ ہو......

ہمارے ہاں نہ تو وسائل کی کمی ہے نہ پیسے کی مگر یہ سب اپنے اہداف تک پہنچنے سے پہلے ہی بندر بانٹ کر لی جاتی ہے......اور حق دار ہمیشہ اپنے حق کا رونا روتا رہ جاتا ہے......پھر یہ حکمران قوم کا سردار قوم کا خادم کے مصداق کسی یورپی بنک میں گم نام اکاؤنٹ نہ کھلوانے پائیں......اپنے مال کی تجوریاں غریب عوام کے فلاح کے لیے انڈیل دیں......!

ہاں پھر جب وہ مریں تو کچھ اور ہو نہ ہو عوام کے دلوں کی دھڑکن رہیں......!

ارشاد ربانی ہے:''وہی ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرنے والا ہے......! (سورہ الملک:2)

یہ معاشرہ کئی چیزوں کے مرکب کا نام ضرور ہے مگر انسان کی صحیح تعلیم وتربیت سے اسے کامیاب معاشرہ ضرور بنایا جاسکتا ہے......!

ہم معاشرتی برائیوں، کوتاہیوں اور غفلتوں پر کڑھتے ضرور ہیں مگر عملی میدان میں قدم رکھنے سے ہراساں ہیں۔

ہم دنیوی مفادات کو اپنے فرائض کی خاطر قربان کرنے کو تیار نہیں......اس انسان کی بنیادی درسگاہ اس کے والدین ہیں...... اسلام نے جو ذمہ داریاں اولاد کی تربیت کے حوالے سے تفویض کی ہیں ان پر صحیح معنوں میں عمل سے معاشرے میں بگاڑ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا......!

اولاد کی ذہن سازی اور تربیت سے معاشرے کی کایا پلٹی جاسکتی ہے کہ انہی نونہالوں نے آگے بڑھ کر ملکوں کی باگ دوڑ سنبھالنی ہے۔

ان بچوں کی حیثیت اُن ننھی کونپلوں کی سی ہے......کہ مالی جن کی پوری جانفشانی وتندہی سے دیکھ بال کرتا ہے۔ وہی مالی جو ان کونپلوں کی جان سے بڑھ کر حفاظت کرتا ہے مگر جب کوئی بے ڈھب شاخ نکلتی ہے تو وہ اسے سختی سے کانٹ چھانٹ دیتا ہے۔ کہ کہیں یہ بے ڈھنگی شاخ بڑی اور سخت ہو کر دوسروں کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے......!

یہی حالت بچوں کی ہوتی ہے......ابتدائی ماحول میں ان کورے کاغذ کی طرح ذہنوں پر عمدہ کشیدہ کاری کی ضرورت ہوتی ہے......ایک ماں بچے کی ظاہری صفائی کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت کا بندوبست بھی کر سکتی ہے اس کے ساتھ بچوں کو ایسے ماحول کی ضرورت ہوتی ہے جو انہیں بے راہروی، اخلاق باختہ عادات اور فحاشی سے دور رکھے......!

سو والدین اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے ایسے اداروں کا انتخاب کریں جہاں کے ماحول سے بحیثیت ایک مسلمان وہ مطمئن ہوں......بصورت دیگر دنیا کی رنگینیوں کی صنائی کچھ وقت گذرنے کے بعد والدین کو سنجیدہ پریشانیوں سے دوچار کر دیتی ہے......!

والدین اولاد کی مصروفیات، دوستوں، کھانے پینے پر نظر رکھ سکتے ہیں......! اگر اس بنیادی اکائی کی تربیت سے اطمینان ہو تو معاشرے میں چوری، ڈکیتی، بدکاری، فحاشی وعریانی کے طومار نظر نہ آئیں......!

ذرائع ابلاغ اور میڈیا بھی ایک کامیاب معاشرے کی تشکیل میں ممد ومعاون ثابت ہو سکتے ہیں!

ذرائع ابلاغ جن کا بنیادی مقصد اطلاعات ومعلومات کی فراہمی ہوتی ہے اور تعلیم وتربیت سے تجاوز کر کے جب نمبر گیم کے لیے تہذیب غیر کا پرچار شروع کر دیں......!

تو ایک خاص قسم کے طبقے کی دلچسپی کے ساتھ ساتھ مسلمان معاشرے کی ایمانی غیرت کو بھی دیمک کی طرح چاٹ کھاتے ہیں......میڈیا سے وابستہ افراد کو اپنی روایات وتہذیب کے خلاف پروپیگنڈے کا بھرپور جواب دے کر نسل نو میں آگاہی کی حس بیدار کرنی چاہئے نہ کہ خود اسی رنگ میں رنگ جانا چاہیے......!

قرآنی اور نبوی اقدار کا پاس رکھتے ہوئے میڈیا، ادارے اور والدین انسان کی صحیح ذہنی نشوونما کر کے کامیاب معاشرہ بنا سکتے ہیں......!

ایک شخص مال دار ہے...... وہ اپنے مال کے ذریعے

جب حاکمانِ وقت کو احساس ذمہ داری سے آگاہی ہو جائے اور پھر یہ تڑپ ان کے ذہنوں میں شدت سے کروٹ لینے لگے کہ ان کے عہدوں کی بڑائی سے کہیں زیادہ ان پر ذمہ داریوں کا بوجھ ہے......!

دوسروں کے حقوق ادا کر کے اپنا فرض ادا کر سکتا ہے۔ مگر مالدار اگر یہ چاہے کہ اس کی تجوری سے کچھ کم نہ ہونے پائے تو وہ جان رکھے کہ وہ مال اس کا نہیں کسی اور کا ہے......!

جس کار، کوٹھی اور بنگلہ کے آج ہم مالک ہیں کل یہ کسی اور کی کمین گاہ ہوں گے سو حق یہ ہے کہ مال کا حق ادا کیا جائے اور اسے رب العالمین کی رضا کے مطابق خرچ کیا جائے۔

حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے:

''کہ مال کی تین اقسام فائدہ مند ہیں جو کھالیا جزو بدن بن گیا، جو پہن لیا بوسیدہ کر دیا اور جو صدقہ کیا وہ بچا لیا۔''

یہ مال اللہ کی عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے سو شکر ادا کیجئے۔ تقدیر پر رضی رہنا ہی مومن کا شیوہ ہے جو قلیل پر شکر ادا نہیں کرتا وہ کثیر پر کیسے کرے گا؟

جو رب نے دیا ہے اسی پر راضی رہ کر اس کی نعمتوں کا سوال کرنا چاہیے یہی اس کا وعدہ ہے۔

''اگر تم شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو بے شک میرا عذاب بڑا سخت ہے۔''

(سورہ ابراہیم)

شکر گزار دل ذکر کرنے والی زبان اور صبر کرنے والا جسم خوش نصیبی کے عناصر ہیں......!

سو ان نعمتوں کا حق ادا کرنیوالوں کی نشانی رب رحمٰن نے یہ بتلائی ہے کہ:

نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق ومغرب کی طرف منہ پھیرو بلکہ اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اسکی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنیوالے ہیں جب عہد کرلیں اور دکھ درد تکلیف میں صبر کرنے والے بھی بچنے والے اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا۔

(البقرۃ:۱۷۷)

آپ اپنے مال کے ذریعہ کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کر سکتے ہیں......! کسی غریب بچے کے تعلیمی اخراجات برداشت کر کے معاشرے کی ایک بنیادی اکائی کی تربیت کا اہتمام کر سکتے ہیں......! کسی محروم ومظلوم کو دیجئے! بھوکے کو کھلایئے! مہمانوں کا اکرام کیجئے یہ مال، درہم، دینار، یورو، پونڈز، ڈالرز، کسی غریب رشتے دار پر نظر کر کے رب کی راہ میں خوب لٹایئے! کسی حقدار بیوہ کی اعانت کر سکتے ہیں......! آپ اپنے مال کے ذریعے کوئی کنواں کھدوا سکتے ہیں......! کوئی مسجد بنوا سکتے ہیں......کوئی مسافر خانہ تعمیر کر سکتے ہیں......!

کسی ضرورت مند قرابت دار کو ایک کمرہ تعمیر کر کے دے سکتے ہیں......! کہ یہ سب مال کے حق کی ادائیگی میں شامل ہے......!

ایک مغربی مصنف نے کہا ہے:

''کہ جو صحیح ہو اسے کر گزرو پھر ہر غلط تنقید سے پیٹھ پھیر لو''

آپ مال دار ہیں......کوئی غریب اور کمزور ہے تو اسے کم تر نہ سمجھے بلکہ اس کی اعانت کے لیے کوشاں رہیے۔ قارون کو رب کائنات نے ایسے مال ودولت سے نوازا کہ جس کی چابیاں ایک بھاری جماعت اُٹھایا کرتی تھی لیکن جب قوم نے اس سے کہا کہ اس دولت پر پھول مت بلکہ اس میں آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا میں اپنا حصہ اور احسان کر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا تو وہ گویا ہوا کہ یہ سب تو مجھے علم کی بنا پر ملا ہے، تو اس کا انجام زمین میں دھنس جانے کے سوا کچھ نہ ہو۔ خود کو مال دار سمجھ کر دوسروں پر پڑنے والی مصیبتوں سے خود کو بری نہ سمجھئے! مال اللہ کی عطا ہے سو غرور نہ کرو بلکہ ترانہ شکر بجالائیں۔

ابن مبارک فرماتے ہیں:

''دوسروں کی مصیبت پر خوشی منانے والے کیا تجھ سے اس بات کا کوئی پیمان باندھا گیا ہے؟''

کہ ان لوگوں جیسی مصیبت تجھ پر نہیں پڑے گی؟ کیا زمانہ نے تجھ سے کوئی معاہدہ کر لیا ہے کہ تو پریشانیوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہے گا؟ پھر یہ خوشی کس لیے؟؟؟

سو یاد رکھئے! کہ اس مال کا کیا فائدہ کہ ہم اس پر سانپ بن کر بیٹھے رہیں اور حقدار اور ضرورت منداس سے محروم رہے...... یہ سب عارضی چیزیں ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

''یقیناً آخرت آپ کے لیے دنیا سے بہتر ہے۔''

''آپ کا رب آپ کو جلد ہی دے گا جس سے آپ خوش ہو جائیں۔'' (سورہ الضحیٰ: 5/4)

یہ دنیا دار العمل ہے سو جو کرنا ہے آج ہی کر لو کل کے لیے مت رکھو......!

اور ان نعمتوں کا حق احساس ذمہ داری کو جگا کر ادا کر دو......!

شاعر کہتا ہے کہ:

''فرض کر لو کہ دنیا تمہیں مفت میں مل جائے لیکن اس کا انجام کیا زوال نہیں ہے؟؟؟

سوچو کہ یہ مال پانی کی مانند ہے اس کے سرچشمے روک دو تو سڑ جائے گا اور اگر وہ جاری رہے تو پانی صاف میٹھا جاری رہے گا......!

منصب، عہدے، جاہ جلال بذات خود تکلیف ہیں......!

اگر ان کا حق ادا نہ ہو پائے تو......؟

حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت ملی...... مال و زر کی فراوانی بھی......!

مگر جب ملکہ بلقیس کا تخت پاس پایا تو پکار اُٹھے:

''یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں اور جس نے شکر کیا وہ اپنے لیے ہی شکر ادا کرتا ہے اور جس نے ناشکری کی تو یقیناً میرا رب بہت بے پرواہ بہت کرم والا ہے۔ (سورہ النمل: 40)

ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ احساس ذمہ داری کا فقدان ہے۔

اگر یہ احساس بیدار ہو جائے ...... ہر فرد میں ادنیٰ، اعلیٰ، چھوٹے، بڑے، افسر، ماتحت، عوام و حکمرانوں میں تو معاشرے کی قسمت کو سنوارا جا سکتا ہے......!

یہ دفاتر، محلات، سڑکیں اور فیکٹریاں کسی معاشرے کی خوش نصیبی اور ترقی کے مظہر نہیں ہوتے بلکہ اس کی ترقی کے معیار کو جانچنے کے لیے اس کے سرمائے کو پرکھا جاتا ہے، اور معاشرے کا سرمایہ یہ انسان، نوجوان ہیں......!

اگر ان میں احساس کروٹیں لینا چھوڑ دے......! منصب، عہدے، وزارتوں، کرسیوں کی چمک اگر فرائض پر حاوی ہو جائے تو معاشرے کو زوال پزیر ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ حقوق، حقوق کی رٹ تو لگتی ہے مگر حقوق دستیاب نہیں بلکہ نایاب ہوتے ہیں......!

ہمارے ہاں حقوق کے لیے احتجاج و جلوس کی شکلوں میں پل بھر میں ملکی معیشت کو چند جذباتی لوگ اربوں کے نقصان سے دوچار کر دیتے ہیں کیا یہ سب اپنے فرائض سے غفلت کا نتیجہ اور رب کی نعمتوں کی ناقدری نہیں، اسی طرح صرف دعوے اور بیانات ذمہ داریوں اور فرائض کو ادا نہیں کر پاتے ...... یہی حالت حکومتوں کی ہوتی ہے، مثلاً ہماری حکومت گزشتہ تین سالوں سے بجلی کی کمی پر قابو پانے اور لوڈ شیڈنگ بالکل ختم کر دینے اور وسائل کی موجودگی کا مژدہ سنا رہی ہے مگر ہر آنے والا دن پہلے سے بدتر صورتحال لا رہا ہے...... کیا یہ سب غفلت کا نتیجہ نہیں؟؟؟ جب کہ وطن عزیز کے بعد آزادی پانے والے کئی ممالک آج ترقی کی حدوں کو چھو رہے ہیں وجہ صرف احساسِ ذمہ داری، تہذیبی اقدار کا تحفظ، نظامِ قانون و نظامِ تعلیم کا صحیح معنوں میں نفاذ ہے اور ان کی ترقی کا سب سے بڑا راز یہی ہے اور ہمارا قرآن بھی یہ کہتا ہے کہ:

وان لیس للانسان الا ما سعی (النجم)

''کہ انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرے۔''

بلا عنوان

احساس کے انداز بدل جاتے ہیں ورنہ،
آنچل بھی اسی تار سے بنتا ہے کفن بھی،

میرے قلم کی نوک سے دم پاتی بیسیوں تحاریر رسائل و جرائد میں اپنا اپنا مقام پا چکی ہیں۔

تحریر اپنا عنوان رکھتی ہے لیکن نوک قلم سے رواں دواں آج کی یہ تحریر اپنا عنوان کھو چکی ہے۔ کسی شاعر نے کہا تھا،

یہ کیسے ممکن ہے آگ جلے اور دھواں نہ اٹھے
چوٹ لگتی ہے تو پتھر بھی صدا دیتے ہیں۔

لیکن دکھ اس بات کا ہے کہ ہمارے یہاں آگ جلتی ہے اور بغیر دھواں کیے اور چوٹ کی بات چھوڑیے وہ تو اتنی لگی ہیں کہ نفس مسلم کا حصّہ ان ضربوں کی اذیت سے تڑپ رہا ہے آہ، ماضی کے 10 سال اور ان سالوں میں گزرا اک اک لمحہ اک تحریر ہی نہیں ہزاروں صفحات کی جگہ چاہتا ہے،

قارئین محترم:۔

9/11 سے لے کر آج تک اتنے مظالم ہیں کہ دماغ شل ہو کر رہ جاتا ہے افغانستان میں بموں اور میزائلوں کی آگ میں بے قصور و نہتے مسلمانوں کی شہادت کو اس تحریر کا موضوع بناؤں یا لبنان کے ان بچوں کو کہ جنہیں ابھی اس ناپائیدار زندگی کا شعور ہی نہ تھا عراق، فلسطین، کشمیر، بوسنیا، چیچنیا اور اب پاکستان، کبھی سوچا تک نہ تھا، وہی امن کا علمبردار جسے عالم کفر دہشت گرد اور انتہا پسند و شدت پسند کے نام سے پکارتا ہے اور ہم اسے امیر محترم کا عظیم لقب عطا کرتے ہیں حافظ سعید، انہوں نے آج سے 10 سال قبل کہا تھا کہ ''اگر آج اس آگ کو کشمیر میں نہ روکا گیا تو وہ وقت دور نہیں کہ پاکستان کے گلی کوچے اس ایندھن کی تپش محسوس کریں گے۔''

مناواں ٹریننگ سنٹر پہ حملہ جی ایچ کیو، مہران ائربیس، اور ایبٹ آباد آپریشن سے لے کر بے قصور و نہتے پاکستانیوں پر ڈرون حملے اس محبّ وطن امیر کی پیش گوئی کی صداقت و ایمان کو ثابت کرتے ہیں گزرے ہوئے ان اذیت ناک لمحوں کے زخم ابھی تازہ ہیں اور آج بھی جماعۃ الدعوۃ اپنے منشور پہ قائم ہے،

اٹھو وگرنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

اے عالم اسلام ------ آخر ظلم کی یہ رات کتنی طویل ہوگی کیا ہمارے جوانوں کے ہاتھ ظلم و جبر کے ان پنجوں کو توڑنے کے لیے کافی نہیں؟؟؟ یا پھر ہماری غیرت ہی کسی اندھے کنواں میں بسیرا کیے ہوئے ہے کسی شاعر نے کہا تھا۔

جینا ہے تو جی جہاں میں مسلمانوں کی طرح
اس دین کی حفاظت کر پاسبانوں کی طرح
شبنم بن جگر سے دے گلوں کو تازگی
پرورش کر اس چمن کی باغبانوں کی طرح

ہاں اے نوجوان مسلم! آج عہد کر کہ صفحۂ قرطاس پہ بکھری اس تحریر کو عنوان دیا جائے گا انتقام کا، ان بچوں بہنوں، بھائیوں، ماؤں اور باپوں کے خون کے انتقام کا جن کو صرف اور صرف موت کے منہ میں اس لیے دھکیلا گیا کہ انہوں نے محمد عربی ﷺ کا کلمہ پڑھا تھا۔ اور پھر موضوع بنے گا حرمت رسول ﷺ و حرمت قرآن کی بے حرمتی کرنے والوں کا اور پھر میں مضمون لکھوں گا ان باغیرت و باحمیت نوجوانوں کا کہ جو امریکہ کے وائٹ ہاؤس پہ کلمہ طیبہ کا پرچم گاڑتے ہوئے یہ شعر گنگنا رہے ہوں گے۔

رکھتے ہیں خون آباء اب تک ہم اپنی رگوں میں
شک جس کو ہو وہ کر لے پھر امتحان ہمارا
ہم خاک ہو گئے گو پامال کرنے والو
اٹھے ہیں ہم کہ پھر سے ہو سارا جہاں ہمارا

محمد عثمان اشرف

ہے بتائیے یہ کیسا پاکستان ہے؟

اک طرف توامیروں کے جسموں سے بدبودار پسینوں کو اے۔سی

آمروں'' نے جاری کیے وہ یہ ثابت کرنے کے لیے کافی تھے کہ ہمارے یہ ''حاکم'' دشمنوں کے دوست ہی نہیں بلکہ خود اسلام

اک طرف توامیروں کے جسموں سے بدبودار پسینوں کو اے۔سی کی ٹھنڈک خشک کرتی ہے تو دوسری طرف بجلی کے فقدان اور شدید گرمی کے باعث غریبوں کے بدن ہی خشک ہو کے رہ جاتے ہیں۔کیا یہ آپ کا پاکستان ہے؟

کی ٹھنڈک خشک کرتی ہے تو دوسری طرف بجلی کے فقدان اور شدید گرمی کے باعث غریبوں کے بدن ہی خشک ہو کے رہ جاتے ہیں ۔کیا یہ آپ کا پاکستان ہے؟

انسانی گوشت کھانے والے درندے اگر اب تک زندہ ہیں تو پھر ہمیں سمجھ جانا چاہیے کہ یہاں اس ملک میں نہ تو کوئی قانون ہے اور نہ ہی سزا، ہاں اگر دشمنوں سے ڈیلنگ کرنی ہو تو نت نئے قوانین بننے میں دیر بھی نہیں لگتی اور اگر سزا دینی ہو تو قوم کے محسنوں سے آزادی کا سانس تک چھین لیا جاتا ہے۔

اے قوم کے حاکمو!

اگر تمہاری آنکھیں کوڑے کے ڈھیر سے

رزق تلاش کرتے ان ننھے منے بچوں کو نہیں دیکھ رہیں تو یاد رکھو میرا رب ان کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی خوب دیکھ رہا ہے۔

تمہیں عمر فاروقؓ کا وہ دور کیوں نہیں یاد آتا جب وہ راتوں کو اٹھ کر ایک ایک گھر کا حال دریافت کرتے تھے۔نہیں مگر تم تو عزت مآب ہو، تم بھلا یہ کیسے کر سکتے ہو!

اور پھر ایبٹ آباد آپریشن کے بعد جس طرح کے بیانات ''ان

دشمن ہیں اس پر مستزاد آواز اٹھانے والوں کو حکمرانوں کی زبان سے یہ سبق دیا جاتا ہے کہ ہم ان ذلتوں پر چپ رہیں، ان غلامیوں کو دل سے قبول کرلیں ۔ ہمارے ''خیر خواہوں'' کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس کا فرانہ تہذیب اور روش کو امرت سمجھ کر اپنے معدوں میں انڈیلتے جائیں اور سازش کاروں کی سازشوں میں برابر کا ساتھ دیں مگر ہماری حکومت کو شائد یہ احساس ہی نہیں رہا کہ ان کی رعیت میں ابھی بھی بہت سے زندہ ضمیر لوگ ہیں جو مٹنا تو جانتے ہیں مگر جھکنا نہیں۔

یہ بھول گئے ہیں کہ تاریخ اسلامی ایسے کرداروں سے بھری پڑی ہے کہ جن کے نام ہی دشمن کو ہراساں کرنے کے لیے کافی تھے جنھوں نے دنیاوی فوائد کو ہمیشہ پاؤں کی ٹھوکر پر رکھا جن کی خلافت وصدارت نے اقوام عالم پر ایسے اثرات چھوڑے کہ پوری دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔مگر افسوس ہمارے یہ حکمران صدارت کی بجائے عوام سے ''عداوت'' کررہے ہیں، دشمنان اسلام کی تخریب کاریوں کو ہمدردیاں سمجھتے ہوئے یہ بھول رہے ہیں کہ ان کا ہر قدم امت مسلمہ کو ذلتوں کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل رہا ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ ملک وقوم کا سودا کرنے والے ان ''سوداگروں'' نے بدلے میں کیا پایا ہے؟

امت کو زخم پہ زخم دے کر خدا جانے ان کی کونسی حس کی تسکین ہوتی ہے؟

یادرکھو اے حکمرانو!

اگر اپنے عہدوں کو بحال اور کرداروں کو لازوال بنانا چاہتے ہو تو تمہیں خلافت کے باب میں ابوبکرؓ وعمرؓ، عثمانؓ وعلیؓ کے کرداروں کو جانچنا ہوگا۔ پھر تمہیں معلوم ہو گا کہ عہد صدارت تم سے کیا تقاضا کرتا ہے؟ بصورت دیگر امت کی تباہیوں اور بربادیوں کا حساب تو دینا ہی ہے۔

اسلام کے لیے ہاتھ

☆اسلام کے مضبوط بازوؤں نے وائٹ ہاؤس کا تورابور بنا دیا ہے۔

☆10 ڈاؤننگ سٹریٹ لندن میں حماس، جماعت اسلامی، جماعت الدعوۃ، اور متحدہ حریت کانفرس نے اپنے دفاتر قائم کر لئے ہیں۔

☆صلاح الدین ایوبی کے جانشینوں نے بیت المقدس کے گنبد صخریٰ پر آزادی کا پرچم لہرادیا ہے۔

☆اسلامی فوج نے ارض کشمیر کو خبیث ہندوؤں سے پاک کردیا ہے۔

افغانستان اور عراق میں مسلمانوں نے امریکی فوج کو شکست فاش دے دی۔ گرفتار ہونے والے اتحادی فوجیوں کو بش، گورڈن براؤن، ہیلری کلنٹن، مائیک مولن، جنزل پیٹریاس اوباما سمیت گوانتاناموں میں قید کردیا گیا ہے۔

☆محمد بن قاسم کے روحانی بیٹے ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو بحفاظت واپس لانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔

☆یورپ نے توہین قرآن اور توہین رسالت سے توبہ کرلی ہے گستاخی کے مرتکب افراد کے سرتن سے جدا کردیئے گئے۔

اسپین فتح کر لینے کے بعد مسلمانوں نے مسجد قرطبہ میں باجماعت نماز ادا کی۔

ویٹی کن سٹی میں 2 روزہ سیرت کانفرس منعقد کی گئی جس میں عالم اسلام کے سرکردہ علماء اور مفتیان کرام نے شرکت کی۔

ہاں! یہ سب ممکن ہے! اس خواب کو تعبیر دینا چنداں مشکل نہیں بس عزم مصمم اور جذبہ ایمانی کی ضرورت ہے۔

آیئے! سب سے پہلے غیر اسلامی مصنوعات کا بائیکاٹ کرتے ہوئے عملی جہاد کا آغاز کریں۔ سڑکوں پر ٹائر اور گاڑیاں جلانے، شٹر ڈاؤن کر کے اپنی املاک اور کاروبار کو نقصان پہنچانے کی بجائے احتجاج کا مہذب انداز اختیار کریں ۔یعنی حرمت قرآن، اسلام کے دفاع اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے ملٹی نیشنل کمپنیوں کا بائیکاٹ کر کے یہود و انصاریٰ کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں۔

قوموں کو شکست دی جاسکتی ہے، ملک فتح کئے جاسکتے ہیں سرحدیں وسیع کرلینا بھی آسان ہے، مگر جذبوں کو مغلوب کرلینا ممکن نہیں ایمانی غیرت دنیا کی ہر طاقت کو شکست دے سکتی ہے۔ مسلمان اللہ کے لیے جینا اور مرنا سیکھ لیں اللہ دنیا کی ہر سپر پاور کو ان کے قدموں میں ڈھیر کردے گا۔(انشاءاللہ)

تمام انسانوں سے زیادہ ان لوگوں سے جو ایمان لائے، عداوت رکھنے والے آپ یہود اور ان لوگوں کو پائیں گے جنہوں نے شرک کیا۔(المائدہ:82)

☆غیر اسلامی مصنوعات کا بائیکاٹ ہر مسلمان کی پہلی ترجیح ہونی چاہیے۔

جنت کے متلاشی

خدمتِ خلق

حمیرا رحمانی

سیدنا صہیبؓ روایت کرتے ہیں کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی عجیب شان ہے۔ اس کے ہر کام میں بہتری ہی بہتری ہے اور یہ مقام سوائے مومن کے اور کسی کو حاصل نہیں.....!

سنو!

جب اس کو آرام پہنچتا ہے تو وہ شکر کرتا ہے اور اس میں اس کے لیے بہتری ہے اور اگر (خدانخواستہ) اس کو تکلیف پہنچتی ہے، تو وہ (دین پر ثابت قدم رہتے ہوئے) صبر کرتا ہے، تو اس میں اس کے لیے بہتری ہے۔

ہم مسلسل اپنی کاوشوں کو لفظوں کی صورت میں اپنے دینی رشتوں کے لیے پیش کرتے ہیں..... جب ایک کے پیچھے ہاں فقط ایک کے پیچھے لشکر کے لشکر تیار ہو جاتے ہیں مگر اس لشکر کو تیار کرنے کے لیے جب چٹانوں جیسے جذبے دلوں میں موجزن ہوں..... جب طوفانوں کا خوف اس کے قدموں کو لڑکھڑائے بغیر آگے گذرتا چلا جائے..... جب ایمان کی تر و تازہ ننھی منی کونپلیں پھلتی پھولتی چلی جائیں یہاں تک کہ بادِ سموم انھیں جھلسائے بغیر مخالف رخ اختیار کرے، جب بنیاد اتنی مضبوط ہو کہ عمارت کی (ہمارے دین کی) ہر دیوار سیسہ پلائی ہوئی دیوار محسوس ہو کہ حملہ آور اس کی مضبوطی، اس کی پاکیزگی و دلفریب نزاکت دیکھ کر اپنے ناپاک ارادوں کو ایمان کی شیرینی میں بدل لیں..... جب ہم تاریکیوں میں روشنی کے جگنو تلاش کر رہے ہوتے ہیں، جب ہم چپکے چپکے اپنے پیارے..... دینِ اسلام کی سلامتی کے لیے دستِ دعا بلند کرتے ہیں..... اور دل کی گہرائیوں سے اپنے خالقِ حقیقی سے نہایت مہذب، صدق وصفائی سے کلام کر رہے ہوتے ہیں اور پانی..... ہماری آنکھوں کے کناروں سے نکلنے کو بے تاب ہوتا ہے..... تب ہاں تب رحمتِ یزدانی کو ہماری یہ ادا بھاتی ہے اور اتنی بھاتی ہے کہ ہم، اپنی دعا کو شرفِ قبولیت کا درجہ ملنے پر سر بسجود ہوتے ہیں..... اور اپنے رب کی اس عطا پر سرشاری کے عالم میں..... کاغذ و قلم سنبھال لیتے ہیں..... تاکہ امن کے داعیوں کو الفاظ کے آئینے میں ان کا عکس دکھلا جائیں..... جو اپنے پُر امن آشیانے کو چھوڑ کر جہاں والدین جیسے پیار کی برکھا لٹانے والے بے غرض سے رشتے تھے..... جہاں کلیوں جیسے نازک و معصوم بچے تھے..... جن کی مسکراہٹ پاؤں کی زنجیر بن جایا کرتی ہے..... جن کے آنکھوں سے ایک قطرہ بھی نکل پڑے..... تو وہ سب کچھ چھوڑ کر..... ان کلیوں کی ایک مسکراہٹ دیکھنے کو ترجیح دے دیا کرتے ہیں..... مگر یہ کیا انوکھا رشتہ ہے۔

مالکِ ارض وسما!

فقط دین کی خاطر وہ اپنا گھر بار اپنے رب کے حوالے کر کے..... اس کی اشاعت کے لیے سرگرداں، محنت میں مشغول انمٹ پر خلوص جذبوں کے سنگ اپنی رو میں بہتے چلے جا رہے ہیں..... اس ذات کی رضا کے لیے جنہوں نے آپ کو اپنے دین کے لیے چن لیا..... اور عام نہیں ہوتے وہ لوگ جو منتخب کر لیے جائیں ..... بس اب کام سونپ دیا گیا ہے..... پلٹ مت جایئے گا.....!

''وثبت اقدامنا'' کا ورد آپ کو پستی میں گرنے سے بچا رکھے گا..... ذرا سی کمزوری گھپ اندھیروں میں آپ کا مقدر لکھوا دے گی ..... لیکن اب جب کہ داستان رقم ہی کرنے نکلے ہو تو اتنا یاد رکھنا عزت و توقیر اور خدمت خلق آپ ہی کر سکتے ہیں دریغ مت کیجیے گا ..... بڑھتے چلے جایئے گا..... فتح کے نئے باب رقم کرتے ہوئے آگے بڑھ جایئے گا..... تلاطم خیز موجوں کے حوالے خود کو کبھی مت کیجیے گا..... نام و نشان تک نہیں مل سکے گا.....

تاریخ کی پیشانی ایسا نہ ہو کہ آپ کی ناکامیوں کی لہولہان تحریر کو سجائے..... جس کے ہر ہر لفظ سے خون رس رہا ہو..... اور یقین کامل ہے اے میرے دینی بھائیو!

ایسا ہرگز نہیں ہوگا جن بھائیوں کے پیچھے بہنوں کی اور جن بیٹوں کے پیچھے ''ماؤں'' کی عظیم دعائیں ہوں تو وہ تاریخ کے اوراق لہولہان داستانوں سے سجانے کی بجائے ..... ارادوں کی مضبوطی، اعلیٰ کردار، سیرت کی پاکیزگی سے سجا دیا کرتے ہیں..... جو تا قیامت امر ہو جاتی ہے ہاں..... ہاں امر ہو جاتی ہے وہ حسین داستان جس داستان میں ہمارے بھائی دین اسلام کی خاطر نکلتے ہیں اور جب گمراہیوں کا پردہ سچائیوں کے ذریعے چاک کرتے ہیں تو ..... اس دین کی خاطر اُس چہرے پر تھپڑ برداشت کرتے ہیں..... جہاں اک ''ماں'' فرطِ محبت میں اپنے جگر کے ٹکڑے کو بوسہ دیتی ہے..... وہ پیشانی خون آلود ہو جاتی ہے جو اپنے خالق کے لیے جھکتی ہے..... عوام الناس جب بچانے کے لیے بڑھتی ہے تو (یہ جو طاقت رکھنے کے باوجود) کہہ دیتے ہیں ''ان اجری الا علیٰ رب العلمین'' قیامت کے دن اس تھپڑ کا حساب لوں گا..... یہ لوگ جو صبر کے جام پی کر اک عزم سے ''توکل علی اللہ'' کی تصویر بن کر بلندیوں پر اپنا مقام ڈھونڈنے کی غرض سے آگے بڑھ جاتے

> **یہی لوگ جب ضمیر کی عدالتوں میں حاضری دیتے ہیں تو سکون چار سو ان کا احاطہ کر لیتا ہے.....! وہم، پریشانی، نمود و ریا، مکروہ فریب کے لباس میں وجود نہیں گھرا ہوتا...... اعمالِ خیر کے لباس میں خود کو عجب خوشبو سے آراستہ و پیراستہ محسوس کرتے ہوں گے.....!**

ہیں۔ ریاض الاخلاق میں اِنہی لوگوں کی نشانیاں یوں جلوہ گر ہیں...... نیک، صالح، متقی اور پرہیزگار لوگوں کو دنیا میں رنج و غم، تکلیفوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے...... ابتلاؤں اور آزمائشوں کی ان خاردار وادیوں سے گذر کر پھر وہ قربِ الٰہی کے باغِ ارم میں پہنچ جاتے ہیں...... خدا ان کے درجے بلند کر دیتا ہے...... غور کیجیے ان سنہری حروف میں لکھے جانیوالے لفظوں پر جو ایک ڈاکٹر کی زبان سے ادا ہوئے...... جن کی قدر دِل کے نہاں خانوں میں قابلِ تعریف تھی...... اب تو وہ مقام بنا...... جو قلم کے ذریعے یوں بیان کریں گے جو قارئین بھی سراہے بغیر نہیں رہ سکیں گے...... آپ کو یہاں سے کتنی Pay ملتی ہے...... ''میں رب کی رضا (رضائے الٰہی) کے لیے یہاں آیا ہوں...... ویسے 22000 / Rs بنتی ہے یہاں مگر میں صرف خرچہ لیتا ہوں...... پھر اچانک پاکٹ سے ایک چٹ نکال کر دکھاتے ہیں...... کل ہی شام میں وصول ہوئی ہے...... 30,000 / Rs کی آفر ہوئی ہے مگر مگر سے آگے الفاظ خاموشی اختیار کر گئے...... ہاں ہم کو شدت سے وہ حدیث یاد آنے لگی ''سیدنا ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ نہیں دیکھتا تمہاری صورتوں کی طرف (کہ کون خوبصورت ہے، اور کون سیاہ فام) اور نہیں دیکھتا تمہارے مالوں کی طرف کہ کون امیر ہے اور کون غریب لیکن دیکھتا ہے تمہارے دلوں کی طرف کہ کس کا دل ریاکاری سے پاک ہے اور دیکھتا ہے تمہارے، خلوص بھرے عملوں کی طرف۔ (سبحان اللہ)

یہی لوگ جب ضمیر کی عدالتوں میں حاضری دیتے ہیں تو سکون چارسو ان کا احاطہ کر لیتا ہے......!

وہم، پریشانی، نمود و ریا، مکر و فریب کے لباس میں وجود نہیں گھرا ہوتا...... اعمالِ خیر کے لباس میں خود کو عجب خوشبو سے آراستہ و پیراستہ محسوس کرتے ہوں گے...... کیونکہ یہ جانتے ہیں سیدنا ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا (حدیث قدسی) ہے کہ میں لوگوں کے بنائے ہوئے شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں پھر جس نے میرے لیے کوئی عبادت کی اور اس میں کسی کو شریک بنایا وہ عمل اسی کے لئے ہے جسے اس نے شریک بنایا۔

اور عام نہیں ہوتے وہ لوگ جو منتخب کر لیے جائیں...... بس اب کام سونپ دیا گیا ہے...... پلٹ مت جایئے گا......! ''وثبت اقدامنا'' کا ورد آپ کو پستی میں گرنے سے بچا رکھے گا......!

یہ وہ لوگ جو یہاں اس علاقے میں اپنے ٹھنڈے علاقوں کو چھوڑ کر گرم جھلستی فضاؤں کے (عارضی ہی سہی) باسی بن کر کام کرنے میں اس قدر منہمک ہیں...... کہ سنجیدگی ان کا خاصہ جب کہ سبیلِ حُسن دکھانے کی سعی میں مگن نظر آتے ہیں ہم بہنیں ان کے لیے صدق دل سے ''دعا گو'' ہیں۔

سنتِ نبوی ﷺ سے سجے چہروں پر سلامتی جو اس کی راہ میں نکلے...... رحمٰن و رحیم کی رضا کے لیے مار کھانے سے بھی گریزاں نہیں...... کیونکہ...... وہی محسوس کرتے ہیں، اس ابرِ رحمت کو......!

...... یعنی ہر قسم کی آفات و حادثات دکھ درد، مصیبت، وبا، رنج و غم جیسی چیزوں سے دور امن و سلامتی کا بھرپور سرچشمہ ''دین اسلام'' کا ٹھنڈا میٹھا سایہ اُن پر سایہ فگن ہے جو رب ذوالجلال کی خاص الخاص رحمتوں میں سے ہے!

اے میرے عظمت کی حدوں میں رہنے والے بھائیو......!

سنو!

ایک شخص نے پیارے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا...... اے محمد ﷺ آپ کے نزدیک میرے لیے سب سے زیادہ خوفناک چیز کیا ہے؟

پیارے نبی ﷺ نے اپنی زبان کو پکڑ کر کہا کہ سب سے زیادہ خوفناک چیز یہ ہے۔ (ترمذی)

تو یاد رکھنا یہ رب کے دین کی جلتی قندیلوں کو پھونک سے بجھانے کی ادنیٰ سی بھی طاقت رکھنے کی سکت سے عاری ہیں...... یہ لعن طعن، تشنیع و تکفیر، بدگوئی کا تیر کمان سے نکال دینے والے...... یہ نہیں جانتے کہ اس تیر کا رخ ان کے اپنے چہروں کی جانب مڑ کر انہیں عبرتناک بنا سکتا ہے کیونکہ ''کُن'' کہنے کی دیر ہے اے مخلوقِ رحمانی!

ہاں یہ زبانِ حال سے اتنا ضرور کہیں گے سرخم کرتے ہوئے۔

میں اگر سوختہ ساماں ہوں تو یہ روزِ سیاہ
خود دِکھایا ہے میرے گھر کے چراغاں نے مجھے

یاد رکھنا روزِ جزا تمہاری زبان کو نہ بولنے کی تنبیہ کی جائے گی...... اور تمہارے اعمالوں کے حقیقی فسانے سنا رہے ہوں گے...... ایک طرف رحمٰن کے بندے چمکتے چہروں کے ساتھ بارگاہِ الٰہی میں کھڑے خوش و خرم عارضی حیاتِ زیست کے بدلے دائمی مزے لوٹنے کی غرض سے اطمینانِ قلب لیے سکون کی عظیم شاہراہوں پر ہوں گے...... جب کہ نیکی کے جواب میں بدی سے پیش آنے والے چہروں پر سیاہی لیے ظلم کی تاریکیوں کو سوچ کر کانپتے جسم کے ساتھ ہانپ رہے ہوں گے......!

یہ تو ایک جھلک ہے اے امت مسلمہ کے وہ بھائیو! جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر رب کی رضا کے لیے دین کی خاطر دور دراز سے اس مشن میں شامل ہونے کے لیے آئے ہیں۔ ایک عمارت کو دیکھ لینا...... جب کبھی قدم لڑکھڑانے لگیں...... دِلوں کو پھیرنے والے کی طرف خلوص سے حاضری دے دینا اور نم آنکھوں سے عمارت کو سوچنا ایک...... ایک اینٹ مل کر کتنی مضبوط و پختہ عمارت کا سبب بن جایا کرتی ہے...... یہاں سے مت پلٹنا اور اگر پلٹنے لگو تو اپنی تاریخ کے واقعات کو پیشِ نظر رکھ لینا...... جو ہمتوں کی خوب تر مثال قائم کر گئے...... اتحاد و نظم و ضبط کو اپنا شیوہ بنا لینا...... تاکہ ہم جیسی کمزور بہنیں بھی صدقِ دِل سے ایسا ہی ساتھ مانگیں...... جو جنت کی راہوں کے متلاشی...... کارکنانِ '' FIF '' سے منسلک خدمت کے سچے جذبوں سے سرشار ہوں...... اور ان عورتوں کی صف میں کھڑا ہونے کی خواہش کو شدت سے اپنی دعاؤں کا حصہ بنا لیں جو عورتیں نیک و صالح، متقی، پرہیزگار عورت کا روپ دھارے اپنے شوہروں کو دین کی راہوں پر جنت کی تلاش میں بھیج دیا کرتی ہیں...... جو آخرت میں ضرور ان کا مقدر بنے گی۔ ان شاءاللہ

مگر کامیاب ٹھہر جاتے ہیں یہ لوگ جو صبر کے جام پی کر اک عزم سے ''توکل علی اللہ'' کی تصویر بن کر بلندیوں پر اپنا مقام ڈھونڈنے کی غرض سے آگے بڑھ جایا کرتے ہیں۔

بسیار خوری سے بچیں

بسیارخوری سے مراد ضرورت سے زیادہ کھانا، ہر وقت کھاتے پیتے رہنا اور کھانے پینے میں اعتدال سے کام نہ لینا......!

صحت مند رہنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی غذا میں توازن رکھے، بھوک سے کچھ کم کھائے بلکہ انسان کو چند لقمے کافی ہیں جس سے اس کی کمر سیدھی رہے اگر زیادہ کی حسرت ہو تو پھر معدے کے تین حصے کر لیے جائیں ایک حصہ کھانے کے لیے، دوسرا حصہ پانی کے لیے اور تیسرا حصہ سانس لینے کے لیے چھوڑ دیں اس طرح معدے پر بوجھ نہیں بنے گا بد ہضمی بھی نہیں ہوگی کھانا آسانی سے ہضم ہوگا اور سانس لینے میں بھی تنگی نہیں ہوگی......!

بسیارخوری سے انسان نہ صرف مختلف عوارض (جن میں موٹاپا سرفہرست ہے) کا شکار ہوجاتا ہے بلکہ اس سے فہم وادراک میں بھی کمی آجاتی ہے کیونکہ زیادہ کھانے سے سستی پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے انسان کا ذہن صحیح طور پر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہوجاتا ہے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو بہت ساری نصیحتیں کیں ان میں سے ایک بسیارخوری سے بچنے کی بھی تھی آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے بیٹے جب معدہ بھر جاتا ہے تو فکری صلاحیت سو جاتی ہے۔ دانائی ماؤف ہوجاتی ہے اعضاء عبادت میں نشاط سے محروم ہوکر بیٹھ جاتے ہیں اور جب معدے میں غذا کم ہوتی ہے تو دل پر کثافت نہیں ہوتی عزیمت قوی اور بصیرت پیدا ہوتی ہے اور جسم میں نشاط عمل ہوتا ہے اور یہ بہت بڑا فائدہ ہے۔“ بسیاری کی وجہ سے کاہلی وکسل مندی آتی ہے۔ جس کی بدولت نیند کا غلبہ ہوتا ہے زیادہ نیند سے جسم کمزوری کا شکار ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے انسان کا دل کسی کام میں نہیں لگتا وہ تن آسان ہوجاتا ہے۔ اسے بے کار رہنے کی عادت پڑ جاتی ہے کاہلی وکسلمندی کی وجہ سے عبادت میں بھی آسودگی اور تسکین حاصل نہیں ہوتی ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ہمیں سستی اور کاہلی سے پناہ مانگنے کے لیے دعا سکھلائی ہے۔

اَللّٰھم انی اعوذبك من الھم والحزن، والعجز والکسل، والبخل والجبن وضلع الدین وغلبة الرجال (بخاری)

ترجمہ:

”اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں فکر اور غم سے اور عاجز ہوجانے سے اور سستی سے اور بخل اور بزدلی سے اور قرض کے چڑھ جانے سے اور لوگوں کے غالب آجانے سے۔“

رسول اللہ ﷺ یہ دعا کثرت سے کیا کرتے تھے۔ (بخاری)

آپ ﷺ ہمیں سستی سے بچنے کے لیے دعا سکھا رہے ہیں ادھر ہم لوگ سارا دن کھانے پینے میں مشغول رہتے ہیں اور اپنے اوپر سستی طاری کر رہے ہیں۔ بسیارخوری کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ ہمارا زیادہ وقت اور زیادہ پیسہ اس پر خرچ ہوتا ہے کیونکہ کھانے پینے کی اشیاء کی خریداری پر

وقت لگتا ہے۔ اس طرح ان اشیاء کی خریداری بغیر پیسوں کی نہیں ہوسکتی لہٰذا زیادہ پیسہ خرچ ہوتا ہے پکانے کے لیے بھی وقت درکار ہے اور کھانے کے لیے بھی جب کہ قرآن مجید نے ہمیں کھانے پینے کی اشیاء پر بے جا خرچ کرنے سے منع فرمایا ہے اور اعتدال کے ساتھ کھانے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

ترجمہ: ”اور کھاؤ اور پیو اور بے جا خرچ نہ کرو بے شک اللہ فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“ (سورۃ اعراف 31)

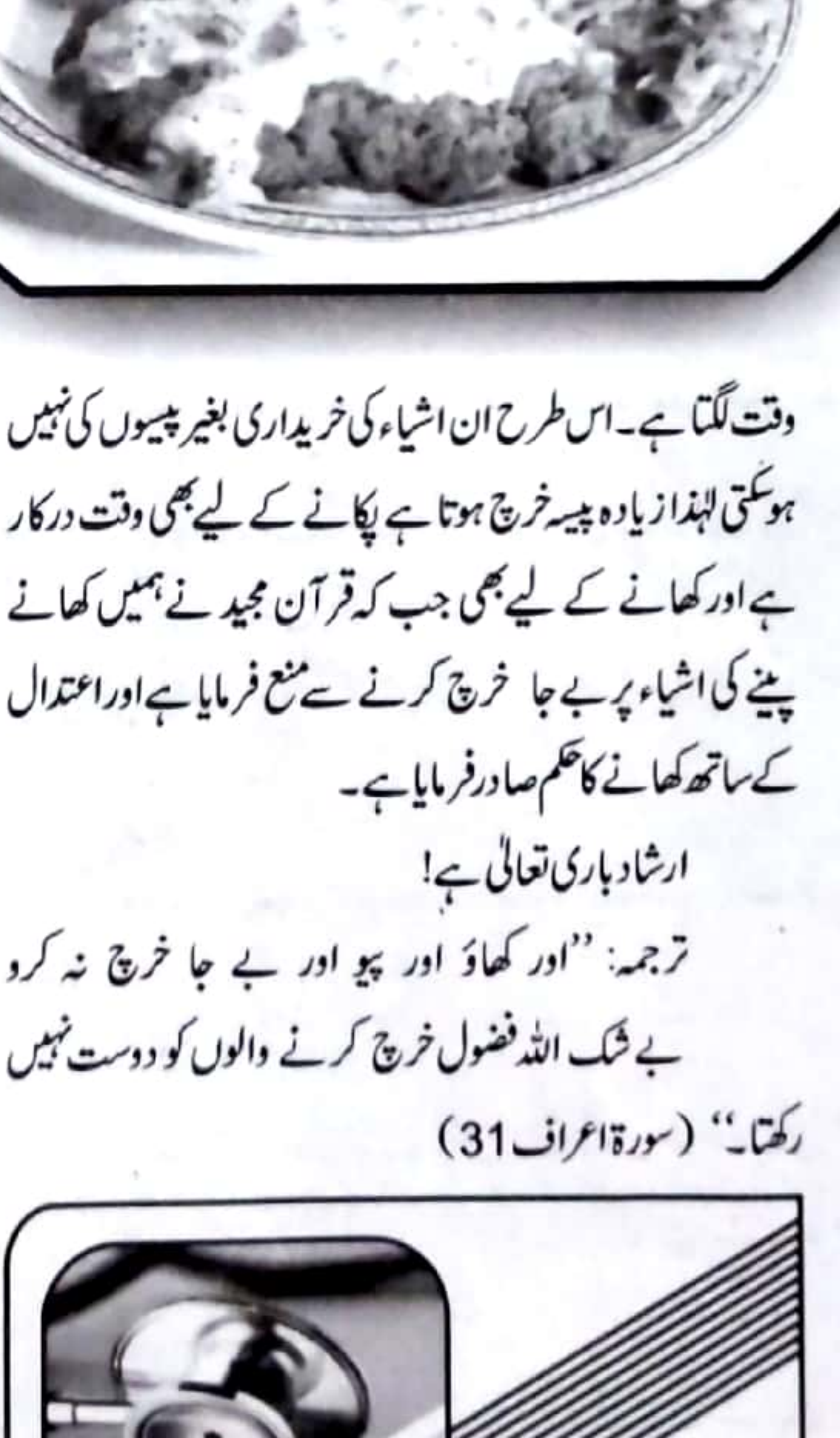

لیکن آج لوگوں میں یہ سوچ پائی جاتی ہے کہ کم کھانے سے ہم کمزور ہوجائیں گے ہماری صحت خراب ہوجائے گی لیکن اگر ہم اپنے پیارے نبی مکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ کریں تو بہت ساری احادیث سامنے آتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا یہاں دو احادیث درج کر رہی ہوں۔

سیدنا عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کی روٹی سے کبھی دو دن متواتر پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ اس دنیا سے اٹھا لیے گئے (مسلم)

دوسری حدیث بھی سیدہ عائشہؓ سے ہی روایت ہے کہ انہوں نے عروہؓ سے فرمایا میرے بھانجے ہم کبھی کبھی لگاتار تین تین چاند دیکھ لیتے تھے اور ہمارے گھروں میں چولھا نہیں جلتا تھا، پھر ہم نے عرض کی کہ پھر آپ لوگوں کو کونسی چیز زندہ رکھتی تھی حضرت عائشہؓ نے جواب دیا بس کھجور کے دانے اور پانی، رسول اللہ ﷺ کے پڑوسی انصاری تھے ان کے ہاں دودھ دینے والے جانور تھے، وہ آپ ﷺ کو دودھ بطور ہدیہ بھیجا کرتے تھے اس میں سے آپ ﷺ ہم کو بھی دیتے تھے (مسلم)

یہ تھی آپ ﷺ کی غذا جسے آپ ﷺ تناول فرمایا کرتے تھے آپ ﷺ تو کمزور نہیں ہوئے بلکہ آپ ﷺ نے بھوک کی حالت میں جنگیں لڑیں ہم تک رب کا دین پہنچایا بھوک سے انسان کمزور نہیں ہوجاتا بلکہ بھوک سے انسان کی سوچنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے اور ذہانت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ایک شامی آدمی نے مدینہ شریف کے باشندے سے پوچھا ”مجھے حیرت ہے کہ تمہارے علماء ہمارے علماء سے زیادہ ذہین اور ماہر ہوتے ہیں حتیٰ کہ تمہارے دیوانے بھی ہمارے دیوانوں کی نسبت فرزانے ہوتے ہیں“ مدنی جوان نے کہا: ”یہ ذہانت وفطانت بھوک سے حاصل ہوتی ہے آپ دیکھتے نہیں کہ ٹھوس لکڑی کی آواز بھدی ہوتی ہے جب اسے اندر سے کھوکھلا کر دیا جائے تو اس سے سریلی آواز نکلتی ہے۔ (العقیدہ الفرید)

چنانچہ ہمیں چاہیے کہ ہم بسیاری خوری سے بچیں کم کھانے کو اپنی عادات میں شامل کریں تاکہ اس کے نقصانات سے بچ سکیں ہمارا وہ وقت اور پیسہ جو کھانے پینے کی اشیاء کی خریداری اور تیاری میں صرف ہوتا ہے وہ دین کے فروغ کے لیے وقف ہو اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے دماغ کی اعلیٰ ذہنی صلاحیتیں بھی نکھار پائیں اور ہم صحت سے بھرپور زندگی گزار سکیں۔

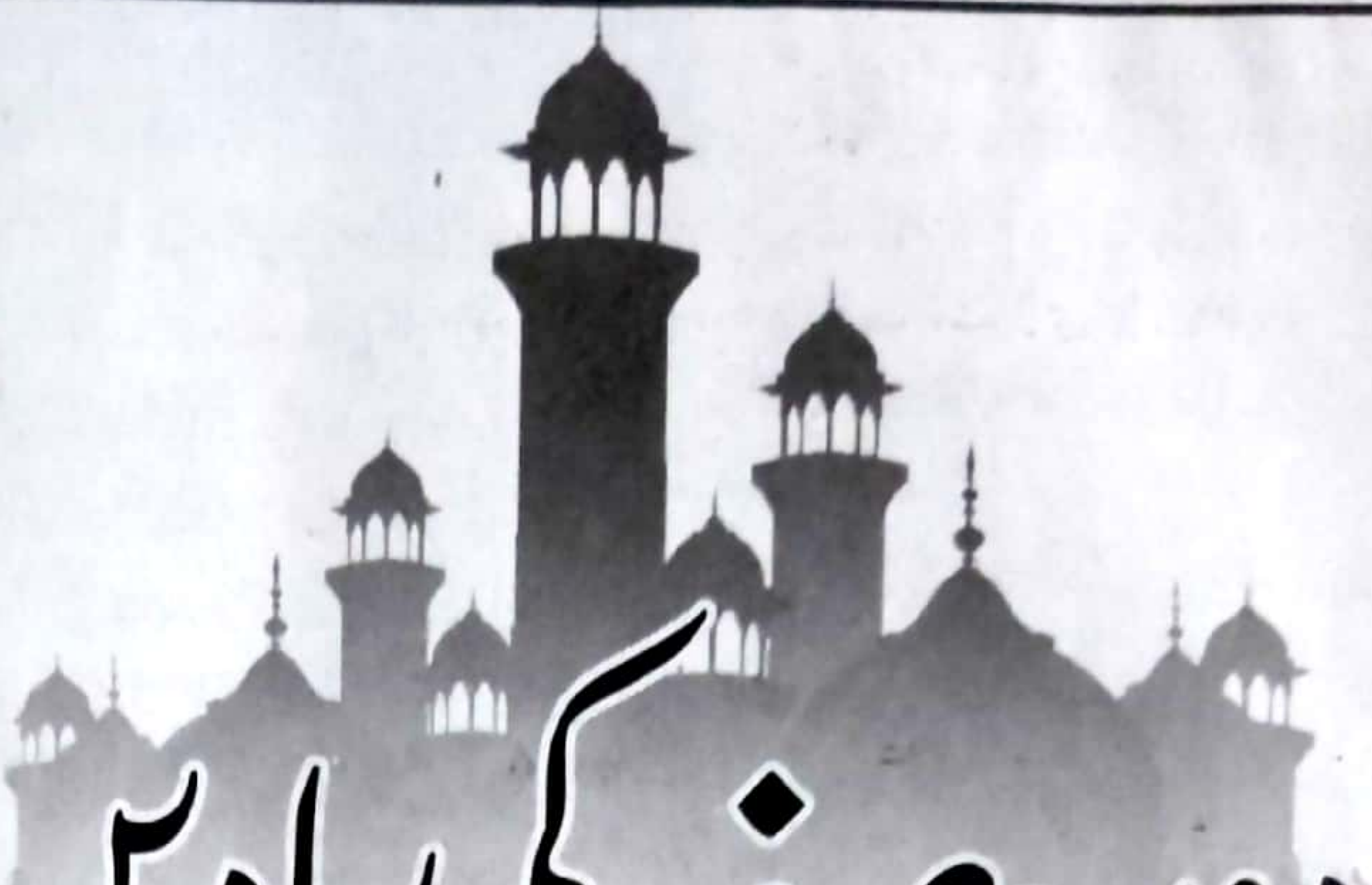

دورہ صفہ کی یادیں

میں کبھی نہیں بھول سکوں گی

جب میں مرکز طیبہ میں دورہ صفہ کے لیے آئی تو کافی ناخوشگوار باتیں محسوس ہوئیں مثلاً اپنی تلاشی دینا، ایک پرات میں پانچ یا چھ لڑکیوں کا مل کر کھانا اور ایک جگ میں پانی پینا، سحر میں تہجد کے لیے اٹھنا یہ سب زندگی کے مشکل ترین تجربات تھے کیونکہ پہلی بار یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی میری جو دوست مجھے یہاں لے کر آئی تھی ہر روز اس سے لڑ پڑتی تھی وہ مجھے تسلّیاں دیتی اور سمجھاتی یہاں تک کہ مجھے اس ماحول سے اپنائیت ہونے لگی اس کے بعد لڑکیوں کے ساتھ گھل مل گئی استادوں کا لڑکیوں کی ہر وقت راہ نمائی کے لیے تیار رہنا زیادہ سوالات پر جھنجھلانے کی بجائے ٹھنڈے دل سے جواب دینا اور مطمئن کرنے کا انداز کافی متاثر کن لگنے لگا۔ یہاں تک کہ اب تو پلیٹ میں کھانا عجیب سا لگتا ہے مل کر کھانے کی عادت ہو گئی ہے۔

علم اور عمل کے اعتبار سے یہ بیس دن میرے زندگی کے اٹھارہ سالوں پر بھاری ہیں اللہ تعالیٰ اس ٹیم کو مسلمان بیٹیوں کی تربیت اور تزکیہ کے اعتبار سے صبر آزما ذمہ داری کو نبھانے کے لئے ثابت قدمی عطا فرمائے اور آئندہ نسلوں کو سنوارنے کا اجر عطا فرمائے۔ اور ہمیں بھی اس عظیم کام کے لیے چن لے۔ ﴿آمین ثم آمین﴾

﴿حافظ صبغہ امجد، چونگی امرسدھو لاہور﴾

میری زندگی کے بہترین لمحات

میرا نام فائزہ خلیل الرحمٰن ہے میری امی جماعۃ الدعوہ شعبہ خواتین کی بہت پرانی کارکن ہیں اور میرے ابو بھی جماعت کے کارکن اور مسؤل ہیں۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے ماحول میں مجاہدین اور شہداء کا تذکرہ بہت قریب اور گہرائی سے سنا ہے میرے امی ابو اہل شہداء کے گھروں میں آتے جاتے اور ان کی خبر گیری کرتے رہتے ہیں اس حوالے سے میں اپنی جماعت کا منہج اور منشور جاننا چاہتی تھی اور دورہ صفہ کا شوق بھی اسی لیے پیدا ہوا لہٰذا جونہی میرے میٹرک کے امتحان ہوئے تو امی ابو مجھے مرکز طیبہ میں دورہ صفہ میں داخل کروا گئے پہلے دو دن تو انتہائی پریشانی میں گذرے اپنے گھر اور بہن بھائیوں والدین سے یکسر کٹ کر رہنا زندگی کا پہلا تجربہ تھا لہٰذا ایسے محسوس ہوا جیسے کسی جیل میں بند ہو گئی ہوں۔ دوسرے سونے جاگنے اور کھانے پینے کے معمولات میں تبدیلی اجنبی لڑکیاں اجنبی ماحول دل ہی میں امی ابو پر ناراض ہونے لگتی لیکن جب یہاں کا ماحول دیکھا تو بہت اچھا لگا کہ صبح سے شام تک کے سارے کام سنت نبوی ﷺ کے مطابق تھے۔

اساتذ کا شفقت سے پڑھانا اور آتے جاتے سلام لینا میرے دل کو بہت بھاتا تھا۔ تہجد اور باجماعت نماز پڑھنا بہت ہی اچھا لگتا تھا۔ اور پھر مل کر سنت کے مطابق کھانا کھانا یہ سب کچھ مجھے بہت زبردست لگا۔ اب مجھے پتہ چلا ہے کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے۔ اب انشاء اللہ خود بھی جو یہاں سے سیکھا ہے اس پر عمل کروں گی اور دوسروں کو بھی دعوت دوں گی۔ اللہ ہم سب کو دین کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ﴿آمین ثم آمین﴾

تقویٰ ماڈل سکول

داخلہ جاری ہے
نرسری تا پنجم

کیا آپ نہیں چاہتے؟

کہ آپ کا بچہ بہترین مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ عصر حاضر کا نامور ڈاکٹر یا انجنیئر اسلاف کی یاد تازہ کر دینے والا سائنس دان مورخ یا محقق اور گلوبل ویلج کے نقوش اسلام کی پسند کے مطابق مرتب کرنے والا غیر معمولی اور فعال شخص کے طور پر ابھرے۔ تو پھر "جیسا بیج ویسا پھل" ایسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے بچے کے لئے تعلیمی ادارے کا انتخاب سوچ سمجھ کر کیجیے۔

خصوصیات

☆قرآن وسنت سے مزین معیاری ☆اسلامی ثقافت کے آئینہ دار اعلیٰ تعلیم یافتہ سٹاف ☆سمعی بصری معاونات

☆جدید طریقہ ہائے تعلیم تدریس کا التزام ☆ہفتہ وار ماہانہ اور تین ٹرمز پر مبنی امتحانی نظام ☆انگلش میڈیم

اسکے علاوہ جہاں ملے آپ کے بچے کو ناظرہ قرآن، تجوید، نماز اور مسنون دعائیں، اعلیٰ اخلاقی تربیت کمپیوٹر کی عملی تربیت، تقاریر، ہم نصابی سرگرمیاں اور انگلش بول چال

سمر کیمپ کا آغاز 20مئی سے ہو چکا ہے

E-134 بلاک جوہر ٹاؤن لاہور رابطہ: 0323-4235130

ایام بیضاء

کابل کے سابق والی امیر دوست محمد خاں کے زمانے میں افغانستان کے کسی علاقے پر دشمن نے حملہ کر دیا۔ والی کابل نے اپنے ولی عہد بیٹے کو دشمن کی سرکوبی کے لیے ایک فوجی دستے کا کمانڈر بنا کر روانہ کیا۔ چند روز بعد اطلاع آئی کہ شہزادے کو شکست ہو گئی ہے اور وہ واپس آ رہا ہے دشمن بھی اس کے تعاقب میں تیزی سے چلا آ رہا ہے یہ خبر سن کر بادشاہ کو صدمہ ہوا۔ انہوں نے اپنی بیگم سے اس بارے میں ذکر کیا بیگم نے ساری بات سن کر کہا میں اس قصے کو درست نہیں مان سکتی، یہ قصہ یقیناً غلط ہوگا۔ بادشاہ نے کہا یہ خفیہ پولیس (سی، آئی، ڈی) کی رپورٹ ہے، آخر یہ کیسے غلط ہو سکتی ہے؟ مگر ملکہ نہ مانی اور کہا کہ میرے بیٹے کو شکست نہیں ہو سکتی بادشاہ اس پر مزید کبیدہ خاطر ہوا کہ عورت ہے کہ مانتی ہی نہیں تو کل خود دیکھ لے گی دوسرے دن اطلاع آئی کہ کل کی خبر غلط ہے شہزادہ فتح یاب ہو کر واپس آ رہا ہے بادشاہ نے خوش ہو کر ملکہ کو جلدی سے اطلاع دی۔ ملکہ نے شہزادے کی سلامتی اور فتح یابی پر شکر ادا کیا۔ بادشاہ نے ملکہ سے پوچھا ''بیگم تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ شہزادے کو شکست نہیں ہو سکتی......؟؟ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ تم نے میری سی۔ آئی۔ ڈی کی رپورٹ کو غلط قرار دیا؟ ملکہ نے کہا یہ میرا راز ہے جسے میں ظاہر نہیں کرنا چاہتی......

بالآخر بادشاہ کے اصرار پر ملکہ نے بتایا کہ جب یہ شہزادہ میرے پیٹ میں تھا تو میں نے اسی وقت یہ عہد کر لیا تھا کہ میں آئندہ حرام اور مشتبہ لقمہ نہیں کھاؤں گی۔ اس لیے کہ حلال غذا سے اچھی طبیعت اور اچھے اخلاق بنتے ہیں جب کہ حرام غذا سے طبیعت فاسد ہوتی ہے اور برے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ یہ شہزادہ نو ماہ تک میرے پیٹ میں رہا، اس دوران میں نے ایک لقمہ بھی ایسا نہیں کھایا جو مشتبہ ہو بعد میں بھی میں نے یہ احتیاط پیش نظر رکھی اس لیے مجھے یقین ہے کہ اس کے اخلاق برے نہیں ہو سکتے، شہید ہونا اچھے اخلاق کی علامت ہے اور پیٹھ پھیرنا برے اخلاق میں شامل ہے میں یہ بات حتمی طور پر کہہ سکتی ہوں کہ شہزادہ کٹ کر شہید تو ہو سکتا ہے مگر پیٹھ پھیر کر فرار نہیں ہو سکتا جب شہزادہ پیدا ہوا تب بھی میں نے حرام اور مشتبہ سے پرہیز رکھا تا کہ برے اثرات نہ پڑیں۔ میں جب بھی دودھ پلاتی وضو کر کے اور دو نفل پڑھ کر پلاتی تھی اس بنا پر میں نے شہزادے کے شکست کھا کر فرار ہونے کو جھٹلایا۔

(وقار اسحاق: ننکانہ)

بنت محمد اسحاق

کچھ پھول چنے ہیں لفظوں کے

''انمول موتی''

1:۔ حرص سے روزی نہیں بڑھتی لیکن انسان کی قدر گھٹ جاتی ہے۔

2:۔ جس پر نصیحت اثر نہ کرے اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔

3:۔ نیک آدمی جب علم سیکھتا ہے تو انکساری سے جھک جاتا ہے۔ اور بدفطرت جب علم سیکھتا ہے تو تکبر سے اکڑ جاتا ہے

4:۔ دل میں اترنے کے لیے سیڑھیوں کی نہیں بلکہ اچھے اخلاق کی ضرورت ہوتی ہے۔

5:۔ پرخلوص اور سچا شخص کبھی سچائی اور خلوص کی قسمیں نہیں کھاتا (طیبہ دعا)

''مہکتی کلیاں''

1:۔ علم کی پذیرائی اور سوچ کی گہرائی ہو تو کوئی سچا موتی ذہن کے دریچوں میں تخلیق ہوتا ہے۔

2:۔ ساری دنیا کے لوگ تجھے اپنے فائدے کے لیے چاہتے ہیں صرف ایک اللہ ہی ہے جو تجھے تیرے فائدے کے لیے چاہتا ہے۔

3:۔ اللہ کی ذات پر بھروسہ کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا۔

4:۔ کام کو جلدی کرنے کی فکر مت کرو بلکہ بہتر طور پر انجام دینے کی فکر کرو۔

(ارسہ ابراہیم، شیخوپورہ)

''صبر''

اکثر صبر سے دوسروں کی سازشیں بے کار ثابت ہوئیں اگر کینہ ساز کامیاب بھی ہو گئے تو میری شکست میرا قلب اور ضمیر مجروح نہیں کر سکی البتہ صبر تعطل کا نام نہیں ہے کوشش چھوڑ دینا صبر سمجھا جائے تو یہ صبر زہر قاتل ہے کوشش زندگی اور صبر تعطل ہے

(انتخاب: ثمرینہ شبیر جڑانوالہ)

لفظ چار (4) کی اہمیت

1:۔اللہ تعالیٰ جو ساری کائنات کا خالق ہے اس کے نام کے چار حرف ہیں۔ (ا،ل،ل،ہ)

2:۔اللہ کے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے نام کے چار حرف ہیں۔ (م،ح،م،د)

3:۔اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی آسمانی کتابیں چار ہیں۔

1:۔تورات 2:۔ زبور 3:۔انجیل 4:۔قرآن

4:۔حضرت علی کا لقب ''حیدر'' کے چار حرف ہیں۔ (ح،ی،د،ر)

5:۔خلفاء اسلام چار ہیں۔

1:۔حضرت ابوبکرؓ 2:۔حضرت عثمانؓ

3:۔حضرت عمرؓ 4:۔حضرت علیؓ

6:۔اللہ تعالیٰ کے مقرب چار فرشتے ہیں

1:۔حضرت میکائیل 2:۔حضرت اسرافیل

3:۔حضرت عزرائیل 4:۔حضرت جبرائیل

(حافظ صبغہ امجد، چونگی امرسدھو لاہور)

''دعا''

جب تین کیفیتیں طاری ہوں تو فوراً دعا مانگو!

1:۔جب جسم کانپ اٹھے۔

2:۔دل میں خوف آجائے۔

3:۔آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔

دعا پر اعتماد ہی نیکی ہے جب ہم خدا سے تنہائی میں اور خاموشی میں دعا مانگتے ہیں تو ہم اس یقین کا اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے پاس ہے اور ہماری دعائیں سن رہا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خاموشی کی زبان بھی سنتا ہے۔دعا میں خلوص آنکھوں کو نم کر دیتا ہے یہی آنسو دعا کی منظوری کی دلیل ہیں۔دعا مومن کا سب سے بڑا سہارا ہے، دعا ناممکنات کو ممکن بنا دیتی ہے دعا آنے والے خطرات کو ٹال سکتی ہے جس کا دعا پر ایمان نہیں اس کے سینے میں ایمان نہیں

(انتخاب: عابدہ ایمن)

آئیے پکانا سیکھیے!

راجھستانی بھنڈی

بھنڈی	آدھا کلو
سرخ مرچ	آدھا کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
پسا ہوا دھنیا	ایک چائے کا چمچ
سوکھی کھٹائی	ایک چائے کا چمچ
پسا ہوگرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
زیرہ	1/4 چائے کا چمچ
کلونجی	آدھا چائے کا چمچ
سونف	ڈیڑھ چائے کا چمچ
بیسن	تین کھانے کے چمچ
سبز مرچیں	چار عدد
کوکنگ آئل	چار کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

بھنڈیوں کو دھو کر چھلنی میں خشک ہونے کے لیے رکھ دیں، پھر بھنڈیوں کے دونوں سرے کاٹ کر ایک جانب سے چھری سے اگر کٹ لگائیں۔ایک پیالے میں بیسن، ایک چائے کا چمچ سونف، سرخ مرچ، پسا ہوا زیرہ، دھنیا، کھٹائی، گرم مصالحہ اور ہلدی ملائیں حسب ذائقہ نمک اور ایک کھانے کا چمچ کوکنگ آئل ملائیں، مصالحہ بھنڈیوں میں بھر دیں۔

پین میں تین کھانے کے چمچ کوکنگ آئل گرم کر کے آدھا چائے کا چمچ سونف 1/4 چائے کا چمچ زیرہ، آدھا چائے کا چمچ کلونجی اور سبز مرچیں ڈال کر اسے فرائی کریں۔

مصالحے بھری بھنڈیاں شامل کر کے چانچ منٹ فرائی کریں پھر پین کا ڈھکن ڈھک کر بھنڈی نرم پڑنے تک پکائیں بھنڈیاں نرم ہو جائیں تو چولہے کی آنچ تیز کر کے انہیں مصالحے میں تل لیں۔

(شمریزہ اسلم، شیخوپور)

حسن افزاء ٹوٹکے

لوکی چھیل کر کدوکش کر لیں، پھر ایک کڑاہی میں سرسوں کا تیل گرم کریں، تیل گرم ہو جائے تو اس میں کدوکش کی ہوئی لوکی ڈال دیں اور تیز آنچ پر ہلکا سنہرا یا براؤن ہونے پر چولہا بند کر دیں اور ٹھنڈا ہو جائے تو چھلنی سے چھان کر کسی بوتل میں ڈال دیں اور حسب ضرورت استعمال کرتی رہیں۔ بال خوبصورت گھنے اور صحت مند ہو جائیں گے۔

(ساجدہ چراغ دین فیصل آباد)

نظم

آہ۔۔۔۔۔!
یہ کیسی درد کی چنگاریاں ہیں
جو جسم و جاں کو جھلسا رہی ہیں
یہ کیسا کرب ہے
جو کسی پل چین نہیں لینے دیتا!
شاید
فلک نے ایسا دکھ کبھی نہ دیکھا ہو۔۔۔۔
ارض نے ایسا صدمہ کبھی نہ سہا ہو۔۔۔۔!!
ہر طرف ظلم ہی ظلم!
کہیں بابری مسجد کے نوحے۔۔۔۔
کہیں لٹتی بیٹیوں کے نالے۔۔۔۔
کہیں کشمیر میں تڑپتے لاشے۔۔۔۔
کہیں فلسطین کے بلکتے بچے۔۔۔۔
الٰہی!!
میری چھلکتی آنکھیں سوال کناں ہیں
تڑپتا دل فریاد کناں ہے
لہو اتنا سستا کیوں ہے؟
جذبات اتنے ارزاں کیوں ہیں؟
میری دل میں چھپی اداسی
خوشی میں کب بدلے گی یا رب۔۔۔۔؟
ہونٹوں پہ جمی لہو کی پپڑیاں
گلاب کا رنگ کب لائیں گی۔۔۔۔؟
امنگوں پہ چھایا اندھیرا
کب لوٹ کر جائے گا۔۔۔۔؟؟
کہ
ہر طرف بس چاندنی ہو
پھول خوشبو اور روشنی ہو
خوابوں کی بکھرتی دنیا
تعبیر کے ہاتھ سنوار جائے
مسافتوں کا ہو اختتام یا رب!
اب منزلوں کے پیام آئے

اخت عثمان اشرف

محترمہ مدیرہ الصّفّت

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا رسالہ الصّفّت گھٹاٹوپ اندھیروں میں شمع فروزاں کی مانند ہے۔جس کی چمکتی دمکتی حقائق پر مبنی تحریریں عالم اسلام کے دلوں کو نور ایمان سے مزّین کر رہی ہیں ۔اور میری دلی دعا ہے ۔کہ خدا آپ کو اسی طرح کامیاب وکامران رکھے(آمین یا اللہ)

اور میں پہلی بار الصّفّت میں شامل ہونے کی جسارت کر رہی ہوں امید ہے کہ مایوس نہیں کریں گے ۔قرآن اور حدیث کی روشنی میں توبہ کے بارے میں الصّفّت کے قارئین سے مخاطب ہوں۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْآ اِلَى اللهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ:

ترجمہ:۔اے ایمان والو!تم اللہ کے آگے توبہ کرو۔خالص توبہ امید ہے کہ تمہارا رب تم سے دور کر دیگا تمہارے گناہ اور وہ تمہیں ان باغات میں داخل کریگا جس کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔(البقرۃ)

توبہ کا لفظی ترجمہ ہے، پھرنا اور اصطلاحًا گناہ کی زندگی چھوڑ کر نیکی کی طرف آجانا ہے عزیز قارئین کرام !قیامت کی گھڑی قریب سے قریب تر چلی آرہی ہے۔

وقت تیزی سے گذر رہا ہے۔اور ہم گناہ پر گناہ کئے جارہے ہیں اب گناہ کو مٹانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔وہ ہے توبہ، جب آدمی نے توبہ کرلی۔تو گویا اس نے اپنی زندگی کا رخ بدل لیا اور اللہ تعالیٰ سے اقرار کیا۔کہ میں پچھلی زندگی سے بیزار ہو رہا ہوں۔اب نئے سرے سے نیکی اور پرہیزگاری کی زندگی بسر کروں گا۔

تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نہایت بعید ہے کہ توبہ کے بعد بھی اس سے سابقہ گناہوں کا حساب لیا جائے یا اس کو سابقہ گناہ یاد کرا کے شرمندہ کیا جائے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہ اس طرح ختم کر دیتا ہے۔گویا اس نے وہ گناہ کیے ہی نہ تھے

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے کہ جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں (بحوالہ ،ابن ماجہ،بیہقی ،مشکوۃ) توبہ کی شرائط درج ذیل ہیں۔

1:۔کہ آدمی اپنے گناہ پر نادم ہو۔اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے شرمندہ ہو۔

2:۔آئندہ گناہ نہ کرنے کا پکا ارادہ کرے

3:۔تندرستی میں ہو یا بیماری کے ایسے مرحلہ میں جب کہ موت کے آثار نمودار نہ ہوں جیسا کہ جب موسیٰ نے دریا کو عبور کیا،تو فرعون پیچھا کرتا ہوا۔اسی دریا کے اندر غرق ہونے لگا تو کہنے لگا کہ میں موسیٰ کے رب پر ایمان لے آیا مگر اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ٹھکرا کر غرق کر دیا کیونکہ وہ اپنی موت آنکھوں کے سامنے دیکھ چکا تھا جس گناہ گار نے ان شرائط کے ساتھ اللہ سے توبہ کی تو اللہ اس کی توبہ رد نہیں فرماتے جیسا کہ:۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔کہ رسول ﷺ نے فرمایا:۔کہ آدمؑ کے بیٹے خطا کار ہیں ۔اور بہترین خطا کار توبہ کرنے والے ہیں (مشکوۃ)

تمام ابن آدم اور بنات آدم سے اپیل ہے۔کہ آئیں ہم بھی اپنے گناہوں کی اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کریں ایسا بھی وقت آئے گا کہ جب توبہ کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا۔

آج وقت توبہ ہے اور دروازہ بھی کھلا ہے،ہمیں تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے اور خالص توبہ جو کہ اللہ کو پسند ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ:بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا۔ جس نے ننانویں آدمیوں کو قتل کیا تھا۔پھر مسئلہ پوچھنے کے لیے کسی راہب کے پاس گیا۔اور اس سے پوچھا۔میری توبہ قبول ہو سکتی ہے تو راہب نے کہا کہ نہیں !اس نے راہب کو بھی قتل کر دیا پھر وہ مسئلہ پوچھنے ایک عالم کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کیا میری توبہ سو قتل کرنے کے باوجود قبول ہو سکتی ہے۔

تو اس عالم نے کہا۔کہ تم فلاں بستی میں چلے جاؤ وہاں تمہاری توبہ کے لیے ایک عالم ہے۔پھر راستے میں اس کو موت آگئی اور وہ اس حال میں اپنے سینے کے بل گھیسٹا جاتا تھا۔سو اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نیک بستی کی زمین کو حکم دیا۔کہ قریب ہو جاؤ اور دوسری زمین کو کہ تم دور ہو جاؤ ۔اور فرشتوں کو کہا کہ زمین ماپ کر اندازہ کرلو جس طرف کی زمین قریب ہو۔وہ لے لے تو فرشتوں نے نیک بستی کی طرف ایک بالشت بھر زمین قریب پائی سو اس قاتل بندے کو بخش دیا گیا۔(بحوالہ: بخاری ومسلم)

آج ہمیں بھی اپنے گناہوں پر پہنچی توبہ کرنے چاہیے

تاکہ آخرت کے عذاب سے بچ سکیں اور قرب الٰہی کے مستحق ہو سکیں اور ہم بھی قرآن وحدیث کو نصیحت سمجھ کر قبول کریں۔

فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (۹) سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى (۱۰) وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى (۱۱)

ترجمہ:۔"تو آپ نصیحت کرتے رہیں اگر نصیحت کچھ فائدہ دے۔ڈرنے والا تو نصیحت لے گا،(ہاں) بد بخت اس سے گریز کرے گا۔"(سورۃ الاعلیٰ)

بنت عالم الدین
آزاد کشمیر

تفسیر القرآن

سورۃ النساء کی تشریح وتفسیر

از: ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

مفردات:

1۔ یُوْصِیْ۔ کا مادہ وص ی ہے اور یہ اَوْصٰی یُوْصِی (باب افعال) سے فعل مضارع معلوم واحد مذکر غائب ہے۔ وصیت کا معنیٰ اہم نصیحت۔ مرتے وقت جو نصیحت کی جائے اسے بھی وصیت کہتے ہیں۔

2۔ کُنَّ کا مادہ ک و ن ہے اور یہ کَانَ یَکُوْنُ (باب نَصَرَ یَنْصُرُ) سے فعل ماضی معلوم جمع مونث غائب ہے اور اس کا معنیٰ "ہونا" ہے۔

3۔ تَدْرُوْنَ = کا مادہ د ر ی ہے اور یہ دَرَی یَدْرِی

وراثت کی شرعی تقسیم حدود اللہ میں شامل ہے' نافرمانی کی سزا جہنم ہے

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ
وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ط وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ
أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ط آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا
تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ط فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (11) وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ
أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ
وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ط وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ
كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ حَلِيمٌ (12) تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ط وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ط
وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (13) وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ (14)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف دو لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے اگر اس (میت) کی اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ وارث ہوتے ہوں تو اس کی ماں کے لئے تیسرا حصہ ہے۔ ہاں اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو پھر اس کی ماں کا چھٹا ہے۔ یہ حصے اس وصیت (کی تکمیل) کے بعد ہیں جو مرنے والا کر گیا ہو اوادائے قرض کے بعد' تمہارے باپ ہوں یا تمہارے بیٹے' تمہیں نہیں معلوم کہ ان میں سے کون تمہیں نفع پہنچانے میں زیادہ قریب ہے۔ یہ حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں بے شک اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمتوں والا ہے۔ تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ مریں اور ان کی اولاد نہ ہو تو آدھوں آدھ تمہارا ہے اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمہارے لئے چوتھائی حصہ ہے' اس وصیت کی ادائیگی کے بعد جو وہ کر گئی ہوں یا قرض کے بعد۔ اور جو (ترکہ) تم چھوڑ جاؤ' اس میں ان (بیویوں) کے لئے چوتھائی ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر انہیں تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ اس وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو یا قرض کی ادائیگی کے بعد۔ اور جن کی میراث لی

جاتی ہے' وہ مرد یا عورت کلالہ ہوں یعنی اس کا باپ بیٹا نہ ہو اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں سب شریک ہیں اس وصیت کے بعد جو کی جائے اور قرض کے بعد جب کہ اوروں کا نقصان نہ کیا گیا ہو' مقررہ کیا ہوا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے بردبار۔ یہ حدیں اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا' اس کو اللہ تعالیٰ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے' اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ (النساء: 11 تا 14)

(باب ضَرَبَ یَضْرِبُ) سے فعل مضارع معلوم جمع مذکر حاضر ہے اور اس کا معنی کسی چیز کا علم حاصل ہونا' جاننا اور سمجھنا ہے۔

4۔ یُوْصِیْنَ۔ کا مادہ و ص ی ہے اور یہ اَوْصٰی یُوْصِی (باب افعال) سے فعل مضارع جمع مونث غائب ہے اور اس کا معنی موت کے وقت نصیحت کرنا ہے۔

5۔ یُوْرَثُ کا مادہ = و۔ ر۔ ث ہے اور یہ وَرَثَ یَرِثُ (باب ضَرَبَ یَضْرِبُ) سے فعل مضارع مجہول واحد مذکر غائب ہے۔

6۔ مُضَآرٍّ ۔ کا مادہ ض ر ر ہے اور یہ ضَارَّ یُضَارُّ (باب مفاعلہ سے فاعل یا اسم مفعول ہے۔ فاعل ہونے کی صورت میں معنی ہوگا مرنے والا اپنے مال میں سے تیسرے حصے سے زیادہ وصیت کر کے وارثوں کو نقصان نہ پہنچائے اور اسم مفعول ہونے کی صورت میں معنی ہوگا وراثت کی تقسیم میں کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔

7۔ یُطِعُ کا مادہ ط و ع ہے اور یہ اَطَاعَ یُطِیْعُ (باب افعال) سے فعل مضارع معلوم واحد مذکر غائب ہے اور اس کا معنی اطاعت کرنا خوشی سے کہنا ماننا ہے۔

8۔ یَعْصِ کا مادہ ع ص ی ہے اور یہ عَصٰی یَعْصِی (باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے فعل مضارع معلوم واحد مذکر غائب ہے۔ اس کا معنی نافرمانی کرنا ہے۔

9۔ یَتَعَدَّ کا مادہ ع د و ہے اور یہ تَعَدّٰی یَتَعَدّٰی (باب تفعل) سے فعل مضارع معلوم واحد مذکر غائب ہے اس کا معنی (احکام الٰہی) سے تجاوز کرنا ہے۔

10۔ یُدْخِلْ کا مادہ د خ ل ہے اور یہ اَدْخَلَ یُدْخِلُ (باب افعال) سے فعل مضارع معلوم واحد مذکر غائب ہے جواب شرط ہونے کی وجہ سے یدخل حالت جزم میں ہے' اس کا معنی داخل کرنا ہے۔

11۔ مُهِیْنٌ کا مادہ ه و ن ہے اور یہ اَهَانَ یُهِیْنُ (باب افعال) سے اسم فاعل ہے اور اس کا معنی ذلیل و رسوا کر دینا' بے قدر کر دینا ہے۔

تفسیر:

گزشتہ آیات میں سات نمبر آیت میں بیان ہوا تھا کہ والدین اور اقارب میں سے کسی کی موت ہونے کی صورت میں ان کے مال میں سے وراثت کے طور پر مردوں اور عورتوں دونوں کا حصہ ہے۔ اب ان دو آیات میں ان حصص کی تفاصیل اور وراثت کے احکام بیان کئے ہیں۔ چنانچہ ان آیات میں سے پہلی آیت میں اولاد اور والدین کی وراثت کے احکام بیان ہوئے ہیں کہ اگر والدین میں سے کوئی ایک وفات پا جائے تو اولاد میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اگر دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں اور کوئی لڑکا نہ ہو تو لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا یعنی کل مال کے تین حصے کئے جائیں گے اور دو حصے ان کو ملیں گے اور باقی مال دوسرے وارثوں (عصبہ) میں تقسیم ہوگا۔ اگرچہ اس آیت میں دو سے زیادہ کا حصہ بیان ہوا ہے لیکن اس سورت کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو بہنوں کا حصہ دو تہائی مال بتایا ہے تو دو لڑکیاں بدرجہ اولیٰ دو تہائی کی حقدار ہوں گی اور مسند احمد' ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن ربیع کی وفات پر ان کی دو لڑکیوں کے لئے دو تہائی مال کا فیصلہ کیا اور ان دونوں کی ماں کے لئے آٹھویں حصہ کا اور باقی مال عصبہ وارثوں کو دیا۔ (ابوداؤد کتاب الفرائض باب ما جاء فی میراث الصلب ترمذی کتاب الفرائض باب ما جاء فی میراث البنات)

اور اگر لڑکی ایک ہوگی تو آدھے مال کی وارث ہوگی اور باقی مال عصبہ ورثاء کو ملے گا' لڑکا ایک ہوگا تو سارے مال کا وارث ہوگا۔ اگر ایک سے زیادہ ہوں تو مال ان میں برابر تقسیم ہوگا اور اگر لڑکے لڑکیاں یعنی بہن بھائی ملے جلے ہوں گے تو لڑکے کا لڑکی سے دوگنا حصہ ہوگا مثلاً دو لڑکے اور ایک لڑکی ہونے کی صورت میں مال کے پانچ حصے کئے جائیں گے۔ دو دو حصہ لڑکوں اور ایک حصہ لڑکی کو ملے گا۔ اور اگر اولاد کے ساتھ مرنے والے کے ماں باپ بھی زندہ موجود ہوں تو ماں باپ دونوں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہوگا اور اگر مرنے والے کی اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ وارث بنیں تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا اور باقی مال باپ کا ہوگا۔ اگر مرنے والے کے بھائی بھی ہوں (چاہے سگے ماں باپ دونوں کی طرف سے ہوں یا صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے بھائی ہوں) تو یہ بھائی باپ کی موجودگی میں وارث نہیں ہوں گے البتہ ایسی حالت میں ماں کو تہائی حصہ کی بجائے چھٹا حصہ ملے گا۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ ان کی شادیوں اور دیگر اخراجات کا متحمل ذمہ دار باپ ہے' اس لئے ماں کے چھٹے حصے کے بعد باقی مال باپ کو ملے گا تاکہ وہ ان بھائیوں کی پرورش اور شادیوں وغیرہ پر خرچ کر سکے۔

آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہر وراثت کی تقسیم میت کی وصیت نافذ کرنے اور اگر اس پر قرض ہوگا تو اس کی ادائیگی کے بعد ہوگی۔ مرنے والے کے بعد معاملات کی ترتیب اس طرح ہوگی کہ سب سے پہلے اس کے مال میں سے کفن و تدفین کے اخراجات ہوں گے۔ اس کے بعد میت کا قرض اتارا جائے گا اور قرض میں سے پہلے اللہ کا قرض اتارا جائے گا مثلاً اگر کوئی زکوۃ یا حج اس کے ذمہ ہے تو وہ ادا کیا جائے گا۔ اس کے بعد اس کی وصیت نافذ کی جائے گی جو تہائی مال سے زیادہ نہ ہو۔ اس کے بعد وراثت کی تقسیم ہوگی اور وارثوں کو ان کے حصے دیئے جائیں گے۔ آیت میں وصیت کا ذکر قرض سے پہلے اس لئے ہے کہ لوگ اس کے نافذ کرنے میں سستی کا مظاہرہ نہ کریں اور یہ بات بھی ہے کہ قرض خواہ تو ہر صورت اپنا قرض وصول کریں گے لیکن میت کی وصیت کی تنفیذ تو وارثوں کے رحم و کرم پر ہے اس لئے وصیت کا ذکر قرض سے مقدم کیا گیا

باقی صفحہ 7 پر

بَابُ سُتْرَةِ الْمُصَلِّي

باب نمبر 4: نمازی کے سترے کا بیان

181۔وَعَنْ عَائِشَةَ رضی الله تعالیٰ عنها قَالَتْ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ عَنْ سُتْرَةِ الْمُصَلِّي فَقَالَ مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے نمازی کے سترے کے متعلق پوچھا گیا (کہ اس کی لمبائی کتنی ہونی چاہیے؟) تو آپؐ نے فرمایا: ”اونٹ کے پالان کے پچھلے حصے والی لکڑی کی اونچائی کے برابر ہونا چاہیے۔“ (اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔)

تخریج: اخرجه مسلم' الصلوٰة' باب سترة المصلى والندب الى الصلوة الى سترة ...... حديث 500

لغوی تشریح:

فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ: یہ غزوہ رجب 9 ہجری میں رومیوں کے خلاف ہوا مگر لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ تبوک حجاز کے شمال میں فلسطین کے قریب ایک جگہ ہے۔

(مُؤْخِرِة) میم پر ضمہ ہمزہ ساکن اور خا پر فتحہ یا کسرہ دونوں ہو سکتے ہیں۔ اور ہمزہ پر فتحہ اور خا پر تشدید اور فتحہ یا کسرہ دونوں جائز ہیں نیز میم پر فتحہ اور واؤ پر سکون ہمزہ کے بغیر اور خا کے نیچے کسرہ بھی درست ہے۔ یہ پالان یا کجاوے کی وہ لکڑی ہوتی ہے جس کے ساتھ سواری کرنے والا ٹیک لگاتا ہے۔

الرَّحْل۔ کجاوہ یا پالان وغیرہ جو اونٹ کی پشت پر رکھا جاتا ہے۔

فائدہ: احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازی کے سامنے سترہ ہونا چاہیے۔ سترے کی اونچائی اتنی ہونی چاہیے جتنی کجاوے یا پالان کے پچھلے حصے کی لکڑی ہوتی ہے۔

182۔ وَ عَنْ سَبْرَةَ بْنِ مَعْبَدٍ الْجُهَنِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَسْتَتِرْ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ وَلَوْ بِسَهْمٍ اَخْرَجَهُ الْحَاكِمُ

حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز ادا کرتے وقت تم میں

سے ہرایک کوسترہ قائم کرنا چاہئے اگرچہ تیرہی ہو۔“ اسے حاکم نے روایت کیا

تخریج: اسناده صحیح اخرجه الحاکم فی المستدرک: 252/1 واحمد 404/3

لغوی تشریح:

وَلَو بِسَهمٍ اگرچہ تیرہی ہو

اس سے یہ معلوم ہوا کہ سترہ خواہ موٹا ہو یا باریک و پتلا' بس اونٹ کے کجاوے کے پچھلے حصے کی لکڑی کی اونچائی اور لمبائی جتنا ہونا چاہئے اور حدیث کے عموم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد ہو یا غیر مسجد' سترے کا اہتمام کرنا چاہئے

راوی حدیث:

حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ مدنی صحابی ہیں۔ ذی مروہ میں رہائش اختیار کی۔ ان کی کنیت ابوثریہ تھی۔ ثُرَیّہ کی ”ثا“ پرضمہ اور ”را“ پرفتحہ اور ”یا“ پرتشدید ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد سب سے پہلے جس غزوہ میں شامل ہوئے' وہ غزوۂ خندق تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں انہیں اپنی طرف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اہل شام سے بیعت لینے بھیجا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت کے آخر میں وفات پائی۔

بقیہ

درس القرآن

کہ میت کی وصیت کا خیال رکھو ورنہ قرض ادا کرنا وصیت پر مقدم ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ وراثت کے یہ حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں۔ وہی حکمتوں کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ تم نہیں جانتے کہ ورثاء میں سے کون تمہارے لئے زیادہ فائدہ مند اور نفع بخش ہے۔ اگر وراثت کی تقسیم تمہارے سپرد کردی جاتی تو تم بغیر حکمت جانے اس کی تقسیم کرتے جو تمہارے اور ورثاء کے لئے کسی طرح بھی مناسب نہیں ہوتی۔

لڑکے کو دگنا حصہ دینے میں یہ حکمت ہے کہ مرد پر معاشی ذمہ داریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ دیکھئے مہر مرد دیتا ہے اور عورت کا نان ونفقہ' لباس اور رہائش وغیرہ ہر قسم کے اخراجات خاوند کے ہی ذمہ ہوتے ہیں۔

وراثت کے احکام میں چند صورتیں مستثنیٰ ہیں۔

1۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لانورث ما ترکنا صدقة ہمارا (انبیاء ورسل علیہم السلام) کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو چھوڑ جائیں' وہ صدقہ ہے۔ (بخاری باب فرض الخمس) اسی لئے رسول اللہ ﷺ کی وراثت تقسیم نہیں ہوئی۔

2۔ جان بوجھ کر قتل کرنے والا اپنے مقتول کا وارث نہیں ہوگا۔ ابن ماجہ کتاب الفرائض باب میراث القاتل

3۔ اسامہ بن زید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور نہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے۔ بخاری کتاب الفرائض باب لایرث المسلم الکافر

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی اور اخیافی بہن بھائیوں (جن کی ماں ایک ہو اور باپ مختلف) کی وراثت بیان کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شوہروں کو خطاب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہاری بیویاں مال چھوڑ کر مریں اور ان کی کوئی اولاد نہ ہو تو تمہیں آدھا مال ملے گا اور اگر ان کی اولاد ہے' ایک یا زائد لڑکے لڑکیاں یا پوتے پوتیاں یا پڑپوتے پڑپوتیاں خواہ تم سے یا کسی اور خاوند سے تو تمہیں مال کا چوتھا حصہ ملے گا اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہاری بیویوں کو چوتھا حصہ ملے گا اور اگر تمہارے فوت ہونے کی صورت میں تمہاری اولاد یا اولاد کی اولاد ہے' پھر وہ خواہ ان بیویوں سے ہے جو موجود ہیں یا کسی اور بیوی سے تو اس صورت میں بیویوں کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ اگر ایک بیوی سے زیادہ بیویاں ہوں تو یہ چوتھا یا آٹھواں حصہ ان میں برابر تقسیم ہوگا۔ یہ تقسیم قرض اور وصیت کی ادائیگی کے بعد ہوگی۔ اگر میت مرد یا عورت کلالہ (جس کا والد یا اولاد موجود نہ ہو) اور اس کی ایک بہن یا بھائی ہو تو ان میں سے ہرایک کے لئے چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ مال کی تہائی (تیسرا حصہ) میں برابر کے شریک ہیں۔ یہ تقسیم قرض اور وصیت کی ادائیگی کے بعد ہوگی اس طرح کہ کسی کا نقصان نہ کیا گیا ہو۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ یہ اللہ کا تاکیدی حکم ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا نہایت ہی بردبار ہے۔

بہن بھائی تین طرح کے ہوتے ہیں۔

1۔ عینی جن کے ماں باپ ایک ہوں۔

2۔ علاتی جن کا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف ہوں۔

3۔ اخیافی جن کی ماں ایک ہو اور باپ مختلف ہوں۔ اس آیت میں اخیافی بہن بھائیوں کی وراثت بیان کی گئی ہے۔ بہن بھائیوں کی دوسری قسموں 1۔ عینی' 2۔ علاتی' کے وراثتی احکام اس سورت نساء کی آخری آیت میں بیان کئے گئے ہیں۔

نوٹ:۔

اخیافی بہن بھائی دوسرے وارثوں سے چار باتوں میں مختلف ہیں۔

1۔ یہ صرف ماں کی جہت سے ورثہ لیتے ہیں۔

2۔ ان میں مرد اور عورت کا حصہ برابر ہوتا ہے۔

3۔ ان کو صرف میت کے کلالہ (جس کا نہ والد موجود ہو نہ اولاد) ہونے کی صورت میں حصہ ملتا ہے۔

4۔ ان کی تعداد جتنی بھی ہو' ان کا حصہ ثلث (تہائی) یعنی مال کے تیسرے حصے سے زیادہ نہیں ہوتا۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مال اولاد کے لئے تھا اور وصیت والدین کے لئے تو اللہ نے اس میں سے جو چاہا منسوخ کردیا اور لڑکے کے حصے کو دو لڑکیوں کے حصے کے برابر قرار دے دیا اور ماں باپ میں سے ہرایک کے لئے چھٹا اور تیسرا حصہ مقرر کیا۔ بیوی کے لئے آٹھواں اور چوتھا حصہ اور شوہر کے لئے آدھا اور چوتھا حصہ مقرر کیا۔ (بخاری کتاب الفرائض باب قولہ ولکم ماترک ازواجکم)

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وراثت کے احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہوئے ان کو مانیں گے اور ان پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو بہتی ہوئی نہروں والی جنتوں میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہ ان کو موت آئے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہوگی۔

اگلی آیت میں فرمایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کریں گے اور وراثت کے احکام اور اس کے دوسرے اوامر نہیں مانیں گے' اللہ تعالیٰ ان کو جہنم کی آگ میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے اور یہ ان کے لئے رسوا کن عذاب ہوگا۔ العیاذ باللہ

فوائد

1۔ وراثت کے احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں' ان میں کمی وبیشی جائز نہیں۔

2۔ قرض اور وصیت کا خیال رکھنا چاہئے۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز حرام ہے۔

4۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت دخول جنت اور خلود (ہمیشہ رہنا) جنت کا سبب ہے۔

5۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی معصیت ونافرمانی جہنم میں دخول وخلود کا سبب ہے جو رسوا کن عذاب ہے۔

یہ دور اپنے براهیمؑ کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اُسوۂ ابراہیمیؑ اور اُس کے تقاضے

فضائل و مسائل قربانی

پروفیسر ظفر اقبال گولڈ میڈلسٹ۔مرکزی مدیر بناء المساجد جماعۃ الدعوۃ پاکستان کے قلم سے خصوصی تحریر

ابوالانبیاء ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جنوبی عراق کے شہر اُور میں پیدا ہوئے۔آپ علیہ السلام نے ایسے معاشرے میں جنم لیا جہاں کے رہنے والے بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ نمرود بادشاہ کے دور میں بتوں کی تجارت ہوا کرتی تھی۔ ان کے والد کا نام آزر تھا۔ وہ بت بنانے میں بڑا ماہر تھا۔ جو سراسر گمراہی اور ظلمت وضلالت میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کا بیٹا بتوں کی تجارت کرے۔ابراہیم علیہ السلام ان بتوں کو اٹھا کر بازار میں لوگوں سے کہتے ''کون خریدار ہے ان بتوں کا' جو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان۔''

جب ابراہیم علیہ السلام عنفوان شباب کو پہنچے تو انہوں نے ان گمراہ کن باطل عقائد اور عبادات سے برأت کا اظہار کیا۔اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِيْنَo(الانبیاء:51)

''ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو پہلے سے ہدایت عطا فرمائی تھی اور ہم اسے جانتے تھے۔یعنی ہمیں معلوم تھا کہ وہ اس منصب کے اہل ہیں۔''

آپ علیہ السلام کے دل میں بے شمار سوالات نے جنم لیا اور افکار کا اک طوفان دل میں پیدا ہوا جبکہ لوگ غفلت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ باطل اور مشرکانہ اعتقادات کے سبب وہ صنم پرستی' بت فروشی اور ستارہ پرستی کے گہرے گڑھے میں گر چکے تھے' جبکہ قرآن کریم نے اس کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرَاكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُبِيْنٍ.
(الانعام:74)

''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے کہا' کیا آپ نے بتوں کو معبود بنالیا ہے۔میں دیکھتا ہوں کہ آپ اور آپ کی قوم صریح گمراہی میں پڑی ہوئی ہے۔''

ابراہیم علیہ السلام اور اہل کفر کے درمیان حق وباطل کا معرکہ جاری ہوگیا۔ ابراہیم علیہ السلام حق کے دلائل اور عقل و شعور کے زیور سے آراستہ ہوگئے۔ اللہ رب العزت نے آپ کے لیے اسباب پیدا فرمادیے۔آپ علیہ السلام نے اپنے والد کے ساتھ حکمت اور نصیحت کی راہ اختیار کی لیکن ان کے باپ نے جہالت کی راہ اپنائی اور اسی جہالت وگمراہی پر ڈٹا رہا۔ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کو اکیلے اللہ کی بندگی کی دعوت دیتے رہے۔ بتوں اور اصنام کو ایک طرف پھینک دیا۔اہل بابل میں خبر پھیل گئی۔نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو ملاقات کے لیے طلب کیا۔ابراہیم علیہ السلام نے دلائل و براہین پیش کیے۔ نمرود ہر طرح سے مایوس ہوگیا۔

فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَo(البقرہ:258)

''پس جس نے کفر کیا' وہ بھونچکا رہ گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو راہ نہیں دکھاتا''

ایک دن ابراہیم علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ وہ تمام بتوں کو ڈھا دے گا۔سوائے ایک کے' کسی خاص حکمت کے تحت۔ جب لوگ اپنے عبادت خانے میں آئے تو دیکھا کہ تمام بت زمین پر ٹوٹ پھوٹ کر گرا دیئے گئے ہیں اور کہنے لگے کہ ایسا برا کام کس نے کیا ہے اور اسے سخت ترین سزا دینے کے ارادے کرنے لگے۔انہیں پتہ چل گیا کہ یہ کام سوائے ابراہیم علیہ السلام بن آزر کے کوئی اور نہیں کرسکتا۔انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو سزا دینے کے لیے فیصلہ کرلیا۔ اللہ رب العزت اس واقعہ کو اس طرح بیان فرماتا ہے۔

أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُoقَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوْهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُوْنَ o فَرَجَعُوا إِلَى أَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظَّالِمُوْنَo
(الانبیاء:62تا64)

''اے ابراہیم علیہ السلام ہمارے بتوں کے ساتھ یہ تو نے کیا کیا ہے' ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: یہ جوان میں سے بڑا ہے' اسی نے کیا ہے' ان سے پوچھ لیجیے اگر یہ کلام کرتے ہیں' پس انہوں نے سوچا تو کہنے لگے' بے شک تم ہی ظالم ہو۔''

علم و تحقیق

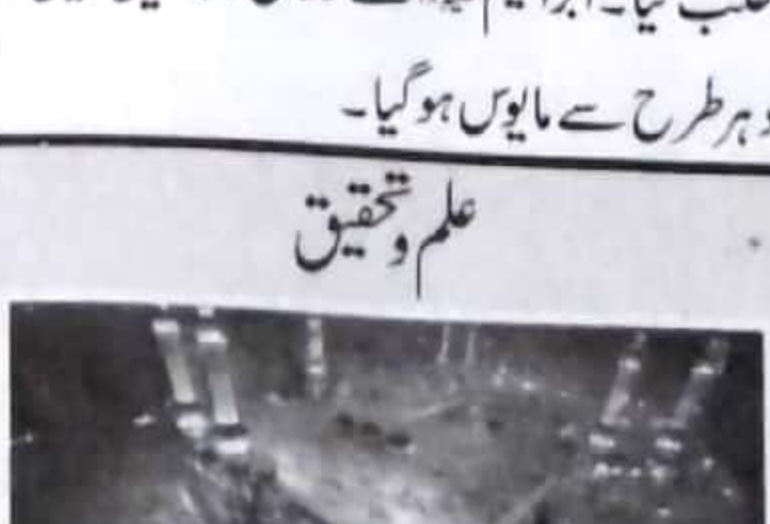

پروفیسر ظفر اقبال حفظہ اللہ

ابراہیم علیہ السلام کے ان قوی دلائل کے بعد قوم کے لوگ گم سم رہ گئے، ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ وہ انہیں آگ میں جلا کر بھسم کر دیں۔ اللہ نے قرآن کریم میں یہ صورت حال یوں بیان کی۔

قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ o قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ o وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ o

(الانبیاء: 68تا70)

''وہ کہنے لگے، اسے جلا ڈالو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو، اگر کچھ کر سکتے ہو، ہم نے کہا، آگ ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی بن جا اور انہوں نے اس کے ساتھ مکر کرنا چاہا تو ہم نے انہیں خسارے والے بنا دیا''

وہ اپنی بیوی سارہ اور اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام کو لے کر اپنا دین بچانے کے لیے ملک چھوڑ کر چلے گئے۔

فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ o (العنکبوت: 26)

''لوط علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور فرمایا: میں اپنے رب کے لیے ہجرت کرنے والا ہوں کیونکہ وہی زبردست حکمت والا ہے۔''

ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی رضا کے لیے اپنی قوم سے جدائی اختیار کر لی اور ان کے ملک سے ہجرت فرمائی۔ آپ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ اللہ نے آپ علیہ السلام کو اولاد عطا فرمائی اور نبوت و رسالت آپ علیہ السلام کی نسل میں مقرر فرما دی۔

ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے جس ملک گئے، وہ ملک شام تھا، اس کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:

إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ

(الانبیاء: 71)

''اس زمین کی طرف نکالا جس میں ہم نے جہان والوں کے لیے برکت رکھی ہے۔''

ابی بن کعب، ابوالعالیہ، قتادہ اور دیگر حضرات نے یہی کہا ہے، جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے ہے کہ یہ برکت والی زمین مکہ مکرمہ ہے۔

آپ علیہ السلام کی بیوی سارہ علیہا السلام کو مصر کے بادشاہ نے تحفے میں ایک خدمت کرنے والی خاتون ہاجرہ عطا کی۔ شام سے آپ علیہ السلام مصر چلے گئے، وہاں سے دوبارہ برکت والی زمین ارض مقدس کی طرف لوٹ آئے۔ آپ علیہ السلام کے ساتھ مویشی، غلام اور بہت سامان تھا۔ ہاجرہ علیہا السلام قبطیہ مصریہ آپ علیہ السلام کے ساتھ تھیں۔ آپ علیہ السلام کی بیوی سارہ علیہا السلام نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا کہ اللہ نے مجھے اولاد سے محروم رکھا ہے۔ آپ علیہ السلام میری خادمہ ہاجرہ کے پاس جائیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اولاد عطا فرما دے۔ ابراہیم علیہ السلام ہاجرہ علیہا السلام کے پاس گئے تو اللہ نے اس میں سے اولاد عطا کر دی اور آپ علیہ السلام نے اس کا نام اسماعیل علیہ السلام رکھا لیکن آپ علیہ السلام کی بیوی سارہ نے ابراہیم علیہ السلام سے شکایت کی اور پھر ہاجرہ علیہا السلام وہاں سے چلی گئیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ''سب سے پہلے جس خاتون نے کمر بند استعمال کیا، وہ اسماعیل علیہ السلام

کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں اور ان کے شیر خوار بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو لے گئے اور انہیں بیت اللہ کے پاس لا کر چھوڑ دیا۔

ابراہیم علیہ السلام نے خواب کے مطابق اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو اللہ رب العزت کے حکم سے قربان کرنے کے لیے تیاری کر لی۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ o فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ o فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ o فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ 103)) وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ o قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ o إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ o وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ o وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ o سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ o كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ o (الصافات: 100تا110)

''اے میرے رب! مجھے (لڑکا) عطا کر جو نیکوں سے ہو۔ تو ہم نے اسے ایک بہت بردبار لڑکے کی بشارت دی۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑ دھوپ کی عمر کو پہنچ گیا تو اس نے کہا، اے میرے چھوٹے بیٹے! بلاشبہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بے شک میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھ، تو کیا خیال کرتا ہے؟ اس نے کہا اے میرے باپ! تجھے جو حکم دیا جا رہا ہے، کر گزر، اگر اللہ نے چاہا تو تو ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ تو جب دونوں نے حکم مان لیا اور اس نے اسے پیشانی کی ایک جانب پر گرا دیا۔ اور ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے خواب سچا کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ بے شک یہی تو یقیناً کھلی آزمائش ہے۔ اور ہم نے اس کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا۔ اور پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔''

اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو بیٹا عطا کیا، انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اسے ذبح کر رہے ہیں۔ نبی کا خواب بھی وحی ہوتا ہے۔ دین کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ انہوں نے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے! میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ باپ بھی نبی ہے، بیٹا بھی نبی ہے۔ باپ نے اللہ کے حکم سے اپنی محبت، اپنے پیار، اپنی شفقت، پدری الفت کو اللہ کے لیے قربان کرنے کا عزم کر لیا۔ چونکہ بیٹا بھی نبی ہے۔ بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ کبھی کوئی باپ بھی بیٹے کو ذبح کرتا ہے۔ وہ اپنی عزیز جان کو اللہ کا حکم جان کر ذبح ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔ دونوں باپ بیٹا جب تیار ہو گئے اور باپ نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل لٹا لیا، تو رب تعالیٰ نے کہا: ابراہیم علیہ السلام تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ یہ آپ علیہ السلام کا امتحان تھا، آزمائش تھی جسے اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک مسلمانوں کے لیے طریقہ بنا دیا کہ اب قیامت تک لوگ جانوروں کی قربانیاں دیتے رہیں گے۔

ان تمام دلائل قرآنی سے اسوۂ ابراہیم علیہ السلام ہمارے سامنے کھل کر آجاتا ہے۔ابراہیم علیہ السلام توحید کے داعیِ اعظم، کفر کے مقابلے میں اولوالعزم، حق پر ڈٹے رہنے والے اور اللہ کے دین کے لیے عظیم قربانی دینے والے بن کر ظاہر ہوتے ہیں۔یہی دین ہے کہ انسان اپنی خواہش، اپنی محبت، اپنا پیار سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کردے۔

قربانی کے احکام ومسائل:

الاضحیة:

وہ جانور جسے اللہ کی رضا کے لیے قربانی کے دنوں میں ذبح کیا جائے، یہ جانور کی قربانی مسلمان ہر سال کرتے ہیں، حاجی بیت اللہ میں حج کے دوران ذی الحج کی دس تاریخ کو قربانی کرتے ہیں اور جو لوگ دنیا کے مختلف خطوں میں رہتے ہیں، وہ ہر سال 10 ذوالحج کو عید کی نماز ادا کرتے ہیں۔دوسنتیں ادا کر کے خطبۂ عید سنتے ہیں۔اللہ کے حضور دعائیں کرتے ہیں اور اللہ کی عظمت اور کبریائی بیان کرتے ہوئے راستے بدل کر گھروں کو واپس آتے ہیں۔عید کا دن چونکہ ہر سال آتا ہے اور اس دن بڑا عمل جانوروں کو ذبح کرنا ہے، اس لیے اس دن کو عیدالاضحیٰ یا عید قربان بھی کہتے ہیں۔اس دن ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کے حکم کے مطابق ذبح کرنے کا ارادہ کرلیا تھا، اللہ نے باپ اور بیٹے کی قربانی کو قبول فرمالیا، اللہ نے ان کے اس خالص لوجہ اللہ عمل کو رہتی دنیا تک باقی رکھا۔اس لیے یہ عمل اب شریعت محمد ﷺ میں بھی شامل ہے۔

شریعت میں حکم:

کتاب وسنت اور اجماع میں قربانی مشروع ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ.(الکوثر:2)

"پس آپ نماز ادا کیجئے، اپنے رب کے لیے اور قربانی کریں۔"

اہل علم نے کہا ہے کہ قربانی نماز کے بعد کی جائے جس کی دلیلیں آئندہ بیان کریں گے۔

سنت کی رو سے:

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ضَحَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ وَسَمَّى وَكَبَّرَ وَوَضَعَ رِجْلَهُ عَلَى صِفَاحِهِمَا.

(صحیح بخاری:۵۵۵۸،مسلم:۱۹۶۶)

"نبی کریم ﷺ نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی، میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا پاؤں جانور کے اوپر رکھا ہوا ہے اور بسم اللہ اور اللہ اکبر پڑھ رہے ہیں۔تمام مسلم امت کا قربانی کی مشروعیت پر اجماع ہے۔"

قربانی کا حکم:

قربانی کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

اس پر دوطرح کے قول موجود ہیں۔

پہلا:

جسے آسانی سے قربانی کا جانور میسر ہے، اس پر واجب ہے۔یہ ربیعہ، اوزاعی، ابوحنیفہ، لیث کا قول ہے اور بعض مالکیہ کا بھی یہی قول ہے۔وہ اس پر مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ.(الکوثر:2)

ان کا کہنا ہے کہ صَلِّ لِلّٰهِ، وَانْحَرْ لِلّٰهِ الامر للوجوب۔امر واجب کے لیے ہوتا ہے۔یہاں بھی صَلِّ اور وَانْحَرْ واجب کے معنوں میں ہیں۔

2- جندب بن سلیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرَى وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ.

(بخاری:۵۵۶۲،مسلم:۱۹۶۰)

"جس نے عید سے پہلے قربانی کرلی، وہ اس کی جگہ اور قربانی کرے اور جس نے قربانی نہیں کی، وہ قربانی کرے۔"

3- براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یارسول اللہ ﷺ! میں نے نماز کی ادائیگی سے پہلے ہی جانور ذبح کرلیا ہے اور میرے پاس بھیڑ کا بچہ (چھترا ہے) جو دو دانت والے سے بہتر ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو پہلے والے کی جگہ ذبح کرلو اور آپ کے بعد (محض بھیڑ کا کھیرا بچہ) کسی اور کے لیے کفایت نہیں کرے گا۔(بکرے کی جگہ اب بکرا ہی دوندا کرنا چاہیے)۔"

دوسرا قول:

قربانی سنت ہے، واجب نہیں۔اور یہ جمہور کا مذہب ہے۔امام مالک، امام شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، ابوثور، مزنی، ابن منذر اور ابن حزم وغیرہ قربانی کو سنت سمجھتے ہیں۔ان کے دلائل یہ ہیں۔

1- ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَتْ الْعَشْرُ وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَمَسَّ مِنْ شَعَرِهِ وَبَشَرِهِ شَيْئًا.(صحیح مسلم:۱۹۷۷، نسائی:۲۱۲/۷، ابن ماجہ:۳۱۴۹)

"نبی ﷺ نے فرمایا: جب ذی الحج کا پہلا عشرہ شروع ہوجائے اور تم میں سے کوئی قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے بالوں یا اپنی جلد سے کسی چیز کو ہاتھ نہ لگائے۔" (یعنی بال نہ کاٹے اور جلد سے بال صاف نہ کرے)

ان کا کہنا ہے (وَأَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ) اس بات کی دلیل ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے۔

2- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے۔کسی سے بھی صحیح ثابت نہیں ہے کہ قربانی واجب ہے۔

(الف) ابوسریحہ سے مروی ہے، کہتے ہیں (رایت ابابکر وعمر، ومایضحیان) اس کی سند بالکل صحیح ہے۔(مسند عبدالرزاق:۸۱۳۹)

ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو میں نے دیکھا کہ وہ قربانی نہیں کرتے تھے۔

(ب) ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إني لادع الاضحى ، وانى لموسر ، مخافة أن يرى جيراني أنه حتم علي.

(مسند عبدالرزاق:۸۱۳۹، بیہقی:۲۶۵/۹)

"بے شک البتہ میں قربانی چھوڑ دوں گا (نہیں دوں گا) اور بے شک میرے لیے قربانی دینا آسان ہے۔اس خوف سے کہ کہیں میرا ہمسایہ یہ خیال نہ کرے کہ قربانی میرے لیے لازمی ہے۔"

ان دونوں دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ وجوب کے دلائل قوی نہیں ہیں۔اقوالِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جمہور اہل علم کے نزدیک قربانی سنت ہے۔

قربانی کن جانوروں کی کرنا چاہیے؟

اللہ رب العزت نے فرمایا:

لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ . (الحج: ٣٤)

'' تاکہ وہ چوپائے جانوروں میں سے جو اللہ نے ان کو عطا کیے ہیں' ان پر اللہ کا نام لیں''

اہل علم کی جماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ''بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ'' کو قربانی میں ذبح کیا جائے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے اور مذہب جمہور بھی یہی ہے کہ ان جانوروں کی ہی قربانی کرنی چاہیے۔

نبی کریم ﷺ نے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہی جانوروں کی قربانی کی ہے۔

1- جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے:

نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ الْبَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْبَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ. (مسلم:١٣١٨' ابن ماجه:٣١٣٢' ابو داؤد: ٢٨٠٩)

''ہم نے حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اونٹ سات افراد کی طرف سے اور گائے سات افراد کی طرف سے ذبح کی۔''

مذکورہ حدیث میں قربانی کے موقع پر گائے اور اونٹ میں سات سات افراد کے شریک ہونے کا ذکر ہے جبکہ جامع الترمذی اور سنن ابن ماجہ کی روایات میں گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد کے شریک ہونے کا ذکر ہے۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ اونٹ میں دس افراد کی شرکت کا واقعہ قربانی کے موقع کا ہے جبکہ سات افراد کی شرکت کا تعلق حج وعمرہ سے ہے۔ اس لیے حج وعمرہ میں گائے اور اونٹ میں صرف سات افراد ہی شریک ہو سکتے ہیں۔ جبکہ عام قربانی میں گائے میں سات اور اونٹ میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ یہ فرق احادیث سے ثابت ہے۔ بعض لوگ عقیقوں کے حصے بنا کر ایک گائے میں کئی عقیقے کر لیتے ہیں۔ یہ طریقہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ ''ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے' قربانی کا موقع آ گیا۔ ہم گائے میں سات اور اونٹ میں دس شریک ہوئے'' اس کی سند حسن درجے کی ہے۔

(ابن ماجه: ٣١٣١' ترمذی: ١٠-١٠' نسائی: ٢٢٢/٧)

اونٹ اور گائے کی عمریں کیا ہونی چاہئیں؟

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ. (صحیح مسلم)

''صرف (دوندا) دو دانت ہی جانور ذبح کرو' سوائے اس کے کہ تمہارے لیے دوندے جانور کا حصول بہت مشکل ہو جائے تو بھیڑ کا جذعہ (چھ مہینے' آٹھ مہینے' نو مہینے' سال کا) ذبح کر لو۔ چھ مہینے کا اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال کا لگے۔ ابن حجر عسقلانیؒ نے تو جذعہ کی عمر بتائی کہ وہ ایک سال کا ہونا چاہئے۔

بکرا' بکری کس عمر کی ہوں؟

اس کے لیے معز کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ دوندا بکرا' بکری' اونٹ' گائے کی طرح ذبح کیا جائے۔

عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں:

چار عیب ہیں' اگر ان میں سے کوئی کسی جانور میں پایا جائے تو اس کی قربانی صحیح نہیں ہے۔

1- کانا: جس کا کانا پن پوری طرح ظاہر ہو یعنی ایک آنکھ سے دیکھتا ہو۔ دوسری سے نظر نہ آتا ہو۔ اگر معمولی کانا پن ہو اور واضح نہ ہو تو قربانی جائز ہے۔

2- مریض ہو اور اس کا مرض بالکل واضح ہو۔ اگر معمولی قسم کی بیماری ہے تو ذبح کیا جا سکتا ہے۔

3- لنگڑا ہو اور اس کا لنگڑا پن صاف نظر آتا ہو۔ قربانی نہیں ہو سکتا۔

4- اس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔ اتنا لاغر اور کمزور ہو کہ چل پھر ہی نہ سکے۔ اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

مستحب یہ ہے کہ جس جانور کی قربانی کی جائے' وہ موٹا' تازہ اور صحت مند ہونا چاہئے۔

ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ:

كُنَّا نُسَمِّنُ الْأُضْحِيَّةَ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُسَمِّنُونَ. (بخاري: ١٢/١٠)

''ہم مدینے میں قربانی کے جانور کو خوب موٹا تازہ کرتے تھے اور مسلمان بھی ان جانوروں کو موٹا تازہ کرتے تھے۔'' اس کی سند حسن ہے' تعلیقات بخاری۔

قربانی کے لیے افضل جانور کونسا ہے؟

امام مالکؒ کے علاوہ جمہور علماء نے کہا ہے کہ افضل قربانی اونٹ' بھیڑ' گائے' پھر بکرا۔

امام مالک کہتے ہیں افضل چھترا (دنبہ) وغیرہ' پھر گائے' پھر بیل۔ کیونکہ بکرے کا گوشت بہت اعلیٰ ہوتا ہے چونکہ نبی کریم ﷺ نے دو موٹے تازے دنبے ذبح کیے تھے۔ اور ''بذبح عظیم'' سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ ''یعنی عظیم دنبہ''

پھر سفید رنگ کا جانور ہو تو افضل ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جو جانور ذبح کیے' ان کے لیے املحین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ املح سے مراد بالکل اور خالص سفید۔ کالے رنگ کا جانور اور سرخ رنگ کا جانور بھی پسندیدہ جانور ہے۔

جو قربانی کرنا چاہے' وہ ناخن اور بال نہ کاٹے:

ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب ذوالحجہ کا عشرہ آ جائے اور کوئی بھی جو قربانی کا ارادہ رکھتا ہے' وہ اپنے بالوں اور جلد سے کسی طرح ہاتھ نہ لگائے یعنی بال نہ کاٹے اور نہ ہی ناخن۔''

ابن مسیب' ربیعہ' احمد' اسحاق' داؤد اور بعض شافعی حضرات بال کاٹنے کو حرام سمجھتے ہیں اور ناخن اتارنے کو بھی' جب تک قربانی نہ کر لی جائے۔

امام مالک' شافعی اور ان کے اصحاب اسے مکروہ کہتے ہیں اور کراہت تنزیہی ہے' حرام نہیں ہے۔ ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔

ناخن کاٹنے سے مراد انہیں قلم کرنا' توڑنا وغیرہ۔ بال کاٹنے سے مراد' مونچھیں' بغلوں کے بال' زیر ناف بال اور سر کے بال ترشوانا وغیرہ۔

حج وعمرہ کے احرام والے بھی نہ بال کاٹتے ہیں اور نہ ہی ناخن' قربانی کرنے والا خوشبو لگا سکتا ہے اور اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کر سکتا ہے لیکن احرام والا نہیں۔

قربانی کا وقت کون سا ہے؟

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ طلوع فجر سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے۔

1- شافعی' داؤد' ابن منذر اور دوسرے علماء کہتے ہیں جب سورج طلوع ہو جاتا ہے تو قربانی کا وقت ہو جاتا ہے۔ نماز عید اور خطبہ کے برابر وقت ہو جائے اور کوئی قربانی کر لے تو جائز ہے۔ چاہے امام نے نماز ادا کی ہے یا نہیں

کی۔ چاہے گاؤں والے ہیں، شہروں والے ہیں یا وادیوں میں رہنے والے ہیں۔

2- ابوحنیفہ اور عطاء کہتے ہیں: بستیوں اور وادیوں والوں کے لیے قربانی کا وقت ہوجاتا ہے جب دوسری صبح طلوع ہوجاتی ہے (جب ہر چیز خوب روشن ہوجاتی ہے) شہر والوں کے لیے اس وقت تک قربانی کا وقت نہیں ہوتا جب تک کہ امام نماز نہ پڑھ لے اور خطبہ نہ دے لے۔ اگر اس سے پہلے کسی نے ذبح کردیا تو کفایت نہیں کرے گا۔

3- امام مالکؒ کہتے ہیں جانور ذبح کرنا جائز نہیں ہے جب تک امام نماز اور خطبہ ادا نہ کرلے۔

4- احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں، نماز (عید) سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے۔ اس کے بعد جائز ہے۔

ان سب کے دلائل کے بعد انس بن مالک ؓ کی حدیث پیش کرتے ہیں۔

مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا ذَبَحَ لِنَفْسِهِ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ. (بخاری: ۵۵۴۶، مسلم: ۱۹۶۲)

''جس نے نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کیا، اس نے اپنے آپ کے لیے ذبح کیا اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا، اس کی قربانی پوری ہوگئی اور اس نے مسلمانوں کے طریقے کو پالیا۔''

قربانی کا آخری وقت:

قربانی دس ذوالحج سے شروع ہوتی ہے اور ذوالحج کی 13 تاریخ عصر کی نماز تک ہوسکتی ہے۔ یعنی قربانی کے چار دن ہیں۔ افضل یہ ہے کہ پہلے دن قربانی کی جائے لیکن اس متروک سنت کو زندہ کرنے کے لیے اگر چوتھے دن بھی قربانی کی جائے تو بڑا اجر ملے گا۔ اس کے بہت دلائل ہیں۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔

قربانی کہاں کی جائے؟

سنت یہ ہے کہ جہاں نماز ادا کی جائے، اسی عیدگاہ میں ہی قربانی کی جائے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کے انتظامات ممکن ہوں۔ اگر ایسا نہ ہوسکے تو جہاں آسانی اور سہولت میسر ہے، وہاں قربانی کردی جائے۔

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلَّى. (بخاری: ۵۵۵۲، ابو داؤد: ۲۸۱۱، نسائی: ۷/۱۲۳، ابن ماجہ: ۳۱۶۳)

ابن عمر ؓ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ عیدگاہ میں ہی جانور ذبح اور نحر (اونٹ کے ذبح کرنے کو نحر کہتے ہیں) کرتے تھے۔

قربانی کے گوشت سے کیسے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے؟

چونکہ قربانی عبادت ہے اور اس پر اجر ہے، اس لیے دین دار و متقین تک یہ گوشت پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ''انما یتقبل الله من المتقین'' سوائے اس کے نہیں کہ اللہ متقین سے قبول کرتا ہے۔

قربانی کا جانور بھی صحیح وسالم ہو۔ قربانی دینے والا بھی، عقیدہ وایمان، عمل اور رزق حلال میں صحیح وسالم ہو۔ قبروں، مزاروں، آستانوں پر چکر لگا کر لائے جانے والے جانور کی قربانی ناقابل قبول ہے۔ قربانی کے گوشت سے تین طرح سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

① خود کھائے۔ ② غریبوں میں تقسیم کرے۔
③ ذخیرہ کرے (خشک کرکے)

یہ جو رواج ہے کہ گوشت کو تین حصوں میں بانٹ لیتے ہیں۔ ایک حصہ اپنے لیے، ایک غریبوں، مسکینوں کے لیے، ایک رشتہ داروں کے لیے، اس کی کوئی دلیل قرآن، حدیث اور سنت میں نہیں ہے۔

جتنا چاہے خود کھائے، جتنا چاہے مسکینوں میں بانٹ دے، عزیزوں، رشتہ داروں، حاجت مندوں کو دے، کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر قربانی کا جانور گم ہوجائے تو کیا کرے؟

تمیم بن حویص ؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ''میں نے ایک بھیڑ خریدی (منی میں) قربانی کے لیے، وہ گم ہوگئی۔ میں نے ابن عباس ؓ سے پوچھا، وہ فرمانے لگے: تجھے کوئی نقصان نہیں، یعنی اسے اللہ اجر عطا کردے گا۔ اس کی سند صحیح ہے۔ (بیہقی نے بیان کیا ہے۔ ۹/۲۸۹)

اگر قربانی کا جانور مر جائے؟

ابن عمر ؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں: جس نے قربانی کے لیے کوئی اونٹ خریدا، یا تو گم ہوگیا یا وہ مرگیا، اگر وہ نذر مانی گئی ہے تو اس کے بدلے میں دوسرا اونٹ خریدے گا۔ اگر وہ دل کی رغبت سے خریدا ہے، چاہے تو بدل لے یا چھوڑ دے۔'' دین اسلام میں آسانی ہے، مشکل نہیں ہے۔

قصاب کو اجرت کے طور پر قربانی کا گوشت یا جانور کی کھال دینا جائز نہیں ہے۔

کھالوں کا مصرف:

قربانی کی کھالیں اپنے ذاتی استعمال میں لانا جائز ہے۔ (رواہ احمد)

بصورت دیگر کھالوں کے مستحق غرباء ومساکین ہیں۔ اسی لئے مدارس دینیہ کو دینا بھی جائز ہے کیونکہ وہاں زیر تعلیم طلباء کی اکثریت غرباء ومساکین کی ذیل میں آتی ہے۔ علاوہ ازیں کھالیں، اسلامی محاذوں پر برسر پیکار مجاہدین فی سبیل اللہ کو بھی دی جاسکتی ہیں۔ اور ان کو دینا اس لئے بھی زیادہ افضل ہے کہ ان کی اکثریت فقراء و مساکین بھی ہوتی ہے اور یہ اسلام کے ایسے چوکیدار ہیں جن کے بغیر اسلام کی کوئی چیز محفوظ نہیں رہ سکتی۔ البتہ کھالیں بیچی اور جانور کاٹنے والے کو بطور اجرت نہیں دی جاسکتیں۔ (نیل الاوطار: 126/5)

باقی صفحہ 64 پر

بقیہ جہاد کشمیر

محمد کا ضلعی کمانڈر تھا جو کہ گزشتہ چھ سالوں سے بھارتی فورسز کے خلاف لڑ رہا تھا۔ ان شہداء کی خبر پھیلتے ہی لوگوں نے شہداء کے آبائی علاقوں کی طرف مارچ شروع کردیا۔ مظاہرین نے آزادی واسلام کے حق میں نعرے لگاتے ہوئے شہداء کی نعشوں کا مطالبہ کیا جس کے جواب میں پولیس نے سخت لاٹھی چارج اور پیلٹ گن سے فائرنگ کرکے دو درجن کے قریب افراد زخمی کردیئے جن میں سے 8 افراد شدید متاثر ہیں۔ جبکہ کم وبیش 21 گھنٹے کے اس طویل معرکہ میں بھارتی فوج نے اپنے ہلاک وزخمی اہلکاروں کی تعداد کو میڈیا پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ لوگوں کا جذبۂ انتقام اور شہداء سے والہانہ محبت کو دیکھتے ہوئے آخر حکام نے شہداء کی نعشیں مظاہرین کے سپرد کردیں جنہیں آبائی علاقوں کی طرف جلوسوں کی شکل میں لے جایا گیا اور ہزاروں مرد وزن اور بوڑھوں، بچوں نے ان جنازوں میں شرکت کرکے شہداء کو خراج تحسین پیش کیا۔ جنازہ پر حریت پسند رہنما شبیر احمد شاہ نے ٹیلی فونک خطاب میں مظاہرین اور ورثاء شہداء کا لہو گرماتے ہوئے کہا کہ ہماری جدوجہد بھارت کے جابرانہ قبضہ سے خلاصی تک ہر حال میں جاری رہے گی۔

3 ستمبر کو شہید الطاف احمد راتھر بن محمد عبداللہ ساکن چک بدری ناتھ پلوامہ اور دیگر دو شہداء سے یکجہتی کے لیے ہڑتال کی گئی۔ شدید طوفانی بارشوں کے باوجود جہاں ہزاروں لوگوں نے بارش میں بھیگنے کے باوجود شہداء کے نماز جنازہ اور تجہیز وتکفین میں شرکت کی، وہاں پلوامہ، راجپورہ، چرار شریف اور دیگر مضافاتی علاقوں سے عورتوں، بچوں اور بزرگوں ونوجوانوں کا ایک اژدھام امڈ آیا اور انہوں نے شہداء کے آبائی علاقوں کی طرف مارچ کیا اور سخت ہڑتال میں فورسز سے جھڑپیں اور پتھراؤ بھی جاری رہا جس میں مزید کئی افراد زخمی ہوگئے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں

مسائل واحکام

آپ کے سوال

مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

جبری طلاق کا حکم کیا ہے

س: ایک مسلمان لڑکی کی شادی ایک آدمی سے ہوئی۔ بعد میں اس کی بے دینی کی بناء پر اس سے طلاق لے لی گئی اور عدت گزرنے کے بعد ایک عالم دین سے شادی کر دی گئی۔ شادی میں لڑکی کا سگا بھائی اور 5 افراد اور تھے' باقی خواتین تھیں۔ لڑکا سعودی عرب میں ہوتا ہے۔ اور اس کی پہلی بیوی اور دو بچے بھی ہیں۔ رخصتی کے بعد اس کی پہلی بیوی کے ماموں نے دباؤ ڈالا اور کہا' یہ نکاح ہی نہیں ہوا کیونکہ لڑکے کا باپ اور برات موجود نہ تھی

۔

اب آپ سے گزارش ہے کہ کیا آدمی کو دوسری شادی کی اجازت ہے اور اس کی شادی میں اگر باپ موجود نہ ہو تو کیا وہ نکاح درست نہیں رہتا۔ کتاب وسنت کی رو سے وضاحت کریں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

دوسری بات یہ ہے کہ پہلی بیوی کے والدین اور ماموں اس لڑکے کو مجبور کر کے طلاق دلوا رہے ہیں۔ کیا اسلام میں جبری طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ (ایک سائلہ۔ فیروزوالا)

ج: شادی اور نکاح کے لئے مجلس نکاح میں دو گواہ' باپ یا لڑکی کے ولی کی اجازت' حق مہر اور ایجاب وقبول ضروری ہیں۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1۔ گواہ: نکاح کے انعقاد کے لئے دو عادل مسلمانوں کا گواہ ہونا ضروری ہے اور زیادہ سے زیادہ کی حد نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں طلاق و رجوع کے حوالے سے اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔

وَأَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوْا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ (الطلاق 2)

اور اپنوں میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنالو اور گواہی اللہ کے لئے قائم کرو۔

تو معلوم ہوا کہ کم از کم شرعی احکامات میں دو عادل گواہوں کا ہونا لازمی ہے اور بالخصوص نکاح کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ سے ایک حدیث یوں مروی ہے۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدل ، وما كان من نكاح على غير ذلك ، فهو باطل فَإِنْ تَشَاجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ

(صحیح ابن حبان کتاب النکاح 3075)

ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہے اور جو نکاح اس کے علاوہ ہو' وہ باطل ہے۔ اگر لڑکی کے اولیاء آپس میں جھگڑا کریں تو حاکم وقت اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہ ہو۔ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یوں باب باندھا ہے۔

ذكر نفي اجازة عقد النكاح بغير ولي و شاهدي عدل

یعنی ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح منعقد کرنا جائز نہیں ہے۔

2۔ ولی: گواہ کے علاوہ نکاح کے انعقاد کے لئے لڑکی کے ولی یعنی باپ کا ہونا ضروری ہے اور باپ کی غیر موجودگی میں لڑکی کے ورثاء میں سے مرد حضرات یعنی چچا' بھائی بیٹا وغیرہ جو عاقل' بالغ اور معاملہ فہم ہوں' ان میں سے

کسی کا ہونا ضروری ہے۔ ولی کے لزوم کے لئے ایک تو اوپر ذکر کردہ حدیث دلیل ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار ادلہ میں سے ایک دلیل ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''لانکاح الا بولی'' ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے۔ (صحیح ابن حبان 4078) ترمذی (1101) اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے راقم کی کتاب (آپ کے مسائل اور ان کا حل) ملاحظہ ہو۔

3۔حق مہر: عورت کو حلال بنانے کے لئے خاوند جو اسے مال دیتا ہے وہ مہر ہے۔ حق مہر دینا لازم و واجب ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء 4) اور تم عورتوں کو ان کے مہر خوشدلی سے ادا کرو۔

دوسرے مقام پر فرمایا

وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ (النساء 24)

اور تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں جو ان کے سوا ہیں کہ تم اپنے مالوں کے بدلے طلب کرو اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہوں نہ کہ بدکاری کرنے والے۔

اور نبی کریم ﷺ نے جب ایک عورت سے ایک صحابی کا نکاح کرنا چاہا تو اس صحابی سے کہا:

هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُصْدِقُهَا'' کیا تیرے پاس اسے مہر دینے کے لئے کچھ ہے؟ اس نے کہا' میرے پاس میری چادر کے سوا کچھ نہیں ہے تو آپؐ نے فرمایا: اگر تو چادر اسے دے دے گا تو خود بیٹھا رہے گا' تیرے پاس ازار نہ ہوگا۔ تو کچھ تلاش کرلے۔ اس نے کہا' میں کچھ بھی نہیں پاتا۔ فرمایا اَلْتَمِسْ وَلَوْ كَانَ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ'' تلاش کر اگر چہ لوہے کی ایک انگوٹھی ہی ہو۔ تو اس نے کچھ نہ پایا فرمایا: کیا تجھے قرآن میں سے کچھ یاد ہے؟ اس نے کہا' ہاں فلاں فلاں سورۃ' آپؐ نے فرمایا' تجھے جو قرآن آتا ہے' اس کے عوض ہم اسے تیرے نکاح میں دیتے ہیں۔ (صحیح البخاری کتاب النکاح 5135)

لہٰذا حیثیت کے مطابق مہر کا ہونا ضروری ہے' اس کے لئے زیادہ سے زیادہ اور کم از کم کی حد متعین نہیں ہے۔

4۔ایجاب وقبول یا عقد نکاح کے الفاظ: جب لڑکی کا ولی یا سلطان و قاضی نکاح کے وقت لڑکے سے کہے کہ فلاں لڑکی میں نے اتنے حق مہر کے ساتھ تیرے نکاح میں دی اور لڑکا کہے' میں نے قبول کرلی تو اس سے نکاح منعقد ہوتا ہے۔ اوپر ذکر کردہ بخاری شریف کی حدیث اس پر دلیل ہے۔ باقی نکاح کے انعقاد سے قبل خطبہ الحاجۃ پڑھنا مسنون ہے۔

لہٰذا جب اس نکاح میں لڑکی کا ولی' گواہ' حق مہر اور ایجاب و قبول جیسے لازمی امور موجود تھے تو یہ نکاح بالکل صحیح ہے اسے غلط قرار دینا کسی طرح بھی روا نہیں ہے۔ لڑکا نکاح کے انعقاد میں اپنے ولی کا محتاج نہیں ہے۔ ولی کی شرط لڑکی کے لئے ہے اور بارات وغیرہ کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا مقام کسی مسلمان سے مخفی نہیں ہے' جب وہ مہاجر ہوکر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو نبی کریم ﷺ نے ان کے اور سعد بن ربیع الانصاری کے درمیان مواخات قائم کردی۔ سعد بن ربیع دولتمند آدمی تھے۔ انہوں نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا' میں اپنا مال تمہارے لئے دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں اور تمہاری شادی بھی کرتا ہوں تو انہوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور مال میں تمہارے لئے برکت عطا کرے۔ مجھے بازار کا راستہ بتاؤ۔ بالآخر وہ بازار گئے۔ خرید وفروخت کی۔ پھر کچھ دنوں بعد آئے تو ان کے اوپر زرد رنگ کا نشان لگا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا' یہ کیا ہے؟ کہا' اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے ایک انصاری عورت کے ساتھ شادی کی ہے۔ فرمایا تو نے اسے مہر کیا دیا۔ کہا کھجور کی گٹھلی برابر سونا دیا ہے تو نبی ﷺ نے فرمایا' ولیمہ کر اگر چہ ایک بکری ہو۔ (صحیح البخاری (2049)

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن بن عوف کے نکاح کا رسول اللہ ﷺ کو بھی اس وقت پتہ چلا جب ان کے کپڑوں پر زرد رنگ کا نشان دیکھا۔ لہٰذا یہ کوئی وجہ نہیں کہ لڑکے کا باپ یا برادری اور قبیلہ نکاح میں نہ تھا لہٰذا نکاح نہیں۔ یہ سب جاہلی اور ہندوانہ رسومات کا شاخسانہ ہے اور پھر ہمارے ماحول میں دوسری تیسری شادی کو بڑی بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ عوام تو کجا' اہل علم بھی ایسا کرنے لگ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلام کا صحیح فہم نصیب کرے اور فتن وفساد سے محفوظ فرمائے۔ اگر کوئی شخص اپنی دوسری بیوی کے اخراجات اور حقوق کی صحیح ادائیگی کرسکتا ہو تو اسے شرعاً اجازت ہے۔

رہا جبراً طلاق دلوانا۔ تو اگر کسی شخص کو موت یا ہلاکت کی دھمکی دے کر یا گن پوائنٹ پر طلاق دلوانا جس میں انسان محض مجبور ہوجائے تو ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری کتاب الطلاق فی الاغلاق والکرہ والسکران...... میں ذکر کیا ہے کہ جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''طلاق السکران والمستکرہ لیس بجائز'' نشئی اور مجبور کی طلاق جائز نہیں ہے۔ (صحیح البخاری مذکورہ باب) حافظ ابن حجر اس کی شرح کرتے ہوئے راقم ہیں۔

لیس بجائز ای بواقع' اذ لاعقل للسکران المغلوب علی عقله ولا اختیار للمستکره ''(فتح الباری 79/12 طدارطیبہ)

نشئی اور مجبور کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جس نشئی کی عقل پر غلبہ ہوتا ہے' اس کی عقل کام نہیں کرتی اور مجبور کردہ شخص کے پاس اختیار نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر ایسی زبردستی مجبوری کی حالت میں طلاق لی گئی اور خاوند دل سے طلاق نہ دینا چاہتا ہو تو پھر یہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔ ویسے سوال میں بیان کردہ صورت بظاہر زیادہ مجبوری کی معلوم نہیں ہوتی

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب وعلمه اتم واکمل۔

طواف کی ابتدا میں کیا کہا جائے

س: طواف کی ابتداء کرتے وقت صرف اللہ اکبر کہنا ہے یا بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ہے اور کیا ہر چکر کی ابتداء میں یہ کلمات کہنے ہیں۔ کیا دوبارہ مقام ابراہیم پر دو رکعت ادا کرنے کے بعد بھی حجر اسود کا استلام کرنا ہے۔ (ایک سائل۔ سرگودھا)

ج: حجر اسود سے طواف کی ابتداء کی جاتی ہے۔

حجر اسود کو بوسہ دے کر یا چھو کر یا ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرکے۔ جب حج یا عمرہ کرنے والا مسلمان طواف کی ابتداء کرتا ہے تو ابتداء میں تکبیر کہے گا۔ جیسا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

(طَافَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْبَيْتِ عَلَى بَعِيرٍ كُلَّمَا أَتَى الرُّكْنَ أَشَارَ إِلَيْهِ بِشَيْءٍ كَانَ عِنْدَهُ وَكَبَّرَ

(صحیح البخاری باب التکبیر عند الرکن (1613)

نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ کا طواف اونٹنی پر کیا۔ جب آپؐ رکن کی طرف آتے تو جو چیز آپؐ کے پاس ہوتی' اس کے ساتھ حجر اسود کی طرف اشارہ کرتے اور اللہ اکبر کہتے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں ''وفیه استحباب التکبیر عندالرکن الاسود فی کل

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طواف کے شروع میں حجر اسود کے پاس تکبیر کہنا مستحب ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بسند صحیح مروی ہے کہ وہ حجر اسود کا استلام کرتے ہوئے بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی 79/5)

اور جب نبی کریم ﷺ مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کر لیتے تو پھر حجر اسود کا استلام کرتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حج کے بارے میں طویل حدیث میں ہے "ثم رجع الی البیت فاستلم الرکن" پھر آپ ﷺ بیت اللہ کی طرف لوٹے اور حجر اسود کا استلام کیا۔ (سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب صفة حجة النبی ﷺ (1905) البیہقی 400/1 صحیح مسلم (1218)

ساتویں چکر کے اختتام پر اللہ اکبر کہنے کی کوئی صحیح صریح حدیث مجھے نہیں ملی البتہ بعض عرب علماء نے اس کو ذکر کیا ہے اور اس کا استدلال ایک صحیح حدیث سے کیا ہے۔ دکتور صالح بن فوزان الفوزان سے سوال کیا گیا۔

السوال (388): ماذا يقول الطائف عند نهاية الشوط الاخير؟

طواف کرنے والا آخری چکر کے اختتام پر کیا کہے گا

الجواب: يوازي الحجر الاسود ويدفع يده ويشير اليه ويكبر ثم ينصرف.

حجر اسود کے پاس آئے گا اور ہاتھ اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کرے گا اور اللہ اکبر کہے گا' پھر چلا جائے گا۔ (دروس وفتاوی الحج ص 281)

اسی طرح فتاوی اللجنۃ الدائمۃ الفتوی رقم 2232۔ البلد الحرام فضائل واحکام ص 63 اعداد کلیۃ الدعوۃ واصول الدین جامعہ ام القریٰ بمکۃ المکرمۃ۔ ان کا کہنا ہے کہ طواف کعبہ عبادات میں سے ہے اور عبادات میں اصل توقیف ہے اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ جب بھی آپ حجر اسود کے سامنے آتے تو تکبیر کہتے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طواف کرنے والا ساتویں چکر کے اختتام پر بھی حجر اسود کے سامنے آتا ہے تو اس کے لئے تکبیر کہنا مسنون ہے جیسا کہ اس کے لئے حجر اسود کے سامنے آتے ہوئے ہر چکر کی ابتداء میں تکبیر کہنا مسنون ہے۔ ملاحظہ ہو فتاوی اللجنۃ الدائمۃ رقم 4432)

یہ استدلال ایک عمومی حدیث سے ہے جس میں واضح طور پر ساتویں چکر کے اختتام پر اللہ اکبر کہنے کی صراحت نہیں۔ صرف ہر چکر کے شروع میں اللہ اکبر کہنا صحیح احادیث سے صراحتاً ثابت ہے

عذاب قبر کی حقیقت

س: کیا مرنے کے بعد اس دنیوی قبر میں جس کے اندر مردے کو رکھا جاتا ہے' عذاب ہوتا ہے۔ بعض لوگ عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں۔ کتاب وسنت سے راہنمائی درکار ہے۔

ج: جب بھی کوئی انسان فوت ہوتا ہے تو اسے مٹی میں ہی دفن کیا جاتا ہے اور اگر کسی انسان کو درندے کھا جائیں یا جلا کر راکھ کر دیا جائے تو بالآخر اس کے جسم کے ذرات بھی مٹی میں ہی آتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ (طہ 55 پ 16)

اسی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں ایک اور بار نکالیں گے۔

قرآن حکیم کی اس نص قطعی سے ثابت ہوا کہ ہر انسان مٹی سے پیدا ہوا اور مٹی میں ہی لوٹایا جائیگا اور پھر اسی سے ہی نکالا جائے گا۔ لہٰذا جس بھی حالت میں انسان کو موت واقع ہو وہ بالآخر مٹی میں لوٹے گا اور اسی مٹی والی قبر میں انسان کو جزا وسزا کا ہونا ایک ایسا امر ہے جو عقلی ونقلی ہر دو لحاظ سے قابل تسلیم ہے۔ اس کا انکار کوئی ذی شعور مسلم نہیں کرسکتا۔

اللہ رب العالمین نے قیامت والے دن سے قبل بھی عذاب کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ

(الانفال: 51,50 پ 10)

اور کاش تو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا' ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں اور (کہتے ہیں) جلنے کا عذاب چکھو' یہ اس کے بدلے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اس لئے کہ اللہ بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں کو روح قبض کرتے وقت ہی ملائکہ کی مار پڑنا شروع ہو جاتی ہے اور جلنے والا عذاب چکھایا جاتا ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ

(انعام 93 پ 7)

اور کاش تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں' نکالو اپنی جانیں آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائیگا' اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق باتیں کرتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ اسی طرح فرمایا:

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (ابراہیم 24)

اللہ تعالی ایمان والوں کو دنیا و آخرت کی زندگی میں درست بات پر ثابت رکھتا ہے اور ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے' کرتا ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

الْمُسْلِمُ إِذَا سُئِلَ فِي الْقَبْرِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَذَٰلِكَ قَوْلُهُ

"يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

(صحیح البخاری کتاب التفسیر (4699)

مسلمان سے جب قبر میں سوال کیا جاتا ہے' وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہی اللہ کا فرمان ہے" يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ...... (صحیح البخاری کتاب الجنائز (1369) میں ہے کہ "نزلت فی عذاب القبر" یہ آیت عذاب قبر کے بارے نازل ہوئی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ الباری نے صحیح البخاری کتاب الجنائز میں باب قائم کیا ہے کہ ما جاء فی عذاب القبر' پھر عذاب قبر کے اثبات پر قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ صریحہ محکمہ پیش کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ "عذاب القبر حق" قبر کا عذاب حق ہے۔ امام بیہقی نے اثبات عذاب القبر پر مستقل کتاب مرتب کی ہے۔

نبی کریم ﷺ عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الجنائز باب التعوذ 1377) اور اہل السنۃ' اہل الحدیث کے لکھو کھا علماء صالحین' عباد وزہاد' محدثین ومفسرین کا یہی عقیدہ ہے کہ عذاب قبر حق ہے اور اس سے یہ سب نیک لوگ پناہ مانگا کرتے تھے۔ چند معتزلہ اور اپنی عقل کے پجاریوں کے سوا کسی نے اس کا انکار نہیں کیا اور ان کی عقل نارسا نے عذاب قبر کے علاوہ بھی کئی دینی امور کا انکار واباء کیا ہے جبکہ کتاب وسنت کی نصوص صحیحہ وصریحہ اس کے حق ہونے پر شاہد عدل ہیں اور عقائد کی جمیع کتب میں اس کا اجمالی وتفصیلی تذکرہ موجود ہے۔

کیا آدمی خود اپنا عقیقہ کرسکتا ہے؟

س: اگر والدین نے کسی کا عقیقہ نہ کیا ہو تو کیا آدمی خود اپنا عقیقہ کرسکتا ہے؟

ج: جب کسی مسلمان کے گھر بچہ پیدا ہوتا ہے تو شریعت کا حکم ہے کہ اس کی طرف سے عقیقہ کیا جائے۔ سلمان بن عامر الضبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا' آپ فرما رہے تھے "مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى

(صحیح البخاری کتب العقیقۃ 5472)

بچے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ تم اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے اذیت کو دور کرو۔

اس حدیث میں خون بہانے اور بچے کا سر مونڈھ کر ایذاء کو دور کرنے کا حکم ہے۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث میں ہے کہ "الْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ ، تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ ، وَيُحْلَقُ رَأْسُه ، وَيُسَمَّى (فتح الباری 408/2 ط دار طیبہ)

لڑکا اپنے عقیقے کے عوض گروی رکھا ہوتا ہے' اس کی طرف سے ساتویں دن ذبح کیا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے اور نام رکھا جائے۔ امام ترمذیؒ نے کہا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے' لہٰذا بچے کی طرف سے عقیقہ کرنے کا حکم ہے اور اس کا وقت ساتواں دن ہے لیکن اگر کسی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ نہ ہو سکے تو پھر جب بھی ہمت پڑے کرلے کیونکہ اس کو گروی کی طرح قرار دیا گیا ہے۔ اگر گروی شدہ چیز آدمی مقررہ وقت پر حاصل نہ کر سکے تو وہ ضائع نہیں ہو جاتی بلکہ جوں ہی ممکن ہو' چھڑا لے۔ اور اگر والدین عقیقہ نہ کرسکیں تو آدمی بڑا ہو کر خود بھی اپنا عقیقہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا تھا۔ اس کے بارے ایک حسن درجے کی حدیث موجود ہے۔ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ مَا بُعِثَ نَبِيًّا

(المعجم الاوسط للطبرانی 529/1(998) مجمع الزوائد 59/4 وفی نسخۃ 94/4(6203)

یقیناً نبی کریم ﷺ نے نبی مبعوث ہونے کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔

لہٰذا اگر والدین کسی بچے کا عقیقہ نہ کرسکیں تو وہ بڑا ہونے کے بعد خود اگر عقیقہ کرنا چاہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

کیا عقیقہ کے لئے بڑے جانور میں حصے ڈال سکتے ہیں؟

س: کیا عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کے بڑے جانور میں جس طرح سات حصے ڈال لئے جاتے ہیں' اس میں بچوں کے عقیقے کے لئے بھی حصہ ڈال سکتے ہیں؟

ج: بچے کے عقیقے میں شریعت نے بھیڑ بکریاں ہی بتائی ہیں' بڑے جانور جیسے گائے اونٹ نہیں بتائے۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں' عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا۔ عقی عنه جزورا۔ اس کی طرف سے اونٹ عقیقہ کریں تو کہنے لگیں "معاذ الله' ولكن ما قال رسول ﷺ شاتان مكافئتان اللہ کی پناہ لیکن جو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا' دو بکریاں باہم برابر (شرح مشکل الآثار (1042) تحفۃ الاخیار 428/6' الکامل لابن عدی 1962/5 اس کی سند عبدالجبار بن ورد المکی کی وجہ سے حسن ہے۔ اسے امام احمد' امام ابن معین' امام ابوحاتم رازی' امام ابوداؤد' امام عجلی اور امام یعقوب بن سفیان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (تحریر تقریب التہذیب 294/2)

بعض لوگ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک مرفوع روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ "من ولدله غلام فليعق عنه من الابل او البقر او الغنم (المعجم الصغیر للطبرانی (229) مجمع الزوائد 92/4 رقم 6190)

جس شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہو' وہ اس کی طرف سے اونٹ یا گائے یا بکری عقیقے میں کرے۔

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں وفيه مسعدة بن اليسع وهو كذاب۔ اس کی سند میں مسعدۃ بن الیسع کذاب راوی ہے

اس روایت کی سند میں کئی ایک علل ہیں

1۔ ابراہیم بن احمد بن مروان ابواسحاق الواسطی ضعیف ہے۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں ليس بالقوى' یہ مضبوط راوی نہیں ہے۔ (تاریخ مدینۃ السلام 491/6 رقم (2986) سوالات الحاکم (47) لسان المیزان 111/1 موسوعۃ اقوال ابی الحسن الدارقطنی 29/1 رقم (19) میزان الاعتدال 17/1(28)

2۔ عبدالملک بن معروف الخیاط الواسطی

یہ مجہول راوی ہے۔ کتب رجال اس کے حالات سے خالی ہیں۔

3۔ مسعدۃ بن الیسع۔ امام ذھبی فرماتے ہیں هالك' كذبه ابوداؤد وقال احمد بن حنبل خرقنا حديثه منذ دهر۔

برباد ہے۔ اسے ابوداؤد نے کذاب کہا ہے اور احمد بن حنبل نے اس کے بارے میں کہا۔ زمانہ ہوا ہم نے اس سے سنی ہوئی احادیث ترک کردیں۔ (میزان الاعتدال 98/4)

4۔ حریث بن السائب التمیمی یہ متکلم فیہ۔ دکتور بشار عواد کہتے ہیں ضعيف يعتبر به (تحریر تقریب التہذیب ص170 رقم (1180)

5۔ حسن بن ابی الحسن البصری یہ مدلس ہیں اور روایت معنعن ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ان کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔ لہٰذا یہ روایت مسلسل بالعلل ہے اور اس کی سب سے قوی علت مسعدۃ بن الیسع کا کذاب وھالک ہونا ہے۔ لہٰذا اس موضوع روایت پر عقیقہ کے لئے بڑے جانور ذبح کرنے کی بنیاد رکھنا غلط ہے اور ہمارے ہاں عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کے بڑے جانوروں میں عقیقہ کا حصہ ڈالنے کا جو رواج ہے' اس کا شریعت محمدیہ میں کوئی وجود نہیں ہے۔ اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو ام المومنین اس پر معاذ اللہ" اللہ کی پناہ نہ کہتیں۔ سنت رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے بھیڑ بکریاں' نر ہوں یا مادہ کی قسم سے ہی عقیقہ کیا جائے اور یہ جانور وافر مقدار میں موجود ہیں۔ انہیں ہی عقیقہ کے لئے منتخب کیا جائے۔ واللہ اعلم بالحقائق

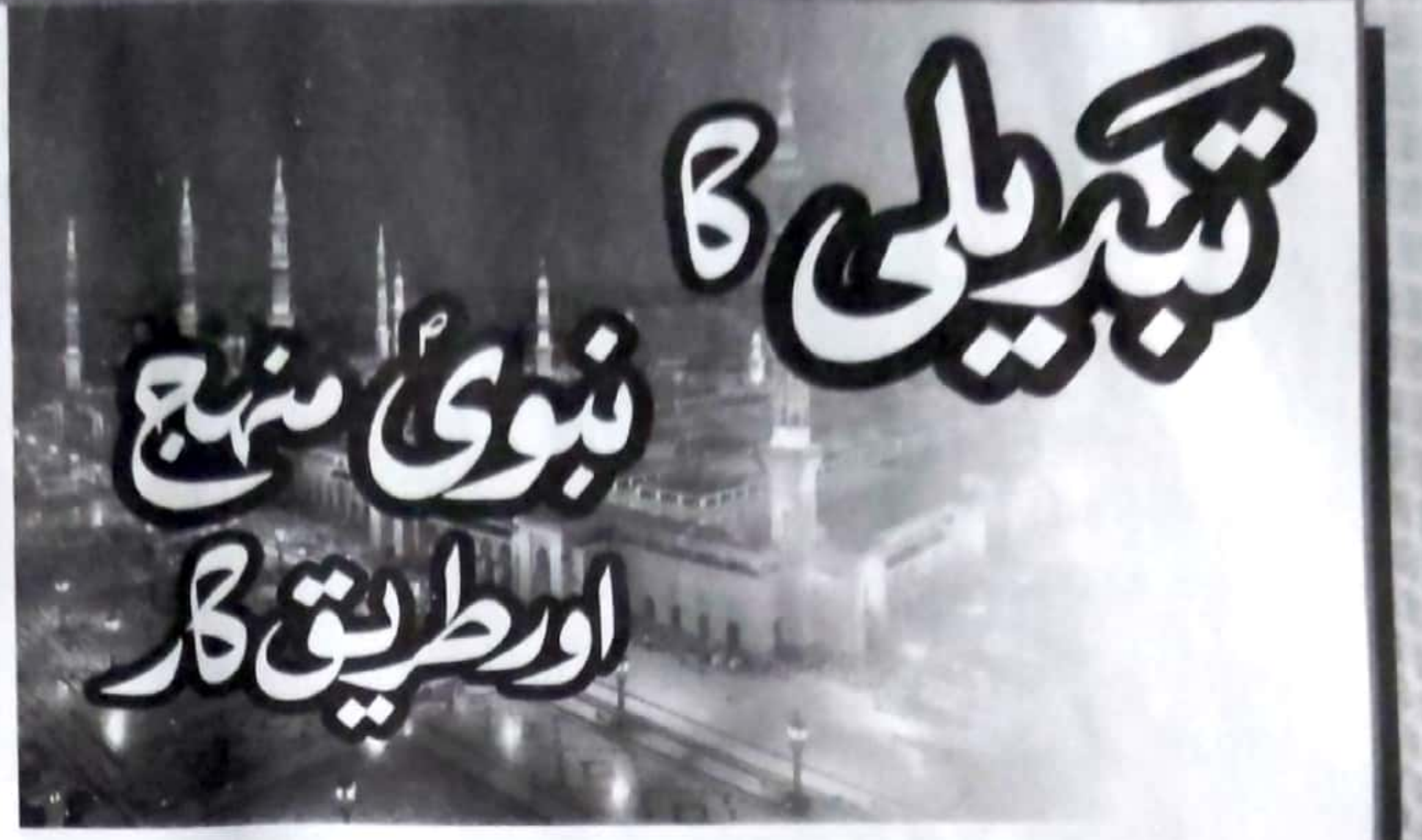

تبدیلی کا نبوی منہج اور طریق کار

زندگی کی پہلی سانس سے لے کر آخری سانس تک ہر نشیب وفراز میں ہمارے لیے نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ اسوہ حسنہ اور بہترین قدوہ ونمونہ ہے۔آج ہماری زندگی میں بگاڑ کا بنیادی سبب یہ بھی ہے کہ ہم اپنے مسائل میں نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کی طرف رجوع نہیں کرتے جس کا وبال یہ ہے کہ اندھیرے سے اندھیرا بڑھتا جارہا ہے ۔پس اس اضطراب کے باعث ہر شخص کے ضمیر کی آواز ہے تبدیلی،انصاف،امن وامان۔

آیئے ! اگر ہم اپنے ضمیر کی آواز سن رہے ہیں اور تبدیلی کے لیے سنجیدہ ہیں تو پھر اس ہستی کی طرف رجوع کریں جس کی تعلیمات تا قیامت ہمارے لیے امن وامان اور فلاح ونجاح کی ضمانت ہیں۔

آیئے دیکھیے کہ نبی اکرم ﷺ نے جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں سسکیاں لیتے ہوئے ،جہنم کے دھانے پر پہنچے ہوئے ،فساد وبگاڑ کی آگ میں جلتے ہوئے معاشرے کی صحت وشفاء کا سامان کیسے کیا ؟۔اس بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کیسے کی؟ان میں انقلاب کیسے بپا کیا' اس معاشرے کو ضلالت سے ہدایت کی طرف ، دنیا داری سے آخرت کی طرف ،خانہ جنگی ،تشتت وافتراق سے نکال کر اخوت واتحاد کی طرف کیسے لے کر آئے ۔یقیناً ہمارے لیے آپ ﷺ کی تعلیمات سے بڑھ کر رہنمائی اور احسن نمونہ کہیں نظر نہیں آئے گا' جیسے اصول طب میں سب سے پہلے مریض کی نبض شناسی اور تشخیص کی جاتی ہے اور پھر مرض کا تعین ہوتا ہے' ایسے ہی دعوت اور انقلاب میں حکمت یہ ہے کہ سب سے پہلے معاشرے کی نبض شناسی اور معاشرتی امراض کی تشخیص اور تعین کیا جائے' تبھی معاشرے میں اصلاح اور تبدیلی کی دعوت نتیجہ خیز ہو سکے گی۔

انبیائے کرام کے مخاطب دو قسم کے معاشرے

اس سلسلہ میں جب ہم قرآن وسنت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں انبیاء علیہم السلام کی دعوت کے مخاطب دو طرح کے معاشرے نظر آتے ہیں۔

1۔ایک وہ معاشرہ جو آسمانی سلسلہ وحی وہدایت کا کلیۃً انکار کرتا ہے اور توحید وآخرت کا منکر ہے' اس کی مثال امم سابقہ میں سے قوم نوحؑ اور ہمارے نبی کریم ﷺ کے دور کے مشرکین مکہ کی ہے۔

2۔دوسری قسم کا معاشرہ جو انبیائے کرام کا مخاطب ہوا' وہ ہے جو آسمانی سلسلۂ وحی وہدایت کا قائل ہے لیکن عقائد واعمال کے بگاڑ میں بری طرح ملوث تھا۔شرک وبدعت، رسومات جاہلیہ ،فسق و فجور ،معصیات ،محرمات ،باہمی افتراق ،حب الدنیا کے انتہائی مہلک امراض میں مبتلا تھا اس کی مثال امم سابقہ میں قوم موسیٰؑ اور ہمارے نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں منافقین مدینہ کی ہے۔

یہ دو الگ الگ معاشرے ہیں۔ان کے عقائد واعمال جدا جدا ہیں۔ان کی تہذیب ،ثقافت ،اصولیات جدا جدا ہیں۔ معاشرے کی نبض شناسی اور تعین امراض کے بعد اب ان کی اصلاح اور ان کے بگاڑ میں انقلاب کا مرحلہ آتا ہے۔ظاہر ہے جب مریض دو ہیں اور ان کی نبض ومرض الگ الگ ہیں تو اس کا نسخہ وطریقہ بھی ایک نہیں ہوگا۔

دعوت اصلاح

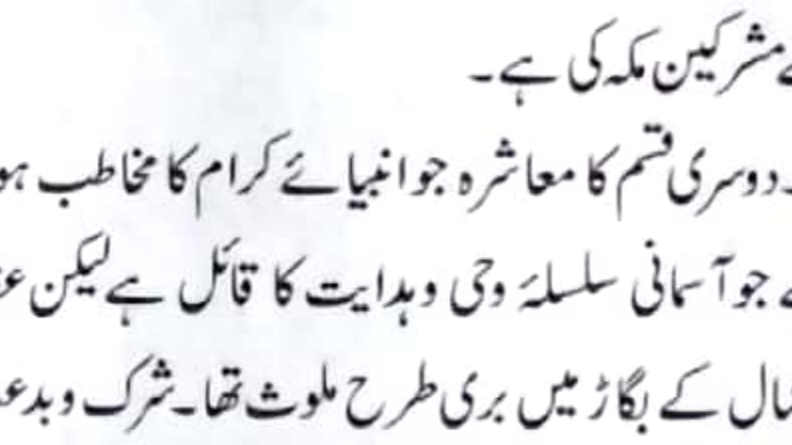

مولانا محمد یوسف ربانی مرکزی مبلغ جماعۃ الدعوۃ پاکستان

تبدیلی واصلاح کا پہلا طریقہ
دعوتِ توحید

اول الذکر معاشرے کی اصلاح کے لیے نبی کریم ﷺ نے توحید وآخرت کے اصول وعقائد پر دعوت واصلاح کا کام شروع کیا اور تبدیلی کی تحریک اٹھائی چونکہ وہ لوگ توحید کے قائل نہ تھے' ان کا رابطہ اپنے مالک حقیقی سے منقطع تھا' اس لیے وہ دربدر سربسجود تھے۔اپنی حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے ان کا کوئی ایک آستانہ نہ تھا۔جہاں کوئی مڑھی ، مزار ، استھان یا بت خانہ دیکھتے تو کشکول گدائی لے کر بعجز ونیاز حاضر ہو جاتے۔اس پر بھی مستزاد یہ کہ اپنی ہر حاجت کے لیے الگ الگ حاجت روا بنا رکھا تھا۔زندگی میں جتنی ضروریات ہیں' اتنے ہی ان کے معبود تھے۔البتہ چند معبودان مشترکہ تھے جن کی تعداد 360 تھی' جو بیت اللہ میں نصب کر رکھے تھے ۔اس معاشرہ میں معیار الوہیت اس قدر گر چکا تھا کہ دوران سفر اگر پوجا وپرستش کا وقت ہو جاتا اور کوئی معبود پاس نہ ہوتا تو مٹی کا عارضی بت کھڑا کرتے اور رسوم عبادت ادا کرنے کے بعد اسے اپنے ہی پاؤں کی ٹھوکر سے مسمار کر کے چلے جاتے تھے ۔نبی کریم ﷺ نے اس قدر ابتر اور ضلالت زدہ معاشرے میں تبدیلی کی تحریک اٹھائی اور دعوت کی ذمہ داری نبھائی تو اس تحریک دعوت کی اول اساس توحید تھی۔مشرکین کو مسئلہ توحید سمجھایا۔ان کا رابطہ جو اپنے مالک حقیقی سے منقطع ہو چکا تھا اور اس ٹوٹے ہوئے رابطے کو تقریباً پونے چھ سو سال بیت چکے تھے' یہ رابطہ دوبارہ بحال فرمایا۔ان کو ان کے خالق ومالک حقیقی کی شناسائی کرائی انھیں در در جھکنے کی بجائے ایک آستانہ کا علم دیا اور فرمایا : وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ﴿البقرة 163﴾ اور فرمایا : قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ﴿الاخلاص﴾

پھر وہ خوش نصیب جن کو شفاء نصیب ہوئی' وہ ضلالت سے نکل کر ہدایت میں آئے جن کے سینوں میں توحید جگمگائی' اس توحید کی بنیاد پر ان میں یہ انقلاب آیا کہ کل جو صنم کے پجاری تھے' آج کائنات کے سب سے عظیم اور فضیلت والے پتھر کو مخاطب کر کے توحید کا درس دے رہے ہیں کہ اے حجر اسود ہمیں معلوم ہے: (أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ) (بخاری ومسلم) تو ایک پتھر ہے' نفع ونقصان کا مالک نہیں۔یاد رکھ! اگر تجھے رسول کریم ﷺ

☆......آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہر شخص انقلاب اور انصاف کے نام سے کھڑا ہوتا ہے اور اپنی فنکاری سے قوم کا فکری اغوا کرتا ہے

☆......موسیٰؑ نے، قوم بنی اسرائیل کی اصلاح کا طریقہ کار جہاد فی سبیل اللہ کو بنایا

☆......محض روٹی کپڑے کے ذاتی مفادات کی سیاست سوشلسٹ ایجنڈا ہے۔ کسی نبی کی دعوت اور سیاست کا یہ منہج قطعاً نہیں

☆......تبدیلی وانقلاب کے نام پر اٹھنے والی تحریکوں اور ان کے کارکنان سے گزارش ہے کہ وہ اپنا منشور توحید و سنت کو بنائیں اور انقلاب کے نبویؐ منہج کو اختیار کریں

نے بوسہ نہ دیا ہوتا تو عمر بن خطاب تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

تو یاد رکھیے معاشرے کے بگاڑ کی اصلاح کا سب سے بڑا اور موثر طریق، توحید ہے جب تک افرادِ معاشرہ میں اخلاص اور للّٰہیت پیدا نہیں ہوگی' اسے دنیا کی کوئی طاقت اور خوف وطمع بدل نہیں سکتی۔ بظاہر اگر اسے طاقت سے دبا یا بھی جائے گا تو اس کے نتیجہ میں خیانت، جھوٹ اور دو نمبری عام ہو جائے گی۔

معاشرے کے بگاڑ کا پہلا بڑا سبب

شرک معاشرے کا سب سے بڑا مرض اور بگاڑ کا سب سے بڑا سبب ہے۔ شرک کی موجودگی میں آپ جتنی مرضی تحریکیں اٹھالیں، افراد کا ہجوم جمع کر لیں' اس کا نام خواہ کچھ بھی رکھ لیں' محض افراد کے ہجوم اور بلند بانگ دعوؤں سے کبھی انقلاب نہیں آئے گا کیونکہ معاشرے کا بگاڑ اعمال کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے اور اعمال کا بگاڑ، عقائد کی خرابی کا نتیجہ ہے اور عقائد کے بگاڑ کا واحد سبب شرک اور اس کی انواع و اقسام ہیں۔ پس معاشرے کا درد رکھنے والے لیڈروں اور تبدیلی کے نام پر اٹھنے والی تحریکوں اور ان کے کارکنان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنا منشور قرآن وسنت کو بنائیں اور انقلاب کے منہج نبوی ''توحید'' کو اختیار کریں اور اسی پر افراد کی ذہن سازی اور تربیت کریں۔

جاہلی معاشرہ کے بگاڑ کا دوسرا سبب!

حب الدنیا یعنی دنیاداری جاہلی معاشرے کے بگاڑ کا دوسرا بڑا سبب تھا۔ چونکہ وہ لوگ عقیدۂ آخرت کے منکر تھے' اس لیے ان کے اندر فکر آخرت کی کوئی رمق اور روشنی موجود نہ تھی جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہر شخص ذاتی مفادات کی حرص و ہوس، لالچ وخود غرضی اور نفس پرستی میں انتہا تک مبتلا تھا۔

ان کا جینا مرنا صرف دنیا کے لیے تھا۔ اس لیے وہ دنیا کے لیے جہاں تک اور جو کچھ ہو سکتا' کرتے تھے حتی کہ وہ اپنی شہوت رسانی کے لیے قتل وغارت گری سے بھی دریغ نہ کرتے تھے بلکہ فتنہ جدال وقتال میں اس قدر بے باک تھے کہ معمولی سی بات پر کئی کئی سالوں تک لڑتے رہنا ان کا مشغلہ اور طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ مولانا حالیؒ نے اپنی ''مسدس'' میں اس کی خوب منظر کشی کی ہے۔ پس ان کی عصبیت اور جاہلی تفاخر وتکاثر کا عالم یہ تھا کہ ایک دوسرے پر حسب ونسب کے لحاظ سے زندوں کے کارناموں کو بیان کر کے فخر کرتے۔ زندوں کے نام ختم ہو جاتے تو قبرستان چلے جاتے۔

تبدیلی واصلاح کا دوسرا طریقہ فکر آخرت

نبی کریم ﷺ نے جاہلی معاشرے کی اصلاح کے لیے دوسرا طریق ''فکر آخرت'' کا اختیار کیا۔ انھیں ان کا مقصد حیات بتایا اور یہ تعلیم دی کہ تم دنیا میں عبث پیدا نہیں ہوئے اور نہ ہی تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آئے ہو اور تم دیکھ رہے ہو کہ دنیا میں تمہارا آنا جانا بھی اپنی مرضی سے نہیں ہے' اس سلسلہ میں تم اپنے خالق کے نظام کے پابند ہو۔ اس نے تم کو دنیا میں ایک مقصد زندگی اور آزمائش کے تحت بھیجا ہے۔ یاد رکھو! تمہارا مقصد زندگی اپنے خالق کی بندگی ہے' نیز اس میں تمہاری آزمائش ہے کہ تم میں سے کون اس کی اطاعت کرتا ہے اور کون من مرضی اور معصیت کرتا ہے؟

پھر تمہارے خالق نے تم کو ایسے ہی چھوڑ نہیں دیا کہ تم جو مرضی کرتے پھرو۔ تمہارے اوپر اس کا ایک نظام جاسوسی مسلط ہے جس سے تمہارا ریکارڈ تیار ہو رہا ہے۔ تمہارا ہر قول وفعل لکھا جا رہا ہے جسے قیامت کے دن تمہارے سامنے کر دیا جائے گا' لٰہذا اس آزمائش میں کامیاب تب ہی ہو سکتے ہو جب اپنے خالق کی بندگی اختیار کرو گے اور اس کی نافرمانیوں سے باز رہو گے۔ آخرت کا یہ تصور معاشرے کی تعمیر وتشکیل میں انتہائی موثر وکارگر ہے اور جن فطرت سلیم رکھنے والوں کو یہ دعوت سمجھ آئی تو وہ معاشرے کے صالح افراد، قوم کے معمار اور ایمان کے معیار ثابت ہوئے۔ اور پھر ان کے اقوال واعمال یکسر ایسے تبدیل ہوئے کہ دیکھنے والوں کو دنیادار اور دین دار کا فرق صاف نظر آنے لگا۔ ان کے قلوب واذہان کے ساتھ ان کے حلیے اور کلیے بدلے، طور واطوار بدلے، چال ڈھال بدلی، وضع قطع تبدیل ہوئی، خوشی وغمی کے انداز بدلے، اقوال واعمال بدلے حتی کہ ان کے سوال وجواب میں بھی واضح تبدیلی آئی۔ پہلے جو دنیا کے پجاری تھے' دنیا کے لیے لڑتے مرتے تھے' اب ان کے سوال یہ ہیں

ماالنجاۃ یا رسول اللہ ؟ ﴿ترمذی﴾

نجات کیسے ہوگی یا رسول اللہ؟ ﷺ

متی تقوم الساعۃ یا رسول اللہ ؟ ﴿مسلم﴾

'قیامت کب آئے گی یا رسول اللہ ﷺ

ان صحابہؓ کی اپنی حالت عملی یہ ہوگئی کہ تندور کی آگ کی لپکیں دیکھ کر رونے لگ جاتے۔ کوئی سخت سردی دیکھتا تو جہنم کی سردی سے پناہ مانگتا اور کوئی سخت گرمی میں جہنم کی گرمی کو یاد کرتا اور کوئی قبر کو دیکھ کر اتنا روتا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی اور اگر کسی سے فعل شنیع کا ارتکاب ہو جاتا تو اس کی سزا کے لیے بیقرار ہو جاتا اور کہتا طھرنی یا رسول اللہ (نسائی)

مجھے پاک کر دیجئے یا رسول اللہ ﷺ

یہیں تک بس نہیں بلکہ وہ لوگ پوری دنیا کے لیے آئینہ ونمونہ بن کر کھڑے ہوئے اور پوری انسانیت کو فکر آخرت کا درس دیتے۔

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا (سلسلہ الضعیفہ)

لوگو اپنا محاسبہ کرو' روز حساب سے پہلے

وزنوا قبل ان توزنو (مسند الفاروق)

اپنے اعمال واقوال کا وزن کرو، حساب کے ترازو سے پہلے

تزینوا للعرض الاکبر شہنشاہ کائنات کے روبرو کھڑے ہونے کے لیے اپنے آپ کو سنوار لو

آپ اندازہ کریں' یہ وہ معاشرہ ہے اور یہ اس کے صالح افراد ہیں جن کی تربیت، رسول اللہ ﷺ نے فکر آخرت کی اساس پر فرمائی۔ دنیاداری' خود غرضی اور مفاد پرستی کا ان کے اندر شائبہ تک پایا نہیں جاتا تھا۔ یاد رکھیے انسان کو کوئی ظلم وجبر اور فوج، پولیس، خوف وطمع بدل نہیں سکتی جب تک یہ اپنے اندر سے نہ بدلے کیونکہ انسان کے بناؤ بگاڑ کا محل اس کا قلب ہے' جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔ انسان اس وقت بگڑتا

باقی صفحہ 47 پر

ہے' جب اس کا دل بگڑتا ہے۔ اس کے افکار وجذبات ہی اعمال کا محرک ہوتے ہیں۔ لہٰذا انسان کے دل کی اصلاح اور اندر کی تبدیلی آخرت کی فکر اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا ممکن نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام جو قوموں کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوئے' انہوں نے سب سے زیادہ محنت قلوب واذہان کی درستگی پر فرمائی۔

اے معاشرے کے دردمندو! اگر واقعتاً تمہیں اصلاح معاشرہ کی فکر دامن گیر ہے تو آیئے رسول کریم ﷺ کے منہجِ انقلاب' فکرِ آخرت کی اساس پر اپنی اور اپنے کارکنان کی اصلاح وتربیت فرمائیں۔

تبدیلی واصلاح کا تیسرا طریقہ کفار کے خلاف جہاد

دوسرا معاشرہ جو انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مخاطب تھا' وہ ہے جو آسمانی سلسلہ وحی وہدایت کا تو قائل تھا لیکن فسق وفجور اور دنیاداری کی اتھاہ گہرائیوں میں گر چکا تھا جیسا کہ امم سابقہ میں قوم موسیٰ اور دور رسالتماب ﷺ میں منافقین کی مثال ہے۔ اس معاشرے کا حال یہ تھا کہ عقائد کی خرابیوں میں ملوث تھے۔ سنت کی بجائے بدعات ورسومات اور خرافات میں کھوئے ہوئے تھے۔ باہمی افتراق کا بری طرح شکار تھے۔ قوم موسیٰ کے بارہ قبائل کا حال تو یہ تھا کہ ایک دوسرے کے ساتھ کھانا پینا پسند نہیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی دیکھئے کہ پھر بھی ان کے لیے بارہ چشمے جاری کئے ہوئے تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے' جو قوم بنی اسرائیل کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوئے تھے' ان کی اصلاح کا طریقہ کار ''جہاد فی سبیل اللہ'' کو بنیاد بنایا۔ اندرونی خلفشاری کو چھیڑنے کی بجائے اس وقت کے سب سے بڑے طاغوت فرعون کو للکارا اور بنی اسرائیل کو غلامی سے نجات دلانے کا مسئلہ اٹھایا۔ قوم بنی اسرائیل جو باہمی تشتت (انتشار) کا شکار تھی' جب دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام تو ان کی خیر خواہی اور آزادی کا مسئلہ اٹھا رہے ہیں تو پوری قوم آپس کے اختلاف ختم کر کے موسیٰ علیہ السلام کی پیروی میں اکٹھی کھڑی ہوگئی اور فرعون کے ساتھ معرکہ آرائی کے لیے تیار ہوگئی۔ بالآخر اسی جہاد فی سبیل اللہ کے نتیجہ میں قوم بنی اسرائیل کا باہمی جدال، اتفاق واتحاد میں بدل گیا اور دیگر امراض نفاق کی اصلاح بھی ہوئی اور دوسری طرف وقت کا طاغوت ہلاک ہوا اور دنیا کا کفر سرنگوں ہوا اور بنی اسرائیل آزادی کی نعمت سے مالا مال ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی مدنی دور میں اصلاح خلق کا یہی طریقہ کار اختیار کیا۔ چونکہ کلمہ گو میں بدعقیدگی اور بداعمالی کی جملہ انواع وجزئیات دراصل مرض نفاق کا ہی شاخسانہ ہیں جس کی اصلاح کا مشروع طریقہ انہیں ظالم کفار کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف کرنا ہے جو امت مسلمہ میں اندرونی خلفشاری اور امراض نفاق کی اصلاح کرتا ہے تو بیرونی طور پر کفار کی سازشوں سے بچاؤ اور کفر کی شوکت کو ملیا میٹ کرتا ہے۔ پس جہاد فی سبیل اللہ ہی اصلاح اور انقلاب کا وہ مشروع طریقہ ہے جس سے گوناگوں لڑائیوں میں ملوث معاشرہ باہم شیر وشکر ہو جاتا ہے۔ فرقہ واریت کا خاتمہ جہاد ہی سے ممکن ہے' جہاد کلمہ گو کے خلاف نہیں ہوتا' اسی طرح جہاد کی بدولت ہی روم، ایران، عراق اور فارس کی طاقتیں سرنگوں ہوئیں۔ اس طرح مدینہ کی یہ تحریک چند ہی سالوں میں پوری دنیا پر چھا گئی۔ پس عقیدۂ توحید اور آخرت کے بعد تبدیلی کی تیسری اساس کفار کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ ہے' جس کے بغیر اسلامی انقلاب کا تصور بھی ایک خواب نامراد کی حیثیت سے زیادہ نہیں۔

تبدیلی واصلاح کا چوتھا طریقہ اتباع رسول ؐ

چوتھی اساس اتباع رسول ﷺ ہے جو کسی بھی اسلامی تحریک کے فتح یاب، ثمر آور اور نتیجہ خیز ہونے کے لیے شرط ہے تاکہ کوئی شخص بھی اسلامی انقلاب کے نام سے امت مسلمہ کا فکری اغواء نہ کر سکے کیونکہ من مرضی، خودغرضی، نفس پرستی، شہوت رسانی، دنیاوی غرض ولالچ اور مفادات کی بنیاد پر اٹھنے والی تحریک، انقلاب تو کجا اپنا آپ بھی تباہی سے نہیں بچا سکتی۔ حاصل یہ کہ تبدیلی وانقلاب کا نبوی منہج دعوت ہے۔ اس تحریک دعوت کی چار اساسیات : توحید، عقیدہ آخرت، اتباع رسول ؐ اور جہاد فی سبیل اللہ ہیں۔

مگر آج کا المیہ یہ ہے کہ ہر شخص انقلاب اور انصاف کے نام سے کھڑا ہوتا ہے اور اپنی فنکاری سے قوم کا فکری اغواء کرتا ہے جس کی بین دلیل یہ ہے کہ اس کے منشور کی اساسیات توحید، آخرت، اتباع رسول اور جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہوتیں' اس کے برعکس روٹی، کپڑا، مکان، مہنگائی' بے روزگاری وغیرہ کے محض ذاتی مفادات کا لالچ دیتا ہے' آخرت' ایمان اور ملت کے نظریاتی تقاضوں کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ محض ذاتی مفادات کی سیاست سوشلسٹ ایجنڈا ہے۔ کسی نبی کی دعوت اور سیاست کا منہج یہ بالکل نہیں۔

یہ منہجی غلطی ہی دراصل تحریکوں کی ناکامی کا سبب ہے۔ اور یہ غلطی آج دین کا نام لینے والی تحریکوں میں بھی داخل ہوگئی ہے۔ ہم نے کبھی غور کیا ہے کہ بے تحاشا وسائل صرف کرنے کے باوجود، کارکنان کا ہجوم ہم رکاب ہونے کے باوجود اور دن رات کی محنت وکھپت کے باوجود ہماری اسلامی تحریکیں بھی ناکام کیوں ہیں؟ اگر اس کا جواب یہ دیا جائے کہ اخلاص کا فقدان ہے مگر ہم کسی کی حسن نیت پر شک نہیں کرتے البتہ یہ لازمی امر ہے کہ زوال پذیر ہونے کے اسباب میں سے منہج نبوی پر قائم نہ رہنا بھی ہے۔ بہت سی تحریکیں اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے کھڑی ہوتی ہیں لیکن جب نام متعارف ہو جاتا ہے تو وہ اپنی ذات اور جماعت کی دعوت شروع کر دیتی ہیں۔ اسی طرح بہت سی جماعتیں دعوت الی اللہ کے لیے بنائی جاتی ہیں لیکن ان کی دعوت کا نصاب کتاب وسنت کی بجائے خودساختہ ہوتا ہے۔ ان تمام تر منہجی خرابیوں کے باوجود ہمیں خوش فہمی ہے کہ ہم دین کا کام کر رہے ہیں۔ اسلام نافذ کریں گے اور انقلاب لا کر دم لیں گے۔ اس سے بڑھ کر المیہ اور ستم ظریفی یہ ہے کہ دعوت کے اسلوب سے ناواقفی اور لاشعوری کی بناء پر انقلاب اسلام کی بجائے مارقیت اور خارجیت کی نشوونما کی جاتی ہے۔ مثلاً ہر وہ شخص یا گروہ جو حکومت وقت سے اپنے مطالبات منوانا چاہتا ہے' وہ سڑکوں پر آتا ہے' مظاہرے کرتا ہے، دھرنے دیتا ہے' عوام کو مشتعل کرتا ہے' توڑ پھوڑ، گھیراؤ، جلاؤ کے استعماری طریقے پر عمل پیرا ہوتا ہے اور پھر خود کو حسینی اور حکومت وقت کو اپنے نعروں اور سینہ زوری سے یزیدی ثابت کرتا ہے اور اپنی تائید میں واقعۂ کربلا سے بھی استدلال کرتا اور اس میں عجیب افسانوی رنگ بھرتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ کہاں نواسۂ رسول کا اسوۂ حسینی اور پاکیزہ سیرت وکردار اور کہاں میرے دنیاوی مفادات ومطالبات؟ لیکن جب حکومت وقت ان کے مطالبات تسلیم کر لیتی ہے اور مفادات پورے ہوتے نظر آتے ہیں تو فوراً حسینی اور یزیدی دونوں گروہ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے صلح کا منظر پیش کرنے لگتے ہیں لیکن کبھی ہم نے سوچا کہ اس طریقہ احتجاج سے لوگوں کی تربیت کیسی ہوئی؟ دراصل ہم نے آزادیٔ اظہار رائے کی آڑ میں خارجیت کے جراثیم پھیلائے، وہی ناسور جو روز اول سے ہی امت مسلمہ کے جسد واحد کے لئے زہر قاتل ہے' اسی کا بیج بویا اور آبیاری کی۔

آخر میں التماس ہے کہ تبدیلی وانقلاب کے لیے نبوی منہج کی پیروی لازم ہے۔ جس کے بغیر محنتوں کا یہ شجر ثمر آور نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح فہم نصیب فرمائے۔

﴿آمین﴾

مکتب الاطفال

روشن باتیں

پیارے پھولو اور کلیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سب لوگ عید قربان کے بے تابی سے منتظر ہوں گے۔ عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ بھی مسلمانوں کے لیے خوشیوں کا پیغام لاتی ہے۔ ایک ماہ قبل ہی پورے ملک میں جانوروں کی خرید وفروخت شروع ہوجاتی ہے۔ اکثر لوگوں نے تو بڑی محبت سے اپنے گھروں میں پیارے پیارے، رنگ برنگ دنبے، چھترے اور بکرے پال رکھے ہوتے ہیں۔ بچوں کا ان سے خوب دل لگ جاتا ہے اور جانور بھی ان سے مانوس ہوجاتے ہیں۔

آپ جانتے ہیں بھارت ہمارا اصلی دشمن ہے، وہ ہمیں نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیتا۔ اس نے چند روز قبل دریائے چناب میں دس لاکھ کیوسک کا ریلا بغیر پیشگی اطلاع دیئے چھوڑ دیا جس سے اربوں روپے کی فصلیں تباہ ہوئیں۔ ہزاروں گھر پیوند خاک ہوگئے، کروڑوں افراد جان بچانے کے لیے دربدر ہو گئے۔ ان کی بھینسیں، گائیں اور وہ جانور جو بڑی چاہت سے قربانی کے لیے پالے تھے، وہ بھی پانی کی بے رحم موجوں میں بہہ گئے۔

پیارے پھولو اور کلیو!

ہم سب ان کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہیں۔ الحمدللہ فلاح انسانیت فاؤنڈیشن نے ریسکیو کے ذریعے ہزاروں لوگوں کی جانیں بچائیں اور لاکھوں لوگوں کو کھانا، خشک راشن دیا، بچوں کو خوراک اور کھلونے دیئے لیکن ابھی انہیں ہماری مدد کی بہت ضرورت ہے۔ آپ آج سے ہی قربانی کی کھالوں کے لیے اپنے گھر، رشتہ داروں میں مہم چلائیں اور کھالوں کے ساتھ ادویات، لباس اور اجناس حاصل کر کے فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کے قریبی کیمپ تک ضرور پہنچائیں۔ تاکہ سیلاب زدگان اور ان کے بچے بھی عید کی خوشیاں اچھے طریقے سے منا سکیں۔

والسلام

آپ کے چاچو جان حمدان

سیرتِ ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بارگاہ الٰہی سے خلیل اللہ اور اِنّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں) کا مقام ومرتبہ عطا کیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ علیہ السلام کے بعد نبوت و رسالت کا تاج آپ علیہ السلام کے خاندان میں ہی پارسا ہستیوں کے سر سجتا رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام شروع میں توریت وانجیل میں ابرام تھا جس کا معنی قوموں کا باپ ہے۔ بنی اسماعیل، بنی اسرائیل، بنی عصورؤبنی قیطورہ انہی کی اولاد سے ہیں جو عرب وعجم اور پورب وپچھم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کی تمام زندگی آزمائشوں، مصائب اور قربانیوں سے بھری ہوئی ہے۔ ان مصائب وآلام میں استقامت و استقلال کے سبب ہی اللہ ذوالجلال نے آپ علیہ السلام کو انعامات واکرامات سے نوازا۔ آوازۂ حق بلند کرتے ہوئے بت خانے میں سجے بتوں کو پاش پاش کرنے کے نتیجے میں آپ علیہ السلام کو آگ کے الاؤ میں پھینک دیا گیا مگر یہ آگ آپ علیہ السلام کے لیے سلامتی والی اور دشمنوں کے لیے باعث عذاب بن گئی۔

ابراہیم علیہ السلام جب 75 سال کی عمر میں تھے تو آپ علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ علیہا السلام اور بھتیجے لوط علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی۔ یہ دنیا کی تاریخ میں پہلی ہجرت تھی۔ جب آپ علیہ السلام کی عمر مبارک 86 سال ہوئی تو آپ علیہ السلام کے ہاں پہلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سیدہ ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے ہوئے جو بادشاہ مصر رقیون کی بیٹی تھیں۔ ابراہیم علیہ السلام جب سو سال کے ہوئے تو ان کے ہاں حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے جن سے خوب نسل پھیلی۔ اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے بھی بارہ بیٹے تھے جن سے بنی اسرائیل نے فروغ پایا۔

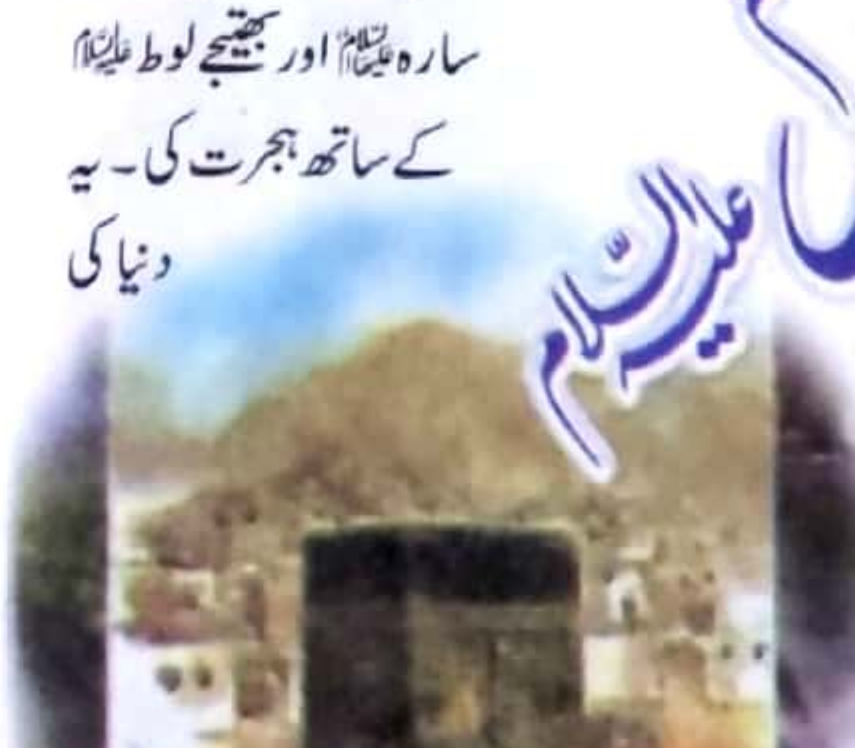

(ام میمونہ۔ شاہدرہ لاہور)

اللہ تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ بنو اسماعیل علیہ السلام کو شاندار قوم بنائے اور اپنے گھر کی خدمت کا کام لے۔ اسی لیے اللہ ذوالجلال والاکرام کے حکم سے ابراہیم علیہ السلام اپنے لخت جگر اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو بنجر وادی میں چھوڑ آئے جہاں آبادی اور پانی کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے ایک بار پھر آزمانا چاہا۔ اس دفعہ آزمائش کا انداز بہت نرالا تھا۔

قرآن حکیم کی سورہ الصافات میں ہے:

''اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں'' (الصافات:102)

سعادت مند بیٹے نے کہا: ابا جان! آپ علیہ السلام کو جو حکم دیا گیا، اس پر عمل کیجیے۔ آپ علیہ السلام مجھ کو صابر پائیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کی تمام مکاریوں کے باوجود بیٹے کو قربان کرنے کے لیے لٹایا تو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی جگہ دنبہ ذبح کرا دیا۔ اس قربانی کے صلے میں اسماعیل علیہ السلام

کوذبیح اللہ کا خطاب ملا۔

متعصب عیسائی پادری اسماعیل علیہ السلام کے اس ذبح عظیم کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ اسحاق علیہ السلام کو ذبیح اللہ کہتے ہیں لیکن ان کے تمام دعوے باطل ہیں۔قرآن کی سورہ صافات میں پہلے بردبار بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا ذکر ہے اور پھر اسحاق علیہ السلام کی آمد کی بشارت دی گئی ہے۔یسعیاہ نبی کی کتاب میں ہے۔

قیدار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی اور نابت کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے۔وہ میری منظوری کے گھر کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائیں گے۔

قیدار اور نابت اسماعیل علیہ السلام کے فرزند ہیں اور منظوری کا گھر بیت اللہ ہے۔لہٰذا یہ بات ثابت ہوئی کہ اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح اللہ ہیں۔اگر اسحاق علیہ السلام ذبیح اللہ ہوتے تو آج عالم عیسائیت میں اس سنت ابراہیمی پر پرجوش عمل ہوتا مگر معاملہ بالکل برعکس ہے۔قربانیوں سے عقیدہ وایمان اور آزادی کا دفاع ہوتا ہے۔قربانیاں پیش کرنے والوں کی دنیا وآخرت میں تحسین ہوتی ہے اور بلند مراتب کی نوید ملتی ہے۔(ماخوذ: رحمۃ للعالمین ؐ مصنف محمد سلمان سلیمان منصور پوری)

پیارے بھائیو اور بہنو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بڑھ چڑھ کر اپنی جانیں قربان کیں اور جانوں کے بدلے جنت کا سودا کیا۔قربانی کا یہ جذبہ ہی لے کر نوجوان میدان جہاد میں کودے تو روس کو ذلت آمیز شکست ملی اور نیو ورلڈ آرڈر کا جنازہ امریکہ اٹھا کر واشنگٹن کی طرف خوفزدہ دوڑ رہا ہے۔کشمیر میں مسلمان نوجوان غلامی سے نجات کے لیے قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔انہیں ہمارا اخلاقی ومالی تعاون درکار ہے۔ہم پر لازم ہے،ہم ان کے دست وبازو بنیں۔عیدالاضحیٰ کے موقع پر ان کو ضرور یاد رکھیں۔

علمی موتی

☆...... عقل مند دوسروں کی اور بیوقوف اپنی غلطیوں سے سیکھتا ہے۔

☆...... خاموش پانی گہرا ہوتا ہے۔

☆...... امیدوں کے سہارے جینا خود کو دھوکا دینا ہے۔

☆...... کامیابی ان کے قدم چومتی ہے جن کو کامیابی کا یقین ہو۔

☆...... چمکتا ہوا دن ہی نہیں، کالی راتیں بھی حسین ہوتی ہیں،ہم دیکھتے نہیں کہ رات کے کالے آنچل پر ستارے کتنے پیارے لگتے ہیں۔

☆...... مستقل مزاجی کانٹوں کو پھول بنا دیتی ہے۔

☆...... مسلمانوں کی ذلت غریب ہونے میں نہیں بلکہ اسلام سے دور ہونے میں ہے۔

☆...... اچھے الفاظ سے اچھے جملے بنتے ہیں اور اچھے جملوں سے اچھا اخلاق بنتا ہے۔

☆...... خوش کلامی ایک ایسا پھول ہے جو کبھی نہیں مرجھاتا۔

☆...... کوئی جتنا بھی اچھا کیوں نہ ہو بُروں کی صحبت اسے برا بنا دیتی ہے۔

☆...... انسان جواب دینے سے نہیں، سوال کرنے سے سیکھتا ہے۔

(عبداللہ عبدالمتین ہزاروی)

آرٹ: بریرہ شاہین۔شاہ کوٹ

آرٹ: آمنہ بنت عبدالقیوم۔خانیوال

آرٹ: اخت ابوہریرہ خالد شہید۔ملتان

آرٹ: عائشہ افضل سرگودھا

آرٹ: ذبین بن خالد،عثمان بن خالد مرجالوی

آپ بھی اپنے پیارے بچوں کے نام خوبصورت طریقے سے ڈرائنگ کر کے بھیجیے۔ہم آپ کو اس سلسلے میں شامل کر لیں گے۔ان شاء اللہ

رابطہ: ماہنامہ الحرمین پوسٹ بکس نمبر 1481 جی پی او لاہور

میٹھی شرارتیں

ہماری کزن 4 سالہ کشف جب اپنے ابو سے ضد کرتی ہے کہ مجھے فلاں چیز لے دو تو ابو اسے کبھی کبھار ٹالنے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ کل لے دوں گا۔ اسے ابھی کل کی سمجھ نہیں ہے' اس لیے وہ چپ ہو جاتی ہے اور مطمئن ہو جاتی ہے۔ پھر وہ ایک دو دن بعد دوبارہ اس چیز کا اصرار کرتی ہے اور ابو پھر بار بار یہی کہتے ہیں کہ کل لے دوں گا تو اب وہ بھی پریشان ہونے لگی کہ یہ کل کیا چیز ہے اور کیا مصیبت ہے لیکن ذہین کشف نے اپنے چھوٹے سے ذہن سے اس کا حل بھی نکال لیا۔ چنانچہ اب ابو جب بھی کوئی کام کل کرنے کا کہتے ہیں تو کشف فوراً کہتی ہے ...... ''ابو یہ کل تو ہے'' بس مجھے اب آپ چیز لے دو۔

☆...... کشف پلے گروپ میں سکول میں داخل ہے۔ اس کی امی اسے سکول جاتے ہوئے کھانے پینے کی بھی کئی چیزیں اس کے بستے میں رکھ کر روزانہ روانہ کرتی ہے لیکن جب واپسی پر اس کی امی پوچھتی ہے کہ فلاں چیز کھائی تھی یا نہیں تو وہ کہہ دیتی ہے کہ فلاں بچے یا بچی نے وہ چیز اس سے چھین لی۔ امی کہتی ہے تو آپ نے اسے چیز کیوں چھیننے دی۔ آپ نے اسے مارنا تھا۔ تو اس پر وہ اتنی چھوٹی عمر میں بڑا مدبرانہ جواب دے کر سب کو لاجواب کر دیتی ہے۔ کہتی ہے' میں اسے ماروں گی تو وہ بچہ پھر مجھے مارے گا۔ کشف کے اس خوبصورت معصومانہ جواب پر اب امی نے اسے سمجھایا کہ اچھا چلو! آپ اپنی ٹیچر کو بتا دیا کرو۔ اس پر کشف بھی مان گئی اور یوں اس کی چیزیں اب کم ہی غائب ہوتی ہیں۔

(ولید فیاض، معید فیاض۔ ملتان)

ایک تیر تین آدمیوں کو جنت میں لے جائے گا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا' ایک بنانے والا جو اسے خیر (جہاد) کی نیت سے بنائے...... دوسرا مجاہد کو تیر کی مدد فراہم کرنے والا...... اور تیسرا تیر کو چلانے والا۔'' (ابوداؤد)

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اور تم تیر اندازی کرو اور شہ سواری کرو اور تمہارا تیر اندازی کرنا مجھے شہ سواری سے زیادہ پسند ہے۔ ہر وہ چیز جس سے انسان کھیل کود کرے' وہ باطل و بے فائدہ ہے سوائے کمان سے تیر پھینکنے اور اپنے گھوڑے کو تربیت دینے اور اپنی بیوی سے دل لگی کرنے کے کہ یہ درست اور حق ہے اور جو شخص نشانہ بازی سیکھ کر اسے بھلا دیتا ہے وہ اپنے فن سے کفران نعمت کا ارتکاب کرتا ہے۔'' (الجامع الصغیر)

(بحوالہ: زاد المجاہد' از ابو نعمان سیف اللہ)

(محمد عبدالرحمٰن زیدی۔ 75/12.L چیچہ وطنی)

ذہانت آزماؤ

1- حاجی 10 ذی الحجہ کو کس جمرہ کو کنکریاں مارتے ہیں؟

① جمری کبریٰ۔ ② جمریٰ وسطیٰ۔ ③ جمری صغریٰ

2- حجاج کی مکہ سے روانگی کے وقت جو طواف کیا جاتا ہے اسے کیا کہتے ہیں؟

① طواف عمرہ۔ ② طواف وداع۔ ③ طواف افاضہ

3- حج و عمرہ کا طواف کرتے ہوئے کتنے چکروں میں رمل کیا جاتا ہے؟

① چار۔ ② تین۔ ③ پانچ۔

4- بھارت کی موذی سرکاری نے آبی وار میں دریائے چناب میں کتنے لاکھ کیوسک پانی چھوڑا۔

① 10 لاکھ۔ ② 12 لاکھ۔ ③ 8 لاکھ

5- یہاں منتظمین نے کہا کہ ہم عالمی برادری اور خاص طور پر یورپی یونین کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے اور ہر گز بھارت کا حصہ نہیں ہے۔'' یہ جملہ مجلّہ الحرمین کے اسی شمارہ کے کس صفحہ پر ہے' نیز مضمون نگار کا نام بھی لکھیں۔

نوٹ: بھائی بہنوں سے گزارش ہے کہ سوالوں کے جوابات کے ساتھ ساتھ مجلّہ الحرمین کے بارے میں اپنے تاثرات بھی لازمی لکھ کر بھیجا کریں تا کہ آپ کی آراء کی روشنی میں مجلّہ کو بہتر سے بہتر بنایا جا سکے۔ نیز اپنا فون نمبر بھی ضرور لکھیں۔

گزشتہ ماہ کے درست جوابات

1- بی آر بی نہر لاہور کے لیے دفاعی حصار کا کام دیتی ہے۔

2- بھارت کے ٹینکوں کی تعداد 600 تھی۔

3- نبی ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اپنا بایاں ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔

4- جنرل (ر) شنکر رائے نے اعتراف کیا کہ پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ کے خلاف ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔

5- یہ جملہ مجلّہ الحرمین ستمبر 2014ء کے صفحہ 15 پر ہے۔ مضمون نگار کا نام ابو خالد ملک ہے۔

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتگان

1- خالد محمود۔ ڈیرہ غازیخان

2- محمد اکرام۔ سیالکوٹ

3- صغیر احمد۔ بہاولپور

خصوصی انعامات

1- عبدالمالک۔ شیخوپورہ

2- مدیحہ اسلم۔ جہلم

3- رباب عثمان۔ راولپنڈی

مکتب الاطفال کے دیگر شرکاء

عبدالعزیز' سرگودھا۔ اخت ابوہریرہ خالد شہید' اخت ساجد غازی' ملتان۔ محمد اسلم شاہین' فورٹ عباس۔ حافظہ ماریہ عبدالقیوم' حافظہ آمنہ' طاہرہ عبدالقیوم' خانیوال۔ حافظ محمد عمران شہزاد' فیصل آباد۔ محمد سعد بلوچ' جڑانوالہ۔ محمد حنظلہ' عابد علی' واہ کینٹ۔ محمد مغیرہ رفاقت تارڑ' گوجرانوالہ۔ بریرہ شاہین محمود' ننکانہ۔ صغیر احمد' رحیم یار خان۔ عبدالقیوم' صادق آباد۔ ابرار ساقی' کبیر والا۔

پسندیدہ اشعار

بڑائی اپنی جتا کے چلنا
زمین پہ پاؤں جما کے چلنا
فخر سے گردن اٹھا کے چلنا
مجاہدوں کو روا ہے یہ بھی

(محمد عبداللہ سلفی)

فیس بُک

نوجوان لڑکے لڑکیوں کے بگاڑ کا ایک اور بڑا ذریعہ

معاشرت

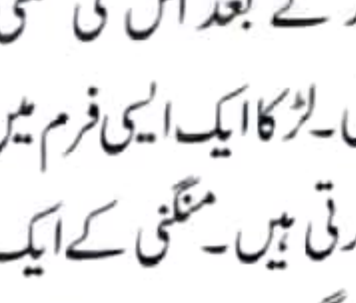

عبدالوارث ساجد

اور وہ فیل ہوگئی

میٹرک کا رزلٹ آیا تو گھر میں کہرام مچ گیا۔ فاطمہ چار مضامین میں فیل ہوگئی تھی یہ سنتے ہی اس کی ماں نے اسے جی بھر کر پیٹا۔ شام ہوئی، فاطمہ کا باپ گھر آیا تو باپ سے بھی جھڑک پڑی۔ ماں کا کہنا تھا اس کے فیل ہونے کی وجہ صرف اور صرف ''فیس بک'' ہے کیونکہ فاطمہ گھنٹوں کے حساب سے انٹرنیٹ پر سماجی رابطے کی بڑی ویب سائٹ ''فیس بک'' استعمال کرتی تھی۔ وہ فیس بک پر اپنی تصاویر لگاتی۔ دوستوں کے ساتھ اظہار خیال کرتی اور جو کوئی بھی پسند آتا، بنا جانے پہچانے اس سے دوستی کر لیتی۔ یہ اس کی روز کی سرگرمی تھی، دن کو بھی اور رات کو بھی۔ وہ فیس بک پر ہی مگن رہتی، اسے کھانے پینے اور پڑھنے کی کوئی فکر نہ تھی۔ اس کی امی گھر کے کام میں ہاتھ بٹانے کے لئے کہتی تو وہ پڑھائی کا بہانہ کر کے انہیں ٹال دیتی۔ اس کی امی اپنی جگہ خوش تھی کہ اس کی بیٹی بڑی دلجمعی کے ساتھ پڑھائی کر رہی ہے۔ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا تھی کہ فاطمہ بڑی محنت کر کے انٹرنیٹ سے تعلیم میں مدد لے رہی ہے، اسے کیا خبر تھی کہ بیٹی محض وقت گزاری کے لئے فیس بک پر بیشتر نوجوان لڑکے لڑکیوں کی طرح کھوئی رہتی ہے۔ رزلٹ آیا تو اس کی آنکھیں کھل گئیں لیکن تب تک پانی سر سے گزر چکا تھا، اسے اب پتہ چلا تھا کہ اس کی بیٹی ہر وقت ''فیس بک'' پر اپنا اسٹیٹس اَپ لوڈ کرتی رہتی ہے یا اپنے دوستوں کی تصویروں پر تبصرہ کرتی رہتی ہے۔ پڑھائی کو نہ توجہ دیتی اور نہ وقت جب سارا دن ''فیس بک'' پر برباد کرے گی تو امتحان میں پاس خاک ہوگی۔

منگنی ٹوٹ گئی

حیا کا تعلق کراچی کے مذہبی گھرانے سے ہے۔ بڑی تلاش بسیار کے بعد اس کی منگنی کراچی کے ایک نوجوان سے ہوگئی۔ لڑکا ایک ایسی فرم میں کام کرتا تھا جہاں عورتیں بھی کام کرتی ہیں۔ منگنی کے ایک ماہ بعد ہی حیا نے فیس بک پر اپنے منگیتر کا اکاؤنٹ چیک کیا تو اس کی بہت سی تصاویر لڑکیوں کے ساتھ شیئر تھیں، اس کے فرینڈز میں لڑکیاں بھی شامل تھیں، لڑکی والوں نے یہ سب دیکھ کر لڑکے والوں سے شکوہ کیا تو انھوں نے کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا چنانچہ لڑکی والوں نے اگلے روز ہی منگنی توڑ دی۔

بہن کے منہ پر تھپڑ

لاہور کی رخسانہ تبسم وہ دن کبھی نہیں بھول سکتی جب اس کے بھائی نے سب گھر والوں کے سامنے اسے تھپڑ مارا۔ وہ شام کو جس اکیڈمی میں پڑھنے جاتی تھی، اس اکیڈمی کا فیس بک پر بھی اکاؤنٹ تھا۔ ایک روز اس نے وزٹ کیا تو کئی سٹوڈنٹ اکیڈمی کے فرینڈز کی لسٹ میں تھے۔ رخسانہ بھی ان میں شامل ہوگئی۔ وہیں اس کی بات چیت رضوان سے بڑھنا شروع ہوگئی۔ رضوان سے دوستی کے بعد انھوں نے ایک دوسرے سے تصاویر بھی شیئر کیں۔ آخر ایک روز اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی جب اس نے دیکھا کہ رضوان نے اس کی تصویر کو ایڈٹ کر کے اسے عریاں کر دیا تھا تاکہ رخسانہ کو بلیک میل کر سکے۔ اسی بات پر ان کی لڑائی ہوئی تو وہ تصاویر رضوان نے اَپ لوڈ کر دیں۔ یہ تصویر اس کے بھائی نے بھی دیکھ لی۔ اور پھر رخسانہ کو سب گھر والوں کے سامنے نہ صرف مار کھانا پڑی بلکہ بے عزتی الگ سے ہوئی۔

فیس بک پر دوستی کا نتیجہ

گوجرانوالہ کی خصوصی عدالت میں اس روز بہت رش تھا، جو سنتا توبہ توبہ کرتا، وہاں ایک ایسی لڑکی کو پیش کیا گیا تھا جس پر الزام تھا کہ وہ فیس بک پر لڑکوں سے دوستی کر کے انہیں ڈیٹ پر بلاتی ہے اور پھر اغوا کر کے پیسے بٹورتی ہے۔ خصوصی عدالت نے فیس بک پر امیرزادوں سے دوستی اور ڈیٹ پر بلوا کر لاکھوں روپے تاوان کے لیے اغوا کرنے والی گجرات یونیورسٹی کی اس طالبہ سمیت پانچ ملزموں کو 4 روزہ جسمانی ریمانڈ پر بھیج دیا۔ پولیس نے ملزمہ شیزہ سے تاوان کی رقم میں سے ایک لاکھ روپے برآمد بھی کیے۔

فیس بک پر روز بروز پیش آنے والے واقعات کی یہ چند جھلکیاں ہیں۔ اس ایک ویب سائٹ کی وجہ سے جتنا معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ لڑکیوں کی لڑکوں سے دوستیاں اور اس کے بعد لڑکیوں کا گھروں سے فرار ہونا، موبائل فون کے بعد اب فیس بک سب سے بڑی وجہ بن چکا ہے..... خاص طور پر نوجوان اور نوجوانوں میں بھی طلباء کا طبقہ گمراہی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ رشتوں میں تقدس ختم ہو رہا ہے اور اغوا وڈکیتی کے واقعات تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔

دوستی کی آڑ میں

گزشتہ دنوں فیس بک پر ہی لڑکے کے اغوا کی ایک افسوس ناک خبر سامنے آئی۔ نیو ٹاؤن کراچی کا 13 سالہ مصطفیٰ فیس بک استعمال کرتا تھا۔ وہیں اس کی دوستی کراچی کے ہی ایک لڑکے ارسلان سے ہوگئی اور

☆......لاہور کی ایک دوشیزہ نے فیس بک پر اپنے انجانے دوست کو اپنی تصویر بھیج دی۔ جس نے اسے ایڈٹ کر کے کپڑوں سے بے نیاز کر دیا اور سوشل میڈیا پر شفٹ کر دی۔ مذکورہ لڑکی کے بھائی نے بھی وہ تصویر دیکھ لی اور بہن کو بعد از خرابی بسیار زدوکوب کیا

☆......وہ رات دن فیس بک پر بیٹھتی۔ ماں کچن میں بلاتی تو وہ پڑھائی کا بہانہ کر کے ٹال دیتی۔ جب رزلٹ آیا تو وہ چار پرچوں سے فیل تھی جس کی وجہ سے ماں نے بھی اس کی خوب دھنائی کی اور باپ سے بھی جھڑکیاں سننا پڑیں

دونوں دوستوں کی فیس بک پر خوب گپ شپ ہوتی تھی۔ جب اس کے دوست کو پتہ چلا کہ لڑکا امیر ہے تو اس نے مصطفیٰ کو اغوا کرنے کا پروگرام بنایا اور طے شدہ منصوبہ کے تحت ایک روز اسے ملنے کا کہا۔ مصطفیٰ نئے دوست سے ملنے ڈیفنس گیا جہاں ارسلان کے بھائی تیمور نے اسے اغوا کر لیا اور رہائی کے لیے اس کے گھر والوں سے پانچ کروڑ روپے تاوان طلب کیا۔ بات پولیس تک پہنچی تو انھوں نے ملزمان کا سراغ لگانا شروع کیا اور آخر نشاندہی پر جب چوکی کے قریب کارروائی کر کے مغوی مصطفیٰ کو بازیاب کرا لیا، مقابلے کے دوران 4 اغوا کار مارے گئے ایک اغوا کار بھی زخمی ہوا اور فائرنگ کے تبادلے میں 2 پولیس اہلکار زخمی بھی ہوئے۔ مصطفیٰ کی واپسی کے بعد اس کی والدہ نے اپیل کی ہے کہ والدین اپنے بچوں کے سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کے استعمال پر پابندی لگا دیں۔

فیس بک پر ڈاکو بھی سرگرم

ایسا ہی ایک واقعہ گوجرانوالہ میں بھی پیش آیا جہاں فیس بک پر ایک منظم گروہ لڑکیوں کے ذریعے بہت سے نوجوانوں کو لوٹ چکا تھا۔ ایک دن خبر آئی کہ گوجرانوالہ کی لڑکی کے ذریعے ٹیلی فون اور فیس بک پر دوستی کر کے لڑکوں کو اغوا کر کے تاوان وصول کرنے والا گروہ پکڑا گیا ہے اور ان کے قبضے سے 9 لاکھ روپے، متعدد سمیں اور کاریں برآمد کر لیں گئیں، حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ملزمان میں ایس ایچ او کا بیٹا، کانسٹیبل اور وکیل شامل ہیں۔ یہ سب کچھ یوں ہوا کہ ایک روز تلے عالی کے رہائشی محسن وقار نے تھانہ صدر گوجرانوالہ میں درخواست دی کہ اس کے بھائی احسن وقار کو 22 اگست سے نامعلوم افراد نے اغوا کر لیا ہے۔ ملزموں نے اس کی رہائی کے لیے 17 لاکھ تاوان وصول کیا، تاوان لینے کے بعد اس کے بھائی کو تھانہ صدر کے علاقہ میں ہی چھوڑ دیا گیا، مقدمہ درج ہونے کے بعد پولیس نے موبائل کال ٹریس کرتے ہوئے ایک خاتون اور اس کے خاوند عدیل اکبر سمیت 5 ملزمان کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد سی پی او گوجرانوالہ راجہ رفعت مختار نے بتایا کہ گرفتار ملزمان نے انکشاف کیا کہ عدیل اکبر اپنی بیوی شیزا کی ٹیلی فون اور فیس بک کے ذریعے لڑکوں سے دوستی کرواتا تھا اور لڑکی سے ملنے کے بہانے لڑکوں کو بلا کر انہیں اغوا کر لیتا تھا۔ ملزمان نے یہ بھی

انکشاف کیا کہ انھوں نے کامونکی کے 2 لڑکوں احمد رضا اور عامر سہیل کو بھی اس طرح اغوا کیا اور 10 لاکھ تاوان وصول کیا تھا۔ گرفتار ہونے والے لوگ کوئی ان پڑھ جاہل ڈاکو نہ تھے بلکہ ملزمان کے سرغنہ عدیل اکبر نے قانون کی ڈگری حاصل کر رکھی ہے جب کہ اس کی بیوی شیزا آئی کام کی طالبہ ہے، ان کے ایک ساتھی عمر عرف روبی کا والد آصف ندیم ایس ایچ او ہے، ان کا چوتھا ساتھی محمد عامر کانسٹیبل ہے۔ ملزمہ شیزا نے بتایا کہ میں صرف فون پر ایک بار بات کرتی تھی، دیگر کام میرا شوہر اور اس کے ساتھی کرتے تھے، تاوان کی رقم وصول کرنے کے بعد اپنے شوہر کے ہمراہ سوات اور کاغان گھومنے گئی۔

والدین کی ذمہ داری

جب ایسی ویب سائٹ پر گھناؤنے جرائم پیشہ افراد کے ٹھکانے بن جائیں تو لامحالہ والدین کو اپنی آنکھیں کھول لینی چاہئیں اور جس قدر یہ گندے لوگ سرگرم ہیں اس کے پیش نظر اپنے بچوں کو تحفظ کے لیے ان پر نظر رکھنی چاہیے کہ ان کی اولاد کیا پڑھ رہی ہے، کیا دیکھ رہی ہے۔ والدین کو پڑھنے کے لئے بچوں کو انٹرنیٹ استعمال کرنے کی اجازت کے ساتھ ساتھ بچوں کی باقاعدہ نگرانی بھی رکھنی چاہئے بلکہ کمپیوٹر، لیپ ٹاپ ایسی جگہ پر ہوں جہاں آتے جاتے نگاہ رکھی جا سکے۔ ایسے میں حکومتی اداروں کو بھی سخت انٹرنیٹ پالیسی تشکیل دینی چاہئے۔ نامناسب صفحات پر پابندی لگائی جائے اور اگر کوئی ایسا صفحہ ہو جہاں غلط معلومات فراہم ہوں، اس کے خلاف فوری کارروائی ہو۔ اب تو شاید ہی پاکستان کا کوئی گھر ہو جس کا کوئی فرد فیس بک ٹویٹر جیسی سوشل ویب سائٹ استعمال نہ کرتا ہو۔ طلباء میں تو فیس بک کے جراثیم حد سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔ وہ آنے والے خطرے سے بے خطر فیس بک استعمال کرتے ہیں اور اپنے حالات و واقعات، خاندان بھر کی سرگرمیاں، خوشی غمی کی تمام خبریں، دن رات کے احوال سب کچھ دوستوں کے ساتھ شیئر ہوتا ہے۔ نوجوان لڑکیاں بھی کچھ کم پیچھے نہیں۔ وہ اپنی دوستوں کے ساتھ فیملی تصاویر تک شیئر کرتی ہیں جس کا بعد میں بہت ہی بھیانک نقصان سامنے آتا ہے۔ فیس بک کے لوگوں میں بڑھتے رجحان ہی کے پیش نظر اس ویب سائٹ پر گھناؤنے کام کرنے والے لوگوں نے ڈیرے جما لیے ہیں۔ ان کی تعداد دیکھیں تو آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ جاتی ہیں۔

☆......کراچی میں تیرہ سالہ مصطفیٰ نے فیس بک کے ذریعے ارسلان سے دوستی کرلی جس نے اسے دھوکہ سے اغوا کرلیا اور اس کے والدین سے دس لاکھ تاوان وصول کر کے ان کا لختِ جگر ان کے حوالے کیا

لوگوں کے جعلی اکاؤنٹ

فیس بک کے مطابق اس ویب سائٹ پر اس وقت آٹھ کروڑ تیس لاکھ سے زائد غیر قانونی اکاؤنٹس یا جعلی صارفین ہیں۔ فیس بک کی جانب سے جاری کردہ ایک رپورٹ کے مطابق اس وقت فیس بک کے صارفین کی تعداد ننانوے کروڑ پچاس لاکھ ہے اور ان میں سے آٹھ اعشاریہ سات فیصد نے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی کی ہے۔ دوہرے اکاؤنٹس یا دوہری شناخت رکھنے والے صارفین کل تعداد کا چار اعشاریہ آٹھ فیصد ہیں۔ اس کے علاوہ کاروبار یا پالتو جانوروں کے لیے ذاتی پروفائلز یا معلومات کا غیر درجہ بندی تناسب دو اعشاریہ چار فیصد ہے جب کہ ایک اعشاریہ پانچ فیصد صارفین کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ فیس بک کی جانب سے یہ اعداد وشمار ایک ایسے وقت سامنے آئے ہیں جب اس پر دیے جانے والے اشتہارات کے مؤثر ثابت ہونے کے حوالے سے سوالات اٹھائے جارہے ہیں۔ فیس بک کے مطابق دوہرے اکاؤنٹس وہ ہیں جس میں صارف اپنے بنیادی اکاؤنٹ کے علاوہ دوسرے اکاؤنٹ کو استعمال کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ناپسندیدہ اکاؤنٹس وہ ہیں جس میں صارف جعلی نام استعمال کرتا ہے اور ایسا کرنے کا ارادہ کمپنی کے سپیمنگ جیسے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی ہے۔ فیس بک کے کاوباری ماڈل کا انحصار اشتہارات کے ایک مخصوص انداز پر ہے اور اس میں صارفین کی جانب سے مصنوعات یا اشتہارات کو پسند کرنے کے طریق کار کی چھان بین کو مزید سخت کیا جارہا ہے۔ فیس بک کے مطابق آمدنی کا ایک معقول حصہ اشتہارات سے حاصل کیا جاتا ہے اور اشتہارات سے محروم ہونا یا فیس بک پر اشتہار دینے والوں کی تعداد میں کمی سے ہمارے کاروبار پر انتہائی بُرا اثر پڑسکتا ہے۔

فیس بک پر لائیکس حاصل کرنے کے لیے اشتہارات دینے پر کمپنیاں خطیر رقم ضائع کررہی ہیں جن کا شاید ان کی مصنوعات سے دُور تک کا تعلق نہیں ہے۔ اس حوالے سے کی گئی تحقیق سے معلوم ہوا کہ جعلی کمپنی کو پسند کرنے والے صارفین کی ایک بڑی تعداد کا تعلق مشرق وسطیٰ اور ایشیا سے تھا۔ اس میں کئی صارفین نقلی تھے جیسا کہ احمد رونالڈو جو بظاہر مصر میں مقیم تھے۔ اور ایک ہسپانوی فٹبال کلب ریئل میڈرڈ کے ملازم تھے۔ اسی طرح گزشتہ ہفتے ایک ڈیجیٹل ڈسٹری بیوشن لمیٹڈ پریس نے اپنے طور پر ایک سافٹ ویئر کے ذریعے کی گئی تحقیق میں فیس بک پر الزام لگایا تھا کہ اس کے اشتہارات کو پسند یا کلک کرنے والوں کی 80 فیصد تعداد جعلی تھی۔ دوسری جانب یہ شکایات بھی بڑھ رہی ہیں کہ مرد خواتین تصاویر اور نام استعمال کرکے جعلی اکاؤنٹ بنا رہے ہیں۔ جب کہ فیس بک انتظامیہ اس اقدام کو روکنے کا کوئی مؤثر اقدام کرنے میں ناکام دکھائی دیتی ہے۔

زمانہ قیامت کی چال چل رہا ہے

زمانہ جس تیزی سے ترقی کے ادوار طے کررہا ہے، روز بروز نت نئی ایجادات منظر عام پر آرہی ہیں۔ فیس بک، ٹوئٹر جیسی سائٹس جہاں لوگوں کے درمیان باہمی رابطے کو فروغ دیتی ہیں، وہیں ان کے باعث منفی اثرات بھی مرتب ہورہے ہیں۔ نوجوان ان سوشل ویب سائٹس کے عادی ہوچکے ہیں اور ہر عمر وسن کے افراد انہیں استعمال کررہے ہیں۔ کم عمر بچے، نوجوان لڑکے اور لڑکیاں، گھریلو خواتین، مرد غرض تمام ہی عمروں کے لوگوں میں ان کا استعمال دن بدن بڑھ رہا ہے۔ بغیر کسی مقصد کے ان کا استعمال وقت کا ضیاع اور نقصان کا باعث ہے۔

فیس بک دنیا بھر کی طرح پاکستان میں سب سے زیادہ استعمال کیا جانے والا سماجی رابطہ ہے۔ والدین کی کثیر تعداد کے مطابق یہ ویب سائیٹ کم عمر بچوں اور نوجوان نسل کے ذہنوں پر منفی اثرات مرتب کررہی ہے۔ فیس بک کے منفی اثرات پر روشنی ڈالیں تو سب سے پہلے تعلیمی سرگرمیوں میں رکاوٹ ہے، نوجوان گھنٹوں فیس بک پر بیٹھے وقت ضائع کررہے ہوتے ہیں، مختلف کمپیوٹر گیمز اور پسندیدہ صفحات ''Like'' کرتے ہیں۔ کبھی دوستوں اور عموماً اجنبیوں سے بات چیت میں وقت گزارتے ہیں۔

فیس بک کی یہ لت تیزی سے پاکستان میں پھیل کر ایک بڑے مسئلے کو پیدا کررہی ہے جو پاکستانی والدین کے لئے سنگین پریشانی کا باعث بن رہا ہے۔

فیس بک پر بچے مختلف صفحات پر جا کر غیر ضروری کمنٹس کرتے، اپنی عمر سے بڑے بڑے موضوعات زیر بحث لاتے ہیں۔ فیس بک کے استعمال کا باقاعدہ طریقہ معلوم نہ ہونے پر بہت سے لڑکے لڑکیاں ہیکرز کے جال میں پھنس رہے ہیں۔ نوجوان لڑکوں لڑکیوں کی بڑی تعداد کو اکاؤنٹ محفوظ بنانے، پرائیویسی سیٹ کرنے کا درست طریقہ معلوم نہیں ہوتا۔ نوجوان لڑکیاں بغیر پرائیویسی سیٹ کئے تصاویر شیئر کررہے ہوتے ہیں جن کا ہیکرز با آسانی غلط استعمال کرتے ہیں۔

''فیس بک'' دین سے دوری کا سبب بھی

رات دن گھنٹوں کے حساب سے بلامقصد انٹرنیٹ کا استعمال جسمانی حرکت کے نہ ہونے سے بھوک کو بڑھاتا ہے جو جسم کی کمزوری کا سبب بنتا ہے۔ سب سے بڑا نقصان پڑھائی کا متاثر ہونا، مکمل وقت نصاب کو نہ دے پانا اور ذہنی یکسوئی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ صرف جلد بازی میں اپنا ہوم ورک محض خانہ پری کے لئے کیا جاتا ہے۔ ایک بڑا نقصان نوجوانوں کی دین سے دوری بھی ہے۔ جو وقت نماز وقرآن کا وقت ہے، وہ فیس بک کے غیر معیاری صفحات پر کمنٹس کرنے میں گزار دیتے ہیں۔ اس دوران نوجوانوں پر جنون کی سی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ بارہا اپنا کاؤنٹ چیک کرتے ہیں نوجوان محض فیس بک پروفائل کی بنیاد پر ایک دوسرے کو جانتے ہیں جو اکثر جھوٹ پر مبنی ہوتی ہے۔ فیس بک پر اخلاقی ضابطے کے نہ ہونے سے بچے وقت سے پہلے ذہنی و جسمانی بلوغت کو پہنچ رہے ہیں۔ مغربی روایات جن میں گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ کا رجحان ہے، پاکستانی معاشرے کی عکاسی نہیں کرتا ہے۔

آج کے جدید دور میں کسی بھی طرح رابطے کے ان ذرائع سے انکار ممکن نہیں۔ ایجادات تو ہوتی ہیں انسان کی آسانی اور ترقی کے لئے۔ یہ انسان کی اپنی ذات پر منحصر ہے، وہ کب، کیسے اور کس طرح اسے اپنے لئے کارآمد بناتا ہے۔ ہم فیس بک کو یک سرخراب یا منفی بھی نہیں کہہ سکتے لیکن ہمیں اس کے استعمال کا باقاعدہ طریقہ کار طے کرنا ہوگا جس کی ذمے داری گورنمنٹ، والدین اور خود نوجوانوں پر عائد ہوتی ہے۔

تفسیر سورۃ البقرۃ (آیت نمبر:231)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امابعدفاعوذبالله من الشیطٰن الرجیم من همزہ ونفخہٖ ونفثہٖ

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے چکو، اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں (پہنچنے کے قریب ہوں) تو تم انہیں روک لو بھلے طریقے سے یا عزت کے ساتھ انہیں رخصت کر دو اور تم انہیں نقصان پہنچانے کے لیے مت روکو کہ تم حدود سے تجاوز کرو، اور جو کوئی ایسا کرے گا۔ تو یقیناً وہ اپنی جان پر ہی ظلم ڈھائے گا، اور اللہ کی آیات کو ہنسی کھیل (کا مقام) نہ بنا بیٹھو، اور اپنے اوپر اللہ کے احسانوں کو یاد کرو اور جو کتاب وحکمت تمہاری نصیحت کے لیے اتاری ہے (اسے بھی یاد رکھو) اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

آئیے قرآن سیکھیے

اُمِ مَهدِیّہ

معانی ومصادر:

فَبَلَغْنَ : بَلَغَ. يَبْلُغُ. بُلُوْغاً (ن) پہنچنا۔ پانا۔ انتہا ہونا۔ کسی مقصد کی انتہا کو کہتے ہیں۔ ماضی معروف سے جمع مونث غائب کا صیغہ ہے۔ پس وہ عورتیں اپنی عدت کے اختتام کو پہنچ جائیں۔ مادہ اس کا ب۔ل۔غ ہے۔

اَجَلَهُنَّ: اَجَلَ. يـاجَلُ اَجَلٌ. (س) کسی بھی چیز یا کام کے لیے طے شدہ (مقرر شدہ) مدت کو اجل کہتے ہیں۔ مراد اس سے یہاں پر عورتوں کی عدت ہے۔ هُنّ۔ ضمیر مجرور متصل۔ جمع مونث غائب ہے۔ مادہ اس کا ء۔ ج۔ل ہے۔ وہ عورتیں اپنی (طلاق رجعی) کی عدت کے اختتام کو پہنچ۔

هُزُوًا: هَزَءَ . يَهْزَءُ. هُزْوٌ. مَهْزاةٌ. (ف۔س) مذاق کرنا۔ ٹھٹھا اڑانا۔ کسی بات یا کام کو ہلکا سمجھنا اور باتوں میں اڑا دینا مصدر ہے اور مفعول کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مادہ اس کا ھ۔ز۔ء ہے۔

يَعِظُكم . وَعَظَ. يَعِظُ. وَعْظٌ. عِظَةٌ (مں) نصیحت کرنا۔ کسی کی ارشاد، ہدایت یا راہنمائی کی بات کرنا۔ مضارع معروف سے واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ ضمیر جمع مذکر منصوب متصل ہے۔ اللہ نصیحت کرتے ہیں کہ تم کو۔ مادہ اس کا و۔ع۔ظ ہے۔

تشریح وتوضیح:

اللہ رب العزت، نکاح، طلاق خانگی معاشرت کے ضابطے اور سلیقے اپنے بندوں کو خود سکھلائے ہیں۔ انسان کا معاملہ جہاں انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہاں بڑے بڑے نیک اور پارسا بھی جذبات اور ذاتیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ عدل، انصاف، خیر خواہی، مروّت، محبت، احسان سلوک، مہربانی، نرمی، شفقت جیسی چیزیں وہاں فنا؟؟ ہو جاتی ہیں۔ خدا خوفی دل سے نکل جاتی ہے۔ برابری، مقابلے بازی، اپنی برتری کا احساس نیچا دکھانا۔ اپنی انانیت کو تسکین دینا۔ کچھ بننا اگلے کو مزہ چکھانا سبق سکھانا، جیسی ذہنیت غالب آجاتی ہے۔

انسان اپنی بہیمیت کی تسکین چاہتا ہے، اور انہیں سفلی جذبات کی تسکین اُسے انسانیت کے مقام سے عاری کر دیتی ہے، اور بسا اوقات اپنی چیزوں کی تسکین اسے ''اسفل سافلین'' کے مقام تک پہنچا دیتی ہے۔

ایمان اس چیز کا نام ہے کہ انسان اگر مصلے پر اللہ کا بندہ ہے تو بشر پر بھی اللہ کا بندہ ہو۔ زکوٰۃ دیتے ہوئے اللہ کا خوف رکھتا ہے۔ تو کاروبار کرتے ہوئے بھی اُسی اللہ کو حاضر ناظر جان رہا ہو۔ حج کرتے ہوئے اگر وہ اللہ کے لیے دوڑ دھوپ کر رہا ہے، تو انسانوں کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے بھی اللہ ہی کو دیکھ رہا ہو۔

سفر حضر۔ محبت نفرت، خوشی غمی۔ الفت کلفت خلوت، جلوت، ہر حال میں اس کا اللہ کے ساتھ یکساں معاملہ ہو۔ یہی معنیٰ ہے اسلام کے مکمل ضابطہ حیات ہونے کا اور یہی مطلب ہے اللہ کی نعمت تمام ہونے کا۔

لہٰذا طلاق دینے کا صحیح طریقہ اللہ رب العزت نے بتا دیا کہ جلد بازی کی کوئی ضرورت نہیں۔ سوچ بچار، تحمل، ٹھہراؤ، بردباری، حکمت کے ساتھ اس خاندانی معاملے کو سلجھایا جائے۔ کسی قسم کے ردعمل اور دباؤ کی منفی نفسیات سے بچتے ہوئے دو موقعے رجعی دیے اور پھر بھی یہی سمجھ آئے کہ تعلق کو نبھانا روگ ہے تو پھر اس سے جان چھڑالی جائے۔

بات ختم کرنے سے پہلے ایک دفعہ پھر پوری طرح سوچ و بچار کا اللہ نے حکم دیا ہے اگر نبھانا ممکن ہے، اللہ کی شریعت کے

مطابق ایک دوسرے کے حق حقوق ادا کر سکتے ہو تو ٹھیک۔ نیک نیتی کے ساتھ نبھانے کے لیے انہیں روک لو، کوئی حرج نہیں۔ تعلق اور رشتے میں کئی طرح کے بندھن ہوتے ہیں۔ اولاد کا بندھن سب سے مضبوط ہے۔ پھر مشترکہ خانگی تعلقات، مشترکہ گھر، مشترکہ سامان، مشترکہ عزت و آبرو اب ان ساری مشترکہ چیزوں کا بٹوارہ بہت مشکل ہے۔ لہٰذا بہت سوچ بچار کا مقام ہے۔

آیا اتنی ساری مشترکہ مصلحتوں اور مفادات کا بٹوارہ ممکن ہے بھی کہ نہیں یا اس بٹوارے کے بعد جو گزرنی ہے اس کا سامنا کرنا ممکن بھی ہے کہ نہیں یا کس قدر دشوار ہوگا۔

اس کے بعد رکھنا ہے تو رکھ لو اور رخصت کرنا ہے تو سلیقے سے رخصت کر دو، دے دلا کر، معافی تلافی کر کے، احسان سلوک سے رخصت کرو، ان کی عزت کو پامال نہ کرو، ادھر ادھر کی باتیں کر کے ان پر کیچڑ مت اچھالو۔ ان کے جانے کے بعد ان کی راہ دشوار کرنے کے لیے الٹے سیدھے پروپیگنڈے مت کرو۔ رخصت کرنے کے بعد جو بات کرنی ہے بھلی کرو۔ یہی کافی ہے اس کے جرائم کی سزا کہ تم اسے رخصت کر چکے، اپنے سے جدا کر چکے یا اس کا گھر اور اس کا اعتماد اس سے چھین چکے۔ بس اور کیا انتقام لینا ہے، غصہ کہاں تک لے جائے گا۔ بس! بات ختم ہوئی تو ہوگئی۔ کلام الیل "یمحوہ" رات گئی بات گئی۔

ویسے بھی رخصت میں احسان اور سلیقہ ہو تو بہت بہتر ہے۔ کیا ممکن کل پھر کوئی تعلق کی صورت بنتی ہو اور اللہ رب العزت کیا حالات پیدا کر دیں، اس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے اور یہ حالات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ انسانی طبیعتوں میں انقلاب آتا رہتا ہے۔ اتار چڑھاؤ، کبھی ادھر کبھی ادھر۔ پل میں تولہ پل میں ماشا، یونہی تو نہیں کہا جاتا اور سب سے بڑی بات کہ اللہ رب العزت نے طلاق مغلظہ کے بعد بھی دوبارہ ملنے کی صورت ممکن ہے۔ قرآن مجید میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ مراد یہ ہے کہ دوبارہ ملاپ کا امکان، گنجائش اور ضرورت باقی رہتی ہے تبھی تو ان مسائل کی ضرورت تھی۔ جب کوئی کام سلیقے سے کیا گیا ہو تو پھر بہت بہتر ہے کہ دوبارہ ملاپ کی صورت میں کسی قسم کی خفت، شرمساری اور ملامت دامن گیر نہ ہوگی۔ یہ دونوں صورتیں تو بہترین ہیں۔ شریعت نے خود ان دونوں کی اجازت بلکہ حکم دیا ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لی جائے

مگر ایک تیسری صورت بھی بن جاتی ہے یا بنالی جاتی ہے کہ نہ بسانا، نہ رخصت کرنا محض تنگ کرنے کے لیے لٹکا چھوڑنا۔ ایسے حیلے بہانے تلاش کرنا کہ انتقام لیا جا سکے، عدت گزرنے سے پہلے پہلے رجوع کر لینا۔ مزید اذیتیں، مزید تکلیفیں اور مزید پریشانیوں میں مبتلا کرنے کے لیے طعنے، تشنے، جیل وجحت، لیت و لعل، طلاق دے کر جان فارغ بھی نہیں کرنی، بیوی بنا کر گھر بسانا بھی نہیں، اپنی ضرورتیں، اپنے مطلب پورے کرتے رہنا اور جب ضرورت اور مطلب پورا ہو جائے یا جب عورت اپنی ضرورتوں یا مطلبوں کی بات کرے، اپنے حقوق طلب کرے تو مرد کو یاد آ جائے کہ یہ تو اتنی بری، اتنی ناشکری، اتنی نافرمان ہے۔ اسے تو میں طلاق دیتا پھرتا تھا، یہ تو اس قابل ہی نہیں کہ اسے بیوی بنایا جائے یا اس کے ساتھ کوئی تعلق رکھا جائے تو بیوی کو اپنی بات کے جواب میں طعنوں

کی ایک طویل فہرست، الزامات کی ایک لمبی داستان تو سننی پڑ جائے مگر مطلب اور ضرورت پوری نہ ہو۔ جب بات بڑھے، عورت کی تکلیف حد سے بڑھے اور وہ اپنی تکلیف کے مداوے کے لیے واویلا مچانا شروع کرے تو پھر دوبارہ طلاق کا وار سہنا پڑے۔ یعنی وہ مرد کی طرف سے مسلسل نشانہ ستم بنی رہے جو اسے اگلتا بھی نہیں نگلتا بھی نہیں۔ بیوی ہے بھی نہیں بھی۔ نوکری چاکری، خدمت خاطر، ضرورت، طلب کے لیے وہ بیوی ہے مگر انسانی سطح پر آ کر اپنے آرام سکھ چین، سکون کی بات کرنے کے لیے وہ بیوی نہیں۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں انہیں نقصان پہنچانے کے لیے، تکلیف دینے کے لیے نہ روکو کہ تم ان پر زیادتی کے مرتکب ہو جاؤ اور اللہ کی حدود کو پامال کرنے لگ جاؤ۔ اگر تم اس طرح کر کے یہ سمجھو کہ دنیا کی نظر میں تم ٹھیک ہی ہو اور کسی ضابطے یا قانون کی زد میں نہیں آ رہے، کوئی تم پر فرد جرم عائد نہیں ہوتی، تم اپنے سامنے سچے ہو سکتے ہو دنیا کی نظروں میں بھی اپنے آپ کو سچا ثابت کر سکتے ہو لیکن معاملہ صرف دنیا کا نہیں بلکہ معاملہ اس سے بھی بہت بڑھ کر ہے۔

اللہ ظاہر جاننے والے اور باطن کو بھی جاننے والے ہیں۔ عمل کو دیکھنے والے اور نیتوں پر بھی مواخذہ کرنے والے ہیں۔ لہٰذا وہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں نیتیں ٹھیک کرو، اپنے آپ کو اچھی طرح ٹٹول کر، چیک کر کے، کھنگال لو کہ تم کسی غلط مقصد اور غلط نیت سے تو انہیں نہیں روک رہے؟ اگر ایسا ہے تو تم اس کام سے باز آ جاؤ۔ تمہیں ان سے کوئی رغبت نہیں، جب ان کا نام ذہن میں آئے تو کڑواہٹ ہی گھلے اور تلخی ہی محسوس ہو تو جانے دو مت روکو۔ اس تلخی اور گھٹن کے بعد، روکو گے تو کیا سوچ کے کہ "اس کو مزہ چکھاؤں گا اچھی طرح...... اسے بھی پتہ چلے کہ کسی ماں کے لال سے پالا پڑا تھا۔"

نہ نہ...... مت روکو...... جانے دو۔ یہ تو بہت زیادتی کی بات ہے، حدود اللہ کی پامالی ہے اور اگر تم اس طرح انتقام لیتے ہو یا لینے کا سوچتے ہو تو تم کسی پر نہیں اپنے آپ پر ظلم کے مرتکب ہو رہے ہو۔ اللہ کی جناب میں اپنا حساب مشکل بنا رہے ہو۔ کسی ماتحت پر ظلم کر کے دوسروں کو اپنے پر ظلم کا جواز پیدا کر رہے ہو۔ عنداللہ بھی مجرم بن رہے ہو، دنیا و آخرت میں اپنا انجام خراب کر رہے ہو۔ اللہ اس برے انجام سے بچانے کے لیے تمہیں خبر کر رہے ہیں کہ جو بھی اس طرح کی حرکت کرے گا وہ اپنا ہی بگاڑے گا۔

اور اس عمل کو اللہ تعالی اپنی آیات کا استہزاء قرار دیتے ہیں یعنی اللہ کے حکم کی منشاء اور حکمت کو نہ سمجھنا اور صرف قانونی تقاضے پورے کرنا اور قانون سے بچنے کے لیے بھی حیلے بہانے تراشنا...... دوہری چال چلنا، ڈبل گیم کھیلنا، کرنا کچھ اور دکھانا کچھ

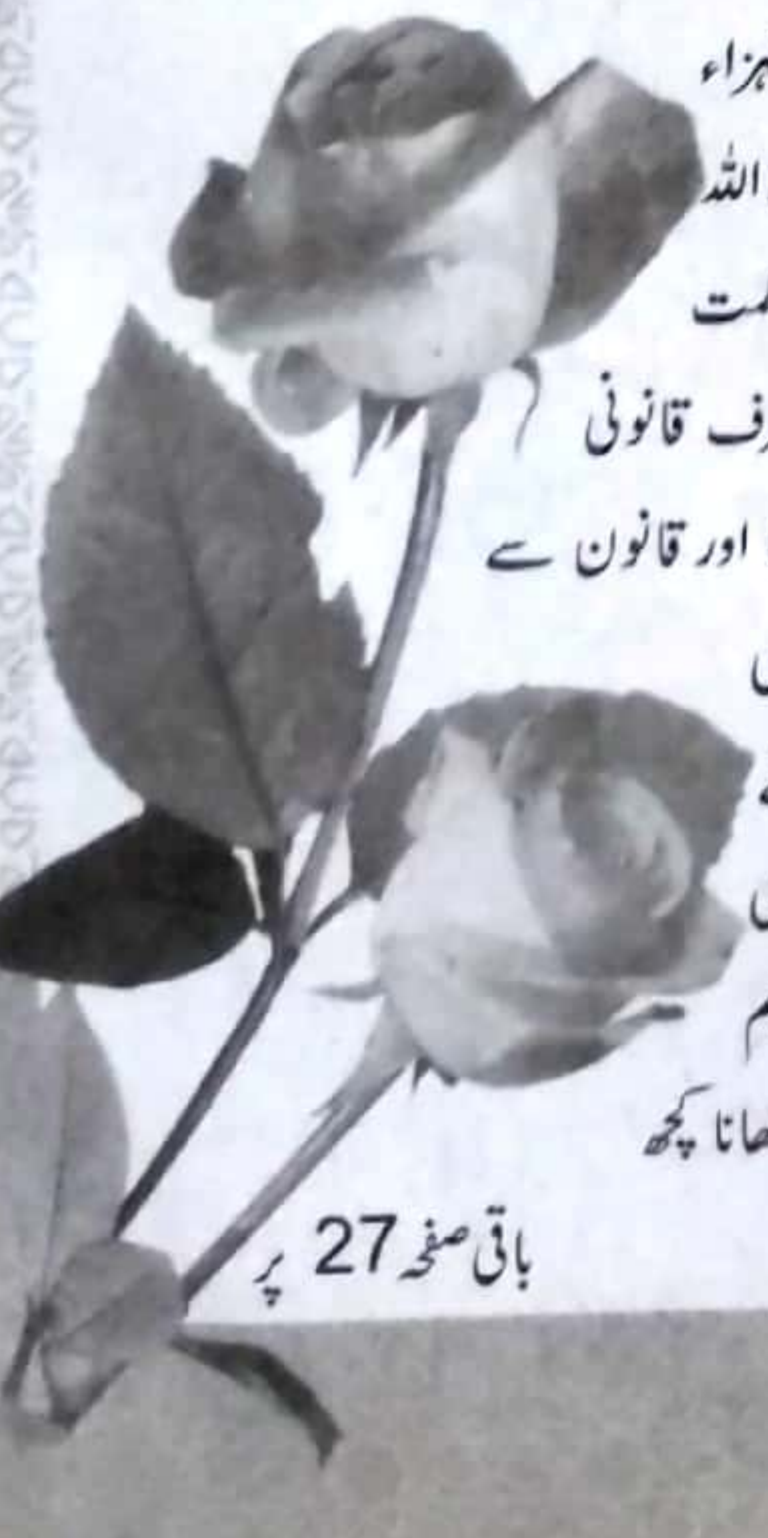

باقی صفحہ 27 پر

ماہِ ذی الحجہ کے فضائل و مسائل

ذوالحجہ قمری تقویم کا بارھواں اور آخری مہینہ ہے۔ چونکہ اس ماہ مبارک میں حج جیسا عظیم فریضہ انجام دیا جاتا ہے، اس لیے اس کا نام حج ہی کی مناسبت سے مشہور و معروف ہے۔

یوں تو ہر مہینہ اور ہر دن اللہ تعالیٰ نے ہی تخلیق کیا اور ہمہ وقت اس کی اطاعت کے اندر رہنا ہر انسان پر لازم ہے لیکن رب کریم نے بعض ایام کو اور بعض اوقات کو اپنی خاص عبادات کے لیے مقرر کیا ہے، جس کا ایک مقصد یہ ہے کہ کسی ایک خطے کے مسلمان ایک ہی وقت اور ایک ہی دن میں عبادات ادا کریں اور ان میں باہم اتفاق، اتحاد اور یگانگت کی فضا قائم رہے۔ ذوالحجہ کے بہت سے فضائل ہیں جن کا ہم یہاں ذکر کریں گے۔

حج جیسی عظیم عبادت کا مہینہ:

حج کی عظیم عبادات اس وقت شروع ہوئیں جب ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی تعمیر کی۔ تعمیر کے بعد رب العزت نے فرمایا:

''ہم نے حکم دیا کہ (دنیا میں) حج کی پکار بلند کردو، لوگ تمہاری طرف دوڑتے چلے آئیں گے ان میں پیادہ بھی ہوں گے اور وہ بھی جنہوں نے مختلف قسم کی سواریوں پر دور دراز مقامات سے قطع مسافت کی ہوگی۔'' ﴿سورۃ الحج:27﴾

ابراہیمؑ نے لوگوں کو حج کے لیے پکارا اور اس پکار کی باز گشت آج بھی فضاؤں میں زندہ و پائندہ ہے اور قیامت تک رہے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر سال لاکھوں کی تعداد میں لوگ لبیک لبیک کہتے اس گھر کی طرف کشاں کشاں چلتے آتے ہیں۔

ابراہیمؑ اور ان کے اہل وعیال نے اطاعت الٰہی کا جو انداز اپنایا، اللہ تعالیٰ کو وہ اتنا پسند آیا کہ اس کو ہمیشہ کے لیے عظیم اور اہم عبادت حج کا فریضہ بنا دیا۔ ابراہیمؑ کے بعد آپ کی اولاد اور اہل مکہ کے علاوہ بہت سے اطراف سے لوگ بھی حج ادا کرتے رہے، رفتہ رفتہ دینِ ابراہیمیؑ میں جہاں اور بگاڑ پیدا ہوئے وہاں مناسک حج میں بھی بہت سے بگاڑ پیدا کردیے گئے۔ مثلاً

بیت اللہ شریف میں بتوں کا رکھنا، دیواروں پر انبیاء کی تصاویر بنانا، تیروں سے فال نکالنا، صفا و مروہ پر بتوں کا نصب کرنا، مجاوروں کا نذرانے وصول کرنا، اپنے ذاتی دشمنوں کا حج و عمرہ اور کعبہ میں نماز ادا کرنے سے روکنا، تلبیہ میں شرکیہ الفاظ شامل کرنا وغیرہ۔ ستم یہ کہ ذوالحجہ کا وہ مہینہ جس میں حج فرض قرار دیا گیا اس کی جگہ اپنے ذاتی مفادات کے پیش نظر...... بارہ مہینوں کی ترتیب بدل کر ذوالحجہ کو کسی اور مہینے کی جگہ پر لے جانے کا طریقہ جاری کیا گیا، جسے ''نسی'' کہا جاتا تھا۔

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ابراہیمی ملت کے مطابق بیت اللہ شریف کی حرمت کو بحال کیا، حجۃ الوداع بعثت کے بعد آپ ﷺ کا سب سے پہلا اور آخری حج تھا۔ آپ نے اس موقع پر جو خطبہ دیا، اس میں فرمایا:

''ان الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق الله السموات والارض السنة اثنا عشر شهراً منها اربعة حرم ثلث متواليات ذوالقعدة و ذوالحجة والمحرم و رجب مضر الذی بين جمادیٰ و شعبان.'' ﴿بخاری، کتاب التفسیر، باب ان عدة الشهور: ٤٦٦٢﴾

''دیکھو زمانہ گھوم پھر کر اسی نقشہ پر آ گیا ہے جس پر اللہ نے زمین اور آسمان پیدا کیے تھے، دیکھو ایک سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں، تین تو لگاتار ہیں: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور چوتھا (قبیلہ) مضر کا رجب (مضر اس کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے) جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہوتا تھا۔''

غرض یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حج ٹھیک ان دنوں میں کیا جن دنوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حج مشروع قرار دیا اور ابراہیمؑ نے حج ادا کیا تھا۔ اس کے بعد ہمیشہ کے لیے حج کے اس باطلانہ طریقے یعنی نسیٔ کو ختم کر دیا گیا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

''مہینوں میں تقدیم و تاخیر کفر کے زمانہ کی زیادتی ہے اس سے کافر لوگ گمراہی میں پڑے رہتے ہیں، ایک سال تو انہیں حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام تاکہ حرمت کے مہینوں کی گنتی پوری کرلیں جو اللہ نے مقرر کیے ہیں اور تاکہ جو اللہ نے منع کیا ہے اس کو جائز کرلیں، ان کے بداعمال انہیں اچھے دکھائی دینے لگتے ہیں۔'' ﴿سورۃ التوبہ:37﴾

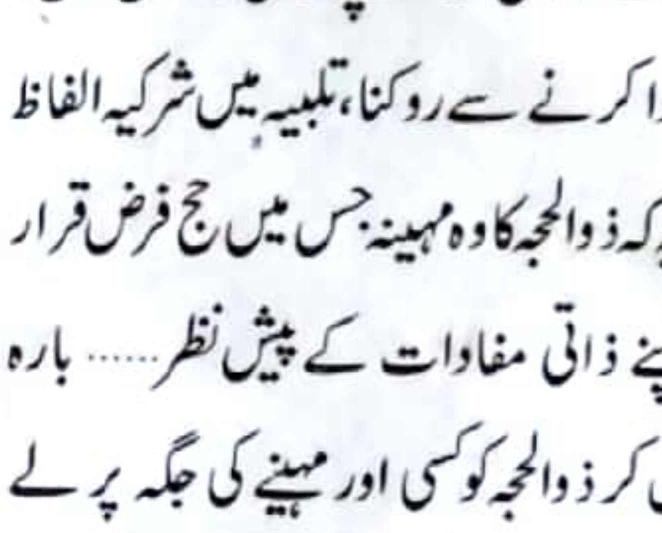

احکام ومسائل

ام عبدمنیب

ذوالحجہ حرمت والا مہینہ:

صحیح بخاری، باب الخطبۃ ایام منیٰ، کتاب الحج میں اس مہینے کا نام ''شھرٌ حرامٌ'' آیا ہے جس کا مطلب ہے: حرمت والا مہینہ۔

شھرٌ معلومات میں سے ایک:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''حج کے مہینے معلوم و معروف ہیں پس جس نے ان میں حج کا ارادہ کر لیا تو اس کو ہر قسم کی بے حیائی اور ربّ کریم کے احکام کی نافرمانی اور جھگڑے سے اجتناب کرنا چاہیے۔''

﴿سورۃ البقرہ:197﴾

مراد یکم شوال سے 10 ذوالحجہ تک کی مدت ہے، حج کا احرام اسی مدت کے اندر اندر باندھا جاسکتا ہے اگر کوئی اسے پہلے باندھے تو وہ ناجائز یا مکروہ ہوگا البتہ عمرہ کا احرام اس سے پہلے بھی باندھا جاسکتا ہے۔ (تیسیر القرآن، جلد اول، تفسیر ایت مذکورہ)

عمرہ کا مہینہ:

اس ماہ مبارک میں حج کی ادائیگی کے علاوہ عمرہ بھی کیا جاتا ہے۔ حج اور عمرہ ایک ساتھ بھی کیے جاسکتے ہیں ایسے حج کو حج تمتع کہتے ہیں جب کہ حج سے الگ بھی عمرہ کیا جاسکتا ہے۔

یاد رہے کہ اہل عرب عمرہ کو ''چھوٹا حج'' یا ''حج اصغر'' کہتے ہیں جب کہ حج کو ''حج اکبر'' یا ''بڑا حج'' کہتے ہیں۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ حج اکبر وہ ہے جو جمعہ کے روز آئے یہ ایک بے سند بات ہے۔

عیدالاضحیٰ کا مہینہ:

یہ وہ مہینہ جس کی 10 تاریخ کو اہل اسلام عیدالاضحیٰ مناتے ہیں یعنی قربانی کی عید۔

انسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ آئے تو ان کے ہاں دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیلتے اور خوشیاں مناتے۔ آپ ﷺ نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا! ہم جاہلیت کے زمانے سے یہ دن مناتے چلے آرہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"قد ابدالکم اللہ بهما خيراً منها: يوم الاضحى و يوم الفطر."

''اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے بہتر دو دن عطا کیے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ۔'' (سنن ابی داوٗد، کتاب الصلوٰۃ: 1134۔ باب صلوٰۃ العیدین)

ان دو عیدوں کے علاوہ اسلام میں کوئی دن، کوئی جشن یا کوئی یادگار منانا درست نہیں بلکہ ایسا کرنے والے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے آگے بڑھنے کی جسارت کرتے ہیں۔ چنانچہ شب برات، شبِ معراج، یوم عاشورہ، عید میلاد النبی، کسی شخص کا یوم پیدائش یا یوم وفات منانا مثلاً اقبال ڈے، قائداعظم ڈے وغیرہ..... کسی انقلاب کی یاد منانا مثلاً یوم آزادی، یوم دفاع، یوم تکبیر، یوم مئی..... غیر مسلموں کے تہوار منانا مثلاً کرسمس، ایسٹر، جشنِ بہاراں، بسنت، جشن نوروز، دیوالی، ہولی، ویلنٹائنز ڈے، نیوائیر ڈے..... نیز عرس منانا اور میلے لگانا شادی بیاہ اور موت کی رسومات کو باقاعدہ جشن کا رنگ دینا اسلام میں ان سب کی کوئی گنجائش نہیں۔

تکمیلِ دین کا مہینہ:

یہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں وہ اہم آیت نازل ہوئی جو نعمتِ دین کی تکمیل کے اعلان پر مشتمل ہے۔

''اور آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور اسلام کا دین تمہارے لیے پسند کیا۔''

﴿المائدہ﴾

ایک یہودی نے عمرؓ سے کہا: اے امیر المومنین! تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے رہتے ہو اگر وہ آیت ہم یہود پر اترتی تو ہم اس دن کو (جس دن یہ آیت اتری) عید کا دن ٹھہرا لیتے۔ عمرؓ نے کہا: وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی نے کہا یہ آیت: الیوم اکملت.......... عمرؓ نے جواب دیا: ہم اس دن کو خوب جانتے ہیں اور اس جگہ کو بھی جس پر یہ آیت اتری۔ یہ آیت رسول اللہ ﷺ پر جمعہ کے دن اتری جب آپ ﷺ عرفات میں کھڑے تھے۔

(بخاری، کتاب الایمان، باب زیادۃ الایمانِ و نقصانہِ: 45, 4407, 4606, 7268۔ مسلم: 7441, 7442۔ ترمذی: 3043۔ نسائی:3002, 5027)

عمرؓ کی مراد یہ تھی کہ یومِ عرفہ بھی ہر سال آتا ہے اور عید سے مراد بار بار آنے والا دن ہے جبکہ جمعہ کو بھی رسول اللہ ﷺ نے اہل اسلام کے لیے یوم العید فرمایا ہے۔ لہٰذا ہم اس روز ہر جمعہ کو اور ہر سال بعد یومِ عرفہ کی صورت ایک طرح کی عید ہی مناتے ہیں۔

قربانی کا مہینہ:

یہ وہ مہینہ ہے جس میں دنیا بھر کے مسلمان اپنے باپ ابراہیمؑ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے قربانی کرتے ہیں۔ قربانی کے چار دن مشروع ہیں 10 ذوالحجہ سے 13 ذوالحجہ تک۔

10 ذوالحجہ قربانی کا پہلا دن ہے جو حجاج کرام کے لیے یوم النحر کے نام سے معروف ہے اور دنیا کے دیگر تمام مسلمانوں میں یوم الاضحیٰ..... کہلاتا ہے۔ 11 سے 13 ذوالحجہ تک کے دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔

قربانی کا مقصد ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کے جذبہ اطاعت اور کمال عبادت کو اپنے ایمان کا حصہ بنانا اور حکم الٰہیہ پر اپنے مال کے ذریعے خون بہانا ہے۔

قربانی کا جانور خوب موٹا تازہ، بھرپور جوان، تندرست اور بے عیب ہونا چاہیے۔ کانا، بھینگا، لنگڑا، سینگ ٹوٹا ہوا، کان چرا ہوا یا زخمی نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے قربانی دینا ہو وہ یکم ذوالحجہ سے لیکر قربانی ذبح ہونے تک اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔'' ﴿مسلم:1977﴾

ایام تشریق کا مہینہ:

11 ذوالحجہ سے 13 ذوالحجہ کی عصر تک کے دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں۔ یوم الاضحیٰ کے علاوہ ان دنوں میں بھی قربانی کی جاسکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ايام تشريق ايام اكل و شرب و ذكر الله تعالىٰ."

''ایام تشریق کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے دن ہیں۔'' (مسلم، کتاب الصوم، باب تحریم صوم ایام التشریق و بیان انها ایام، اکل و شرب ذکر اللہ عزوجل)

لہٰذا ان ایام میں روزہ رکھنا درست نہیں، البتہ وہ حاجی جسے قربانی میسر نہ ہو وہ قربانی کے بدل کے طور پر (فدیہ میں) 11 سے 13 ذوالحجہ تک کا روزہ رکھے گا اور حج سے واپس آکر سات روزے بعد میں رکھے گا۔ (دیکھیے سورۃ البقرہ)

تسبیح و تہلیل اور تکبیر و تحمید کرنا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ان (ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں) میں اللہ کا نام بلند کریں۔'' ﴿الحج:28﴾

عبداللہ بن عباسؓ نے بیان فرمایا کہ اس آیت میں اہم معلومات سے مراد ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔ ﴿بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق: 2/

﴿457

یوں تو اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر روز اور ہر وقت ہی کرتے رہنا چاہیے لیکن ان ایام کی فضیلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان دس دنوں میں ذکر کرنے کا خاص حکم دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان دنوں میں جو بھی عمل کیا جائے باقی دنوں کے مقابلے میں زیادہ پیارا ہے۔

لہٰذا ذوالحجہ کے پہلے عشرہ اور ایام تشریق میں اللہ تعالیٰ کے ذکر، تسبیح تہلیل اور تحمید وتکبیر پر مشتمل مسنون الفاظ سے زبان کو تر رکھنا چاہیے۔

یوم عرفہ:

یوم عرفہ حجاج کرام کے لیے بڑی فضیلت کا دن، اس روز عرفات میں وقوف کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کوئی دن ایسا نہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ یوم عرفہ سے زیادہ اپنے بندوں کو جہنم سے رہائی دے۔'' ﴿مسلم: 117/9) اس دن اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے اہل عرفات پر فخر کرتا ہے اور فرشتوں کو گواہ بنا کر کہتا ہے میں نے ان سب کو بخش دیا۔ ﴿شرح السنہ از بغوی: 1931﴾

''جو مسلمان حج نہیں کر رہا اس کے لیے یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔''

رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''احتسب علی الله ان یکفر السنة التی قبله والسنة التی بعده.''

''مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس دن کا روزہ رکھنا گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔''

﴿مسلم ،کتاب الصیام ، باب استحباب ثلثة ایام من کل شهر وصوم یوم عرفة﴾

نیک اعمال کی فضیلت پہلے عشرہ ذوالحجہ میں:

ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ما من ایام العمل الصالح فیهن احب الی الله منه فی هذه الایام العشر ، قالوا : ولا الجهاد فی سبیل الله ، قال : ولا الجهاد فی سبیل الله الا رجل خرج بنفسه وما له ولم یرجع من ذالك بشئی.''

(صحیح بخاری، کتاب العیدین)

''ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب ہو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں سوائے اس مجاہد کے جو اپنی جان اور مال لے کر نکلا اور پھر کسی چیز کے ساتھ واپس نہیں آیا۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: عشرہ ذوالحجہ کی امتیازی شان کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں بنیادی عبادات، نماز، روزہ، صدقہ، حج سب اکٹھی ہو جاتی ہیں اور وہ ان دنوں کے علاوہ کسی اور دن میں اکٹھی نہیں ہوتیں۔

یاد رہے کہ رمضان، شب قدر اور رمضان کے آخری عشرے کی فضیلت قرآن حکیم اور احادیث میں تفصیل کے ساتھ واضح ہے لہٰذا ذوالحجہ کے ایام کی فضیلت کو رمضان کی فضیلت پر مقدم نہیں کرنا چاہییں۔

مندرجہ بالا حدیث سے مراد یہ ہے کہ سال کے دیگر عام ایام کے مقابلے میں ان ایام میں کیے ہوئے نیک اعمال اجر میں فضیلت رکھتے ہیں۔ اس حدیث کے پیش نظر آئیے دیکھیں ہمیں کون کون سے نیک عمل کرنا چاہییں۔

تکبیریں کہنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما من ایام اعظم عندالله ولا احب الیه العمل فیهن من هذه الایام العشر فاکثروا فیهن من التهلیل التکبیر والتحمید .

''ان دس دنوں (ذوالحجہ کے پہلے دس دن) کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ درجے والا ہو، لہٰذا ان دنوں میں کثرت سے اللہ کی واحدانیت، اللہ کی بڑائی اور اللہ کی حمد بیان کرو۔''

﴿مسند احمد﴾

اس حدیث میں تہلیل سے مراد اللہ کے ایک ہونے کا ذکر کرنا ہے۔ مثلاً: لا اله الا الله (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) کہنا۔

تکبیر سے مراد اللہ کی بڑائی بیان کرنا ہے، جیسے اللہ اکبر (اللہ بہت بڑا ہے) حمد بیان کرنے سے مراد الحمدللہ (تعریف اللہ ہی کے لیے)

ذوالحجہ کا چاند نظر آنے سے لے کر 9 ذوالحجہ تک جو تکبیریں کہی جاتی ہیں انہیں تکبیر مطلق کہتے ہیں جبکہ 10 ذوالحجہ سے لے کر 13 ذوالحجہ تک کی تکبیروں کو تکبیر مقید کہتے ہیں۔ تکبیر کہنے کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ مروی ہیں:

''الله اکبر، الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر ولله الحمد.''

''اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی کے لیے تعریف ہے۔''

''الله اکبر کبیراً والحمد لله کثیراً وسبحان الله بکرة واصیلاً.''

''اللہ بہت ہی بڑا ہے، اور اللہ کے لیے بہت زیادہ حمد ہے اور اللہ ہی کی صبح اور شام کے وقت تسبیح ہے۔''

''سبحان الله والحمد لله لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر الله اکبر ولله الحمد.''

''اللہ پاک ہے اور اللہ کے لیے تعریف ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اور اللہ ہی کے لیے تعریف ہے۔''

ان الفاظ کی سند سب سے زیادہ صحیح ہے۔

صحابہ کرام اور اسلاف ان ایام میں تکبیریں کہنے کا خاص اہتمام کرتے تھے۔ امام بخاری نقل کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ ان دس دنوں میں بازار کی طرف جاتے تو تکبیر کہتے اور لوگ بھی ان کے ساتھ تکبیر کہتے تھے۔ ﴿بخاری، کتاب العیدین﴾

ابن عمرؓ منیٰ میں اپنے خیمے میں تکبیرات کہتے تھے تو مسجد والے سن لیتے تھے، پھر مسجد والے بھی تکبیریں کہتے اور بازار والے بھی چنانچہ منیٰ تکبیرات سے گونج اٹھتا۔ ﴿بخاری، کتاب العیدین﴾

حاصل یہ کہ ان ایام میں مرد حضرات کو چاہئے کہ وہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے تکبیرات بلند آواز سے کہا کریں اور خواتین کو گھروں میں زیر لب تکبیرات کہنا چاہئے البتہ اگر گھر میں صرف محرم افراد یا بچے اور عورتیں ہوں تو عورتیں اتنی بلند آواز سے کہیں کہ سن کر دیگر افراد کو بھی تکبیر کہنا یاد آ جائے۔

تسبیح وتہلیل وتحمید:

ایسے کلمات جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ان کا ان ایام میں کہنا اللہ کے ذکر کا ایک احسن انداز ہے گو اللہ کا ذکر کرنے پر عام ایام میں بھی اجر ملتا ہے اور یہ اللہ سے اپنے دل کو قریب تر کرنے کا اہم ذریعہ ہے لیکن ذوالحجہ کے دس دنوں میں اللہ کا ذکر کرنے کی فضیلت اور اس پر اجر مزید بڑھ جاتا ہے۔ لہٰذا ان ایام میں ہر قسم کے مسنون اذکار و دعائیں کی جاسکتی ہیں۔

روزہ:

ذوالحجہ کے نو دنوں میں سے عرفہ کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس دن کا روزہ رکھنا گذشتہ سال اور آئندہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔'' ﴿مسلم، کتاب الصیام﴾

بعض علماء کہتے ہیں: یوم عرفہ سے مراد وہ دن ہے جس روز حجاج عرفات میں قیام کرتے ہیں لہٰذا جو لوگ مکہ مکرمہ میں نہیں رہتے وہ بھی اسی دن روزہ رکھیں گے جو مکہ میں عرفہ کا دن ہوگا کیونکہ عرفہ مناسک حج کا حصہ ہے اور یہ مناسک صرف مکہ مکرمہ میں ہی ادا کیے جاتے ہیں۔ جبکہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ حدیث میں وضاحت نہیں ہے لہٰذا اپنے علاقے کے حساب سے 9 ذوالحجہ کو روزہ رکھنا چاہئے، جس طرح عید اور رمضان وغیرہ میں اپنے علاقے کی رویت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

عرفہ کا روزہ وہ رکھے گا جو (حالت احرام میں) نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کیا تو عرفہ کے روز صحابہؓ کو یہ شک گزرا کہ شاید آپ کا روزہ ہے۔ حقیقت معلوم کرنے کے لیے ام الفضلؓ نے دودھ کا پیالہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ نے پی لیا اور صحابہؓ یہ جان گئے کہ آپ ﷺ کا روزہ نہیں ہے۔ ﴿دیکھئے صحیح بخاری، کتاب المناسک﴾

سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ آپ ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ کے نو، یوم عاشورہ، ہر ماہ میں تین دن اور ہر ماہ کے پہلے سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتے تھے۔ ﴿رقم الحدیث: 2437، کتاب الصیام﴾

مسند احمد میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چار کام نہیں چھوڑتے تھے عاشورا کا روزہ، عشرہ ذوالحجہ کے روزے، ہر مہینے کے تین دن (ایام بیض) کے روزے اور فجر کی دو سنتیں۔

ان تمام احادیث میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے جبکہ اصل بات یہ ہے کہ جس نے جس طرح دیکھا اس طرح بیان کر دیا۔

صحابہ نے یوم عرفہ کا روزہ آپ ﷺ کو رکھتے دیکھا ہو گا یا خود رکھا ہو گا تبھی تو اس کی فضیلت پوچھی جبکہ حجۃ الوداع پر یوم عرفہ کے روز آپ ﷺ نے روزہ نہیں رکھا ہوا تھا، تبھی تو دودھ نوش فرما لیا۔ نو ذوالحجہ تک کے ایام میں کیے گئے نیک اعمال کی فضیلت عام دنوں کی نسبت بڑھ جاتی ہے لہٰذا ان ایام کا روزہ نیک اعمال کے زمرے میں شامل ہونے کی وجہ سے عام دنوں کی نسبت زیادہ اجر کا حامل ہے۔

یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یوم عرفہ کے روزے کے بارے میں جو حدیث مروی ہے اس کے علاوہ یوم عرفہ یا ذوالحجہ کے دوسرے دنوں میں کسی بھی دن روزہ رکھنے کی کوئی فضیلت، اجر یا بخشش وغیرہ کا ذکر نہیں کیا۔ عام کتابوں، ڈائجسٹوں اور اخباروں میں جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ سب من گھڑت ہے۔

نفل نماز:

ثوبانؓ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے:

''عليك بكثرة السجود لله فانك لا تسجد سجدة الا رفعك اليه بها درجة وحط بها عنك خطيئة وهذا عام في كل وقت.''

''اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے سجدوں کو لازم کرلو، بے شک جب تو سجدہ کرتا ہے تو اللہ سجدے کے ذریعے اپنی طرف تیرا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس (سجدے) کے ذریعے تیرا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور یہ سال کے ہر وقت میں ہوسکتا ہے۔'' ﴿مسلم، کتاب الصلوٰۃ﴾

اس حدیث کی روشنی میں نفل نماز ادا کرنا نیک عمل ہے نیز یہ نیک عمل سال میں کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے۔

کیونکہ ذوالحجہ کے دس دنوں میں ہر نیک عمل کی فضیلت اور اجر عام دنوں کی نسبت بڑھ جاتا ہے لہٰذا جو شخص ان ایام میں نفل پڑھے گا اسے ان شاء اللہ اجر زیادہ ملے گا لیکن ان نفلوں کے لیے نہ تو کوئی وقت مقرر ہے، نہ ہی تعداد مقرر ہے، نہ ہی ان میں خاص سورتوں کا پڑھنا مقرر ہے، نہ ہی ان پر کسی اجر کا کوئی ذکر ہے، نہ بخشش اور مغفرت کا کوئی خصوصی ذکر ہے۔

اخبارات، رسائل، ڈائجسٹ، اور ٹی وی پر بیٹھے حضرات ذوالحجہ کے فضائل میں بہت سی بے سند باتیں بیان کرتے ہیں ان پر نہ یقین کیا جائے، نہ ہی ان پر عمل کیا جائے۔

☆ذوالحجہ کے نو دن تک ہر دن کے روزے کا ثواب ڈھیروں ڈھیر بیان کرنا۔

☆نبی ﷺ کے زمانے میں ایک مغنی ذوالحجہ کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتا، آپ ﷺ نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے بھی حاجیوں کی دعاؤں میں شامل کر لے تو آپ نے اسے سو گھوڑے صدقہ کرنے، سو مسلمان غلام آزاد کرنے، یوم ترویہ کے روزے کے بدلے ایک ہزار اونٹ، ایک ہزار گھوڑے، ایک ہزار غلام آزاد کرنے کی بشارت دی۔ یہ سب سفید جھوٹ ہے رسول اللہ ﷺ کے دور میں کوئی مغنی نہیں تھا کیونکہ اسلام میں گانا بجانا سخت ترین گناہ ہے۔

☆ذوالحجہ کی پہلی نو راتوں میں ہر رات کے نوافل کا طریقہ الگ الگ اور ان کے بے سروپا فضائل بتائے جاتے ہیں، یہ سب غلط اور من گھڑت ہیں۔

☆نمازِ حقدار بھی بیان کی جاتی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مفلس وہ ہے جو کوئی نیکی لے کر آخرت میں نہیں آئے گا، لوگوں کے حقوق ادا نہیں کیے ہوں گے ایسے شخص کے لیے نماز حقدار ان پڑھے بغیر چارہ نہیں ورنہ اس کی نیکیاں وہ لوگ لے لیں گے جن کے حق اس نے ادا نہیں کیے۔ یہ بھی رسول اللہ ﷺ کی ذات پر بہت بڑا جھوٹ باندھا گیا ہے آپ ﷺ نے اس کا کوئی حکم نہیں دیا۔

☆نزهة المجالس، غنية الطالبين وغیرہ کتابوں میں اس طرح کی بے سروپا باتیں لکھی ہوئی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بات باندھی وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

﴿مسلم، مقدمة الكتاب﴾

اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

8۔ جنائز:

عبداللہ بن مسعودؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں جو گالوں پر تھپڑ مارے، سینے پھاڑے، جاہلیت کے بول بولے۔'' (بخاری)

9۔ نکاح: نبی ﷺ کی بیوی عائشہؓ سے روایت ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں عرب لوگ چار طرح سے نکاح کیا کرتے تھے۔ ایک تو اس طرح جیسے آج کل لوگ کیا کرتے ہیں ایک مرد دوسرے مرد کو نکاح کا پیغام بھیجتا وہ اپنی رشتہ دار عورت یا بیٹی کا مہر ٹھہرا کر نکاح کر دیتا، دوسرا یہ کہ شوہر اپنی بیوی سے جب وہ حیض سے پاک ہوتی یوں کہتا تو فلانے مرد کو بلا اس سے ہمبستری کر جب وہ ایسا کرتی تو اس کا خاوند اس سے اس وقت تک الگ رہتا جب تک اس کا حمل غیر مرد سے واضح نہ ہو جاتا جب حمل واضح ہو جاتا تو اس کا مرد چاہتا تو اس سے صحبت کر لیتا۔ یہ کام خاوند اس لیے کرتا تا کہ بچہ شریف اور عمدہ پیدا ہو، ایسے نکاح کو استا کا نکاح کہتے تیسرا نکاح یہ ہوتا کہ ایک عورت کو

11۔ حدود:

عائشہؓ سے روایت ہے بے شک قریش کے مخزومی خاندان کی عورت نے چوری کر لی، لوگ کہنے لگے رسول اللہ ﷺ سے کون اس کے بارے میں بات کرے گا۔ لوگ کہنے لگے اسامہؓ بن زید کے علاوہ اس بات کی جرأت کون کر سکتا ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کا زیادہ محبوب ہے؟ پس اسامہؓ نے بات کی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اللہ کی حدوں میں سفارش کر رہے ہو؟ پھر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطبہ دیا پھر فرمایا: ''بے شک تم سے پہلے لوگ اسی لیے ہلاک ہوئے جب ان کا کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کوئی غریب آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ چوری کرے تو میں اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دوں۔'' (بخاری)

لباس میں کفار کی مخالفت:

وہ اہم کام جن میں رسول اللہ ﷺ نے کافروں کی

نے سنا معاویہؓ بن ابی سفیان سے اس نے جس سال حج کیا اور وہ منبر پر تھے بیان کر رہے تھے ایک بال کا چوٹلہ (دوسرے کے بال جوڑنا) ان کے خدمتگار کے ہاتھ میں تھا۔ معاویہؓ کہہ رہے تھے تمہارے عالم کہاں گئے؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ اس سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل اسی وجہ سے تباہ ہوئے، جب ان کی عورتوں نے یہ کام شروع کیا۔ (مسلم)

ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ نبی ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو داڑھی بڑھاؤ مونچھیں کٹاؤ۔ (مسلم)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجوسیوں کی مخالفت کرو مونچھیں کٹاؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔'' (مسلم)

اسلام اور آج کا مسلمان

تعلیم وتذکیہ

ام عبدالرحمٰن

دس سے کم آدمی مل کر رکھتے سب اس سے صحبت کرتے جب اس کو حمل ٹھہر جاتا اور وہ جنتی تو کئی راتیں گذرنے پر ان سب مردوں کو بلا بھیجتی، ان سب کو آنا پڑتا۔ یہ عورت ان سے کہتی تم جانتے ہو جو تم نے کیا، اب یہ پیدا ہوا ہے وہ تم میں سے فلاں کا ہے، جس کا چاہتی وہ نام لیتی۔ وہ بچہ اسی کا ہو جاتا اس کو انکار کی مجال نہ تھی۔ چوتھا نکاح یہ تھا ایک عورت کے پاس بہت سے آدمی آتے جاتے رہتے وہ ہر ایک سے صحبت کرتی، اس کے دروازے پر پہچان کے لیے ایک جھنڈا لگا دیتے۔ جس مرد کا دل چاہتا اس سے صحبت کرتا اگر اس کو حمل ہو جاتا تو جب وہ بچہ جنتی تو جتنے مرد اس کے پاس گئے تھے سب قیافہ شناس کو بلاتے۔ قیافہ شناس جس مرد کو اس بچہ کا باپ بتاتا وہ اسی کا بیٹا ہو جاتا اس کو انکار کی مجال نہ ہوتی۔ جب اللہ نے محمد ﷺ کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے جاہلیت کے سب نکاح موقوف کر دیے ایک ہی نکاح باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے۔ (بخاری)

۱۰: تجارت

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جاہلیت کے لوگ اونٹ کے گوشت حبل الحبلہ کے وعدے پر بیچا کرتے تھے حبل الحبلہ یہ کہ اونٹنی جنے پھر اس کی بیٹی حاملہ ہو وہ جنے، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔

مخالفت کی۔ لباس کے معاملے میں جس کو بعض نادان مسلمان بڑائی اور تکبر کی علامت سمجھتے ہیں۔

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے میرے اوپر زعفرانی رنگ کے کپڑے دیکھے تو فرمایا: ''بے شک یہ کافروں کا لباس ہے تم اس کو نہ پہنو۔'' (مسلم)

عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے میرے اوپر زعفرانی رنگ کے کپڑے دیکھے تو فرمایا: ''کیا اس کا تیری ماں نے تجھے حکم دیا ہے؟ میں نے کہا: کیا اسے دھو ڈالوں؟ فرمایا نہیں بلکہ جلا دو...... (مسلم)

حمید بن عبدالرحمان بن عوف سے روایت ہے بے شک اس

ابو امامہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نکلے انصار کے قبیلے کی طرف، ان کی داڑھیاں سفید تھیں۔ فرمایا: ''اے انصار کی جماعت! اس کو سرخ اور پیلا رنگ دے لو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو۔'' وہ کہتا ہے میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ''اہل کتاب موزے پہنتے ہیں جوتے نہیں پہنتے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم موزے بھی پہنو اور جوتے بھی پہنو اہل کتاب کی مخالفت کرو۔'' ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ اہل کتاب داڑھی کٹواتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم مونچھیں کٹاؤ اور داڑھی بڑھاؤ اہل کتاب کی مخالفت کرو۔ (احمد)

اسی طرح ہمارے سلف صالحین کفار کی موافقت سے بچتے تھے ابو عثمانؓ سے روایت ہے کہا ہم آذربائیجان میں تھے عمرؓ نے ہمیں خط لکھا۔ اے عتبہؓ بن فرقد! بے شک یہ مال نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا نہ تیری ماں کا ہے۔ جیسے تیرے جانور سیر ہو کر کھاتے ہیں تم عیش وعشرت سے بچنا اور اہل شرک کی وضع قطع سے اور ریشمی لباس پہننے سے بچنا۔ رسول اللہ ﷺ نے ریشمی لباس پہننے سے منع

فرمایا اور کہا مگر اتنا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ بلند کیا دو انگلیوں کے برابر، شہادت والی اور درمیان والی۔ (مسلم)

سعید بن میسبؒ روایت کرتے ہیں بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن کہا تم لوگوں نے بری بات نکالی اور رسول اللہ ﷺ نے زور سے منع فرمایا۔ ایک شخص ایک لکڑی لے کر آیا اس کی نوک پر (جوڑ) چیتھڑا لگا تھا۔ معاویہ نے کہا: یہ زور ہے قتادہ نے کہا مراد یہ ہے کہ عورتیں چیتھڑے (جوڑ) لگا کر اپنے بال زیادہ کر لیتیں۔ (مسلم)

لباس کی فضیلت۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''آپ کہہ دیجئے کس نے اللہ کی زینت کو حرام کیا جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی اور پاکیزہ روزی۔ یہ چیزیں اہل ایمان کے لیے دنیا میں ہیں اور قیامت کے دن صرف انہیں کو ملیں گی ہم اپنی آیتیں علم والوں کے لیے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔'' ﴿اعراف﴾

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے بنی آدم ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا جو تمہاری شرمگاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت کا سبب بھی ہے اور پرہیزگاری کا لباس ہی بہترین ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔'' ﴿اعراف﴾

بہت سے علماء نے ستر چھپانے پر یہ دلیل پیش کی ہے:

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک موسیٰ حیادار اور اپنے ستر کو چھپانے والے تھے۔ انہوں نے اپنا جسم حیا کے مارے کبھی کسی کے سامنے ظاہر نہیں کیا تھا اس کو تکلیف دی بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگوں نے کہا یہ اس لیے اپنا جسم نہیں دکھاتا کہ اس کے جسم پر عیب (بیماری) ہے، برص یا کوئی اور بیماری ہے۔ اللہ نے ارادہ کیا کہ لوگوں کے سامنے موسیٰ کو بری کیا جائے پس ایک دن موسیٰ اکیلے تھے تو کپڑے اتار کر پتھر پر رکھے اور غسل کرنے لگے۔ جب فارغ ہوئے تو اپنے کپڑے پکڑنے کے لیے آگے بڑھے پتھر بھاگنے لگا۔ موسیٰ نے اپنا عصا پکڑا اور پتھر کو بلانے لگے کہنے لگے: اے پتھر! میرے کپڑے، اے پتھر! میرے کپڑے یہاں تک کہ وہ بنی اسرائیل کی ایک مجلس کے پاس جا کر رک گیا۔ لوگوں نے انہیں برہنہ حالت میں دیکھ لیا کہ اللہ نے اسے کتنا خوبصورت پیدا کیا ہے۔ اللہ نے موسیٰ کو لوگوں کی باتوں سے بری کر دیا پتھر کھڑا ہو گیا۔ موسیٰ نے اپنے کپڑے پکڑے اور اپنے عصا کے ساتھ پتھر کو مارنے لگے۔ اللہ کی قسم پتھر رو پڑا، تین چار یا پانچ مرتبہ مارنے سے اللہ نے فرمایا:

''اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی تو اللہ نے موسیٰ کو لوگوں کی باتوں سے بری کر دیا اور اللہ کے ہاں باوقار۔'' (بخاری)

دس فطری امور:

اکثر لوگ فطری امور میں خرابی کرتے ہیں وہ اپنی عادتیں بدل ڈالتے ہیں جن کی حفاظت کا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پس اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بناتے ہیں۔ تمام جانور مکمل پیدا ہوتے ہیں کیا تم ان میں سے کوئی کان کٹا دیکھتے ہو؟''

پھر ابو ہریرہؓ نے کہا اللہ کی تخلیق وہی ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اس کی تخلیق کو کوئی بدل نہیں سکتا، یہی صحیح دین ہے۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فطری چیزیں پانچ ہیں یا پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں:

1: ختنہ کروانا۔ 2: زیر ناف بال مونڈھنا۔ 3: بغل کے بال اکھیڑنا۔ 4: ناخن کاٹنا۔ 5: مونچھیں کاٹنا۔ (مسلم)

انس بن مالکؓ سے روایت ہے ہم نے وقت مقرر کیا ہوا تھا۔ مونچھیں کٹوانا، ناخن کٹوانا، بغل کے بال اکھیڑنا، زیر ناف بال مونڈھنا کہ ہم چالیس دن سے اوپر نہیں جانے دیتے تھے۔ (مسلم)

قمیض پہننا:

اللہ نے یوسفؑ کے بارے میں فرمایا:

''جاؤ میری قمیض لے جاؤ میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو اس کی بینائی لوٹ آئے گی اور تم سب میرے پاس اکٹھے ہو کر آ جانا۔'' ﴿یوسف﴾

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں سو رہا تھا، مجھ پر کچھ لوگ پیش کیے گئے۔ انہوں نے قمیصیں پہنی ہوئی تھیں جو سینے تک تھیں۔ مجھ پر عمر بن خطابؓ پیش کیے گئے اس کی قمیض لمبی تھی۔ لوگوں نے پوچھا اس کی تاویل کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین۔ (مسلم)

سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں شکاری ہوں کیا میں ایک ہی قمیض میں نماز پڑھ لوں؟ فرمایا: ''ہاں! اگرچہ کانٹے دار ہو۔'' (مسلم)

محمد بن منکدر سے روایت ہے کہا میں نے جابرؓ بن عبداللہ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور وہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا۔ (مسلم)

قمیض اور تہبند پہننا:

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کی طرف کھڑا ہوا اس نے نبی ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز کے بارے میں پوچھا؟ فرمایا: کیا تم میں ہر شخص کو دو کپڑے مل سکتے ہیں؟ پھر ایک آدمی نے عمر سے پوچھا: کہا جب اللہ رخصت دے تو اس کی رخصت قبول کرو۔ ایک آدمی نماز پڑھتے وقت اپنے اوپر اکٹھے کرے ایک چادر اور تہبند۔ ایک قمیض اور تہبند، ایک تہبند اور چادر، شلوار اور چادر، شلوار اور قمیض، شلوار اور چادر، جانگیا اور قمیض، اس نے کہا میرا خیال ہے کہ فرمایا جانگیا اور چادر۔ (بخاری)

تہبند:

انس بن مالکؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ غزوہ خیبر میں تھے ہم نے آپ کے پاس صبح کی نماز پڑھی نبی ﷺ سوار ہوئے ابو طلحہؓ آپ ﷺ کے پیچھے سوار ہوئے آپ ﷺ نے اپنا جانور خیبر کی گلیوں میں دوڑایا میرا گھٹنا نبی ﷺ کی ران کو چھو رہا تھا پھر آپ ﷺ کا تہبند ران سے کچھ ہٹا میں نے آپ کی سفید ران دیکھی۔ (بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا ان کے پاس یا چادر ہوتی یا تہبند یا کمبل وہ اسے اپنی گردن کے گرد لپیٹتے اس سے ان کی آدھی پنڈلیاں نظر آتیں کوئی ٹخنوں تک پہنچتا وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے ٹھیک کرتے رہتے کہ ان کا جسم نظر نہ آئے۔ (بخاری)

تہبند اور چادر پہننا:

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہا عائشہؓ ہماری طرف آتیں موٹی چادر اور تہبند لیکر فرمایا نبی ﷺ کی روح ان دو کپڑوں میں نکلی۔ (بخاری)

سرخ چوغہ:

براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ نبیؐ میانہ قد تھے آپ کے دونوں مونڈھوں میں زیادہ فاصلہ تھا بال بہت تھے کانوں کی لو تک آپ ﷺ سرخ جوڑا پہنے تھے میں نے کسی کو آپؐ سے زیادہ خوب صورت نہیں دیکھا۔ (بخاری و مسلم)

سبز رنگ کا لباس:

انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کو سب سے زیادہ جو کپڑا پہننا پسند تھا وہ سبز رنگ کا کپڑا تھا۔ (بخاری و مسلم)

موٹے حاشیہ والی نجرانی چادر:

انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا۔ آپ ﷺ پر موٹے حاشیہ والی موٹی نجرانی چادر تھی۔ ایک بدو آپ ﷺ کے پاس آیا، اس نے آپ ﷺ کی چادر زور سے کھینچی۔ انسؓ کہتے ہیں نبی ﷺ کے کندھے پر چادر کے کھینچنے کے نشان پڑ گئے تھے پھر اس نے کہا: اے محمد ﷺ! مجھے اللہ کے مال میں سے دے جو تیرے پاس ہے؟ آپ ﷺ مڑے آپ ﷺ ہنسے پھر اس کو کچھ دینے کا حکم دیا۔ (بخاری)

ابو حازمؒ سھل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں

ایک عورت موٹی چادر لے کر آئی۔ سہلؓ نے ابو حازم سے پوچھا: تم جانتے ہو بردہ کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! چادر کو، جس کے کناروں پر حاشیہ ہو۔ اس عورت نے کہا: یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بُنی تھی، اس وقت آپ ﷺ کو چادر کی ضرورت تھی۔ آپ ﷺ نے وہ چادر لے لی، اسی کو باندھ کر نکلے۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے اس چادر کو چھوا، کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ یہ مجھ کو عنایت کر دیں۔ فرمایا: ''لے لو، پھر جب تھوڑی دیر تک اللہ کو منظور تھا آپ ﷺ مجلس میں بیٹھے رہے اس کے بعد گھر گئے اور چادر کو تہہ کر کے اس کے پاس بھیج دیا۔ لوگ کہنے لگے تم نے اچھا نہیں کیا جو یہ چادر آپ ﷺ سے مانگی۔ تم جانتے ہو آپ ﷺ کسی کا سوال رد نہیں کرتے۔ وہ کہنے لگا میں نے اللہ کی قسم! اس لیے لی ہے کہ جس دن میں مروں میرے کفن کے کام آئے۔ سہل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر اس شخص کے کفن میں یہ چادر لگائی گئی۔ (بخاری)

سادہ کپڑے میں نماز پڑھنا:

عائشہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ ایک چادر میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے جس پر نقش و نگار تھے۔ آپ ﷺ اس کے بیل بوٹوں کی طرف دیکھنے لگے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس چادر کو ابوجہم کے پاس بھجوایا اور سادہ چادر منگوائی کیونکہ اس چادر نے مجھے نماز سے غافل کر دیا تھا۔ (مسلم)

چادر:

مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے چادریں تقسیم کیں اور مخرمہؓ کو کوئی چادر نہ دی۔ مخرمہؓ نے کہا: اے میرے بیٹے تم میرے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو پس میں اپنے باپ کے ساتھ چلا۔ میرے باپ نے کہا آپ ﷺ کو باہر بلاؤ۔ آپ ﷺ باہر آئے، آپ ﷺ قبا لیے باہر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا چادر کی طرف دیکھتے ہوئے کہ یہ میں نے تمہارے لیے رکھی تھی پس مخرمہؓ راضی ہو گیا۔ (بخاری)

ہار پہننا:

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ مدینہ کے کسی بازار میں آئے اور پھر نکل گئے، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ نکلا۔ آپ ﷺ نے کہا: ''چھوٹا کہاں ہے؟'' تین مرتبہ پوچھا، حسنؓ بن علی کو بلایا گیا وہ دوڑتے ہوئے آئے اس کی گردن میں ہار تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ حسنؓ سے گلے ملے فرمایا: ''اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اس سے جو حسنؓ سے محبت کرے۔'' ابوہریرہ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ کے بعد حسنؓ سب سے زیادہ محبوب تھا۔ (بخاری)

دھاری دار چادر پہننا:

''ابو وائلؓ سے روایت ہے ہمیں خبابؓ نے تیار کیا پس ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی۔ ہمارا مقصد اللہ کی رضامندی تھا، ہمارا اجر اللہ پر لازم ہے۔ ہم میں سے کچھ ایسے تھے جنہوں نے اجر دنیا میں وصول نہیں کیا ان میں مصعبؓ بن عمیر بھی تھے، وہ احد کے دن شہید ہوئے اور ایک دھاری دار چادر چھوڑ دی۔ ہم ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں کھل جاتے اگر ان کے پاؤں ڈھانپتے تو ان کا سر کھل جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ اس کا سر ڈھانپو اور اس کے پاؤں کی طرف ہم نے اذخر (گھاس) رکھ دی۔ ہم میں سے کون ایسا ہے کہ اس کے پھل پک گئے ہوں اور وہ اس میں سے چن چن کر کھائے۔ (دنیا میں بھی ایمان کے سبب ترقی پائے)۔ (بخاری)

مردوں کے لیے شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنے کی حرمت:

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا آگ میں جائے گا۔'' (بخاری)

ابو ذرؓ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا اللہ قیامت کے دن تین آدمیوں سے کلام نہیں کرے گا نہ انہیں دیکھے گا، نہ انہیں پاک کرے گا ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ تین مرتبہ کہا ابوذرؓ کہتے ہیں تباہ ہو گئے گھاٹے میں رہے، وہ لوگ کون ہیں یا رسول اللہ ﷺ! فرمایا: ''شلوار نیچے لٹکانے والا، احسان کر کے جتلانے والا، جھوٹی قسم کھانے والا۔'' (مسلم)

شعبہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں میں محارب (مدینہ کے قاضی) بن دثار سے ملا، وہ گھوڑے پر سوار دارالقضاء کی طرف آ رہے تھے۔ میں نے یہ حدیث پوچھی انہوں نے کہا میں نے عبداللہ بن عمر سے پوچھا وہ کہتے تھے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص غرور کی نیت سے اپنا کپڑا لٹکائے گا اللہ قیامت کے دن مہربانی کی نظر سے اس کو نہ دیکھے گا۔ (بخاری)

عمرو بن میمونؓ کہتے ہیں میں نے عمر بن خطابؓ کو دیکھا ان کے زخمی ہونے سے چند دن پہلے۔ مدینہ میں وہ حذیفہ بنؓ یمان اور عثمان بن حنیفؓ کے پاس ٹھہرے کہنے لگے تم نے عراق کے ملک میں کیا کیا؟ اندیشہ تو نہیں تم نے زمین پر ایسی جمع نہ لگائی ہو جس کی گنجائش نہ ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! ہم نے اتنی ہی مقرر کی تھی جتنی زمین میں طاقت تھی، کچھ بہت زیادہ نہیں۔ عمر نے کہا دیکھو پھر سمجھ لو تم نے ایسی جمع تو نہیں لگائی جس کی زمین میں طاقت نہ ہو۔ انہوں نے کہا: نہیں! عمرؓ نے کہا اگر اللہ نے مجھے سلامت رکھا تو میں عراق کی عورتوں کو ایسا بے ڈر کر دوں گا کہ میرے بعد ان کو کسی مرد کی ضرورت نہ رہے۔ عمرو بن میمونؓ نے کہا اس دن کے بعد چوتھا دن تھا کہ وہ زخمی ہو گئے جس صبح وہ زخمی ہوئے اس دن میں ایسے مقام پر کھڑا تھا کہ میرے اور ان کے درمیان عبداللہ بن عباسؓ کے سوا کوئی نہ تھا ان کی عادت تھی، جب نمازیوں کی دو صفوں میں سے گزرتے تو فرماتے سیدھے ہو جاؤ، صف برابر کرو، جب دیکھتے صفوں میں کوئی خلل نہیں رہا اس وقت آگے بڑھ کر تکبیر کہتے۔ اکثر ایسا ہوتا سورت یوسف، نحل یا ایسی ہی سورتیں پہلی رکعت میں پڑھا کرتے تاکہ لوگ جمع جائیں خیر انہوں نے تکبیر کہی تھی اتنے میں میں نے سنا وہ کہہ رہے ہیں بدبخت نے مجھے مار ڈالا ہے یا کہا کھا لیا ہے پھر یہ مردود پارسی دو دھاری چھرا لیے بھاگا اور جو مسلمان ملا اسے ایک ضرب لگا دی......

یہاں تک کہ تیرہ آدمیوں کو ضرب لگائی سات شخص مر گئے ایک مسلمان نے اس پر چادر پھینکی جب اس نے سمجھا کہ میں پکڑا گیا ہوں تو اس نے اپنا گلا آپ کاٹ لیا۔

عمرؓ نے عبدالرحمٰن کا ہاتھ پکڑ کر انہیں امام بنا دیا جو لوگ عمر کے قریب تھے انہوں نے یہ سب حال دیکھا اور دور والوں کو قرأت سے اندازہ ہوا انہوں نے عمرؓ کی آواز سنی تو سبحان اللہ، سبحان اللہ کہنے لگے عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے جلدی سے ہلکی نماز کی جب نماز سے فارغ ہوئے عمرؓ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہا دیکھو میرا قاتل کون ہے؟ کچھ دیر وہ گھومے پھر آئے اور کہنے لگے مغیرہ کا غلام۔ عمر نے پوچھا وہ کاریگر غلام! انہوں نے کہا: ہاں! اللہ اسے تباہ کرے میں نے اس کے لیے انصاف کا حکم دیا تھا پھر کہنے لگے اللہ کا شکر ہے اس نے مجھے ایسے شخص کے ہاتھوں قتل نہیں کروایا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو۔ ابن عباسؓ تم اور تمہارے والد چاہتے تھے کہ یہ پارسی غلام مدینہ میں آباد ہوں۔ ابن عباسؓ کہنے لگے اگر آپ کہیں تو میں ان سب غلاموں کو قتل کر دوں؟ یہ کیا لغو بات ہے انہوں نے تمہاری عربی زبان بولی، تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھی، تمہاری طرح حج کیا۔ عمرؓ کو گھر اٹھا لائے ہم بھی ان کے ساتھ تھے معلوم ہوتا تھا مسلمانوں پر اس سے پہلے کوئی مصیبت ہی نہ آئی ہو۔ کوئی کہتا کوئی ڈر کا مقام نہیں، کوئی کہتا مجھ کو تو ڈر ہے۔ ان کو شربت پلانے کے لیے لائے انہوں نے پیا تو پیٹ سے باہر نکل گیا پھر دودھ لائے وہ بھی زخم سے باہر نکل پڑا جب سب نے جان لیا وہ بچنے والا نہیں عمرو بن میمونؓ کہتے ہیں ہم ان کے پاس گئے۔ لوگ آئے ان کی تعریف کر رہے تھے اتنے میں ایک جوان آیا کہنے لگا امیر المومنین! خوش ہو جائیں کسروانی (کسریٰ کی طرف منسوب) جس کا گریبان دیباج کا تھا اس کے دامنوں پر سنجاف تھے دیباج کے اسماءؓ نے کہا یہ جبہ عائشہؓ کے پاس تھا ان کی وفات تک جب وہ مر گئیں تو یہ جبہ میں نے لے لیا رسول اللہ ﷺ اس کو پہنا کرتے تھے اب ہم اس کو دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلاتے ہیں شفا کے لیے۔ (بخاری)

جب سوچ نہیں بدلتی تو تبدیلی کیسی؟

نگاہِ بصیرت

سودہ عبدالقیوم

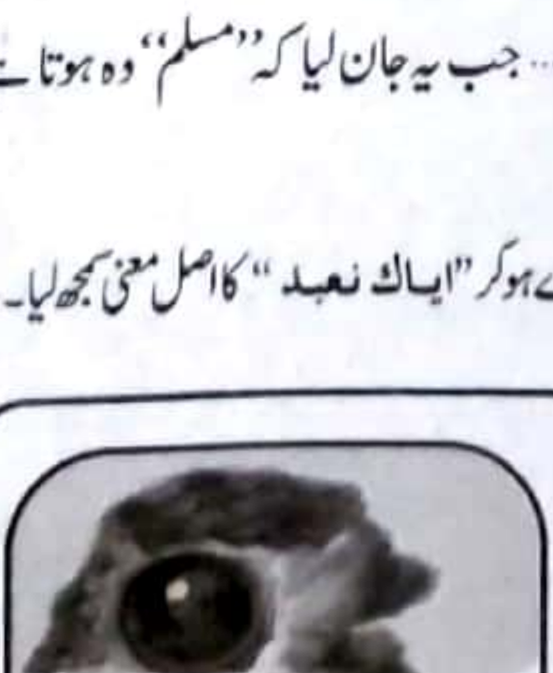

اللہ ''رحیم'' ہونے کے باوجود، انسانوں کو عذاب میں مبتلا کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ دعویٰ خداوندی یہ ہے کہ وہ بندوں سے انتہا درجہ کی محبت رکھتا ہے اپنے دعویٰ کو قربت کے لمحوں میں اس طرح بیان کرتا ہے کہ!

میرا بندہ مسلسل نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ طلب کرتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔'' (بخاری: کتاب الرقاق: باب التواضع)

وہ انسان کو اپنی محبت و مہربانی سے اس کو ایسی عظیم قوت (اپنی معیت سے) سے نوازتا ہے گویا کہ وہ ہمہ وقت اس کے ساتھ ہوتا۔

اور اس کے بعد زمین و آسمان کی تمام مخلوقات میں اپنے بندے سے محبت کا اعلان کروا دیتا ہے۔

اور اللہ اپنی محبت میں قانون فطرت کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔ لیکن کب؟ جب اس سے محبت میں گرمجوشی حد سے بڑھ جائے تو وہ آگ کی گرمی اور حرارت کو ابراہیم علیہ السلام کی محبت پر حاوی نہیں ہونے دیتا۔

وہ مہربان اللہ پھر اپنے انہی مسلم بندوں کو عذاب اور سزا سے کیوں دو چار کرتا ہے؟؟ وہ بھی پس جاتے ہیں جو بظاہر انتہائی پرہیزگار زندگی گزارتے ہیں۔ کیا اللہ ایسے وقت میں رحیم و مہربان نہیں رہتے......؟؟

یا محبت ختم ہو جاتی ہے یا اس کا دعویٰ محبت محض ''دعویٰ'' ہے؟

ڈینگی مچھر کی تباہی اور سیلاب کی طغیانی عذاب کی صورت کتنے گھر اجاڑ گئی؟ اور کتنی زندگیاں آہوں میں ڈھال گئی؟ ایک گھر...... گھر کی خواہش تو سیدہ آسیہ نے بھی کی تھی۔

''رب ابن لی عندك بيتاً فی الجنة.'' (حوالہ)

ہاں! کچھ لوگوں کے گھر دنیا میں بھی جنت ہوتے ہیں!!!

یہ گھر کی فطری خواہش ہی تھی کہ پیغمبر خدا ﷺ نے اپنی ہر بیوی کو الگ گھر (حجرہ) بنا کر دیا چاہے کتنا ہی چھوٹا تھا...... اپنا گھر تو تھا!!!

کوئی ''گھر'' میں سکون پائے گا تو پھر ہی گھر سے باہر دین اسلام کی سر بلندی کے لیے عملی قدم اٹھا پائے گا۔ ورنہ...... زندگی ''گھر'' کے پیچھے ہی مٹ جائے گی۔

اور...... ''ادھر'' کتنے افراد بے گھر ہو گئے، مال و اسباب سب پانی میں بہہ کر پانی ہو گیا اور...... پانی بھی کبھی کسی کے ہاتھ آیا ہے؟؟؟

اور ادھر ڈینگی مچھر نے جو صف ماتم بچھائی ہے گھر ہوتے ہوئے بھی کئی افراد بے گھر ہو گئے جب گھر کا والی ہی نہ رہا تو کیسا گھر؟؟؟

کہیں گھر نہیں ملتے، گھر والے موجود ہیں! اور...... کہیں گھر والے نہیں ملتے، گھر موجود ہیں!!

عذاب سا عذاب ہے۔ مشکل کی وہ گھڑی ہے...... کہ مشکل تو یہ ہے کہ بس...... ہر ایک کو اپنی جان کی پڑی ہے:۔

کہیں اقتدار کو بچالو!

کہیں گورنری سنبھالو!

کہیں نوکری بچالو!

کہیں ''موت'' بال کھولے گھر گھر بین کرتی ہے۔

کہیں بڑے بڑے گھر مکینوں کو ترستے ہیں اور کہیں چھوٹے چھوٹے بچے اک چھت کو ترستے ہیں۔ جس کو جو ضرورت ہے، وہ اسے نہیں ملتا۔

کیوں......؟

نمرود کے لہجے میں گفتگو کریں گے...... اپنے سوا سب انسان کیڑے مکوڑے نظر آئیں گے...... تو پھر ڈینگی تو سانپ کی طرح زہر پھیلائے گا ناں......!!

حق چاہیے...... مجھے میرا حق چاہیے......!!

یہ سوچے بغیر کہ آپ کا حق بنتا بھی ہے کہ نہیں......؟

اپنی سوچ، اپنے اصول اور اپنے قوانین اور بس......!!

اور کچھ نہیں......! تو پھر سات دنوں میں چھوٹے سے مچھر کے ہاتھوں اتنے بڑے بڑے انسانوں کی ہلاکت پر افسوس کیسا؟؟؟

کیا یہ وہی مسلم نہیں ہیں کہ جن کے اسلاف میں کچھ ایسے بھی تھے کہ:

جب حکم الٰہی آ گیا تو اپنی مرضی، اپنی خواہش، اپنا اصول...... سب لمحوں میں توڑ ڈالتے تھے۔ جب شراب حرام ہوئی تو مدینہ کی گلیوں میں شراب ایسے بہتی تھی جیسے پانی بہہ رہا ہو۔ جن کی کوئی محفل و مجلس شراب کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔

یہ سب کیسے ہو گیا؟؟

بس ایسے ہی ہو گیا...... جب یہ جان لیا کہ ''مسلم'' وہ ہوتا ہے جو...... بس اللہ کا ہی ہوتا ہے۔

جب ہر رکعت میں کھڑے ہو کر ''ایاك نعبد'' کا اصل معنی سمجھ لیا۔ یہ سب جان کر بھی ہم انجان بنے رہے تو پھر اللہ کی محبتیں نہیں...... مشکلیں زمین پر اترا کرتی ہیں۔ پھر بحر و بر میں فساد ابھرا کرتا ہے پھل و پھول نہیں لگا کرتے۔

جب محبت پر عنایتیں بے حساب و بے شمار تو پھر ناراضگی میں سزا پر بے وفائی کے طعنے چہ معنی دارد!!!

ہم اس کے بنتے نہیں...... وہ ہمارا کیوں کر ہو جائے؟

اک راز کی بات بتاؤں...... وہ ابھی بھی ہمارا ہی ہے۔ کیسے......؟

ہاں! وہ ہمارا تب نہ ہوتا جب سب کو یکمشت ڈینگی میں مبتلا کر کے مار دیتا۔

ابھی بھی محبت قائم ہے اس کی...... چند افراد کو ہلاک کر کے آپ کو سمجھا رہا ہے کہ باز آ جاؤ......! رک جاؤ......!

اسی بھاگتی دوڑتی زندگی میں بھاگ دوڑ ضرور کرو...... مگر میرے احکام کے مطابق۔

بروقت اس پر اسپرے نہیں کیا گیا تھا تو حکومت کو گالیاں دینے کی بجائے اتنی لعن طعن اپنے نفس کو تو ایک بار کر کے دیکھیں۔ توبہ کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔

گورنر پنجاب پر جو غصہ ہے وہ اپنی کوتاہیوں اور نالائقیوں پر تو نکالیں!!!

پھر ناراضگی خداوندی...... محبت و نرمی میں بدل جائے گی۔

عاجزی و انکساری کا لبادہ اوڑھو تو سہی...... وہ آپ کو ضرور بلندی اور رفعت عطا کر دے گا۔

نمرودی غرور و تکبر اپنے نفس سے نکالیں تو سہی...... قرآن پہلے سے بشارت دیتا ہے کہ قانونِ فطرت آپ کے لیے بدل دیا جائے گا۔

سیدنا نوحؑ نے قوم کو ود، سواعؑ، یغوث وغیرہ کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ قوم نہ مانی تو پھر طوفان نے آ لیا۔

ہم کس کس کے ''در'' کے سوالی ہیں؟؟؟

کس کس آستانے پر نذر و نیاز کے سفر کرتے ہیں؟؟ وہاں تو پھر پانچ تھے...... اور یہاں...... حساب ہی نہیں خداؤں اور داتاؤں کا!!!

اپنی مرضی اور اپنی خواہش میں کسی قسم کی تبدیلی منظور نہیں تو پھر......؟ ہونے دیں جو ہوتا ہے!!!

جب درد نہیں...... تو دوا کیسی؟؟

جب سوچ نہیں بدلتی...... تو تبدیلی کیسی؟

جب آنکھ بند کر کے چلنا ہے تو...... پھر کسی کنویں میں گر جائیں...... یا جوہڑ میں...... مسئلہ کیا ہے؟؟

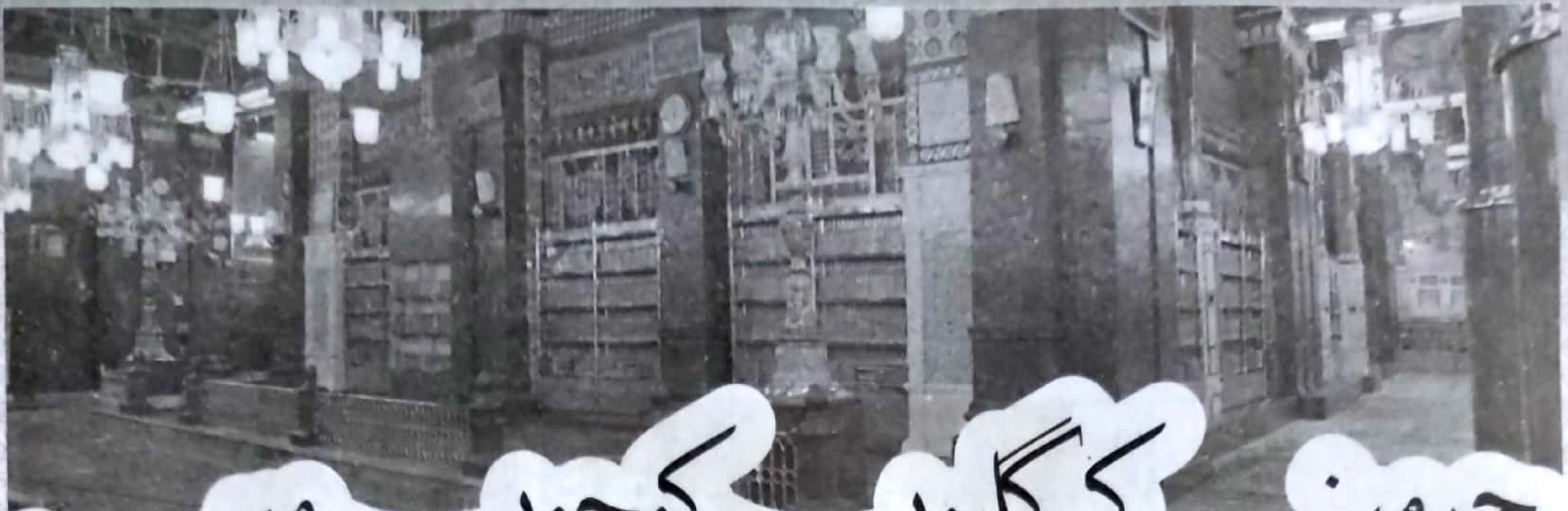

حرمین کے گلیوں کوچوں میں

سفر نامہ حج

قسط نمبر 13

بنت احسان

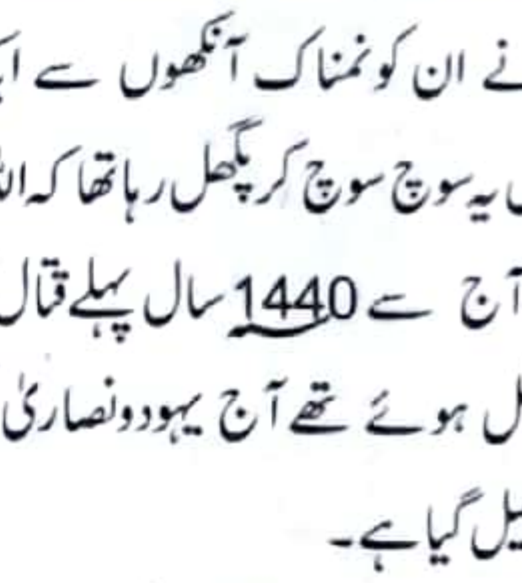

ہم دن بھر کے تھکے ہوئے تھے سو گئے صبح جمعہ تھا نمازِ جمعہ کے بعد حرم میں ام محمد سے ملاقات ہوئی انہوں نے بتایا کہ انہوں نے رات کو سیدھا حرم پہنچ کر عمرہ ادا کیا اور دونوں بیٹے تو عمرہ کے بعد ہوٹل میں چلے گئے لیکن وہ حرم میں مصروف عبادت رہیں کیونکہ ہوٹل میں مزید کسی کمرے کی گنجائش نہیں تھی اور مردوں کے ساتھ رہنا پڑتا تھا تمام ہوٹل مہنگے ترین کرایوں پر بک ہو چکے تھے۔

اس کے بعد ہم مسفلہ آ گئے کھانا کھایا کچھ دیر آرام کرنے کے بعد نمازِ مغرب ادا کرنے کے لیے حرم کی طرف چلے تو دیکھا ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی اور موسم بہت خوشگوار ہو گیا تھا جب کہ یہاں شدت کی دھوپ اور گرمی دیکھنے کو ملی تھی بارش کی وجہ سے تمام ہال اور برآمدے پُر ہو چکے تھے۔

ہم سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلے گئے حرم کا یہ حصہ میں نے آج ہی دیکھا تھا اوپر کے وسیع ہال میں بہت رش تھا۔ مردوں کے پیچھے عورتوں کی صفیں بنی ہوئی تھیں۔ بہت مشکل سے ہم نے کرسیوں پر نماز ادا کرنے والی دو عورتوں کے آگے کھڑے ہو کر نماز کی جگہ بنائی جس پر وہ شدید غصے کا اظہار کرنے لگیں لیکن زبان نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے نہ ان کو بولنے کا فائدہ ہوا نہ ہمیں نقصان ہوا وہ کسی عرب ملک سے تعلق رکھتی تھیں نماز ادا کرنے کے بعد ہم باہر آئے تو ہلکی ہلکی خنک ہوا کے ساتھ بوندا باندی جاری تھی لیکن بیت اللہ میں بدستور رش کا وہی عالم تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی طواف بھی جاری تھا اور عبادات بھی ہم باتیں کرتے کرتے مسفلہ پہنچ گئے اُمِّ محمد نے رات میرے پاس گزاری صبح ہم اکٹھے ہی فجر سے پہلے حرم پہنچے باہر صحن میں تہجد کے بعد نمازِ فجر ادا کی۔

امِّ محمد نے شعبہ خواتین کے لیے کچھ تحائف اور مجاہدین کے لیے رقم اور زیورات مجھے دیئے اور سعودیہ میں مقیم پاکستانی بہنوں کے پُر خلوص جذبات مجھے پہنچائے۔ مزید راہ نمائی دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حرم میں کسی قسم کا تعاون وصول کرتے ہوئے محتاط رہنا ہے۔

یہاں امریکی اثر و رسوخ کا یہ عالم ہے کہ چند عورتیں دو چار بار اکٹھے بیٹھے دیکھی جائیں تو انہیں القاعدہ سمجھ کر ان کا پیچھا شروع کر دیتے ہیں۔

اس حوالے سے انہوں نے اپنے بھی کچھ واقعات سنائے حرم میں جگہ جگہ کیمرے بھی لوگوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے کے لیے لگائے گئے ہیں اسی دوران میں ان کے بیٹوں کا فون آ گیا انہوں نے ہمیں اور ہم نے ان کو نمناک آنکھوں سے ایک دوسرے کو الوداع کیا میرا دل یہ سوچ سوچ کر پگھل رہا تھا کہ اللہ کا یہ گھر جس میں سرورِ کائنات آج سے 1440 سال پہلے قتال کی برکت سے فاتح بن کر داخل ہوئے تھے آج یہود و نصاریٰ کی سازشوں کا جال یہاں تک پھیل گیا ہے۔

مجھے فیصل آباد والی نسیم باجی کی آپ بیتی یاد آئی جو رمضان میں عمرہ کرنے آئیں اور کسی نے انہیں جہاد کا چندہ دے دیا تو انہیں آٹھ دن جیل میں رکھ کر پاکستان بھیج دیا گیا۔

ہم قتال کا ورلڈ آرڈر نافذ کرنے والے رب کے گھر میں بیٹھ کر بھی قتال کی بات نہیں کر سکتے یہی سوچتے سوچتے سورج نکل آیا۔

دعائیں اذکار مکمل کر کے نمازِ اشراق ادا کرنے کے بعد اپنی مقرر جگہ کی طرف چلی تو ابو خبیب آتے نظر آئے ہم نے ہوٹل سے ناشتہ لیا اور مسفلہ واپس آ گئے۔

اس نے بیت اللہ میں باب عبدالعزیز پر صبح دس بجے ملنے کا وعدہ کر لیا ہم نمازِ فجر، اشراق اور اذکار، دعاؤں سے فارغ ہو کر بابِ عبدالعزیز پر آ پہنچے فوزیہ بھی عین وقت پر آ پہنچی تقریباً پندرہ بیس منٹ پیدل چلنے کے بعد ہم فائیو سٹار ہوٹل میں پہنچے فوزیہ نے راستے میں مجھے بتایا کہ وہ میری ملاقات یاسمین سے کروائے گی جو مسلمان ہونے سے پہلے کیتھولک تھی۔

فوزیہ نے جوس اور پھل وغیرہ میز پر رکھتے ہوئے کہا میں یاسمین کو بلاتی ہوں وہ سامنے والے کمرے میں چلی گئی اور میں کمرے کا جائزہ لینے لگی شاندار آرام دہ صوفے بیڈ، قالینوں اور تمام آسائشات سے مزین کمرے کے ساتھ ہی چھوٹا سا کچن اور ملحق باتھ روم تھا جو بالکل یورپین اسٹائل سے آراستہ تھا۔

مسلمانوں کے اندر طبقاتی تقسیم کا مظاہرہ یہاں بھی بھرپور انداز میں موجود تھا جہاں اللہ تعالیٰ نے تمام محمود و ایاز کو اپنے حضور ایک لباس اور کلمے کے ساتھ حاضر کیا ہوا تھا۔ میں انہیں سوچوں میں گم تھی کہ یاسمین اور فوزیہ کے باتیں کرنے کی آواز آئی اور پھر وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئیں یاسمین کھلتے چہرے والی درمیانہ عمر کی خاتون تھیں وہ مسکراتی ہوئی مصافحہ کے لیے میری طرف آئیں اور بہت گرمجوشی سے ملیں میں نے بھی حال احوال پوچھا اور پھر اپنے موضوع کی طرف آ گئی

وہ پہلے سے تیار تھی فوزیہ نے اسے مشروب پیش کیا اس نے شکریہ کہتے ہوئے لے لیا۔ میں نے فوزیہ سے کہا کہ میں انگریزی میں بات تو کر لوں گی لیکن انگلش لب و لہجہ کو سمجھنے میں ذرا مشکل پیش آتی ہے لہٰذا جہاں مدد کی ضرورت پیش آئے وہیں آپ نے پاکستانی انگلش اور برطانوی انگلش کے درمیان مددگار بننا ہے وہ بہت ہنسیں۔

اب میں نے یاسمین سے کہا کہ اپنی داستان بغیر

سوالوں کے خود سناؤ شاید یہ بات اسے بھی آسان لگی اور پھر وہ بولنا شروع ہوئی۔

میرا تعلق عیسائی فرقہ رومن کیتھولک سے تھا اور اصل عیسائیت اسی فرقہ کے پیروکاروں تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔

باقی سارے فرقوں نے اپنے اپنے مقاصد اور ضرورت کے مطابق اپنے مذہب کو تبدیل کر کے اس میں تحریف کر لی ہے۔ میرا رجحان بچپن سے ہی دین کی طرف بہت زیادہ تھا اور میں دین پر عمل کرنے کی بہت کوشش کرتی تھی لیکن میرا ذہن اپنے عقیدہ تثلیث پر کبھی مطمئن نہ ہوا کیونکہ اس عقیدہ کی بنیاد عقل و دانش سے کوسوں دور تھی میں اکثر سوچتی کہ ایک بچہ پیدا ہوا اُسے بپتسمہ کی رسم کے ذریعے ایک لکھا لکھایا معافی نامہ پڑھا دیا اب آپ پوری زندگی اچھا کریں برا کریں آپ کے لیے جنت ہے۔ آپ اللہ تعالٰی کے چہیتے اور لاڈلے ہیں لہٰذا آپ کے لیے کسی برائی کا بدلہ اور گناہ کا عذاب نہیں ہوگا ایسی الجھن میں زندگی گذر رہی تھی میں نے کئی بار پادریوں سے اپنے سوالوں کا جواب مانگا لیکن اُلٹا مجھے ڈانٹ پلا کر خاموش کروا دیا گیا یا یہ کہا گیا کہ تم شیطان کے پیچھے چل رہی ہو ایسی سوچیں تمہیں گمراہ کر دیں گی اور تم یسوع خداوند کے غضب کو دعوت دے بیٹھو گی۔

اسی دوران میری ملاقات اسلم سے ہوئی اسلم کے ساتھ میں نے پندرہ سال گذارے اور بغیر شادی کے دو بیٹیوں کی ماں بنی مجھے اپنی اس گناہ آلود زندگی پر اتنا دکھ اور ندامت ہے کہ میں اس کو بیان نہیں کر سکتی لیکن میں آپ سے یہ شکوہ ضرور کروں گی کہ اسلامی ملکوں خاص طور پر پاکستان سے جو نوجوان روزگار یا تعلیم کے لیے مغربی ممالک میں آتے ہیں ان میں سے بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو حرام و حلال اور گناہ و ثواب کی تمیز کو قائم رکھ سکتے ہیں وہ یہاں پر اپنے مستقل قیام اور قانونی سہولیات کے لیے پیپر میرج یعنی کاغذی شادیاں رچا لیتے ہیں اس کے علاوہ شراب وغیرہ سے بھی شغل کر لیتے ہیں میں بہت معذرت کے ساتھ کہوں گی اکثریت نہیں مگر بہت سے لوگ غیر مسلموں جیسا رنگ ڈھنگ اختیار کر لیتے ہیں جس کی وجہ سے اسلام کا رعب اور پروقار امیج تباہ ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ میرے شوہر میں دین کی رغبت پیدا ہونے لگی اور انہوں نے صحیح معنوں میں اسلام کی دعوت دینا شروع کی اور مطالعہ کے لیے اسلامی کتابیں لا کر دینے لگے میں نے موت کے بعد والی زندگی کا مطالعہ شروع کیا میری دلچسپی اسلام کے اندر زیادہ بڑھی یہی میری دکھتی رگ تھی اور ہمیشہ سے میری دل کی چبھن تھی 100 قتل کے بعد توبہ کرنے والے انسان کا واقعہ اور اس کے علاوہ پیارے نبی ﷺ کی انسانوں اور جانوروں سے محبت کے مثالی واقعات پڑھنے کے بعد میں نے انسان دوستی اور رحم دلی والے اس دین کو قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اگلے دن میں نے ایک مولانا کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور اسی عالم صاحب نے ہم دونوں کا نکاح بھی پڑھایا پھر انہوں نے میرا پسندیدہ نام عائشہ یاسمین رکھا۔ اس مرحلے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ واقعی میں ایک پاک صاف انسان بن گئی ہوں میرے اندر ایک سکون اور طمانیت اتر گئی تھی۔

میں نے اپنی بڑی بیٹی کو صاف صاف بتایا کہ اگر آپ مسلمان ہونا چاہو تو دین پر پورا پورا عمل کرنا پڑے گا صرف زبانی کلامی کلمہ پڑھنا ہے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لو الحمدللہ میری بیٹی اُسی وقت مسلمان ہو گئی، وہ اُس وقت کالج لائف میں تھی وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئی تھی اور شاید سوال کا انتظار کرنے لگی میں نے کہا کہ اپنی بچیوں کے بارے میں بھی کچھ بتائیں اس نے دوبارہ بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

میری سب سے بڑی بیٹی کا نام آمنہ چھوٹی کا لینا اور سب سے چھوٹی کا حنیہ ہے یہ نام ان کے والد نے رکھے جب کہ میں نے چھوٹی بیٹی کا نام قرۃ العین رکھا ہے۔ میری بیٹی نے سات سال کی عمر میں اللہ کے سارے نام یاد کر لئے ہیں۔ میری بیٹیاں مکمل اور باعمل مسلمان ہیں الحمدللہ میں نے قرآن پاک کی تفسیر شروع کی ہوئی ہے پہلے میں نے انگلش میں قرآن پاک کا ترجمہ مکمل کیا۔

اسلام میں پردہ کا عمل میرا بہت پسندیدہ ہے۔ پردہ دوسرے مردوں کو گناہ گار ہونے سے بچاتا ہے، اور عورت کی بیوٹی (حُسن) فتنہ کا سبب نہیں بنتا۔ میں سمجھتی ہوں اسلام نے عورت کی سیکورٹی کا پردے کے ساتھ عظیم الشان بندوبست کر دیا ہے۔

جہاد کے حوالے سے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے یاسمین کہنے لگیں امریکہ پوری دنیا کے مسلمانوں اور خاص طور پر فلسطین کے مسلمانوں پر جو ظلم کر رہے ہیں میں اس پر بہت دکھی ہو جاتی ہوں اگر اللہ تعالٰی مجھے دو بیٹے عطا کریں تو میں دونوں کو کافروں سے لڑنے کے لیے بھیج دوں گی، بلکہ میری تو یہ خواہش ہے کہ میرے شوہر کو بھی اللہ تعالٰی جہاد پر جانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

میں پہلی بار حج پر آئی ہوں مجھے اس عبادت کے عالمی اجتماع نے بہت متاثر کیا ہے۔

پوری امت کے مسلمانوں کا اللہ کے گھر میں جمع ہو کر لبیک پکارنا اور اللہ کی کبریائی کا والہانہ اقرار کرنا اسلام کی سچائی کا بہت بڑا اور بے مثال ثبوت ہے جو دنیا کے کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتا۔

میں نے سنا ہوا تھا بلکہ کئی نومسلموں کے قبول اسلام سے متعلق تاثرات میں پڑھا تھا کہ انٹرنیٹ پر حج کا منظر دیکھ کر انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور کئی ایک کو طواف کے عمل نے اتنا متاثر کیا کہ اسلام کی صداقت دلوں میں اتر گئی واقعتاً یہ کیفیت جس میں اللہ کے گھر کے گرد لبیک اللھم لبیک "اے میرے رب میں حاضر ہوں" کہتے ہوئے دیوانہ وار چکر کاٹنا سب سے زیادہ خوبصورت اور پرسرور کن ہے میں نے ان لمحات کو بہت انجوائے کیا اس کے چہرے سے نشاط انگیز جذبات جھلک رہے تھے۔

اس کے علاوہ اسلام میں کون سی بات اچھی لگی؟

روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ جس میں انسان ڈائریکٹ اپنے آپ کو اللہ تعالٰی کے قریب محسوس کرتا ہے کیونکہ اس نے جتنی خواہشات کو چھوڑا ہوتا ہے تو یہ اللہ تعالٰی کے ڈر اور محبت سے ہی چھوڑا ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالٰی کے بہت قریب بلکہ اپنے ساتھ ہونے کا یقین ہی ہوتا ہے جو انسان کو اتنا صبر اور ایمان نصیب ہوتا ہے، اور کوئی بات دوسرے مذاہب سے اسلام کو ممتاز اور الگ کرنے والی جس کا آپ کو تجربہ ہوا ہو؟

اسلام میں ایک سے زائد شادیوں کا تجربہ بھی میری زندگی میں موجود ہے۔ جب میرے شوہر نے میرے ساتھ شادی کی تو ان کے والدین کو پتہ چلا تو انہوں نے انہیں فوراً پاکستان بلا لیا اس صورتحال سے وہ بہت پریشان ہوئے کیونکہ عیسائی معاشرہ اور مذہب اس کے خلاف شدید نفرت کا رویہ رکھتا ہے اور اس میں دوسری شادی کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لیکن میں نے اسلام کو دین حق سمجھ کر قبول کیا تھا لہٰذا میں نے خود کو اس آزمائش کے لیے تیار کر لیا اللہ تعالٰی نے مجھے فیصلے کی قوت دی دوسرا میں اپنے شوہر کو والدین کی بغاوت سے بچانا چاہتی تھی میں نے ان سے چند دن کی مہلت لی اور چند گھنٹے بعد ہی انہیں فون کیا کہ وہ اپنے ماں باپ کی بات مان لیں میرے شوہر پریشان ہو گئے انہیں مجھ سے یہ توقع نہ تھی ہم نے پندرہ سال اکٹھے گذارے تھے ان کا خیال تھا کہ میں انہیں بہت بڑی مشکل میں ڈال رہی ہوں میں نے ان کا حوصلہ بڑھایا کہ جو قانون اللہ تعالٰی۔ نے مسلمان کے لیے بنایا ہے۔

اس میں ضرور مسلمان کا فائدہ ہے نقصان نہیں ہو سکتا اپنے ماں باپ کو راضی کریں اس طرح میرے میاں کا پاکستان میں اپنی کزن سے نکاح ہو گیا اس کے ایک ہفتے بعد وہ واپس انگلینڈ آ گئے۔ اس موضوع پر ہماری گھنٹوں گفتگو چلتی تھی اپنے شوہر سے باتیں کرنے اور سننے کے بعد میں نے جو نچوڑ نکالا وہ یہ تھا کہ اگر مرد اللہ سے ڈرنے والا اور اخلاقی طور پر جرأتمند ہو تو پھر

زندگی متوازن اور پرسکون گذر سکتی ہے۔

اور مسائل پیدا نہیں ہوتے گھروں میں فتنہ وفساد اور ظلم نہیں ہوتا۔ آخر کار طویل مشاورتی مجلسوں کے بعد ہم نے فیصلہ کیا کہ دوسری بیوی کو بھی یہاں بلا لیا جائے میرے میاں نے اس کے لیے الگ گھر لے لیا یہ فیصلہ بھی میں نے پیارے نبی ﷺ کی ازدواجی زندگی اور بیویوں کے واقعات کا قرآن وسنت کی رو سے طویل مطالعہ کرنے کے بعد ان کو قائل کر لیا کہ دو سے زائد عورتوں کے ساتھ کامیاب اور پرسکون زندگی گذارنے کے لیے یہی حقیقی اسلامی اور نبوی اصول ہے کہ ایک وقت میں شوہر ایک ہی بیوی کے ساتھ ہو ورنہ بہت بڑا ظلم ہے جو بچوں کی اخلاقی تربیت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

اس طرح ان کی وہ بیوی بھی آگئی وہ لڑکی بھی اچھی اور نیک فطرت کی مالک تھی ہماری زندگی بہت سکون اور محبت سے گزر رہی ہے۔

اس کی بھی تین بچیاں ہیں اور میری بھی۔ ہم چھٹیوں اور عیدین کے علاوہ کئی موقعوں پر ایک دوسرے کے گھر میں جمع ہوتی ہیں ہماری بچیاں آپس میں بہت محبت کرتی ہیں۔

میرے میاں ہفتے میں تین تین دن دونوں گھر میں گذارتے ہیں۔

ہم تینوں اور ہمارے بچوں کے درمیان کوئی رنجش، گلہ شکوہ یا لڑائی جھگڑا ہرگز نہیں ہے میں سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی خاص مدد اور فضل کے علاوہ میرے شوہر کی فراست اور دانشمندی کا اس میں بڑا دخل ہے وہ ایک بیوی کو خوش کرنے کے لیے دوسری کی مذمت یا دل آزاری نہیں کرتے ہم سب بہت خوش ہیں۔

اپنے والدین کے بارے میں آپ کچھ بتانا چاہیں گی؟

میرا باپ ہمیں بچپن میں چھوڑ کر چلا گیا تھا میری تین بہنیں اور ایک بھائی تھا۔ تھوڑا عرصہ پہلے میری ماں فوت ہوگئی ہے۔ میرا بھائی فوت ہو چکا ہے میں دونوں کے مرنے پر نہیں گئی۔

ویسے میرے شوہر فراخ دل انسان ہیں انہوں نے مجھے اپنی بہنوں سے ملنے کی اجازت دے رکھی ہے میں اُن سے کبھی کبھار ملتی ہوں وہ بھی یہ نیت رکھتے ہوئے کہ وہ دین اسلام کو حق مان لیں ویسے میری بہنیں میری بہت عزت کرتی ہیں وہ اسلام کے مختلف اصول ومعاملات پر مجھ سے سوالات بھی کرتی ہیں میری دلی تڑپ ہے کہ میری بہنیں مسلمان ہو جائیں کیونکہ وہ باعمل اور بے عمل مسلمان کی اچھی پہچان حاصل کر چکی ہیں آج کل کے مسلمانوں کے بارے میں میں کافی مایوس ہوں کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ امیر غریب کا فرق بہت روا رکھا جاتا ہے، اور غریبوں سے فاصلہ اور احساس برتری جتلایا جاتا ہے جو مجھے بہت زیادہ ناگوار لگا دستر خوان پر برتنوں میں کھانا چھوڑ دیا جاتا ہے اور اسے فیشن سمجھا جاتا ہے۔

حالانکہ خوراک کو اس طرح ضائع کرنا یا کسی کو حقیر یا کمتر سمجھنا اسلام میں اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن مسلمانوں میں ایسی بہت سی برائیاں پائی جاتی ہیں۔

مسلمان خواتین کے لیے اپنا آخری پیغام نوٹ کروائیں۔

میں مسلمان عورتوں کو یہ پیغام دینا چاہتی ہوں کہ اسلام ایک بہترین اور کامیاب زندگی سکھاتا ہے اس پر عمل کریں ہمارا دین سچا ہے اس کے بارے میں شیطانی وسوسوں اور فتنہ سے خود کو بچائیں ہمارا دین دنیا کا افضل اور ممتاز ترین مذہب ہے جو عورت کو گھر کی چاردیواری میں بند کر کے عزت اور تحفظ دیتا ہے عورتوں کے حقوق کا کوئی تصور کسی مذہب میں موجود نہیں سوائے اسلام کے۔ اسلام کے خلاف چلنے والی عورت کی آزادی کی تحریکوں نے عورتوں کو گمراہ کر دیا ہے اور وہ آزادی کے دھوکے میں ڈال کر ان کو غلامی میں جکڑ رہے ہیں ان کے حقوق سلب کر رہے ہیں۔

میرا یہ آخری پیغام ہے کہ اسلام نے عورت کے سر پر فخر کا تاج پہنایا ہے۔ اسے ماں، بیٹی، بہن، اور بیوی بنا کر اس کو احترام کی انتہاؤں تک پہنچا دیا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے مقام کو سمجھ کر زندگی گذارے اور اس دین کی برکات وثمرات کو سمیٹنے کا شعور حاصل کر سکے۔

یاسمین کا انٹرویو مکمل ہوا میرے پاس ایک بیڈ شیٹ تھی وہ میں نے انہیں بطور تحفہ دی وہ بہت خوش ہوئیں شکریہ ادا کرنے کے بعد انہوں نے 100 پونڈز مجھے دے کر کہا یہ مجاہدین کے لیے میری طرف سے حقیر سا ہدیہ ہے۔

میں اور میرے شوہر مجاہدین سے بہت محبت کرتے ہیں اور ہم نے برطانیہ میں رہ کر بھی اس بات کو نہیں چھپایا۔

میری یہ دلی تمنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں بیٹے عطا فرمائے تو ہم ان کو جہاد وقتال کے میدان میں ضرور بھیجیں گے۔ ان شاء اللہ۔

یاسمین کی جرأت اور دلیری پر دلی مسرت ہوئی میں نے فوزیہ اور یاسمین سے اجازت لی اور نیچے آگئی نیچے ابوخبیب موجود تھے اور فوزیہ کے شوہر کے ہمراہ دیگر مہمان حجاج سے بات چیت میں مصروف تھے ہوٹل کے وسیع لاؤنج میں صوفے لگے ہوئے تھے اور شاپنگ سنٹر بھی بنا ہوا تھا۔ جو ہوٹل کے مقیم لوگوں کے لیے تھا ہم یہاں سے پیدل چلتے ہوئے بیت اللہ پہنچے اور نماز عشاء باجماعت ادا کی تو ابوخبیب کو کچھ ساتھی مل گئے۔

انہوں نے ان کو کھانے کی دعوت دی اور مدینہ ہوٹل میں کھانا کھانے لے گئے ہم اکثر کھانا اسی ہوٹل سے لیتے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد ابو ثماس بھائی کہنے لگے کل ہم آپ کو حرمین شریفین میوزیم دکھائیں گے۔

ابوخبیب نے کہا کہ ہم نے تو کل قاری شیخ یعقوب صاحب کے ساتھ جدہ جانے کا وعدہ کر لیا ہے۔ اس لیے کل مشکل ہے۔ اپنے کمرے میں آئی تو ثمرہ کی طبیعت بہت خراب تھی ثمرہ جو کہ ہماری ساتھی تھیں اس نے بتایا کہ آج سارا دن اس نے ہسپتال میں گزارا ہے میں اگرچہ بہت تھک چکی تھی آج کا پورا دن بہت مصروف گزرا تھا۔

گھر آتے آتے بھی ساتھیوں کی دعوت کی وجہ سے لیٹ ہوگئے تھے لیکن پھر ثواب کمانے کا خیال کر کے ثمرہ کی تیمارداری میں لگ گئی اس کے گلے میں شدید درد تھا گلے کو مالش کرنے کے بعد اس کا سر دبایا اسے نیند آنے لگی تو وہ کہنے لگی اللہ آپ کو اجر دے آپ نے ماؤں جیسا کام کیا ہے۔

مجھے شرم آرہی ہے، میں نے کہا تکلف نہیں کرتے یہ پردیس ہے پھر حج کا مبارک سفر ہے اللہ آپ کو شفا دے اور عبادت کا مقدس اور قیمتی وقت ضائع نہ ہو جائے اس نے کہا مجھے بہت سکون محسوس ہو رہا ہے۔ نیند بھی آرہی ہے۔

آپ بھی سو جائیں میں ابھی سونے کے لیے جا ہی رہی تھی کہ باہر برآمدے میں کچھ آوازیں اور نقل وحرکت محسوس ہونے لگی۔ میں نے کمرے سے باہر جھانکا تو دیکھا کہ ہوٹل کا ملازم راہداری میں رکھا ہوا واٹر کولر بھر رہا تھا ہر کمرے کے سامنے یہ واٹر کولر رکھے ہوئے تھے اور ان میں یہ پانی پینے کے لیے بھرا جاتا تھا لیکن یہ کولر ہمیشہ خالی دیکھے گئے میں نے کبھی ان میں پانی نہیں دیکھا جونہی پانی بھرنے والا فارغ ہو کر چلا تو لوگوں کا ایک ہجوم بالٹیاں بھرنے کے لیے ٹوٹ پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ ٹینکیاں خالی ہوگئیں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا میں سوچا کرتی تھی لوگ تو سارا سارا دن اور بعض راتیں بھی بیت اللہ میں گذارتے ہیں کھانا ہوٹلوں میں کھاتے ہیں تو اتنا پانی کون پی جاتا ہے اب میرے سامنے بالٹیوں میں سفید کپڑا ڈبو ڈبو کر نچوڑ رہے تھے ہر بندہ سفید چادریں دھو رہا تھا تھوڑا سا دماغ پر زور ڈالا تو بات سمجھ میں آئی کہ لوگ آب زم زم میں کفن ڈبو رہے ہیں پینے کا یہ مقدس پانی بے مقصد استعمال ہو رہا تھا اور روزانہ ہی رات کو یہی ہوتا تھا رات کو پانی بھرا جاتا اور صبح تک ختم ہو جاتا تھا مجھے یاد آیا بچپن میں ہمارے گھروں میں حج سے واپسی پر بزرگ عورتیں مرد اپنے کفن آب زم زم میں ڈبو کر لاتے اور برسوں بکسوں میں رکھے رہتے یہ ایک خلاف سنت اور من گھڑت رواج ہے جو لوگوں نے اس طرح دین کا حصہ بنا لیا ہے۔

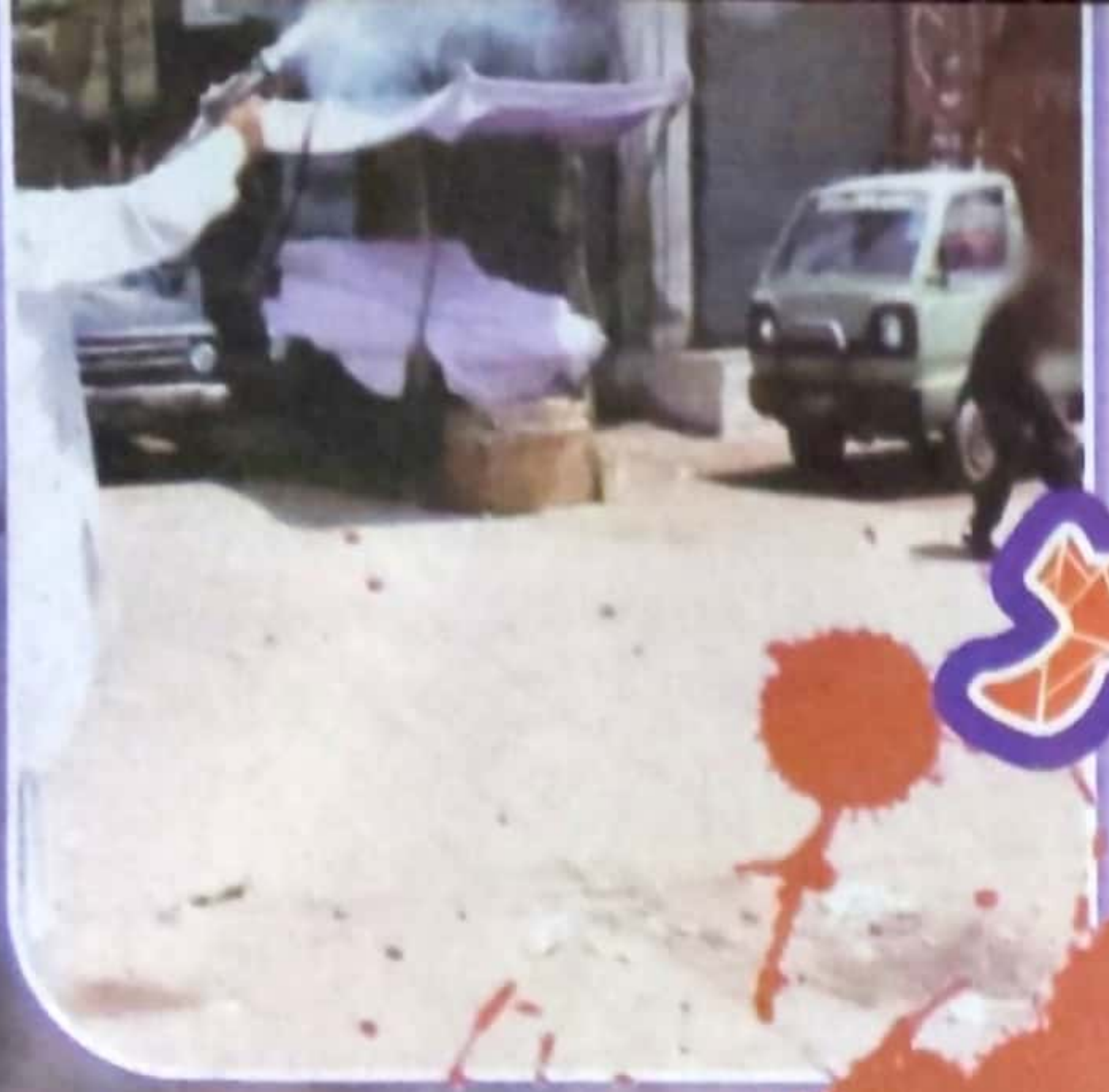

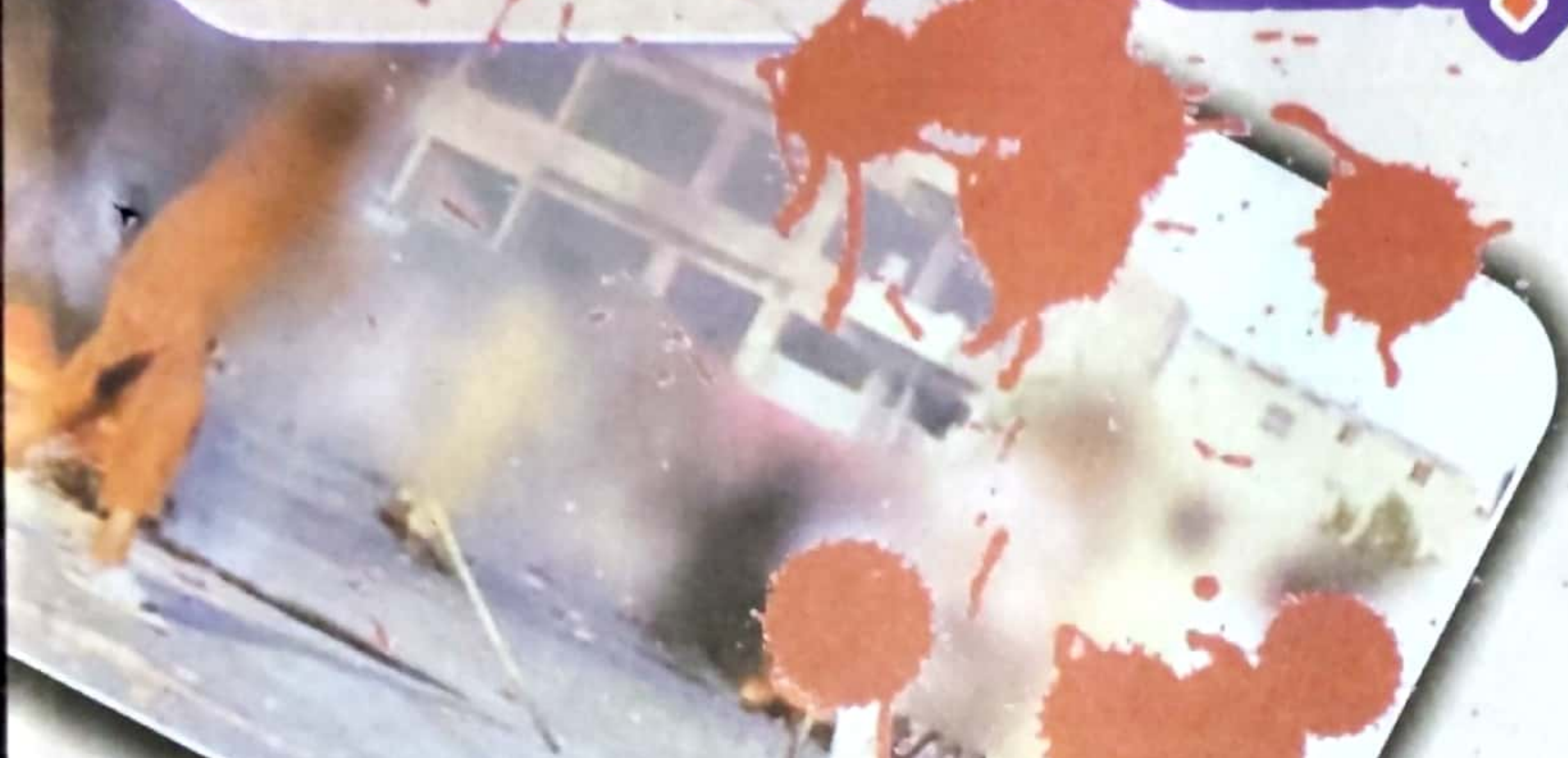

اے میرے شہر رسن بستہ

مجھے اپنے شہر کا نوحہ کہنے دو
میں انسانیت کی جوان موت پہ آبدیدہ ہوں
مجھے کہنے دو کہ اے ظلم کا اناج کھانے والے
انسان نما درندو!
اپنا سینہ چیر کے دیکھو!
کیا تمہیں نہیں لگتا ہے کہ فرعونیت تمہارے سینوں میں پتھرا چکی ہے!
تمہاری بے رنگ آنکھوں میں اتنی نفرتیں کس لیے ہیں؟
کیا تمہارے آنسو آدمیت کا سارا نمک چاٹ گئے؟
اوران بنجر پتلیوں میں کینے کا لہو جم چکا ہے
تم نے جن انگلیوں سے ہمیشہ منافرت کا رزق کھایا ہے
اور ہاتھوں سے دلوں میں بغض کی فصلیں اگائی ہیں
جانتے ہو کہ اک روز یہ سب تمہاری کدورتوں کے مخالف ہوں گے
اور حشر کی عدالت میں تمہی پر انگلی اٹھائیں گے
لیکن تم سب کچھ جان کر بھی انجان بنے رہتے ہو
تمہاری آگہی کے در تو ازل سے وا ہیں
مگر تم شعور کو بہلانے کے لیے الٹی چال چلتے ہو
یہ چالیں بدلنے کا فیصلہ تمہارا ذاتی ہے
پر یاد رکھنا کہ تقدیر کی بساط پر ہرانے کی کوشش
اور جیتنے کی خواہش تمہاری ذاتی ہو بھی تو
تمہیں شکست ہی ہوگی
کہ موت فاتح ہے ازل سے

زیست کی بساط چند سالوں پر محیط ہے۔ دورانیہ مختصر ہو یا طویل بالآخر شکست فاش ہے...... اور اس کھیل کے دوران انسان ایسے ایسے تماشے برپا کرتا ہے کہ خود اس کی تاثیر و تخلیق ندامت سے چور ہو جاتی ہے۔ قتل و غارت کا یہ تماشا ازل سے جاری ہے اور جانے کب تک جاری رہے گا۔

روشنیوں کے شہر کراچی میں منافرت اور عصبیت کی تیز آندھیاں امن و آتشی کے چراغ کبھی کے گل کر چکی ہیں۔ تیرگی اس قدر ہے کہ چہروں کی پہچان بھی دھند لا چکی ہے اور انسانیت تو خواب گم گشتہ ہوئی۔ حالیہ دہشت گردی کے واقعات میں کتنے گھروں کے چراغ بجھے۔ یہ گنتی چھوڑیئے...... مزید کتنوں کو لبیک کہنا ہے اس پر سوچا جا سکتا ہے۔ کفن کی اتنی مانگ کہ اس کاروبار میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔ کسی زمانے میں مرنا مشکل لگتا ہوگا، اب تو اس قدر سہل ہے کہ راہ گیر سڑکوں سے بوری بند لاشیں اٹھاتے ہیں اور حیران و پریشان ہوئے بغیر سرد خانوں میں رکھوا دیتے ہیں۔ فرشتہ اجل کے علاوہ کسی کو پہچان بھی نہیں ہو پاتی کہ مرنے والا کون تھا؟

جو بھی تھا...... آخر انسان تھا......

ایسے لطیفوں پر ہنسی آتی ہے لیکن تعجب ہے کہ ہنستے ہنستے آنکھیں برسنے لگتی ہیں اور آنکھوں کو تو عادت ہو چکی ہے وقت بے وقت رونے کی...... پہلے پہل قلم دہائیاں دیتا رہا کہ بے حسی کا لبادہ اتار دو...... ظلم کے ہاتھ لمبے ہو گئے تو قانون بے بس ہو جائے گا لیکن پتھروں کی بستی میں سماعتیں بے بہرہ تھیں...... آہ و زاری، چیخ و پکار، دلسوز فغاں...... سب تاثیر سے عاری......

عجب کھیل تماشا ہے جو شد و مد سے جاری ہے......
پاکستان کے ایک حصے میں لسانی تعصبات اس قدر شدت پکڑ چکے ہیں کہ ان کے سامنے قانون نافذ کرنے والے سب ادارے بے بس نظر آ رہے ہیں۔ سب کر کے دیکھ لیا...... مگر بے سود...... بے سود تو ہوگا ہی جب چند کالی بھیڑیں سفید لبادہ

احوال وطن

سدرہ سحر عمران

پہن کر منصفوں کی قطار میں کھڑی ہوں گی تو انصاف کیسے چل سکے گا......؟؟

ادھر دھکم پیل ہاہا کار مچی ہے...... مرنے والوں کا درد ہے نا مارنے والوں سے بے خبری...... لیکن خود ساختہ لاتعلقی ہے...... بڑی دیدہ دلیری سے قاتل مقتول کے لواحقین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑے ہیں...... فیصلہ کس طور ہوگا......؟ ہو ہی نہیں سکتا...... نہ حلیفوں کی نیتیں صاف ہیں نہ فریقوں کی...... قتل و غارت، بربریت اور بہیمانہ تشدد اور جور و ستم...... اب تو الفاظ بھی کم پڑ گئے ہیں بات کی حقیقت بیان کرنے کے لیے...... اب تو تحریر

> **روشنیوں کے شہر کراچی میں منافرت اور عصبیت کی تیز آندھیاں امن و آتشی کے چراغ کبھی کے گل کر چکی ہیں۔ تیرگی اس قدر ہے کہ چہروں کی پہچان بھی دھندلا چکی ہے اور انسانیت تو خواب گم گشتہ ہوئی۔**

میں اثر ہے نہ تقریر میں......

اخبار کی سرخیاں سیاہیوں میں بدل رہی ہیں...... خبروں کے تسلسل نے عبارت پر جمود طاری کر دیا ہے...... قتل و غارت کی سیاہی سے تعفن اٹھنے لگا ہے...... لیکن خبر صرف خبر ہے...... اس کا حاصل وصول کچھ نہیں...... کسی نے بات کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کی تو اسے ڈرا دھمکا کر گھر بھیج دیا گیا...... باہر ہر شے داؤ پر لگی ہے...... یااللہ...... یہ سب کیا ہے......؟

یہ کیا ہو رہا ہے......؟؟

سوال در سوال...... حیرت در حیرت اور جواب میں خاموشی...... موت کا گہرا سکوت...... بے بسی کی بے چاپ آہٹیں...... اور آئینوں میں جو کچھ منعکس ہو رہا ہے......؟ لگتا جا رہا ہے۔ پہلے یہ مخلوق بہری تھی اب اندھی ہونے لگی ہے...... سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی کچھ نہیں دیکھا...... سماعتیں تو مفلوج تھیں ہی...... بینائی بھی پتھرا گئی ہے یا پتھرا دی گئی ہے...... وحشیانہ سیاست کی اوٹ میں جنگل کا قانون چلا رہے ہیں یہ انسان نما درندے...... جو ایک دوسرے کو چیر پھاڑنے کے چکر میں ہیں...... بظاہر اشکبار ہو کر عوام کا غم غلط کرنے کی کوششیں جاری ہیں لیکن یہ کیسے محافظ ہیں جو صرف اپنے گھروں کی حفاظت پر مامور ہیں؟ جس کی گردن میں شکنجا آتا ہے اس پہ فٹ کروایا جاتا ہے...... اور پتلی گردن تو بے بس عوام کی ہے...... اور اب تو عوام سے بھی ہمدردی نہیں رہی...... یہ لوگ جانتے بوجھتے مر رہے ہیں...... موت کا کھیل کھیل رہے ہیں۔

اپنی اپنی پہچان کی سرحد کی حفاظت کے لیے یہ اپنے رہنماؤں کے نعرے لگاتے ہیں...... نہ اسلام نہ پاکستان...... نہ ان کی اپنی کوئی ایسی شناخت ہے جو ان کا فخر بن سکے...... کیا دنیا میں کہیں اور سندھی، مہاجر، پٹھان، بلوچی، پنجابی نہیں بستے؟ تو کراچی والوں کے دل میں ہی غبار کیوں اٹھتا ہے؟

یہ لوگ کیوں اجارہ داری چاہتے ہیں اس خطے پر......

کس بات کی قربانیاں دے رہے ہیں یہ شقی القلب لوگ......؟ کسی کے بدن ٹکڑے کرتے ہوئے ان کے ہاتھ نہیں کانپتے...... ان کا دل نہیں پھٹتا...... کسی کو آگ میں جھلساتے ہوئے یہ لمحہ بھر کو نہیں ترس کھاتے اس پر...... بے گناہوں کو بسوں سے، ویگنوں سے اتار کر، تیز دھار آلوں سے ذبح کر کے بوری میں بند کرنے والے ''انسان'' ہی ہیں یا جنگلوں سے درندے شہر کو آ نکلے ہیں...... اتنا لہو پی کر بھی ان کی پیاسیں نہیں بجھ رہیں اور لاشوں کے انبار لگتے جا رہے ہیں۔ لوگ گھر سے یہ سوچ کر نکلتے ہیں کہ جانے واپسی نصیب ہوگی یا نہیں...... اور نصیب پر تکیہ کرنے والے ہی مارے جا رہے ہیں...... جو اپنی اپنی مسندوں پر خدا بن کے بیٹھے ہیں ان کے تو شملے بھی سلامت ہیں...... ہاتھ، پاؤں اور جسم بھی...... وفاداری

> **اس بربریت کے طوفان کو روکنے کے لیے سب کو ہاتھ سے ہتھیار گرا کر امن و آتشی کا علم تھام کر آگے بڑھنا ہوگا...... ورنہ وہ دن بھی دور نہیں کہ ہم ہی قاتل ہوں گے...... ہم ہی مقتول۔**

کے نام پہ جن سے قتل و بربریت کا تاوان وصولا جا رہا ہے، وہ خوش ہیں کہ وہ ''ایثار'' کا حق ادا کر رہے ہیں مگر یہ کیسے الفاظ ہیں جو اپنے ہی وجود کو کھوکھلا کر رہے ہیں...... اپنی ہی جڑوں کو کاٹ رہے ہیں...... ان کی لغت میں عدو کی تعریف کیوں کر بدل گئی ہے؟

قرآن کہتا ہے:

''ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے'' اور یہ جانے کتنی بار انسانیت کے لہو سے ہاتھ رنگ چکے ہیں۔ اس پر بھی کوئی شرمندگی، کوئی ندامت نہیں...... گردنوں میں سلاخیں ہیں اور آنکھیں گریبان میں جھانکنا ہی بھول چکی ہیں...... یہ شر پسند عناصر...... یہ انتشار پھیلانے والے...... امن و آتشی کے دشمن...... یہ آخر کون لوگ ہیں......؟ ان کی کوئی تو شناخت ہو گی......؟ کوئی تو حوالہ...... یا یہ عذاب بن کر آسمان سے اتر آئے ہیں...... انہی گناہوں کا عذاب جسے بے حسی کہتے ہیں...... جو ہم نے صدیوں سے اوڑھ رکھی تھی...... اپنے آشیانوں کی سلامتی چاہنے والے ہم جیسے خود غرض لوگ...... آخر کب تک شرپسندی کے شراروں سے دامن بچا پاتے......

یہ حقیقت تو روز اول سے عیاں تھی کہ ایک دن ان مظلومین کی فہرست میں ہم سب شامل ہوں گے...... مگر ہم نے نہ پہلے کبھی دھیان دیا تھا نہ اب کبھی دیں گے...... چہ جائیکہ ہمارے ہی گھروں سے دھواں نہ اٹھنے لگے...... پھر جو ان میتوں پر زار و قطار رونے والے اپنے اعمال نامے سے ہراساں نظر آتے ہیں...... جو ان کے حصوں میں گناہ پہ گناہ رقم کر چکا ہوتا ہے پھر یہ حیرت سے سوال کرتے ہیں...... ہمیں کس گناہ کی سزا دی گئی...... کس جرم کی پاداش میں یہ اذیتیں ملیں، تب خیال آتا ہے کون گنہگار ہے؟ کسے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے؟ کس کا گریبان تھام کر انسانیت سوز مظالم کا حساب لیا جائے؟ اس کی خبر کیسے ہو؟ یہ کیسی آندھی ہے جس نے آنکھوں میں دھول جھونک رکھی ہے اور کمین گاہوں سے بدستور تیر اندازی کا کھیل جاری ہے...... جو بھی نشانے پہ آیا اس کی روح تن سے جدا...... باقاعدہ پلاننگ سے اہداف مقرر کیے جا رہے ہیں...... اس سب کا مقصد کیا ہے؟ یہ زمین کی جنگ ہے یا نفرت کی...... کوئی تو وضاحت کرے...... کوئی تو مطمع نظر سامنے لائے تاکہ درندگی کا جواز پیدا ہو...... یہ لوگ ایک ہی بار کھل کر بتا کیوں نہیں دیتے کہ یہ کیا چاہتے ہیں...... کیوں ان کے لبوں سے خون لگ چکا ہے...... یہ جنگ اپنی نہیں ہے...... اس بربریت کے طوفان کو روکنے کے لیے سب کو ہاتھ سے ہتھیار گرا کر امن و آتشی کا علم تھام کر آگے بڑھنا ہوگا...... ورنہ وہ دن بھی دور نہیں کہ ہم ہی قاتل ہوں گے...... ہم ہی مقتول۔

لباس کی آڑ میں مغربی سازش

لمحۂ فکریہ
حافظ سلمیٰ احمد

ٹیکسلا انجینئرنگ یونیورسٹی (UET) کی بس جو یونیورسٹی سے اسلام آباد تک جاتی ہے اس میں سوار ہوتے ہوئے ہماری نگاہ کچھ سٹوڈنٹس کی ٹی شرٹس پر پڑی...... ان پر مختلف الفاظ لکھے گئے تھے اور کچھ شرٹس پر عجیب قسم کی تصویریں بنی ہوئیں تھیں۔

ان الفاظ کو دیکھتے ہوئے ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ کل تک جو چیزیں معاشرے میں عیب سمجھی جاتی تھیں وہ آج ہمارے لیے خوبصورتی اور ماڈرن ہونے کا تمغہ بن گئی ہیں، اور جو چیزیں پہلے حسن وخوبی سمجھی جاتی تھیں آج عیب سمجھی جانے لگی ہیں۔

چند سال قبل کسی شخص کی قمیص پر کوئی معمولی نشان، داغ یا دھبہ عیب سمجھا جاتا اور اس شخص کے لیے ندامت وشرمندگی کا باعث بنتا لیکن اب صورتحال یہ ہے کہ کپڑوں پر انگریزی، ہندی لاطینی اور اردو زبان میں الٹی سیدھی، عجیب وغریب اور مضحکہ خیز تحریریں لکھی ہوتی ہیں یا مختلف ہیرو، جانوروں کی تصویریں بنی ہوتی ہیں اور ہماری جدیدیت، ترقی پسند اور روشن خیالی کے بتوں کو پوجنے والی قوم ایسے لباسوں کو خرید کر نہ صرف پہنتی ہے بلکہ مقام افسوس تو یہ ہے کہ پہننے والے خود کو غیر اقوام کا جانشین سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ ہماری اور ان کی تہذیب دو متضاد چیزیں ہیں اور شاعر مشرق نے بھی اسی بات کی ترجمانی اس شعر میں کی ہے۔

؎ قیاس اپنی ملت پر اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی ﷺ

قارئین کرام! کچھ الفاظ اور ان کے مطالب پر غور فرمایئے اور اندازہ لگایئے کہ ایسے لباس امت مسلمہ کے لیے کتنا بڑا فتنہ ہیں۔

کچھ عبرانی الفاظ:

بوکیمون: میں یہودی ہوں، ہکاتشو: یہودی ہو۔
تشارمندر: اللہ کمزور ہے، جرولیت: اللہ بخیل ہے۔
(نعوذ باللہ)

اب کچھ انگریزی الفاظ جو شرٹس پہ لکھے ہوتے ہیں۔
صیہونی: Zian
دیوتا کا نام: Nike
دیوتا کا نام: Zeos
آوارہ: Play boy
طوائف: Prastitute

ایسے ہی اور ان جیسے دیگر بیہودہ، فحش یا مشرکانہ الفاظ کپڑوں پر تحریر ہوتے ہیں اور بعض کپڑوں پر انتہائی ظالم اور سفاک عیسائی جرنیلوں یا حکمرانوں کے نام لکھے ہوتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں پر بے پناہ ظلم کیا اور ہم انہیں اپنے سینے سے لگائے پھرتے ہیں۔

کبھی آپ نے غور کیا یہ Rojer کون تھا؟؟ جس کا نام اکثر شرٹس پر لکھا جاتا ہے۔ مسلمانوں نے سسلی پر 264 برس بڑے عدل وانصاف اور مثالی حسن سلوک کے ساتھ حکومت کی لیکن مسلمانوں کے زوال کے بعد 1052ء میں راجر اول اقتدار میں آیا تو اس نے نہ صرف مسلمانوں کی جائیدادیں چھین لیں بلکہ مسلمانوں کے گھروں کو جلا ڈالا۔ مساجد بند کروادیں اور رسول ﷺ کو ہر محفل میں گالیاں دینے کا حکم دیا۔ (نعوذ باللہ)

محترم قارئین! نوجوان نسل کسی بھی قوم کی ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہوتی ہے ریڑھ کی ہڈی کی ایستادگی اور لچک جسم کو کارآمد اور باعمل بناتی ہے۔ اسی طرح نوجوانوں کی درست سوچ، اپنے دوست اور دشمن کی پہچان، اپنے لباس اور تشخص کا احساس اور جہد مسلسل کسی قوم کو مضبوط اور طاقت ور بناتی ہے اور ذہنی غلامی کی بجائے آزاد اسلامی سوچ رکھنے والا حکمران ہی اس ملک کو مزید تباہی سے بچا سکتا ہے آپ بھی میرے ساتھ ایسے حکمران کو اقتدار سنبھالنے کی دعا پر آمین کہیں...... دل اہل پاکستان کی سوچ کردار، لباس کو دیکھ کر خون کے آنسو روتا ہے اور دل میں درد کی اتھاہ گہرائیوں سے یہ صدا گونجتی رہتی ہے۔

؏ کیا اس لیے تقدیر نے چنوائے تھے تنکے
بن جائے نشیمن تو کوئی آگ لگادے

اللہ احکم الحاکمین سے دعا ہے کہ ہمیں اسلامی شعار کے مطابق زندگی گزارنے، اپنے ظاہری لباس اور باطن کو محمد مصطفیٰ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کے مطابق ڈھالنے کی توفیق دے کیونکہ ہمارا رب رحمان ہی تو مستجاب الدعوات ہے۔ آمین

اے اہل اسلام!
اے غیور مسلمان نوجوانو!
لمحہ بھر کے لیے سوچیے؟؟
اگر ہم ''طارق بن زیاد'' صلاح الدین ایوبی' اور محمد بن قاسم' کے نام کپڑوں پر لکھ کر یورپ بھیجیں تو کتنے غیر مسلم ہوں گے جو انہیں خرید کر پہنیں گے؟؟؟

سینے میں زندگی مچلتی ہو اور وجود پہ موت طاری ہو......

زندگی عزیز بھی ہو اور مر جانے کی خواہش بھی دامن دل سے جدا نہ ہوتی ہو......

آغاز کے دکھ ابھی رلا رہے ہوں کہ انجام کے درد جسم کی بچی کچی توانائیاں چھیننے سامنے آ کھڑے ہوں......

پاؤں میں سفر کی زنجیر ہو مگر ہمسفر کوئی نہ ہو تو یہ کیفیت کیسی جانگسل ہوتی ہے......

یوں جیسے پیاس کے صحرا میں بھٹکنے والے کو کسی چشمے کا سراغ نہ ملے تو بے بسی کے نوکیلے تیر بس اک پل میں اس کا بدن چھید ڈالیں......

سماعتوں سے گزار کر صحیفۂ دل پہ رقم کر رہے ہیں جو کائنات کے سب سے زیادہ خوش جمال اور خوش بیان انسان کی زبان مطہرہ سے ادا ہو رہے ہیں۔

فرمایا......لوگو! سن لو!!

تمہارا خون، اور مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے۔ جس طرح اس آج کے دن اس مہینے اور شہر کی حرمت ہے۔

سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی جاہلیت کے تمام خون بھی ختم کر دیئے گئے اور سود بھی،

پہلا خون ربیعہ بن حارثؓ کے بیٹے کا اور سود عباسؓ بن عبدالمطلب کا......میں سب سے پہلے اسے ختم کرتا ہوں۔

لوگو یاد رکھو!

کسی عربی کو عجمی پر کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب۔

فرمایا کیا میں نے پہنچا دیا؟

حاضرین نے با آواز بلند گواہی دی تب آپ ﷺ نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور تین مرتبہ کہا۔

''اے اللہ گواہ رہنا''

یہ خطبہ احترام آدمیت اور شرف انسانیت کا فخر ہے۔

یہی وہ پیغام ہے جس نے عصبیت، جہالت اور عداوت کی جڑیں کاٹ دیں۔ انصاف اور مساوات کا بول بالا کیا۔

یہ زندہ و پائندہ پیام تمام نوع انسانی کی بھلائی کا فارمولہ ہے۔

اسی سبب کائنات ارضی کے رہنے والوں کو روشن صبحیں اور درخشاں شامیں دیکھنے کو ملیں......

فتوحات ہونے لگیں......بشارتیں پوری ہوئیں۔

دیکھو! یہ میرے پھول ہیں.......
دیکھو! یہ میرے زخم ہیں.......

کچھ یہی کیفیت مجھ پہ وارد ہے......

ٹکڑوں میں بٹے اور زخموں سے اٹے جسد واحد (امت) کے درد کی دھوپ میرے سر پہ برستی ہے تو مجھے لگتا ہے میرا بدن صحرا صحرا بن چکا ہے۔

اور تب میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی وادیٔ گل پوش کے دامن میں بیٹھ کر اس منظر کو الفاظ کی ردا پہناؤں جو ۹ ذوالحجہ ۱۰ ہجری کے ابھرتے ہوئے سورج کے آنچل پہ طلوع ہوا تھا۔

اور جس کی ضیا پاش کرنوں نے خس و خاشاک سے لے کر خیمۂ افلاک تک کو اجال دیا تھا۔

جس نے تہذیب انسانی کو اوج کمال دیا تھا

وہ پیام پھر دہراؤں......

جس نے روح صداقت کو زندگی بخشی۔

اخلاق و کردار کو بلندی عطا کی۔

وہ پیام......شعور انسانیت اور قرینۂ حیات ہے۔

انسانیت کا یہ شعور قیامت تک آنے والے تمام انسانوں اور لمحوں پر محیط ہے......حقوق انسانی کا محافظ ہے۔

چشم تصور وا کیجئے اور دیکھئے!

امت کا والی اونٹنی پر سوار میدان عرفات میں ہے۔ ایک لاکھ چالیس ہزار بندگان باصفا پورے انہماک سے وہ الفاظ

میں آخری نبی ﷺ ہوں اور تم آخری امت بس اپنے رب کی عبادت کرنا، اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

فرمایا! عورتوں کے بارے اللہ سے ڈرو

میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

اور وہ اللہ کی کتاب ہے۔

لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی......تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔ جاہلیت کی تمام رسمیں آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ تم میں اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

سراقہ بن مالکؓ نے کسریٰ کے کنگن پہنے۔

ان نفوسِ قدسیہ نے......

فقر میں بادشاہی کی......شاہوں کو شکست دی۔

اور آج......

رب محمد ﷺ کی قسم! دل میں درد کے جوار بھاٹے اُٹھتے ہیں......زخم سلگنے لگتے ہیں اور معلوم نہیں کہاں کہاں سے رسنے لگتے ہیں۔

اس اُمت کا حال دیکھ کر......

جس کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا تھا مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں......مگر وہ جسم تقسیم ہو چکا ہے......

اب ہر عضو دوسرے سے جدا ہے جیسے تین سو ساٹھ جوڑ الگ الگ کر دیئے جائیں۔

کوئی دیکھے تو سہی ایک ہی جسم کے ان ٹکڑوں

کو...... کوئی ان کی تکلیف محسوس تو کرے۔

فلوجہ کی مائیں ...... قانا کے شہید ...... یمن کا عدنی، عثمان الحجازی، ابراہیم مالدہی اور سینکڑوں جرم بے گناہی کاٹنے والے مسلمان جو ڈیلٹا اور ایکوکیمپ ...... لیما اور رومیو بلاک میں بہیمانہ و وحشیانہ تشدد سے گذارے گئے۔

آس کا کوئی جگنو تو اب شاید انھیں کوئی راہ دکھاتا ہوگا مگر لحہ لحہ کم ہوتی عمر کی نقدی انھیں کون لوٹائے گا؟؟

اور
وہ معصوم بچے جو
امریکی قہر کا نشانہ بنے
توان کے ماں باپ نے
انھیں اپنے باغیچوں میں دفن کردیا۔

مجھے آنسوؤں میں ڈوبی ارغوانی اور شہابی آنکھیں یاد آتی ہیں...... زیتونی ڈھلوانوں پہ بکھرا لہو میرے حاشیۂ خیال میں جم کر رہ جاتا ہے...... اجتماعی گمنام قبریں جیسے ہوش وحواس سے بیگانہ کردیتی ہیں۔

دختر کشمیر آسیہ اندرابی شدید بیمار ہے اس میں چلنے کی سکت بھی نہیں...... تابندہ غنی، صوفیہ اور رقیہ...... کیا ہے ان سب کا جرم؟؟؟

شوپیاں کی سہیلہ، نگہت اور زمردہ...... کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کریں؟؟؟

عبیر قاسم حمزہ...... محمد یہ قصبہ میں اپنے والدین کے ساتھ رہتی تھی ایک شام چار امریکی ان کے گھر آئے اس کی چھ سالہ بہن سمیت سب کے سروں میں گولیاں اتاریں اور چودہ سالہ عبیر قاسم کی اجتماعی آبروریزی کر کے اسے بھی قتل کردیا۔

دیکھنے والوں نے بتایا کہ اس کی لاش مکمل برہنہ تھی اس کی بائیں آنکھ کے نیچے گولی کا نشان تھا اس کے جسم کا سینے سے اوپر والا حصہ جلا ہوا تھا۔

فلسطینی قیدی ہلال عباس کی ماں اس سے ملنے جاتی ہے تو اسرائیلی فوجی اس کی انگلیوں کو دروازے کے نیچے
اس وقت تک دبائے رکھتے ہیں جب
تک کہ وہ کٹ نہیں
جاتیں۔

اور وہ باپردہ
قیدی عورت جس کے گرد
اسرائیلی فوجی رقص کرتے ہیں۔

نورالدین صفحان مقبوضہ بیت المقدس یونیورسٹی کا طالب علم تھا۔ معلوم نہیں اس نے خواہشوں کی ہری شاخ سے کوئی پھول ابھی چنا بھی تھا یا نہیں...... مستقبل کے چوکھٹے میں سجے رنگوں کو دیکھ کر خوش ہو سکا تھا یا نہیں...... اور اس کے خواب جانے تعبیر کے کس مرحلے میں تھے کہ اسے موت کی آغوش سونپ دی گئی۔

عافیہ صدیقی کی قید تنہائی اور شکوہ کناں چپ جیسے ہر دکھ پہ بھاری ہے۔

سوچ میں ہوں......

دریدہ دامنوں اور تار تار آنچلوں والے امت کے نازک آبگینے بے رحم موسموں کا جبس کیسے کاٹتے ہوں گے......؟

لہولہان پاؤں کے ساتھ خار مغیلاں پہ چلنے والے ایک کے بعد دوسرا قدم کس کرب سے اٹھاتے ہوں گے......؟؟؟

کہ خواب، خواہش اور پھول مٹی میں مل جائیں تو جینے کی آرزو بھی دم توڑ دیتی ہے پھر زندگی اور موت کے درمیان بس سانسوں کا تعلق رہ جاتا ہے۔

تب یوں لگتا ہے ناں جیسے انسان اپنی زندگی میں ہی مر جاتا ہے مگر وہ اس موت کو تسلیم نہیں کرتا وہ جسم کی موت کو ہی موت سمجھتا ہے۔

اے امۂ مسلم!
آؤ! میدان عرفات کی طرف چلیں
جینے کا کوئی سامان کریں
زبان حال سے اللھم لبیک پکاریں
وہ آواز سنیں......
بیحد دھیان
اور احترام کے ساتھ
آبشاروں جیسی آواز
شہد آگیں لہجہ
اور الہامی الفاظ......
میں آخری نبی ﷺ ہوں
اور تم آخری امت
تمہارا رب ایک ہے...... تمہارا باپ بھی
تمہارا خون، تمہارا مال، ایک دوسرے پر
حرام ہے۔
الیوم اکملت لکم دینکم
امہ مسلم...... آؤ!
تجدید وفا کریں
جسدِ واحد بن جائیں
اور......
آج کے فرعون کو بتادیں کہ
ع دھواں تو ایک سا اٹھتا ہے ہر عمارت سے
وہ جل رہی سوڈان یا عراق میں ہو
بدن کے آگ میں جلنے کی بو تو یکساں ہے
تڑپ رہا یہ بدن جس طرح کی خاک میں ہو
لہو تو ایک سا بہتا ہے سارے جسموں میں
بہے اگرچہ سر راہ وادیٔ کشمیر
کلیجہ ایک سا ہوتا ہے ساری ماؤں کا
وہ کٹ رہا ہو اگرچہ کنار وادیٔ نیل
ہو سرزمین فلسطین، یا خاک بوسنیا
ہر اک وجود جو زندہ ہے سانس لیتا ہے
کسی کی سانس ہو ملبے میں گھٹ ہی جاتی ہے
مگر یہ تم کو بھی معلوم ہو گیا ہوگا
کوئی بساط ہو آخر الٹ ہی جاتی ہے
ہو جس قدر بھی توانا نہیں خدا کوئی
قسم خدا کی، خدا کے سوا نہیں کوئی

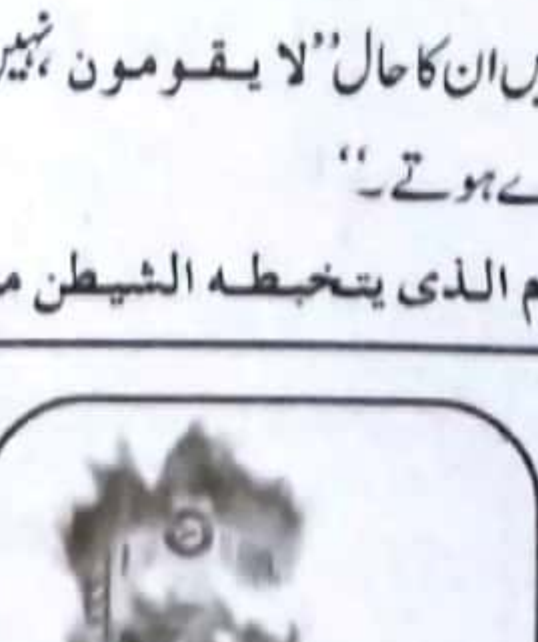

حرّم الرّبٰوا

ام خورشید

1۔سود کی تعریف:

سود یا الرّبٰوا، اضافہ جو کسی واجب الرقم پر ادا کیا جائے (اصل رقم کے علاوہ ادا کیا جائے) اور اس اضافے کے مقابلے میں کوئی محنت و مشقت، ساز و سامان بھی نہ لگایا ہو، مال کے ڈوبنے، نقصان کا کوئی خطرہ موجود نہ ہو اس کا معاوضہ نہ ہو، بس روپے پر روپے آجائیں، مال کے ساتھ بغیر محنت مال آجائے۔

کرایہ پر دی ہوئی چیزیں الرّبٰوا میں نہیں آتیں کیونکہ وہ استعمال ہوتی ہیں، خراب بھی ہوتی ہیں خرابی پر جب کرایہ دار چلے جاتے ہیں پھر رقم لگا کر ٹوٹ پھوٹ ٹھیک کی جاتی ہے، چاہے مشین، گھر، دکان یا کوئی اور استعمال کی چیز ہو۔

2۔سودی آیات کی نزولی ترتیب:

سود کے بارے میں جو سب سے پہلے آیت نازل ہوئی وہ سورۃ روم کی آیت نمبر 39 ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ:

''جو رقم تم سود پر دیتے ہو تا کہ لوگوں کے اموال بڑھ جائیں تو ایسا مال اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا۔''

دوسری آیت سورۃ آل عمران آیت نمبر 130 ہے جس میں کہا گیا:

''اے ایمان والو! دگنا چگنا سود نہ کھاؤ۔''

پھر سورۃ البقرہ آیت نمبر 275 نازل ہوئی۔ (نزول کے اعتبار سے آخر میں نازل ہونے والی آیات ہیں) نبی کریم ﷺ کی وفات سے چار ماہ پہلے یہ آیت نازل ہوئی۔ ان آیات کے بعد سود ایک فوجداری جرم بن گیا۔ عرب کے سود خور قبیلوں کو آپ ﷺ نے اپنے مقرر کردہ حاکموں کے ذریعے آگاہ فرمایا کہ اگر وہ سودی لین دین سے باز نہ آئے تو ان کے خلاف جنگ کی جائے گی۔

ان آیات کے نزول کے چند ہی دنوں بعد آپ ﷺ نے حجۃ الوداع ادا فرمایا اور اس حکم کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ:

''جاہلیت کے تمام سود باطل قرار دیے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا سود یعنی عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل قرار دیتا ہوں۔''

ابتدا اپنے ہی گھر سے کی۔ بخاری شریف کی روایت ہے سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں جب سورۃ البقرہ میں سود کی آخری آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے ان آیتوں کو مسجد میں آکر سنایا۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا: ''ربا ان آیات سے ہے جو آخری زمانہ میں نازل ہوئیں اور رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوگئی پیشتر اس کے اس سود کے تمام احکام ہم پر واضح فرماتے لہٰذا تم سود کو بھی چھوڑ دو اور اس چیز کو بھی جس میں سود کا شک تک ہو۔''

3۔سود کے حرام کی بنیادی وجہ:

سود کے حرام کی بنیادی وجہ یہ کہ اسلامی معاشرے میں بھائی چارے کی فضا پیدا ہو، مسلمان کو مسلمان کا خیر خواہ قرار دینا چاہتا ہے کیونکہ سود سے بدترین اخلاق جیسے خودغرضی، مفاد پرستی، بخیلی اور سنگ دلی پیدا ہوتی ہے۔

اس کے برعکس صدقات کی طرف توجہ دلائی گئی۔ خوب خوب شوق دلایا گیا اور اس کا اجر بتایا گیا اس کے بعد سود کو حرام قرار دیا گیا۔

4۔سود خور کی شخصیت:

فرمایا جو سود کھاتے ہیں ان کا حال ''لا یقومون، نہیں کھڑے ہوں گے، نہیں کھڑے ہوتے۔''

'' الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس.'' (البقرہ)

'' مگر ایسے کسی شخص کو جن نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو۔'' شیطان مراد جن جیسے آسیب زدہ شخص جس کے اوپر جن کا سایہ ہو۔ جن نے چھوا ہو اور اس کی اپنی عقل کام نہ کر رہی ہو، غیر ضروری اور بہکی بہکی باتیں کرتا ہو گویا ایک پاگل شخص نظر آئے۔ جن کے سایہ سے کوئی شخص ایسی ہی باتیں کرتا ہے جو نارمل نظر نہیں آتا۔ سود خور بھی بھاؤلے انسان کی طرح ہے اس کو کسی کے دکھ اور تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔

5: سود خور کی مثال۔

جس طرح پاگل شخص اپنی دنیا میں مست ہوتا ہے اردگرد کے ماحول میں کچھ بھی ہو رہا ہو اسے کسی کی پرواہ نہیں ہوتی۔ کسی کے غم، کسی کی پریشانی کی اسے ذرا فکر نہیں ہوتی وہ اپنی دنیا میں اپنی ہی سوچوں میں اپنے ہی جمع تفریق میں مست ہے۔ اس کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ کوئی مر گیا، کسی کو فاقے لگ رہے ہیں، کسی کو کاروبار میں نقصان ہو رہا ہے، اسے صرف اور صرف یہ سوچیں ہیں جو میں نے قرضہ دیا ہوا ہے جتنا دیا ہوا ہے اس سے زائد کتنا ملے گا کب ملے گا؟ دنیا میں ان کا یہ ہے یہ مثال باؤلے کی اس لیے دی کہ کوئی بھی عقل مند شخص جسے اللہ تعالیٰ نے عقل و صلاحیت دی ہو کسی کے دکھ، درد، تکلیف پہچاننے کی صلاحیت دی ہو یہی فرق انسان اور جانور میں ہے۔ جو شخص عقل استعمال نہ کرے وہ بہرہ ہے، اندھا ہے کیونکہ اسے کسی کے دکھ درد کا احساس نہیں گویا مجنوں ہے ''یتخبطہ'' خبطی ہو چکا ہو۔ جو شخص دنیا میں مال کی وجہ سے خبطی ہو پاگل پن کی حالت میں اٹھایا جائے گا۔ یہ اس لیے کہ کہتے ہیں انما البیع بے شک تجارت مثل الربٰوا سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اس کا فرق بالکل واضح ہے۔

6: سود اور تجارت میں فرق۔

تجارت اور سود میں واضح فرق ہے اور ہر عقل والا اس فرق کو محسوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"واحل اللہ البیع اللہ تعالیٰ نے حلال کر دیا تجارت کو وحرّم الرّبٰوا اور حرام کر دیا سود کو۔'' یہ دونوں ایک چیز نہیں ہے۔ آج کل ہمارے معاشرے کے بہت سے لوگوں میں یہ مغالطہ ہے کہ جس طرح آپ کاروبار میں روپیہ لگاتے ہیں اسی طرح دوسرے کسی کاروبار میں ایسے ہی روپیہ لگاتے ہیں اور جیسے آپ کو کاروبار میں نفع ملتا ہے ایسے ہی جب کوئی کاروبار (بزنس) کرتا

ہے اس میں اس کو نفع ملتا ہے ہم بھی اس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ ان کی ذہنوں میں یہی ایک چیز بیٹھی ہے جمی ہوئی ہے کہ یہاں بھی کاروبار (بزنس) ہو رہا ہے فرق کیا پڑتا ہے؟

لیکن سن لیجئے اس یہاں اور وہاں میں بڑا فرق ہے۔

یہاں جب آپ خود کاروبار کرتے ہیں اپنا مال بھی لگا رہے ہیں اپنا قیمتی وقت بھی لگا رہے ہیں اپنا دماغ، اپنی فکر، اپنی محنت بھی لگا رہے ہیں اور آپ کو ساتھ ساتھ غم و فکر بھی ہے رسک بھی ہے کہ جو مال میں لگا رہا ہوں وہ ضائع نہ ہو جائے کہیں نقصان نہ ہو جائے، جو مزدور یا کاریگر لگا رکھے ہیں ان کا خیال رکھنا آپ کی ذمہ داریوں میں سے ہے ان کا حساب کتاب رکھنا ایک بوجھ، ایک ذمہ داری، ایک فکر ہوتی ہے۔ صبح صبح اٹھ کر اللہ کا نام لے کر کاروبار میں کے لیے نکلتے ہیں کسی روز بہت زیادہ نفع یا کام کسی روز کم، کسی روز کچھ بھی نفع نہیں ہوتا۔ جب کہ سود میں سادہ طریقہ سے روپیہ اکٹھا کر کے دوسروں کے حوالے کر جاتے ہیں صبح دس بجے تک سوئے رہتے ہیں اللہ پر سے توکل ختم ہو جاتا ہے۔ کوئی غم، کوئی فکر، کوئی اندیشہ نہیں کہ روپیہ ڈوبتا ہے؟ کاروبار کیسا ہو رہا ہے؟ نہ محنت، نہ روپیہ سنبھالنے کی فکر اگر پیسے کی بجائے آپ گھر یا دکان کرایہ پر دیتے ہیں تو ان کے استعمال سے ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے۔ یہ بھی لوگوں میں مغالطہ ہے کہ آپ کو دکان یا مکان یا ہوٹل کسی کو خاص مدت تک مقرر کردہ رقم کے عوض کرایہ پر دیتے ہیں تو کیا یہ سود نہیں ہے؟ ربا میں طے شدہ شرح بھی شامل ہے اگر کوئی شخص کسی تجارت میں روپیہ دیتا ہے اور اس کو جو نفع ہوتا ہے اس میں وہ بھی شریک ہو جاتا ہے اس تجارت کی تو اجازت ہے لیکن جب آپ اس کے ساتھ یہ مقرر کرتے ہیں کہ چاہے آپ کو اس میں منافع کم ملے یا زیادہ آپ نے مجھے اتنا منافع دینا ہی ہے ہر صورت میں، تو اس کی اجازت نہیں۔ اسی بال جتنے فرق کو حرام اور حلال بتایا یہی ہمارا امتحان ہے۔ سادہ طریقہ کی تجارت میں نفع و نقصان فریقین میں شریک برابر ہوتا ہے یہ تجارت حلال ہے اور اگر دوسرے کو روپیہ سونپ دے خود ہر محنت سے بری ہو جائے صرف منافع کی شرط ہو چاہے اگلے کو نقصان ہی کیوں نہ ہو (کاروبار کرنے والے کو) یہی چیز حرام ہے، یہی فرق واضح ہے۔

7: سود کی حرمت کے متعلق حدیث نبوی۔

بخاری و مسلم کی حدیث: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سات مہلک چیزوں سے بچو۔'' صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، کسی شخص کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جہاد کے وقت میدان جنگ سے بھاگنا، پاکدامن عورت پر تہمت لگانا۔''

سود سے متعلق سات آیات ہیں چالیس احادیث ہیں۔

کسی اور امت کے علماء نے اسے حلال قرار نہیں دیا۔ سیدنا ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ربا کے 73 دروازے ہیں اور ان میں سب سے خفیف دروازہ ایسا ہے جیسے اس نے اپنی ماں سے زنا کا ارادہ کیا ہو۔''

مشکوٰۃ کی روایت ہے کہ شب معراج میں آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں کی طرح کے تھے۔ آپ ﷺ نے جبرائیل امینؑ سے پوچھا: ''یہ کن لوگوں کو ایسی سزا دی جا رہی ہے؟'' جبرائیلؑ نے بتایا: ''یہ سود خور، بیاج لینے والے ہیں اور یہ ان کے پیٹوں میں سانپ بھرے ہوئے ہیں، سانپ ان کو ڈس بھی رہے ہیں اور باہر سے بھی نظر آ رہے ہیں۔''

ابن کثیر میں آیا ہے کہ جبرائیل امینؑ اور آپ ﷺ جب سرخ نہر پر پہنچے، جس کا پانی خون کی طرح سرخ تھا دیکھا اس میں کچھ لوگ ہیں جو بڑی مشکل سے کنارے پر آتے ہیں لیکن کنارے پر فرشتہ بہت سے پتھر لیے بیٹھا ہے وہ ایک پتھر اس کے منہ پر مارتا ہے اور وہ بھاگتا ہے پھر اسی خونی پانی میں اسی طرح یہی ہوتا رہتا ہے۔ جب آپ ﷺ نے پوچھا عرض کیا گیا یہ سود خوروں کا گروہ ہے۔

مسند حاکم کی روایت ہے فرمایا چار آدمی ایسے ہیں ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے لازم کر لیا ان کو جنت میں داخل نہ کرے گا اور جنت کی نعمت نہ چکھنے دے گا اور وہ چار آدمی یہ ہیں:

1: شراب پینے والا عادی۔
2: سود کھانے والا۔
3: یتیم کا مال ناحق کھانے والا۔
4: والدین کی نافرمانی کرنے والا۔

مسند احمد کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''کسی قوم میں سود کے لین دین کا رواج ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان پر ضروریات زندگی کی گرانی کر دیتا ہے (مہنگی) اور جب رشوت کسی قوم میں عام ہو جائے تو دشمنوں کا رعب اور غلبہ ان پر آ جاتا ہے۔''

طبرانی کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان گناہوں سے بچو جو معاف نہیں کیے جائیں گے:

1: مال غنیمت کی چوری۔
2: سود کھانا۔

مسند احمد کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''سود کا ایک روپیہ کھانا 36 زنا کرنے کے برابر ہے۔'' یعنی زنا سے بھی بدترین درجے کی برائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک ایسا وقت بھی آئے گا جب کسی نے سود نہ کھایا ہوا گر کوئی ایسا ہو گا جس نے سود نہ کھایا ہو گا تو اس کا بخار اس تک پہنچے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا بخار اس تک ضرور پہنچے گا۔''

آج کل امت مسلمہ سود کو حلال قرار دینے میں کس قدر کوشش کر رہی ہے۔ ان کو احساس دلایا جائے کہ یہ کتنے بدترین درجے کی برائی ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے گناہ ہے جسے کسی صورت میں اسلامی معاشرے میں جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''فمن جآءہ موعظة تو جس شخص کے پاس نصیحت آ جائے من ربه اس کے رب کے پاس سے فانتھی پھر وہ رک جائے فله ما سلف تو اس کے لیے وہی ہے جو وہ پہلے کر چکا۔''

جو پیچھے کر چکا اسی کی سزا ہو گی آگے کی نہیں سوال ہے کیا پیچھے کیا گیا سودی کاروبار توبہ کے بعد بھی معاف نہیں ہو گا؟ فرمایا وامرہ الی اللہ اس کا حکم، اس کا معاملہ اللہ کے سپرد جو چاہے وہ کرے، چاہے تو معاف کر دے چاہے تو نہ کرے۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ جب پچھلا اللہ کے اختیار میں ہے معاف کرے یا نہ کرے اب ہم اپنی مرضی کر کیسے سکتے ہیں؟ پھر وہی کام شروع کر دیں اور خوبصورت نام دے کر کیا اللہ تعالیٰ نیت اور دلوں کے راز نہیں جانتا؟ سب بہانے دھرے رہ جائیں گے۔ للٰہ اپنی اپنی اصلاح کر لیجئے ایسا نہ ہو قیامت کے روز پچھتاوے کے سوا ہمارے پاس کچھ نہ ہو۔ ومن عاد اور جو کوئی پھر کرے یعنی سود کو نہ چھوڑے گا تو ایسے لوگوں کا انجام بھی اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں فاولٓئک اصحب النّار تو وہ دوزخ کے ساتھی ہیں ھم فیھا خٰلدون اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ﴿سورۃ البقرہ: 275﴾

اور سود کی لعنت سود کی برائی ان برائیوں میں سے ہے جو صرف جہنم کے ساتھی نہ ہوں گے بلکہ ان کو اس جہنم میں ہمیشہ رہنے دیا جائے گا۔ ہمارے ملک میں ایک عام بندے سے لے کر حکمران تک اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح یہ ہم پر حلال ثابت ہو جائے۔ دیکھا گیا کئی ایسے بینک بنائے گئے ہیں۔ جو اس کوشش میں کامیاب نظر آ رہے ہیں۔ خدارا اپنا نفع نقصان دنیا کی زندگی کا نہیں آخرت کا سوچیں، اپنی عاقبت صحیح کریں کسی نے ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہنا اور جمع شدہ دولت وہاں کام بھی نہ آئے گی۔ قیامت کے دن کو یوم حسرت بھی کہا گیا ہے۔ ایسا نہ ہو! مسانوں وہاں حسرت سے ہاتھ ملتے رہ جاؤ کہ کاش! ایسا نہ کیا ہوتا؟ کاش! لفظ کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

اندازِ مہرباں ہیں کیسے کیسے

میں نے اس نام کو جس رخ سے دیکھا اس کو روشن ہی پایا۔

میں نے اسلام کے جس بھی باب کو کھولا مجھے وہ ہی دور امن لگا۔

کبھی مجھے لگا کہ یہ ایک سایہ دار درخت ہے اس کی جڑ اگرچہ توحید ہے پر میں نے دیکھا ضروریات زندگی کی ہر شاخ اس سے پھوٹتی ہے اس کی ہر شاخ ثمردار ہے۔

زندگی کے لئے تو ہر مذہب ہر صاحب اخلاق نے قانون وضع کیے۔

خوشی کے اظہار کے لئے طور اطوار بھی بتائے اور غم کو مٹانے کے بھی۔

مگر میں نے خوشی کو اسلام میں تلاشا تو مجھے احساس ہوا کہ اتنا باوقار دین! اتنے روشن اصول! اتنے قیمتی احساسات!

مگر آج ہم شیطان کے چھونے سے باؤلے بنے ہوئے ہیں۔

جہالتوں کے اندھیروں میں غلطاں ہیں۔

ہماری حسّیں ناکارہ ہو چکی ہیں......احساس ناپید ہو چکا ہے۔

آج جس چیز نے مجھے جھنجھوڑا ہے......

وہ ہے ہمارا عیادت اور تعزیت کا انداز!

اسلام نے مومن کے جو حقوق بتائے ان میں ایک حق یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کی جائے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ بیمار پرسی کے لیے تو تب ہی جاتے ہیں۔

آخر معاشرے کے بندھن نبھانے ہیں رشتہ داریوں کے زنجیر میں پروئے رہنے کی ہمیں بھی ضرورت ہے۔

مگر میرے رنج والم کی وجہ یہ ہے کہ ہم بیمار پرسی کے لیے تو چلے جاتے ہیں مگر اسلام کو گھر میں ہی بھول جاتے ہیں۔

اگر ہم سلامتی کا پہلو ساتھ لے کر چلتے تو ہمارا طریقہ یہ ہوتا کہ مریض کے ساتھ سلام دعا کے بعد شفقت سے چھو کر اس کو دعا دیتے۔

لاباس طھورٌ ان شاء اللہ :کوئی غم نہیں یہ بیماری تمہیں پاک کرنے والی ہے ان شاءاللہ۔

اس کی اللہ کی رحمتوں کی طرف رہنمائی کرتے۔ امید دلاتے۔

اس کو بتاتے کہ بیماری تو تمہاری گناہوں کا کفارہ ثابت ہو سکتی ہے یا اس کو تسلی دیتے کہ

کوئی مرض نہیں جس کی اللہ نے شفا نازل نہ کی ہو۔

اس کو معاشرے میں سے چند مثالیں دے کر امید بندھاتے اور کہتے۔

یہ آزمائش تو انبیاء پر بھی آتی رہی۔

حضرت ایوبؑ کی مثال دے کر صبر کی تلقین کرتے۔

پھر اس کو کہتے میرے حق میں بھی دعا کرنا۔

تم تو اس حال میں اپنے رب کے مستجاب الدعوات بندے ہو۔

مگر ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ طوعاو کرھا چلے تو گئے کہ اعتراض نہ آئے......(ضروری نہیں کہ ایسا ہی ہو بلکہ بعض رشتے خلوص کے بھی ہوتے ہیں)

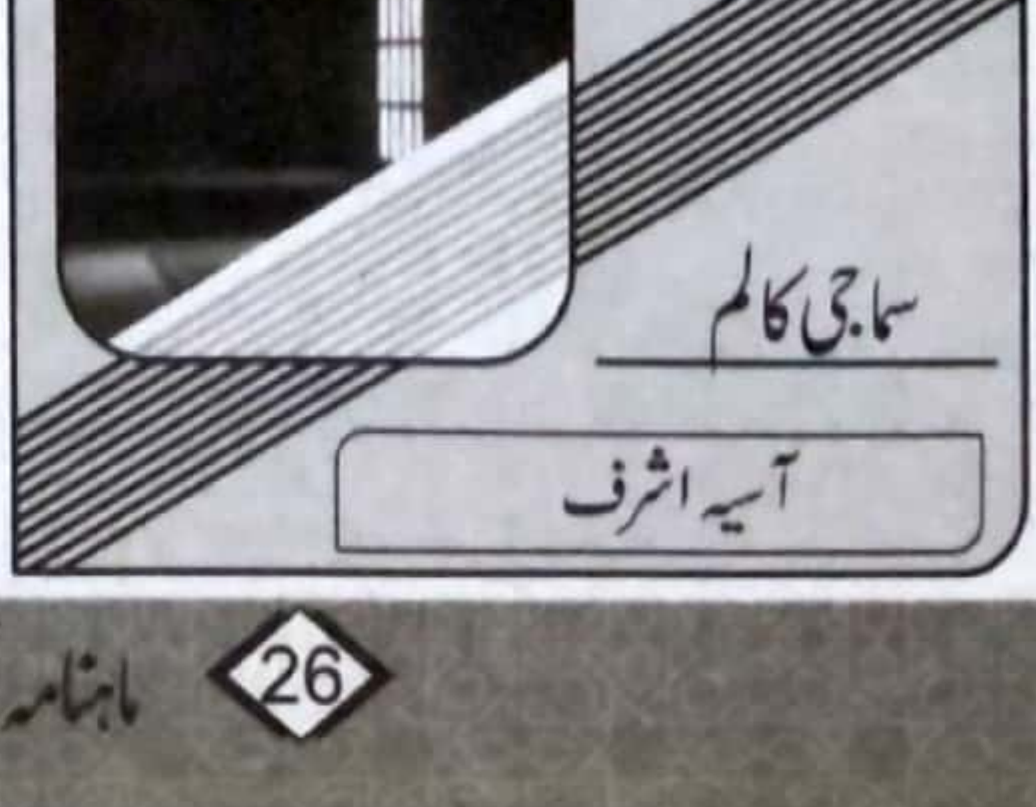

ہم جاتے ہی مریض کی زرد رنگت اور کمزوری کو اتنا بڑھا چڑھا کر تقریباً روتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ مریض کی حالت مزید پتلی ہو جاتی ہے۔

پھر اس کو اس مرض کی سنگینیاں بتاتے ہیں۔

پھر شرح اموات سے مطلع کرتے ہیں۔

متعلقہ طبیب کا پوچھ کر اس کو موت کے فرشتے سے اتنی تشبیہ دیتے ہیں کہ مریض اس کو دیکھ کر ہی جان بلب ہو جاتا ہے۔

پھر ہاتھ کانوں کو لگا کر بیماری کو عذاب الٰہی کی صورت بتاتے ہیں بے شک ہماری اپنی ساری زندگی کی روٹین عذاب الٰہی کو دعوت دینے والی ہو مگر اس پر عذاب کا احساس مسلط کر کے چھوڑتے ہیں۔

اس کی قریب المرگ نشانیوں پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔

پھر بعض کرم فرما ابوجہل والا کام بھی کر جاتے ہیں۔

مرتے ہوئے بندے کو شرک کے نئے نئے شعبوں سے متعارف کرواتے ہیں کہ صحت تو رہی نہیں......ایمان بھی نہ رہ سکے۔

یہ ہے ہماری حالت۔

دراصل یہ ہماری اسلام سے دوری اور عمل سے محرومی ہے۔

اس کے آگے کا مرحلہ ہے۔''رب کی رضا پوری ہونے کا'' یعنی موت۔

موت تو اپنے مقررہ وقت پر ہی آتی ہے یہ اور بات کہ ہم بھی اس کے اسباب میں حصہ ڈال دیتے ہیں۔ تب بھی ہماری جہالتیں کم نہیں ہوتیں بلکہ ان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اسلام کا طریقہ تو یہ ہے کہ میت کے جنازے میں حاضر ہو جائے۔ اس کے لیے استغفار کی جائے اور اس کے گھر والوں کو

ان الفاظ میں تسلی دی جائے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ......

بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہمیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ اس کے لواحقین کو بتاتے کہ ہم سب اللہ کے بندے ہیں ہمیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اپنے عزیز واقربا تو کیا ہم اپنی ذات پر بھی کوئی اختیار نہیں رکھتے جب بلاوہ آجائے گا ہم اپنے لیے بھی کچھ نہیں کرسکیں گے۔'

ہم انہیں سمجھانے کی کوشش کرتے کہ موت دراصل ایک زندگی سے دوسری زندگی کی طرف منتقلی ہے۔

اللہ ہم سب کو اچھی جگہ ملائے وہاں کوئی جدائی نہیں ہوگی۔

ہم سب عنقریب ان سے ملنے والے ہیں، اور یہ سلسلہ انبیاء سے چلا آرہا ہے۔

انبیاء، صدیقین، شہداء، اور سب سے بڑھ کر اللہ کی ملاقات کی امید اس مومن کے دل میں جگاتے۔

اسلام نے ہمیں بتایا اور سکھایا کہ میت کے گھر والے غم والم کی حالت میں مبتلا ہیں۔

لہٰذا تین دن تک رشتہ دار یا ہمسائے ان کو کھلانے کا بندوبست کریں تاکہ وہ غم سے سنبھل جائیں۔

مگر افسوس صد افسوس کہ ہم میت کے گھر والوں سے تعزیت کرنے بھی اس لیے جاتے ہیں کہ کوئی اعتراض نہ اٹھے۔

پھر ہماری کوشش ہوتی ہے کہ میت کے لواحقین ہماری حاضری کو اپنے رجسٹر میں قبول کرلیں۔

اس مقصد کے لیے ہم بعض اوقات جاہلانہ نوحے شروع کردیتے ہیں...... لایعنی بین کرتے ہیں، اور اس طرح کی لفاظی کرتے ہیں کہ میت کے گھر والوں کے سینے پھٹ جائیں۔ ایک آدھ موقع پر ہی مرجائے یا پانچ سات ہسپتال ضرور چلے جائیں۔

بھئی ہم اپنے گھر سے ''افسوس'' کرنے آئے ہیں۔

میت کے غسل وتکفین میں جہالتوں سے شروع ہو کر کفر تک کا ارتکاب بھی کر جاتے ہیں۔

یہ رسومات ایک الگ موضوع بن جاتیں ہیں۔

اگر ان کو بیان کرنا شروع کردیں تو شاید ایک کتاب لکھی جائے تو اس کی یہاں گنجائش نہیں لہٰذا یہ بات آپ کے مشاہدے پر چھوڑ رہی ہوں۔

پھر کفن دفن کے بعد کھانے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ جو چالیس دن تک وقتاً فوقتاً چلتا رہتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تعزیت کا سلسلہ بھی ...... جس میں ان کو ایک لمحہ کے لیے بھی غم کو بھولنے نہیں دیا جاتا۔ جو بھی آتا ہے نئے سرے سے قیامت بپا کر دیتا ہے۔

پھر کھانے سے متعلق ہماری شریعت ہمیں تین دن تک لواحقین کا خیال رکھنے کو کہتی ہے۔ مگر ہم تین نہیں، چار نہیں پورے چالیس دن تک اس کے گھر بیٹھ کر اس کو رلاتے بھی ہیں اور اس کا کھاتے بھی ہیں۔

ہر آنے والے کی کوشش ہوتی ہے کہ میری موجودگی سب سے زیادہ رلائے تاکہ اس کو پتہ چل سکے کہ اس کا سب سے زیادہ خیر خواہ اور غم کو محسوس کرنے والا میں ہوں۔

پھر کھانے سے متعلق ہماری شریعت ہمیں تین دن تک لواحقین کا خیال رکھنے کو کہتی ہے۔ مگر ہم تین نہیں، چار نہیں پورے چالیس دن تک اس کے گھر بیٹھ کر اس کو رلاتے بھی ہیں اور اس کا کھاتے بھی ہیں۔

اپنے عزیز کی بیماری پھر اس کے کفن دفن سے اگر اس کا کچھ بچ گیا ہے تو اب مزید نہیں بچنے دیں گے۔ گھر والے مقروض ہوجاتے ہیں مگر سرخرو پھر بھی نہیں ہوتے۔

آج اسی وجہ سے اولاد والدین کی بیمار پرسی میں غفلت برتتی ہے ان کی میت کو کوئی اپنے گھر لے جانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

ناک بچانے کے لیے ہم ساتواں، چالیسواں تو کرلیتے ہیں مگر بعد میں گھر پانی پت کا میدان بن جاتے ہیں اور لڑائیاں جنگ عظیم کی طرح سنگین ہوجاتی ہیں قطع رحمی ہوتی ہے قرض اور سود کو چکانے کے لئے ہم زندہ انسانوں کا خون چوستے اور مردوں کا کفن چراتے ہیں۔

یہ سب شریعت سے چشم پوشی کی سزائیں ہیں۔

آج ہم سب مجرم ہیں اور سارا معاشرہ زندان کی مثال پیش کر رہا ہے۔

آیئے! ہم سب اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اللہ سے اپیل کریں کہ ہمیں معاشرے کی خود ساختہ قید سے رہائی نصیب فرمادے۔

دین کی پیروی کی ضمانت پر ہی ہم باعزت بری ہوسکتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ

اور...... بتانا کچھ اور، اور نیت رکھنا کچھ اور...... یہ اللہ کے ساتھ معاملہ ہے۔ کوئی اپنے جیسے یا اپنے سے کمتر حیثیت کی کسی ہستی کے ساتھ معاملہ نہیں ہے کہ انسان ڈنڈی مار لے، اونچ نیچ کر لے، کسی کو کیا خبر ہوگی یا کوئی کیا بگاڑ لے گا؟ معاملہ بہت نازک اور حساس ہے۔

سامنے تو ایک کمزور عورت نظر آرہی ہے جو تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اس کا میکہ بھی کوئی نہیں، اس کا پیچھا کون کرے گا؟ جو چاہیں کرلیں۔ یہ کمزور، ناتواں، بے بس، بے کس، بے سہارا، نادان عورت کا معاملہ نہیں ہے۔ اللہ رب العزت کے احکامات کا معاملہ ہے۔ اس کے پیچھے اللہ کی شریعت، اللہ کی ذات کھڑی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ نادان کم فہم، دنیادار، آخرت سے لاپرواہ، اپنے انجام سے بے خبر بلکہ اللہ سے دور، انسان کو یہ بات سمجھ نہیں آتی وہ خود بھی تاویلیں کرسکتا ہے اور علماء سوء بھی اسے بہت سارے فتوے دے سکتے ہیں۔ مگر بات فتوے اور تاویل کی نہیں، نیت اور حقیقت کی ہے۔

اللہ رب العزت انسان کو اپنی نعمتوں کی یاددھانی کراتے ہیں اور نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت دین اسلام کی ہے۔ جو واضح، روشن، آسان اور سہل ہے۔ سیدھا سادا اور قابل عمل ہے۔ اتنی کامل ومکمل نعمت کی شکر گزاری اور قدر دانی کی واحد صورت یہی ہے کہ انسان اس پر عمل کرے۔

اور پھر نعمت اسلام، ایمان اور ہدایت کی وضاحت کے لیے قرآن جیسی کتاب عطا فرمائی۔ جو فی نفسہٖ ایک عظیم الشان نعمت ہے۔ ان عظیم ترین نعمتوں یعنی اسلام اور (اس کو واضح کرنے کے لیے) قرآن (جو اللہ نے عطا فرمایا) کی قدر دانی کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ کہ ان پر کماحقہ عمل کیا جائے۔

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔" ﴿المائدہ:3﴾

کتاب اللہ اور حکمت الٰہیہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں نصیحت کرتے ہیں، بات سمجھاتے ہیں تو تقاضائے ایمان یہ ہے کہ انسان بات مان جائے اور سمجھ جائے اور سب سے بڑی بات اللہ سے ڈرتا رہے۔ یقیناً البتہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے اور جو جاننے والا ہے وہ لازماً اپنے علم کے مطابق حساب لینے والا بھی ہے۔ ایسی ذات سے ڈرنا ہی بندے کو سزاوار ہے۔ اللہ ہمیں اپنے احکامات کی حکمتوں کو سمجھنے اور صحیح روح کے ساتھ ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

پیارے بچو......!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

کیسے کیا حال ہیں......؟

ٹھیک ٹھاک ہیں ناں......!!

قربانی آ رہی ہے......!

لوگ بکرے، دنبے، بھیڑیں، گائے اور اونٹ کی خریداری کر رہے ہیں۔

بچوں کا جوش و خروش بھی دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے......!!!

پتہ ہے ہم قربانی کیوں کرتے ہیں......؟

شاباش......آپ ٹھیک سمجھے......!!

سیدنا ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے عظیم جذبۂ قربانی کی یاد میں......!!!

لیکن ننھے بچو......!

قربانی کا مقصد صرف جانور ذبح کرنا یا گوشت کھانا نہیں ہوتا...... بلکہ ہم جانوروں کی قربانی دے کر یہ عزم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے اگر جان، مال، خواہشات غرض کسی چیز کی بھی قربانی دینی پڑی تو دریغ نہیں کریں گے......!

پھر......!!!

جب قربانی دینے کا وقت آتا ہے تو ہم مقصد قربانی فراموش کر چکے ہوتے ہیں......موجودہ حالات اور حالات کی ستم ظریفیاں ہماری اسی خودغرضی کا نتیجہ ہیں......اس سے پہلے کہ ہماری خودغرضیاں ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیں قربانی کے مقصد کو سمجھ کر قربانی دینا سیکھ لیں...... اور اپنے بڑوں کو بھی یہی، مقصد یاد دلائیں......

کہ......

قربانی کا مزہ تو تب ہے کہ خواہشات قربان ہوں

اللہ نے چاہا تو پھر ملیں گے۔ان شاءاللہ

والسلام

آپ کی آپی

اخت ابوذر عبداللہ

قربانی کا مقصد:

''ابو جی......ہم بکرا کب لیں گے......؟'' عمارہ نے بے چین و بے قرار ہو کر اپنے والد سے پوچھا......''لے لیتے ہیں ایک دو دن تک......''

ابو جی نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔اتنے میں خلیق بھی بکرے کا تذکرہ سن کر دوڑتا آیا اور بولا''ابو جی......!سب لوگوں نے لے لیے ہیں بکرے، ہمیں بھی لے دیں نا! ویسے بھی تین دن تو رہتے ہیں قربانی میں ......!

''بیٹا میں تو گھر نہیں ہوتا بکرے کو چارہ کون ڈالے گا؟ آخر ابو جی نے اصل مسئلہ بتا دیا......ابو جی......! سکندر لوگوں کی طرح ہم بھی اپنا بکرا چرایا کریں گے اور شام کو گھر آتے ہوئے آپ چارہ لیتے آنا......! دونوں نے چٹکی بجاتے ہوئے مسئلہ کا حل نکالا تو ابو جی بے ساختہ مسکرائے اور بولے''ٹھیک ہے بیٹا جی کل ہی لے لیں گے بکرا بھی......''

تو دونوں بہن بھائیوں کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں......رات وہ دونوں بکرے کی باتیں کرتے کرتے جانے کب سو گئے......صبح خوشی سے ان کی ہنسی رکنے میں نہیں آ رہی تھی نہ مسجد میں نہ ہی سکول میں......چھٹی کے بعد وہ گھر آئے کپڑے بدلے اور کھانا کھایا......تو وقت جیسے رک سا گیا......شام ہونے میں نہیں آ رہی تھی......دونوں کا دل کھیل کود میں بھی نہیں لگ رہا تھا......آخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور عشاء کے بعد ابو جی کی آمد ہوئی دو پیارے پیارے بکروں کے ساتھ۔

دونوں خوشی خوشی ابو جی سے لپٹ گئے......اور پھر بکروں کی طرف بڑھ گئے......''یہ سفید تمہارا اور کالا میرا......''خلیق نے ہمیشہ کی طرح فیصلہ صادر کیا......تو وہ سفید بکرے کی رسی پکڑ کر پیار کرنے لگی......

دو دن پر لگا کر اڑ گئے اور عید الضحیٰ کا دن آن پہنچا......

نہا دھو کر نئے کپڑے پہنے وہ عید کی نماز کے لیے نکلے تو بے حد خوش تھے۔

لیکن!

واپسی پر ابو جی کے ہاتھ میں بڑی بڑی چھریاں دیکھ کر وہ سہم گئے۔ابو جی اور بڑے بھیا نے کالا بکرا پکڑا تو خلیق نے شور مچا دیا''پہلے سفید والا پہلے سفید والا......''

بھیا نے سفید بکرا پکڑ کر گرا دیا...... عمارہ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اسے یہ بکرا بہت پیارا لگا تھا......

بکرا ذبح ہوا تو وہ باقاعدہ رو رہی تھی''ابو جی......!ہم نے نہیں گوشت کھانا آپ نے میرا بکرا کیوں ذبح کیا......؟

ابو جی نے اسے سسکتے ہوئے دیکھا......تو پیار سے اپنے پاس بٹھایا اور سیدنا ابراہیمؑ اور سیدنا اسماعیلؑ کی جذبۂ قربانی کی حقیقی کہانی سنائی اور کہا بیٹا جی......! ہم قربانی کا گوشت بانٹنے یا کھانے کے لیے نہیں کرتے بلکہ سنتِ ابراہیمی کو زندہ کرتے ہوئے قربانی کرتے ہیں اور قربانی کے جانوروں کا خون بہا کر یہ عزم کرتے ہیں کہ اگر اللہ کے دین کے لیے ہمیں اپنا خون بھی بہانا پڑا تو پیچھے نہیں رہیں گے ...... بلکہ اپنی جانیں بھی فدا کر دیں گے......!! ابو جی کی بات عمارہ کی سمجھ میں آ گئی تھی اس لیے وہ آنسو صاف کر کے مسکرا دی......

معلومات:

کیا آپ جانتے ہیں......!!!

☆ قرآن مجید میں دو آیات ایسی ہیں جن میں حروف تہجی (الف سے ی تک) جمع ہیں۔ پہلی آیت سورہ آل عمران کی 154 اور دوسری سورہ فتح کی آیت نمبر 29

☆ قرآن مجید میں صرف ایک سورۃ ایسی ہے جس میں زیر صرف ایک دفعہ آئی ہے اور وہ ہے سورۃ الاخلاص۔

☆ قرآن مجید کا سب سے زیادہ آیات پر مشتمل رکوع سورہ عبس کا ہے۔

☆ قرآن مجید میں دو جملے ایسے ہیں جنہیں الٹا پڑھا جائے یا سیدھا کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

"ربك فكبر" (سورہ مدثر :3)

"كل في فلك" (سورہ یٰسین :40)

انتخاب:۔ انیسہ عرفان

پانچ باتیں:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کون ہے جو مجھ سے یہ چند باتیں سیکھ لے پھر خود وہ اس پر عمل کرے اور دوسرے عمل کرنے والوں کو بتائے، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میں حاضر ہوں تو آپ ﷺ نے میرے ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیے اور گن کر پانچ باتیں فرمائیں۔

1: جو چیزیں اللہ نے حرام کی ہیں ان سے بچو اور مکمل پرہیز کرو اگر تم نے ایسا کیا تو تم بہت بڑے عبادت گذار بن جاؤ گے۔

2: اللہ نے جو تمہاری قسمت میں لکھ دیا ہے اس پر راضی اور مطمئن ہو جاؤ اگر تم ایسا کرو گے تو بہت بے نیاز اور دولت مند بن جاؤ گے۔

3: اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر ایسا کرو گے تو کامل مومن ہو جاؤ گے۔

4: جو تم اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرو اگر ایسا کرو گے تو پورے مسلمان ہو جاؤ گے۔

5: زیادہ مت ہنسا کرو کیونکہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ (ترمذی)

انتخاب: سیدہ عروہ عبدالرحمٰن

میں نے پوچھا......؟؟؟

س: آپی میں نے سنا ہے تقدیر لکھی جا چکی ہے پھر جزا و سزا کا تصور......؟

(آمنہ ارشد وزیر آباد گوجرانوالہ)

ج:۔ خبر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی کہ خود فریبی
عمل سے فارغ ہوا مسلمان بنا کے تقدیر کا بہانہ

س: اپیا جی......! پردہ کے بارے میں آپ کیا کہتی ہیں......؟؟؟

(اخت ابو حفص واربرٹن)

ج:۔ عورت کو کبھی رونق بازار نہ سمجھو
عورت کے لیے عزت و ایمان ہے پردہ

س: آپی......! قربانی کی کھالوں کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے......؟

ج: مجاہدین۔

(اسامہ اکرم ننکانہ)

س: آپی! میں حفظ کرنا چاہتی ہوں دعا کریں نا......!!!

ج: پیارے اللہ جی! ہماری ننھی خنسا کو سیدہ عائشہ صدیقہؓ جیسا حافظہ اور جذبہ ایمان عطا فرما...... (آمین)

س: آپی اگر ظلم دیکھ کر آواز نہ اٹھائی جائے تو کیا ہوتا ہے......؟

(سدرہ خضر موڑ کھنڈا)

ج: احساس مرجاتا ہے۔

دوزخ سے پناہ مانگنے کی دعا

یہ نیک لوگوں کی دعا ہے جو جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔

رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۝

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کے عذاب کو ہٹا لے بے شک اس کا عذاب لازم ہونے والا ہے اور دوزخ بری جگہ اور بہت برا مقام ہے۔

(سورۃ الفرقان آیت 65/66)

کوئز

1: قرآن پاک کی کس سورۃ میں روم کی فتح کی پیشین گوئی ہے؟

2: پاکستان کے جنوب میں کون سا ملک ہے......؟

3: وہ کون سا پرندہ ہے جس کے سر، پر، پاؤں ہوتے ہیں۔؟

4: انسان کی پہلی ایجاد کا نام بتائیں؟

5: قائداعظم نے 1919 میں لاہور میں آ کر کس مشہور مقدمے کی پیروی کی تھی......؟

ہم خسارے کاشت کر رہے ہیں

موضوعات لوحِ تخیل پر خزاں کے پتوں کی صورت بکھرے پڑے ہیں اور حالات زرد دوپہروں جیسے ہیں۔ مگر جی چاہتا ہے کہ کوئی پرامید لمحہ نگاہ میں آئے تا کہ سوچ کا دھارا بدلے۔

لیکن جو منظر دکھائی دے رہا ہے وہاں مایوسی کی گھٹائیں اور ناامیدی کے موسم ہیں۔

بس وہاں زندگی کا لق ودق صحرا ہے اور خود غرضی و بے حسی کی بدن جھلساتی دھوپ۔

اب کسی الیے پر ہمارا دل پھٹتا ہے نہ کسی سانحے کو دیکھ کر ہماری آنکھیں پتھراتی ہیں۔

بلکتی سسکتی انسانیت کو دیکھ کر احساسِ زیاں جاگتا ہے نہ اندوہناک واقعات کو دیکھ کر سینے میں کوئی درد ہی بیدار ہوتا ہے۔

اگر سڑکوں پر احتجاج کرنے، ریلیاں نکالنے، املاک جلانے اور چیخنے چلانے سے انقلاب کی راہیں ہموار ہوتی ہیں تو پھر ہم اس انقلاب کے قدموں کی چاپ اپنے گلی کوچوں اور آنگنوں میں سن رہے ہوتے۔

خود کو بدلنے سے انقلاب آتے ہیں۔

ہمیشہ فکر اور سوچ میں تبدیلی کے سبب انقلاب آتے ہیں۔

حالات کو بدلنے کا جذبہ انقلاب کا محرک بنتا ہے۔

اور انقلاب کبھی بند دروازوں پہ دستک نہیں دیتے۔

ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم ایشوز پر نہیں سوچتے اور نان ایشوز میں الجھے رہتے ہیں۔

کبھی این آر او بنا کر...... کبھی اے پی سی بلا کر۔

عوام کا بھلا اس سے کیا تعلق...... عوام کو کیا معلوم اس کا فائدہ یا نقصان کیا ہے؟؟؟

رعیت کو تو عمرؓ فاروق جیسا نگران چاہیے جو راتوں کو اٹھ کر ان کی خبر گیری کرے...... اس کا دل اس احساس سے پریشان اور خوف میں مبتلا رہے کہ اگر فرات کے کنارے جانور بھی پیاسا مرے گا تو قیامت کے دن اس سے باز پرس کی جائے گی۔

مگر یہاں تو ہر طرف بدامنی، بے انصافی، مہنگائی، بے روزگاری اور غربت و افلاس نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ زرداروں، گیلانیوں، شریفوں اور وڈیروں کو فرصت نہیں کہ وہ ان مسائل کی طرف توجہ دیں۔

سٹیل مل، پی ٹی سی ایل، تعلیمی ادارے فروخت ہو چکے، پی آئی اے، ریلوے اور واپڈا بمشکل اپنی سانس جاری رکھے ہوئے ہیں۔

لوڈ شیڈنگ کا خاتمہ ہوتا نظر آتا ہے نہ گیس کی کمی پوری ہونے میں آتی ہے۔

کہیں ڈینگی وائرس ہے...... کہیں سیلاب کے ریلے......

صوبہ سندھ کے 23 میں سے 21 صوبے متاثر ہوئے ہیں لاکھوں لوگ بے گھر ہو چکے ہیں وہ شاخ اب کہاں جن پہ ان کے آشیاں تھے......

بادِ خزاں کا جھونکا ہر طرف زردیاں بکھیر گیا ہے درختوں کو بے ثمر کر گیا ہے۔

مگر کوئی آنکھ نم ہے نہ کہیں وہ جذبہ ایثار دیکھنے میں آیا ہے جو تہذیب اسلامی کا امتیازی پہلو ہے۔

بس اپنی عادت سے مجبور حکمران کشکول اٹھائے امداد کی بھیک مانگ رہے ہیں مگر کوئی امداد کے نام پر چند سکے بھی دینے کو تیار نہیں۔

بلوچستان میں غیر ملکی طاقتوں کا کھیل عروج پہ ہے کراچی ٹارگٹ کلنگ کی زد میں ہے اور سرحد امریکی دست برد کا شکار ہے

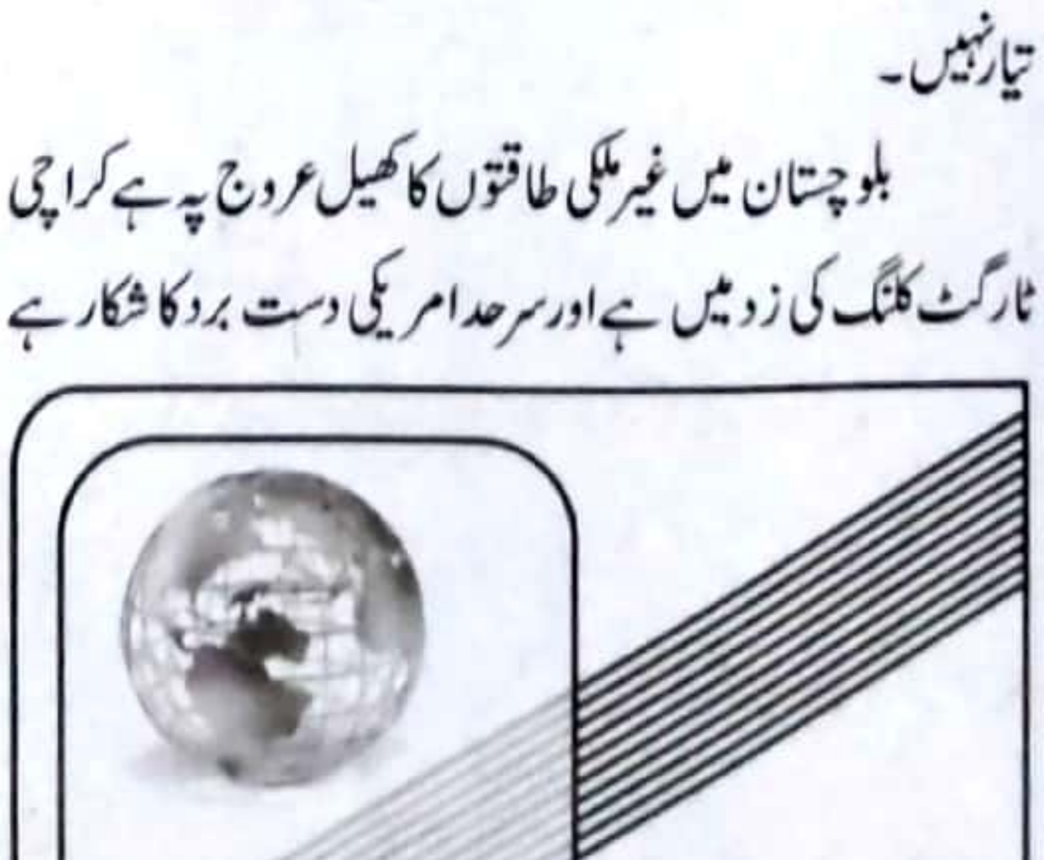

امریکہ نے امداد کے نام پہ کچھ پروگرام بھی شروع کر رکھے ہیں اور پورے سرحد میں ایسے بورڈ جابجا دکھائی دیتے ہیں جن پر درج عبارت کے آخر میں یو ایس ایڈ لکھا ہوتا ہے۔

وائس آف ٹریڈرز کے سربراہ کا کہنا ہے کہ صوبے میں ایک نئی ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد رکھی جا رہی ہے۔

دنیا کی ساتویں ایٹمی قوت پاکستان کی 7 لاکھ فوج کے پاس انتہائی جدید اسلحہ ہے f-17 تھنڈر موجود ہیں میزائل بردار فریگیٹ اور جنگی جہاز بھی ہیں جدید ترین بلاسٹک میزائلوں کی بھی بہتات ہے مگر ڈرون حملے روکنے کے لیے آج تک کوئی اقدام نہیں دیا گیا۔

امریکی دھمکیوں کا جواب محض بیانات کی حد تک دیا جاتا ہے۔

بھارت نے کہا ہے کہ دنیا بھر میں ہونے والی دہشت گردی کی ذمہ داری آئی ایس آئی ہے۔

امریکہ کے آرمی چیف ایڈمرل مائیک ملن نے اپنی پریس بریفنگ میں یہ الزام لگایا ہے کہ کابل پہ حملہ حقانی نیٹ ورک نے آئی ایس آئی کی مدد سے کیا۔ یہ محض الزام نہیں طبلِ جنگ ہے مگر کسی حکومتی ادارے کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ اتنا ہی جواب دے دے کہ سی آئی اے، موساد اور را کے ساتھ مل کر پاکستان میں کیا کر رہی ہے اور پوری دنیا میں کیا کیا کر رہی ہے؟؟؟

ایبٹ آباد کا واقعہ، کراچی، سرحد، بلوچستان کے حالات، کوئٹہ مستونگ شاہراہ پر بے گناہوں کا قتل، ملک بھر میں ہونے والے خودکش حملے اور بم دھماکے، قبائلی علاقوں پہ ڈرون حملے......

یہ سب بھی تو سی آئی اے کا کیا دھرا ہے ناں...... مگر کوئی تمہیں پوچھتا ہی نہیں۔

ایک تم ہو کہ افغانستان کے پہاڑوں میں کوئی حادثہ ہو یا افریقہ کے جنگلوں میں کچھ وقوع پذیر ہو الزام پاکستان کے سر تھوپ دیتے ہو کہ یہ دہشت گردی کو کنٹرول نہیں کرتا۔

حکومت نے مسئلہ کشمیر کو پس پشت ڈالا...... عافیہ کو غیروں

کے حوالے کیا، بے گناہ پاکستانیوں سے گوانٹاناموآباد کیا، چار ہزار سے زائد فوجی اور 40 ہزار کے قریب سویلین دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ میں جھونک دیئے ملکی معیشت کو لگنے والا دھکا عوام کو قحط سالی جیسے حالات سے دوچار کر گیا ہے۔

بے گناہ پاکستانیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے کتنے ہی ریمنڈ ڈیوس بہ صد احترام امریکہ کے حوالے کئے گئے اور اب بھی امریکی سفیر کہتا ہے۔

''پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف اتنا کچھ نہیں کیا جتنا کرنا چاہیے تھا۔''

ع حیراں ہوں روؤں دل کو کہ پیٹوں جگر کو میں۔

اگر سڑکوں پر احتجاج کرنے، ریلیاں نکالنے، املاک جلانے اور چیخنے چلانے سے انقلاب کی راہیں ہموار ہوتی ہیں تو پھر ہم اس انقلاب کے قدموں کی چاپ اپنے گلی کوچوں اور آنگنوں میں سن رہے ہوتے۔

اور ایک خبر......

جس نے سر جھکا دیے ہیں...... دل لرزا دیے ہیں۔

جو خبر اس کالم کا لب لباب ہے۔

وہ خبر سوئس بینک کے ڈائریکٹر کا پاکستان کے بارے میں کہا گیا یہ جملہ ہے۔

پاکستان کی عوام غریب ہے پاکستان غریب نہیں ہے۔

یہ جملہ کیوں کہا گیا؟؟؟

اس لیے کہ پاکستان کی 97 ارب ڈالر کی رقم سوئٹزرلینڈ کے بنکوں میں ہے ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر اس رقم کو استعمال میں لایا جائے تو......

پاکستان 30 سال تک ٹیکس فری بجٹ بنا سکتا ہے۔

6 کروڑ پاکستانیوں کو ملازمتیں دی جا سکتی ہیں۔

پاکستان کا ہر شہری 60 سال کے لیے ماہانہ 20 ہزار روپے تنخواہ حاصل کر سکتا ہے۔

500 فلاحی منصوبوں کو ہمیشہ کے لیے فری بجلی فراہم کی جا سکتی ہے۔

کسی بھی دیہات سے اسلام آباد تک چار رویہ سڑکیں تعمیر کی جا سکتی ہیں۔

اور پاکستان کی عوام غریب ہے۔

اس لیے کہ ورلڈ بنک نے غربت کی جو رپورٹ پیش کی ہے اس کے مطابق پاکستان میں 30 لاکھ نئی نوکریوں کی ضرورت ہے۔

بیروزگاری کی شرح 13 فیصد ہے اور 18 فیصد عوام غربت کی سطح سے نیچے زندگی گذار رہے ہیں۔

معاشی ترقی گر رہی ہے جی ڈی پی کی شرح 5 فیصد سے کم ہو کر 2.5 فیصد ہو گئی ہے۔

رپورٹ کے مطابق پاکستان سارک ممالک میں بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش اور نیپال سے بھی پیچھے ہے۔

کیسا ستم ہے کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے لیکن اس کی 48 فیصد عوام خوراک سے محروم ہے۔

پاکستان غریب نہیں ہے۔

کیونکہ برونو ماگلی برانڈ کے اطالوی سوٹ پہننے والی ایلیٹ کلاس شخصیات اور کنالی برانڈ کے کوٹ پتلون زیب تن کرنے والے حکمران غریب ملک کے باسی تو نہیں ہو سکتے ناں؟؟؟ یہ روشن خیال صدی کے لوگ ہیں۔

آیئے! پتھر کے زمانے کے روشن ضمیروں کو دیکھتے ہیں۔

دو لاکھ مربع میل کے علاقے پر حکمرانی کرنے والے خلیفہ ثانیؓ کو دامن سے پکڑ کر سوال کیا جاتا ہے کہ جو چادر آپؓ کو بیت المال سے دی گئی تھی اس سے آپؓ کی قمیض نہ بن سکتی تھی پھر جو قمیض آپؓ زیب تن کیے کھڑے ہیں...... اس کا کپڑا کہاں سے آیا؟؟؟

عمر فاروقؓ نے عوام کی عدالت میں جواب دیا کہ میرے اور میرے بیٹے کے حصے میں دو چادریں آئی تھیں ان دو چادروں سے یہ قمیض بنائی گئی ہے۔

رعیت کو تو عمرؓ فاروق جیسا نگران چاہیے جو راتوں کو اٹھ کر ان کی خبر گیری کرے...... اس کا دِل اس احساس سے پریشان اور خوف میں مبتلا رہے کہ اگر فرات کے کنارے جانور بھی پیاسا مرے گا تو قیامت کے دن اس سے باز پرس کی جائے گی۔

یہ اسلام کی سیاست ہے۔ جس کے بارے میں امریکہ کے سب سے بڑے اتحادی برطانیہ کا وزیراعظم ٹونی بلیئر کہتا ہے۔

پاکستان نے مذہب کو سیاست سے جوڑ کر غلطی کی ہے۔

(یہی وہ بدبخت تھا مشرف کے دور سیاہ میں فیصل مسجد میں جس کی آمد پر عصر کی اذان نہیں دی گئی تھی معلوم نہیں وہ اذان کہاں ہے اسے کوئی ڈھونڈنے بھی تو نہیں نکلا؟؟؟

خدارا! اسے کوئی بتائے کہ ''جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی''۔

کوئی ہے جو اس طریق حکمرانی کو اختیار کرے؟؟؟

کوئی ہے جو ڈر جائے اس دن سے جب یہ دولت کام نہیں آئے گی صرف اعمال کام آئیں گے؟؟

اور معلوم نہیں سرے محلوں، قیمتی اپارٹمنٹوں اور فارم ہاؤسوں کی صورت کتنے ارب ڈالر ان کے قبضے میں ہیں۔

کوئی ان حکمرانوں کو عمرؓ بن عبدالعزیز کی بابت بتائے جو سپین سے چین تک کا حکمران تھا......

اور حال یہ تھا کہ جب ابوجعفر منصور نے عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے سے پوچھا تمہارے والد مسند خلافت پر فائز ہوئے تو ان کے پاس کتنی دولت تھی؟؟؟

کہا! چالیس ہزار طلائی اشرفی۔

پوچھا! وفات کے وقت کتنی تھی۔

کہا! صرف چار سو...... اور ساتھ ہی یہ کہا! زندگی کچھ دن اور وفا کرتی تو یہ بھی نہ بچتے۔

یہ وہ لوگ تھے جو دنیا کی بے ثباتی کو جان کر اس کی چاہت سے الگ رہے۔

دنیا میں رہ کر بھی دنیا کے نہ ہوئے۔

کیونکہ وہ یہ راز پا گئے تھے کہ ''الدنیا مزرعة الاخرة'' دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

وہ جان گئے تھے کہ دنیا متاع غرور ہے۔

دل دھاڑیں مار مار کر رو دیا ہے یہ سوچ کر...... کہ ہم ناعاقبت اندیشی بو رہے ہیں...... خسارے کاشت کر رہے ہیں۔

اللہ! ہمیں آخرت کے خساروں سے بچالے۔

الٰہی! ہمیں اس حقیقت کا ادراک بخش دے۔

لا عیش الا العیش الآخرة

عید اسپیشل

الائچی اور بادام والا قورمہ

اشیاء:

گوشت ایک کلو۔ پیاز چار عدد۔ لہسن پسا ہوا چائے کا ایک چمچ۔ دھنیا پسا ہوا چائے کا ایک چمچ۔ ادرک لمبوتری کٹی ہوئی معمولی سی۔ بادام ثابت آدھ چھٹانک۔ نمک سرخ مرچ حسب ذائقہ۔ چھوٹی الائچی پانچ عدد۔ دہی ایک پاؤ۔ گھی حسب ضرورت۔

ترکیب:

پیاز کاٹ کر گرم گھی میں ڈال کر سنہری تل کر گھی سے نکال کر پلیٹ میں پھیلا دیں۔ گھی میں نمک سرخ مرچ، لہسن، دھنیا اور ادرک ڈال کر اچھی طرح بھون لیں۔ اب مصالحے میں بادام پیس کر ڈال دیں ساتھ ہی تھوڑا سا پانی ڈال کر مصالحے میں گوشت ڈال دیں اور دھیمی آنچ پر پکائیں دہی پھینٹ کر اس میں پیاز مسل کر شامل کر دیں۔ دہی کو گوشت میں ڈال دیں اور دھیمی آنچ پر پکائیں۔ پانی خشک ہو جائے تو تھوڑا سا پانی اور ڈال کر دھیمی آنچ پر رکھ دیں۔ جب گوشت گل جائے اور تھوڑا سا شوربارہ جائے تو بڑی اور چھوٹی الائچی چھلکوں سمیت پیس کر قورمے میں ڈال دیں اور چند منٹ دم پر رکھ کر چولہے سے اتار دیں۔

بھاپ چانپ

اشیاء:

چانپ آٹھ عدد ہلکی سی کچلی ہوئی۔ لہسن چار جوئے۔ ادرک دو انچ کا ٹکڑا۔ ہرا دھنیا حسب ضرورت۔ سفید زیرہ پون چمچ۔ لال مرچ حسب ضرورت۔ نمک حسب ذائقہ۔ سرکہ ایک چمچ۔ ڈبل روٹی کا چورا۔ انڈے دو عدد پھینٹ لیں۔ گھی چار کھانے کے چمچ۔

ترکیب:

چانپوں پر پسا ہوا مصالحہ اچھی طرح لگا کر دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ اس کے بعد انہیں پہلے انڈے میں ڈبو کر پھر ڈبل روٹی کے چورے میں لپیٹ کر گھی میں تل لیجیے۔

اب ایک دیگچی میں چانپیں اور بچا ہوا گھی ڈالیں اور ڈھکن کو آٹے سے بند کر کے ہلکی آنچ پر دم دے دیجیے۔

"گرگی بریانی"

اجزاء:

بکرے کا گوشت	ایک کلو
چاول	چار پیالی
پیاز	دو عدد چھوٹی
ادرک لہسن کا پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
نمک	حسب ذائقہ
پسا ہوا ناریل	ایک کھانے کا چمچ
پسا ہوا گرم مصالحہ	1\4 چائے کا چمچ
سبز دھنیا (چوپ)	ایک گٹھی
سبز مرچ	آٹھ عدد
ثابت گرم مصالحہ	ایک کھانے کا چمچ
کوکنگ آئل	آدھی پیالی

ترکیب:

گوشت کو دھو کر چھلنی میں رکھ دیں تاکہ پانی خشک ہو جائے۔ پیاز ادرک، لہسن ناریل، سبز دھنیا، سبز مرچوں کو گرائنڈ کر لیں۔ دیگچی میں دو کھانے کے چمچ آئل گرم کر کے گرائنڈ کیا ہوا مصالحہ ڈال کر دو منٹ بھونیں۔ مصالحے میں گوشت، نمک اور حسب ضرورت پانی ڈال کر گوشت گلنے تک پکائیں۔ گوشت گل جائے تو اچھی طرح بھون کر پسا ہوا گرم مصالحہ ڈال کر چولہا بند کر دیں بڑی دیگچی میں حسب ضرورت پانی ڈال کر ابلنے رکھ دیں ثابت گرم مصالحہ اور نمک بھی شامل کر دیں۔ پانی اُبلنے لگے تو پہلے سے بھیگے چاول ڈال کر پکائیں چاول میں ایک کنی رہ جائے تو چھلنے میں ڈال کر نتھار لیں۔ ایک اور دیگچی میں دو کھانے کے چمچ آئل گرم کریں پھر چولہے سے دیگچی ہٹا کر سب سے پہلے چاول گوشت پھر چاول کی تہہ لگائیں چولہے پر توا گرم کر کے آنچ دھیمی کر دیں۔ دیگچی توے پر رکھ کر ڈھکن سے ڈھانک دیں۔

گرگی بریانی کو سلاد اور رائتے کے ساتھ پیش کریں۔

یخنی پلاؤ:

گوشت ایک کلو۔ چاول آدھا کلو۔ لہسن، ادرک پسا ہوا دو چمچ۔ زیرہ چائے کے دو چمچ۔ لونگ بارہ عدد۔ گھی اور نمک حسب ضرورت۔

ترکیب:

چاول صاف کر کے بھگو دیں اور گوشت کو دھولیں۔

دیگچی میں گھی ڈال کر گرم کریں اس میں گوشت، نمک، ادرک، لہسن پانی ڈال کر تیز آنچ پر پکائیں گوشت معمولی سا گل جائے تو لونگ اور زیرہ ڈال کر چند منٹ اور پکائیں اب گوشت میں چاول ڈال کر آنچ دھیمی کر دیں۔ چاول گل جائیں اور پانی خشک ہو جائے تو پندرہ منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔

زندگی! تیری حقیقت کی حقیقت یہ ہے

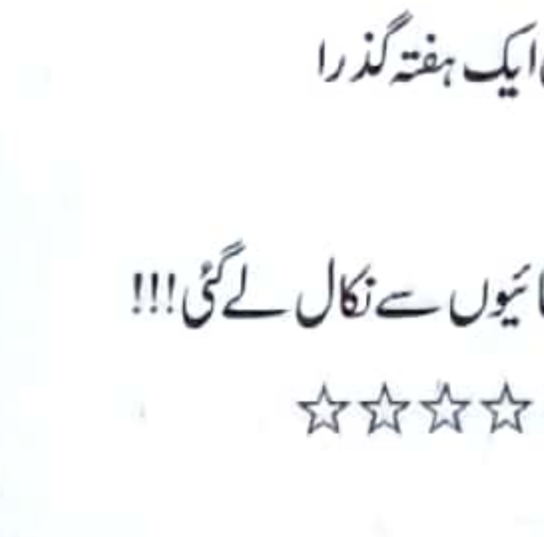

لمحۂ فکریہ

مریم خان

تیرے من کی بھوک کبھی تو مٹے گی ناں اے موت!

ہاں...... جب تجھے موت آئے گی......

تب میں اپنی کھلی آنکھوں اور مکمل حواس کے ساتھ تجھے مرتے دیکھوں گی اور پھر...... مجھے دوام ملے گا۔

ہارے ہوئے جواری کی طرح ، بہت بے بسی کی حالت میں زندگی کرلاتی ، بین کرتی، موت سے مخاطب تھی۔

زندگی کیا ہے......???
رنگوں سے بجی کہکشاں
یا نسیم سحر کا جھونکا???
آبلہ پا پیہم سفر ہے یا
چند لمحوں پر محیط پڑاؤ???
اس سوال کے جواب کے لیے، آؤ!
زندگی جی کے دیکھتے ہیں

☆☆☆☆

تاحدِ نگاہ فصل اپنے جوبن پر، یوں جیسے ''زندگی'' کھل کر سانس لے رہی ہو!

دن بھر کی مشقت نے رات کی نیند کو جنم دیا۔

سندھ کے بیٹے سو گئے اور ''سندھو'' جاگتا رہا آسمان نجانے کس کے غم میں تڑپ تڑپ کے رویا کہ سندھ کے دریا کی آغوش میں بھی مزید سمیٹنے کی تاب نہیں رہی۔

اور پھر پانیوں نے پورے سندھ کو اپنی لپیٹ میں لیا......!

اور موت...... پانی کی لہروں سے لپٹی، زندگی کو بہا لے گئی!

کھڑی فصلیں زمین بوس ہوئے دن گذرے، اب تو وہ مشقتیں کرنے والوں کو بھی بھول گئی ہوں گی۔

موت کب کچھ یاد رہنے دیتی ہے!!!

آگ کے بھانبڑ جلتے رہے......

کوئی کنارے کھڑا، ویران آنکھوں سے سرمایۂ حیات کو تباہ ہوتے دیکھتا رہا اور زندگی...... موت کے ہنڈولے میں سوار پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھ سکی۔!!

''اس'' نے رب کو پہچانا ہی اب تھا
ابھی تو ''عمل'' کا آغاز تھا
اور پہچان کروانے والا......
موت نے چپکے سے آواز دی اور زندگی
اس کے جسم کی قید سے آزاد، موت کا ہاتھ تھامے چل دی۔

صبر......??? آہ!
رب کی حکمتیں وہ ہی جانے!!

☆☆☆☆

'وہ' جو سراپا زندگی تھی!
اولاد تھی نہیں، خاوند بھی چلا گیا
عدت ختم ہوئے محض ایک ہفتہ گذرا
اور
موت اس 'تنہا' کو تنہائیوں سے نکال لے گئی!!!

☆☆☆☆

نوخیز کلیاں
اور ہوا کے تھپیڑے
اک مضبوط سائبان کی ہمہ وقت ضرورت
موت نے نقب لگائی..............
اور کڑی دھوپ سے آنگن بھر گیا
کلیاں کملائیں، مرجھائیں یا ڈھے جائیں
موت ''ضرورتوں'' سے بے نیاز ہوتی ہے!!!

☆☆☆☆

ماؤں پہ درد کے لمحے صدیاں بن کر بیت جاتے ہیں، اور پھر ''زندگی'' ان کی آغوش میں آتی ہے۔

کبھی جوانی ، انہیں اپنی رعنائیاں سونپنے آئے تو موت کسی درز سے چپکے سے در آتی ہے۔

اور تب ممتا، خالی گودِ خالی دل لیے فریاد کناں رہے یا ماتم کناں موت ترس نہیں کھاتی۔

اس لیے کہ وہ موت ہے ماں نہیں!!

اور مائیں...... ناممکن سی خواہش لیکن ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والے سے، دل کثرت سے اک دعا کرتا ہے۔

اللہ کسی کی بھی ماں کو کبھی کچھ نہ ہو!!!

☆☆☆☆

دن ، رات کے اس چکر میں زندگی کو ہمیشہ ہارتے ہی دیکھا ہے......

کشمکش ہوتی رہی دن رات مرگ و زیست میں
انتہا میں موت جیتی اور ہاری زندگی

ہاں!
زندگی ہار جاتی ہے!

نجانے کن کن مصائب و آلام سے گذر جاتی ہے، لیکن موت سے ہار جاتی ہے۔

ہر اس درد کا ساتھی بنتا ہے اک موت کے درد کے سوا!!!

معلوم نہیں زندگی کا درد زیادہ تلخ ہے یا موت کا ذائقہ???

جس نے چکھ لیا آج تک وہ بتا نہیں پایا یہ ذائقہ، جس نے چکھا نہیں وہ تو بتا نہیں سکتا۔

اک پل لگتا ہے اور یہ زندگی کی سب رعنائیاں سب رونقیں چھین لے جاتی ہے۔

لگے جو دھوپ اڑ جائے، ملے بارش تو بہہ جائے
سبھی رنگوں سے کچا زندگی کا رنگ دیکھا ہے

وماالحیوٰۃ الدنیا الامتاع الغرور (الحدید)
دنیا کی زندگی نرا دھوکے کا سامان ہے
ہاں اللہ تجھ سے بڑھ کر سچا کوئی نہیں!!!

زندگی جینا تو کیا ہمیں زندگی کو گذارنا بھی نہیں آتا، دن اور رات کو اپنی سواری بنائے کبھی ذرا دیر کو سانس لینے کے لیے رکتے ہیں اور پھر جو اپنا سفر دوبارہ سے جاری کرنا چاہتے ہیں تو ایک دیوار...... راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔

''موت کی دیوار''

چاروں طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے ، ہر لمحہ ہماری عمر کو گھٹاتا اور ہماری اجل کو ہمارے قریب کرتا چلا جا رہا ہے۔

بہت سوں کو روزانہ رخصت ہوتے دیکھتے ہیں

اپنے کندھوں پر قبرستان تک چھوڑنے جاتے ہیں

میت کو دفن کر کے اس پر منوں مٹی ڈالنے والوں میں ہم بھی شامل ہوتے ہیں...... لیکن ہاتھوں سے مٹی جھاڑتے ہی ذہن سے بھی ہر فکر کو جھٹک کر پھر سے مطمئن ہو جاتے ہیں جیسے موت بس اسی کے لیے آئی تھی اور "کل نفس ذائقة الموت" کی اٹل حقیقت نجانے کیسے فراموش ہو جاتی ہے۔

یاد رکھنا اے غافل گروہ!

ہم جیسے موت کو بھول جانے والوں کو ہی زندگی دھوکہ دیا کرتی ہے۔

ورنہ بہت سے ہیں جو "مر" کر بھی "جیا" کرتے ہیں!!

موت ...... بھرے پُرے گھروں کو خالی اور آباد دلوں کو ویران کر جاتی ہے ماتم، نوحے، بین اور شکوے کچھ بھی تو اس کا راستہ نہیں روک پاتا آنسوؤں کے دریا ہوں یا صبر کی بھاری سِل۔

زندگی کو واپس نہیں لا سکتے۔

اس لیے کہ اس نے چلے جانے کے بعد، واپس آنے کا وعدہ کبھی بھی نہیں کیا تھا۔

یقیناً زندگی اتنی ہی بے وفا ہے!!

ہمیشہ ہم اس کی ناز برداریوں میں لگے رہتے ہیں، ایمان تک کھو بیٹھتے ہیں اور وہ لمحوں میں دغا دے کر ہمیں موت کے منہ میں دے آتی ہے۔

قل ان الموت ...... (الجمعة)

(اے نبی ﷺ) کہہ دیجئے بے شک موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تمہیں ملنے والی ہے۔

اجل ایک اٹل حقیقت سہی مگر بہت تلخ ہے لوگو!

انتہائی تکلیف دہ!

ورنہ 14 صدیاں پہلے کا "وہ لمحہ" درد بن کر آج بھی دل کے ایک گوشے کو آباد نہ رکھتا!

"زندگی" کے بنا کیسے جیتے ہیں؟؟؟

ویسے ہی، جیسے تب صحابہ جیے تھے!

ہر موت پر، موت بے طرح یاد آتی ہے

فاطمہؓ کی تسلی مرہم بن جاتی ہے۔

"اے لوگو! جو لوگ محمد ﷺ کی عبادت اور پرستش کرتے تھے تو سن لیں کہ محمد ﷺ تو انتقال فرما چکے اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو اللہ بے شک زندہ ہے اور کبھی مرنے والا نہیں۔ (سیرت ابن ہشام)

زندگی دغا نہ کرتی تو ان سے نہ کرتی، جو ہمارے لیے "زندگی" تھے۔

لیکن حقیقت یہی ہے اولاد آدم! کہ رحمٰن رب، فانی انسانوں سے لافانی محبتیں رکھتا ہے!

کبھی زندگی محض درد بن جاتی ہے، محض درد......

اگر یہ دائمی ہوتی، تب کیا ہوتا؟؟؟

یہ تصور ہی جان لیوا ہے!

سوا اس حیؒ قیوم نے زندگی کو عارضی ہی رکھا

زندگی اور موت تو محض امتحان کے طور پر رکھی ورنہ مطلوب تو اسے ہر حال میں بندگی ہی ہے!

الذی خلق الموت ...... (الملک)

جس نے قوت اور زندگی کو تخلیق کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے سب سے اچھا کون ہے۔

عارضی زندگی مرغوب ہوتی تو وہ اپنے محبوب کو موت کی سختیوں سے کبھی بھی نہ گذارتا۔

اس نے دوام کے لیے ہی یہ امتحان رکھا۔

اور امتحان لذتیں اور مزے لوٹنے کے لیے کب ہوا کرتے ہیں؟؟؟

مال و اولاد کی کثرت کی دوڑ ہمیں مقصد حیات تک بھلا دیتی ہے۔

ہر چیز کی زیادتی کی خواہش ہمیں ہماری اصل سے غافل کر دیتی ہے، قبروں کو دیکھتے ہیں لیکن آنکھ نہیں کھلتی۔

اللہ کا اعلان ہوتا ہے۔

کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون

ایسے بے ہوش لوگوں کو ہوش جلد آ جائے گی جب موت کی بے ہوشی ان پر طاری ہوگی۔

وجآء ت سکرة الموت بالحق ذلك منه تحيد (ق)

ہزاروں سال بھی جئیں انجام موت ہی ہے تو پھر یوں جئیں کہ اس دائمی زندگی کا سکون ہمارا مقدر ہو......!

ہر لمحہ کو زندگی کا آخری لمحہ سمجھیں تو پھر ہر لمحہ یوں گذرتا ہے جیسے اللہ چاہتا ہے!

اپنی صبح کے بعد شام کے منتظر اور اپنی شام کے بعد صبح کے منتظر رہنا......؟؟

ایک پل کی ضمانت نہیں اور سالوں بعد تک کی منصوبہ بندی کر لینا......؟؟

اک آرزو کے حقیقت بننے کا یقین نہیں اور لمبی لمبی آرزوئیں باندھنا......؟؟

سمندر کو چھوڑ کر قطرے کو پانے کی کوشش میں ساری صلاحیتیں گنوا دینا......؟؟

جب کہ اُسوۂ کامل تو یہ ہے۔

میرا دنیا سے کیا کام؟؟ میری اور اس دنیا کی مثال تو بس ایسے ہے کہ جیسے کوئی سوار اپنی سواری سے اتر کر کسی پیڑ کی چھاؤں میں گھڑی دو گھڑی آرام کر لے، پھر اٹھے اور چل دے۔

میرے محبوب ﷺ نے زندگی گذارنے کا ایک سنہری اصول بتا دیا کہ جس پر عمل پیرا ہونے سے زندگی سہل ہو جائے۔

"دنیا میں یوں رہو جیسے کوئی پردیسی یا راہ گیر ہے اور اپنے آپ کو قبرستان کی آبادی میں شمار کرو۔" (ترمذی)

اے لوگو! زندگی بہت مختصر ہے اسے عداوتوں میں ضائع مت کرو۔

معمولی معمولی باتوں کو انا کا مسئلہ بنا لینا...... کسی چھوٹی سی بات پر سالوں قطع تعلق رہنا...... بے ضرر سی خواہشات کی وجہ سے تعلقات کو توڑ دینا۔

تب ایک لمحہ کو بس یہ سوچا کرو

زندگی کا تو اک پل بھروسہ نہیں!

آج مر گئے تو کل دنیا تمہیں بھلا بھی دے گی، پھر کہاں کی ناک اور کہاں کی انا؟؟؟

سب خاک میں مل جائے گا۔

یاد رکھو!

دنیا کی زندگی اللہ کے ہاں کوئی مقام و مرتبہ رکھتی تو اللہ کافر کو بے سر و سامانی اور مومن کو فراوانی دیتا......

لیکن جس کا مطمع نظر اللہ کی رضا ہو وہ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے، اور تب دنیا ذلیل ہو کر اس کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتی ہے، اور جس کا مطمع نظر نفس کی خواہشات ہوں، دنیا اس کو اپنے پیچھے رسوا کرتی ہے لیکن ہاتھ نہیں آئی۔

صحابی رسول ﷺ نے راہبر کامل سے خواہش کا اظہار کیا کہ کوئی ایسا عمل بتائیے کہ اللہ مجھ سے محبت کرنے لگے اور لوگ بھی...... فرمایا

دنیا سے بے نیاز ہو جاؤ اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور جو کچھ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اس سے بے رغبت ہو جاؤ لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ (ابن ماجہ)

اپنی مصروفیات میں سے چند لمحے نکال کر عمر بن عبدالعزیز کے اس قول پر غور ضرور کرنا، فرمایا کرتے تھے۔

"خبردار! یہ دنیا اس قابل نہیں بنائی گئی کہ تم اس میں دل لگا کر رہو، اللہ نے لکھ دیا ہے کہ یہ فنا ہو کر رہے گی اور جو اس میں بس رہے ہیں اللہ نے لکھ دیا ہے کہ وہ کوچ کر کے رہیں گے، کتنے ہی بجے سجائے گھر ہیں جو کچھ ہی دیر میں ویران ہو جانے والے ہیں۔ ان گھروں میں کتنے ہی ایسے رہنے والے ہیں جن پر دنیا اب رشک کرتی ہے مگر عنقریب وہ ان گھروں میں نظر تک نہ آئیں گے۔

دیکھو! جب تمہیں جانا ہے تو کیوں نہ اس سفر کو ایک اچھا

اور خوشگوار سفر بنالو، یہاں جو کچھ میسر ہے اس سفر کے لیے ساتھ اٹھا لو، سواری کا بندوبست کرلو، زادِ راہ لے لو، اور دیکھو!

اس سفر میں بہترین زادِراہ تقویٰ ہے۔

ابو ذر غفاریؓ کے خالی گھر میں چاروں طرف نظریں دوڑاتے ہوئے بہت حیرانی سے ساتھی نے پوچھا تھا" آپ کا سامان کہاں ہے"

فرمایا:"ہم نے دراصل ایک دوسرا گھر لے لیا ہے اور کچھ ہی دیر تک وہاں منتقل ہونے والے ہیں۔"

وہ شخص پھر بااصرار بولا" مگر جب تک یہاں ہو آپ کا سامان یہاں ہونا چاہیئے"

بڑی عاجزی اور قناعت سے ابوذرؓ نے جواب دیا تھا۔

"معلوم نہیں مالک مکان کب ہمیں یہاں سے نکال دے"!!!

ہاں نظر جب آخرت کے اصل گھر کی طرف لگی ہو، اور تلاش جب صرف رب کی رضا کی ہو تب یہ پرواہ نہیں رہتی کہ زندگی آسائشوں میں ہے یا آزمائشوں میں! تب ساری کوشش حسن عمل میں لگتی ہے کہ اس سفر میں بس نیک اعمال ہی کی سواری مطلوب ہے!

مل جانے پر شکر کے ذریعے اور نہ ملنے پر صبر کی بدولت حصول رضائے الٰہی مقصود ہو تو پھر نہ مزید کا لالچ رہتا ہے اور نہ کھو جانے کا ڈر!

عالیشان گھر ہو یا چھوٹی سی کٹیا

کمخواب کا لباس ہو یا پیوند زدہ پیراہن

مرغن کھانے ہوں یا سوکھی روٹی کے چند ٹکڑے۔

انجام سب کا ایک ہی ہے۔

مٹی میں مل کر مٹی ہو جانا!

اور یقیناً ابن آدم کے پیٹ کو قبر کی مٹی ہی بھر سکے گی!!!

امت کی اصلاح ان دو چیزوں سے ہوئی تھی ایک یقین اور دوسرا دنیا سے بے رغبتی۔

اور اس امت کے اندر جب فساد پیدا ہوگا تو وہ چیزوں سے ہوگا،

ایک مال کی محبت کی وجہ سے کنجوسی اور دوسرا لمبی آرزوئیں۔"

اور یاد رکھنا میرے نبی کی امت، نبی محترم ﷺ نے اپنی امت کے بارے دو چیزوں سے اپنے خوف کا اظہار فرمایا تھا۔

خواہشات کی پیروی اور لمبی آرزو!

خواہشات کی پیروی حق سے روک دیتی ہے اور لمبی آرزو تو دنیا کی محبت ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

اور دنیا کی محبت کی وجہ سے جب دل آرزوؤں کی آماجگاہ بن جاتا ہے تو موت بھول جاتی ہے!

یہ آفات، فسادات وبائی امراض، اموات سب رب کی تنبیہات ہیں کہ شاید آدم کی اولاد اپنی آرزوؤں کے آگے کوئی بند باندھے۔

شاید اسے اپنا رب یاد آجائے

شاید وہ رجوع کرلے۔

شاید وہ لوٹ آئے......شاید......شاید

ہمیں احساس کیوں نہیں ہوتا کہ اگر اللہ چاہتا تو جیتے جاگتے انسانوں کو چلتے پھرتے زمین سے اچک لیا کرتا اور وہ یوں کرسکتا تھا لیکن کبھی بیماری، کبھی بڑھاپا، کبھی کوئی حادثہ اسے موت کے منہ میں لے جاتا ہے۔

پھر میت کا غسل......اس کا جنازہ......اس کی تدفین اس کے گھر تعزیت......اہل خانہ کے لیے تین دن کا سوگ کیا یہ سب ایسے ہی ہے، بے معنی؟؟؟

نہیں......وہ تدریجاً تذکیر کرتا ہے۔

اس مرنے والے کے اردگرد والوں کو یاد دلاتا ہے کہ تم بھی اتنے ہی کمزور ہو......اتنے ہی بے بس ہو......اتنے ہی لاچار و عاجز ہو......

ہاں اتنے ہی مجبور ہو......

جان لو! کہ زندگی کی حقیقت بس اتنی سی ہے۔

اس کی حقیقت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد اب تو لوٹ آؤ!

لیکن......

ہماری نگاہوں کے سامنے بس چلتے چلتے گہری کھائی میں جا کر اور ہنستے کھیلتے بچے لوگوں کے کندھوں پر سوار گھروں میں واپس آئیں۔ بارشوں کی شدت کی وجہ سے تباہیوں کی حد ہو جائے۔ حقیر سے مچھر کے سامنے کڑیل جوانوں کو بے بس ہو کر موت کے قریب اور زندگی سے دور ہوتے دیکھیں

لیکن......

پھر بھی ہم مطمئن رہتے ہیں

پھر بھی خوش وخرم رہتے ہو۔

پھر بھی ہنستے ہیں۔

ہاں ہماری بے حسی دیکھو......

ہم پھر بھی خوشیاں مناتے ہیں

دنیا کی سب سے بے اعتبار چیز "زندگی" پر آنکھیں بند کر کے اعتبار کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں ملک الموت شائد ہمارے گھر نہ آئے اور موت......ہماری بے وقوفی پر ہنستی ہوئی یہ کہہ کر پاس سے گذر جاتی ہے۔

ابن آدم! منتظر رہو! شائد کہ اگلی دستک تمہارے دورازے پر ہی ہو!!!

اور یہ ایسی حقیقت ہے جو آپ خود منوا لیتی ہے

الموت قدفکل نفس شاربها

(موت ایسا پیالہ جو ہر نفس نے پینا ہے)۔

والقبر باب نفس داخلها

اور قبر ایسا دروازہ ہے جس میں ہر نفس کو داخل ہونا ہے۔

کیا تم جان پائے ہو کہ

زندگی کیا ہے؟؟؟

رنگوں سے سجی کہکشاں

یا نسیم سحر کا جھونکا؟؟؟

آبلہ پا پیہم سفر ہے

یا چند لمحوں پر محیط پڑاؤ؟؟؟

نہیں......

زندگی تیری حقیقت کی حقیقت یہ ہے

تیری گفتار میں چھاؤں تیرے کردار میں دھوپ

جان لو! کہ دنیا کی زندگی تو بس کھیل تماشہ، ظاہری زیب وزینت، آپس میں فخر اور ایک دوسرے پر مال واولاد میں کثرت جتلانا ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہوگئی تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات وہ زرد ہوگئی پھر وہ بھس بن کر رہ جاتی ہے۔

اس کے برعکس آخرت وہ جگہ ہے جہاں سخت عذاب اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے اور دنیا کی زندگی ایک دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔

(تو پھر) دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس کی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین جیسی ہے۔ جوان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہوں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اے اللہ کریم!

دنیا میں ہماری پردیس کی حالت پر رحم فرما

قبر میں ہماری تنہائی کی حالت پر رحم فرمانا

اور کل جب تیرے سامنے کھڑے ہوں تو ہماری اس بے مددگاری کی حالت پر رحم فرمانا۔

اللهم لا تجعل الدنيا اكبر همّنا

ولا مبلغ علمنا

اللهم من احييته منّا فاحيه على الاسلام

ومن توفيته منا

فتوفه على الايمان (اللهم آمين)

وماعلينا الا البلاغ المبين

پردہ اٹھادوں اگر چہرۂ الفاظ سے...

الجبرا:

انگریزی کا Algebra عربی لفظ ہے۔

اس علم کے موجد مشہور مسلم ریاضی دان اور ماہرِ فلکیات ابو جعفر محمد بن موسیٰ خوارزمی (۱۶۰۔۲۳۲ھ /۷۷۶۔۸۴۷ء) تھے۔ اس علم کا نام انہوں نے الجبر والمقابلہ رکھا تھا۔

''الجبرا'' لاطینی میں Algebra کی شکل میں داخل ہوا، اور وہاں سے دنیا کی دوسری زبانوں میں منتقل ہوا۔

عربی مجہول عدد کے لیے ''ش'' لکھا جاتا ہے جو لفظ ''شیء'' (کوئی چیز) کا مخفف ہے۔ قدیم ہسپانوی زبان میں ''ش'' کو "x" لکھا گیا، کیونکہ اس زمانے کی ہسپانوی زبان میں "x" حرف ''ش'' کے لیے استعمال ہوتا تھا، جیسا کہ آج تک ہسپانوی کی بہن پرتگالی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح یورپ کی تمام زبانوں میں مجہول عدد کے لیے "x" استعمال ہونے لگا۔

عربی طریقہ حساب کو انگریزی میں Algorism کہتے ہیں، ایک اور لفظ Algorithm ہے جس کے معنی ہیں: ریاضی کے کسی مسئلہ کو حل کرنے کا خاص طریقہ۔ یہ دونوں الفاظ ''الخوارزمی'' کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں۔

ہسپانوی زبان میں عدد یا ہندسے کو Guarismo کہتے ہیں۔ یہ بھی ہمارے ''الخوارزمی'' سے لیا گیا ہے، بس ان کے سر پر سے ''ال'' کی پگڑی اتار دی گئی ہے۔

امرود:

ناشپاتی کی شکل کا وہ امریکی پھل جو پندرھویں صدی سے دنیا میں متعارف ہوا ہے۔

''امرود'' فارسی لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں: ناشپاتی، جس کو عربی میں کمثری، اور انگریزی میں Pear کہتے ہیں۔ جب پندرھویں صدی میں امریکا سے یہ نیا پھل آیا جس کی شکل ناشپاتی سے ملتی جلتی ہے تو اردو بولنے والوں نے اسے امرود کا نام دے دیا۔

جنوبی ہند اور ممبئی میں اس امریکی پھل کو ''جام'' کہتے ہیں۔ یہ لفظ Malay زبان کا ہے، Malay زبان میں اس کا پورا نام ہے: Jambu biji۔

انگریزی میں اس کا نام Guava ہے۔ یہ ہسپانوی Gvayaba سے ماخوذ ہے اور ہسپانوی زبان نے اس لفظ کو ویسٹ انڈیز کی زبان اراواک (Arawak) سے لیا ہے۔

انچ:

فٹ کا بارہواں حصہ۔

انگریزی Inch اور Ounce ایک ہی لفظ کی دو شکلیں ہیں۔ دونوں کی اصل لاطینی Uncia ہے جس کے اصلی معنی ہیں: بارہواں حصہ، اس لیے اس کا اطلاق پاؤنڈ اور فٹ دونوں کے بارہویں حصے پر ہوتا تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ لاطینی لفظ Uncia قدیم عربی میں ''أوقية'' کی شکل میں داخل ہوا۔ Uncia سے پہلے ''انقية'' بنا، پھر نون حذف ہوکر ''أوقية'' بن گیا۔

اندلس:

یہ بہت ہی خوبصورت لفظ ہے اور اس ملک سے مسلمانوں کی شاندار تاریخ وابستہ ہے۔ عہدِ اسلامی کا اندلس تہذیب وتمدن کا گہوارہ، علم وفن کا مرکز اور معارف وحکمت کا منبع بنا ہوا تھا۔

لیکن لغوی اعتبار سے اس لفظ کی تاریخ لوٹ مار، غارتگری، تہذیب وتمدن کی تباہی کی مترادف رہی ہے۔

چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی میں جرمنی کے شمالی مشرقی علاقے سے ایک قوم اٹھی۔ اس نے مغربی یورپ پر حملہ کیا اور قتل و غارت کا بازار گرم رکھا۔ ۴۵۵ء میں اٹلی کے شہر روم (Rome) کو تاخت وتاراج کیا، وہاں کے گرجا گھروں کو مسمار کیا۔ اس قوم کا نام ونڈل (Vandals) ہے، اسی لفظ سے انگریزی اور دوسری یورپی زبانوں میں (Vanalism) کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں: علوم وفنون کا تباہ کرنا، ہر خوبصورت چیز کا پامال کرنا۔

اس قوم کے کچھ لوگ جنوبی ہسپانیہ میں بس گئے، جس کی وجہ سے اس علاقے کا نام ''ونڈلوسیا'' پڑ گیا۔ بعد میں جب اس لفظ کا سرکٹ گیا تو یہ ''انڈلوسیا'' بن گیا، پھر یہ علاقہ تہذیب وتمدن کا گہوارہ بنا اور اس لفظ نے ''اندلس'' کی نہایت ہی حسین صورت اختیار کرلی۔

انگریز:

platts نے اپنی اردو انگریزی ڈکشنری میں لکھا ہے کہ ''انگریز'' لفظ ''انگلش'' کی بگڑی ہوئی شکل ہے، یہ بات بالکل غلط ہے۔ دراصل یہ لفظ پرتگالی ہے اور پرتگالی میں اس کی شکل ہے: Ingles۔ اردو میں اس کے ''ل'' کو ''ر'' سے بدل دیا گیا ہے اور ''س'' کو ''ز'' سے۔ اس کا الف مفتوح ہے لیکن کچھ لوگ کسرے کے ساتھ ''انگریز'' بھی بولتے ہیں اور پرتگالی میں یہی اصل ہے۔

فرنچ میں بھی Anglaise (آنگلیز) ہے لیکن یہ مونث ہے، اس کا مذکر Anglais ہے جس میں آخر کا (s) پڑھا

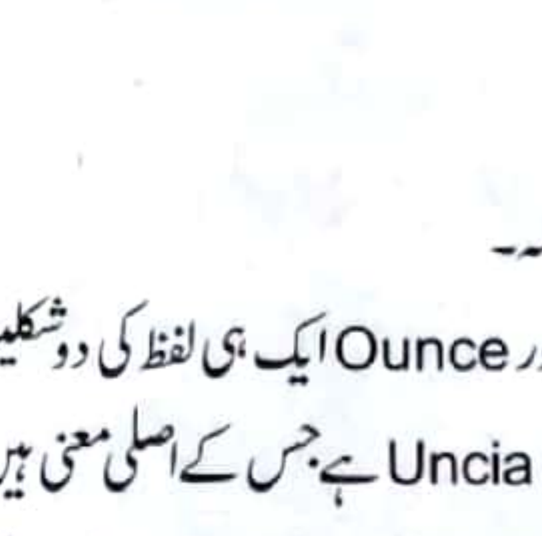

زبان دانی

ڈاکٹر ف: عبدالرحیم

نہیں جاتا، اور اس کا تلفظ ہے (آنگلے)

پرتگالی لفظ اپنی اصلی شکل میں لفظ "انگلستان" میں موجود ہے جس میں "ل" اور "س" اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔

اولمپکس:

اولمپس شمالی یونان میں واقع ایک پہاڑ کا نام ہے۔ قدیم یونانیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ پہاڑ دیوتاؤں کا مسکن ہے۔ اس پہاڑ کے دامن میں یونانی ہر چار سال میں ایک بار مختلف کھیلوں کا انتظام کرتے تھے، اور اس پہاڑ کی مناسبت سے یہ کھیل اولمپی کھیل کہلاتے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں اس قدیم روایت کا احیاء عمل میں آیا اور اس وقت سے یہ کھیل چار سال میں ایک بار مختلف ملکوں میں منعقد کیے جارہے ہیں۔

ہر چار سال میں ہونے والے اس جشن کو اولمپیاد (Olympiad) کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اولمپیاد ۷۷۶ ق م میں منعقد ہوا تھا۔

ایمبولینس:

مریضوں اور زخمیوں کو ہسپتال پہنچانے والی گاڑی۔

انگریزی کا Ambulance پہلے Ambulant کہلاتا تھا۔ ابتداء میں فرنچ میں اس کا پورا نام Hopital Ambulant تھا جس کے معنی ہیں چلتا پھرتا ہسپتال۔

پہلے پہل اس لفظ کا استعمال جنگ کریمیا (Crimeam War) کے موقع پر ہوا، اور ابتداء میں اس کا اطلاق متحرک فوجی ہسپتال پر ہوتا تھا۔

Ambulant اصلاً لاطینی لفظ ہے اور اسی سے انگریزی میں Ambulate بمعنی چلنا پھرنا ماخوذ ہے۔

بائیکاٹ:

اس کا انگریزی کے Boycott سے ماخوذ ہونا تو سبھی جانتے ہیں لیکن اس لفظ کی تاریخ سے شاید کچھ ہی لوگ واقف ہوں گے۔ دراصل یہ لفظ ایک شخص کا نام ہے Catain C.C Boycott (1832.97) جو آئرلینڈ میں کاؤنٹی مایو کا ایک زمیندار تھا، Irish Land League نامی کرایہ داروں کی یونین نے ایک مرتبہ اس کا حقہ پانی بند کر دیا تھا، اس وقت سے اس بیچارے کا نام "قطع تعلق" کے مترادف بن گیا۔ یہ لفظ ان معنوں میں یورپ کی بیشتر زبانوں میں داخل ہو چکا ہے۔ ذیل میں اس کی کچھ مثالیں دی جاتی ہیں:

انگریزی	to boycott
فرانسیسی	boycotter
اطالوی	boicottare
ہسپانوی	boicotear
پرتگالی	boicotar
جرمن	boikottieren
جدید یونانی	......؟؟

بسکٹ:

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ "بسکٹ" انگریزی لفظ Biscuit سے ماخوذ ہے، آیئے! اب اس کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کریں۔

یہ لفظ فرنچ سے انگریزی میں آیا ہے۔ قدیم فرنچ میں اس کا املاء Bescuit یا Bescoit تھا۔ آج کل اس کا املاء وہی ہے جو انگریزی میں ہے۔

یہ لفظ لاطینی ہے اور اس کی اصل Biscoctum ہے جس کے لفظی معنی ہیں "دو بار پکی ہوئی" یعنی دو بار پکی ہوئی روٹی۔ Bis کے معنی ہیں: دو بار، اور Coctum کے معنی ہیں "پکی ہوئی" اس نام میں بسکٹ کی تیاری کے قدیم طریقے کی طرف اشارہ ہے۔

یہ لفظ انگریزی میں سولہویں صدی سے لے کر اٹھارویں صدی تک Bisket کی شکل میں لکھا جاتا تھا، اور آج تک اس کو Bisket ہی پڑھا جاتا ہے۔ لیکن بعد میں اس کے لیے فرنچ املا اختیار کر لیا گیا حالانکہ اس کا تلفظ وہی رہا جو پہلے تھا، فرنچ کی طرح اس کو (بسکوی) نہیں پڑھا جاتا۔

اس املا کی تبدیلی کے بارے میں Oxford English Dictionary کے مصنفین کہتے ہیں:

The current (biscuit) is a sensless adoption of modern French spelling with out the french pronunciation.

یعنی: اس لفظ کے لیے جدید فرانسیسی کے املاء کا اختیار کرنا ایک لاطینی عمل ہے۔

بغداد:

اس کے لفظی معنی ہیں: "خداداد"۔

قدیم فارسی میں (بغہ) اور (بگہ) خدا کے معنوں میں آیا ہے۔ یہی لفظ سنسکرت میں (بھگوت) کی شکل میں موجود ہے اور اس سے ہندی میں "بھگوان" بمعنی "خدا" ہے۔

فارسی میں "بغ" کی جگہ "فغ" بھی آیا ہے۔ اسی سے "فغپور" یا "فغفور" ہے جس کے لفظی معنی "پسر خدا" ہے۔ (فغ + پور) اور یہ شاہان چین کا لقب ہے۔

فردوسی کہتے ہیں: نہ فغفور چین و نہ سالار سند

ناصر خسرو کہتے ہیں: چو مرگ آید چہ دربان و چہ فغفور

اقبال کہتے ہیں:

یقیں پیدا کر اے ناداں یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کے جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

اسی مناسبت سے فارسی میں فغفوری عمدہ چینی کے برتن کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ روسی زبان میں خدا کے لیے "بوگ" بولا جاتا ہے۔

بقراط:

مشہور یونانی طب جسے بابائے طب کہا جاتا ہے۔ مسدس حالی کا پہلا بیت ہے:

؎ کسی نے یہ بقراط سے جاکے پوچھا
مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا

یونانی میں اس کا نام ہے (Hippocrates) جس کا معرب بقراط ہے۔ عربی میں داخل ہونے کے دوران اس کا پہلا حرف (ھ) ضائع ہوگیا ہے۔

اسکی پیدائش ۴۶۰ ق م میں ہوئی، اور وفات ۳۷۷ میں۔ یہ افلاطون کا ہم عصر تھا۔ میڈیکل کے طلبہ سند حاصل کرنے کے موقعہ پر جو عہد کرتے ہیں وہ بقراط ہی کی طرف منسوب ہے، اور انگریزی میں Hippocratic oath قسم کہلاتا ہے، یعنی بقراطی قسم۔

بلغم:

یہ یونانی لفظ سے معرب ہے۔ اس کی یونانی اصل (Phlegma) ہے اور اس کا تلفظ ہے (فلگما)، یہ Phlegein سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: جلنا۔ طب یونانی کے حکماء کا خیال تھا کہ بلغم جسمانی گرمی سے پیدا ہوتا ہے۔

یہ لفظ یورپی زبانوں میں بھی موجود ہے۔ انگریزی میں اس کی شکل ہے (Phlegein)۔ اس میں حرف "g" نہیں پڑھا جاتا لیکن لفظ Phlegmatic (بلغی) میں پڑھا جاتا ہے۔

فرانسیسی میں (f) سے لکھتے ہیں (Flegme) اور اس میں (g) پڑھا جاتا ہے۔ اطالوی میں حرف g لکھا بھی نہیں جاتا (Flemma)۔ اور اسی طرح ہسپانوی میں بھی (Flema)۔ جرمن میں بالکل اصلی یونانی کی شکل میں پایا جاتا ہے: Phlegma، اور اگر یہ لفظ عربی میں یونانی سے براہ راست داخل ہوتا تو اس کا پہلا حرف "ف" ہوتا جیسا کہ یورپی زبانوں میں ہے، لیکن یہ عربی میں براہ سریانی داخل ہوا، سریانی میں اس کا پہلا حرف "پ" ہے جو عربی میں "ب" بنا۔

اللہ کے بنائے گئے نظام حیات میں ہی ہماری کامیابی ہے!

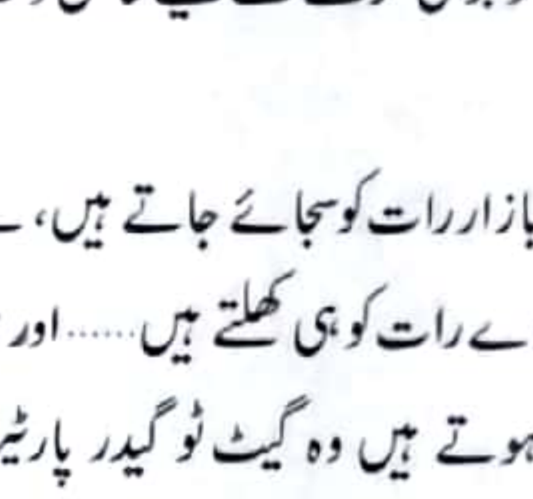

آداب زندگی

سمیرا اسرور

نیند اللہ کی عظیم نعمت ہے، اس کا کوئی متبادل نہیں، انسان کے لیے اتنی اہم ہے کہ کہا جاتا ہے:

''نیند تو سولی پر بھی آجاتی ہے۔''

کہ سکون اور آرام حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ نیند ہے اور نیند پوری کرنے کا فائدہ اٹھانے کے لیے اللہ پاک نے جو وقت مقرر کیا ہے وہ ''رات'' کا وقت ہے۔

سائنس نے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ انسان جب تھک جاتا ہے تو اس کے اعصاب تھک جاتے ہیں اور جب سوتا ہے تو اعصاب پرسکون ہو جاتے ہیں۔

رات کو اللہ نے آرام کے لیے بنایا کہ انسان دن بھر کام کاج کرنے میں مصروف ہوتا ہے جس سے تھک جاتا ہے اور جب تک آرام نہ کرلے، سونہ لے تھکن دور نہیں ہوتی۔

رات...... دن کی نسبت ٹھنڈی اور تاریک ہوتی ہے اور یہ دونوں چیزیں ''ٹھنڈک اور تاریکی'' نیند کے لیے بہت ضروری ہیں اور اس طرح بھرپور نیند راحت کا باعث بن جاتی ہے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ دن بھر کام کرے اور رات کو بھرپور نیند لے کے آرام کرے تا کہ اگلے دن کے لیے دوبارہ سے تازہ دم ہو سکے۔

اس کے برعکس اگر کوئی شخص رات کو کام کرتا ہے اور دن کو سوتا ہے تو اس طرح نہ وہ گہری نیند کا لطف اٹھا سکتا ہے اور نہ اس کے پورے فوائد حاصل کر سکتا ہے بلکہ کچھ عرصہ بعد اس کی صحت خراب ہو جائے گی۔

اللہ نے دنیا کی کسی چیز کو بے فائدہ نہیں بنایا، ہر چیز میں اس کا فائدہ موجود ہے۔ رات کو جلد سونا اور پھر صبح جلدی اٹھنے کا فائدہ یہ ہے کہ انسان تہجد پڑھے، فجر کی نماز کے بعد مسنون اذکار کرے...... یہ وقت برکت کا وقت ہوتا ہے۔ اللہ کے فرشتے اس وقت برکت کے لیے دعا کرتے ہیں اس بندے کے لیے جو صبح اللہ کے ذکر میں مصروف ہوتا ہے۔ اور جو اس وقت سو رہے ہوتے ہیں وہ اس برکت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

اور پھر اگر دن کا آغاز جلد ہوگا تو جلد سب کام نپٹ جائیں گے اور رات جلد سو بھی سکے گا!

آج کل رات کو جاگنا فخر سمجھا جاتا ہے اور فخر یہ اعلان کیا جاتا ہے ''ہم تو 2 بجے اٹھتے ہیں'' اور ''ہم تو آدھا دن سو کر گزارتے ہیں'' اور جلد سونے والوں کو دقیانوس اور پینڈو سمجھا جاتا ہے۔

اللہ نے نظام کائنات انسان کی فطرت کو مدنظر رکھ کر بنایا اور نظام فطرت یہ ہے کہ رات کو سویا جائے اور دن کو جاگا جائے اور جو اس نظام کے خلاف چلے گا...... وہ شیطان کی راہ پر چلے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو رات کو رحمت بنایا تھا۔

جبکہ ہم نے رات کو برائی کرنے کے لیے خاص وقت مقرر کرلیا!

تمام برائیوں کے بازار رات کو سجائے جاتے ہیں، بے حیائی اور فحش کاموں کے اڈے رات کو ہی کھلتے ہیں...... اور جو گھروں میں جاگ رہے ہوتے ہیں وہ گیٹ ٹو گیدر پارٹیز، موبائل یا نیٹ چیٹنگ میں مشغول ہوتے ہیں۔

ہم روزمرہ زندگی پر نظر دوڑائیں تو دیکھتے ہیں کہ ایک نظام زندگی ہے جو چلتا ہے...... لائٹیں جلتی ہیں، الیکٹرک مشینری جیسے استری، اوون، ٹیلی وژن اور موبائل وغیرہ استعمال کیے جاتے ہیں۔ کچھ افراد دن میں جاگ کر استعمال کرتے ہیں اور کچھ رات کو جاگ کر...... اگر سب افراد رات کو ایک ہی وقت میں سو کر، دن میں یہ سب استعمال کریں تو بہت سی بچت کی جا سکتی ہے۔

بازار صبح نہیں بلکہ دوپہر کو کھولے جاتے ہیں اور رات گئے تک کھلے رہتے ہیں۔ اس طرح صبح کی برکت سے محروم بھی رہتے ہیں اور بجلی کا ضیاع بھی ہوتا ہے۔

بہت سے اداروں میں ڈبل شفٹس شروع کر دی گئیں ہیں خصوصاً تعلیمی اداروں میں، یہ تو سہولت تھی ان کے لیے جو صبح کا کام کرتے ہیں اور شام کو تعلیم حاصل کرتے ہیں لیکن سہولت کا غلط استعمال کیا جانے لگا۔ بہت سے لوگ شام کی کلاسز صرف اس لیے بھی لیتے ہیں کہ صبح جلد اٹھا نہیں جاتا۔

جب رات کو نیند پوری نہ ہوگی، دن میں فرائض سرانجام دیتے ہوئے مزاج پر چڑچڑاہٹ طاری رہے گی، جو کام کی کارکردگی اور انسانی صحت پر اثر انداز ہوگی۔ ڈپریشن کی مسلسل بڑھتی ہوئی شرح میں اضافہ کا باعث یہ بہت اہم وجہ ہے!

اگر کسی ایک یا دو افراد کو رات کو جاگنے اور دن میں سونے کی عادت ہو تو وہ اپنے دوسرے گھر کے افراد کو بہت کم وقت دے پائے گا کہ جب سب جاگ رہے ہوتے ہیں وہ سو رہا ہوتا ہے اور جب وہ جاگ رہا ہوتا ہے تب سب سو رہے ہوتے ہیں...... اور آخر کار وہ تنہائی کا شکار ہو جاتا ہے۔

کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں رات کو جاگا جا سکتا ہے:

1: میزبان مہمان کی خوشی کے لیے اس کے ساتھ رات کو جاگ سکتا ہے۔

2: کسی حادثہ کی صورت میں کسی کی مدد کرنے کے لیے جاگا جا سکتا ہے۔

3: پہرہ دینے والا رات کو جاگ سکتا ہے۔

4: تعمیری کاموں کے لیے غور وخوض کرنے کے لیے رات کو جاگا جا سکتا ہے۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمرؓ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز کے بعد کچھ دیر باتیں کیا کرتے تھے۔

ہماری کامیابی اللہ کے بنائے گئے نظام کے مطابق چلنے میں ہے۔ نظام قدرت کے خلاف چلنے سے ایسا بگاڑ پیدا ہوتا ہے جس کی اصلاح انسان کے ہاتھوں میں نہیں رہتی...... اور تباہی اس کا مقدر بن جاتی ہے!

دین کے ہم لوگ سپاہی......

دعوتی سرگرمیاں

عبیر آثم

2 اکتوبر بروز اتوار کو قادسیہ مسجد کے خواتین ہال میں ہونے والے آل لاہور کی الروضہ سوسائٹیز کی کارکردگی دیکھنے کے لیے منعقد کیے جانے والے پروگرام کی رونقیں اپنے عروج پر تھیں۔ 8:15 پر ہی بچوں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ خوب گہما گہمی تھی۔ ہماری تین دن کی محنتوں سے سجائے گئے ہال کو دیکھ کر بچوں کی خوشی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ پورے لاہور سے 12 سوسائٹیز کو بلایا گیا تھا۔ کل تعداد ہی بارہ تھی جو کہ اس وقت ریگولر بچوں کی اصلاح کے لیے جاری و ساری تھیں اور سبھی کو بلایا گیا تھا، اپنی پرفارمینس کے لیے۔ سوسائٹیز کی باری باری آمد پر ان کو زیر نگرانی نشستوں پر بٹھایا گیا۔

پورے 10:00 بجے اس پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ سٹیج پر الروضہ سوسائٹیز کے خوبصورت بینرز آویزاں تھے۔ پروگرام کے سٹارٹ میں نئی سوسائٹیز کو سٹیج پر آنے کا موقع دیا گیا تا کہ ان میں مزید آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہو۔ تمام بچوں نے بہت پرسوز اور پرجوش انداز میں تلاوت قرآن مجید اور جہادی ترانے اور جہادی سرگرمیوں کو Show کرایا۔

باقاعدہ ریگولر الروضہ سوسائٹیز کا باقاعدہ آغاز آپا جی ام طلحہ کی آمد تک ملتوی رکھا گیا۔ بچوں کی بھرپور حوصلہ افزائی کے لیے لاہور کی تمام خواتین مسئولات کو بھی بلایا گیا تھا۔

اس پروگرام کا مقصد الروضہ سوسائٹیز کا اجراء، نئے آنے والے لوگوں میں تعارف اور جو سوسائٹیز ہیں ان کو چیک کرنا اور مزید تصحیح کے لیے بریفنگ دینا۔ چند ایک معلمہ نے بچوں کو پیار بھرے انداز میں پر اثر نصیحت کی۔ انہوں نے بچوں سے وعدہ لیا کہ اس بات کو ثابت کر کے دکھانا ہے۔

ہم امت توحید ہیں
قرآن کے حامل
سنت کے وارث
شریعت کے محافظ
تیرے دین کے مبلغ۔ (انشاءاللہ)

اسی اثنا میں آپا جی ام طلحہ تشریف لائیں اور ان کی آمد پر باقاعدہ الروضہ سوسائٹیز کا آغاز ہوا۔ ان 6 باقاعدہ ریگولر سوسائٹیز کے بچوں نے باری باری تلاوت قرآن اور جہادی ترانے سنائے اور ان کو Active اور Fresh کرنے کے لیے سبحان اللہ، اللہ اکبر، الحمدللہ، یمینی، شمالی، کے کلمات پر Exercise کروائی گئی۔

پھر بہت پرسوز ترانے:

خدا کے دین کے لیے　　　یہ سرفروش چل پڑے

سبیلنا سبیلنا　　　الجهاد الجهاد

پھر سب بچوں نے پرفارمینس پیش کر کے دکھائی۔ پورے ہال میں ترانے کی گونج اور جہادی کیفیت طاری تھی۔ دل میں خیال آیا کہ امریکہ و انڈیا اس لمحے کو دیکھے تو دیکھتے ہی فنا ہو جائے کہ ہمارا بچہ بچہ اس کی ٹھکائی اور غلبہ اسلام کے لیے تیار

کھڑا ہے۔

پھر سبحان اللہ کے کلمے پر بچوں کو نشستوں پر بٹھا دیا گیا۔ مہمان خصوصی محترمہ آپا ام طلحہ کو دعوت خطاب دی گئی کہ وہ اپنے پھول سے الفاظ کی خوشبو بکھیریں۔ آپا جی نے کہا کہ جن بچوں نے الروضہ سوسائٹی میں اپنا نام درج کروایا اور اس میں جو سکھایا جاتا ہے اس کو سیکھا تو اللہ اپنے ننھے منے بندوں سے راضی ہو گیا۔ ہمارا مقصد ہی یہ ہے۔ (اس الروضہ سوسائٹی کا کہ آپ دین دار اور مجاہد بن کر کفر کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور اللہ کو خوش کریں۔)

اس کے بعد شعبہ تعلیم کی دائریکٹر (Dierector) محترمہ آپا ام عبدالصمد بچوں سے اظہار خیال فرمانے لگیں ویسے تو صبح سے اسٹیج پر تھیں اور اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہی تھیں۔ ان سوسائٹیز کے اجراء اور گائیڈینس کا سہرا انہی کے سر پر ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ یہ بچے آج ہماری کوششوں سے نہیں آئے، ہم تو ایک بہانہ تھیں۔ یہ تو سب اس اللہ رب العزت کی توفیق سے ہے کہ ہم نے اس کا اجراء کیا اور اللہ کی توفیق سے بچے آئے۔ مجھ ناچیز پر اللہ کا خاص کرم ہے کہ اس نے مجھے دین کی دعوت اور بچوں کے روشن مستقبل کے لیے اس کام کی توفیق دی۔ فرمان الٰہی:

"الله يجتبى من يشاء ويهدى من يشاء."

چونکہ اس پروگرام کا مقصد کارکردگی کو چیک کرنا اور مزید بہتری کے لیے بریفنگ دینا تھا، ہر تین ماہ بعد اس پروگرام کا ہونا طے پایا اور اگلے تین ماہ بعد الروضہ سوسائٹیز کے بچوں کا مقابلہ حسن قرأت ہونا طے پایا۔ یوں یہ کارواں چلتا رہے گا اور امریکہ کیا دیکھے گا انڈیا کیا دیکھے گا؟ اپنی "بربادی"۔

انشاءاللہ

جاء الحق

وزهق الباطل

ان الباطل كان زهوقاً

بچوں نے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے یہ پکار بلند کی:

اس پرچم محمدی کے سائے تلے
ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں

اس پروگرام میں شرکت کرنے والے بچوں، ننھے منھے مجاہدوں، چھوٹے Boys کی حوصلہ آفزائی کے لیے ہال میں پردے کے دوسری جانب امیر جماعۃ الدعوۃ حافظ محمد سعید صاحب تشریف لائے اور Boys سے مصافحہ کیا اور ننھی منھی بچیوں کے سر پر دست شفقت رکھا۔ اللہ امیر محترم کی عمر دراز فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

پروگرام کے اختتام پر بچوں کے لیے پرتکلف کھانے کا اہتمام تھا۔

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

تذکرہ صحابیات

ام عبدالرحمٰن

ان کا باپ قریش کا سردار تھا۔ ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب۔

اس کا بھائی معاویہ بن سفیان تھا۔ ابوسفیان بن حرب نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا، اہل رائے کے مطابق فتح مکہ کے بعد والے غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوا مثلاً:

غزوہ حنین اور غزوہ طائف اور وہ وقت بھی آیا کہ وہ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دے رہا تھا۔ ایک مرتبہ معرکہ یرموک کے موقع پر ابوبکر صدیقؓ کے دور میں وہ مسلمانوں کو کہہ رہا تھا:

اللہ اللہ بے شک تم اسلام کے مددگار ہو......!

اور یہ لوگ شرک کے مددگار ہیں......!

اے اللہ! یہ دن عام دنوں میں سے ایک ہے، اے اللہ! آج مدد نازل فرما۔

وہ رسول اللہ ﷺ سے دس سال بڑا تھا اور آپ ﷺ کے بیس سال بعد فوت ہوا، اس کی عمر 90 سال تھی۔

ام حبیبہؓ کا اسلام:

جو کہ ام المومنین رملہ تھیں ان کی کنیت ام حبیبہ تھی۔ انہوں نے مکہ کے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا، ان کا پہلا خاوند عبیداللہ بن جحش تھا وہ اسلام سے پہلے عیسائی تھا۔

اہل مکہ کے چار لوگ ملت ابراہیم اور نصرانیت کے بارے میں گفت وشنید کر رہے تھے۔ ورقہ بن نوفل، عثمان بن حویرث بن اسد، زید بن عمرو بن نفیل اور عبیداللہ بن جحش۔

ام حبیبہؓ کی ہجرت:

جب کافروں نے مسلمانوں پر ناقابل برداشت مظالم ڈھائے تو نبی ﷺ نے انہیں ہجرت کر جانے کی اجازت دی۔ مہاجرین میں عبیداللہ بن جحش اور ان کی بیوی رملہ بنت ابوسفیان بھی تھیں اور وہ حاملہ تھیں۔ حبشہ جا کر ان کی بیٹی حبیبہ پیدا ہوئی اس سے ان کی کنیت ام حبیبہ ہوئی۔

اسلام پر ثابت قدمی:

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حبشہ میں انتہائی صبر کے ساتھ دن گزارے۔ اپنے دین اور اسلام کی حفاظت کی۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ اس کے خاوند کی شکل بری طرح بگڑ چکی ہے، وہ گھبرا اٹھیں۔

اگلے دن اس کے خاوند نے اسے خبر دی کہ اس نے اسلام چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی ہے اور اس کو بھی نصرانیت اختیار کرنے کی دعوت دی، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا۔ اس نے بڑا صبر کیا اور اسی راستے پر گامزن رہی۔ اس نے خاوند سے علیحدگی اختیار کر لی حتیٰ کہ وہ نصرانیت پر مر گیا۔

نبی ﷺ سے نکاح:

نبی ﷺ کو ام حبیبہ کے بارے میں مسلسل خبریں مل رہی تھیں کہ اس کا خاوند اسلام سے مرتد ہو کر فوت ہو گیا ہے۔ نبی ﷺ نے مدینے کی طرف ہجرت کر لی۔ آپ ﷺ نے ارادہ کیا کہ ام حبیبہؓ سے نکاح کر لیں جبکہ ابھی وہ حبشہ میں تھیں۔

آپ ﷺ نے عمرو بن امیہ کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف بھیجا کہ ام حبیبہ سے آپ ﷺ کا نکاح کر دے اور نجاشی ام حبیبہ کا وکیل بن جائے۔

نجاشی نے اپنی لونڈی کو ام حبیبہ کی طرف بھیجا کہ وہ خوشخبری سنا دے۔ ام حبیبہ اس خبر سے بہت خوش ہوئیں اس خوشی میں انہوں نے لونڈی کو چاندی کے دو کنگن، پازیب اور چاندی کی انگوٹھیاں تحفے میں دیں۔

نجاشی نے بذات خود اس تقریب کا اہتمام کیا اور ام حبیبہؓ کا حق مہر مقرر کیا۔ اس نکاح کی محفل میں مسلمان مہاجر آئے جعفر بن ابی طالب اپنے ساتھیوں کے ساتھ آئے۔ نجاشی نے خطبہ نکاح پڑھا:

حمد وثناء کے بعد اللہ کے رسول نے مجھے خط لکھا ہے کہ میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان کی شادی ان سے کر دوں۔ انہوں نے مجھے جس کی طرف دعوت دی میں نے قبول کر لی۔ میں نے اس کا حق مہر چار سو دینا مقرر کیا ہے۔

پھر ام حبیبہ کے وکیل خالد بن سعید بن عاص کھڑے ہوئے انہوں نے خطبہ دیتے ہوئے کہا:

جس کی طرف مجھے رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی میں نے قبول کر لی آپ ﷺ کی شادی ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے ساتھ کر دی اللہ رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ شادی مبارک کرے۔

نجاشی نے مہر کی رقم ام حبیبہ کے وکیل کے سپرد کی پھر نجاشی نے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی اور انہوں نے قبول کرلی۔

یہ نکاح حبشہ میں ہوا۔ ام حبیبہ حبشہ ہی میں رہیں یہاں تک کہ باقی مہاجرین کے سفر باندھا اور یہ فتح مکہ اور صلح حدیبیہ سے پہلے ہوا۔

مہاجرہ صابرہ ام حبیبہؓ نبی ﷺ کے گھر داخل ہوئیں۔ نبی ﷺ نے سیدہ صفیہ ؓ سے شادی کے بعد غزوہ خیبر کے بعد ام حبیبہ ؓ سے شادی کی۔ ام حبیبہ ؓ اس امت کی فقیہہ عورتوں میں شمار ہونے لگیں۔ صلح حدیبیہ کافروں کے مقابلے میں مسلمانوں کے لیے عظیم فتح کی نوید ثابت ہوئی، لوگوں میں امن کی فضا قائم ہوئی۔ بنوخزاعہ نے مسلمانوں کا حلیف بننا پسند کیا۔

بنوخزاعہ کا ایک بندہ عمرو بن سالم خزاعی چالیس افراد کا وفد لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس فریاد لے کر آیا کہ ہماری مدد کریں اور قریش کی معاہدہ شکنی کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے عمرو! تمہاری مدد کی جائے گی۔''

قریش کو جب پتہ چلا کہ بنوخزاعہ کے لوگ فریادرسی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے ہیں تو وہ گھبرا گئے اور خوفزدہ ہو گئے۔ قریش نے اپنے سردار سفیان بن حرب کو مدینے بھیجا تا کہ صلح کے معاہدے کی تجدید کرسکے اور کچھ مزید مہلت لے سکے۔

حالت شرک میں باپ سے بیزاری:

ابوسفیان مدینہ آیا وہ ام المومنین رسول اللہ ﷺ کی بیوی جو اس کی بیٹی تھیں اس کے پاس آیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنے لگا تو ام المومنین نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان نے اس سے کہا:

اے میری بیٹی! تو نے بستر کیوں سمیٹا کیا تو اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھتی۔ اس نے جواب دیا: ''نہیں! بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور تو مشرک اور ناپاک ہے۔'' ابوسفیان نے کہا:

بیٹی! میرے بعد تجھے برے حالات کا سامنا کرنا پڑا۔

بیٹی نے کہا:

''اللہ نے مجھے اسلام قبول کرنے کی ہدایت دی۔ آپ قریش کی بڑے سردار ہیں آپ کیسے اسلام میں داخل ہونے سے گریزاں ہیں۔ آپ ایک ایسے پتھر کی پوجا کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے۔''

اس نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے کہ میں اپنی بیٹی کی طرف سے کیسی صورت حال دیکھ رہا ہوں۔ کیا میں ان کو چھوڑ دوں جن کی پوجا میرے باپ دادا کرتے رہے پھر وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔

وہ غمزدہ اور پسینہ سے شرابور تھا۔ ام حبیبہؓ کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ تھا۔ اگرچہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوا ابوسفیان مکہ واپس آیا اور اس نے مسلمانوں کا ارادہ بھانپ لیا تھا اس بات سے کہ وہ بدعہدی کا عذر قبول نہ کر رہے تھے۔

اللہ نے مسلمانوں اور رسول اللہ ﷺ کے لیے فتح کا ارادہ کیا مکہ فتح ہوگیا بغیر لڑائی کے۔ نبی ﷺ اس میں اپنے دس ہزار سپاہیوں کا لشکر لے کر داخل ہوئے۔ اہل مکہ اسلام قبول کرنے لگے ان کا سردار ابوسفیان بڑے صحابہ میں شمار ہو گیا۔

ام حبیبہؓ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اللہ کی عبادت میں وقت گزارتیں۔ انہیں بکثرت احادیث روایت کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ ان کی زندگی زہد اور تقویٰ کے لحاظ سے مثالی تھی اور اللہ کا خوف ان کے دل میں طاری رہتا تھا۔ انہوں نے اپنے بھائی کا دور خلافت دیکھا۔

وفات:

انہوں نے مدینہ منورہ میں اپنے بھائی کے دور خلافت میں وفات پائی۔ انہوں نے وفات سے قبل عائشہؓ کو پیغام بھیجا کہ:

''ہم دونوں کے درمیان جو باتیں ہوئیں اللہ کے لیے مجھے معاف کردو۔ میں نے تمہیں معاف کردیں۔''

عائشہؓ نے کہا کہ:

''میں نے تجھے معاف کیا۔'' اس نے کہا: ''تو نے مجھے خوش کردیا اللہ تجھے خوش کرے۔''

انہوں نے اسی طرح کا پیغام ام سلمہؓ کو بھیجا، اس نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ وہ بقیع میں دفن ہوئیں۔

ایک واقعاتی المیہ

شازیہ سے میری بہت پرانی شناسائی ہے چند دن پہلے مجھے فون آیا حال احوال پوچھنے کے بعد شازیہ نے بتایا کہ باجی صفیہ کو گولی لگ گئی ہے۔ ان کے لیے صحت کی دعا کریں میں یہ بات سن کر بہت پریشان ہوئی صفیہ سے بھی میرے تعلقات پرانے ہیں۔ صفیہ علم الدین علیم ناصری صاحبؒ کی بہو اور خالد علیم کی اہلیہ ہیں۔ مثنوی نویس اور نعت گو شاعر علم الدین علیم ناصری ملک کے مایہ ناز شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔

علیم الدین ناصری صاحب کی زندگی میں، میں اپنی نظموں کی اصلاح کے لیے اُن کے گھر آتی جاتی تھی اور صفیہ سے بھی ملنا ملانا رہا۔ بہت بااخلاق اور مہمان نواز ہیں۔

شازیہ نے بتایا کہ صفیہ اپنے گھر کی دوسری منزل پر صحن میں کسی کام میں مصروف تھیں۔ محلے میں بارات آئی ہوئی تھی۔ بینڈ باجے کے شور کے ساتھ ہوائی فائرنگ سے کانوں کے پردے پھٹ رہے تھے کہ اچانک ایک اندھی گولی اپنے گھر میں مصروف کار صفیہ کی کمر میں آگئی ان کو فوری طور پر ہسپتال لے جایا گیا۔ ایمرجنسی طبی امداد دی گئی لیکن ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ گولی ایسی جگہ پر پیوست ہو چکی ہے کہ اگر آپریشن کے ذریعے اس کو نکالنے کی کوشش کرتے ہیں تو جسم کے کسی نازک پٹھے کے کٹنے کا خطرہ ہے جس سے کسی بھی قسم کی جسمانی معذوری کے خطرات درپیش ہو سکتے ہیں لہٰذا انہیں وقتی طور پر ہسپتال سے فارغ کردیا گیا ہے۔

معجزانہ طور پر جان بچ گئی ہے۔ لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ شادیوں میں خوشی کے شادیانے بجاتے ہوئے چلائی جانے والی اندھی گولیاں بے گناہوں کی جانیں لے لیتی ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انسانی حقوق کی حفاظت کے لئے بندوق اٹھانا جرم قرار دیا جا چکا ہے اور اس ظلم کو عالمی اتحاد کے جھانسے میں دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر روا رکھا جارہا ہے۔

تو پھر اس دہشت گردی کو کیا نام دیا جائے جس میں ذاتی خوشیوں کی خاطر معصوم جانوں سے کھیلنے کی کھلم کھلا اجازت ہے اور اس پر کوئی تادیب یا گرفت نہیں ہے ہمارے حکمرانوں اور قانون سازوں کو ڈرنا چاہیے کہ کسی دن کوئی اندھی گولی چلانے والا اپنی خوشیوں کے جنونی مظاہرے میں آپ کے گھرانے کی خوشیوں کو نہ ڈس لے۔

الصافات پڑھنے والی تمام ماؤں بہنوں اور قارئین سے اپیل ہے کہ محترم خالد علیم ناصری صاحب کی اہلیہ کے لیے دعائے صحت فرمائیں۔

جزاک اللہ خیرا

مدیرہ الصفت

اللہ سے محبت کا تقاضا......!

ہر طلوع ہونے والا سورج کچھ عجیب سی کمی لے کر افق کے کناروں پر غروب ہوتا ہے۔ سب کچھ ہے لیکن پھر بھی کچھ نہ ہونے کے برابر...... کچھ پا کر بھی ہم جانے کسی چیز کے کھو جانے کے غم کا شکار ہیں؟؟؟

یہ سب کیا ہے؟؟؟ ایسا کیوں ہے؟؟؟ اتنی آسائشوں کے باوجود دل کو سکون کیوں نہیں......؟؟؟

دل مطمئن کیوں نہیں......؟؟

کسی پل راحت کیوں نہیں......؟؟

شاید کسی کھوئی ہوئی چیز کے نہ ملنے پر اتنا غم وفکر ہے......!!

مگر یہ کیا......؟ ہمیں تو معلوم ہی نہیں کہ وہ چیز ہے کیا جو ہم سے کھو چکی ہے...... ہمیں تو علم ہی نہیں...... کہ ہم نے کیا پا کر کھو دیا ہے......؟؟؟

لیکن یہ کیا......

اتنے سوچنے کے باوجود بھی ہمیں یاد نہیں آ رہا ...... کہ ہم نے کیا گم کر دیا......؟؟ ہم نے کیا ڈبو دیا......؟؟

ہم نے کیا کھو دیا......؟؟؟

میرے اندر سے جواب آیا رب کی محبت......

لیکن وہ کیسے کھو گئی ہے؟؟ ہم مسلمان ہیں ارکان اسلام ادا کرتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں حج بھی کرتے ہیں تو......

اور ہم نے فلاں دن غریب کو کھانا بھی دیا تھا۔ فلاں سائل کی مدد بھی کی تھی ...... اور فلاں فلاں پیاسے کو پانی بھی پلایا تھا...... ہم نے تو سب کچھ کیا...... فرائض بھی ادا کیئے ...... نوافل بھی ادا کیئے پھر کیسے...... کیسے؟؟ مجھ سے میرے رب کی محبت کھو چکی ہے......؟؟؟

اسی لمحے ضمیر پھر بولا......

اے نادان روح!

تو نے سب کچھ کیا مگر...... سب کچھ کرتے وقت تیرے دل میں رب کا خوف نہ تھا ہم نے سب کچھ ہی محبت میں آ کر کیا...... سخت سردی میں ٹھنڈے پانی سے وضو بھی کیا...... جب نیند سے جاگ کر مصلے پر کھڑے ہوتے ہیں۔ گڑگڑاتے ہیں۔ رب سے گناہوں کی معافی مانگتے رہے۔

والمستغفرین بالاسحار. (ال عمران)

سخت گرمی میں تپتی دھوپ میں ٹھنڈے پانی کو گلے سے اتارنے کو حرام کیا...... سارا سارا سال تھک ہار کر مال جمع کیا۔ لیکن پھر بھی دینا پڑا...... خود بھوکے رہے۔ لیکن کسی سائل کو خالی ہاتھ لوٹانا گوارہ نہ کیا......

ویوثرون علی انفسکم ولو کان بھم حصاصة . (الحشر)

بیمار ہونے کے باوجود صفا و مروی میں دوڑتے رہے......

راہ چلتے چلتے مسافر ملا...... دل و جان سے مدد کی...... نہ جان نہ پہچان......

وَ یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیماًواسیراً(الدھر)

وجہ کیا تھی......؟؟؟ رب سے محبت ہی تھی ناں......؟

اگر محبت نہ ہوتی تو کبھی گرم بستر کو چھوڑ کر مصلے پر کھڑے نہ ہوتے ...... اگر محبت نہ ہوتی تو کبھی بھوک و پیاس کو برداشت نہ کر پاتے...... یہ رب کی محبت ہی تھی ناں......!!!

آداب زندگی

اخت نوید الرحمٰن شاہ

ہم نے سوچا ہمارا رب رحمان ہے......

ھو الرحمن الرحیم۔(الحشر)

ڈر جاؤ...... ڈر جاؤ...... اے بندو! ڈر جاؤ جیسا کہ مجھ سے ڈرنے کا حق ہے......

یاایھا الذین امنو اتقو اللہ حق تقتہ.

(آل عمران)

مجھے ڈرتے ہوئے پکارو......

وادعوہ خوفا......(اعراف)

مجھے گڑگڑاتے ہوئے پکارو......

ادعواربکم تضرعاً . (العراف)

مجھ سے ڈرتے لرزتے ہوئے میری اطاعت کرو۔

فاتقوا اللہ واطیعون ......(الشعراء)

میرے سے ڈرتے ہوئے میری عبادات کو بجالاؤ۔

ان اعبدوا اللہ واتقوہ واطیعون. (نوح)

لیکن یہ فرمانے کے باوجود...... ہم ساری زندگی محبت کے نعروں و صداؤں میں اپنے رب کو پکارتے رہے...... نمازیں پڑھتے رہے۔ مگر اچانک ہمارے رب نے سونامی کے ذریعے بحر و بر کو ہلا کر رکھ دیا۔

فرمایا......

یاایھا الناس اتقو اربکم ان زلزلة الساعة شیءً عظیم (الحج)

اے انسان ...... دیکھو! میں رحمان ہوں لیکن جبار و قہار بھی ہوں ...... میری پکڑ بھی شدید ہے...... میری گرفت بڑی ہولناک ہے......

واتقو اللہ ان اللہ شدید العقاب.

(الحشر)

دیکھو تو سہی ...... کتنے ہی ایسے لوگ اس میں غرق ہو گئے جو روزہ دار بھی تھے...... عدل والے بھی تھے...... انصاف والے بھی تھے...... ایمان والے بھی تھے ...... لیکن رب کی خشیت دل میں نہ تھی تو نام و نشان بھی باقی نہ رہا...... سب کچھ مٹ کر غرق ہو گیا سلسلے چلتے رہے...... کہیں سیلاب آئے ...... کہیں زلزلے کے جھٹکے ...... مظفر آباد اور بالاکوٹ کے جھٹکے اور زلزلے دکھا کر

فرمایا......

یاایھا الناس اتقو اربکم ان زلزلة الساعة شیءٌ عظیم ۔ (حج)

اے کم عقل و نادان انسان......!!!

صرف نماز سے نجات نہیں صرف روزہ سے نجات نہیں...... بہت سے ایسے لوگ تھے جو اس دن روزہ دار تھے لیکن زلزلے کا شکار ہو گئے...... وجہ یہ ہی تھی کہ دل میں خشیت الٰہی نہ تھی...... رب کی خشیت دل میں ہو گی تو ایمان بھی کامل ہو گا...... محبت کے کھو جانے کا ڈر ہو گا تو اعمال بھی درست ہوں گے...... کہ جب مصلے پر کھڑے ہوں تو پاؤں خشیت سے لرزیں کہ نہ جانے رب کو میرا کھڑا ہونا قبول ہوا کہ نہیں...... اور اسی کیفیت کے لیے فرمایا تھا......

ادعوا ربکم تضرّعاً وخفیة. (اعراف)

دن بھر بھوکا پیاسا رہیں تو پھر بھی دل میں یہ خوف ہو کہ نہ جانے رب کے ہاں منظور ہو گا کہ نہیں......؟ ہر پکار...... دعا...... ہر عمل ایسا ہو جس میں خوف اور امید ہو......

وادعوہ خوفا وطمعاً. (اعراف)

اور آج...... آج جب دھوپ کی تپش زیر زمین پانی کو بھی ابال رہی تھی...... اور ہم لوگ پسینے میں شرابور کبھی سورج کو ایک نظر دیکھتے...... تو کہتے ''یا اللہ بارش برسا دے''، ہر چھوٹے، بڑے، جوان، بوڑھے کے منہ سے یہ ہی الفاظ نکلے'' یا اللہ بارش برسا دے تاکہ گرمی کا زور تھم جائے......

اب سوچئے ذرا...... محبت ہی تھی ناں...... رب سے...... کہ باران مانگی بھی تو رب کے دربار سے مانگی...... لیکن افسوس!!! یہاں بھی آ کر ہم بھول گئے اصل چیز کو...... یہ نہ کہا ''یا اللہ رحمت کی بارش برسا دے......

اللھم صیبانافعا (البخاری)

پھر دیکھ لیا ناں...... کہ وہ ہی باران جو رب سے مانگ مانگ کر لی تھی آج زحمت بن کر کتنوں کو بہا لے گئی...... جنہوں نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر اسی رب کے در پہ پھیلائے تھے کہ یا اللہ ہم پر بارش برسا دے...... کتنی ہی ماؤں کے لخت جگروں کو بہا لے گیا...... کتنے ہی بوڑھوں کے سہاروں کو لے ڈوبا...... اور کتنی ہی بارونق شاہراؤں کو ویران واجاڑ کر کے رکھ دیا...... کتنے ہی لوگ تھے جو کل پانی کی بوند بوند کو ترس رہے تھے...... آج اس پانی میں ان کی لاشیں تنکوں کی طرح بہہ رہی تھیں کہ کوئی بین کرنے والا بھی نہ تھا...... آہ......

ہم نے خود رحمت کو زحمت بنایا......

وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیرہ (الشوریٰ)

باران رحمت کو زحمت بنا کر رب نے پھر فرمایا...... دیکھو مجھ سے محبت کرو تو اس میں خشیت بھی ہو...... میری محبت میں ڈر بھی ہو...... خوف ہو...... فرائض ادا کر کے کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ میں بچ گیا کبھی یہ نہ کہنا میں نے اچھے اچھے اعمال کیئے...... بلکہ رب کی خشیت دل میں رکھنا کہ نہ جانے رب کو قبول ہوا کہ نہیں...... کہ تم مجھ سے محبت کرو گے تو میں بھی کروں گا ضرور...... فاذکرونی (البقرہ)

کرتا بھی ہوں...... لیکن جہاں تم محبت کا دعویٰ کرتے ہو وہاں میری خشیت کا جامہ بھی پہن لو...... پھر دیکھنا کیسے عبادات میں مزہ آتا ہے...... کیسے پتھریلی زمین پہ راحت ملتی ہے...... سائل کی مدد میں لطف آتا ہے...... کیسے بھوکا پیاسا رہنے میں سرور ملتا ہے......

کیونکہ......!!!

اس ذات کی قسم جو محبت کی حقدار ہے۔ اس کی محبت کا تقاضا ہے کہ اس سے ڈرا جائے......

اللھم انی اسئلك حبك وحب من یحبك

آمین

نظم

سلطان ﷺ مدینہ کی کیونکر ہو ثنا خوانی
وہ مہر فلک پیما میں خاک کا زندانی
میں نعت کے میداں میں کیا عرض ہنر کرتا
رومی ہوں نہ جامی ہوں سعدی ہوں نہ قاآنی
حائل نہ ہوئی ان کے رستے میں کوئی مشکل
نے عسرت و ناداری نے بے سروسامانی
اصحاب رسول ﷺ احسان کے پیکر تھے
افکار میں یکسوئی کردار میں یکسانی
اسلام کے پرچم نے دنیا کو اماں بخشی
کیا شامی و ایرانی کیا قبطی و عبرانی
توحید کی آمد سے دنیا سے مٹے یکسر
باطل کے صنم خانے ہندی ہوں کہ یونانی
سیکھی مرے آقا سے انساں نے جو آگاہی
عزت کی نگہداری عصمت کی نگہبانی
اس نام کی برکت سے ہم اکرم و افضل تھے
افسوس مگر ہم نے کچھ قدر نہ پہچانی
آئین الٰہی کو خود ترک کیا ہم نے
صد حیف یہ بدعہدی ہیہات یہ نادانی
توحید سے منہ موڑا سنت سے بغاوت کی
ایمان و عقاید میں کرنے لگے من مانی
تہذیب کے پردے میں غیروں سے ملی ہم کو
محرومی و نومیدی، ناداری و نادانی
سرمایہ پرستی ہے شدادی و قارونی
نوابی و میری ہے فرعونی و ہامانی
مردانِ ہلالی کے اطوار صلیبی ہیں
غازی کے عقاید میں پیدا ہوئی رہبانی
اعمال سے ہم عاری، عرفاں سے تہی دامن
اخلاق نہ پامردی، ایثار نہ قربانی
اسلوبِ تجارت پر غالب ہے یہودیت
آئین و ضوابط کی ہر طرز ہے نصرانی
اسلام کے درپے ہیں سب روسی و امریکی
ان کی یہ تمنا ہے ہم اخذل و ارذل ہوں
باقی نہ رہے ہم میں تنظیم مسلمانی
آقا کی اطاعت سے اس وقت بھی ممکن ہے
اقوام کی سلطانی دولت کی فراوانی

(علیم ناصریؒ)

ایامِ بیضاء

دوسروں کے لیے دعا اپنی دعا کی قبولیت کا سبب!

اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے ان کی غیر موجودگی میں دعا کرنا، دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔ اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں تو اسے چاہیے کہ اپنی دعاؤں میں اپنے مسلمان بھائیوں کو بھی یاد رکھے۔

ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرتا ہے تو مقرر کردہ فرشتہ کہتا ہے، تجھے بھی ایسی ہی نصیب ہو۔"

(صحیح مسلم)

ہمارے لیے خیر کی دعا کرنا:

امام مسلمؒ نے صحیح مسلم کتاب الذکر والدعا میں اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ حضرت صفوانؒ حضرت ابودرداءؓ کے گھر میں تشریف لائے، وہ گھر پر موجود نہیں تھے اور آپؒ نے حضرت ام درداءؓ سے ان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں اور میں نے سنا ہے کہ آپؒ اس سال حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت صفوانؒ نے جواب دیا ہاں میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں، تو ام درداءؓ نے فرمایا:

"ہمارے لیے خیر کی دعا کرنا"

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

"جب مسلمان اپنے بھائی جو موجود ہو یا نہ موجود ہو اس کے لیے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کے سر پر ایک فرشتے کو مقرر فرما دیتے ہیں اور جب یہ اپنے کے لیے دعا کرتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ! اس کی اپنے بھائی کے بارے میں دعا قبول فرما جو یہ نعمت مانگ رہا ہے اس کو بھی عطا فرما۔"

ایسے لوگوں کے لیے فرشتے دعائیں کرتے ہیں۔

حضرت ام درداءؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو درداءؓ کے تین سو سے زائد دوست تھے اور آپ ان کا نام لے لے کر ان کے لیے دعائیں مانگا کرتے تھے، حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں۔

"کیا یہ بات مجھے خوش نہیں کرتی کہ میرے لیے فرشتے دعائیں کریں۔"

امام احمد بن حنبلؒ کا پیاروں کے لیے دعا کرنا۔

اعلیٰ ظرف لوگ اپنے پیاروں اور محسنوں کو کبھی فراموش نہیں کرتے، جب وہ اللہ کی وجہ سے پیاروں کو ان کی عدم موجودگی میں دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی نیک ملائکہ کو ان کی بہتری و برتری کی دعاؤں پر مامور فرما دیتے ہیں، حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ:

"میں چھ اشخاص کے لیے بوقت سحری دعا کرتا ہوں اور ان میں سے ایک استاد محترم حضرت امام الشافعیؒ بھی ہیں۔"

حضرت عائشہؓ کا اپنی بھتیجی کی باریک اوڑھنی پھاڑنا:

حفصہ بنت عبدالرحمٰن اپنی پھوپھی حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوئی۔ حفصہ کے سر پر باریک پتلی سی اوڑھنی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے وہ پھاڑ ڈالی، اس کو ڈانٹ ڈپٹ کی، اور پھر ایک دبیز موٹی چادر اوڑھا دی۔

امام ابن سعد، علقمہ ابن ابی علقمہ سے وہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں۔

ان کی والدہ فرماتی ہیں۔ میں نے حفصہ بنت عبدالرحمٰن کو دیکھا کہ ان پر ایسی رقیق چادر پڑی ہوئی تھی، جس سے سینہ بھی نظر آ رہا تھا۔ تو حضرت عائشہؓ نے اس کو پھاڑ ڈالا۔ پھر فرمایا: تمہیں علم نہیں ہے کہ اللہ نے سورۃ نور میں پردے کا حکم نازل فرمایا ہے؟

پھر حضرت عائشہؓ نے دوسری چادر منگوائی اور ان کے سر پر ڈال دی۔

فوائد:

اولاً: حضرت عائشہؓ نے بے پردگی کے موقع پر بجائے نرمی کے سختی اور زجر و تنبیہ کے ساتھ اپنی بھتیجی کو منع فرمایا۔ جس سے پردے کی شدت اہتمام کا حکم ملتا ہے۔

ثانیاً: جو تم میں سے کسی بری بات کو دیکھے تو اپنے ہاتھوں سے اس کو بدل ڈالے۔

حدیث بالا پر عمل کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ نے فوراً اپنے ہاتھوں سے اس کو بدل ڈالا۔

ثالثاً: عائشہ صدیقہؓ کا قرآنی آیت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے بچی کو تنبیہ فرمانا۔

رابعاً: محض برائی کو بدلنا کافی نہیں۔ بلکہ اس کی جگہ اچھائی کو بھی پیدا کرو۔ جیسے حضرت عائشہؓ نے صحیح اوڑھنی ان کے سر پر ڈالی۔

اللہ پاک ہمیں بھی ان خواتین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

بنت محمد اسحاق

انمول گوہر!

1: زندگی میں ذہنی صلاحیت آرام کرنے سے نہیں کام کرنے سے بڑھتی ہے۔
2: ماں زندگی کی تاریک راہوں میں روشنی کا مینار ہے۔
3: ہم خیال لوگ ہم سفر ہو جائیں تو منزل آسان ہو جاتی ہے۔
4: ایک غیر ضروری بحث کسی بھی عزیز کو آپ سے جدا کر سکتی ہے۔
5: بخل او ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔
6: اپنے اوصاف سے انسان عظیم ہوتا ہے اونچا مرتبہ حاصل کرنے سے نہیں۔

عائشہ اسحاق، اعوان ٹاؤن لاہور

آیئے پکانا سیکھے......!

کوفتہ بریانی:

قیمہ آدھ کلو۔ چاول آدھ کلو۔ دہی آدھ پاؤ۔ گھی ایک پاؤ۔ گرم مصالحہ پسا ہوا چائے کا ایک چمچ۔ پیاز آدھ پاؤ۔ لہسن ایک گھٹی۔ ادرک معمولی سی۔ خشخاش کھانے کا ایک چمچ۔ چنے بھنے ہوئے کھانے کا ایک چمچ۔ نمک، سرخ مرچ پسی ہوئی حسب ذائقہ۔

ترکیب:

قیمہ سل پر پیس لیں۔ چاول بھگو دیں۔ پیاز آدھی باریک کاٹ لیں۔ بقیہ پیس لیں ادرک بھی آدھی پیس لیں اور آدھی باریک کاٹ لیں۔ لہسن باریک پیس لیں۔ اب قیمے میں پسی ہوئی پیاز، ادرک، گرم مصالحہ، خشخاش اور چنے شامل کر کے دوبارہ پیس لیں۔ ساتھ ہی نمک اور سرخ مرچ بھی ڈال دیں۔ فرائی پین میں گھی گرم کریں۔ گرم گھی میں قیمے کے حسب منشاء کوفتے بنا کر دھیمی آنچ پر تل لیں اور پلیٹ میں نکال لیں۔

اب گھی میں پیاز سرخ تل لیں۔ پیاز میں پسا ہوا لہسن اور بقیہ ادرک ڈال کر چند منٹ ہلائیں۔ دہی پھینٹ کر پیاز میں ڈالیں۔ چند منٹ بھونیں۔ تلے ہوئے کوفتے دہی میں شامل کر کے دھیمی آنچ پر اتنا بھونیں کہ دہی کا پانی خشک ہو جائے۔ چولہا بند کر دیں۔ ایک کھلے منہ کی دیگچی میں چاول سے دگنا پانی ڈال کر چولہے پر رکھ دیں۔ پانی میں دو تین اُبال آ جائیں تو اس میں چاول ڈال دیں۔ ایک کنی رہ جائیں تو چھان کر ڈش میں نکال لیں۔ اب دیگچی میں آدھے چاولوں کی تہہ بچھائیں۔ چاولوں پر کوفتوں کی تہہ بچھا کر بقیہ چاول ڈال کر پندرہ منٹ دم پر رکھ دیں لیکن آنچ دھیمی ہو۔

نوٹ:

اگر آپ کوفتوں کا سالن بنائیں تو ایک دیگچی میں نمک، مرچ، گرم مصالحہ، لہسن، ادرک ڈال کر بھونیں مصالحہ بھون جائے تو دہی ڈالیں۔ ساتھ ہی تلے ہوئے کوفتے ڈال کر دھیمی آنچ پر بھونیں۔ دہی کا پانی خشک ہو جائے تو معمولی سا پانی ڈال کر دم پر رکھ دیں۔

''کچھ پھول چنے ہیں لفظوں کے''
سوچنے کی باتیں

☆ کسی کے ایمان کا اندازہ اس کے وعدوں سے لگاؤ۔

☆ دنیا میں سب سے زیادہ جھوٹ اور خیانت ہے اور سب سے کم سچائی اور امانت۔

☆ احسان فراموش کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ وہ دکھ نہ دے۔

☆ تقدیر پر رضامندی غم کو مٹا دیتی ہے۔

(شبانہ نوید، موڑ ایمن آباد)

''حسن افزاء ٹوٹکے''

☆ انڈے کی سفیدی میں لیموں کا رس اور آدھا چمچہ شہد ملا لیں۔ یہ لیپ چہرے پر لگانے سے داغ، کیل اور مہاسے دور ہو جاتے ہیں۔

☆ چھائیوں پر دودھ کی جھاگ لگانے سے چھائیاں دور ہو جاتی ہیں۔

☆ رات کو سونے سے پہلے روغن زیتون یا روغن بادام چہرے پر ملیں۔

☆ پھٹکری اور گلیسرین ملا کر لگانے سے بھی ہونٹ خوبصورت ہو جاتے ہیں۔

☆ روزانہ آنکھوں میں سرمہ لگائیں اس سے نہ صرف بینائی تیز ہوتی ہے بلکہ پلکیں بھی لمبی لمبی اور گھنی ہوتی ہیں۔

☆ کچی گاجریں بینائی تیز کرتی ہیں۔

رافعہ شہزادی، فیصل آباد

گھریلو علاج:

سر درد کے لیے پودینہ، ست اجوان، کافور ہم وزن لے لیں ایک صاف شیشی میں ملا کر بند کر کے رکھیں پانی جیسا بن جائے گا۔ ضرورت کے وقت تین قطرے تھوڑے پانی میں ملا کر پیشانی اور کنپٹیوں پر لیپ کریں اس کے علاوہ سمندر پھلی کو پانی میں پیش لیں صبح و شام ناک میں دو قطرے ٹپکائیں سر کا درد دور ہو جائے گا۔ آدھے سر کے درد کے لیے لیموں کے چھلکے لیں اور اسے کوٹ کر پیس کر سر اور پیشانی پر ملیں۔ آدھے سر میں درد اور سر چکرانے میں افاقہ ہوگا۔

ثمرینہ شبیر، جڑانوالہ

طلوع سحر مبارک

اشعث عثمان اشرف

وقت بدل گیا، پرندے ہواؤں میں اُڑنے لگے، بلبل گنگنانے لگی، چڑیا چہکنے لگی، اور طوطا و مینا اسیری سے رہائی کی منزل کی طرف جاتے ہوئے اُس شاہین کو خراج عقیدت پیش کرنے لگے کہ جس کے الفاظ کو شاعر نے شعروں میں قید کر ڈالا، (متوجہ ہوں)

شاہین اڑا قیدی پرندوں کو بتا کر
ٹکراؤ سلاخوں سے اُڑو خوں میں نہا کر
بازو پہ بھروسہ ہے تو انصاف نہ مانگو
اس دور میں پچھتاؤ گے زنجیر ہلا کر

کسی دانا کا قول ہے رات چاہے کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو اس کی سحر ضرور ہوتی ہے، ظلم و جبر کی اس تاریک رات سے اُڑتے ہوئے لادن کے اک غیرت مند فرزند نے جب شاہین کی طرح افغانیوں کو سبق جہاد یاد کروایا تب وہ سارے کے سارے خون وقہر کے عذاب میں تڑپ کے رہ گئے لیکن ربّ کے سوا انہوں نے دنیا کی کسی عدالت سے انصاف نہ مانگا۔

پھر کیا ہوا.............؟

ظلم کے اس قید خانہ میں ان کی یہ رات طویل سے طویل تر ہوتی چلی گئی اور وہ تن تنہا دنیا سے کٹ کے زور ایمان پر اس جیل کی سلاخوں سے ٹکراتے رہے۔

اُڑتے ہوئے شاہین کی باتوں میں ایسا اثر تھا وہ سب کے سب قوتِ ایمان اور اپنے بازو پہ بھروسہ کرنے لگے، انہوں نے انصاف کی تمام تر عدالتوں کو ٹھکرا ڈالا کہ ہم،

حق چھین لیا کرتے ہیں
مانگا نہیں کرتے!

شب گذرتی رہی اور وہ ظلم سہتے رہے، سلاخوں سے ٹکرا ٹکرا کر جب وہ خون میں نہا کر اُڑے تو اُفق کی تاریکیاں چھٹنے لگیں۔

تب ان سب کی آنکھوں میں خون اتر آیا، کونسا خون اور کیسا خون؟

وہ خون تھا انتقام کا اُن لاکھوں بچوں کی شہادت کا انتقام جو امریکی بمباری کی زد میں کچل گئے، انہیں اپنی ماؤں بہنوں، بڑوں بوڑھوں، اور جوانوں کی لاشیں دکھنے لگیں اور وہ سرتاپا انتقام بن گئے، پھر کیا ہوا؟

لوہے اور پتھر کو اپنے آہنی ہاتھوں سے چیر کر جب یہ زخمی شیر اپنی کچھاروں سے نکلے تو دنیائے عالم کی نام نہاد ٹیکنالوجی اور امریکہ گیڈر کی گیڈر فوج ان شیروں کی دھاڑ سے تھر تھر کانپنے لگی۔

بڑے بڑے کمانڈروں اور طاقتور ملکوں کی فوجیں ان کے قدموں تلے کچلی جانے لگیں ہواؤں پہ قبضوں کے دعویداروں نے اپنے جدید ترین طیارے ان شیروں کی یلغار سے تباہ و برباد ہوتے دیکھے۔

کابل وقندھار کے گلی کوچے ان بہادر و جری مجاہدین کی آہٹ سے تھر تھر کانپنے لگے، درودیوار گلی کوچے تو کیا بڑے بڑے زبردست پہاڑ ان کی ہیبت و دہشت سے ہل کے رہ گئے،

جوں جوں امریکیوں کی لاشیں گرتی اور ان شیروں کی چنگھاڑ سے امریکہ کے در و دیوار کانپ اٹھتے تب افق پہ پھیلے ہوئے اندھیروں کا راج ختم ہونے لگا۔

اور وہ سب کے سب کابل کے میدانوں میں ان ظالموں کی لاشوں کو اپنے قدموں تلے روندتے ہوئے افق پہ پھیلی ہوئی روشنی کو دیکھتے اور خوشی اور فرطِ محبت میں اپنے ربّ کے ہاں سجدہ ریز ہو جاتے، کہ اے ہمارے پیارے ربّ بے شک ہم بے آسرا تھے تب تو ہی ہمارا سہارا تھا۔

جب کسی نے ہمارا ساتھ نہ دیا تو ہمارا رکھوالا رہا۔

اور آج ظلم کی یہ رات گزر گئی اپنی ان بدبودار امریکی لاشوں کو اپنے جاندار قدموں کی ٹھوکر مارتے ہوئے انہوں نے طلوع سحر ہوتی دیکھی اور آسمان کی وسعتوں پہ نگاہ ڈالتے ہوئے انہوں نے عزم کیا۔ انتقام کا مزید انتقام یہ انتقام اور جنگ تب ہی ختم ہوگی،۔

''اور ان کافروں ظالموں سے لڑو یہاں تک کے فتنہ ختم ہو جائے اور دین اللہ ہی کے لیے خالص ہو جائے۔''

اے افغانیو......

اس طلوع سحر کی خوشی اور انتقام کے عزم میں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں تمہیں طلوع سحر کی یہ عظیم ساعتیں مبارک ہوں۔

دورہ صفہ کی یادیں

دورہ صفہ کا شوق میرا اپنا تھا میں نے امتحانوں سے فارغ ہو کر اپنے والد صاحب سے اجازت مانگی تو انہوں نے بخوشی اجازت دے دی۔ مجھے اس تربیتی دورہ میں جو مشکلات یا پابندیاں ہیں ان کے بارے میں اچھی طرح علم تھا کیونکہ میں دورہ سے فارغ ہونے والی طالبات سے مل چکی تھی۔ شوق تو مجھے تھا لیکن ایک مسئلہ بھی سامنے تھا کہ میں خوارک کی کمی کی مریض ہوں اور اس وجہ سے بہت جلد بیمار ہو جاتی ہوں لھذا گھر سے دور رہنا میرے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔ خیر اللہ تعالی سے دعائیں کرتے ہوئے مرید کے مرکز طیبہ دار الصفہ میں پہنچ گئی یہاں آتے ہی میری طبیعت پانی اور غذا کی وجہ سے خراب ہوگئی میں نے اللہ تعالی سے دردِ دل سے دعا مانگی کہ یا اللہ میں آپ کے راستے میں علم سیکھنے نکلی ہوں میری مدد فرمائیں اللہ کی خاص رحمت سے میری دعا قبول ہوگئی اور میری صحت بہتر ہوگئی۔ یہاں پر کچھ قواعد وضوابط اور پابندیوں کا سامنا کرتے ہوئے لڑکیاں بہت پریشان ہو جاتی ہیں۔

جب مدارس اور سکول کالجوں میں وہ ہر طرح کی پابندیاں برداشت کر لیتی ہیں۔ دین کا علم تو ہر جگہ سکھایا جاتا ہے لیکن جو عملی کردار یہاں ملتے ہیں وہ بہت کم دیکھے ورنہ قول وفعل کا تضاد اس دور میں دین والوں میں زیادہ ملتا ہے۔

رابطہ پر جو پابندی ہے اس سلسلے میں مشورہ دینا چاہتی ہوں کہ زیادہ سختی نہ برتیں اور بچوں والی خواتین یا مخصوص لڑکیاں جو آزاد ماحول سے آتی ہیں ان کے لیے کوئی دن یا وقت مقرر کر دیں میری تجویز پر ضرور غور کیا جائے۔ دوسرا عام لڑکیوں کو دالوں کی زیادہ شکایت ہوتی ہے لیکن میں اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ آسائشوں میں زندگی گزارنے کے عادی لوگ دین کے لیے قربانی نہیں دے سکتے دین کا راستہ بہت پرخار اور دشوار ہے۔

بقول شاعر

ہم جو اس راہ پہ نکلے سوائے رضائے الٰہی کے......
ہمیں در پیش غم نہ تھے

یہاں آ کر سب سے جو بڑا فائدہ ہوا وہ جہاد اور دہشت گردی کا فرق پتہ چلا اور یہ علم حاصل ہوا کہ انسانی حقوق اور امن عالم کا سب سے کامیاب ایجنڈا جہاد فی سبیل اللہ کا عمل ہے اور اس حوالے سے بہت سے شکوک وشبھات کا ازلہ ہوا الحمد للہ۔

یہاں رہ کر انسان صبر بھی سیکھتا ہے اور اسے اپنی بہت گھریلو روٹین میں پڑی ہوئی عادات کو چھوڑنا پڑتا ہے۔

مختصر یہ کہ ہر مسلمان لڑکی کو یہ دورہ ضرور کرنا چاہیے بلکہ وہ خواتین جو گھریلو ذمہ داریوں یا بچوں سے فارغ البال ہیں وہ ضرور ایک بار بیس روز دار الصفہ میں گذار کر اپنے ایمان کی تطہیر کریں اللہ سے دعا کریں کہ مجھے اپنے ایمان اور عمل پر استقامت عطا ہو۔ آمین

طاہرہ اصغر کراچی

میڈیکل کالم

کانگو وائرس

ارم یوسف

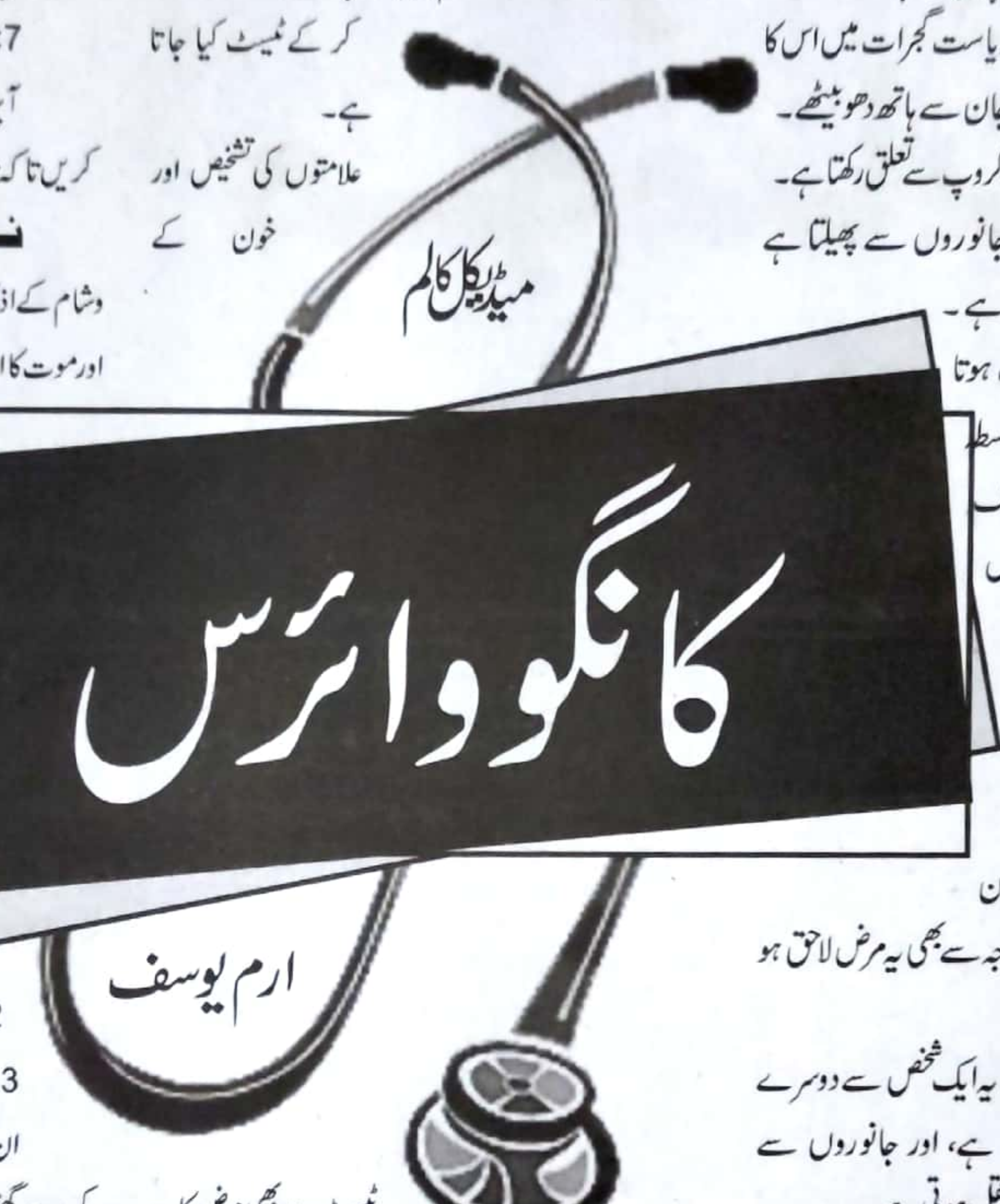

بیماری کی ابتداء۔

1944 ءمیں کریما میں اس بیماری کی ابتداء ہوتی اور اس وقت یہ کریمن فیور کے نام سے مشہور ہوا یہ افریقہ، ایشیا، مشرقی یورپ مشرقی وسطیٰ میں پایا جاتا ہے۔

دو تین سال پہلے انڈیا کی ریاست گجرات میں اس کا بہت بڑا حملہ ہوا جس سے کئی لوگ جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

یہ وائرس جو کہ فیور وائرس کے گروپ سے تعلق رکھتا ہے۔

یہ وائرس نہ صرف جنگلی جانوروں سے پھیلتا ہے بلکہ پالتو جانورں سے بھی پھیلتا ہے۔

انسانوں پر یہ حملہ آور اس وقت ہوتا ہے۔ جن انسانوں کا واسطہ جانوروں سے پڑتا ہے اور وہ لوگ جو ذبح خانوں، مرغی خانوں میں کام کرتے ہیں۔

اسی طرح ہسپتال میں کام کرنے والا عملہ اس وائرس کی زد میں جلد آ جاتا ہے۔

ہسپتال میں سرجیکل سامان اور سرنج وغیرہ یا متاثرہ خون کی وجہ سے بھی یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے۔

یہ ایک وائرل بیماری ہے یہ ایک شخص سے دوسرے شخص سے کو جلد ہی لگ جاتی ہے، اور جانوروں سے انسانوں میں بھی بہت تیزی سے منتقل ہوتی ہے۔

علامات:

شریانوں کا پھٹ جانا اور ان میں خون جم جانے سے ساری شریانیں آہستہ آہستہ تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔

تلی اور جگر کا سائز بھی بڑھ جاتا ہے۔ اور بعض اوقات یرقان بھی ہو جاتا ہے دل کی حرکت کم ہونے لگتی ہے۔ مگر مریض کی سانسیں تیزی سے چلتی ہیں۔ اس کی خاص علامتوں میں گلے کی خراش ہے اور آنکھیں بھی سرخ ہو جاتی ہیں۔

اس وائرس سے پیدا ہونے والی بیماری کی شدت سے جسم پر سرخ لائنوں کے نشان پڑ جاتے ہیں اس بیماری کے حملہ آور ہونے کے تیسرے یا پانچویں دن شریانیں پھٹ جاتی ہیں اور خون جمنے کی صلاحتیں ختم ہو جاتی ہے۔ پھر ناک، کان، پیشاب سے خون آنا شروع ہو جاتا ہے۔ آنکھوں سے بھی خونی آنسو بہہ نکلتے ہیں۔

اور گردے پر بھی سوزش اور ورم کی شکایت بڑھ جاتی ہے۔

اس مرض کی تشخص کے لیے مندرجہ ذیل ٹیسٹ لازمی کروائے جائے۔

الائزا:

pcr ٹیسٹ سے معلوم کیا جاتا ہے کہ نہیں وائرس کو علیحدہ کر کے ٹیسٹ کیا جاتا ہے۔

علامتوں کی تشخیص اور خون کے ٹیسٹ سے بھی مرض کا پتہ چلتا ہے...... Rbc wbc ple دورِ حاضر کی جدید تحقیق سے اس بات کا بھی اندازہ لگایا جاتا ہے کہ Fibri nogen کہیں خون میں کم تو نہیں ہو رہے یا پلیٹ لیس بھی کم ہونے لگتے ہیں۔

احتیاطی: تدابیر!

1: چونکہ یہ مرض جانوروں کے چیچڑ اور پسو سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے ان کو ہاتھوں سے نہ مارا جائے ایسے جانورں سے دور رہیں جن پر پسو اور چیچڑ کا حملہ ہو۔

2: قربانی کے جانوروں کو دیکھ بھال کر خریدیں بڑی منڈیوں سے جانور نہ خریدیں۔

3: اگر ایسی منڈی میں جانا بھی پڑ جائے تو اپنے ہاتھوں اور منہ کو ڈھک کر جائیں۔

4: جب قربانی کے لیے جانور خریدیں تو ان کو گھر لاتے ہی Repell nt سپرے ضرور کریں، اور بیمار جانوروں کی خرید و فروخت نہ کریں۔

5: اگر شروع میں اس بیماری کی تشخیص ہو جائے تو اس پر قابو پانا آسان ہے، اور ان مندرجہ بالا ہدایت پہ عمل کیا جائے تو انشاءاللہ شفا ضرور ہوگی۔

6: قربانی کا خون بھی کسی گڑھے میں دبا دیں تا کہ ڈینگو مچھر اس کو پی کہ کانگو کی شکل اختیار نہ کریں۔

7: استعمال شدہ سرنجوں کو ضائع کر دیں یا پھر جلا دیں۔

آپریشن میں استعمال شدہ آلات کو ضرور ضرور سڑلائز کریں تا کہ مرض آگے منتقل نہ ہو سکے۔

نوٹ: مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم سب کو صبح و شام کے اذکار کو اپنے معمولات زندگی کا حصہ بنا لینا چاہیے زندگی اور موت کا اختیار صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے۔ احتیاطی طور پر ان ادویات کا استعمال کریں ان شاءاللہ شفاء ہوگی۔

1: فاسفورس 200 نہار منہ

2: یوپے موڑ ہم پر 200

3: کراٹیلس 200 پانچ قطرے رات کو سوتے وقت یہ ادویات پندرہ دن تک مسلسل استعمال کریں شدید حملے کی صورت میں۔

1: بہلا ڈونا 30

2: جلیسیم

3: رسٹاکس 30

ان تینوں کے پانچ پانچ قطرے ایک گلاس پانی میں ڈال کر ہر دو گھنٹے بعد استعمال کرنے سے ان شاءاللہ ضرور شفا ہوگی۔

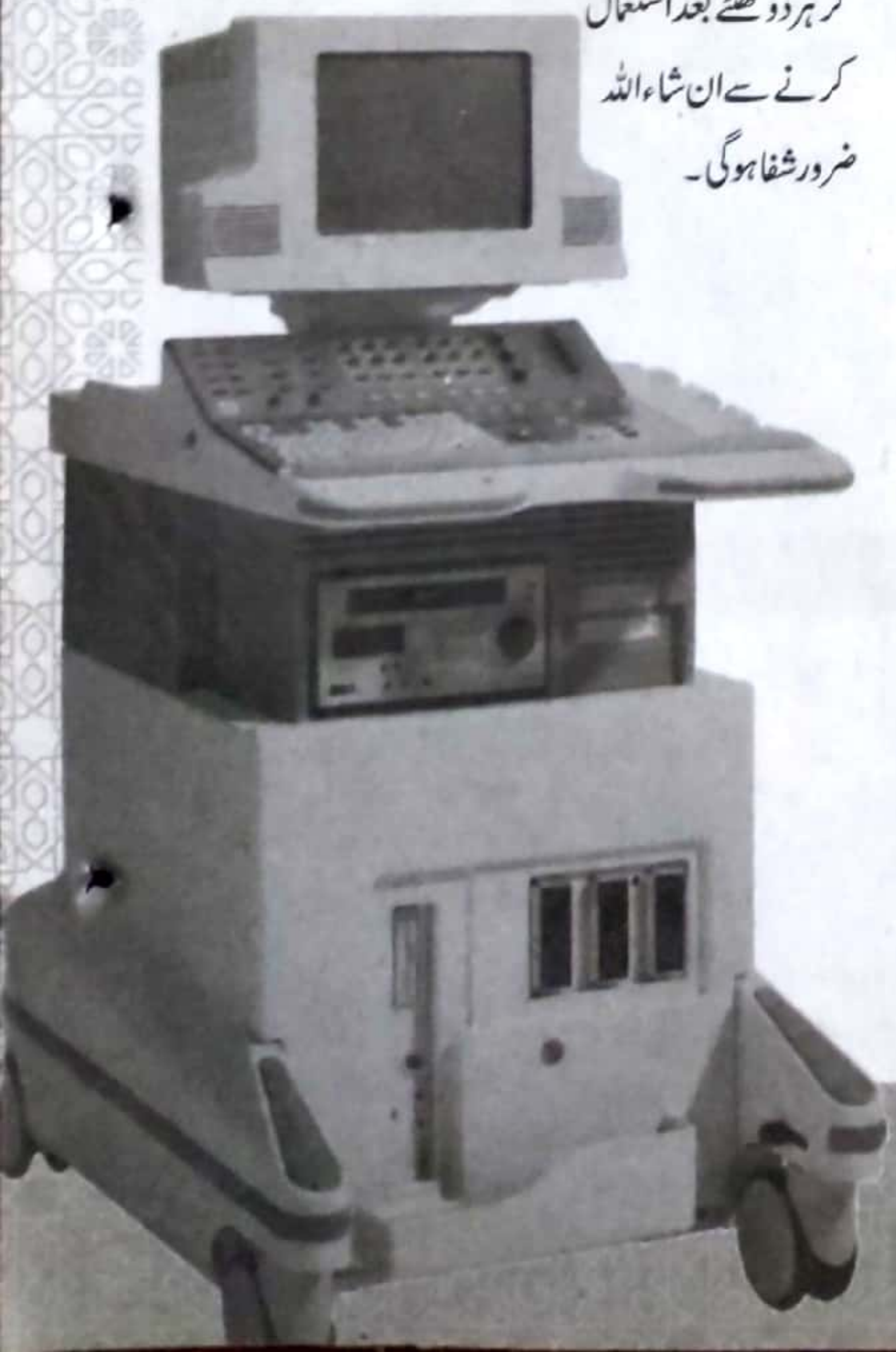

گوشۂ مومنات

انعامی مقابلہ

ماہنامہ الصآفات ایک تحریری انعامی مقابلہ کا اہتمام کر رہا ہے۔

جس میں مندرجہ بالا موضوع پر مضامین لکھنے کی دعوت دی جاتی ہے: ''فتنوں کا دور اور ماؤں کی ذمہ داریاں''

تین بہترین مضامین کو انعامات دیئے جائیں گے۔ صرف خواتین کے مضامین مقابلہ میں شامل کئے جائیں گے آپ کی تحریریں یکم دسمبر تک موصول ہو جانی چاہئیں انعامی مضامین کو الصآفات میں شائع کیا جائے گا۔

نیز مستقل لکھنے والی بہنوں سے گذارش ہے کہ اپنی تحریریں ہر ماہ کی پانچ تاریخ تک ارسال کر دیا کریں۔ جزاکم اللہ خیراً۔ مدیرہ الصآفات

ضرورت کمپوٹر ماسٹر خاتون

ماہنامہ الصآفات کے لیے کمپیوٹر میں مہارت رکھنے والی خاتون کی ضرورت ہے۔

جو کمپوزنگ اور ڈیزائننگ کے علاوہ کمپیوٹر میں ٹیکنیکل امور پر بھی مہارت رکھتی ہو۔

رابطہ نمبر: 0323\7193306

0301\5939289

دورہ صفہ خواتین

نوٹ: نومبر میں عید الضحیٰ کی وجہ سے دورہ صفہ نہیں ہوگا۔ یکم دسمبر سے دوبارہ آغاز کیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ) خواتین بہنیں کاپی، پنسل، قرآن پاک، حسب موسم بستر اور اپنے ذاتی استعمال کی دیگر اشیاء ہمراہ لائیں۔ قیام وطعام کا بندوبست موجود ہے۔

رابطہ نمبر: 0323\7193306

0301\5939289

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مدیرہ الصّٰفّٰت

اللہ تعالیٰ سے امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔ آج جس بات کو سوچ کر میں نے قلم اٹھایا وہ یہ ہے کہ آپ نے (ام محسن مرحومہ) کا انٹرویو شائع کیا پڑھ کر بہت اچھا لگا کہ کس طرح آج کے دور میں بھی ایسی خواتین ہیں جن کا جینا مرنا دین کے لیے ہی ہوتا ہے۔ لیکن اس کے بعد پھر ایک لمبی چپ۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اپنی جماعت کی اور خواتین کارکنان کے انٹرویو بھی شائع کریں تاکہ انہیں پڑھ کر آج کل کی خواتین کو بھی یہ احساس ہو کہ یہ بھی تو عورتیں ہیں جو دن رات ایک کر کے دین کی خدمت کر رہی ہیں۔ مجھے لگتا ہے کہ اور بھی کافی ساری بہنوں کا دل چاہتا ہوگا کہ جماعت کی کارکنان کے حالات زندگی پڑھیں تاکہ پتا چلے کہ وہ کس طرح دین و دنیا کو ساتھ لے کر چل رہی ہیں کیسے وہ اپنے مجاہدین بھائیوں جو کہ ہماری ماؤں بہنوں کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اپنے پیاروں کو بہت پیچھے چھوڑ کر دین کی خاطر مصیبتیں جھیل رہے ہیں ان کی مدد کرتی ہیں۔ ساتھ میں یہ بھی کہوں گی کہ کوئی ایسا سلسلہ بھی شروع کریں جس میں کہ مزاح ہو۔ مثلاً حالات حاضرہ کو اس طرح بیان کریں کہ کیسی کی دل شکنی کئے بغیر حکومت کو اس کی کمی بیشی کا بھی پتا چل جائے تاکہ وہ اس کی بہتری کی طرف توجہ دیں۔

اس کے علاوہ آپ مجاہدین کے کوئی ایسے واقعات لکھ سکتی ہیں کہ جن کو پڑھ کر لبوں پہ مسکراہٹ بھی آئے اور بے اختیار ہمارے بچوں کا دل بھی یہ چاہے کہ ہم بھی کل کو بڑے ہو کر ایسے ہی جری و بہادر مجاہد بنیں گے کہ دشمن ہمیں دیکھ کر پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

اس کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور الصّٰفّٰت کو دن دگنی رات چگنی ترقی دے۔ آمین ثم آمین۔

برائے مہربانی میری انٹرویو والی گذارش پہ ضرور غور فرمائیے گا۔

والسلام:

رابعہ احمد: لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مدیرہ الصّٰفّٰت

کیا حال ہے آپ کا؟

امید کرتی ہو کہ اللہ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہوں گی۔

ہر ماہ الصّٰفّٰت کا انتظار بڑی شدت سے ہوتا ہے۔ الحمدللہ کہ آج کے اس ایڈوانس دور میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے دین کو ساتھ لے کر چل رہے ہیں۔ جو دین کی خدمت قلم کے ذریعے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید ترقی دے۔ (آمین)

ہر ماہ الصّٰفّٰت پڑھ کر ایمان میں ایک نئی حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے اس قلعہ میں اسلام کا حال دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ مگر پھر یہ سوچ کر دل کو تسلی ہوتی ہے کہ الصّٰفّٰت جیسے چراغ اب بھی ہمارے ملک میں جل رہے ہیں اور جلتے رہیں گے۔ (ان شاء اللہ) تمام رائٹرز بہت زبردست لکھتی ہیں۔ آخر میں الصّٰفّٰت کی مدیرہ اور اس کی پوری ٹیم کو اللہ صحت و تندرستی اور ایمان و عمل سے بھرپور لمبی زندگی دے تاکہ یہ اسی طرح کی خدمت کرتے رہیں۔ آمین

والسلام

اخت نوید (کھاریاں)

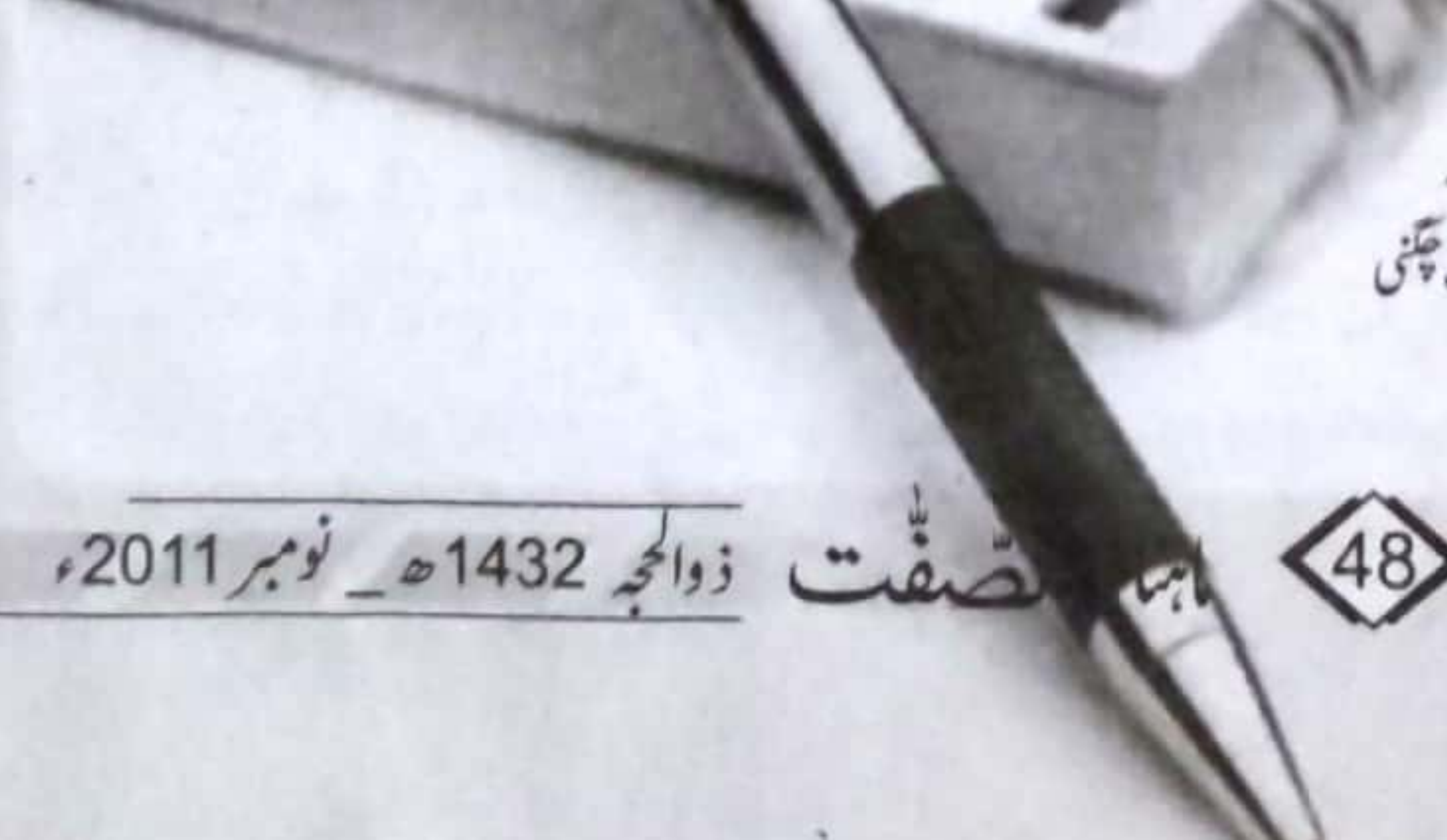

تفسیر سورۃ البقرۃ (آیت نمبر:225)

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم

اما بعد فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم من همزه ونفخه ونفثه

"اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ٥."

رات کو سونے کے بعد دن میں گہری نیند سے بیدار ہونے کے بعد اٹھ کر اچھی طرح ہاتھ دھونا (پاک کرنے کے لیے) واجب ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان وضاحت کرتا ہے اور علت اس کی یہی بتائی جاتی ہے کہ نیند کی حالت میں انسان بے خبر رہتا ہے کہ ہاتھ کہاں کہاں رہا ہے؟

لہٰذا ہاتھ دھوئے بغیر پانی میں ڈالنا، کوئی کھانے پینے کی چیز پکڑنا یا برتن وغیرہ استعمال کرنا صحیح نہیں۔ اولاً ہاتھ دھونا واجب ہے۔

پانی کے سلسلے میں ایک اور چیز بھی یاد رکھنے والی ہے، پانی کا ٹھہرا ہونا جیسے حوض یا برساتی پانی کے جوہر وغیرہ۔

جیسا کہ ہمارے ہاں آجکل وافر پانی ہوتا ہے اور گھروں میں آنے والا پانی ہوتا ہے، ہمیں اس چیز کا علم نہیں یا علم رکھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی کہ یہ پانی حکماً کیسا ہے؟ لیکن شرعی حکم جاننا چاہئے کہ ایسے ٹھہرے پانی میں اللہ کے نبی ﷺ نے پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

سیدنا جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ٹھہرے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ ﴿مسلم ، کتاب الطهارة، باب نهی عن البول فی الماء الرکد﴾

اسی طرح ایسے پانی میں غسل کرنے کے لیے ناپاک شخص کو غوطہ لگانے سے بھی منع فرمایا۔

"تم میں سے کوئی حالت جنابت میں ٹھہرے پانی میں غسل نہ کرے۔ ﴿مسلم ، کتاب الطهارة، باب نهی عن البول فی الماء الرکد﴾

ہاں! فقہاء کہتے ہیں کہ اگر جنبی کو غسل کرنا ہو تو وہاں سے پانی لے کر غسل کر سکتا ہے مگر اس میں غوطہ نہ لگائے۔

اسی طرح ایک اور مسئلہ ہے کہ استعمال شدہ پانی پاک ہے یا ناپاک۔ استعمال شدہ پانی سے عام فہم میں جو بھی مراد لی جا سکتی ہے مثلاً کوئی شخص ایک برتن میں پانی لے کر وضو کر رہا ہے اس کے وضو کے چھینٹے اس برتن میں بھی گر رہے ہیں، کیا یہ پانی پاک ہے؟

یا عام طور پر بڑے ٹب میں کپڑے کھنگالنے کے بعد جو پانی ہے جس میں بسا اوقات ہلکا سا صابن کا اثر بھی ہے تو کیا یہ پانی برائے غسل طہارۃ یا وضو استعمال ہو سکتا ہے؟ اسی طرح عام طور پر محض صفائی کی خاطر یا فرش ٹھنڈا کرنے کی خاطر جب دھویا جائے تو ایسا پانی اور اس کے چھینٹے پاک ہیں۔ کسی قسم کی طہارت حاصل کرنے کے لیے استعمال ہو سکتا ہے۔

صحابہ کرامؓ اللہ کے نبی ﷺ کے وضو کا پانی اپنے ہاتھوں پر لے کر تبرکاً اپنے جسم پر ملا کرتے۔ آپ ﷺ نے اپنے وضو کا استعمال شدہ پانی سیدنا جابرؓ پر بہایا جبکہ وہ بیمار تھے۔ ﴿بخاری، کتاب المرضیٰ، باب وضو العائد للمرضیٰ﴾

سیدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سیدہ میمونہؓ کے غسل جنابت سے بچے ہوئے پانی سے غسل فرمالیا کرتے۔ ﴿مسلم، کتاب الحیض﴾

ویسے استعمال کرنے والے کو احتیاط کرنی چاہئے کہ خواہ مخواہ اس کے وضو غسل کے چھینٹے ادھر ادھر نہ اڑیں کیونکہ عدم احتیاط سے پھر پیشاب اور گندے پانی کے چھینٹوں سے بھی عدم احتیاط ہو سکتی ہے۔

مختلف قسم کے اور پانی ہیں ان کے بارے میں بھی ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ ان کا شرعی حکم کیا ہے؟

دریا، ندی، نالے، سمندر کا پانی علی الاطلاق پاک ہے بلکہ پانی کا مردار بھی حلال ہے۔ ایسا پانی جس میں کیڑے مکوڑے گر جائیں، مرے ہوئے حشرات نظر آئیں جیسا کہ عموماً ہماری ٹینکیوں میں ہوتا ہے۔ حشرات سے مراد وہ چھوٹے موٹے کیڑے مکوڑے ہوتے ہیں جن کا خون نہیں بہتا۔ وہ پانی جس کا ازلی وصف طاہر و مطہر ہونا باقی ہے۔

عام جانوروں کا منہ مارا ہوا جوٹھا پانی پاک ہے یعنی حلال جانور۔ یا حلال تو نہیں ہو مگر نجس بھی نہ ہو جیسے خنزیر

آئیے قرآن سیکھیے

اُم مہدیہ

وغیرہ تو ایسے پانی سے بھی طہارت حاصل کیا جا سکتی ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر پانی کے پاک و ناپاک ہونے میں شبہ ہو جائے تو پھر اس سے بچنا بہتر ہے کہ شبہ والی چیزوں سے بچنا تقویٰ ہے اور دوسرا اس حدیث کی وجہ سے کہ خصوصاً پانی کا ایک شیطان ہے جو پانی کے سلسلے میں وسواس پیدا کرتا ہے تو ایسے شبہات یا وسواس کا شکار ہو کر خواہ مخواہ نماز و عبادات کو خراب کرنے سے بہتر ہے کہ انسان دلجمعی کی خاطر، احتیاط برت لے اور بہتر صورت اختیار کر لے۔

طہارت کا متضاد لفظ نجاست ہے۔

نَجَسَ، یَنْجَسُ. تَنَجَّسَ، یَتَنَجَّسُ، تَنَجُّساً. ناپاک ہونا

نَجَّسَ، یُنَجِّسُ، تَنَجِیساً اور اَنْجَسَ، یُنْجِس، اِنْجَاساً. ناپاک کرنا کے معنی میں مستعمل ہے۔

ہر وہ چیز جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ناپاک قرار دے دیا ہے وہ ناپاک ہے۔ (اور صالح طبیعتیں بھی اس سے پرہیز کرتی ہیں)

یاد رہے کہ اللہ نے جو کچھ بھی دنیا میں پیدا کیا ہے وہ انسان کے بھلے اور فائدے کے لیے ہے۔ انسان اسے اپنی ضرورت کے لیے استعمال کرسکتا ہے۔

''اور تمہارے لیے زمین میں قرار گاہ ہے اور ایک مدت تک فائدہ ہے۔'' ﴿سورۃ البقرہ:36﴾

اسی طرح فرمایا:

''اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ تمہارے (بھلے) کے لیے مطیع ومحکوم بنا دیا۔'' ﴿الجاثیہ:13﴾

تو یہ زمین اور اس کی ساری اشیاء انسان استعمال کرسکتا ہے، ان سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔ اسے اصطلاح میں براۃ اصلیہ کہا جاتا ہے۔ ہاں! اگر کسی چیز کے بارے میں کتاب وسنت کی دلیل مل جائے کہ اسے استعمال کرنا منع ہے، کسی بھی وجہ سے تو وہ حرام ہے اور اگر ناپاکی کی وجہ سے اس سے فائدہ اٹھانا منع ہو گا تو وہ نجس ہو گی۔ کسی بھی چیز سے بلاوجہ کی کراہت اور احتیاط یا ناپسندیدگی درست نہیں، اس کے لیے اپنے مزاج کی درستگی کرنا بھی لازم ہے۔

عام اصولی بات ہے کہ ہر فائدہ کی چیز اللہ نے انسان کے بھلے کے لیے حلال رکھی ہے اور جس کا نقصان دہ ہونا واضح ہے، اخلاقاً، شرعاً یا ظاہراً اسے انسان کے بھلے کی خاطر اللہ رب العزت نے حرام قرار دے دیا ہے۔ مگر یہ بات یاد رہے کہ چونکہ انسان کو اللہ نے پیدا کیا ہے وہ انسان کی فطرت کو خوب جانتا ہے۔

اس لیے انسانوں کے بھلے اور برے کی صحیح خبر اسی ''علیم خبیر'' کو ہے، ہر کسی کو نہیں اور یہ بتانے کا حق صرف وہی رکھتا ہے۔ اتنی بڑی بات اس نے انسانی عقل کی بھول بھلیوں کے لیے نہیں چھوڑی، اسی کو شریعت کی اتباع کہتے ہیں کہ انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دی ہوئی چیزوں پر ایمان لا کر عمل کرے۔

اسی طرح اگر کسی چیز کے لیے حرام ہونے کی واضح دلیل نہ ہو اور ہمیں وہ نقصان دہ یا بری محسوس ہو رہی ہو تو بھی ہم اس پر حرمت کا حکم نہیں لگا سکتے، یہ صرف اللہ کا حق ہے۔ جس کی خبر اس کے رسول ﷺ کے ذریعے ہمیں ملتی ہے۔ اگر کسی انسان کو اس کا نقصان دہ یا برا ہونا بہت ہی کھٹکتا ہے اور اس کے حلق میں پھانسی کی طرح چبھا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا ہے کہ خود استعمال سے پرہیز کرے مگر اس پر حکم نہ لگائے۔

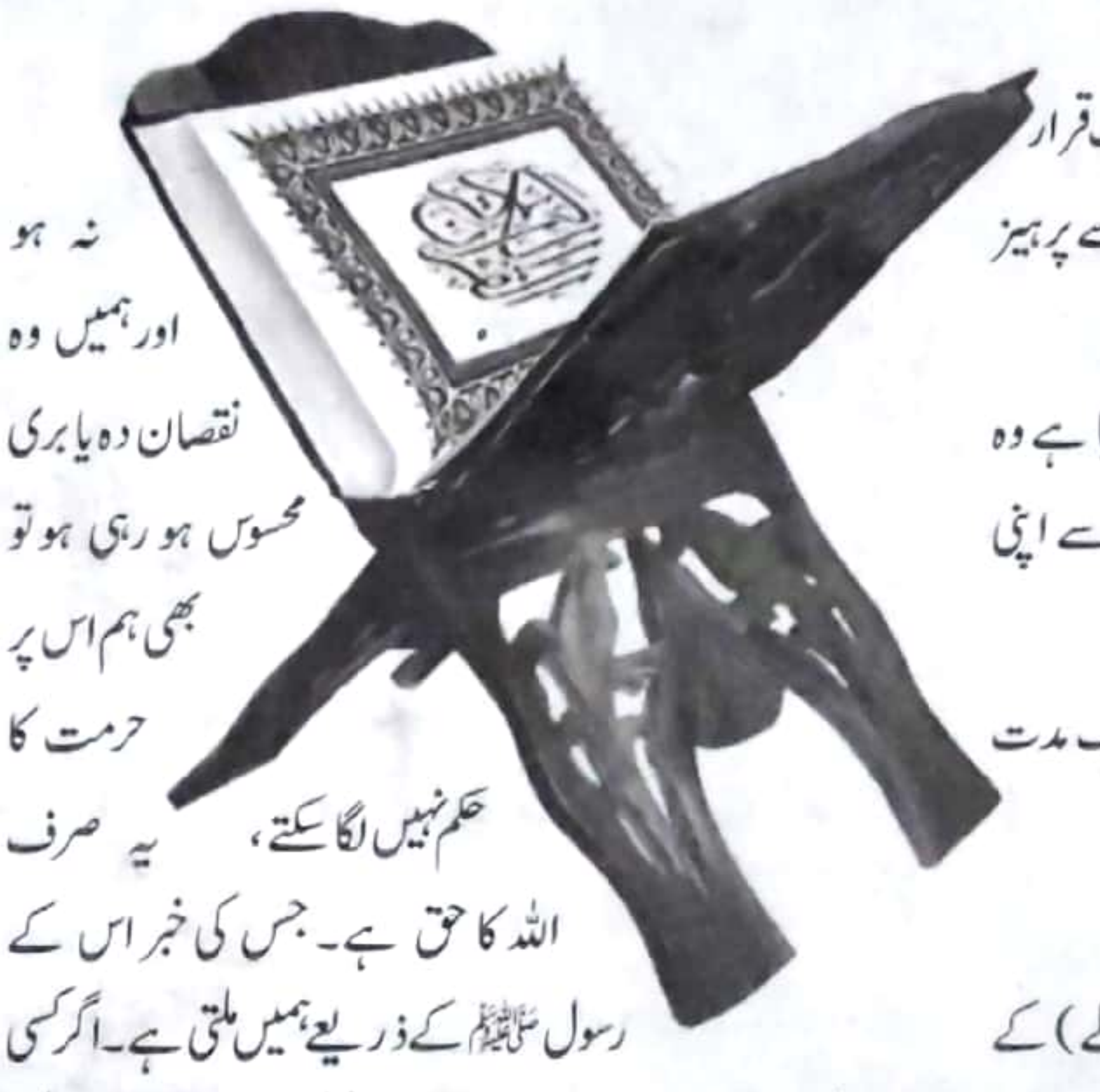

یہ انتہائی نامناسب رویہ ہے کہ اگر ایک انسان کو کوئی کام یا کوئی چیز بری لگ رہی ہے تو وہ یہ چاہے کہ ساری دنیا کے لوگ اس کو برا کہیں اور وہ اس کی برائی کو بیان کر کے لوگوں کو اس سے بچانا چاہے تو یہ درست بات نہیں، شریعت کو اپنے ہاتھ میں لینے والی بات ہے۔ اور غلو تو ہر دور میں امتوں کی تباہی و بربادی کا سبب بنتا رہا ہے اور اسی لیے فرمایا:

''تم دین میں ناحق غلو نہ کرو'' ﴿المائدہ﴾

اور آیت میں اللہ نے اپنی ذات کا تعارف کروایا ہے اور کائنات کے بادشاہ منعم حقیقی خالق و مالک کے ہاں سب سے عزت واحترام والی بات بھی یہی ہے کہ اس کا صحیح تعارف ہو جائے۔

اس آیت کی عظمت یہ ہے کہ یہ آیت جہاں اللہ تعالیٰ کی تمہید وتقدیس بیان کرتی ہے وہاں شرک کی اقسام کی جڑ کاٹ کے رکھ دیتی ہے۔

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ:

آیۃ الکرسی 10 جملوں پر مشتمل ہے، پہلا جملہ دعویٰ ہے، باقی جملے اس کے دلائل لانفی الجنس ہے یعنی الہ جیسی کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ الوہی صفات والی کوئی بھی چیز نہیں سوائے اللہ کے کوئی علاقائی مقامی، کوئی ظلی بروزی الہ نہیں۔ الہ معبود بننے کے قابل، عبادت کیے جانے کے قابل، عبادت کے لائق اللہ کے علاوہ کوئی نہیں۔

مفسرین سے بھی مروی ہے کہ اس آیت میں اسم اعظم ہے یعنی اس کے ساتھ جو دعا مانگی جائے قبول ہوتی ہے۔

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ:

پہلی دلیل الحی، وہ مستقلاً زندہ ہے، وہ ازلی اور ابدی ہے

صفت حیات اس کی جزو ذات ہے رسول اللہ ﷺ کو قرآن میں حکم ملتا ہے۔

''آپ اس زندہ پر توکل کریں جس نے مرنا نہیں۔'' ﴿الفرقان:58﴾

اللہ کی پہلی صفت ''الحی'' زندہ ہے، ہمیشہ سے ہے ہمیشہ تک ہے۔

''اللھم انت الاول لیس قبلک شیء وانت الآخر لیس بعدک شیء۔''

اللہ ازل سے ہیں جو بندے کی سوچ ہے اس سے پہلے اور جہاں تک بندے کی سوچ ہے اس کے بعد تک اللہ ہے۔ اللہ صاحب حیات ہے، اس کائنات میں ہر ایک کی حیات اسی کی عطا کردہ ہے اللہ کے علاوہ کسی کے لیے یہ جملہ نہیں بولا جاسکتا ساتھ اختصاص کے لیے ''ل'' بھی لگا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

''کان اللہ ولم یکن شیء قبلہ.'' ﴿بخاری﴾

''اللہ (ہمیشہ سے ہے) اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی۔''

موت یا عدم حیات اس پر نہ پہلے کبھی طاری ہوئی اور نہ آئندہ کبھی طاری ہوسکتی ہے۔ جن صفات کا اثبات کیا ہے ان میں الحی سب سے پہلے ہے۔

دوسری صفت ''قیوم'' ہے، وہ قائم بالذات ہے اور دوسری تمام اشیاء کو قائم رکھنے والی ہے۔ یہ صفت بھی اللہ کے دوسرے کسی معبود میں نہیں پائی جاتی۔

''قیوم'' اسم مبالغہ سے ہے یعنی یہ صفت انتہا درجہ کی ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ سے قائم ودائم ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے وجود سے قائم ہے۔ وہ قائم ہے تو باقی سب بھی قائم ہے۔ وہی سب کو سنبھالا دیئے ہوئے ہے۔ وہ دوسروں کی بھی نگہداشت کرنے والا ہے۔

''اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَ لَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا o.'' ﴿سورۃ الفاطر: 41﴾

جو خود زندہ نہ ہو وہ تمام دنیا جہاں کے لیے زندگی بخش کس طرح ہوسکتا ہے۔

اور جو خود اپنی ذات سے قائم نہ ہو وہ آسمان وزمین کو قائم رکھنے والا کس طرح ہوسکتا ہے اور جو ذات ان صفات سے عاری ہو اس کو الہ ماننے کے کیا معنی؟؟

سورۃ الرحمن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ o وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِکْرَامِ o.'' ﴿الرحمن: 26,27﴾

اس طرح قرآن نے تمام معبودوں کی نفی کردی جو نہ زندہ ہیں نہ زندگی کا سرچشمہ اور نہ خود قائم ہیں اور نہ دوسروں کو قائم رکھنے والے بلکہ خود بھی زندگی اور اپنے قیام و بقا کے لیے ایک ''حی و قیوم'' کے محتاج ہیں۔ جو کچھ آسمان وزمین میں ہے اس کا مالک وہی ''حی القیوم'' ہے۔

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ:

وہی ہستی ہی معبود بننے کے قابل ہے۔ وہ ہستی ہی معبود برحق ہوسکتی ہے جسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ۔ یہ نیند کی ابتداء اور اس کی انتہا دونوں سے اس کو بری قرار دیا گیا اور یہ اس کے ''حی القیوم'' ہونے کا لازمی تقاضا ہے۔ نیند موت کے آثار اور مظاہر و مبادیات میں سے ہے یہ اللہ تعالیٰ کی عیوب سے تقدیس ہے۔

اونگھ نیند کا ابتدائی درجہ ہے اور نیند ایک اضطراری کیفیت ہے جو ہر جاندار کو اس وقت لاحق ہوتی ہے جب وہ کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے۔ ایسی حالت میں نیند اس پر غالب آکر اسے بیہوش بنا دیتی ہے اور اس میں موت کے کچھ آثار بھی پائے جاتے ہیں۔

اس لیے نیند کو موت کی بہن قرار دیا گیا ہے۔ بعض احادیث میں اسے موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ رب العزت کو اگر اونگھ یا نیند آجائے تو اس کائنات کا سارے کا سارا نظام آن کی آن میں درہم برہم ہوجائے اور کائنات میں اس کا دعویٰ اللہ کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا۔

دنیا کے جتنے مذاہب ہیں، جتنے معبودان باطل ہیں وہ سارے اپنے معبودوں کے لیے نیند بھی تسلیم کرتے ہیں اور موت بھی تسلیم کرتے ہیں۔

یہ اسلام ایسا مذہب ہے اور اللہ کا دیا ہوا دین اسی حقانیت پرمبنی ہے۔ کہ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ.

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ:

لَهٗ میں لام تملیک یعنی ملکیت کو ظاہر کرتا ہے اور لَهٗ کو جملے کے شروع میں لانے سے حصر (زور بیاں) کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ کائنات میں جو کچھ ہے اسی کے لیے ہے، ''جو کچھ'' ایک لفظ ہے اس ''جو کچھ'' کا احاطہ کوئی نہیں کرسکتا۔ اس کا مالک ہونے کا دعویٰ کرنا بڑی دور کی بات ہے۔

آج سائنس نے کتنی ترقی کرلی ہے۔ دنیا کی سپر پاور اپنی ٹیکنالوجی سمیت کسی ایک چیز کی موجودگی کا انکشاف کرتی ہے دوسرے دن اس کا انکار کرتی ہے کہ ہماری اطلاعات غلط ہیں۔ ایک دن اقرار پھر چار دن اسی کا انکار کرتی رہتی ہے۔

صرف یہ بات ہی ہو کہ بندہ یہ کہے کہ کائنات میں اور کوئی ایسا ہے۔ جیسے یہ پتہ ہے کہ زمین کے اندر جو کچھ ہے تو یہ بھی ناممکن ہے، چہ جائیکہ وہ اس کا مالک ہونے کا بھی دعویٰ کرے۔

زمین کے اندر کیا کیا خزانے ہیں؟ کتنے کتنے ہیں؟ زمین کے اندر کیا ہے؟ زمینوں کی انتہا کیا ہے؟ اس کی پاتال کیا ہے؟ پاتال تلے کیا ہے کوئی نہیں جانتا؟ یہ تو زمین ہے جسے ہم روندتے ہیں سارا دن اور آسمان تو ملاء اعلیٰ کی جگہ ہے جس کو کسی نے دیکھا نہیں، جہاں تک کسی کی اپروچ نہیں ہے۔ اس آسمان کو کون جان سکتا ہے، سوائے اس کے جتنا اللہ خود بتا دیں۔

صرف اتنی بات کہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اس ''جو'' کا مفہوم کوئی نہیں کوئی نہیں جان سکتا۔ اس ''جو کچھ'' کا مالک ہونے کا دعویٰ کون کرسکتا ہے؟ کوئی نہیں کرسکتا۔

لَهٗ جب پہلے آتا ہے یعنی اللہ ہی کے لیے ہے۔ لَهٗ کا پہلے آنا کلام میں حصر پیدا کرتا ہے۔ اللہ کے علاوہ اور کوئی ہو نہیں سکتا جو کائنات کا مالک ہو۔ آج میرے پاس جو کچھ ہے آپ کے پاس جو کچھ ہے ہم اس کے بھی مالک نہیں وہ بھی اللہ کی عطا ہے۔ جب اللہ چاہتا ہے ہمارے ہاتھ پر رکھتا اور جب اللہ چاہتا ہے ہم سے لے لیتا ہے۔

انسان دنیا میں آتا ہے، خالی ہاتھ آتا ہے اور خالی ہاتھ چلا جاتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ میں خالی ہاتھ آیا اور اللہ کا دیا ہوا استعمال کر کے واپس۔ مالک ہوتا تو ساتھ لے کر آتا، مالک ہوتا تو ساتھ لے کر جاتا۔

للہ ملك السموات والارض

للہ میراث السموت والارض

للہ خزائن السموت والارض

کائنات میں جو کچھ ہے سارے خزانے، ساری میراث اللہ کے لیے ہے اور کوئی بھی نہیں جو کسی ایک چیز کے بارے میں دعویٰ رکھتا ہو کہ تنہا میری ہے۔ آج ہم اکثر لوگوں کو کہتے ہوئے سنتے ہیں:

''داتا کی نگری شکر گنج کی بستی، گیارہویں والوں کی سر زمیں۔''

کوئی چیز کسی کی نہیں علی الاطلاق کوئی دعویٰ کرہی نہیں سکتا، یہ دعویٰ صرف اللہ کو سزاوار ہے کہ کائنات کی ایک ایک چیز اللہ کی ہے۔ اللہ اس کا مالک ہے، اللہ ہی اس کا خالق ہے، اللہ اس کا جو چاہے کرسکتا ہے۔ ہر چیز صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ملکیت ہے کسی اور کا کوئی حق نہیں ہے۔ جب وہ مالک ہے تو عبادت بھی اسی کا حق ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے قرآن کے مخاطبوں میں سے نہ کسی کو انکار تھا اور نہ کسی کے لیے اس سے انکار کی گنجائش تھی۔ اس لیے کہ اس سے انکار کے معنی ربوبیت سے انکار کے تھے۔

''لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ.'' ﴿سورۃ البقرۃ: 284﴾

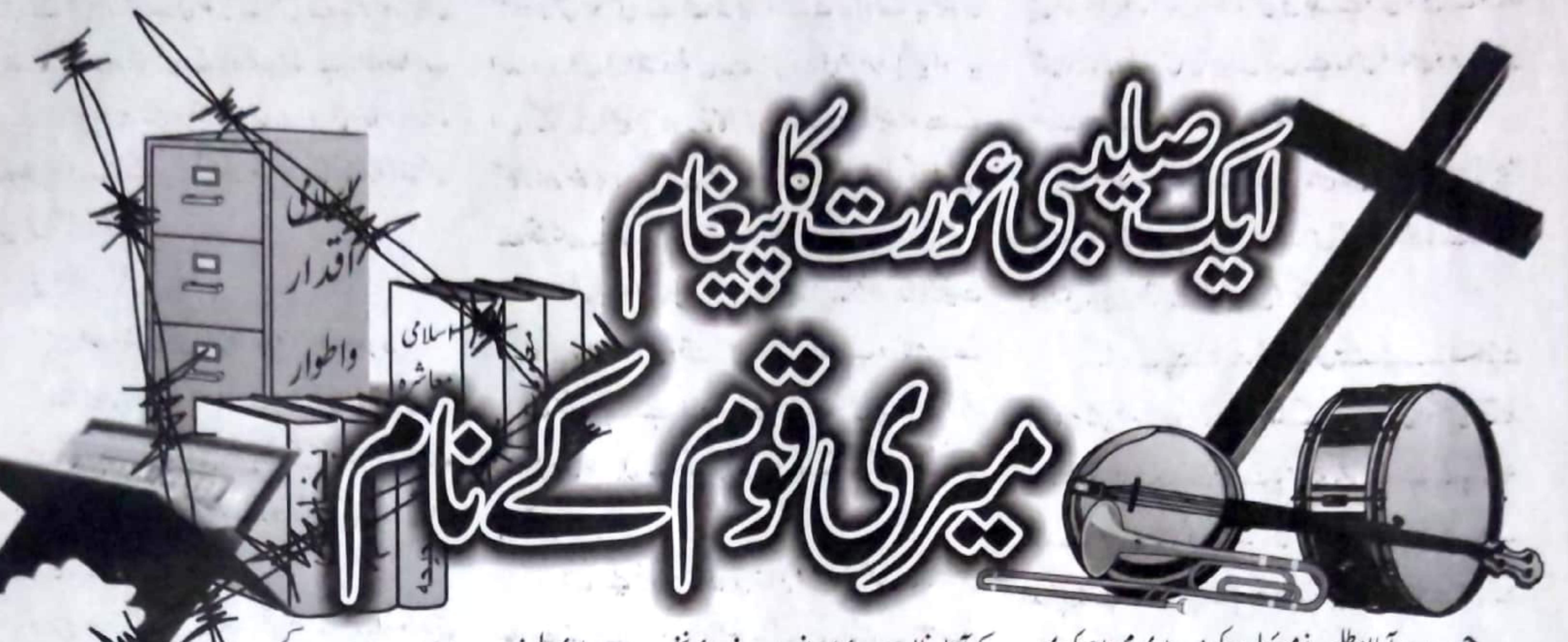

ایک صلیبی عورت کا پیغام میری قوم کے نام

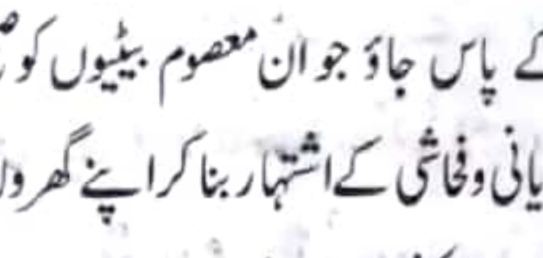

لمحہ فکریہ

ام اسامہ

جب سے آپا ام طلحہ نے مسئولیت کی ذمہ داری مجھ ناچیز کو دی تھی تب سے ہی میں اپنے کام کے آغاز کے لیے سوچنے لگ گئی تھی۔

لہٰذا میں نے اور ام ثوبان نے مشورہ کیا کہ لاہور کے بڑے بڑے اور مشہور و معروف تعلیمی اداروں میں رابطے کر کے طالبات اور اساتذہ میں دعوت دین کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

ہم نے لاہور کے ایک بڑے کالج میں جس کے ساتھ چرچ بھی موجود ہے بلکہ کالج کی عمارت چرچ سے متصل ہے، پہنچ گئے۔ پرنسپل آفس پہنچنے سے پہلے کافی تفتیش اور چھان بین کا سامنا کرنا پڑا۔

جب اندر داخل ہوئے تو سامنے خوبصورت سجے سجائے دفتر میں ایک عمر رسیدہ عورت سر پر سکارف لیے پاؤں تک سفید عبایہ میں ملبوس باوقار شخصیت نظر آ رہی تھی۔ ہم نے سلام کیا تو اس نے مسکراتے ہوئے صرف سر ہلایا اور ذرا سنجیدگی سے مخاطب ہو کر بولی:

جی فرمایئے! کیسے تشریف لائے......؟؟

کیا ہم چند منٹ لے سکتے ہیں، تھوڑی سی بات کرنی ہے ہم نے مرعوب لہجے میں التجا کی۔

بیٹھیے! اور چند منٹ ہی دے سکتی ہوں۔

میں نے مدعا بیان کرتے ہوئے کہا کہ:

محترمہ! ہم چاہتے ہیں کہ اپنے تعلیمی اداروں کے ذریعے نئی نسل کی راہ نمائی کے لیے دین کی دعوت کا ہلکا پھلکا کام شروع کیا جائے۔ کیونکہ ہماری نوجوان نسل تیزی سے گمراہ ہو رہی ہے۔ لہٰذا آپ کے تعاون کی ضرورت ہے اس کار خیر میں حصہ ڈالنے کے لیے آپ ہمیں اجازت دیں۔ چند منٹ اسمبلی میں ہم طالبات سے اصلاحی اور تربیتی گفتگو کر کے دین کی طرف رغبت دلائیں گے، ہفتہ میں صرف ایک یا دو دن بھی مل جائیں تو بہت ہوں گے، بس ہم اسی لیے حاضر ہوئے تھے۔

آخری الفاظ سنتے ہوئے انہوں نے اپنی نشست پر پہلو بدلتے ہوئے اپنا چشمہ اتار کر میز پر رکھا۔ ان کے چہرے پر درشتگی کے آثار ظاہر ہوئے اور انہوں نے بڑی نخوت سے ہماری طرف دیکھا اور برہم لہجے میں بولنے لگیں:

آپ کیا سمجھتی ہیں کہ ہم آپ کے بچوں کو گمراہ کر رہے ہیں......؟؟

جی نہیں! ہرگز ایسی بات نہیں ہے یہ تو قومی سطح پر ہی ہمارا مسئلہ ہے، آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

"تو اگر یہ قومی مسئلہ ہے تو پھر اپنی قوم کی ماؤں کے پاس جاؤ، ان کے باپوں اور بھائیوں کے پاس جاؤ جو ان معصوم بیٹیوں کو صبح سویرے ننگے منہ، ننگے بدن، عریانی و فحاشی کے اشتہار بنا کر اپنے گھروں سے نکالتے ہیں۔ بسوں، گاڑیوں، رکشوں میں فتنہ پھیلاتے ہوئے سکول کالج کی چار دیواری میں دھکیل جاتے ہیں۔ پہلے جا کر اپنی قوم کے مردوں کو مسلمان بناؤ، یہ بچے، بچیاں خود ہی مسلمان بن جائیں گے۔"

ام ثوبان نے اسی سختی سے جواب دیا کہ یہ ہمارے ادارے ہیں، ہمیں یہاں آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

وہ تھوڑا سا نارمل ہوتے ہوئے بولیں:

میری بات ٹھنڈے دل سے سنیں، میری طرف دیکھیں میں ایک عیسائی عورت ہوں۔ اس کالج کی پرنسپل ہوں اور اس سے متصل چرچ میں میں ایک نن (پادری عورت) کی حیثیت سے زندگی گزار رہی ہوں۔ میری مذہبی شناخت یہ صلیب ہے جو آپ کو میرے گلے میں نظر آ رہی ہے۔ میرے بازو پوری آستین کے ہیں۔ آپ دیکھ رہی ہیں میں سر سے پاؤں تک پورے پردے میں ہوں۔ یہ سب کچھ میرے والدین نے مجھے سکھایا ہے۔ مجھے میری مذہبی شناخت میرے گھر اور میرے چرچ نے دی ہے۔

اور آپ کو بھی یہ کام اپنے گھروں میں کرنا ہوگا، آپ بہت لیٹ ہو گئے ہیں۔ میں آپ کو صحیح بات بتا رہی ہوں۔ پلیز آپ Exploite نہ ہوں آپ مجھے ایک سال کا بچہ دے دیں اور اگلے پانچ برس بعد ایک ذہنی، فکری، اور قلبی طور پر مکمل عیسائی آپ کو مل جائے گا۔

اس عورت کے الفاظ ہتھوڑوں کی طرح ہمارے دماغ پر برسنے لگے۔ ہمارے کانوں کی لوئیں تپنے لگیں اور ہم چپ چاپ شرمندگی اور ندامت سے سر جھکائے پسینے میں شرابور دفتر سے نکل آئے۔

ایک عیسائی عورت نے ہمیں ایسا آئینہ دکھا دیا تھا جس میں حقیقتیں اپنی تمام تر سنگدلی کے ساتھ ہمارا منہ چڑا رہی تھیں۔

اس عورت کی آواز ہماری سماعتوں سے ٹکرا رہی تھی۔

"میری مذہبی شناخت یہ صلیب ہے جو آپ کو میرے گلے میں نظر آ رہی ہے۔ اور آپ کو بھی یہ کام اپنے گھروں میں کرنا ہوگا آپ بہت لیٹ ہو گئے ہیں۔

اپنی قوم کی ماؤں کے پاس جاؤ، ان کے باپوں اور بھائیوں کے پاس جاؤ جو ان معصوم بیٹیوں کو صبح سویرے ننگے منہ، ننگے بدن، عریانی و فحاشی کے اشتہار بنا کر اپنے گھروں سے نکالتے ہیں۔ جا کر اپنی قوم کے مردوں کو مسلمان بناؤ۔"

ام ثوبان کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ ہم چپ چاپ شکست خوردہ آ کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔ دل خون کے آنسو رو رہا تھا پھر سوچا کہ اس پیغام کو الصافات کی وساطت سے اپنی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں تک پہنچا کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لوں۔

شاید ایک صلیبی عورت کے یہ طعنے ہماری غیرت ایمانی کو بیدار کر سکیں۔ شاید ہم راہ راست کی طرف لوٹ آئیں، شاید کہ ہمیں صراط مستقیم نصیب ہو۔

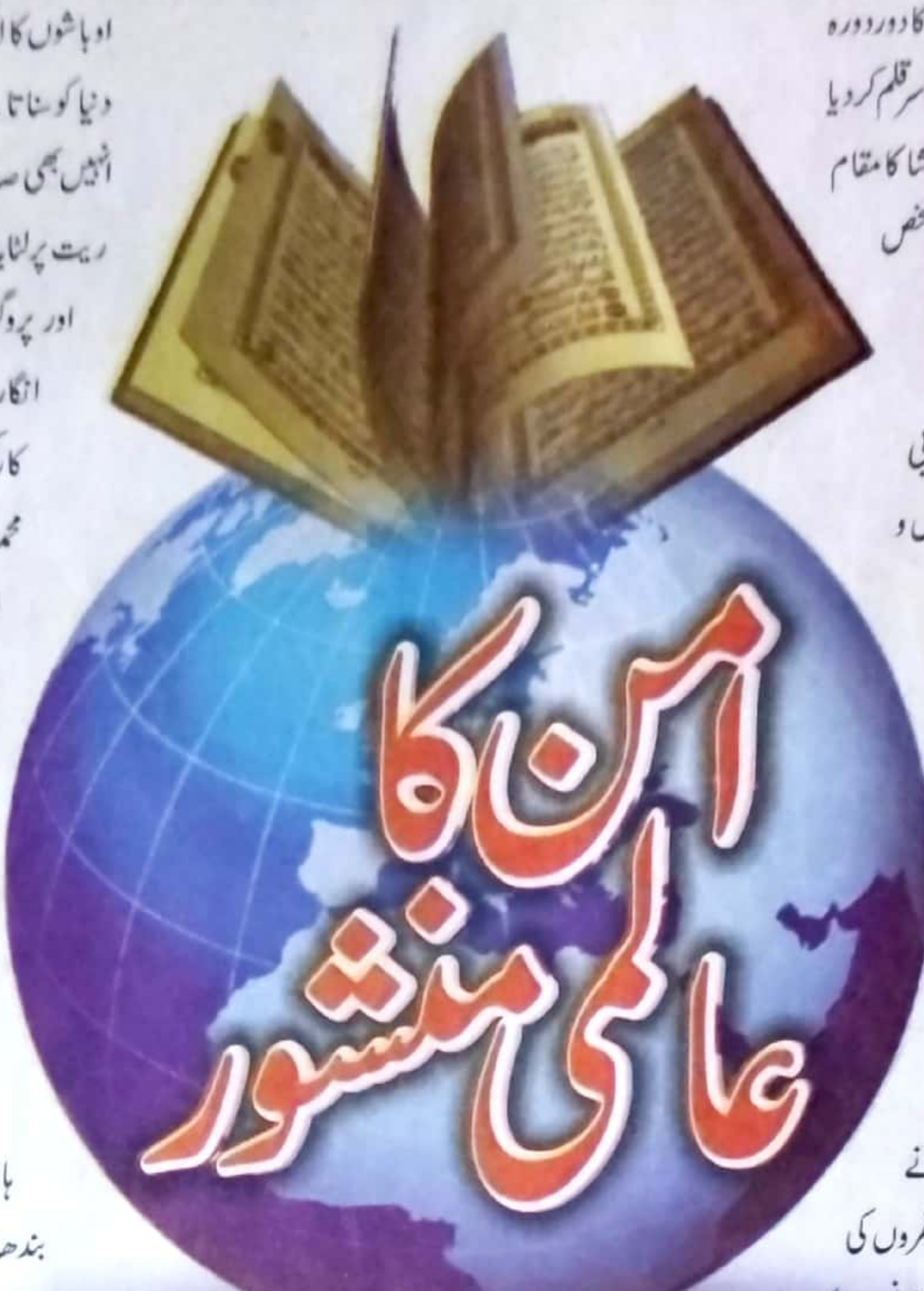

مکہ میں ابوجہل کی گورنمنٹ قائم ہے، ظلم وستم کا دور دورہ ہے، کوئی آواز نہیں اٹھا سکتا، جو اس کی مخالفت کرتا اس کا سر قلم کر دیا جاتا ہے، اللہ کو لوگ بھول چکے ہیں، حاجت روا مشکل کشا کا مقام بتوں کو دیا جاتا ہے، ان کا تقدس قائم ہے، دفعتاً ایک شخص فاران کی چوٹیوں سے اعلان کرتا ہے کہ ایک اللہ کی حاکمیت قبول کرو اسی نے تمہیں پیدا کیا، اسی نے زمین وآسمان بنائے، اسی کی عبادت میں نجات وکامیابی ہے۔ ظلم وستم کی اندھیر نگری کو ختم کر کے اللہ کے عدل و انصاف کی راہ اختیار کرو، یہی فلاح کا راستہ ہے۔

لوگ پریشان ہیں عجیب نعرہ ہے، انوکھا اعلان ہے، حیرت انگیز منشور ہے، بے مثال آواز ہے جو اس محمد نامی (ﷺ) شخص نے لگایا۔ سارا ملک ہی چونک گیا...... یہ کیا ہو گیا اور کیسے ہو گیا...... یہ محمد ﷺ کو کیا ہوا ہے؟ یہ کیسی آواز ہے؟ تقریر وتحریر کی پابندی کا سنگم کس نے توڑا ہے؟ ہر طرف سے یہ چہ مگوئیاں ہونے لگتی ہیں۔ کس نے اتنی بڑی جرأت کی ہے۔ پھر یکا یک اعلان لاتعلقی ہونے لگتا ہے، اپنے بیگانے ہوتے چلے گئے۔ کہیں سے پتھروں کی بارش ہونے لگ پڑی تو کہیں سے طعنہ زنی الغرض کہ نئے نعرے کا علمبردار زخموں سے چور کر دیا جاتا ہے اور محمد ﷺ صاحب اقتدار لوگوں کی نگاہوں میں کھٹکنے لگتے ہیں۔ وجہ ہی ایسی تھی کہ پیغام ہی ایسا تھا کہ جو دشمنی کا سبب بن گیا۔

اپنے بیگانے ہو گئے، باپ بیٹے کا نہ رہا نہ بیٹا باپ کا...... ماں بیٹی کے راستے جدا ہو گئے، ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کے مد مقابل آ گیا۔ یقیناً ایک نظریاتی پیغام تھا، جی ہاں! نظریاتی پیغام، کیونکہ نظریہ ہی دشمنی اور عداوت کی بنیاد بنتا تھا۔ رہی عملی زندگی تو اس کی حدود اور دائرہ کار بھی نظریہ ہی متعین کرتا ہے۔ جب نظریہ پیش کیا جاتا ہے تو مخالفت ہوتی ہے پھر یہی مخالفت دشمنی کا روپ دھار لیتی ہے۔

اب وہ محمد ﷺ جو مدعی نبوت تھے اپنی جماعت کے افراد پیدا کرنے کے لیے دن رات کوشاں رہتے تھے بالآخر سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نامی ایک شخص جو مکہ کے تاجر ہیں، سب سے پہلے رکنیت قبول کرتے ہیں پھر یکے بعد دیگرے مختلف افراد آپ کی جماعت میں شامل ہوتے ہیں اس طرح تقریباً 36 افراد جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں۔

سربراہ مکہ ابوجہل مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے، ہر طرح کی پابندی لگا کر دیکھ چکا ہے۔ سوشل بائیکاٹ مہم جاری ہو جاتی ہے...... تین سال کے لیے اسلامی انقلاب کے قائد کو اہل و عیال کے ہمراہ نظر بند کر دیا جاتا ہے لیکن ابوجہل دیکھتا ہے کہ وہ تو ان رکاوٹوں کے باوجود دن بہ دن اپنے پروگرام کو بڑھاتا اور چڑھاتا جا رہا ہے۔ روز بروز ان کی جماعت ترقی کرتی جا رہی ہے پھر...... دوسری چال چلی جاتی ہے لیکن یہاں تو کوئی حربہ بھی کامیاب نہیں ہوتا وہ تو سارا انظام بدلنا چاہتے ہیں۔ لوگوں کو پتھر کی مورتیوں سے ہٹا کر ایک رب کے سامنے جھکانا چاہتے ہیں۔

ابوجہل دیکھتا ہے کہ کوئی اور لالچ اور دھمکی آپ ﷺ کو اپنے مشن سے نہیں روک رہی وہ تو تمام پابندیاں توڑے ان جھوٹے خداؤں کے قوانین کو اپنے پاؤں کی نوک پر رکھتا ہے، اوباشوں کا لاٹھی چارج بھی سہتا ہے، آنسو گیس کو بھی مگر اپنا منشور دنیا کو سناتا ہے۔ محمد ﷺ کی جماعت کا ایک کارکن بلال ؓ ہے۔ انہیں بھی صاحب اقتدار اپنے ظلم کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں، تپتی ریت پر لٹایا ہوا ہے، جسم پر وزنی پتھر ہے کہ محمد ﷺ کی جماعت اور پروگرام کو خیر آباد کہہ دے۔ کہیں خباب ؓ ہیں انہیں بھی انگاروں پر لٹایا ہوا ہے عورتوں میں ایک سمیہ ؓ ان کی مخلص کارکن ہیں اس کے بھی ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں۔ کبھی محمد ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں صرف اور صرف اس لیے کہ ہمارے ان جھوٹے خداؤں کو کچھ نہ کہا جائے، اپنا منشور پیش نہ کیا جائے، ظلم روکنے کو نہ کہا جائے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ جو بھی کلمہ پڑھ کر محمد ﷺ کی جماعت کی رکنیت قبول کرتا ہے سارا معاشرہ اس سے بائیکاٹ کر لیتا ہے۔ اب جماعت کے اس قافلے میں امیر حمزہ ؓ جیسے پہلوان عمر ؓ جیسے بہادر عثمان ؓ جیسے مالدار بھی شامل ہوں گے۔ قصی بن کلاب کے قائم کردہ گورنمنٹ ہاؤس دارالندوہ میں ہر وقت ہنگامی جلوسوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔

جب بیت اللہ پر ابوجہل کی گورنمنٹ نے حکومتی کارندوں کا گروہ بٹھا لیا تو آپ ﷺ نے دار ارقم کو اپنا اسلامی مرکز بنا لیا۔ الغرض آپ نے 13 سال تک مکہ میں اسی منشور کو پھیلایا۔ اس عرصہ کے دوران آپ ﷺ کی زبان پر کوئی جملہ اصولوں کے خلاف سرزد نہیں ہوا۔ آپ ﷺ نے کسی مخالف پر اوچھی تنقید نہیں کی۔ آپ ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، آپ ﷺ نے کسی کا نام نہیں بگاڑا، آپ ﷺ نے کبھی تہمت نہیں لگائی، آپ ﷺ نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی، آپ ﷺ نے کبھی اپنے کارکنوں کا دل نہیں دکھایا، آپ ﷺ نے اپنے پروگرام میں جو بات ایک بار فرما دی اس پر قائم رہنا آپ ﷺ کا شیوہ ہے، آپ ﷺ نے کبھی کسی کا خوف نہ کھایا۔ ﴿سیرت ابن ہشام﴾

آپ ﷺ اعلیٰ اخلاق عادات کے شہ پارے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ گھر والوں اور خادموں پر بہت مہربان تھے۔ زبان مبارک پر کبھی کوئی گالی اور گندی بات نہ آئی تھی، آپ ﷺ کسی پر لعنت نہیں کرتے تھے اور دوسروں کی ایذا رسانی پر صبر فرماتے۔

ایک دفعہ آپ ﷺ نے ایک بڑھیا کو بوجھ اٹھائے دیکھا تو آگے بڑھ کر اس کا بوجھ اپنے سر پر اٹھا لیا۔ بڑھیا نے کہا: اے نوجوان! تیرے روشن چہرے سے بلند اخلاق وکردار

لمحہ فکریہ

ام وقاص

کی مہک آتی ہے۔ دیکھنا میری نصیحت یاد رکھنا، مکہ میں ایک جادوگر محمد (ﷺ) کہیں سے آیا ہے، اس کے جال میں نہ پھنس جانا، اس کی صحبت سے دور رہنا، وہ اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ بیٹھا ہے، سب لوگ اس کو مجنوں دیوانہ خیال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ خاموشی سے اس کی باتیں سنتے رہے۔ آخر اس نے پوچھا!

اے نوجوان! تیرا نام کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

آپ ﷺ نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی، آپ ﷺ نے کبھی اپنے کارکنوں کا دل نہیں دکھایا اور آپ ﷺ نے اپنے پروگرام میں جو بات ایک بار فرما دی، اس پر قائم رہنا آپ ﷺ کا شیوہ ہے۔

''اماں! محمد (ﷺ) میرا ہی نام ہے۔''

اس پر بڑھیا حیران رہ گئی اور حیرت سے کہہ رہی تھی:

اے محمد (ﷺ)! آپ کا اخلاق ایسا بلند ہے مجھے جلدی سے کلمہ شہادت پڑھا دیجئے۔ ﴿ابن ہشام﴾

آپ ﷺ کی زندگی کا جو حصہ مکہ میں گزرا اس وقت تک مکہ والوں نے قریب سے آپ ﷺ کے اعلیٰ اخلاق کو جان لیا تھا۔ جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تب بھی یہی حال تھا۔ الغرض جھونپڑیوں میں آپ ﷺ کی جلوہ افروزی ہوئی غریبوں کا سر اونچا ہو گیا، خستہ حال مسافروں کو حاجت روائی ہوئی تو سب کے دل جھکا لیے، اپنے پر دوسرے کو فوقیت دی گئی تو سب رطب اللسان ہو گئے۔ تکلفات کے حجاب اٹھے تو انس وغمگساری نے دل جیت لیے، فریاد کرنے والوں پر رحم وکرم کا مینہ برسا تو تالیف قلوب کا ساماں ہو گیا، کھلے عام تبلیغ و جہاد کا دور شروع ہوا تو معاشرتی اصلاح وعمل کا عظیم رستہ کھل گیا۔

نبی آخر الزماں ﷺ کے اخلاقی فکر وعمل نے ساری دنیا کو معاشرتی خوبیوں سے ایسے طرز زندگی کا درس دیا، اپنی تنگی میں دوسروں کے دکھ کا مداوا کرنے کا درس دیا۔ آپ ﷺ کی عفت و پاک بازی کو دیکھو، شرم وحیا ملاحظہ کرو، عدل و انصاف جانچو، اخوت ومساوات کو دیکھو، امانت و دیانت پر غور کرو مقابل میں کسی بھی عہد ساز شخصیت کی تاریخ چھان مارو کہاں ایسی شجاعت، کہاں ایسی استقامت، کہاں ایسی کریمانہ زندگی، کہاں ایسی عاجزی و انکساری، کہاں ایسی جود وسخا، کہاں ایسا ایفائے عہد، کہاں ایسی خوش روی، کہاں ایسا عدل واحسان، اگر کسی میں ایک وصف کی کاملیت ہے تو دوسرے کا فقدان، ایک کمال ہے تو دوسرا نقص۔

بس ہمارا محسن جمیع کمالات کا ایک ایسا مجسمہ ہے، جس کی سیرت وصورت کی مثل کوئی سانچہ ہی نہیں۔ کبھی جلال ہے تو کبھی جمال، کبھی تبسم ہے تو کبھی تفکر، ایک وقت مبلغ ہے تو دوسرے وقت معلم، ایک وقت مربی ہے تو دوسرے وقت سیاست دان، ایک طرف منتظم ہے تو دوسری طرف جرنیل ہے، ایک طرف شہسوار ہیں ایک طرف نوجوانوں کو ترتیب دے رہے ہیں تو دوسری طرف جنگی کمان کر رہے ہیں، ایک طرف بین الاقوامی سیاسی معاہدے ہو رہے ہیں دوسری طرف سلطنتوں کی سلطنتیں قدموں میں آ پڑی ہیں۔

ایسے عظیم جامع اور کامل راہبر و رہنما کی معاشرت کا طرز چھوڑ کر جو مسلمان کسی دوسری قوم کا طرز اپناتا ہے اسے خود ہی فیصلہ کرنا چاہئے کہ اس کے اسلام کا دعویٰ کہاں تک درست ہے۔

دوسری طرف جب سے کفن چوروں کے بین الاقوامی گروہ اقوام متحدہ (ملحدہ) نے مسلم امہ کے خلاف عالم گیر اتحاد تشکیل دیا ہے۔ اس وقت سے امت مرحومہ کے بارے میں دیگر پروپیگنڈوں کے علاوہ ایک جھوٹ بڑی زور سے بیان کیا ہے وہ یہ کہ انسانی حقوق کے تحفظ کا پہلا ادارہ اقوام متحدہ ہے۔ اس سے قبل کسی معاشرے میں بنیادی حقوق کا تحفظ نہ تھا۔ یہ دراصل اسلامی تاریخ وتہذیب کو مسخ کرنے کی ایک عالمی سازش ہے۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے، جس نے انسانیت کو عروج پر پہنچا دیا۔

ویسے تو نبی کائنات ﷺ کی ساری زندگی عدل و انصاف، شرافت وعظمت، امانت وصداقت اور تحفظ انسانیت سے معمور ہے۔ مگر آپ ﷺ نے انسانی حقوق کا بنیادی چارٹر میدان عرفات میں دیا اور اس چارٹر کی شقیں حسب ذیل ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے، جس نے انسانیت کو عروج پر پہنچا دیا۔

☆ جاہلیت کا خاتمہ:

سن لو جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے باطل قرار دیے جاتے ہیں۔

☆ نسلی ونسبی امتیاز کا خاتمہ:

اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے غور سے سن لو عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔

☆ اخوت اسلامی:

ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

☆ غلاموں سے حسن سلوک:

تمہارے غلام تمہارے غلام ہیں جو خود کھاؤ ویسا ہی ان کو کھلاؤ جو خود پہنو ویسا ہی ان کو پہناؤ۔

☆ دور جاہلیت کے خون معاف:

جاہلیت کے تمام خون معاف کر دیے گئے ہیں سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون (یعنی ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون) باطل قرار دیتا ہوں۔

☆ سود کا خاتمہ:

جاہلیت کا سود باطل کر دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا سود (یعنی سیدنا عباس بن عبدالمطلب کا سود) باطل قرار دیتا ہوں۔

☆ عورتوں کے حقوق:

عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو، تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔

☆ جان ومال کی حرمت:

تمہارا خون اور تمہارے اموال قیامت تک اس طرح حرام ہیں جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر۔

☆ قرآن مجید کا دامن تھام لو:

میں تم میں ایک چیز چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا تو تم کبھی گمراہ نہ ہو گے، وہ چیز اللہ کی کتاب ہے۔

☆ وارث کے لیے وصیت جائز نہیں:

اللہ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے (یعنی وارث کے حصے مقرر کر دیے ہیں۔ کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت نہیں۔

☆ انسان کا نسب:

اولاد اس کی جس کے بستر پر پیدا ہوئی، زانی کے لیے پتھر

باقی صفحہ 46 پر

ہمسائے کے حقوق

حقوق وفرائض

بنت سلیم اللہ زمان

ہمسایہ دو الفاظ یعنی ''ہم'' اور ''سایہ'' کا مرکب ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ہی سایہ یا ایک ہی جگہ پر بیٹھنے والے۔

عربی زبان میں ہمسایہ کو ''جار'' کہتے ہیں۔ اس کی جمع ''جیران'' ہے۔ جار کے معنی پناہ دینا، امان میں رکھنا، ذمہ داری میں لینا اور مکان کا قریب ہونا۔ مطلب یہ ہوا کہ اپنے گھر کے قریب رہنے والے شخص کو ہمسایہ یا پڑوسی کہتے ہیں۔

سید سلمان ندوی ہمسایہ کی تعریف یہ کرتے ہیں:

''ہمسایہ یا پڑوسی وہ دو آدمی ہیں جو ایک دوسرے کے قریب اٹھتے اور بیٹھتے ہیں۔'' ﴿سیرت النبی ﷺ﴾

عام طور پر لوگ ہمسایہ صرف اسی کو سمجھتے ہیں جس کا مکان یا دوکان ان کے ساتھ ہو اور وہ ان کے حقوق بھی بخوبی سرانجام دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن و حدیث کی رو سے ہمسائیگی کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔

رشتہ داروں کے بعد انسان کا سب سے زیادہ تعلق اپنے پڑوسیوں سے ہوتا ہے اگر اس کو مدد پہنچتی ہے تو سب سے زیادہ انہی سے پہنچتی ہے، اس لیے ایک مسلمان ہونے کے ناطے یہ فرض ہے کہ وہ ایسی تعلیم پیش کرے جس پر عمل کر کے ہمسائیوں کے ساتھ تعلقات مضبوط ہو جائیں اور ایک دوسرے پر جان چھڑکنے لگیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

''والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب۔'' ﴿سورۃ النساء﴾

''اور رشتہ دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ اور ہم مجلس ساتھی سے (حسن سلوک کرو۔''

اس آیت میں ہمسایہ کی تین اقسام بیان ہوئی ہیں۔

1: وہ جو رشتہ دار ہیں۔

2: وہ جو ہمسایہ ہیں لیکن رشتہ دار نہیں ہیں۔

3: نہ رشتہ دار ہیں اور نہ پڑوسی بلکہ صرف مجلس کا ساتھی ہے۔

''الصاحب بالجنب'' کا معنی وسیع ہے۔ ہم مجلس سے مراد ہم جماعت، ہم کالج، ہم مدرسہ، ہم سفر، حتیٰ کے کھیل، مسجد، کاروبار، دوکان، بازار وغیرہ چند منٹوں کے رفیق بھی ہمسایہ کی فہرست میں شامل ہیں۔ ان سب کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے۔

ان سب کے حقوق کی ادائیگی کرتے وقت آپ کا یہ فرمان بھی مدنظر ہو کہ:

''کافر ہمسایہ کا ایک حق، مسلمان کے دو اور رشتہ دار کے تین حق ہیں۔'' ﴿بخاری﴾

اگر یہ تفریق نہ ہو تو پھر قریب ترین ہمسایہ کا حق زیادہ ہوگا۔ سیدہ عائشہ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ سے پوچھا:

''یارسول اللہ ﷺ! میرے دو پڑوسی ہیں میں تحفہ یا کوئی چیز کس کے پاس بھیجوں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس کے گھر کا دروازہ تمہارے گھر سے زیادہ قریب ہو۔'' ﴿بخاری﴾

امام زہری فرماتے ہیں:

''ایک آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے پڑوسی کی شکایت کرنے لگا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ مسجد کے دروازہ پر اعلان کر دیا جائے کہ چالیس گھر تک پڑوس ہے۔''

امام زہری اس کے متعلق فرماتے ہیں: کہ اپنے گھر سے چالیس چالیس گھر چاروں طرف حسن سلوک میں سب سے زیادہ قریبی پھر اس سے دور پھر اس سے دور کا حق ہوگا۔

عرب کے وہ لوگ جو ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے جو انتہائی پستی میں گر گئے تھے۔ لیکن ان کے اندر اخلاقیات کا مادہ زندہ تھا۔ عرب کے لوگ ہمسائے کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور پڑوسی کی عزت و احترام کی جاتی تھی حتیٰ کہ وہ اپنی جان خطرے میں ڈال دیتے تھے۔

اسلام نے عربوں کی اس اخلاقی حالت کو برقرار رکھا اور اس کو مزید بہتر بنایا۔ لیکن ظلم و تعدی یا برائی میں پڑوسی کی حمایت نہ کی جائے۔ جب معاشرے میں پڑوسی کے حقوق کا خیال رکھا جائے، تو وہاں خطرناک حالات سے سب لوگ محفوظ ہو جائیں گے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''جب تم گوشت کا شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی ذرا زیادہ ڈال دو اور اپنے ہمسائے کی خبر لو۔'' ﴿مسلم﴾

لیکن ہم لوگوں نے جب گوشت وغیرہ بنانا ہو تو کسی کو گھر نہیں آنے دیتے۔ اس گوشت کو سنبھال کر رکھتے ہیں کہ کسی کی نظر نہ لگ جائے۔ اس نے دیکھ لیا تو اس کو دینا

پڑے گا۔ ہم نے خود تھوڑا پکایا ہے تمہیں کہاں سے دیں، اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔

لیکن یہ بات رکھیئے کہ یہ شیطانی وسوسے ہیں۔ اگر آپ نے کوئی اچھی چیز بنائی ہے اور آپ کے ہمسائے میں طاقت نہیں ہے کہ وہ بھی اس چیز کو بنائے تو آپ وہ اس کو تحفۃً دے دیں جس سے اس کی دل آزاری نہ ہو اور وہ تحفہ بھی قبول کر لے۔

مجھے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان یاد آگیا کہ:

''وہ شخص کامل مومن نہیں جو خود تو سیر ہو کر کھانا کھائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔'' ﴿صحیح الحدیث﴾

مسلمانو! اگر اپنے ایمان کو بچانا ہے تو ہمسائے کے حق کا خیال رکھو، انشاء اللہ برکات ہی برکات ہوں گی۔ یہ آزمودہ بات ہے۔

حسن سلوک:

سورۃ النساء میں جہاں والدین، رشتہ دار، یتیم اور نادار کے حقوق کا ذکر کیا گیا ہے وہاں رشتہ دار ہمسایہ اجنبی ہمسایہ اور ہم مجلس کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جبرائیل مجھے ہمیشہ ہمسایہ کا حق ادا کرنے کی اس قدر ہدایات کرتے تھے کہ میں نے خیال کیا کہ جبرائیل ہمسایہ کو وارث قرار دے دیں گے۔ ﴿بخاری مسلم﴾

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے ہمسائے سے حسن سلوک سے پیش آئے۔'' ﴿مسلم﴾

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص اللہ اور رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے اسے سچ بولنا چاہئے، امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہئے اور ہمسائیوں سے حسن سلوک کرنا چاہئے۔'' ﴿بیہقی﴾

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے نزدیک بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کے حق میں بہتر ہو اور اللہ کے نزدیک بہترین ہمسایہ وہ ہے جو اپنے ہمسائے کے حق میں بہتر ہو۔''

تحائف اور دعوتیں:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔'' یہ آزمودہ بات ہے تحفے اور دعوتیں دینے سے واقعی محبت بڑھتی ہے اور تعلقات مزید مستحکم اور مضبوط ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جب تم گوشت کا شوربہ پکاؤ تو اس میں پانی ذرا زیادہ ڈال دو اور اپنے ہمسائے کی خبر لو۔'' ﴿مسلم﴾

یعنی ہمسائیوں کو بھی تحفہ دے سکو، اس کا مطلب یہ نہیں کہ صرف گوشت کے شوربے سے ہی ہمسائیوں کو تحفہ دیا جائے بلکہ جو کچھ بھی عمدہ پکایا جائے وہ بھیج دیا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اے عورتو! کوئی ہمسائے کو ہدیہ یا تحفہ بھیجے تو اس کو حقیر نہ سمجھو اگر چہ وہ بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔'' ﴿بخاری ومسلم﴾

پڑوسی کو ضرر اور تکلیف سے اجتناب:

امت مسلمہ کو تاکید کی گئی ہے کہ دوسروں کو تکلیف اور ضرر دینے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اگر کوئی شخص کسی کی جان، مال اور عزت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو پڑوسی کا خصوصی حق ہے کہ اس کی حفاظت میں اپنی جان کی بازی لگا دے تاکہ ہمسائے کو کسی طرح ناراض نہ ہونے دیا جائے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! وہ مومن نہ ہوگا، اللہ کی قسم! وہ مومن نہ ہوگا، اللہ کی قسم! وہ مومن نہ ہوگا، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کون؟ فرمایا:

''وہ شخص جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں۔'' ﴿بخاری﴾

ایک روز صحابہ نے نبی ﷺ سے پوچھا: ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں یا برا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم اپنے پڑوسی سے اپنے متعلق اچھا کہتے سنو تو تم اچھا کر رہے ہو، اگر تم اپنے پڑوسی سے اپنے متعلق برا کہتے ہوئے سنو تو تم برا کر رہے ہو۔'' ﴿مشکوۃ﴾

امام بخاری اپنی کتاب میں دو عورتوں کا واقعہ لکھتے ہیں:

''کہ ایک عورت بڑی روزہ دار، صدقہ وخیرات کرنے والی، باقاعدہ نمازی تھی لیکن اس کا ہمسایہ اس کی زبان درازی سے تنگ تھا۔ اس لیے اس کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا:

''وہ جہنمی ہے۔'' اور دوسری نمازیں کم ادا کرتی تھی، روزے بھی فرض رکھتی اور صدقہ وخیرات بھی کم کرتی تھی لیکن ہمسائیوں کے ساتھ حسن سلوک کے باعث جنت کی بشارت سنائی۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

''چوری اور زنا دونوں حرام ہیں، جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے لیکن اگر کوئی اپنے ہمسائے کی بیوی سے زنا کرے تو دس دفعہ زنا سے سنگین ہے اور اگر کوئی اپنے ہمسائے کی چوری کرے تو دس گھروں کی چوری سے بڑھ کر ہے۔''

نبی ﷺ نے فرمایا:

''تو نے ہمسائے کے کتے کو پتھر مارا تو تو نے ہمسائے کو دکھ دیا۔ ﴿بخاری، ابوداؤد﴾

اجازت کے بغیر عمارت بلند نہ کرنا:

عمارت بناتے وقت پڑوسی کا خیال رکھنا چاہئے کہ پڑوسی کی ہوا اور روشنی بند نہ ہو جائے یا اس کی عمارت اس انداز سے بلند نہ ہو جائے کہ دوسرے پڑوسی کا گھر غیر محفوظ اور بے پردہ ہو جائے۔ اگر مکان بلند کرنا ہو تو اس سے اخلاقی طور پر اجازت ضروری ہے۔

پردہ پوشی کرنا:

نبی ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص کسی دوسرے کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا۔''

ایک فرد اپنے پڑوسی کی خامیوں اور برائیوں سے دوسروں کی نسبت زیادہ واقف ہوتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی پردہ پوشی کرے، شہر میں اپنے پڑوسی کی خامیوں کا اشتہار نہ دیتا پھرے۔ ہاں! البتہ کوئی فرد کاروباری معاملات کرنا چاہے یا رشتہ لینے دینے کے بارے میں معلومات حاصل کرے تو اس کو صحیح صورت حال سے آگاہ کر دینا چاہئے۔

نیکی کی طرف دعوت:

ویسے تو تمام لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی دعوت کا حکم ہے لیکن اس سلسلہ میں پڑوسی اور رشتہ داروں کا سب سے پہلے حق ہے۔ نبی ﷺ نے بھی اپنی دعوت کا آغاز رشتہ داروں سے کیا تھا۔ پڑوس کے ساتھ ہر وقت صبح وشام کا تعلق ہوتا ہے۔ اس کو جنت کی طرف دعوت دینا اور جہنم سے بچانے کی فکر ہونی چاہئے۔ اس پر دعوت کے اثرات بھی زیادہ ہوں گے دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ پڑوسیوں کے ماحول کے اثرات آپ کے گھر پر پڑیں گے۔ اگر وہ نیکی پر چلنے والے ہوں گے تو آپ کے معاون بنیں گے اور اگر برائی پر چلنے والے ہوں گے تو آپ کا گھر بھی برائی کی لپیٹ میں آسکتا ہے۔

اگر ہم اپنے پڑوسیوں کے حقوق کی حفاظت کریں تو ایک مثالی معاشرہ وجود میں آئے گا۔ جہاں راحت وخوشی ہو گی، محبت والفت ہوگی، اور خوف ودہشت ختم ہو جائے گی، ہر فرد خود کو محفوظ خیال کرے گا اور آخرت میں رضا مندی حاصل ہوگی۔

وما علینا الا البلاغ المبین.

کیا یہ وہی پاکستان ہے؟؟؟

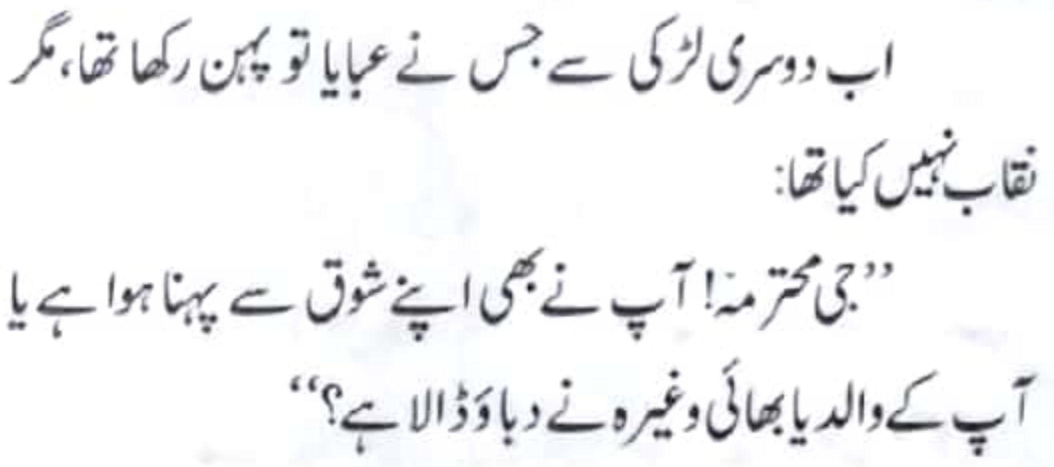

میڈیا کی یلغار

فرخ ناہید

میری ایک سٹوڈنٹ نے ٹیلی ویژن کا پروگرام ''مارننگ شو'' دیکھا جس میں حجاب کے حوالے سے مباحثہ ہو رہا تھا، تو انہوں نے مجھے اس کے بارے میں تفصیل بتائی جو کچھ یوں ہے:

زیرِ بحث موضوع تھا:

''حجاب...... آیا حجاب کرنا مسائل کا حل ہے یا نہ کرنا۔''

دورانِ گفتگو لگ یہی رہا تھا کہ یہ حجاب کو ختم کرنے کی ہی ایک کوشش ہے۔ جبکہ میزبان بار بار یہ کہہ کر خود کو بچانا چاہتا تھا کہ یہ مری رائے نہیں ہے، بلکہ یہ تو آپ سب کی آراء ہیں۔

اس شو میں آنے والی تقریباً سب خواتین عبایا پہنے ہوئے تھیں، مگر ایک دو کے سوا سب کے چہرے بے حجاب تھے اور ایک محترمہ تو بہت ہی اسٹائلش قسم کا اسکارف پہنے بیٹھی تھی، جبکہ ایک خاتون بغیر برقعہ کے تھیں۔ ہر عمر اور ہر طبقہ کی عورت کو مدعو کیا گیا تھا۔

میزبان کے سوال اور مہمان خواتین کے جواب کچھ اس طرح تھے:

میزبان نے ایک لڑکی کو جو نقاب کیے ہوئے تھی، مخاطب کیا:

''مس! ماشاء اللہ آپ نے اپنے آپ کو مکمل طور پر کور کر رکھا ہے، تو کیا کسی نے زبردستی کہا تھا کہ عبایا لیں، برقعہ پہنیں یا اپنے شوق سے؟''

جواب ملا:

''جی نہیں! مجھے کسی نے فورس نہیں کیا بلکہ برقعہ میں اپنے شوق اور مرضی سے پہنتی ہوں۔''

میزبان: ''جی بہت اچھا۔''

اب دوسری لڑکی سے جس نے عبایا تو پہن رکھا تھا، مگر نقاب نہیں کیا تھا:

''جی محترمہ! آپ نے بھی اپنے شوق سے پہنا ہوا ہے یا آپ کے والد یا بھائی وغیرہ نے دباؤ ڈالا ہے؟''

وہ بولی:

''نہیں! میں نے عبایا اپنی مرضی سے پہنا ہے۔ میں اس میں آسانی محسوس کرتی ہوں، آنے جانے میں آسانی رہتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ''

میزبان نے اسی طرح کے پردے میں ملبوس ایک اور خاتون سے یہی سوال دہرایا، انہوں نے کہا:

''دراصل ہمارا گھرانہ ذرا مذہبی ہے۔ سب کزنز، خالائیں، ممانیاں وغیرہ برقعہ پہنتی ہیں، اس لیے میں بھی پہنتی ہوں۔''

میزبان:

''تو اس کا مطلب ہے کہ اس میں آپ کی مرضی تو شامل نہیں، جو کام سب کر رہے ہیں، آپ بھی کر رہی ہیں اور آپ نہیں جانتی کہ کیوں برقعہ پہنتی ہیں؟''

جواب: ''نہیں ایسا تو نہیں ہے، مگر ہم سب اسی طرح کا پردہ کرتی ہیں یعنی چہرہ نہیں چھپاتیں۔''

میزبان: ''جی...... اس کا مطلب ہے کہ چہرے کا پردہ ضروری تو نہیں؟''

جواب: ''ہاں ضروری تو نہیں، پردہ تو نظر کا ہوتا ہے۔ ہمارے اللہ تعالیٰ نے بھی تو صرف آنکھ کا پردہ مانگا ہے، یعنی آنکھ میں شرم و حیا ہونی چاہیے۔''

میزبان:

''تو یہ ہوا ناں کہ پردہ صرف آنکھ کا ہوتا ہے، اپنے آپ کو سر سے پاؤں تک ڈھانپنا تو ضروری نہیں ہے۔''

ایک اور خاتون جو ذرا اسٹائلش پردے میں تھی، گویا ہوئی:

''اگر چہرے کا پردہ ضروری ہوتا تو پھر سب سے معتبر جگہ خانہ کعبہ ہے، وہاں بھی پردے کا حکم ہوتا۔ وہاں تو پردہ ''جائز'' نہیں ہے، تو پھر پبلک پلیسز (عوامی جگہیں) پہ چہرے کا پردہ کیسے ضروری ہو سکتا ہے۔ چہرے کا پردہ تو کہیں ہے ہی نہیں۔''

میزبان: ''دیکھیں میری کیا اوقات کہ میں اس موضوع پہ اپنی رائے دوں، مگر اللہ کا گھر جو سب مسلمانوں کے لیے مقدس ہے، معتبر ہے...... اگر وہاں چہرے کا پردہ نہیں تو پھر یہاں یعنی

کیا یہ وہی پاکستان ہے، جو لا الٰہ الا اللہ کے نام پہ حاصل کیا گیا؟ جس کے حصول کے لیے کتنی ہی باپردہ، باحیا، باعصمت لڑکیوں، عورتوں نے قربانیاں دیں...... جن کی عزتوں کی حفاظت کرتے کتنی ہی نوجوان، بوڑھے، بچے کٹ مرے، کتنے ہی باغیرت، دین دار لوگوں نے جان کے نذرانے دیئے۔

ہمارے سٹوڈیوز، شوبز کی جگہوں پر...... ایسی کم تر جگہوں پہ تو پردہ......''

پھر ایک خاتون جو حال ہی میں عمرہ سے شرف یاب ہوئی تھیں، بولیں:

''کہ ہاں وہاں کچھ خواتین کو پردے میں دیکھا، مگر یوں سمجھیں کہ صرف دس فیصد لوگ وہاں ایسے تھے۔ جبکہ نوے فیصد لوگ ہماری طرح کا پردہ کیے ہوتے ہیں، تو صاف پتہ چلتا ہے کہ چہرے کا پردہ نہیں ہے، صرف اپنے آپ کو ڈھانپ لیں تو پردہ ہو گیا۔''

جبکہ اسی دوران ایک اور خاتون نے حصہ ڈالا اور کہنے لگیں:

''حقیقت تو یہ ہے کہ برقعہ کو برے کاموں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، لہٰذا اس سے تو بہتر ہے کہ بے پردہ رہا جائے۔''

ایک خاتون جو ذرا عمر رسیدہ تھیں، کہنے لگیں:

''یہ کیا پردہ کہ اندر جین اور ٹاپ پہنے ہوئے ہوں اور اوپر سے عبایا لے لیں۔''

ان کے اس مؤقف کو تائید نصیب نہ ہوئی بلکہ موضوع بدل کر کہہ دیا کہ ہر کسی کا اپنا معاملہ ہے، اس پر تبصرہ نہیں ہوگا۔

میزبان ایک لڑکی سے جو بے نقاب تھیں:

''آپ نے اپنے آپ کو اتنا کور کر رکھا ہے تو اس کا کیا مقصد ہے؟ یہ سب خواتین جو کہہ رہی ہیں کیا آپ اس سے متفق ہیں کہ پردہ برے کاموں کو چھپانے کے لیے کیا جاتا ہے...... کیا یہ صحیح ہے؟''

جواب: ''جی میں ان سے متفق ہوں۔ آج کل ہر چوک، ہر سڑک پر برقعہ اوڑھے خواتین کھڑی ہوتی ہیں، کاریں آ کر رکتی ہیں اور وہ ان میں بیٹھ کر ان کے ساتھ چلی جاتی ہیں۔ پھر پارکوں میں بھی لڑکیاں گھر سے نقاب کر کے آتی ہیں تاکہ کوئی انہیں پہچان نہ لے اور وہ وہاں لڑکوں سے ملنے آتی ہیں۔ تو میرا خیال ہے پردہ کرنے سے صرف عبایا پہن لینا کافی ہے۔''

ایک اور لڑکی بولی:

''کہ میری امی نے مجھے کہا تھا چہرے کا پردہ کروں، مگر اب روک دیا ہے کیونکہ آج کل اچھی عورتیں چہرے کا پردہ نہیں کرتیں، کیونکہ اس میں اور کام ہوتے ہیں۔''

ذرا توقف کے بعد......

میزبان:

''کہتے ہیں ایک ملک کا بادشاہ اپنی رعایا میں عورتوں کا پردہ ختم کروانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے وزیروں مشیروں سے مشورہ کے بعد طے پایا کہ اگر ان لوگوں کو یہ کہا گیا کہ پردہ نہ کریں تو یہ لوگ بغاوت کر دیں گے، لہٰذا برے کام لوگوں کو پردہ کروا کر، برقعہ پہنوا کر کروائے جائیں تاکہ لوگوں کو حجاب سے نفرت ہو جائے۔''

مگر اس کہانی سے اس پروگرام میں آنے والی خواتین نے سبق نہیں سیکھا، بلکہ مسلسل چہرے کے پردے کی مخالفت کرتی رہیں۔

میزبان ایک خاتون سے مخاطب ہوا:

''آپ نے جو یہ اتنا سٹائلش سکارف لیا ہوا ہے اور چمک دمک والا گاؤن پہنا ہوا ہے تو کیا آپ یہ نہیں سمجھتی کہ یہ تو خود دعوتِ نظارہ ہے، اسے سادہ ہونا چاہیے؟''

جواب: ''دیکھئے! اگر میں نے سٹائلش پردہ کیا ہے تو کیا برا ہے؟ میں ان کئی عورتوں سے تو بہتر ہوں، جنہوں نے بالکل بھی پردہ نہیں کیا۔ اگر میں نے کچھ سٹائل دے دیا تو کیا حرج ہے؟''

س: ''مگر کیا یہ صحیح ہے؟''

ج: ''سر! میں ایک بینک میں جاب کرتی ہوں، سٹائلش بنے رہنا میری مجبوری ہے اور میں پردہ بھی کرنا چاہتی ہوں، اپنے آپ کو کور بھی کرنا چاہتی ہوں تو کیا برا ہے اگر میں ایسی جگہ پر بیٹھ کر عبایا پہنتی ہوں، جہاں مجھے اجازت نہیں ہے۔''

س: ''تو کیا باس آپ کو اجازت نہیں دیتے کہ آپ پردہ کریں؟''

ج: ''جی وہ روکتے تو نہیں ہیں، مگر ہماری جاب کی شرائط میں اٹریکٹو بنے رہنا ان کا مطالبہ ہوتا ہے اور پھر جب ہماری ترقی وغیرہ کا مسئلہ ہو تو پھر ذرا مشکل پیش آتی ہے۔''

کچھ خواتین نے اپنے تاثرات کو یوں بیان کیا کہ کچھ عورتیں یا لڑکیاں روزانہ نئے کپڑے افورڈ نہیں کر سکتیں، اس لیے عبایا ان کی ضرورت ہے۔ کچھ کا دعویٰ تھا کہ رنگت خراب نہ ہو، اس لیے کچھ خواتین نقاب کرتی ہیں۔ اکثریت کا تاثر تھا کہ مکمل پردہ آج کل صرف برے کاموں کے لیے کیا جاتا ہے، لہٰذا جو ہم کر رہے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔

اسی دوران ایک مفتی صاحب کا فون آ گیا، یعنی لائیو کال...... وہ حضرت ان سب سوالوں کے جوابات نہایت غیر تسلی بخش دے رہے تھے، بلکہ یوں سمجھئے کہ جیسا ماتھا ویسا ٹیکا کے مصداق معلومات فراہم کر رہے تھے۔ یعنی چاہیں تو چہرے کا پردہ کریں، نہ چاہیں تو حرج نہیں اور ان کے بقول پردے کا تعین حالات پہ ہوگا، جیسے حالات ہوں گے، ویسا ہی پردہ چلے گا...... یہ جائز ہے۔

اسی ادھیڑ بُن میں یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

مگر میں یہ سب سننے کے بعد یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ کیا بحیثیت مسلمان عورت کے، وہاں کوئی خاتون بھی نہیں جانتی تھی کہ ہم پردہ کیوں کرتے ہیں؟ اس کا حکم کیسے، کب شروع ہوا؟ حجاب کن عورتوں کی پہچان ہے؟ عورت کا لفظی مطلب کیا ہے؟

حتیٰ کہ جو دو خواتین مکمل نقاب میں تھیں، کیا وہ بھی اس سے لاعلم تھیں...... کسی سے کوئی مدلل جواب نہ بن پڑا جو وہ ان سب کی ہاں میں ہاں ملاتی رہیں؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ." ﴿سورة النور: 31﴾

''اور مومن عورتوں سے کہہ دیں اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں، مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔''

جبکہ یہ میڈیا والے ہم لوگوں کی کس انداز میں برین واشنگ کر رہے ہیں اور ہمارے ہی شرعی مسائل کو اجاگر کر کے ان سے متنفر کیا جا رہا ہے۔

یہ کیسی تبلیغ ہے؟ اس کے پیچھے کن طاقتوں کا ہاتھ ہے؟ کون ہے جو ہمارے ایمان کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے؟

ساٹھ نہیں تو پچاس فیصد لوگ تو ٹیلی وژن دیکھتے ہوں گے، ان میں سے اکثریت کم علم لوگوں کی ہے اور وہ ان سے متاثر ہوتے ہوں گے۔ تو کیا یہ فسق و فجور کا سیلاب ہم سب کو بہا کر لے جائے گا یا ہم اس کے آگے کوئی بند باندھیں گے؟

کیا یہ وہی پاکستان ہے، جو لا الٰہ الا اللہ کے نام پہ حاصل کیا گیا؟ جس کے حصول کے لیے کتنی ہی باپردہ، باحیا، باعصمت

باقی صفحہ 31 پر

ہوئے اس درجہ فقیہانِ حرم......!

تعلیم وتعلم

سعدیہ بینش

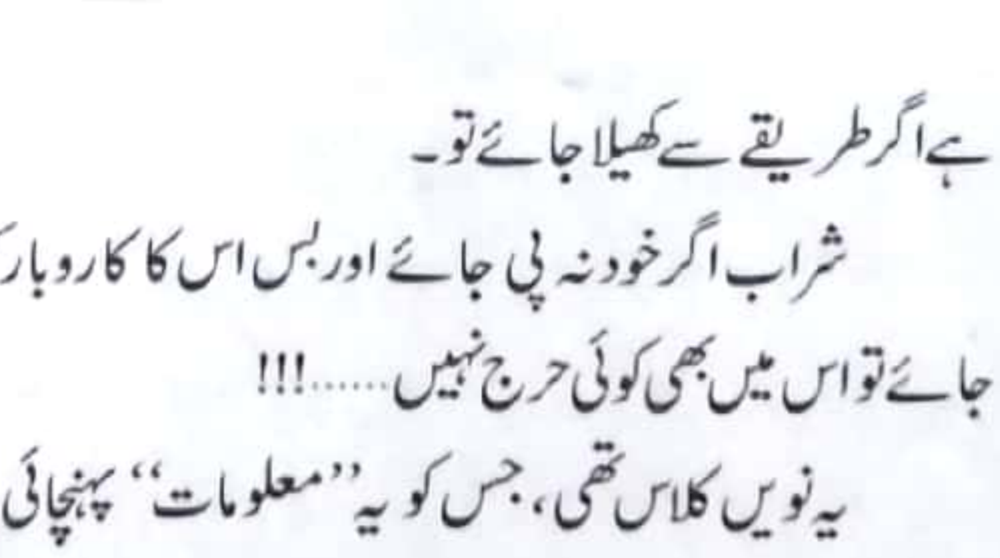

کلاس روم میں بہت شور تھا...... اسلامیات لازمی کا پیریڈ تھا لیکن ٹیچر چھٹی پر تھیں، سو سب نے فائدہ اٹھایا اور کلاس روم چند لمحات میں ہی ایسی مچھلی منڈی کا منظر پیش کرنے لگا...... جہاں بھانت بھانت کی بولیاں ہوں۔

آس پاس کی سب کلاسز ڈسٹرب ہو رہی تھیں، اس لیے کلاس کو ''خاموش'' کروانے کے لیے میتھس کی مس کو بھیج دیا گیا کہ آپ بھی چونکہ مسلمان ہیں، اس لیے آج آپ اس کلاس کو ''ہینڈل'' کرلیں......!!

﴿واللہ اعلم، لیکن شاید اسی سوچ کے تحت بھیجا گیا تھا ٹیچر کو﴾

سورت بقرہ کی اس آیت کا سبق تھا جو ممنوع شراب کے بارے میں پہلا حکم تھا:

''یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَ یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ.'' ﴿سورۃ البقرہ:219﴾

''آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے ہیں اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بڑا ہے۔ اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں، کہہ دیجئے جو بہترین ہو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کھول کر آیات بیان کرتے ہیں، تاکہ تم غور وفکر کرو۔''

اب یہ ٹیچر پڑھانے کی غرض سے نہیں آئی تھیں، وہ تو کلاس کو ''کنٹرول'' کرنے کے لیے بھیجی گئی تھیں...... تو یہ کام ''احسن انداز'' سے نبھایا گیا۔

انہوں نے آیت کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ نے قرآن میں خود فرمایا ہے کہ شراب میں نفع ہے اور جوا بھی فائدہ مند ہے اگر طریقے سے کھیلا جائے تو۔

شراب اگر خود نہ پی جائے اور بس اس کا کاروبار کیا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں......!!!

یہ نویں کلاس تھی، جس کو یہ ''معلومات'' پہنچائی جا رہی تھیں۔ ساری کلاس کے لیے چونکہ یہ ''معلومات'' حیرت انگیز تھیں، اس لیے کلاس روم میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔

ایک طالبہ نے کھڑے ہو کر کہا:

''مس! آپ پوری آیت کو دیکھیں، صرف ''مَنَافِعُ لِلنَّاسِ'' پر ہی زور نہ دیں۔''

انہوں نے طالبہ کو خاموشی سے بیٹھنے کے لیے کہا اور کہا کہ آپ کے پاس ابھی علم اور شعور نہیں، آپ مجھ سے زیادہ نہیں جانتی۔

قرآن یہ کہتا ہے کہ اسی قرآن سے لوگوں نے ہدایت پائی اور گمراہی لی...... (اب پتہ نہیں اس آیت کا ترجمہ کس سوچ کے تحت پیش کیا گیا تھا)

مزید کہا کہ قرآن کہتا ہے کہ نماز کے قریب بھی نہ جاؤ، اگر نشے کی حالت میں ہو...... یعنی یہاں سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ ایک صورت میں نشہ بھی جائز ہے۔

ان کی اس بات سے کلاس میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔

مذکورہ طالبہ نے پھر اعتراض کیا تو اس کو پھر خاموشی اختیار کرنے کو کہا گیا اور ساتھ ہی کہا کہ اتنا ''علم'' سکول کی اور کسی بھی ٹیچر کے پاس نہیں، جس قدر میرے پاس ہے۔

طالبہ نے سوال کیا کہ شاید احادیث اس بات کی نفی کرتی ہیں؟

تو ٹیچر نے کہا کہ کون سی احادیث......؟؟

احادیث کا علم جو ہم تک پہنچا ہے وہ مستند نہیں ہے۔ میں عیسائیت کی سات کتابیں پڑھ چکی ہوں، صرف ایک باقی ہے...... اور اگر وہ بھی پڑھ لی جائے تو بندہ عیسائی ہو جاتا ہے۔

ہمیں صرف قرآن سے رہنمائی لینی چاہئے، کیونکہ

صرف قرآن ہی اپنی اصلی حالت میں باقی ہے...... اسی اثنا میں پیریڈ ختم ہو گیا لیکن بچوں کا شور ختم نہیں ہوا۔

طلباء نے یہ ''حیرت انگیز'' معلومات اگلے پیریڈ کی ٹیچر کو بتائیں اور نتیجتاً اسی دن سکول ٹائم ختم ہونے کے بعد مذکورہ مس کی پرنسپل آفس میں جواب طلبی ہوگئی اور دو یا تین دن کے اندر سکول انتظامیہ نے اس مس کو ملازمت سے فارغ کر دیا۔

(اور یہ سکول انتظامیہ کا ایک بہت ''اچھا فیصلہ'' تھا)

یہاں میں سکولز کی انتظامیہ سے گزارش کرنا چاہوں گی کہ خدارا! ان نونہالانِ وطن کے ساتھ ظلم مت کیجیے اور ایسے استادوں سے ان بچوں کو بچائیے، جو بچوں کے معصوم ذہنوں کو الجھا دیں۔

کیونکہ ہر کوئی کسی واقعہ یا بات کو اپنی ذہنی سطح کے مطابق لیتا ہے اور کسی پیریڈ کی ٹیچر کی غیر موجودگی کی صورت میں اس پیریڈ کو آپ کسی اور مضمون کا ڈبل پیریڈ بنالیں مگر خدارا! ایسا ظلم مت کیجیے...... ویسے بھی جس کا کام اسی کو ساجھے!!

عموماً جب بھی ایک خاص مضمون میں سپیشلائزیشن کی جاتی ہے تو باقی تمام مضامین کے حوالے سے معلومات عمومی نوعیت کی ہی ہوتی ہیں۔

(درحقیقت مذکورہ ٹیچر انکارِ حدیث کی حامی تھیں۔)

مسلمانوں میں انکارِ حدیث کا فرقہ بھی موجود ہے، جو ہدایت و راہنمائی کے لیے صرف قرآن ہی سے رجوع کرتا ہے اور منکرِ حدیث ہے...... اس کے نزدیک نبی کریم ﷺ کی احادیث ہدایت و راہنمائی کے لیے کوئی مستند درجہ نہیں رکھتیں۔

ہجری تقویم کی پہلی دونوں صدیاں ملتِ اسلامیہ کی تاریخ میں نئے فرقوں کے ظہور کے حوالے سے ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ اس دور میں نہ صرف بے شمار فرقے پیدا ہوئے، بلکہ ان فرقوں کے ذیلی فرقوں کی تعداد بھی اصل فرقوں سے بڑھ گئی۔

خوارج اور معتزلہ کے ذیلی فرقوں کی تعداد درجنوں تک جا پہنچی، شاید دنیا کی کسی قوم کی تاریخ میں فرقوں کا اتنا زبردست سیلاب کبھی نہیں آیا...... عقلی موشگافیوں نے صرف امت کو ہی نہیں بلکہ ان فرقوں کو بھی پارہ پارہ کر دیا۔

یہ تمام فرقے زیادہ تر عقل پرستی کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئے۔ ان کا سارا فکر و فلسفہ...... حدیث و سنت اور اجماعِ امت سے انکار یا اعراض پر مبنی تھا، لیکن ان تمام فرقوں کی زبردست عقلی، کلامی اور فلسفیانہ فکر کے باوجود امت کا سوادِ اعظم ہمیشہ صراطِ مستقیم پر رہا۔

خوارج وہ پہلا گروہ ہے، جنہوں نے قرآن مجید کی تشریح و تعبیر میں حدیث و سنت کی بجائے اپنی رائے پر اعتماد کیا۔

سیدنا علی اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تحکیم کے مسئلہ پر خوارج نے قرآنِ مجید کی آیتِ مقدسہ:

''اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ.'' ﴿سورۃ یوسف:40﴾

کی عقلی تشریح کر کے سیدنا علی، امیر معاویہ اور حکمین رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیا اور اسی بنا پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر دی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے طرزِ استدلال پر تنقید کرتے ہوئے بڑا بلیغ تبصرہ فرمایا:

''كلمة الحق اريد بها الباطل.''

''کلمہ تو حق ہے، لیکن اس سے مراد لی جانے والی بات باطل ہے۔''

خوارج کی گمراہی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے قرآن کی تشریح حدیث و سنت اور اجماع کی بجائے محض اپنی رائے اور عقل سے کرنے کی کوشش کی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو خوارج کے پاس بھیجا تاکہ ان کو گمراہ کن افکار سے توبہ پر آمادہ کیا جائے......تو ان کو ساتھ یہ نصیحت بھی کی:

''خوارج کے پاس جاؤ، لیکن یاد رکھنا کہ ان سے قرآن کی بنیاد پر مناظرہ نہ کرنا، کیونکہ قرآن کئی پہلوؤں کا حامل ہے۔ بلکہ سنت کی بنیاد پر ان سے گفتگو کرنا۔''

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''میں کتاب اللہ کا ان سے زیادہ عالم ہوں۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تمہاری بات بجا ہے، لیکن قرآن کئی پہلوؤں کا حامل اور کئی معانی کا متحمل ہے۔''

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے نہ صرف حدیث و سنت کی اہمیت واضح ہوتی ہے، بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمومی مزاج یہی تھا کہ قرآن کی صرف وہی تشریح معتبر ہوگی، جو رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔

پھر جب ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے خوارج کے سامنے ''اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ'' کی وہ تفسیر بیان کی جو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سیکھی تھی اور دلائل سے واضح کیا کہ ان کا نقطۂ نظر غلط ہے...... تو یہ لوگ لاجواب ہو گئے۔

اگرچہ خوارج نے ہی سب سے پہلے حدیث و سنت سے انحراف کیا، لیکن چونکہ یہ انحراف محض جہالت کی بنا پر تھا اس لیے یہ انحراف انکارِ حدیث و سنت کی کسی منظم تحریک کی صورت اختیار نہ کر سکا۔

اس لیے یہ درست ہے کہ پہلی صدی ہجری تک مسلمانوں کے تقریباً تمام فرقے ہی حدیث و سنت کی حجیت کے قائل تھے...... یہاں تک کہ پہلی صدی ہجری کے آخر میں معتزلہ کا ظہور ہوا، جنہوں نے فتنۂ انکارِ حدیث و سنت کو ایک منظم تحریک کی شکل دی۔

دراصل معتزلہ کے دماغوں پر یونانی فکر و فلسفہ اور عقل کا غلبہ تھا، اس لیے انہوں نے ایسی بہت سی احادیث کا انکار کر دیا، جن میں مابعدالطبیعاتی مسائل (میٹافزیکل ایشوز) یا ایسے امور کا بیان ہے، جن کی کوئی عقلی توجیح کرنا ان کے لیے ممکن نہ تھا۔

اسی طرح ان لوگوں نے قرآنِ مجید کی ان تمام آیات کی بھی تاویل کر ڈالی، جن کو ان کی عقلیں سمجھنے سے قاصر تھیں۔

خوارج اور معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ خبرِ واحد چونکہ علمِ یقینی کا فائدہ نہیں دیتی، اس لیے حجت بھی نہیں ہے۔

خوارج کی طرف سے انکارِ حدیث کی وجہ ان کے انتہا پسندانہ نظریات اور مقاصد تھے، جن کا حصول حدیث و سنت کی موجودگی میں ممکن نہ تھا۔ جبکہ معتزلہ کے دماغوں پر عقل اور یونانی فکر و فلسفہ چھائے ہوئے تھے، لہٰذا انہوں نے عقل کو فیصلہ کن حیثیت دیتے ہوئے اسلامی احکامات کو عقلی تقاضوں کے مطابق بنانے کی کوشش کی۔

مگر اس راستے میں رسول اللہ ﷺ کی سنت حائل تھی، چنانچہ خوارج کی طرح معتزلہ نے بھی انکارِ سنت کی روش اختیار کی...... لیکن یہ فرقے زیادہ عرصہ تک علماء و محدثین کی علمی قوت کا سامنا نہ کر سکے...... چنانچہ تیسری صدی ہجری کے بعد ان فرقوں کا نام و نشاں صفحۂ ہستی سے مٹ گیا اور تاریخ نے ایک اہم واقعے کے طور پر ان کے ذکر کو اپنے دامن میں محفوظ کر لیا۔

محدثین عظام اور علمائے امت رحمہم اللہ نے شدید مصائب و آلام اور آزمائشوں کا سامنا کر کے معتزلہ کے گمراہ کن عقائد سے ملتِ اسلامیہ کو محفوظ رکھا......

اللہ تعالیٰ علماء و محدثین کرام پر ہزار ہا رحمتیں نازل فرمائے،

باقی صفحہ 36 پر

تربیت بولتی ہے

ـ بات دل سے جو نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

ایک بات جو اکثر سننے میں آتی ہے۔ وہ نوجوان نسل سے عمر گزیدہ نسل کا شکوہ ہے کہ آج کی نسل بدتمیز ہے، نوجوان نسل بے راہ روی کا شکار ہے، نئی نسل کو اپنے آباؤ اجداد کی قربانیوں کی پرواہ نہیں، دین سے لگن نہیں، روایات و اقدار کا پاس نہیں وغیرہ وغیرہ۔

بھلے یہ بات حقیقت سے قریب تر ہے مگر سوال یہ ہے جو کبھی ہم نے خود سے کیا ہی نہیں، جس پر کبھی غور ہم نے کیا ہی نہیں کہ ایسا کیوں ہے؟ وہ کون سے عناصر ہیں جو ہماری نسلوں کو ہم سے اور ہمارے دین سے دور تر لے جا رہے ہیں۔

جب ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور اس کے والدین اسے سکھ، عیسائی، مسلمان یا ہندو بناتے ہیں تو پھر یہ بچے مسلمان ہو کر بھی اسلام سے از خود دور کیسے ہو گئے؟؟

کیا یہ عمر گزیدہ نسل کی تربیت، تعلیم اور عمل میں کمی کا نتیجہ نہیں؟؟؟ یہ ہم ہی ہیں جو اپنے بچوں کو ہر سہولت فراہم کرنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں اور بہت سی سہولتیں فراہم بھی کرتے ہیں۔ اچھی سے اچھی عصری تعلیم اچھے سے اچھے ادارے سے دلانے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو نہ ختم ہونے والی محنت کی بھٹی میں جھونک دیتے ہیں۔ اگر نہیں دلاتے تو دین کی تعلیم نہیں دلاتے کہ ابھی زندگی پڑی ہے۔ یہ امید جب بر آتی ہے تو اس وقت محض ہم ہوتے ہیں، ہمارا بڑھاپا اور ہماری تنہائی ہوتی ہے بشمول ہمارے شکوہ جات۔ تب ہم مثالیں دیتے ہیں اپنی اور اپنے بڑوں کی۔

ہمارے آباء جن کی تعلیم کی ابتداء ہی قرآن سے ہوتی تھی۔ جن کے نزدیک اگر کچھ بننا تھا تو وہ اچھا مسلمان بننا ہوتا تھا۔ اور ''ہم'' یہی تو نہیں کر رہے اور شکوہ کرتے ہیں وہ دین سے دور ہو گئے۔ کیا حق رکھتے ہیں ہم یہ شکوہ کرنے کا؟؟؟؟

> رسول اللہ ﷺ کے اندازِ تربیت کو مدِ نظر رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کبھی کسی پر برملا اور براہ راست تنقید نہ کرتے تھے۔ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے ربِّ تعالیٰ کی براہ راست رہنمائی حاصل ہونے کے باوجود اہلِ شوریٰ اور صائب الرائے سے رائے حاصل کرتے۔

اپنے گھروں میں ہم ٹی وی، کیبل اور فحش و لغو رسالہ جات فراہم کرتے ہیں اور شکوہ کرتے ہیں نوجوان نسل کی بے راہروی کا؟؟؟

ٹی وی کیبل لا کر امید کرتے ہیں ہمارے بچے ٹی وی نہ دیکھیں اور اگر دیکھیں تو ہندی اور انگریزی تہذیب سے دور رہیں، بے راہرو بننے کے بجائے نیک خُو اور نیک سیرت بنیں؟؟

اپنے بچوں کو ان کے کمروں میں انٹرنیٹ فراہم کرتے ہیں تا کہ وہ ''ڈسٹرب'' نہ ہوں اور امید کرتے ہیں وہ زندگی کے کسی موڑ پر ہمیں ''ڈسٹرب'' نہ کریں؟؟

انہیں ذاتی موبائل فراہم کرتے ہیں اور سوچتے ہیں وہ غیر شرعی دوستیوں سے دور رہیں، ان کے ذہن بیہودگی سے پاک رہیں؟؟؟

ہم خود ٹی وی دیکھیں اور بچوں کو روک دیں کہ یہ ان کے لیے مناسب نہیں!!!

جو لغویات ہمارے لیے اس وقت ''مناسب'' ہوتی ہیں ایک وقت آتا ہے جب وہ ہمارے بچوں کے لیے بھی ''مناسب'' ہو جاتی ہیں۔ پھر ان کے ان اعمال سے بیزاری کیوں؟؟؟

ہم جھوٹ بولیں اور اپنے بچوں کو سچ بولنے کی تلقین کریں کہاں کا انصاف ہے؟؟

ہم دوسروں کو دھوکا دیں اور اپنے بچوں سے وفا کی امید کریں ایک بیکار کی بات ہے۔

بچپن میں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ بڑھاپے میں وہ ہمیں ہمارے حال پہ چھوڑ دیتے ہیں پھر شکوہ کیسا؟؟؟

میرے سکول میں جماعت دہم کی ایک ایسی طالبہ تھی جسے سر پر دوپٹہ لینا نہ آتا تھا جب ٹیچرز نے اسے ڈانٹا اور دوپٹہ لینے پہ اصرار کیا تو اس کی والدہ جھگڑا کرنے سکول آ گئیں اور بتایا کہ ان کے خاندان میں دوپٹہ لینے کا رواج نہیں اور یہ کہ ان کی بیٹی کو کوئی دوپٹہ لینے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

جب والدین ایسے ہوں گے تو اولاد بھی ایسی ہو گی۔ ایسے ہی والدین ہوتے ہیں جو اولاد کے ہاتھوں دکھ اٹھاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تربیت بولتی ہے۔ ہم جیسے بھی ہیں ہماری شخصیت کی تعمیر وتخریب کا ایک بڑا حصہ ہمارے والدین، ہمارے اساتذہ اور دیگر بزرگوں کی تربیت کی بدولت ہے۔

خطا کار اور سزاوار ہم خود ہیں جنہوں نے اپنے بچوں کو بے راہروی، بدتہذیبی اور فحاشی کے آلہ جات فراہم کیے۔ نافرمانی، خودسری اور بدتمیزی اختیار کرنے کے مواقع فراہم کیے۔ نئی نسل غلط ہی سہی مگر نقص ہماری ہی تربیت میں ہے۔

بات یہ نہیں کہ اپنے بچوں کو کمپیوٹر اور انٹرنیٹ جیسی سہولتیں فراہم نہیں کرنی چاہیے۔ میں ''کھلاؤ سونے کا نوالہ اور دیکھو شیر کی نظر سے'' کی بھی ہرگز قائل نہیں۔ اپنے بچوں کو ضرور یہ سہولتیں فراہم کرنی چاہئیں مگر کچھ حدیں بھی مقرر ہونی چاہئیں۔ اس سے پہلے ہمیں خود اپنے آپ کو تربیت کی بھٹی سے گزارنا ہوگا۔ اپنے نفس پر قابو پانا ہوگا۔ تاکہ جو حدیں، روایتیں اور اصول ہم اپنے بچوں کے لیے مقرر کریں ان پر خود بھی عمل کریں۔ جیسا کہ قرآنِ عظیم میں ارشاد ہے:

اتامرون بالبرو تنسون انفسکم

''تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو''۔ (البقرہ:44)

حق بات کو اپنے عمل سے ثابت کرنے کی ضرورت ہے تب ہی ہم اس نہج پر اپنے بچوں کی تربیت کر سکیں گے۔

انہیں کمپیوٹر، انٹرنیٹ ضرور فراہم کریں مگر ان کے کمرے میں نہیں بلکہ گھر کے ایسے حصے میں جہاں زیادہ سے زیادہ آمد و رفت ہو جیسا کہ بیٹھک (سٹنگ روم، لاؤنج) وغیرہ۔ تاکہ ہمارے بچے شیطان کے وار سے بچے رہیں۔

فون کرنے اور سننے ضرور دیں مگر تنہائی میں نہیں۔ بچوں پر شک نہ کریں بلکہ اعتماد دیں اور اعتماد حاصل کریں۔ جونہی بچے کا فون پر اندازِ گفتگو اور الفاظ معمول سے ہٹ کر محسوس کریں فوراً چوکس ہو جائیں مگر عدم اعتمادی کا اظہار کرنے کے بجائے اسے اعتماد میں لیں اور دلائل کے ساتھ سمجھائیں کیونکہ خواہشات خواہ غلط ہوں ہرگز نہیں دبائی جانی چاہئیں۔ خیال رہے کہ دبانے اور ختم کرنے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ بچوں کو دوست بنانے سے کبھی منع نہ کریں۔

اپنا رویہ عام طور پر نرم رکھیں بلاوجہ سختی نہ کریں تب غلط بات پر سختی اثر دکھائے گی۔ فیصلوں میں بار بار تبدیلی نہ کریں جو فیصلہ کریں سوچ سمجھ کر کریں اور پھر اس پر قائم ہو جائیں۔

بے جا پابندیاں منفی نفسیاتی عوامل ہیں۔ تھوڑی محنت خود کریں۔ اپنے بچوں کے دوستوں سے انہیں گھر دعوت دے کر یا ان کے گھر جا کر ملیں۔ اگر دوست مناسب کردار کا حامل نہ لگے تو اپنے بچے کو مناسب طریقے سے سمجھا کر روک دیں۔

بچوں کے ساتھ ان کے معمولات، سرگرمیوں اور پسند و ناپسند پر وقتاً فوقتاً سیر حاصل گفتگو کرتے رہیں تاکہ سوچ اور اس میں تبدیلی آپ کے علم میں رہے اور جہاں مناسب ہو وہاں رہنمائی کر دیں وہ بھی مدلل انداز میں۔ اپنا فیصلہ قائل کر کے نافذ کریں دھونس جما کر مسلط نہ کریں کیونکہ یہ صورتحال چور دروازوں سے فرار کی راہ ہموار کرتی ہے۔

اپنا رویہ عام طور پر نرم رکھیں بلاوجہ سختی نہ کریں تب غلط بات پر سختی اثر دکھائے گی۔ فیصلوں میں بار بار تبدیلی نہ کریں جو فیصلہ کریں سوچ سمجھ کر کریں اور پھر اس پر قائم ہو جائیں۔ تربیت میں بچوں کی نفسیات کا خیال رکھیں۔ لڑکوں کی تربیت میں ضرورت سے زیادہ ڈھیل اور لڑکیوں کی تربیت میں ضرورت سے زیادہ سختی نہ برتیں جیسا کہ ہمارے معاشرے میں رائج ہے بلکہ توازن برقرار رکھیں۔

الغرض رسول اللہ ﷺ کے اندازِ تربیت کو مدِنظر رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کبھی کسی پر برملا اور براہِ راست تنقید نہ کرتے تھے۔ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے ربِ تعالیٰ کی براہ راست رہنمائی حاصل ہونے کے باوجود اہلِ شوریٰ اور صائب الرائے سے رائے حاصل کرتے۔ سختی سے کام نہ لیتے تھے۔ جھگڑوں سے کنارہ کشی اختیار کرتے۔ بچوں سے صرف محبت کرتے ہی نہ تھے بلکہ اظہار بھی فرماتے تھے کبھی ماتھے پہ بوسہ دے کر تو کبھی استقبال کے لیے چادر مبارک بچھا کر۔ بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی تو عہدہ نہیں چھینا بلکہ برقرار رکھنے کی پیشکش کی۔ غلاموں کو غلامی میں بھی حقوق دیئے۔ غصے پر قابو آپ ﷺ سے زیادہ کون رکھتا تھا۔

الغرض آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ہر ہر پہلو جداگانہ حیثیت سے ایک روشن مینار ہے۔ جسے احاطۂ تحریر میں لانا انتہائی مشکل ہے۔

سب سے بڑھ کر قرآن وسنت کی تعلیم سے اپنے بچوں کو آراستہ وپیراستہ کریں۔ عصری تعلیم اپنی جگہ مگر قرآن و سنت کا علم حاصل کیے بغیر کوئی مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان نہیں ہوسکتا۔

طلب العلم فریضة علی کل مسلم

کی موجودہ دور میں بڑی غلط تفسیر کی جاتی ہے۔ یہ حدیث فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، کمپیوٹر وغیرہ کے لیے وارد نہیں ہوئی۔ روزِ آخر میں ڈاکٹر نہ بننے پر مواخذہ نہیں ہوگا مگر قرآن وسنت کا علم نہ حاصل کرنے پر ضرور ہوگا۔

حاصلِ کلام یہ کہ یہ بُرا ہے، وہ بُرا ہے، کہنے سے کچھ فرق نہیں پڑنے والا۔ ضرورت میدانِ عمل میں اترنے کی ہے۔ نوجوان نسل پر انگلی اٹھانا اصل میں اپنی تربیت پر انگلی اٹھانا ہے اور اس میں درستگی لانے کی ضرورت ہے۔ تب ہی ہم اپنے ضمیر کے سامنے، اپنے بچوں کے سامنے اور سب سے بڑھ کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔

اللہ ہم سب کو آخرت میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار فرمائے۔ (آمین)

وما علینا الا البلاغ

تربیتِ اولاد

سعدیہ رُخ

طالبات کارنر

طالبات کارنر

ام اسامہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

معزز طالبات!

امید ہے کہ آپ اللہ کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں کے سائے تلے خوش وخرم ہونگی۔

اس شمارے میں آپ کے لیے ایک خوشخبری ہے کہ ہم آپ کے لیے "طالبات کارنر" شروع کررہے ہیں، جس میں بالخصوص پاکستان اور بالعموم ساری دنیا کی مسلمان طالبات کوشرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا میں جتنے بھی عظیم لوگ گزرے ہیں انہوں نے اپنے علم وعمل میں ان تھک محنت سے بلند مقام حاصل کیے ہیں۔

اسلام کا مزاج ہے کہ وہ ترقی چاہتا ہے، یعنی ہر نیا دن پہلے دن سے بڑھ کر تعمیری کاموں پر مشتمل ہونا چاہیے۔

علم کی طلب ہر مسلمان (مرد وعورت) پر فرض ہے اوراس علم کواپنے عمل سے پھیلانے کی ذمہ داری بھی ہر مسلمان پر عائد ہوتی ہے۔

مسلمان کا کامل علم کے نتیجے میں مزاج، اخلاق وکرداریوں ہوکہ:

؎ قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

ہم میں سے ہرایک کی ذمہ داری ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کافریضہ سرانجام دے۔

آج دنیا کی تعلیم کو دین کی تعلیم سے الگ کرنے کانتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے نوجوان موسیقی وفیشن کے دلدادہ اور اسلام کے فرائض کو پابندیاں سمجھنے والے ہیں یا ایمان کا اقرار زبان سے تو کرتے ہیں عمل سے نہیں۔

اکثر کوتو اپنے شعائر اسلامی کا ہی ٹھیک سے علم نہیں ہے۔

توجن لوگوں کواسلام کاصحیح علم ہے ان کی خاص طور پر یہ ذمہ داری ہے (دوران تعلیم بھی) کہ وہ لاعلموں کو دین سکھلائیں اور ان کے عمل کے نتیجے میں خودبھی اجر پائیں۔

اس مقصد کے لیے ہم "طالبات کارنر" کا آغاز کررہے ہیں، قلم کاران سے التماس ہے کہ وہ درج ذیل موضوعات پر ہمیں اپنی تحریریں بھیجیں:

1: دعوت کا کام کیسے کریں؟ (آپ بتائیں کہ آپ دعوت کا کام کیسے کرتی ہیں اور آپ کواس کا کیا نتیجہ نظرآتا ہے؟ آپ کے مسائل کیا ہیں اورآپ کے خیال میں ان کا کیا حل ہے؟)

2: اپنے تعلیمی اداروں کا تعارف پیش کریں، نیز بتائیں کہ آپ کے ادارے سے اسلام کوکیا فائدہ ہورہاہے؟

3: طالبات کودرپیش معاشرتی مسائل اوران کا حل۔

4: اصلاح وتربیت کے حوالے سے نادر تاریخی واقعات۔

5: معاشرے میں طالبات کا کردار۔

6: اپنے تعلیمی اداروں (مثلاً کالجز، یونیورسٹی) کے واقعات۔

7: عالمی اداروں کی اسلام اور سائنس کے بارے میں علمی تحقیقی رپورٹس۔

اس کے علاوہ آپ کے مختلف معاشرتی مسائل

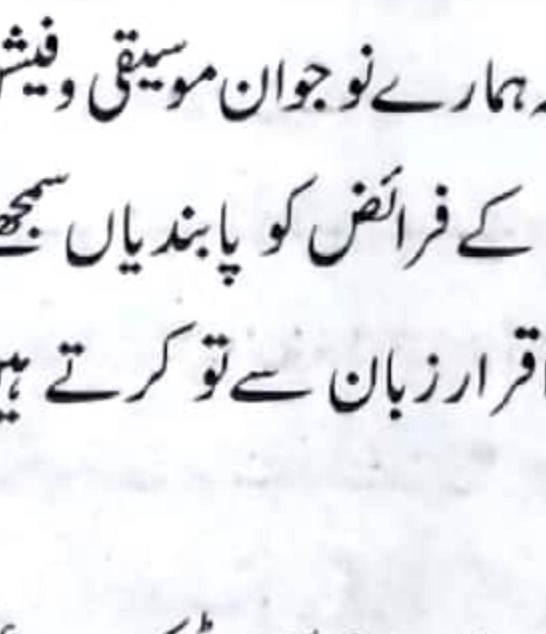

مثلاً خواتین میں نوکری کا بڑھتا ہوا رجحان، میوزک سے وابستگی، نوجوانوں کی سوچ وغیرہ...... ایسے موضوعات پر طالبات (خاص کر سائیکالوجی کی) اپنے اداروں میں سروے کریں اور ان کی رپورٹس ہمیں بھجوادیں۔ **جزاکم اللہ خیرا کثیرا**

یہ بہت سارے موضوعات ہیں جن پر طالبات کو خصوصاً قلم اٹھانا چاہیے، تاکہ آپ کا طالبات کارنر بھی سج جائے اور ہم سب کے علم وعمل میں بھی اضافہ ہو۔آمین

آپ اس سارے سلسلے کے بارے میں ہم سے کس حد تک متفق ہیں اس کا اندازہ آپ کی تحریروں اور خطوط سے ہوگا جن کا ہمیں شدت سے انتظار ہے۔

☆☆☆

اسلام کو اب ایسے مسلمان ہیں درکار

ہم اکثر یہ فقرہ سنتے اور پڑھتے ہیں کہ:

''عصر حاضر میں نوجوان طبقے پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟''

ہر جماعت چاہے وہ جس پیمانے پر بھی کام کر رہی ہو، نوجوانوں کے لیے ایک مخصوص شعبہ ضرور تشکیل دیتی ہے۔

نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ دیگر تہذیبوں میں بھی نوجوانوں کے کردار کو نہایت اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔عیسائیت و یہودیت میں یہاں تک کہ ہندومت میں بھی نوجوانوں کو مذہبی امور پر ابھارا جاتا ہے اور ان کے کردار کو نمایاں کرکے واضح کیا جاتا ہے۔

آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

آخر کیوں ہر تہذیب وتمدن سے تعلق رکھنے والے لوگ ہمیشہ نوجوانوں سے ہی امیدیں وابستہ کرتے ہیں؟

حالانکہ معاشرے کے بڑے بزرگ افراد کے پاس زیادہ تجربہ ہوتا ہے۔اس کے باوجود نوجوانوں کی سرگرمیوں پر ہی سب معاشرے ترقی کا انحصار کیوں سمجھتے ہیں؟

دراصل نوجوان طبقہ کسی بھی معاشرے کا وہ قیمتی سرمایہ ہوتا ہے جس نے معاشروں کو آگے لے کر چلنا ہوتا ہے۔اس طبقے نے ہی اپنے بڑوں کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہوتا ہے اور اس کے عمل سے ہی معاشروں کے رنگ و روپ دنیا کے سامنے واضح ہوتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آج تک اس نوجوان طبقہ نے اپنی قوموں کو کن ثمرات سے مستفید کیا؟

دنیا ایک گلوبل ولیج کی مانند ہے۔

ہم کہیں دور نہیں جاتے...... دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کا حال ہی دیکھ لیں، ان کے نوجوانوں کے کردار نے ان کے معاشروں کو کس حال تک پہنچادیا۔

آپ امریکہ کی ہی مثال لے لیں۔ وہاں پر والدین کا اولاد کے ساتھ تعلق بھی محض Formality کی حد تک ہی رہ گیا ہے۔ وہاں آزادی نسواں کے نام پر جو ظلم عورتوں پر ڈھایا گیا اس سے کون ذی شعور واقف نہیں ہے؟

حالات یہاں تک پہنچے کہ خاندانی نظام بھی برائے نام رہ گیا۔

یہ ہیں ان تحریکوں اور تقریروں کے ثمرات جو ترقی اور جدید علوم وفنون کے نام پر ان کے گلے کا طوق بنائی گئیں۔

آیئے! اب ہم اپنے معاشرے پر ایک نظر دوڑائیں:

نوجوانوں کے کردار کی اہمیت کا اندازہ تو ہمیں ہو ہی گیا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے ملک میں نوجوانوں کو کس قسم کے نعروں (slogans) پر ابھارا جاتا ہے اور اس کے کیا نتائج سامنے آسکتے ہیں؟

ہمارے ہاں بھی بدقسمتی سے وہی ''ترقی'' کے راستے ہموار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

ان نعروں میں معروف ترین نعرہ ''حقوق نسواں'' ہے، جس میں عورت کو گھر سے نکال کر پیسے کمانے اور دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا جاتا ہے، حالانکہ عورت کا اصلی مقام اس کے گھر کی چاردیواری ہے۔

اسی طرح نوجوان لڑکیوں کو اس احساس کمتری میں مبتلا کرنا کہ ''شرعی پردہ'' ان کے لیے باعث ذلت ہے اور آزادی کے نام پر نجانے کیا کیا خرافات۔

چنانچہ حالات کی اہمیت کا تقاضا ہے کہ نوجوان طالبات کو اسی سچے منہج پر اکٹھا کیا جائے، جو پیارے نبی ﷺ لے کر آئے تھے۔

نوجوانوں میں طلباء وطالبات کے کردار کی یکساں اہمیت ہے، لیکن چونکہ طالبات تک اس تیزی اور پرزور طریقے سے دین کی دعوت نہیں پہنچائی جاتی جس قدر ان پر ''آزادیوں'' کے نعرے اثر کرتے ہیں...... اسی لیے اس موضوع پر توجہ دینا ہمارا اولین فرض ہے۔

بدقسمتی سے آج ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں، جس میں اسلام کو وہ غلبہ حاصل نہیں جس کی بنیاد 1400 سال پہلے پیارے نبی ﷺ رکھ کر گئے تھے...... دنیا کی نظر میں اسلام مغلوب ہے۔

اسلام کا یہ حال کیوں ہوا؟ کون اس کا ذمہ دار ہے؟

تاریخ میں تو ہم نے وہ دور بھی دیکھے ہیں جب محمد بن قاسم ؒ اور صلاح الدین ایوبی ؒ جیسے فرزند اٹھے اور اسلام کا دفاع کیا، اسلام کو قوت وطاقت بخشی...... لیکن افسوس کہ کئی صدیاں بیت جانے کے بعد آج تک ہمارے پاس ایسے نوجوان نہیں ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے پاس وہ مائیں نہیں ہیں۔

وہ مائیں کیسے ملیں گی اور وہ تربیت کیسے ممکن ہے؟

تو آج کی نوجوان طالبات کو دعوت دی جاتی ہے:

آیئے سب مل کر اس سچے دین کی پیروی کریں جس پر اماں خدیجہ ؓ اور اماں عائشہ ؓ نے عمل کیا۔

بس ایک بار یہ فیصلہ کرلیں کہ خود کو اللہ کے دین کے سپرد کرنا ہے، اسلام کے مقصد کو سمجھنا ہے اور ایک مومن کی زندگی کا مقصد اسلام کا دفاع ہے۔

میری بہنو! اس راستے میں مشکلات بھی آتی ہیں لیکن گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

آیئے! ایک نوجوان کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

ایک بار نبی ﷺ مدینہ میں سیدنا مصعب بن عمیر ؓ کو دیکھ کر رو دیئے۔

صحابہ کرام ؓ نے پوچھا:

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ تو مصعب ؓ کو دیکھ کر ہمیشہ مسکراتے ہیں، آج آپ ﷺ کی آنکھوں میں یہ آنسو کیسے؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

آج مجھے اسلام قبول کرنے سے پہلے والا مصعب ؓ

یاد آ گیا۔ وہ مکہ کا شہزادہ تھا، جن راستوں سے گزرتا لوگ خوشبو سے پہچان لیتے کہ مصعب رضی اللہ عنہ یہاں سے گزرا ہے اور اس جیسی خوشبو کوئی اور استعمال نہیں کرتا تھا۔

جو لباس مصعب رضی اللہ عنہ پہنتا تھا ویسا لباس کوئی نہ پہنتا تھا اور جس جانور پر مصعب رضی اللہ عنہ سوار ہوتا ویسی سواری کسی اور کے پاس نہ ہوتی۔

اور آج...... آج میں دیکھتا ہوں کہ مصعب رضی اللہ عنہ کے پاس تن ڈھانپنے کو کپڑا نہیں ہے، اس نے ٹاٹ کے ذریعے اپنے جسم کو چھپا رکھا ہے اور ٹاٹ کو بھی کانٹوں کی مدد سے جوڑ رکھا ہے۔

یہ دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے ہیں اور میں دعا کرتا ہوں اللہ سے کہ:

''اے اللہ! تیرے بندوں نے تیرے دین کے لیے سب کچھ چھوڑ دیا ہے تو ان سے راضی ہو جا۔''

﴿صحیح حدیث﴾

ایسی اور بھی بہت سی مثالیں ہمیں ملتی ہیں۔

اللہ کی راہ میں قربانیاں دینے والوں کو اللہ آزمائش میں مبتلا ضرور کرتا ہے، لیکن اللہ کے سچے بندے کبھی گھبراتے نہیں۔ وہ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں اور اس بھروسے کی وجہ سے اللہ ان کا ہر مصیبت سے خود تحفظ فرماتا ہے۔

اور میری بہنو!

جنت ملے گی کیسے؟ کیا بغیر محنت کیے اور مشکلات جھیلے ہی اللہ ہمیں جنت دے دے گا؟

اللہ کا قرآن کہتا ہے:

''اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ .''﴿سورۃ البقرہ: 214﴾

''کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ ایسے ہی جنت میں بھیج دیے جاؤ گے۔''

میری بہنو! موت کا ایک دن مقرر ہے، کیوں نہ ہم اپنی یہ زندگی دین کے لیے وقف کر دیں۔

جس نے ہمیں یہ جان بخشی ہے وہ ذات ہمیں خود کہتی ہے کہ دین کے لیے اٹھو۔

بس ہمیں یہ کام کرنا ہے کہ اپنے وقت، صحت اور Talent کو اسلام کے لیے وقف کر دیں۔ آج اسلام کو ہماری ضرورت ہے۔

دنیا بھر میں اسلام کے دشمن پروپیگنڈہ کر رہے ہیں، ان کی باتوں میں آنے کی بجائے اور ان کے جوشیلے نعروں سے متاثر ہونے کے بجائے ہم اپنے دین کا علم اٹھالیں اور ساری دنیا پر یہ واضح کر دیں کہ اسلام کی یہ بیٹیاں آج خود اس کی حفاظت کریں گی۔

مسلمانوں پر نرم اور کفار پر سخت یہ بہنیں اس دین کو اسی روپ میں واپس لائیں گی، جو 1400 سال قبل مدینہ کی ریاست میں موجود تھا۔ ان شاء اللہ

﴿یمنیٰ شعیب۔ ملتان﴾

☆☆☆

باجوہ گرلز اکیڈمی

جمعرات 3 جنوری کو باجوہ گرلز اکیڈمی خواتین میں تربیتی اور اصلاحی پروگرام منعقد ہوا۔

جس میں لاہور سے آپا جی ام طلحہ صاحبہ، آپا جی ام عبدالصمد صاحبہ اور مرکز طیبہ مرید کے سے آپا جی ام حماد صاحبہ نے شرکت کی۔

اس علاقے میں ام عبداللہ اور ان کے شوہر باجوہ صاحب نے ایک اکیڈمی قائم کی ہے، جس میں طالبات کو انٹرمیڈیٹ سے ایم اے تک کی ڈگری لیول پر تعلیم دی جاتی ہے اور اس ادارے کا یونیورسٹی سے الحاق ہے۔

ام عبداللہ نے بتایا کہ:

''انہوں نے یہ ادارہ نوجوان بچیوں کو باپردہ ماحول اور قرآن وسنت سے ہم آہنگ کردار کی تربیت اور تشکیل کے اعلیٰ مقاصد کے لیے قائم کیا ہے، تاکہ بچیاں ٹرانسپورٹ کے مسائل کے علاوہ دیگر مشکلات کے ساتھ ساتھ تعلیمی اداروں کے بے راہ روی کی طرف لے جانے والے ماحول سے بچ کر اسلامی سانچے میں ڈھلی ہوئی سیرت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ عصری تعلیم کے تمام تر تقاضوں کو نبھا سکیں اور آئندہ نسلوں کی صحیح آبیاری کرنے والی مائیں بن سکیں۔''

طالبات نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''ہمیں خوشی ہے کہ اس ادارے نے ہمیں صرف اور صرف ڈگری ہولڈر بنانے کی بجائے اسلامی شناخت اور تشخص دیا گیا اور یہی وجہ ہے کہ آج ہم بڑے اعتماد اور فخر سے برقعہ پہن کر خود کو محفوظ تصور کرتے ہوئے گھروں سے نکلتی ہیں اور نماز اور دیگر اسلامی شعائر سے مکمل آگاہی کے ساتھ ساتھ ادائیگی کا شوق بھی پیدا ہوا۔''

معلمات نے ادارے کی اس کاوش کو سراہتے ہوئے کہا کہ:

''اس طرح کے ادارے آج کے معاشرے کی اشد ضرورت ہیں، جہاں تعلیم کا خالص دینی اور اسلامی شعور اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ دنیاوی اور عصری علوم وفنون کی مہارت دے کر قرون اولیٰ کا کردار ادا کرنے والی مائیں تیار کر کے، قوم کی ترقی اور عروج کے گم شدہ راستوں کو تلاش کر کے عظمت رفتہ کو دوبارہ حاصل کیا جا سکے۔''

بعد میں طالبات کی ماؤں بہنوں نے دینی مسائل کی مجلس کے لیے بھی وقت لیا اور آئندہ بھی ایسی نشستیں منعقد کرنے کے لیے ام عبدالصمد سے وعدہ لیا۔

اس کے بعد تمام خواتین کو شکریہ کے ساتھ رخصت کیا گیا اور کھانے کے لفن ہمراہ دیئے گئے۔

خصوصی مہمانوں کو بھی کھانا کھلا کر رخصت کیا گیا۔

☆☆☆

سوالنامہ

سروے کے لیے ایک سوال نامہ دیا جا رہا ہے:

موضوع:

''کیا حصول معاش عورتوں کی ذمہ داری ہے؟''

1: کیا قرآن وحدیث کی روشنی میں عورت کا نوکری کرنا جائز ہے؟

2: کیا آپ حصول تعلیم کے بعد نوکری کی خواہش مند ہیں؟

3: کیا معاشی ذمہ داریوں میں مرد کا ہاتھ بٹانا عورت کی ذمہ داری ہے؟

4: کیا عورت کے لیے گھر کے بعد نوکری کی ذمہ داری ضروری ہے؟

5: کیا گھر کی چاردیواری سے باہر عورت محفوظ ہے؟

6: گھر سے نکل کر عورت کو کن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟

7: اپنی تنخواہ کہاں خرچ کرتی ہیں یا کہاں خرچ کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں؟

8: کیا عورتوں کو ان کی اہلیت کے مطابق تنخواہ دی جاتی ہے؟

9: نوکری کرنے والی خواتین کے بچوں کی تربیت کون کرتا ہے؟

10: کون سے شعبے خواتین کے لیے مناسب ہیں؟

﴿قرۃ العین خورشید۔ لاہور﴾

جب پردہ ہی زیب و زینت بن جائے......؟

"بھئی! میں فلاں فنکشن پر نئے کپڑے نہیں بنوا رہی کیونکہ میں عبایا استعمال کرتی ہوں اور میں فنکشن میں اسے اتارتی نہیں اس لیے میں نے سوچا ہے کہ دو نئے خوبصورت جدید فیشن کے عبائے لے لوں گی۔"

یہ وہ فقرے ہیں جو آج کی خواتین اور لڑکیوں کی زبان سے سننے کو ملتے ہیں۔

عورت کے لیے پردہ کیوں ضروری ہے اس موضوع پر اتنا کچھ لکھا اور پڑھا جا چکا ہے کہ یہ بات اب کسی سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ فرق صاف ہے سونے اور ہیرے کے زیورات مخملی غلافوں میں بند ملتے ہیں جبکہ عام دھات سے بنے زیورات عام سے لفافے میں بھی مل جاتے ہیں۔

خاص چیز کی حفاظت بھی خاص طریقے سے کی جاتی ہے۔ تو پھر عورت جو اس کائنات کی سب سے اہم چیز ہے، جس کی وجہ سے اس کائنات میں پیار کے سارے رنگ موجود ہیں۔

وجودِ زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ

تو پھر عورت اتنی ارزاں کیوں کہ گلی گلی، چوراہوں پہ اپنی نمائش کرواتی پھرے۔ چنانچہ خالق کائنات نے حکم دیا ہے:

"اور زمانہ جاہلیت کی طرح کا بناؤ سنگھار کر کے گھر سے باہر نہ نکلو۔" ﴿سورۃ الاحزاب:33﴾

خود ہمارے پیارے نبی ﷺ نے انہیں نازک آبگینے سے تشبیہ دی ہے اور جس طرح آبگینوں کو حفاظت سے رکھا جاتا ہے ان (عورتوں) کی بھی حفاظت کرو۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور تمام مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ جب وہ گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے اوپر بڑی چادریں اوڑھ لیا کریں تا کہ وہ پہچانی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔" ﴿سورۃ النور﴾

چنانچہ ان ایمان والی عورتوں نے اپنے رب کا حکم مانتے ہوئے اپنے آپ کو پردے میں چھپا لیا۔ لیکن آج کے اس پرفتن دور میں شیطان سے یہ برداشت نہ ہو سکا کہ یہ مسلمان عورتیں اپنے رب کی فرمانبردار بن کر رہیں۔ وہ ان کا پردہ ختم نہ کرا سکا تو اس نے ایک چال چلی، اس نے عورت کے پردے کو ہی زیب و زینت اور نمائش کا سامان بنا دیا۔

ہم نے زمانہ جاہلیت والا بناؤ سنگھار تو نہ کیا مگر پردے کو ہی بنا سنوار کر اوڑھ لیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"بے شک بہترین لباس تو تقویٰ ہی ہے۔"

﴿القرآن﴾

ہمارا پردہ سادہ ہونا چاہئے۔ ایسا ہو کہ دیکھنے والے کے دل کو مائل نہ کر سکے، مگر ایسا ہوتا نہیں ہے۔

آج کل اس قدر خوبصورت اور دل کو لبھانے والے عبائے مارکیٹ میں دستیاب ہیں کہ سادہ عبائے لینے کو دل نہیں چاہتا۔ کچھ خواتین کہتی ہیں چلو زیادہ فینسی نہ ہو مگر ہم رنگ کڑھائی یا لیس والا ہو جائے تو کیا ہوا، اتنا بھی بندے کو آؤٹ آف فیشن نہیں ہونا چاہئے۔

جو خواتین بالکل سادہ عبایا استعمال کرتی ہیں اور اوپر بڑا اسکارف لیتی ہیں انہیں دقیانوسی، آؤٹ آف ڈیٹ اور زیادہ ہی اپنے آپ کو "نیک اور پارسا" سمجھتی ہیں جیسے الفاظ سے نوازا جاتا ہے۔

بعض خواتین عبایا تو استعمال کرتی ہیں مگر پردہ نہیں کرتیں۔

ایک درس میں ایک خاتون نے سوال کیا کہ:

"کیا چہرے کا پردہ کرنا ضروری ہے؟"

جس پر درس دینے والی خاتون نے جواب دیتے ہوئے کہا:

"کہ زیب و زینت چھپانے کا حکم ہے اگر آپ کو لگتا ہے کہ آپ کا چہرہ خوبصورت نہیں اور پاؤں خوبصورت ہیں تو چہرہ نہ چھپائیں پاؤں چھپالیں۔"

پھر بعض خواتین چہرے کا نقاب کر لیتی ہیں مگر آنکھوں پر میک اپ کی تہہ جما کر، لائنر سے انہیں گہرا کر کے، پلکوں کو مسکارے سے سجا کر دیکھنے والوں کے دل کی بیماری کا باعث بنتی ہیں۔

جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہماری آنکھیں ہی تو نظر آتی ہیں۔

لیکن ہم نے لگتا ہے جیسے قسم ہی کھالی ہے کہ بنی اسرائیل کی طرح ضد اور ہٹ دھرمی سے اعلان کرتے ہیں کہ جنت پر ہمارا ہی حق ہے۔

آخر میں میری اپنی بہنوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے دور رکھیں جو ان کے دین اور ایمان کو نقصان پہنچا رہی ہیں۔ آپ ضرور خوبصورت نظر آنے کی کوشش کریں، بناؤ سنگھار کریں مگر آپ کی خوبصورتی چادر اور چار دیواری کے اندر ہو۔ چار دیواری سے باہر نمائش اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم سب کو اسلام میں پورے داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

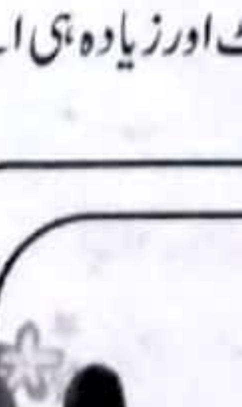

حجاب

اخت عبداللہ

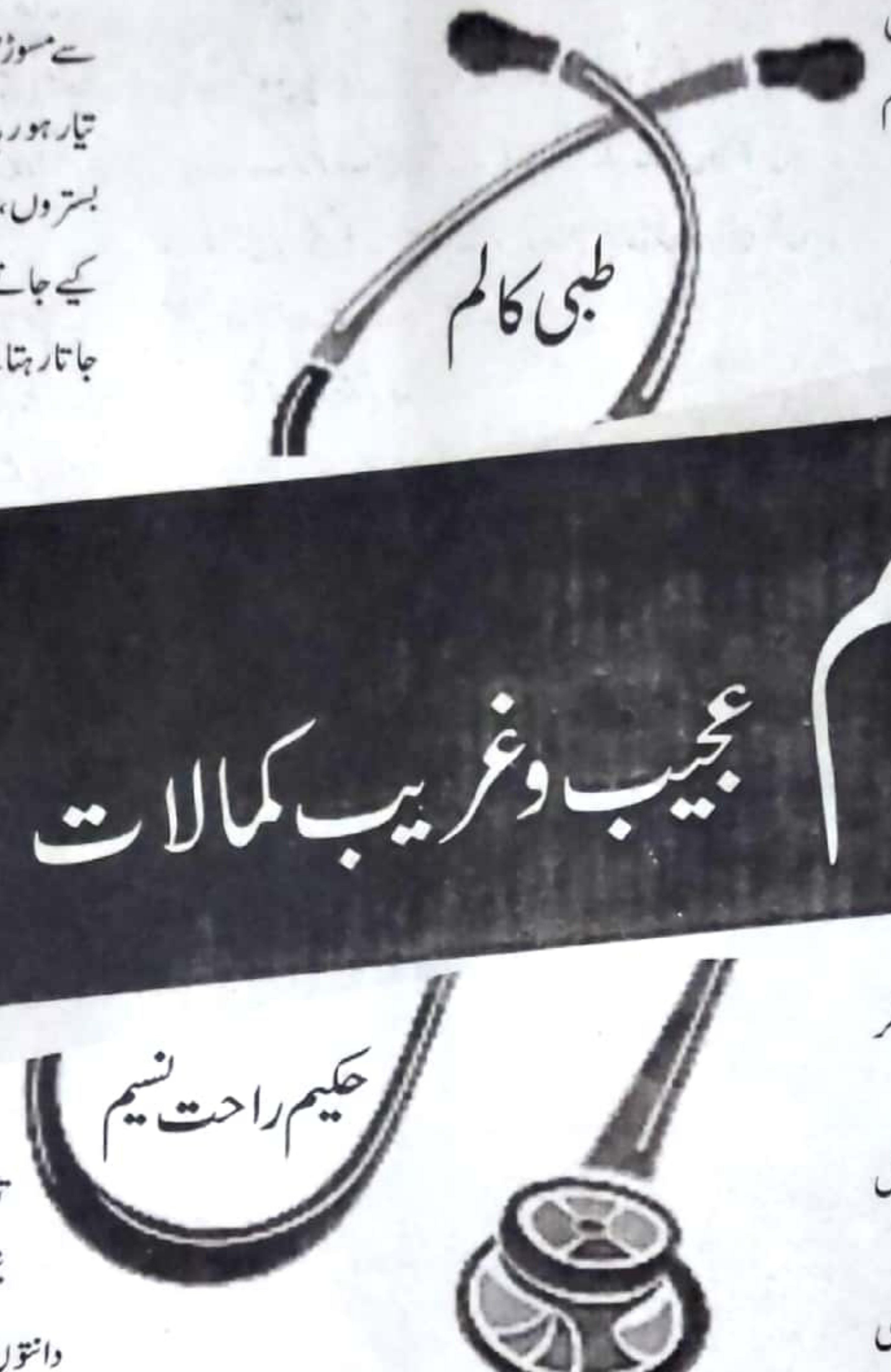

طبی کالم

نیم

عجیب وغریب کمالات

حکیم راحت نسیم

انسان ہمیشہ سے درخت دوست رہا ہے۔ جب انسان نے کرۂ ارض پر اولین قدم رکھا تو اس کے استقبال کے لیے نباتات میں درخت بھی شامل تھے۔

یہی درخت اور ان کے پھل اس کی غذا بنے، ان درختوں کے چھال اور پتے جسم ڈھانپنے کا کام دیتے۔ بیماری کی صورت میں بھی یہی درخت پھل اور پتے مداوا کا کام کرتے۔

ایسے ہی درختوں میں ایک نیم کا درخت ہے......

شروع زمانے میں انسان جس سائنسی علوم سے ناآشنا تھا تب بھی درختوں سے استفادہ کرتا۔ نیم کی شفابخشی کو 320 قبل مسیح میں قبول کیا گیا تھا۔

ابو منصور نے 970ء میں نیم کا حوالہ دیا تھا۔ البیرونی نے ''کتاب الابدان'' میں منصف یوحنا بن ماسویہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ بعض ایسے ہیں جن کے پھول زہریلے ہیں مگر ان کی شاخیں تریاق کا کام دیتی ہیں۔

نیم ایسے درختوں میں سے ایک ہے جس کے پھول کڑوے مگر شاخیں تریاقی حیثیت کی حامل ہیں۔

برصغیر پاک وہند کے لوگ 2000 سال سے بھی پہلے اس درخت کی مسواک استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔ نیم کو معجزاتی درخت بھی کہا جاتا ہے۔ نیم ہمارے ہاں ایک خوبصورت سدا بہار درخت ہے اور بکثرت پایا جاتا ہے۔

اس کا وطن چین اور ہندوستان ہے لیکن اب پاکستان، ملائشیا، سری لنکا، برما، ملایا، تھائی لینڈ، افریقہ، گھانا، تنزانیہ، نائجیریا اور سعودی عرب میں لگایا جاتا ہے۔

اس کے فوائد کے پیش نظر دنیا اس کو اہمیت دے رہی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق بھارت میں نیم کے چودہ ملین درخت ہیں جبکہ پاکستان، بنگلہ دیش اور سری لنکا میں بھی اسی قدر ہیں۔

نیم کا درخت بکائن کی طرح گھنا اور کڑوا ہوتا ہے لیکن اس کا درخت اس سے بڑا ہوتا ہے۔ پتیاں لمبی، نصف انگلی سے کچھ زیادہ اور کنگرہ دار ہوتی ہیں۔ مارچ اپریل میں پتے شگوفے نکالتے ہیں اور ساتھ ہی پھل آتا ہے۔ ماہ جون میں اس کا پھل نمولی پک جاتا ہے اور میٹھا ہوتا ہے، ان ایام میں اس کی مخصوص رنگ کی خوشبو سے گردونواح مہک جاتی ہیں۔

قدرت نے اس میں بہت سی خوبیاں رکھی ہیں۔ اس کا ہر جز پتے، چھال لکڑی، پھول اور پھل سب کارآمد ہیں۔ اس کی گھنی اور وسیع چھاؤں میں گرمی سے نجات اور طبیعت کو سکون ملتا ہے اس لیے لوگ صحنوں، حویلیوں اور باغات میں لگاتے ہیں۔

اطباء نیم کا استعمال خوب جانتے ہیں، قدیم اطباء اور جدید تحقیق نیم کے اجزاء کو یکساں طبی اہمیت دیتے ہیں۔ نامور طبی مصنف حکیم نجم الغنی نے ''خزائن الادویہ'' میں نیم کو مصفی خون قرار دیا ہے۔ حکیم محمد عبداللہ الحکیم اور صفی الدین نے اپنی کتب ''بستان المفردات'' اور ''یونانی ادویہ مفردہ'' میں نیم خون صاف کرنے والا قرار دیا ہے۔

خرابی خون فساد خون کی عوارضات خارش، پھوڑے پھنسیوں میں اطباء اسے زمانہ قدیم ہی سے استعمال کر رہے ہیں۔ فساد خون اور سودائی امراض میں مفید وشافی ہونے کے باعث سرطان کا مقابلہ بھی ہوسکتا ہے۔

نیم مسوڑھوں اور دانتوں کا محافظ ہے اس کے استعمال سے مسوڑھوں کا ورم نہیں ہوتا اور جرمن میں اس سے ٹوتھ پیسٹ تیار ہو رہا ہے جو بہت کامیاب ہے۔ نیم کے پتے کپڑوں، بستروں، صندوقوں اور کتابوں کو محفوظ رکھنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اگر ان کو ابال کر بھپارہ دیا جائے تو درد کان جاتا رہتا ہے۔

اس کے پتوں کو جوش دے کر اس کے پانی سے زخموں کو دھویا جائے تو ہر قسم کے تعفن سے محفوظ رکھتا ہے۔ نیم کے پتوں کے پلٹس بنا کر زخموں پر باندھنا اس میں موجود مواد کو زائل کر کے زخم جلد بھر لاتا ہے، اگر نیم کے پتوں کو جوش دے کر اس پانی سے آنکھوں کو دھویا جائے تو آنکھ کئی امراض سے محفوظ رہتی ہے اور خاص کر آشوب چشم کی تکلیف جاتی رہتی ہے۔

نیم کی ٹہنیاں بطور مسواک استعمال ہوتی ہیں جن سے دانتوں کا درد ورم جاتا رہتا ہے۔ تیز وافر بلغم نکل کر سینہ صاف ہو جاتا ہے اور آواز صاف ہو جاتی ہے۔ اس کی لکڑی اور چھال کو جلا کر راکھ بنا لینے سے دانتوں اور مسوڑھوں کے لیے مفید ہے۔

جرمنی میں تیار ہونے والے ٹوتھ پیسٹ کا بنیادی عنصر فلورائیڈ کی جگہ نیم کو دی جاتی ہے۔ الغرض نیم دافع وائرس اور دافع عفونت اور جراثیم کش ہے۔

جدید تحقیقات نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے اور بتایا ہے کہ نیم کا درخت تولیدی جرثومے ہلاک کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ جس کی وجہ سے دیگر اجزاء شامل کر کے مانع حمل گولیاں بنائی جاتی ہیں۔

نیم کا بطور دوا استعمال اس وقت شروع ہو جاتا ہے جب کونپلیں پھوٹتی ہیں، پتے نکلتے ہیں، پکی پکی نمولیاں گرتی ہیں، نمولی کا مغز فلیں (قبض کشا) قاتل کرم شکم اور بواسیر میں

مفید ہے۔ سر کی جوؤں کو مارنے کے لیے پانی میں پیس کر سر میں لگاتے ہیں۔

نیم کے پتوں سے روغن مرہم بنا کر جلدی امراض میں بیرونی طور پر استعمال کرایا جاتا ہے۔ پتوں کا جوشاندہ دافع عفونت (انٹی سیپٹک) ہے۔ نیم کی چھال بخار کے لیے مفید اور پیٹ کے کیڑے مارنے میں فائدہ مند ہے۔

نیم کے قدیم درخت سے تنے میں ایک گاڑھا مادہ خارج ہوتا ہے جسے نیم کا ”سدہ“ کہتے ہیں۔ یہ کڑوا نہیں میٹھا ہوتا ہے۔ ٹھنڈے پانی میں حل ہوجاتا ہے۔ قدرے بدبودار مگر خون صاف کرتا ہے۔

نیم ایک ایسا جراثیم کش (انٹی بائیوٹک) مادہ دستیاب ہے جو فضا کو آلودہ بنائے بغیر دوسو سے زیادہ اقسام کے کیڑے ختم کرتا ہے۔ یوں یہ اہم درخت آلودگی کے خاتمے میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ اپنی خوبیوں کے باعث دنیا بھر میں موضوع تحقیق ہے۔

واشنگٹن کی بین الاقوامی اکیڈمی آف سائنس کے ڈائریکٹر نوئل ڈی دیت مائت تسلیم کرتے ہیں کہ نیم اپنی خصوصیات کے باعث ایک ہوش ربا درخت بن گیا ہے۔

ان کے مطابق نیم میں جراثیم اور کیڑوں کی ہلاکت کی جو صلاحیت ہے، وہ زمین کے لیے دیگر جراثیم کش دواؤں کی طرح مہلک و مضر نہیں ہے۔ یہ درخت جہاں سرسبزی و شادابی میں اضافہ کرتا ہے وہاں فصلوں کا کیڑا ختم کرنے اور امراض میں مفید ہے۔ ویدک طریقہ علاج میں اس درخت کا سایہ بھی بیماری کو دور کرتا ہے۔

بلکہ جہاں نیم ہو وہاں امراض کم ہوتے ہیں۔ طب یونانی میں نیم کے پتوں کے استعمال سے ذیابطیس میں کمی آ جاتی ہے۔ طب یونانی کی متعدد ادویہ میں نیم کا استعمال ہوتا ہے۔

دوسرے ممالک کی طرح پاکستان میں بھی نیم پر کام ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی مرحوم نے نیم کے کیمیائی اجزاء پر عالمی معیار کا کام کیا تھا۔ 65 سال تک تحقیقات کے بعد نیم میں ایک سو سے زائد کمپاؤنڈ نکالے تھے۔

☆نیم کے چند نسخے☆

بالوں کو گھنا، سیاہ اور ملائم بنانے کے لیے:

نیم اور ناریل کا تیل ملا کر رکھ لیں اور روزانہ سر پر لگائیں۔ نیم کا تیل اس کے بیج کے مغز سے کولہو میں نکلوایا جا سکتا ہے۔ نیم کے مغز سے 3 فیصد تک روغن برآمد ہوتا ہے۔

مفید سرمہ:

سرمہ کی ڈالی کو نیم کے درخت کے تنے میں سوراخ کر کے اوپر سے نیم کے برادے سے بند کردیں، چھ ماہ تک اسی طرح رہنے دیں۔ بعدازاں نکال کر لیموں کے پانی میں دو تین روز تک کھرل کریں، سرمہ تیار ہے۔

منجن:

نمولی یا نیم کی لکڑی کا کوئلہ، نمک سادہ، پھٹکڑی بریاں ہم وزن لے کر خوب پیس لیں۔ رات سونے سے قبل دانتوں کو صاف کریں، پھر منجن استعمال کریں۔ دانتوں کی زردی میل کچیل دور ہو کر صاف ہوجائیں گے۔

ناک کا بند رہنا:

اکثر لوگوں کا ناک بند ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے سانس منہ سے لینا پڑتا ہے اور مشکل ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے ناک کی ہڈی کا بڑھ جانا اور ورم ہوتا ہے۔

جدید طب میں ناک کی ہڈی کے ورم میں سلائی مار کر ہلکا آپریشن کیا جاتا ہے مگر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگوں نے تین تین بار آپریشن کرایا مگر مطلوبہ مقاصد حاصل نہ ہو سکے۔ جبکہ مندرجہ ذیل تدبیر بڑی کامیاب ثابت ہوئی ہے۔

نیم کے تازہ پتے دو تولے لے کر ایک کلو پانی میں جوش دے کر پھر چٹکی برابر نمک ملا کر اس میں نیم گرم پانی سے وضو کی طرح ناک میں تین چار بار ڈالیے، دس پندرہ روز یہ عمل باقاعدگی سے سہ پہر یا رات کو کرلیا کریں، ناک کھل جائے گی۔ انشاءاللہ

ایک اہم خوبی:

نیم کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے رات کو تمام پودے کاربن ڈائی آکسائیڈ چھوڑتے ہیں مگر نیم یہ گیس خارج نہیں کرتا۔

نیم کا درخت اب مشرق وسطیٰ اور افریقہ پہنچ چکا ہے۔ سعودی عرب میں منیٰ و عرفات کے مقام پر پچاس ہزار نیم کے درخت لگائے گئے ہیں۔

حال ہی میں نیم پر جو جدید تحقیقات کی گئی ہیں اس کے بارے میں ایک صحتی رسالے ہیرالڈ آف ہیلتھ نے فیچر شائع کیا ہے جس کے مندرجات ذیل ہیں:

طبی افادیت:

☆......برصغیر کے لوگ دیہی علاقوں میں موسم گرما کے آغاز پر اس کے پتے امراض سے تحفظ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے تازہ پتوں کو چبانے سے ملیریا نہیں ہوتا۔

☆......نیم کا گوند ملیریا اور یرقان کے لیے مفید ہے۔

☆......نیم کے تیل کی مالش گٹھیا کے لیے مفید ہے۔

نیم اور زراعت:

☆......اناج کے ساتھ نیم کے پتے شامل کرنے سے کیڑے نہیں لگتے۔

☆......جس مٹی میں نیم کے پتے شامل رہتے ہیں، اس میں پیٹ کے کیڑوں کے انڈے ختم ہوجاتے ہیں۔

☆......نیم میں 2 سو قسم کے کیڑوں کو مارنے کی صلاحیت ہے۔ نیم سے کیچوؤں کے علاوہ دیمک، پھپھوندی اور بیکٹر یا ہلاک ہوجاتے ہیں۔

☆......نیم کیڑوں کو بانجھ کردیتا ہے۔

تجارتی استعمال:

☆......اون کے کپڑے، کتابیں اور کاغذ نیم کے پتوں سے محفوظ رہے ہیں۔

☆......نیم کی لکڑی مضبوط، پائیدار اور کیڑے سے محفوظ رہتی ہے۔

☆......اس سے زرعی آلات، گاڑیاں فرنیچر اور کھلونے تیار ہوتے ہیں۔

☆......نیم کے پتے اونٹوں اور بکریوں کا اچھا چارہ ہیں۔

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی

سماجی کالم

احتِ بلال

ہر ایک کو اپنا بوجھ خود اٹھانا ہے، اتنا ہی جتنا وہ اس میں حصہ دار رہا...... کوئی ایک بھی نہیں ہوگا وہاں جو اس بوجھ کو بانٹے۔

بہت معصوم تھی وہ، گویا کوئی نازک سا پھول ہو......

پھولے گال، چھوٹی سی ناک اور گندمی رنگت...... میں گلی سے گزرتے اسے اکثر دیکھا کرتی تھی۔

میلے کپڑوں اور بغیر دھلے منہ کے ساتھ وہ کبھی اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھی نظر آتی اور کبھی بچوں کے ساتھ مل کر کھیل رہی ہوتی۔

ہمارے گھر بھی اس کا آنا جانا تھا، ہر دوسرے دن وہ برتن لیے آتی:

''باجی! سالن دے دیں۔''

جب بھی دن کے وقت وہ مجھے کھیلتی نظر آتی تو ذہن میں خیال آتا کہ گھر والے کتنے لاپرواہ ہیں، جو باقاعدگی سے سکول بھی نہیں بھجواتے۔ لیکن جب اس کی والدہ سے ملاقات ہوتی تو ان سے پوچھنا یاد نہ رہتا۔

چند دن گزرنے کے بعد جب مجھے ان سے ملنے پر یاد رہا، تو معلوم ہوا کہ انہوں نے اسے اسکول داخل ہی نہیں کروایا۔

حیرت سے میں چپ کی چپ رہ گئی، کیونکہ اس سے چھوٹے دونوں بھائی بھی اسکول کی عمر کو پہنچ چکے تھے، اس کا مطلب تھا کہ وہ بھی نہیں جاتے ہوں گے۔

[illegible] وجہ پوچھی تو وہی جو اس طبقے کے نوے فیصد گھرانوں میں [illegible] کماتا نہیں اور میرے پاس اتنا بھی نہیں ہوتا کہ ان [illegible] ام کر سکوں۔ پڑھائی کے نخرے کہاں سے پورے [illegible]

[illegible] وں کو گھر میں کچھ وقت دینا شروع کیا اور [illegible] ایک پرائیوٹ اسکول میں داخل کروا [illegible] تھا۔

[illegible] بڑے والے دونوں ذہین تھے اور [illegible] ن کا رزلٹ اچھا آتا رہا۔

[illegible] پڑھائی کی طرف مائل نہیں تھا، لہٰذا [illegible] سے آنے والی شکایات کی بنا پر والدہ نے اسے اپنے آبائی پیشے سے منسلک کر دیا۔

موسم آتے جاتے رہے لیکن ان کے گھر کے حالات ویسے ہی رہے، کہ بدلنے کی کبھی کسی نے کوشش نہیں کی تھی اور خواہش کا مجھے علم نہیں۔

وہ بچی پرائمری سے ہائی اسکول میں پہنچ گئی۔

اسکول میں دیر سے داخلہ لینے کی وجہ سے اپنی ہم جماعت لڑکیوں سے عمر میں بڑی تھی اور قد میں اپنی ہم عمر لڑکیوں سے لمبی ہونے کی بنا پر زیادہ بڑی بڑی لگتی۔

شاید ہمارے گھر زیادہ وقت گزارنے کا اثر تھا کہ اس نے شروع سے ہی کسی کے کہے بغیر نماز، روزے اور پردے کا اہتمام کیا۔ اچھا ماحول واقعی تربیت میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

ساتویں کلاس سے اس نے باقاعدہ برقعہ پہننا شروع کر دیا۔ اسی دوران اس کی والدہ نے قسطوں پر ٹی وی خرید کر کیبل بھی لگوالی۔ میرے علم میں آیا تو میں نے ناراضگی کا اظہار کیا، لیکن ان کا کہنا تھا کہ بچے ڈرامہ دیکھنے کے لیے گھر گھر پھرتے ہیں، اس ذلت سے تو بچیں گے۔

تب نہ ان کو معلوم تھا، نہ ہمیں کہ ذلت سے بچنے کے لیے انہوں نے خود پیسے دے کر ''ذلت'' خرید لی ہے۔

ہاں بہت بعد میں سمجھ آئی تھی......

ٹی وی خرید لینے سے بچوں کے گھروں کے پھیرے تو ختم ہو گئے تھے لیکن نحوست نے ان کے گھر کا رستہ دیکھ لیا تھا۔

خاوند کے لاپرواہ رویے کی وجہ سے اس خاتون نے خود بھی کہیں ملازمت شروع کر دی۔

میں اکثر انہیں سمجھاتی تھی کہ آپ کی بیٹی جوان ہوگئی ہے، آپ گھر سے اتنا وقت باہر نہ رہا کریں۔ چکر لگاتی رہا کریں، جوان اولاد کی خبر رکھا کریں اور پوچھتی رہا کریں کہ وہ سارا دن کیا کرتے ہیں۔

مجھے نہیں معلوم کہ اس خاتون کو اولاد پہ اندھا اعتماد تھا یا حالات نے اس کی اتنی مت ماردی تھی کہ اسے میری بات سمجھ میں نہ آئی۔ باپ صبح کا گیا رات میں گھر آتا، ماں بھی لاپرواہی برتتی اور شیطانی چرخہ گھر میں موجود تھا...... کیبل جیسے مہذبانہ نام سے۔

شیطان کے نقب لگانے کے لیے سازگار حالات تھے، سو اس نے نقب لگانا شروع کر دی تھی۔

وقت گزرتا رہا کہ اس کا کام ہی گزرنا ہے، ٹھہر جائے تو قیامتیں ڈھادے۔

وہ معصوم سی بچی اب خوبرو لڑکی کا روپ دھار چکی تھی۔

میٹرک میں اس نے سائنس لے لی، حالات ایسے نہ تھے کہ کوئی اچھی اکیڈمی جوائن کرتی اور میرے پاس اتنا وقت نہ ہوتا تھا کہ پڑھائی میں اس کی مدد کر سکوں۔ بہرحال اپنی مدد آپ کے تحت اس نے تیاری کی، باقی مضامین میں تو پاس ہوگئی لیکن کیمسٹری میں رہ گئی۔

والدہ نے جیسے تیسے کر کے کچھ عرصہ ٹیوشن کا انتظام کر دیا، بالآخر میٹرک کلیئر ہوگیا۔

اس سے کم نمبر لینے والی ہم جماعت لڑکیوں نے کالج میں داخلہ لیا، لیکن اس کو ایک ہی شوق کہ میں نے دین کا علم سیکھنا ہے۔ اس نے ایک دینی ادارے میں داخلہ لیا، عمل کے لحاظ سے اپنی ہم عمر لڑکیوں سے پہلے ہی بہت آگے تھی، اب تو اتنا مکمل پردہ کرنا شروع کر دیا تھا کہ رشک آتا اور دل سے دعا نکلا کرتی۔

اس کو کوئی بھی کامیابی ملتی تو اس کی والدہ بے اختیار دعا دیا کرتی تھیں کہ آپ تب اس کی پڑھائی میں دلچسپی نہ لیتیں تو نجانے یہ بچے کہاں رل رہے ہوتے۔

اور تب میں سوچتی کہ یہ تو اللہ کسی نہ کسی کو ذریعہ بنا دیتا ہے، ورنہ انسان میں اتنا کمال کہاں۔

کچھ عرصہ بعد میرے علم میں آیا کہ اس بچی کے پاس موبائل ہے۔ اب کہ مجھے طیش آیا، میں نے اس کی والدہ کو بلا کر

ایک بار پھر سمجھایا، لیکن وہ سمجھنا ہی نہیں چاہتی تھیں۔ سو انہوں نے مجھے یہ کہہ کر چپ کروا دیا کہ اس کے ماموں نے دلوایا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ تم تو گھر نہیں ہوتی اور ہمیں کوئی کام پڑ جائے تو رابطے کا کوئی ذریعہ تو ہو۔ یا اس کو ہی گھر میں ضرورت پڑ جائے، اکیلی ہوتی ہے لہٰذا اس کے پاس موبائل ہونا چاہیے۔

جب والدین خود اولاد کے دشمن بن جائیں تو کون ان کی اولاد کا خیر خواہ ہو سکتا ہے؟

وہ لڑکی مکمل پردے میں ادارے میں جاتی، والدہ یا بھائی چھوڑ کر آتے اور واپسی پر بھی اکیلی نہ ہوتی۔ دینی تعلیم اس میں نکھار پیدا کر رہی تھی، نماز پنجگانہ کی پابندی، روزوں کا اہتمام اور مکمل شرعی پردہ..... جوانی میں ہی زندگی کی حقیقت کا ادراک اور آخرت کی فکر، یہ انعام ہر کسی پر نہیں ہوتا۔

میں نے اس لڑکی کو کبھی اپنے گھر کے دروازے سے جھانکتے نہ دیکھا تھا، بارہا اس پر رشک آتا۔ وہ جسے میں نے انگلی تھام کر چلنا سکھایا تھا، وہ عمل میں مجھ سے بہت آگے نکل گئی تھی۔ لیکن کبھی کبھی حقیقت پسِ پردہ چھپی رہتی ہے اور جب عیاں ہوتی ہے تو جیتے جی مار دیتی ہے۔

تباہی کے دہانے پر پہنچی نوجوان نسل کو اوندھے منہ گمراہی کے گہرے گڑھے میں گرانے میں بڑا ہاتھ موبائل کا ہے۔ ایک بٹن دبا کر زنا کے تمام مراحل طے کرواتا، شیطان کا محدود ترین آلہ۔

نوجوان لڑکا ماں باپ کی موجودگی میں کسی غیر لڑکی سے حیا باختہ میسیجز کا تبادلہ کر رہا ہو اور انہیں پتہ بھی نہ چلے۔

جوان لڑکی اپنے سرپرستوں کے پاس بیٹھی اس آلے پر ٹک ٹک کرتی کسی غیر محرم کے ساتھ عمر بتانے کے پیمان کر رہی ہو اور کسی کو معلوم تک نہ ہو سکے۔

بہو اپنی ساس کی غیبتیں اپنے موبائل کے ذریعے کرتی ہوئی، ساتھ ساتھ ساس سے ہنس ہنس کر امی جی! امی جی! کہتی جائے، کسے خبر۔

گویا اس مٹھی میں بند آگ کے شعلے سے (غلط استعمال کرنے کی صورت میں) ہم دنیا میں فساد اور جہنم میں اپنے حصے کی آگ بھڑکاتے رہتے ہیں، لیکن احساس تک نہیں ہو پاتا۔

اس لڑکی کو بھی نہیں ہوا تھا۔

اڑتی اڑتی خبر کانوں میں پڑی تھی کہ جب وہ خاتون گھر نہیں ہوتیں تو ان کے گھر ایک غیر لڑکا آتا ہے۔ کبھی یہ پتہ چلتا کہ وہ لڑکی سہیلی کے گھر دعوت کا کہہ کر گئی اور ہوٹل میں اس لڑکے کے ساتھ مل کر دعوت اڑا کے آئی۔ (اور ہمیشہ وہ مکمل شرعی پردے میں ہوتی)

یہ خبریں گھروں تک پہنچنے سے پہلے محلے کے لڑکوں میں گھومتی رہیں۔ کچھ نے اس کو تنبیہ بھی کی، لیکن شیطان کی لگائی نقب اب ایک بڑے دروازے کی صورت اختیار کر چکی تھی جہاں

سے "شیطان" داخل ہو چکا تھا۔

دولت کی ہوس، اچھا پانے کی حرص غیرت کو ختم کر دیتی ہے۔

وہ غیر لڑکا گھر آتا اور وہ لڑکی اپنے بھائی کو کبھی اچھا کھلانے کا لالچ دے کر، کبھی موبائل دلوا کر اور کبھی کسی اور من پسند چیز کے حصول کو آسان بنا کر اپنے بھائی کا منہ بند کروا دیتی۔

اور یہ ممکن نہیں کہ ماں اپنی جوان بیٹی کے بدلتے تیور نہ پہچان پائے، جو نہ پہچان پائے وہ ماں نہیں ہوتی۔

کہ مائیں تو دل میں ہونے والی تبدیلی بھی محسوس کر لیا کرتی ہیں، لیکن اس خاتون کو اندھا اعتماد لے ڈوبا۔ اور پھر نوبت یہاں تک آئی کہ وہ بچی جو اتنی معصوم تھی، گویا نازک سا پھول ہو، جس کی معصومیت کو والدین کی لاپرواہی نے ختم کر دیا تھا، وہ اپنے باپ کے مقابل آ گئی۔

نماز، روزے کی پابند، شرعی پردہ کرنے والی وہ پاکباز لڑکی اپنے باپ اور بھائی کی بے غیرتی کا قرض چکانے کے لیے شیطان کے ہتھے چڑھ گئی۔ (ہاں قوم جب دیوث بن جائیں تو حوا کو ان کی بے غیرتیوں کے قرض چکانے پڑتے ہیں، عزتوں کے محافظ جب اپنے فرائض میں کوتاہی کریں تو ان کی "عزتوں" کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔)

بنتِ حوا حیا کو اپنا لے تو جنت کی سردار اور حیا کو ترک کر دے تو شیطان کی آلہ کار بن جاتی ہے۔ اپنے سرپرستوں کو گھسیٹ کر جہنم میں لے جانے والی۔

اس لڑکے کے ساتھ نکاح نہ کرنے کی صورت میں اس لڑکی نے اپنے والدین کو خودکشی کی دھمکی دی تھی، جوان بیٹی جب مقابل آ جائے تو باغیرت والدین جیتے جی مر جایا کرتے ہیں۔

لیکن یہاں تو والدین بھی برابر کے قصوروار تھے اور پھر انہیں مجبور ہو کر اسے اسی لڑکے کے ساتھ رخصت کرنا پڑا تھا۔

قارئین! آپ کو بھی لگتا ہے کہ کہانی اپنے انجام کو پہنچی؟

نہیں

کہانی کا آغاز تو اب ہوگا۔

ایک نئی کہانی کا

وہ کہانی جو مکافاتِ عمل کے طور پر جنم لیا کرتی ہے۔

کرنے والا بھول جاتا ہے، لیکن میرا رب کبھی نہیں بھولتا، اس لیے کہ وہ ظالم نہیں ہے۔

اور اس کا وعدہ ہے ہر ایک کو اپنا بوجھ خود اٹھانا ہے، اتنا ہی جتنا وہ اس میں حصہ دار رہا......!!

اور اے بنات آدم!

اپنے رب سے اپنی ہدایت کا سوال کرتے ایک اور سوال بھی ضرور کیا کریں:

بھرے بازار میں میری چادر کی نیلامی ہو
مرے مالک! مرے قوم کو دیوث نہ ہونے دے

کیا ہماری زندگی سنت نبوی کے مطابق ہے؟؟؟

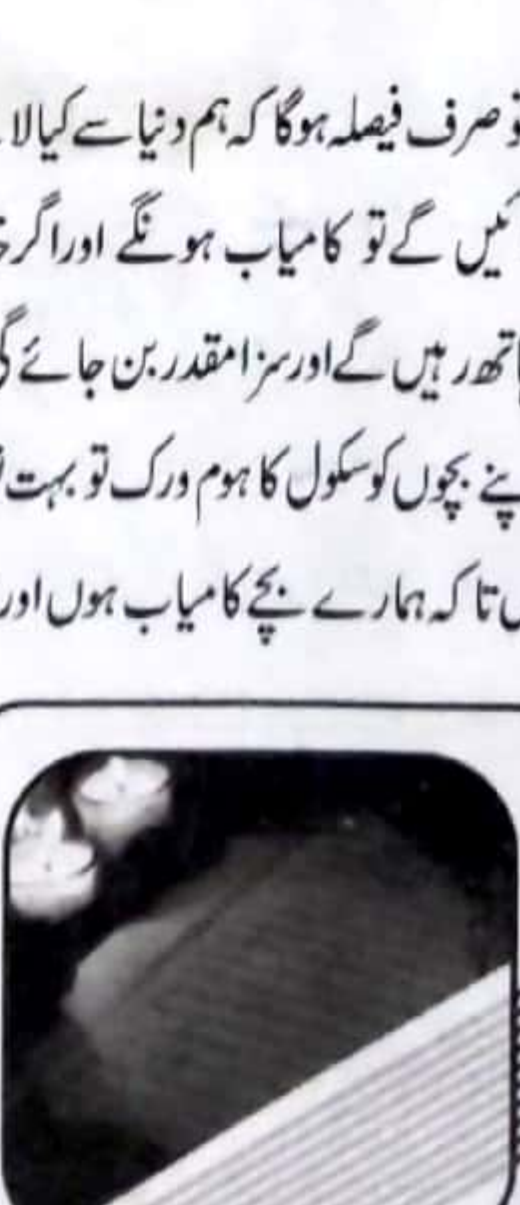

تذکیۂ نفس

ڈاکٹر آمنہ

"لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة." ﴿سورة احزاب﴾

"یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی حیات طیبہ میں اچھا نمونہ ہے۔"

آج تک جتنے بھی انبیاء اکرامؑ اس دنیا میں تشریف لائے ان کی زندگیاں تمام انسانوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں، مگر مثالی اور قابل تقلید زندگی جو تمام شعبۂ زندگی پر محیط ہے وہ صرف اور صرف نبی آخرالزماں سیدنا محمد ﷺ کی پاکیزہ اور مبارک زندگی ہے۔

جن لوگوں نے آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے نظام حیات کو اپنایا تو وہ دنیا اور آخرت میں کامیاب وکامران ہوئے اور جنھوں نے اس نظام کو پس پشت ڈال دیا وہ لوگ تو ہمارے سامنے ہیں جو ہر طرح کی ضرورت کے لیے غیر مسلموں کے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہیں۔

آج! اگر مسلمان قوم تباہی و بربادی کی طرف گامزن ہے تو اس کی سب سے بڑی اور اہم وجہ ایک ہی ہے اور وہ ہے سنت نبوی ﷺ سے دوری۔

لوگوں نے خود کو مختلف فرقوں میں بانٹ لیا اور اسی کو اپنی پہچان بنالیا۔ لیکن ایک بات جو ہمیشہ میرے ذہن میں رہتی ہے کہ لوگ یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہم سب مسلمان ہیں؟ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا کوئی فرقہ نہیں تھا وہ بھی تو مسلمان تھے اور ان کا دین اسلام تھا پھر ہم کیوں فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے ہیں؟؟

ہمارا دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور آپ ﷺ کی سنت ہمارے لیے اچھا نمونہ ہے تو کیوں نہ ہم قرآن اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق چل کر ٹھیک ہو جائیں۔ کیوں نہ ہم تمام فرقوں اور گروہوں کو چھوڑ کر سچے مسلمان ہو جائیں کیوں کہ اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

اس افراتفری کے دور میں جب ہر انسان سکون کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے وہ سکون کے لیے ہر برے سے برا طریقہ اپنانے کو تیار ہے۔

اکثر لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ موسیقی روح کی غذا ہے جبکہ روح کی غذا تو صرف اللہ کا ذکر ہے تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ جتنا سکون اللہ کا ذکر اور عبادت کرنے میں ہے دنیا کی کسی چیز میں نہیں ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"الا بذکر الله تطمئن القلوب." ﴿الرعد﴾

"سن رکھو دلوں کا اطمینان تو اللہ کے ذکر ہی میں ہے۔"

ہم دنیا کو حاصل کرنے کے لیے سخت محنت کر رہے ہیں اور آخرت کو مقدر پر چھوڑ بیٹھ جاتے ہیں لیکن دنیا تو مقدر سے ملتی ہے اور آخرت کے لیے سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔

کہتے ہیں کہ دنیا سے ہر کوئی خالی ہاتھ جائے گا میرے نزدیک یہ بات غلط ہے۔ وہ مال واسباب سے خالی جائے گا، عمل کے اعتبار سے نہیں۔ دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے جو اس میں بویا جائے گا، وہی آخرت میں کاٹنا پڑے گا۔

آخرت کی زندگی میں تو صرف فیصلہ ہوگا کہ ہم دنیا سے کیا لائے ہیں؟ اگر نیک اعمال لے کر جائیں گے تو کامیاب ہونگے اور اگر خالی ہاتھ جائیں گے تو وہاں بھی خالی ہاتھ رہیں گے اور سزا مقدر بن جائے گی۔

مثال کے طور پر ہم اپنے بچوں کو سکول کا ہوم ورک تو بہت توجہ سے کرواتے ہیں، ٹیوشن بھیجتے ہیں تا کہ ہمارے بچے کامیاب ہوں اور ان کا استاد ان کو سزا نہ دے۔

لیکن وہ ہوم ورک جو ہمارے مالک نے ہمیں دیا اس پر تو کوئی توجہ نہیں دیتے اور نہ اس کے لیے ٹیوشن لیتے ہیں۔ کیا اس مالک یا استاد کا ہمیں خوف نہیں کہ اگر ہم وہاں کامیاب نہ ہوئے تو ذلت اور ناکامی ہمارا مقدر بن جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں سلیبس کے طور پر قرآن مجید عطا کیا ہے اور نبی کریم ﷺ اس کا عملی نمونہ ہیں اگر ہم اس پر عمل کریں گے تو ہمارا مالک ہمیں انعام کے طور پر جنت میں داخل کرے گا، ورنہ دنیا میں عیش کرنے کی صورت میں ہمارا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور جہنم کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

"نہ زندہ رکھے اور نہ مرنے دے۔"

نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ:

"میں تم لوگوں میں دو ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم ان پر عمل کرو گے تو کامیاب رہو گے اور وہ ہیں کتاب اللہ اور حدیث۔"

تو کیا ہم ان پر عمل کر رہے ہیں کیا ہم جو نماز پڑھتے ہیں اس طرح نماز پڑھنے کا حق ادا ہو جاتا ہے کیا ہم روزہ اور حج خالص اللہ کے لیے کرتے ہیں بہت سے لوگ بلکہ اکثر تو صرف دکھاوے کے لیے کام کرتے ہیں۔

ایک چیز جو ہم میں سب سے زیادہ ہے وہ ہے شرک جب ہم شرک کرتے ہیں خواہ وہ کسی بھی صورت میں ہو تو ہم لوگوں کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ وہ شرک ہے، جیسے قبروں کو پوجتے ہیں اور تمام حاجات مردوں سے مانگتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اس شخص سے بہکا ہوا انسان اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے، بلکہ وہ اس سے بھی بے خبر ہیں کہ پکارنے والے ان کو پکار رہے ہیں۔" ﴿الاحقاف﴾

تو آج ہم اپنا موازنہ نہ کریں کہ ہم کہاں تک عمل کر رہے ہیں؟ اگر ہم صرف قرآن پاک پڑھتے رہے اور اس پر عمل نہ کیا تو تباہی ہی ہمارا مقدر ہوگی۔

اللہ ہمیں سنت نبوی ﷺ پر چلنے کی توفیق دے ﴿آمین﴾

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم٥

کیا ہم بدل گئے ہیں؟

چیزوں کا حسن ان کا اپنی اصل کارکردگی پر قائم رہنے میں ہی ہوتا ہے۔ جیسے ہی کوئی چیز اپنی اصل کارکردگی سے منحرف ہوتی ہے ویسے ہی اس کی قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے۔ اس کے استعمال اور اس کے بارے میں گفتگو میں کوئی دلچسپی نہیں رہتی کیونکہ جس مقصد کے لیے اس کی تخلیق ہوئی تھی اسے پورا کرنے میں کوتاہی برتی جا رہی ہے۔

یہی حال انسان کا ہے اس کے سینے میں دھڑکنے والا "دل" ہی اس کی اصل کارکردگی کی نشاندہی کرتا ہے۔ اگر دل خالص اللہ کے لیے ہے تو انسان کی کارکردگی اعلیٰ ہے، اللہ اور اس کے بندوں کے ہاں...... لیکن اگر دل خواہشات نفس کا اسیر ہے تو وہ ناپسندیدہ ہے، اللہ اور اس کے بندوں کے ہاں۔

دل ہی وہ مقام ہے جہاں سے محبت پھوٹتی ہے، ایثار و قربانی جنم لیتی ہے، عزم و استقلال کی ڈھال ملتی ہے، جرأت و شجاعت کے فیصلے کئے جاتے ہیں، عاجزی و انکساری قدم چومتی ہے، اطاعت و فرمانبرداری کی لگن ملتی ہے، سچائی کا اعزاز ملتا ہے، امانت کا احساس جاگتا ہے، خیر خواہی کی جستجو ہوتی ہے، صبر و شکر میسر آتے ہیں، اخلاص کے پھول کھلتے ہیں اور استقامت بامراد ٹھہرتی ہے۔

لیکن جب "دل" کی کڑی نگرانی نہ کی جائے تو اس پر زنگ چڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ بدگمانیوں کی دلدل بن جاتی ہے، حرص و ہوس کے جنگل اگنے لگتے ہیں، نفرتوں کے زہر پھیلتے ہیں، بے ایمانی اور ظلم کے بازار گرم ہوتے ہیں، غفلتوں کی چادر تن جاتی ہے، بے حسی غلبہ پا لیتی ہے، کینہ جڑ پکڑتا ہے، بخل سے دل تنگ پڑنے لگتا ہے، اور طمع سے "مزید" کی طلب بڑھتی چلی جاتی ہے، سرکشی کا دور دورہ ہوتا ہے اور بے دینی حاوی ہونے لگتی ہے......

تو ایسے میں کہاں اللہ پسند کرے اور کہاں اس کے بندے۔ دراصل زمانہ حال میں جو چیز "دل" کو اس کے منہج سے ہٹا رہی ہے وہ "حب مال" ہے اور (یاد رہے "مال" میں ہر وہ شے آئے گی جس سے انسانی زندگی کو مادی فائدہ پہنچتا ہو) اس دنیا کو رنگین سمجھتے ہوئے "مزید" سے "مزید تر" کی چاہ ہے۔

یہاں ہر نعمت مجھے مل جائے،
یہاں کا سکوں مجھے میسر ہو،
میری عزت ہو، میرا نام بن جائے۔

یہی ہمارے تفکرات ہیں اور اسی کے متعلق کوشش!!!!

اور ایک بڑی وجہ وسائل کی فراوانی ہے۔

کہاں کبھی یہ "دل" محدود وسائل میں رہ کر بھی اللہ کی بندگی پر ہر دم آمادہ رہتا اور کہاں آج لامحدود وسائل کی موجودگی بھی دل کو "رجوع الی اللہ" سے بے خبر کیے ہوئے ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ سہولتوں کو پا کر اپنے "دین" میں مزید نکھار لاتے لیکن ہم نے ان کو پا کر اپنے "دین" کو ہی گدلا کرنا شروع کر دیا۔

مزید برآں انہی وسائل کی فراوانی انسان میں عقیدہ آخرت کو کمزور کر رہی ہے۔ وہ بھولتا جا رہا ہے کہ مجھے اللہ کے سامنے مال، دل، زندگی، وقت، علم ان سب کے بارے میں جواب دہ ہونا ہے۔ کہ کیا ان کو ضائع ہی کرتے رہے یا فائدہ بھی اٹھایا......

اک "دل" کی کارکردگی کیا بگڑی، زندگی کا نقشہ، اس کا نظام ہی بدل گیا، دوسروں کی کیا انسان اپنی پہچان ہی بھول گیا۔ گویا اس کو ہوش ہی نہیں کہ اس کا "مقصد حیات" کیا تھا اور وہ آج کس کو "مقصد حیات" بنائے ہوئے ہے۔

معزز قارئین!

آج ہمارے رویے ہی ہمیں اپنے دین اسلام سے اس قدر دور کر چکے ہیں کہ ہمیں کفار کے دین اسلام اور محمد ﷺ کی ناموس پر پے در پے حملے بھی جھنجھوڑ نہیں رہے، ہم دلوں کو پتھر کیے سب دیکھتے چلے جا رہے ہیں، سب سنتے چلے جا رہے ہیں گویا یہ "ہمارا مسئلہ" ہی نہیں!

دین کے ساتھ ہماری یہ غیر سنجیدگی اللہ کو پسند نہیں۔ اگر ہم اللہ کو بھول کر خوش ہو جانے والا مزاج پائیں گے تو اللہ بھی ہمیں بھول جائے گا......

"واذکرونی اذکرکم واشکرولی ولا تکفرونo"

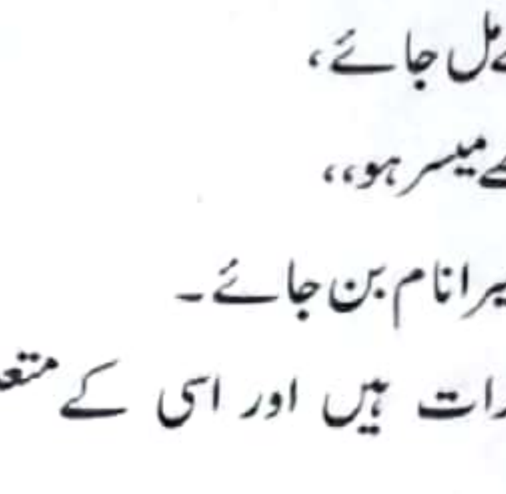

تطہیر قلب

مسز عائشہ عائش

رسول اللہ ﷺ اور شہادت کے مسائل پر قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

کشمیریوں سے رشتہ کیا...... لا الٰہ الا اللہ

گوجرانوالہ مسجد اقصیٰ میں 23 دسمبر بروز اتوار شہدائے اسلام کانفرنس منعقد کی گئی۔ اجتماع گاہ کے چاروں طرف جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت پر مشتمل آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ کے بینرز ایک خوبصورت نظارہ دینے کے ساتھ ساتھ آنے والوں کے جذبات کو گرما رہے تھے۔

اجتماع گاہ کے استقبالیہ راستے پر اھلاً وسھلاً ومرحبا کے بینرز لہرا رہے تھے۔ شدید سردی اور گہری دھند میں لپٹے ہوئے راستے اور سڑکیں دیکھ کر لگتا تھا کہ اس موسم میں عورتیں تو کیا مرد بھی گھروں سے نکلنے کی ہمت نہیں کریں گے اور پھر جب کہ دن بھی چھٹی کا ہو۔

لیکن اقصیٰ مرکز دس بجے ہزاروں خواتین کی ہمت وحوصلہ اور جوش وجذبہ کی زندہ گواہی پیش کر رہا تھا گوجرانوالہ شہر نے کشمیر کے لالہ زاروں اور مرغزاروں، چشموں، برفانی چوٹیوں اور گہری گھاٹیوں میں خون پیش کرنے والے چار سو سے زائد شہداء کا شہر ہونے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔

جس میں ایسے گھرانے اور خاندان بھی شامل ہیں جن کے دو دو چار چار شہداء اور ایک ایسا گھرانہ بھی ہے، جن کے سات جری نوجوان کشمیر کے مظلوم ومحکوم مسلمانوں کی مدد کے لیے کشمیر پہنچ کر باری باری جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔

ابو صخر شہید بھی اسی گھرانے کا نوجوان ہے جو گزشتہ سال اپنے چھٹے بچے کی ولادت سے دو ماہ قبل شہادت کے مرتبے سے سرفراز ہوا۔

ان کم وبیش چار سو سے زائد شہداء کی ماؤں بہنوں نے موسم کی سختی سے قطع نظر اور بے نیاز ہو کر یہ بتا دیا تھا کہ جہاد کے راستوں پر چلنے والوں کے ورثاء اور لواحقین کے پائے استقامت میں کوئی لرزش پیدا نہیں ہوئی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

آپا ام عابد صاحبہ مسئولہ ضلع گوجرانوالہ سٹیج پر تشریف لائیں اور ان کی اجازت سے قاریہ رضیہ نے تلاوت کلام پاک پیش کی۔ اس کے بعد فقیہا نے نعتِ رسول مقبول ﷺ پیش کی۔

حمد باری تعالیٰ کے بعد دو شہداء کی بہن طوبیٰ اقبال نے ترانہ پیش کیا۔

ہم سب محمدی ہیں محمدیوں کا اعلان ہے
حرمت رسول ﷺ پر جان بھی قربان ہے

ترانہ کے بعد تحصیلی مسئولہ ام قاسم باجی صاحبہ نے حرمت

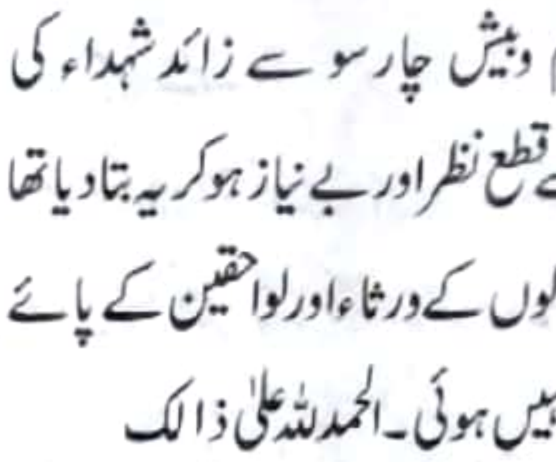

یوم یکجہتی کشمیر

مسفرہ اعظم

ام قاسم کے بعد صبا نے جہادی ترانہ پیش کیا جس سے خواتین کی توجہ اور انہماک میں زیادہ دلچسپی پیدا ہو گئی اور پھر وہ تحصیلی مسئولہ باجی ام خولہ صاحبہ کے خطاب کو سننے کے لیے مزید مستعد ہو گئیں۔ اب باجی ام خولہ نے اپنے خوبصورت جہادی جذبوں کے موتی الفاظ کی صورت میں پروتے ہوئے بہت مدلل گفتگو کی اور پاکستان کے اندر جہاد کر کے برائی کو ختم کرنے کے مجرمانہ اور پرفتن رجحان کی بڑھتی ہوئی تحریک کے نقصان پر بات کرتے ہوئے کہا کہ:

اگر کسی مجمع میں خطرناک جانور گھس آئے اور مجمع کی چیر پھاڑ شروع کر دے تو پہلے اس درندے کو مارا جائے گا جو جانوں کا نقصان کر رہا ہے ورنہ جانیں کیسے بچائی جائیں گی؟؟

اسی طرح اگر ہم بڑھتی ہوئی امریکی یلغار کا راستہ نہیں روکیں گے تو پھر امت مسلمہ اسی طرح کافروں کی دہشت گردی کے نتیجے میں تباہی وبربادی اور ذلت ورسوائی کی طرف بڑھتی چلی جائے گی۔

اس کے بعد ابوطلحہ جرار شہید کے بھتیجے نے پرجوش جہادی ترانہ پیش کیا:

اے غیرت مسلم للہ ذرا جاگ!

11 بج کر پینتالیس منٹ پر آپا ام حماد صاحبہ کو جہاد کشمیر میں ماؤں بہنوں کی قربانیاں اور وقت کے تقاضے کے موضوع پر گفتگو کی دعوت دی گئی۔

انہوں نے گوجرانوالہ گراؤنڈ میں اتنی کثیر تعداد میں جمع ہونے والی شہداء کی ماؤں بہنوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور آپا جی ام عابد کی محنت اور خلوص کو سراہتے ہوئے اپنے بیان کا آغاز کیا اور کہا کہ:

حافظ سعید صاحب کے سر کی قیمت لگانے والا امریکہ دیکھ بھی لے اور سن بھی لے کہ ان کے ایک سر کے لیے اسے کتنے سروں کی فصل کاٹنا پڑے گی۔ ہم بھارت، امریکہ اور اسرائیل کو نقشۂ پاکستان میں شامل کر دیں گے۔ ﴿انشاءاللہ﴾

بانئ پاکستان وادئ کشمیر میں

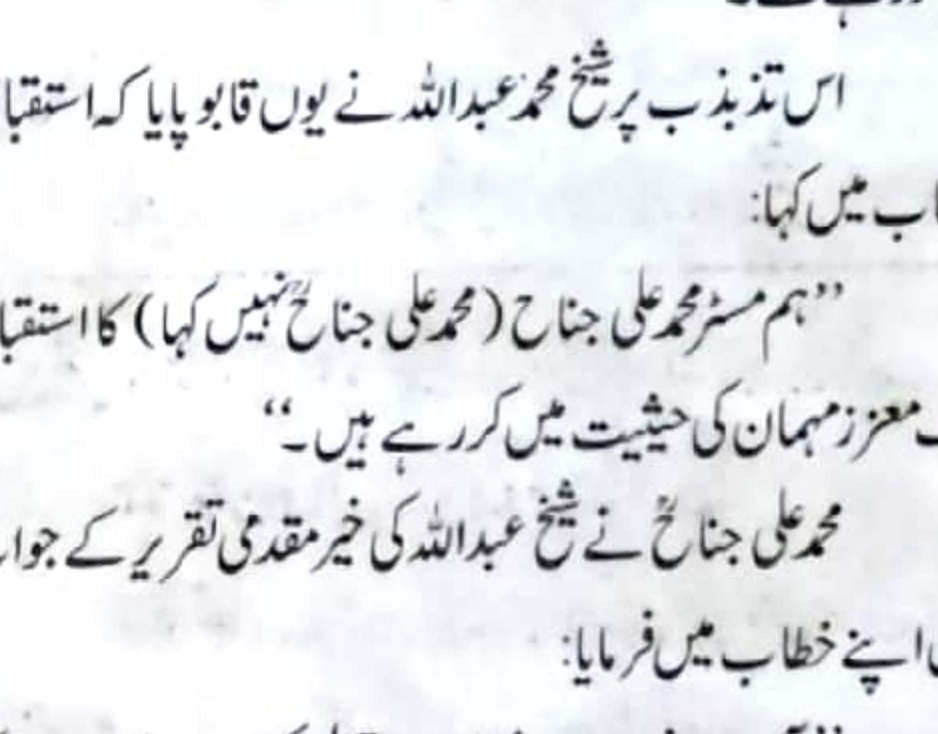

گوشۂ کشمیر

رشید ملک

بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ شیخ محمد عبداللہ نے بانی پاکستان محمد علی جناحؒ کو کشمیر کا سفر کرنے کی دعوت دی تھی۔

شیخ عبداللہ نے اپنے قریبی ساتھی خواجہ غلام محمد صادق نائب صدر اور مولوی سعید جنرل سیکرٹری نیشنل کانفرنس کو محمد علی جناحؒ کی خدمت میں لاہور بھیجا تھا کہ محمد علی جناحؒ کشمیر تشریف لائیں۔

محمد علی جناحؒ نے اپنے معتمد ساتھی چودھری غلام عباس سے ٹیلی فون پر مشورہ کیا۔ انہوں نے کہا:

''بسم اللہ! تشریف لائیں۔''

محمد علی جناحؒ 5 مئی 1944ء کو سیالکوٹ سے سوچیت گڑھ کے سرحدی قصبہ سے جموں کی سرحد میں داخل ہوئے

شیخ محمد عبداللہ کی طرف سے بخشی غلام محمد اور مولوی سعید استقبال کے لیے موجود تھے اور مسلم کانفرنس کے صدر چودھری غلام عباس اپنے قریبی ساتھی اے آر ساغر اور کارکنوں کے ساتھ بھی استقبال کے لیے موجود تھے۔ محمد علی جناحؒ کا پررونق و پرجوش جلوس جموں شہر کی بڑی سڑکوں سے گزر کر ریذیڈنسی سڑک پر واقع دو کمرہ کے ڈاک بنگلے پر ختم ہوا۔

یہاں پر سڑک سے لے کر ڈاک بنگلہ کی سیڑھیوں تک 20 فٹ کے فاصلہ پر گلاب کے پھولوں کی لڑیوں اور محبت سے بنا راستہ دیکھ کر محمد علی جناحؒ نے خوشی میں فرمایا:

''اوہ! یہ جنت ہے۔''

محمد علی جناحؒ نے ڈاک بنگلہ کے ساتھ ہی عیدگاہ میں جلسۂ عام سے خطاب فرمایا۔ اگلے دن محمد علی جناحؒ سری نگر کے لیے روانہ ہوئے، چودھری غلام عباس اور اے آر ساغر ان کے ہمراہ تھے۔ جموں سے سری نگر کا دو سو میل کا فاصلہ دو دنوں میں طے ہوتا تھا۔ پیر پنجال کے قدموں میں واقع بانہال کے قصبہ کے ڈاک بنگلہ میں محمد علی جناحؒ نے قیام کیا۔ اگلی صبح انہوں نے پیر پنجال کی تیرہ ہزار فٹ کی بلندی عبور کی اور پرلی طرف وادئ کشمیر میں اترے۔ یہاں سے کشمیر کی وسیع وادی، سرسبز و شاداب کھیتوں، گل لالہ اور بادام کے درختوں کے سفید شگوفوں سے بجی اپنی دلکشی لٹا رہی تھی۔ ہزاروں شہری سڑک پر استقبال کے لیے آئے تھے۔

محمد علی جناحؒ سیدھے سری نگر کے پرتاب پارک میں پہنچے، جہاں پر شیخ عبداللہ نے ان کے لیے استقبالیہ جلسہ کا اہتمام کیا تھا۔ شیخ عبداللہ ایک تذبذب میں مبتلا تھے کہ وہ کشمیری نژاد جواہر لال نہرو کے لسانی اور کانگریس کے سیکولر سیاسی رشتے میں بندھے تھے، لیکن استقبال آل انڈیا مسلم لیگ کے لیڈر محمد علی جناح کا کر رہے تھے۔

اس تذبذب پر شیخ محمد عبداللہ نے یوں قابو پایا کہ استقبالیہ خطاب میں کہا:

''ہم مسٹر محمد علی جناح (محمد علی جناحؒ نہیں کہا) کا استقبال ایک معزز مہمان کی حیثیت میں کر رہے ہیں۔''

محمد علی جناحؒ نے شیخ عبداللہ کی خیر مقدمی تقریر کے جواب میں اپنے خطاب میں فرمایا:

''آپ نے میرا جو شاہانہ استقبال کیا ہے، میں اس کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ استقبال محمد علی جناح کا استقبال نہیں، آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر کا استقبال ہے۔''

محمد علی جناحؒ نے اپنے خطاب میں ہندوستان کے مسلمانوں کی جدوجہد تحریک پاکستان کا مناسب ذکر کرنے کے بعد کشمیری مسلمانوں کو اپنی سیاسی جدوجہد جاری رکھنے کا حوصلہ دیا۔

یہاں سے محمد علی جناحؒ ایک دوسرے خوبصورت مقام درگجن میں تشریف لے گئے۔ یہاں پر مسلم کانفرنس کے صدر چودھری غلام عباس کے استقبالیہ جلسہ میں خطاب کیا اور قیام کے لیے ہاؤس بوٹ میں تشریف لے گئے۔ محمد علی جناحؒ دو ماہ تک سری نگر میں قیام پذیر رہے، انہوں نے ہر طبقۂ زندگی اور سیاست کے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور ان سے تبادلۂ خیال کیا۔

محمد علی جناحؒ نے اپنے ہاؤس بوٹ میں شیخ عبداللہ اور چودھری غلام عباس کی ملاقات بھی کرائی، لیکن شیخ عبداللہ کانگریس کے سیاسی رشتے سے الگ ہونے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ شیخ عبداللہ نے اپنے ساتھیوں کے ذریعے سرینگر کے مشہور امر سنگھ کلب میں محمد علی جناحؒ کو مدعو کیا، وہاں پر محمد علی جناحؒ سے شیخ عبداللہ کے ساتھی جیالال کی قیادت میں کارکنوں نے کھل کر گفتگو کی۔

بڑے دلچسپ سوالات و جوابات ہوئے۔ محمد علی جناحؒ نے سوال کیا کہ کتنے غیر مسلم نیشنل کانفرنس میں شامل ہوئے ہیں؟

جیالال اس سوال پر چپ ہو گئے، کیونکہ کشمیر میں 98 فیصد مسلمانوں کی آبادی میں غیر مسلم آٹے میں نمک کے برابر تھے۔ ان میں سے بھی جیالال کے دو تین ساتھیوں کے سوا کوئی بھی نیشنل کانفرنس میں شامل نہیں ہوا تھا۔ جموں کے صوبہ میں مسلمانوں کی 67 فیصد آبادی اور ہندوؤں کی 33 فیصد آبادی میں نیشنل کانفرنس کا وجود ہی نہیں تھا۔ 26 جون 1944ء کو پتھر مسجد سرینگر میں مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے محمد علی جناحؒ نے اپنا فیصلہ صادر فرمایا کہ:

''کشمیری مسلمان اپنی جماعت مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے اپنے سیاسی حقوق کی جدوجہد جاری رکھیں، اقلیتوں کی حمایت بھی حاصل کریں۔''

محمد علی جناحؒ نے شیخ عبداللہ کی تھیوری کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ:

''شیخ عبداللہ کی سیاست وہ سیاست ہے جو کانگریس ہندوستان میں مسلمانوں سے کرتی ہے۔ یہ منافقت کی سیاست ہے، میں منافقت کی سیاست نہیں کرتا۔''

چودھری غلام عباس جو سالانہ اجلاس کی صدارت کر رہے تھے اور میر واعظ یوسف شاہ ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، کو مخاطب کرتے ہوئے شہادت کی انگلی اٹھاتے ہوئے کہا:

''غلام عباس ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کی ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں، مسلم لیگ کی ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں اور میری ہمدردیاں تمہارے ساتھ ہیں۔''

محمد علی جناحؒ نے جولائی کے آغاز میں سرینگر سے واپسی کا سفر اوڑی مظفرآباد کے راستے اختیار کیا۔ سوپورہ، بارہ مولہ اور اوڑی میں مسلم کانفرنس کے استقبالیہ جلسوں سے محمد علی جناحؒ نے خطاب کیا۔

مظفرآباد میں مسلم کانفرنس اور نیشنل کانفرنس کے کارکنوں نے محمد علی جناحؒ کا استقبال کیا۔ اگلے ہی روز محمد علی جناحؒ نے خود اپنی طرف سے کارکنوں کے اعزاز میں ضیافت کا انتظام کیا اور پھر مظفرآباد سے راولپنڈی کی طرف روانہ ہو گئے۔

پیارے بچو! آج ہم آپ کو فلسطینی بچوں کے بارے میں بتائیں گے۔

اسرائیلی مظالم نے لاکھوں معصوم بچوں کو ذہنی مریض بنادیا ہے اور وہ اپنا ذہنی توازن کھو چکے ہیں۔

یاد رہے کہ اسرائیلی افواج نے 14 سے 21 نومبر کے درمیان غزہ کی پٹی پر حملہ کر کے 180 سے زائد افراد کو شہید اور 1300 سے زائد کو زخمی کر دیا تھا۔

ان شہید اور زخمی ہونے والوں میں زیادہ تعداد دس سال سے کم عمر بچوں کی تھی، جبکہ خواتین اور مرد اتنی تعداد میں نہیں تھے۔

زخمی ہونے سے بچنے والے 545 بچوں کے جو انٹرویو لیے گئے، اس سے اندازہ لگایا گیا کہ 90 فیصد سے زائد بچے خوف وہراس کا شکار ہیں۔

ہر بچہ ماں باپ کی آنکھوں کا تارا ہوتا ہے۔ وہ گیارہ ماہ کا معصوم بچہ جس کی سیاہ آنکھیں، ہونٹوں پر مسکان، چھوٹی سی ناک اور سرخ گالوں کو دیکھ کر بے ساختہ پیار آتا تھا، چندروز قبل اسرائیلی مظالم کی نذر ہو گیا۔

اس کا باپ اس کی لاش اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے اور آنکھوں میں آنسو لیے ہوئے احتجاج کر رہا تھا:

ظالمو! اس معصوم کا کیا قصور تھا کہ اسے اس بے دردی سے ختم کیا؟ کس جرم کی سزا دی؟ میرے بچے نے تو ابھی مسکرانا شروع کیا تھا، ابھی تو اس نے امی ابو کہنا سیکھا تھا اور اب اس کا گول چہرہ آگ میں جھلس چکا ہے، اس کے بال خون سے بھرے ہوئے ہیں اور سیاہ چمکدار آنکھیں بے نور ہو چکی ہیں۔

گیارہ ماہ کے اس بچے کی لاش پوری دنیا کے لیے سوالیہ نشان بنی ہوئی..... آخر کب تک اس درندگی سے چشم پوشی کی جاتی رہے گی؟

وہ بچہ جس کا سر کٹ کر تن سے جدا ہو چکا تھا اور اس کا بھائی چلا چلا کر اپنے باپ سے پوچھ رہا تھا کہ میرا بھائی مجھے چھوڑ کر کہاں چلا گیا ہے؟ مجھے اس کے ساتھ کھیلنا ہے۔

اور وہ باپ جو غزہ کے شفاء ہسپتال میں ایک مریض کا علاج کرنے گیا تو وہاں اپنے بیٹے کو مردہ حالت میں دیکھ کر اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔

صیہونی اور اسرائیلی مظالم کے ایسے بے شمار واقعات ہیں جن کو احاطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے اور صرف فلسطین میں ہی نہیں بلکہ عراق، برما، کشمیر، بوسنیا وغیرہ میں بھی ایسے ہی حالات ہیں۔

لیکن ان معصوم بچوں کے زخمی وجود اور بکھرتی لاشوں کو دیکھ کر بھی مسلم امہ اس سلسلے میں کوئی جاندار کردار ادا نہیں کر رہی۔ 56 سے زائد اسلامی ممالک میں سے کسی کی غیرتِ ایمانی نہیں جاگی اور سب محوِ خوابِ غفلت ہیں۔

آج ان معصوم و مظلوم بچوں کو ہماری ضرورت ہے۔ آخر یہ وسائل اور افواج کس کام کے جو کسی مسلمان پر ہونے والے ظلم کا مداوا نہ کر سکیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کے لیے یکجا ہو کر کوئی عملی قدم اٹھائیں اور ان کے لیے جانی و مالی ہر قسم کی قربانیاں پیش کریں۔

؎ یہ تو سچ ہے کہ اندھیروں کا تسلط ہے مگر
شمعیں بجھنے نہ دو ظلم کے ایوانوں میں
آندھیاں جبر و تشدد کی بہت تیز سہی
وہ دیپ تم ہو جنہیں جلنا ہے طوفانوں میں

﴿مسفرہ اعظم﴾

"خیرکم من تعلم القرآن وعلمه"

❁Names Of Surah's❁

51: سورۃ الذٰریٰت۔

The Winds that scatter.

(اڑ کر بکھیرنے والی ہوائیں)

52: سورۃ الطور

The Mount.(کوہِ طور/ پہاڑ)

53: سورۃ النجم

The Star.(ستارہ)

54: سورۃ القمر

The Moon.(چاند)

55: سورۃ الرحمان

The Most Gracious.

نہایت مہربان/رحیم

سنہری باتیں

۞......انسان بہت کچھ تقدیر پر جبکہ تقدیر بہت کچھ انسان پر چھوڑتی ہے۔

۞......ناکامی کے اسباب ہمیشہ آدمی کے اندر ہوتے ہیں مگر وہ انہیں دوسروں میں تلاش کرتا ہے۔

۞......معاشرہ پر تمہارا اس سے بڑا احسان اور کوئی نہیں ہوگا کہ تم خود سنور جاؤ۔

۞......جو اللہ تعالیٰ کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔

۞......مومن کو اتنا علم کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

۞......جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے اس کا ذمہ دار وہ خود ہوتا ہے۔

﴿محمد علیم نظامی﴾

ooo

میرے پسندیدہ اشعار

بیٹیاں برباد ہیں بنگال میں کشمیر میں
جوش کیوں آتا نہیں اسلام کی شمشیر میں

﴿شبیلہ، عدیلہ۔ چھونا والا بہاولپور﴾

یارانِ جہاں کہتے ہیں کشمیر ہے جنت
جنت کسی کافر کو ملی ہے نہ ملے گی

﴿مصباح یونس اوکاڑہ/ شنا روشن۔ لاہور﴾

روس کے ٹکڑے کرنے والے ہند کو توڑ کے رکھ دیں گے
کشمیر کی جانب اٹھنے والی آنکھیں پھوڑ کے رکھ دیں گے

﴿تنزیلہ ناہید۔ صفدر آباد﴾

لہو برسا، بہے آنسو، کٹے رشتے، لٹے راہرو
مگر ابھی تک نامکمل ہے تعبیرِ آزادی

﴿خنساء اکرم، لائبہ اکرم۔ ننکانہ﴾

ooo

"کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں"

وضو کی سنتیں

4۔ چہرہ دھونے سے پہلے کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا۔

5۔ بائیں ہاتھ کے ساتھ ناک جھاڑنا۔

ایک حدیث میں ہے:

"آپ ﷺ نے پہلے اپنی ہتھیلیوں کو تین مرتبہ دھویا، پھر کلی کی، پھر ناک میں پانی ڈالا اور اسے جھاڑا۔ پھر اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا۔" ﴿صحیح بخاری و مسلم﴾

6۔ کلی اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا۔

حدیثِ مبارکہ ہے:

"اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرو (ناک کے آخری حصے تک پانی پہنچانا)، الا یہ کہ تم روزہ دار ہو۔"

﴿سنن اربعہ﴾

ooo

معلومات کشمیر

آزاد جموں و کشمیر کے 8 ضلع اور 2 تحصیلیں ہیں، مقبوضہ کشمیر کا بلحاظِ آبادی سب سے بڑا ضلع سری نگر ہے۔

جنوری 1989ء تا جون 2010ء

کشمیر میں بھارتی مظالم

کل شہادتیں	93274
حراستی شہادتیں	6969
تباہ شدہ عمارتیں	105861
گرفتاریاں	117345
بیوہ	22725
معذور بچے	103751

﴿عبداللہ، تحریم، آمنہ، حسان۔ فیصل آباد﴾

ooo

میرا پسندیدہ جملہ

✷ کشمیر کے مسائل کو جلد حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، کیونکہ مسائل کے حل میں تاخیر بدگمانیوں کو جنم دیتی ہے۔

﴿حاشیہ یاسین۔ سیالکوٹ﴾

✷ جذبۂ ایمانی سے سرشار کشمیر کا جوان آج بھی لہو کی سرخی سے سنورتا ہے۔ ﴿بنتِ ثناء اللہ۔ گوجرانوالہ﴾

✷ آدمی کا تنہا بیٹھنا برے ہم نشین کے ساتھ بیٹھنے سے بہتر ہے۔ ﴿آصف رشید۔ ایلاں والی کڑیال﴾

ooo

معلومات

کیا آپ جانتے ہیں......؟؟؟

☆ اسپین پر سب سے پہلا حملہ طارق بن زیادؒ نے 711ء میں کیا۔

☆ سندھ پر پہلا حملہ محمد بن قاسمؒ نے 712ء میں کیا۔

☆ قسطنطنیہ سلطان محمد ثانی فاتح نے 1453ء میں فتح کیا۔

☆ مراکش 1550ء میں فتح ہوا۔

☆ مدائن کے ایوان کسریٰ میں جمعہ کی نماز 637ء میں ادا کی گئی۔

﴿انتخاب: ناعمہ اسلم، فاطمہ اسلم۔ چک 17﴾

ooo

مدعا کیا ہے؟؟؟

۞ بچوں کی دنیا میں صحابہ اکرامؓ کے واقعات شائع کیے جائیں۔ ﴿ایمان، ہادیہ۔ لاہور، راؤ بابر، چونیاں﴾

۞ آپی علماء کرام کے انٹرویو دیا کریں۔ ﴿محمد افتخار فاروق۔ جھنگ﴾

۞ آرٹ کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ ﴿اخت حافظ محمد طیب طاہر۔ بھوماباٹھ﴾

۞ آپی! ہر ماہ اپنے کالم میں جہادی ترانہ دیا کریں۔ ﴿عمیر اعظم۔ منڈیکی بیریاں﴾

۞ آپی! نماز کی ترغیب دلایا کریں، تاکہ بچے نماز ادا کریں۔ ﴿آصف 77 لوکے کھڑیانوالہ﴾

ooo

دیگر بچوں کے نام

فاطمہ علی بیگ، ادیبہ آزاد کشمیر، محمد نعمان قریشی حیدر آباد، محمد فہیم لاہور، ابوار باز مردان، منتقمی سندھو چیچہ وطنی، حرمین شاہد لیہ، ردا انعم چک جھمرہ فیصل آباد، رانا عثمان تاج ڈھولن، ماہم حافظ آباد، صبا اسلم منڈیکی، اخت عمر شفیق، ساریہ افضل حافظ آباد، عبداللہ انس چیمہ فیصل آباد، اخت صہیب الحسن۔

خُراسان، اصفہان اور ہندوستان......

لشکرِ مہدی، یہود و ہنود

پسِ منظر و پیش منظر:

پاکستان اور اسلامی ممالک کی موجودہ رو بہ زوال سیاسی و اقتصادی صورتِ حال کو سمجھنے کے لیے ہمیں اُن احادیث کو پیشِ نظر رکھنا ہوگا، جن کا مفہوم کچھ اس طرح ہے۔

احمد، ترمذی اور نعیم بن حماد رحمہم اللہ نے اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

''خُراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے اور اِن کو کوئی چیز نہیں روک سکے گی، یہاں تک کہ وہ ایلیا (بیت المقدس) میں پہنچ جائیں گے۔'' ﴿''خُراسان'' پاکستان کے شمالی علاقے اور افغانستان اور پھر ہر قسم کے نقصان اٹھانے کے باوجود اِن علاقوں میں عربوں کا قیام﴾

یہی وجہ ہے کہ آج صیہونیت اس علاقے میں اپنی پوری قوت کے ساتھ اپنے گماشتوں (زرخرید غلام حکمرانوں) کی مدد سے مسلمانوں اور خاص کر مجاہدین کے خلاف پوری قوت کے ساتھ صف آرا ہے، کیونکہ یہ ایک عسکری حکمتِ عملی Military Strategy ہوتی ہے کہ'' کوشش کرو کہ دشمن کا سامنا کرنے سے پہلے اُس کی قوت کو اپنے Agents یا پیشگی دستوں کی مدد سے کمزور کیا جائے تا کہ ان کا لڑنے کا حوصلہ Military Moral پست ہو جائے اور اُس کی افرادی قوت و سامانِ حرب کو زیادہ سے زیادہ کم کیا جا سکے۔''

لامحالہ یہی کھیل پاکستان کے شمالی علاقوں اور عرب خطوں میں بالخصوص (شام) میں انتہائی بھیانک طریقے سے کھیلا جا رہا ہے، جس میں اپنے آپ کو مہذب Well civilised کہلانے والے یعنی یورپ، امریکا اور روس کے (مادر پدر آزاد) حکمران براہِ راست ملوث ہیں۔

چودہ سو سال پہلے کس شاندار اسلوب میں پیغمبرِ خدا حضرت محمد ﷺ نے اِن کے گٹھ جوڑ کو طشت از بام کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

''الکفر ملۃٌ واحدۃ۔''

''سارا کفر ایک ہی ملت ہے۔''

کتنی عجیب بات ہے کہ شام میں سب سے زیادہ متاثر ہونے والے علاقے حماہ، حمص، ادلیب، درعا اور دمشق اکثریتی سنی علاقے ہیں اور حلب شہر جس سے چند کلومیٹر (تقریباً 50 سے 60 کلومیٹر) کے فاصلے پر ''دابق یا اعماق'' نامی علاقہ شروع ہو جاتا ہے، جہاں پر مسلمانوں اور کفار کے درمیان ایک فیصلہ کن لڑائی ہونی ہے۔

اسلام میں اس معرکہ کی کیا اہمیت ہے، اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی، جب تک رومیوں کا لشکر اعماق یا دابق میں فروکش نہ ہو جائے۔ ان کے مقابلے کے لیے مدینہ سے ایک لشکر نکلے گا جو اس زمانہ کے بہترین لوگوں پر مشتمل ہو گا، چنانچہ جب لڑائی شروع ہو جائے گی تو ایک تہائی شکست کھا جائیں گے (بھاگ جائیں گے) اور اللہ کبھی ان کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔ ایک تہائی قتل ہو جائیں گے، جو اللہ کے نزدیک (بہترین شہداء) شمار ہوں گے اور ایک تہائی فتح حاصل کریں گے...... انہیں کبھی بھی آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا، وہ قسطنطنیہ فتح کریں گے۔''

ایک بات ہمیشہ پیشِ نظر رہے کہ یہ شام ہی کی سرزمین ہے جہاں صیہونیوں اور ان کے سرغنہ (دجال) اور مسلمانوں کے درمیان حتمی فیصلہ ہونا ہے، یعنی اسی سرزمین سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دجال کا پیچھا کرنا ہے، جو اُس کی موت پر ختم ہوگا اور یہ موت امریکا کی ناجائز ریاست اسرائیل کے علاقے ''لد'' (جو کہ اسرائیل کا ایک عسکری

عالمِ اسلام

ابو خالد ملک

علاقہ اور ائیر پورٹ ہے) میں واقع ہو گی۔ یہیں سے یہودیوں کا زوال شروع ہوگا اور انسانیت سکھ کا سانس لے گی۔

میں سمجھتی ہوں کہ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ اس سلسلے میں ہم مسلمان قوم اور حکمرانوں سے زیادہ صہیونی ان احادیث کا ادراک رکھتے ہیں، کیونکہ ان احادیث میں اُن کے زوال کی نشاندہی کی گئی ہے...... اسی لیے وہ یہ سب کچھ پیش بندی کے طور پر کر رہے ہیں۔

سازش سے پردہ اٹھتا ہے:

پھر ان احادیث میں تین قوموں یا تین علاقوں کی واضح نشاندہی کی گئی ہے، جس میں ایک قوم (یعنی لشکر خُراسان و امام مہدی علیہ السلام کے عروج) اور دو قوموں کی یعنی (یہود و ہنود کی شکست و زوال) کا بہت واضح الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تمام کفار مجاہدین کے خلاف اکٹھے ہو چکے ہیں اور اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ جب صہیونیوں نے اسلام اور مجاہدین کے خلاف موجودہ CRUSADES (دراصل دجالی جنگوں) کا آغاز کیا تو ایک سوچی سمجھی صیہونی سازش کے تحت مجاہدین کو دہشت گرد ڈکلیئر کیا گیا، تاکہ مجاہدین، مسلمانوں اور علماءِ دین کے درمیان فتنہ وفساد و گروہ بندی اور تفریق پیدا کی جا سکے۔

عام مسلمان و علماءِ دین ہمیشہ مجاہدین و جہاد کے حوالے سے شکوک و شبہات کا شکار رہیں اور مسلمانوں کی باہمی افراتفری و نا اتفاقی سے اسلام کے خلاف جنگوں میں فائدہ اٹھایا جاسکے اور جس کا عملی مظاہرہ آئے روز ہم اپنے ملک، شمالی علاقہ جات اور عالمِ اسلام میں دیکھ رہے ہیں۔

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے ایک اتفاق بڑا عجیب لگتا ہے کہ جب اسلام و جہاد اپنے پورے جاہ و جلال میں آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا تو اُس وقت ملعون عبداللہ بن سباء نے اس بنیاد کو کھوکھلا کرنے اور رافضیوں کو خروج و بغاوت پر آمادہ کیا اور توحید کے علمبردار و شہادت کے متمنی خالص قرآن و سنت کی بنیاد پر اسلامی مملکتوں کی بنیاد رکھ رہے تھے، تو اُس وقت پھر اسی جہاد کو روکنے کے لیے رافضیوں نے فتنہ پیدا کیا۔

اور خلیفۂ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا کوئی اور نہیں بلکہ ایک فارسی بان ابولولو فیروز مجوسی تھا۔ اسی طرح ہلاکو کے ہاتھوں بغداد کو تاراج کروانے میں کوئی اور نہیں بلکہ ابو علقمی ہی تھا۔ قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہ بھی دراصل و درحقیقت رافضیوں کی ہی ایک انتہائی گہری سازش تھی۔ جس کا مقصد ہی اسلام و جہاد کا راستہ روکنا اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا اور مسلمانوں کو دو واضح گروپوں میں تقسیم کرنا تھا، جس میں وہ کامیاب ہوگئے۔

اگر ہم عمیق نظر سے تاریخِ اسلام کا مطالعہ کریں تو ہم پر یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ جب تلک مسالک نے اپنی اپنی مسجد کی بنیاد رکھی، تو اُس وقت اسلام و جہاد سرحدوں سے نکل کر دیارِ غیر میں اپنی اصل حقانیت کے ساتھ آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا، جس سے پوری انسانیت فیض یاب ہو رہی تھی او اُس کا تعلق اسلام سے تھا یا کسی اور دنیا کے مذہب سے...... حتیٰ انسانوں کے علاوہ جانور بھی اسلام کی تعلیمات سے بہرہ مند ہو رہے تھے۔

اور تو اور موجودہ دور میں جب خلافتِ عثمانیہ کی بحالی کے حوالے سے تحریک اپنے عروج پر تھی اور انگریزوں کے خلاف نبوی منہج کے مطابق جہاد جاری تھا، تو اُس وقت بھی اسمِ جہاد کے خلاف باہر سے نہیں بلکہ اندر سے ہی فتنہ قادیانیت پیدا کیا گیا۔ اس کے لیے ملت فروش مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا گیا، جس نے جہاد کے خلاف بڑھ چڑھ کر فتویٰ جات جاری کیے اور ہنوز یہ فتنہ پاکستان میں رہ کر پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کو کھوکھلا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہا۔

لمحۂ فکریہ:

اور ہمارے وقت میں اسلام و جہاد کو بدنام کرنے اور اس حوالے سے عوام میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لیے فتنۂ تکفیر ایجاد کیا گیا، تاکہ دجالی منصوبوں کی تکمیل کے لیے اودیوں اور مجاہدین کا راستہ روکا جا سکے۔ میری رائے میں یہ تکفیری ٹولہ جو اغیار کے بہکاوے میں آکر غلط راستوں پر چل کر اسلام و مجاہدین کے خلاف شعوری یا لاشعوری طور پر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور غیر دانستہ طور پر اس کو دینِ اسلام کی خدمت سمجھ بیٹھے ہیں، جس سے صہیونی میڈیا اور اُس کے حواری اسلام و جہاد کے خلاف عوام و علماءِ دین کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

میری رائے میں فتنۂ تکفیر میں مبتلا لوگ فرطِ جذبات میں شعوری یا لاشعوری طور پر کلمہ گو کے قتل کو دین کی خدمت سمجھ بیٹھے ہیں۔ اللہ انہیں ہدایت دے اور مسلم حکمرانوں، دوسرے اداروں اور گروپوں کو جو کفار کے طفیلی بن کر حملے اور آپریشن کے ذریعے خونِ مسلم سے اپنے ہاتھ رنگین کر رہے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں اس عمل سے تائب ہونے اور آپس کی صلح و خیر خواہی کو باقی رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

مزید براں اگر اسلام و مسلمانوں کے دشمن جنہوں نے آج تک دل سے پاکستان کو تسلیم نہیں کیا اور دنیا کے سب سے بڑے مشرک (ہندو) جن کے متعلق خود نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس نے ہند کے خلاف جہاد کیا اُس پر جہنم کی آگ حرام ہے۔“

ہندو کے خلاف جہاد کرنے کی اتنی بڑی فضیلت ہے مگر ہمارے غلام حکمران، سول سوسائٹی، مغرب زدہ طبقہ اور MFN کے حمایتی، امن کی آشا کا پرچار کرنے والے اور بھارت سے دوستی کے لیے رائے عامہ کو ہموار کرنے میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں۔ سوال یہ ہے، اگر ان مشرکوں سے بات ہو سکتی ہے تو ان جذباتی نوجوانوں سے بات کیوں نہیں ہو سکتی۔

میری رائے میں اربابِ اختیار کو عقلِ سلیم کو استعمال کرتے ہوئے سیاستدانوں، عسکری ماہرین اور باعمل علماءِ دین پر مشتمل ایک فورم تشکیل دینا چاہیے، جو ان لوگوں کے ساتھ وقتاً فوقتاً ملاقات کرے، تاکہ ایک عمدہ حکمتِ عملی کے تحت اسلام و مجاہدین کی نازک صورتِ حال اور دجالی قوتوں کی لشکر کشی و سازشوں کو سمجھنے میں آسانی رہے اور یہ ڈائیلاگ کا رشتہ کبھی بھی ٹوٹنے نہیں دینا چاہیے تاکہ منافقین و کفار اس کوتاہی سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکیں۔

میں یہ رائے اس لیے دے رہی ہوں کہ اس وقت دجالی قوتیں اپنے لاؤ لشکر و ریشہ دوانیوں اور اپنے گماشتوں سمیت عالمِ اسلام و مجاہدین کے خلاف کھل کر میدانوں میں آچکی ہیں، خواہ اُن میدانوں کا تعلق مشرقِ وسطیٰ سے ہو، خلیجِ عربی سے ہو، شمالی افریقہ سے ہو، خُراسان کے علاقے سے ہو یا پھر کشمیر و ہند سے ہو...... ہمیں بھی اسی طرح دنیا کے کونے کونے میں غلطی کے شکار مسلمانوں، خواہ وہ اجتماعی حیثیت سے ہوں یا انفرادی حیثیت سے ہوں سے رابطہ کر کے سمجھایا جائے اور حتی الامکان کوشش کر کے ان کو اپنے ساتھ ملایا جائے۔ کیونکہ یہی وقت کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات نرمی و اصلاح کا درس دیتی ہیں، ہمیں بھی اسلام کی خاطر اسی منہج پر چلنا ہوگا۔

میں مانتی ہوں کہ سیکیورٹی کے حوالے سے یہ انتہائی نازک وقت ہے، لیکن احتیاطی تدابیر کر کے اللہ کا نام لے کر اس کارِ خیر کو شروع کرنا چاہیے اور یہ ایک عسکری اسٹریٹجی بھی ہے۔ جب چاروں طرف دشمن کا گھیرا ہو تو کوشش کی جائے دشمنوں میں سے دوست بنائے جائیں، تاکہ دشمن کے پریشر کو کم کیا جا سکے۔ یہ تو ہمارے بھولے بھٹکے لوگ ہیں، ان کو منانا ہمارے اوپر سب سے بڑا قرض ہے۔ میں جانتی ہوں یہ ایک مشکل کام ہے لیکن ناممکن نہیں۔ اگر وہ ہمارے ساتھ نہیں ملتے تو کم از کم نیوٹرل تو ہو جائیں گے اور یہی دشمن کی پہلی شکست ہوگی۔ ان شاء اللہ

رافضیت و صیہونیت کے گٹھ جوڑ کی سازش

ایک بات ہمیں ہمیشہ ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جب بھی سیدناٰ علیہ السلام کا ذکر آئے گا تو لامحالہ باطل کی طرف سے دجال کا ذکر آئے۔ جب دجال کا ذکر آئے گا تو پھر اصفہان کے یہودیوں کا ذکر بھی آئے گا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے، جس طرح خُراسان کے علاقے سے امام مہدی علیہ السلام کی مدد کے لیے لشکر نکلیں گے، اسی طرح دجال کے لیے اصفہان کے یہودی مدد کریں گے۔

(سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایران کے شہر'' اصفہان کے 70000 یہودی سیاہ چادریں اوڑھے ہوئے دجال کا ساتھ دیں گے۔ اسے مسلم ؒ نے روایت کیا ہے)

اور جب اصفہان کے یہودیوں کا ذکر آئے گا تو لامحالہ ایران کا بھی ذکر ہوگا۔ آپ حیران ہوں گے کہ تہران و اصفہان کے ایرانی اپنی نجی مجلسوں میں اصفہان کے یہودیوں کو تو اپنا بھائی ظاہر کرتے ہیں، جبکہ ایران ہی کے سنیوں کو اپنا حریف سمجھتے ہیں...... یہی عالمِ اسلام کی بدقسمتی ہے۔

دوسری حیرت انگیز مماثلت اس دجالی ٹکراؤ میں شام سے لے کر پاکستان کے شمالی علاقوں میں صرف اور صرف اہلِ سنت نشانہ بن رہے ہیں اور مشرقِ وسطیٰ و خلیج کے ممالک کی بھی یہی صورتِ حال ہے، صرف طریقہ واردات مختلف ہے...... لیکن منزل ایک ہی ہے۔

باقی رہا ایران و اسرائیل کا جھگڑا...... دراصل یہ جھگڑا اس علاقے میں اپنے اپنے مفادات کا جھگڑا ہے، جب کہ دوسری طرف اسرائیل سمجھتا ہے کہ اگر وہ اس علاقے کا کنٹرول حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ اس طرح پوری دنیا کو کنٹرول (بلیک میل) کرسکتا ہے۔ اور چین و روس جیسے ممالک کو تیل کے حوالے سے بلیک میل کر کے اپنی دجالی پالیسیوں کو لاگو کرسکتا ہے۔

ہمیں یہ بات سمجھنی ہوگی کہ دراصل دنیا کے انرجی و معدنیات کے ذرائع کو (صیہونی) ہی آنے والے وقت میں دنیا (مسلمان و مجاہدین) کو دجالی جنگوں میں کنٹرول کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے صیہونیت عالمِ اسلام میں اپنی فتنہ پروریوں کے ذریعے پورا زور لگا رہی ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں عالمِ عرب کے پاس بڑی بڑی بلڈنگوں کے سوا کچھ نہیں ہے اور جنگ بلڈنگوں سے نہیں، بلکہ صادق جذبات، منہجی نظریات و حربی وسائل کے ساتھ لڑی جاتی ہے۔

غزوۂ ہند کی اہمیت اور ہماری ذمہ داریاں:

اب آتے ہیں غزوۂ ہند والی حدیث کی طرف:

(سیدنا ثوبان ؓ (رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری امت کی دو جماعتوں کو اللہ تعالیٰ آگ سے بچائے گا۔ ایک وہ جماعت جو ہندوستان کے خلاف جہاد کرے گی، دوسری وہ جماعت جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ساتھ دے گی۔''

اسے احمد ؒ نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں بھی ہندوؤں کی سرکوبی کا ذکر ان دور میں کیا گیا ہے، جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دور ہوگا جب یہاں آکر یہود و ہنود کے زوال و تباہی کا منظر بالکل واضح ہوئے گا۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں آکر تمام کفار خاص کر یہود و ہنود کے عادات یکساں ہو جاتے ہیں۔ اور ہمیں موجودہ صورتِ حال میں یہود و ہنود کے اکٹھا ہونے پر حیران و پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ تو ہمیں چودہ سو سال پہلے بتا دیا گیا تھا کہ ''الکفر ملۃ واحدۃ''۔

بلکہ یہ ہم پر فرض ہو چکا ہے کہ موجودہ جنگوں کو ہمیں ہر حالت میں، ہر صورت میں اسی حدیث کے تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ اور ہمیں مستقبل کی ہم پالیسی و اسٹریٹجی اور تمام امور بشمول آنے والے حالات کے پیشِ نظر ہر قسم کی عسکری تربیت Mltary Training کو بھی اسی حدیث کے تناظر میں ترتیب دینا ہوگا، تب جا کر اسلام کے سب سے بڑے دشمن کو زیر کرسکیں گے اور کامیاب ہوسکیں گے۔

اسی طرح کچھ عرصہ قبل جماعۃ الدعوۃ کے امیر پروفیسر حافظ محمد سعید پر یہودی ہی کی کوششوں سے امریکا کی طرف سے رکھے گئے انعام کو بھی ہمیں اسی تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں اس معاملے میں امریکا نے انڈیا کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن دراصل ہمیں اس بات کا ادراک کرنا ہوگا کہ اس کے پیچھے بھی یہود و ہنود کے گٹھ جوڑ کی کہانی ہے۔ کیونکہ یہاں آکر (خُراسان کا علاقہ، افغانستان، پاکستان کے شمالی علاقے اور کشمیر) میں اُن کا مفاد ایک ہو جاتا ہے۔

کتنی عجیب بات ہے بمبئی حملوں میں مارے گئے دنیا کے مختلف ملکوں سے تعلق رکھنے والوں میں سے کسی اور نے جماعۃ الدعوۃ یا اس کے امیر کے خلاف دنیا کی کسی بھی عدالت میں کوئی کیس دائر نہیں کیا، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ان حملوں میں پاکستان نہیں بلکہ انڈیا کے اندر سے ہی پچھلے 70 سالوں سے ظلم کی چکی میں پسنے والے مسلمانوں کا انڈیا کی حکومت کی مسلم و اسلام کش پالیسیوں کے خلاف ایک ردِ عمل ہے اور اگر کیس کیا بھی تو کس نے کیا؟

سوچنے کی بات ہے یہودیوں نے، صیہونیوں نے۔ ہاں! امریکا کی ایک عدالت میں یہودیوں نے آج سے کچھ عرصہ قبل اور بمبئی حملوں کے تقریباً 4 سال بعد اچانک پاکستان کے حافظ محمد سعید کے خلاف قتل و اقدامِ قتل کا کیس دائر کر دیا۔ سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ اس کیس سے صیہونیت نے کس کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے؟ صرف اور صرف ہنود کو کیونکہ سرزمینِ خُراسان میں یہود و ہنود کے مفادات اسلام و مجاہدین کے خلاف ایک ہو چکے ہیں...... ایک گائے کے بچھڑے کی پوجا کرنے والا اور دوسرا اس کا پیشاب پینے والا۔ میں سمجھتی ہوں کہ جس طرح ہمارے دشمن متحد ہیں ہمیں بھی من حیث الامۃ اتحاد کا ثبوت فراہم کرنا چاہیے۔

افغانستان سے امریکی انخلاء کے بعد کا منظر اور صیہونی سازش:

اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکی فورسز اور ان کے عوام فی الفور افغانستان سے جان چھڑانا چاہتے ہیں، لیکن صیہونی یہاں سے نہیں جانا چاہتا۔ کیونکہ وہ اس حدیث کا ادراک رکھتے ہیں، جس میں حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

''امام مہدی علیہ السلام کی مدد کے لیے خُراسان سے لشکر آئیں گے اور ان کو کوئی چیز نہیں روک سکے گی۔''

اور اسی حدیث کے تناظر میں صیہونیوں نے مستقبل کے حوالے سے جو پلاننگ کی ہوئی ہے، اُس پلاننگ کے تحت امریکا کا یہاں رکنا بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے افغانستان کی کٹھ پتلی حکومت اور پورے عالمِ کفر کو دباؤ اور دھونس سے اس بات پر راضی کر لیا ہے کہ افغانستان سے انخلاء کے بعد امریکا کے اسپیشل یونٹ کے 10000 سے 15000 اہلکار یہاں پر مختلف شہروں میں بڑی بڑی چھاؤنیوں میں رہیں گے اور اُن میں کسی بھی افغان حکومت کو مداخلت کا حق نہیں ہوگا۔

دراصل وہ امریکا سے باہر ایک نیا پینٹا گان ہوگا جو دنیا میں اور خاص کر پاکستان و خُراسان کے علاقے میں صیہونی مفادات کا محافظ ہوگا اور یہ دجالی چھاؤنیاں براہِ راست صیہونیوں کو جواب دہ ہوں گی۔

میرا پچھلے 5 سالوں سے یہی مؤقف رہا ہے اور اب بھی میرا یہی مؤقف ہے، کیونکہ اگر صیہونی یہاں سے نکلتا ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ اس خطے میں جہاد اپنے پورے عروج پر ہوگا اور اس جہاد کے اثرات سب سے زیادہ ہندوستان و مشرقِ وسطیٰ میں محسوس کیے جائیں گے۔ جس سے اسرائیل کا وجود مکمل طور پر خطرے میں پڑ جائے گا۔ اور اسی حدیث کے پیشِ نظر صیہونیوں نے انڈیا کو افغانستان میں ایک بڑا رول دیا ہے اور اُس کو باور کرا دیا گیا ہے کہ افغانستان میں شکست سے مراد ہندوستان کی بربادی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بمبئی حملوں کے واقعہ پر موجودہ کروسیڈ وارز (صلیبی جنگوں) کے سرخیل بش کی داشتہ کونڈی لیزا رائس 24 گھنٹوں کے اندر اندر انڈیا پہنچ گئی تھی اور پاکستان و انڈیا کے درمیان ہونے والے تصادم کو روکنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

کتنی حیرت کی بات ہے کہ اس واقعہ کے فوراً بعد صیہونیوں نے انڈیا اور پاکستان کو اکٹھا کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، حالانکہ اگر عمیق نظر سے اس کا مطالعہ کیا جائے کہ پاکستان و انڈیا کے اکٹھ سے امریکا کو کیا فائدہ ہے میں نہیں سمجھتی کہ امریکا کو کوئی فائدہ ہوگا، جبکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ پاکستان و ہند ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ کیونکہ صیہونی یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس وقت پاکستان و انڈیا کے درمیان ہلکی سی بھی جھڑپ ہوئی تو مستقبل کے حوالے سے بنا بنایا کھیل ختم ہو جائے گا۔

جس کا سب سے پہلا اثر (جہاد سمجھ کر) پاکستان کی سلامتی کے خلاف لڑنے والے گروپوں پر پڑے گا کہ

باقی صفحہ 55 پر

بنانے سے انکار کر دیا تھا۔

بھارت سرکار کا کشمیریوں کے لیے ایک اور تحفہ بھکاری بچے ہیں۔ کشمیر میں بچوں کو بھکاری بنا دیا گیا ہے، ہر جگہ بھیک مانگتے بچے دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بچے سکول جانے کی عمر میں مزدوری کرتے نظر آتے ہیں، جس سے کشمیریوں کی اقتصادی حالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ سنڈے مارکیٹ میں ایسے درجنوں نوخیز بچوں کو دیکھا جاسکتا ہے، جو اس مارکیٹ میں پرانے ملبوسات یا مختلف چیزیں اٹھانے کے لیے استعمال ہونے والے تھیلے بیچتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ستم ظریفی کی بات یہ ہے کہ بیشتر اوقات ان بچوں کو دلالوں کا ایک منظم گروہ ایک قلیل رقم دے کر اپنا سامان بیچنے کے لیے مقرر کرتا ہے، جس کی وجہ سے ان معصوموں کا استحصال ہو رہا ہے۔

ایک تجزیاتی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مقبوضہ جموں کے علاقہ راجوری کے تاریخی گاؤں گھمبیر گلی میں پچھلی تین دہائیوں سے پینے کے پانی کی شدید قلت کے نتیجہ میں اب یہاں کے کئی گھوڑے بانوں نے پانی فروخت کرنے کا کاروبار شروع کر لیا ہے۔ یہ گھوڑے بان 5 کلومیٹر دور ایک نالے سے پانی حاصل کر کے اسے اپنے گھوڑوں پر لاد کر مقامی آبادی کو 20 روپے فی گیلن (4 لیٹر) فروخت کرتے ہیں۔

دلچسپ بلکہ افسوسناک بات یہ ہے کہ محکمۂ صحت عامہ کی طرف سے یہاں نصب کی گئی پائپ لائن 30 سال قبل خراب ہوگئی تھی اور بعد ازاں اسے ٹھیک کرنے کی کوشش بھی نہیں کی گئی۔ اب صورتحال یہ ہے کہ مقامی آبادی کو پانی کے حصول کے لیے 5 کلومیٹر دور بہروٹ نالے سے گھوڑوں پر پانی لانا پڑتا ہے۔ حد یہ ہے کہ یہ علاقہ بجلی کی سپلائی کی سہولت سے بھی محروم ہے، جبکہ گاؤں میں ادارہ اور اسکول نام کی کوئی بھی چیز موجود نہیں۔

بھارتی صحافی گوتم نولکھا بھارتی وکلاء کی اس ٹیم میں شامل تھے، جنہوں نے کشمیر میں مبینہ زیادتیوں کے 214 کیسوں میں پانچ سو بھارتی فوجیوں، پولیس افسروں و اہلکاروں کو ملوث بتایا ہے۔ گوتم کا کہنا ہے کہ جو کچھ یہاں گزشتہ 20 برسوں سے ہو رہا ہے، وہ انسانیت کے خلاف جرائم ہیں۔ بھارت اگر ان جرائم کی پردہ پوشی کرے گا تو کشمیریوں کا غصہ ایک خطرناک شکل اختیار کر سکتا ہے۔ جنوبی بھارت کے وکیل کارتک کا کہنا ہے کہ کشمیر میں انصاف کے نام پر صرف تحقیقات کے احکامات سنائے جاتے ہیں اور یہاں انصاف کا معیار گرایا جا رہا ہے۔

مقبوضہ کشمیر کے علاقہ پلوامہ میں لشکر طیبہ کے دو مجاہدین کے بڑے معرکے اور شہادت کے بعد مسلسل کئی روز تک کشمیری قوم سراپا احتجاج ہے۔ ضلع بھر میں مسلسل ہڑتال اور مظاہرے جاری ہیں۔ 8 کشمیریوں نے گولیاں کھا کر مجاہدین کے جسدِ خاکی حاصل کیے، گولیاں کھانے والوں میں 2 سگے بھائی شامل تھے۔ کشمیری عوام فورسز پر مسلسل پتھراؤ کر رہے ہیں، جبکہ متعدد کشمیریوں کو گرفتار بھی کیا گیا۔ پانچویں روز کے واقعات میں مظاہرین اور فورسز کے درمیان جھڑپوں میں چھ اہلکاروں سمیت 22 افراد زخمی ہوگئے، جن میں سے ایک زخمی کی حالت نازک بتائی جاتی ہے۔

مسلم کانفرنس میں شبیر ڈار کا کہنا تھا کہ کشمیریوں نے بھارت کا ہر ظلم برداشت کیا لیکن سر نہیں جھکایا اور جس حوصلے اور پامردی سے کشمیریوں نے مقابلہ کیا، اس سے آزادی ضرور ملے گی۔

سید علی گیلانی نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''بھارت نے کشمیر کو جیل میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے اور بھارت کی غلام کٹھ پتلی حکومت اپنے سابقہ ریکارڈ کو توڑ رہی ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں تمام اعلیٰ عہدوں پر ہندو افسر متعین کرنا مسلم تشخص کے خلاف سازش ہے۔ گورنر، ریاستی پولیس سربراہ، 5 آئی جی پی، 67 آئی اے افسران، 50 سیکرٹری اور بے شمار افسران ہندو ہیں۔''

تازہ ترین رپورٹ کے مطابق مقبوضہ کشمیر میں 22 برس میں 41375 گرفتاریوں کا ریکارڈ نامعلوم ہے۔ ریکارڈ میں 23 ہزار کشمیری کم از کم 5 سال قید سزا کاٹ چکے ہیں، 25 کو عمر قید ہے۔ بھارت کے اندر بھی کشمیری جل سڑ رہے ہیں۔

جبکہ دوسری طرف انڈیا نے مذاکرات اور معاہدات کی آڑ میں کشمیر پر اپنے فوجی قبضے کو مستحکم کیا ہے۔

مقبوضہ کشمیر میں سینکڑوں دینی اور عصری تعلیم کے ادارے میر واعظ خاندان کی سرگرمی و نگرانی میں کام کر رہے ہیں۔ تحریکِ آزادی کے ممتاز رہنما میر واعظ فاروق کے والد گرامی میر واعظ مولانا محمد فاروق کو 1990ء میں نامعلوم افراد نے گولی مار کر قتل کر دیا تھا۔

سات رکنی وفد کے ہمراہ پاکستانی دورے سے واپس آنے والے کشمیری علیحدگی پسند رہنما میر واعظ عمر فاروق کا کہنا ہے کہ پاکستان میں انہیں محسوس ہوا کہ اگر 2014ء سے قبل بھارت اور پاکستان کے درمیان کشمیر کے تنازعے پر مفاہمت نہ ہوئی تو بھارت کے زیرِ انتظام کشمیر میں مسلح جہاد کی نئی اور خطرناک لہر چل پڑے گی۔

بی بی سی کے ساتھ ایک خصوصی انٹرویو کے دوران میر واعظ نے کہا:

ظاہر ہے امریکہ افغانستان میں امن کا کوئی فریم ورک طے کر کے ہی نکلے گا، لیکن افغانستان کے بعد اس خطے میں کشمیر واحد میدانِ جنگ بچتا ہے۔ یہاں اگر لوگوں میں غصہ قائم رہا اور فوج موجود رہی تو طالبان اور دوسری شدت پسند قوتیں یہاں آسکتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مسلح شدت پسندی کا یہ دائرہ بھارت کو بھی اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے۔ اگر اگلے ڈیڑھ سال تک کچھ نہیں ہوا تو کشمیر میں مسلح شورش کی ایسی لہر چلے گی، جس میں ہم جیسے لوگوں کی بات بھی بے وزن ہوگی۔

یہ پوچھنے پر کہ پاکستانی دورے کے دوران لشکر طیبہ یا حزب المجاہدین کی قیادت سے ہونے والی ملاقاتوں سے وہ کیا اخذ کرتے ہیں؟

میر واعظ نے بتایا کہ عسکری قیادت بھی حالات کا جائزہ لے رہی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اگر حکومتِ ہند مسئلہ کشمیر کے بارے میں روایتی ہٹ دھرمی چھوڑ دے تو وہ لوگ (عسکری قیادت) بھی لچک کا مظاہرہ کریں گے۔

کشمیر میں مسلح تحریک کے نئے امکانات کے بارے میں میر واعظ کا کہنا ہے کہ یہاں کے نوجوانوں کو ہراساں کر کے پولیس اور فوج انہیں تشدد کی طرف دھکیل رہی ہے۔ انہوں نے اعتراف کیا کہ پاکستان میں اندرونی انتشار کی وجہ سے فی الوقت مسئلہ کشمیر پاکستانی حکومت کی ترجیحات میں سر فہرست نہیں ہے، لیکن وہ اس مسئلہ سے مکمل طور پر دامن نہیں جھاڑ سکتے۔

5 فروری کو کشمیری مسلمانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی اور اس کے بعد سونے پر سہاگہ بسنت منا کر ہندوؤں کے ساتھ بھی اظہار یکجہتی کر کے گویا نظریۂ پاکستان کے گلے پر چھری پھیری جا رہی ہے۔

ایک عربی شاعر نے مسلمانوں کی کسمپرسی اور بدحالی کا تذکرہ بڑے ہی دردمندانہ انداز میں کیا ہے:

وَأَصْبَحَ لَا يُرَىٰ فِي الرَّكْبِ قَوْمِيْ
وَقَدْ عَاشُوْا أَئِمَّتَهُ سِنِيْنَا
وَآلَمَنِيْ وَآلَمَ كُلَّ حُرٍّ
سُؤَالُ الدَّهْرِ أَيْنَ الْمُسْلِمُوْنَ

''آج دنیا کے اندر صف اول کی باعزت قوم میں مسلمانوں کا نام ونشان تک نہیں، جبکہ مسلم حکمرانوں اور خلفاء نے عرصۂ دراز تک حکومت وخلافت کی داغ بیل ڈالے رکھی۔

آزادی کے ہر متوالے کی طرح مجھے بھی یہ سوال بہت تکلیف پہنچاتا ہے، جب زمانہ سوال کرتا ہے کہ آج مسلمان کدھر چلے گئے؟''

کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے اور اپنی شہ رگ کو کفار کے شکنجے سے چھڑانے کے لیے سب مسلمانوں کا یکجا ہونا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اگر کفار اپنے مقاصد کے حصول کے لیے سارے اختلافات بھلا کر اکٹھے ہو سکتے ہیں، تو مسلمان کیوں نہیں؟؟؟

○......ایام بیضاء

غریب خاتون کا صبر

اصمعی کہتے ہیں کہ میں اپنے دوست کے ہمراہ صحرا کی طرف نکلا اور ہم راستہ بھول گئے۔ اچانک ہم نے اپنے دائیں طرف ایک خیمہ دیکھا، چنانچہ ہم اس کی طرف ہو لیے۔

ہم نے بلند آواز میں السلام علیکم کہا، اس کے جواب میں ایک عورت نے وعلیکم السلام کہا۔

کہنے لگی: تم کون ہو؟

ہم نے کہا: ہم لوگ راستہ بھول گئے ہیں، اتفاقاً اس طرف آنکلے ہیں۔ اب ہمیں بھوک بھی لگی ہے، حق ضیافت چاہتے ہیں۔

کہنے لگی: تم اپنے چہرے ذرا دوسری طرف کرلو، تاکہ میں تمہاری میزبانی کے لیے آزاد ہو جاؤں۔

ہم نے اپنے چہرے دوسری طرف کرلیے، تاکہ اسے پردہ کی پریشانی نہ ہو۔ اب اس نے ہماری طرف ایک قالین کا ٹکڑا بڑھایا اور کہا کہ تم لوگ اس پر بیٹھو اور ذرا انتظار کرو، میرا بیٹا آنے والا ہے۔ وہ بے چینی کے عالم میں بار بار خیمہ کے کنارے کو اٹھاتی اور سامنے دیکھ کر نیچے کر دیتی۔ اس نے آخری بار خیمہ کو اٹھایا اور بے اختیار کہنے لگی:

آنے والے کی خیر ہو......اونٹ تو میرے بیٹے کا ہے مگر اس پر سوار میرا بیٹا نہیں ہے۔

تھوڑی دیر بعد اونٹ سوار خیمے کے پاس پہنچ گیا اور اس نے آواز دی: اے ام عقیل! اللہ تعالیٰ عقیل کے فقدان پر تمہیں اجرِ عظیم فرمائے۔

گویا ان الفاظ میں اسے بیٹے کی موت کی خبر سنائی۔

عورت کہنے لگی:

تیرا ناس ہو، کیا میرا بیٹا فوت ہو گیا ہے؟

اس نے کہا: ہاں۔

کہنے لگی: اس کی موت کا سبب کیا ہے؟

کہنے لگا: اونٹوں کا اس پر ہجوم ہوا، چنانچہ اونٹوں نے اسے کنویں میں پھینک دیا۔

کہنے لگی: اونٹ سے نیچے اترو اور مہمانوں کی ضیافت کا بندوبست کرو۔

خاتون نے اس کی طرف ایک بکرا بھیجا اور کہا کہ اس کو ذبح کرو اور اس کا گوشت بناؤ اور پھر ہماری طرف کھانا تیار کرکے بھیجا۔

ہم کھانا کھا رہے تھے اور اس کے صبر پر تعجب بھی کر رہے تھے۔

جب ہم کھانے سے فارغ ہو گئے تو وہ ہماری طرف آئی، اس کی حالت بدلی ہوئی تھی۔ کہنے لگی:

کیا تم میں سے کسی کو قرآن مجید آتا ہے کہ اس کی تلاوت سے مجھے سکون ملے۔

میں نے قرآن پاک میں سے سورت بقرہ کی (155-157) آیات کی تلاوت خوش الحانی سے شروع کی:

''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیں۔ وہ لوگ جب ان کو مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ ایسے لوگوں پر ان کے رب کی طرف سے نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

تلاوت سننے کے بعد وہ کہنے لگی:

اللہ کی قسم! کیا قرآن پاک میں اسی طرح وارد ہوا ہے؟

میں نے کہا:

ہاں اللہ کی قسم! اللہ کی کتاب میں ایسا ہی ارشاد ہوا ہے۔

اس عورت نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور دو رکعت نماز ادا کی، پھر کہنے لگی: ''اناللہ وانا الیہ راجعون، عنداللہ احتسب عقیلاً۔''

''ہم بھی اللہ کی ملکیت ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، میں اللہ تعالیٰ سے عقیل کے بارے میں ثواب اور اجر کی امیدوار ہوں۔''

اس نے تین بار یہ الفاظ دہرائے اور پھر اس نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور کہنے لگی:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ فَعَلْتُ مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ فَاَنْجِزْلِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ بِهٖ.''

''اے اللہ! جس کام کا تو نے حکم کیا، میں بجالائی (صبر کیا) اب جو تو نے وعدہ کیا ہے، پورا کر۔''

﴿انتخاب: عابدہ ایمن﴾

☆☆☆

جو اہل قلم نے کہہ دیا

✿ حاسدین اگر تنقید کرتے اور برا بھلا کہتے ہیں اور آپ اس پر صبر کرتے ہیں تو آپ کو اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ اگر وہ تنقید کرتے ہیں تو سمجھ لیں کہ آپ کو وزن دے رہے ہیں، کیونکہ مردہ کتے کو کوئی نہیں بھگاتا اور حقیر لوگوں سے کوئی نہیں حسد کرتا۔

﴿مصنف......ڈاکٹر عائض القرنی﴾

✿ جب غم حد سے بڑھ جائے تو کافر لوگ شراب پیتے ہیں، رقص و سرور کی محفلیں سجاتے ہیں لیکن مسلمان غم کی انتہا میں اپنے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے...... وہ قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو جاتا ہے، اللہ اکبر کہتا ہے اور اللہ اکبر کہہ کر سب کچھ بھول جاتا ہے۔ اس عمل کو نماز کہتے ہیں۔

﴿مصنف......طاہر جاوید مغل﴾

☆☆☆

بنت محمد اسحاق

روضۃ الأسماء......

معنویت سے مزین بچوں کے اسلامی

ناموں سے سجانیا سلسلہ

نام	معنی	خصوصیت
	"الف"	
1۔احمد	جس کی بہت زیادہ تعریف کی گئی ہو۔	پیارے نبی ﷺ کا نام ہے، جو قرآن میں ایک بار آیا ہے۔
2۔امین	امانت دار۔	نبی اکرم ﷺ کا نام، سورۃ التکویر میں مذکور ہے۔
3۔الماحی	مٹانے والا۔	صحیح البخاری، المناقب، نبی اکرم ﷺ کا نام
4۔اسماء	ناموں کی جمع۔	صحابیہ رضی اللہ عنہا کا نام
5۔ایمن	مبارک، نڈر۔	صحابیہ رضی اللہ عنہا کا نام

☆☆☆

کچھ پھول چنے ہیں لفظوں کے......

......تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں: سلام کرنا، دوسروں کے لیے مجلس میں جگہ خالی کرنا، مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا۔

......نہ تمہاری محبت حد سے زیادہ ہو اور نہ ہی نفرت۔

......محبت دور کے لوگوں کو قریب، عداوت قریب کے لوگوں کو دور کر دیتی ہے۔

......اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت فقر و فاقہ سے ملی جلی ہوتی ہے۔

......تکلف کی زیادتی محبت کی کمی کا باعث بن جاتی ہے۔

......محبت انسان کے اندر ایک شریف جذبے کا نام ہے جسے نکال دیا جائے تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

......صابر بنو مگر کمینہ پن اختیار نہ کرو، مستقل مزاج بنو مگر غلامی کی حد تک نہ پہنچو۔

﴿محمد علیم نظامی﴾

☆☆☆

آپ نے پوچھا ہے کہ......

سوال آپی! ہمارے کچن کی چھت دھوئیں کی وجہ سے کالی ہوگئی ہے، جو کہ بڑی بدنما لگتی ہے۔ پلیز اسے صاف کرنے کی کوئی آسان ترکیب بتا دیں؟

﴿ثمرینہ شبیر۔ جڑانوالہ﴾

جواب لکڑی کے شہتیر یا لکڑی کی اشیاء دھوئیں سے کالی ہو جائیں تو کالک اتارنے کے لیے مٹی کے تیل میں نوشادر پیس کر ملائیں اور سوتی کپڑے سے تیل کالی چیزوں پر ملیں۔ کالک صاف ہو جائے گی۔

سوال رنگ نکھارنے کے لیے کوئی ٹوٹکہ بتا دیں؟

﴿فاطمہ علی۔ کراچی﴾

جواب بیسن، دو چمچ۔ گلاب کا عرق، ایک چمچ۔ ایک لیموں کا رس۔ چٹکی بھر ہلدی......ان سب چیزوں کو یکجا کر لیں، پھر اس میں تھوڑا سا کچا دودھ ڈال کر لیپ سا بنا لیں۔ چہرے، ہاتھوں اور گردن پر ان کا لیپ کریں، آدھے گھنٹے بعد اسے رگڑ کر اتار لیں۔ ہفتے میں دو مرتبہ یہ عمل دہرائیں، دیرپا اثرات رکھتا ہے۔

سوال آپی! میں جب بھی نئے چاول پکاتی ہوں، وہ آپس میں جڑ جاتے ہیں۔ ان کا کوئی حل بتائیں؟

جواب آپ معمول کی مقدار سے کم پانی ڈالا کریں، قدرے کچے چاولوں پر گیلا رومال دے کے ہلکی آنچ کر کے اوپر کوئی وزنی چیز رکھ دیں تاکہ بھاپ باہر کو نہ نکلے اور دس منٹ بعد اتار لیں۔ چاول بہت اچھے بنیں گے اور جڑیں گے بھی نہیں۔

☆☆☆

......حسن افزا ٹوٹکے

①ہاتھوں کی نگہداشت:

ایک عدد کیلے کو میش کر لیں۔ اب اس میں ایک چائے کا چمچ شہد، ایک عدد لیموں کا رس اور ایک کھانے کا چمچ مکھن شامل کر کے ان تمام اجزاء کو بلینڈ کر لیں۔ پھر ہاتھوں پر اس کا مساج کریں اور دو گھنٹے لگا رہنے دیں، پھر ہاتھ دھو لیں۔ اس کے استعمال سے ہاتھ نرم و ملائم محسوس ہوں گے۔

②سیاہ حلقے:

سیاہ حلقے آنکھوں کی خوبصورتی کے دشمن ہوتے ہیں، ان حلقوں کی عارضی وجوہات میں بے آرامی اور ذہنی تناؤ شامل ہیں۔ ان سے بچنے کے لیے بھرپور نیند لیں اور ذہن کو پرسکون رکھیں۔

ٹپ کے طور پر ایک کھیرے کو ٹھنڈا کر کے قتلوں میں کاٹ لیں اور دس منٹ کے لیے آنکھوں پر رکھیں، آنکھوں کو سکون ملے گا اور حلقے بھی کم ہو جائیں گے۔

﴿سدرہ عندلیب۔ قیام پور﴾

☆☆☆

oo......آیئے پکانا سیکھئے......oo

......چھواروں کا حلوہ......

اجزاء:

چھوارے	آدھا کلو
دودھ	ایک کلو
گھی	ایک پاؤ
چینی	حسب ذائقہ
سبز الائچی	بارہ عدد
کیوڑہ	چار چمچے

ترکیب:

چھواروں کو دھو لیں اور چھری سے ان کے ٹکڑے کر کے ان میں سے گٹھلیاں نکال دیں، پھر ان کو دودھ میں بھگو دیں۔ کوئی ایک گھنٹہ بھگونے کے بعد ان کو اسی دودھ میں پکائیں اور دودھ خشک کر لیں۔

اب چھوارے ٹھنڈے کر کے ایک سل پر باریک پیس لیں، پھر الائچی ڈال کر گھی کو کڑکڑائیں اور اس میں چھوارے ڈال کر ہلکی آنچ پر بھونیں۔ جب بھن جائے تو شکر ڈال کر بھونیں اور جب شکر کا پانی خشک ہو جائے تو کیوڑہ ڈال کر اتار لیں، اوپر سے بادام کاٹ کر ڈال دیں۔

نہایت لذیذ چھواروں کا حلوہ تیار ہو جائے گا۔

☆☆☆

حسن افزا ٹوٹکوں اور کچن کے حوالے سے

0307.4362683

پر اپنے سوالات بھیجیں۔

تفسیر القرآن

سورۃ الاعراف کی تشریح و تفسیر

از: ابوعمر عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ

جولوگ اللہ کی نشانیوں اور قیامت کو جھٹلاتے ہیں، ان کے تمام اعمال ضائع ہیں

سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ
آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا ج وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ج وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ
الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ط ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ (146)
وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ط هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا
كَانُوا يَعْمَلُونَ (147) وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَهُ
خُوَارٌ ط أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا م اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ
(148) وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا لا قَالُوا لَئِنْ لَمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا
وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (149) (الاعراف 146تا149)

ترجمہ: میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں۔ جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں اور اگر تمام نشانیاں دیکھ بھی لیں تب بھی وہ ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنالیں یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے اور یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا، ان کے سب اعمال غارت گئے ان کو وہی سزا دی جائے گی جو کچھ یہ کرتے تھے اور موسیٰؑ کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں کا بچھڑا (معبود) بنالیا جو کہ ایک قالب تھا جس میں ایک آواز تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا تھا اور نہ ان کو کوئی راہ بتلاتا تھا۔ اس کو انہوں نے معبود قرار دیا اور بڑی بے انصافی کا کام کیا اور جب نادم ہوئے اور معلوم ہوا کہ واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے تو ہم بالکل گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

تفسیر:

گزشتہ آیات میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ملنے والی کتاب توراۃ کا تذکرہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل کی راہنمائی کے لئے ان کو کتاب عطا فرمائی تھی جس میں وعظ ونصیحت اور جملہ پیش آمدہ امور کے بارے میں ہدایات تھیں اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمانے کے ساتھ یہ ارشاد فرمایا کہ اپنی قوم کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم دو۔ اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنا طریقہ وقانون بیان فرمارہے ہیں کہ جولوگ میری نازل کردہ کتاب اور اس کی آیات اور اس میں بیان کردہ امور سے اعراض وتکبر کرتے ہیں میں ان کو اپنی کتاب اور ہدایت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محروم کردیتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ میرے بندے جن کو میں نے اپنی عبادت، بندگی اور غلامی کے لئے پیدا کیا ہے اور ان پر کئی قسم کے انعامات واحسانات فرمائے ہیں وہ تکبر واعراض کرتے ہوئے میری عبادت واطاعت سے روگردانی کریں یہ متکبرانہ وہٹ دھرمی کی روش اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ اس تکبر اور حکم عدولی کی بنا پر شیطان لعنتی مردود اور راندۂ درگاہ ہوا۔ قوم نوح وہود وصالح اور فرعون وقارون اور کفار مکہ اس تکبر وگھمنڈ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا شکار ہوکر ہلاکت وبربادی سے دوچار ہوئے جیسا کہ حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي فَمَنْ نَازَعَنِي مِنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ فِي النَّارِ

تکبر وبڑائی میری چادر ہے جو مجھ سے یہ چھیننے کی کوشش کرے گا میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا۔ (مشکوٰۃ باب الغضب والکبر)

تکبر کا مطلب ہے حق کی راہ قبول نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا جیسا کہ حدیث میں ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تکبر یہ ہے کہ آدمی حق کی راہ کو تسلیم نہ کرے اور لوگوں کو حقیر جانے۔ (مسلم کتاب الایمان باب تحریم الکبر وبیانہ)

چونکہ متکبر شخص علم حاصل نہیں کرسکتا اور جو شخص علم حاصل کرنے کے لئے ایک ساعت (گھڑی) صرف نہیں کرسکتا وہ جاہل رہ کر ہمیشہ ہمیشہ کی ذلت مول لے لیتا ہے البتہ کفار کے مقابلے میں اور میدان جنگ میں تکبر ومتکبرانہ

چال اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پسند ہے۔ حج اور عمرہ میں رمل (چال) اسی وجہ سے شروع ہوئی اور غزوہ احد میں ابو دجانہؓ کی ایسی چال دیکھ کر ہی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کفار کے مقابلے میں میدان جہاد کی یہ چال اللہ تعالیٰ دیکھ کر عرش پر خوش ہوتا ہے۔'' (الرحیق والمختوم ص 257)

متکبرین واعراض کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کا اپنے دین اور ہدایت کی راہ سے محروم کرنا سزا کے طور پر ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (القصص 83)

یہ آخرت کا گھر ہے اسے ان لوگوں کے لئے بناتے ہیں جو نہ زمین میں کسی طرح اونچا ہونے کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ کسی فساد کا اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنی ہدایت سے اس وقت محروم کرتا ہے جب وہ اس کی قدر نہیں کرتے اور تکبر واعراض کی راہ اختیار کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا۔

وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ

اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر دیں گے جیسے وہ اس پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور انہیں چھوڑ دیں گے اور اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں گے۔ (الانعام 110)

اور فرمایا فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ

پھر جب وہ ٹیڑھے ہوگئے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کردیئے۔ (الصف 5)

اور فرمایا بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (النساء 155)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی اس لئے ایسے تھوڑے لوگ ہی ایمان لاتے ہیں۔

اور فرمایا ''اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی بات کو بجالاؤ جبکہ رسول تمہیں زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہیں اور جان رکھو اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان آڑ بن جاتا ہے۔ (الانفال 24)

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنو آدم کے دل، ایک دل کی طرح رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، انہیں جس طرح چاہتا ہے پھیرتا رہتا ہے پھر آپ ؐ نے یہ دعا پڑھی۔

اللَّهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا عَلَى طَاعَتِكَ

اے اللہ! دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔ (مسلم کتاب القدر باب تصریف اللہ القلوب کیف شاء)

متکبرین اور ہٹ دھرم لوگوں کی نفسیات اور روش بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگ تمام دلائل وبراہین دیکھ کر بھی نہیں مانتے اور حق وہدایت کی راہ کسی طور پر بھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

بے شک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہوچکی وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ (یونس 96-97)

البتہ اعراض وتکذیب اور غفلت کی بناء پر ضلالت وگمراہی کی راہ کو اپنانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ قرآن کریم کی بیان کردہ اس حقیقت کا آج عام معاشرہ اور اسلامی معاشرہ میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ حق ونیکی کی راہ کو کوئی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ یہ راہ قبول کرنے والوں کو معاشرہ میں مطعون کیا جاتا ہے اور ان کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ العیاذ باللہ۔ اگلی آیت میں ہے کہ متکبر آدمی اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتا ہے اور ان میں غور وفکر نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور قیامت کے دن کو جھٹلائے گا اور اس پر قائم رہے گا یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہوجائے گی تو روز قیامت اس کے کفر ومعاصی کی وجہ سے اس کے سارے اعمال ضائع وبرباد ہوجائیں گے۔ کیونکہ اس کے عمل کی بنیاد اخلاص اور عدل وحق پر نہیں بلکہ ظلم وباطل پر ہے، اس لئے اس کے نامہ اعمال میں شر ہی شر ہونے کی وجہ سے اللہ کے ہاں وہ بے وقعت اور بے قیمت ہوگا۔ البتہ اس کے شر کا بدلہ اسے ضرور ملے گا۔ العیاذ باللہ! سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی نیکی کے معاملے میں مومن کی حق تلفی نہیں کرے گا، مومن کو دنیا میں بھی اس کا بدلہ ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملے گا جبکہ کافروں کو ان کی نیکیوں کا پورا بدلہ جو اس نے اللہ تعالیٰ کے لئے کی ہوں گی دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ اس کا بدلہ اسے دیا جائے (مسلم کتاب صفات المنافقین باب جزاء المومن بحسناته فی الدنیا و الاخرة۔ حدیث نمبر 2808)

ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی اور جو اپنی عقل وقیاس سے کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوگا۔ اگلی آیت میں بنو اسرائیل کی ایک اور گمراہی اور ہٹ دھرمی کا ذکر ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق چالیس دن کے لئے کوہ طور پر گئے تو بنو اسرائیل نے شیطان کے بہکاوے اور سامری کے کہنے پر زیورات سے ایک بچھڑا بنایا جس سے ہوا وغیرہ داخل ہونے کی وجہ سے گائے جیسی آواز نکلتی تھی اور وہ اس کی پرستش پر لگ گئے۔ سامری نے ان کو کہا کہ یہی موسیٰ علیہ السلام کا اور ہمارا معبود ہے۔ بنو اسرائیل میں فرعونیوں کی غلامی اور مصر میں غیر اللہ کی پرستش عام ہونے کی وجہ سے شرک سے محبت اور اس کی طرف میلان آگیا تھا اسی وجہ سے بحرۂ قلزم عبور کرنے کے بعد کچھ مشرک لوگوں کو اپنے معبود کی پرستش کرتا دیکھ کر اپنے نبی سے ایک معبود ودرگاہ مقرر کرنے کا سوال کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل شنیع کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کو غور وفکر کرنا چاہئے تھا کہ یہ بچھڑا جعلی معبود نہ کلام کرتا تھا اور نہ ان کی رہنمائی کرتا تھا تو وہ معبود کیسے بن گیا کیونکہ معبود اللہ تو کلام کرتا ہے اور رہنمائی بھی کرتا ہے، یعنی حکم دینے اور کسی کام سے روکنے کی بے مثال طاقت اور راہنمائی کی طاقت وقدرت رکھتا ہے تو جب بچھڑے میں یہ دونوں باتیں نہیں تھیں تو ان کو سمجھ لینا چاہئے تھا کہ یہ معبود نہیں اور سامری اپنے دعوے میں (کہ یہ معبود ہے) جھوٹا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا بچھڑے کو معبود ماننا سراسر ظلم وزیادتی تھی بنو اسرائیل کے بچھڑے کو پوجنے کا واقعہ سورہ طٰہٰ میں بھی ہے۔ اگلی آیت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے سمجھانے پر بنو اسرائیل کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ ہم تو گمراہی کی راہ پر چل پڑے ہیں تو انہوں نے اپنے شرک پر ندامت وپشیمانی کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اے اللہ اگر تو نے ہم پر رحم نہ کیا اور ہمیں معاف نہ کیا تو ہم یقیناً نقصان وخسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

فوائد

1۔ تکبر اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے محرومی کا سبب ہے۔

2۔ ہر گمراہی اور ظلم وفساد کا سبب شریعت الٰہی سے روگردانی ہے۔

3۔ اللہ اور اس کے رسول کی ہدایت کے برعکس کئے جانے والے تمام اعمال ضائع وبرباد ہیں۔

4۔ مشرک ظاہری زینت اور چمک والی چیزوں کو معبود اور مشکل کشا مان لیتا ہے۔

5۔ سچی توبہ واستغفار سے (جو تین شرائط پر مبنی ہوتی ہے۔ 1۔ گناہ چھوڑنا۔ 2۔ ندامت وشرمندگی۔ 3۔ آئندہ نہ کرنے کا عزم) تمام گناہ حتی کہ شرک بھی معاف ہوجاتا ہے۔

تدریس الحدیث

كِتَابُ الصَّلٰوةِ
نماز کے مسائل

الشیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ

(تحقیق و تخریج: ابو طاہر زبیر علی زئی حفظ اللہ)

بلوغ المرام کی کتاب الصلوۃ کی تشریح

اذان کے احکام و مسائل

145۔وَعَنْ اَبِی مَحْذُوْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ عَلَّمَهُ الاَذَانَ فَذَكَرَ فِيْهِ التَّرْجِيْعَ اَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ وَلٰكِنْ ذَكَرَ التَّكْبِيْرَ فِی اَوَّلِهٖ مَرَّتَيْنِ فَقَطْ وَرَوَاهُ الْخَمْسَةُ فَذَكَرُوْهُ مُرَبَّعًا

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ان کو اذان سکھائی۔ اس میں انہوں نے ترجیع کا ذکر کیا ہے۔ (اسے مسلم نے روایت کیا لیکن اس میں اذان کے آغاز میں ''اللہ اکبر'' صرف دو مرتبہ کہنے کا ذکر ہے۔ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو پانچوں نے روایت کیا ہے اور انہوں نے ''اللہ اکبر'' کو شروع میں چار مرتبہ کہنے کا ذکر کیا ہے۔)

تخریج:اخرجه مسلم ' الصلوة باب صفة الاذان حديث 379 وابوداؤد الصلوة حديث 500' 505 والترمذی' الصلوة ' حديث 191 والنسائی' الصلوة حديث : 630 وابن ماجه الصلوة حديث : 708 واحمد 409/3

لغوی تشریح: (عَلَّمَهُ الاَذَانَ) علَّمَ تعلیم سے ماخوذ ہے۔ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے خود اذان کی تعلیم دی جیسا کہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ فتح مکہ کے بعد حنین کی طرف جانے کے لئے ہم دس ساتھی مکہ سے نکلے۔ جب ان نوجوانوں نے اذان سنی تو مسلمانوں کا مذاق اور استہزاء اڑانے کے لئے انہوں نے بھی اذان کی نقل اتارنا شروع کر دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا ''میں نے ان لوگوں میں سے ایک خوش الحان آدمی کی اذان سنی ہے۔ پھر ہماری طرف کسی کو بھیج کر ہمیں اپنے پاس بلایا اور ہم سے فرداً فرداً اذان کہلوا کر سنی۔ میں سب سے آخری آدمی تھا جس نے اذان کہی۔ میری اذان سن کر آپؐ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور اپنے روبرو بٹھا کر میری پیشانی پر دست مبارک پھیرا اور تین مرتبہ برکت کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا: ''جاؤ اور مسجد حرام کے پاس کھڑے ہو کر اذان کہو'' میں نے عرض کیا' اے اللہ کے رسولؐ! مجھے پہلے اذان تو سکھائیں۔ پھر انہوں نے حدیث اذان بیان کی۔

(فَذَكَرَ فِيْهِ التَّرْجِيْعَ) اس میں ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے ترجیع کا بھی ذکر کیا' یعنی کلمہ شہادتین کو دو' دو مرتبہ دہرایا۔ جمہور علماء نے اس سے ترجیع والی اذان (دوہری اذان) کی مشروعیت پر استدلال کیا ہے اور یہ ایسی ثابت شدہ حقیقت ہے جس سے انکار کی مجال نہیں۔

(فَذَكَرُوْهُ) انہوں نے (پانچوں) نے اذان کے آغاز میں ذکر کیا ہے۔ (مُرَبَّعًا) یعنی تکبیر کو چار مرتبہ کہنے کا ذکر کیا ہے۔ (مُرَبَّعًا) تربیع سے ہے جس کا معنی ہیں چار مرتبہ۔ صاحب السبل شارح بلوغ المرام نے کہا ہے کہ یہ جملہ (یعنی چار مرتبہ تکبیر ثقہ راویوں نے بیان کیا ہے' اس لئے یہ محفوظ ہے۔ (دوبار تکبیر والا جملہ شاذ ہے۔)

فوائد و مسائل: 1۔ حدیث مذکور اس بات کی دلیل ہے کہ اذان کے آغاز میں اللہ اکبر دو دفعہ نہیں بلکہ چار مرتبہ کہنا ہی صحیح ہے۔ (2) اذان کے لئے ایسا مؤذن منتخب کیا جائے جس کی آواز اچھی اور بلند ہو۔ اس سلسلے میں انتخاب کے لئے مقابلہ اذان کا ثبوت ملتا ہے۔

باندھ دی اور بیلٹ سے ہاتھ پیچھے باندھ دیئے۔ اکبر خان رونے اور چلانے لگا تو اس کے سر میں ڈنڈا مارا کہ منہ بند کرو۔ پھر وہ چپ ہوگیا۔

راستہ میں آٹا کی ایک چکی ہے جو میرے چچا محمد خان کی ہے اور عبدالستار اسے چلاتا ہے۔ اس نے جب مجھے دیکھا تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا کہ او خانزادے کو لے گئے ہیں اور یہ بڑی زور کی آواز تھی۔ مغرب کی اذان ہمیں اسی چکی کے پاس سنائی دی۔

وہ ہمیں بٹ پورہ بارلہ ڈاری کیمپ میں لے گئے تھے۔

کیمپ میں پہنچتے ہی انہوں نے ہمارے سارے کپڑے اتروا دیئے۔ دائیں پاؤں کا انگوٹھا اور پیشاب والی جگہ کو باندھ دیا۔ بائیں ٹانگ سیدھی رکھی اور اسے لکڑی کے پھٹے کے اوپر رکھ کر باندھ دیا۔ تاکہ فولڈ نہ کیا جا سکے اور بازو پیچھے باندھ دیئے۔ ابھی تھوڑی تھوڑی سردی کا موسم شروع تھا۔

آرمی والے برف کے بلاک لے کر آئے اور ہمیں ان کے درمیان میں بٹھا دیا گیا۔ ایک دوسرے سے دور الگ الگ ہمیں صرف ایک دوسرے کی چیخوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ اسی حالت میں انہوں نے مجھے بجلی کا کرنٹ لگانا شروع کر دیا اور پھر پوچھتے' بتاؤ تم مجاہدین کو جانتے ہو۔ ان کے ٹھکانے کدھر ہیں' خاص طور پر میرے کزن فاضل خان کے بارے خصوصی طور پر پوچھتے' مجھے تین مرتبہ کرنٹ لگایا گیا تھا کہ میں بے ہوش ہوگیا۔

نماز فجر کے وقت آرمی نے مجھے بٹ پورہ مارکیٹ میں لا کر پھینک دیا۔ تشدد سے میرا بایاں بازو ٹوٹ چکا تھا۔ ایک آدمی محمد افضل بیگ جو ہمارے کھیتوں کی رکھوالی کرتا تھا' انہوں نے مجھے دیکھا تو اٹھا کر کپواڑہ سنٹر ہسپتال لے گئے۔

ادھر میرے گھر والے تمام رات مجھے مختلف کیمپوں' پائر پورہ کیمپ' بٹ پورہ کیمپ اور بٹ گام غنی پورہ کیمپ میں تلاش کرتے رہے لیکن سب نے میری موجودگی سے انکار کر دیا۔

ہسپتال میں میرا بازو جوڑ کر اوپر پلستر لگا دیا گیا۔ جب یہ حادثات اکثر پیش آنے لگے تو ایک دن میں نے اکبر خان اور بوبا شیخ نے آپس میں مشورہ کیا کہ کسی جنگل میں مجاہدین کی تلاش کرتے ہیں۔

اسی تلاش کے دوران محمد اکبر خان کا محمد امین خان سے رابطہ ہوگیا۔ جب ہم سکول جا رہے تھے تو اکبر خان نے یہ خوشخبری سنائی کہ اس کا مجاہدین سے رابطہ ہوگیا ہے۔ ہم نے کتابیں دکاندار عبداللہ کے پاس اسی وقت رکھیں اور پھر ایک جنگل میں محمد امین خان سے ملاقات کی لیکن وہ مجھے ساتھ لے جانے پر راضی نہ تھے کہ میں زیادہ چھوٹا تھا۔ فقط 12 سال کا۔ میں رونے لگا تو ہمارے گائیڈ راج محمد نے کہا' یہ ضرور جائے گا' اسے چھوڑ دو۔ میں اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر لے جاؤں گا۔ سفر کی تیاری جاری تھی۔ ایک بیوہ عورت راج بیگم نے جو ایک شہید کی چاچی تھیں' انہوں نے ہم سب کے لیے کھانا بنایا۔ پراٹھے اور مرغ روسٹ۔ پھر سب میں کھانا تقسیم کر دیا گیا تو اس بیوہ عورت نے روتے ہوئے جیسے مائیں اپنے بیٹوں کو رخصت کرتی ہیں' ہمیں اللہ کی حفاظت میں دیتے ہوئے رخصت کیا۔

ہم ایک ہی علاقے اور گاؤں سے تھے اور سب کی عمریں مجھ سے تھوڑی ہی بڑی تھیں۔ ہمیں چلتے چلتے کتنے ہی دن ہو چکے تھے۔ جب ہم LOC پر پہنچے کہ سب کے سب نہتے اور خالی ہاتھ۔ کسی کے پاس کوئی اسلحہ نہ تھا کہ اچانک انڈین آرمی نے ہمیں گھیر لیا۔ ان دنوں جنگل کی گھاس بہت بڑی بڑی تھی اور بھاگنے میں سخت مشکل پیش آ رہی تھی۔ میرے کزن اکبر خان اور میں ایک اونچے پہاڑ پر چڑھتے گئے تو راج محمد نے کہا' تم آگے بھاگو۔ تم چھوٹے ہو۔ پھر آرمی تمہیں پکڑ لے گی۔ اتنے میں بھاگتے بھاگتے پیاس سے زبانیں خشک ہونے لگیں اور منہ سے باہر آنے لگی تھیں لیکن پانی کا کہیں نام ونشان نہیں تھا۔

اچانک اسلام آباد کا ہمارا ایک ساتھی خالد نڈھال ہو کر گر گیا۔ اس کی اٹھنے کی سکت بھی بالکل ختم ہوگئی تھی۔ وہ پانی پانی پکار رہا تھا اور پانی کا بندوبست ہونا ناممکن لگ رہا تھا۔ قریب تھا کہ وہ پیاس سے مر جائے کہ اچانک راج محمد کی آواز سنائی دی سب رک جاؤ۔ فاضل خان بھی ساتھ تھے اور وہ بھی پیاس سے نڈھال۔

راج چیخا۔ کسی کو چھوٹا پیشاب آیا ہے تو بتائے۔ آرمی پیچھے بھاگی آ رہی تھی اور اس کی آہٹ کی آوازیں قریب سے قریب آ رہی تھیں۔ خالد زمین پر پڑا تھا اور ہم سب اس کے گرد جمع تھے۔ کچھ معلوم نہ تھا' کیا ہونے والا ہے لیکن گھاس بڑی ہونے کے سبب ابھی تک وہ ہمیں تلاش نہ کر سکے تھے۔

ہمارے پڑوسی فاروق احمد شیخ جسے پیار سے کلا کہتے تھے اس نے کہا' مجھے پیشاب آیا ہے۔ ہم سب کے جوتے پھٹے ہوئے تھے۔ صرف میرے چچا زاد بھائی عبدالمجید خان کا جوتا ٹھیک حالت میں تھا۔ راج محمد نے اسے کہا' جلد سے جوتا اتارو اور پھر جوتا کلے کو دیا کہ اس میں پیشاب کرو۔ اس نے پیشاب کر کے خالد کے منہ میں ڈالا۔ جونہی پیشاب اس کے منہ میں ڈالا گیا تو گویا جیسے اسے کرنٹ لگ گیا ہو۔ اب سب پیچھے رہ گئے اور وہ سب سے آگے بھاگ رہا تھا۔

فوج ہمارے پیچھے بھاگی آ رہی تھی کہ اچانک آگے دریا آ گیا۔ مارنے والے پیچھے بھاگ رہے تھے اور بچانے والا آسمانوں پر تھا۔ ایک درخت کٹ کر دریا پر گرا ہوا تھا۔ گویا ایک قدرتی پل بن چکا تھا۔ یہ ایک غیبی مدد تھی جو اللہ کی طرف سے تھی' ہم نے دریا کراس کر لیا۔

آگے پاکستانی پوسٹ تھی۔ یہاں پر انہوں نے ہمیں ہینڈز اپ کروا دیا۔ ہم نے کہا' اللہ کے لیے ایسا مت کرو' پیچھے دیکھو انڈین آرمی ہمارے پیچھے بھاگی آ رہی ہے۔ وہ دیکھو سامنے نظر آ رہی ہے۔ پاکستانی فوجیوں نے ہمیں کہا'' فوراً زمین پر لیٹ جاؤ۔ وہ تمہیں گولیاں ماریں گے۔'' ہم وہیں لیٹ گئے اور اندھیرا ہونے پر ہمیں نیچے لایا گیا۔

وہاں پانی گرم کر کے ہمارے پاؤں دھوئے گئے۔

ہمارے دو ساتھیوں شوکت جو اسلام آباد سے تھے اور اقبال بابا کے پاؤں کی جلد اتری ہوئی تھی۔ اسے کاٹ کر پٹی کر دی گئی۔ ڈاکٹر بھی پہنچ گئے تھے۔ اللہ کے فضل سے ہم آزاد فضاؤں میں پہنچ گئے تھے لیکن میں اکثر سوچتا ہوں' اگر اب وادی سے ہمارے کوئی بھائی آزاد فضاؤں کی جانب آ رہے ہوں' گھاس بڑی بڑی ہو' وہ بھاگ رہے ہوں' آرمی سر پر چڑھ چکی ہو تو کیا ہوگا؟ اب تو LOC پر خاردار باڑ لگی ہوئی ہے۔

☆......☆......☆......☆......☆

حمزہ مشتاق کا تعلق مقبوضہ کشمیر کے ایک ایسے صاحب حیثیت' دین دار اور خصوصی طور پر غیرت وحمیت کے پیکر آفریدی پٹھان گھرانے سے ہے جسے پاکستان نواز کہا جاتا ہے لیکن اس سب کے باوجود ان کی داستان ہجرت اس لحاظ سے ہمارے لیے قابل غور اور دعوت فکر لیے ہوئے ہے کہ جس طرح جارح اور جابر وظالم قوم میں جب سامراجی عزائم کو پروان چڑھانے کے لیے ظلم وستم کے پہاڑ معصوم لوگوں پر توڑتی ہیں تو وہ اس چیز کی تمیز نہیں کرتیں کہ ان کے ظلم کی چکی میں پسنے والا کوئی چھوٹا سا بچہ ہے یا کوئی عورت' عمر رسیدہ بزرگ ہے یا نوجوان۔

اور شاید یہی وہ نقطہ آغاز ہوتا ہے جب بڑی بڑی قوتیں بکھرنے لگتی ہیں اور دنیاوی سپر طاقتیں شکست وریخت کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہیں۔

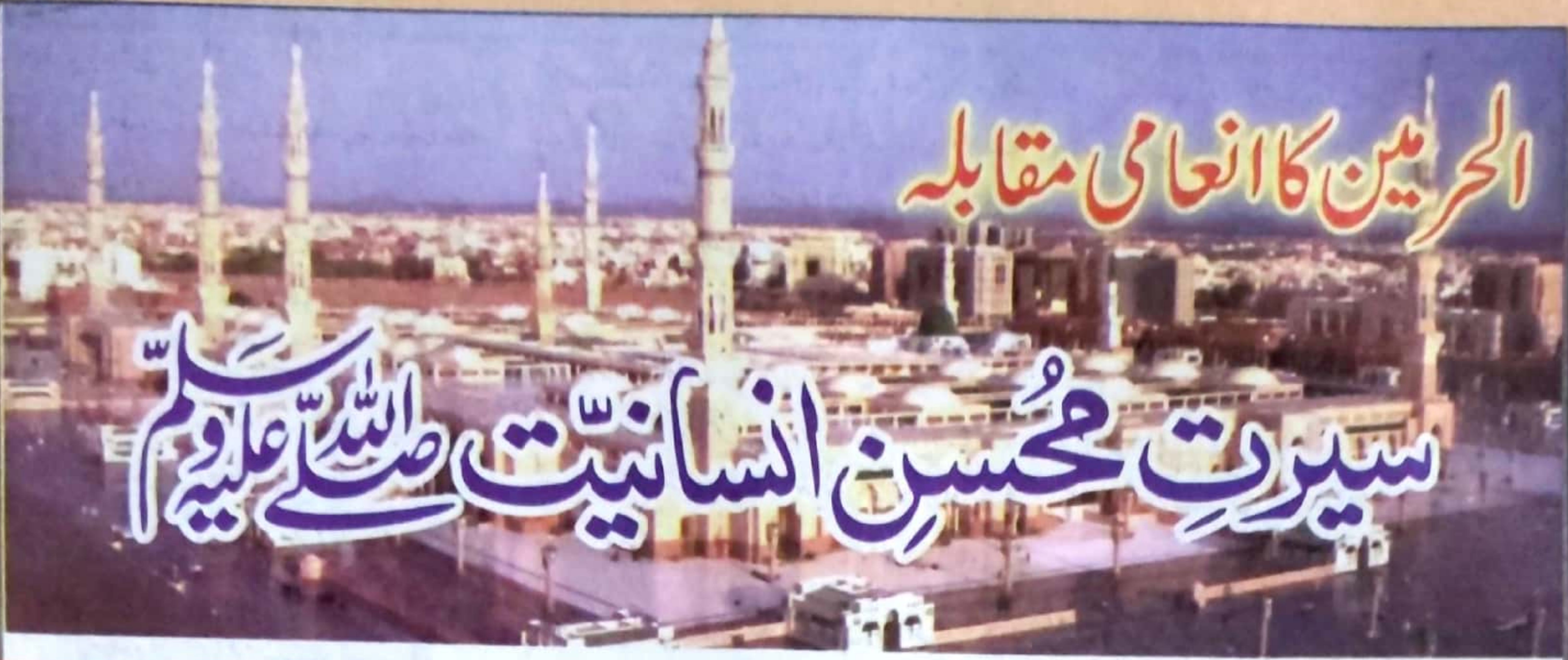

امن کے داعی و پیامبر حضرت محمد ﷺ

اخت عبداللہ۔ جہلم

دنیا پر جہالت کی کارفرمائی تھی۔ اس کا ضمیر متعفن تھا اور روح بدبودار تھی۔ قدریں اور پیمانے مختل تھے۔ ظلم اور غلامی کا دور دورہ تھا۔ فاجرانہ خوشحالی اور تباہ کن محرومی کی موج نے دنیا کو تہہ وبالا کر رکھا تھا۔ اس پر کفر وگمراہی کے تاریک اور دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔ حالانکہ آسمانی مذاہب وادیان موجود تھے مگر ان میں تحریف نے جگہ پالی تھی اور ضعف سرایت کر چکا تھا۔ اس کی گرفت ختم ہو چکی تھی اور وہ محض بے جان و بے روح، جامد رسم ورواج کا مجموعہ بن کر رہ گئے تھے۔

معاشرے کی انفرادی حالت انتہائی دگرگوں تھی۔ کمزور انسان کو جانوروں سے بھی بدتر تصور کیا جاتا تھا اور اس سے انسانیت سوز سلوک کیا جاتا تھا۔ غلام تو گویا انسان شمار ہی نہ کیے جاتے تھے۔ عورت کا وجود معاشرے کے لیے دشنام بن چکا تھا۔ قبائل ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ معمولی سی بات پر قتل وغارت شروع ہو جاتی اور یہ سلسلہ پشت ہا پشت اور صدیوں تک چلتا۔ معاشرے کی اخلاقیات زمین تلے دفن ہو چکی تھیں۔ دنیا اخلاق کے نام تک سے نا آشنا تھی۔ اب وقت آ چکا تھا کہ انسان کو اپنے خالق کی طرف بلایا جائے اور اسے انسانیت اور رب تعالیٰ کی بندگی سے روشناس کرایا جائے۔ پھر رب کعبہ نے ان گنواروں اور وحشی عربوں کی حالت کو سنوارنے کے لیے جس ذات گرامی کا انتخاب کیا، وہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کی صداقت، امانت داری اور شرم وحیا کی پوری عرب دنیا گواہ تھی۔ آپ ﷺ اپنوں اور غیروں سبھی کے لیے پیکر رحمت وشفقت تھے۔ صرف اس جہاں میں ہی نہیں بلکہ اگلے جہاں میں بھی۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ٥

[الانبیاء: 107]

''ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔''

ارض و سماں میں پایۂ رحمت ﷺ
روز جزا میں سایۂ رحمت ﷺ

آپ ﷺ ظلم وجبر کے معاشرے میں امن کے پیامبر اور علمبردار تھے۔ آپ ﷺ نے عرب معاشرے کی بگڑی ہوئی حالت کو جس احسن طریقے سے سنوارا، اس پر دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ آپ ﷺ کی دعوت سے صدیوں کے دشمن اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بھائی بھائی بن گئے۔

مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

نبی اکرم ﷺ کی دعوت کے مرکزی مقاصد میں ایک مقصد دنیا میں امن کا قیام بھی تھا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کے درمیان عقیدے، سیاست اور نظام وحدت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیادیں استوار کر لیں تو غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات منظم کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ آپ ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن وسلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو۔ مدینہ کے سب سے قریب ترین پڑوسی یہودی تھے۔ یہ لوگ اگرچہ درپردہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے لیکن انہوں نے ابھی تک کھلی محاذ آرائی اور جھگڑے کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ معاہدہ منعقد کیا جس میں انہیں دین ومذہب اور جان ومال کی مطلق آزادی دی گئی تھی اور جلاوطنی، ضبطی جائیداد یا جھگڑے کی سیاست کا کوئی رخ اختیار نہیں کیا گیا تھا۔ اسی ضمن میں ایک معاہدہ طے پایا۔ بعد میں یہ معاہدہ میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہوا۔ معاہدے کی اہم دفعات میں امن کی واضح جھلک پائی گئی۔ معاہدے کی اہم دفعات مندرجہ ذیل ہیں۔

1- یہود اور مسلمان ایک ہی امت ہوں گے اور دونوں اپنے اپنے دین پر عمل پیرا ہوں گے۔

2- یہود اور مسلمان اپنے اپنے اخراجات کے ذمے دار ہوں گے۔

3- جو طاقت اس معاہدے کے کسی فریق سے جنگ کرے گی، سب اس کے خلاف آپس میں تعاون کریں گے۔

4- اس معاہدے کے شرکاء کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کی بنیاد پر ہوں گے، گناہ پر نہیں۔

5- کوئی آدمی اپنے حلیف کی وجہ سے مجرم نہ ٹھہرے گا۔

6- مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

7- جب تک جنگ برپا رہے گی، یہود بھی مسلمانوں کے

ساتھ خرچ برداشت کریں گے۔

8- اس معاہدے کے سارے شرکاء پر مدینہ میں ہنگامہ آرائی اور کشت وخون حرام ہوگا۔

9- اس معاہدے کے فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہوجائے، جس میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے۔

10- قریش اور اس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

11- جو کوئی مدینہ پر دھاوا بول دے، اس سے لڑنے کے لیے سب باہم تعاون کریں گے اور ہر فریق اپنے اپنے اطراف کا دفاع کرے گا۔

12- یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لیے آڑ نہ بنے گا۔

(ابن ہشام: 504,503/1)

بعد ازاں یہود نے اس معاہدے کو توڑ دیا۔ اس طرح معاہدے کو توڑنے والے بھی یہودی اور جنگ کی ابتدا کرنے والے بھی مشرکین اور یہودی ہی تھے۔ امن وسلامتی کے دائرے کو مزید وسعت دینے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے آئندہ دوسرے قبائل سے بھی حالات کے مطابق اسی طرح کے معاہدے کیے۔

ذی قعدہ 6ھ کو جب نبی اکرم ﷺ چھ سال کے بعد مسجد حرام میں عمرہ کے لیے اپنے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے تو مکہ والوں نے آپ ﷺ کو عمرہ سے روکنے اور جنگ وجدال کرنے کی سرتوڑ کوشش کی لیکن آپ ﷺ نے راستہ تبدیل کرکے مکہ والوں کے جنگ کے منصوبے کو ناکام بنا دیا۔ ابھی آپ ﷺ اقصائے حدیبیہ پہنچے تو بدیل بن ورقاء خزاعی چند افراد لے کر نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ ﷺ کو مکہ والوں کے عزائم سے آگاہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں۔ قریش کو لڑائیوں نے تھکا دیا ہے اور سخت ضرر پہنچایا ہے۔ اس لیے اگر وہ چاہیں تو ان سے ایک مدت طے کرلوں اور وہ میرے اور لوگوں کے درمیان سے ہٹ جائیں۔ پھر میرے غلبے کی صورت میں جس چیز (میری اطاعت) میں لوگ داخل ہوں گے، وہ بھی اس میں داخل ہوسکتے ہیں۔ ورنہ مدت کے اختتام تک وہ تازہ دم تو ہو ہی چکے ہوں گے اور اگر انہیں لڑائی کے سوا کچھ منظور نہیں تو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں اپنے دین کے معاملہ میں ان سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک میری گردن جدا نہ ہوجائے یا جب تک اللہ اپنا امر نہ نافذ کردے۔''

اس کے بعد قریش نے آپ ﷺ کے پاس مختلف آدمیوں کو بھیجا تو آپ ﷺ نے وہی بات کہی جو بدیل بن ورقاء سے کہی تھی۔ جب قریش کے پرجوش اور جنگ باز جوانوں نے اپنے سرداروں کو صلح پر آمادہ دیکھا تو انہوں نے رخنہ اندازی کا پروگرام بنایا اور رات کو مسلمانوں کے کیمپوں میں گھسنے کی کوشش کی لیکن اسلامی پہرے داروں کے کمانڈر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے انہیں گرفتار کرلیا تو امن کے علمبردار اور امن کے پیامبر حضرت محمد ﷺ نے صلح کی خاطر ان سب کو معاف کرتے ہوئے آزاد کردیا۔ بالآخر مشرکین مکہ اور مسلمانوں کے درمیان صلح کا معاملہ طے ہوگیا اور ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل باتوں پر ان کا اتفاق ہوگیا۔

1- دس سال تک لڑائی بند ہے۔ لوگ باامن زندگی بسر کریں اور فریقین میں سے کوئی ایک دوسرے پر دست درازی نہ کرے۔

2- قریش کا جو آدمی نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے، وہ اسے واپس کردیں گے اور محمد ﷺ کا جو آدمی قریش کے پاس جائے، وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔

3- قبائل عرب میں سے جو قبیلہ محمد ﷺ یا قریش کے عہد میں داخل ہونا چاہے تو اسے اختیار ہے کہ فریقین میں سے جس کے عہد میں چاہے داخل ہوجائے۔

4- اس سال مسلمان مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس چلے جائیں گے۔ اگلے سال مسلمان تین دن مکہ میں قیام کریں گے اور ان کے پاس تلوار کا ہتھیار ہوگا اور تلواریں میانوں میں ہوں گی۔

ابھی اس معاہدے کی مدت پوری ہی نہ ہوئی تھی کہ امن کے قاتلوں اور دشمنوں مشرکین مکہ نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جنگ کی تیاری شروع کردی لیکن اللہ نے مسلمانوں کو فتح مبین کی خوشخبری صلح حدیبیہ کے موقع پر ہی سنادی تھی۔ چنانچہ اس صلح کے اگلے سال مسلمانوں نے بغیر جنگ لڑے مکہ فتح کرلیا۔ آپ ﷺ نے قدم قدم پر امن وسلامتی کا مظاہرہ کیا اور اپنے قول وفعل سے اسے دنیا پر عیاں کردیا۔ قیام امن ہی کے سلسلے میں نبی اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اس طرح حرام ہے، جس طرح تمہارے لیے آج کے دن رواں مہینہ اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔

سن لو! جہالت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روندی گئی۔ جاہلیت کے خون ختم کردیے گئے اور سارے خونوں میں سے پہلا خون جسے میں ختم کرتا ہوں، وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کررہا ہوں، وہ عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کا سود ہے، اب یہ سارے کا سارا سود ختم ہے۔ [صحیح مسلم باب حجۃ النبی ﷺ، 397/1]

میرے نبی ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرنے والو!

☆...... آپ ﷺ نے عرب معاشرے کی بگڑی ہوئی حالت کو جس احسن انداز سے سنوارا، اس پر دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔

☆...... خطبہ حجۃ الوداع عالمی امن، شرف انسانی اور بنیادی حقوق پر عالمی چارٹر تسلیم کیا گیا ہے۔

ایک طرف نبی اکرم ﷺ کے میثاق مدینہ کی شقیں اپنے اقوام متحدہ کے چارٹر میں شامل کرتے ہو اور دوسری طرف پیارے نبی ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہو۔ انتہا ہے تمہارے دوغلے پن کی، تمہیں اتنی گھٹیا اور نیچ حرکات کرتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ اس کے باوجود تم خود کو مہذب کہتے ہو۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

تم دنیا میں امن کا ڈھنڈورا تو پیٹتے ہو لیکن درحقیقت تم ہی انسانیت کے دشمن اور امن وسلامتی کے قاتل ہو۔ تم دنیا کا امن برباد کرنے والے ہو۔ تم نے عراق، افغانستان، ویتنام اور پاکستان میں جو دہشت گردی پھیلا رکھی ہے وہ تمہاری انسانیت دشمنی اور امن دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اپنے دو پالتو غنڈوں بھارت اور اسرائیل کو شہہ دے کر کشمیر اور فلسطین میں امن کی دھجیاں بکھیرنے والے تم ہو۔ اقوام متحدہ کے ادارے کے ذریعے تم نے دنیا کو گمراہ کررکھا ہے۔ تم اتنی نیچ اور گھٹیا حرکات کے مالک ہو کہ تم سے حوانیت بھی شرما جاتی ہے اور تمہیں انسان کا درجہ دینے سے انسانیت پر حرف آتا ہے۔ ہم تمہیں متنبہ کرتے ہیں کہ تم اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف شرانگیزیوں سے باز آجاؤ، ورنہ وہ دن دور نہیں جب پوری دنیا پہ اسلام چھا جائے گا اور جہاں میں امن کا پھریرا لہرائے گا اور تمہیں امن صرف اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی اطاعت میں نظر آئے گا اور امریکہ اور اس کا ہر حواری ذلیل ورسوا ہوجائے گا۔ ان شاء اللہ

وما علینا الا البلاغ المبین

(استفادہ از الرحیق المختوم، مختصر سیرت الرسول ﷺ)

اپنوں اور غیروں سب کے حقوق کا محافظ۔ محسن انسانیت ﷺ

اخت سعد الرحمٰن۔ مرید کے

رب ارض وسماء امام الحرمین والثقلین کی تعریف میں فرماتے ہیں: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث تو ان پر نرم دل ہے اور اگر تو بدزبان اور سخت دل ہوتا تو یہ سب تیرے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے''۔

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ ''یقیناً آپ (ﷺ) تو اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں''۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ مطہرہؓ فرماتی ہیں: ''کان خلقه القرآن''۔ ''بس قرآن ہی آپ (ﷺ) کا اخلاق تھا''۔

صرف مسکرا دینا ہی اخلاق نہیں ہے بلکہ کسی کو ادب سکھانا بھی اخلاق ہے، جب دشمن تنگ کرے تو اس کو تلوار کے ذریعے سبق سکھانا بھی اخلاق ہے، کسی کو برائی سے روکنا اور نیکی کی راہ پر چلانا بھی اخلاق ہے، کسی کی ضرورت پوری کرنا بھی اخلاق ہے، حقوق کی ادائیگی بھی اخلاق ہے، نرم زبان ودل ہونا بھی اخلاق ہے، بڑے کی عزت کرنا چھوٹوں سے پیار کرنا بھی اخلاق ہے، قرآن وحدیث کے مطابق زندگی گزارنا بھی اخلاق ہے...... یہی سبق محسن انسانیت ﷺ نے پوری دنیائے انسانیت کو سکھایا۔

عبداللہ بن رواحہؓ اپنے اشعار میں یوں گویا ہیں: ''میری جان ان پر فدا کہ جن کے اخلاق گواہ ہیں کہ بنی نوع انسان میں وہ افضل ترین ہیں، بلاامتیاز ان کے فضائل سب بندوں کے لیے عام ہیں جیسے سورج اور چاند کی روشنی ساری خلقت کے لیے عام ہے، اگر ان کی صداقت کو سچا کرنے والی نشانیاں نہ ہوتیں تو خود ان کی روشن شخصیت ان کی صداقت کے لیے کافی تھی۔

☆ حضرت ابوہریرہؓ کا معمول تھا کہ وہ سارا وقت نبی کریم ﷺ کے پاس رہا کرتے تھے اور تعلیم حاصل کیا کرتے تھے ذریعہ معاش کچھ بھی نہیں تھا۔ کہتے ہیں کہ میں ایسی گزرگاہ پر بیٹھ گیا جہاں سے اصحاب رسول کا گزر ہوتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ قریب سے گزرے تو میں نے ان کو روک کر ایک ایسی آیت کا مطلب پوچھا جو کھانا کھلانے کے بارے میں تھی ابوبکرؓ آیت کا مفہوم سمجھا کر آگے چل دیئے۔ وہ میری غرض کو نہ پا سکے۔ اس کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ آتے ہیں ان سے بھی میں اس آیت کا مطلب دریافت کرتا ہوں، وہ بھی مطلب بتا کر چلے جاتے ہیں اور میری غرض کو نہیں سمجھتے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوتا ہے، میں وہی آیت آپؐ سے پوچھتا ہوں۔ آپؐ میری غرض کو پہچان لیتے ہیں۔ اپنے گھر والوں سے پوچھتے ہیں کہ کھانے کی کوئی چیز ہے؟ بتایا جاتا ہے کہ کسی نے آپ کے لیے دودھ کا پیالہ بھیجا ہے۔ رسول اللہ ﷺ مجھے فرماتے ہیں کہ جاؤ اصحاب صفہ (جو کہ پیارے نبی ﷺ کے غریب شاگردوں کی جماعت تھی) کو لے آؤ۔ میرے ذہن میں خیال آتا ہے کہ میرا بھوک سے برا حال ہے اور یہ دودھ کا پیالہ تو صرف میرے لیے ہی کافی تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے سب اصحاب صفہ کو بلا بھیجا ہے۔ چونکہ آپؐ کا حکم تھا، سو میں اصحاب صفہ کو بلا لایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ہی فرمایا کہ دائیں طرف سے سب کو پلانا شروع کرو، میں نے باری باری سب کو پلایا، دودھ تھا کہ اتنا کا اتنا ہی تھا۔ جب سب کو پلا چکا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہ اب تم اور میں رہ گئے ہیں۔ میں نے کہا، جی ایسا ہی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے پینے کو کہا، میں نے پیا اور پی کر آپؐ کی طرف بڑھانا چاہا تو آپؐ نے فرمایا، ابوہریرہ اور پیو، میں نے پھر پیا اور پی کر رسول اللہ ﷺ کی طرف بڑھانا چاہا۔ آپؐ نے فرمایا، ابوہریرہ اور پیو۔ میں نے تیسری دفعہ پیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کو دیا تو آپؐ نے فرمایا، ابوہریرہ اور پیو۔ میں نے کہا ''یارسول اللہ! مجھ سے نہیں پیا جاتا۔ اب تو دودھ میرے ناخنوں سے ظاہر ہونا شروع ہوگیا ہے۔ پھر محسن انسانیت ﷺ نے دودھ پیا تو دودھ کا پیالہ ختم ہوگیا۔ اللہ اکبر!

☆ حضرت معاویہؓ ایک بادیہ نشین صحابی تھے، ایک دن رحمۃ للعالمین ﷺ جماعت کروا رہے تھے کہ آپ بھی جماعت میں مل گئے۔ ایک صحابی کو چھینک آئی تو معاویہؓ نے چھینک کا جواب نماز میں ہی دے دیا، ان کے اس کام سے نمازیوں کی یکسوئی میں اچھا خاصا خلل واقع ہوگیا اور سب لوگ تیز نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔ معاویہؓ نے لوگوں کو حیرت سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پایا تو کہنے لگے: ہائے میری ماں کی بربادی! تم لوگوں کو کیا ہوا، میری طرف کیا دیکھتے ہو؟ لوگ ہاتھوں سے رانوں پر مارنے لگے کہ خاموش ہو جائیں۔ انہوں نے دیکھا تو خاموش ہو گئے۔ نماز ختم ہوئی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون بول رہا تھا؟ لوگوں نے معاویہؓ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ وہ ڈرے ہوئے قریب آئے کہ جانے رسول اللہ ﷺ کیا کہیں اور کہیں انہیں ڈانٹ ہی نہ پلا دیں۔ معاویہؓ کہتے ہیں: میرے ماں باپ رسول اللہ ﷺ پر فدا ہوں۔ واللہ! میں نے آپ سے قبل اور نہ آپ کے بعد، ایسے خوبصورت اور ہلکے پھلکے انداز سے تعلیم دینے والا معلم نہیں دیکھا۔ واللہ نہ آپ نے مجھے ڈانٹا، نہ مارا اور نہ گالی دی۔ آپؐ نے بس اتنا کہا: ''معاویہ! نماز میں باتیں کرنا مناسب نہیں۔ اس میں صرف تسبیح وتکبیر اور قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے''۔

☆ میرا نبی عظیم نبی...... اعلیٰ وارفع نبی...... بلند کردار کا حامل نبی...... ایک دفعہ ابوہریرہؓ بازار جاتے ہیں۔ لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہیں، بلند آواز میں کہتے ہیں: اے لوگو! تم پر حیرت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں ہو۔ لوگ پوچھتے ہیں ابوہریرہؓ کس جگہ آپؐ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے، بتاتے ہیں، مسجد نبویؐ میں۔ لوگ دوڑے دوڑے جاتے ہیں اور مسجد میں لوگوں کو قرآن پڑھتے اور علم وحکمت کی مجالس میں بیٹھا ہوا پاتے ہیں لوگ واپس آ کر ابوہریرہؓ سے پوچھتے ہیں کہ مسجد میں تو کوئی میراث تقسیم نہیں ہو رہی۔ تو آپ سوال کرتے ہیں تم نے مسجد میں کیا دیکھا؟ لوگوں کے بتلانے پر فرماتے ہیں: ''کاش تم جانتے لوگو! یہی تو رسول اللہ ﷺ کی میراث ہے''۔ صدقے اور قربان جائیں۔ میرے محسن انسانیت ﷺ جہانوں کے پیر، رب کے حبیب، رسول معظم، نبی مکرم وراثت میں کوئی جائیداد، محل، سواریاں، بینک بیلنس نہیں چھوڑ کر گئے...... ہاں اگر چھوڑا تو آخرت کا بہترین ذخیرہ چھوڑا۔

☆ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ زاہر بن حرام نامی ایک بادیہ نشین جب بھی کسی کام سے مدینہ آتا تو آپ ﷺ کے لیے پنیر یا گھی کا تحفہ ضرور لاتا اور پھر آپ ﷺ بھی اسے مدینہ کی کوئی نہ کوئی سوغات تحفے میں دیتے۔ زاہر واجب شکل وصورت کا مالک تھا۔ اس کے باوجود پیارے پیغمبر ﷺ اس سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک دن بادیہ سے ملنے آپ کے گھر آیا، آپؐ گھر پر نہیں تھے۔ زاہر کے پاس تجارت کا کچھ سامان تھا جسے لے کر وہ بازار چلا گیا۔ محسن انسانیت ﷺ کو

پتہ چلا تو آپ بازار جا کر اسے تلاش کرنے لگے۔ ایک جگہ آپؐ نے اسے دیکھ لیا۔ وہ پسینے میں شرابور کھڑا اپنا سامان بیچ رہا تھا۔ اس کے کپڑے گندے تھے جیسا کہ بادیہ نشینوں کے ہوتے ہیں اور ان سے بو آ رہی تھی۔ رحیم و شفیق پیغمبر ﷺ عقب سے گئے اور چپکے سے اسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا۔ زاہر آپ کو نہ دیکھ سکا، وہ گھبرا کر چلایا۔ چھوڑ و مجھے...... کون ہو تم؟ نبی آخر الزماں ﷺ خاموش رہے۔ زاہر نے گرفت سے نکلنے کی کوشش میں قدرے مڑ کر دیکھا، اسے نبی ﷺ نظر آئے تو اطمینان ہو گیا اور گھبراہٹ ختم ہو گئی۔ اب وہ آپؐ کے سینے سے اپنی پشت چمٹانے لگا۔ اور محسن انسانیت ﷺ بھی خوش طبعی فرمانے لگے اور آس پاس کھڑے لوگوں سے کہنے لگے' یہ غلام کون خریدے گا؟ یہ غلام کون خریدے گا؟ وہ بولا: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! تب تو آپ کو میری قیمت زیادہ نہیں ملے گی۔ رسول عربی ﷺ نے فرمایا: ''لیکن اللہ کے ہاں تم کم قیمت نہیں ہو...... اللہ کے نزدیک تم قیمتی ہو''۔ اللہ اکبر!

☆ **میرا اعظیم پیغمبر ﷺ** ...... طائف والوں کو دعوتِ توحید دینے کے لیے تشریف لے گئے تو انہوں نے گالیاں دیں، پتھر برسائے، لہولہان کر دیا، آپؐ ہانپتے ہوئے کھجور کے سائے میں بیٹھ گئے۔ سخت دل برداشتہ تھے، آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور دعا کرنے لگے ...... ایک بدلی کے اندر سے جبریل علیہ السلام کی آواز آئی: اے محمد ﷺ! اللہ نے آپ ﷺ کی قوم کا جواب سن لیا ہے۔ اس نے آپ ﷺ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ اس کو جو چاہیں حکم دیں۔ پہاڑوں کے فرشتے نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ نے آپ ﷺ کی قوم کا جواب سن لیا ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ آپ ﷺ کے رب نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ آپ جو چاہیں حکم دیں، آپ چاہیں تو اس قوم کو ان دو پہاڑوں میں رکھ کر پیس دیا جائے (بخاری و مسلم)...... قربان جائیں محسن انسانیت ﷺ پر آپؐ نے فرمایا: نہیں، میں ان کا انتظار کروں گا، امید ہے کہ اللہ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

☆ ام المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار یہود نبی ﷺ کے گھر کے قریب سے گزرے، انہوں نے کہا: السام علیکم (یعنی السلام علیکم کی بجائے، مطلب یہ کہ تمہیں موت آئے معاذ اللہ)، رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: وعلیکم اور تمہیں بھی۔ اللہ کے رسولؐ تو اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے لیکن مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے کہا ''السام علیکم اور اللہ تم پر لعنت کرے اور اپنا غضب نازل کرے''۔ اس پر محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا: ''ٹھہرو عائشہ نرمی اپناؤ، درشتی اور بدگوئی سے بچو''۔

☆ ...... دنیا جہاں کے خزانوں کے مالک ہونے کے باوجود آپؐ میراث میں سوائے چند جہادی ہتھیاروں کے کچھ نہ چھوڑ گئے۔

☆ ...... معرکہ احد میں آپ ﷺ کا سر مبارک زخمی اور دانت مبارک ٹوٹ گئے تو بھی بددعا کی بجائے دعا فرمائی کہ یا اللہ انہیں معاف فرما دے۔

☆ ...... نبی ﷺ کو یہودیہ عورت نے زہریلا کھانا کھلایا تب بھی اسے اپنی ذات کے لئے معاف فرما دیا۔

☆ رن کا گھمسان ہے، دونوں فوجیں گتھم گتھا ہیں۔ اتنے میں امام الانبیاء ﷺ کے چہرہ مبارک پر ایک کافر پتھر پھینکتا ہے جس سے آپ کا خوبصورت چہرہ زخمی ہو جاتا ہے اور دانت مبارک شہید ہو جاتے ہیں تو قربان جائیں محسن انسانیت ﷺ پر کہ بددعا کرنے کی بجائے فرمایا: ''اے اللہ میری قوم کو بخش دے، یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا کر رہے ہیں''۔ یہ ہے میرا اعظیم نبی...... یہ میرا اعلیٰ وارفع اخلاق کا مالک نبی ﷺ

☆ محسن انسانیت ﷺ نے خیبر کی سرزمین کو فتح کر لیا تو ایک یہودیہ عورت زینب نے آپ کو بھنی ہوئی بکری تحفتاً بھیجی اور آپ ﷺ کے پسندیدہ حصے دستی پر زیادہ زہر ملا دیا اور دوسرے حصے میں بھی زہر ملا دیا۔ آپ ﷺ نے دستی اٹھائی۔ اس کا ایک ٹکڑا چبایا لیکن نگلنے کے بجائے تھوک دیا۔ پھر فرمایا کہ یہ ہڈی مجھے بتلا رہی ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے ...... اللہ اکبر! رب ارض و سماء نے اپنے پیغمبر کو بچا لیا...... اس کے بعد آپؐ نے یہودی عورت زینب کو بلایا تو اس نے اقرار کر لیا۔ امام الانبیاء ﷺ نے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا ''میں نے سوچا کہ اگر یہ بادشاہ ہے تو ہمیں اس سے راحت مل جائے گی اور اگر نبی ہے تو اسے خبر دے دی جائے گی''۔ ہزار بار قربان جائیں امام الانبیاء، سید الرسل، ختم الرسل، رحمۃ للعالمین، امام اعظم ﷺ نے زہر کھلانے کے باوجود اس عورت کو معاف کر دیا۔ ایک صحابی بشر بن براء بن معرور بھی آپ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ انہوں نے کھا لیا تو فوت ہو گئے، تو تب قانون دان انصاف پسند قائد مدینہ ﷺ نے اس صحابی کے قصاص میں اس عورت کو قتل کروا دیا۔

☆ جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ذات الرقاع میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ (دستور یہ تھا کہ) جب ہم کسی سایہ دار درخت پر پہنچتے تو اسے نبی ﷺ کے لیے چھوڑ دیتے تھے۔ (ایک بار) نبی ﷺ نے پڑاؤ ڈالا اور لوگ درخت کا سایہ حاصل کرنے کے لیے ادھر ادھر کانٹے دار درختوں کے درمیان بکھر گئے۔ نبی کریم ﷺ بھی ایک درخت کے نیچے اترے اور اسی درخت سے تلوار لٹکا کر آرام فرمانے لگے۔ ہمیں اچانک رسول اللہ ﷺ پکار رہے تھے' ہم پہنچے تو دیکھا کہ ایک اعرابی آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا اور اس نے میری تلوار سونت لی۔ اتنے میں میں جاگ اٹھا۔ اور سونتی ہوئی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی، اس نے مجھے کہا تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا' ''اللہ'' تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی پھر وہ تلوار رسول اللہ ﷺ نے اٹھا لی اور فرمایا: اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا اس نے کہا آپ اچھے پکڑنے والے ہیں۔ (یعنی ایک کافر اور قاتل بھی اس بات کا معترف تھا کہ آپ محسن انسانیت ہیں) محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا: تم شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ تو کہنے لگا کہ میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ آپ سے لڑائی نہیں کروں گا اور نہ آپؐ سے لڑائی کرنے والوں کا ساتھ دوں گا۔ اس کے بعد آپؐ نے اسے چھوڑ دیا اور اس نے اپنی قوم میں جا کر کہا: ''میں تمہارے یہاں سب سے اچھے انسان کے پاس سے آ رہا ہوں''...... اللہ اکبر!

☆ **سریہ محمد بن مسلمہؓ** میں ایک سردار ثمامہ بن اثال، محسن انسانیت ﷺ کو قتل کرنے کی نیت سے بھیس بدل کر پھر رہا تھا کہ صحابہؓ اسے گرفتار کر کے آپؐ کے پاس لے آئے۔ اور مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ محسن انسانیت ﷺ تشریف لائے اور اس سے پوچھا: ''ثمامہ تمہارے نزدیک کیا ہے؟'' جواب ملا: ''اے محمد! میرے نزدیک خیر ہے، اگر تم قتل کرو تو ایک خون والے کو قتل کرو گے

اور اگر احسان کرو تو ایک قدردان پر احسان کرو گے اور اگر مال چاہتے ہو تو جو چاہو مانگ لو'۔ محسن انسانیت ﷺ نے اسے اسی حالت میں چھوڑ دیا۔ دوبارہ سید الرسل ﷺ کا گزر ہوا تو وہی سوال کیا، وہی جواب ملا۔ چنانچہ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ پھر

☆...... آپ کے صحابہ میں سے ہر ایک یہی سمجھتا کہ نبی ﷺ سب سے زیادہ اسی سے محبت کرتے ہیں۔

☆...... حضرت انسؓ دس سال تک آپ ﷺ کی خدمت میں رہے۔ ان کا بیان ہے کہ مجھے آپ ﷺ نے کبھی اف تک نہ کی۔

☆...... 1400 سال پہلے آپؐ نے عورتوں کے حقوق کی اس قدر حفاظت فرمائی کہ دو بچیوں کی پرورش کرنے والے کو قیامت کے دن اپنے برابر اکٹھے ہونے کی خوشخبری دی۔

نبی کریم ﷺ نے انہیں آزاد کرنے کا حکم دے دیا۔ ثمامہ مسجد نبوی کے قریب کھجور کے ایک باغ میں گئے غسل کیا اور آپ کے پاس واپس آ کر اسلام قبول کر لیا۔ پھر کہنے لگے: اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی چہرہ میرے نزدیک آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہیں تھا لیکن اب آپ کا چہرہ دوسرے تمام چہروں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے اور پہلے سب دینوں سے زیادہ مبغوض دین اسلام تھا لیکن اب سب سے زیادہ محبوب ہو گیا ہے۔ وہ مشرکین مکہ کو اناج غلہ وغیرہ دیا کرتے تھے' وہ انہوں نے بند کر دیا جس سے مکہ والے بہت زیادہ پریشان ہوئے تو انہوں نے پیارے نبی ﷺ سے درخواست کی کہ ثمامہؓ سے کہیں کہ ہمارا غلہ کھول دے تو آپ ﷺ کے کہنے پر انہوں نے ایسا کر دیا۔...... اللہ اکبر! ایسی عظیم ہستی پر تو ہزار بار قربان ہونے کو دل چاہتا ہے...... گستاخی تو وہی کرتے ہیں جو خود بد بخت ہوں۔

☆ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی نے دو لڑکیوں کی ان کے بالغ ہونے تک پرورش کی، قیامت کے دن وہ اور میں یوں اکٹھے ہوں گے'' یہ کہہ کر آپؐ نے اپنی انگلیاں جوڑ لیں.......... ایک آدمی نے پوچھا: میرے حسن سلوک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں، تمہاری ماں، تمہاری ماں، پھر تمہارا باپ...... اور قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں سے فرمایا! تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے اچھا ہے اور میں تم سب سے بڑھ کر اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہوں..........

میرے سید المرسلین ﷺ نے فرمایا: سنو! عورتوں کے متعلق بھلائی کی وصیت لے لو! سنو! عورتوں کے متعلق بھلائی کی وصیت لے لو...... اپنی نواسی امامہؓ کو جماعت کرواتے ہوئے بھی اٹھانا ناپسند نہ فرماتے..........

☆ غزوہ بدر کے موقع آپ کی بیٹی رقیہؓ بیمار تھیں تو اپنے داماد عثمانؓ سے فرمایا: عثمانؓ میری بیٹی کی تیمارداری کرو۔ آپ کو اس کے صلے میں گھر بیٹھے بدر کے غازیوں کے برابر دنیاوی اجر اور اخروی ثواب ملے گا.......... محسن انسانیت ﷺ کی بیٹی ام کلثومؓ کی وفات ہوئی تو آپ نے فرمایا: وہ شخص قبر کی درستگی کے لیے اس میں اترے جس نے آج رات کوئی لغزش بھی نہ کی ہو.......... اپنی آخری بیٹی فاطمہؓ کے متعلق فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس شخص نے اسے ناراض کیا' اس نے مجھے ناراض کیا......

☆ محسن انسانیت ﷺ جب بھی کسی غزوہ میں جاتے تو قرعہ اندازی کے ذریعے کسی نہ کسی بیوی کو اپنے ساتھ لے جاتے، سب کے حقوق، سب کا خیال، سب کی باری ...... پورے انصاف کے ساتھ...... تمام بیویوں کی خوبیوں کی قدر کرتے اور تعریف فرماتے...... خدیجہؓ کو نہایت اچھے الفاظ کے ساتھ یاد کیا کرتے اور ان کی سہیلیوں کا خاص خیال رکھا کرتے تھے......

☆ .... ایک روز مدینے میں یہودی آدمیوں نے ایک مسلمان باپردہ عورت کو بے پردہ کرنے کی کوشش کی تو محسن انسانیت ﷺ نے ان یہودیوں کو جلاوطن کر دیا...... کوئی عورت کوڑا پھینکتی ہے لیکن محسن انسانیت ﷺ اس کی تیمارداری کرتے ہیں...... کوئی محسن انسانیت ﷺ کے دین سے بھاگ کر دوسری جگہ جانا چاہتی ہے محسن انسانیت ﷺ مسکرا کر اس کا سامان اٹھاتے ہوئے اسے منزل تک پہنچا دیتے ہیں

☆ غزوہ احد میں ایک یہودی حبان بن عرقہ نے تیر چلایا تو ام ایمنؓ گر پڑیں اور پردہ کھل گیا۔ اس پر اللہ کے اس دشمن نے بھرپور قہقہہ لگایا۔ رسول عربی ﷺ دیکھ رہے تھے آپ پر یہ بات گراں گزری اور آپ زخمی تھے چنانچہ آپ نے سعدؓ بن ابی وقاص کو ایک بغیر انی کے تیر دے کر فرمایا' اسے چلاؤ، سعدؓ نے چلایا تو وہ تیر حبان کے حلق پر لگا اور وہ چت گرا اور اس کا پردہ کھل گیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ اس طرح ہنسے کہ جڑ کے دانت دکھائی دینے لگے۔ فرمایا: سعدؓ نے ام ایمنؓ کا بدلہ چکا لیا، اللہ ان کی دعا قبول کرے...... اللہ اکبر! یہ میرا حقوق نسواں کا حقیقی علمبردار پیغمبر ﷺ

☆ محسن انسانیت ﷺ بچوں سے بہت مشفقانہ سلوک کرتے تھے۔ انسؓ کہتے ہیں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس سے لاڈ پیار کرتے اور اسے ابو عمیر کی کنیت سے پکارتے۔ اس کے پاس ایک پرندہ تھا جس سے وہ کھیلتا تھا۔ پرندہ مر گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اس سے جب بھی ملتے پیار سے کہتے: ''ابو عمیر وہ نغیر (بلبل) کیا ہوا؟ وہ ہنس پڑتا ہے' اس لیے پوچھا تا کہ عمیر کا موڈ صحیح ہو جائے اور وہ پھر سے ہشاش بشاش ہو جائے...... زینب بنت ام سلمہ کو رسول اللہ ﷺ محبت سے پکارتے ہوئے فرماتے: ''یَا زُوَیْنِب، یَا زُوَیْنِب'' یہ لفظ زینب کی تصغیر ہے یعنی چھوٹی سی یا پیاری سی زینب...... محسن انسانیت ﷺ کھیلتے بچوں کے پاس سے گزرتے تو انہیں سلام کہتے...... آپؐ کسی معرکے سے واپس آتے اور بچے آپ کا استقبال کرتے تو آپ انہیں سوار کر لیتے۔ محسن انسانیت ﷺ ایک دن وضو کر رہے تھے۔ ایک پانچ سالہ بچہ محمود بن ربیع آپ کی طرف آیا۔ آپ نے منہ میں پانی ڈالا اور بچے سے دل لگی کرتے ہوئے اس کے منہ پر کلی کی...... ایک بچہ محسن انسانیت ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیتا ہے، آپ بغیر کسی ناراضگی کے پانی منگواتے ہیں اور اس جگہ پر چھینٹے مار لیتے ہیں...... حسنؓ و حسینؓ مسجد کی طرف دوڑتے ہوئے آ رہے تھے' عربی لباس پہننے کی وجہ سے کبھی گرتے اور کبھی اٹھتے ہیں۔ محسن انسانیت ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ نظر پڑی تو خطبہ چھوڑ کر منبر سے اترے اور آ کر دونوں بچوں کو اپنی آغوش میں لے لیا...... بیٹے ابراہیم کی وفات کا وقت آ گیا، ہاتھوں میں لیے مسلسل آنسو بہا رہے ہیں، ایک ساتھی نے پوچھا: آپ بھی روتے ہیں: محسن انسانیت ﷺ نے فرمایا: ہاں آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہے مگر زبان سے وہی لفظ نکلے گا جو اللہ کو پسند ہے ابراہیم ہم تیرے جانے سے بہت غمگین ہیں...... بچے کے فوت ہو جانے پر اور اس پر صبر کرنے والے کو جنت کی بشارت دینے والے، بچوں کو اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلانے والے، نماز میں بچے کے رونے کی آواز پر نماز کی طوالت کو کم کر دینے والے، بے

شمار ذمہ داریوں سے ٹائم نکال کر ایک یہودی بچے کی عیادت کو جانے والے، اپنوں اور غیروں کے بچوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنے والے' یہی تو میرے محسن انسانیت، سب سے بڑے سپہ سالار، کمانڈر، ڈاکٹر، پروفیسر، حکیم، قاضی، چیف جسٹس، عظیم نبی، امام الانبیاء، سید المرسلین، شافع محشر، ساقی کوثر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں......

☆ محسن انسانیت ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے، ان کا ہر قسم کا خیال رکھتے، ان کی عزت و تکریم کرتے، ہر ساتھی یہی سمجھتا کہ آپؐ سب سے بڑھ کر اسی سے محبت کرتے ہیں، اور پھر اپنے صحابہؓ کے متعلق فرمایا: ''تم میرے صحابہ کو گالی مت دو، اگر تم میں سے کوئی ایک احد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کے راستے میں خرچ کرلے تو وہ میرے ساتھی کے ایک مد یا آدھا مد خرچ کی ہوئی چیز کے برابر نہیں ہوسکتا''۔

☆ نبی کریم ﷺ اپنی بیٹی فاطمہؓ کے ہاں تشریف لائے معلوم ہوا کہ علیؓ ناراض ہوکر مسجد میں سوئے ہوئے ہیں، قربان جائیں اس عظیم باپ اور سسر پر کہ وہ مزید غصے میں آ کر اپنی بیٹی کو اپنے گھر لے جانے کی بجائے اپنے داماد کے پیچھے مسجد میں تشریف لے گئے۔ حضرت علیؓ مسجد میں سوئے ہوئے تھے اور مٹی سے آپ کے کپڑے خراب ہو رہے تھے۔ محسن انسانیت ﷺ پیار بھرے لہجے میں فرمانے لگے: ابوتراب (اے مٹی والے) اٹھیے، ابوتراب اٹھیے اور ان کے اوپر سے مٹی جھاڑنے لگے۔ اس دن سے علیؓ کی کنیت ابوتراب ہوگئی۔

☆ انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال تک پیارے نبی ﷺ کی۔ خدمت کی اتنے طویل عرصے میں آپ نے مجھے کبھی بھی اف تک نہیں کہا، میں نے کوئی غلطی کوتاہی کرلی تو یہ نہ فرمایا کہ ایسا کیوں کیا؟ ایک مرتبہ آپؐ نے مجھے ایک کام کرنے کا حکم دیا۔ میں نے کہا میں نہیں جاؤں گا جبکہ میں نے دل میں کہا کہ میں جاؤں گا۔ میں وہاں سے نکلا اور بچوں کے ساتھ کھیل میں مصروف ہو گیا۔ اتنے میں محسن انسانیت ﷺ بھی وہاں تشریف لے آئے۔ میری گردن پر ہاتھ رکھ دیا۔ میں نے جو پلٹ کر دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ پھر شفقت سے فرمایا: پیارے انس! اب تم جاؤ اس کام کو۔ میں نے عرض کیا: ''نبی اکرم ﷺ جاتا ہوں''...... میرے محسن انسانیت ﷺ کی سیرت کا ہر پہلو روشن ہے، جس کی روشنی شرق و غرب پھیلی ہوئی ہے اور پھیلی رہے گی۔ ان شاءاللہ

☆ محسن انسانیت ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ایک جگہ پڑاؤ کیا اور آپؐ قضائے حاجت کے لیے گئے تو چند صحابہؓ درختوں کے ایک جھنڈ میں داخل ہوئے۔ انہیں ایک چڑیا نظر آئی جس کے ساتھ دو بچے بھی تھے۔ انہوں نے وہ دونوں بچے اٹھا لیے۔ چڑیا ان کے سروں پر اڑنے اور پھڑ پھڑانے لگی۔ محسن انسانیت ﷺ تشریف لائے اور یہ منظر دیکھ کر پوچھا' اسے اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف پہنچائی ہے۔ اس کے بچے اسے واپس کر دیجیے...... ایک دن محسن انسانیت ﷺ نے چیونٹیوں کا جلا ہوا بل دیکھا تو پوچھا' اسے کس نے آگ لگائی ہے۔ ایک صحابیؓ نے کہا: میں نے۔ تو آپؐ نے فرمایا: آپ کے رب کے علاوہ کوئی آگ کا عذاب دے، یہ مناسب نہیں ہے...... دوران سفر ایک اونٹ بلبلاتا ہوا پیارے پیغمبر ﷺ کے پاس آیا، محسن انسانیت ﷺ نے اس کے مالک کو بلا کر جانوروں سے حسن سلوک کی ترغیب دی...... محسن انسانیت ﷺ کو خبر ملی کہ ایک عورت نے ایک بلی کو باندھے رکھا اور بھوکا پیاسا مار دیا تو فرمایا وہ جہنمی عورت ہے۔

☆ رسول عربی ﷺ نے فرمایا: مجھے گفتگو کا بہترین ملکہ عطا کیا گیا ہے، جی ہاں میرے محسن انسانیت کی گفتگو میں ٹھہراؤ اور اختصار تھا، الفاظ اور انداز میں نرمی تھی، اچھائی کی تحسین اور برائی پر غصہ کا اظہار ہوتا تھا......

☆ ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میرے دوست نبی اکرم ﷺ نے مجھے سات باتوں کا حکم دیا ہے: ''۱۔ میں مسکینوں سے محبت کروں اور ان کے قریب رہوں۔ ۲۔ میں اپنے سے کم تر کی طرف دیکھوں اور اپنے سے بالاتر کی طرف نہ دیکھوں۔ ۳۔ میں رشتہ داروں سے صلہ رحمی کروں، خواہ وہ مجھ سے قطع رحمی کریں۔ ۴۔ میں کسی سے کوئی سوال نہ کروں۔ ۵۔ میں حق بات کہوں، خواہ وہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ ۶۔ میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈروں۔ ۷۔ اور یہ کہ میں بکثرت ''لا حول ولا قوة الا باللہ'' پڑھتا رہوں کیونکہ ان کلمات کو عرش الٰہی کے خزانے سے نازل کیا گیا ہے''۔ ہزار ہا بار صدقے اور قربان جاؤں ایسی عظیم اور پیاری ہستی پر۔

محسن انسانیت ﷺ کا بچوں کے ساتھ حسن سلوک

محمد زبیر ارشد۔ ملتان

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ایک مشعل ہے جس سے تاریکیاں اُجالوں میں بدلیں اور ظلمتیں نور کا لباس پہنتی ہیں۔ آپ ﷺ کونین کا حاصل ہیں۔ آپ ﷺ انسان کامل تھے۔ حیات مبارکہ کا ہر گوشہ اور کردار کا ہر رُخ مسلمانوں کیلئے نمونہ اور اسوہ ہے۔ اللہ پاک نے آپ ﷺ کو انسانوں میں پیدا کیا اور انسانوں کی طرح ہی پوری زندگی گزاری۔ آپ ﷺ زندگی کے تمام معاملات میں ایسے ان مٹ نقوش چھوڑ گئے جو قیامت تک ہم لوگوں کیلئے نمونہ اور معیار بنے رہیں گے۔

عرب میں یہ روایت عام تھی کہ لوگ اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے بچیوں کی تربیت و پرورش کرنے والے کو جنت کی بشارت دی۔ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے یہ نمونہ قائم کرنا چاہتے تھے کہ لڑکیوں کی عزت کی جائے اور انہیں بھی لڑکوں کے برابر سمجھا جائے۔ آپ ﷺ کو بچوں کے ساتھ بے انتہا پیار تھا۔ ان کا بے حد خیال رکھتے۔ آپ ﷺ اپنے بچوں کو گود میں لیتے انہیں پیار کرتے اور ان سے کھیلتے۔ اپنی نواسی امامہ بنت زینبؓ کو گود میں لے کر یا کاندھے پر بٹھا کر نماز پڑھتے تھے۔ جب رکوع میں جاتے تو ایک طرف بٹھا دیتے۔ (بخاری، مسلم)

ایک بار آپ ﷺ اس حالت میں بازار سے گزر رہے تھے۔ پیارے نواسے حضرت حسینؓ کو کندھے پر بٹھایا ہوا تھا۔ راہ میں کسی نے حضرت حسینؓ سے کہا کہ سواری کتنی اچھی ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔'' (ترمذی)

ایک دن رسول پاک ﷺ سجدہ میں تھے۔ حضرت حسینؓ آئے اور محبت سے اپنے نانا سے لپٹ گئے۔ تو آپ ﷺ نے سجدہ طویل فرما دیا (متفق علیہ)۔ رسول اللہ ﷺ نے نماز ختم کی اور اپنے منے سے نواسے کو گود میں لے لیا۔ ایک یہودی بھی وہاں بیٹھا تھا۔ اس نے دیکھ کر کہا ''آپ ﷺ بچوں سے اتنی محبت کرتے ہیں' یہ ہمیں پسند نہیں ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اگر تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاتے تو تم بھی بچوں کو اپنے لئے رحمت اور آرام کا سبب سمجھتے۔''

آپ ﷺ اپنے نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی اپنے

ان نواسوں سے محبت کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ایک دن آپ ﷺ کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں آپ ﷺ کے دونوں نواسے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ ملے۔ آپ ﷺ نے ایک کو ایک کندھے پر اور دوسرے کو دوسرے کندھے پر بٹھایا' رسول پاک ﷺ کے ساتھیوں نے چاہا کہ دونوں بچوں کو لے لیں مگر انہوں نے کہا'' ہمیں اپنے پیارے نانا کے کندھے پیارے لگتے ہیں۔'' آپ ﷺ نے دونوں کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تُو بھی ان سے محبت فرما۔ (ترمذی)۔ بچوں سے شفقت فرمانے والے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: حسنؓ اور حسینؓ میری دنیا کے پھول ہیں۔'' (بخاری)۔ آپ ﷺ جب سیدہ فاطمہؓ کے گھر آتے تو آپ ﷺ سیدنا حسن وحسینؓ کو پیار کرتے اور اپنے سینہ مبارک سے لگاتے۔ (ترمذی) ایک مرتبہ آپ ﷺ بازار میں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک بچی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے اس بچی سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میری مالکن نے مجھے سودا سلف لانے کے لئے پیسے دیئے تھے جو گم ہو گئے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ میری مالکن مجھے مارے گی۔ اس لئے رو رہی ہوں۔ آپ ﷺ نے اس بچی کو خود سودا خرید کر دیا اور اسے گھر چھوڑ کر آئے۔ (بخاری)۔ صحابہ کرامؓ جونہی موسم کا پھل آپ ﷺ کے پاس لاتے تو آپ ﷺ پہلے دعا پڑھتے۔ پھر آپ ﷺ وہ پھل مجلس میں جو سب سے کم عمر بچہ ہوتا' اسے اپنے پاس بلا کر دے دیتے۔ (مسلم شریف)۔ ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ ہم چند بچے کھیل رہے تھے کہ آپ ﷺ جب ہمارے پاس سے گزرے تو ہمیں سلام کیا (ابن ماجہ)۔ اگر کئی بچے ایک جگہ جمع ہوتے تو آپ ﷺ ان کو ایک قطار میں کھڑا کر دیتے اور آپ ﷺ خود اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلا کر بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ تم سب دوڑ کر میرے پاس آؤ جو بچہ سب سے پہلے چھوئے گا' میں اس کو چیز دوں گا۔ بچے بھاگ کر آپ ﷺ کے پاس آتے۔ کوئی آپ ﷺ کے پیٹ پر گرتا اور کوئی سینہ مبارک پہ۔ آپ ﷺ ان کو سینہ سے لگاتے اور پیار فرماتے۔ بعض اوقات حضرت انسؓ کھیل میں لگ جاتے تو آپ ﷺ منع نہیں فرماتے تھے۔

آپ ﷺ حضرت انسؓ کو دو کانوں والے کہہ کر پکارتے۔ (نبوی لیل ونہار)۔ حضرت انسؓ خادم رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ ہم میں گھل مل کر رہا کرتے تھے۔ (بخاری) حضرت انسؓ نے فرمایا کہ بعض اوقات آپ ﷺ کوئی کام کرنے کو کہتے تو اگر ہم بھول جاتے یا اس میں کوتاہی کر بیٹھتے تو آپ ﷺ بالکل بھی ملامت نہیں کرتے بلکہ اگر اہل بیت میں سے کوئی بھی ملامت کرتا تو آپ ﷺ فرماتے:'' اسے کچھ مت کہو۔ اگر یہ کام ہونا ہوتا تو ہو جاتا۔'' (مسند احمد)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ'' میں نماز شروع کرتا ہوں تو میرا ارادہ ہوتا ہے کہ لمبی نماز پڑھوں اور ایسے میں اگر کسی بچے کے رونے کی آواز سن لوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اس بچے کے رونے سے اس کی ماں پر کیا اثر ہوگا۔ (بخاری ومسلم) ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ:'' مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سب سے براوہ گھر ہے، جس میں کسی یتیم کے ساتھ برا برتاؤ کیا جاتا ہو۔'' (ابن ماجہ)۔ آپ ﷺ کو عام بچوں کے ساتھ ساتھ یتیم بچوں کے ساتھ بھی بہت محبت تھی۔ آپ ﷺ خود یتیم تھے' اس لئے اس پر بھرپور توجہ دیتے اور دلاتے رہتے تھے۔ بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ اسلام لائے۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ بڑی شفقت کے ساتھ پیش آتے، جہاں جاتے حضرت علیؓ کو ساتھ لے جاتے، کھانے میں انہیں ساتھ بٹھاتے اور آپ ﷺ اچھی باتوں کی تربیت دیتے رہتے۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:'' وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے۔'' (ترمذی)

حضرت اسامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک زانو پر مجھے اور دوسرے پر حضرت حسنؓ کو بٹھا لیتے اور پھر دونوں زانو ملا کر کہتے:'' خداوند! ان دونوں پر رحم کر کیونکہ میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں۔'' (بخاری)۔ حضرت زیدؓ کو ایک جنگ میں شہید کر دیا گیا۔ آپ ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت زیدؓ کی ننھی منی بچی آپ ﷺ کو دیکھ کر رونے لگی۔ آپ ﷺ اسے پیار کرتے رہے اور روتے بھی رہے۔ یہ دیکھ کر ایک صحابیؓ نے پوچھا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ اس قدر رو کیوں رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:'' یہ دوست کا دوست کی یاد میں رونا ہے۔'' (رواہ ابن سعد، حیاۃ الصحابہؓ)۔ رسول اللہ ﷺ بچوں پر بہت مہربان تھے۔ ان سے محبت کرتے، پیار سے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور ان کی بھلائی کے لئے دعا فرماتے تھے۔ بچے قریب آتے تو ان کو گود میں اٹھا لیتے (معجم الکبیر)۔ لیٹے ہوتے تو اپنے پیروں پر بٹھا لیتے، کبھی چھاتی پر لٹا دیتے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد) کبھی بچے کے سامنے اپنی زبان مبارک نکالتے جس سے بچہ خوش ہوتا اور بہلتا (اتحاف السادۃ المتقین)۔ بچے بھی آپ ﷺ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھتے تو ہنستے مسکراتے آپ ﷺ کے پاس آ جاتے۔ راستے میں جو بچے ملتے انہیں اپنے آگے یا پیچھے سواری پر بٹھا لیتے (صحیح مسلم)

ایک دفعہ ایک اعرابی آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت حسنؓ کو پیار کر رہے تھے۔ بڑا حیران ہوا اور پھر کہنے لگا: آپ ﷺ بچوں کو پیار کرتے ہیں۔ میرے بھی بچے ہیں لیکن میں نے کبھی پیار نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:'' تیرے لئے میرے بس میں کیا ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت ہی کھینچ لی۔'' (بخاری)۔ اسی طرح کسی نے بچوں سے پیار کرنے کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:'' جو رحم نہیں کرتا' اس پر رحم نہیں کیا جاتا''۔ (مسلم)

حدیث مبارکہ ہے' آپ ﷺ نے فرمایا:'' جنت میں ایک گھر ہے جسے خوشیوں کا گھر کہا جاتا ہے' اس میں وہ لوگ داخل ہونگے جو اپنے بچوں کو خوش رکھتے ہیں۔'' (کنز العمال)۔ جابر بن سمرہؓ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی، فارغ ہو کر جب آپ ﷺ گھر چلے تو میں بھی ساتھ ہو لیا، ادھر سے چند بچے اور آ گئے، آپ ﷺ نے ہر بچے کے رخسار پر ایک ایک کر کے ہاتھ پھیرا۔ (مسلم)۔ آپ ﷺ کی محبت صرف مسلمان بچوں ہی کے لئے نہ تھی، بلکہ آپ ﷺ ان بچوں سے بھی محبت فرماتے تھے جو مسلمان نہ تھے۔ ایک یہودی کا بیٹا آپ ﷺ سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتا تھا اس وجہ سے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں اکثر آ کر کوئی نہ کوئی کام کر دیا کرتا تھا۔ ایک بار وہ یہودی لڑکا بیمار ہو گیا۔ آپ ﷺ کو اس کی بیماری کا حال معلوم ہوا تو اس کے گھر تشریف لے گئے۔

اس وقت بچے کی حالت بہت خراب تھی۔ اندازہ ہوتا تھا' وہ زندہ نہ بچے گا، اس کی بھلائی کے خیال سے آپ ﷺ

☆...... آپ ﷺ نے ایک بچی کو جو سودے کے پیسے گم ہونے کی وجہ سے رو رہی تھی' اسے سودا خرید کر دیا اور اسے گھر تک چھوڑ آئے۔ (بخاری)

☆...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جونہی موسم کا پھل آپ ﷺ پاس لاتے آپ اسے مجلس میں سب سے چھوٹی عمر کے بچے کو دے دیتے۔

نے اسے مسلمان ہو جانے کیلئے کہا، بچے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ اس نے اجازت دے دی، تو وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا، آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا:۔'' سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری وجہ سے اسے دوزخ کے عذاب سے بچالیا۔'' (شمائل ترمذی)۔ صحابی رسول حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آپ ﷺ کے گھر گیا تو آپ ﷺ ہاتھوں اور پاؤں کے بل چل رہے تھے جب کہ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ آپ ﷺ کی پشت پر بیٹھے تھے۔ ایک دفعہ عید کے روز آپ ﷺ اپنے نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو ساتھ لے کر جا رہے تھے کہ راستے میں کچھ بچے کھیلتے ہوئے نظر آئے۔ مگر ایک بچہ اداس سب سے الگ تھلگ بیٹھا تھا۔ آپ ﷺ اس کے قریب گئے اور پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' ''رنجیدہ کیوں ہو؟'' بچے نے جواب دیا، ''میرا باپ مر چکا ہے، ماں نے دوسرا عقد کر لیا ہے، کوئی نہیں جو مجھے سنبھالے۔'' آپ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ''کیا تم پسند کرو گے کہ محمد ﷺ تمہارا باپ ہو اور عائشہ تمہاری ماں ہوں اور فاطمہ تمہاری بہن ہو۔'' اس کے بعد آپ ﷺ اس بچے کو اپنے ساتھ لے کر گھر آئے۔ حضرت عائشہؓ سے فرمایا: ''تمہیں بیٹے کی آرزو تھی' یہ تمہارا بیٹا ہے۔ حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تمہیں بھائی کی آرزو تھی، یہ تمہارا بھائی ہے اور فرمایا حسنؓ و حسینؓ کے کپڑے لاؤ اور ان کپڑوں میں سے اچھا سا جوڑا اس بچے کو پہنایا اور اسے ساتھ لیکر عید کی نماز پڑھنے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ بچوں کی ذہنی نشو و نما کے لئے ان میں مقابلے بھی کروایا کرتے تھے اور جیتنے والے کو انعام دے کر حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ بچے سے کسی چیز کا وعدہ کیا جائے اور پھر اسے نہ دی جائے۔ آپ ﷺ بچوں کو سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کی تاکید کرتے تھے۔ آپ ﷺ اگر بچوں کو لڑتے ہوئے دیکھتے تو ان میں صلح کروا دیتے اور فرمایا کرتے ''اللہ تعالیٰ جھگڑالو بندے کو پسند نہیں کرتے۔'' آپ ﷺ کی مبارک زندگی ایسی پاکیزہ تھی کہ ایک ایک گھڑی اور ایک ایک پل نیکی، بھلائی اور پیار محبت میں گزارا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ عبداللہ ابن عباسؓ سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے سوار تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے بچے! میں تجھے چند خاص خاص باتیں بتاتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا اے

☆...... آپ ﷺ کو عام بچوں کے ساتھ ساتھ یتیم بچوں کے ساتھ بھی بہت محبت تھی۔

☆...... ایک دفعہ ایک جنگ میں بچوں کے مارے جانے کی خبر پر آپ ﷺ انتہائی رنجیدہ ہوئے اور فرمایا خبردار! آئندہ جنگ میں کبھی بچوں کو قتل نہ کرنا چاہے غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں۔

بچے! تو اللہ کے حکموں کی حفاظت کر۔ اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، اللہ کے حکموں پر عمل کرو اللہ کو سامنے پاؤ گے۔ جب تو سوال کرے تو صرف اللہ ہی سے سوال کرو اور جب تو مدد مانگے تو اللہ ہی سے مدد مانگا کرو اور جان لو کہ قلموں کو اٹھا لیا گیا ہے اور صحائف خشک ہو گئے ہیں۔ اگر پوری امت تجھے نفع دینا چاہے اور اللہ نے تیرے مقدر میں نہ کیا ہو تو وہ تجھے نفع دینے کی طاقت نہیں رکھتی، اگر پوری امت تجھے نقصان دینا چاہے جو اللہ نے تیرے مقدر میں نہیں کیا' وہ طاقت نہیں رکھتی۔'' (مسند احمد، جامع ترمذی)۔ ایک بچے کو آپ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ نے کھجور چبا کر اسے کھلائی تو وہ بچہ کھجور چوسنے لگا۔ (مسند احمد)۔ ایک دفعہ ایک نومولود بچے نے آپ ﷺ کے کپڑوں پہ پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے برا نہ منایا۔ پانی منگوایا اور اس جگہ سے کپڑا دھو دیا۔ (بخاری)۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز کی تاکید کرو اور جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز ادا نہ کریں تو انہیں مارو اور انہیں الگ الگ بستروں پر سلاؤ۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عامرؓ ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ ہمارے گھر تشریف رکھتے تھے، میری والدہ نے مجھے بلایا اور کہا ''یہاں آ، میں تجھے چیز دوں گی۔'' آپ ﷺ نے دیکھ لیا اور پوچھا ''تم بچے کو کیا دینا چاہتی ہو؟'' والدہ بولیں ''میں اس کو کھجور دینا چاہتی ہوں۔'' آپ ﷺ نے والدہ سے فرمایا: ''اگر تم دینے کا بہانہ کر کے بلاتیں اور بچے کے آنے پر کچھ نہ دیتیں تو تمہارے اعمال نامہ میں یہ جھوٹ لکھ دیا جاتا۔'' (ابوداؤد) ایک دفعہ جنگ میں کچھ بچے مارے گئے۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو بہت غمگین ہو گئے۔ ایک صحابیؓ نے کہا 'یارسول اللہ ﷺ وہ بچے مسلمان نہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود بھی آپ ﷺ بہت دیر تک غمگین رہے اور فرمایا: خبردار آئندہ جنگ میں کبھی بچوں کو قتل نہ کرنا (مسلم شریف)۔ آپ ﷺ بچوں کو اسلامی آداب سکھلایا کرتے تھے۔ ننھے بچے عمر بن سلمہ آپ ﷺ کی زیر تربیت تھے، ایک روز یہ کھانا کھا رہے تھے ان کا ہاتھ دستر خوان پر ادھر ادھر گھوم رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بیٹا! بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ (بخاری)۔

یہ ہے ہمارے عظیم نبی e کا بچوں سے کمال حسن سلوک جس کی مثال کوئی اور پیش نہیں کر سکتا۔ واقعی ہو پوری انسانیت کے محسن تھے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محسن انسانیت ﷺ کا جانوروں کے ساتھ حسن سلوک

محمد ریاض مغل پسرور (سیالکوٹ)

جس طرح نبی ﷺ انسانوں کے لئے باعث رحمت تھے اسی طرح آپؐ جانوروں کے لئے بھی سراپا رحمت تھے اسی لئے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (سورۃ الانبیاء آیت نمبر 108)

اس لئے کہ انسان کا جہان اور ہے' حیوانوں کا جہان اور ہے۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ انسانوں کے لئے رحمت ہیں ہی حیوانوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ محترم بھائیو آیئے ہم حیوانوں کی دنیا میں بھی رسول اکرم ﷺ کی ہمدردی کے نظارے کریں۔ ابوداؤد کتاب الجہاد میں حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بیان کرتے ہیں' آپؐ ایک مرتبہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ تھا۔ اس نے جونہی اللہ کے رسولؐ کو دیکھا تو دکھ بھری آواز نکالی اور ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسو چھم چھم ٹپکنے لگے' رسول اکرم ﷺ اس کے پاس چلے گئے۔ اس کے سر پر اپنا پُر شفقت ہاتھ پھیرا' وہ خاموش ہو گیا۔ اب کے

باقی صفحہ 34 پر

بقیہ سیرت محسن انسانیت ﷺ

آپ ﷺ نے پوچھا' یہ اونٹ کس کا ہے؟ اتنے میں ایک انصاری جوان بھی آن پہنچا' وہ کہنے لگا! جی یہ میرا اونٹ ہے اے اللہ کے رسول! اس پر آپؐ نے اسے ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا۔ اللہ نے تجھے اس اونٹ کا مالک بنایا ہے۔ تجھے ان حیوانوں کے بارے میں اللہ سے ڈر نہیں لگتا۔ اس نے ابھی میرے پاس شکوہ کیا ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے۔ اس کے برعکس مشقت بہت زیادہ لیتا ہے اور اسے تھکاتا ہے۔ اسی طرح ابوداؤد کتاب الجہاد میں ہی ایک اور حدیث ہے' حضرت سہیل بن حنظلہؓ بتلاتے

بنجر و ویران علاقوں میں سفر کرو تو چلنے میں جلدی کرو۔

میرے نبی مکرم ﷺ کی جانوروں سے حسن سلوک کی ایک اور مثال دیکھ لیں۔ ابوداؤد کتاب الجہاد میں ہی ایک اور حدیث ہے' حضرت انسؓ کہتے ہیں' جب ہم دوران سفر کسی منزل پر پڑاؤ کرتے تھے تو ہم نماز نہیں پڑھتے تھے جب تک کہ ہم اونٹوں سے کجاوے نہ اتار لیتے تھے۔ اللہ اکبر! اللہ کی عبادت کا کیا مزا اور وہ کیا عبادت ہے کہ اللہ کی بے زبان مخلوق مشکل میں ہے' اس پر بوجھ لدا ہوا ہے۔ اسے کھانے چرنے میں دقت ہو رہی ہے اور اس جانور کا خالق اپنے بندے کی عبادت کو کس نظر سے

☆...... نبیؐ نے کسی جانور کے چہرے پر مارنے اور چہرے کو داغ لگانے سے بھی منع کیا ہے۔

☆...... آپؐ نے فرمایا' تم میں سے کوئی جانور ذبح کرے تو چھری تیز کرے تاکہ جانور کو راحت پہنچائے۔

☆...... آپؐ نے جانوروں کو بھی آگ کا عذاب دینے سے منع فرمایا لیکن آج کافر نیپام بم' فاسفورس بم' ایٹم بم کیمیائی اور گیسی ہتھیار مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ احمد آباد گجرات میں ہزاروں مسلمانوں کو ہندوؤں نے جلا ڈالا۔

ہیں کہ اللہ کے رسولؐ ایک اونٹ کے قریب سے گزرے کیا دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے اس کا پیٹ اس کی کمر سے لگ رہا ہے۔ اسی پر آپ نے ایسے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اتَّقُوا اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً وَكُلُوهَا صَالِحَةً

ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈر جاؤ۔ ان پر سواری کرو تو اچھے انداز میں۔ انہیں چارہ کھلاؤ تو بہتر طریقے سے۔

اے کافرو! میرے حضور اس قدر سراپا رحمت اور ہمدرد ہیں کہ اونٹ بھی میرے حضور کو اپنے دکھڑے سناتا ہے اور جو نہیں سناتا تو اس پر میرے حضور اکرم ﷺ کی نظر پڑ جاتی ہے تو قیامت تک کے لئے ان جانوروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دے دیا۔ سواری کرنے میں بھی حسن سلوک کا حکم اور چارہ ڈالنے میں بھی حسن سلوک کا حکم' کہ سواری کرو تو اس کی استطاعت کے مطابق' مسافت طے کرو تو اس کی ہمت کے مطابق اور چارہ بھی اسے پورا دو۔

اسی طرح ابوداؤد کتاب الجہاد اور مسلم کتاب الامارہ میں حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تلقین کرتے ہوئے' فرمایا۔ جب تم سرسبز و شاداب علاقوں میں سفر کرو تو اونٹوں کو ان کا حق دو اور جب تم

دیکھے گا کہ یہ تو میرے سامنے سجدہ ریز ہو گیا' مگر یہ اپنی سواری کو اپنے اونٹ کو مشکل میں چھوڑ کر آ گیا ہے' یہ ہے وہ تصور جو دیا ہے میرے حضور نے اور صحابہ اس پر عمل کر رہے ہیں۔ سواریوں کے حقوق کا خیال رکھ رہے ہیں۔ ابوداؤدؒ کتاب الجہاد میں ایک اور حدیث ہے حضرت امی عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آپؐ کے پاس صدقہ کے اونٹ آئے تو آپؐ نے ایک جوان اونٹنی میرے پاس بھی بھیج دی۔ میں نے اس پر کچھ سختی کی تو آپؐ نے مجھے کہا۔

اے عائشہ! نرمی سے کام لو' نرمی جس چیز میں بھی آ جائے' وہ مزین ہو جاتی ہے اور جس سے نرمی نکال لی جائے وہ عیب دار ہو جاتی ہے۔ اور سنئے ابن ماجہ کتاب الادب میں ہے' حضرت سراقہ بن جعشم کہتے ہیں' میں نے اللہ کے رسول سے پوچھا کہ ایک گم شدہ اونٹ میرے حوض پر آ جاتا ہے وہ حوض میں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے تیار کیا ہے۔ کیا مجھے کوئی ثواب ملے گا اگر میں اسے پانی پلا دوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نَعَمْ فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ حَرَّى أَجْرٌ

ہاں جو بھی حرارت محسوس کرنے والا جگر رکھنے والا جانور ہے' اس کو کھلانے پلانے میں اجر و ثواب ہے۔

جانوروں کے چہرے کا تحفظ

صحیح مسلم' کتاب اللباس میں ہے' رسول اکرم ﷺ نے کسی جانور کے چہرے پر مارنے اور چہرے کو داغ لگانے سے منع فرمایا ہے۔

دیکھو اے کافرو! میرے پیارے نبی ﷺ جناب محمد نے گھوڑے' خچر' اونٹ گدھے اور گائے' بکری وغیرہ کا چہرہ بچایا اسے محفوظ کیا۔ نہ صرف داغ لگانے سے منع کیا بلکہ چہرے پر چھانٹا' کوڑا یا مکا اور طمانچہ وغیرہ بھی مارنے سے منع فرمایا ہے۔

اس سے اگلی روایت کو حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں۔ بتلاتے ہیں کہ ایک بار ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے گدھا گزرا اس کے منہ پر داغا گیا تھا آپؐ نے فرمایا۔

لَعَنَ اللّٰهُ الَّذِي وَسَمَهُ

اللہ اس شخص پر لعنت کرے جس نے اس کے چہرے پہ داغ لگایا۔

دیکھو بھائیو۔ ہمارے نبی ﷺ انسانوں کے لئے بھی رحمت ہیں اور جانوروں کے لئے بھی سراپا رحمت ہیں۔ اسی لئے تو اللہ نے نبی مکرم ﷺ کو یہ خطاب عطا فرمایا کہ اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (سورۃ الانبیاء 108)

ابوداؤد کتاب الجہاد میں حضرت جابرؓ سے ہی یہ روایت یوں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے ایک گدھے کا گزر ہوا جس کے چہرے پر داغ دیا گیا تھا۔

اسے دیکھ کر آپؐ نے اس کے مالکوں سے کہا۔ کیا تمہیں یہ بات نہیں پہنچی کہ میں نے ایسے شخص پر لعنت کی ہے جو کسی جانور کے چہرے پر داغ لگائے۔ یا اس کے منہ پر مارے...... چنانچہ آپؐ نے دوبارہ ایسا کرنے سے منع فرمایا۔

اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ اے کافرو! تم جتنے بھی امن عالم کے دعویدار بنتے ہو تمہارے سب دعوے جھوٹ ہیں۔ اس سے بڑا جھوٹ اور کیا ہو گا کہ تم اس نبی کو دہشت گرد کہتے ہو جو جانوروں کا بھی خیر خواہ ہے۔ میں آج کے کافروں سے پوچھتا ہوں کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ سے بڑھ کر اس دنیا میں ایسا کون ہے جو اپنوں سے بڑھ کر جانوروں کا بھی ہمدرد ہو؟ کوئی نہیں یقیناً کوئی بھی نہیں۔ ذرا سوچو تو سہی' جو جانوروں پر اس قدر مہربان ہو گا' وہ انسانوں پر کس قدر مہربان ہو گا؟ اور جو جانوروں کے حقوق کا یوں تحفظ کرتے ہیں انہوں نے انسانوں کے حقوق کا تحفظ کس قدر کیا ہو گا؟ جی ہاں ایسا تحفظ کیا ہے کہ مثال نہیں ملتی۔

جانوروں کے ساتھ کھیل کھلواڑ

نسائی کتاب الضحایا میں ہے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو مینڈھے پر تیراندازی کر رہے تھے آپ نے اسے ناپسند کیا اور فرمایا جانوروں کا مثلہ نہ کرو۔ (حلیہ مت بگاڑو) اسی طرح نسائی میں ہی ایک دوسری روایت کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں میں نے اللہ کے رسول جناب محمد کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

لعن الله من مثل بالحيوان

اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو حیوانوں کا حلیہ بگاڑے اللہ اکبر' وہ شخص کس طرح اللہ کی رحمت کا مستحق ہوسکتا ہے جو شقی القلب ہے۔ دل کا سخت ہے اس میں درندگی پائی جاتی ہے بلکہ درندوں سے بڑھ کر بدتر ہے اس لئے کہ درندے کی تو فطرت ہے کہ وہ چیرتا پھاڑتا ہے۔

اللہ اکبر! یہ انسان ہے جو اپنی طبیعت کی تفریح کے لئے جانوروں کے ساتھ ایسا کھیل کھلواڑ کرتا ہے۔ ان پر تیراندازی یا نشانہ بازی کی جاتی ہے۔ انہیں خونخوار طریقوں سے لڑا کر زخمی کیا جاتا ہے اور اس پر خوش ہوا جاتا ہے۔ ایک بیل کو پال پوس کر خوب موٹا کیا جاتا ہے پھر ایک مخصوص میدان میں اس پر ایک شخص سوار ہو جاتا ہے۔ بیل کو سرخ کپڑا دکھا کر مشتعل کیا جاتا ہے۔ وہ چھلانگیں لگاتا ہے تو سوار اس پر چھرے کے وار کر کے اپنے مہذب ہونے کی دلیل دیتا ہے کہ دیکھو لوگو! ہم یورپی دنیا کے مہذب لوگ ہیں جو انسان تو درکنار' جانوروں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ مذکورہ شخص خنجر مار مار کر اسے لہولہان کر کے اس کا حلیہ بگاڑ دیتا ہے۔ لاکھوں لوگ اس کھیل کو دیکھتے ہیں' درندگی کے اس منظر پر خوش ہوتے ہیں۔

سن لو! اے دنیا کے مہذب لوگ کہلوانے والے لوگو! میرے نبی مکرم ﷺ یعنی عزت والے حرمت والے حسن سلوک والے سراپا رحمت' رحمۃ للعالمین کہلوانے والے۔ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے' قیدیوں کے ساتھ رحم سے پیش آنے والے' برا سلوک کرنے والی یہودن سے خندہ پیشانی سے ملنے والے' غریبوں کی مدد کرنے والے' تجارت میں ایمانداری اپنانے والے' سفر میں جانوروں سے بھی شفقت سے پیش آنے والے تم ایسے نبی کے خاکے شائع کرتے ہو؟ لعنت ہے تمہاری اس مہذب تہذیب پر جس نے انسانوں کے ساتھ جانوروں کو بھی اس صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیا۔ دیکھو تو سہی اپنی یروشلم کی تاریخ کو کس طرح تمہاری

مہذب تہذیب کے ظالم لوگوں یعنی حکمرانوں نے انسانوں سمیت جانوروں پر بھی ظلم وستم ڈھا کر تاریخ میں اپنے نام روشن کئے۔ ذرا ایک جھلک تو دیکھو

تاریخ کے مطابق کنعانی Cannanitees کنعان میں 3000 ق م سے آباد چلے آرہے تھے پھر یہودیوں نے جنگ کے ذریعے اس علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اسلام کے آنے سے پہلے یہاں عرب قوم آباد تھی۔ یروشلم کے جس علاقے پر ڈیوڈ دوئم نے قبضہ کیا تھا' اس کا نام صیہون رکھا تھا اور جو یہودی وہاں آباد تھے ان کو صیہونی کہا جانے لگا' یہودیوں کے لئے صیہونیت کی اصطلاح پہلی دفعہ 1855 میں

(of Saul) ہے۔ لکھا ہے

Saul was entrusted with a command from God to destroy the amalekite, and to do so completly

Utterly destroy all that they have do not spare them but kill both man and woman child and infant ox and sheep camel and donkey.

اے یہودیو اور نصرانیو! یہ ہے تمہاری بائبل جس میں عورتوں' بچوں شیر خوار بچوں اور جانوروں تک کو قتل کر دینے اور

☆......انسانوں ہی نہیں' جانوروں کے خیر خواہ نبی ﷺ کو دہشت گرد کہنے والے اسپین میں بل فائٹنگ جیسے وحشیانہ کھیل پر گونگے کیوں بن جاتے ہیں۔

☆......نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ جانوروں کو باندھ کر بھی نہیں مارنا چاہئے۔

☆......نبی ﷺ نے فرمایا' جس نے کسی جانور کا کوئی عضو اس صورت میں کاٹ لیا کہ وہ جانور زندہ ہے تو کاٹا ہو حصہ مردار ہے۔

ویانا کے ایک مصنف ناتھن بم بائم نے استعمال کی تھی' صیہونیت یہودیوں کی ایسی تحریک ہے جس نے فلسطین میں اپنی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کیا تا کہ فلسطین میں ایک یہودی ریاست قائم کی جائے۔ ان کی آخری منزل مدینہ اور عراق سے نہر سویز تک کے علاقے پر گریٹر اسرائیل بنانا اور پوری دنیا پر یہودیوں کی حکمرانی ہے۔ (حوالہ صیہونی پنجہ سے آزادی مصنف ممتاز احمد)

دودھ پیتے بچوں اور جانوروں کو قتل کرنے کا حکم

کافرو! بائبل بتلاتی ہے کہ تم نے عام آدمی تو کیا' کسی عزت وناموس والے نبی ﷺ کو بھی معاف نہیں کیا بلکہ دودھ پیتے بچوں اور جانوروں کو بھی معاف نہیں کیا۔ بائبل بتلاتی ہے کہ سموئیل نبی ﷺ نے ساول بادشاہ سے کہا۔ خدا کی باتوں پر کان لگا' فوجوں کا رب خدا فرماتا ہے کہ جا اور عمالیقیوں سے لڑائی کر اور ان کا سب کچھ نابود کر دے' ان پر رحم مت کرنا' بلکہ مرد اور عورت ننھے بچے اور دودھ پیتے بچے' گائے بیل اور بھیڑ بکریاں' اونٹ اور گدھے سب کو قتل کر دے۔

انگلش بائبل کے الفاظ بھی درج ذیل ہے۔

باب (Chapter) کا نام انگلش میں (The Life

نابود یعنی صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا حکم ہے اور یہ حکم تمہارے کہنے کے مطابق خدا کی طرف سے آیا ہے۔ اپنے وقت کے نبی کے پاس آیا ہے' اس نبی نے بادشاہ کو حکم سنایا ہے۔ ایسا ظلم اتنے مقدس طریقے سے آیا ہو۔ اور تم اس حکم کی تلاوت کر و سینی گاگ (یہودی عبادت گاہ) اور گرجوں میں گاؤ۔ پھر تم اپنے دشمنوں کے خلاف ایسا ہی ظلم نہیں کرو گے تو اور کیا کرو گے؟

اور اس ظلم کی داستانیں تم نے پہلے بھی رقم کیں اور اب بھی فلسطین سے لے کر عراق' افغانستان' چیچنیا' بوسنیا' سوڈان' کشمیر برما' اور بھارت میں آسام' گجرات وغیرہ میں یہ داستانیں دہرا رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا تمہاری تہذیب تمہیں یہی سب کچھ کرنے کا حکم سکھلاتی ہے۔

اس کے برعکس میرے نبی محمد ذیشان ﷺ نے فرمایا ہے کہ جانوروں کو باندھ کر بھی نہیں مارنا چاہئے۔

جانوروں کو باندھ کر مارنا

صحیح مسلم کتاب الصید میں ہے حضرت سعید بن جبیرؓ بتلاتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ قریش کے چند نوجوانوں کے پاس سے گزرے جنہوں نے ایک پرندہ باندھ رکھا تھا اور اس کو تیروں سے نشانہ بنا رہے تھے۔ انہوں نے طے کیا ہوا تھا کہ ہر وہ تیر پرندے کے مالک کا ہوگا جو پرندے کو نہ لگے گا۔

جب ان نوجوانوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ غصہ میں آ گئے اور کہنے لگے کس نے یہ حرکت کی ہے؟ اللہ اس پر لعنت کرے جو ایسی حرکت کرتا ہے۔ یاد رکھو اللہ کے رسولؐ نے اس شخص پر لعنت کی ہے جو کسی بھی جانور کو یوں نشانہ بناتا ہے۔

اسی طرح صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کچھ نوجوانوں کو دیکھا جو مرغی کو باندھ کر اس پر تیر چلا رہے تھے۔ حضرت انسؓ نے انہیں خبردار کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کے رسولؐ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ جانوروں کو باندھ کر مارا جائے۔ اسی طرح ابن ماجہ کتاب الذبائح میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بتلاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

کوئی ایسی شئے جس میں روح (جان) ہے اسے اپنی مشق کا نشانہ مت بناؤ:

سبحان اللہ! اللہ اکبر' میرے مہربان حضور نے ذی روح یعنی جانور کا لفظ بول کر ہر جانور اور جاندار کو انسان کے ظلم سے بچالیا۔ حلال جانور ہی نہیں جو جانور حرام ہیں' وہ کتا' بلی' ریچھ ہو یا شیر' گدھا ہو یا بندر ہو یا سانپ' سب کو ظلم سے بچالیا۔ اسی لیئے تو اللہ پاک نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

ہم نے تمام جہان والوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (سورۃ الانبیاء108)

زندہ جانور کا کوئی حصہ کاٹنا

ابوداؤد اور ابن ماجہ کتاب الصید میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

جانور زندہ ہو اور اس کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے تو کاٹا ہوا حصہ مردار ہے۔ پیارے نبی ﷺ نے شکار اور ذبح کے متعلق بھی فرما دیا ہے۔ جس کو امام مسلم نے صحیح مسلم' کتاب الصید والذبائح میں حضرت شداد بن اوس سے بیان کیا ہے' دو باتیں ایسی ہیں جنہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اور خوب یاد رکھا ہے۔ آپؐ نے فرمایا

ترجمہ اللہ نے ہر چیز پر احسان کرنا (ضرورت سے بڑھ کر بھلائی کرنا) فرض قرار دیا ہے۔ لہٰذا جب تم قتل کرو تو لازم ہے' اچھی طرح قتل کرو اور ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو۔ اور تم میں سے جو کوئی ذبح کرے تو لازم ہے کہ اپنی چھری کو تیز کرے تا کہ جانور کو راحت پہنچائے۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی انسان سراپا رحمت ہے اے یہودیو' نصرانیو تم میں سے؟

یقیناً تم میں سے ایسا کوئی بھی انسان نہیں ہوگا یقیناً نہیں ہوگا۔ ہوگا تو صرف آمنہ کا بیٹا ہوگا۔ اللہ رحمت کرے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ پر ان کی آل پاک پر اور صحابہ کرام پر

بلی پر ظلم کرنا جہنم میں لے گیا

ابن ماجہ ابواب اقامۃ الصلوۃ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جہنم میرے قریب کی گئی' میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جسے اس کی ایک بلی پنجے مار رہی ہے۔ میں نے وہاں موجود ذمہ داران سے پوچھا اس عورت کا کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے بتلایا یہ بلی اس عورت کا نقصان کر جاتی تھی۔ جس کی وجہ سے اس عورت نے اس بلی کو باندھ دیا حتی کہ وہ بھوک سے مرگئی۔ یہ اس قدر ظالم تھی کہ نہ تو اس نے اس بلی کو خود کھانے کو کچھ دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ زمین پر چلنے والے جاندار (چوہے وغیرہ) کھالیتی۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو جو پہلی قوموں میں سے تھی' محض بلی کو بھوکا رکھ کر مارنے کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا۔ اور اس حدیث میں ہم مسلمانوں کے لئے نصیحت پیدا کردی ہے کہ تم بھی انجانے میں کسی جانور کو یوں قتل نہ کر ڈالنا تا کہ بعد میں اس کی سزا آخرت میں بھگتنی نہ پڑ جائے۔

چڑیا اور چیونٹی کے ساتھ ہمدردی

ابوداؤد کتاب الجہاد اور کتاب الاداب میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں اللہ کے رسول جناب محمد کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپؐ قضائے حاجت کے لئے گئے تو پیچھے ہم نے ایک چڑیا دیکھی جس کے ساتھ دو بچے بھی تھے۔ ہم نے اس کے بچے پکڑ لئے تو ان کی ماں بچوں پر اڑتے اڑتے ان پر گرنے کے قریب ہونے لگی کہ اتنے میں اللہ کے رسول بھی تشریف لے آئے اور پوچھنے لگے! اس چڑیا کو اس کے بچوں کی وجہ سے کسی نے پریشان کیا ہے؟ اس کے بچے اس چڑیا کو واپس کردو۔

یہیں پہ آپؐ نے دیکھا کہ ہم نے چیونٹوں کا بل جلا ڈالا ہے۔ آپؐ نے پوچھا اس کو کس نے جلایا ہے؟ ہم نے عرض کی کہ ہم نے یہ کیا ہے؟ اس پر آپؐ نے فرمایا

انہ لاینبغی ان یعذب بالنار الا رب النار

آگ کے رب کے سوا کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ آگ کی سزا دے تو اے کافرو یہودیو' نصرانیو' یہ ہے میرے پیارے نبی اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ کہ اگر تم راستے میں جا رہے ہو تو کسی بھی جانور کو تکلیف نہ دو کیونکہ جس طرح تمہیں تکلیف ہوتی ہے' اسی طرح انہیں بھی تکلیف ہوتی ہے۔ میرے نبی اکرم ﷺ کا یہ سفر جہاد تھا' صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم کا پڑاؤ تھا' وہاں چیونٹوں کا بل تھا۔ وہ چیونٹیاں صحابہ کرام کو پریشان کرنے لگیں تو محسوس ہوتا ہے جس درخت کے نیچے وہ موجود تھے اس درخت کے پتے بل پر رکھے ہوں گے اور آگ لگا دی ہوگی یوں چیونٹیاں جل گئیں تو میرے حضور ناراض ہوئے کہ آگ کی سزا بڑی خوفناک ہوتی ہے اور دردناک بھی یہ سزا آگ پیدا کرنے والا رب ہی دے سکتا ہے وہ جسے چاہے دے' بندہ نہیں دے سکتا۔

اللہ اکبر کبیرا۔ کافرو! تم لوگ تو انسانوں کی بستیاں جلاتے ہو۔ گھروں کو آگ لگاتے ہو۔ نیپام بم پھینکتے ہو۔ فاسفورس بم پھینکتے ہو جو صرف انسانوں کو آگ لگاتے ہیں' بھسم کر دیتے ہیں' احمد آباد اور گجرات میں ہندوؤں بلوائیوں نے ہزاروں مسلمانوں کے گھروں کو آگ لگا دی۔ عورتیں بچے جل گئے۔ مقبوضہ کشمیر میں کشمیری مسلمان لکڑی کے گھر بناتے ہیں۔ ہندو ظالم فوجی ان گھروں کو آگ لگا دیتے ہیں ان کو پل بھر میں خاک وراکھ بنا دیتے ہیں۔ اسرائیل بم پھینکتا ہے فلسطینیوں کے گھروں پر اتحادیوں کے میزائل او ر بم کتنے عراقی' افغانی او ر پاکستانی گھروں کو بھسم کر چکے ہیں۔ جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگا ساکی کو امریکی ایٹم بموں نے آگ کا ڈھیر بنا دیا اور لوہا تک پانی بن گیا۔ آگ اس قدر خوفناک تھی کہ پانی بھاپ بن کر اڑ گیا۔

یاد رکھو! آگ کی سزا اس قدر بڑا گناہ ہے کہ اللہ پاک نے اپنے ایک نبی کو بھی ڈانٹ دیا تھا۔ اسی لئے تو میرے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ ایک نبی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتلاتے ہیں۔

پہلے انبیاء میں سے ایک نبی کسی درخت کے نیچے آرام کیلئے ٹھہرے۔ وہاں انہیں ایک چیونٹی نے کاٹ لیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ ان کے نیچے یہ جو بل ہے' اس سارے بل کو باہر نکالا جائے' پھر حکم دیا ان چیونٹیوں کو جلا دیا جائے۔ اس پر اللہ تعالی نے ان کی طرف وحی کی۔ صرف ایک ہی کو کیوں نہ مارا کہ جس نے کاٹا؟ کاٹا تو تھا ایک چیونٹی نے جب کہ تو نے چیونٹیوں کی ساری قوم ہی مار ڈالی وہ کہ جو اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اے امریکی بدمعاشو! سنو تم نے ہمارے پیارے نبی کی شان میں گستاخانہ خاکے بنائے۔ امی عائشہ کی شان میں گستاخی کی۔ قرآن مجید کو دہشت گرد قرار دے کے دنیا بھر کے سامنے جلایا۔ تم نے عافیہ بہن کی ماں تا کو تڑپایا۔ ان کے اور ان کے بچوں کے درمیان جدائی ڈالی کیا پھر بھی تم ہمارے نبیؐ کو دہشت گرد قرار دیتے ہو؟۔ قرآن کو دہشت گرد قرار دیتے ہو۔ تم مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیتے ہو؟ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ دنیا کے سب سے بڑے ظالم دہشت گرد تم نہیں ہو؟ ہاں اور ہاں تم ہی اس دھرتی پر سب سے بڑے اور ظالم دہشت گرد ہو۔

حب رسول ﷺ اور اس کے عملی تقاضے

عثمان جاوید۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور

النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (6:33)

بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لئے ان کی ذات سے مقدم ہیں۔

یعنی نبی ﷺ کا مسلمانوں سے اور مسلمانوں کا نبی ﷺ سے جو تعلق ہے، وہ تمام دوسرے انسانی تعلقات سے بالاتر نوعیت رکھتا ہے، کوئی رشتہ اس رشتے سے اور کوئی تعلق اس تعلق سے جو نبی ﷺ اور اہل ایمان کے درمیان ہے، ذرہ برابر بھی کوئی نسبت نہیں رکھتا۔

نبی ﷺ مسلمانوں کے لئے ان کے ماں باپ سے بڑھ کر شفیق و مہربان اور ان کی اپنی ذات سے بھی زیادہ خیر خواہ ہیں۔ ان کے ماں باپ اور ان کے بیوی بچے ان کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ ان کے ساتھ خود غرضی برت سکتے ہیں۔ ان کو گمراہ کر سکتے ہیں۔ ان سے غلطیوں کا ارتکاب کرا سکتے ہیں، ان کو جہنم میں دھکیل سکتے ہیں مگر نبی ﷺ ان کے حق میں صرف وہی بات کرنے والے ہیں۔ جس میں ان کی حقیقی فلاح ہو، وہ خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار سکتے ہیں، حماقتیں کر کے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر سکتے ہیں لیکن نبی ﷺ ان کے لئے وہی کچھ تجویز کریں گے جو فی الواقع ان کے حق میں نافع ہو۔ اور جب معاملہ یہ ہے تو نبی ﷺ کا بھی مسلمانوں پر یہ حق ہے کہ وہ آپ ﷺ کی ذات اقدس کو اپنے ماں باپ، اولاد اور اپنی جان سے بڑھ کر عزیز رکھیں۔ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت رکھیں، اپنی رائے پر آپ ﷺ کی رائے کو اپنے فیصلے پر آپ ﷺ کے فیصلے کو مقدم رکھیں اور آپ ﷺ کے ہر حکم کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔ (درود ان پر سلام ان پر)

اسی مضمون کو نبی ﷺ نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (بخاری و مسلم)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والدین، اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔''

رسول اکرم ﷺ سے محبت کسی مہینے، دن اور موسم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ ایسی سدا بہار کیفیت ہے جس سے ہر وقت ایک مسلمان کا دل سرشار رہنا چاہئے۔ ذرا سوچئے! کیا سال میں ایک دفعہ مسجدوں اور گھروں میں چراغاں کر لینے سے، میلاد مصطفیٰ ﷺ کے موقع پر بازاروں کو جھنڈیوں اور قمقموں سے آراستہ کر لینے سے اور موسیقی کی دھن پہ غلو آمیز نعتیں پڑھ لینے سے حب رسول ﷺ کا حق ادا ہو جاتا ہے؟ کیا یہی کافی ہے......؟ یقیناً جواب نہیں میں ہوگا تو آیئے اگر واقعی ہم آپ ﷺ سے سچی محبت رکھتے ہیں تو مصادر شریعت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حب رسول ﷺ ہم سے کیا مطالبہ کرتی ہیں اور ہم کس حد تک اس میں سچے ہیں۔

1۔ آپ ﷺ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ماننا

حب رسول ﷺ کا اولین تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول تسلیم کیا جائے جیسا کہ ہم ہر نماز (تشہد) میں اس کا اقرار بھی کرتے ہیں۔

اشهد ان لا الـه الا الـلـه واشهد ان محمدا عبده و رسوله

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

2۔ آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر کرنا:

نبی اکرم ﷺ سے محبت کا دوسرا تقاضا یہ ہے کہ آپ ؐ کا غایت درجہ ادب واحترام کیا جائے۔ آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر اس قدر اہم اور ضروری ہے کہ خود خلاّق عالم نے بارگاہ رسالت میں حاضری اور آپ ﷺ سے گفتگو کرنے کے آداب سکھائے۔ چند قرآنی آیات کا مفہوم پیش خدمت ہے۔

آپ ؐ کے لئے کوئی ذو معنی لفظ اور ایسا لفظ جس میں تنقیص اور اہانت کا شائبہ ہو استعمال کرنا منع ہے۔ (البقرہ 154,2)

اے اہل ایمان! اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ان سے اونچی آواز میں بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (الحجرات 2:49)

یاد رکھئے جس طرح حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں آپ ﷺ کا ادب و احترام ضروری تھا، اسی طرح اب بھی واجب اور لازم ہے۔ چنانچہ قاضی ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں نبی کا احترام و اکرام وفات کے بعد بھی اتنا ہی ہے جتنا کہ آپ کی زندگی میں تھا اور آپ ﷺ کا کلام ماثور آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح رفیع الشان ہے جیسے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلتے وقت تھا جب احادیث پڑھی جائیں تو وہاں موجود ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنی آواز بلند نہ کرے اور نہ ہی اس سے اعراض وروگردانی کرے۔ جس طرح یہ نبی ﷺ کی مجلس میں بیٹھنے والے اور آپ ﷺ سے سننے والے کے لئے لازم تھا۔ (تفسیر قرطبی)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین حدیث رسول کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ جب حدیث بیان کرنے کیلئے گھر سے نکلنے لگتے تو نماز کے وضو کی طرح مکمل وضو کرتے، سب سے اچھا لباس زیب تن فرماتے، ٹوپی پہنتے اور داڑھی کو کنگھا کرتے۔ ان سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو فرمایا ایسا کر کے میں حدیث رسول ﷺ کا اکرام کرتا ہوں۔

3۔ غلو سے اجتناب

جس طرح نبی ﷺ کی شان اقدس میں معمولی سی تنقیص اور توہین نا قابل معافی جرم ہے، ایسے ہی آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ میں غلو اور مبالغہ کرنا بھی قابل مواخذہ ہے۔

> ☆...... سال میں ایک دفعہ مسجدوں اور گھروں میں چراغاں کر لینے، میلاد کے نام پر بازاروں کو جھنڈیوں اور قمقموں سے آراستہ کرنے اور موسیقی کی دھن پر غلو آمیز نعتیں پڑھ لینا حبِّ رسول ﷺ نہیں۔

غلو کا معنی حد اعتدال سے تجاوز کرنا اور کسی کے مقام و مرتبہ میں کمی بیشی کرنے کے ہیں' چنانچہ امام قرطبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ دین میں غلو کے معنی افراط و تفریط کے ہیں جیسا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں افراط و تفریط سے کام لیا۔ یہودیوں نے ان کی شان اس قدر گھٹا دی کہ وہ انہیں ایک شریف انسان بھی نہیں سمجھتے تھے اور عیسائیوں نے ان کی شان میں اس حد تک اضافہ کیا کہ انہیں انسان کی بجائے اللہ سمجھنے لگے۔ (تفسیر قرطبی 77/2)

آج ہم میں بھی ایک ایسا گروہ پیدا ہو چکا ہے جو حضور اکرم ﷺ کی شان مین غلو اور مبالغہ کرنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان پاک ہے۔

وَإِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ (سنن النسائی 2863)

دین کے معاملہ میں غلو سے بچنا۔ یقیناً تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو نے ہی ہلاک کیا ہے۔

دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے یوں فرمایا ہے۔

لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ

تم میرے مقام و مرتبہ کو اس طرح بڑھا چڑھا نہ دینا جیسے عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے مقام و مرتبہ میں اضافہ کر دیا تھا۔ بلاشبہ میں اللہ کا بندہ ہوں لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہا کرو۔

4۔سیرت رسول ﷺ کا تذکرہ کرنا

نبی اکرم ﷺ سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ' اخلاق کریمانہ اور شان رسالت کا تذکرہ کیا جائے خواہ وہ منظوم پیرائے یعنی نعت گوئی کے طریقے سے ہو یا نثر کی صورت میں۔ ایسا کرنے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور عمل میں پختگی پیدا ہوتی ہے

5۔آپ ﷺ کی اطاعت واتباع کرنا:

سرور عالم ﷺ سے محبت کا اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ آپ کی اطاعت و اتباع کی جائے۔ اطاعت کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کا ہر حکم بجالایا جائے اور اتباع یہ ہے کہ ہر معاملے میں آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو مدنظر رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت بھی آپ ﷺ کی اتباع میں مضمر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی اپنی اتباع و اطاعت کو اپنی محبت کے مترادف قرار دیا ہے۔ ارشاد فرمایا

من احب سنتی فقد احبنی (ترمذی)

جس نے میرے طریقے کو اپنایا گویا کہ اس نے میرے ساتھ محبت کی۔"

ایک شاعر نے تو کیا خوب کہا ہے۔

لو کان حبك صادقا لاطعته
ان المحب لمن يحب مطيع

اگر تیری محبت سچی ہے تو تو ضرور اپنے محبوب کی اطاعت کرے گا کیونکہ ہر چاہنے والا اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

☆......امام مالک رضی اللہ عنہ جب حدیث بیان کرنے کے لئے نکلتے تو مکمل وضو کرتے' اچھا لباس زیب تن کرتے' ٹوپی پہنتے اور داڑھی کو کنگھی کرتے اور فرماتے' اس طرح میں حدیث رسول ﷺ کا اکرام کرتا ہوں۔

☆......حبّ رسول ﷺ کا اصل طریقہ اس حدیث میں ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا: "جس نے میری سنت سے محبت کی' اس نے مجھ سے محبت کی۔" (ترمذی)

7۔کثرت سے درود مسنون پڑھنا۔

حب رسول ﷺ کا چھٹا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ پر کثرت سے درود پاک پڑھ جائے۔ کیونکہ احادیث صحیحہ کے مطابق درود دعا کی قبولیت کا مجرب نسخہ' دکھوں اور پریشانیوں کا مداوا گناہوں کی بخشش کا ذریعہ' درجات میں بلندی کا سبب نیکیوں میں اضافے کا باعث اور حصول برکات کا آسان طریقہ ہے لیکن یاد رکھیے یہ برکات و فیوض اس وقت حاصل ہوں گی جب حضور ﷺ کے سکھائے ہوئے الفاظ کے ساتھ درود پڑھا جائے گا۔ اللہ رب العزت نے اہل ایمان کو حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب 56)

اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ پر رحمتیں نازل فرماتے ہیں' فرشتے ان کے لئے درجات کی بلندی کی دعا کرتے ہیں اے اہل ایمان! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجا کرو۔

آپ ﷺ کا اسم گرامی سن کر درود نہ پڑھنے والا بخیل اور بدبخت ہے۔ (مسند احمد 1736' سنن ترمذی 3545)

6۔آپ ﷺ کے لئے مقام محمود کی دعا کرنا

نبی اکرم ﷺ سے محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے لئے مقام وسیلہ' فضیلت اور مقام محمود کے حصول کی دعا کی جائے چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے جس نے آذان سن کر یہ دعا پڑھی اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگی۔ (صحیح بخاری۔214)

اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ

اے اللہ! اس دعوت کامل اور قائم ہونے والی نماز کے رب! حضرت محمد ﷺ کو مقام وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپ ﷺ کو مقام محمود پر سرفراز فرما جس کا تو نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا ہے۔"

8۔ناموس رسالت کا تحفظ:

رسول اکرم ﷺ کی ناموس اور عزت کا تحفظ ہر مسلمان پر فرض' لازم اور واجب ہے اس کے لئے تن' من اور دھن کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ حضور ﷺ کی عظمت و ناموس کا دفاع خود اللہ کی سنت ہے۔ جب مشرکین مکہ حضور ﷺ کی ہرزہ سرائی کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کا جواب قرآن کی آیات کی صورت میں دیا کرتے تھے۔ چنانچہ سورۃ اللھب' سورۃ الکوثر اور قرآن مجید کی بیسیوں آیات اسی سلسلے میں نازل کی گئیں۔ مشرکین مکہ جب آپ ﷺ کی ہجو کرتے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کا جواب دیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ ان کی تحسین فرمایا کرتے تھے' انہیں اپنے منبر پر بٹھاتے اور ان کو جبریل امین علیہ السلام کی نصرت و اعانت

کی دعااور ضمانت دی تھی۔ (صحیح مسلم 2490)

آج ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی استطاعت سے بڑھ کر نبی اکرم ﷺ کی عزت وناموس کا تحفظ کریں۔

9۔آپ ﷺ کے اہل بیت' صحابہ اور آپ ﷺ کے چاہنے والوں سے محبت اور آپؐ کے دشمنوں کو دشمن سمجھنا

حب رسول ﷺ کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آل رسول ﷺ' آپ ﷺ کے اہل بیت اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی محبت کی جائے۔ کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رفاقت رسول ﷺ کے لیے منتخب فرمایا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے چاہنے والوں کو عزیز' رکھنا اور آپ ﷺ کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھنا بھی ایمان کا تقاضا ہے۔

10۔غلبہ دین کے لئے جدو جہد کرنا:

نبی کریم ﷺ کی محبت ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے مشن کی آبیاری کی جائے۔ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد دین اسلام کی نشرو واشاعت اور اس کا فروغ تھا اور اس میں سرفہرست عقیدہ توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد یوں بیان فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (الصف:9)

اللہ وہ ذات ہے جس نے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا تاکہ وہ تمام ادیان (باطلہ) پر غلبہ پالے اگرچہ مشرک اس کو ناپسند ہی کریں۔ ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ حضور ﷺ کے مشن کے فروغ کے لئے سعی وجہد کریں۔

اللہ رب العزت ہمیں حقیقی معنوں میں محبّ رسول ﷺ بننے کی توفیق عطا فرمائیں۔

بقیہ — محاذِ کشمیر

ادارہ مسئلہ کشمیر کے حل اور کشمیریوں کے حقوق کے لیے مداخلت کرے تاکہ کشمیری عوام کے دکھوں کا مداوا ہو سکے۔

یوم شہدائے سوپور پر زبردست ہڑتال' 6 جنوری 1993ء کو BSF نے فائرنگ سے 50 کشمیری شہید اور سینکڑوں زخمی کردیئے تھے

6 جنوری: بیس سال قبل ضلع بارہمولہ کے علاقہ سوپور میں بارڈر سکیورٹی فورسز نے قصبے پر اندھادھند فائرنگ کر کے 50 سے زائد کشمیریوں کو شہید جبکہ سینکڑوں بے گناہوں کو زخمی کردیا تھا۔ اس موقع پر تمام حریت رہنماؤں نے شہدائے سوپور کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور تعزیتی اجلاس میں کہا کہ شہداء کی قربانیوں کو کسی بھی قیمت پر رائیگاں نہیں جانے دیا جائے گا۔ اس ہڑتال کی کال بزرگ رہنما سید علی گیلانی نے دی تھی۔ اس موقع پر زبردست ہڑتال رہی اور کشمیریوں نے شہداء کے مشن کو جاری رکھنے کے عزم کا اعادہ کیا۔

سرینگر میں سرکاری ملازمین کے مظاہرہ پر طاقت کا وحشیانہ استعمال' خواتین سمیت بیسیوں ملازم زخمی وگرفتار

11 جنوری: مقبوضہ کشمیر میں قابض انتظامیہ کی عوام دشمن پالیسیوں کے خلاف مظاہرہ کرنے والے مظلوم ملازمین پر سرینگر میں بھارتی پولیس نے طاقت کا وحشیانہ استعمال کرتے ہوئے متعدد ملازمین کو زخمی کردیا۔ اس موقع پر مکمل ہڑتال رہی اور تمام سرکاری دفاتر میں کام ٹھپ رہا۔ پولیس نے ایمپلائز جوائنٹ ایکشن کمیٹی کے صدر محمد خورشید عالم کی قیادت میں نکلنے والے سینکڑوں ملازمین کے مارچ پر سرینگر کے ریگل چوک میں طاقت کا وحشیانہ استعمال کیا جس سے کئی ملازمین شدید زخمی ہوگئے جبکہ پولیس نے خورشید عالم اور بیسیوں خواتین سمیت بڑی تعداد میں ملازمین کو زدوکوب کرتے ہوئے گرفتار کرلیا۔

60 سے زائد نامعلوم شہداء کی قبروں کا مزید انکشاف

12 جنوری: 15 دسمبر 2012ء میں مقبوضہ کشمیر کی ایک عدالت نے تاریخی فیصلہ کرتے ہوئے 20 برس قبل بھارتی فوجیوں کی جانب سے ایک جعلی مقابلہ کے دوران شہید کیے گئے کشمیری نوجوان کو بے گناہ قرار دیا اور اس موقع پر ڈسٹرکٹ جج سرینگر محمد شفیع جان نے اپنے فیصلہ میں بھارتی فوج کو متاثرہ کشمیری خاندان کو 25 لاکھ روپے ادا کرنے کا حکم بھی دیا۔

اسی فیصلہ کے تناظر میں نئے سال کے آغاز میں ایک نیا انکشاف ہوا۔ سرینگر میں انسانی حقوق فورم نے وسطی کشمیر میں مزید 60 گمنام قبروں کا سراغ لگاتے ہوئے کہا کہ ان قبروں میں سکیورٹی فورسز کے ہاتھوں شہید ہونے والے بے گناہ مقامی نوجوان مدفون ہیں۔

میڈیا رپورٹ کے مطابق انسانی حقوق فورم صدائے مظلومین کی جانب سے جاری رپورٹ میں انکشاف کیا گیا ہے کہ سرینگر اور بڈگام کے صرف 10 علاقوں میں انہوں نے دوران تحقیقات 60 سے زائد نامعلوم اور عدم شناخت شدہ نوجوانوں کو بے نام قبروں میں دفن پایا۔

سال 2010ء میں ژوکپورہ' کنہامہ علاقہ میں قائم ایک قبرستان میں دفن کیے گئے 3 نوجوانوں کی تصاویر بھی میڈیا کے لیے جاری کردیں۔ ایسی کئی قبروں کی تصاویر بھی ارسال کی ہیں کہ جہاں گزشتہ 23 برسوں کے دوران مختلف علاقوں میں مارے گئے درجنوں نوجوانوں کو یہاں دفن کیا گیا۔

صدائے مظلومین کی رپورٹ میں نوگام' ہنکر پورہ' ژوکپورہ' واگورہ' پہرو' ہمہامہ' چھانہ پورہ اور برزلہ میں واقع قبرستانوں میں 60 سے زائد نامعلوم مدفون افراد کی تصدیق کرتے ہوئے مقامی لوگوں نے کہا کہ ان نامعلوم اور عدم شناخت شدہ نوجوانوں کو گزشتہ برسوں کے دوران پولیس اور فورسز نے یہاں لا کر دفنایا ہے۔

60 گمنام قبروں کا مزید انکشاف' بھارتی فورسز کشمیری مکاؤ پالیسی پر عمل پیرا' عالمی برادری خاموش کیوں؟

13 جنوری: حریت کانفرنس کے دونوں دھڑوں سمیت مقبوضہ کشمیر کی تمام آزادی پسند جماعتوں نے وسطی کشمیر میں مزید گمنام قبروں کے انکشاف پر اپنے شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ بھارتی فوج وسیع پیمانے پر جنگی جرائم کی مرتکب ہورہی ہے۔ چنانچہ عالمی برادری انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کا فوری نوٹس لے۔ کشمیری قائدین نے اس بہیمانہ قتل عام کو کشمیریوں کی نسل کشی سے تعبیر کرتے ہوئے کہا کہ عالمی طاقتوں کا یکطرفہ رویہ اور عالمی برادری کی اس سفاکانہ بھارتی دہشت گردی پر خاموشی سے یہاں کشمیر میں آج بھی انسانی زندگیاں زبردست خطرات سے دوچار ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کے نمایاں پہلو

آپ ﷺ عبادات و اخلاقیات میں کامل نمونہ تھے تو فہم و فراست میں بہترین مدبر بھی۔ ملکی انتظام و انصرام کو چلانے میں اعلیٰ پائے کے منتظم و منصرم تھے تو قیامِ امن اور جہاد و دفاع کے لئے جنگوں میں منفرد کردار کے سپہ سالار بھی

رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ہر پہلو ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ ﷺ جامع اوصاف کے مالک تھے۔ آپ عبادات و اخلاقیات میں کامل نمونہ تھے تو فہم و فراست میں بہترین مدبر بھی۔ ملکی انتظام و انصرام کو چلانے میں اعلیٰ پائے کے منتظم و منصرم تھے تو قیامِ امن اور جہاد و دفاع کے لئے جنگوں میں منفرد کردار کے سپہ سالار بھی۔ یوں تو سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے ضخیم کتابیں مرتب کی ہیں۔ آپ ﷺ کے اوراقِ زیست پر ہزاروں مقالے لکھے گئے ہیں، لکھے جارہے ہیں اور لکھے جاتے رہیں گے لیکن آپ کی خوبیوں کا احاطہ ممکن نہیں۔ مختلف کتب سیرؐ کے مطالعے سے میرے سامنے رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے دو پہلو تواتر کے ساتھ نمایاں رہے ہیں۔ ایک دعوت الی اللہ اور دوسرا جہاد فی سبیل اللہ ﷺ اگر یہ کہا جائے کہ جاہلی معاشرے کی تربیت اور ناگفتہ بہ حالات کی تبدیلی میں ان دو پہلوؤں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے تو غلط نہ ہوگا۔ دعوت و جہاد کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا نقطہ نظر کیا تھا؟ ذیل میں ان پہلوؤں پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔

1- دعوت الی اللہ

• ایک لمحہ تصور کریں جب معاشرے کی تمام اکائیاں باطل پر عمل پیرا ہوں، ناجائز امور کے سرانجام دینے میں حدود کو پھلانگا جارہا ہو، اخلاقیات کا گراف اس حد تک گرچکا ہو کہ بدکاری پر فخر ہونے لگے، قتل و غارت روز کا معمول ہو، ڈاکہ زنی شیوہ بن چکا ہو، جب لوگ برائی کو برائی ہی نہ سمجھتے ہوں تو ان کے دل و دماغ میں برائی سے نفرت پیدا کرنا اور حق کی صدا بلند کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ داعی حضرات جانتے ہیں، یہی سب سے کٹھن مرحلہ ہوتا ہے کیونکہ اب ایسی صورت میں معاشرے کی مخالفت مول لینی پڑے گی۔ اپنے بیگانے ہوں گے، پرائے دشمنی پر کمربستہ رہیں گے، تنقید کی بوچھاڑ تیروں کی مانند ہوگی، لوگ گمراہ بھی کہیں گے، دیوانہ اور احمق بھی کہیں گے۔

جی ہاں! بالکل یہی کچھ ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حکم نازل کیا ''اے (محمد ﷺ) جو کمبل اوڑھے ہوئے ہو، اٹھیئے، پس ڈرایئے اور اپنے رب ہی کی کبریائی بیان کیجئے۔''

(سورۃ المدثر، ابتدائی آیات)

ظلم و شرک سے آلودہ معاشرے میں رسول اللہ ﷺ کو اُٹھنے کا حکم ہوا۔ ضلالت میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو راہِ راست پر لانے کی بھاری ذمہ داری آپ ﷺ پر عائد ہوئی۔ توحید الٰہی کا پرچار کرنا گویا کہ سرکشوں کی کبریائی پر ضرب لگانا ہے۔ اس ضرب لگانے کا ردعمل کیا ہوگا؟ آیئے ورقہ بن نوفل کی زبانی سنتے ہیں۔

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں کتاب بدء الوحی کے تحت یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب سورۃ العلق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ گھبراہٹ کی کیفیت میں گھر آئے اور کمبل اوڑھ کر لیٹ گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور اپنے چچا کے بیٹے ورقہ بن نوفل کے پاس لے آئی۔ ورقہ بن نوفل زمانہ جاہلیت میں عیسایت کو اختیار کرچکا تھا۔ آپ عبرانی زبان بھی جانتے تھے۔ اب ضعیف اور نابینا تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: اے چچا کے بیٹے! ذرا اپنے بھتیجے کی بات سننا۔ ورقہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے میرے بھائی کے بیٹے! آپ نے جو دیکھا' وہ بتلایئے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جو پیش آیا تھا' وہ بیان کیا۔

اب ورقہ آپ ﷺ کو مخاطب کرکے کہنے لگا: یہ تو وہی ناموس ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر اُتارا تھا۔ کاش! میں جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا:

کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے (حالانکہ میں تو ان میں معزز، سچا اور امانت دار معروف ہوں)۔ ورقہ نے کہا: ہاں! ایسا ہی ہوگا کیونکہ جو شخص بھی آپ ﷺ کی طرح حق لے کر آیا' لوگ اس کے دشمن ہوگئے۔ اگر مجھے آپ ﷺ کی نبوت کا وہ دور مل گیا تو میں ہر طرح سے آپ کی مدد کروں گا۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ابتدائی تین سال تک اللہ کے رسول ﷺ نے دعوت کا سلسلہ خفیہ رکھا یہاں تک کہ سورۃ الشعراء کی آیت نازل ہوئی: اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب الٰہی سے) ڈراؤ۔ (الشعراء:214)

تو رسول اللہ ﷺ مروجہ ابلاغی طریقے کو استعمال میں لاتے ہوئے کوہِ صفا پر چڑھ گئے اور باآوازِ بلند ایک ایک قبیلے کو پکارنے لگے۔ ملکِ عرب کے دستور کے موافق جب لوگ آ آکر جمع ہوئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے سب سے پہلے اپنے کردار پر گواہی طلب کی۔ قریش نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہم نے کبھی آپ کو جھوٹا نہیں پایا۔ یہ جواب سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں سخت عذاب سے ڈراتا ہوں، اللہ پر ایمان لاؤ تاکہ عذابِ الٰہی سے بچ جاؤ۔ یہ سنتے ہی قریش پھٹ پڑے۔

ابولہب نے کہا کہ تجھ پر ہلاکت ہو، کیا تو نے اس لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ گویا کہ حق و باطل میں کشمکش کا آغاز ہوا۔

صفی الرحمٰن مبارک پوریؒ نے الرحیق المختوم میں قریش کی ان سرگرمیوں کا نہایت بہترین خاکہ پیش کیا ہے۔ ذیل میں

سیرت النبیؐ

فاروق اعظم، شعبہ سیاسیات، جامعہ کراچی

اختصار کے ساتھ ان پر روشنی ڈالتے ہیں۔

مشرکین قریش نے اسلامی دعوت کو غیر مؤثر بنانے کے لئے تحقیر اور استہزا کا انداز اختیار کیا۔ سورۃ القلم میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس رویے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اور جب کفار اس قرآن کو سنتے ہیں تو آپ ﷺ کو ایسی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ گویا آپ ﷺ کے قدم اکھاڑ دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ یقیناً پاگل ہے۔ (القلم:51)

جب آپ ﷺ کے پاس کمزور اور مظلوم مسلمانوں کو موجود پاتے تو انہیں دیکھ کر مشرکین استہزا کرتے ہوئے کہتے: اچھا! یہی حضرات ہیں جن پر اللہ نے ہمارے درمیان میں سے احسان فرمایا ہے۔ (الانعام:53)

اس کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو بددل کر کے ان کے حوصلے پست کردیئے جائیں۔

محاذ آرائی کی دوسری صورت یہ تھی کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کو مسخ قرار دیتے اور جھوٹا پروپیگنڈہ کر کے شکوک و شبہات پیدا کرتے تاکہ کسی کو آپ کی دعوت پر غور وفکر کرنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان میں مشرکین کا قول ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ محض جھوٹ ہے جسے اس نے گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس پر اس کی اعانت کی ہے''
(الفرقان:4)

قریش نے تیسرا انداز یہ اختیار کیا کہ لوگوں کو قرآن کی تعلیمات سے دور رکھنے کے لئے گزرے ہوئے بادشاہوں کے واقعات اور قصے کہانیوں میں الجھائے رکھتے تھے۔ الرحیق المختوم میں ابن ہشام کے حوالے سے مذکور ہے کہ مشرکین میں سے نضر بن حارث حیرہ گیا اور وہاں کے بادشاہوں کے واقعات اور رستم واسفندیار کے قصے سیکھے۔ پھر واپس آیا تو جب رسول اللہ ﷺ کسی جگہ بیٹھ کر لوگوں کو واعظ ونصیحت کرتے اور اللہ کی پکڑ سے ڈراتے تو آپ کے بعد یہ شخص وہاں پہنچ جاتا اور کہتا کہ بخدا! محمد ﷺ کی باتیں مجھ سے بہتر نہیں۔ یہ فارس کے بادشاہوں اور رستم واسفندیار کے قصے سناتا اور کہتا کہ آخر کس بنا پر محمد ﷺ کی بات مجھ سے بہتر ہے۔ مزید یہ کہ لوگوں کو پھنسانے کی خاطر نضر نے چند لونڈیاں خرید رکھی تھیں۔ جب کسی کے متعلق سنتا کہ وہ شخص نبی ﷺ کی طرف مائل ہے تو اس پر ایک لونڈی مسلط کردیتا یہاں تک کہ اسلام کی طرف اس کا جھکاؤ باقی نہ رہتا۔

قریش نے چوتھی صورت یہ اختیار کر رکھی تھی کہ وہ کوشش کرتے کہ اسلام اور جاہلیت دونوں بیچ راستے میں ایک دوسرے سے جاملیں۔ یعنی کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر اپنی بعض باتیں مشرکین چھوڑ دیں اور بعض باتیں نبی ﷺ چھوڑ دیں۔ قرآن میں اسی کے متعلق ارشاد ہے:

''وہ چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ ڈھیلے پڑ جائیں تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔ (القلم:9)

جب ہر چال چلنے کے باوجود مشرکین ناکام ٹھہرے تو انہوں نے جبر وتشدد کا راستہ اپنا لیا۔ نبی ﷺ اور دور اولین کے مسلمانوں پر اذیت ناک مظالم ڈھائے گئے لیکن ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہیں آئی۔

> ☆......ورقہ بن نوفل نے کہا' کاش! میں جوان ہوتا، کاش! میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو اس شہر سے نکال دے گی

صحیح بخاری کتاب المناقب میں خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے کہ ایک مرتبہ وہ خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے آپ کعبہ کے سائے میں ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ خباب نے مشرکین کے ہاتھوں سختیاں جھیلنے کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

کیوں نہ آپ ﷺ اللہ سے دعا فرمائیں' یہ سن کر آپ ﷺ اٹھ بیٹھے، آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے' ان کے جسموں کو آروں سے دوٹکڑے کیئے گئے، لوہے کی کنگھیاں ان کے گوشت پر ہڈیوں تک پھیری گئیں لیکن یہ سختیاں بھی انہیں دین سے باز نہ رکھتی تھیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس امر کو یعنی دین کو مکمل کر کے رہے گا، یہاں تک کہ سوار صنعاء سے حضر موت تک جائے گا اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا لیکن تم لوگ جلدی کر رہے ہو۔

سیرت نبوی ﷺ کے اس پہلو کا خلاصہ یہ ہے کہ حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ تکالیف پر صبر کرتے ہوئے لوگوں کی اصلاح کریں۔ یقیناً یہ نصیحت ایمان والوں کو نفع دے گی۔
(الذریات:55)

2-جہاد فی سبیل اللہ

وہ منظر بھی نہایت تعجب خیز تھا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے گھربار چھوڑ رہے تھے۔ اس لئے نہیں کہ وہ اچھی رہائش گاہ کی تلاش میں تھے۔ انہیں یہ تمنا بھی نہیں تھی کہ نئے شہر میں تجارت کے بہتر ذرائع میسر ہوں گے۔ وہ یہ آرزو بھی نہیں رکھتے تھے کہ لوگ ان کی تعریفیں کریں گے۔ انہیں انصار نے دعوت دی تھی کہ ہمارے دیس میں آئیں۔ تم برسوں کے ستائے ہوئے ہو۔ تمہارے رہنے کے لیے مکہ کی کشادہ زمین تنگ کردی گئی ہے۔ ہم برداشت نہیں کرسکتے کہ تم پر مزید ظلم روا رکھا جائے۔ چلے آؤ ہماری طرف۔ ہم رہنے کے لیے جگہ دیں گے۔ اپنے بال بچوں سے زیادہ تمہاری حفاظت کریں گے۔ تمہارے دفاع میں ہماری تلواریں ہر وقت میانوں سے باہر رہیں گی۔

اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی لیکن مشرکین کو گوارہ نہ ہوا کہ مسلمان امن و سکون سے زندگی بسر کریں۔ چنانچہ انہوں نے اب بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ ان کے خلاف خفیہ و اعلانیہ سازشیں شروع کردیں۔ یہود اور منافقین کو مسلمانوں سے جنگ کے لیے ورغلایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کعبۃ اللہ کے دروازے بند کردیئے۔ اسی پر بس نہ ہوا بلکہ مسلمانوں کو دھمکایا بھی کہ تم مغرور نہ ہونا کہ مکہ سے صاف بچ کر نکل آئے، ہم یثرب ہی پہنچ کر تمہارا ستیاناس کردیتے ہیں۔

اب مدینہ پر حملے کا اندیشہ رہنے لگا۔ مسلمانوں کے سروں پر خطرات کے بادل منڈلانے لگے۔ ان حالات میں دفاع سے غافل رہنا خود اپنی تباہی کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قتال کی اجازت مرحمت فرمادی:

''جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے' انہیں بھی جنگ کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں اور یقیناً اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔'' (الحج:39)

رسول اللہ ﷺ نے قریش کے تجارتی راستوں پر چھاپہ مار دستوں کے ذریعے کاروائیوں کا آغاز کیا تاکہ قریش اپنی معیشت کو خطرے میں دیکھتے ہوئے مدینہ پر چڑھائی کے ارادے سے باز رہیں۔ یہ مختصر دستے مدینہ کے اطراف میں روانہ ہوتے رہے بعض جگہوں پر دشمن سے سامنا بھی ہوا لیکن اب تک فریقین میں سے کسی کا جانی یا مالی نقصان نہیں ہوا تھا۔ دوسری طرف مشرکین کے سینوں میں آگ کے شعلے بھڑکتے رہے۔ وہ دشمنی پر کمر بستہ تھے۔ قریش کی عداوت کا اندازہ کرز بن جابر فہری کی کارروائی سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

قارئین جانتے ہیں کہ قریش کے ساتھ مسلمانوں کا پہلا باقاعدہ معرکہ 17 رمضان 2 ہجری کو بدر کے مقام پر ہوا۔ اس غزوے کا سبب قریش کا ایک تجارتی قافلہ بنا۔

غلطی کے شکار طبقے:

مجموعی طور پر دو طبقے ایسے ہیں جو جہاد کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ پہلا طبقہ وہ ہے جو جہاد کو دہشت گردی سے تعبیر

کرتا ہے۔ اس میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو غیر مسلم ہیں اور وہ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خائف ہیں۔ جیسا کہ پوپ بینڈکٹ نے ستمبر 2006ء کو جرمنی میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے کہا کہ محمد ﷺ نے تلوار کے زور پر اسلام کو پھیلایا ہے۔ دراصل اس قسم کے لوگ جہاد کے مفہوم سے ہی واقف نہیں۔ انہیں دہشت گردی اور جہاد میں فرق کیسے نظر آئے۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کیا ہے۔ قرآن واضح طور پر کہتا ہے کہ دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ (البقرہ:256)

☆ ......رسول اللہ ﷺ نے قریش کے تجارتی راستوں پر چھاپہ مار دستوں کے ذریعے کاروائیوں کا آغاز کیا تاکہ قریش اپنی معیشت کو خطرے میں دیکھتے ہوئے مدینہ پر چڑھائی کے ارادے سے باز رہیں

اسی مضمون کا ایک خط رسول اللہ ﷺ نے بحرین کے حاکم منذر بن ساوی کو لکھا: انہوں نے جواب میں تحریر کیا کہ میں نے آپ کا خط اپنی رعایا کو سنایا، ان میں سے بعض اسلام میں داخل ہو گئے جبکہ بعض نے اعراض کیا۔ مزید یہ کہ میری سلطنت میں مجوسی اور یہودی بھی آباد ہیں' ان کے بارے میں آپ ﷺ کا کیا حکم ہے۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دوسرا خط روانہ کیا، جس میں آپ ﷺ نے ان کے نیک طرز عمل کو سراہا اور فرمایا کہ جب تک تم اصلاح کی راہ اختیار کیے رہو گے ہم آپ کو آپ کی ذمہ داریوں سے ہرگز معزول نہ کریں گے اور جو شخص یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہے، اس سے جزیہ لیا جائے۔ یعنی ہمیں سلطنت سے غرض نہیں، آپ کا عہدہ برقرار رہے گا بشرطیکہ اصلاحی طرز عمل اختیار کیے رکھو اور شر و فساد سے گریز کرو۔

اب دوسرے طبقے کو زیر بحث لاتے ہیں۔ اس دوران سیرت نبوی ﷺ کے دیگر سرایا و غزوات کا تذکرہ بھی ہوتا رہے گا تاکہ اس پہلو کو بھی سمیٹا جا سکے۔ ہو سکتا ہے قارئین اس انداز کو پسند نہ کریں کہ سیرت کے مضمون میں اس بحث کو چھیڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں ابتداء میں کہہ چکا ہوں کہ سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر ضخیم کتابیں مرتب ہو چکی ہیں، اس لئے پہلو بہ پہلو روایتی انداز سے وہی واقعات دہرانے کی ضرورت نہیں۔ تفصیل کے طالب کتب سیَر کی طرف رجوع کریں۔ اس غیر روایتی انداز بیان کا مقصد یہ ہے کہ سیرت کی روشنی میں افکار و خیالات کو درست کیا جائے۔ جب تک ہر معاملے میں سیرت رسول ﷺ سے رہنمائی نہیں لیں گے تو غلطیوں کی اصلاح کیسے کریں گے؟

بہرحال دوسرے طبقے کی بات کر رہے تھے۔ اس طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ یہ تو جانتے ہیں کہ جہاد اللہ کا حکم ہے لیکن اس بات کا علم نہیں رکھتے کہ جہاد کس کے خلاف کیا جائے۔ یعنی پہلے گروہ کے برعکس وہ جہاد کو دہشت گردی نہیں کہتے۔ وہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ جہاد کا درس بھی دیتی ہے لیکن سیرت سے یہ رہنمائی لینا بھول گئے کہ آپ ﷺ نے کن لوگوں کے خلاف تلوار اٹھائی ہے اور کن لوگوں سے درگزر فرمایا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے سرایا و غزوات کو دیکھا جائے تو ان جنگوں کو چار گروہوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے گروہ میں قریش مکہ شامل ہیں جن کے ساتھ بدر، احد اور احزاب وغیرہ جنگیں لڑی گئیں۔ دوسرا گروہ یہودیوں پر مشتمل ہے، مدینہ میں ان کے تین قبیلے تھے، بنو قینقاع اور نضیر یکے بعد دیگرے جلاوطن کیے گئے اور بنو قریظہ احزاب کے بعد اپنے انجام کو پہنچے۔ علاوہ ازیں جنگ احزاب میں یہودیوں نے بھی اہم کردار ادا کیا تھا۔ ان کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ غزوہ خیبر کے موقع پر ہوا۔ تیسرا گروہ عیسائیوں کا ہے۔ 8ہجری میں موتہ کے مقام پر عیسائیوں کے عظیم لشکر کے ساتھ مسلمانوں کا پہلا معرکہ ہوا۔ قیصر روم کی فوجوں سے ٹکرانے کے لیے تبوک کے میدان میں خود رسول اللہ ﷺ نے 20 روز قیام کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی کا آخری لشکر بھی رومیوں کے خلاف اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی معیت میں روانہ فرمایا تھا۔ چوتھے گروہ میں جزیرہ عرب کے دیگر مشرک قبائل شامل ہیں جیسا کہ جنگ احزاب میں بنو غطفان اور غزوہ حنین میں بنو ثقیف وغیرہ۔ احزاب سے قبل اور مابعد مختلف قبائل مشرکین کے ساتھ جو جنگیں لڑی گئیں، وہ مشرک بھی اسی گروہ میں شامل ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو گروہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتے تھے، آپ ﷺ نے مدافعت کر کے ان کو نیست و نابود کر دیا، اور جو قومیں اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر کے ظلم و شرک کو جاری رکھے ہوئے تھے' انہیں بھی تلوار کے ذریعے سدھار دیا لیکن آپ ﷺ کا سامنا ایک اور گروہ سے بھی ہوا تھا۔ وہ گروہ جس نے مسلمانوں کو نقصان سے دوچار کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جو عین لڑائی کے موقع پر دشمن کا پلہ بھاری کرنے کے لئے مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ گیا۔ جو میدان جہاد میں ڈٹے رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حوصلہ توڑنے کے لئے مایوس کن باتیں کرتا تھا۔ جنہوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل گھرانہ کو سخت ذہنی اذیت میں مبتلا کیے رکھا۔ جنہوں نے یہ بکواس بھی کی تھی کہ ہم عزت والے ان ذلیلوں کو (نعوذ باللہ) مدینے سے نکالیں گے۔

جی ہاں! یہ پانچواں گروہ منافقین کا ہے۔ اس گروہ کے کرتوتوں سے سب واقف ہیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی گردن اڑانے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ! یہ کیسے مناسب رہے گا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔ ان منافقین کو کلمے نے بچایا تھا، کیونکہ وہ کلمہ توحید کے اقراری تھے۔ ان کے دل اسلام پر آمادہ نہ تھے، وہ اعمال کے لحاظ سے بھی گئے گزرے تھے، لیکن ان کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی گئی۔ لہٰذا وہ لوگ اپنی اصلاح کریں جو اسلام کے نام پر ضعیف الاعتقاد اور اعمال کے لحاظ سے کمزور مسلمانوں پر حملے کرتے ہیں، اور ان کا قتل جائز سمجھتے ہیں۔

وقت کی ضرورت:

ہر شخص تبدیلی چاہتا ہے۔ سب کی آرزو یہی ہے کہ اسلام کا غلبہ ہو کر شرک و معصیت اور ظلم و جبر کا خاتمہ ہو جائے لیکن یاد رکھیے! ہر وہ نظریہ جو انسانی سوچ کی پیداوار ہو، ناکام ہے۔ وہ معاشرے میں تبدیلی نہیں لا سکتی۔ ہم غور کریں کہ تہذیب و تمدن سے عاری عربوں کی زندگی کیسے تبدیل ہوئی؟ وہ قوم جس کا شمار وحشیوں کی فہرست میں ہوتا تھا، وہ دنیا کی رہنمائی کرنے والے کیسے بنے؟ اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ انکی زندگیاں تعلیمات نبوی ﷺ کی بدولت تبدیل ہوئی تھیں، اور وہ اسی راہ پر چلتے ہوئے آدھی دنیا کے حکمران بنے تھے۔ بس سمجھ لے کہ اسی طریقے پر آج بھی تبدیلی پیدا کی جا سکتی ہے۔ لہٰذا یہ کہہ دینا کہ اب وہ دور نہیں رہا، تبدیلی کے دیگر طریقے بھی ہیں، ہمیں وہ اپنانے چاہئیں انتہائی غلط ہے۔ غیروں کے نظریات کو اپنا لینا یا حکمرانوں کی تکفیر کر کے خونی انقلاب کے ذریعے تختہ الٹ دینا، یہ ہماری ضرورت نہیں۔ نبی اکرم ﷺ رہتی دنیا تک نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت کا ہر پہلو آج بھی قابل عمل ہے۔ اسلامی نظام حکومت کے خواہش مند ضعیف الاعتقاد اور اعمال میں کمزور مسلمانوں کی اصلاح کریں، اور جہاں مسلمان آباد ہیں' ان خطوں کو محفوظ تر بنانے کے لئے جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کی جائے تاکہ مسلمان کفار کے ظلم و ستم سے محفوظ رہ کر آزاد فضاؤں میں ایک اللہ کی عبادت کریں۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر قرون اولیٰ کے مسلمان سرخرو ٹھہرے۔ دعوت و جہاد کے اسی منہج کو اپنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

قسط نمبر 3

سرورِ کائنات ﷺ اور تعدّدِ ازواج

شر انگیز امریکی فِلم کی نئی شر انگیزی کا عِلمی و تحقیقی جواب

بسلسلہ مقاصد تعدّد ازواج

3۔ اجتماعی مقاصد:

تیسری حکمت اور مقصد اجتماعی تھا جو کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے وزیر اوّل سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کی بیٹی سے شادی کرنے میں وضاحت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے اسی طرح آپ ﷺ کے وزیر ثانی عمر فاروق ؓ کی بیٹی سے شادی کرنے اور خود کو قریش کے رشتہ داری و نسب میں لانے اور ان کی متعدد عورتوں سے شادی کرنے میں ظاہر ہے اور یہ سب کچھ ان امور میں سے ہے جن کے ذریعے آپ ﷺ کا متعدد قبائل اور خاندانوں کے ساتھ مضبوط ترین رابطہ پیدا ہوگیا اور آپ ﷺ نے ان دلوں کو ایسا بنا دیا کہ وہ آپؐ کے اردگرد جمع ہو گئے اور دعوت ایمان اور اسلام کی سربلندی کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ متحد ہو گئے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ معزز اور سب سے زیادہ محبوب شخص کی بیٹی سیدہ عائشہ ؓ سے شادی کی اور بے شک وہ ابوبکر صدیق ؓ ہی تھے جو سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔ انہوں نے اپنی جان اور مال اللہ کے دین کی مدد اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے دفاع اور حمایت کے لیے پیش کر دیا تھا۔ انہوں نے اسلام کی راہ میں شدید اذیتوں کو برداشت کیا تھا حتی کہ آپ ﷺ نے ابوبکر صدیق ؓ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”ہم پر کسی کا کوئی ایسا احسان نہیں، جس کا بدلہ ہم نے نہ دیا ہو ماسوائے ابوبکر کے کیونکہ اس کا جو ہم پر احسان ہے اُس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن دے گا۔ اور جتنا نفع مجھے ابوبکر صدیق ؓ کے مال نے پہنچایا' اتنا نفع مجھے کسی کے مال نے نہیں پہنچایا اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق ؓ کو خلیل بناتا۔ خبردار! تمہارا صاحب اللہ کا خلیل ہے“

(ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکر، رقم الحدیث ٣٦٦١۔)

نبی کریم ﷺ نے ابوبکر ؓ کو دنیا میں اس سے بڑا اور کوئی صلہ نہ دیا کہ آپ نے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ان کی صاحبزادی کے ساتھ شادی کر لی اور اس طرح ان کے درمیان (سسرالی) رشتہ قائم ہو گیا جس نے ان کی باہم دوستی اور رابطے کو مزید مستحکم کر دیا۔

سیرت النبیؐ

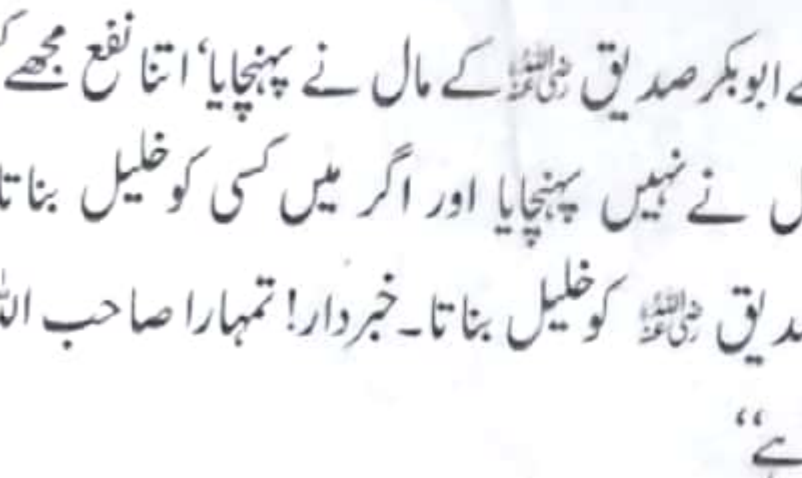

خاور رشید بٹ

اسی طرح آپ ﷺ نے سیدہ حفصہ بنت عمر ؓ سے شادی کی جو ان کے والد عمر ؓ کے اسلام پر مزید استحکام، صداقت، اخلاص اور راہ دین میں جانثاری کی صورت، ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنی۔ اور عمر فاروق ؓ اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخشی اور مینارِ اسلام کو بلند کیا۔ آپ ﷺ کا ان سے دامادی کے رشتے سے منسلک ہو جانا ان کی راہ اسلام میں دی جانے والی قربانیوں کا بہترین صلہ تھا اور اس طرح نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق ؓ اور اپنے وزیر اوّل ابوبکر صدیق ؓ کے مابین شرف و منزلت اور مصاہرت میں مساوات فرما دی۔

آنحضرت ﷺ کا ان دونوں بزرگوں کی بیٹیوں سے شادی کرنا ان کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا بلکہ بہت بڑا صلہ اور احسان تھا۔ اس شرف کے علاوہ کسی اور اعزاز سے انہیں اپنی زندگی میں عزت دینا ممکن بھی نہ تھا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے اس اکرام کو حضرت عثمان و حضرت علی ؓ کے ساتھ اپنی بیٹیاں بیاہ کر مساوی کر دیا۔ یہی وہ چار عظیم صحابہ ہیں جو آپ ﷺ کے تعلیم یافتہ اور شاگردوں میں سے بڑے شمار ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کی شریعت اور دعوت کو پھیلانے میں آپ ﷺ کے خلیفہ بھی تھے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا حکمت ہو سکتی ہے؟

4۔ سیاسی مقاصد:

حضور ﷺ کی شادیوں کے متعدد مقاصد میں سے ایک مقصد دشمنوں کے دل جیتنا، اسلام کے ساتھ ان کی مخالفت کو کم کرنا، قبائل کو اس رشتے کے ذریعے اپنے قریب تر کرنا اور اس طرح نورِ حق کو پھیلانے کے لئے راستہ ہموار کرنا بھی تھا۔ ہم یہاں چند مثالیں درج کرتے ہیں جن سے پتہ چلے گا کہ حضور ﷺ کی شادیوں کے ذریعے کتنے سیاسی فوائد حاصل ہوئے۔

☆...... نبی ﷺ نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بیٹیاں لے کر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہما کو اپنی بیٹیاں دے کر اپنے رشتوں کو مضبوط تر اور برابر کیا

☆...... رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے موقعہ پر جب حضرت صفیہؓ بنت حییّ بن اخطب سے شادی کی تو تاریخ گواہ ہے کہ اس کے بعد یہودی اسلام اور اہل اسلام کے خلاف دوبدو جنگ سے باز آ گئے

(1) بنو مصطلق کا قبیلہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی دشمنی میں پیش پیش تھا۔ اس قبیلے کا سردار حارث اسلام کا کٹّر دشمن تھا۔ غزوہ بنو مصطلق میں اس قبیلے کو شکست ہوئی اور اس قبیلے کے متعدد لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئے۔ ان قیدیوں میں بنو مصطلق قبیلہ کے سردار کی ایک بیٹی جویریہ بنت حارث بھی تھیں۔ انہوں نے اپنے اسیر کنندہ سے مکاتبت کا معاہدہ کیا اور زرِ مکاتبت ادا کرنے کی خاطر حضور ﷺ سے مدد کی درخواست کی۔ حضور ﷺ کو جب یہ پتہ چلا کہ یہ سردار قبیلہ کی بیٹی ہیں تو آپ نے ان کے سامنے یہ پیشکش کی کہ اگر انہیں منظور ہو تو آپ ان کا زرِ فدیہ ادا کر کے ان کے ساتھ نکاح کر لیں۔ حضرت جویریہ نے حضور ﷺ کی اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ حضور ﷺ نے ان کا زرِ مکاتبت ادا کر کے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے حضرت جویریہ سے نکاح کر لیا ہے تو انہوں نے بنو مصطلق قبیلہ کے تمام اسیروں کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ یہ لوگ حضور ﷺ کے سسرالی رشتہ دار ہیں۔ ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ان کو اپنی قید میں رکھیں۔ اس طرح آزاد ہونے والے کوئی ایک دو آدمی نہ تھے بلکہ حضرت جویریہ کی برکت سے آزادی کی نعمت تقریباً سو گھرانوں کو حاصل ہوئی۔ بنو مصطلق نے جب حضور ﷺ کی اس عالی ظرفی اور مسلمانوں کے دلوں میں موجزن حبِ رسولؐ کے جذبے کا مشاہدہ کیا تو وہ سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

یہ بات معمولی نہیں ہے کہ ایک شادی کی برکت سے اسلام کے ایک کٹر دشمن قبیلے نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی چھوڑ کر حضور ﷺ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةٍ عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا۔ ○

○ سنن ابی داؤد، باب بیع المکاتب، رقم ۳۹۳۱۔

''ہم نے کسی عورت کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے لئے اس سے زیادہ برکت کا باعث بنی ہو جتنی برکت کا باعث جویریہ اپنی قوم کے لئے بنیں۔''

(2) حیی بن اخطب بھی بنو مصطلق کے سردار حارث کی طرح اسلام کا زبردست دشمن تھا۔ اس کی بیٹی صفیہ بنت حیی بن اخطب غزوۂ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئیں۔ حضور ﷺ نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان کے سامنے دو صورتیں رکھیں۔

پہلی صورت یہ تھی کہ وہ اسلام قبول کریں اور آپ انہیں آزاد کر کے اپنی زوجیت کا شرف بخشیں۔ دوسری صورت یہ تھی کہ اگر وہ یہودیت پر قائم رہنا چاہیں تو آپ انہیں آزاد کر دیں اور وہ اپنی قوم کے پاس واپس چلی جائیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر کے حضور ﷺ کی زوجیت میں آنا پسند کیا۔ حضرت صفیہؓ سے حضور ﷺ کا نکاح اس لحاظ سے انتہائی مفید تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان سے حضور ﷺ کے نکاح سے پہلے یہودی مسلمانوں کے خلاف ہر جنگ میں کسی نہ کسی شکل میں شریک نظر آتے ہیں لیکن اس نکاح کے بعد اسلام کی ابتدائی تاریخ میں یہودی کسی جنگ میں مسلمانوں کے مدمقابل نظر نہیں آتے۔

(3) ابوسفیان کی اسلام دشمنی سے کون واقف نہیں۔ قوم قریش کا نشان جنگ ابوسفیان کے گھر میں رہتا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو قوم کے ہر فرد پر آبائی ہدایات اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ اسلام کے خلاف اکثر جنگوں میں ابوسفیان ہی نے لشکر قریش کی قیادت کی۔ حضور ﷺ نے اسلام کے اس کٹر دشمن کی لختِ جگر ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اس رشتے کا اثر یہ ہوا کہ ابوسفیان کی اسلام دشمنی کا زور ٹوٹ گیا اور بہت جلد وہ اسلام کے جھنڈے تلے اپنی جان کی بازی لگانے کے لئے تیار کھڑا نظر آیا۔ کیا وہ نکاح حضور ﷺ کی ایک انتہائی کامیاب سیاسی تدبیر نہ تھی جس نے اسلام کے سب سے بڑے دشمن کو مسلمانوں کی صفوں میں لا کھڑا کیا تھا؟

(4) ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو، ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی۔ اس نکاح نے ملک نجد سے صلح اور اسلام کے پھیلانے میں بہترین نتائج پیدا کیے۔ حالانکہ قبل ازیں اہل نجد وہ تھے جنہوں نے ستر واعظان دین رضی اللہ عنہم کو اپنے ملک میں لے جا کر غداری کرتے ہوئے قتل کیا تھا اور اہل نجد ہی وہ تھے جن سے چند بار نقضِ امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آ چکے تھے۔ اس لیے ہر ایک شخص کو جو امنِ عامہ اور اصلاحِ ملک کے فوائد کا منکر نہیں اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا۔ (جاری ہے)

بقیہ — کلیۃ الشریعۃ

''فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنے کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ عمل مستحب ہے جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اہل علم کا یہی مسلک نقل فرمایا ہے۔ سیدنا ابوموسی اشعری، سیدنا رافع بن خدیج، سیدنا انس بن مالک اور سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہم وغیرھم کا یہی عمل تھا۔ یہ سب لوگ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹا کرتے تھے اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد میں نقل فرمایا ہے۔ اور علامہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان جملہ مذکورہ صحابہ کرام کے نام درج کئے ہیں کہ یہ صحابہ کرام با قاعدہ اس کا فتویٰ دیا کرتے تھے،،

تابعین کرام میں محمد بن سیرین، عروہ بن زبیر کا بھی یہی عمل تھا، جیسا کہ شرح منتقی میں منقول ہے۔ علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے محلی ابن حزم میں نقل فرمایا ہے کہ سعید بن مسیب، قاسم بن محمد بن ابی بکر، عروہ بن زبیر، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، خارجہ بن زید بن ثابت اور عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن سلیمان بن یسار رحمھم اللہ جیسے جلیل القدر تابعین کا بھی یہی موقف تھا کہ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹنا چاہیے۔

ویلنٹائن ڈے

اصلاح معاشرہ

عبدالمنان' میاں چنوں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تو اس کے اندر طرح طرح کے جذبات بھی رکھ دیے۔ انسان کو جو خوبصورت جذبات عنایت ہوئے ہیں' ان میں سے ایک جذبہ محبت بھی ہے۔ محبت ایک طاقتور انسانی جذبہ ہے' ایک ایسی قوت جو کسی کی زندگی کو برباد کرسکتی ہے اور آباد بھی کرسکتی ہے اور اگر دیکھا جائے تو باقی جذبات کے مقابلے میں یہ ایک بہت ہی شدید ترین جذبہ ہے۔ مغربی دنیا بظاہر اسی حوالے سے ویلنٹائن ڈے منا رہی ہے۔ اس دن مختلف شکلوں' رنگوں اور سائزوں کے بنے ہوئے دل' پھول اور چاکلیٹس نظر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور چیزیں بھی ہیں جنھیں محبت کی نشانی سمجھ لیا گیا ہے۔ عموماً ویلنٹائن ڈے کو پھولوں اور گلابوں کا دن کہتے ہیں۔ اس دن کی ابتدا کے متعلق کئی روایات ہیں لیکن سب سے زیادہ قابل بھروسہ روایت کے مطابق اس دن کا تعلق قدیم رومیوں کے ایک دیوتا کے مشرکانہ تہوار سے ہے۔

یہ تہوار 15 فروری کو منعقد ہوتا تھا۔ اس دن لڑکیوں کے نام ایک برتن میں ڈال دیے جاتے اور مرد دیکھے بغیر جس لڑکی کا نام نکالتے وہی تہوار کے ختم ہونے تک اس کی ساتھی بن جاتی۔ جب روم میں عیسائیت کو فروغ ملا تو اس فحش لیکن مقبول عام تہوار کو عیسائیت کا جامہ پہنانے کی اس طرح کوشش کی کہ لڑکیوں کے ناموں کی بجائے اولیاء (Saints) کے نام ڈال دیئے گئے۔ اب جس Saint کا نام نکلتا' مرد حضرات کو اس کی تقلید سارا سال کرنا پڑتی۔

ایک اور روایت کے مطابق اس کا تعلق Saint Valentine سے ہے' جس کو شاہ Claudius نے 14 فروری کو اس جرم میں قتل کروا دیا کہ وہ اس کے فوجیوں کی خفیہ طور پر شادیاں کرواتا جن کو شادیوں کی اجازت نہ تھی۔ دوران قید اس کو جیلر کی بیٹی سے پیار ہوگیا اور اس نے لڑکی کو خط لکھا جس کے آخر میں دستخط کیے ''تمہارا Valentine'' یہ طریقہ بعد میں لوگوں میں رواج پا گیا۔

496ء میں پاپائے روم Gelusius نے سرکاری طور پر 15 فروری کے مشرکانہ تہوار کو یوم Saint Valentine میں تبدیل کردیا۔

اس دن کو منانے کی ابتدا کسی بھی طرح ہوئی' آج یہ تہوار مشرکانہ اور فضول روایات کی طرف لوٹتا نظر آتا ہے۔ فرانس میں اس تہوار نے سخت مشکلات پیدا کیں اور 1776ء میں اسے مکمل طور پر ممنوع قرار دیا گیا۔ اس تہوار سے نوجوان لڑکے لڑکیوں کے دلوں میں جذبات کی آگ کو بھڑکایا جاتا ہے اور انہیں کسی خاص محبوب کی ضرورت کا احساس دلایا جاتا ہے۔ یہ تہوار پاکستان میں بھی عام ہوتا جا رہا ہے۔

بظاہر معصوم اور بے ضرر نظر آنے والی ان چیزوں میں جنسی آزادی اور لڑکے لڑکیوں کے آزادانہ تعلق کو فروغ دیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی جذبات کے آزادانہ اور کھلے اظہار کو بھی عام کیا جا رہا ہے حتیٰ کہ تعلیمی ادارے بھی اپنے طالب علموں کے لیے اس قسم کی پارٹیز منعقد کرانے میں پیچھے نہیں رہتے۔ نتیجتاً نوجوان اپنی پسند کے فلمی گانے گنگناتے دن دیہاڑے نظر آتے ہیں۔

> ☆......عشق ومحبت کے اس سارے خبط میں اسلام پس پشت ڈال دیا جاتا ہے اور اللہ کا خوف بھی دل سے نکال دیا جاتا ہے۔
>
> ☆......موجودہ زمانے میں محبت اپنی اصل شکل کھو کر ایک غیر حقیقی جوش وجذبہ کی شکل اختیار کرچکی ہے جس سے غیر اخلاقی اور غیر شرعی تعلقات نے جنم لیا ہے۔

1- ایسی ایسی خوشیوں کا اظہار ہوتا ہے گویا کہ یہ کوئی شرعی اور ہم مسلمانوں کی خاص عید ہے۔

2- عشق ومحبت کے اظہار وتجدید کے لیے نوجوان لڑکے لڑکیاں اس عید کی مناسبت سے مبارک بادی کے کارڈز کا تحفہ ایک دوسرے کو پیش کرتے ہیں۔ بسا اوقات اس کارڈ پر "Be My Valentine" لکھا ہوتا ہے' یعنی میرے

ویلنٹائن (محبوب) ہو۔

3- اس موقعہ پر اس کثرت سے پھول بکتے ہیں کہ ایک سروے کے مطابق دنیا میں پھولوں کا چالیس فیصد حصہ اسی مقصد کے لیے استعمال ہوتا ہے' اگر حقیقی محبت مفقود ہو تو اسے پھولوں کے ذریعے سے واپس نہیں لایا جاسکتا۔

4- دونوں جنس اور عموی طور پر غیر محرم لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کو چاکلیٹ اور مٹھائیوں کا ایک پیکٹ بطور ہدیہ پیش کر کے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔

5- مغربی ممالک کی تقلید میں بعض مشرقی ممالک اس موقعہ پر خصوصی اجتماع کا اہتمام کرتے ہیں جس میں مرد وعورت کا اختلاط اور ایسے حیاسوز فواحش ومنکرات کا ارتکاب ہوتا ہے جس کی مثال صرف حیوانوں کے یہاں دیکھی جاسکتی ہے۔

عشق ومحبت کے اس سارے خبط میں اسلام پس پشت ڈال کر اللہ کا خوف دل سے نکال دیا جاتا ہے اور اسلامی تعلیمات کا سرعام مذاق اڑایا جارہا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم ویلنٹائن ڈے کیوں منارہے ہیں؟ کیا یہ ہمارا قومی تہوار یا دینی تہوار ہے......؟

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ اپنے سے پہلی قوموں (یہود ونصاریٰ) کی قدم بقدم پیروی کروگے' اگر وہ لوگ گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے' تو تم لوگ اس میں بھی داخل ہونے کی کوشش کروگے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ پہلی قوم سے آپ ﷺ کی مراد یہود ونصاریٰ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اور کون؟

(صحیح بخاری ومسلم)

دوسرے مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی قوم کی مشابہت (طور طریقہ) اختیار کی' وہ کل قیامت کے دن انہی میں سے شمار کیا جائے گا۔'' (ابوداؤد)

اپنے آپ سے پوچھئے کیا میں نے کبھی اس ہستی سے محبت کرنے کے بارے میں سوچا ہے' جس ہستی نے عظیم الشان محبت سے مجھے پیدا کیا' جس نے مجھے وہ دل دیا جو محبت کو محسوس کرسکتا ہے' میں کتنی بار اس کی محبت میں رویا؟ کیا ایسا تو نہیں کہ وہ خوبصورت جذبہ جو ہمیشہ قائم رہنا چاہیے' میں اس کو نفس کی وقتی تسکین میں ضائع کررہا ہوں اور ہماری اس ناشکری کے باوجود وہ مہربان ہستی ہم سے محبت ہی کرتی ہے۔

اپنے آپ سے پوچھئے......؟

کیا میں رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہوں؟ جنہوں نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں جب تک وہ مجھے اپنے ماں باپ' اپنی اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبت نہ کرے۔'' (صحیح بخاری)

کیا ویلنٹائن ڈے خواہشات نفس کی پیروی کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ کیا ہم حیوانوں کی طرح بنا سوچے سمجھے فقط اپنے وقتی جذبات اور گندے فرسودہ مغربی رواج کی پیروی نہیں کررہے؟

اسلام میں لڑکے لڑکی کی دوستی بالکل منع ہے لیکن آج دیکھ لیں' کتنے لڑکے لڑکیاں موبائل فون پہ کھلم کھلا دوستیاں کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایک عورت کے اوصاف یوں بیان کیے گئے ہیں۔

''پاکیزہ' نہ شہوت پرست' نہ خفیہ دوست بنانے والیاں......'' (النساء:25)

موجودہ زمانے میں محبت اپنی اصل شکل کھو کر ایک غیر حقیقی جوش وجذبہ کی شکل اختیار کرچکی ہے' جس کے نتیجے میں سطحی اور وقتی نوعیت کے غیر اخلاقی اور غیر شرعی تعلقات نے جنم لیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں ذہن میں کئی سوالات اٹھتے ہیں کہ یہ کیسی محبت ہے' جس نے......!

1- اس خوبصورت جذبہ کو نفسانی خواہشات کی پیروی تک محدود کردیا ہے۔

2- ہماری معاشرتی اقدار کی جڑیں کھوکھلی کردی ہیں۔

3- ہمارے اندر سے رحمت اور شفقت کو ختم کردیا ہے۔

4- ہمیں ایک دوسرے سے متنفر اور جدا کردیا ہے۔

5- ہم سے غلط اور درست کی پہچان ختم کردی ہے۔

گویا ہم نے اوروں کے طریقوں کو اپنالیا ہے۔

ایک مسلمان کو حقیقی محبت اپنے رب سے ہوتی ہے وہ ذات جو ازل سے ابد تک قائم ہے۔

مسلمانوں کے اظہار محبت کے لیے دو دن پہلے سے موجود ہیں اور وہ ہیں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ۔ عیدالفطر سے قبل مسلمان روزہ رکھ کر اللہ کی اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہیں اور بھوکا پیاسا رہ کر اپنے غریب بھائیوں کی بھوک پیاس اور دکھ درد کا احساس بھی کرتے ہیں اور اس کا شکرانہ زکوٰۃ وفطرانہ وغیرہ کی صورت میں غریبوں کی مدد کرکے عیدالفطر کے دن کرتے ہیں۔ اسی طرح عیدالاضحیٰ کے دن مسلمان صرف اللہ کی رضامندی اور سنت ابراہیمی علیہ السلام کی پیروی میں جانوروں کی قربانی کرتے ہیں اور یوں اسلام اور مسلمانوں کے لیے ہر قربانی دینے کا عزم کرتے ہیں۔ کیا ہماری زندگی میں ایسی خالص اور مضبوط محبت ہے؟ اب ہم سوچیں کہ ہم ویلنٹائن ڈے مناکر ہم سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں' اپنی ذات اور خواہشات سے یا اپنے رب سے؟ ایک مسلمان کی محبت بامعنی اور اظہار بامقصد ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''آپ کہہ دیجیے کہ بے شک میری نماز' میری قربانی' میرا جینا' میرا مرنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔'' (انعام:162)

☆......کیا ہم حیوانوں کی طرح بنا سوچے سمجھے فقط اپنے وقتی جذبات اور گندے فرسودہ مغربی رواج کی پیروی تو نہیں کررہے؟

☆......مغربی ممالک کی تقلید میں بعض مشرقی ممالک میں ویلنٹائن ڈے کی حیوانیت کا رواج بڑھتا جارہا ہے' اجتماعات میں مرد وعورت فحش حرکات کرتے ہیں۔

بقیہ | **ہندو دھرم**

اس نے کہا' بھائی یہاں ہر روز اڑھائی من دانہ ڈالا جاتا ہے۔ بھوکے، پیاسے پرندے یہاں آکر ان پیالوں سے پانی پیتے ہیں جن کو صبح سویرے پنڈت صاف کرکے بھر دیتے ہیں اور زمین پر باجرہ پھینک دیا جاتا ہے۔ پرندوں کی بڑی تعداد اس کو کھانے میں مصروف تھی، جن کے پیٹ بھر گئے تھے وہ آشرم کے درختوں کے اوپر چہچہانے میں مصروف تھے۔ آگے بڑھتا گیا اور شرماتا گیا کہ ان پرندوں کو کیا پتہ کہ ہم کس کا دانہ کھا رہے ہیں۔ مگر یہ کام اسلام نے ہمیں کرنے کا درس دیا ہے، مگر کر کوئی اور رہا ہے۔

اس کے بعد مجھے مندر کا دورہ کرایا گیا جہاں پوجا پاٹ ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہندو درویشوں کی تصویروں کی نمائش بھی دکھائی گئی۔ ساتھ ساتھ یہاں پر آنیوالے مسلمانوں کی مدد کرنے کی داستان سنائی گئی کہ وہ کس طرح اس آشرم سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ سارا فلاحی کام سنت نینو رام کے شروع کئے ہوئے مشن کے طور پر انجام دے رہے ہیں اس نیت سے کہ آئندہ کے جنم میں ہم بھی کسی اچھے انسان کی روح بن سکیں، اس نظریہ کے تحت پنڈت ہندو کمیونٹی کو منظم و متحد کر رہا ہے۔ ان کے دعوے کے مطابق وہ اس آشرم کو مقامی تاجر برادری کے تعاون سے چلا رہے ہیں۔ دنیا میں ڈیڑھ ارب مسلمان آباد ہیں۔ کیا ایک بھی ایسا مسلمان نہیں جو اس آشرم کے مقابلے میں ایک اسلامی فلاحی مرکز قائم کرسکے جس سے ہزاروں انسانوں کو فائدہ پہنچے اور لاکھوں لوگ اس اسلامی فلاحی مرکز سے استفادہ حاصل کریں۔ میں نے آشرم کے دروازے سے باہر قدم رکھا اور مسجد کی جانب چل دیا۔ سوچوں میں گم، وضو کرکے نماز عصر ادا کی اور اپنے رب کے سامنے سجدے میں گر گیا۔ کافی دیر اس بے بسی پر روتا رہا کہ کاش! ہم میں ایک ایسا جرأت مند اللہ کا نیک بندہ پیدا ہو جو اس شرک کے اڈے کے مقابلے میں اسلامی مرکز قائم کرسکے جہاں اللہ کے نیک بندے اور صحرا کی تپتی ریت میں سفر کرنے والے مسافر اپنی تھکاوٹ اُتار سکیں، جن کو پانی کے چند گھونٹ نصیب ہوں، جہاں سے وہ اپنی پیاس بجھا کر اپنے رب کا شکر بجالائیں۔

میں نے خود مشاہدہ کیا کہ ہزاروں ہندو مسلمان ہونا چاہتے ہیں مگر ان کیلئے ایک اسلامی فلاحی تربیتی مرکز کے قیام کی ضرورت ہے۔ قبول اسلام کے بعد ان کی اصلاح و تربیت کی ضرورت ہے جہاں سے ان کے بچے تعلیم حاصل کرسکیں۔

صحرائے تھر جہاں کی پسماندگی و غربت پر اگر واقعات پیش کئے جائیں تو ہزاروں واقعات اس گناہ گار انسان نے دیکھے ہیں جہاں لوگ ایک وقت کی روٹی کو ترستے ہیں، جہاں پر 10 کلو میٹر دور سے عورتیں سروں پر تین مٹکے رکھ کر پانی لاتی ہیں، جہاں پر 100 کلومیٹر تک صحت کی سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے سر درد کی گولی کیلئے بھی ایک انسان کو درجنوں کلومیٹر سفر کرنا پڑتا ہے، جہاں پر صبر و شکر و قناعت کے ساتھ چند لقمے کھا کر انسان اپنے رب کا شکر بجالاتا ہے، اس وقت تھر کے لاکھوں بچے دینی و دنیاوی تعلیم سے محروم ہیں، بچیوں کی تعلیم کیلئے کوئی بھی ادارہ موجود نہیں۔ ہر سال ہزاروں عورتیں قریبی ہیلتھ سینٹر نہ ہونے کی وجہ سے زچگی کے دوران ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں اپنے سانس کے رشتے سے محروم ہو جاتی ہیں۔

موجودہ گلوبل ولیج کے نام سے ترقی یافتہ دنیا کا چلتا ہوا پہیہ تھر پارکر کی ریت پر اپنی رفتار ختم کر دیتا ہے۔ وہاں پر اگر ایک چراغ جلایا جائے تو اس کی روشنی سے ہزاروں گھر روشن ہوسکتے ہیں۔ راقم کے دل کی آرزو ہے کہ ایک ایسا ادارہ اس صحرا میں بنایا جائے جس میں ایک خوبصورت مسجد ہو جو کہ مسلمانوں اور اسلام قبول کرنے والوں کی ترجمانی کرتی ہو، جس کو نومسلم بھائی فخر سے کہہ سکیں کہ یہ ہے ہمارا ادارہ جو ہمارے لئے ماں کی گود سے زیادہ شفقت دینے اور تعلیم و تربیت کرنے والا مسکن ہے، جس میں اسلام قبول کرنے والے اور مسلمانوں کے غریب مسکین بچے قرآن اور دین کی تعلیم حاصل کرسکیں اور نومسلم بھائیوں کے لئے ایک کالونی بنائی جائے جہاں پر ان کی رہائش اور تعلیم و تربیت کا بندوبست کیا جائے تا کہ اسلام کے دائرے میں داخل ہونے والے بھائیوں بہنوں کو بنیادی اسلامی تعلیم دی جائے۔ اس کے ساتھ ایک مسافر خانہ تیار کیا جائے جس میں یہاں سفر کرنے والے لوگ قیام کرسکیں اور ساتھ پینے کے پانی کا انتظام کیا جائے، قحط اور دیگر مواقع پر آنے والے جانوروں اور انسانوں کو پانی مہیا کیا جائے۔ ایک میڈیکل سینٹر کی سہولت دی جائے جہاں پر غریب مسکین افراد کا علاج معالجہ ہو۔

آج کل تھرپارکر باطل غیر مسلم اداروں کی نظر میں آچکا ہے، عیسائی اور قادیانی، غیر مسلم اپنے اپنے فلاحی ادارے قائم کر رہے ہیں، بڑے بڑے ہسپتال بنائے جا رہے ہیں جن کا مقصد سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان اور ان کے اسلامی عقیدے کو کمزور کرنا ہے۔ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے تا کہ اسلام قبول کرنے والوں کا تحفظ اور آنے والے بچوں کی صحیح اسلامی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا جاسکے۔

قارئین کرام! اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ دی تو یہ باطل قوتیں اور ان کے ادارے دن رات پھلتے پھولتے جائیں گے۔ ہم اللہ کے ہاں بھی جواب دہ بنیں گے کہ آپ کو جب اس بات کا علم ہوا تھا تو آپ نے کیا کردار ادا کیا۔ آئیں غور و فکر کریں، ہندو مذہب کو سمجھنے کے بعد اپنے اوپر غور کریں، اپنے معاشرے میں نظر دوڑائیں کیا ہمارے اندر وہی گمراہیاں نہیں جو کہ ہندوؤں سے ملتی جلتی ہیں۔ اپنے ایمان کی فکر کریں۔ معاشرے میں رائج ہندوانہ رسم و رواج کو ترک کریں۔

آئیں مل کر اسلام کی دعوت کو پیش کریں اور اپنے ایمان اور عقیدے کی اصلاح کریں اور فلاح انسانیت فاؤنڈیشن (FIF) کے ساتھ مل کر اس کے ایسے منصوبوں میں معاون بنیں جن کے نتیجے میں اسد اللہ جیسے نومسلم بھائی اور بہنیں سکون کے ساتھ اسلام پر عمل کرسکیں۔ اللہ ان نومسلموں کو استقامت عطا فرمائے اور ہمیں ان کا دست و بازو بنائے۔ آمین

(برائے رابطہ: خالد سیف۔ 0300-3039031)

☆......آج کل تھرپارکر باطل و غیر مسلم NGO'S کی نظر میں آچکا ہے' عیسائی اور قادیانی و دیگر غیر مسلم اپنے اپنے فلاحی ادارے اور بڑے بڑے ہسپتال بنا کر مسلمانوں کے عقائد و ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔

☆......مسافر لوگ قافلہ در قافلہ آتے ہیں ہر سہولت ان کو فراہم کرتے ہیں۔ مسلمان بھی ہماری مذہبی رسموں میں شریک ہوتے ہیں۔ پنڈت خوشحال داس

☆......مسلم و غیر مسلم غریبوں میں کھانا تقسیم کرتے وقت پنڈت یہ کہتا رہا' نینو رام کا لنگر کھا کر نینو رام کے لیے دعائے خیر کرتے جانا۔ وہاں چرواہے' طالب علم مسافر مرد' عورت مسلمان اور غیر مسلم سبھی تھے۔

ذخیرہ اندوزی کا حکم

سوال: آجکل بعض فلور ملوں والے گندم خرید خرید کے ذخیرہ کر رہے تا کہ مارکیٹ سے ختم ہوجائے پھر ہم من مانی قیمت لگا کر خوب منافع کمائیں کیا اس طرح ذخیرہ اندوزی قرآن و حدیث کی روشنی میں جائز ہے۔ (سائل۔محمد ارشد راہوالی گوجرانوالہ)

الجواب بعون الوہاب

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا (النساء:29)

اے ایمان والو! اپنے آپس کے اموال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ۔ مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے خرید وفروخت ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے۔

ناجائز طریقے میں وہ تمام طریقے شامل ہیں جن سے شریعت اسلامیہ نے منع کیا ہے۔ مثلاً دھوکہ دہی، لالچ وخودغرضی جعل سازی، ملاوٹ'' قمار بازی اور سودخوری وغیرہ۔ ان حرام اور ناجائز طریقوں میں سے ایک ذخیرہ اندوزی سے پیسہ کمانا بھی ہے۔ کیونکہ اس میں عوام الناس کیلئے تکلیف اور اذیت پیدا ہوتی ہے اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے کی حرص اور خودغرضی سامنے آتی ہے۔ اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

1۔ مشہور تابعی سعید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ مشہور تابعی امام معمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَنْ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ فَقِيلَ لِسَعِيدٍ فَإِنَّكَ تَحْتَكِرُ قَالَ سَعِيدٌ إِنَّ مَعْمَرًا الَّذِي كَانَ يُحَدِّثُ هَذَا الْحَدِيثَ كَانَ يَحْتَكِرُ

جس نے ذخیرہ اندوزی کی وہ گنہگار ہے۔ سعید بن میسّب سے کہا گیا کہ آپ تو خود ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں تو پھر آپ کیوں ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں؟ تو سعید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا بلاشبہ اس حدیث کو بیان کرنے والے راوی معمر بن ابی معمر عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں۔ (لیکن یہ دونوں محدث وہ ذخیرہ اندوزی کرتے تھے جو جائز ہے جائز ذخیرہ اندوزی کی آگے وضاحت آرہی ہے۔ ان شاء اللہ (صحیح مسلم کتاب المساقاۃ باب تحریم الاحتکار فی الاقوات باب حدیث 1605/119)

2۔ مشہور تابعی امام معمر بن عبداللہ رحمۃ اللہ سے ہی یہ روایت مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لايحتكر الا خاطئى

صرف گنہگار ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔

(صحیح مسلم = کتاب المساقاۃ باب تحریم الاحتکار فی الاقوات الحدیث 1605/130 سنن ابن ماجہ کتاب التجارات باب الحکرۃ والجلب' الحدیث 2154)

3۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے

مَنْ اِحْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ طَعَامهمْ ضَرَبَهُ اللّٰه بِالْجُذَامِ وَالْإِفْلَاس

جو مسلمانوں سے کھانے پینے کی چیزیں (قلت کے وقت روک کر) ذخیرہ اندوزی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو کوڑھ کی بیماری اور افلاس (یعنی تنگدستی) میں مبتلا کردے گا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب التجارات باب الحکرۃ والجلب' الحدیث 2155 مسند احمد: 21/1' الترغیب والترھیب :583/2 فتح الباری 348/4 امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ' امام منذری رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے دیکھئے سنن ابن ماجہ مترجم المطبوعہ

كلية الشريعة

استاذ: الشیخ ابو سیاف اعجاز احمد تنویر حفظہ اللہ

کتاب وسنت کی روشنی میں قارئین کے دینی استفسارات پر شرعی رہنمائی کا شعبہ

بدارالسلام لاہور)

درج بالا احادیث رسول ﷺ سے معلوم ہوا

1۔ کسی چیز کا ذخیرہ کرنا اس غرض سے کہ جب مہنگی ہوجائے گی تب اسے فروخت کیا جائے گا۔ عربی زبان میں اس کو احتکار'' کہا جاتا ہے۔ چنانچہ صاحب قاموس لکھتے ہیں: ما احتكر اى احتبس انتظار لغلائه'' جو اس نے احتکار کیا یعنی اس انتظار میں روک رکھا کہ مہنگا ہوجائے تو بیچوں گا مثلاً عام حالات میں چینی، گھی، کھل، گندم، چاول، دالیں اور سبزیاں وغیرہ اجناس خرید کر سٹاک (Stock) کر لینا ریٹ بڑھنے کا انتظار کرنا یہ ذخیرہ اندوزی ہے اور یہ حرام اور ممنوع ہے۔

2۔ وہ ذخیرہ اندوزی جو ناجائز اور ممنوع ہے، مہنگائی کے وقت جب اشیائے ضرورت، اشیاء خورد ونوش نایاب یا کم یاب ہوں تو مختلف اجناس خرید کے ذخیرہ کر لینا۔ جس طرح آج کل کئی لوگ بازار سے (خاص طور پر فلور مل مالکان) گندم وغیرہ خرید کر اس کی قلت پیدا کر رہے ہیں۔ جب وہ لوگوں کو نہیں ملے گی تو قیمت بڑھا کر بازار میں لے آئیں گے۔ اگر کوئی چیز بازار میں نایاب یا کم یاب ہو تو ذخیرہ کرنا حرام ہے۔

3۔ اگر کوئی جنس بازار میں وافر مقدار میں موجود ہے اور ذخیرہ کرنے سے لوگوں کو تکلیف نہیں ہوتی تو ذخیرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

4۔ ذخیرہ اندوزی اس وجہ سے حرام ہے کہ اس میں لالچ اور خود غرضی جیسے مفاسد پائے جاتے ہیں۔ ایسے شخص کے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ عوام مصیبت میں مبتلا ہوں تاکہ وہ خود دولت جمع کر سکے۔ اس قسم کی خواہشات رذیلہ ایک مسلمان اور مومن کی شایان شان نہیں ہیں۔

5۔ رسول اکرم ﷺ کے فرمان صرف گنہگار ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے، میں لفظ گنہگار میں اشارہ ہے کہ ایسا غلط کام وہی کر سکتا ہے جو گناہوں کا عادی ہو چکا ہے۔ جس سے کبھی کبھار گناہ کا کام سرزد ہوتا ہے اس طرح کا جرم نہیں کرتا۔

6۔ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے مناسب مقدار میں کھانے پینے کی کوئی جنس خرید کر اپنے پاس رکھ لینا ممنوع ذخیرہ اندوزی میں داخل نہیں ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے استعمال کے لئے سال بھر کی ضروریات کے مطابق گندم یا چاول یا لہسن پیاز وغیرہ فصل کے موسم میں خرید کر رکھ لیتا ہے تو وہ عنداللہ مجرم نہیں ہے۔ صحیح البخاری میں حدیث آتی ہے، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبِيعُ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ وَيَحْبِسُ لِأَهْلِهِ قُوتَ سَنَتِهِمْ

بلاشبہ نبی کریم ﷺ یہودیوں کے قبیلے بنی نضیر کے باغ کی کھجوریں بیچ کر سال بھر کا راشن جمع کر لیا کرتے تھے۔ (صحيح البخاری كتاب النفقات باب حبس الرجل قوت سنة على اهله وكيف نفقات العيال الحديث5357)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ ذاتی ضروریات زندگی کے لئے سال بھر کا راشن ذخیرہ کر لینا ناجائز نہیں، نہ ہی یہ توکل علی اللہ کے منافی ہے۔ یہ ایک خالصتاً انتظامی معاملہ ہے۔ اہل وعیال کے کھانے اور ان کے لئے اشیائے خورد ونوش کا بندوبست کرنا مرد کے ذمہ ہے۔ مذکورہ بالا حدیث صحیح البخاری سے اگلی حدیث 5358 میں ایک طویل واقعہ بھی اس بات کی دلیل ہے۔

7۔ زمیندار اپنی کھیتی کا غلہ ذخیرہ کر سکتا ہے۔ اس طرح جب غلہ مہنگا اور نایاب نہ ہو بلکہ سستا ہو اور ہر جگہ سے میسر آ سکتا ہو تو خرید کے ذخیرہ کرنا منع نہیں ہے۔ اگرچہ اس میں یہی نیت ہو کہ مہنگا ہوگا تو بیچوں گا۔ اس کے لئے احتکار اس وقت ہوگا جب مارکیٹ میں قلت اور اذیت کی صورت حال بنی ہوئی ہو اس وقت خرید کر ذخیرہ کرنا ممنوع ہے۔ جاننا چاہئے کہ اسلام یہ سکھاتا ہے کہ مسلمان میں انسانی ہمدردی اور مروت والے جذبات ہونے چاہئیں۔ ایک بندہ مسلم ومومن یہ یقین پیدا کرے کہ جو رزق اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بکھیر رکھا ہے وہ یقیناً اس کو مل کے رہے گا۔ انسان کا کام یہ ہے کہ وہ نیت کر لے کہ میں نے اللہ سے رزق حلال طریقے سے لینا ہے یا حرام طریقے سے، وہ جس طرح کی نیت کرے گا اسی طریقے سے اس کو رزق ملے گا۔ اور اس نیت پر اس کو ثواب یا گناہ ہوگا۔ سود کی حرمت میں بھی یہی نظریہ ہے کہ انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کی بجائے گھٹیا اور سفلی جذبات پرورش پاتے ہیں۔ انسان میں انسانیت کی بجائے درندگی پیدا ہوتی ہے۔ اس جذبہ کے تحت اللہ تعالیٰ نے ذخیرہ اندوزی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔ اس طرح وہ ہر کام حرام ہوگا جس میں یہ علت اور جذبہ پایا جائے گا۔ مثلاً چور بازاری، دھوکہ دہی، رشوت خوری اور جوابازی وغیرہ کیونکہ ان میں انسانی ہمدردی اور مروت نہیں ہے۔

8۔ پہلی حدیث میں جو ذکر ہوا تھا کہ سعید بن مسیب اور معمر بن عبداللہ ذخیرہ اندوزی کیا کرتے تھے وہ وہی ذخیرہ اندوزی تھی جو ممنوع اور حرام نہیں تھی۔

ذخیرہ اندوزی خاص طور پر اشیاء خورد ونوش یعنی اجناس میں ممنوع ہے۔ ہر قسم کی اشیاء کی ذخیرہ اندوزی ممنوع نہیں ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے۔ باب تحریم الاحتکار فی الاقوات''

10۔ بطور خاص مسلمانوں کے درمیان ذخیرہ اندوزی ممنوع ہے۔ اگر اہل کفر کے درمیان ایسے کیا جائے تو ممنوع نہیں ہے۔ سیدنا ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے کفار سے غلہ روک لیا تھا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس وقت ان کو روکنے سے منع نہیں کیا تھا۔ جب وہ مجبور اور بے بس ہو کر خدمت رسولؐ میں حاضر ہوئے اور آ کر منت سماجت کی تو آپؐ نے اس وقت ان کے لئے ترس کھاتے ہوئے سیدنا ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ ان کے لئے غلہ جاری کر دو۔ خاص طور پر وہ اہل کفر جن سے مسلمان حالت جنگ میں ہیں۔ ان کے لئے ایسا کرنا تو عین غیرت ایمانی کا تقاضا بھی ہے۔

اشیائے صرف کی قیمتوں کے تعین کا حکم

سوال: کیا مارکیٹ میں اشیاء صرف کا سرکاری طور پر تعین درست ہے۔ جیسا کہ بعض مارکیٹوں میں ضلع یا تحصیل کی سطح پر یا بعض اشیاء کی قیمتوں کو ملکی سطح پر متعین کر دیا ہے۔ اور فہرستیں دکانداروں کو تھمادی جاتی ہیں کیا یہ انداز بیع وشراء قرآن وحدیث کی روشنی میں مباح ودرست ہے۔ (محمد عمران گوجرانوالہ)

الجواب بعون الوہاب:

تجارت کے معاملات، طلب و رسد کے قوانین معیشت کے مطابق خود کار طریقے سے چلتے رہیں تو یہ ملکی معیشت کے لئے مفید ہے۔ مارکیٹ سے ضرورت کی اشیاء کے غائب ہونے اور مہنگا ہونے کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ حکومت یا مقتدر ادارے بعض اشیاء پر کنٹرول حاصل کر لیتے ہیں اور ضرورت کے مطابق عوام الناس کو مہیا نہیں کرتے جس کے نتیجے میں بلیک مارکیٹنگ اور چور بازاری شروع ہوجاتی ہے، حالانکہ بازار سے کوئی چیز ختم نہیں ہوتی بلکہ مصنوعی طور پر قلت وقحط کی شکل پیدا کی جاتی ہے اور خفیہ طریقے سے مہنگے داموں فروخت کی جاتی ہے۔ قیمتوں کو کنٹرول کرنے سے نقصانات کا پہلو غالب آتا ہے۔ عوام الناس کو ضرورت کی اشیاء آسانی سے مہیا نہیں ہوتیں۔ لہٰذا رسول اکرم ﷺ نے عمومی حالات میں اہل اختیار واقتدار کو اور حکومت وسلطنت کو قیمتیں کنٹرول کرنے اور خود قیمتیں مقرر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

1۔سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

رسول اکرم ﷺ کے دور مبارک میں ایک دفعہ اشیاء کی قیمتیں چڑھ گئیں۔لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! بھاؤ چڑھ گئے ہیں۔آپؐ از خود (اشیاء کی) قیمتیں مقرر فرمادیجئے۔رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی بھاؤ مقرر کرنے والا ہے' تنگی کرنے والا ہے' فراخی کرنے والا ہے اور رزق عطا کرنے والا ہے۔مجھے امید ہے کہ میں جب اپنے رب سے ملوں گا تو کوئی شخص خون (یعنی جان) اور مال کے بارے میں ظلم کے طور پر مجھ سے کوئی مطالبہ نہیں کرے گا''

(سنن ابن ماجہ=کتاب التجارات: باب من کرہ ان یسعر' الحدیث:2200' سنن ابی داوٗد' کتاب الاجارۃ باب فی التسعیر الحدیث 3451 سنن الترمذی ابواب البیوع باب ما جاء فی التسعیر الحدیث 1314 ابن حبان' تلخیص الحبیر' الاحادیث المختارہ ضیاء المقدسی)

رسول اکرم ﷺ نے مارکیٹ میں اشیاء کی پرائسز (prices) کو رسد وطلب کے فطری اور طبعی توازن کے مطابق رکھنے پر زور دیا ہے اور مدینۃ الرسول میں مہنگائی ہوجانے کے باوجود قیمتیں مقرر کرنے سے انکار کردیا۔آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ اللہ تعالی ہی اشیاء کی آمد ورفت کو گھٹانے والا اور بڑھانے والا ہے۔آج کے دور میں علم اقتصادیات بڑی ترقی کرگیا ہے، جس میں لوگوں کو عالمی منڈی کے زیر اثر آنے کی وجہ سے غیر اسلامی اور سودی اقتصادی ضابطے اور قوانین ہی پڑھائے جاتے ہیں۔(الا من رحم ربی) آج سے کئی سو سال پہلے اکنامکس کا ایک بہت بڑا ضابطہ رسول اکرم ﷺ نے نبوت ورسالت والی پیاری زبان سے بیان فرمایا' آپ ﷺ نے اس ضابطے کے ذریعے اسلامی معیشت کا ایک بنیادی اصول بیان فرمایا اور مارکیٹوں' منڈیوں اور مختلف النوع بازاروں کے عوامل کے آزاد رہنے کو انصاف اور عدل قرار دیا۔قیمتوں کے تقرر سے کسی نہ کسی کا حق ضرور مارا جاتا ہے۔اس سے رسول اکرم ﷺ نے اجتناب برتا۔

2۔سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

غَلَا السِّعْرُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا لَوْ قَوَّمْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ أُفَارِقَكُمْ وَلَا يَطْلُبَنِي أَحَدٌ مِنْكُمْ بِمَظْلَمَةٍ ظَلَمْتُهُ

رسول اکرم ﷺ کے دور اقدس میں اجناس کے ریٹس (Rates) بڑھ گئے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! کاش آپؐ قیمتیں مقرر فرمادیتے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔مجھے امید ہے کہ میں تم سے جدا ہوں گا تو کوئی شخص مجھ سے کسی ظلم کی تلافی کا طلبگار نہیں ہوگا جو میں نے اس پر ظلم کیا ہو۔

(سنن ابن ماجہ ابواب التجارات: باب من کرہ ان یسعر الحدیث 2201' مسند احمد :85/3' تاریخ الخطیب البغدادی 451/9)

حکومت کو چاہئے کہ تاجروں کے حقوق کے ساتھ ساتھ عوام الناس کی ضرورت کا بھی خیال رکھے اور اس طرح عوام الناس کی ضرورت کے ساتھ ساتھ تاجروں کے مسائل بھی پیش نظر رکھے۔اگر تاجر حضرات ناجائز طور پر زیادہ منافع کمانے کے لالچ میں عوام کی ضروریات کا خیال نہیں رکھیں گے تو حکومت پر حق بنتا ہے کہ سرکاری گوداموں سے سستا غلہ مارکیٹ میں لاکر توڑ نکالے۔اسی طرح جب ایک علاقے میں ضرورت کی کسی چیز کی کمی واقع ہوجائے تو دوسرے علاقے سے لاکر وہاں مہیا کی جائے۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تاجروں کو زیادہ نفع کے لالچ میں عوام الناس پر ظلم نہیں کرنا چاہئے۔

3۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اللہ کے رسولؐ! نرخ مقرر کردیجئے۔آپؐ نے فرمایا! نہیں بلکہ میں دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر آسانی پیدا فرمائے۔پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ نرخ مقرر کردیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی گھٹاتا اور بڑھاتا ہے۔اور مجھے یقین ہے کہ میں اللہ رب العزت سے اس حال میں ملوں گا کہ کسی کو مجھ پر ظلم وزیادتی کا دعویٰ نہیں ہوگا۔''

(سنن ابی داوٗد کتاب الاجارہ باب فی تسعیر الحدیث 345' مسند احمد 327)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مہنگائی کا ایک علاج یہ ہے کہ اشیاء کی رسد اور بازار میں آمد میں برکت ہو۔اس کے لئے اپنے عقائد واعمال کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے بکثرت دعائیں بھی کی جائیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا کا مطلب یہی ہے کہ وہ چیزوں کی پیداوار میں اضافہ فرمادے۔جب اشیاء بکثرت مارکیٹ آئیں تو خود بخود قیمتیں کم ہوجائیں گی۔معاشرے سے مہنگائی کو ختم کرنے کا یہی طریقہ ہے یہ نہیں کہ نرخ مقرر کردیے جائیں بلکہ اللہ سے برکت کی دعا بھی کی جائے اور منڈی میں رسد کے اضافے کے لئے متبادل انتظامات کئے جائیں۔تاکہ مہنگائی کی کمر ٹوٹے۔یہی مہنگائی کا کامیاب علاج ہے۔اگر ایک علاقے میں کسی چیز کی قلت پیدا ہوچکی ہے تو دوسرے علاقے سے رسد حاصل کی جائے محض قیمتیں مقرر کرنے سے بعض اوقات مارکیٹ میں چور بازاری شروع ہوجاتی ہے۔جس سے لوگوں کی اذیت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔

صاحب عون المعبود علامہ شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں۔

یہ حدیث اور اس معنی کی جو دیگر احادیث وارد ہوئی ہیں۔ان سے قیمتوں کو کنٹرول کرنے کی حرمت پہ استدلال کیا گیا ہے اور معلوم ہوا کہ قیمتوں کو سرکاری سرپرستی میں کنٹرول کرنا ظلم ہے۔اس کی وجہ یہ ہے لوگوں کو اپنے مالوں میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہے اور قیمتوں پہ کنٹرول کرنا ان کے مالی تصرف کے حق میں رکاوٹ ہے۔جبکہ حاکم وقت مسلمانوں کی خیرخواہی پہ مامور ہے۔حاکم وقت کا گاہک (کسٹمر) کے بارے سوچنا کہ اس کو چیز سستے داموں مہیا ہو یہ ہی کافی نہیں بلکہ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دکاندار کے لئے بھی خیرخواہی اور مصلحت کا جذبہ رکھے کہ دکاندار کو بھی نقصان نہ ہو۔بعض حاکم وقت کو گاہک اور دکاندار دونوں کا مصلحت کا خیال بیک وقت رکھنا چاہئے۔جبکہ یہ دونوں معاملے آمنے سامنے ہوں تو فریقین (دکاندار اور گاہک) کو اپنے اپنے معاملے میں اجتہاد یعنی غور وفکر کرنے کا اختیار ملنا چاہئے۔سودا بیچنے والے کو اس کی مرضی کے خلاف بیچنے پر پابند کرنا اللہ کے اس فرمان کے بھی خلاف ہے (جس کا ترجمہ یوں ہے)

اے ایمان والو! اپنے مالوں کو آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ۔مگر یہ کہ وہ ایسی تجارت ہو کہ جو تمہاری باہمی رضامندی سے طے پائے۔(سورہ النساء:29)

جمہور علماء کرام کا یہی موقف ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے جواز کا فتوی دیتے تھے۔جبکہ مذکورہ بالا احادیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کی تردید کرتی ہیں بالکل اسی طرح کی عبارت امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نیل الاوطار میں نقل فرمائی ہے۔(دیکھئے عون المعبود شرح ابی داوٗد=کتاب الاجارۃ باب فی التسعیر)

ایک ضروری انتباہ:

اسلامی معاشرے میں چونکہ تجارت بالکل آزاد ہے۔اس لئے ہر چیز کھلے عام فروخت ہونی چاہئے۔یہ بات بھی یاد رہے کہ رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں تاجر برادری کے لوگ متقی اور متورع اور صالح افراد تھے اور وہ

مناسب قیمت پر اشیاء فروخت کرتے تھے۔ قیمتوں کا اتار چڑھاؤ تاجروں کی بدنیتی پر نہیں ہوتا تھا بلکہ سامان فروخت کی کمی اور اس کے کثرت طلب کی بناء پر قیمتیں چڑھ گئی تھیں۔

لیکن ...... جب اشیاء خوردنی کی قیمتوں میں اضافہ خود تاجروں کا پیدا کردہ ہو اور عامۃ الناس کے پاس اشیائے خورد ونوش آسانی سے نہ پہنچنے دیتے ہوں تو یہ تاجر برادری کی طرف سے ظلم ہوگا۔ عوام الناس کی بھلائی اور خیرخواہی کی خاطر ان کا ظلم روکنا عین انصاف اور حکومت کا فرض ہے۔ تو اس صورت میں اگر قیمتوں کا کنٹرول کیا جائے تو اس میں شرعی طور پر کوئی قباحت نہیں کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے جب قیمتیں کنٹرول کرنے سے انکار کیا تھا تو اس کے اسباب قدرتی تھے تاجر برادری کے خود پیدا کردہ نہیں تھے۔ باہر سے غلہ نہیں پہنچ رہا تھا۔

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں

قیمتوں کا تعین بعض صورتوں میں ناجائز اور ظلم ہے جبکہ بعض صورتوں میں عدل وانصاف اور جائز ہے۔ جب کنٹرول ریٹ ایسی صورت پر مشتمل ہو کہ تاجروں کے اوپر ظلم کیا جائے اور ان کی کسی چیز کو ایسی قیمت پر فروخت کرنے پر ناحق مجبور کیا جائے جسے وہ ناپسند کرتے ہوں یا جو چیز اللہ تعالی نے ان کے لئے مباح رکھی ہے۔ اس سے روکا جائے تو یہ تقرر وتعین ناجائز اور حرام ہے۔ ...... لیکن جب ان کو کسی چیز کا جتنا معاوضہ اور منافع مناسب ہے، وہ وصول کرنے پر مجبور کیا جائے اور جو کام ان کے لئے حرام ہے مثلاً از خود قلت پیدا کرکے اور ذخیرہ اندوزی کرکے لوگوں سے زیادہ مال بٹورنا۔ اس جیسے خود غرضی او رلالچ پر مبنی کام سے ان کو روکا جائے تو اس صورت میں قیمتوں کا تقرر وتعین نا صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ تاجر لوگ اپنے سودے کو معروف طریقے پر بغیر ظلم کئے فروخت کریں اور قیمت یا تو اشیاء خوردنی کی کمی کی وجہ سے بڑھ جائے یا لوگوں کی کثرت کی وجہ سے بڑھ جائے۔ یعنی قدرتی انداز میں اور قدرتی اسباب کے تحت قیمت بڑھ جائے تو یہ اللہ کی طرف سے معاملہ ہے۔ یہ کمی اور اضافہ اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ مطلب ہے احادیث کے ان جملوں کا کہ اللہ یہ کمی کرتا ہے اور اللہ ہی بلند کرتا ہے) تو ایسی صورت میں قیمت کا تعین کرنا اور سرکاری طور پر قیمت مقرر کرنا حرام اور ناجائز ہے۔

دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ سودا بیچنے والے افراد لوگوں کی ضرورت کے باوجود اور اشیاء خوردنی کی دستیابی کے باوجود زیادہ قیمت کی وصولی کے بغیر بیچنا روک دیں تو اس صورت میں ان پر واجب ہے کہ وہ سودا سلف مناسب اور جائز قیمت پر فروخت کریں۔ اگر وہ خود اس بات پر آمادہ نہ ہوں، وہ لوگوں سے زیادہ قیمت وصول کرنے پر مصر ہوں تو انہیں مناسب قیمت پر اشیاء فروخت کرنے پابند کرنا حکومت وقت پر واجب ولازم ہے۔ تاکہ ان کو ظلم سے روکا جاسکے اور ان کو ایسی بات کا پابند بنایا جائے جو ان پر لازم ہے اور جسے اللہ تعالی نے ان پر لازم ٹھہرایا ہے۔ (الحسبہ لامام ابن تیمیہ:20)

تقریباً یہی بات امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے الطرق الحکمیۃ صفحہ نمبر 244 '245 میں اور الفراسہ میں ذکر فرمائی ہے۔

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عام حالات میں قیمتوں کو سرکاری طور پر کنٹرول کرنا جائز نہیں۔ البتہ جب تاجر برادری کی طرف سے ظلم ہو اور عوام الناس کی ضرورت کے باوجود بلاوجہ اشیاء کی فراہمی مناسب قیمت پر نہ کریں تو انہیں مقرر کردہ ریٹ پر فروخت کرنے کا پابند کیا جاسکتا ہے۔ اگر منڈیاں آزاد ہوں اور قیمتوں میں اضافہ تاجر برادی کی طرف سے پیدا کردہ نہ ہو بلکہ قدرتی طور پر اشیاء کی قلت یا عوام کی کثرت کی بناء پر ہو تو اس صورت میں ریٹ کنٹرول کرنا درست نہیں ہے۔

فجر کی سنتوں کے بعد دائیں کروٹ لیٹنا

سوال: کیا فجر کی سنتیں پڑھنے کے بعد کچھ دیر دائیں کروٹ لیٹنا مسنون ہے۔ محمد امین لاہور

الجواب بعون الوہاب

فجر کی سنتوں کے بعد دائیں جانب چند ثانیے لیٹنا سنت رسولﷺ ہے۔ آج بہت سے لوگ اس سنت پر عمل چھوڑ بیٹھے ہیں۔ گویا یہ سنت مہجورہ ومتروکہ ہوتی جارہی ہے۔ بہت ساری اہل حدیث مساجد میں اس کا اہتمام عنقا ہوتا جارہا ہے جبکہ یہ عمل نبی کریم ﷺ سے عملاً وقولاً ثابت ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

1۔ ام المومنین مادر ملت اسلامیہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ

نبی کریم ﷺ جب فجر کی دو رکعت (سنتیں) پڑھ لیتے تو اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔

(صحیح البخاری کتاب التھجد باب الضجعة علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر' الحدیث 1160 صحیح مسلم 1718)

2۔ ام المومنین مادر ملت اسلامیہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

رسول اکرم ﷺ رات کو گیارہ رکعتیں (نماز تہجد اور رمضان میں بطور نماز تراویح پڑھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی یہی نماز تھی) لیکن اس کے سجدے اتنے لمبے ہوا کرتے تھے کہ تم میں سے کوئی نبی ﷺ کے سر مبارک اٹھانے سے قبل پچاس آیات قرآن پڑھ سکتا تھا۔ (اور طلوع فجر ہونے پر) فجر کی نماز سے پہلے آپ ﷺ دو رکعت سنت پڑھتے۔ اس کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔ یہاں تک کہ موذن آپ کو نماز کے لئے بلانے آجاتا۔

(صحیح البخاری کتاب التھجد باب طول السجود فی قیام اللیل الحدیث 1123)

3۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

جب تم میں سے کوئی فجر سے پہلے دو رکعت سنتیں پڑھے تو چاہئے کہ اپنی دائیں کروٹ پر لیٹ جائے۔ مروان بن حکم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا بھلا لیٹنا ہی ضروری ہے کیا مسجد کی طرف چلنا کافی نہیں؟ ...... عبید اللہ کی روایت میں ہے کہ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں یہ بات (چلتے چلتے) جب سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی جان پر بہت بوجھ ڈالا ہے۔ (کہیں سہو وخطا کے مرتکب نہ ہوجائیں اور لوگ بھی اعتراض کرتے ہیں) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: کیا آپ اس کا انکار کرتے ہیں جو انہوں نے بیان فرمایا؟ تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں'' لیکن سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے جرأت مندی کا ثبوت دیا (کہ ایک حاکم وقت کے سامنے دوٹوک مسئلہ واضح کیا) جبکہ ہم نے بزدلی دکھائی۔ جب سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اس میں میرا کیا قصور ہے کہ میں نے آپ کے اس فرمان کو یاد رکھا جبکہ وہ لوگ بھول گئے۔

(سنن ابی داود کتاب الصلوۃ باب الاضطجاع بعدھا الحدیث 1261' سنن الترمذی کتاب الصلوۃ باب ما جاء فی الاضطجاع بعد رکعتی الفجر الحدیث: 420 یہ حدیث صحیح ہے۔ دیکھئے صحیح ابی داود للشیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ

مذکورہ بالا احادیث رسول سے معلوم ہوا کہ

1۔ فجر کی سنت قبلیہ پڑھ کر دائیں کروٹ کچھ دیر کے لئے لیٹنا نبی کریم ﷺ کے عمل اور قول سے دونوں طرح ثابت ہے۔ علامہ شمس الحق ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ہے اعلام اھل العصر باحکام رکعتی الفجر اس کتاب میں مصنف فرماتے ہیں کہ فجر کی سنتوں کے بعد دائیں کروٹ پہ لیٹنا سنت ہے۔ خواہ کسی نے تہجد کی نماز پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو۔ اس حدیث کے راوی سیدہ عائشہ' سیدنا ابو ہریرہ' سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں۔

2۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں فجر کی دو رکعتوں کے بعد لیٹنے کو مستحب عمل قرار دیا ہے۔ مستحب عمل کا معنی ہے کہ یہ رسول اکرم ﷺ کا پسندیدہ فعل تھا' نیز آپ ﷺ کا بطور ترغیب وتحریض کے حکم بھی صادر فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا ہر نمازی کو فجر کی دو سنتیں پڑھنے کے بعد لیٹنا چاہئے اور اس سنت پر عمل کرنا چاہئے۔ آپ ﷺ کی متروکہ سنتوں میں سے ایک یہ بھی سنت ہے جس پر بہت کم عمل ہوتا ہے۔

3۔ فجر کی سنتوں کے بعد تھوڑی دیر کے لئے داہنی کروٹ لیٹنا رسول اکرم نبی رحمت' پیغمبر جہاد' رسول الثقلین' سید الکونین جناب محمد کریم ﷺ کا معمول مبارک تھا۔ جس قدر روایات فجر کی سنتوں کے بارے مروی ہیں' ان میں سے بیشتر میں اس اضطجاع (یعنی دائیں کروٹ کچھ دیر لیٹنے) کا ذکر ملتا ہے۔ اس لئے اہل الحدیث اور حاملین کتاب وسنت کا بھی اس سنت مصطفیٰ پر عمل ہے کیونکہ ہم نبی کریم ﷺ کی ہر سنت آپ کی ہر ادا' آپ کی ہر عادت مبارک کو اپنے لئے ذریعہ نجات اور سرمایہ حیات جانتے ہیں۔ پہلے تو کچھ متعصب اور متشدد قسم کے حنفی علماء نے اس اضطجاع کو بدعت تک کہہ دیا تھا۔ مگر آج کل سنجیدگی کا دور ہے۔ یہ اوٹ پٹانگ بات ہانک دینا کسی بھی اہل علم کو زیب نہیں دیتا۔ اس لئے آج کے سنجیدہ علماء احناف نے پہلے دور کے متشدد علماء احناف کی تردید کی ہے اور صاف لفظوں میں نبی کریم ﷺ کے اس عمل کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ صاحب تفہیم البخاری فرماتے ہیں۔ اس حدیث مبارکہ میں سنت فجر کے بعد لیٹنے کا ذکر ہے۔ احناف کی اس مسئلہ کی نسبت غلط ہے کہ ان کے نزدیک سنت فجر کے بعد لیٹنا بدعت ہے۔ اس میں بدعت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تو نبی کریم ﷺ کی عادت مبارک تھی۔ عبادت سے اس کا کوئی تعلق نہیں البتہ فجر کے بعد ضروری سمجھ کر لیٹنا پسندیدہ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی ایک عادت تھی۔ اس میں اگر آپ ﷺ کی اتباع کی جائے تو ضرور اجر وثواب ملے گا' صاحب تفہیم البخاری نے بہر حال باوجود حنفی ہونے کے اس عادت نبوی پر عمل کرنے والوں کے لئے اجر وثواب کا فتویٰ دے ہی دیا۔ باقی ان کا یہ کہنا کہ عبادات سے اس کا کوئی تعلق نہیں یہ غلط ہے۔ موصوف کو معلوم ہی ہوگا کہ عبادت ہر وہ کام ہے جو نبی کریم ﷺ نے دینی امور میں تقرب الی اللہ کے لئے انجام دیا۔ آپ ﷺ کا فجر کی سنتوں کے بعد یہ لیٹنا بھی تقرب الی اللہ ہی کے لئے ہوتا تھا کیونکہ نبی کریم ﷺ فجر کی سنتوں کے بعد لیٹ کر ایک دعا پڑھا کرتے تھے جو صحیح مسلم میں حدیث نمبر 763 کے تحت مروی ہے۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا......

اس کے بعد کون ذی عقل وفہم کہہ سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ کام محض عادت تھی عبادت نہ تھی۔ بالفرض آپ کی عادت ہی سہی مگر آپ کے مخلص پیروکار اور سچے فدائی تو آپ ﷺ کی ہر ادا' ہر عادت' ہر طور طریقہ اپنے لئے باعث صد افتخار اور حرز جان سمجھتے تھے۔ بقول اقبال

بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
گر تو باز نہ رسیدی تمام بولہبی است

4۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس اضطجاع کے متعلق باقاعدہ باب باندھا ہے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اکرم ﷺ فجر کی سنتوں کے بعد تھوڑی دیر کے لئے لیٹا کرتے تھے۔ علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل فرماتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

باقی صفحہ 47 پر

الدعوۃ سائنس کالج فار گرلز پتوکی کی یادگار "تقریب بخاری"

(رپورٹ: اصغر علی صابر' چوبرجی لاہور)

اس امر کے اظہار میں مبالغے کا کوئی شائبہ تک نہ ہوگا کہ نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا میں بھی کوئی ایک ایسا کالج نہ ہوگا اور وہ بھی سائنس کالج جہاں آئی ٹی' بائیو' فزکس' کیمسٹری اور میتھ کے بھاری بھرکم اور عسیر الفہم نصاب کے ساتھ ساتھ صحیح بخاری' کتاب الجامع اور بلوغ المرام جیسی کتب حدیث کی تعلیم دی جاتی ہو لیکن پتوکی سے لاہور آتے ہوئے 7 کلومیٹر کے فاصلے پر نیلے آسمان کے نیچے دھرتی کی پشت پر واقعتاً ایک ایسا کالج موجود ہے جہاں 22 دسمبر 2012ء کو چشم فلک نے شاید تاریخ میں پہلی مرتبہ نظارہ دیکھا کہ دو ایک نہیں' پانچ سات نہیں بلکہ سائنس کالج کی 65 طالبات کے صحیح بخاری اور 31 طالبات کے بلوغ المرام کے ترجمہ وتشریح کی تکمیل ہونے پر ایک فقید المثال تقریب کا اہتمام کیا گیا۔

کالج کے ناظم محترم عبدالرشید محسن نے سپاسنامہ پیش کیا۔ فضیلۃ الشیخ محترم حافظ عبدالغفار المدنی صاحب نے تقریب بخاری کے حوالے سے صحیح بخاری کی پہلی حدیث "انما الاعمال بالنیات......" پر سیر حاصل درس دیا۔

اس موقع پر بہاولپور سے تعلق رکھنے والے اینگرو کالج ڈہرکی (سندھ) کے پروفیسر محمد علی عثمانی صاحب کہنے لگے کہ میری دو بیٹیاں آغا خان یونیورسٹی کے زیر اہتمام چلنے والے کالج میں پڑھ رہی تھی۔ نہ کوئی عصری تعلیم کا مسئلہ تھا' نہ فیس کی تشویش لیکن دینی فکر وعمل کی تشنگی گھلائے جا رہی تھی۔ اس دوران اس کالج کا میسر آ جانا میرے لیے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا تو اب نہ صرف میری بلکہ اعزہ واقارب اور اڑوس پڑوس کو ملا کر 11 بچیاں اس اچھوتی درس گاہ میں زیر تعلیم ہیں۔ انہوں نے ٹیچرز کے تعلیمی اور تربیتی گراف کا برملا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ کام الفاظ سے زیادہ بولتے ہیں اور یہاں والدین کی ذمہ داری شیئر کر کے ان کا بوجھ ہلکا کر دیا گیا ہے۔

مدیر تعلیم محترم سیف اللہ خالد بھائی نے اس موقع پر اس تربیت گاہ کے قیام اور اغراض ومقاصد کی بار آوری پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا کہ انہوں نے حاجی محمد حسین رحمہ اللہ (بانی گرلز کالج) کے اس کام کو صدقہ جاریہ قرار دیا۔

مدیر تعلیم کے بعد حاجی محمد حسین رحمہ اللہ کے بیٹوں اور ہمارے جامعہ وکالج کے سب سے بڑے ڈونرز اور محسنین اعلیٰ محترم حاجی محمد صابر صاحب اور محمد صادق صاحب نے سٹیج پر مہمانان گرامی قدر کی آمد کا شکریہ ادا کیا۔

بعد ازاں صحیح بخاری کی فارغ التحصیل طالبہ عظمیٰ نے صحیح بخاری کی آخری حدیث پڑھی جس کی تفہیم پر روشنی ڈالتے ہوئے امیر جماعۃ الدعوۃ پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ نے صحیح بخاری کی اہمیت ومقام اور دیگر ذیلی ومتصل موضوعات پر خطابت کا گویا دریا بہا دیا۔ انہوں نے کہا کہ کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم جا بجا ایسے ادارے کھڑے کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہو جائیں۔

مکتب الاطفال

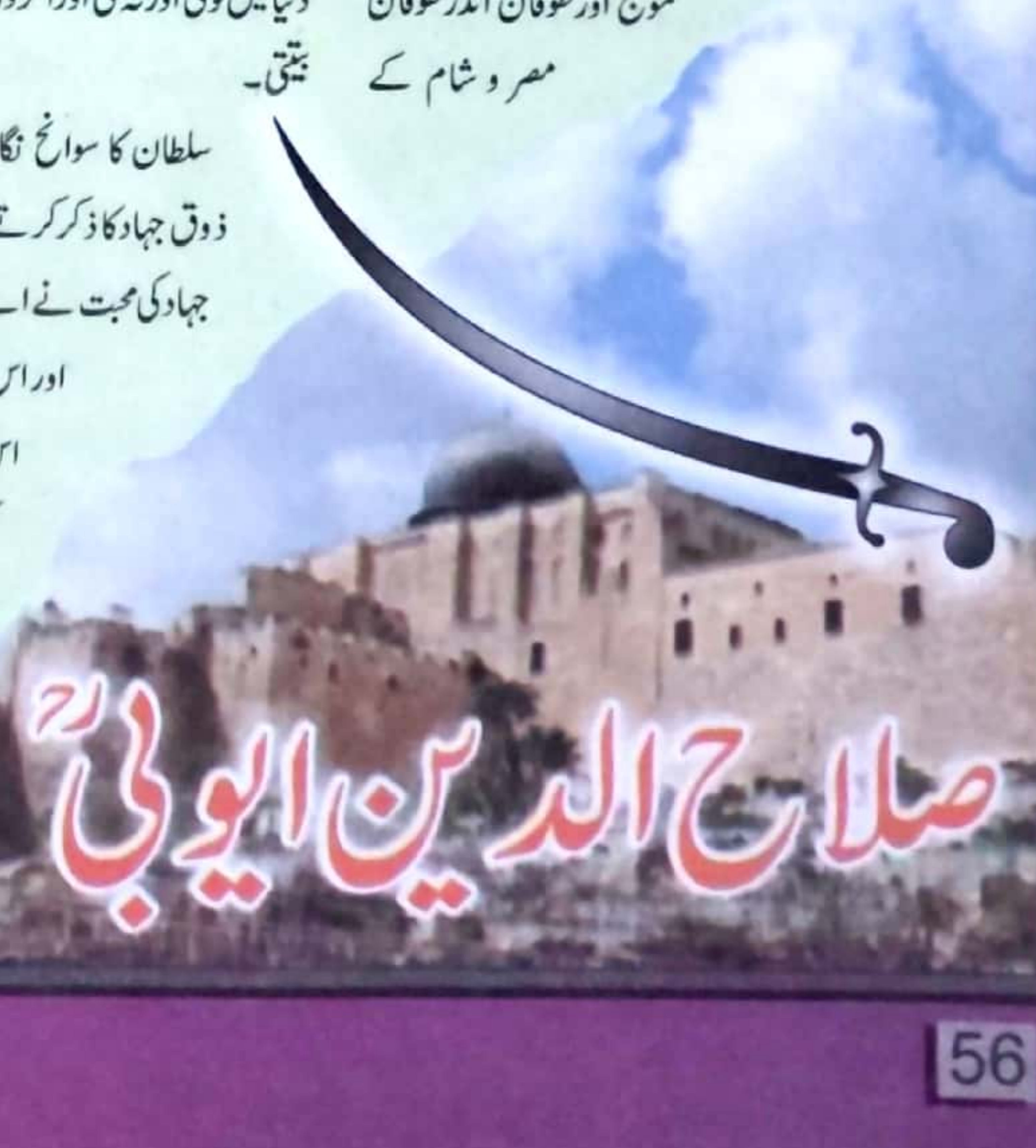

صلاح الدین ایوبیؒ

صلاح الدین ایوبی نے جس ماحول میں آنکھ کھولی اس وقت مسلمانوں سے ان کا قبلہ اول چھن چکا تھا۔ خلفائے عباسیہ کی حیثیت نمائشی تھی۔ پورے عالم اسلام میں کوئی بڑی شخصیت ایسی نہ تھی جو اسلامی سلطنت کو ایک مضبوط رشتے میں پروئے رکھتی۔ ایسے حالات میں قدرت نے امت مسلمہ پر رحم کیا اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے امت کی ڈوبتی ناؤ کو منجدھار سے نکال کر ساحل پر اتارا۔ جب عیسائیت کا سیلاب موج اندر موج اور طوفان اندر طوفان مصر و شام کے دروازے پر دستک دے رہا تھا' اس عالم میں اگر صلاح الدین ایوبیؒ کے بازو شمشیر و سناں نہ اٹھاتے تو عیسائیت کا طوفان وہ سارے چراغ گل کر دیتا جو پہلی صدی ہجری سے چھٹی صدی ہجری کے نصف اول تک برابر روشن چلے آ رہے تھے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کے بارے میں ابن کثیر نے کیا خوب لکھا ہے وہ کہتے ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کفر کے مقابلہ میں اسلام کی رداء تھا اور ایسی رداء (چادر) اس دنیا میں کوئی اور نہ تھی اور اگر وہ نہ ہوتا تو نہ جانے عالم اسلام پر کیا بیتتی۔

سلطان کا سوانح نگار بہاء الدین ابن شداد اس کے ذوق جہاد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کی محبت نے اسے اس کے اہل و اولاد، وطن، مسکن اور اس کی مملکت سے دور کر رکھا تھا اور اس نے خیمہ کی زندگی پر قناعت کر لی تھی۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے جہاد سے متعلق جتنی آیات و احادیث تھیں وہ ساری کی ساری اس نے ایک کتاب میں لکھ کر اپنے پاس رکھی ہوئی تھیں۔ وہ انہیں پڑھتا اور اپنے جذبات کو جلا بخشتا۔ سلطان نے صلیبی جنگ کے قائد رچرڈ کو یافا شہر کے محاصرہ کے بعد لکھا۔ میں لذات دنیا سے منہ موڑ چکا ہوں اور میرا اوڑھنا، بچھونا، اٹھنا اور بیٹھنا صرف جہاد ہے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی دنیا کی ہر سختی، ناروا سلوک، ظلم و زیادتی برداشت کر سکتا تھا، لیکن اسے کبھی یہ گوارا نہ تھا کہ حرمت رسول پر کوئی آنچ آئے۔ کرک کے والی ریجنالڈ نے دھوکے سے حجاج کے قافلے کو قتل کیا، مکہ و مدینہ پر حملہ آور ہونے کی جسارت کی اور محمد ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی تو صلاح الدین ایوبیؒ نے اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے کی قسم کھائی جسے حطین میں صلیبیوں کو عبرتناک شکست دینے کے بعد پورا کیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کی سب سے بڑی تمنا قبلہ اول بیت المقدس کی آزادی تھی جو 92 سال سے عیسائیوں کے زیر قبضہ تھا۔ سلطان نے 583 ھجری میں اپنے اس خواب کو شرمندہ تعبیر کیا۔ 92 سال قبل جب عیسائیوں نے یہ ملک مسلمانوں سے چھینا تو یہاں مسلمانوں کا اس قدر قتل عام کیا کہ ان کے گھوڑے گھٹنوں تک مسلمانوں کے خون میں دھنس گئے مگر رحمدل سلطان ایوبیؒ نے عالی ظرفی اور فیاضی کی عظیم مثال قائم کی اور انتہائی حقیر فدیہ کے عوض انہیں شہر سے بحفاظت جانے دیا۔ جو لوگ فدیہ نہ دے سکے ان کا فدیہ سلطان نے خود ادا کیا۔

ابن کثیر نے سلطان ایوبی کے اس عظیم کارنامے پر فخریہ انداز میں لکھا کہ حضرت عمر فاروقؓ کے بعد صلاح الدین کے سوا کوئی دوسرا اسلام کے دامن میں یہ بزرگی نہ ڈال سکا۔ سلطان نے وسعت ظرفی کے ساتھ گرجوں کو تحفظ دیا۔ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا اس برتاؤ پر دنیائے عیسائیت سلطان ایوبی کی احسان مند ہوتی مگر وہ ایک بڑے لاؤ لشکر سمیت بیت المقدس پر قبضے کے لیے عکا کے ساحل پر امنڈ پڑے۔ شاہ فرانس، شاہ انگلستان اور شاہ جرمن کی قیادت میں چھ لاکھ فوج معرکہ صلیب و ہلال کے لیے جب عکا کے ساحل پر اتری تو انہوں نے سلطان صلاح الدین ایوبی کو ہمالیہ جیسے عزم کے ساتھ مقابل پایا۔

اس کی طوفانی یلغاروں نے صلیب کے پجاریوں کے منہ موڑ دیئے اور چھ لاکھ فوج میں چند ہزار کو دوبارہ گھروں کو لوٹنا نصیب ہوا۔

اس کے بعد ایک ہزار سال تک عیسائیوں کو بیت المقدس کی طرف نگاہ اٹھانے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔

(مراسلہ: محمد یوسف اکمل۔ سانده لاہور)

علم و دولت

دس آدمیوں کی جماعت نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ علم اور دولت دونوں میں سے کس کو برتری حاصل ہے؟ براہ کرم سب کو الگ الگ جواب مرحمت فرمائیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دس جوابات یہ تھے۔

1- دولت فرعونوں کا ورثہ ہے اور علم انبیاء کا عطیہ ہے۔

2- دولت کی حفاظت تم کرتے ہو جبکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے۔

3- جس کے پاس دولت ہو اس کے بہت سے دشمن ہوتے ہیں اور جس کے پاس علم ہو اس کے بہت سے دوست ہوتے ہیں۔

4- دولت بانٹی جائے تو کم ہوتی ہے' علم بانٹا جائے تو بڑھ جاتا ہے۔

5- دولت مند کنجوسی کی طرف مائل رہتا ہے اور عالم فیاضی کی طرف۔

6- دولت چرائی جا سکتی ہے جبکہ علم چرایا نہیں جا سکتا۔

7- دولت محدود ہے' اس کا حساب رکھا جا سکتا ہے' علم لامحدود ہے' اس کی کوئی انتہا نہیں۔

8- دولت وقت کے ساتھ گھٹتی ہے' علم کبھی نہیں گھٹتا۔

9- دولت سے اکثر دل و دماغ پر سیاہی چھا جاتی ہے' علم سے دل و دماغ روشن ہوتے ہیں۔

10- دولت نے فرعون اور نمرود جیسے خدائی دعویٰ کرنے والے پیدا کیے' علم نے انسان کو سچے معبود سے متعارف کروایا۔ (بحوالہ: مقالاتِ دانش)

(زبیر بن خالد' عثمان بن خالد مرجالوی)

امانت کا شدید احساس

ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے کستوری اور عنبر کی ایک مقدار آئی۔ کہنے لگے "میری خواہش ہے کہ اگر کوئی شخص وزن کا اندازہ کرنے میں ماہر ہو تو وہ مجھے بتائے کہ اس کا وزن کیا ہے؟ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا نے عرض کیا" یہ کام تو میں خود کر لوں گی اور بہتر طریقے سے کر سکتی ہوں۔ لائیے میں وزن کیے دیتی ہوں۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں۔ بیوی نے پوچھا: کیوں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ مجھے خدشہ ہے کہ تو اس کستوری اور عنبر کو ہاتھ' پر رکھے گی۔ پھر تو اس طرح کرے گی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی انگلیاں کنپٹی پر رکھ کر اشارے سے وضاحت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ تو یہ خوشبو اپنی گردن پر بھی مل لے گی۔ اس طرح تجھے دیگر مسلمانوں سے زیادہ حصہ مل جائے گا۔

محترم قارئین!

یہ سیدنا عمر فاروق t کی پرہیزگاری اور امور دینیہ میں کامل احتیاط کی ایک لازوال مثال ہے۔ انہوں نے اپنی بیوی کو یہ خوشبو صرف اس لیے نہیں تولنے دی کہ کہیں وہ خوشبو تولتے وقت اتفاقاً اپنی انگلیاں' کان یا گردن سے نہ صاف کر لے۔ اس طرح وہ مسلمانوں کے مال کو بلا اجازت استعمال کرنے کی مرتکب ٹھہرے گی۔ یہ انتہائی باریک بینی کی بات ہے۔ ایسی معمولی باتوں میں بھی احتیاط کرنا انہی لوگوں کا خاصہ ہے جن کے پیش نظر ہمیشہ آخرت کی زندگی رہتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ ایسی مثال بن گئے جن کے اعمال کو سامنے رکھ کر حلال و حرام اور حق و باطل کے درمیان فرق واضح کیا جا سکتا ہے اور فاروق کا معنی بھی تو یہی ہے۔ (حوالہ: الزہد للامام احمد، ص 11)

(انتخاب: محمد لقمان سلفی' جامعہ الدراسات الاسلامیہ کراچی)

نئے پھول اور کلیاں

احتِ ابوہریرہ شہید۔ ملتان

محمد حسان۔ شگفتہ جمیل

ابن چاند محمد۔ کراچی

علی ارقم۔ ساہیوال

ماہ نور عبداللہ

آپ بھی اپنے پیارے بچوں کے نام خوبصورت طریقے سے ڈرائنگ کر کے بھیجیے۔ ہم آپ کو اس سلسلے میں شامل کر لیں گے۔ ان شاء اللہ

رابطہ: ماہنامہ الحرمین پوسٹ بکس نمبر 1481 جی پی او لاہور

حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

رسول اللہ ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن حکیم کو جس طرح محفوظ کیا' اسی طرح وحی غیر متلو یعنی آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ' آپ ﷺ کے قولی وفعلی فرمودات کو بھی محفوظ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان سرفروشانہ اور پرخلوص کوششوں کی بدولت سنت کے خزانوں سے امت محمدیہ قیامت تک مالا مال ہوتی رہے گی۔ ہم یہاں درجہ بدرجہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کریں گے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کی احادیث کو نہ صرف اپنے سینوں میں محفوظ کیا بلکہ انہیں ہم تک پہنچایا۔

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات 59ھ میں 78 سال کی عمر میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی تعداد روایت 5374 اور شاگردوں کی تعداد 800 تک پہنچتی ہے۔

☆...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے 71 سال عمر پائی اور 2660 روایات کے راوی ہیں۔

☆...... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے 67 سال عمر پائی اور آپ کی روایات کی تعداد 2210 ہے۔

☆...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے 84 سال کی عمر عطا کی اور آپ کو 1630 احادیث روایت کرنے کی سعادت ملی۔

☆...... حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عمر 94 سال تھی اور آپ کی روایات کی تعداد 1560 تھی۔

☆...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر 103 سال تھی۔ آپ نے 1286 احادیث بیان کیں۔

ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی روایات 100 سے 500 تک ہیں۔

☆...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' وفات 13ھ

☆...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' وفات 36ھ

☆...... حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا' وفات 59ھ

☆...... حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ' وفات 56ھ

☆...... حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ' وفات 32ھ

☆...... حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ' وفات 19ھ

(بحوالہ جامع ترمذی)

(مراسلہ: ارسلان ناصر۔ فیصل آباد)

میٹھی شرارتیں

☆...... میری کزن پریپ کلاس میں پڑھتی ہے اور شروع سے ہی ذہین ہے۔ ایک دن سب افطاری کے لیے بیٹھے تھے کہ ہم نے پوچھا: ماہم تمہارا بایاں ہاتھ کون سا ہے۔ تو وہ قریب پڑی چارپائی کو ہاتھ لگا کر کہنے لگی آ دیکھ لو بائیاں (یہ دیکھ لو بائیاں یعنی پنجابی میں چارپائی کے بازو کو بائیاں کہتے ہیں) یہ سن کر ہم سب بہت ہنسے۔

☆...... ہماری ہمسائی کی بیٹی عائشہ جس کی عمر تقریباً تین سال ہے۔ اس سے ایک دن میں نے پوچھا کہ عائشہ! تم نے روزہ رکھا ہے۔ کہنے لگی' ہاں رکھا ہے۔ میں نے پوچھا کہاں؟ کہنے لگی "فریج میں پڑا ہے۔" اس کی یہ بات سن کر ہم سب ہنس پڑے۔

(طیبہ کنول۔ میاں چنوں)

ذہانت آزماؤ...... انعام پاؤ

1- رسول اللہ ﷺ نے معاہدہ حدیبیہ میں سب سے پہلے کیا لکھنے کو فرمایا تھا؟

① لا الٰہ الا اللہ۔ ② بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ③ سبحان اللہ

2- کس خلیفہ راشد نے سب سے پہلے امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا؟

① علی رضی اللہ عنہ۔ ② عثمان رضی اللہ عنہ۔ ③ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

3- بیعت رضوان کس سن ہجری میں ہوئی؟

① 7ھ۔ ② 6ھ۔ ③ 8ھ

4- 1919ء کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں قائداعظم نے نہرو رپورٹ کو مسترد کر کے کتنے نکات پیش کیے؟

① پندرہ۔ ② سولہ۔ ③ چودہ

5- خروج کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان حکمران کے خلاف بغاوت کرنا اور اس کا تختہ الٹ کر تلوار کے زور پر حکومت حاصل کرنے کی کوشش کرنا یہ جملہ اسی مجلّہ الحرمین کے کس صفحہ پر ہے' نیز مضمون نگار کا نام بھی لکھیں۔

گذشتہ ماہ کے درست جوابات

1- برصغیر میں قرآن پاک کا فارسی ترجمہ سب سے پہلے شاہ ولی اللہؒ نے کیا۔

2- نبی کریم ﷺ 9 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔

3- ہجرت کی رات آپ ﷺ کے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سوئے۔

4- صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قاصد بنا کر بھیجا۔

5- یہ جملہ مجلّہ الحرمین جنوری کے صفحہ نمبر 49 پر ہے اور مضمون نگار کا نام "ابومسلم موعود" ہے۔

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتگان

1- محمد بشارامین لغاری۔ مظفر گڑھ

2- مطیع اللہ بلوچ۔ فیصل آباد

3- محمد سرور۔ خانیوال

خصوصی انعامات

1- محمد علی جوہر۔ لاہور

2- اقصیٰ یاسمین۔ میانوالی

3- محمد شہزاد بھٹہ۔ جڑانوالہ

مکتب الاطفال کے دیگر شرکاء

رخشندہ' عثمان' فیضان' ام کلثوم' شیخوپورہ۔ رحمت اللہ' بھکر۔ ابواحمد محمد سلیم صفدر آباد' مدثر طفیل' حافظ مبشر طفیل' رینالہ خورد۔ نداء اسلم' ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ میمونہ فاروق' میرپور' شاہکوٹ۔ سہیل مشتاق' ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ اختر علی قیصر' فورٹ عباس۔ میاں عمران TTS۔ ساجدہ رمضان' عابدہ رمضان' وہاڑی۔ منیب الرحمٰن' قصور۔ ہمایوں سعید خان' فیصل آباد۔ اخت ابوہریرہ' ملتان۔ رضیہ نذیر' کلثوم نذیر' میاں چنوں۔ عبدالغفار نذیر' فیصل آباد۔ اسماء فیاض' لودھراں۔ ابوحفص ذکی' ابراہیم ذکی' احمد پور شرقیہ۔ محمد فاروق' گوجرانوالہ۔ ابن چاند' کراچی۔ مسترہ نورین' لاہور۔ حارث افضل' راولپنڈی۔ طارق اللہ دیر۔ عبدالخالق' میرپور آزاد کشمیر۔

تفسیر القرآن

سورۃ الاعراف کی تشریح و تفسیر

از: ابوعمر عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ

اپنے رب سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے

اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً ‌ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡنَ ﴿55﴾
وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا وَادۡعُوۡهُ خَوۡفًا وَّطَمَعًا ‌ؕ اِنَّ
رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿56﴾

تم لوگ اپنے رب سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے بھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں اور دنیا میں اس کے بعد کہ اس کی درستگی کر دی گئی ہے، فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ کی عبادت کرو اس سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے والوں کے قریب ہے۔ (الاعراف 56-55)

تفسیر: گزشتہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی صفات کی وجہ سے اس کے عبادت والوہیت کیلئے مستحق ہونے کا بیان تھا اب ان آیات میں بھی اس کی عبادت اور اس کو سورنے پکارنے کا ذکر ہے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے اور اس کی نافرمانی وفساد سے بچنے کا بیان ہے اور نیکی کرنے والوں اور نافرمانی وسرکشی کرنے والوں کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ ان آیات میں سے پہلی آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ صرف اور صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کو ظاہر و باطن میں پکارو اور صرف اسی کے سامنے دامن پھیلاؤ کیونکہ جب قادری مطلق خالق کائنات اور حکیم کامل وہی ہے تو ظاہر و پوشیدہ ہر حال میں سورو پکار کے لائق بھی صرف وہی ہے اس آیت کریمہ میں دعا کی دو شرطیں بیان کی گئی ہیں۔

1۔ عجز و انکساری 2۔ ریاکاری سے بچنے کے لئے آہستہ و خفیہ طور پر دعا کرے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ لوگ اونچی آواز سے دعا کر رہے تھے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا لوگو ذرا آہستگی اور نرمی سے پکارو تم کسی گونگے بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو جس ذات کو تم پکار رہے ہو وہ بڑی سننے والی اور قریب ہے۔

(مسلم كتاب الجنة باب استحباب حفض الصوت بالذكر صحيح بخارى . كتاب الدعوات باب الدعاء اذا علا عقبة)

جیسے ذکریا علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا=

اِذۡ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا

جب انہوں نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا۔ (مریم 3)

اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور خوف سے اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے صبح و شام یاد کر اور غافلوں میں سے نہ ہو۔ (الاعراف 205)

اسی لئے آیت کے آخر میں فرمایا کہ وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا یعنی ان لوگوں کو جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو پکارتے ہیں۔ یا جو اللہ تعالیٰ کی سنت وطریقہ کے خلاف دعا کریں۔ مثلاً نبوت یا بڑھاپے میں جوانی اور جوانی میں بچپنہ مانگیں اور جوانی میں اپنی دعاؤں میں خشوع وخضوع اختیار نہ کریں اور اونچی آواز میں دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں پسند نہیں کرتا اسی طرح دعا کرنا کہ میں دنیا میں ہمیشہ زندہ رہوں اور آخرت میں مجھے انبیاء والا درجہ ملے اور ادعیہ ماثورہ کو چھوڑ کر مقفیٰ و مسجع عبارتوں اور اشعار میں دعا مانگنا بھی اعتداء فی الدعاء (دعا میں زیادتی ہے) سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ اپنے بیٹے کو دعا کرتے ہوئے سنا جو یوں کہہ رہا تھا کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں تو مجھے اس کے دائیں جانب سفید محل عنایت ہو اس پر سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے میرے بیٹے اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ مانگو۔ بے شک میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو طہارت میں اور دعا مانگنے میں حد سے تجاوز کریں گے۔ ابوداؤد کتاب الطہارۃ باب الاسراف فی

دعا کی قبولیت کیلئے رزق حلال شرط ہے جیسا کہ حدیث میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کا ذکر کیا جو طویل سفر میں ہے۔ بال اس کے بکھرے ہوئے ہیں اور جسم ولباس غبار آلود ہے۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور اے رب اے رب کہہ کر دعا کرتا ہے لیکن اس کا کھانا حرام کا ہے۔ اس کا پینا حرام کا ہے اور اس کا لباس حرام کا ہے۔ اور اس کی پرورش حرام سے ہورہی ہے تو ایسی صورت میں اس کی دعا کیسے قبول ہوسکتی ہے۔

(مسلم کتاب الزکوۃ باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب)

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے زمین میں فساد کرنے سے منع کیا ہے اور اگر وہ فساد زمین کی اصلاح کے بعد ہو تو بندوں کے لئے زیادہ نقصان کا باعث ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا ہے۔ اور بندوں کو حکم دیا کہ وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے عاجز اور اصلاح پسند بے بن کر رہیں اور اس کی عبادت کریں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور جنت کی امید رکھتے ہوئے صرف اسی کو پکاریں فساد سے مراد کفر وشرک اور ہر قسم کے معاصی (گناہ) ہیں مثلاً۔ قتل، زنا۔ چوری۔ ڈاکہ۔ بے پردگی، فحاشی وعریانی، سود، جوا، نشہ آور اشیاء۔ باغات وکھیتوں کا برباد کرنا وغیرہ ہر قسم کے فساد سے بچنا چاہئے کیونکہ اس سے دنیا کا امن وسکون معیشت ومعاشرت اور سیاست تباہ ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ

خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے فساد پھیل گیا۔ (الروم 41)

دعا وعبادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا خوف (ڈر) اور رجاء (امید) دونوں ہونے چاہئیں۔

انسان جہنم سے ڈرے اور جنت کی امید رکھے اور خوف ورجاء یہ دو پر ہیں جن کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی طرف پرواز کرتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر دونوں پر یا ایک نہ ہو تو پرواز نہیں ہوسکتی لہٰذا نہ تو اتنی امید ہو کہ حرام کھانے اور ہر قسم کی نافرمانیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کا ڈر نہ ہو اور توبہ واستغفار کا خیال تک نہ آئے اور نہ اتنا ڈر ہو کہ توبہ واستغفار کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی مغفرت وبخشش سے ناامید رہے بلکہ خوف اور امید دونوں ساتھ ساتھ ہوں البتہ عام زندگی میں ڈر کا پہلو غالب ہو اور جب موت کے احوال درپیش ہوں تو اس کی رحمت کا پہلو غالب ہو جیسا کہ حدیث میں ہے= جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ہرگز نہ مرے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھتا ہو۔ (مسلم کتاب الجنۃ باب الامر بحسن الظن باللہ)

مومنوں کی ان دو صفات خوف (ڈر) ورجاء (امید) اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت اور اس کے عذاب وعقاب کا تذکرہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں ہے۔

تَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (السجدہ16)

ان (مومنوں) کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔

اور فرمایا

وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ

(مومن) اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ (بنی اسرائیل 57)

اور فرمایا إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ

یقیناً تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے اور وہ یقیناً بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ (الانعام165)

اور فرمایا نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ

(اے پیغمبر) میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں اور ساتھ یہ بھی بتا دو کہ میرا عذاب بھی دردناک ہے۔ (الحجر 49-50)

اور فرمایا غَافِرِ الذَّنبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ

(اللہ تعالیٰ) گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا اور سخت عذاب والا ہے۔ (المومن 3)

اسی طرح دیکھو۔ المائدہ 98، اورالرعد 6، اورحم السجدہ 43 اور الاعراف 167

یعنی جو شخص توبہ کی شروط 1۔ ترک گناہ۔ 2۔ ندامت۔ 3۔ آئندہ نہ کرنے کا عزم وارادہ

پوری کرتے ہوئے توبہ واستغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتے ہوئے اس کے گناہ معاف کر دیتے ہیں اور جو گناہ پر اصرار کرے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ سخت عذاب والے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کے اسلوب میں ترغیب (جنت کی امید) وترھیب (جہنم کا ڈر) ساتھ ساتھ بیان ہوتے ہیں۔ جنت واہل جنت کے تذکرے کے بعد جہنم واہل جہنم کا تذکرہ ہوتا ہے اور جہنم واہل جہنم کے بیان کے بعد جنت اور اہل جنت کا بیان ہوتا ہے۔ اہل ایمان واعمال صالحہ کیلئے نعمتوں کے بیان کے بعد اہل کفر وشرک اور اہل معصیت کے لئے عذابات کے تذکرہ کے بعد اہل ایمان واعمال صالحہ کے انعامات کا تذکرہ ہے یہ بھی اسی قسم (ترغیب وترھیب) میں سے ہے۔ آیت کریمہ کے آخر میں فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔ یعنی جو اپنی نیات واعمال اور دعائیں صحیح ودرست رکھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب اور مستحق ہیں اور ان کی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ بخلاف نافرمانی کرنے والوں کے ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں جیسے اور مقام پر ارشاد فرمایا۔

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ

اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے سو میں اسے ان لوگوں کے لئے ضرور لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور (ان کے لئے) جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ (الاعراف156)

اور فرمایا:

(اے پیغمبر) کہہ دیجئے (میرے بندوں کو) کہ اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ سب کے گناہ بخش دیتا ہے، بے شک وہی تو بے حد بخشنے والا ہے۔ نہایت رحمت والا ہے۔ (الزمر 53)

فوائد

1۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا مانگنا فرض ہے کیونکہ دعاء عبادت ہے اور اس نے سب انس وجن کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

2۔ دعا کے آداب کا بیان 3۔ خوف ورجاء کا بیان

4۔ زمین میں ہر قسم کا فساد حرام ہے۔

5۔ نیک اور اچھے اعمال کی ترغیب۔

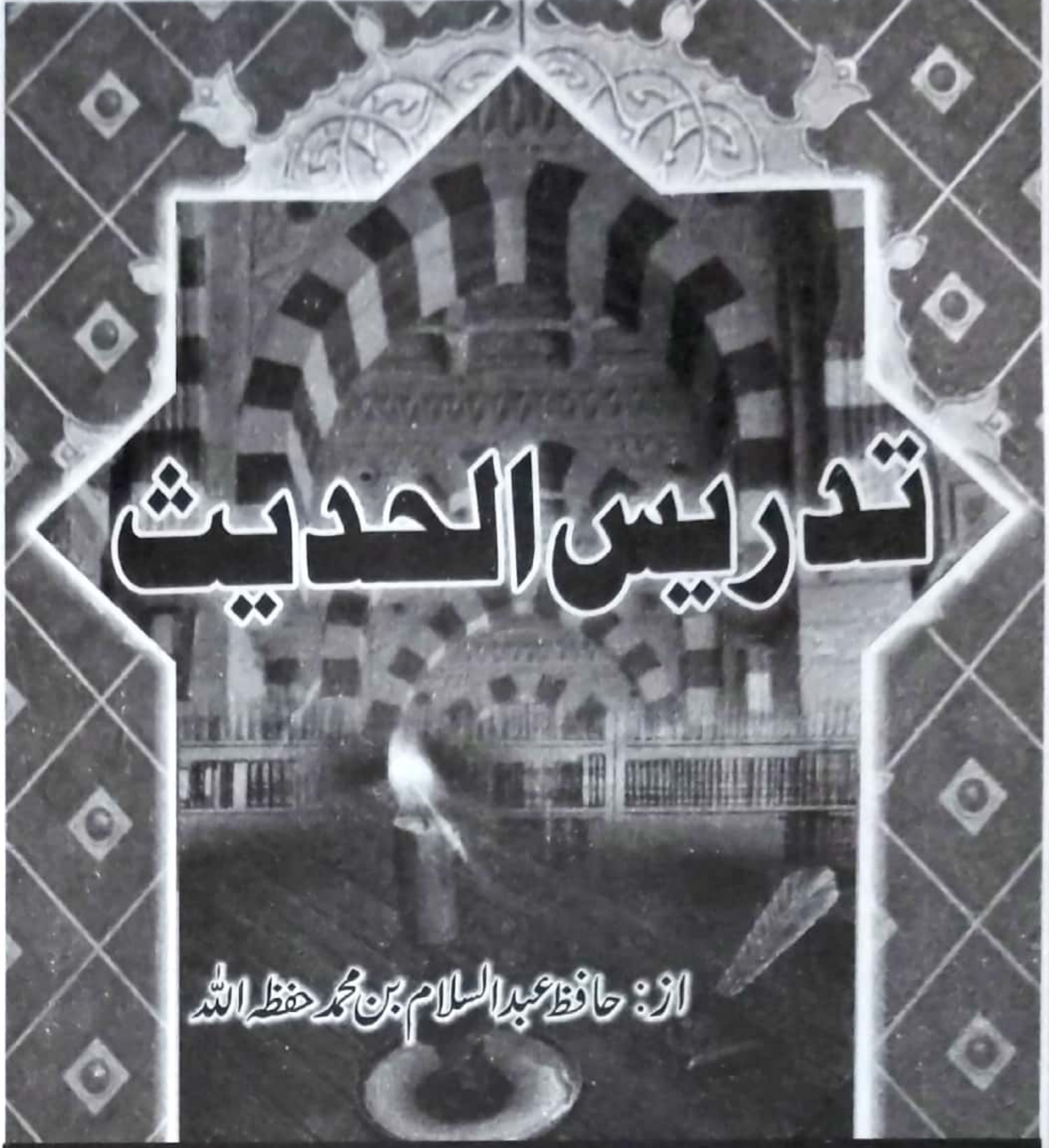

بلوغ المرام کی کتاب الجامع کی تشریح

سید الاستغفار

۱۴۶۷/۱۸۔ ((وَ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: سَیِّدُ الْاِسْتِغْفَارِ أَنْ یَقُوْلَ الْعَبْدُ: اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِیْ، وَ أَنَا عَبْدُكَ وَ أَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَ أَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ، فَإِنَّهُ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ)) [أَخْرَجَهُ الْبُخَارِیُّ]

''شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بخشش مانگنے کی دعاؤں کی سردار دعا یہ ہے کہ بندہ یوں کہے: ''اے اللہ! تو ہی مجھے پالنے والا ہے، تیرے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں جتنی طاقت رکھتا ہوں، میں اس (گناہ) کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو میں نے کیا، میں تیری اس نعمت کا اقرار کرتا ہوں جو مجھ پر ہے، میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں۔ سو تو مجھے بخش دے کیونکہ یقینی بات یہ ہے کہ گناہوں کو تیرے علاوہ کوئی نہیں بخش سکتا۔'' (اسے بخاری نے روایت کیا)

تخریج: [بخاری، ۶۳۰۶۔ وغیرہ۔ دیکھیے تحفۃ الاشراف: ۱۴۵/۴۔۱۴۰/۴]

فوائد:

ا۔ سید الاستغفار کی فضیلت

ا۔ صحیح بخاری کی اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جو شخص دن کو یہ کلمات ان پر یقین رکھتے ہوئے کہہ لے تو پھر اسی دن شام ہونے سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ اہل جنت سے ہے اور جو رات کو یہ کلمات ان پر یقین رکھتے ہوئے کہہ لے پھر صبح ہونے سے پہلے فوت ہو جائے تو وہ اہل جنت سے ہے۔

۲۔ استغفار کی اہمیت:

اپنے گناہوں سے بخشش مانگنا اس قدر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:

﴿ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴾ [المؤمنون: ۱۱۸/۲۳]

''اور تو کہہ اے میرے رب! بخش دے اور رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔''

اور ہر پیغمبر نے اپنے پروردگار سے بخشش کی دعا کی اور اپنی امت کو اس کا حکم دیا، آدم، نوح، ابراہیم، یونس علیہم السلام اور دوسرے پیغمبروں علیہم السلام کی استغفار کی دعائیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں روزانہ اللہ تعالیٰ سے سو دفعہ بخشش مانگتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔'' [صحیح مسلم، الذکر و الدعا، باب: ۱۲]

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے پچھلے گناہ معاف کر دیے تھے تو آپ کو استغفار کی کیا ضرورت تھی۔ صاحب سبل السلام اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ بے کار سوال ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کو بتایا کہ میں روزانہ ستر دفعہ بخشش مانگتا ہوں اور انھیں بھی استغفار کی تاکید فرمائی تو انھوں نے آپ کے فرمان پر یقین کیا اور اس پر عمل کیا، اس قسم کا اشکال یا سوال کسی نے پیش نہیں کیا، ہمیں بھی انھی کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ پھر بھی اگر کوئی اس سوال پر اصرار کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بخشش کے وعدے کے باوجود بخشش کی دعا کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے رزق کا وعدہ کیا ہے اور رزق دینے کی ضمانت اٹھائی ہے، پھر بھی ہم رزق کے لیے محنت کرتے ہیں اور اللہ سے دعا بھی کرتے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ نے ہمیں رزق کی دعائیں سکھائی ہیں مثلاً:

﴿ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴾ [المائدۃ:

[١٤٤/٥

''اور ہمیں رزق دے اور تو رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہے۔''

اور فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِىْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ أَغْنِنِىْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ))

''اے اللہ! مجھے اپنے حلال کے ساتھ اپنے حرام سے کافی ہو جا اور اپنے فضل کے ساتھ اپنے سوا ہر ایک سے غنی کر دے۔''

۳۔ سید الاستغفار کیوں؟:

استغفار کا دعاؤں کا سردار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بخشش مانگتے وقت جو آداب ملحوظ رکھنے چاہئیں' وہ سب سے زیادہ اس دعا میں موجود ہیں اور وہ ہیں اللہ تعالیٰ کی تعریف، اپنی بندگی اور تعلق کا واسطہ دینا، اپنے گناہوں کا اعتراف اور پروردگار کی نعمتوں کا اقرار کرنا اور بخشش مانگنا اور صرف اللہ کے در پر ہی پڑے رہنا' صرف اسی سے خوف اور اسی کی امید رکھنا اور اسی سے دعا کرنا۔ اب یہ دعا ملاحظہ کیجیے:

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف، اس کی توحید اور صفات عالیہ کا اقرار ہے، یا اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تو ہی معبود ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا۔ اس کے بعد اپنے بندہ ہونے کا اقرار کرے اور اس بات کا اقرار ہے کہ یا اللہ! میں تیرے عہد پر جو ﴿ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ﴾ کے جواب میں کیا تھا اور تیرے وعدے پر (جو اسلام قبول کرنے کی صورت میں کیا ہے) قائم ہوں، جس قدر طاقت رکھتا ہوں، یعنی صحیح حق ادا کرنے سے عجز کا اعتراف کرتا ہوں، گویا پروردگار کے سامنے اس کی بندگی اور اس کے عہد پر حسب استطاعت قائم ہونے کے تعلق کے واسطے سے دعا کی جا رہی ہے، اس کے بعد اپنے گناہ کی شامت سے اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے کہ اگر وہ پناہ نہ دے تو گناہ کے شر سے بچنے کی کوئی صورت نہیں۔

اس کے بعد اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اور اس کے مقابلے میں اپنے گناہوں کا اقرار ہے اور آخرت میں اپنے گناہ کی بخشش کی دعا ہے اور اس کا اقرار ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا، اس دعا سے اللہ تعالیٰ سے مانگنے کا سلیقہ بھی سمجھ آتا ہے کہ اس کے دربار میں شرک و بدعت پر مشتمل واسطوں اور وسیلوں کی کوئی گنجائش نہیں۔

بقیہ

انٹرویو: مرزا اسلم بیگ

س: بھارت نے پاکستان کو افغانستان اور اپنی سرحدوں سے نرغے میں لے رکھا ہے۔ کیا ایسی صورت میں ''امن کی آشا'' کا راگ الاپنا درست ہے؟

ج: بھارت نے ہمیں نرغے میں لینے کی کوشش کی ہے۔ امریکہ بھارت کی بالادستی چاہتا تھا لیکن امریکہ ہار گیا تو بھارت بھی ہار گیا۔ بھارت مستقبل کے حالات کو دیکھ کر خوفزدہ ہے' اس لیے وہ امن کی آشا کی فضول مشق کر رہا ہے۔

س: حکمران جب مسند اقتدار پر ہوتے ہیں تو ان کی فکر و عمل اسلامی پاکستان سے متصادم کیوں ہوتی ہے؟

ج: میں کہتا ہوں کہ ہم لوگ بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم مسلمان ہیں' حالانکہ ہم مسلمان نہیں رہے۔ پاکستانی قوم ستر فیصد سے زیادہ نام کی مسلمان ہے۔ نماز پڑھنی آتی ہے نہ قرآن۔ بلکہ کلمہ تک نہیں پڑھ سکتے۔ جب اکثریت عملاً مسلمان نہ ہو تو ہم اپنے آپ کو اسلامی مملکت کہہ کر خود کو دھوکہ دیتے ہیں۔ انہی ستر فیصد میں سے ہمارے حکمران آتے ہیں۔ زرداری نے کب اسلام کا جھنڈا بلند کیا ہے۔ مشرف نے کب اسلام کا جھنڈا بلند کیا ہے بلکہ اس نے اسلام کے خلاف باتیں کیں۔ پاکستان کے نصاب تعلیم میں سورۃ توبہ اور سورۃ انفال شامل تھیں' ان کو ختم کر دیا۔ اس لیے کہ اسے دین سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ جن لوگوں کا دین سے تعلق ہے' وہ صرف 5% ہیں جو ہمارے مدارس دینیہ سے فارغ ہو کر آتے ہیں۔ یہ 5 فیصد قومی دھارے سے بالکل الگ ہیں۔ وہ فوج میں آتے ہیں نہ سول سروس میں اور نہ وہ سرکاری محکموں میں آتے ہیں۔ ہمارا دین صرف دکھاوا رہ گیا ہے' یہ قصور صرف حکمرانوں کا نہیں بلکہ پوری قوم کا ہے۔ ہماری اکثریت مسلمان نہیں رہی۔ یہی ہمارا آج کا المیہ ہے۔

س: قوم کو دنیاوی تعلیم کے ساتھ دین کی طرف مائل کرنے اور ملک کی بنیادیں اسلامی نظریہ حیات پر رکھنے کے لیے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے؟

ج: دیکھیے دو بڑی کمزوریاں ہیں۔ ایک یہ کہ پہلی جماعت سے آٹھویں جماعت تک ایک نصاب تعلیم ہو جس میں دین کی بنیادی چیزیں ہر مسلمان بچے اور بچی کو پڑھائی جائیں۔ ان کو جو چیزیں پڑھائی جائیں تو ضروری ہے کہ ان کا امتحان ہو اور وہ امتحان کو پاس کریں۔ المیہ یہ ہے کہ ہمارے سکولوں میں دین کی تعلیم آپ پڑھیں نہ پڑھیں' کوئی آپ سے پوچھتا ہی نہیں۔ آپ فیل ہو جائیں' کوئی نہیں پوچھتا بلکہ امتحان ہی نہیں ہوتا۔ ہم نے اسلامی تعلیم کو سرسری کیا ہوا ہے' اسے لازمی کریں۔ میں جس علاقے میں پلا بڑھا' وہاں اس وقت 90 فیصد ہندو آباد تھے۔ وہاں بھی سکولوں میں ہمیں پہلی جماعت سے آٹھویں جماعت تک دینیات پڑھائی جاتی تھی۔ وہیں میری یہ پہچان بنی کہ میں مسلمان بچہ ہوں۔

تبلیغی جماعت یا کوئی اور جماعت لوگوں کو نماز پڑھنا سکھائے' انہیں تبلیغ کرے یا ہم ٹی وی پر بیٹھ کر نعتیں پڑھیں تو اس کا کوئی اثر نہیں ہو رہا بلکہ الٹا اثر ہو رہا ہے۔ جنہیں دین کا درد ہے' انہیں چاہیے کہ وہ گھر گھر جا کر دستک دیں اور صاحب خانہ سے کہیں' میں آپ کے بچے کو دین سکھانے اور پڑھانے آیا ہوں۔ آج اگر ڈھونڈیں تو اس طرح پڑھانے والا کوئی نہیں ملے گا۔ گھروں میں دینی تعلیم دینے کا فیشن ہی نہیں رہا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں' آپ اس علاقے میں جہاں مڈل اور اپر کلاس کے لوگ رہتے ہیں' جائیں اور سو گھروں میں سے صرف تین گھر دکھا دیں جن میں بچوں کو دین کی تعلیم دی جا رہی ہو تو میں شرط ہارنے کو تیار ہوں۔ آج کل رواج کیا ہے کہ انگلش میڈیم سکولز میں' جن کے بڑے بڑے نام اور بھاری فیسیں ہیں' بچوں کو بھیجا جاتا ہے۔ ان سکولوں میں تعلیم کا معیار کیا ہے۔ میرا ایک دوست مجھے کہتا ہے' تم قوم کے لیے روتے ہو' میری نواسی جو ایک انگلش میڈیم سکول میں پڑھتی ہے' اس کا رزلٹ بہت شاندار رہا ہے۔ اب اسے اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ جانا ہے۔ وہ انٹرویو کے لیے جاتی ہے۔ انٹرویو کرنے والا انگریز تھا۔ اس نے میرے دوست کی نواسی سے بہت سے سوال کیے۔ ایک سوال اس نے یہ بھی پوچھا کہ تمہارے دین اسلام کے جو رہبر اور پیغمبر ﷺ ہیں' ان کا نام کیا ہے؟ بچی جو ٹاپ سٹوڈنٹ ہے' وہ کہتی ہے' قائداعظم محمد علی جناح (نعوذ باللہ) یہ ہے ہمارا المیہ۔

میں کہتا ہوں چاہے انگلش میڈیم سکول ہو یا اردو میڈیم۔ دونوں جگہ یکساں دینی تعلیم ضروری ہے۔ ایک مسلمان بچے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اسے اپنے شناخت ہو کہ وہ مسلمان ہے' وگرنہ مشرف جیسے لوگ' رحمٰن ملک جیسے لوگ جو قل ھو اللہ احد نہیں پڑھ سکتے بلکہ انہیں کلمہ پڑھنا نہیں آتا' اقتدار میں آئیں گے۔ جب یہ اقتدار میں ہوں گے تو پھر آپ ان سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں......؟؟

جمہوری نظام حکومت اور اسلام کا طرز حکومت

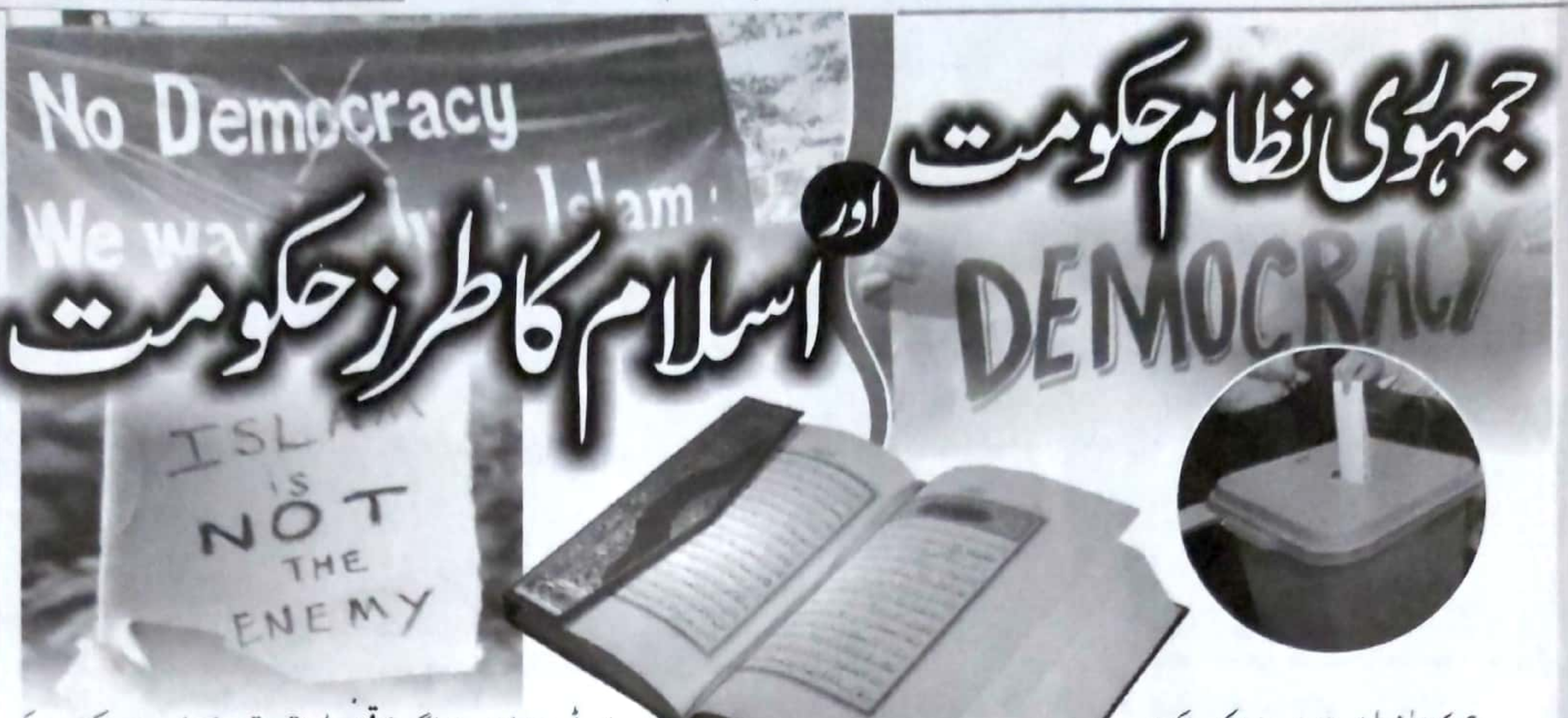

ہم بحمداللہ مسلمان ہیں اور ہمارا ملک پاکستان ہے۔ یہ ملک ہم نے اس لیے بنایا تھا کہ یہاں شریعت اسلامیہ کے قوانین پر آزادی کے ساتھ عمل درآمد ہو سکے اور قیام پاکستان کے وقت کا نعرہ ہی کلمہ طیبہ پر مشتمل تھا۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ آج تک اس ملک میں اسلام کا نفاذ نہیں ہو سکا ہے۔

مارچ 1949ء میں منظور ہونے والی قرارداد مقاصد میں حاکمیت اعلیٰ اللہ کریم کی ہونے کے متعلق کہا گیا تھا کہ:

''اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کل کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اس نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیار حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لیے نیابتاً عطا فرمایا ہے۔''

یہ قرارداد ہر دستور میں شامل رہی مگر اس کی حیثیت واجب العمل حصہ ہونے کی بجائے صرف ایک دیباچہ کی سی رہی۔ آئین 1956ء میں ملک کا نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' رکھا گیا اور ہم نے اپنا نظام حکومت مغربی جمہوریت کی بنیادوں پر استوار کر لیا۔ اصل میں جمہوریت وہ ناقص نظام حکومت ہے کہ جس میں مردم شماری تو ہوتی ہے مگر مردم شناسی نہیں ہوتی کیونکہ اس کی بنیاد یہ مفروضہ ہے کہ ہر شخص دوسرے شخص کے برابر ہے۔

یہ راز اک مردِ فرنگی نے کیا فاش
ہر چند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت وہ طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

اس میں اکثریت کو برتری حاصل ہے اور نظریاتی طور پر عوام ہی کو اقتدار اعلیٰ کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ جمہوریت کے بنیادی نظریاتی اصول آزادی اور مساوات، حکومت میں ہر شخص کا حصہ، ہر شخص سیاسی سوجھ بوجھ کا مالک ہے اور اس میں دوسروں کا استحصال (Exploitation) نہیں ہے۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک خام خیالی (Utopian Idea) ہے کیونکہ آج کی دنیا میں ہم جمہوریت کے ثمرات ونتائج 'پارٹی بازی' ہارس ٹریڈنگ' ناقص طریق انتخاب' نااہلیت اور اکثریت کی آمریت کی صورت میں بھگت رہے ہیں۔ خواہ ہمارے قومی اور عوامی مفادات کچلے جا رہے ہیں' سرمایہ داروں اور بڑے بڑے تاجروں کو برتری حاصل ہے۔ سیاسی کوٹہ سسٹم کی وجہ سے میرٹ پر آنے والے دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلامی ادب میں جمہوریت کی بجائے خلافت اور امارت کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ''شورائیت اسلامی طرز حکومت کی بنیاد ہے۔

اسلامی طرز حکومت ''خلافت و امارت'' ہے۔ اسلام میں قانون سازی کا حق صرف اللہ رب العزت کا ہے۔ عوام وخواص کی اقلیت یا اکثریت کا نہیں۔ اسے توحید فی الحاکمیت بھی کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے قرآن میں ظالم فاسق اور کافر قرار دیتے ہیں کہ جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے خلاف قانون سازی کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا خالق' مدبر' وحدہٗ لاشریک لہ ہے۔ چنانچہ

عبادات میں' معاملات میں' قانون' شریعت' خانگی زندگی' تزکیۂ نفس' سیاست' معیشت' اخلاقیات' غرض ہر چیز میں حلال وحرام اور اوامر ونواہی اللہ کے حکم سے ہی لاگو ہوں گے۔

ہم ایک چھوٹا سا گھر بناتے ہیں اور کہتے ہیں اس میں میرا حکم چلے گا۔ جس رب نے ساری کائنات بنائی ہے تو کائنات میں حکم بھی اسی اللہ رب العالمین کا چلے گا۔

اب یہاں یہ دیکھنا ہے کہ مصادر شریعت کیا کیا ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انگریزی قانون اور خود ساختہ آئین و دستور نہیں بلکہ خلافت جس قانون کو رائج کرتی ہے' اس کے اصل الاصول قرآن حکیم اور سنت رسولؐ ہیں۔

قرآن حکیم میں الٰہی حکمت عملی اور دستور سے بحث ہے۔ یہ اصول وکلیات کی کتاب ہے' اس کے احکام کو قطعی اور حتمی حیثیت تا قیامت حاصل رہے گی۔ قرآن میں خاص احکامی آیات 500 ہیں جن کا تعلق دو انواع سے ہے۔

1- حقوق اللہ

① وہ احکام جن کا تعلق انسان اور اس کے پروردگار سے ہے۔ جیسے ایمانیات' نماز' روزہ وغیرہ۔

② وہ احکام جن کا تعلق انسان اور اس کے پروردگار سے بھی ہے اور دوسرے انسانوں سے بھی' جیسے زکوٰۃ' صدقات اور جہاد۔

فکر و نظر

اخت طاہر' شیخوپورہ

2- حقوق العباد

① احکام متعلقہ قوانین استقلالِ خاندان جیسے نکاح اور وراثت۔

② احکام متعلقہ معاملات باہمی 'بیع' ہبہ وغیرہ۔

③ تعزیر وسیاستِ مدن جیسے حدود' قصاص' جزیہ وغیرہ۔

سامنے جوابدہ ہو۔ انسانی مساوات اور آزادی ہو۔ امام شرعی طور پر اہل حل وعقد (ارکان شوریٰ) کے مشورہ پر عمل کرتا ہے۔ ہر فرد کو آزادی حاصل ہوگی۔ بشرطیکہ آزادی کا نظریہ کسی بھی طرح عقائد اسلام کے خلاف نہ ہو۔ غیر مسلم اقلیتوں کو بنیادی حقوق حاصل ہوں گے۔ اسلامی نظام حکومت میں خلیفہ خود بھی شریعت کے تابع ہے اور قانون سے بالاتر نہیں ہے۔

☆......اسلامی طرزِ حکومت خلافت وامارت ہے۔ اسلام میں قانون سازی کا حق صرف اللہ رب العزت کا ہے۔

☆......ہم ایک چھوٹا سا گھر بنا کر کہتے ہیں کہ اس میں حکم میرا چلے گا تو جس رب نے ساری کائنات بنائی ہے' اس میں اس کا قانون وحکم ہی چلے گا۔

☆......اللہ کی قسم! ہم اپنی حکومت میں کسی عہدے پر ایسے شخص کو مقرر نہیں کرتے جو اس کا طلبگار ہو یا پھر اس کا حریص ہو۔ حدیث نبویؐ

قرآن قانون ہے اور سنت اس کی شاخ ہے۔ خود قرآن بھی اطاعت الٰہیہ کے ساتھ اطاعت رسول ﷺ کی دعوت دے کر حجیت حدیث پر مہر ثبت کرتا ہے۔ رحمت دو عالم ﷺ بھی اپنی حدیث کو لازم پکڑنے کی دعوت دیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آئمہ کرام بھی حدیث وسنت کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔

خلیفہ بھی قانون بنانے والی کوئی برتر مخلوق نہیں ہے بلکہ خلیفۂ وقت اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والا اور کروانے والا ہوتا ہے۔

خلافت کے مقاصد کیا ہیں......قرآن بیان کرتا ہے کہ:

الَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ.

''وہ لوگ کہ اگر ہم انھیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور اچھے کام کا حکم دیں گے اور برے کام سے روکیں گے، اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضہ میں ہے۔'' [سورۃ الحج:41]

خلیفۂ وقت کی اطاعت مشروط قرار دی گئی ہے۔ یعنی حدیث میں آتا ہے کہ:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ. [العمجم الکبیر للطبرانی]

''یعنی کہ خالق کی نافرمانی کی صورت میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں''

اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ. [بخاری]

''درحقیقت اطاعت تو دستور کے مطابق ہے۔''

خلیفۂ وقت اپنے سیرت وکردار اور تقویٰ کی بنیاد پر منتخب کیا جاتا ہے (نہ کہ الیکشن کے لیے تشہیری مہم میں سب سے زیادہ خرچ کرنے والا دھندا کرکے)۔

بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ:

''تمہارے بہترین سردار وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں اور جن کو تم دعا دو اور وہ تمہیں دعائیں دیں اور تمہارے بدترین سردار وہ ہیں جن سے تم نفرت کرتے ہو اور وہ تم سے نفرت کریں اور جن پر تم لعنت بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔ اللہ کی قسم! ہم اپنی حکومت کے کسی کام پر ایسے شخص کو مقرر نہیں کرتے جو اس کی درخواست کرے یا پھر اس کا حریص ہو۔''

المختصر خلافت وامارت کا پورا نظام اس طرح ہے کہ اسلامی ریاست کا دستور قرآن وسنت ہے۔ شوریٰ ایک بہترین ذریعہ ہے جو عدلیہ اور دستور کو تحفظ فراہم کرے۔ حاکم یا خلیفہ قوم کے

علامہ اقبال کے نزدیک مغربی جمہوریت کی مذمت کے دو اسباب ہیں۔

1- اکثریت کا فیصلہ حتمی ہے جبکہ اسلام میں نص کا فیصلہ حتمی ہے۔

2- جمہوریت میں عقل کی بنیاد پر قانون بنتا ہے اور اسلام وحی کی بنیاد پر قانون سازی کرتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آج جمہوریت نے ہمیں کیا دیا ہے؟

باقی صفحہ 50 پر

اے اہلیان پاکستان
سندھ میں آنے والی طوفانی بارشوں اور سیلاب سے لاکھوں مصیبت زدہ بھائی بے بسی کے عالم میں کھلے آسمان تلے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں ان کا رمضان المبارک اسی کیفیت میں گزر رہا ہے اور عید الفطر کی آمد آمد ہے
ان کو عید میں اپنے ساتھ شامل کرنا ہم سب پر فرض ہے
امید ہے کہ آپ اپنے بچوں کے لئے عید کی خریداری کرتے ہوئے متاثرہ بچوں کی مسکراہٹوں کا بھی خیال رکھیں گے!
اپیل برائے سیلاب زدگان
سیلاب متاثرین سمیت دیگر غرباء ومساکین کو عید الفطر کے موقع پر اچھا کھانا اور صاف ستھرا لباس فراہم کیجئے
آگے بڑھیے خیر کے کام میں دیر نہ کیجئے
میڈیکل کیمپ (ایک ہزار مریض) 55 ہزار روپے یومیہ
عید پیکج (خوراک + لباس) 5 ہزار روپے فی خاندان
فلاحِ انسانیت فاؤنڈیشن پاکستان
4- لیک روڈ چوبرجی لاہور 0321-8444992 042-37230550 ● www.fif.org.pk
email. fif.org.pk@gmail.com ● بینک ڈرافٹ بنام ''فلاح انسانیت فاؤنڈیشن''

بقیہ مسئلہ کشمیر

مذاکرات میں مسئلہ کشمیر زیر بحث ضرور آیا ہے لیکن مرکزی حیثیت تجارت اور معاشی سرگرمیوں کو ہی حاصل رہی ہے۔۔ مشترکہ اعلامیہ میں یہ کہا گیا ہے اور اس بات پر اتفاق کیا گیا ہے کہ تجارت کو فروغ دینے کے لئے اقتصادی سرگرمیوں کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو دور کرنا

☆2010 میں پاکستان نے بھارت سے ایک ارب 75 کروڑ ڈالر جبکہ بھارت نے صرف 28 کروڑ ڈالر کی مصنوعات درآمد کیں

☆جب تک بھارت کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی ختم نہیں کرتا' یورپ نے بھارت کے ساتھ فری ٹریڈ کرنے سے انکار کردیا

دونوں ممالک کے مفاد میں ہے۔ یہ بھی طے پایا کہ بھارتی وزیر صنعت وتجارت شری آنند شرما کی دعوت پر پاکستان کے وزیر تجارت امین فہیم جلد بھارت کا دورہ کریں گے۔ بھارتی وزیر خارجہ ایس ایم کرشنا نے بھی تجارتی تعاون بڑھانے پر اتفاق کو مذاکرات کی ''فتح مندی'' قرار دیا۔ جہاں تک اعدادوشمار کا تعلق ہے تو ہماری اپنی وفاقی وزارت تجارت کے اعدادوشمار کے مطابق گزشتہ مالی سال 2010-11 کے دوران بھارت سے پاکستان نے ایک ارب 75 کروڑ ڈالر کی مصنوعات درآمد کیں اور اس کے مقابلے میں پاکستان نے بھارت کو 28 کروڑ 67 لاکھ 25 ہزار ڈالر کی مصنوعات برآمد کیں۔ بھارت کی یہ خواہش ہے کہ پاکستان اس کو جلد از جلد پسندیدہ قوم کا درجہ دے۔ وفاقی وزارت تجارت کے ان اعدادوشمار سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہے کہ دوطرفہ تجارت میں فروغ کسی بھی صورت میں پاکستان کے مفاد میں نہیں ہے۔ اس کی بجائے پاکستان کو پہلے سے جاری چین کے ساتھ تجارتی تعلقات کو مزید فروغ دینا چاہئے۔ ایران اور ترکی کے ساتھ تجارتی سرگرمیوں میں اضافہ بھی وطن عزیز کے مسائل کو حل کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ جب بھارت کے ساتھ تجارتی سرگرمیوں میں اضافہ کی بات کی جاتی ہے تو مقبوضہ کشمیر میں جاری تحریک آزادی کو ایک منفی پیغام بھی جاتا ہے۔ آپ اس کا اندازہ اس امر سے لگائیں کہ حالیہ دنوں میں ہی بھارتی حکومت نے وزارت داخلہ کو ہدایات جاری کی ہیں کہ وہ 2001ء میں بھارتی پارلیمنٹ پر حملے کے ملزم افضل گورو کی سزائے موت کی سزا پر جلد عمل درآمد کروائے۔ اس سلسلے میں بھارتی وزارت داخلہ نے بھارتی ایوان صدر میں جہاں افضل گورو کی رحم کی اپیل گزشتہ چار برسوں سے التوا کا شکار ہے اس پر جلد عمل درآمد کے لئے کہا ہے۔ اس واقعے نے کشمیری قیادت کو ایک مرتبہ پھر سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔ البتہ اطلاعات کے مطابق حریت کانفرنس کے دونوں دھڑوں کے راہنماؤں نے افضل گورو کی سزا پر عمل درآمد کی صورت میں سنگین احتجاج کی دھمکی دی ہے۔ کپواڑہ سے بڈگام اور جموں سے سری نگر تک ایک اور عوامی احتجاج کی دستک نئی دہلی کے ایوانوں میں محسوس کی جانے لگی ہے۔ یہاں تک کہ جموں وکشمیر کے مسئلے کے حل کے سلسلے میں بھارتی مصالحت کار دلیپ پڈگاؤنکر نے بھی بھارتی حکومت کی موجودہ درخواست کو کشمیر کے پرامن حل کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے سے تعبیر کیا ہے۔

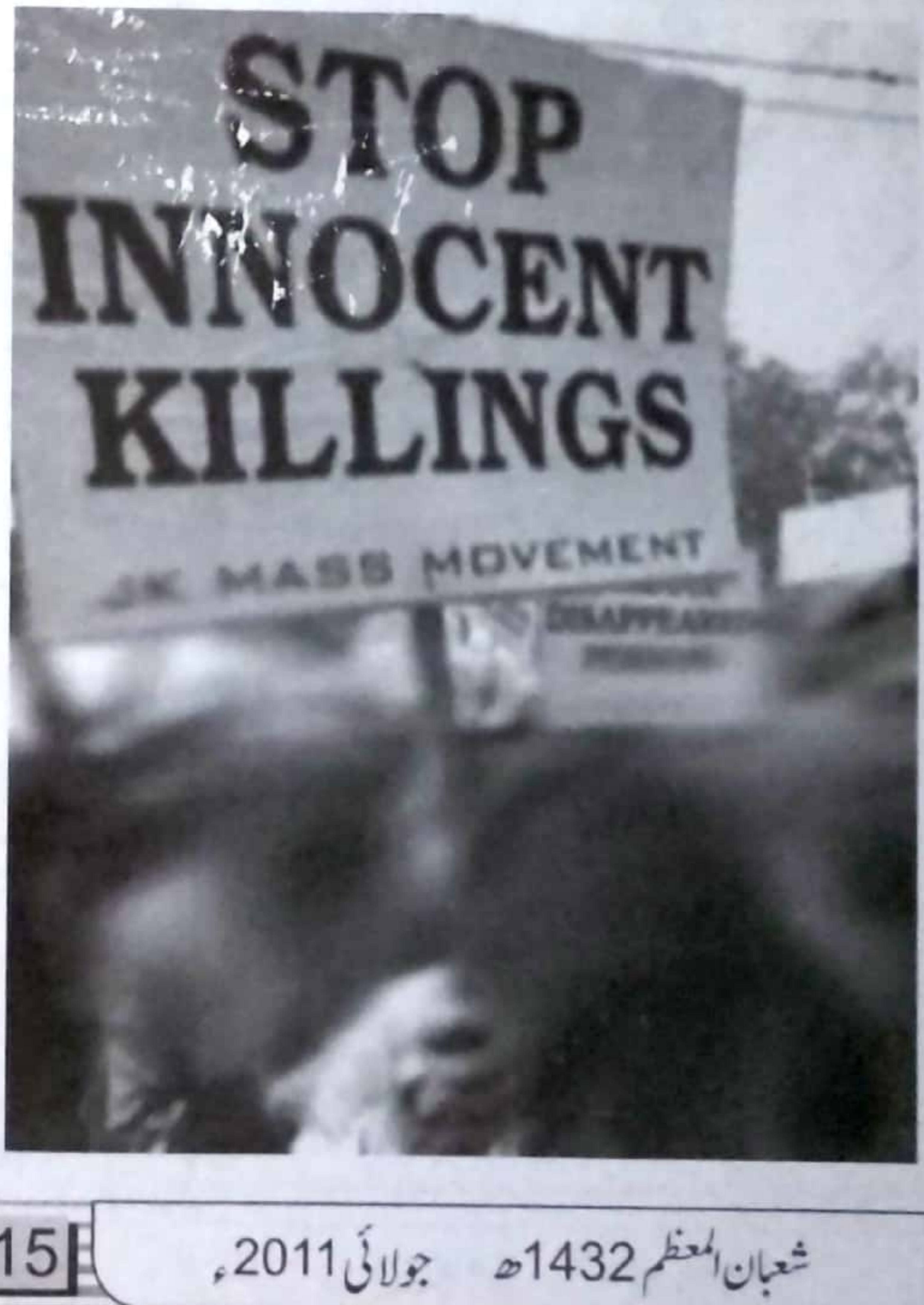

لہٰذا ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان بھارت کے ساتھ معاملات کرنے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرے۔ ایسے حالات میں جب دنیا کی سوچ بھی مسئلہ کشمیر کے حوالے سے تبدیل ہورہی ہے تو پاکستان کو See and Wait کی پالیسی پر عمل کرنا چاہئے۔ مزید برآں جب کشمیری قوم جو مسئلہ کے اصل فریق ہیں وہ انتظار کرنے کے لئے تیار ہیں تو ہمیں کس امر کی جلدی ہے۔ پاکستان کے ساتھ تجارت کو بڑھا کر بھارت دنیا کو یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ قضیہ کشمیر اس کا اندرونی معاملہ ہے۔ اگر تجارتی سرگرمیوں میں اضافہ کردیا جائے' متنازعہ علاقے میں سفری سہولتیں زیادہ کر کے ویزہ کی مدت بڑھادی جائے تو بین الاقوامی برادری بھارت کے حق میں قائل ہوجائے گی' حالانکہ او آئی سی کے حالیہ اجلاس میں مسئلہ کشمیر کو ایک سیاسی مسئلے کے طور پر پیش کیا گیا اور ہندوستان سے اس کو حل کرنے پر زور دیا گیا ہے جس پر بھارت نے شدید احتجاج کیا اور اس کو اپنے اندرونی معاملات میں مداخلت قرار دیا ہے۔ حال ہی میں بھارت اور یورپی یونین کے درمیان فری ٹریڈ ایگریمنٹ کی بات چیت ہورہی تھی اور بھارت کو یقین تھا کہ یہ معاملہ جلد حل ہوجائے گا لیکن بھارت کو اس وقت شدید دھچکا لگا جب یورپی یونین نے بھارت سے کہا کہ اس وقت تک ہمارا آپ سے کوئی معاہدہ نہیں ہوسکتا جب تک بھارت مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالیوں کو ختم نہیں کرتا۔ یعنی یورپی یونین نے اس معاہدہ کو مسئلہ کشمیر سے منسلک کردیا۔ اسی طرح چین بھی کشمیری عوام کو بھارتی شہری تسلیم نہیں کرتا اور ان کو الگ کاغذ پر ویزہ جاری کرتا ہے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ کوئی بھی ذی شعور دوطرفہ مسائل کو حل کرنے کے لئے باہمی بات چیت سے انکار نہیں کرتا لیکن ساتھ اس امر کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ جس کے ساتھ آپ مسائل کو حل کرنے کے لئے گفتگو کرنے جارہے ہیں' اس کا ٹریک ریکارڈ کیا ہے۔ ایک طرف بھارت مسئلہ کشمیر کو متنازع تسلیم کر کے حل کرنے کی خواہش کا اظہار کرتا ہے تو دوسری جانب وہ بین الاقوامی سطح پر اس مسئلے کو اجاگر کرنے والے کے خلاف اپنے سفارتی ذرائع کو استعمال کر کے ان کو ISI اور حکومت پاکستان کا ایجنٹ قرار دلانے کے لئے پروپیگنڈہ کررہا ہے۔ ڈاکٹر غلام نبی فائی کے بعد بھارت کا اگلا ہدف برسلز میں قائم کشمیر سنٹر ہے جو عبدالمجید ترنبو کی قیادت میں یورپی یونین میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو نمایاں کرنے میں اہم کردار ادا کررہا ہے۔ اس لئے فیصلہ ہمیں کرنا ہے کہ ہمیں بھارت کے ساتھ آلو' پیاز' ٹماٹر کی تجارت زیادہ عزیز ہے یا ڈیڑھ کروڑ کشمیریوں کی عزت جو گزشتہ بیس برسوں سے تکمیل پاکستان کی اس جنگ میں اپنا تن من دھن سب کچھ جھونک چکے ہیں۔

مسائلِ عید الفطر اور شوال کے چھ روزے

احکام ومسائل

ابوخبیب حافظ ثناء اللہ خان

انسان فطری طور پر کمزور پیدا ہوا ہے وہ جتنی بھی چاہے کوشش کر لے' شیطان کے حملوں سے 100 فیصد نہیں بچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ انسان کی کمزوریوں سے بخوبی آگاہ ہے۔ اسی لئے رب تعالیٰ اسے اس کی زندگی میں کئی ایسے مواقع سے نوازتا ہے جن کے ذریعے یہ کمزور انسان اپنے آپ کو آخرت کے عذاب سے بچانے میں کامیاب ہو جائے۔ اس کی ایک مثال ماہ رمضان المبارک ہے۔ یہ مہینہ خیر و برکت اور نیکیاں کمانے کا مہینہ ہے جس میں انسان نیکیاں کر کے' روزہ رکھ کر سجدہ ریز ہو کر' صدقہ وخیرات کر کے اپنے رب کو راضی کرتا اور مناتا ہے' اپنے رب کی نعمتیں حاصل کرتا اور اپنے گناہ بخشواتا ہے۔ یہاں تک کہ جنت میں داخلے کے تمام امور سر انجام دیتا ہے۔

یہ مہینہ ابھی ختم ہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایک انعام اور عظیم خوشی والے دن سے نوازتا ہے۔ اس دن تمام مسلمان یکجا ہوتے ہیں۔ نفرت اور حسد کو دور کرتے ہوئے ایک دوسرے سے سلام اور معانقہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بچے اس دن کی آمد کا شدت سے انتظار کرتے ہیں' ان امیدوں اور خواہشوں کے ساتھ کہ ہم نئے کپڑے پہنیں اور گھر والوں سے عیدی وصول کریں گے' اس دن کو دین اسلام نے عید الفطر کا نام دیا ہے جو کہ 14 سو سال سے چلا آ رہا ہے۔ یہ دن ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ عید کا معنی ہے لوٹ کر آنے والا اور جب بھی ہماری زندگی میں یہ دن آتا ہے تو لاکھوں خوشیاں لاتا ہے۔ لیکن اس دن کی خوشیاں سمیٹنے اور حاصل کرنے کا مزہ تب ہی آتا ہے جب ہم غریبوں' مسکینوں اور پڑوسیوں کو اپنے ساتھ ملا کر یہ دن منائیں۔ ہم اپنے لئے تو ایک سو ایک شوق رکھتے ہیں لیکن کبھی اپنے سے کم تر کا خیال نہیں رکھتے' کبھی پڑوسی سے دریافت نہیں کیا کہ آپ نے کپڑے بنائے؟ کیا آپ کے بچوں نے جوتیاں لیں؟ اگر ان لوگوں کے پاس یہ اشیاء نہیں تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ ان کی مدد کریں اور ان کو اپنی خوشیوں میں شامل کریں۔

عید کی رات اور دن کی فضیلت:

یاد رہے! یہ دن صرف خوشیاں حاصل کرنے اور نئے کپڑے پہننے سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ اس دن کی نبی ﷺ نے خاص فضیلت بیان فرمائی ہے۔ الترغیب والترہیب میں ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں اور ایک مقام پر سنن ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے عید کی رات ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس شخص کا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن سب لوگوں کے دل مردہ ہوں گے۔ یعنی جس طرح رمضان المبارک کی راتوں میں عبادت کرنے کا ثواب ہے' اسی طرح اس رات میں بھی عبادت کرنے کا اجر ہے۔ لیکن افسوس ہے ہمارے نام نہاد مسلمانوں پر کہ رمضان بھر روزے رکھتے' تراویح پڑھتے' زکاۃ وصدقات دیتے رہے اور جب عید کا چاند نظر آیا تو فلمیں دیکھنے ٹولیوں اور گروہوں کی صورت میں نکل پڑتے ہیں۔ ہائے یہ بدنصیب لوگ! جو اس بابرکت دن اپنے دوستوں کے ساتھ بری محفلیں منعقد کرتے ہیں' ان محفلوں میں کیا کیا برائیاں ہوتی ہیں' وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں......!!

یہ ایک ایسا دن ہے جس میں فرشتے آسمان پر گشت کرتے ہیں اور ان کا خالق ان سے سوال کرتا ہے بتاؤ بھلا! اگر کوئی مزدور مزدوری کرے تو اس سے کیا معاملہ برتا جائے؟ تو فرشتے جواباً کہتے ہیں' اے ہمارے رب! اسے اس کی مزدوری ملنی چاہئے' تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں' اے فرشتو! گواہ بن جاؤ کہ میں نے اپنے بندوں کو بخش دیا ہے۔ (بیہقی 8615)

وضاحت: اس حدیث میں بھی اس دن کی فضیلت بیان کی گئی ہے' یعنی اس دن پورے رمضان کے روزوں اور ان میں عبادت کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے' لیکن جو شخص اپنی زندگی میں ماہ رمضان کو پاتا ہے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا' روزے نہیں رکھتا' استغفار کو لازم نہیں پکڑتا' اور دیگر امور جو کہ اس ماہ سے تعلق رکھتے ہیں' نہیں اپناتا تو اس کا معاملہ پہلے شخص کے برعکس ہوگا اور اس کے لئے وعید اور ہلاکت کی خوشخبری ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے منبر پر چڑھتے ہوئے آمین کہا جب جبرائیل نے کہا کہ وہ شخص ہلاک ہو جس کے نے رمضان اپنی زندگی میں پایا اور وہ اپنے گناہ نہ بخشوا سکا۔ (معجم الکبیر للطبرانی:1990)

عید الفطر کے دن کا روزہ:

یہ مبارک دن جو کہ مسلمانوں کے لئے خوشی اور مسرت کا باعث ہے' اس میں روزہ رکھنا منع ہے۔ صحیح بخاری ومسلم کی روایت میں ہے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے تمہیں عیدین کے دنوں کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا سنت کو اپناتے ہوئے اس دن روزہ نہ رکھنا باعث اجر ہے۔

عید کی تیاری اور خوشبو کا استعمال:

عید کے دن صاف ستھرا ہونا' نئے کپڑے اور اجلے لباس کا پہننا سنت نبویؐ ہے۔ احادیث کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کے دن خوبصورت اور خاص لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ (بخاری 918)

اور اس دن صفائی کے ساتھ ساتھ خوشبو استعمال کرنا بھی سنت ہے جس کا تذکرہ احادیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ عید کے دن عمدہ

خوشبو استعمال کریں۔ (تلخیص 81/2)

تکبیرات کہنا:

عید کے دن تکبیرات کا عمل اپنانا عید کا حصہ ہے جنہیں لازمی طور پر کہنا چاہئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (البقرہ:185)

اور تم ایک ماہ کی گنتی پوری کرو اور پھر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ جو اس نے تمہیں یہ ہدایت دی ہے تا کہ تم شکر گزار بنو۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح ابن خزیمہ میں روایت ہے کہ نبی ﷺ جب عیدین کے دنوں میں باہر نکلتے تو بلند آواز سے تکبیر و تہلیل پڑھتے ہوئے نکلتے۔

ثقہ تابعی امام نافع سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ مسجد سے صبح سویرے ہی عیدگاہ کی طرف نکل جاتے اور عیدگاہ میں پہنچنے تک بلند آواز میں تکبیرات کہتے رہتے۔ (سنن الدار قطنی :44/2)

تکبیرات کے الفاظ:

اس بابت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف الفاظ مروی ہیں سنن کبریٰ بیہقی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔

اللّٰہُ أَكْبَرُ اللّٰہُ أَكْبَرُ اللّٰہُ أَكْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ اللّٰہُ أَكْبَرُ وَأَجَلُّ اللّٰہُ أَكْبَرُ عَلَى مَا هَدَانَا

اور طبرانی میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

اللّٰہُ أَكْبَرُ اللّٰہُ أَكْبَرُ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ أَكْبَرُ اللّٰہُ أَكْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ (356/9)

نیز ان کے علاوہ بھی الفاظ مروی ہیں جن کے ذکر کی ضرورت نہیں عام طور پر اور اکثر صحابہ و تابعین کا عمل اسی دوسری روایت پر ہے۔

نماز عید کا وقت:

نماز عید کا وقت سورج طلوع ہو کر ذرا بلند ہونے پر ہے۔ ویسے بہتر یہ ہے کہ عید کی نماز جلدی ادا کر لی جائے۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ صحابی رسول عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ عید کی نماز کے لئے نکلے تو امام نے آنے میں دیر کی تو آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا' دور نبوی میں ہم اس وقت نماز سے فارغ ہو جایا کرتے تھے۔ اور وہ نماز ضحیٰ کا وقت تھا۔

گھر سے کھا کر نکلنا:

عید الفطر کے دن گھر سے کچھ کھا کر نکلنا چاہئے جیسا کہ نبی ﷺ کا معمول تھا' صحیح بخاری میں ہے کہ نبی ﷺ عید الفطر کے دن طاق کھجوریں کھا کر نکلا کرتے تھے۔

عیدگاہ جانے کے آداب

یاد رہے! عام طور پر عیدگاہ کی طرف جانے کے وہی آداب ہیں جو نماز کے لئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ عیدگاہ کو آتے جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیریں کہی جائیں اور واپسی پر راستہ تبدیل کر لیا جائے۔ (بخاری:986)

عیدگاہ میں نوافل' اذان اور اقامت کا حکم

عید کی نماز کے لئے نہ اقامت ہے اور نہ ہی اذان' حدیث میں صراحتاً یہ ذکر موجود ہے کہ نبی ﷺ نے بغیر اذان و اقامت کے عید کی نماز شروع کی۔ (مسلم 885/4)

نوٹ: عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں کوئی نفل پڑھنا جائز نہیں کیونکہ نبی ﷺ کا عمل حدیث میں یہ موجود ہے کہ آپ ﷺ ایک مرتبہ عید الفطر کے دن عیدگاہ آئے اور صرف دو رکعتیں نماز ادا کی۔ نہ اس سے قبل کچھ پڑھا اور نہ بعد میں۔ (بخاری 989)

نماز عید کا طریقہ:

اولاً یہ جاننا ضروری ہے کہ عید کی نماز صرف دو رکعات ہیں اور ان کی ادائیگی کا طریقہ بھی احادیث میں بصراحت موجود ہے۔ عید کی نماز میں رکوع و سجود بعینہ اسی طرح کئے جاتے ہیں جس طرح عام نمازوں میں کئے جاتے ہیں لیکن فرق اس میں اور عام نماز میں یہ ہے کہ پہلی رکعت میں دعائے استفتاح کے بعد سات زائد تکبیرات ٹھہر ٹھہر کر کہیں اور پھر دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سے قبل پانچ تکبیریں کہیں اور پھر قراءت کریں۔ (ترمذی 536' ابوداؤد 1151)

نوٹ: یاد رہے! ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنا ہے۔ (ابوداؤد:722)

احناف کے نزدیک کل چھ تکبیریں ہیں تین پہلی رکعت میں اور تین دوسری رکعت میں' لیکن اس کی دلیل میں جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ ضعیف ہے۔ ملاحظہ ہو' (معالم السنن : 252/1)

عید کا خطبہ:

نماز عیدین میں ایک ہی خطبہ سنت سے ثابت ہے۔ یہ نماز کے بعد کھڑے ہو کر دیا جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ نبی عید کا خطبہ دینے کیلئے منبر عیدگاہ نہیں لے جاتے تھے بلکہ بغیر منبر کے اور کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ (بخاری 956)

ایک اور روایت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ عیدگاہ کی طرف جاتے اور سب سے پہلے نماز پڑھاتے۔ پھر لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر انہیں وعظ کرتے جبکہ لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے۔ (بخاری 956' مسلم 889)

خواتین کی شرکت:

خواتین کا عیدگاہ میں جا کر مسلمانوں کے ساتھ شریک ہونا ضروری ہے اگرچہ وہ ایام مخصوصہ یعنی حیض یا نفاس کے دن ہی کیوں نہ گزار رہی ہوں' وہ عیدگاہ آئیں اور نماز سے علیحدہ رہیں لیکن تکبیرات کہیں' دعا میں شریک ہوں۔

سنن ابن ماجہ میں روایت ہے۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخْرِجُ بَنَاتَهُ وَنِسَاءَهُ فِي الْعِيدَيْنِ

کہ نبی ﷺ اپنی لڑکیوں اور بیویوں کو عیدگاہ لے جاتے تھے۔

نیز مجمع الزوائد میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب عورتوں کو عیدگاہ جانا لازمی (ضروری ہے) ہے۔ (205/2)

صدقہ فطر کی ادائیگی:

یہ بات یاد رہے کہ صدقہ فطر ادا کر کے عیدگاہ جایا جائے حتیٰ کہ جو بچہ چاند رات کو پیدا ہوا

ہو اُس کی طرف سے بھی عید گاہ کی طرف جانے سے قبل ادا کیا جائے گا۔

اس کا نصاب ایک صاع یعنی اڑھائی کلو جنس ہے جو ہمارے کھانے میں عام طور پر استعمال ہوتی ہو مثلاً گندم، چاول، کھجور وغیرہ۔ صدقۃ فطر کا مصرف مساکین، یتیم اور ابن السبیل (مسافر) وغیرہ ہیں۔ علماء سلف کے نزدیک مجاہدین بھی مساکین میں شامل ہیں۔ ان کو صدقہ دینے سے دوہرا فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ ایک تو مساکین ہیں، دوسرے یہ اسلام کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ صدقہ فطر کی تفصیل گزشتہ شمارہ میں آ چکی ہے۔

شوال کے روزے

جس طرح ہر پھول کی اپنی خوشبو ہوتی ہے، بعینہٖ ہر اچھے عمل کا اپنا ہی اجر ہے۔ اسی لئے روزوں کی بھی کئی اقسام ہیں۔ ماہ رمضان کے روزے تو ہر مسلمان پر فرض ہیں، لیکن ان کے علاوہ بھی مخصوص ایام کے روزے ہیں جنہیں نفلی روزے کہتے ہیں۔

نفلی عبادات انسان کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اور لوگوں کے اعمال نامے پیش ہوں گے، ہر ایک کے اعمال کو تولا اور ناپا جائے گا، تو اس دوران ایک شخص کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور وہ مارا مارا پھرے گا، پریشانی کی حالت میں ادھر ادھر چکر لگاتا ہوگا، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے فرشتو! میرے بندے کی نفلی عبادت کی طرف دیکھو، فرشتے اس کے اعمال نامے کھولیں گے تو دیکھیں گے کہ وہاں اس کی نفلی عبادات بھی درج ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ میرے بندے کی یہ (نفلی) عبادات بھی ملا دو۔ یہ وہ عبادت ہوگی جو اس نے دنیا میں فرض کے علاوہ کی ہوگی۔ اور بالآخر یہ نفلی عبادات اس بندے کے چھٹکارے کا ذریعہ بنے گی اور جس نے زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ خیرات کیا ہوگا، اس سے جو اس کی زکوٰۃ میں کمی بیشی ہوگی، پوری کی جائے گی۔ اور جس نے فرضی روزوں کے سوا نفلی روزے رکھے ہوں گے تو اس سے جو اس نے فرض میں کوتاہی کی ہوگی، دور کی جائے گی اور یہ نفلی روزے اس کی نجات کے پانے کا ذریعہ بنیں گے۔

اسلام ایک ضابطۂ حیات اور کامل دین ہے جس نے انسان کے لئے ہر موڑ پر راہنمائی کرتے ہوئے نیک اعمال کا ذکر کیا ہے، حتیٰ کہ ہر مہینے کی فضیلت، اس کے احکام اور اس میں کی جانے والی عبادت بھی بیان کر دی ہے۔ مثلاً محرم الحرام کی 9 اور 10 تاریخ کا روزہ، ذی الحجہ کے پہلے دس ایام کا روزہ اور ان میں کئے جانے والے نیک اعمال کا ذکر وغیرہ وغیرہ، اسی طرح جب اللہ کی نعمتوں سے مالا مال ایک مہینہ رمضان المبارک کی صورت میں ملا تو اس کے فوراً بعد ہمیں عید الفطر کی صورت میں ایک اور انعام اور خوشی ملی اور جب عید بھی گزر گئی تو اللہ کے نیک بندے پریشان ہونے لگے کہ اب ہم رب تعالیٰ کی نعمتیں کس طرح حاصل کریں گے؟ تو اسی دوران رسول اللہ ﷺ کی لسان اقدس سے ایک اور خوبصورت تحفہ شوال کے روزوں کی صورت میں ملا جو کہ عید الفطر کے دوسرے دن سے شروع ہو جاتا ہے۔

ان روزوں کی کل تعداد چھ (6) ہے جو کہ عید کے دوسرے دن سے لے کر شوال کے

☆ عید کے دن رب العالمین فرشتوں کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہے کہ فرشتو تم گواہ رہو، میں نے تمام روزہ داروں کو بخش دیا

آخری دن تک رکھے جا سکتے ہیں، اگر لگاتار رکھنا پسند کریں تب بھی جائز اور اگر وقفے وقفے سے رکھنا چاہیں تب بھی کوئی حرج نہیں، یہ نفلی روزے ہیں۔ جو کہ اسی شوال کے مہینے میں پورے کرنے لازم ہیں، ان روزوں کی فضیلت اور اہمیت احادیث میں بہت زیادہ بیان ہوئی ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ

"جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے، اس کے بعد شوال کے چھ (نفلی) روزے رکھے تو یہ پورے زمانے (سال) کے روزے رکھنے کی مانند ہے۔" اس حدیث کی شرح میں الشیخ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

(الحسنة بعشر امثالها) "ایک نیکی کا اجر کم از کم دس گنا ہے۔ کے مطابق ایک مہینے رمضان کے روزے دس مہینوں کے برابر ہیں اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھ لئے جائیں جنہیں شش عیدی روزے کہا جاتا ہے تو یہ دو مہینوں کے برابر ہو گئے، یوں گویا پورے سال کے روزوں کے اجر کا مستحق ہو گیا، دوسرے لفظوں میں اس نے پورے سال کے روزے رکھے اور جس کا یہ مستقل معمول ہو جائے تو وہ ایسے ہے جیسے اس نے پوری زندگی روزے رکھے اور وہ عند اللہ ہمیشہ روزہ رکھنے والا شمار ہوگا، اس اعتبار سے یہ شش عیدی روزے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ گو ان کی حیثیت نفلی روزوں کی ہے۔

نیز جامع ترمذی میں اس حدیث کے تحت حسن بصریؒ کے حوالے سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب آپ کے سامنے ان روزوں کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس مہینے کے روزوں سے راضی ہو گیا۔

نوٹ: اگر کسی کے رمضان المبارک کے روزے رہ جائیں، کسی عذر یعنی بیماری، یا سفر کی وجہ سے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے وہ فرضی روزوں کی قضا دے اور پھر بعد میں یہ نفلی روزے رکھے۔ (اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے) آمین

جامع مسجد القادسیہ میں رمضان کی ایمان افروز رونقیں

مسجد میں 3500 سے زائد مرد و عورتیں معتکف

پروفیسر حافظ محمد سعید ﷾، حافظ عبد السلام بن محمد ﷾، حافظ عبد الغفار المدنی ﷾ اور دیگر علماء کے دروس و تفسیر نے ماحول کو تربیت گاہ میں بدل دیا

رمضان کے ایام میں جامع مسجد القادسیہ میں تراویح، تفسیر اور اعتکاف کے لیے ہزاروں افراد کی شرکت نے مسجد کو ملک کی ایک بڑی تربیت گاہ میں بدل دیا۔ پہلے دن ہی تراویح کے لیے مسجد کا ہال، باہر صحن تک بھر گیا جبکہ خطبات جمعہ میں بیسمنٹ اور گیلری وغیرہ بھی بھر گئیں۔ جہاں ان میں 10 ہزار نمازی بیک وقت شریک ہوتے۔ حافظ عبد السلام بن محمد ﷾، امیر جماعۃ الدعوۃ پروفیسر حافظ محمد سعید ﷾ اور حافظ عبد الغفار المدنی ﷾ کی تفسیر قرآن بھی ہزاروں لوگ رات گئے بڑے انہماک سے سنتے رہے۔ اعتکاف کے لیے 3500 سے زائد مرد و عورتیں مسجد میں معتکف ہوئے۔ یہ تعداد گزشتہ سال سے بھی زیادہ ہے۔ معتکفین کے لیے مختلف جید علماء کے دروس سے ایک زبردست ایمانی و تربیتی ماحول بن گیا۔ تفصیلات آئندہ شمارے میں دی جائیں گی۔ ان شاء اللہ

قیام پاکستان کی پہلی عید مبارک اور ہماری آج کی عیدیں

ابو رضوان جاوید' بدھلہ سنت ملتان

آج پھر عید سعید آئی اور ہم سب کہہ رہے ہیں: تمام اہل اسلام اور اہل پاکستان کو''عید مبارک'' قبول ہو۔

یوں قیام پاکستان کی پہلی عید پر بھی ''عید مبارک'' کہا گیا لیکن وہ کس نے کس کو کہا: ماؤں نے اپنے شہید بیٹوں کو' بہنوں نے اپنے شہید بھائیوں کو' بیویوں نے اپنے شہید خاوندوں کو' دادیوں نے اپنے شہید پوتوں کو' نانیوں نے اپنے شہید نواسوں کو' خالاؤں اور پھوپھیوں نے تڑپتی اور چیختی ہوئی اپنی شہید بھانجیوں' بھانجوں اور بھتیجوں کو' روتی اور چیختی چلاتی بیٹیوں نے اپنے والدین کو۔

ہماری عید کی خوشیاں چھیننے والے بھلا کون تھے' وہ یقیناً ہندو اور سکھ تھے۔ جنہوں نے روز عید' عید کے تحفے میں لاشیں دیں' مسلمان خواتین کی عزتیں برباد کیں' سب کچھ چھین لیا' جن بھارتیوں سے ہم پیار ومحبت کی پینگیں بڑھاتے اور ''امن کی آشا'' رچاتے ہیں اور انہیں اپنا ہمدرد سمجھتے نہیں تھکتے' کیا یہ ظالم مسلمانوں کے ازلی دشمن نہیں ہیں۔ ان کو ان کے سیاہ کرتوتوں کی سزا بھلا کون دے گا؟ مسلمان نوجوانو! یہ تم ہی دو گے۔

مغربی پنجاب کا ایک ہندو ڈپٹی کمشنر سکھانند گوجرانوالہ کے مسلمانوں کے بدلے ہوئے تیور بھانپ کر جالندھر تبدیل ہو کر آ گیا۔ باؤنڈری کمیشن کے اعلان تک وہ جالندھر کے مسلمانوں کو اِکا دکا قتل کراتا رہا لیکن 18 اگست 1947ء کے روز عیدالفطر تھی۔ اس روز خوف وخطر کی فضاؤں میں جالندھر کے مسلمان جو کہ ہزاروں کی تعداد میں عید کی نماز ادا کرنے کے لیے عید گاہ میں جمع تھے' ابھی پہلی رکعت میں سجدہ ریز ہوئے ہی تھے کہ ہندوؤں سکھوں نے تلواروں' گنڈاسوں' برچھیوں اور بندوقوں سے مسلح ہو کر ان پر حملہ کر دیا اور آنِ واحد میں سینکڑوں مسلمانوں

> ☆...... جالندھر کی عید گاہ میں مسلمانوں کے قتل عام کے بعد مسلم خواتین کو برہنہ کر کے لاشوں کو عید مبارک کہہ کر ان کے گرد رقص پر مجبور کیا گیا۔

کے سر تن سے جدا کر دیے۔ جو اس وحشیانہ حملے سے جان بچا کر عید گاہ سے باہر بھاگے' انہیں بھالوں کی نوک پر دھر لیا۔ اس طرح جالندھر کی عید گاہ لاشوں سے پٹ گئی۔ اس کے بعد سکھانند ڈپٹی کمشنر کی سربراہی میں فرقہ پرست ہندو سکھ طے شدہ پروگرام کے مطابق جالندھر کے آسودہ حال اور ذی اثر مسلمانوں کے گھروں سے زبردستی پردہ نشین عورتوں کو گھیر گھیر کر عید گاہ تک لائے۔ یہاں ان کے برقعے اور ان کی چادریں ہی سروں سے نہ اتاری گئیں بلکہ ان کے لباس تک اتار کر انہیں ننگا کر دیا گیا اور ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے مُردوں کو''عید کی مبارک باد'' کہیں اور قیام پاکستان کی خوشی میں ان کی لاشوں کے آس پاس رقص کریں۔

> ☆...... ہماری نئی نسل نے ہندو کے ہونٹوں کی مسکراہٹ دیکھی ہے' اس کے دل میں چھپے ہوئے زہر کو نہیں دیکھا۔

دنیا بھر کے زندہ اور غیرت مند مسلم نوجوانو! بھلا تم نے بھی ایسے کسی کو عید''مبارک'' کہی ہے بلکہ تم تو زندہ مسلمانوں کو عید''مبارک'' دیتے ہو۔ اب چاہیے تو یہ کہ جب عید آئے تو مسلمان بھی اس روز اسلام کے ان ازلی دشمنوں کی گردنیں اڑا کر اور ان کے بازو اور ان کی ٹانگیں کاٹ کر ان سے کہیں کہ اب 1947ء کی''عید مبارک'' تم بھی قبول کرو کیونکہ اس کا جواب ہم نے تم کو 63 سال بعد دیا ہے۔

عید پر یہ سنگدلانہ کارروائی ایسی تھی کہ جس کی انسانی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ شوہروں' بھائیوں' بیٹوں' بھانجوں' بھتیجوں' باپوں' دادوں اور نانوں کی لاشوں پر ان کو رونے بھی نہ دیا گیا تھا۔ برہنہ حالت میں حیا کی ماری عورتیں جب سکڑتے سمٹتے اور ایک دوسری سے لپٹنے لگتیں تو ان کو بھالوں کی نوک چبھو چبھو کر نہ صرف ایک دوسرے سے الگ کیا جاتا بلکہ چرکے اور کچوکے اس طرح دیے جاتے کہ وہ بے چاری تڑپنے لگتیں اور قاتل قہقہے لگاتے۔ ذرا عید کی خوشیاں منانے والو! قیام پاکستان کی عید جسے کفار کے علمبرداروں نے صف ماتم میں تبدیل کر دیا تھا' مسکراہٹوں اور خوشیوں کی بجائے آہوں' آنسوؤں' چیخوں اور غموں میں تبدیل کر دیا تھا' اب ان کا بھی روزِ عید صرف ایک علاج ہے''الجہاد الجہاد۔''

پاکستانی مسلمانوں کے لیے''عید کا تحفہ'':

دشمنانِ پاکستان کی درندگی اور سنگدلی کی چھوٹی سی جھلک۔

80 ہزار سے زائد مسلمان دوشیزاؤں کو اغوا کر کے اور لاکھوں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کے باوجود ان کے غیظ وغضب کی آگ ٹھنڈی نہیں ہو رہی تھی اور وہ مسلمانوں کو کلمہ گوئی

اور علیحدہ وطن کا مطالبہ کرنے کے جرم کی پاداش میں اذیتیں دینے کے نت نئے ستم ایجاد کر رہے تھے۔ انہوں نے عید کے موقعہ پر ہندوستان سے لاہور آنے والی مال گاڑی کے ڈبے میں مسلمان عورتوں کی کٹی ہوئی چھاتیاں' معصوم بچوں کی گردنیں اور کٹے ہوئے ہاتھ عید کے تحفے کے طور پر اسلامیان پاکستان کو ارسال کیے۔ جب وہ ڈبہ لاہور کے ریلوے سٹیشن پر پہنچا تو اس پر پاکستانی مسلمانوں کے لیے ''عید کا تحفہ'' کے اشتعال انگیز الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

> ☆......مال گاڑی کے جس ڈبے میں عورتوں کی کٹی چھاتیاں' بچوں کے ہاتھ اور سر تھے' اس پر ہندوؤں کی طرف سے ''عید کا تحفہ'' کے شر انگیز الفاظ لکھے تھے۔

بھارت کے ہندوؤں اور سکھوں نے مسلمانوں کے ساتھ جو انسانیت سوز سلوک کیا' وہ کسی عارضی گمراہی اور ہنگامی جنون کا نتیجہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ ان کی سرشت اور ذہنیت کا ایک بھیانک مظاہرہ تھا۔ اس سرشت اور ذہنیت کا جس کا دسمبر 1971ء میں سقوط مشرقی پاکستان کے موقعہ پر نہرو کی بیٹی اندرا گاندھی نے ان الفاظ میں اظہار کیا تھا:

''ہم نے مسلمانوں سے ایک ہزار سالہ تاریخ کا بدلہ لے لیا ہے۔''

اسلامیان پاکستان سے ایک ہزار سالہ تاریخ کا بدلہ لینے والی اندرا گاندھی بھارت کی وزارت عظمیٰ کے منصب پر دوبارہ فائز ہو چکی تھی۔ مسلمانوں کے ساتھ ان کا معاندانہ سلوک سربستہ راز نہیں ہے اور نہ ہی ان کے خاندان کی مسلم دشمنی کسی تعارف کی محتاج ہے۔ افسوس ہے تو اس بات کا کہ ہماری نئی نسل نے ہندو کے ہونٹوں کی مسکراہٹ دیکھی ہے' اس کے دل میں چھپے ہوئے زہر کو نہیں دیکھا۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہمیں محمد علی جناح جیسے بے لوث لیڈر کی بصیرت افروز قیادت مل گئی تھی اور ہم ہندوؤں کے بچھائے ہوئے دام ہمرنگ زمیں میں گرفتار ہونے سے بچ گئے۔ ورنہ ہمارا حال بھی بھارت کے ان سکھوں جیسا ہوتا تھا جو ہندوؤں کی مصنوعی دوستی اور چکنی چپڑی باتوں پر اعتماد کر کے اپنے گلے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہندو کی غلامی کا طوق پہن چکے ہیں اور ان کی نئی نسل غلامی کی ان زنجیروں کو توڑنے اور سکھ سٹیٹ کے قیام کی جدوجہد میں مصروف ہے۔

کاش! سکھ قوم 1947ء میں ہندوؤں کی شاطرانہ چالوں اور ماسٹر تارا سنگھ جیسے ناعاقبت اندیش لیڈروں کی باتوں میں نہ آتی تو 1980ء میں سکھ یاتریوں کے لیڈر سردار بلدیو سنگھ کو یہ کہنے کی ضرورت نہ پڑتی کہ مسلمانوں کو ان کی قربانیوں کے عوض پاکستان اور ہندوؤں کو بھارت کی شکل میں آزادی ملی لیکن سکھوں کو کیا ملا؟

سردار بلدیو سنگھ کے اس معنی خیز سوال کے متعدد جواب حافظے کی سطح پر ابھر آئے ہیں لیکن ایک مختصر سا جواب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بھارت کے سکھوں کو مکافاتِ عمل کے طور پر وہی کچھ ملا ہے جو ان کے لیڈروں نے تقسیم ہندوستان سے قبل اپنے ہندو آقاؤں کی سرپرستی میں بویا تھا۔

ایسے دلخراش اور ناقابل فراموش حالات اور واقعات کا گاہے گاہے تذکرہ بہت ضروری ہے جو قیام پاکستان کے مقاصد کو اجاگر کریں۔ ہمارے ازلی دشمنوں کے عزائم سے ہمیں باخبر کریں اور نئی نسل کو آزادی کی صحیح قدر و قیمت کا احساس دلائیں تاکہ نئی پود اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کے مکروہ چہروں کو ان کے اصلی روپ میں دیکھ سکے اور بجائے اس کے کہ ان دشمنوں کو آموں کے تحفے بھیجے جائیں' پھولوں کے ہار پہنائیں' انہیں جہادی جواب دیا جائے اور یہ سب اس لیے تاکہ ہمیں قیام پاکستان کی وہ پہلی عید کی ''عید مبارک'' یاد رہے۔

(استفادہ از: جب ''امرتسر جل رہا تھا'' از خواجہ افتخار امرتسری)

بقیہ: کشمیر کے بیٹے

روپ بدل کر علاقہ میں مخبری کے لیے آیا تو ابوموسیٰ نے نہایت مہارت سے اس کو زندہ گرفتار کر کے اس کا انٹیروگیشن کیا۔ ایک عدد موبائل اور ضروری کاغذات چھین کر اس آفیسر کو قتل کر کے بھارتی فوج کو زبردست جواب دیا۔

5 ستمبر 2008ء کو بانہال تریگام جنگل میں مجاہدین کی موجودگی پر ملٹری نے جنگل آپریشن لانچ کیا تو ابوموسیٰ بھائی نے اپنے جانباز ساتھیوں کے ہمراہ ایک پہاڑی ٹریک پر ایمبش لگا کر دو بھارتی فوجی ہلاک اور 3 زخمی کر دیئے۔

12 جولائی 2009ء یوم شہداء کے موقع پر ابوموسیٰ نے تریگام کے علاقہ ترنا ملٹری کیمپ پر حملہ کر کے 3 بھارتی فوجی واصل جہنم کیے۔

31 دسمبر 2010ء کو ضلع ادھم پور تحصیل گول کے علاقہ بھمداسہ میں ملٹری سے وابستہ 2 ''ٹی اے'' والوں کو رنگے ہاتھوں دبوچ کر قتل کر دیا۔

یوں عرصہ دس سال بانہال اور اس کے گردونواح میں علم جہاد کا پھریرا لہراتے ہوئے یہ انتھک مجاہد 25 اپریل 2011ء کو اپنے آبائی علاقہ کھڑی ناچلانہ میں بھارتی فوج کی 23 راشٹریہ اور پولیس کے ساتھ ایک خونریز معرکہ میں جام شہادت نوش کر گئے۔ بھارتی فوج نے انہیں لشکر طیبہ کا سرگرم اور خطرناک کمانڈر قرار دیا جو کہ پچھلے دس سالوں سے بھارتی فوج کے لیے سرگرم عمل تھا اور فوج کو انتہائی مطلوب تھا۔

بھارتی فوج کے مطابق ابوموسیٰ کئی مرتبہ جھڑپوں میں ہندی سینا کو چکمہ دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہوتا رہا اور یہ کمانڈر فقط 13 سال کی عمر میں 2001ء میں جنگجو بنا تھا۔ اس عظیم کمانڈر کا یہ آخری معرکہ بھی رات بھر جاری رہا۔ جس میں ابتدائی اطلاعات کے مطابق 15 بھارتی فوجی واصل جہنم ہوئے۔ صبح دونوں شہداء کی میتوں کو رام سو ہسپتال لایا گیا۔ جب اس 23 سالہ کمانڈر ابوموسیٰ محمد ایاز کی میت ان کے آبائی علاقہ شنگن گاؤں کی طرف لے جائی جا رہی تھی تو کھڑی اور ناچلانہ میں موجود سینکڑوں لوگوں نے جلوس کی شکل میں کندھا دیا۔ یہاں تک کہ شہید کی والدہ محترمہ نے بھی اپنے جری بیٹے کی میت کو خولہؓ اور خنساءؓ ایسے جگرے کے ساتھ دیکھا۔ لوگوں نے اس ایمانی کیفیت کو دیکھتے ہوئے لشکر طیبہ' آزادی اور اسلام کے حق میں خوب جذباتی ہو کر نعرے لگائے۔

اس موقع پر شہید ابوموسیٰ محمد ایاز کے والدین نے تاریخی کلمات کہہ کر تاریخ اسلام کی زریں روایات کو جلا بخشی۔ انہوں نے ہزاروں کے مجمع کے سامنے اور دندناتی ہوئی بھارتی فورسز کی علاقے میں موجودگی کے باوجود بانگ دہل اعلان کیا کہ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ابوموسیٰ محمد ایاز نے اسلام کے لیے اپنی جوانی کو قربان کیا ہے اور ہمارے جواں سال بیٹے کا سر برسر میدان کٹ تو گیا ہے مگر کفارِ ہند کے سامنے جھکا تو نہیں۔

اے امت محمدﷺ ادرک ہو کہ اب 14 سو سال گزرنے کے باوجود ہمارے مابین ایسے ایمان و یقین کے حامل مجاہد موجود ہیں کہ جن کے اذہان و قلوب میں استقامتِ بلالی اور انصارِ مدینہ کا جذبہ ایثاری زندہ و پائندہ ہے۔ ابوموسیٰ محمد ایاز شہید نے شہادت سے چند لحات قبل اپنے ایک قریبی خونی رشتہ دار کو فون کیا اور کہا کہ میرا کشمیری ساتھی ابوذوالقرنین محمد فاروق شہید ہو چکا ہے۔ میں اکیلا لڑ رہا ہوں۔ میری شہادت پر صبر کرنا اور اہل پاکستان کو کہنا کہ ابوموسیٰ تمہارے لیے سلامتی کا دعا گو ہے۔ سلام اے اہل پاکستان......

مقام فکر ہے اے اہل پاکستان کہ کشمیری تو اپنے خون کے آخری قطرہ پر پاکستان کی سلامتی کے لیے بے قرار ہیں اور اپنی شہ رگ پنجۂ ہنود میں ہونے کے باوجود ہمارے وجود پھڑ پھڑاہٹ اور قلوب لرزہ سے عاری کیوں ہیں؟......؟

☆......کیا پوری دنیا میں ایک دن عید ہونی چاہئے؟ ☆......کیا پورے پاکستان کا مطلع ایک نہیں ہے؟ ☆......کیا سعودیہ کے ساتھ عید کرنی چاہئے؟

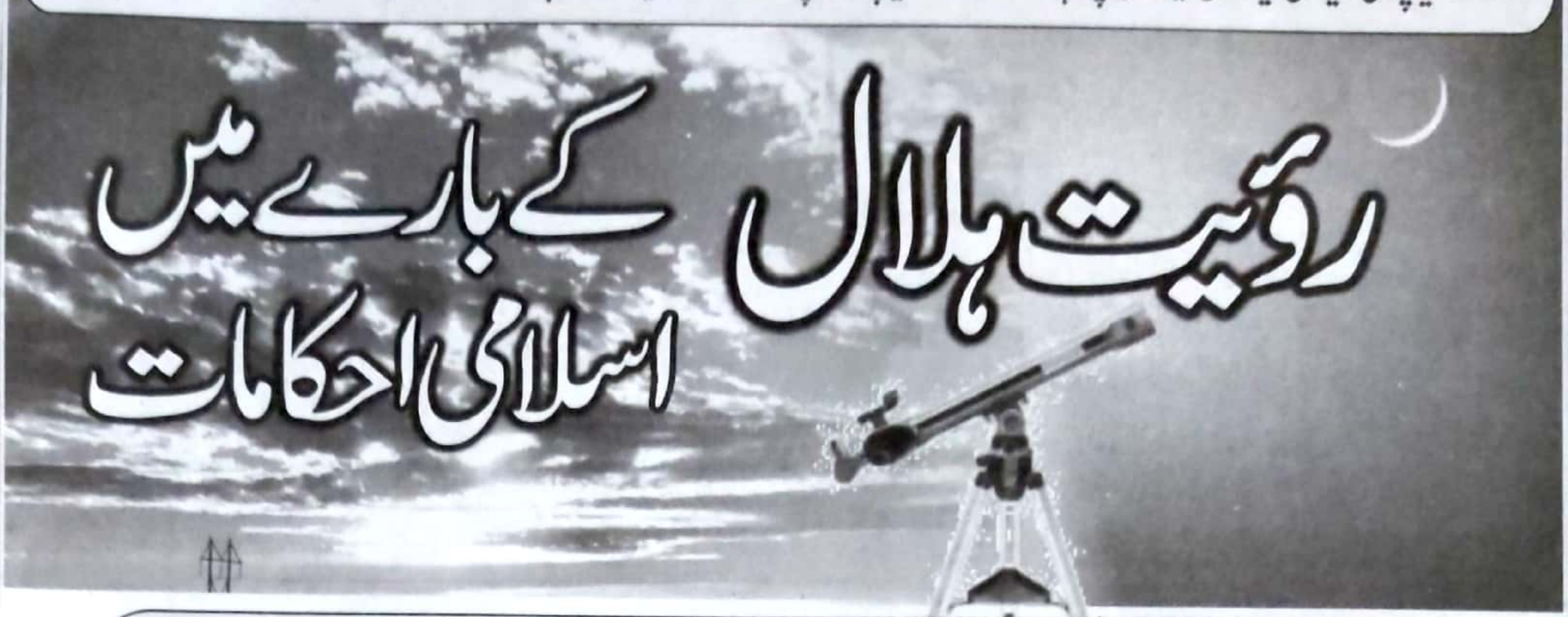

☆ قرب وجوار کے علاقے ایک ساتھ روزہ رکھ سکتے ہیں اور عید کر سکتے ہیں لیکن دور دراز کے علاقوں کی رؤیت الگ ہوگی

☆ ابوالقاسم ﷺ نے شک کا روزہ رکھنے سے منع کیا ہے یعنی اگر 29 شعبان کو مطلع ابر آلود ہو تو احتیاطاً روزہ رکھنا خلاف سنت ہوگا جب تک چاند نظر نہ آئے یا شعبان کے 30 دن مکمل نہ ہوں

☆ حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ وعفاعنہ نے فرمایا' ایک علاقے اور دوسرے علاقے میں غروب آفتاب کا 40 منٹ کا فرق ہو تو مطلع بدل جاتا ہے۔ جب مطلع بدل جائے تو تاریخ بدل جاتی ہے

رویت ہلال کے بارے میں اسلامی احکامات یہ ہیں کہ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہئے اور عید کا چاند دیکھ کر عید کرنی چاہئے۔ اسلامی مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا ہوتا ہے۔ شعبان المعظم کی 29 تاریخ کو اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان المعظم کے 30 دن پورے کر لینے چاہئیں۔ اگر شعبان کی آخری تاریخ اور رمضان المبارک کی یکم تاریخ میں شک ہو تو روزہ نہیں رکھنا چاہئے بلکہ شعبان کے 30 دن مکمل شمار کر کے اس شک کا ازالہ کر لینا چاہئے کیونکہ اسلامی مہینہ کبھی 29 دن سے کم اور تیس دن سے زائد نہیں ہوتا' لہٰذا اسلام نے اس موقعہ پر بڑا بہترین کلیہ واضح کر دیا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا

لَا تَصُومُوا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتّٰى تَرَوْهُ فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوا لَهٗ

چاند دیکھ کر ہی روزے شروع کرو۔ چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھنا موقوف کرو اور اگر مطلع ابر آلود ہو جائے۔ (چاند نظر آنے کا امکان نہ ہو) تو 30 دن شعبان کے مکمل کر لو۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب قول النبی ﷺ اذا رایتم الھلال فصوموا...... حدیث 1909' صحیح مسلم = کتاب الصیام باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الھلال' حدیث نمبر:1081/2514 سنن النسائی = کتاب الصیام باب قبول شھادۃ الرجل الواحد علی ہلال شہر رمضان حدیث (2119-2122)

2۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَمَضَانَ فَقَالَ لَا تَصُومُوا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتّٰى تَرَوْهُ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهٗ

بلاشبہ رسول کریم ﷺ نے رمضان المبارک کا تذکرہ فرمایا تو اس ضمن میں ارشاد فرمایا جب تک چاند نہ دیکھو' روزے رکھنے شروع نہ کیا کرو۔ اسی طرح جب تک چاند نہ دیکھو تو روزے رکھنا موقوف نہ کیا کرو۔ پس اگر بادل چھا جائیں تو 30 کی گنتی مکمل کر لیا کرو۔'' (صحیح البخاری کتاب الصوم باب قول النبی ﷺ اذا رایتم الھلال فصوموا...... حدیث نمبر 1906' صحیح مسلم کتاب الصیام باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الھلال حدیث 1080/2498' سنن النسائی کتاب الصیام باب قبول شھادۃ الرجل الواحد علی ھلال شہر رمضان...... حدیث 2124' سنن ابوداؤد' کتاب الصیام باب الشھر یکون تسعاوعشرین' حدیث 232)

مذکورہ بالا دونوں احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ پہلی ترجیح اور فرصت میں تو چاند خود دیکھنے کا اہتمام ہونا چاہئے۔ سب سے افضل' اعلیٰ' ارفع' اشرف' ارجح اور اقویٰ صورت یہی ہے کہ اہل علاقہ کا ایک جم غفیر چاند کو خود دیکھے' پھر وہ روزے رکھیں اور عیدیں کریں لیکن اگر بوجوہ اہل علاقہ کے زیادہ افراد چاند نہ دیکھ سکیں تو پھر دو یا ایک عادل' قابل اعتماد' مسلمان اور عقیدۂ توحید و رسالت کے اقراری گواہوں کی گواہی سے بھی معاملہ حل ہو سکتا ہے۔ دو افراد یا ایک فرد کی گواہی سے بھی روزے رکھے جا سکتے ہیں

علم و تحقیق

الشیخ اعجاز احمد تنویر

اورعید کی جاسکتی ہے۔

ایک یا دو گواہوں کی گواہی کے دلائل

1۔ مشہور تابعی عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو اس دن خطبہ دیا جس دن کے بارے میں لوگ شک وشبہ میں مبتلا تھے۔ فرمانے لگے! خبردار! میں رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کی مجالس میں بیٹھتا رہا ہوں۔ میں نے ان سے سوال کیا تھا۔ انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان کی تھی کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ وَانْسُكُوا لَهَا فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا ثَلَاثِينَ فَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ فَصُومُوا وَأَفْطِرُوا

چاند دیکھ کر ہی رمضان کے روزے رکھنا شروع کیا کرو اور چاند دیکھ کر ہی رمضان کے روزے رکھنا موقوف کرو (یعنی عیدالفطر کرو) اور اسی (چاند دیکھنے کی بنا پر) قربانی کرو۔ (یعنی عید الاضحیٰ کرو) اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو جائے تو 30 دن مکمل کرو۔ اگر دو گواہ گواہی دیں تو روزہ رکھو اور افطار کرو۔

صحیح سنن النسائی کتاب الصیام باب قبول شھادۃ الرجل الواحد حدیث 1997 مسند احمد 321/4 دارقطنی 167/2)

2۔ ابومالک اشجعی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث (یا واقعہ) حسین بن الحارث الجدلی نے بیان کی ہے (حسین بن حارث کا تعلق قیس کے قبیلہ جدیلہ سے تھا) الغرض مشہور تابعی حسین بن حارث جدلی بیان کرتے ہیں۔

أَنَّ أَمِيرَ مَكَّةَ خَطَبَ ثُمَّ قَالَ عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَنْسُكَ لِلرُّؤْيَةِ فَإِنْ لَمْ نَرَهُ وَشَهِدَ شَاهِدَا عَدْلٍ نَسَكْنَا بِشَهَادَتِهِمَا فَسَأَلْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ الْحَارِثِ مَنْ أَمِيرُ مَكَّةَ قَالَ لَا أَدْرِي ثُمَّ لَقِيَنِي بَعْدُ فَقَالَ هُوَ الْحَارِثُ بْنُ حَاطِبٍ أَخُو مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ ثُمَّ قَالَ الْأَمِيرُ إِنَّ فِيكُمْ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ مِنِّي وَشَهِدَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى رَجُلٍ قَالَ الْحُسَيْنُ فَقُلْتُ لِشَيْخٍ إِلَى جَنْبِي مَنْ هَذَا الَّذِي أَوْمَأَ إِلَيْهِ الْأَمِيرُ قَالَ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَصَدَقَ كَانَ أَعْلَمَ بِاللَّهِ مِنْهُ فَقَالَ بِذَلِكَ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

امیر مکہ نے خطبہ دیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ہم چاند دیکھ کر حج کے ارکان ادا کریں۔ اگر ہم بذات خود چاند نہ دیکھ سکیں اور دو عادل اور قابل اعتماد گواہ گواہی دیں تو ہم ان کی گواہی پر حج ادا کرلیں۔ (ابومالک اشجعی کہتے ہیں) میں نے حسین بن حارث جدلی سے پوچھا کہ امیر مکہ کون تھا؟ تو حسین بن حارث نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ بعد میں جب وہ مجھے دوبارہ ملا تو اس (حسین بن حارث نے مجھے بتایا کہ وہ امیر مکہ سیدنا حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ تھے جو محمد بن حاطب کے بھائی تھے۔ پھر اسی امیر مکہ نے (خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا:) بلاشبہ تم میں آج وہ شخصیت موجود ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے (احکامات وتعلیمات) کے متعلق مجھ سے زیادہ باخبر ہے۔ اس بات کی شہادت اسی نے رسول اللہ ﷺ سے دی ہے۔ اور (ساتھ ہی) اپنے ہاتھ سے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ حسین بن حارث جدلی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا' میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا! یہ آدمی کون ہے؟ جس کے بارے امیر مکہ نے اشارہ کیا ہے' اس پہلو میں بیٹھے ہوئے آدمی نے مجھے بتایا کہ یہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اس امیر مکہ نے سچ کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے (احکامات وتعلیمات) کے متعلق اس (امیر مکہ) سے زیادہ جانتے ہیں۔ تو اس موقعہ پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے (امیر مکہ کی بات کی تائید وتصدیق کرتے ہوئے) فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اسی بات کا حکم دیا تھا۔ (صحیح ابوداؤد= کتاب الصوم باب شھادۃ رجلین علی رؤیۃ ھلال شوال' حدیث 2050' دارقطنی حدیث 2172)

3۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

تَرَاءَى النَّاسُ الْهِلَالَ فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَهُ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ

لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی (لیکن وہ دیکھ نہ سکے) تاہم میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے (میرے اکیلے کی گواہی پر) خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔

(صحیح ابی داؤد= کتاب الصوم: شھادۃ الواحد علی رؤیۃ ہلال رمضان' حدیث 2052' سنن دارمی 4/2' ابن حبان' حدیث 871' مستدرک حاکم 423/1' سنن الکبریٰ للبیہقی: 212/4 التلخیص الحبیر 187/2)

مذکورہ بالا تینوں احادیث صحیحہ وصریحہ سے معلوم ہوا کہ عوام الناس کی رؤیت عامہ نہ ہونے کی صورت میں دو یا ایک عادل' قابل اعتماد اور مسلمان گواہوں کی گواہی بھی کفایت کرسکتی ہے۔ اسلام نے حد زنا کے ثبوت میں چار گواہوں کی گواہی کو لازم قرار دیا ہے۔ مالی معاملات میں دو گواہوں کی گواہی کا نصاب مقرر کیا ہے۔ روزہ' عید' قربانی اور حج جیسی عبادات کی ادائیگی کے لئے خبر واحد کو بھی معتبر سمجھا ہے۔ جس پر کسی قسم کی جرح (تنقید) نہ ہو وہ شخص عادل اور قابل اعتماد ہی ہوتا ہے۔

دور دراز علاقوں کی رؤیت ہلال قابل حجت نہیں

قرآن وحدیث کی رو سے دور دراز کے علاقوں کی رؤیت قابل حجت اور قابل عمل نہیں بلکہ اپنے علاقے یا قرب وجوار کے علاقے کی رؤیت کا اعتبار ہوگا۔ اس بات کی دلیل اہل شام کا واقعہ ہے جس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام جناب کریب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ کریبؒ فرماتے ہیں

أَنَّ أُمَّ الْفَضْلِ بِنْتَ الْحَارِثِ بَعَثَتْهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ بِالشَّامِ قَالَ فَقَدِمْتُ الشَّامَ فَقَضَيْتُ حَاجَتَهَا وَاسْتُهِلَّ عَلَيَّ رَمَضَانُ وَأَنَا بِالشَّامِ فَرَأَيْتُ الْهِلَالَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فِي آخِرِ الشَّهْرِ فَسَأَلَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ثُمَّ ذَكَرَ الْهِلَالَ فَقَالَ مَتَى رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَقُلْتُ رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَنْتَ رَأَيْتَهُ فَقُلْتُ نَعَمْ وَرَآهُ النَّاسُ وَصَامُوا وَصَامَ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ لَكِنَّا رَأَيْنَاهُ لَيْلَةَ السَّبْتِ فَلَا نَزَالُ نَصُومُ حَتَّى نُكْمِلَ ثَلَاثِينَ أَوْ نَرَاهُ فَقُلْتُ أَوَ لَا تَكْتَفِي بِرُؤْيَةِ مُعَاوِيَةَ وَصِيَامِهِ فَقَالَ لَا هَكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ) ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا نے مجھے شام میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس (کسی کام کی غرض سے) بھیجا۔ چنانچہ میں شام آیا اور ان کا کام مکمل کیا۔ (انہی دنوں) رمضان کا چاند بھی نظر آ گیا جبکہ میں ابھی شام میں ہی تھا۔ میں نے جمعہ کی رات چاند دیکھا۔ پھر میں مہینے کے آخر میں مدینہ واپس پہنچا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے وہاں کے حالات کے بارے چند سوالات کئے۔ دوران گفتگو چاند کا تذکرہ

بھی کیا کہ تم نے شام میں چاند کب دیکھا تھا۔ میں نے کہا ہم نے اسے جمعہ کی رات کو دیکھا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا' کیا تم نے خود دیکھا تھا' میں نے کہا ہاں' میں نے خود بھی دیکھا تھا اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا تھا' پھر سب نے روزہ رکھا اور سیدنا امیر معاویہ ؓ نے بھی روزہ رکھا تھا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا لیکن ہم نے (تم سے ایک دن بعد) ہفتہ کی رات کو چاند دیکھا تھا۔ لہٰذا ہم روزے رکھتے رہیں گے یہاں تک کہ ہم یا تو تیس روزے پورے کریں گے یا پھر چاند دیکھ لیں گے (اور عید الفطر کریں گے) کریب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' میں نے عبداللہ بن عباس سے عرض کیا' کیا آپ (پوری اسلامی ریاست وحکومت کے حکمران اور امیر) سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے چاند دیکھنے اور روزے رکھنے پر کفایت نہیں کریں گے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا' نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی ہمیں حکم دیا ہے۔(صحیح مسلم کتاب الصیام باب بیان ان لکل بلد رؤیتھم وانھم اذا رأو الھلال ببلد لایثبت حکمه لما بعد عنھم حدیث1087/252)سنن ابی داؤد'2332' سنن النسائی:2113' سنن الترمذی'693)

اس حدیث سے وضاحت اور صراحت سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ دور دراز علاقوں کی رؤیت ہلال حجت اور قابل عمل نہیں ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا مقصد اور موقف یہی ہے کہ ہر علاقے والوں کے لئے ان کی اپنی رؤیت کا ہی اعتبار ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

اگر مختلف علاقوں کا مطلع ایک ہو تو دوسرے علاقے کی رؤیت ان کے لئے معتبر ہوگی۔ اگر مطلع ایک نہیں تو پھر ایک علاقے کی رؤیت ہلال دوسرے علاقے والوں کے لئے معتبر نہیں ہوگی۔

مجھے میرے فاضل دوست مفتی عبدالرحمٰن عابد صاحب نے بتایا کہ ہمارے استاد محترم شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری حفظہ اللہ فرمایا کرتے ہیں" اگر ایک علاقے اور دوسرے علاقے میں غروب آفتاب کا چالیس منٹ کا فرق ہو تو (مطلع بدل جاتا ہے جب مطلع بدل جائے تو) تاریخ بدل جاتی ہے۔

ملک پاکستان کے کسی علاقے میں بھی تیس منٹ سے زیادہ غروب آفتاب کا فرق نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ پاکستان کا مطلع اور تاریخ تمام علاقوں میں ایک ہوگی جبکہ سعودی عرب وغیرہ ممالک کا پاکستان سے چالیس منٹ سے زیادہ فرق ہے۔ لہٰذا وہاں تاریخ ہی بدل جاتی ہے تو پھر ان کے ساتھ ایک ہی دن روزہ رکھنا اور عید کرنا کیسے ممکن ہے؟

بعض شمالی علاقہ جات کے لوگ اور اکا دکا دیگر علاقہ جات والے بھی جو یہ دعویٰ کرتے ہیں اور یہ مؤقف رکھتے ہیں کہ سعودیہ والوں کے ساتھ روزے رکھنے چاہئیں اور عید کرنی چاہئے کیونکہ وہ ساری دنیا کے لئے ہدایت کا مرکز اور محور ہے یہ مؤقف درست نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مکہ اور مدینہ تمام اہل اسلام کے لئے ہدایت کا مرکز اور محور ہیں۔ مگر مرکز اور محور ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ روزے بھی ان کے ساتھ رکھے جائیں اور عید بھی ان کے ساتھ کی جائے۔ ہم اپنے وقت پر نماز پڑھتے ہیں اور وہ اپنے وقت پر نماز پڑھتے ہیں۔ اسی طرح ہم اپنے حساب سے روزے رکھیں گے وہ اپنے حساب سے روزہ رکھیں گے۔ ہم اپنے حساب سے عید کریں گے' وہ اپنے حساب سے عید کریں گے۔ مذکورہ بالا حدیث سے بھی یہی مسئلہ معلوم ہوتا ہے اور یہ صرف سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اپنا ذاتی موقف نہیں بلکہ اس واقعہ کے آخر میں سیدنا عبداللہ بن عباس وضاحت فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اسی بات کا حکم دیا کہ ہر علاقے والے اپنے اپنے طور پر چاند دیکھ کر روزے رکھیں اور چاند دیکھ کر عید کریں۔ ہاں قریب قریب کے علاقوں والوں کی اطلاع پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کیا جاسکتا ہے۔ دور دراز علاقوں کی رؤیت کا اعتماد نہیں ہوگا۔

اکثر و بیشتر محققین اور محدثین' مفسرین' فقہا اور مجتہدین کا مؤقف ہے کہ دور دراز علاقوں کی رؤیت کا اعتبار نہیں مثلاً

☆ یہی موقف امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔

☆ ابوداؤد کے شارح امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔" قاسم سالم' عکرمہ اور اسحاق بن راھویہ کا بھی یہی موقف ہے کہ ہر قوم والے اور ہر علاقے والے اپنے اپنے علاقے میں چاند دیکھنے کا اہتمام کریں۔"

☆ دستور متقی میں علامہ محمد یونس محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ قرب و جوار کے علاقے کی رؤیت قابل حجت ہے' دور دراز علاقے کی نہیں۔

☆ فتاویٰ ثنائیہ جلد اول میں بھی یہی موقف اختیار کیا گیا ہے۔

☆ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل الاوطار میں فرماتے ہیں کہ حق یہی ہے کہ دور دراز کے علاقے کی رؤیت قابل حجت نہیں۔

مسلم شریف میں حدیث سے پہلے باب باندھا گیا ہے۔

باب بیان ان لکل بلد رؤیتھم......

اس بات کا بیان کہ ہر شہر اور علاقے کی رؤیت ہلال الگ الگ ہے اور بلاشبہ جب کسی علاقے کے لوگ اپنے شہر یا علاقے میں چاند دیکھ لیں تو اس علاقے سے دور بسنے والے علاقوں پر ان کے چاند دیکھنے کا کوئی اثر نہیں ہوگا

معلوم ہوا کہ اس عنوان اور ہیڈنگ (Heading) کا مطلب بھی یہی ہے کہ دور دراز کی رؤیت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

☆ اسی طرح امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن ابی داؤد میں' امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ترمذی شریف میں' امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نسائی شریف میں اس حدیث پر اپنے اپنے عنوان قائم کر کے اسی مؤقف کا اظہار کیا ہے کہ دور دراز کی رؤیت کا اعتبار نہیں ہوگا۔

علاوہ ازیں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم شریف کی شرح "شرح نووی" میں' علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابی داؤد کی اپنی شرح "عون المعبود" میں اور علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی شریف کی اپنی شرح "شرح تحفۃ الاحوذی" میں اسی موقف کو واضح کیا ہے۔

رہ گئی بات فاصلے کی تحدید کی تو اس بارے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے کوئی واضح نص موجود نہیں۔ اس میں اصل اصول اختلاف "مطالع" کا ہے جس کی کچھ وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ اگر دونوں علاقوں کا مطلع اور تاریخ ایک ہے تو رؤیت برابر متصور ہوگی۔ اگر دونوں علاقوں کا مطلع ایک نہیں تو پھر ایک دوسرے کی رؤیت پر اعتبار کرتے ہوئے اکٹھے روزے رکھنے اکٹھی عیدیں کرنا درست نہیں ہے' لہٰذا اگر سعودیہ والے چاند دیکھیں تو پاکستان والوں پر لازم نہیں کہ وہ اسی دن روزے رکھیں اور اسی دن عید کریں۔

قرب وجوار کے علاقوں کی رؤیت قابل عمل ہے

اگر قریب قریب کے علاقوں والے چاند دیکھ لیں جن کا مطلع ایک ہو' پاکستان کے تمام علاقوں کا مطلع ایک ہے کیونکہ کسی جگہ بھی 30 منٹ سے زیادہ غروب آفتاب کا فرق نہیں۔ مطلع کا اختلاف تقریباً چالیس منٹ کے فرق سے پڑتا ہے جیسا کہ پہلے وضاحت گزر چکی ہے۔

محققین اہل علم کا یہی موقف ہے۔ اس مؤقف کے لئے صحیح احادیث سے چند دلائل ذکر کئے جاتے ہیں۔

باقی صفحہ 61 پر

اوراب آسٹریلیا میں پردے کے خلاف سخت قوانین

فرانس،اٹلی،سپین،بلجیم وغیرہ کے بعد اب آسٹریلیا نے اپنے ملک میں مسلم خواتین کے پردے کے خلاف انتہائی سخت قوانین منظور کر لیے ہیں۔آسٹریلیا میں نئے قوانین کے تحت کہا گیا ہے کہ جومسلم خاتون پولیس اہلکاروں کے سامنے چہرہ چھپائے گی اسے 55 سوڈالرتک جرمانے کے ساتھ ساتھ ایک سال قید کی سزا بھی ہوسکتی ہے۔

آسٹریلیا کی جانب سے سب سے بڑھ کر بننے والے سخت قانون سے بخوبی اندازہ ہورہا ہے کہ مغرب اسلام کے پھیلاؤ سے انتہائی خوفزدہ ہے۔آسٹریلیا میں ہی نہیں بلکہ پورے یورپ میں شاید ہی کبھی کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہو کہ کبھی کسی حملہ آور نے برقع یا نقاب پہن کر واردات کی ہو لیکن یہ ممالک سکیورٹی کو اس مسئلے میں اہم بنا رہے ہیں۔ساتھ ہی ساتھ ان کا کہنا ہے کہ برقعہ انسانی آزادیوں پر پابندی ہے حالانکہ پابندی تو وہ خود بھی بے شمار میدانوں میں خواتین پر لگاتے ہیں لیکن اس کا کہیں کوئی چرچا نہیں۔سارا مغرب اسلام کے خلاف پوری طرح مورچہ بند ہے۔اب مسلمانوں کو بھی پوری طرح میدان میں آنا ہوگا۔

ہیم ٹریمک:سپیکر پراذان سے گونجنے والا پہلا مغربی شہر

امریکی ریاست مشی گن میں تقریباً23ہزار کی آبادی کا قصبہ ہیم ٹریمک آج سے 30 سال پہلے 90 فیصد آبادی پولینڈ سے تعلق رکھنے والے سفید فام کیتھولک افراد پر مشتمل تھا لیکن اب یہاں تقریباً40 فیصد آبادی بنگلہ دیش اور دوسرے ملکوں سے آئے ہوئے مسلمانوں کی ہے۔اس شہر میں مساجد کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا ہے اور یہ امریکہ کا واحد ایسا شہر ہے جہاں دن میں پانچ بار اذان کی آواز لاؤڈ سپیکر پر سنائی دیتی ہے۔

ولیم کوپر اس شہر کے سٹی مینجر ہیں۔شہر کے میئر اور سٹی کونسل کے ممبران کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ مساجد کو لاؤڈ سپیکر پر اذان نشر کرنے کی اجازت مسلمان آبادی کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر دی گئی تھی لیکن اس سے کچھ مسائل بھی پیدا ہوئے جن کا تعلق سپیکروں کی اونچی آواز تھا جسے بعد میں کم کروادیا گیا۔کچھ اور لوگوں نے یہ کہہ کر لاؤڈ سپیکر پر اذان کی مخالفت کی ہے کہ اس طریقے سے ان پر اسلام مسلط کیا جارہا ہے لیکن اس تمام مخالفت کے باوجود لاؤڈ سپیکر پر اذان دینے کا یہ قانون ہیم ٹریمک کی سٹی کونسل نے 2004ء میں بغیر کسی مخالفت کے منظور کر لیا۔

گزشتہ سات برس سے اس شہر میں دن میں پانچ وقت اذان کی آواز لاؤڈ سپیکر پر گونجتی ہے۔اس قانون کا مسودہ پیش کرنیوالے کونسل ممبر شہاب احمد کہتے ہیں کہ اس طرح کا قانون کسی اور امریکی شہر میں موجود نہیں۔وہ کہتے ہیں کہ اگر چرچ میں ہر روز صبح شام گھنٹیاں بج سکتی ہیں تو اذان کی آواز کیوں نہیں گونج سکتی۔امریکہ بلکہ سارے مغرب میں یہ روایت اس بات کی غماز ہے کہ اسلام کا غلبہ جاری ہے اور جلد اسلام ہی مشرق ومغرب میں غالب ہوگا۔ان شاءاللہ

كلية الشريعة

کتاب وسنت کی روشنی میں قارئین کے دینی استفسارات پر شرعی رہنمائی کا شعبہ

استاذ: الشیخ ابو سیاف اعجاز احمد تنویر حفظہ اللہ

امام تراویح کے پیچھے فرض نماز کی ادائیگی

سوال نمبر 39

i۔ اگر نماز تراویح ہو رہی ہو تو کیا آنے والے شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ امام کے پیچھے فرض پڑھ لے۔ ii۔ اسی طرح اگر آدمی مسجد میں آئے امام صاحب وتر کی نماز پڑھا رہے ہوں (یعنی رمضان المبارک میں) تو کیا آنے والا صف میں کھڑا ہو کر فرض نماز پڑھ سکتا ہے۔ iii۔ اسی طرح اگر کوئی آئے اور امام کے ساتھ وہ چار رکعت تراویح پائے' کیا وہ اس کے چار فرض ہو جائیں گے۔ کیا اب جو امام وتر پڑھائے گا' کیا وہ آنے والا شخص ان وتروں کو بعد میں جفت کر سکتا ہے کہ وہ اس کی تراویح ہو جائیں اور بعد میں مزید چار رکعت تراویح ادا کر کے وتر پڑھ لے۔ کیا یہ درست ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کریں؟

الجواب بعون الوهاب

اگر نماز تراویح کی جماعت ہو رہی ہو تو بعد میں آنے والا شخص اس تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے اپنی فرض نماز ادا کر سکتا ہے۔ تراویح پڑھانے والا امام جب دو رکعت کے بعد سلام پھیرے گا تو وہ فرض پڑھنے والا دو رکعت مزید پڑھ کر اپنے چار فرض پورے کر لے گا۔ اگر وہ بالفرض مسافر ہے تو ساتھ ہی سلام پھیر دے گا بالکل اسی طرح اگر کوئی شخص مسجد میں آئے اور امام صاحب رمضان میں وتر پڑھا رہے ہوں تو آنے والا اس امام صاحب کے پیچھے اپنے فرض بھی پڑھ سکتا ہے اور تراویح بھی پڑھ سکتا ہے۔

اس مسئلہ کے لئے اصل الاصول یہ ہے کہ امام اور مقتدی کی نیت میں اختلاف درست ہے کہ فرض پڑھانے والے امام صاحب کے پیچھے نفل پڑھے جا سکتے ہیں اور نفل پڑھانے والے امام کے پیچھے فرض پڑھے جا سکتے ہیں۔ احادیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ چند احادیث پیش خدمت ہیں

نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں

كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے' پھر واپس آ کر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب اِذَا صَلَّى ثُمَّ اَمَّ قومًا حدیث: 711' صحیح مسلم = کتاب الصلوۃ باب القراءۃ فی العشاء حدیث 465/1042' ابی داؤد 790)

اس حدیث سے واضح معلوم ہوا کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھے جا سکتے ہیں کیونکہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو نماز نبی کریم ﷺ کے پیچھے ادا کرتے وہ بطور فرض ادا کرتے اور جو اپنی قوم میں جا کر پڑھاتے' وہ بطور نفل پڑھاتے تھے۔ امام عبدالرزاق' امام شافعی اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہم نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ یہ بیان کیا ہے کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی یہ (دوسری) نماز نفل ہوتی تھی۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب الاذان باب اذا طول الامام وکان للرجل حاجة ......الحدیث700)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام اور مقتدی کی نیت اگر مختلف ہو تو تب بھی دونوں کی نماز صحیح ہوگی۔ مثلاً امام کی نیت نفل پڑھنے کی ہے اور مقتدی کی نیت فرض پڑھنے کی ہے تو یہ اختلاف نیت درست اور جائز ہے۔ بالکل اسی طرح اگر امام کی نیت عصر پڑھنے کی ہے اور مقتدی کی نیت ظہر پڑھنے کی ہے تو یہ اختلاف نیت بھی جائز اور درست ہے کیونکہ امام اور مقتدی کے مابین نفل اور فرض کی نیت کا اختلاف حدیث معاذ سے ثابت ہو رہا ہے تو صرف نماز کے نام کا اختلاف بالاولیٰ جائز ہے کیونکہ ظہر اور عصر دونوں فرض نمازیں ہیں۔ فقط نام کا اختلاف ہے اس طرح امام کی نیت ظہر کی ہو اور مقتدی کی نیت عصر کی ہو تو یہ بھی جائز ہے۔ دونوں صورتوں میں دونوں (امام ومقتدی) کی نماز درست ہوگی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔

شارح صحیح البخاری علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں رقم طراز ہیں

وَاسْتُدِلَّ بِهَذَا الْحَدِيثِ عَلَى صِحَّةِ اقْتِدَاءِ الْمُفْتَرِضِ بِالْمُتَنَفِّلِ : بِنَاءً عَلَى أَنَّ مُعَاذًا كَانَ يَنْوِي بِالْأُولَى الْفَرْضَ وَبِالثَّانِيَةِ النَّفْلَ

اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے۔ اس وجہ سے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں جو نماز پڑھتے' وہ فرض کی نیت سے پڑھتے تھے اور اپنے محلّہ میں جا کر اپنی قوم کے ساتھ جو دوسری نماز بطور امام کے پڑھاتے' وہ نفل کی نیت سے ہوتی تھی۔ (ان کے پیچھے پڑھنے والے ان کی قوم کے لوگ اپنے فرض پڑھنے کی نیت کرتے)

مذکورہ بالا حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے امام نووی رحمۃ اللہ یوں رقمطراز ہیں:

فِي هَذَا الْحَدِيثِ جَوَازُ صَلَاةِ الْمُفْتَرِضِ خَلْفَ الْمُتَنَفِّلِ لِأَنَّ مُعَاذًا كَانَ يُصَلِّي الْفَرِيضَةَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْقُطُ فَرْضه ، ثُمَّ يُصَلِّي مَرَّةً ثَانِيَةً بِقَوْمِهِ هِيَ لَهُ تَطَوُّعٌ وَلَهُمْ فَرِيضَةٌ ، وَقَدْ جَاءَ هَكَذَا مُصَرَّحًا بِهِ فِي غَيْرِ مُسْلِمٍ ، وَهَذَا جَائِزٌ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَآخَرِينَ ، وَلَمْ يُجِزْهُ رَبِيعَةُ وَمَالِكٌ ، وَأَبُو حَنِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ، وَالْكُوفِيُّونَ ، وَتَأَوَّلُوا حَدِيثَ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَفُّلًا ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأَوَّلَهُ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يَعْلَمْ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ :حَدِيثُ مُعَاذٍ كَانَ فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ ثُمَّ نُسِخَ ، وَكُلُّ هَذِهِ التَّأْوِيلَاتِ دَعَاوَى لَا أَصْلَ لَهَا فَلَا يُتْرَكُ ظَاهِرُ الْحَدِيثِ بِهَا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے جائز ہے۔ اس لئے کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنی فرض نماز نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں ادا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے سے فرض تو ساقط ہو گئے۔ (فرض ساقط ہو گئے کا مطلب ہے کہ فرض ادا ہو گئے) پھر وہ دوسری دفعہ نماز ادا کرتے۔ اب دوسری دفعہ پڑھی ہوئی نماز سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کیلئے بطور نفل ہوتی اور ان کی قوم کے افراد کے لئے بطور فرض ہوتی۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی یہ دوسری نماز ان کے لئے نفل اور قوم والوں کے لئے فرض ہوتی تھی۔ اس بات کی وضاحت بھی کئی احادیث میں صحیح مسلم کے علاوہ کتب احادیث میں موجود ہے۔ یہ بالکل جائز اور درست عمل ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر کئی محدثین مفسرین اور فقہاء و مجتہدین بھی اس کو جائز اور درست قرار دیتے ہیں۔ البتہ امام ربیعہ' امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم اور کئی اہل کوفہ اس کے جائز ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ وہ اس کی تاویل کرتے ہیں۔ مثلاً

پہلی تاویل: سیدنا معاذ بن جبل نبی کریم ﷺ کے پیچھے نفل پڑھتے تھے۔ اپنی قوم کو جا کر فرض ہی پڑھاتے تھے۔ (اگر یہ بات درست مان لی جائے تب بھی رسول اللہ ﷺ کی فرض نماز ہوتی۔ امام اور مقتدی کی نیت کا اختلاف تو ثابت ہو گیا)

دوسری تاویل: نبی کریم ﷺ کو اس بات کا پتہ نہیں چلا تھا کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو جا کر امامت کرواتے ہیں۔ (حالانکہ یہ تاویل بھی بے بنیاد ہے کیونکہ اس حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے لمبی قراءت شروع کر دی تو ایک صحابی پیچھے سے نماز چھوڑ کر الگ نماز پڑھ کر چلا گیا۔ بعد میں اس نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت بھی لگائی کہ معاذ نے اس طرح لمبی نماز شروع کر دی......اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو معلوم بھی تھا کہ معاذ اپنی قوم میں جا کر نماز پڑھاتے ہیں۔)

تیسری تاویل: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہونے والا یہ حکم پہلے پہل تھا۔ بعد میں منسوخ ہو گیا تھا۔ (یہ تاویل بھی باطل ہے کیونکہ کسی چیز کے ناسخ اور منسوخ ہونے کے لئے وضاحت کی ضرورت ہے۔ باقاعدہ تاریخی طور پر ثابت ہو کہ منسوخ حکم پہلے والا ہے اور ناسخ حکم بعد والا ہے جبکہ ایسی کوئی وضاحت کسی جگہ مجھے نہیں ملی۔)

مذکورہ تینوں تاویلات ذکر کرنے کے بعد امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" یہ تمام تاویلات ایسے دعوے ہیں کہ جن کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔ لہٰذا ان جیسی بیمار تاویلات کی وجہ سے حدیث کا واضح اور ظاہر معنی و مفہوم نہیں چھوڑا جا سکتا ہے۔"

شرح نووی علی صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب القراءۃ فی العشاء حدیث نمبر 465 کی تشریح)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھے جا سکتے ہیں۔ متنفل کی اقتداء مفترض کر سکتا ہے' اس کی دوسری دلیل صلوٰۃ الخوف والی حدیث ہے۔ اختصار کے پیش نظر وہ ذکر نہیں کی جا رہی۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے۔ (فتاویٰ نذیریہ 1/478-484)

فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل:

سیدنا معاذ بن جبل والی مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھے جا سکتے ہیں۔ اب دو یا تین صحیح احادیث اس بارے میں پیش خدمت ہیں کہ فرض پڑھنے والے امام کے پیچھے مقتدی نفل پڑھ سکتا ہے۔

پہلی حدیث: سیدنا یزید بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّتَهُ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ صَلَاةَ الصُّبْحِ فِي مَسْجِدِ الْخَيْفِ قَالَ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ وَانْحَرَفَ إِذَا هُوَ بِرَجُلَيْنِ فِي أُخْرَى الْقَوْمِ لَمْ يُصَلِّيَا مَعَهُ فَقَالَ عَلَيَّ بِهِمَا فَجِيءَ بِهِمَا تُرْعَدُ فَرَائِصُهُمَا فَقَالَ مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا فَقَالَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا قَدْ صَلَّيْنَا فِي رِحَالِنَا قَالَ فَلَا تَفْعَلَا إِذَا صَلَّيْتُمَا فِي رِحَالِكُمَا ثُمَّ أَتَيْتُمَا مَسْجِدَ جَمَاعَةٍ فَصَلِّيَا مَعَهُمْ فَإِنَّهَا لَكُمَا نَافِلَةٌ

میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے موقع پر حاضر ہوا۔ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز مسجد خیف میں ادا کی۔ یزید بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ نے اپنی نماز مکمل کی تو اپنا رخ انور مقتدیوں کی طرف پھیر لیا۔ پس اچانک دیکھا کہ دو آدمی لوگوں کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں کو میرے پاس لے کر آؤ۔ ان دونوں کو آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو ان کی حالت یہ تھی کہ ان کے بازوؤں کے پٹھے کانپ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا' تم دونوں کو کس چیز نے ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے روکا۔ وہ دونوں عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک ہم نے اپنی منزل میں نماز پڑھ لی ہوئی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (آئندہ) ایسا نہ کرنا۔ جب تم دونوں اپنی منزل میں نماز پڑھ بھی چکے ہو' پھر تم دونوں ایسی مسجد میں آؤ جہاں جماعت ہو رہی ہو تو ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیا کرو۔ پس یہ (دوسری نماز) تمہارے لئے نفل ہو جایا کرے گی۔ (سنن الترمذي: ابواب الصلوة باب ما جاء في الرجل يصلي وحده ثم يدرك الجماعة الحديث 219' سنن ابی داؤد = كتاب الصلوة باب فيمن صلى في منزله ثم ادرك الجماعة يصلي معهم

الحدیث 575 سنن النسائی' حدیث 759 ابن خزیمہ حدیث : 1279' ابن حبان حدیث 435,434' حدیث صحیح ہے' امام ترمذی' امام بن خزیمہ اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے)اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس نے اکیلے نماز پڑھی ہو' پھر اسے جماعت مل جائے تو وہ امام کے ساتھ مل کر دوبارہ نماز پڑھے خواہ کوئی سی نماز ہو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرعی سبب کے باعث فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی نماز فرض اور دوسری نفل ہوگی۔ ہمارے سوال سے متعلق یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اگر وہ دونوں صحابی گھر میں نماز فرض پڑھ کر اگر مسجد میں آ کر نماز پڑھتے تو ان دونوں کی نفل نماز ہوئی تھی اور رسول اللہ ﷺ کی فرض نماز۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ فرض نماز پڑھنے والے کے پیچھے نفل نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

دوسری حدیث: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

جَاءَ رَجُلٌ وَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيُّكُمْ يَتَّجِرُ عَلَى هذَا فَقَامَ رَجُلٌ فَصَلَّى مَعَهُ

ایک آدمی آیا اور نبی کریم ﷺ نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو اس کے ساتھ تجارت میں یا اجرت میں شریک ہو جائے (یعنی اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے تاکہ یہ باجماعت نماز ادا کر سکے۔ جب یہ باجماعت نماز ادا کرے گا تو 26 گنا اجر و ثواب زیادہ ملے گا تو اس اجرت و تجارت میں کون اس کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے۔) تو پھر ایک آدمی اٹھا' اس نے اس آنے والے کے ساتھ مل کر (دوبارہ) نماز پڑھی۔

(سنن الترمذی= ابواب الصلوة باب ماجاء فی الجماعة فی مسجد قد صُلِّیَ فیه مرة الحدیث 220 سنن الدارمی کتاب الصلوة باب صلوة الجماعة فی مسجد قد صُلِّیَ فیه مرة' مسند عبدالله بن حمید' الحدیث 936' مسند احمد: 5/3' 64/3' 85/3 حدیث صحیح ہے)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے خود امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهو قول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرهم من التابعین قالوا لاباس ان یصلی القوم جماعة فی مسجد قد صلی فیه جماعة

بہت زیادہ صحابہ کرام میں سے اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم میں سے اہل علم کا یہی قول اور موقف ہے کہ جب کوئی قوم کسی مسجد میں باجماعت نماز پڑھ چکے تو اس میں دوبارہ باجماعت نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے رغبت دلانے پر جس صحابی نے اٹھ کر اس آنے والے صحابی کے ساتھ مل کر نماز پڑھی تھی یا پڑھنی تھی' وہ پہلے اپنی نماز بطور فرض کے پڑھ چکا تھا۔ اب دوسری دفعہ اس نے امام ہوتے ہوئے یا مقتدی ہوتے ہوئے بطور نفل کے ہی نماز پڑھنی تھی۔ نماز باجماعت کے بعد آنے والے صحابی کی نماز بطور فرض کے ہونی تھی۔ لہٰذا اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھے جا سکتے ہیں۔ نیز سنن الکبریٰ للبیہقی میں اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بحوالہ نیل الاوطار موجود ہے کہ جماعت کروانے کے لئے بطور نفل نماز پڑھنے والے آپ کے پیارے صحابی' غار کے ساتھی افضل البشر بعد الانبیاء' خلیفۃ الرسول خلیفہ اول بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ تھے۔ اسی طرح ایک حدیث سنن ابی داؤد میں مروی ہے' سیدنا ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی البتہ اس میں الفاظ یوں ہیں کہ ایک شخص کو نبی کریم ﷺ نے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا' کیا کوئی آدمی اس پر صدقہ نہیں کر سکتا کہ اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے۔ (تاکہ یہ باجماعت نماز پر دوگنا اجر و ثواب زیادہ حاصل کر لے) اسی طرح مؤطا امام مالک میں' سنن نسائی میں اور ابن حبان میں سیدنا محجن الدیلی رضی اللہ عنہ سے بھی اس طرح کی روایت ہے)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض پڑھنے والے کی اقتداء میں نفل پڑھے جا سکتے ہیں۔ صاحب مرعاۃ المفاتیح اس مسئلہ پہ کافی روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اقول والحق عندی ما قال المحققون فی هذه المسئلة یجوز الصلوة المفترض خلف المتنفل وصلوة المتنفل خلف المفترض ۔ هذا هو الحق والصواب عندی فقط' والتفصیل فی کتب الشرح والحدیث والحق والراجح عندی مذهب الشافعی وبه قال المحققون من علماء اهل الحدیث وانا معهم ان شاء الله

میں کہتا ہوں اور حق مسئلہ میرے نزدیک وہی ہے جو محقق علماء کرام نے اس بارے بیان کیا ہے۔ وہ مسئلہ یوں ہے کہ فرض پڑھنے والے کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے اور نفل پڑھنے والے کی نماز فرض پڑھنے والے کے پیچھے ادا ہو سکتی ہے۔ میرے نزدیک یہی حق اور درست مسئلہ ہے۔ تفصیل تو کتب شرح اور کتب احادیث میں مل سکتی ہے۔ البتہ حق اور راجح موقف وہی ہے جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور وہی موقف علماء اہل حدیث کا ہے۔ میں بھی ان شاء اللہ ان کے ساتھ ہوں۔

مذکورہ تمام تفصیل سے جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض پڑھے جا سکتے ہیں تو معلوم ہوا کہ تراویح پڑھنے والے کی اقتداء میں عشاء کے فرض پڑھے جا سکتے ہیں۔ اس سوال کے دوسرے جزو کا جواب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کوئی آدمی مسجد میں آئے تو امام صاحب وتر پڑھ رہے ہوں تو اس امام صاحب کی اقتداء میں فرض پڑھے جا سکتے ہیں کیونکہ وتر بھی تو بنیادی طور پر نفل نماز ہی ہے۔ البتہ اگر چار فرض پڑھنے ہیں تو ایک رکعت بعد میں پڑھ لی جائے گی۔

اسی طرح اس سوال کے تیسرے جزو کا جواب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جب کوئی آدمی آئے اور چار تراویح ہو چکی ہوں تو بعد والی چار تراویح اگر امام صاحب ایک ہی سلام سے پڑھائیں تو وہ بعد میں آنے والے کے چار فرض بن سکتے ہیں۔ (کیونکہ تراویح کی نماز دو دو رکعت اور چار چار رکعت پڑھنا جائز ہے)اگر امام صاحب پانچویں اور چھٹی تراویح پڑھا کر سلام پھیر دیں تو وہ بعد میں آنے والا فرض کی نیت کر کے نماز ادا کر سکتا ہے البتہ بعد میں اٹھ کر دو رکعت پڑھ کر اپنے چار فرض مکمل کر لے گا۔ الغرض امام اور مقتدی کی نیت میں فرض اور نفل کے اعتبار سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

روایت کی تحقیق

سوال نمبر 38

درج ذیل روایت کی سندی حیثیت واضح کریں' اگر اس کے کچھ شواہد بھی ہوں تو وہ بھی مفصل بیان فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اخبرنا ابوالحسن علی بن احمد بن سلیماء المقری قدم علینا حاجا حدثنا ابوسعید الخلیل بن احمد بن الخلیل القاضی السنجری. انبأنا ابوالعباس محمد بن اسحاق الثقفی. حدثنا ابوعبید الله یحیی بن محمد بن السکن حدثنا حبان بن هلال. حدثنا مبارك بن فضالة حدثنا عبید الله بن عمر عن خبیب بن عبدالرحمن عن حفص بن عاصم. عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال لما خلق الله عزوجل آدم خیر لادم بنیه فجعل یری فضائل...... (دلائل النبوۃ للبیہقی جلد 5 صفحہ 483)

والسلام (محمد جاوید زبیدہ ہسپتال کینال روڈ تاندلیانوالہ)

الجواب بعون الوہاب

اس روایت کی اسنادی حیثیت کو واضح کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ترجمہ پیش خدمت کیا جائے اس کا ترجمہ یوں ہے۔

جب اللہ عزوجل نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ انہیں اس کے بیٹوں کے بارے اختیار دیا۔ (کہ وہ ان کو دیکھ لیں) چنانچہ آدم علیہ السلام بعض کے بعض پر فضائل دیکھتے جاتے تھے۔ (نبی ﷺ نے فرمایا) پھر آدم علیہ السلام نے ایک چمکدار نور دیکھا ان افراد میں سے جو ان میں سے نیچے تھے۔ آدم علیہ السلام نے دریافت کیا: اے میرے رب یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ آپ کا بیٹا احمد ہے۔ وہی اول ہے، وہی آخر ہے اور وہ سب سے پہلا سفارش کرنے والا ہے۔

اس حدیث کے اندر سند اور متن دونوں اعتبار سے ضعف موجود ہے۔

سند کے اعتبار سے ضعف

علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ کی تیرھویں جلد میں حدیث نمبر 6482 پر تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی مبارک بن فضالہ ہے جو حبان بن ہلال اور عبیداللہ بن عمر کے درمیان ہے (یعنی وہ حبان بن ہلال کا استاد ہے اور عبیداللہ بن عمر کا شاگرد ہے) یہ مبارک بن فضالہ تدلیس تسویہ کیا کرتا تھا۔ تدلیس تسویہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ روایت عن سے بیان نہیں کرتا تھا بلکہ حدثنا یا اخبرنا کی صراحت کرکے بھی ایک راوی کا درمیان سے نام حذف کر دیتا تھا اور ساری سند کو برابر ہی کر دیتا ہے۔ تسویہ کا معنی چونکہ برابر کرنا ہے تو تدلیس تسویہ کا مطلب یہ ہوا کہ کسی راوی کا نام حذف کرکے اور حدثنا وغیرہ الفاظ کا استعمال کرکے ساری سند کو ایک جیسا کر دیا۔ اس وجہ سے علامہ ناصر الدین البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔

متن کے اعتبار سے ضعف

متن کے اعتبار سے اس میں ضعف یہ ہے کہ اس روایت میں چند ایسے عقائد و نظریات کا بیان ہے جو قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ ﷺ کے واضح نصوص کے مخالف ہیں۔ مثلاً

1۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کو نور ساطعا کہا گیا ہے جبکہ نبی ﷺ کے نور ہونے کا عقیدہ غلط اور باطل ہے۔ نبی کریم ﷺ کو نور ماننے والے احباب محض نور یا نور ہدایت ماننے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ نورٌ من نور اللہ یا نور مجسم کا عقیدہ رکھتے ہیں جو صریحاً باطل عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قرآن کو کئی مقامات پر نور کہا ہے اور نبی کریم ﷺ کو کئی مقامات پر بشر کہا ہے۔ تفصیل کی گنجائش نہیں ورنہ اس پر بہت سے دلائل دیئے جا سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ عقیدہ خلاف قرآن وسنت ہے۔

2۔ اس روایت میں نبی کریم ﷺ کو ھو الاول وھو الآخر کہا گیا ہے جبکہ یہ اول و آخر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں وحدہ لاشریک ہے کوئی نبی اور ولی، پیر اور پیغمبر، زندہ اور مردہ جن اور فرشتہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں اور صفات میں شریک اور ساجھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (الحدید 57:3)

وہی اول ہے، وہی آخر وہی ظاہر ہے، وہی باطن (مخفی) ہے اور وہ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے)

لہٰذا اول و آخر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ ہمارے ہاں غلو کرتے ہوئے بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات اللہ کے نبیوں، رسولوں، ولیوں، بزرگوں اور علماء وفقہاء میں ثابت کرتے ہیں۔ پھر اس کے لئے من گھڑت احادیث تیار کی گئیں اور عوام میں پھیلائی گئیں۔ پھر اپنے باطل عقائد کے لئے ان کو ہی بطور دلیل پیش کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شاعر نے بھی کہا ہے

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر

یہ مصرعہ بالکل قرآن وحدیث کے پختہ اور مضبوط دلائل کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عقائد ونظریات کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

برائے خط و کتابت: دفتر مجلّہ الحرمین پوسٹ بکس نمبر 1481 جی پی او لاہور

بقیہ: میں نے پاکستان بنتے دیکھا

پر بھی گاؤں کو نہ چھوڑا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قادیانی خلیفہ نے انہیں تسلی کرائی تھی کہ ہم نے انگریز اور ہندوؤں کے لیے بہت خدمات انجام دی ہیں، تمہیں کوئی کچھ نہ کہے گا لیکن جب سکھوں نے گاؤں کو خالی دیکھا اور صرف قادیانیوں کے گھر میں لوگوں کو دیکھا تو انہوں نے انہیں بھی معاف نہ کیا۔ قادیانی سربراہ کے چھ بیٹے تھے، سبھی شادی شدہ تھے۔ ان کی بیویوں کو سکھوں نے ان کے خاوندوں کے سامنے برہنہ کیا اور پھر ان سے گینگ ریپ کیا۔ یہ منظر دیکھنے پر ان کے مردوں کو مجبور کیا۔ اس کے بعد سب مردوں کو قتل کرکے عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنالیا۔ اسی طرح ہمارے بزرگ شیخ الحدیث مولانا عبداللہ روپڑیؒ کے خاندان کے 19 افراد کو قتل کر دیا گیا۔

مسلمان جب لٹے پٹے پاکستان میں وارد ہوئے تو یہاں انہیں بہت سے مصائب کا سامنا کرنا پڑا، جو کچھ وہاں سے بچا کر لائے تھے، یہاں پر مال ودولت کی ہوس رکھنے والے کئی لوگ موجود تھے۔ وہ انہوں نے مختلف حیلوں بہانوں سے چھین لیا۔

ہاں ایک شخص جسے میں جانتا ہوں، اس نے بے لوث مہاجرین کی خدمت وتعاون کیا۔ اس شخص کا نام مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ تھا۔ ایک دفعہ میرے جاننے والے ایک خاندان کے افراد نے مجھ سے رابطہ کیا۔ ان کی مشرقی پنجاب میں بہت زیادہ زمینیں تھیں۔ قانون یہ تھا کہ جس کی زمین ڈیڑھ دو مربع ہوگی، انہیں جب تک زمین الاٹ نہیں ہوتی، حکومت کی طرف سے تقریباً 70 روپے ماہانہ گزارہ الاؤنس ملے گا۔

میرے جاننے والے خاندان نے مجھے کہا کہ ہم نے اپنے جس رشتہ دار کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ ہماری درخواست بھی دے کر پیسوں کی منظوری لے، وہ ہم سے دھوکہ کر گیا ہے۔ اب آپ مولانا داؤد غزنویؒ سے کہیں کہ وہ متعلقہ محکمہ کے افسر اعلیٰ سلطان محمود سے کہہ کر ہمارے لیے 70 روپے ماہانہ رقم منظور کرا دیں۔ میں انہیں لے کر مولانا داؤد غزنویؒ کے پاس چلا گیا۔ انہیں مسئلہ بتایا تو انہوں نے سلطان محمود کو فون کیا۔ سلطان محمود نے ہی فون اٹھایا۔ مولانا نے کہا میں داؤد غزنوی بول رہا ہوں۔ سلطان محمود کو سمجھ نہ آئی اس نے کہا محمود غزنوی بول رہے ہیں۔ مولانا نے دوبارہ کہا میں داؤد غزنوی بول رہا ہوں۔ تو سلطان محمود کہنے لگا، آپ محمود غزنوی ہو۔ مولانا نے بارعب انداز میں کہا آپ کو محمود غزنوی بہت یاد آتا ہے کیونکہ اس نے ہندوستان پر 17 حملے کرکے کفر کا کچومر نکال دیا تھا۔ اس کے بعد کہنے لگے بھائی آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام سن رکھا ہے۔ ان کے والد کا نام داؤد تھا۔ میرا نام بھی داؤد غزنوی ہے۔ پہلے لائن میں مسئلہ کی وجہ سے انہیں سمجھ نہ آئی۔ پھر وہ کہنے لگے میں سمجھ گیا ہوں۔ مولانا نے اسے مسئلہ بتایا تو سلطان محمود نے کہا آپ اپنا رقعہ ساتھ دے کر بھیج دیں ان کا کام ہو جائے گا۔

مولانا داؤد غزنوی واحد شخص تھے جو انتخابات میں کانگریس کے ٹکٹ پر کامیاب ہوئے تھے لیکن انہوں نے کانگریس کو چھوڑ کر مسلم لیگ میں شمولیت مشرقی پنجاب سے اختیار کرکے پنجاب مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے پاکستان کے لیے کام کیا۔ ان کے کانگریس چھوڑنے سے سب سے زیادہ صدمہ مولانا ابوالکلام آزاد کو ہوا۔ دوسرے بہت سے لوگوں نے کانگریس کو چھوڑا تو مولانا ابوالکلام آزاد نے اتنا نوٹس نہ لیا لیکن جب مولانا داؤد غزنوی نے کانگریس کا رویہ اور رخ دیکھ کر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی تو یہ ان کے لیے ایک صدمہ سے کم نہ تھا۔

سلف کی اصطلاح اس وقت ہی جب یونانی علم کلام سے متاثر فرقے عقائد وتوحید میں موشگافیاں کرنے لگے

سلف صالحین کا منہج ہی راہ نجات ہے

قسط نمبر 1

منہج السلف......سبیل النجاۃ

عقیدہ ومنہج

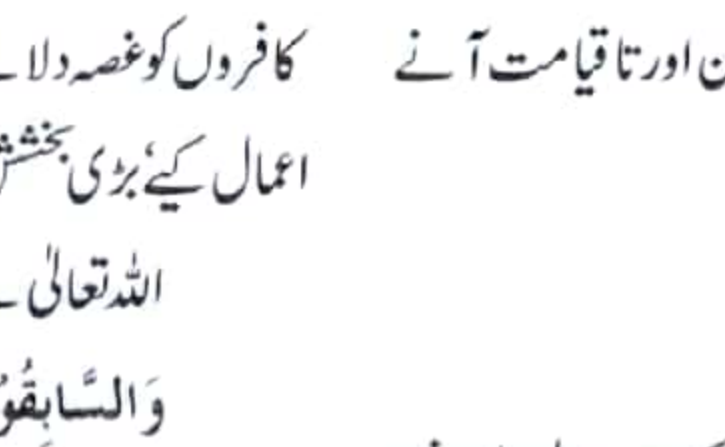

معاویہ محمد ہیکل

الحمدلله والصلاة والسلام على رسول الله وعلىٰ آله وصحبه ومن والاه

وبعد:

بے شک منہج السلف ہی اسلام کے لیے بطور عقیدہ وعمل منہج حق ہے اور یہی منہج ہی اس خط مستقیم اور اساس قدیم کا بہترین نمونہ ہے جس پر اولین دور کے مسلمان گامزن رہے اور جب نبی اکرم ﷺ ان سے جدا ہوئے تو وہ ان سے اس منہج کی اتباع پر شاداں وفرحاں تھے۔

اصطلاح السلف معروف معانی ومفاہیم میں اس وقت وجود میں آئی جب یونانی علم کلام سے متاثر گمراہ کن فرقے اصول دین وعقائد توحید میں موشگافیاں کرنے لگے تو تب علمائے حق نے اہل کلام کی نئی نئی اصطلاحوں کو بحث وتحقیق کی کسوٹی پر پرکھا اور اسلامی عقائد کا بھرپور دفاع کیا اور ثابت کیا کہ صحیح دین وعقیدہ ومنہج وہی ہے جس پر سلف صالحین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قائم تھے اور پھر خلوص نیت سے ان کی اتباع تابعین وتبع تابعین اور تا قیامت آنے والے مسلمان کرتے رہیں گے۔

سلف کون ہیں؟

سلف صالحین کا اطلاق ان نفوس کریمہ پر ہوتا ہے جنہیں اسلام کے صدر اول میں نبی کریم ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا۔ انہیں راسخین فی العلم کا لقب عطا ہوا جو آپ ﷺ کی سنت کے محافظ تھے اور آپ ﷺ کی سیرت وصورت کے عالم وعامل تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان نفوس قدسیہ کو نہ صرف اپنے نبی ﷺ کی صحبت کے لیے منتخب کیا بلکہ اپنے دین کی اقامت کے لیے بھی انہیں ہی ذمہ داری سونپی جو انہوں نے اپنی جانوں کی بازی لگا کر بھی بھرپور انداز میں نبھائی۔ پھر اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ راضی ہوگیا کہ وہ امت مسلمہ کی امامت وقیادت کریں۔ انہوں نے بھی اللہ کے راستے میں کما حقہ جہاد کیا اور اپنی تمام زندگی کو امت کی خیرخواہی اور منفعت کے لیے وقف کردیا۔ انہوں نے اللہ کی رضا کے حصول کے لیے بوقت ضرورت مقدور بھر پروانہ وار جانیں نچھاور کیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس قرآن مجید میں جا بجا ان نفوس کریمہ کی مدح سرائی کی۔

فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَآزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيْمًا. [الفتح:29]

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ لوگ جو ان ﷺ کے ساتھ ہیں' کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں، تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں، ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ ان کا یہ وصف تورات وانجیل میں ہے۔ ان کا وصف اس کھیتی کی طرح ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے، تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے' بڑی بخشش اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ. [التوبه:100]

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے آیت بالا کی ابتدا میں مہاجرین وانصار کا تذکرہ کیا۔ پھر ان کی اتباع کرنے والوں کی تعریف بیان کی اور ان کے بعد آنے والے لوگوں پر اپنی رضا کا بھی تذکرہ کیا جو صحابہ کی اتباع کرنے والے ہیں۔ البتہ دوسرے مقامات پر نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مخالفین کے راستے کی اتباع کرنے والوں کو خوب انتباہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا. [النساء:115]

"اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔"

اور جس طرح صحابہ کرام ؓ کی مرویات ومنقولات کی اتباع اور ان کے اعمال کو اپنی

> ☆......میری امت ضرور 73 فرقوں میں بٹ جائے گی، ان میں سے ایک (الجماعۃ) جنت میں اور 72 آگ میں ہیں۔ (فرمان نبی ﷺ)
>
> ☆......سلفیت سے مراد ہر زمانے میں کتاب وسنت اور سلف کے منہج کے مطابق اسلام کے صحیح مفہوم کا ادراک کرنے والی جماعت ہے۔

زندگی میں نمونہ اور مثال بنانا واجب ہے اسی طرح ان کے لیے طلب مغفرت بھی واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ [الحشر:10]

"اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

درج بالا سطور کا خلاصہ یہ ہے کہ السلفیہ وہ اصطلاح ہے جس کا اطلاق پہلی جماعت (پہلے بیج) پر ہوتا ہے اور علم وحی کی حفاظت اور فہم نصوص کے لیے جن لوگوں نے ان کی اقتدا کی، وہی راہ حق پر ہیں اور یہ کسی ایک زمانے میں منحصر نہیں۔ لہٰذا اسی وجہ سے سلفیت سے مراد ہر زمانے میں کتاب وسنت اور سلف کے منہج کے مطابق اسلام کے صحیح مفہوم کا ادراک کرنے والی جماعت پر ہوتا ہے اور وہ صرف اس مبارک زمانے میں مقید ومحدود نہیں (جس میں قرآن نازل ہوا) جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ وہ دراصل سلفیت کو اس کے حقیقی معانی سے علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔

اتباع منہج السلف کے وجوب کے دلائل کتاب اللہ سے:

سورۃ التوبۃ کی مذکورہ بالا آیت جس میں اللہ نے فرمایا:

وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ [التوبة:100]

"اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

اس کی تشریح میں ابن کثیرؒ رقمطراز ہیں" اللہ تعالیٰ سابقین مہاجرین وانصار اور ان کے اچھے اعمال کی اتباع کرنے والوں کے متعلق اپنی خوشنودی اور ان کے لیے ہمیشہ قائم رہنے والی نعمتوں کے متعلق خبر دے رہا ہے۔"

علامہ شوکانیؒ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ (اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے) سے مراد ہے،

صحابہؓ کے بعد آنے والے تابعین وغیرھم اور قیامت تک جو بھی سابقین اولین مہاجرین وانصار کی اتباع کریں گے۔

مفسر قرآن علامہ سعدی فرماتے ہیں:

"وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ" سے مراد ہے،

اعتقادات واقوال وافعال میں جو لوگ صحابہ کرام ؓ کی اتباع کریں گے تو ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں واجب المدح ہیں اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں مذموم نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں فرمایا:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا [النساء:115]

"اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت خوب واضح ہو چکی اور مومنوں کے راستے کے سوا (کسی اور) کی پیروی کرے، ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرے گا اور ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے۔"

امام ابن کثیرؒ نے فرمایا: جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کے علاوہ کسی اور رستے پر چلے گا تو اس کا راستہ شریعت کے راستے سے علیحدہ ہو جائے گا اور ایسا وہ عمداً وقصداً کرے گا۔ حالانکہ اس کے لیے حق واضح ہو چکا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ:

"وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ"

"اور وہ مومنوں کے راستے کے علاوہ کی پیروی کرتا ہے۔"

یہ فرمان پہلی بیان کردہ صفت کا مترادف ومؤکد ہے۔ مؤمنین کی جماعت کے راستے سے ہٹ کر چلنے والا بسا اوقات شریعت کی صریح مخالفت میں چل پڑتا ہے اور بعض اوقات وہ اجماع امت محمدیہ کا بھی مخالف ہوتا ہے جس پر علماء امت پوری تحقیق کے بعد متفق ہوئے ہوں کیونکہ علماء کا اجماع اس بات پر بھی ہے کہ امت کا اجماع کبھی خطا ومعصیت پر نہیں ہوتا اور اس سے امت کا شرف اور ان کے نبی ﷺ کی تعظیم ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا:

مذکورہ آیت کریمہ میں بیان کردہ دونوں وصف وعید الٰہی پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے لازم ہیں۔

چنانچہ اہل ایمان کے راستے کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرنا بھی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہے کیونکہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی، وہ اہل ایمان کے راستے کے علاوہ پر چلا اور جو اہل ایمان کے راستے کے علاوہ پر چلا اس نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی۔ یہ بالکل ظاہری بات ہے۔ لہٰذا دونوں قسم کے لوگ مذمت کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ (جاری ہے)

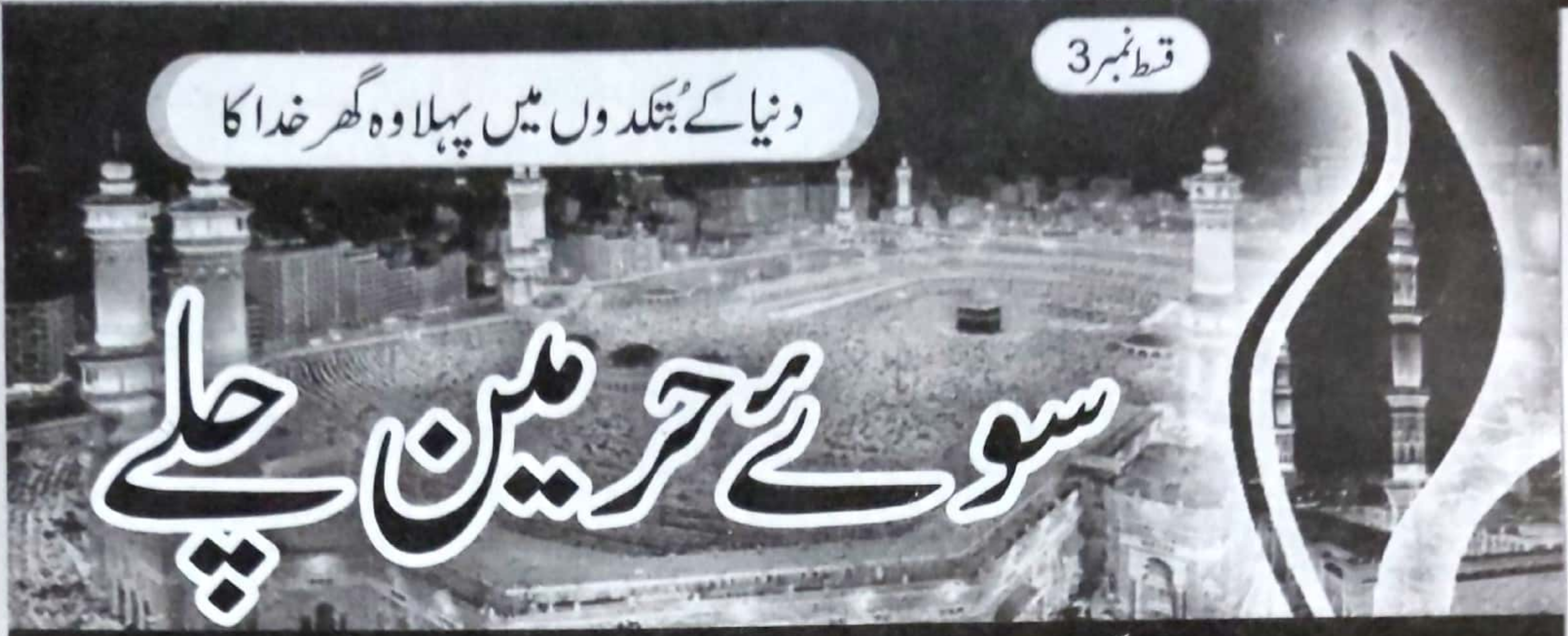

قسط نمبر3

دنیا کے بُتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

سوئے حرمین چلے

زائرین عمرہ کیلئے ایمان افروز سفرنامے کی صورت میں ایک رہنما تحریر

کبوتر دانہ اور جَو سے اولاد!

فجر کی نماز پڑھ کر مسجد الحرام سے نکلے تو باب عبدالعزیز کے سامنے کشادہ بازار میں سیاہ برقعوں میں ملبوس سیاہ فام عورتیں دانہ بیچتی نظر آئیں۔ وہ ''دانہ لے لو'' کی آوازیں لگا رہی تھیں اور لوگ دانہ خرید خرید کر کبوتروں کو ڈال رہے تھے۔ اسی لئے اس بازار کا اگلا چوک جو شارع ابراہیم خلیل سے متصل ہے' پاکستانیوں' بنگلہ دیشیوں اور بھارتیوں میں کبوتر چوک کے نام سے معروف ہے۔ حرم کے کبوتروں کو کتنا دانہ چگنا ہوتا ہے' زیادہ تر بلدیہ کے اہلکار جو صفائی پر مامور ہیں' سمیٹ کر تھیلوں میں بھر لے جاتے ہیں۔ شاید وہی دانہ بعد میں دانہ فروش عورتیں خرید لیتی ہوں۔ ہمارے پاکستانیوں میں حرم کے کبوتروں کو دانہ ڈالنے کا کس قدر شوق ہے اس کا اندازہ ہمیں عمرے سے واپس آ کر اس وقت ہوا جب ہمارے سامنے والے ہمسائے محمد رشید صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے عمرے کی مبارکباد دیتے ہوئے سخت شکایت کی کہ ''آپ بتا کر نہیں گئے۔ مجھے حرم کے کبوتروں کے لئے دانے کے پیسے بھجوانے تھے۔'' ہمسائیگی کے ناتے ہمیں اس کوتاہی پر سخت ندامت ہوئی۔ معلوم ہوا کہ وہ ہر سال کبوتروں کے لئے پیسے بھجواتے ہیں۔

کبوتر بازار میں یہ منظر بھی دیکھا کہ بعض پاکستانی خواتین اور مرد سڑک پر بکھرے دانوں میں سے کچھ چن رہے تھے۔ ایک واقف حال نے بتایا کہ یہ جو کے دانے چن رہے ہیں جو ان لوگوں کے خیال میں ان عورتوں کے لئے تیر بہدف ہیں جن کے اولاد نہیں ہوتی۔ ایک بزرگ ان کے پاس کھڑے انہیں سمجھا رہے تھے کہ اللہ کے بندو! تم اتنی دور سے آئے ہو' اللہ کے گھر میں' یہاں اللہ سے اولاد کی دعا مانگو اسے منظور ہوا تو اولاد ملے گی' مگر دیہاتی وضع کے ان لوگوں پر بھلا کیا اثر ہوتا۔ وہ بدستور جو چننے میں مگن تھے۔

پانی کی قدر معلوم

پانی اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے! پاکستان میں ہمیں ہر کہیں پینے کو پانی مفت مل جاتا ہے۔ آپ راہ چلتے کسی دکان پر' ریستوران' ہوٹل یا فٹ پاتھ پر نصب الیکٹرک کولر سے گلاس بھر کر پیاس بجھا لیتے ہیں لیکن سعودی عرب میں ایسا نہیں۔ وہاں کھانے کے ساتھ مفت پانی نہیں ملتا اور ہوٹل والے پانی کا جگ بھر کے میز پر نہیں رکھ دیتے' آپ کو پانی کی بوتل الگ خریدنی پڑتی ہے۔ لہٰذا با کفایت طریقہ یہی ہے کہ آپ حرم سے آب زمزم کی بوتل بھر کر ساتھ لائیں۔ گویا فارسی محاورے میں ''ہم خرما و ہم ثواب'' یعنی ''کھجور بھی اور ثواب بھی'' دراصل سعودی عرب میں ہر کہیں پہاڑ یا صحرا ہیں اور جبکہ دریا کوئی نہیں۔ لہٰذا نہریں بھی نہیں اور وادئ سندھ کے وسیع و عریض میدان کی طرح کوئی میدانی علاقہ نہیں جہاں زیر زمین پانی آسانی سے دستیاب ہو' چنانچہ وہاں گھروں میں جو نل کا پانی دستیاب ہے' وہ صرف نہانے دھونے کے لئے ہے۔ پینے کے لئے حرمین میں آب زمزم مفت میسر ہے اور باہر ہر کہیں مصفا پانی کی بوتل خریدیئے اور اپنی پیاس بجھائیے۔

حرم مکی کی حدود

حرم مکہ کی حدود متعین ہیں۔ ماضی میں یہ حدود شہر سے باہر تھیں مگر اب شہران سے آگے تک پھیل گیا ہے۔ حدود حرم پر ایک ایک میٹر اونچے پتھر نصب ہیں۔ ان حدود کی تفصیل یہ ہے!

شمال میں: تنعیم جو مکہ سے 16 کلومیٹر دور طریق المدینہ پر واقع ہے' یہیں مسجد عائشہ ہے جہاں لوگ جا جا کر چھوٹے عمرے کے احرام باندھتے ہیں اور یوں کئی کئی عمرے بنا لیتے ہیں' حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ نبی ﷺ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک خاص موقع پر اجازت دی تھی اور انہوں نے اپنے بھائی عبدالرحمٰنؓ کے ہمراہ تنعیم جا کر احرام باندھا تھا مگر نبی ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہرگز ثابت نہیں کہ انہوں نے تنعیم سے احرام باندھ کر کوئی عمرہ ادا کیا ہو۔

جنوب میں: اضاۃ لبن مکہ سے 12 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

شمال مشرق میں: وادئ نخلہ مکہ سے 14 کلومیٹر دور حد حرم ہے۔

مشرق میں: جعرانہ مکہ سے 16 کلومیٹر کی دوری پر ہے۔

مغرب میں: حدیبیہ طریق جدہ پر مکہ سے 15 کلومیٹر دور ہے۔ آج کل اسے شمیسی کہا جاتا ہے۔

سفرنامہ

محسن فارانی

عمرے یا حج کے میقات

وہ مقامات جہاں سے حج یا عمرے کے لئے احرام باندھا جاتا ہے' میقات کہلاتے ہیں' ان کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ **قرن المنازل:** یہ ایک پہاڑ کا نام ہے جو مکہ سے 94 کلومیٹر مشرق میں ہے۔ آج کل یہ میقات السیل الکبیر کے نام سے معروف ہے جو وادی

نخلہ کے کنارے طریق الطائف پر واقع بستی ہے۔ قرن المنازل یا السیل الکبیر اہل طائف اور اہل نجد کے لئے میقات ہے۔ غزوہ طائف سے واپسی پر نبی ﷺ نے یہیں سے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ پاکستان سے اڑنے والے طیارے جب سعودی عرب کو شرقاً غرباً قطع کر کے طائف کے شمال میں السیل الکبیر کے برابر پہنچتے ہیں تو پائلٹ آمد میقات کا اعلان کرتا ہے تاکہ زائرین احرام باندھ لیں۔

2۔ ذات عرق: آج کل اس مقام کو ضریبہ کہا جاتا ہے' یہ مکہ سے 54 کلومیٹر شمال مشرق میں ہے جو اہل عراق کے لئے میقات ہے۔

☆ نئے تعمیری منصوبے کی تکمیل پر تین سال بعد مسجد الحرام کا بیرونی صحن 4 لاکھ مربع میٹر وسیع ہوگا اور نمازیوں کی گنجائش دگنی ہوگی

☆ مکہ کی سڑکوں پر دائیں بائیں اتنے بڑے بڑے سٹور اور تجارتی کمپنیوں کے دفاتر دیکھ کر حیرت ہوئی۔

☆ بعض پاکستانی مرد وزن مسجد الحرام کے قریب سڑک پر بکھرے جو کے دانے چن رہے تھے جو ان کے خیال باطل میں بے اولاد عورتوں کے لئے تیر بہدف ہیں۔

☆ پانی کی کمی کی وجہ سے سعودی عرب میں کھانے کے ساتھ مفت پانی نہیں ملتا بلکہ خریدنا پڑتا ہے البتہ آب زم زم فری ہے

☆ آج کل ہوائی سفر کی بنا پر برصغیر کے معتمرین وحجاج قرن المنازل کے میقات سے احرام باندھتے ہیں

3۔ یلملم: یہ مکہ سے تقریباً 80 کلومیٹر جنوب میں ایک وادی ہے جس پر اسی نام کا قصبہ آباد ہے جو اہل یمن کے لئے اور ادھر سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔ فضائی سفر کے آغاز سے پہلے برصغیر اور دیگر ایشیائی ممالک کے معتمرین اور عازمین حج بحری جہاز میں یلملم کے بالمقابل آکر احرام باندھتے تھے اور پھر جدہ کی بندرگاہ پر اتر کر حرم کعبہ کا رخ کرتے تھے۔

4۔ جحفہ: یہ اہل مصر و شام کے لئے میقات ہے (جو مدینہ سے نہ گزریں) الجحفہ نامی بستی قدیم شاہراہ مکہ مدینہ سے تقریباً 10 کلومیٹر مشرق میں واقع ہے اور اب زائرین اس کے شمال مغرب میں رابغ سے احرام باندھتے ہیں جو مکہ سے 205 کلومیٹر شمال میں شاہراہ پر ساحل سے ذرا ہٹ کر ہے۔

5۔ ذوالحلیفہ: یہ مدینہ منورہ سے 9 کلومیٹر جنوب میں طریق مکہ پر واقع ہے۔ آج کل اسے بئر علی (ابیار علی یا آبار علی) کہا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے صلح حدیبیہ (6ھ)' عمرۃ القضا (7ھ) اور حجۃ الوداع (10ھ) کے موقع پر یہیں سے احرام باندھا تھا۔ یاد رہے سوڈان کے علی نامی حکمران نے یہاں کنواں کھدوایا تھا' لہٰذا یہ اس کے نام سے موسوم ہوا۔

عہد شاہ عبداللہ میں حرم کی توسیع

ایک روز مسجد الحرام میں نماز عصر ادا کر کے باب العمرہ سے نکلے تو دیکھا کہ باب الفتح' باب المدینہ' باب عمر اور باب القدس سے دور دور تک بلند و بالا عمارتیں گرائی جا چکی ہیں۔ وہاں تیس چالیس دیوہیکل کرینیں مصروف کار تھیں۔ یہ حرم کے نئے توسیعی منصوبے کا کام ہے جو شاہ عبداللہ حفظہ اللہ کے عہد میں انجام پا رہا ہے۔ گزشتہ 19 اگست کو شاہ نے اس توسیعی منصوبے کا سنگ بنیاد رکھا ہے۔ تین سال میں اس منصوبے کی تکمیل پر مسجد الحرام کے بیرونی صحن میں 4 لاکھ مربع میٹر کا اضافہ ہو جائے گا اور مسجد الحرام انتظامیہ کے نائب سربراہ ڈاکٹر محمد الجزیم کے مطابق حرم شریف میں نمازیوں کی گنجائش دوگنی ہو جائے گی۔

حرم مدینہ کی جانب رواں دواں

ہفتہ (7 مئی 2011ء) کو دس بجے مدینہ روانگی کا پروگرام تھا' چنانچہ ہم نے نماز فجر کے بعد طواف الوداع کرلیا تھا' فندق اصالت (شارع ابراہیم خلیل) کے ذمہ دار عثمان نے صبح ہی بتا دیا تھا' چنانچہ مقررہ وقت پر ہم نے پاسپورٹ واپس لیا' بیگ اٹھایا اور کوچ میں سوار ہوگئے۔ کوچ حرکت میں آئی اور مکہ کی مختلف شاہراہوں سے نکل کر کوہ الجون کی مختلف سرنگیں (انفاق) کاٹتی ہوئی جانب شمال مدینے کو چل دی۔ مکہ کی سڑکوں پر دائیں بائیں اتنے بڑے بڑے سٹور' تجارتی کمپنیاں اور ان کے دفاتر تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ طریق المدینہ پر پہلی بستی الجموم کی آئی۔ اس کے بعد عسفان کی طرف بڑھے۔ نیچے بائیں طرف دور دور تک جدید جدہ پھیلا ہوا تھا جو سعودی عرب کا سب سے بڑا شہر ہے۔ جادۂ نبوی کے ساتھ دائیں طرف دور ایک وادی چل رہی تھی (سعودی عرب میں برساتی ندی نالے ''وادی'' کہلاتے ہیں۔) یہ وادی الھدہ یا شامیہ ابن حمادی ہے جہاں رسول اللہ ﷺ ربیع الاول 6ھ میں کفار بنولحیان کی تادیب کے لئے تشریف لائے تھے۔ یہیں چشمہ الرجیع ہے جہاں صفر 4ھ میں بنولحیان نے حضرت مرثد رضی اللہ عنہ کے زیر قیادت آٹھ مسلمانوں کو دھوکے سے شہید کر دیا تھا نیز خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ رضی اللہ عنہما کو کفار مکہ کے حوالے کر دیا جہاں دونوں شہید کر دیئے گئے۔ ان دنوں الرجیع کو الوطیہ کہا جاتا تھا جس کے قریب الشامیہ نامی قصبہ ہے۔ مکہ سے الوطیہ کا فاصلہ تقریباً 70 کلومیٹر ہے۔

خیمہ ام معبد کے نواح میں

کوچ عسفان کو بائیں طرف چھوڑتے ہوئے خُلیص کی طرف چل رہی تھی۔ راستے میں دائیں طرف غزّان نامی بستی آئی جس کا کتب سیرت میں ذکر آتا ہے۔ پھر اسی جانب خُلیص کا بورڈ لگا دکھائی دیا جو شاہراہ سے تقریباً 6 کلومیٹر ہٹ کر ہے۔ ہجرت کے سفر میں نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ عسفان کے جنوب سے ہو کر امج (موجودہ خلیص) کی طرف آئے تھے اور اس کے نیچے سے طریق المدینہ کو دوسری بار کاٹ کر قُدید کو مشرق میں چھوڑتے ہوئے شمال کو نکل گئے تھے جہاں ام معبد خزاعیہ کی خوبیٔ قسمت آپ کا انتظار کر رہی تھی۔

عسفان سے تقریباً 55 کلومیٹر آگے آکر کوچ نے قدیم شاہراہ مدینہ چھوڑ دی جو رابغ' مستورہ اور بدر سے ہو کر مدینہ پہنچتی ہے۔ جدید طریق المدینہ اب شمال مشرق کو وادی قُدید اور وادی ستارہ کے بائیں طرف ساتھ ساتھ جا رہی تھی۔ بائیں طرف وادی صعبر میں کہیں خیمہ ام معبد ہوگا جو تاریخ کے صفحات میں سنہری حروف میں رقم ہے۔ دوسرا تاریخی خیمہ (فسطاط) فاتح مصر عمرو بن العاص کا خیمہ تھا جہاں اسلامی مصر کا پہلا دارالحکومت فسطاط آباد ہوا جو اب قدیم قاہرہ کا حصہ ہے۔ وادی قدید اور وادی ستارہ میں البریکہ' الظبیہ اور السلیم نامی بستیاں آئیں۔ ایک پٹرول پمپ پر کوچ رکی تو وہاں وضو کر کے ہم نے نماز ظہر ادا کی اور کھانے کے طلبگاروں نے کچھ تناول کرلیا۔ یوں تازہ دم ہو کر قافلہ آگے چل دیا۔ (جاری ہے)

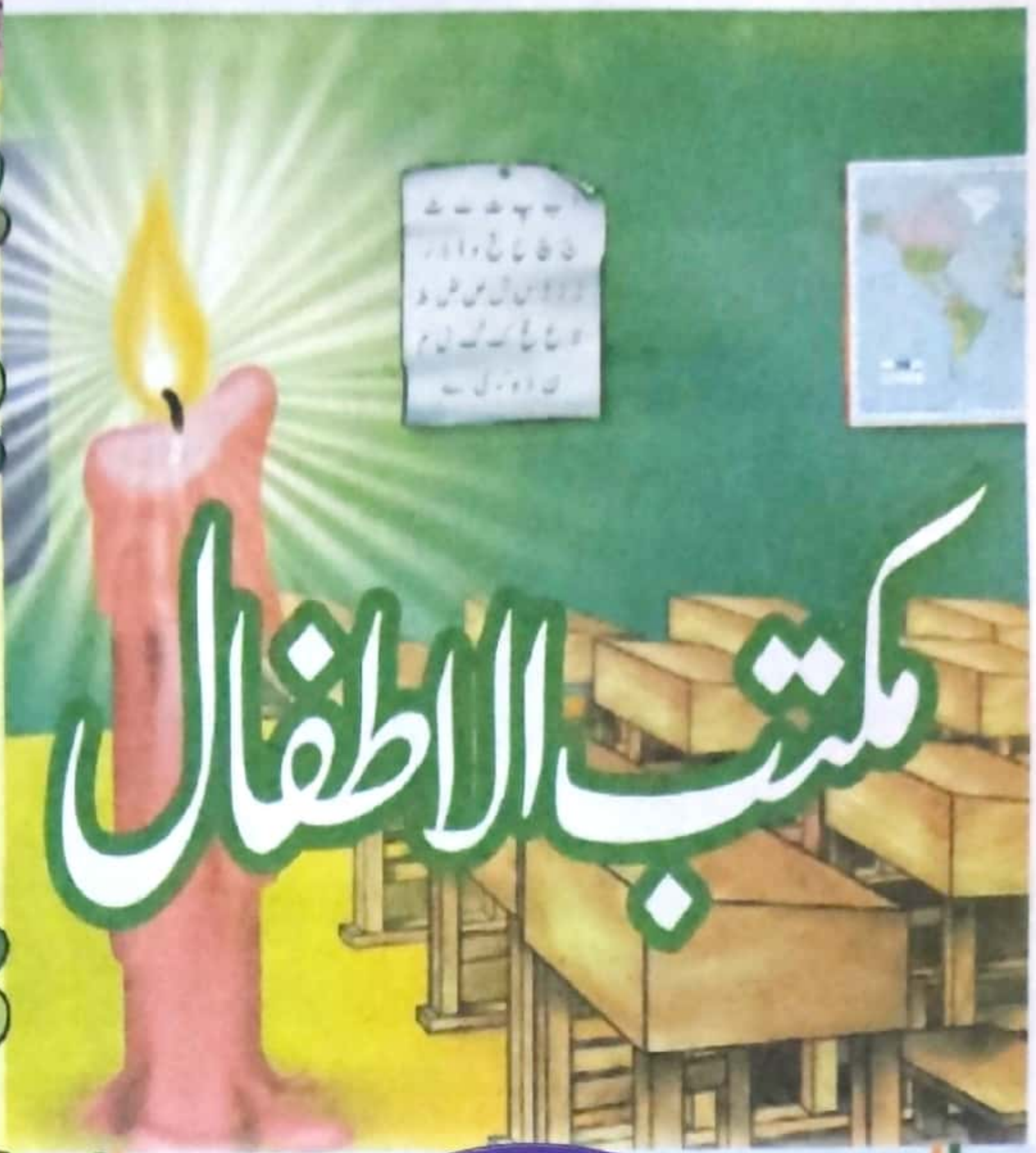

روشن باتیں

پیارے بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سنائیں رمضان کیسے گزرا۔آپ نے سحر وافطار کا خوب اہتمام کیا ہوگا۔دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ مل کر افطار کا مزا ہی کچھ اور ہے لیکن اگر ہم اپنی اس خوشی میں غریبوں' مسکینوں کو شامل کرتے رہے' چاہے ان کو کھلا پلا کر یا مظلوم مستحق مسلمانوں اور مجاہدین وسیلاب زدگان کی مالی مدد کر کے تو پھر تو اس خوشی کا کیا ہی عالم ہو جاتا ہے۔اس طرح عید کا مزہ بھی تب ہی آتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ بندہ رب ذوالجلال کے حضور زبردست اجر وثواب کا مستحق بھی ٹھہرتا ہے۔ہمیں امید ہے رمضان میں اذکار' تلاوت قرآن اور صلوٰۃ تراویح کا اہتمام بھی خوب رہا ہوگا۔ یہ سب اعمال صالحہ اس زندگی کے امتحان کا حصہ ہیں۔ کامیاب ہونے والے کو اس کا رزلٹ کارڈ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔روزہ دار کا اعزاز یہ بھی ہے کہ یہ باب الریان سے جنت میں داخل ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس امتحان کی خوب تیاری کرنے کی توفیق دے۔آمین۔

پیارے بچو!ایک دو باتوں کے حوالے سے رہنمائی کرنا ضروری ہے۔پہلی بات تو یہ ہے کہ تحریر لکھنے کے کچھ آداب ہیں۔آپ اپنی تحریر کو صاف ستھرے کاغذ کی صرف ایک جانب لکھیں۔ اگر آپ کوئی واقعہ یا تحریر اور نظم کہیں سے نقل کرتے ہیں تو اس کا حوالہ یا انتخاب ضرور لکھیں' وگرنہ وہ نقل شمار ہوگی اور یہ جعلی کام کرنے والے کے نام سے آئندہ پردہ بھی اٹھایا جائے گا۔

دوسری بات یہ کہ اپنا نام اور ایڈریس صاف اور مکمل لکھیں' ہوسکتا ہے کہ آپ انعام یافتگان میں شامل ہوں اور ادھورے پتہ کی وجہ سے ہمیں دشواری کا سامنا ہو۔

کچھ بچوں نے تجاویز لکھی ہیں' ہم ان کی قدر اور حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔صفحات میں اضافہ مشکل ہے البتہ خطوط کے جوابات کا سوچا جا سکتا ہے۔

والسلام

چاچو جان حمدان

امام بخاریؒ کی ذہانت

آپؒ کا پورا نام محمد بن اسماعیل بخاریؒ ہے۔امام بخاریؒ کی زندگی کا سچا واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ایک دفعہ آپؒ کشتی میں سفر کر رہے تھے۔آپ کے پاس سونے کی اشرفیوں کی تھیلی تھی۔آپؒ کے ہمسفر ایک آدمی کی نظر اس تھیلی پر پڑی۔اس آدمی کی نیت میں فتور آ گیا' اس سے رہا نہ گیا اور اس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ میری رقم والی تھیلی گم ہوگئی ہے۔لہٰذا آپ سب مجھے اپنی تلاشی دو۔جب امام صاحبؒ نے اس کی اتنی گھٹیا حرکت دیکھی تو انہوں نے اپنی تھیلی کو چپکے سے دریا کے اندر پھینک دیا۔جب وہ آدمی تلاشی لیتا ہوا آپؒ کے پاس پہنچا اور آپ کے سامان کی تلاشی لینے کے باوجود وہ تھیلی نظر نہ آئی تو بہت مایوس اور شرمندہ ہوا۔اس پر لوگوں نے اس شخص کو بہت ملامت کی اور برا بھلا کہا۔جب آپ کا سفر مکمل ہوا تو وہ شخص بھی آپ کے ساتھ نیچے اترا اور آپؒ سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا: آپ نے اس تھیلی کو کہاں چھپایا حالانکہ وہ تھیلی میری نہیں' آپؒ کی تھی۔میری تو نیت خراب ہوگئی تھی۔اس پر امام صاحب نے فرمایا: بے شک وہ تھیلی میری ہی تھی لیکن میں نے تیری حرکت کی وجہ سے اس کو دریا میں پھینک دیا۔تیرے دعوےٰ کے مطابق اگر وہ تھیلی مجھ سے برآمد ہو جاتی تو دنیا نے مجھ کو چور اور بے ایمان جیسے القاب سے پکارنا تھا۔اس لیے میں نے دنیا کے مال کو ترجیح نہیں دی بلکہ اپنے ایمان کو مقدم رکھا' میں نے تھیلی کو دریا میں پھینک دیا تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ اگر بخاریؒ دنیاوی مال میں چوری اور خیانت کرتا ہے تو لازماً احادیث مصطفیؐ میں بھی خیانت اور چوری کرتا ہوگا۔اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم بھی دنیاوی مال و دولت کی بجائے اپنے ایمان اور احادیث مصطفیؐ کو مقدم رکھیں۔ان پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو پاکیزہ بنائیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

محمد عثمان یوسف۔لاہور

ذہین بچے

تین بچے نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں پیش پیش رہتے تھے۔اتفاق کی بات ہے کہ ان تینوں کا نام عبداللہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ ان تینوں کی محبت اور خدمت کو دیکھتے تو انہیں دعائیں دیتے۔ان دعاؤں کا نتیجہ یہ نکلا کہ تینوں بڑے ہو کر اپنے اپنے فن کے امام بنے۔

1۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام الفقہاء بنے۔ 2۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما امام المفسرین بنے۔

3۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام المحدثین بنے۔

عبداللہ' ہری پور

دلچسپ و عجیب

- کتا واحد جانور ہے جس کی زبان پر پسینہ آتا ہے۔
- مور کی پسندیدہ خوراک سانپ ہے۔
- سانپ اپنی زبان سے راستہ تلاش کرتا ہے۔
- کوے کی عمر قریباً ایک سو سال سے زیادہ ہوتی ہے۔
- نیوزی لینڈ میں سانپ نہیں پائے جاتے۔
- بلی کو جب بدہضمی ہو تو وہ گھاس کھاتی ہے۔
- چیتا ایک گھنٹہ میں 90 کلومیٹر سفر طے کرتا ہے۔
- شیر ایک گھنٹہ میں 50 کلومیٹر سفر طے کرتا ہے۔
- ٹماٹر کا شمار پھلوں میں ہوتا ہے۔

(زبیر بن خالد' عثمان بن خالد مرجانوی۔فیصل آباد)

عالم کی شان

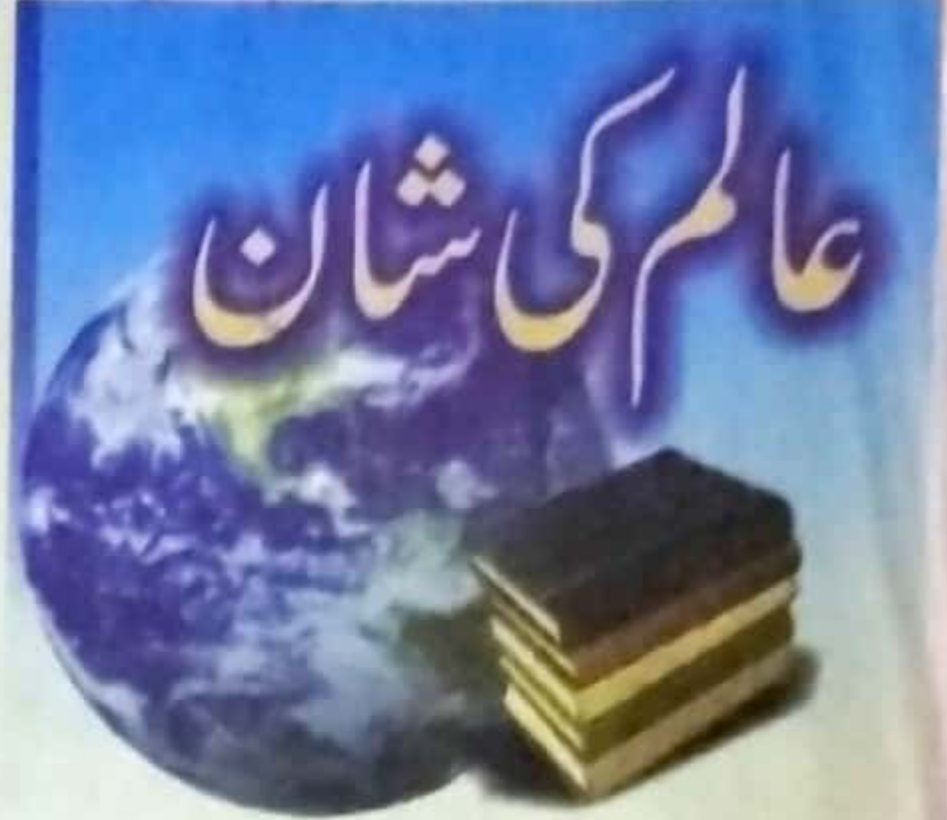

علامہ مشرقی بیان کرتے ہیں کہ 1909ء کا ذکر ہے۔اتوار کا دن تھا اور زور کی بارش ہو رہی تھی' میں کسی کام سے باہر نکلا تو کیمبرج یونیورسٹی کے مشہور ماہر فلکیات سر جیمس جینز (Sir James Jans) پر نظر پڑی جو چرچ کی طرف جا رہے تھے۔میں نے قریب ہو کر سلام کیا۔انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔دوبارہ سلام کیا تو وہ متوجہ ہوئے اور کہنے لگے تم کیا چاہتے ہو؟

میں نے کہا' دو باتیں۔اول یہ کہ زور سے بارش ہو رہی ہے اور آپ نے چھتری بغل میں دبا رکھی ہے۔سر جیمس اپنی بدحواسی پر مسکرائے اور چھتری تان لی۔دوم یہ کہ آپ جیسا شہرہ آفاق آدمی گرجا میں عبادت کے لیے جا رہا ہے۔یہ کیا؟ میرے اس سوال پر پروفیسر جیمس لحہ بھر کے لیے رک گئے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا' آج شام کو چائے میرے ساتھ پیو۔

چنانچہ شام کو میں ان کی رہائش گاہ پہنچا۔ٹھیک چار بجے لیڈی جیمس باہر آ کر کہنے لگیں۔ سر جیمس تمہارے منتظر ہیں۔اندر گیا تو ایک چھوٹی سی میز پر چائے لگی ہوئی تھی۔پروفیسر صاحب تصورات میں کھوئے ہوئے تھے۔کہنے لگے تمہارا سوال کیا تھا اور میرے جواب کا انتظار کیے بغیر اجرام فلکی کی تخلیق' ان کے حیرت انگیز نظام' بے انتہا پہنائیوں اور فاصلوں' ان کی پیچیدہ راہوں اور مداروں' نیز ان کی زبردست باہمی کشش و جبروت بیان کی ان کا دل دہلنے لگا اور ان کی اپنی کیفیت یہ تھی کہ سر کے بال سیدھے اٹھے ہوئے تھے' آنکھوں سے حیرت و خشیت کی دوگونہ کیفیتیں عیاں تھیں۔اللہ کی حکمت و دانش' ہیبت سے ان کے ہاتھ قدرے کانپ رہے تھے اور آواز لرز رہی تھی۔ فرمانے لگے جب میں خدا کے تخلیقی کارناموں پر نظر ڈالتا ہوں تو میری تمام ہستی اللہ کے جلال سے لرزنے لگتی ہے۔جب میں کلیسا میں خدا کے سامنے سرنگوں ہو کر کہتا ہوں "تو بہت بڑا ہے" تو میری ہستی کا ہر ذرہ ہم نوا بن جاتا ہے۔مجھے بے حد سکون اور خوشی نصیب ہوتی ہے۔مجھے دوسروں کی نسبت عبادت میں ہزار گنا زیادہ سرور و کیف ملتا ہے۔کہو عنایت اللہ خاں! تمہاری سمجھ میں آیا کہ میں گرجا کیوں جاتا ہوں؟ علامہ مشرقی کہتے ہیں کہ پروفیسر جیمس کی اس تقریر نے میرے دماغ میں عجیب کہرام پیدا کر دیا۔میں نے کہا جناب والا میں آپ کی روح افروز تفصیلات سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔اس سلسلہ میں قرآن مجید کی ایک آیت یاد آ گئی ہے۔اگر اجازت ہو تو پیش کروں۔فرمایا: ضرور۔چنانچہ میں نے یہ آیت پڑھی:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ.[فاطر:28] "اہل علم ہی ہیں جو اللہ سے بہت ڈرتے ہیں۔"

یہ آیت سنتے ہی پروفیسر جیمس بولے' کیا کہا: حیرت انگیز' بہت عجیب' یہ بات جو مجھے 50 برسوں کے مسلسل مطالعہ و مشاہدہ کے بعد معلوم ہوئی' محمد ﷺ کو کس نے بتائی؟ کیا قرآن مجید میں واقعی یہ آیت موجود ہے؟ اگر ہے تو میری شہادت لکھ لو کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے۔ محمد ﷺ امی تھے' انہیں یہ عظیم حقیقت خود بخود معلوم نہیں ہو سکتی تھی' انہیں یقیناً اللہ نے بتائی تھی۔ بہت خوب' بہت عجیب۔

تیری دنیا میں میرے علم کا حاصل حیرت
ایسی حیرت کہ جسے علم کا عرفاں کہیے

(ارسلان ناصر۔جامعہ الدعوۃ الاسلامیہ مرکز طیبہ مریدکے)

نئے پھول اور کلیاں

آرٹ: عائشہ علی اعوان

آرٹ: محمد عمر چونیاں

آرٹ: زبیر، عثمان مرجالوی (فیصل آباد)

آرٹ: عبداللہ اسیاف بن ریحان چونیاں

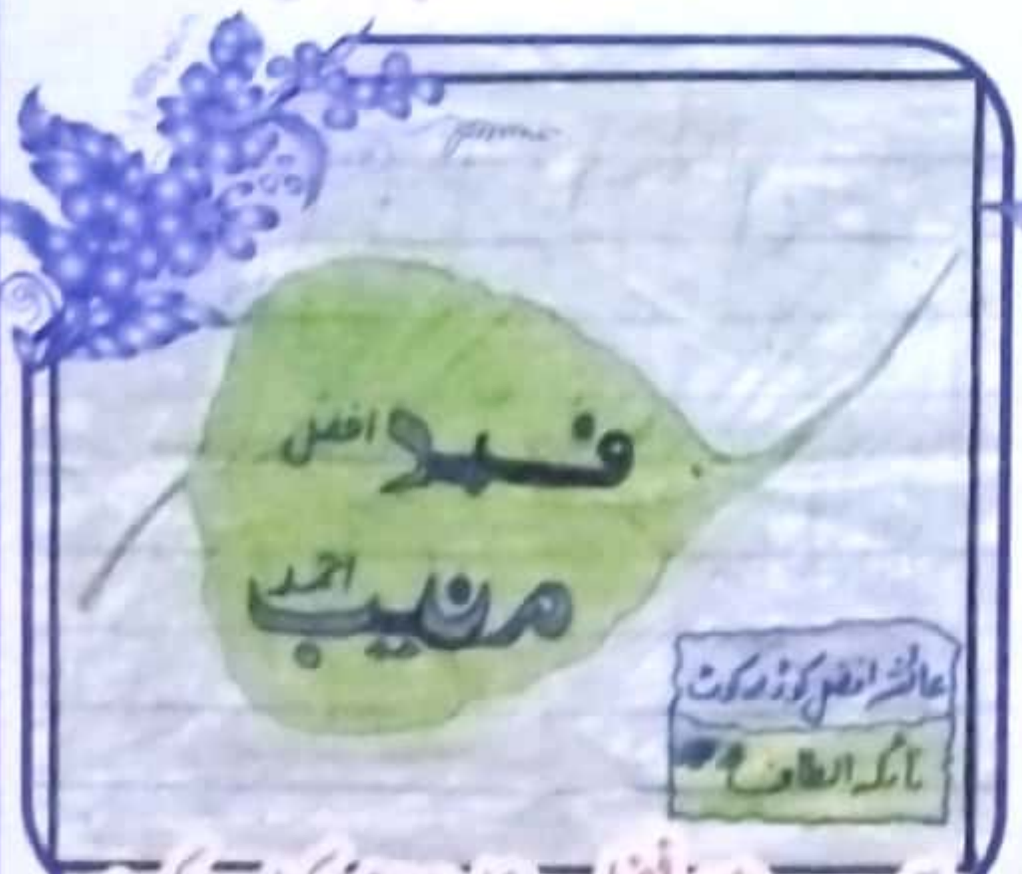

آرٹ: عائشہ افضل، نائلہ الطاف کوڑے کوٹ

پیارے بچو! اس کالم میں آپ چھوٹے بچوں کے نام خوبصورت طریقے سے ڈرائنگ کر کے بھیجا کریں جبکہ کئی بچے نام بڑا ڈرائنگ کرنے کی بجائے زیادہ زور منظر کشی پر لگاتے ہیں جو ہمارا اصل مقصود نہیں۔لہٰذا آئندہ خیال رکھیں اور صرف چھوٹے بچے کے نام کو بڑا سا خوبصورت ڈرائنگ کر کے بھیجیں۔جزاکم اللہ خیرا

رابطہ: ماہنامہ الحرمین پوسٹ بکس نمبر 1481 جی پی او لاہور

میٹھی شرارتیں

☆ ہماری کزن کشف جب سے پیدا ہوئی ہے' پہلے دن سے ایسی دلفریب شرارتیں اور ادائیں دکھا رہی ہے کہ ہر کسی کا دل موہ لیتی ہے۔ جب پیدا ہوئی تو پہلے دن اسے بار بار جمائیاں آتی تھیں۔ پہلی بار جمائی آئی تو ساتھ ہی اس نے اپنا ننھا منا ہاتھ فوراً منہ پر رکھ لیا۔ شاید وہ نبی ﷺ کی اس حدیث پر عمل کر رہی تھی کہ ''جب انسان کو جمائی آئے تو وہ اپنا ہاتھ اپنے منہ پر دے کیونکہ شیطان جمائی کے ساتھ منہ میں داخل ہوتا ہے۔'' (مسند احمد) اور یوں بھی نبی ﷺ کی حدیث کے مطابق بچہ دین فطرت اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے۔

☆...... گزشتہ رمضان کشف کے ابو کی مع فیملی پرل کانٹینٹل ہوٹل لاہور میں ایک دوست نے دعوت کی۔ کشف اس وقت تقریباً 5 ماہ کی تھی اور ابھی روٹی وغیرہ کھانا شروع نہیں ہوئی تھی۔ کشف کے ابو اسے ایک ہاتھ میں اٹھا کر دوسرے ہاتھ سے پلیٹ میں کھانے کے لیے مختلف ڈشوں سے چیزیں ڈالنے لگے۔ جس بازو میں کشف تھی' اسی ہاتھ میں نان پکڑا ہوا تھا۔ کشف کچھ دیر تو یہ سارا منظر دیکھتی رہی کہ اپنے لیے چیزیں ڈالتے جا رہے ہیں اور مجھے پوچھتے بھی نہیں' کشف کے ابو اپنے کام میں محو تھے کہ کشف نے اچانک نان کو ایسا زور سے ہاتھ مارا کہ آدھا نان اس کے ہاتھ میں آ گیا اور آدھا اس کے ابو کے ہاتھ میں رہ گیا۔ سارے اس غیر متوقع اور کامیاب وار پر حیران ہوئے اور بڑے محظوظ ہوئے۔

☆...... کشف ابھی آٹھ ماہ کی تھی کہ اس نے سب سے پہلا لفظ اللہ اللہ کہنا شروع کر دیا۔ یہ اس کی نانی اماں جو کہ حافظ قرآن ہیں' نے اسے بڑے پیار سے دن رات محنت کر کے کہنا سکھایا۔ اس سے پہلے وہ بابابابا اکثر بے اختیار کہا کرتی تھی۔ تاہم اس نے باقاعدہ طور پر پہلا لفظ اللہ ہی کہنا شروع کیا۔ الحمدلله علی ذلک

☆...... کشف پیدا ہوتے ہی اپنی امی جان کے ساتھ مرکز ابن قاسم ملتان میں جامعہ فاطمہ للبنات جانا شروع ہو گئی۔ اس کی امی چونکہ حافظہ وقاریہ ہیں' اس لیے جب وہ حفظ وقرأت کی کلاس پڑھانے جاتیں تو کشف کو بھی ساتھ لے جاتیں۔ ساتویں' آٹھویں ماہ میں ہی ہم نے غور کیا کہ کشف کو جو بھی کاغذ' کتاب' اخبار ملتا' وہ اسے کھول کر شاگردوں کی طرح بیٹھ جاتی اور بے معنی سے الفاظ نکال کر یوں بولنا اور شور مچانا شروع کر دیتی جیسے کلاس میں بچے پڑھ رہے ہوں۔ جبکہ وہ اپنی کمر بھی ساتھ ساتھ ہلاتی جاتی۔ یعنی پورا انداز ایسے ہوتا جیسے کلاس میں شاگرد سبق پڑھتے ہیں اور آواز بھی وہ گلے سے اس طرح نکالتی جیسے قاری حضرات مختلف الفاظ حلق سے نکالتے ہیں۔ پہلے تو ہم نے اس انداز پر غور نہ کیا' پھر یاد آیا کہ دراصل وہ بچوں کو روزانہ اس طرح پڑھتے دیکھتی ہے تو اس کی خوب نقل کرتی ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس بچی کو عافیت وصحت میں رکھے' والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے اور اس سے دین کا زیادہ سے زیادہ کام لے۔ آمین۔

سلمان ریاض قاضی، حسن ریاض قاضی ملتان

میٹھی شرارتیں درج ذیل پتہ پر روانہ کریں پوسٹ بکس نمبر 1481 جی پی او لاہور

ذہانت آزماؤ......انعام پاؤ:

1- مردوں میں سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا؟

(i) عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ (ii) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ (iii) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ۔

2- ہجرت حبشہ کتنی بار پیش آئی؟

(i) چار مرتبہ۔ (ii) چھ مرتبہ۔ (iii) دو مرتبہ۔

3- غزوۂ احد کون سے مہینے اور تاریخ کو ہوا۔

(i) 15 رمضان المبارک۔ (ii) 6 شوال۔ (iii) 10 ذی الحجہ

4- دنیا کے 200 ممالک میں پاکستان رقبے کے لحاظ سے کتنے نمبر پر ہے؟

(i) پہلے (ii) آٹھویں (iii) چھتیسویں

5- الدعوۃ موبائل ہسپتال پورے شہر میں پبلک مقامات پر الگ متحرک رہا۔ یہ جملہ مجلّہ الحرمین کے کس صفحہ پر ہے' نیز مضمون نگار کا نام بھی لکھیں؟

گذشتہ ماہ کے درست جوابات

1- پاکستان کو ایران نے پہلے تسلیم کیا۔

2- غزوۂ بدر 17 رمضان کو ہوا۔

3- سونے کے ذخائر ریکوڈک بلوچستان سے ملے ہیں۔

4- 27 رمضان کو پاکستان بنا۔

5- ابوعمار حافظ محمد شعیب ہے اور صفحہ نمبر 64 ہے۔

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتگان

1- ارسلان ناصر۔ فیصل آباد 2- آمنہ اختر۔ ساہیوال 3- عابد علی۔ واہ کینٹ

خصوصی انعامات

1- راحت جبین۔ فیصل آباد 2- حفصہ داؤد۔ چونیاں 3- عبداللہ رافع۔ لاہور

مکتب الاطفال کے دیگر شرکاء

عثمان' عالیہ اشفاق' ملتان۔ محمد ساجد اقبال' عائشہ کوثر' شکر گڑھ۔ ساجدہ' خدیجہ خالد' جڑانوالہ۔ امامہ نذیر' جویریہ نذیر' میاں چنوں۔ نبیلہ خلیق' فیصل آباد۔ آمنہ' مدیحہ محمد یوسف' قلعہ دیدار سنگھ۔ زبیر خالد' عثمان خالد' فیصل آباد۔ ناعمۃ العالیہ' عمیر حقانی' فیصل آباد۔ محمد عمر منیر' قصور۔ رضوان اللہ' احمد آباد۔ ام فریحہ' گوجرانوالہ۔ عائشہ اعوان' ساہیوال۔ ہادیہ انور' نورے والا۔ اخت عمران' ساہیوال۔ عائشہ الیاس' محمد رضوان' ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ منزہ رحمان' فیصل آباد۔ معاذ الرحمٰن' اشفاق احمد' شیخوپورہ۔

پسندیدہ اشعار

حد سے زائد کھا چکے ہیں در بدر کی ٹھوکریں
کاش اپنا لے مسلماں اب بھی خوئے مصطفیٰ

(ساجدہ مظفر۔ 232 گ ب)

کیوں آنکھ میں بہتے ہوئے اشکوں کی لڑی ہے
چپ رہ میرے ہم وطن قیامت کی گھڑی ہے
ہوتا ہے کچھ گمان سا میدان حشر کا
ہر ایک مسلمان کو اپنی ہی پڑی ہے
مٹ جائے میرا دیس یہ حالات بنا کر
اطراف کی ہر قوم تماشے پہ کھڑی ہے
پھر سرخ سرخ ہے میرے دریاؤں کا پانی
لگتا ہے کہیں خون کی برسات پڑی ہے

(انتخاب: یحییٰ قاسم)

کسی نبی یا رسول کے پیروکار قربانیوں کے وہ مناظر پیش نہ کر سکے جو آپؐ کے صحابہؓ نے پیش کئے

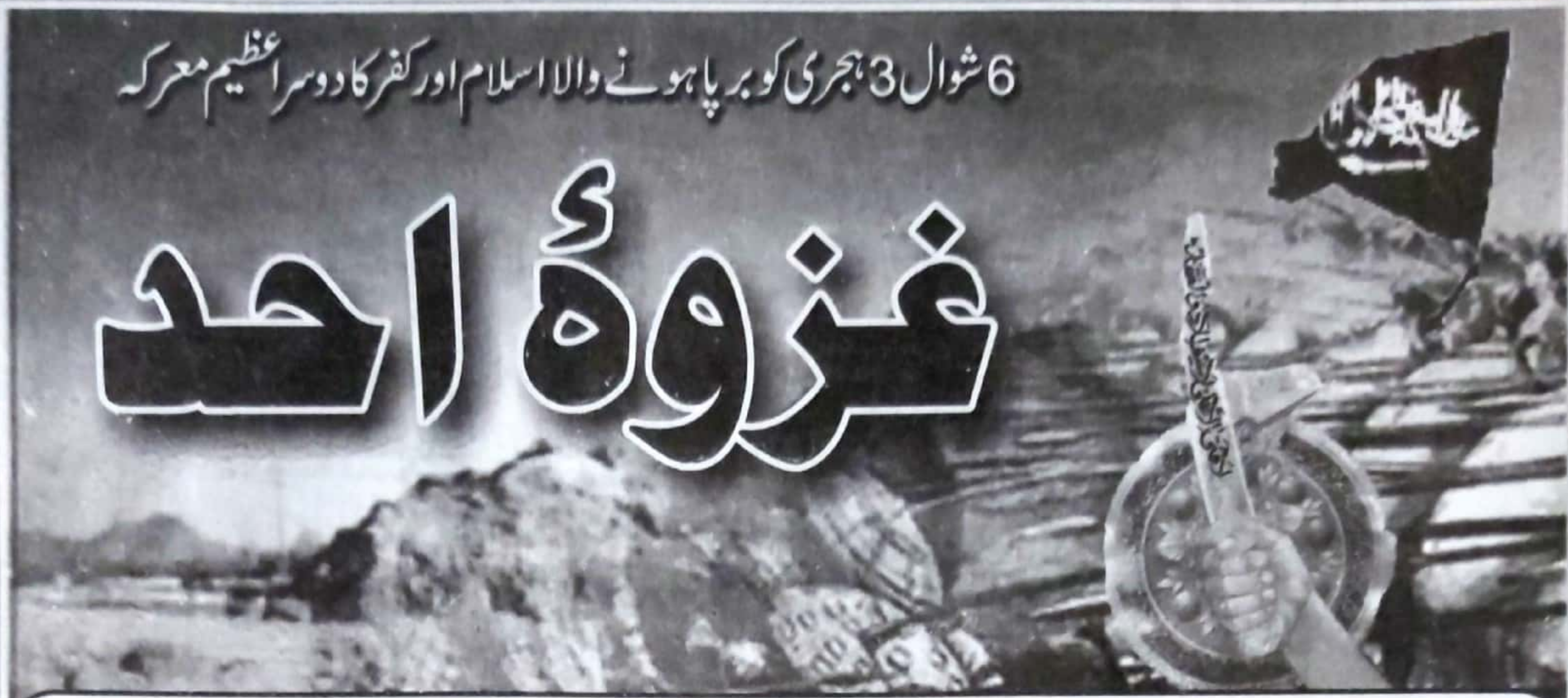

☆......اگرچہ کفار نے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا لیکن فتح پھر بھی نہ پا سکے اور نہ کسی مسلمان کو قیدی بنا سکے

☆......ایران و روم کے نامور جرنیل نبی اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ مجاہدوں کے سامنے اس لئے نہ ٹک سکے کہ آپ نے مشکل ترین حالات میں بھی اپنے صحابہ کو لڑنے کا ہنر سکھایا تھا

☆......آج بھی عسکری ماہرین حیران ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو سال قبل جنگ سے ناآشنا لوگوں کو کتنی کامیابی سے میدان میں لڑایا

☆......منافقین نے مشورہ دیا کہ جنگ مدینے میں رہ کر لڑی جائے تاکہ ان کے نفاق کا پردہ آزمائش سے چاک نہ ہو جائے

☆......نبی اکرم ﷺ کے دور سے ہی منافقین کا یہ وطیرہ چلا آ رہا ہے کہ دین اور جہادی امور میں اس وجہ سے پیچھے ہٹتے ہیں کہ ان کی رائے نہیں مانی گئی

غزوۂ احد کا سبب

سید الاولین والاخرین' امام الانبیاء والمرسلین امیر الجہاد والمجاہدین خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ چلے گئے تو اہل مکہ نے آپ ﷺ کو ستانا' تنگ کرنا اور اذیت پہنچانا موقوف نہیں کیا تھا۔ بلکہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر جانے کے بعد بھی آپ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کے ساتھ جنگ وجدل کا بازار گرم کئے رکھا۔ اسی بناء پر سن 2 ہجری میں اسلام اور کفر کا پہلا باقاعدہ اور معروف معرکہ غزوۂ بدر برپا ہوا۔ اس کے بعد سن 3 ہجری ماہ شوال کی 6 تاریخ کو اہل مکہ کے سردار ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں تین ہزار کا لشکر تین سو میل کا طویل سفر طے کر کے منتقمانہ جذبات لئے ہوئے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کیلئے آیا۔

رسول اکرم ﷺ کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت

رسول مکرم' نبی معظم' ہادی اعظم' سید ولد آدم' جناب محمد کریم ﷺ کو جب تازہ صورت حال کا پتہ چلا تو آپؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اے میرے جانثار صحابہ! مکہ والے پھر آ رہے ہیں سنا ہے ان کا لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ ان کے پاس بہت زیادہ اسلحہ اور وسائل ہیں۔ مجھے مشورہ دو کہ جنگ شہر کے اندر رہ کر کی جائے یا شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں لڑا جائے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین تھا لیکن بظاہر اہل اسلام میں اپنا شمار کرواتا تھا۔ اس نے اور اس کے دیگر منافق ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ لڑائی مدینہ طیبہ کے اندر رہ کر لڑی جائے۔ منافقین کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح ہمارے نفاق اور ہماری غلط روش پر پردہ پڑا رہے گا اور ہماری اصلیت نہیں کھلے گی۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب شہر کے اندر رہ کر لڑیں گے۔ نہ پتہ چلے گا کہ کون لڑا ہے اور کون نہیں لڑا۔ اس طریقہ سے ہمارا نفاق چھپا رہے گا۔ اگر کھلے میدان میں لڑائی ہوئی تو پھر بہرصورت نکلنا پڑے گا اور لڑنا بھی پڑے گا۔

بعض نوجوان اور پرعزم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ لڑائی باہر نکل کر کھلے میدان میں کرنی چاہئے۔ رسول اکرم ﷺ نے ثانی الذکر مشورہ کو بہتر سمجھا کہ باہر نکل کر ہی لڑا جائے۔ جب آپ ﷺ اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے تو ایک ہزار کا لشکر تھا۔ عین میدان جنگ میں دشمن کے روبرو پہنچ کر عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو یہ کہہ کر واپس لے گیا کہ ہماری بات اور ہمارا مشورہ کیوں نہیں مانا گیا۔ جب ہماری بات ہی نہیں

تاریخ اسلام

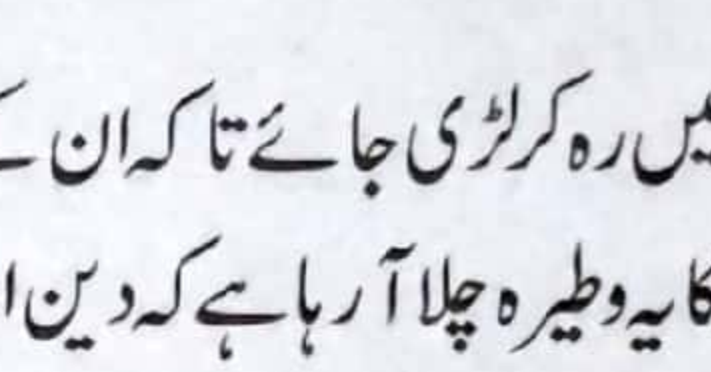

الشیخ اعجاز احمد تنویر

مانی گئی تو پھر ہم کیوں لڑیں۔ ہماری تو پھر کوئی وقعت ہی نہ ہوئی۔ یہ بات عبداللہ بن ابی منافق نے عین میدان جنگ میں کہی۔ دشمن بالکل سامنے دیکھ رہا تھا۔

مشاورت' نفاق اور انانیت:

منافقین کا یہ پرانا وطیرہ ہے کہ جب کسی دینی کام میں ان کا مشورہ نہ مانا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ دین کا کام ہی نہیں کریں گے۔ وہ اپنی عزت نفس اور انانیت کا مسئلہ بنا کر دین کا کام کرنے سے ہی پہلوتہی اختیار کر جاتے ہیں۔ حالانکہ دین کا کام تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے جزاء لینے کے لئے کرنا ہوتا ہے۔ دین کا کام اگر کوئی چھوڑ دے گا تو نقصان تو اپنا ہی کرے گا' اس نے اللہ تعالیٰ کا کیا بگاڑنا یا سنوارنا ہے۔ تو گویا یہ بہت بڑا شیطانی دھوکہ اور حربہ ہوتا ہے۔

بعض مساجد اور بعض مدارس کی انجمنوں میں' اسی طرح بعض دینی کام کرنے والے اداروں اور بعض مذہبی اور جہادی تنظیموں میں یہ رویہ بہت پایا جاتا ہے۔ خاص طور پر دعوت وتبلیغ اور جہاد و قتال کے امور میں یہ بات اکثر کہی اور سنی جاتی ہے کہ جب ہمارا مشورہ ہی نہیں مانا جاتا تو ہم پھر تمہارے ساتھ کیسے چل سکتے ہیں' اگر یہ نصیحت کی جائے کہ آخر ہم نے اللہ کی رضا کے لئے کام کرنا ہے اور اس کا اجر وثواب بھی اللہ تعالیٰ سے ہی لینا ہے' اس لئے ہمیں اس طرح کا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے تو جواب یہ ملتا ہے کہ ہمیں بھی پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہی اجرو ثواب لینا ہے لیکن ہماری رائے' ہماری تجویز اور ہمارے مشورے کا آخر کچھ تو خیال کرنا چاہئے تھا۔ ہم کوئی فالتو پرزے تو نہیں ہیں۔ جب یہ بات ہمیں سمجھ آ گئی کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے درجات لینے ہیں تو پھر لیکن ویکن اور شکین کا کیا مطلب؟ ایک مخلص مومن و مسلم اس طرح کی باتیں ہرگز نہیں کرتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے دور اقدس سے ہی منافقین کا یہ وطیرہ چلا آ رہا ہے کہ دینی' مذہبی اور جہادی امور میں اس وجہ سے پیچھے ہٹ جانا کہ ہماری رائے کا احترام کیوں نہیں کیا گیا' اس بناء پر رئیس المنافقین اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر واپس آ گیا تھا۔

خس کم جہاں پاک

ایک ہزار کے لشکر میں سے تین سو واپس آ گئے تو باقی سات سو رہ گئے۔ دنیا کے بین الاقوامی جنگی قوانین یہ کہتے ہیں کہ جس فوج کا تیسرا حصہ (One Third) عین میدان جنگ میں فوج سے الگ ہو جائے تو باقی فوج کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔ یہ بالکل ٹھیک تجزیہ ہے۔ یہ فوج کوئی عام فوج تو نہیں تھی۔ یہ تو سید الاولین والآخرین' امام الانبیاء والمرسلین' امیر الجہاد والمجاہدین کی تیار کی ہوئی فوج تھی۔ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بخشی ہوئی روحیں اور مقدس ہستیاں تھیں۔ انہوں نے اس معاملے کا کوئی اثر نہ لیا بلکہ انہوں نے کہا:

خس کم جہاں پاک"

اچھا ہوا کہ یہ کوڑا کرکٹ ہم سے الگ ہو گیا۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں گھبرانے کی ضرورت نہیں' ہم محمد کریم ﷺ کے جانثار ساتھی اور شمع رسالت کے پروانے تو میدان میں حاضر ہیں۔ بلکہ ہم خوش ہیں کہ رئیس المنافقین اپنا گندا مال لے کر ہم سے علیحدہ ہو گیا ہے۔

میدان احد کا نقشہ اور مجاہدین کی پوزیشن:

سات سو مجاہدین کو لے کر اللہ کے رسول ﷺ میدان احد میں پہنچے۔ آپ ﷺ نے ایک تجربہ کار سپہ سالار اور ماہر جرنیل کی طرح میدان جنگ کا جائزہ لیا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ دائیں طرف احد کا پہاڑ ہے۔ بائیں طرف ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے لشکر سے پچاس آدمی علیحدہ کئے۔ آپ ان کو ساتھ لے کر ٹیلے پر چڑھے۔ آپ ﷺ نے اپنے پچاس تیر اندازوں سے کہا: یہ بڑا احساس ٹیلہ ہے (جس کو بعد میں "جبل رماۃ" تیر اندازوں کا پہاڑ کا نام دیا گیا۔) اس کا محل وقوع غور سے دیکھا اس ٹیلے کے پیچھے مدینہ ہے۔ عین وسط میں لڑائی کا میدان بننے والا ہے۔ ہمارے سامنے ہمارا دشمن ہے۔ بائیں طرف خالد بن ولید اور اس کی کمان ہے۔ عین ممکن ہے کہ خالد بن ولید اور اس کا فوجی دستہ اس ٹیلے کے پیچھے سے آئے اور مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہو جائے۔ یا اس حساس ٹیلے پر چڑھ کر ہماری پشت پر حملہ کر دے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے 50 تیر اندازوں سے فرمایا کہ آپ لوگوں نے یہاں ہی رہنا ہے۔ ہمیں فتح نصیب ہو یا شکست کا سامنا کرنا پڑے' ہم زندہ رہیں یا شہید ہو جائیں یہاں تک کہ اگر تم دیکھو کہ ہماری لاشوں کو پرندے نوچ رہے ہیں تو تم نے پھر بھی اپنی اس پوسٹ اور حساس پوائنٹ کو نہیں چھوڑنا۔ دل جمعی کے ساتھ یہیں ڈٹے رہنا ہے۔ آپ ﷺ نے ان تیر اندازوں کو یہ سخت جنگی ہدایات جاری کیں اور ان کو وہاں کھڑا کیا۔

پھر باقی لشکر کو نبی کریم ﷺ ترتیب دینے لگے۔ لشکر کا میمنہ' میسرہ' ساقہ اور قلب ترتیب دیا کہ یہ دستہ دائیں لڑے گا' یہ دستہ بائیں لڑے گا' یہ پیچھے رہے گا' یہ عین وسط میں جنگ کرے گا۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے اس سپہ سالارانہ انداز کا قرآن مجید میں بایں الفاظ تذکرہ کیا

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (ال عمران 121)

اور جب آپ صبح صبح اپنے گھر والوں کے پاس سے نکلے تو آپ مومنوں کو لڑائی کے لئے ان کی جگہیں (پوزیشنیں) بتا رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

تیر اندازوں نے ٹیلہ کیوں چھوڑا؟

رسول اکرم ﷺ نے جب لشکر کی ترتیب دے لی۔ لڑائی شروع ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن و مجاہد بندوں کی مدد فرمائی۔ کافر شکست کھا کر بھاگنے لگے۔ پچاس تیر انداز جو ٹیلے پر متعین تھے' انہوں نے اوپر سے دیکھا کہ دشمن بھاگ رہے ہیں تو وہ اپنے امیر سیدنا عبداللہ بن جبیر انصاری رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے۔ امیر صاحب اب ہم بھی نیچے چلیں اور دشمن کو بھگائیں اور دشمن کو بھگانے میں اپنے ساتھیوں کا تعاون کریں۔ تیر اندازوں کے امیر صاحب نے کہا۔ کیا تمہیں فرمان رسولؐ یاد نہیں' انہوں نے کہا! ہمیں فرمان رسول یاد ہے۔ آپؐ نے واقعتاً فرمایا تھا کہ یہ ٹیلہ نہیں چھوڑنا' لیکن امیر محترم! آپ ﷺ کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ٹیلہ بالکل ہی نہیں چھوڑنا۔ آپ ﷺ کا مقصد تو بات کو ذرا پختہ کرنا تھا۔ ہمیں ذرا متنبہ کرنا تھا۔ یہ تو مطلب نہیں تھا کہ ٹیلہ ہرگز چھوڑنا ہی نہیں۔ امیر محترم! آپ حکم رسول کا مطلب غلط سمجھے ہیں۔ امیر صاحب نے کہا' دیکھیں! میں حکم رسولؐ' ارشاد رسولؐ اور حدیث رسولؐ پر عمل کرتے ہوئے ٹیلہ نہیں چھوڑوں گا۔ جو ہوتا ہے ہو جائے۔ جو ٹیلہ چھوڑنا چاہتے تھے اور میدان جنگ میں بکھرے پڑے سامان کو سمیٹنا چاہتے تھے' انہوں نے کہا' ہمارے امیر صاحب ذرا سخت موقف والے ہیں' ضرورت سے زیادہ شدت پسند ہیں۔ ان کے اندر کوئی لچک نہیں۔ آخر اتنا بھی سخت تو نہیں ہونا چاہئے۔ آج کل بھی جو قرآن و حدیث پر زور دے' کتاب و سنت پر اسلام کی ٹھوس تعلیمات پر پختگی سے عمل کرے' اس کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے یہ بڑا سخت ہے۔ یہ بڑا شدت پسند ہے' یہ تو بنیاد پرست ہے۔ بہر حال فرمان رسول ﷺ میں تاویل کرتے ہوئے ان میں سے بعض نے ٹیلہ چھوڑ دیا۔ (صحیح البخاری (4043/3039

(جاری ہے)

بقیہ | رؤیت ہلال

کئے جاتے ہیں۔

1۔ مشہور تابعی ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے کسی صحابیؓ سے روایت بیان کرتے ہیں (یاد رہے کہ صحابی رسول کا مجہول ہونا حدیث کے لئے نقصان دہ نہیں کیونکہ امت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل اور ضابط تھے) وہ صحابی رسول بیان کرتے ہیں۔

اخْتَلَفَ النَّاسُ فِی آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ فَقَدِمَ أَعْرَابِيَّانِ فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّهِ لَأَهَلَّا الْهِلَالَ أَمْسِ عَشِيَّةً فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ أَنْ يُفْطِرُوا زَادَ خَلَفٌ فِی حَدِيثِهِ وَأَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ

رمضان المبارک کے آخری دن کے متعلق لوگوں کا اختلاف ہوگیا۔ دو دیہاتی (قرب کے دیہات سے) آئے اور انہوں نے اللہ کی گواہی دی (اللہ کے نام کی قسمیں کھائیں کہ) انہوں نے کل شام کو چاند دیکھا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ افطار کرلیں۔

ایک راوی خلف بن ہشام کی روایت میں مزید یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اگلے دن صبح کو (عیدالفطر کی نماز پڑھنے کے لئے) عیدگاہ جائیں۔

(صحیح سنن ابی داؤد۔ کتاب الصیام باب شھادۃ رجلین علی رؤیۃ ہلال شوال حدیث 2051: 'مسند احمد' 314/5' الدارقطنی 169/2' حدیث 2182)

2۔ مشہور تابعی ابوعمیر بن انس رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچاؤں سے جو نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے تھے' بیان کرتے ہیں۔

أَنَّ رَكْبًا جَاءُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْهَدُونَ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُفْطِرُوا وَإِذَا أَصْبَحُوا أَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ

ایک قافلے والے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے' انہوں نے شہادت دی کہ ہم نے کل چاند دیکھا ہے' تو آپ نے لوگوں کو حکم صادر فرمایا کہ وہ روزہ افطار کرلیں اور اگلے دن صبح کو عیدگاہ میں (نماز عیدالفطر کی ادائیگی کے لئے پہنچیں۔) (صحیح سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب اذا لم یخرج الامام للعید من یومہ یخرج من الغد حدیث 1026 'سنن النسائی 1558 'سنن ابن ماجہ 1653 مسند احمد)

سنن ابن ماجہ اور سنن نسائی کی حدیث کے الفاظ میں یہ وضاحت موجود ہے کہ وہ قافلہ دن کے آخر میں مدینہ پہنچا تھا۔ چنانچہ ابن ماجہ کے الفاظ یوں ہیں

أُغْمِيَ عَلَيْنَا هِلَالُ شَوَّالٍ فَأَصْبَحْنَا صِيَامًا فَجَاءَ رَكْبٌ مِنْ آخِرِ النَّهَارِ فَشَهِدُوا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ فَأَمَرَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُفْطِرُوا وَأَنْ يَخْرُجُوا إِلَى عِيدِهِمْ مِنَ الْغَدِ

ابوعمیر بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے چچا جو انصاری صحابہ تھے' وہ بیان کرتے ہیں۔

ہمیں شوال کا چاند (بادل وغیرہ کی وجہ سے) نظر نہ آیا تو ہم نے صبح کو روزہ رکھ لیا۔ دن کے آخری حصہ میں ایک قافلہ مدینہ میں آیا' انہوں نے نبی کریم ﷺ کے پاس گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ روزہ افطار کردیں اور اگلے دن عید الفطر کی نماز کے لئے عیدگاہ کی طرف نکلیں۔

(سنن ابن ماجہ' ابواب ماجاء فی الصیام' باب ماجاء فی الشہادۃ علی رؤیۃ الھلال' حدیث 1653)

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا۔

1۔ قرب وجوار کے علاقے کی رؤیت درست' مقبول' قابل حجت اور قابل عمل ہے کیونکہ قافلہ دن بھر کے سفر کے بعد شام کو مدینہ پہنچا تھا۔ اتنے قریب فاصلے سے دیکھے ہوئے چاند کی بنیاد پر مدینہ میں روزہ کھول دیا گیا۔

2۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غیب کا علم نہیں جانتے تھے کیونکہ بادل وغیرہ کی وجہ سے آپ کو اور آپ کے پاس صحابہ کو چاند کے طلوع ہونے کا پتہ نہ چل سکا لہٰذا آپ نے اور آپ کے صحابہ نے روزہ رکھ لیا جبکہ اگلے روز قافلے والوں کی قابل اعتماد اطلاع پر رسول اللہ ﷺ نے خود بھی افطاری کے وقت سے پہلے ہی روزہ افطار کرلیا اور صحابہ کرام نے بھی روزہ افطار کرلیا۔ اگر غیب کا علم جانتے ہوتے تو روزہ نہ رکھتے بلکہ عید کرتے۔

3۔ اگر چاند نظر آنے کی خبر دوپہر کے بعد ملے تو عید کی نماز اگلے دن ادا کی جائے گی۔ اور روزہ اسی وقت فوراً افطار کرلیا جائے گا اگر قبل از زوال آفتاب کی خبر مل جائے تو عید کی نماز اسی دن ادا کی جائے گی۔

4۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کی نماز عیدگاہ میں یا کھلے میدان میں پڑھنی چاہئے۔

5۔ اس سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ چاند کی رؤیت کا اعلان سرکاری طور پر کیا جاسکتا ہے اور اعلان کسی جانی پہچانی شخصیت کے توسط سے ہونا چاہئے۔

الغرض تمام دور دراز علاقہ جات والوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے علاقے کی رؤیت کے مطابق عمل کریں۔ البتہ قرب وجوار والے علاقے جن کا مطلع ایک ہے' وہ ایک دوسرے کی رؤیت کا اعتبار کرسکتے ہیں۔

سعودی عرب کے علماء کرام اور ان کی افتاء کمیٹی (لجنۃ الافتاء) کا بھی یہی موقف ہے۔ خاص طور پر شیخ ابن عثیمین اور شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہما کا بھی یہی موقف ہے۔

دیکھئے فتاوی اسلامیہ 159,158/2 مطبوعہ دارالسلام لاہور

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

صدقۂ فطر

امسال صدقہ فطر کی اوسط رقم 100 روپے ہے

سیلاب زدگان کی امداد اور اللہ کے دین کی نصرت کے لئے
صدقہ فطر فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کو جلد از جلد جمع کروائیں

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کو فرض قرار دیا، تاکہ روزے دار کیلئے لغو اور بے ہودہ اقوال وافعال سے پاکیزگی حاصل ہو اور مساکین کو کھانا حاصل ہوجائے (ابن ماجہ، ابوداؤد)

تفسیر القرآن

سورۃ الاعراف کی تشریح و تفسیر

از: ابوعمر عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ

اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا ہے، حکم (قانون) بھی اسی کا ہے

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿54﴾ (الاعراف۔54)

بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا، پھر عرش پر قائم ہوا اور وہ شب سے دن کو ایسے طور پر چھپا دیتا ہے کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے تابع ہوں۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے

تفسیر:

گزشتہ آیۃ کریمہ میں قیامت کے دن اہل کفر و شرک اور اہل انکار و تکذیب کی ندامت و پشیمانی کا تذکرہ ہے کہ وہ قیامت کے عذابات و ہولناکیوں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت کے دلائل و نشانیاں دیکھ کر اس کی ربوبیت و خالقیت کا اقرار و اعتراف کریں گے اور اپنے کئے پر ندامت و پشیمانی کا اظہار کریں گے۔ اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت و ربوبیت اور اس کی صفات کاملہ کا تذکرہ اور صرف اسی کو پکارنے اور اسی کی طرف رجوع کرنے اور اس کی اطاعت کرنے کا بیان ہے کہ اس کے علاوہ معبودان باطلہ کو پکارنے اور ان کے آگے جھکنے کی وجہ سے قیامت کے دن حسرت و یاس اور ندامت و شرمندگی سے دوچار ہونا پڑے گا اور کسی کی شفاعت و سفارش بھی کام نہیں آئے گی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جس ذات واحد نے انہیں پیدا کیا، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اس آیت کی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی متعدد آیات میں بیان کیا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے درمیان تمام چیزوں کو چھ دنوں (اتوار سے جمعۃ المبارک تک) میں پیدا کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہر دن ہزار سال کے برابر تھا۔ اللہ تعالیٰ تو اس بات پر قادر تھا کہ کلمہ (کن) کہہ کر ان تمام اشیاء کو ایک لحہ میں پیدا کر دیتا لیکن کسی حکمت کی وجہ سے جسے وہی جانتا ہے، چھ دنوں میں پیدا کیا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے معاملات میں نرمی و غور و فکر کرنے اور حکمت کی تعلیم دی ہے اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا قرآن میں سات بار ذکر ہے۔

(الاعراف 54، یونس 3۔ الرعد 2، الفرقان 59، السجدہ 6، الحدید 4، طٰہٰ 5)

اس کے علاوہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون لعنۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں ہے کہ فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک بالاخانہ بناؤ تاکہ میں آسمان کے جو دروازے ہیں، ان دروازوں تک پہنچ جاؤں اور موسیٰ کے معبود کو دیکھ لوں اور بے شک میں سمجھتا ہوں، وہ جھوٹا ہے۔ (المومن 36-37)

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء و رسل علیہم السلام کا عقیدہ جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی اپنی اقوام کو

بتایا' وہ یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ اوپر ہے اور فرعون نے اس عقیدہ میں موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اس طرح جب صحابیؓ نے آ کر عرض کی کہ میں کفارہ میں اپنی لونڈی آزاد کرنا چاہتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو بلاؤ۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ اس نے کہا ''اوپر آسمانوں میں'' پھر پوچھا' میں کون ہوں؟ تو اس نے جواب دیا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''اس کو آزاد کردے۔ بے شک یہ مومنہ ہے۔'' (مسلم کتاب المساجد باب تحریم الکلام فی الصلوۃ حدیث نمبر 537)

جس نے اللہ تعالیٰ کے اوپر ہونے کا اقرار کیا' رسول اللہ ﷺ نے اس کے ایمان کی گواہی دی' اس طرح آپ کا معراج اور فرشتوں اور قرآن کا اوپر سے نزول اور اعمال صالحہ کا اوپر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا اور فطری طور پر ہر شخص کا دعا کے وقت اوپر کی طرف متوجہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے اوپر ہونے کے دلائل ہیں۔ اس کے علاوہ آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ اور عقلی وفکری اور فطری دلائل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے الگ اور عرش پر مستوی ہے۔ البتہ اس کا علم اور اس کی قدرت سب پر حاوی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا مطلب ہے کہ وہ عرش پر اس طرح مستوی ہے جس طرح اس کے اعلیٰ مقام کے لائق اور اس کی عظمت وجلال کے مناسب ہے۔ نہ اس کا انکار کیا جاسکتا ہے نہ اس کی تشبیہ دی جاسکتی ہے اور نہ ہی کیفیت بیان کی جاسکتی ہے۔ ہر دور کے سلف صالحین کا یہی مسلک رہا ہے۔ صحیح احادیث میں اللہ تعالیٰ کے عرش کی صفت یوں بیان کی گئی ہے کہ وہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان اور اوپر کی ہر چیز کو محیط (گھیرے ہوئے) ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ کے استاذ امام نعیم بن حماد کہتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی' وہ کافر ہوگیا اور جس نے کسی ایسی صفت کا انکار کیا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیان کی' وہ بھی کافر ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے یا اس کے رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے جو صفات بیان کی ہیں' اس میں مخلوقات کے ساتھ تشبیہ نہیں ہے۔ اس لئے جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے ان صفات کو جو قرآن میں یا حدیث سے ثابت ہیں' ایسے ثابت کیا جیسے اس کی ذات کے لائق ہیں بغیر انکار وتعطیل اور بغیر مثال وتشبیہ اور بغیر تاویل وکیفیت بیان کرنے کے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کو تمام عیوب سے پاک سمجھا تو وہ درست اور راہ راست پر ہے۔ اس لئے امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ

الاستواء معلوم والکیف مجھول والایمان به واجب وسؤال عنه بدعة

یعنی استواء کا معنی معلوم ہے۔ (اوپر ہونا) کیفیت کا پتہ نہیں۔ استواء پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے

رات کے دن کو ڈھانپنے کا مطلب ہے کہ رات کی تاریکی دن کی روشنی کے ذریعے اور دن کی روشنی رات کی تاریکی کے ذریعے سے غائب ہو جاتی ہے۔ ان دونوں کا ہر ایک' ایک دوسرے کے پیچھے لگا ہوتا ہے' کسی حال میں بھی دونوں کی رفتار میں تاخیر نہیں ہوتی۔

اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند وسورج اور ستاروں کو اس طرح پیدا کیا کہ ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے حکم کا پابند ہے۔ ذرہ بھر بھی اپنی مقررہ حرکات و سکنات سے روگردانی نہیں کرسکتا۔ اس لئے اس کے بعد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہی تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے' وہی سب کا مالک ہے اور ہر چیز پر اس کا حکم چلتا ہے چونکہ پیدا کرنے میں اس کا کوئی شریک نہیں خواہ تکوینی حکم ہو جو ساری کائنات میں چلتا ہے یا تشریعی یعنی شریعت کا (قانون) جو اس نے اپنے بندوں کو ایک حد تک اختیار دے دیا ہے اور جس پر عمل کے مطابق جنت یا جہنم کی جزا وسزا ملے گی جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا

اور کہہ دیجئے کہ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے نہ کوئی اولاد بنائی ہے اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے اور اور نہ عاجز ہو جانے کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کی بڑائی بیان کر خوب بڑائی بیان کرنا۔ (بنی اسرائیل 111)

آیت (سورہ الاعراف 54) کے آخر میں ہے' اللہ تعالیٰ بابرکت ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے کائنات کی کوئی بھی چیز جس مقصد اور خیر وبھلائی کے لئے بنائی تھی اس سے وہ پورے مقاصد حاصل ہو رہے ہیں۔ اس آیت میں توحید ربوبیت کا بیان ہے کیونکہ قرآن کے سب سے پہلے منکر ومخالف کفار ومشرکین اس توحید کو مانتے تھے یعنی جب تم تسلیم کرتے ہو کہ خالق' مالک اور پالنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور رات ودن اور چاند وسورج اور ستارے اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے تو پھر عبادت اور حاکمیت کے لائق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ نہیں کہ خالق ومالک ورازق تو اللہ تعالیٰ ہو اور عبادت والوہیت کے لائق کوئی اور ہو' اسی لئے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر توحید ربوبیت کو توحید الوہیت وعبادت کی دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

فوائد

1۔ تمام معاملات میں حکمت وتدبر کی تعلیم اور عجلت وجلد بازی سے اجتناب۔

2۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ پر کما حقہ ایمان یعنی ان کو بغیر انکار ومثال اور تاویل کے ماننا۔

3۔ جب ہر چیز کا خالق ایک اللہ تعالیٰ ہے تو پھر ہر چیز پر حاکم بھی وہی ہے یعنی جب ساری مخلوق اسی کی ہے تو سب پر ہر قسم کا حکم بھی اسی کا۔

بقیہ تدریس الحدیث

۲۔ سب سے زیادہ صلاۃ بھیجنے والے اصحاب الحدیث ہیں:

ابن حبان نے فرمایا کہ اس امت میں اصحاب الحدیث سے زیادہ رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ بھیجنے والا کوئی نہیں' اس کی وجہ یہ ہے کہ اصحاب الحدیث کا مبارک شغل ہی حدیث کا پڑھنا پڑھانا اور تصنیف کے ذریعے بھی حدیث ہی کی خدمت کرنا ہے اور ان کی عادت ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کا نام نامی آئے' وہ صلاۃ پڑھتے اور لکھتے ہیں' اس لیے ان کی زبان اور ان کے قلم سے روزانہ سینکڑوں مرتبہ خود بخود صلاۃ ادا ہوتی رہتی ہے' دوسرے لوگوں کو یہ نعمت میسر نہیں۔ اگر فرق دیکھنا ہو تو فقہ یا اصول فقہ کی کوئی کتاب مثلاً قدوری' ہدایہ' اصول شاشی وغیرہ اٹھا کر دیکھ لیں' صفحوں کے صفحے گزر جائیں گے' رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہی نہیں آئے گا' اگر آئے گا بھی تو وہ صرف ؑ (سلام) لکھیں گے صلاۃ (صلی اللہ علیہ وسلم یا درود ابراہیمی وغیرہ) کی توفیق نہیں ہوگی۔ حدیث کے طالب علم اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔

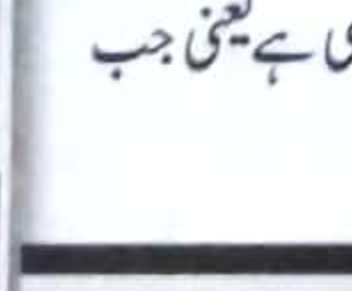

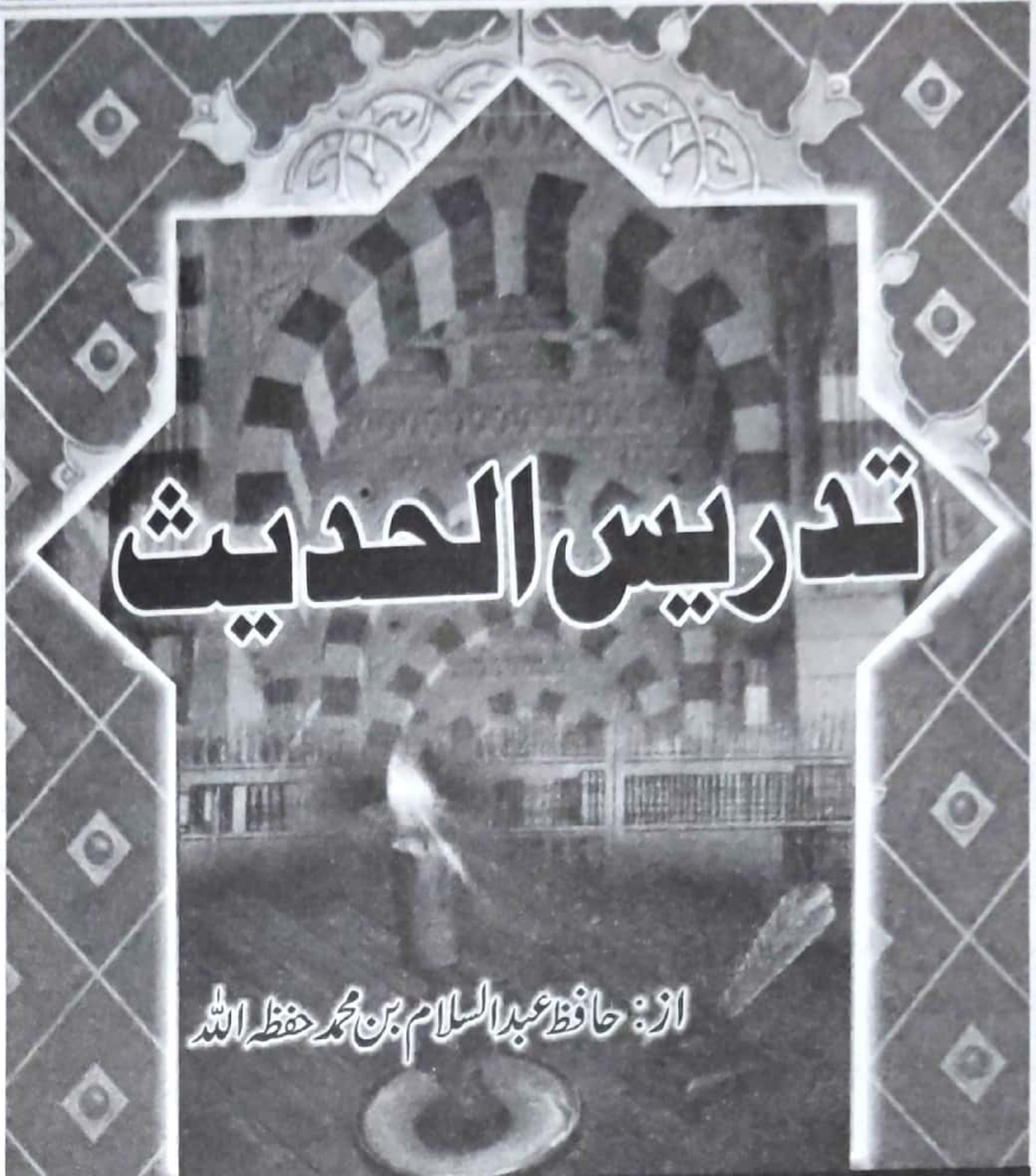

تدریس الحدیث

از: حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

بلوغ المرام کی کتاب الجامع کی تشریح

نبی ﷺ پر صلاۃ کی فضیلت

۱۷/۱۴۶۶۔ ((وَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً)) [أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ، وَ صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ]

''ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن لوگوں میں سے مجھ پر سب سے زیادہ حق رکھنے والا یا سب سے زیادہ قریب وہ ہوگا جو ان میں سب سے زیادہ مجھ پر صلاۃ پڑھنے والا ہے۔'' (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے)

تخریج: [ضعیف۔ (ترمذی : ۴۸۴۔ ابن حبان : ۹۱۱/۳)

شیخ ناصرالدین البانی ؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے، دیکھیے ضعیف الترمذی (۷۳) اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سند میں موسیٰ بن یعقوب زمعی ہیں جن کے متعلق تقریب میں ہے: ((صدوق سئی الحفظ))، ان کے علاوہ عبداللہ بن کیسان ہیں، ان کے متعلق تقریب میں لکھا ہے مقبول اور تقریب کے شروع میں لکھا ہے کہ (مقبول اس وقت ہے جب اس کی متابعت موجود ہو ورنہ لین الحدیث ہے) یہ سند غریب ہے یعنی اس کی کوئی متابعت نہیں۔ اس لیے یہ روایت ضعیف ہے۔

مفردات:

اَوْلٰی کا معنی اَحَقُّ بھی ہے اور اَقْرَبُ بھی یعنی میری شفاعت کا سب سے زیادہ حق دار ہے یا قیامت کو سب سے زیادہ میرے قریب ہوگا۔

فوائد:

۱۔ مصنف نے نبی ﷺ پر صلاۃ کی فضیلت کے لیے اس روایت کا انتخاب فرمایا کیونکہ اس میں صلاۃ پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ نبی ﷺ پر صلاۃ کی فضیلت کے لیے قرآن مجید کی آیت اور کئی صحیح احادیث موجود ہیں، ان کے ہوتے ہوئے ضعیف روایت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

(ا) سب سے بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر صلاۃ پڑھنے کا حکم دیا چنانچہ فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾ [الأحزاب : ۵۶/۳۳]

''یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر صلاۃ بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! آپ پر صلاۃ بھیجو اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔''

اللہ تعالیٰ کے صلاۃ بھیجنے کا مطلب آپ کی تعریف کرنا، رحمت نازل کرنا اور مغفرت فرمانا ہے، فرشتوں کی صلاۃ کا مطلب دعا کرنا ہے۔

(ب) نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو مجھ پر ایک دفعہ صلاۃ بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ صلاۃ بھیجتا ہے۔'' [مسلم ، کتاب الصلاۃ/باب: ۱۷]

(ج) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ پر صلاۃ نہ بھیجے۔'' [صحیح الترمذی، ابواب الدعوات، باب: ۱۱۰]

(د) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جائے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے تو وہ مجھ پر صلاۃ نہ پڑھے۔'' [صحیح الترمذی، ابواب الدعوات، باب: ۱۰]

(ہ) جس مجلس میں اللہ کا ذکر اور رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ نہیں ہوگی، وہ مجلس قیامت کے دن اس مجلس والوں کے لیے حسرت کا باعث ہوگی۔ [سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی : ۷۲]

باقی صفحہ 5 پر

آگیا ایمانی بہار کا موسم

ماہِ صیام کے فضائل ومسائل پر ایک جامع رہنما گوشہ

احکام ومسائل

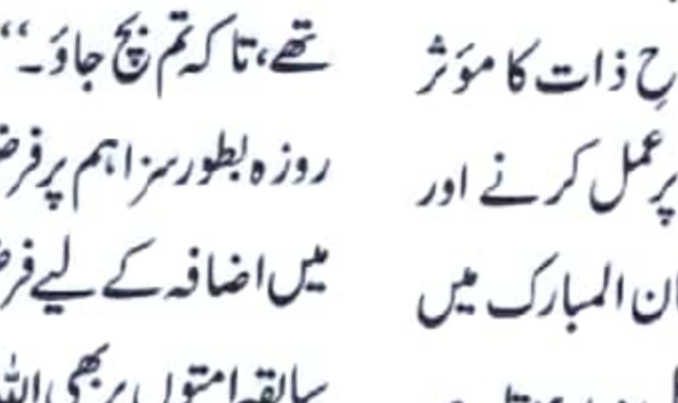

قاری محمد یعقوب شیخ حفظہ اللہ

رمضان اور صیام

رمضان المبارک خیر وبرکت، مسرت وبشارت، تزکیہ اور تربیت کا مہینہ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے روزوں کو فرض فرمایا اور قرآنِ مجید کو نازل کیا۔ اس مہینے میں جنت کے دروازوں کو کھول کر جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں، توبہ اور معافی کو قبول کرلیا جاتا ہے اور تھوڑی سی نیکی پر اجر وثواب زیادہ ملتا ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ تزکیۂ نفس اور اصلاحِ ذات کا مؤثر ترین مہینہ ہے، اس میں نیکی پر چلنے، اس پر عمل کرنے اور برائیوں سے بچنے کا بہترین موقع ہے۔ رمضان المبارک میں صدقہ وخیرات، ایثار وقربانی کا جذبہ بھی قابل دید ہوتا ہے، انفاق فی سبیل اللہ کا منظر دیکھ کر قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

اس ماہِ مبارک میں نیکی، بھلائی، خیر وہمدردی کا کوئی موقع ہاتھ سے خالی نہیں جانا چاہیے۔

اس ماہِ مبارک میں نیک اعمال میں سے سب سے زیادہ اہمیت اس ماہ کے روزوں کی ہے کیونکہ روزہ ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم ترین رکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر (رکھی گئی) ہے، اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، (بیت اللہ کا) حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔'' (بخاری ومسلم)

ارکانِ اسلام پر اسلام کی عمارت قائم ہے، کسی ایک رکن (ستون) کا انکار مسلمان کو دائرۂ اسلام سے خارج کردیتا ہے۔ روزہ رکن اسلام ہونے کے ساتھ ساتھ فرض بھی ہے۔ ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ [البقرة : ۱۸۳]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ رکھنا لکھ دیا گیا ہے، جیسے ان لوگوں پر لکھا گیا جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم بچ جاؤ۔''

روزہ بطور سزا ہم پر فرض نہیں کیا گیا بلکہ اجر وثواب اور تقویٰ کے حصول، درجات کی بلندی اور نیکیوں میں اضافہ کے لیے فرض کیا گیا ہے۔

سابقہ امتوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کیا تھا، مگر اس کے اوقات، کیفیات اور تعداد میں فرق تھا۔ امتِ محمدیہ ﷺ کے لیے آسانیاں زیادہ ہیں اور اسی طرح اجرت بھی زیادہ، یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر کمال شفقت ومہربانی ہے کہ اس نے اس عبادت کے ذریعے ان کو اپنے قرب کا موقع فراہم کیا اور اس ماہِ مبارک میں آسمان اور رحمت کے دروازے کھول دیے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ غُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَ سُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ)) [بخاری، کتاب الصوم]

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔'' دوسری روایت میں کچھ

یوں فرمایا:

((إِذَا كَانَ رَمَضَانُ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَ غُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَ سُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ)) [مسلم، كتاب الصيام، باب فضل شهر رمضان :۲/ ۱۰۷۹]

''جب رمضان ہوتا ہے تو رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے ہیں۔''

ایک مسلمان کے لیے یہ سنہری موقع ہے، رحمتیں سمیٹنے کا، خیر جمع کرنے کا، گناہ معاف کروانے اور جنت میں جانے کا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَ رَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَّا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ)) [مسلم، كتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس ...... الخ : ۱۶/ ۲۳۳]

''پانچوں نمازیں، جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، اور رمضان سے دوسرے رمضان تک ان گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوں، جب تک کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔''

❀ نمازِ پنجگانہ، جمعہ اور رمضان المبارک میں کی جانے والی عبادات مسلمان کے لیے کفارہ ہیں لیکن افسوس اس بات پر ہے کہ آج لوگ نماز و روزہ سے دور بھاگتے ہیں، رمضان المبارک میں نماز و روزہ کے قریب نہیں جاتے، مسجد کا منہ نہیں دیکھتے اور دن میں کھاتے پیتے نظر آتے ہیں، بعض لوگ تو لاری اڈوں اور اسٹیشنوں پر ہوٹلوں کو آباد کیے ہوئے ہوتے ہیں اور مقیم ہونے کے باوجود مسافر کا روپ دھار لیتے ہیں، یہ صریحاً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور اس کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے جبکہ روزہ عذابِ الٰہی اور جہنم سے بچنے کے لیے ڈھال ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ)) [صحيح الجامع : ۳۸۶۶]

''روزہ اللہ رب العزت کے عذاب سے بچاؤ کی ڈھال ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی پکڑ، عذاب اور گرفت سے وہی محفوظ ہوگا جو فرائض ادا کرے گا، ماہِ مبارک کا احترام کرے گا، عبادات کو خشوع و خضوع سے پورا کرے گا اور فواحش و منکرات سے اجتناب کر کے اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین پر عمل پیرا ہوگا۔

روزہ جہاں مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے محفوظ رکھتا ہے اور گناہوں سے ڈھال بن جاتا ہے' بالکل اسی طرح آزمائش و امتحان کے موقع پر کفارہ و چھٹکارا بن جاتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِيْ أَهْلِهِ وَ مَالِهِ وَ جَارِهِ تُكَفِّرُهَا الصَّلَاةُ وَ الصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ)) [بخاری، كتاب الصوم، باب الصوم كفارة : ۱۸۹۵]

''آدمی کی آزمائش ہوتی ہے، اس کے بچوں کے بارے میں، اس کے مال اور پڑوسی میں، ان کا کفارہ نماز، روزہ اور صدقہ ہیں۔''

یعنی تین چیزوں سے مسلمان کی آزمائش ہوتی ہے تو کفارہ بھی تین چیزیں ہی بنتی ہیں۔ ان کو باقاعدگی کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام کیا جائے تو انسان آزمائشوں سے بچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں آجاتا ہے۔

لہٰذا اسلام کے ارکان و احکام جس طرح مردوں پر فرض ہیں' اسی طرح عورتوں پر بھی فرض ہیں، مخصوص ایام (حیض و نفاس) کے دنوں میں اللہ رب العزت نے اپنی بندیوں کو رخصت و رعایت عنایت کی ہے جو اس کی کمال مہربانی ہے۔

دیگر عبادات کی طرح اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزے بھی مرد و خواتین پر فرض فرمائے ہیں جو اہم ترین عبادت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾ [البقرة : ۱۸۵]

''تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے' اسے روزہ رکھنا چاہیے۔''

❀ روزے 2ھ میں فرض ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں نو مرتبہ اس فریضے کو انجام دیا۔

لہٰذا روزے کے احکام و مسائل کو جاننا، اس کے آداب سے آشنا ہونا اور اس کے تقاضوں کو سمجھنا اور پورا کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ان عبادات کی معرفت و پہچان بھی بہت ضروری ہے جو رمضان المبارک میں بطورِ خاص یا اہتمام کے ساتھ کی جاتی ہیں، مثلاً:

تقویٰ کا حصول، قیام اللیل، تلاوتِ قرآن مجید، دعا، صدقات و خیرات، اعتکاف، جہاد فی سبیل اللہ، عمرہ کی ادائیگی،

☆......روزہ کی حالت میں صبح سے لے کر شام تک روزہ دار جب چاہے مسواک کرسکتا ہے۔ یہ مسنون عمل ہے۔

☆......سحری میں تاخیر اور افطاری میں جلدی انبیاء علیہم السلام کی سنت اور سلف صالحین کا شیوہ ہے۔

☆......روزہ رکھ کر مبالغے کے ساتھ کلی نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی مبالغے کے ساتھ ناک میں پانی چڑھانا چاہیے۔

☆......روزہ دار کو افطار کرانے سے انسان فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق بن جاتا ہے۔

توبہ واستغفار، صدقۃ الفطر، تکبیرات وغیرہ۔

رمضان المبارک کا آغاز، چاند دیکھ کر:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعَدَدَ))

[مسلم، كتاب الصيام، باب وجوب صوم رمضان ...... الخ : ١٠٨١/١٨]

''روزہ رکھو چاند دیکھ کر اور افطار کرو چاند دیکھ کر، اگر بادل حائل ہوجائے تو گنتی پوری کرو۔''

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جب تک چاند نظر نہ آئے تو روزوں کا آغاز نہیں کرنا چاہیے اور اسی طرح چاند دیکھ کر ہی روزوں کو ختم کرنا چاہیے۔

موسمی خرابی کی وجہ سے اگر چاند نظر نہ آئے تو پھر تیس دن مکمل کرنے چاہئیں، کیونکہ ہجری حساب کے مطابق مہینہ تیس دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔ ہاں اگر انتیس کو چاند نظر آ جائے تو پھر انتیس ہی روزے رکھنے چاہئیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کا ذکر کیا اور فرمایا:

''جب تک چاند نہ دیکھو روزہ شروع نہ کرو اور اسی طرح جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ موقوف نہ کرو اور اگر ابر چھا جائے تو تیس دن پورے کرلو۔'' (بخاری)

چاند دیکھنے کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ رَبِّيْ وَ رَبُّكَ اللّٰهُ))

[مسند أحمد : ١٦٢/١، ح : ١٣٩٧۔ ترمذي، كتاب الدعوات، باب ما يقول عند رؤية الهلال : ٣٤٥١۔ صحيح]

''اے اللہ! تو اسے ہم پر طلوع کر خیر، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔''

چاند دیکھنا اور دعا پڑھنا مسنون ہے۔ رمضان المبارک اور ماہِ شوال کا چاند تو اہتمام کے ساتھ دیکھنا چاہیے، کیونکہ اس کا تعلق روزے شروع کرنے اور روزے ختم کرنے سے ہے۔

جب کسی مسلمان کو چاند نظر آ جائے تو وہ اس خبر کو عام کرے، متعلقہ ادارہ، کمیٹی کو آگاہ اور میڈیا کو اطلاع کردے تو بہت بہتر ہے۔

شک کا روزہ:

شک کے روزے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے، بعض لوگ احتیاط کے نام پر شک کا روزہ رکھ لیتے ہیں۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے 29 ویں رمضان کو عید کا چاند نظر نہیں آیا تو شک کی بنیاد پر روزے ختم کر کے اگلے روز نمازِ عید ادا کرلیتے ہیں حالانکہ ایسی شکل میں تیس دن پورے کرنے ضروری ہیں، شک میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

''جس نے شک کے دن کا روزہ رکھا اس نے سیدنا ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔'' [بخاری]

ابوالقاسم نبی کریم ﷺ کی کنیت ہے۔ ہمیں زندگی کے ہر میدان اور ہر چھوٹے بڑے عمل میں ابوالقاسم محمد ﷺ کی نافرمانی اور معصیت سے بچنا چاہیے اور ہر حال میں آپ ﷺ کی اطاعت کرنی چاہیے۔

روزہ کی فضیلت اور اجر:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَّا الصَّوْمَ، فَإِنَّهُ لِيْ وَ أَنَا أَجْزِيْ بِهِ، يَدَعُ شَهْوَتَهُ وَ طَعَامَهُ مِنْ أَجْلِيْ)) [مسلم، كتاب الصيام، باب فضل الصيام : ١١٥١/١٦٤]

''آدم کی اولاد کا ہر عمل دونا ہوتا ہے، ایک نیکی دس سے لے کر سات سو تک بڑھ جاتی ہے مگر روزہ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: روزہ میرے لیے خاص ہے اس کا اجر اور بدلہ میں خود عطا کروں گا، اس لیے کہ میرا بندہ میری وجہ سے اپنی خواہشات اور کھانا چھوڑتا ہے۔''

یہ اجر وثواب کتنا ہوگا اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، لیکن نیت کا عمل دخل اس میں ضرور ہے، جتنی نیت اچھی ہوگی اور اخلاص زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق مستحکم ہوگا اور تعلق جتنا مضبوط ہوگا اتنا ہی زیادہ اجر ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے عام قاعدے اور کلیے سے ہٹ کر خصوصی انعام کا اعلان کیا ہے اور یہ انعام ہر خاص و عام کے لیے ہے۔ یہ فضیلت اور ثواب فرض روزوں کے علاوہ نفل روزوں کا بھی ہے کیونکہ اس میں فرض روزوں کی تخصیص نہیں کی گئی۔

روزہ، سابقہ گناہوں کا کفارہ:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ))

[بخاری]

''جس نے رمضان کے روزے رکھے، ایمان کے ساتھ اور احتساب کے ساتھ تو اس کے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کی نیت کرتے ہوئے، اس کی رضا کے لیے روزہ رکھنا، جس میں ریاکاری اور نمود ونمائش وغیرہ بالکل نہ ہو۔ ریاکاری سے سابقہ گناہوں کی معافی تو دور کی بات الٹا گناہوں میں اضافہ ہوگا۔ ایمان واحتساب کے ساتھ رکھا گیا روزہ گناہوں کی معافی کا سبب ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بو، مشک کی خوشبو:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ))
[بخاری، مسلم]

اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ اور پاکیزہ ہے۔''

یہ روزہ دار کی عزت افزائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ افسوس! ان مسلمانوں پر جو روزہ نہ رکھ کر اس عزت واعزاز سے محروم ہیں۔ جھوٹ بولنے، نسوار رکھنے، حقہ پینے اور سگرٹ نوشی کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے۔

روزہ دار کے لیے اللہ تعالیٰ کا دیدار:

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ یَفْرَحُهُمَا : إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهٖ، وَ إِذَا لَقِیَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ)) [بخاری، کتاب الصوم، باب هل یقول إنی صائم ...... الخ : ۱۹۰۴۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام : ۱۱۵۱/۱۶۳ واللفظ له]

''روزہ دار کے لیے دو خوشی کے مواقع ہیں، جن میں وہ خوش ہوتا ہے۔ ① جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو اپنے روزہ کھولنے سے خوش ہوتا ہے۔ ② جب اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزہ سے خوش ہوگا۔''

روزہ دار جنت کے خاص دروازے کا حق دار:

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ فِی الْجَنَّةِ بَابًا یُقَالُ لَهٗ : الرَّیَّانُ، یَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، لَا یَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَیْرُهُمْ، یُقَالُ : أَیْنَ الصَّائِمُوْنَ ؟ فَیَقُوْمُوْنَ، لَا یَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَیْرُهُمْ فَإِذَا دَخَلُوْا أُغْلِقَ فَلَمْ یَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ))

[بخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین : ۱۸۹۶۔ مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام : ۱۱۵۲]

''جنت میں ایک دروازہ ہے، جسے ریان کہا جاتا ہے، قیامت والے دن صرف روزہ دار اس سے داخل ہوں گے، اس کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا، پکارا جائے گا روزہ دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوں گے اور اس سے داخل ہو جائیں گے جب وہ داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا، پھر اس سے کوئی داخل نہیں ہوگا۔''

'ریان' کے معنی سیرابی کے ہیں، روزہ دار روزہ کی حالت میں پیاس کی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے، بوقت افطار اس کا ہاتھ پانی کی طرف لپکتا ہے، تاکہ جلد از جلد وہ سیر ہو جائے۔

ریان دروازہ اس کے روزہ کا بدل اور انعام ہے، جس سے یہ داخل ہو کر سیراب ہوگا اور اپنی پیاس مٹائے گا۔ یہ روزہ داروں کی خصوصی فضیلت اور مقام ہے، جو رب العزت نے ان کو دیا ہے۔ ان کے علاوہ کوئی دوسرا اس دروازے سے داخل نہیں ہوگا، صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔

روزہ نظر اور شرم گاہ کا محافظ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْیَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهٗ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ أَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَ مَنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهٗ لَهٗ وِجَاءٌ))

[بخاری، کتاب النکاح، باب من لم یستطع ...... الخ : ۵۰۶۶]

''اگر کوئی شخص قوت والا ہو تو اسے نکاح کر لینا چاہیے۔ کیونکہ وہ (نکاح) نظر کو نیچا رکھنے اور شرم گاہ کو بدفعلی سے محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اور اگر کسی میں نکاح کی استطاعت نہ ہو تو اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ روزہ شہوت کو ختم کر دیتا ہے۔''

بعض بدنصیب ایسے بھی ہیں جو رمضان المبارک میں بھی نظر اور شرم گاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور نظروں کو نیچا نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان کو حکم ہے کہ وہ نظر اور شرم گاہ کی حفاظت کریں:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ أَزْكٰی لَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ○ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ ﴾ [النور : ۳۰، ۳۱]

''مسلمان مردوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لیے پاکیزگی ہے، لوگ جو کچھ کریں اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ خبردار ہے۔ مسلمان عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔''

سحری کھانا باعث برکت:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِی السَّحُوْرِ بَرَكَةً)) [بخاری، مسلم]

''سحری کھایا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے میں یقیناً برکت ہے۔''

کچھ لوگ رات کو ہی کھا پی کر سو جاتے ہیں اور سحری کے لیے بیدار نہیں ہوتے، جب سحری کے لیے بیدار نہیں ہوتے تو نماز فجر سے بھی محروم ہو جاتے ہیں، بلکہ نماز فجر دن کے دس، گیارہ بجے ادا کرتے ہیں جو بالکل درست نہیں۔ سحری نہ کھانے کی وجہ سے پھر دن بھر بھوک اور پیاس کی شدت کو محسوس کرتے ہیں اور برکت والے کھانے سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔

سحری ضرور کھانی چاہیے، خواہ مقدار تھوڑی ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ سحری کو چھوڑنا خلاف سنت ہے۔

کیا حالتِ جنابت میں روزہ رکھا جا سکتا ہے؟

سیدہ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتی ہیں:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یُدْرِكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ أَهْلِهٖ ثُمَّ یَغْتَسِلُ وَ یَصُوْمُ)) [بخاری]

''(بعض مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کو فجر کا وقت آ پہنچتا اور آپ اپنے اہل خانہ کے ساتھ جنبی ہوتے (اسی حالت میں سحری کھا لیتے) پھر روزے کی حالت میں غسل فرما لیتے۔''

سحری کھانے میں یہود و نصاریٰ کی مخالفت:

سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَصْلُ مَا بَیْنَ صِیَامِنَا وَ صِیَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ))

[مسلم، کتاب الصیام، فضل السحور باب السحور ...... الخ : ۱۰۹۶]

''ہمارے اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزوں کے درمیان فرق سحری کا کھانا ہے۔''

اس حدیث نے سحری کے کھانے کی اہمیت میں اور اضافہ کر دیا ہے جو اس امت کی خصوصیت اور طرۂ امتیاز ہے۔

جہاں سحری کھانا باعث برکت ہے وہاں یہود و نصاریٰ کی مخالفت بھی۔ ہمیں یہود و نصاریٰ کی مخالفت میں سحری کا کھانا ضرور تناول کرنا چاہیے، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، پانی کے چند گھونٹ اور کچھ دانے کھجور میسر آجائے تو اس سے سحری کر لی جائے۔ سحری چھوڑنا خلاف سنت اور یہود و نصاریٰ کی موافقت ہے۔ ہمیں موافقت کا نہیں یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا حکم ہے۔

سحری میں تاخیر باعث خیر:

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِیْ أَهْلِیْ، ثُمَّ تَكُوْنُ سُرْعَتِیْ أَنْ أُدْرِكَ صَلٰوةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ » [بخاری 577]

''میں سحری اپنے اہل و عیال کے ساتھ کھاتا، پھر جلدی کرتا، تاکہ نماز نبی مکرم ﷺ کے ساتھ مل کر ادا کروں۔''

یعنی وہ سحری آخری وقت میں تناول کیا کرتے تھے، پھر نماز میں جا کر شریک ہوتے، ان لوگوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو رات ایک بجے سحری کھا کر بستر کا رخ کر لیتے ہیں۔

سحری کے اختتام اور نمازِ فجر کے آغاز میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا؟ اس کا اندازہ ہم آنے والی حدیث سے اچھی طرح لگا سکتے ہیں۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

« تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ : كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسَّحُوْرِ ؟ قَالَ : قَدْرَ خَمْسِيْنَ آيَةً » [بخاری]

''ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، پھر آپ ﷺ فجر کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ (سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے زید بن ثابت سے پوچھا) کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا، تو انھوں نے کہا کہ پچاس آیات کے موافق فاصلہ ہوتا تھا۔''

روزہ جلد افطار کرنے والے بھلائی پر رہیں گے:

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَّا عَجَّلُوا الْفِطْرَ)) [بخاری، مسلم]

''لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک وہ روزہ کھولنے میں جلدی کریں گے۔''

یہاں بھلائی سے مراد دنیا و آخرت کی کامیابی ہے اور یہ کامیابی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری اور وفا شعاری میں ہے۔

جلد افطار کرنے کا یہ قطعاً مطلب نہیں کہ انسان وقت سے پہلے کھانا پینا شروع کر دے۔ اس طرح روزہ کی قضاء دینا پڑے گی۔ (ابن ماجہ کتاب الصیام) اس لئے اسوۂ رسول ﷺ کے مطابق وقت مقررہ پر روزہ افطار کرے۔ بعض لوگ احتیاط کے نام پر بہت زیادہ تاخیر کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ ستارے نکل آتے ہیں، ایسا کرنا بھی خلاف سنت ہے۔

یہود و نصاریٰ سحری میں جلدی اور افطار میں تاخیر کرتے تھے، یہی صورتِ حال آج مسلمانوں کی ہے جو تباہی و بربادی کا سبب ہے۔

روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے؟:

خادم رسول سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى رُطَبَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِّنْ مَاءٍ » [أبو داوٗد، ترمذی]

''رسول اللہ ﷺ نماز سے قبل چند تازہ کھجوروں سے روزہ کھولتے تھے اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چند چھوہاروں سے روزہ افطار کرتے اور اگر وہ بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔''

روزہ افطار کرنے کی دعا:

بسم اللہ پڑھ کر کھانے پینے کا آغاز کرنا چاہیے اور پھر یہ دعا پڑھنی چاہیے، جو نبی اکرم ﷺ افطاری کے وقت پڑھتے تھے:

((ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ))

[أبو داوٗد، كتاب الصيام، باب القول عند الإفطار : ٢٣٥٧]

''پیاس دور ہوگئی، اور رگیں تر ہو گئیں اور اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا۔''

انسان دن بھر پیاسا رہتا ہے تو رگیں خشک ہو جاتی ہیں اور طبیعت بوجھل ہو جاتی ہے۔ گرمی کی شدت زیادہ ہو تو آدمی نیم بے ہوش ہو جاتا ہے، مگر وقتِ افطار جب وہ پانی یا شربت نوش کرتا ہے تو رگیں تر اور طبیعت تازہ ہو جاتی ہے اور انسان دن بھر کی اس مزدوری کا اللہ سے اجر کا امیدوار بن جاتا ہے۔

اس دعا کے علاوہ دیگر دعائیں صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہیں، مثلاً:

" اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَ بِكَ اٰمَنْتُ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ عَلٰى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ "

یہ روایت ضعیف ہے، اس کے بجائے مذکورہ بالا دعا پڑھنی چاہیے جو رسول اکرم ﷺ نے پڑھی ہے۔

روزہ افطار کروانے کا ثواب:

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا))

[ترمذی حسن]

''جس نے کسی روزہ دار کا روزہ کھلوایا، اس کے لیے اس روزہ دار کی مثل اجر ہے، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے اجر سے کچھ کمی ہو۔''

روزہ افطار کروانے سے آپس کی محبت میں اضافہ، ہمدردی اور ایثار کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اجر و ثواب کے حصول کے ساتھ ساتھ جنت میں داخلہ یقینی ہوتا ہے۔

روزہ دار کو کتنا اجر ملے گا اس کا کوئی اندازہ اور حساب نہیں، اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا فرمائے گا، کیونکہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

" اَلصَّوْمُ لِیْ وَ أَنَا أَجْزِیْ بِهٖ " ''روزہ میرے لیے ہے میں اس کا اجر خود دوں گا۔''

جتنا روزہ دار کو اجر ملے گا اتنا ہی اجر روزہ افطار کروانے والے کو دیا جائے گا اور مجاہد و غازی کو تیار کرنا، اللہ کی راہ میں کھڑا کرنا، تاکہ دشمنانِ اسلام کے دانت کھٹے ہو جائیں اور ان کو شکستوں پر شکستیں ہوں، کفر مٹ جائے اور اسلام غالب ہو، تو یہ بھی بڑے ہی اجر و ثواب کی بات ہے۔ جتنا اجر و انعام اللہ تعالیٰ مجاہد کو دے گا اتنا ہی اس شخص کو بھی ملے گا جس نے اسے تیار کیا، تو یہ دونوں کام اہتمام کے ساتھ کرنے کی ضرورت ہے۔

فرشتوں کی دعائے مغفرت کا مستحق:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

« أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ إِلٰى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَجَاءَ بِخُبْزٍ وَّ زَيْتٍ فَأَكَلَ، ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ، وَ أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ وَ صَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ »

[أبو داود. حسن]

''بے شک نبی کریم ﷺ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے، پس انھوں نے روٹی اور تیل زیتون آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے تناول فرمایا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''روزہ داروں نے تمھارے پاس افطار کیا، نیک لوگوں نے تمھارا کھانا کھایا اور فرشتوں نے تمھارے لیے مغفرت کی دعا کی۔''

معلوم ہوا کہ کھانا نیک لوگوں کو پیش کرنا چاہیے، وہ عام ہوں یا خاص، دعوتِ افطار ہو یا کوئی اور دعوت، مگر آج کل تو سیاسی کھانے، دعوتیں اور افطار پارٹیاں ہوتی ہیں۔ ریا کاری، نمود و نمائش اور مقابلہ بازی کا بازار گرم اور نیکی کا جذبہ ٹھنڈا ہوتا جا رہا ہے۔ افطار کے موقع پر وہ لوگ بلائے جاتے ہیں، جنھوں نے کبھی روزہ نہیں رکھا، یا جن کے مذہب میں رمضان المبارک کے روزے کا تصور تک نہیں۔

روزے کی حالت میں بھول کر کھانا پینا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَ سَقَاهُ »

[بخاری، مسلم]

''جب کوئی شخص بھول کر کھا پی لے، تو اسے چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلایا اور پلایا ہے۔''

یہ اللہ رب العزت کی اپنے بندوں پر کمال مہربانی اور شفقت ہے کہ بندے نے اگر بھول کر کھا لیا ہے تو اس کا روزہ بھی نہیں ٹوٹا اور اس پر کفارہ اور قضا بھی نہیں۔

روزے کی حالت میں کھانے پینے کے دوران جب یاد آ جائے تو پھر فوراً کھانا پینا بند کر دینا چاہیے۔ اسی طرح دیگر وہ کام جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگر بھول کر انجام دے لیے تو روزہ برقرار رہے گا، بشرطیکہ یاد آنے پر وہ چھوڑ دیا جائے۔

روزہ کی حالت میں مباح کام:

☆ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

« لَا بَأْسَ أَنْ يَتَطَعَّمَ الْقِدْرَ أَوِ الشَّيْءَ »

''ہانڈی یا کسی اور چیز کا ذائقہ معلوم کرنے کے لیے چکھنے میں کوئی حرج نہیں۔''

☆ حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا:

« لَا بَأْسَ بِالْمَضْمَضَةِ وَالتَّبَرُّدِ لِلصَّائِمِ »

''روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

☆ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جب کسی کا روزہ ہو تو وہ صبح اس حال میں کرے کہ تیل لگایا اور کنگھا کیا ہوا ہو۔''

☆ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« إِنَّ لِي أَبْزَنَ أَتَقَحَّمُ فِيهِ وَ أَنَا صَائِمٌ »

''میرا ایک حوض ہے، جس میں میں روزہ دار ہونے کے باوجود غوطے لگاتا ہوں۔''

☆ اور وہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

« أَنَّهُ اسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ »

''آپ ﷺ نے روزہ کی حالت میں مسواک کی ہے۔''

☆ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صبح، شام مسواک کیا کرتے تھے۔

" وَ لَمْ يَرَ أَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَ إِبْرَاهِيمُ بِالْكُحْلِ لِلصَّائِمِ بَأْسًا "

''سیدنا انس، حسن اور ابراہیم نے کہا روزہ دار کے لیے سرمہ لگانا درست ہے۔''

[بخاری كلها تعليقًا، كتاب الصوم، باب اغتسال الصائم، قبل الحديث : ١٩٣٠]

روزے کی حالت میں مسواک کرنا:

سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، انھوں نے کہا:

« رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أُحْصِيْ أَوْ أَعُدُّ » [بخاری، تعليقًا، كتاب الصوم، سواك الرطب واليابس للصائم قبل الحديث : ١٩٣٤]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزے کی حالت میں بے شمار مرتبہ (وضو) کے ساتھ مسواک کرتے دیکھا ہے۔''

مسواک منہ کی پاکیزگی کا ذریعہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے، ہر وضو اور نماز کے ساتھ اس کا اہتمام ضرور کرنا چاہیے، یہ اجر و ثواب کے حصول کا سبب ہے۔ رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں یہ بالکل ممنوع نہیں، آپ ﷺ نے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے مسواک روزے کی حالت میں ترک نہیں کی۔ اسی طرح برش اور پیسٹ کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں اور نہ ہی یہ ممنوع ہے۔ یاد رہے کہ ٹوتھ پیسٹ کھانے کی چیز نہیں اور نہ ہی یہ خوراک ہے، بلکہ مسواک کی طرح صفائی اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر اس کام کی توفیق دے جس سے وہ راضی اور خوش ہو۔ (آمین)

روزے کی حالت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

آپ ﷺ نے فرمایا:

« أَسْبِغِ الْوُضُوْءَ، وَ خَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ، وَ بَالِغْ فِي الْاِسْتِنْشَاقِ، إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَائِمًا » [أبو داود، ترمذی]

''وضو کامل طریقے سے کرو، انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی ڈالتے ہوئے خوب مبالغہ کرو، مگر یہ کہ تم روزہ دار ہو۔''

جب انسان روزے کی حالت میں ہو تو پھر کلی کے دوران حلق تک پانی لے جانا اور ناک میں پانی ڈالتے ہوئے مبالغہ کرنے میں احتیاط ضروری ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ پانی منہ اور ناک کے ذریعے سے حلق میں چلا جائے جس سے روزہ ٹوٹ جائے۔

روزے کی حالت میں پچھنا (سینگی) لگوانا:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

« أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَّ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ »

[بخاري، كتاب الصوم، باب الحجامة والقيئ للصائم : ۱۹۳۸]

''نبی کریم ﷺ نے احرام کی حالت میں اور روزے کی کیفیت میں پچھنا لگوایا۔''

معلوم ہوا کہ روزے کی حالت میں آدمی پچھنا لگوا سکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت اور رکاوٹ نہیں، ہاں اگر کمزوری اور ضعف کا ڈر ہو تو الگ بات ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ جسم سے خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بلکہ جسم میں داخل کرنے سے ٹوٹتا ہے۔

روزے کی حالت میں قے آنا:

ثقہ محدث عمر بن حکم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا:

((إِذَا قَاءَ فَلَا يُفْطِرُ، إِنَّمَا يَخْرُجُ وَلَا يُولِجُ وَ يُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ قَالَ يُفْطِرُ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ)) [بخاري]

''جب کوئی قے کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ اس سے تو چیز باہر آتی ہے' اندر نہیں جاتی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے جبکہ پہلی بات درست ہے۔''

تو اس سلسلے میں عرض یہ ہے قے اگر خود بخود آ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر عمداً جان بوجھ کر قے کی جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صحیح بات پہلی ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ ذَرَعَهُ قَيْءٌ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ، وَ إِنِ اسْتَقَاءَ فَلْيَقْضِ))

[أبو داود، كتاب الصيام، باب الصائم يستقيئ عامدًا : ۲۳۸۰]

''جس کو خود قے آ گئی (اس کا روزہ برقرار ہے) اس پر قضا نہیں اور اگر اس نے جان بوجھ کر قے کر لی تو اس پر قضاء ہے۔''

❀ جس شخص کو بیماری کی وجہ سے قے آ جائے' اس کو چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے، نہ اس کا روزہ ٹوٹا ہے اور نہ ہی قضاء دینے کی ضرورت ہے۔

ہاں! اگر بیماری برداشت سے باہر ہے اور روزہ توڑ لیا تو پھر قضاء دے گا۔ (واللہ اعلم)

بچوں کو تربیت کے لئے روزے رکھوانا

سیدہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

((نُصَوِّمُ صِبْيَانَنَا وَ نَجْعَلُ لَهُمُ اللُّعْبَةَ مِنَ الْعِهْنِ فَإِذَا بَكَى أَحَدُهُمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يَكُوْنَ عِنْدَ الْإِفْطَارِ)) [بخاري، كتاب الصوم، باب صوم الصبيان : ۱۹۶۰]

''ہم اپنے بچوں کو روزہ رکھواتے تھے، انھیں ہم اون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے، جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت ہو جاتا۔''

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بچوں کو تربیت کے لیے روزہ رکھوانا مشروع ہے۔

روزہ دار اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ وَ يُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَ كَانَ أَمْلَكَكُمْ لِإِرْبِهِ))

''نبی کریم ﷺ روزے کے ساتھ اپنی ازواج کا بوسہ لے لیتے اور جسم سے لگا لیتے، آپ ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے۔'' [بخاری]

میاں بیوی کا تعلق بڑا ہی گہرا، قریبی، پرسکون، مودّت و محبت سے لبریز ہوتا ہے، اس رشتہ میں اللہ رب العزت نے ایثار و ہمدردی اور وفا رکھی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے آفاقی قانون میں یہ رعایت و سہولت اپنے بندوں کو دی ہے کہ وہ روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے بوس و کنار کر سکتے ہیں، اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنے نفس پر قابو رکھ سکیں، جس کو اپنے نفس پر قابو نہیں' وہ یہ کام بالکل نہ کرے، خصوصاً نوجوان طبقہ۔ اگر نفس پر قابو رکھنے والا ہو تو پھر بوسہ بھی لے سکتا ہے اور جسم سے بھی لگا سکتا ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور نہ ہی فاسد ہوگا۔

روزہ کی حالت میں جماع کرنے کا حکم:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے، ایک شخص نے آپ کے پاس حاضر ہو کر کہا، یا رسول اللہ! میں تباہ ہو گیا، آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا بات ہوئی ہے؟ اس نے کہا، میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے، جس کو تم آزاد کر سکو؟ اس نے کہا، نہیں، پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیا پے در پے دو ماہ کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، پھر آپ نے سوال کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتے ہو؟ اس نے عرض کیا، نہیں، راوی کہتا ہے کہ پھر وہ آدمی نبی کریم ﷺ پاس تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر گیا، ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بڑا تھیلا پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں، (عرق اس تھیلے کو کہتے ہیں جو کھجور کی چھال سے بنا ہوا ہو) آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا، میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لے لو اور صدقہ کر دو۔ اس نے کہا، یا رسول اللہ! میں اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کر دوں؟ بخدا! ان پتھر کے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ اس طرح ہنس پڑے کہ آپ کے آگے کے دانت دکھائی دیے۔ پھر آپ نے فرمایا: ''اچھا جا اپنے گھر والوں کو ہی کھلا دے۔'' (بخاری کتاب الصوم)

جو شخص روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے قصداً ہم بستری کر لے تو اس کو چاہیے کہ اس کا کفارہ دے، جس کی تفصیل اور ترتیب اس حدیث میں موجود ہے۔ نیز مسلم شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ رَجُلًا أَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ أَنْ يُعْتِقَ رَقَبَةً أَوْ يَصُوْمَ شَهْرَيْنِ أَوْ يُطْعِمَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا))

[مسلم]

''نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو جس نے رمضان المبارک میں روزہ توڑ ڈالا تھا، حکم فرمایا ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔''

❀ کفارہ کی یہ تین شکلیں ہیں، پہلی کی استطاعت نہ ہو تو دوسری، اس کی طاقت نہ ہو تو تیسری پر عمل کیا جائے اور جو ترتیب حدیث میں بیان کی گئی ہے' اس کو مدنظر رکھا جائے۔

اگر خود کفارہ کی استطاعت نہ ہو تو صدقے کے مال سے بھی کفارہ دیا جا سکتا ہے۔ نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صدقہ کا مال موجود ہو اور کفارہ دینے والا سب سے زیادہ خود غریب ہو تو حاصل شدہ مال اپنے اہل و عیال پر خرچ کر سکتا ہے۔

حائضہ عورت اور روزہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''کیا جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نماز اور روزے چھوڑ نہیں دیتی؟ یہی اس کے دین کا نقص ہے۔'' (بخاری)

روزے کی حالت میں عورت کو حیض آجائے تو وہ روزہ شمار نہیں ہوگا اور بعد میں اس کی قضائی دینی ہوگی، مگر نماز کی قضائی نہیں ہے۔ یہ شریعت میں عورتوں کے لیے آسانی ہے، جو اللہ رب العزت نے اپنی بندیوں کو عنایت کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی توضیح و تشریح فرمائی ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد کے مقابلہ میں عورت دینی لحاظ سے کمزور اور ناقص ہے، یہ نقص دینی اعتبار سے ہے۔ ابوالزناد کہتے ہیں:

''دین کی باتیں اور شریعت کے احکام بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ رائے اور قیاس کے خلاف ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنا ضروری ہوتی ہے۔''

ان احکام میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ حائضہ روزے کی قضا تو دے گی مگر نماز کی قضاء اس پر نہیں ہے۔ شریعت اسلامیہ کا کوئی حکم بظاہر عقل کے خلاف بھی معلوم ہو تو تب بھی اسی کو مقدم و محترم رکھنا، عقل و رائے کو چھوڑ دینا علامت ایمان ہے۔ اسی طرح نفاس والی عورت نماز روزہ سے دور رہے گی، نماز کی نہیں، بلکہ روزے کی قضاء دے گی۔

مریض اور مسافر کو روزہ کی رخصت:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [البقرة : ۱۸۵]

''جو شخص بیمار ہو یا مسافر ہو تو اسے دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمھارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں، وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کر لو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔''

❀ مریض اور مسافر کو یہ رعایت دی گئی ہے کہ وہ مرض اور سفر کی وجہ سے رمضان المبارک میں جتنے روزے نہ رکھ سکیں ان کی بعد میں قضائی دے لیں اور گنتی پوری کر لیں۔

❀ اسی طرح حمل والی اور دودھ پلانے والی عورتیں روزہ رکھنے میں مشقت محسوس کریں تو وہ بھی مریض کے حکم میں ہیں، جتنے روزے ان کے چھوٹ جائیں، رمضان المبارک کے بعد ان کی قضاء دے لیں۔

❀ وہ شخص جو بہت زیادہ بڑھاپے کا شکار ہو، یا وہ مریض جو ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس سے شفایابی کی امید نہ ہو اور ان کے لیے روزہ رکھنا ممکن نہ ہو تو وہ ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ دیں۔

❀ جو شخص پاگل پن کا شکار ہو جائے، عقل کام کرنا بالکل چھوڑ دے اور ہوش و حواس کھو بیٹھے تو اس پر نہ روزے ہیں اور نہ ہی فدیہ۔

مسافر جو روزے میں دقت محسوس کرے، افطار کر لے:

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ مکہ مکرمہ کی طرف رمضان میں روانہ ہوئے، آپ ﷺ روزہ سے تھے، لیکن جب کدید پہنچے تو روزہ چھوڑ دیا، پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو دیکھ کر روزہ چھوڑ دیا۔'' (بخاری و مسلم)

اگر حالت سفر میں مسافر نے روزہ رکھا ہوا ہو اور وہ تکلیف اور مشقت محسوس کرے تو بلا تردد افطار کر لینا چاہیے بلکہ سفر میں افطار بالاتفاق افضل ہے۔ اگر کوئی شخص کثرت سے سفر کرتا ہے اور سفر کی حالت میں روزہ رکھنے کی طاقت بھی رکھتا ہے، اگر اس کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی تو اس کو روزہ رکھنے کی اجازت ہے۔

''حمزہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی میں سفر میں روزہ رکھوں؟ وہ کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جی چاہے تو روزے رکھو اور اگر جی چاہے تو افطار کر۔'' (بخاری)

حمزہ بن عمرو جہاں کثرت سے روزے رکھتے تھے وہاں کثرت سے سفر بھی کیا کرتے تھے۔ کاروباری حضرات، ڈرائیور حضرات اور مسافر ملازمین اگر طاقت ہو تو روزہ رکھیں ورنہ رمضان کے بعد قضا دیں۔

مجاہد کے لیے رخصت بھی اور فضیلت بھی:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

''ہم نے جہاد کیا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ، سولھویں رمضان کو ہم میں سے کوئی روزے سے تھا اور کوئی بغیر روزہ کے۔'' (مسلم)

❀ گرمی کی شدت ہو یا میدانِ جہاد کی صعوبت و مشقت، روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے، جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے۔

❀ اس سے جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت، فرضیت اور ثواب کا علم بھی ہوتا ہے کہ یہ کتنا عظیم عمل ہے، اس کی شان اور مقام کتنا بلند ہے۔

جہاد اسلام کی کوہان اور روزہ رکن اسلام ہے۔ دورانِ جہاد مشکل پیش آجائے تو روزہ توڑا اور چھوڑا جا سکتا ہے۔

اگر مجاہد فی سبیل اللہ حالت جہاد اور سفر جہاد میں روزہ رکھ لے تو اس کے لیے بڑا ہی اجر و ثواب ہے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے:

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: جو اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھے، اللہ اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال کی مسافت جتنا دور کر دیتا ہے۔'' (مسلم)

یعنی روزہ دار مجاہد کے چہرے اور جہنم کے درمیان ۷۰ سال کی مسافت کی دوری ہوگی۔ یہ مجاہد کی شان اور اللہ تعالیٰ کا اس پر انعام ہے۔

میت کی طرف سے روزہ رکھنا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے (واجب) ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔'' (بخاری و مسلم)

میت کے ذمے جو روزے ہوں، وہ میت کی طرف سے رکھنا، یہ میت کے ساتھ خیر خواہی اور بھلائی ہے جو زندوں کی طرف سے ہے۔ فوت ہونے والا والد ہو یا والدہ، بہن ہو یا بھائی اگر ان پر فرض روزے یا اسی طرح نذر کا روزہ رکھنا باقی ہو تو ان کی طرف سے رکھنا ضروری ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

''ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میری ماں وفات پا گئی ہے اور اس کے ذمہ ایک ماہ کے روزے باقی رہ گئے ہیں، کیا میں اس کی طرف سے قضا (روزے) رکھ سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! ضرور۔ اللہ تعالیٰ کا قرض اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔'' (بخاری)

مختلف لوگوں نے آپ ﷺ سے اپنے فوت شدہ رشتہ داروں کے روزوں کے متعلق اس قسم کے سوالات کیے تو آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ فوت شدہ کی طرف سے روزے رکھے جائیں اور یہ روزے ورثاء رکھیں۔

باقی صفحہ 28 پر

ہمارے سامنے درندے نے میری آپا کے سینے پر پاؤں رکھ کر کلہاڑی کے وار کر کر کے ہڈیاں چیر کر شہید کر ڈالا

ہم نے آزادی کیسے حاصل کی؟

آگ اور خون میں آزادی کا سفر

ہجرت کی دل دہلا دینے والی ایک داستان کے آئینے میں

میاں محمد ابراہیم طاہر

صاحب 1947ء ہجرت کی ناقابل فراموش داستان غم و الم اور درندوں اور لاشوں کے درمیان سفر کی داستان بیان کرتے ہیں۔ ایسی ایک نہیں بلکہ ہزاروں داستانیں اپنے اندر کفار کے ظلم و ستم' سفاکی اور سربریت کی وحشت لئے ہوئے آہستہ آہستہ ان کے مرنے سے پہلے مٹتی جا رہی ہیں کیونکہ وہ کردار بھی تو اپنی عمر کے آخری حصے کو پہنچے ہوئے ہیں' ان گنت لوگ اپنی داستانیں اپنے سینوں میں لئے اپنے رب کائنات کے حضور پہنچ چکے ہیں۔ اب نئی نسل کیا جانے کہ ان کے آباؤ اجداد نے کیسی کیسی تکلیفیں اٹھا کر پاکستان حاصل کیا تھا' انہوں نے تو اپنا سب کچھ ہی قربان کر دیا' اپنے گھر بار' وطن' جان مال اور اپنی زندگی کی قیمتی چیزیں عزتیں تک لٹوا دی تھیں۔ اے کاش! کوئی تو اس ملک کی حفاظت کے لئے کٹ مرنے کو تیار ہو جائے......

ہمارے آباؤ اجداد کا تعلق موضع فتووال تحصیل سلطانپور لودھی ضلع کپورتھلہ سے تھا لیکن ہمارے بزرگ تقریباً ایک صدی پیشتر ریاست پٹیالہ میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ ہم سب بہن بھائی ریاست پٹیالہ ہی میں پیدا ہوئے اور پلے بڑھے اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ 14 اگست 1947ء کو جب قیام پاکستان کا اعلان ہوا تو اس وقت ہم لوگ اپنے گاؤں میں تھے کیونکہ گندم کی کٹائی کے موقع پر ہم سب گھر والے اکثر گاؤں میں ہی ہوتے تھے۔

میری بڑی بہن کو یہ وہم ہو گیا تھا کہ اگر فرقہ وارانہ فسادات ہوئے تو دیہات میں زیادہ خون خرابہ ہو گا اور شہر اور قصبے محفوظ رہیں گے کیونکہ وہاں شہریوں کی حفاظت کے لئے پولیس اور فوج موجود ہو گی۔ نصف اگست تک ہمارے دیہاتوں میں بالکل امن و امان تھا۔ رات کو کبھی کبھار دریا پار آگ کے شعلے نظر آتے تھے جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ دریا پار ہندو مسلم فسادات شروع ہو چکے ہیں۔ گاؤں کی پرامن فضا کے باوجود ہمیں اپنے گاؤں والا گھر چھوڑ کر قریبی قصبہ سلطان پور میں ایک کرائے کے مکان میں رہائش اختیار کرنی پڑی کیونکہ میری آپا کی ضد تھی کہ وہ گاؤں میں نہیں رہیں گی۔ ابھی ہمیں قصبہ منتقل ہوئے تیسرا دن تھا کہ پورا قصبہ فسادات کی لپیٹ میں آ گیا۔ قصبہ کی سڑکوں پر جگہ جگہ فوجی ٹرک نظر آتے تھے۔ پورے علاقے میں کرفیو نافذ ہو گیا اور اندھا دھند فائرنگ کی آوازیں ساری رات گونجتی رہیں۔ اس وقت تک ہم لوگوں کو یہ علم نہیں تھا کہ فوج امن بحال کرنے کے لئے آئی ہے یا کہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے۔ آدھی رات کو میرے بھائی کا ایک دوست اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر نہ جانے کس طرح ہم تک پہنچا اور اس نے بتایا کہ آدھا شہر خالی ہو چکا ہے۔ لوگ قافلوں کی صورت میں اپنی جان بچانے کے لئے کھیتوں میں سے ہو کر شہر سے نکل رہے ہیں۔ ہم لوگوں نے بھی اپنا قافلہ تیار کر لیا ہے اور میں آپ لوگوں کو لینے آیا ہوں۔''

ہم سب اس قافلہ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے لیکن پھر آپا ہی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میرے بچے چھوٹے ہیں اور میں انہیں لے کر پیدل نہیں جا سکتی۔ ہاں اگر سواری کا انتظام ہو تو پھر بہتر ہے لیکن نہ سواری کا انتظام ممکن تھا اور نہ ہی ہمارا جانا۔ جاتے جاتے وہ شخص یہ کہہ گیا کہ اگر آپ لوگ آج رات نہ نکل سکے تو کبھی اس آگ سے باہر نہ نکل سکیں گے۔

جس محلّہ میں ہم جا کر رہے تھے' وہ پورا ویران ہو چکا تھا' ایک انسان بھی نظر نہیں آتا تھا۔ تمام لوگ راتوں رات جا چکے تھے۔ میرے بھائی نے اگلی دوپہر باہر نکل کر ماحول کا جائزہ لیا۔ پولیس اور فوج کا کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ اس وقت کا فائدہ اٹھا کر ہم سب صرف نقدی اور زیور لے کر قریب کے ایک محلّہ میں جو لوہاروں کا محلّہ مشہور تھا' وہاں منتقل ہو گئے۔ یہ محلّہ مسلمانوں کی آخری پناہ گاہ تھی۔ محلّہ کے لوگوں میں مرنے یا مارنے کا جذبہ موجود تھا۔ محلّہ کے دو راستے تھے اور دونوں پر لوہے کے مضبوط گیٹ لگے ہوئے تھے جس گھر نے ہمیں پناہ دی' وہاں ہماری ہی طرح اور بھی بہت سے خاندانوں نے پناہ لے رکھی تھی۔ گھر میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ اس گھر کا سربراہ بم بنانے کے الزام میں پولیس کو مطلوب تھا۔ محلّہ کے تمام لوگ سیدھے سادھے اور ان پڑھ تھے۔ میرے بھائی جو

تاریخ ہجرت

ابو بلال یاسر ملتان

☆......ہم نے حملہ آور ہندوؤں سکھوں کے دو حملے ناکام بنائے تو فوج آ گئی کہ ہم تمہیں پاکستان بھیجیں گے مگر قافلے کو سکھوں کے حوالے کر دیا۔

☆......جالندھر کیمپ میں مجھے میرے بھائی کا دوست مل گیا اس نے بتایا کہ یحییٰ بھائی آخری دم تک سکھوں سے لڑتا رہا اور مسلمانوں کو مقابلہ پر ابھارتا رہا۔

☆......میرے پیارے ابو جان کہا کرتے تھے کہ یہاں نماز کا لطف نہیں آتا۔ نماز کا مزا تو پاکستان جا کر آئے گا مگر یہاں آنا مقدر میں نہ تھا۔

☆......درندوں کے گھیرے میں اللہ کو پکارا تو اچانک سڑک پر دو جیپیں پولیس کی آن موجود ہوئیں اور غنڈے فرار ہو گئے۔

چوبیس سالہ جوان تھے اور نہایت اچھی صحت اور قد و قامت والے تھے' انہوں نے تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے بتایا کہ ہم سب کے لئے یہاں سے فرار ہونا ممکن ہی نہیں' اس لئے ہمیں آخری سانس تک کافروں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ اگر کوئی بچ نکلا تو خیر ورنہ شہادت سے بڑھ کر اور کون سی سعادت ہو سکتی ہے۔ ہم تینوں بہن بھائیوں نے اپنے جوش ولولے اور حدت ایمانی سے وہاں کے لوگوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ میرے بھائی نے جوان لڑکوں کو اکٹھا کر کے چار گروپ بنائے اور محلّہ کے چاروں سمت چھتوں پر مورچے بنا کر سب کو بٹھا دیا۔ میں نے اور آپا نے عورتوں سے کہا کہ ہر گھر کے چولہے پر بڑے بڑے پتیلوں میں پانی ابلنے کے لئے رکھ دو اور اس میں اگر ہو سکے تو مرچیں بھی ڈال دو۔

تمام رات ہندوؤں کے گھر کی چھتوں پر سے ہم لوگوں پر فائرنگ ہوتی رہی اور جواب میں ہماری طرف سے بھی گولی کا جواب گولی سے ملتا رہا۔ میں اور آپا تمام رات چھت پر ہی رہیں تاکہ مردوں کو جس چیز کی بھی ضرورت پڑے مہیا کر سکیں۔ ساری رات گولیاں ہمارے سروں سے گزرتی رہیں اور کئی بار ہم لوگ بال بال بچے لیکن جذبۂ ایمان نے وہ طاقت' ہمت اور حوصلہ بخشا تھا کہ موت کا کوئی خوف نہ تھا۔ کلمہ طیبہ کا ورد جاری تھا تاکہ کسی کو گولی لگ جائے تو مرتے وقت کلمہ زبان پر ہو۔

تمام جوان لڑکیاں اور لڑکے چھتوں پر تھے جبکہ بڑے بوڑھے اور بچے نیچے تھے۔ رات کے تین بجے سکھوں نے محلّہ پر بھرپور حملہ کیا لیکن ہمارے جانبازوں نے ایسے بم اور گولیاں برسائیں کہ وہ بھاگ گئے لیکن ان کے بھاگنے سے یہ اندازہ ہو گیا کہ یہ دوبارہ اور زیادہ طاقت سے حملہ کریں گے۔ آدھا دن گزر گیا لیکن کوئی دشمن نظر نہ آیا۔

دوپہر کو تقریباً ایک بجے سکھوں ہندوؤں نے پھر حملہ کیا۔ کئی حملہ آور ہمارے جوانوں کی گولیوں کا نشانہ بنے۔ ہمارے لڑکوں کو بھی کارتوسوں کے کچھ چھرے لگے۔ میرے بھائی کے داہنے ہاتھ پر بھی معمولی زخم آئے لیکن دشمن ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں تک چھوڑ گئے۔ جب دشمنوں کو یہ انداز ہو گیا کہ اس محلے کے اندر رہتے ہوئے وہ لوگوں پر قابو نہیں پا سکتے تو انہوں نے مکر و فریب کا سہارا لیا۔ انہوں نے سکھ فوج کو بلا لیا۔ شام کے چار پانچ بجے کے قریب ایک سکھ فوجی دستہ آیا جنہوں نے کہا کہ سرکاری طور پر مسلمانوں کو پاکستان بھیجنے کے لئے کیمپ قائم کر دیا گیا ہے اور فوج ہمیں بحفاظت کیمپ تک پہنچا دے گی۔ پاکستان کا نام سنتے ہی لوگوں نے پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیئے اور بغیر کسی شک و شبہ کے لوگوں نے محلّہ کے آہنی دروازے کھول دیئے۔ اس وقت کوئی ہندو یا سکھ نظر نہیں آیا اور تمام لوگ بحفاظت کیمپ تک پہنچ گئے۔

شہر میں داخل ہوتے ہی عیدگاہ کی مسجد تھی اور اس کے بالکل سامنے لڑکوں کا سکول تھا۔ تمام مردوں کو عیدگاہ کے احاطہ میں نظر بند کر دیا گیا اور عورتوں بچوں کو سکول کی عمارت میں بند کر دیا گیا۔ پچھلی رات بھی ہم لوگوں نے کچھ نہیں کھایا تھا' سارا دن کھانے کو کچھ نہیں ملا اور نہ ہی رات کو کیمپ میں کسی نے کچھ کھانے کو دیا۔ لوگ آتے ہوئے گھروں سے بھنے ہوئے چنے' پنجیری وغیرہ جو انہوں نے پاکستان تک سفر کے لئے پہلے سے ہی تیار کر رکھی تھی' وہ ساتھ لے آئے تھے لیکن ہم لوگ تو وہاں بھی غریب الوطن تھے۔ اپنے گھر بار چھوڑ کر اجنبی لوگوں سے پناہ لی تھی۔ کسی کو بھی جانتے پہنچانتے نہیں تھے۔ بڑی مشکل سے ایک خاندان سے تھوڑے سے چنے لے کر بچوں کو دیئے اور پانی پلا کر سلا دیا۔ رات بھر ہم لوگ اپنے رب رحمٰن کو خوب یاد کرتے رہے۔ اگلا دن نکلا تو مردوں نے اپنے بیوی بچوں سے ملنے کی کوشش کی لیکن کسی کو بھی ظالموں نے اجازت نہ دی۔ سارا دن کھانے کو کچھ نہ ملا۔ پانی پی پی کر گزارہ کرتے رہے۔ اس روز سکھ فوج نے ایک نئی چال چلی۔ سب عورتوں سے کہا کہ جس کے پاس جتنا زیور ہے' وہ جمع کرا دے ورنہ راستے میں خطرہ رہے گا۔ پاکستان جاتے ہی سب چیزیں واپس مل جائیں گی لیکن یہ چیزیں سرکاری طور پر وہاں پہنچا دی

1947ء میں ہندوؤں سکھوں کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل عام کا منظر

جائیں گی۔ سادہ لوح دیہاتیوں نے فوراً اپنی زندگی کی تمام جمع پونجی لا کر ان بے غیرتوں کے قدموں میں ڈال دی اور رسیدیں حاصل کر لیں۔ ہمیں تو معلوم ہی تھا کہ یہ محض ایک چال ہے' اس لئے ہم نے کوئی چیز انہیں نہیں دی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ زیورات کس طرح چھپائے جائیں تاکہ وہاں سے نکلتے ہوئے باہر لے جا سکیں۔ کافی تلاش کے بعد ہمیں ایک مٹی کا برتن مل گیا جس میں اچار بھرا ہوا تھا اور اس کا کوئی وارث نظر نہ آیا۔ ہم نے یہ موقع غنیمت جانا اور آدھا اچار نکال کر اس میں زیورات ڈال دیئے اور باقی آدھا اچار زیورات کو چھپانے کے لئے اوپر ڈال دیا اور اس برتن کو ایک کپڑے میں باندھ لیا۔

شام کے قریب فوج نے یہ خوشخبری سنائی کہ ہمارا قافلہ پاکستان کے لئے روانہ ہو رہا ہے۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ مردوں کو بھی اجازت مل گئی کہ وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ مل کر چلیں۔ ہر شخص کی یہ کوشش تھی کہ وہ سب سے پہلے اس قید خانے سے باہر نکلے لیکن میرے والد اور بھائی رش نکلنے کا انتظار کرتے رہے۔ اس لئے ہم تمام گھر والے قافلے کے آخری حصے میں تھے۔

لوگوں کا یہ جم غفیر جب شہر کی سڑک سے گزر رہا تھا تو تمام ہندو اپنے گھروں کے باہر اور چھتوں پر تماشہ دیکھ رہے تھے۔ ایک بازار میں سے ہم گزرے تو میرے والد کا ایک دوست بھیڑ

☆......جب درندوں نے ہم تینوں لڑکیوں کو ساتھ چلنے کا کہا تو مجھے آپا کی نصیحت یاد آئی' جان دے دینا لیکن عزت ضرور بچالینا۔

☆......عزتیں بچانے کے لئے میں نے اور میری آپا نے خود کو کیموفلاج کرتے ہوئے کیچڑ اپنے چہروں اور کپڑوں پر لیپ کر لی۔

☆......ایک خوبرو نوجوان مسلمان کو بیٹھے دیکھا تو خوش ہو کر اسے ساتھ چلنے کا کہا' اس نے کپڑا اٹھا کر اپنی انتڑیوں کا ڈھیر دکھایا' ہم اس کے لئے کچھ نہ کر سکے۔

چیرتا ہوا ابا جی سے ملنے آیا۔ جب وہ ابا جی سے بغلگیر ہوا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ہم سمجھے کہ دوست بچھڑنے کے غم میں ڈاکٹر لال چند کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ہیں۔ ہمیں کیا معلوم تھا کہ اسے یہ معلوم ہے کہ وہاں سے نکلنے کے تھوڑی دیر بعد ہمارا انجام کیا ہونے والا تھا۔ جب اور جس وقت آرمی والوں نے ہمیں کیمپ سے نکالا تو سکول کے گیٹ پر چاولوں کی ایک دیگ میں سے بھوکے مہاجرین کو چاول تقسیم کئے جا رہے تھے۔ تین دن کے بھوکے لوگ ان چاولوں کو حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کو کچل رہے تھے۔ میرے بھائی نے بھی تقریباً دو مٹھی چاول اپنے رومال میں لے لئے۔ مجھے ان کی یہ بات ناگوار گزری اور میں نے ان سے کہا کہ آپ کو یہ لینے کی کیا ضرورت تھی۔ اس پر میرے بھائی نے جو جواب دیا' وہ آج بھی میرے کانوں میں گونجتا ہے۔ میرے بھائی نے کہا کہ مجھے اس وقت اس قدر بھوک لگی ہے کہ میں درختوں کے پتے بھی کھا سکتا ہوں' آج بھی جب کھانے میں ان کی پسند کی کوئی چیز بنتی ہے تو ان کی وہی بھوک اور بے بسی یاد آ جاتی ہے اور نوالہ حلق میں پھنس جاتا ہے۔

شہر کی سڑکوں سے ہوتے ہوئے جب ہمارا قافلہ شہر سے باہر نکلا تو ہر سمت سے سکھوں کے غول تلواروں اور بھالوں سے مسلح کھیتوں میں سے نکل کر ہمارے آگے آگے بھاگے جا رہے تھے۔ قافلے کا اگلا حصہ تو صحیح سالم گزر گیا لیکن درمیانی حصہ جب سڑک پہ آیا تو آرمی والوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ یہ فائرنگ ایک طے شدہ منصوبہ کے تحت حملہ آوروں کو اشارہ تھا۔ یہ اشارہ ملتے ہی قافلے پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ میدان حشر کا سماں تھا۔ ہر شخص کو اپنی جان کی پڑی تھی۔ حملہ ہوتے ہی میرے والد' بھائی اور بھابی تو ہم سے بچھڑ گئے۔ ہر سمت تلواریں چمک رہی تھیں۔ نہتے بے گناہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی تھی' عورتوں اور بچوں کی چیخ و پکار سے پوری فضا گونج رہی تھی۔ اس ظلم و ستم اور سربریت کی تاب نہ لاتے ہوئے سورج نے بھی اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اب اندھیرا چھانے لگا تھا لیکن قتل و غارت گری میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔ میں نے مٹی کا وہ برتن جس میں ہم نے اچار کے نیچے زیورات چھپائے ہوئے تھے' وہ پکڑا ہوا تھا اور ادھر ادھر بھاگ کر اپنے گھر والوں کو تلاش کر رہی تھی۔ کپورتھلہ کو جانے والی سڑک کافی اونچی تھی اور دونوں طرف کھیت کافی نشیب میں تھے۔ اچانک مجھے اپنی بڑی بہن اور اور ان کے دونوں بچے نظر آئے۔ آپا نے مجھے اشارہ کیا کہ برتن پھینک دو اور آ کر چھپ جاؤ۔ آپا اور بچے سڑک کے بالکل نیچے ڈھلان کے ساتھ چمٹے بیٹھے تھے۔ میں نے بھی فوراً زیورات پھینک دیئے اور ان کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ اب اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا۔ اسی اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر ہم نے کھڑے ہو کر دیکھا تو سڑک پر کوئی نہ تھا۔ تمام وحشی کھیتوں کی طرف چلے گئے تھے اور چھپے ہوئے لوگوں کو نکال کر بے دریغ قتل کر رہے تھے۔ میں نے اور آپا نے دونوں بچوں کو اٹھا کر سڑک پار کی۔ سڑک کی دونوں جانب درختوں کا ایک جھنڈ نظر آیا جس کے درمیان میں پانی کا جوہڑ تھا۔ ہم نے چھپنے کے لئے یہی جگہ مناسب سمجھی۔ ہم دونوں جوہڑ کے اندر کنارے کے ساتھ بالکل سیدھی لیٹ گئیں پانی گہرا نہیں تھا۔ اس لئے ہم نے دونوں بچوں کو اپنے اوپر لٹا لیا۔ ایک بچہ آپا کے سینے سے لپٹا ہوا تھا اور اور ایک میرے ساتھ۔ آپا کی بیٹی چار سال کی تھی اور بیٹا دو سال کا تھا۔ یہ گیارہ ستمبر کی ناقابل فراموش رات تھی۔ موسم بدل رہا تھا' تقریباً آدھی رات کے وقت پانی میں ڈوبے رہنے کی وجہ سے ہمارے جسم ٹھٹھر گئے اور دانت بجنے لگے۔ دونوں بچوں کو شدت کی پیاس لگی تھی۔ ہم نے چلو بھر بھر کر جوہڑ کا پانی انہیں پلایا۔ پیاس بجھنے کے بعد اس قیامت کی رات میں بھی معصوم بچے سو گئے۔ رات بھر مائیں اپنے بچوں کی لاشوں پر بیٹھی خون کے آنسو بہاتی رہیں۔ معصوم دوشیزاؤں کی عصمتیں لٹتی رہیں اور ان کی دلدوز چیخ و پکار سے زمین و آسمان لرزتا رہا۔ لٹتی ہوئی مسلمان عورتیں اپنی عزتوں کے رکھوالوں کو بے بسی سے پکارتی رہیں لیکن ان کے محافظ تو جام شہادت نوش کر چکے تھے۔ ان کی مدد بھلا کون کرتا۔ ظلم و سربریت کی کوئی ایسی مثال نہ تھی جو اس رات پوری نہ ہوئی ہو۔ حملہ آوروں میں سے ہی ٹولیاں بنا کر لوگ سڑک پر پڑا ہوا سامان اکٹھا کر رہے تھے اور بین کرتی ہوئی ماؤں کی نقلیں اتاری جا رہی تھیں۔ جوں جوں رات گزرتی جا رہی تھی' ایک نیا خوف طاری ہو رہا تھا کہ دن کی روشنی میں کہاں پناہ لیں گے۔ یہ تمام راستے ہمارے لئے بالکل اجنبی تھے ویسے بھی وحشی درندوں سے کوئی جگہ خالی نہ تھی۔ جب بچے پانی کی خنکی کو برداشت نہ کر سکے تو ہمیں مجبوراً پانی سے نکل کر جوہڑ کے کنارے پر آنا پڑا۔ کسی مظلوم کا ایک کمبل گرا پڑا تھا' وہ اتفاقاً اندھیرے میں آپا کے ہاتھ لگ گیا۔ آپا وہی کمبل لپیٹ کر بچوں کو چھپا کر لیٹ گئیں۔

میری آپا دراز قد اور نہایت ہی خوبصورت تھیں۔ عمر تقریباً تیس سال کے لگ بھگ تھی۔ ساری رات ان پر ایک ہی خوف مسلط تھا کہ آبرو پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ زندگی کی تو ہمیں رتی برابر پرواہ نہ تھی۔ تمام رات آپا مجھے تاکید کرتی رہیں کہ دیکھو کسی قیمت پر بھی کافروں کے ہاتھ نہیں آنا۔ اپنی جان دے دینا لیکن عصمت بچالینا۔ ابھی پو پھٹی تھی کہ تازہ دم دشمنوں کے جتھے پھر بچے کھچے مسلمانوں کو اپنے ظلم کا نشانہ بنانے کے لئے آ گئے۔ اسی اثنا میں ہماری والدہ بھی ہم سے آملی تھیں لیکن ابا جی' بھائی اور بھابی کا کوئی پتہ نہ تھا۔

رات کی تاریکی میں آپا نے جوہڑ کی مٹی لے کر اپنے چہرے اور ہاتھ پاؤں پر مل لی تھی اور مجھے بھی مٹی ملوا دی تھی تا کہ جلد کی سفید رنگت کسی کو نظر نہ آئے۔ ہم درختوں کے جھنڈ میں ایک ہی جگہ سب مل کر بیٹھے ہوئے تھے کہ سکھوں نے آ کر میری آپا کو اٹھنے کے لئے کہا۔ آپا نے اپنے گرد کمبل لپیٹا ہوا تھا' چہرہ اور سر اسی میں چھپا ہوا تھا۔ وحشیوں نے تین چار بار اپنا حکم دہرایا اور جب کوئی تعمیل نہ ہوئی تو غصہ سے بے قابو کر ہو کر کمبل چھین کر آپا کو دھکے سے زمین پر گرا دیا۔ ایک سکھ درندے نے اپنا پاؤں آپا کے سینے پر رکھ کر وار کرنا شروع کر دیئے۔ میں' اماں اور دونوں بچے بالکل پاس بیٹھے تھے لیکن غم اور خوف کی شدت سے نظر بالکل جواب دے گئی۔ صرف ایک آواز آتی رہی جیسے کلہاڑی سے کوئی ہڈی کاٹی جائے تو آتی ہے۔ تین چار منٹ کی سربریت کے بعد وہ درندے آپا کو خاک اور خون میں لتھڑا ہوا چھوڑ کر چلے گئے۔ ہماری طرف انہوں نے دیکھا تک نہیں ان کے جانے کے کافی دیر بعد جب کچھ حواس درست ہوئے تو میں نے اٹھ کر آپا کا جسم اپنی گود میں رکھا تو خون میں لت پت تھا۔ آپا کی شہ رگ کی جگہ ایک سوراخ تھا جس سے اندازہ لگایا کہ شاید درندوں نے نیزہ کی نوک کی متواتر ضربوں سے یہ سوراخ کیا ہوگا۔ آپا کی سانس ابھی چل رہی تھی لیکن سانس میں خرخراہٹ تھی۔ میں جوہڑ میں سے پانی لینے گئی کہ آپا کے منہ میں ڈالوں لیکن دن کی روشنی میں پتہ چلا کہ جس جوہڑ میں میں نے ساری رات گزاری اور بچوں کو وہاں سے پانی بھی پلایا' وہ جوہڑ بے گناہوں کی لاشوں سے بھرا پڑا تھا اور پانی کا رنگ بالکل خون جیسا تھا۔ ابھی ہم آپا کو اچھی

طرح دیکھ بھی نہ پائے تھے کہ سکھوں کا ایک اور جتھا آ گیا اور انہوں نے ہمیں زبردستی وہاں سے نکال کر سڑک پر چلنے کے لئے مجبور کیا اور یہ کہہ کر کہ آگے تم لوگوں کیلئے کیمپ قائم کیا گیا ہے' جو کوئی بچ گیا ہے وہ وہاں پہنچ جائے۔

سڑک کے کنارے مجھے وہی مٹی کا برتن پڑا نظر آیا جس میں ہمارے سارے زیورات تھے۔ دل چاہا کہ اٹھا لوں لیکن والدہ نے منع کر دیا کہ جب اتنی جانیں لٹ گئی ہیں تو اس سونے کی اہمیت کیا ہے۔ ابھی سڑک پر تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ وہاں شیطانوں کے ایک گروہ کے پاس کوئی بیس کے قریب عورتیں کھڑی نظر آئیں۔ یہ بے بس عورتیں بھی رات کے اندھیرے میں درندوں کے ہاتھوں محفوظ رہیں لیکن اجالا ہوتے ہی ان وحشیوں کے قابو آ گئی تھیں۔ وہ خوفناک اور مکروہ شکلیں آج تک آنکھوں کے سامنے ہیں' ان کی آنکھوں میں شیطانیت چمک رہی تھی۔

والدہ نے مجھے اشارہ کیا کہ میں بچوں کو لے کر بھاگ جاؤں۔ ابھی تک میں کافی پیچھے تھی اور کسی کی نظر مجھ پر نہ پڑی تھی۔ میں فوراً دونوں بچوں کو لے کر بیٹھ گئی اور سڑک کی ڈھلان کی طرف سے پھسل کر ہم تینوں سڑک سے نیچے اتر گئے۔ تھوڑی دیر تک ہم لوگ لیٹ کر آگے کھسکتے رہے۔ جب دیکھا کہ کوئی آس پاس نہیں تو اٹھ کو خود جھاڑیوں میں چھپتے چھپاتے چلنا شروع کر دیا۔ کافی دور جانے کے بعد عورتوں اور بچوں کی ایک ٹولی ہم سے آن ملی۔ اب ہمارے ساتھ بارہ بچے اور سات عورتیں تھیں۔ اکثر بچے بالکل لاوارث تھے۔ کئی کے گھر والے یا تو بچھڑ گئے تھے یا سامنے شہید ہو چکے تھے۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد ہمیں ایک چھوٹی چھپڑی کے کنارے پانی میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ایک نوجوان لڑکا نظر آیا۔ رات سے لے کر اب تک یہ پہلا زندہ مرد نظر آیا تھا۔ اسے دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ دشمنوں سے بچنے کے لئے ہم لوگ اتنی خاموشی سے چل رہے تھے کہ اشارے میں بات کرتے تھے۔ اس نوجوان کو دیکھ کر ہم اشارے سے اپنی ساتھ چلنے کو کہا لیکن ہماری بات کے جواب میں اس نے جس بے بسی سے اپنی قمیض اٹھا کر اپنی حالت دکھائی وہ منظر آج تک نہیں بھلا سکی۔ اس لڑکے کی تمام انتڑیاں ڈھیر کی صورت میں اس کے گھٹنوں پر پڑی تھی اور اس نے قمیص سے چھپائی ہوئی تھیں وہ بیس بائیس کا نہایت خوبرو جوان لڑکا تھا لیکن چند گھنٹوں کا مہمان تھا اور ہم اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اسے اسی حالت میں چھوڑ کر آگے چل پڑے۔

ابھی تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ اوپر سڑک کی جانب سے بہت سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ خوف و دہشت کی وجہ سے ہمارے اٹھتے ہوئے قدم خود بخود رک گئے کیونکہ چلنے سے راستہ میں دھرے ہوئے سوکھے پتوں کی جو آواز نکلتی ہے وہ ہماری نشاندہی کے لئے کافی تھی۔ میں نے فوراً قریب کی گھنی جھاڑیوں میں بچوں کو چھپا دیا اور انہیں تاکید کی کہ جب تک خطرہ ٹل نہ جائے وہ باہر نہ نکلیں۔

میرے بھانجا بھانجی بہت چھوٹے تھے اپنا برا بھلا سمجھنے کے قابل نہ تھے' اس لئے ان کی نگرانی ان سے بڑے بچوں کے حوالہ کی جو ہمارے ساتھ تھے۔ ہمارے ساتھ لوہاروں والے محلّہ کی وہ عورت بھی تھی جس کے گھر میں ہم نے کرفیو کے دوران پناہ لی تھی اور اس کے تین بچے بھی ساتھ تھے۔ اس عورت کا شوہر بم بنانے کے جرم میں پولیس کو مطلوب تھا۔ اس لئے وہ بیوی بچوں کو گھر میں چھوڑ کر پہلے ہی فرار ہو چکا تھا اور اب اس کی بیوی اس حالت میں ہمارے ساتھ تھی کہ وہ بالکل برہنہ تھی اور اپنے آپ کو کسی حد تک چھپانے کے لئے اس نے سر پر پڑا ہوا کوئی دوپٹہ اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ لیا تھا۔

ہم سب لڑکیاں اور عورتیں بچوں سے الگ ایک جگہ دم سادھ کر بیٹھ گئے کہ سڑک پر چلنے والے دشمن ذرا دور نکل جائیں تو پھر سب آگے چلنا شروع کر دیں۔ کافروں کا پسندیدہ خونی کھیل یہ تھا کہ وہ ماں باپ کے سامنے بچوں کو قتل کر کے لطف اندوز ہوتے تھے یا پھر بچوں کے سامنے ان کی ماؤں کو شہید کرتے تھے اور پھر بچوں کو۔ سب گھر والوں کے بچھڑنے کے بعد یہ دونوں بچے میرے لئے سرمایہ حیات تھے اور ان کو بچانے کے لئے میں ہر لمحہ اپنی زندگی داؤ پر لگانے کے لئے تیار تھی۔ یہ بچے میری اس دکھیاری غم کی ماری بہن کی نشانی بن کر رہ گئے تھے جو مجھے اپنی والدہ سے زیادہ عزیز تھی کیونکہ وہ مجھ سے تقریباً تیرہ سال بڑی تھیں اور سارا بچپن انہی کی گود میں گزر رہا تھا۔

ہماری اتنی احتیاط کے باوجود دشمنوں کو ہماری موجودگی کا احساس ہو گیا اور وہ سڑک چھوڑ کر نیچے اتر آئے۔ اب کسی طرف بھاگنے کی بالکل کوئی بھی گنجائش ہی نہ تھی۔ ہماری ٹولی میں جو عورتیں تھیں ان میں دو ماؤں کے پانچ بچے تھے۔ پانچ بچے بالکل لاوارث تھے۔ دو عورتیں ایسی تھیں جو اپنے سب بچوں کو پاکستان کی راہ میں قربان کر چکی تھیں۔ میرے علاوہ دو لڑکیاں اور تھیں۔ دشمنوں نے آگے بڑھ کر حکم دیا کہ تینوں لڑکیاں الگ ہو جائیں۔ میرے کانوں میں آپا کے الفاظ گونجنے لگے کہ جان قربان کر دینا لیکن عزت ضرور بچا لینا'' میں نے ان درندوں کو اشتعال دلانے کے لئے خوب گالیاں دیں تا کہ وہ مجھے میری بہن کی طرح شہید کر دیں لیکن وہ لوگ مشتعل نہیں ہوئے نہ ہی انہوں نے مجھے کچھ کہا مگر وہ خونخوار آنکھوں سے برابر دیکھتے رہے۔ یہ سات یا آٹھ آدمی تھے بلکہ جوان لڑکے تھے اور ان کے حلیے سے لگتا تھا کہ وہ نہایت نچلے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ وہ صرف لنگوٹیاں پہنے ہوئے تھے اور ہاتھوں میں لوہے کی موٹی سلاخوں کے بنے ہوئے نیزے پکڑے ہوئے تھے۔ ان کے رویے سے لگتا تھا کہ وہ اپنے مالکان کے حکم پر لڑکیاں اکٹھی کر کے کہیں پہنچانا چاہتے تھے۔ اب ایک ہی امید رہ گئی کہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے ایک پہاڑی ندی جسے ''وائیں'' کہتے تھے راستہ میں پڑتی تھی' میں نے فوراً دل میں فیصلہ کر لیا کہ جب ''وائیں'' کے پاس پہنچیں گے تو میں ندی میں کود جاؤں گی۔ کافی دور چلنے کے بعد آخر وائیں آ گئی جیسے ہی میں نے قدم تیز کئے وہ لوگ شاید بھانپ گئے کہ میرا ارادہ کیا تھا۔ انہیں شاید اس بات کا پورا یقین تھا کہ مسلمان لڑکیاں عزت کے مقابلہ میں جان زیادہ آسانی سے دے سکتی ہیں اس لئے انہوں نے حلقہ بنا کر ہم تینوں لڑکیوں کو درمیان میں لے لیا یہ میرے رب کائنات کا خاص کرم تھا کہ اب تک کسی کافر بے ایمان نے مجھے انگلی تک نہیں لگائی تھی یہی وجہ کہ جب دشمنوں نے ہمیں چلنے کو کہا تو میں خود بخود ہی چل پڑتی تھی تا کہ کسی ظالم کافر کو مجھے زبردستی کھینچنے کی نوبت نہ آئے۔

اب بے بسی کا یہ عالم تھا کہ چاروں طرف بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی' اس لئے بے بسی کے عالم میں نظریں مشکل کشا میرے اللہ کی طرف اٹھ گئیں اور دل کی گہرائیوں سے مجبوروں' بے بسوں' دکھی غمگین' بیماروں' بے وطن دکھیاروں کی فریادیں سننے والے کے سامنے فریاد نکلی' اے رب ذوالجلال' اے مشکل کشا' اے غریب نواز' اے فریادوں کے سننے والے! آج تیری مجبور بندیاں تیرے سامنے دست سوال بلند کرتی ہیں کہ تیرے سوا ہماری کوئی فریادیں اور مشکلیں حل کرنے والا اور کوئی نہیں' اپنی بندی کے ہاتھوں کو خالی ہرگز نہ لوٹانا کیونکہ ہمارا تیرے سوا اور کوئی نہیں! اے ہمارے داتا دستگیر کہاں ہیں تیرے فرشتے جنہیں تو مسلمانوں کی مدد کے لئے اتارتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ اس دور میں اللہ کی مدد کے واقعات نہیں ہوتے لیکن میری اس فریاد پر میرے اللہ رب العالمین نے جو مدد کی وہ میرے ایمان کو ایسی لافانی قوت بخش گئی کہ اس کے بعد کبھی کسی مشکل میں میرے قدم نہیں ڈگمگائے اور میں نے اپنا ہر کام اللہ رب العالمین کی مرضی پر چھوڑ دیا۔

اچانک سڑک پر پولیس کی دو جیپیں ظاہر ہوئیں۔ پل بھر میں ہمارے پاس آ کر رک گئیں۔ سکھ غنڈے پولیس کو دیکھتے ہی فرار ہو گئے اور کہیں کھیتوں میں جا چھپے۔ ان دونوں جیپوں میں پولیس کے سپاہی اور پولیس افسران سوار تھے۔ ایک آفیسر نے جیپ سے اتر کر پوچھا کہ یہ لوگ

آپ کو کہاں لے جا رہے تھے اور آپ کے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں ہوئی؟ دل تو چاہتا تھا کہ ان لوگوں کو خوب سناؤں کہ اب انہیں ہمارے حال کی فکر ہوئی ہے لیکن پھر سوچا کہ رب کائنات نے انہیں ہماری مدد کے لئے فرشتے بنا کر بھیجا ہے' اس لئے اب ان سے بگاڑنی کفران نعمت ہوگا۔ میں اپنے ساتھ کی دونوں لڑکیوں سے بالکل مختلف تھی کیونکہ ہم لوگ تو شہری زندگی کے عادی تھے اسی لئے میرا لباس' بول چال سب کچھ دیہاتی لڑکیوں سے بالکل جدا تھا۔ پولیس والوں کو یہ تجسس پیدا ہوا کہ یہ لڑکی اس علاقے میں کہاں سے آ گئی۔ میں اس وقت پٹیالہ شہر میں نویں جماعت میں پڑھتی تھی اور ویسے بھی میرا تعلق تعلیم یافتہ گھرانے سے تھا۔ اسی لئے میری بول چال بھی ان لوگوں سے بالکل مختلف تھی۔ جب میں نے ان لوگوں کو اپنے گاؤں کا بتایا تو ایک اے ایس آئی فوراً بول اٹھا کہ بیٹی تم ڈاکٹر غلام محمد خان کی بیٹی ہو؟" وہ شخص میرے والد اور بہنوئی کو اچھی طرح جانتا تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ میری بہن کے بچے بچھڑ گئے ہیں اور میں انہیں تلاش کئے بغیر کہیں نہیں جا سکتی لیکن ان آفیسرز نے مجھے کہا کہ اگر ان لوگوں کے پاس وقت ہوتا تو وہ ضرور میرے ساتھ مل کر بچوں کو تلاش کر لیتے لیکن انہوں نے بتایا کہ ہمیں وزیر اعظم کپورتھلہ کی طرف سے فوراً کپورتھلہ پہنچنے کا حکم ملا ہے اور وہ رک نہیں سکتے۔ انہوں نے میری تسلی کے لئے یہ بھی یقین دلایا کہ اب عورتیں بچوں کو مار مار کر یہ لوگ تھک چکے ہیں' اس لئے بچے صحیح سلامت ہی ہوں گے۔ دل پہ پتھر رکھ کر کر ان کی بات مان لی اور ہم لوگ جیپ میں بیٹھ کر کپورتھلہ کی جانب روانہ ہوئے۔ کپورتھلہ میں انہوں نے مجھے وزیر اعلیٰ سے ملوایا اور انہیں بتایا کہ دیکھئے اتنے اچھے خاندانوں کی لڑکیاں کس طرح دربدر پھر رہی ہیں۔ وزیر اعلیٰ نے بہت ہمدردی کا اظہار کیا اور باقی اہل خانہ کے متعلق پوچھا۔ میں نے بتایا کہ سوائے بڑی بہن کے جنہیں میری آنکھوں کے سامنے شہید کیا گیا ہے' میں نے حملہ کے بعد گھر کے اور کسی فرد کو نہیں دیکھا۔ اس نفسا نفسی کے عالم میں کسی کو کس کا ہوش تھا۔ وزیر اعلیٰ نے یہ بھی بتایا کہ کپورتھلہ شہر میں بھی فسادات کی آگ بھڑکی ہوئی ہے اور تقریباً سارا شہر مسلمانوں سے خالی ہو چکا ہے۔ صرف مسلمانوں کے چند محلے رہ گئے ہیں جو کل جالندھر کے مہاجر کیمپ میں چلے جائیں گے۔ وزیر اعلیٰ نے ایک پولیس آفیسر کو ہدایت دی کہ وہ مجھے رات کے وقت سول ہسپتال میں لے جائیں اور وہاں جو زخمی آئے ہیں' وہ سب دکھائیں۔ شاید ان زخمیوں میں میرے عزیزوں میں سے بھی کوئی ہو۔

مغرب کے کافی دیر بعد میں اسی پولیس آفیسر کے ساتھ چار سپاہیوں کی حفاظت میں ہسپتال گئی۔ وہاں سول ہسپتال کی لیڈی ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا۔ یہ لیڈی ڈاکٹر عیسائی تھی۔ اس لیڈی ڈاکٹر کو کہیں اطلاع ملی کہ کچھ سکھ غنڈے ہسپتال پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے وہ بہت ڈری اور گھبرائی ہوئی تھی اور بار بار حکام کو فون کر کے ہسپتال کی حفاظت کیلئے کہہ رہی تھی۔ رات کے تقریباً بارہ بجے وہ ڈاکٹر مجھے ساتھ لے کر وارڈ میں گئی۔ وہاں وارڈ زخمیوں سے بھرا پڑا تھا اور ان کی آہ و فغاں سے شور برپا تھا۔ سارے زخمی ہسپتال کے برآمدہ میں فرش پر پڑے کراہ رہے تھے۔ مجھے وہاں کئی مانوس چہرے نظر آئے لیکن ان سب میں میرا اپنا کوئی نہ تھا۔ کچھ عورتوں کو میں نے پہچان لیا کیونکہ وہ بھی ہمارے ساتھ لوہاروں کے محلہ میں پناہ گزیں تھیں۔ میں نے ڈاکٹر سے ان کی مناسب دیکھ بھال کے لئے منت کی۔ سارے زخمی دیکھنے کے بعد دل کی عجیب کیفیت تھی۔ جو امید لے کر ہسپتال آئی تھی کہ شاید میرا کوئی اپنا مل جائے' وہ بھی امید ٹوٹ گئی" لیکن اس کے ساتھ ایک نئی امید بندھ گئی کہ شاید اباجی' اماں جی' بھائی اور بھابی صحیح سلامت آگے نکل گئے ہوں اور مجھے جالندھر کیمپ میں مل جائیں۔ ساری رات نہایت بے چینی سے لیڈی ڈاکٹر کے بنگلہ پر گزاری۔ اگلا سارا دن بھی وہیں پر بند ہو کر گزارا کیونکہ لیڈی ڈاکٹر بڑی خوف زدہ تھی اور چاہتی تھی کہ کسی سکھ بلوائی کو ہماری موجودگی کا علم نہ ہونا چاہئے۔ شام چار بجے کے قریب وزیر اعلیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق پولیس کو بھیجا تاکہ ہمیں ہماری منزل تک پہنچا دیں۔

کپورتھلہ شہر میں ابھی مسلمانوں کے جو محلے باقی رہ گئے تھے' وہ بھی اس روز ہجرت کرنے والے تھے۔ جب ہم لوگ وہاں پہنچے تو سب اپنے سامان سمیت بسوں میں بیٹھ رہے تھے۔ بسیں کچھا کچھ بھری ہوئی تھیں اور اس کانوائے میں تقریباً 24 یا 25 کے قریب بسیں تھیں۔ انسپکٹر پولیس نے وہاں اپنے ایک جاننے والے کو تلاش کیا اور ہم تینوں لڑکیوں کو ان کے سپرد کر دیا۔ گھنٹہ بھر تاخیر کے بعد یہ کانوائے جالندھر کی جانب روانہ ہوا۔ امید و خوف کے ملے جلے جذبات ہر چہرے سے عیاں تھے۔ سب لوگ آیات قرآنی کا ورد کر رہے تھے۔ جس شخص کی تحویل میں ہم لوگ سفر کر رہے تھے' وہ ایک بھاری بھرکم بزرگ تھے اور ان کا رویہ ہمارے ساتھ سارے راستہ نہایت مشفقانہ رہا۔ ان کا سارا کنبہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ شام ڈھل رہی تھی بلکہ سورج ڈوبنے کے قریب تھا۔ جب یہ کارواں جالندھر کے مہاجر کیمپ میں پہنچ گیا' راستہ ہی میں پتہ چل گیا تھا کہ اس کانوائے کی تین بسیں پیچھے رہ گئی تھیں لیکن ان بسوں کے انتظار میں رکنا موت کو دعوت دینا تھا کیونکہ جس ذہنی اذیت اور خوف و ہراس کی فضا میں ہم سب نے یہ سفر طے کیا' اس کا احساس صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو کبھی موت کے سائے میں سفر کر چکے ہیں۔ کافی انتظار کے بعد پیچھے رہنے والی تینوں بسیں بھی آ پہنچیں لیکن اس حال میں کہ جو لوگ بس میں موجود تھے' وہ خون میں لت پت تھے۔ مجھ میں تو اب مزید کچھ دیکھنے کی ہمت نہ تھی۔ اس لئے میں نے ان بسوں پر پہلی نظر ہی ڈالی' اس کے بعد یہ نہیں دیکھا کہ کتنے لوگ شہید ہوئے اور کتنے بچ کر آئے۔ ان آخری بسوں پر راستہ میں سکھ درندوں نے حملہ کر دیا تھا۔ ہر حملہ اور قتل و غارت کے پیچھے ہندوؤں کا حکم چلتا تھا لیکن اس حکم کو بجا لانے والے سکھ درندے ہی تھے' جو آج نہایت عزت و احترام سے ہمارے ملک میں مہمانوں کی حیثیت سے لائے جاتے ہیں اور ان کی ہر ممکن خاطر مدارت کی جاتی ہے اور ارباب اقتدار کو کیا معلوم کہ اس وقت ان دلوں پر کیا گزرتی ہے جب وہ ماں' باپ' بھائی بہنوں اور اپنے بچوں کے قاتلوں کی عزت افزائی ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

جالندھر کیمپ کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ کیمپ میں بھی لوگ محفوظ نہیں تھے۔ کیمپ کے اردگرد اگرچہ بلوچ رجمنٹ کا پہرہ تھا لیکن کیمپ میں مقیم مہاجروں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ گنتی کے فوجی سپاہی ان کی پوری طرح حفاظت نہ کر سکتے تھے' اس کے علاوہ فوجیوں کی بار بار تاکید کے باوجود لوگ کیمپ کی حدود سے باہر نکل جاتے' کبھی خوراک کی تلاش میں' کبھی کسی اور کام سے' ایسے لوگ پھر واپس نہ آ پاتے تھے۔ گاؤں کی سادہ لوح عورتیں اکثر رفع حاجت کے لئے کیمپ کی حدود سے باہر نکل جاتی تھیں اور انہیں سکھ درندے اٹھا کر لے جاتے تھے۔

جالندھر کیمپ میں مجھے میرے بھائی کا ایک دوست مل گیا۔ اس نے بتایا کہ یحییٰ خان کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی اور وہ اس سے سکھوں کا مقابلہ کر رہا تھا اور سب مسلمانوں کو کہہ رہا تھا کہ بھاگو نہیں' رک کر مقابلہ کرو' بہادروں کی موت مرو۔ انہی کے ہتھیار چھین کر ان سے لڑو' لیکن کسی نے اس کا ساتھ نہیں دیا اور بھاگ کر اپنی جانیں بچالیں۔ اس شخص نے یہ بھی بتایا کہ میرا بھائی اکیلا نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ایک خوبصورت لڑکی بھی تھی جس کا ہاتھ اس نے مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ ان باتوں سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ میرے بھائی نے آخری سانس تک اپنی بیوی کی حفاظت کی ہوگی اور یقیناً جام شہادت نوش کیا ہوگا۔ میرا بھائی ہم چار بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا جو چوبیس سال کا دراز قد اور مضبوط جسم کا نوجوان تھا اور اس کی شادی ہوئے ابھی صرف گیارہ ماہ ہوئے تھے۔

کیمپ میں میری واقفیت ایک خاتون سے ہوئی جو بہت ہی غمزدہ اور رنجیدہ نظر آتی تھی۔ میرا اپنا بھی یہی حال تھا۔ کسی سے بات کرنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اس عورت کی چھوٹی بہن کو سکھ نما درندے اٹھا کر لے گئے تھے۔ لاکھ تلاش کے باوجود اس لڑکی کا کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا حالانکہ

مغویہ کے شوہر بلوچ رجمنٹ میں کیپٹن تھے۔ کیپٹن صاحب جب اپنی عزیزہ سے ملنے آئے اور کیمپ کی حالت کا جائزہ لیا تو ہم لوگوں کو اپنی رجمنٹ میں لے گئے۔ کیمپ میں آنے کے بعد میں نے کچھ نہیں کھایا تھا' کوئی پوچھنے والا بھی نہیں تھا۔ اس بھری دنیا میں ایک کمسن لڑکی بے یارومددگار لیکن رب ذوالجلال نے پھر ایک وسیلہ بنا دیا۔ ایک دن اور رات ہم لوگ رجمنٹ میں رہے۔ بلوچ سپاہی جب میس سے کھانا لے کر آئے اور نہایت خلوص سے کھانے کی دعوت دی تو میں ضبط نہ کر سکی۔ آنسوؤں کا سیلاب تھا کہ امڈتا ہی چلا آتا تھا۔ روتے روتے ہچکی بندھ گئی فوجی سپاہیوں میں ایک لڑکا جس کا نام حق نواز تھا' حد درجہ پرخلوص تھا۔ اس نے کھانا کھانے کے لئے میری بہت منت سماجت کی اور کہنے لگا کہ یہ ایک بھائی کی التجا ہے کہ آپ کھانا ضرور کھائیں ورنہ آپ یہاں سے بھوکی چلی گئیں تو ہم اپنے آپ کو کبھی معاف نہیں کریں گے۔ ان سب جوانوں کی محبت اور خلوص نے مجھے مجبور کر دیا اور بھوک نہ ہوتے ہوئے بھی میں نے کھانا کھا لیا۔ رات کو کیپٹن صاحب نے خوشخبری سنائی کہ کل ہمارا ٹرک کسی کام سے لاہور جا رہا ہے۔ اسی میں آپ سب بھی لاہور چلی جائیں گی۔ تمام رات خوشی اور غم کے ملے جلے جذبات کی وجہ سے سخت بے چینی میں گزری۔ خوشی اسی بات کی تھی کہ کل ہم پاکستان جا رہے تھے اور دکھ اس بات تھا کہ میں اکیلی ہی تھی جس کا اس بھری دنیا میں کوئی بھی نہ رہا۔ سب کو ظالم ہندوؤں اور سکھوں نے اذیتیں' تکلیفیں دے کر سسک سسک کر مرنے پر مجبور کیا تھا' ہمیں ان حالات میں پہنچانے والے کون تھے' یقیناً وہ دین اسلام اور مسلمانوں کے ازلی دشمن یعنی ہندو اور سکھ تھے۔ اب ان سے دوستی' تجارت لین دین' کرکٹ کے دوستانہ میچ مظلوم شہداء کے خون سے غداری نہیں؟ بھری دنیا میں ہم سے زیادہ بے غیرت اور بے وفا کوئی نہ ہوگا۔ صبح میں وہ منزل پالوں گی' یعنی یہ کیسی منزل تھی؟ جس کی آرزو میں مسلمانان ہند نے دو صدیاں گزار دیں۔ اس بات کا غم بھی تھا کہ جن اپنوں کے ساتھ میں نے یہ خوشی بانٹنی تھی' ان میں سے کوئی بھی یہ خوشی دیکھنے کیلئے موجود نہ تھا۔ میرے پیارے ابو جان بھی جمعہ کی نماز پڑھ کر آتے تھے تو ہمیشہ یہی کہتے تھے کہ یہاں نماز پڑھنے کا لطف نہیں آتا۔ نماز کا مزا تو تب آئے گا جب میں پاکستان جا کر نماز پڑھوں گا۔'' یہ حسرتیں اور تمنائیں کرنے والے اپنے دل میں سارے ارمان لے کر ظالموں کی ظلم وزیادتی اور جبر کی بھینٹ چڑھ گئے تھے۔

اگلے روز شام کو لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔ آگے پیچھے دو فوجی ٹرک تھے۔ ہمارے ٹرک میں تین فوجی جوان' ایک کپتان تھے اور سب کے پاس رائفلیں اور ایک مشین گن تھی۔ کیپٹن کے پاس ریوالور بھی تھا لیکن تمام راستہ دشمن کے حملہ کا خوف لگا رہا۔ راستہ کے دونوں طرف اب تک کئی جگہ شہیدوں کی لاشیں بے گوروکفن پڑی تھیں۔ اس تمام سفر میں امید وبیم کی جو کیفیت تھی' وہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ تمام راستے آیات قرآنی کا ورد کرتے رہے' میں نے تمام راستہ باہر دیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ ساتھ والیوں کی زبانی راستہ کی حالت کا اندازہ ہوتا رہا۔ مجھ میں اب اور خونی مناظر دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ جب ٹرک میں کسی نے نعرہ بلند کیا'' پاکستان زندہ باد'' تو ایسا لگا جیسے مردہ جسموں میں نئی روح ڈال دی گئی ہو۔ جس سرزمین کو دیکھنے کی آرزو میں لاکھوں جانیں قربان ہوگئیں' آخر ہم نے وہ منزل مراد پا ہی لی۔ ضبط وصبر کے تمام بند ٹوٹ گئے اور آنکھوں نے اتنے موتی برسائے کہ خونی آنسوؤں کی برسات سے دامن ہی بھر گیا۔ یہی نذرانہ عقیدت تھا جو سب لٹے پٹے ہوئے مسلمانوں نے اس پاک سرزمین اور اپنے خوابوں کی تعبیر کو پیش کیا۔ جی چاہ رہا تھا کہ ٹرک سے اتر کر اس زمین کے ہر ذرے کو چوم لوں لیکن ہمارا ٹرک رکا ہی نہیں کیونکہ شام گہری ہو چلی تھی اور ہم نے ابھی کسی ٹھکانے پر پہنچنا تھا۔ ہم پانچ خواتین تھیں۔ تین لڑکیاں اور ایک کیپٹن صاحب کی سالی اور ایک ان کی کوئی اور عزیزہ۔ اس لئے وہ ہم سب کو اپنے گھر ہی لے گئے۔ کیونکہ میرا اس دنیا میں کوئی گھر نہیں تھا۔ آج میرے اپنے' میرے پیارے ابو جان' امی جان' بھائی جان' بھابی جان اور میری پیاری بہنیں نظر نہ آتیں۔ وہ لوگ کہاں چلے گئے ہیں'' وہاں'' جہاں سے آج تک کوئی واپس نہیں لوٹا۔ ان کو اس حال سے دوچار کرنے والے کیا ہندو اور ظالم سکھ نہ تھے۔ پیارا وطن پاکستان تو مل گیا مگر ان گنت قربانیاں یعنی تیس لاکھ مسلمان شہداء کی صورت میں۔

جس کیپٹن کے ساتھ آئے' ان کی فیملی کپورتھلہ ہاؤس کے فلیٹس میں رہائش پذیر تھی۔ ان کے گھر والوں نے بہت خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا۔ اگلے روز سے میں نے اپنی بھانجی اور بھانجے اور باقی گھر والوں کی تلاش شروع کر دی جس میں تمام اہل خانہ نے میرے ساتھ پورا تعاون کیا۔ ان لوگوں نے میرا گھر سے اکیلے نکلنا مناسب نہیں سمجھا اس لئے فون کے ذریعے سارا دن مختلف مہاجر کیمپوں سے میرے گھر والوں کے نام بتا کر معلومات حاصل کرتے رہے۔ میرے پاس دو سو روپے تھے اور یہ پیسے ہم نے گھر سے چلتے ہوئے سو سو کے نوٹ فولڈ کر کے کپڑوں میں باندھ کر بالوں میں گوندھ لئے تھے۔ ایک ہفتہ کی تلاش کے بعد جب کوئی کامیابی نہیں ہوئی تو ایک روز میں اپنے میزبانوں کی مخالفت کے باوجود گھر سے نکل کھڑی ہوئی اور اپنی بہن کے ایک سسرالی رشتہ دار جن کا پتہ مجھے معلوم تھا' وہاں پہنچ گئی۔ وہاں جا کر دیکھا تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا کیونکہ میری پیاری امی جان اور بہن کے دونوں بچے وہاں موجود تھے لیکن میری ماں کے حواس ٹھکانے نہیں تھے۔ انہوں نے مجھے پہچانا ہی نہیں۔ کتنی دیر میں اپنی ماں جی کے گلے سے لپٹی زاروقطار روتی رہی اور انہیں بتاتی رہی کہ میں کون ہوں' چند گھنٹوں کے بعد میری امی جان کے حواس درست ہوگئے انہوں نے مجھے پہچان لیا۔

اب میری امی جان اپنی داستان ہجرت بیان فرماتی ہیں۔

سلطان پور لودھی کپورتھلہ روڈ پر قتل عام کے دوران مجھے درندوں نے روک لیا تھا' وہ اور بھی بہت سی عورتوں کو مویشیوں کی طرح ہانک کر لائے تھے۔ بلوائیوں نے سب عورتوں کے کپڑے اتروا کر ان کو بالکل برہنہ کر دیا۔ میں آیت الکرسی کا ورد کرتی رہی۔ یہ میرے اللہ رب العالمین کی رحمت تھی کہ کسی درندے کی نظر مجھ پر نہ پڑی۔ انہوں نے ایک ایک کر کے سب کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ تلوار کی نوک سے پیٹ سے لے کر ناف تک چیرتے چلے جاتے تھے۔ میں نے تڑپتی ہوئی لاشوں کے درمیان خود کو گرا دیا۔ اس کے بعد ایک ایک کر کے لاشیں میرے اوپر آ گریں۔ انسانی جسموں سے نکلتا ہوا گرم گرم خون جسم پر بہہ رہا تھا۔ اس طرح میں خون میں لت پت کتنی دیر دم سادھے وہیں پڑی رہی۔ جب درندے یہ خونی کھیل کھیل کر لوٹ گئے اور کافی دیر تک کوئی آواز سنائی نہ دی تو میں نے بڑی مشکل سے رینگ کر خود کو لاشوں کے نیچے سے نکالا اور تھوڑی دیر ستانے کے بعد آگے بچوں کی تلاش میں چل پڑی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد سڑک کے کنارے پر اور لاشوں کے درمیان مجھے اپنا اکلوتا نوجوان بیٹا نظر آیا۔ جو سڑک کے کنارے دھوپ میں مردہ پڑا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر چھاؤں میں کرنا چاہا لیکن اتنے جوان اور کڑیل جسم کو ہلانا بس سے باہر تھا۔ ابھی میں شہید بیٹے کو اچھی طرح دیکھنے بھی نہ پائی تھی کہ ظالموں کا ایک او رٹولہ آ پہنچا اور انہوں نے زبردستی وہاں سے اٹھایا اور کہا کہ یہ دو میل آگے گاؤں میں ایک کیمپ ہے وہاں چلی جاؤ۔ میں بادل نخواستہ اٹھ کر ان کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑی اور کسی نہ کسی طرح گرتے پڑتے کیمپ تک پہنچ گئی۔ موضع مٹھا کیمپ میں گم شدہ افراد کی فہرستیں تیار کی جا رہی تھیں۔ کسی ایک بندے نے مجھے مشورہ دیا کہ آپ بھی اپنے گم شدہ بچوں کا نام لکھوا دیں۔ میں لائن میں کھڑی نام لکھوانے کے لئے اپنی باری کا انتظار کر رہی تھی کہ ایک بچہ پیچھے سے آ کر میری ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ دیکھا تو میری نواسی تھی جس نے اپنے چھوٹے بھائی کی انگلی پکڑی ہوئی تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر ان سے ملا دیا۔ اور ہم تینوں ایک قافلہ میں شامل ہو کر پاکستان پہنچ گئے۔

رمضان، جہاد
اور انفاق فی سبیل اللہ

☆ محدثین نے اپنی کتابوں میں روزہ اور جہاد کے مضمون کے لیے مستقل ابواب بنائے ہیں

☆ رمضان میں جہاد اور مجاہدین پر خرچ کرنے سے صدقہ وخیرات اور غازی کی تیاری کے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں

رمضان اور جہاد

جہاد اسلام اور دین کی حفاظت کا اہم رکن ہے۔ جس کی اہمیت اور فضیلت نبی ﷺ نے بہت زیادہ بیان فرمائی ہے۔ جب نبی ﷺ سے سب سے افضل عمل کی بابت پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور جہاد فی سبیل اللہ کرنا اور حج وعمرہ کی ادائیگی کرنا۔

رمضان کے مہینے میں جہاد کرنا ہمارے اسلاف کی زندگیوں میں واضح نظر آتا ہے۔ اسلام کے دو بڑے معرکے اسی مہینے میں ہوئے' ایک جنگ بدر کبریٰ جو کہ اس مہینے کی 17 تاریخ کو ہوئی جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل میں واضح فرق کر دیا۔ مجاہدین کو فتح سے ہمکنار کیا اور عدو اللہ کو منہ کی کھانی پڑی اور پھر یہ غزوہ نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے خوشخبری کا باعث بنا۔ اللہ نے ان مجاہدین بدر کے تمام گناہوں کو تا قیامت بخش دیا۔ دوسرا بڑا معرکہ جو اس مہینے میں دس رمضان کو ہوا' وہ فتح مکہ تھا۔ یہ بھی بہت اہم معرکہ تھا اور اسی کی بنا پر مسلمانوں کو کھلے عام عمرہ کرنے کی سہولت میسر آئی۔

برصغیر کی فتح بھی محمد بن قاسم کے ہاتھوں 10 رمضان کو ہوئی جسے ہر سال یوم باب الاسلام کے طور پر منایا جاتا ہے اور اسی طرح تاریخ اسلامی کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ کتنی ہی جنگیں ہمارے اسلاف نے اس ماہ مقدس میں لڑیں لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اس ماہ مبارک کو جہاد اور قربانی کا مہینہ ہی نہیں گردانتے' یہ صرف ہماری عقلوں کے ناقص ہونے کی بنا پر ہے۔ ان دنوں میں خصوصی طور پر ہمیں جہاد کے لیے کوششیں کرنی چاہئیں تاکہ ہم بھی نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف کی سنتوں کو زندہ کر سکیں۔

روزے کی حالت میں میدان معرکہ میں برسر پیکار رہنا ایک مومن کی نشانی ہے اور اسی کے پیش نظر کئی محدثین نے اپنی کتابوں میں روزہ اور جہاد کے مضمون کے لیے مستقل ابواب بنائے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے' نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا.

"جس شخص نے اللہ کی راہ میں ایک دن کا روزہ رکھا' اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو ستر سال کے لیے جہنم کی آگ سے دور کر دیں گے۔"

جہاد کے میدانوں میں روزہ رکھنا بہت اہمیت والا عمل ہے۔ اگر بندہ سخت گرمی میں اللہ کے راستے میں دشمن کے خلاف برسرپیکار ہو اور روزہ رکھا ہوا ہو تو وہ کس قدر اللہ کو محبوب ہے' اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے اور اس کے لیے اجر کس قدر ہے' وہ بھی اللہ ہی بہتر جانے لیکن روزے کی حالت میں جہاد کرنے کی فضیلت کو نبی ﷺ نے خصوصی طور پر بیان کیا۔

جامع ترمذی اور طبرانی فی الاوسط میں ہے۔ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.

"کہ جس شخص نے اللہ کے راستے (میدان جنگ) میں روزہ رکھا' اللہ اس شخص کے اور آگ کے درمیان ایک خندق بنا دے گا جیسا کہ آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔"

اس قدر فضیلت اور جہنم کی آگ سے خلاصی کی وجہ روزے کی حالت میں جہاد کرنا ہے۔ رمضان اور جہاد کا بڑا گہرا تعلق ہے جو شخص روزے کی حالت میں لڑتا ہے' اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے' اللہ اس کے اور جہنم کی آگ کے درمیان اس قدر خندق بنا دیتے ہیں۔ جس قدر آسمان اور زمین میں خندق (یعنی فاصلہ) ہے۔ روزہ ایک عبادت ہے جو کہ اللہ کی یاد کا ایک ذریعہ ہے۔ انسان روزہ کی حالت میں اللہ کے قریب ہوتا ہے اور ذکر واذکار سے اپنے آپ کو تر رکھتا ہے اور جو بندہ اس کیفیت میں جہاد کا عزم کرے' اس کے لیے تو بہاریں ہی بہاریں ہیں۔

باب الصیام

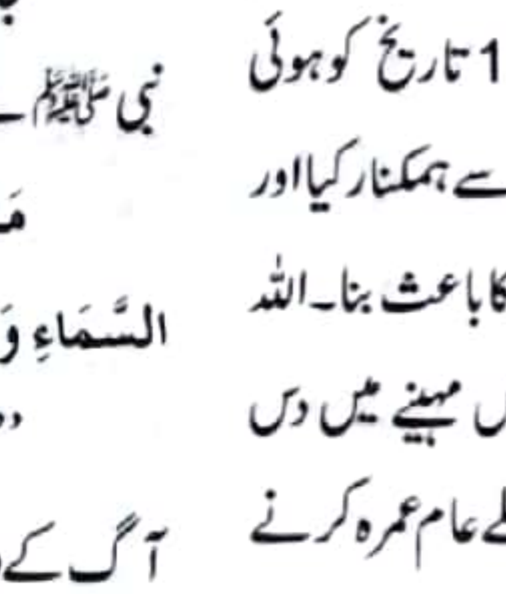

حافظ ثناء اللہ خان

رمضان اور انفاق فی سبیل اللہ

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا' صدقہ وخیرات کرنا' احسان وبھلائی کے کام کرنا' بہت ہی فضیلت والے اور جنت کے داخلہ کے سبب بننے والے اعمال ہیں لیکن رمضان المبارک میں ان اعمال کو اپنانا اور کثرت سے ان کی ادائیگی کرنا یقیناً زیادہ اجر کا باعث ہے اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی اس ماہ میں عام دنوں کی بہ نسبت آندھی سے بھی تیز صدقہ وخیرات اور انفاق فی سبیل اللہ کیا کرتے تھے۔ سیدنا ابن

عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُوْنُ فِيْ رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ. [بخاری، مسلم، فضائل، باب کان النبی ﷺ اجود الناس]

"کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں جب آپ ﷺ کو جبرائیل علیہ السلام آکر ملتے تو آپ ﷺ بہت زیادہ سخاوت کرنے والے تھے اور جبرائیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آپ ﷺ سے ملتے تھے اور آپ ﷺ سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ یقیناً رسول اللہ ﷺ جب جبرائیل علیہ السلام سے ملتے تو بھلائی میں آندھی سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔"

مذکورہ حدیث میں رمضان المبارک میں دو کام کرنے کی ترغیب اور اہتمام کا بیان ہے۔ ایک فیاضی وسخاوت کا مظاہرہ جس سے انسان اللہ کا پسندیدہ بندہ بن جاتا ہے اور لوگ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ رمضان کے مہینے میں اس سے یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ جو لوگ نادار ہوتے ہیں، اگر آپ ان پر خرچ کریں گے تو کھل کر عبادت کے لیے وقت نکال سکیں گے اور اپنے دنیاوی مشغلوں کی کمی کو اس سے پورا کر لیں گے اور اسی مال کو اگر اللہ کے رستے جہاد اور مجاہدین کی تیاری کے لیے وقف کیا جائے تو اس کے لیے دو فائدے حاصل ہوں گے ایک تو صدقہ وخیرات کا اور دوسرا ایک غازی کی تیاری کا جس کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فَقَدْ غَزَا. [مسلم]

"جس نے ایک مجاہد، غازی کی تیاری کا سامان مہیا کیا گویا اس نے خود جہاد کیا۔"

دوسری بات جس کی ترغیب اور اہتمام کا ذکر مذکورہ بالا حدیث میں ہے، وہ رمضان المبارک میں کلام اللہ کا دور کرنا ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ اس ماہ میں جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ مزید نبی اکرم ﷺ نے اس ماہ مبارک میں صدقہ کرنے کو افضل قرار دیا۔ فرمایا:

أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ صَدَقَةُ رَمَضَانَ. (سنن الترمذی)

"رمضان کی خیرات افضل خیرات ہے۔"

لہٰذا اس عمل میں انسان کو جلدی کرنی چاہیے اور نبی ﷺ کے بارہ میں جیسا کہ اوپر گزرا کہ آپ ﷺ سخت آندھی کی طرح اس ماہ میں انفاق فی سبیل اللہ یعنی صدقہ وخیرات کیا کرتے تھے ہمیں بھی آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی میں اس ماہ مجاہدین کے لیے زیادہ سے زیادہ سخاوت کرنا چاہیے۔

صدقۃ الفطر

صدقۃ الفطر کو اسلام نے فرض قرار دیا ہے۔ یہ عمل فرض عین ہے اور اسی وجہ سے اسے ادا کرنا ہر انسان، امیر، غریب، غلام، آقا، مذکر، مؤنث یہاں تک کہ عید کی چاندرات کو پیدا ہونے والے بچے کی طرف سے بھی ادا کیا جائے گا۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے زکوٰۃ الفطر (صدقۃ الفطر) کو فرض قرار دیا ہے۔

نیز اس عمل کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیات ﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ [سورۃ الاعلیٰ: 15,14] نازل فرمائیں اور انہی آیات کے پیش نظر سیدنا عبداللہ بن عمر اور عمر بن عوف رضی اللہ عنہ کا موقف ہے کہ صدقۃ الفطر پہلے ادا کیا جائے اور نماز عید بعد میں ادا کی جائے۔

اس بارے میں سب سے جامع حدیث صحیح بخاری میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے، فرماتے ہیں کہ ہم صدقۃ الفطر ایک صاع اناج یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع زبیب (خشک انگور یا انجیر) ادا کرتے تھے۔ یاد رہے! اناج میں گیہوں، چنے، باجرہ، چاول، مکئی، گندم اور اس قسم کی دیگر اجناس شامل ہیں۔

نیز اگر غلہ میسر نہ ہو یا صدقہ لینے والا قیمت یا پیسے لینے میں سہولت سمجھے تو اس کو رقم بھی دی جا سکتی ہے اور قیمت غلے کے اعتبار یعنی اڑھائی کلو وزن کے اعتبار سے ادا کی جائے۔

صدقۃ الفطر کا مصرف:

صدقۃ الفطر کا مصرف صحیح احادیث کی روشنی میں فقط غرباء، فقراء اور مساکین ہیں۔ یہ صدقہ انہی میں تقسیم ہونا چاہیے۔ امیر لوگوں کا اس پر کوئی حق نہیں۔ سلف علماء کے مطابق اگر مجاہدین کو دیا جائے تو یقیناً زیادہ اجر ہے کیونکہ مجاہدین مسکین بھی ہوتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کرنے والے بھی۔

ہاں یاد رہے! اگر کسی غریب کو صدقہ دیا گیا ہے اور وہ اس سے امیر لوگ جو اس کے پاس بطور مہمان آئیں تو یہ اس مال سے ان کی مہمان نوازی کر سکتا ہے بلکہ دوسروں کو تحفتاً پیش بھی کر سکتا ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی:

زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان کا مال پاک ہو جاتا ہے اور جو اس حق کو ادا نہیں کرتا، اس کے لیے عذاب وعید بیان کی گئی ہے۔

زکوٰۃ اس مال سے نکالی جائے جس میں انسان کو ملکیت نامہ حاصل ہو۔ ملکیت نامہ کا مطلب ہے کہ وہ مال اس کے دست تصرف میں ہو، اسے جس طرح چاہے خرچ کرے اور وہ مال نصاب زکوٰۃ کو پہنچا ہو۔

لیکن یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ بعض لوگ صرف رمضان کے ماہ میں زکوٰۃ نکالتے ہیں جبکہ احادیث رسول ﷺ میں کہیں بھی ذکر نہیں کہ آپ ﷺ نے ماہ رمضان میں زکوٰۃ ادا کرنے کا پابند کیا ہو۔ ہاں! جس کا مال رمضان کے ماہ میں نصاب کو پہنچ جائے اور سال بیت جائے، وہ اس ماہ میں زکوٰۃ ادا کرے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: "زکوٰۃ اس مال پر ہے جس پر (حَالَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ) ایک سال کا عرصہ بیت جائے۔" (بیہقی)

اور جو شخص اپنے اموال سے زکوٰۃ نہیں نکالتا، اس کے بارہ میں صحیح بخاری میں روایت ہے کہ وہ مال روز قیامت اس کے لیے وبال بن جائے گا اور گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا اور اسے ڈسے گا اور اسے باچھوں سے پکڑ کر کھینچے گا اور کہے گا، میں تیرا مال ہوں "میں تیرا خزانہ ہوں۔"

لہٰذا ہر انسان کو چاہیے کہ جسے اللہ نے مال دیا ہے، وہ اس سے اسلامی طریقہ کے مطابق زکوٰۃ ضرور ادا کرے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ روز قیامت یہ مال اس کے لیے وبال بنے۔

جانوروں میں اونٹ، گائے، بکری کی زکوٰۃ کا تذکرہ احادیث میں تفصیل سے صحیح بخاری، مسلم، ابوداؤد، جامع ترمذی وغیرہ میں موجود ہے۔ مختصراً 5 اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں لیکن 5 اونٹوں میں ایک بکری ہے اور 10 میں 2 اور 15 میں 3 اور 20 میں 4 بکریاں اور گائیوں میں 39 تک ایک سالہ بچھڑی ہے اور 40 میں دو سالہ بچھڑی اور بکریوں میں 40 ہوں تو ایک بکری ہے اور 121 ہونے پر دو بکریاں ہوں گی۔

بارانی اور سیلابی زمینوں میں دسواں حصہ جبکہ نہری اور ٹیوب ویل وغیرہ سے سیراب ہونے والی زمینوں کی کاشت پر بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے بشرطیکہ مجموعی پیداوار پانچ وسق ہو (برصغیر میں یہ ماپ تقریباً بیس من غلہ کے برابر کہا جاتا ہے)۔ سونے میں ساڑھے 7 تولہ پر اور چاندی میں 52 تولہ پر اڑھائی فیصد زکوٰۃ ہوگی۔ باقی زکوٰۃ کا مصرف بھی وہی ہے جو صدقۃ الفطر کا ہے۔ واللہ اعلم

بقیہ — مسائلِ رمضان

ناکام روزہ دار اور شب بیدار:

روزہ دار کا مقام، منزلت، عزت و شرف اور اجر و ثواب کتنا ہے، اس کا علم تو ہو چکا، مگر کچھ روزہ دار اور شب بیدار ایسے بھی ہیں جو بھوک و پیاس کی شدت برداشت کرتے اور راتوں کا قیام کرتے ہیں، لیکن نہ تو ان کے روزے ان کو فائدہ دیتے ہیں اور نہ ہی راتوں کی عبادت۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جن کو ان کے روزے سے سوائے بھوک کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اور کتنے ہی شب بیدار ہیں جن کو ان کی شب بیداری سے ماسوائے بیداری کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔'' (مسند احمد)

یہ وہ بدنصیب لوگ ہیں جو روزے کی حالت میں فواحش و منکرات کو ترک نہیں کرتے، گالی گلوچ اور بے ہودہ باتوں سے باز نہیں آتے، روزے کی کیفیت میں لڑائی جھگڑے سے باز نہیں آتے۔ رب العزت کے احکامات پر عمل پیرا نہیں ہوتے اور اس کی منع کردہ چیزوں سے نہیں رکتے اور اپنے کردار و اخلاق کو درست نہیں کرتے، ان کا صیام و قیام بے ثمر و بے فائدہ ہے۔

کامیاب کون؟:

کامیاب انسان وہ ہے جو لغویات سے بچ گیا اور بے ہودہ کاموں سے باز آ گیا، بعض لوگ روزہ رکھ کر وقت گزارنے کے لیے ناول و ڈائجسٹ پڑھتے، ڈرامے اور فلمیں دیکھتے، کیرم بورڈ، لڈو، تاش اور شطرنج کھیلتے ہیں، اسی طرح دن بھر گانے، مزاحیہ لطیفے، چغلیاں اور غیبت سن سن کر وقت گزارتے ہیں۔

کچھ ایسے کام بھی کرتے ہیں جو جہالت و حماقت پر مبنی ہوتے ہیں، مثلاً: جھوٹ بولنا، دجل و فریب، فراڈ سے کام لینا، مال میں ملاوٹ کرنا، سامان فروخت کرنے کے لیے جھوٹی قسمیں کھانا، بات بات پر جنگ و جدال کی فضا قائم کرنا، امانت میں خیانت کرنا، وعدہ خلافی کرنا اور عہد کو توڑنا وغیرہ۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الْأَكْلِ وَالشُّرْبِ وَ اِنَّمَا الصِّيَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ فَاِنْ سَابَّكَ أَحَدٌ أَوْ جَهِلَ عَلَيْكَ فَقُلْ إِنِّيْ صَائِمٌ » [صحيح ابن خزيمة : ۳/۲۴۲، ح : ۱۹۹۶]

''روزہ کھانے پینے کو ترک کرنے کا نام نہیں، روزہ تو لغو و رفث سے بچنے کا نام ہے، پس اگر تجھے کوئی گالی گلوچ کرے، یا تیرے ساتھ جہالت سے پیش آئے، تو تو کہہ دے، میں روزہ دار ہوں۔''

جس مسلمان نے اپنے آپ کو غیر اخلاقی حرکات و سکنات سے بچا لیا، وہ کامیاب ہے اور اسی نے روزے کے مقصد کو حاصل کر لیا۔

قیامِ رمضان (قیام اللیل)

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے روزوں کو فرض فرمایا ہے، تو محمد ﷺ نے لوگوں کو رات کے قیام کے لیے ابھارا، ترغیب دی اور تیار فرمایا ہے۔ قیام اللیل کی فضیلت، اہمیت اور اس پر ملنے والا اجر و ثواب قرآن و سنت سے ثابت ہے۔

شب بیداری (تہجد یا تراویح) اہل ایمان و عباد الرحمٰن کا خاص وصف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴾ [الذاريات : ۱۷، ۱۸]

''(اہل ایمان) راتوں کو کم ہی سوتے ہیں اور بوقت سحر استغفار کیا کرتے ہیں۔''

یہ اہل تقویٰ اور نیکوکار لوگوں کی صفت ہے کہ وہ نہ تو ساری رات سوئے رہتے ہیں، اور نہ ہی بے دین لوگوں کی طرح راتیں عیش و عشرت میں گزارتے ہیں، بلکہ بارگاہِ الٰہی میں روتے اور توبہ و استغفار کرتے رہتے ہیں۔

وقت سحر تو قبولیت کا بہترین وقت ہے، اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر ہوتا ہے اور بندوں کے سوالات، مطالبات و مشکلات کو سنتا اور حل کرتا ہے۔

جس نے رمضان کا قیام کیا اس کے گناہ معاف:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَأْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ، فَيَقُوْلُ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّ احْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ » [مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب الترغيب فى قيام رمضان وهو التراويح : ۷۵۹]

''رسول اللہ ﷺ قیام رمضان میں رغبت دلاتے تھے، بغیر اس کے کہ واجب ہونے کا حکم فرماتے، پس آپ ﷺ فرماتے تھے جس شخص نے ایمان کے ساتھ، ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا تو اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

اس نماز کے ساتھ جو گناہ معاف ہوتے ہیں، وہ صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ معافی مانگنے اور توبہ کرنے سے معاف ہوتے ہیں، قیام رمضان (قیام اللیل) فرض نہیں، بلکہ نفل ہے، اس کو مسجد میں باجماعت ادا کرنا یا گھر میں انفرادی طور پر ادا کرنا دونوں طرح درست ہے۔

آپ ﷺ نے تین راتیں باجماعت قیام کروایا ہے۔ ۲۳ویں، ۲۵ویں اور ۲۷ویں رات کا قیام باجماعت آپ ﷺ سے ثابت ہے۔ [صحيح ابن خزيمة]

پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں پورا مہینہ قیام رمضان باجماعت کا اہتمام کروایا۔ (اور یہ یاد رہے کہ آپ کے خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی بھی نبی نے ہم پر لازم قرار دی ہے۔ (ترمذی ومسند احمد)

تراویح کی رکعات کی تعداد:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

« مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهِ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّىْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ ! ثُمَّ يُصَلِّىْ أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ ! ثُمَّ يُصَلِّىْ ثَلَاثًا » [بخارى، كتاب التهجد، باب قيام النبى ﷺ بالليل فى رمضان وغيره : ۱۱۴۷]

''نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں تہجد گیارہ رکعات سے زیادہ ادا نہیں کرتے تھے، آپ ﷺ چار رکعات ادا فرماتے، پس ان کی لمبائی اور خوبصورتی کے متعلق نہ پوچھو۔ پھر آپ ﷺ چار رکعات ادا فرماتے، پس نہ پوچھو وہ کتنی حسین و کتنی لمبی ہوتی تھیں۔ پھر آپ ﷺ تین وتر ادا کرتے تھے۔''

نبی کریم ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں کل گیارہ رکعات ادا فرماتے تھے، گیارہ رکعات ادا کرنا ہی مسنون ہے، انھی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

رمضان المبارک میں یہ نماز تراویح غیر رمضان میں تہجد کے نام سے موسوم ہے، اسے صلاۃ اللیل، (رات کی نماز) قیام اللیل (رات کا قیام) بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ایک عمل کے مختلف نام ہیں، اس نماز کو دو دو رکعات کر کے ادا کیا جائے اور آخر میں تین وتر یا دس رکعات ادا کر کے آخر میں ایک وتر پڑھ لیا جائے' دونوں طرح درست ہے۔

دورِ نبوت اور خلافت راشدہ میں گیارہ رکعات ہی ادا کی گئی ہیں اور یہی درست ہے۔ اگر قیام سنت کے مطابق خشوع وخضوع کے ساتھ کیا جائے، تلاوت میں تیزی اور رکوع وسجود میں جلدی نہ کی جائے، دورانِ نماز یہ تصور ہو کہ میں رب کا دیدار کر رہا ہوں یا کم از کم یہ کیفیت کہ میرا رب میری اداؤں کو دیکھ رہا ہے، تو پھر اس شخص کے لیے گیارہ رکعات ہی کافی ہیں، لیکن ہماری صورت حال تو انتہائی پریشان کن ہے، ہماری تیزی، پھرتی اور جلد بازی نماز میں کام آتی ہے' جو قابل افسوس اور خلاف سنت عمل ہے۔

دعا کے بہترین اوقات:

اللہ تعالیٰ ہر وقت، ہر جگہ اور ہر حال میں اپنے بندے کی بات سنتے ہیں، مگر کچھ اوقات ایسے ہیں جو خاص ہیں اور اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ان کی نشان دہی فرمائی ہے اور وہ یہ ہیں:

① اذان اور اقامت کے درمیان۔ ② کفار کے خلاف جنگ و جہاد کے دوران۔ ③ رات کو قیام کے دوران۔ ④ رات کی ایک خاص گھڑی۔ ⑤ شب قدر میں کی جانے والی دعائیں۔ ⑥ جمعۃ المبارک کے دن کی ایک خاص گھڑی۔ ⑦ حالت سفر میں کی جانے والی دعا۔ ⑧ زمزم کا پانی پیتے وقت۔ ⑨ بوقت افطار۔ ⑩ حالت مرض میں کی جانے والی دعائیں۔

رمضان المبارک کا آخری عشرہ

رمضان المبارک کا آخری عشرہ پہلے بیس دنوں کے مقابلے میں زیادہ اہمیت وفضیلت والا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے قدر کی رات رکھی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان دس دنوں میں اعتکاف کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

جب اس عشرے کی آمد ہوتی تو آپ ﷺ قیام اللیل (تہجد) ادا کرنے کے لیے بیدار ہوتے، اہل خانہ کو جگاتے، تاکہ وہ بھی اپنے رب سے رابطہ رکھیں، عبادت الٰہی کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں، آپ ﷺ عام دنوں اور رمضان المبارک کے پہلے بیس دنوں کے مقابلہ میں ان دس دنوں میں خوب اور بھرپور محنت کرتے، دعائیں اور التجائیں زیادہ کرتے، کمر کس لیتے اور نیکی کے لیے بہت زیادہ جدوجہد کرتے۔

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں جتنی محنت اور کوشش کرتے تھے اتنی غیر رمضان میں نہیں کرتے تھے اور رمضان کے آخری عشرے میں جتنی جدوجہد کرتے تھے، اتنی اس کے علاوہ دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔'' (مسلم)

محمد رسول اللہ ﷺ کی جدوجہد اور آپ کی کوششوں میں ہمارے لیے درس ہے، آپ کا یہ عمل اور عبادت وریاضت اپنی امت کی تعلیم وتربیت کے لیے تھی۔ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب : ۲۱]

''اے ایمان والو! یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ عمدہ نمونہ ہیں۔''

نبی کریم ﷺ کی اقتدا اور اتباع کرنا بہت بڑی سعادت مندی ہے، لہٰذا سعادتوں کو سمیٹنے کا کوئی لمحہ خالی نہیں جانا چاہیے، ان ایام میں جس قدر ہو سکے عبادت کر کے اجر وثواب حاصل کرنا چاہیے، رمضان المبارک عبادات وطاعات کا موسم بہار ہے اور اس کا آخری عشرہ نقطہ انتہا ہے، اس میں قدر کی رات کو تلاش کرنے کے لیے بھرپور کوشش کرنی چاہیے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ رمضان کے آخری عشرے میں لیلۃ القدر تلاش کرو۔'' (بخاری)

قیام اور لیلۃ القدر کی فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ [سورة القدر]

''بلاشبہ ہم نے قرآن کو قدر کی رات میں اتارا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ قدر کی رات کیا ہے؟ قدر کی رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر امر کے متعلق اترتے ہیں۔ وہ رات فجر طلوع ہونے تک سراسر سلامتی ہے۔''

خیر وسلامتی والی اس رات کا ایک اور نام ''بابرکت رات'' بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ﴾ [الدخان : ۳]

''یقیناً ہم نے اس قرآن کو بابرکت رات میں نازل کیا۔''

اس رات میں کی جانے والی عبادات عام دنوں میں کی جانے والی عبادات سے زیادہ افضل وبہتر ہیں اور قیام اللیل سے تو سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، جیسا کہ حدیث رسول ﷺ ہے:

جس شخص نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔'' (بخاری ومسلم)

اس رات میں اللہ تعالیٰ جتنی توفیق عطا کرے' جاگ کر عبادت کی جائے، نوافل ادا کیے جائیں، قرآن مجید پڑھا اور سنا جائے، توبہ واستغفار کیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کی جائے۔

لیلۃ القدر کی دعا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

« قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللهِ ! أَرَأَيْتَ إِنْ عَلِمْتُ أَيَّ لَيْلَةٍ لَيْلَةَ الْقَدْرِ مَا أَقُولُ فِيهَا ؟ قَالَ: قُولِي : اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ [كَرِيمٌ] تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي »

[ترمذی، و إسناده حسن لذاته]

''میں نے کہا، اے اللہ کے رسول! یہ بتلائیے، اگر مجھے علم ہو جائے کہ کون سی رات قدر کی رات ہے، تو میں اس میں کیا پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم یہ دعا پڑھو:

" اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي "

اے اللہ! بے شک تو بہت معاف کرنے والا ہے، کرم کرنے والا، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے، پس مجھے معاف فرما دے۔''

معافی، توبہ واستغفار کے اس سیزن میں اللہ تعالیٰ بھی بہت مہربان ہوتے ہیں، معافی کا اعلان عام بھی ہوتا ہے، لہٰذا طاق راتوں میں کثرت سے یہ دعا پڑھی جائے۔

رمضان اور اعتکاف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ [البقرة : ١٨٧]

''اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں حالت اعتکاف میں ہو۔''

اعتکاف کے لیے مسجد کا ہونا ضروری ہے، چاہے مرد ہو یا عورت، عورتوں کے لیے گھروں میں اعتکاف بیٹھنا درست نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے صراحت ہوتی ہے: ﴿وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ ''اور جبکہ تم مساجد میں معتکف ہو۔'' ہاں البتہ! عورتوں کے لیے الگ باپردہ معقول بندوبست ہونا چاہیے، جہاں مرد و خواتین کا اختلاط نہ ہو۔ بعض لوگ عورتوں کا مساجد میں اعتکاف کرنا درست نہیں سمجھتے، جبکہ ازواج مطہرات نے مسجد میں اعتکاف کیا ہے، لہٰذا یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مسجد کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا، خواہ مرد ہو یا عورت، اس کے لیے جامع مسجد (جہاں جمعہ ہوتا ہو) کا انتخاب کرنا اچھا ہے تاکہ نماز جمعہ کی ادائیگی آسان ہو۔

اعتکاف کا معنی ومطلب:

اعتکاف کا لغوی معنی کسی چیز کو اپنے لیے لازم کر لینا اور اپنے نفس کو اس پر مقید کر دینا ہے۔

شرعی معنی: کسی بھی مسجد میں کسی بھی مقرر آدمی کی طرف سے کسی مخصوص طریقہ کے ساتھ کسی جگہ کو لازم کر لینا۔ [فتح الباری]

یعنی رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر واذکار کے لیے اپنے آپ کو مختص کر لینا۔

اعتکاف کب کرنا چاہیے؟:

''سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔'' (بخاری ومسلم)

رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا جائے، وہ نو دنوں کا ہو یا دس دنوں پر مشتمل ہو۔ اعتکاف نفل عبادت ہے، جس سے تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ سے رابطے اور تعلق کا مضبوط ترین اور بہترین ذریعہ ہے۔

اعتکاف کتنے دنوں کا ہو؟:

یوں تو سابقہ حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف فرمایا ہے، لیکن جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی آپ ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

[بخاري، كتاب الاعتكاف، باب الاعتكاف في العشر ...... الخ : ٢٠٤٤]

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر رمضان میں دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے، مگر جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی، آپ ﷺ نے بیس دن اعتکاف فرمایا۔'' (بخاری، کتاب الاعتکاف، باب الاعتکاف فی العشر ...... الخ: ۲۰۴۴)

معلوم ہوا کہ دس دن سے زیادہ اعتکاف کرنا آپ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے، جس کو اللہ تعالیٰ موقع، توفیق اور فرصت عطا کرے، وہ بیس دنوں کا اعتکاف کرے۔

☆ شادی شدہ عورت جس کا خاوند زندہ ہو وہ اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہیں بیٹھے گی اور شوہر اعتکاف کی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت (ازدواجی تعلق) قائم نہیں کر سکتا، خواہ بیوی اعتکاف کی حالت میں ہو یا بغیر اعتکاف کے:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ [البقرة : ١٨٧]

''اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں حالت اعتکاف میں ہو۔''

اعتکاف کے لیے خیمہ لگانا اور اس میں داخل ہونا:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ يَعْتَكِفُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ، فَكُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِبَاءً فَيُصَلِّي الصُّبْحَ ثُمَّ يَدْخُلُهُ)) [بخاري، كتاب الاعتكاف، باب اعتكاف النساء : ٢٠٣٣]

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے، میں آپ ﷺ کے لیے (مسجد میں) ایک خیمہ لگا دیتی تھی اور آپ صبح کی نماز پڑھ کے اس میں چلے جاتے تھے۔''

معلوم ہوا کہ اعتکاف کے لیے اپنا الگ خیمہ نصب کرنا درست، تاکہ عبادت کرنے میں یکسوئی اور اطمینان ہو اور توجہ دائیں بائیں تقسیم نہ ہو۔ خلوت میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے مناجات کا سلسلہ جاری رکھا جا سکے، آج کل مساجد میں جس طرح خیمے بنائے جاتے ہیں، چادریں لٹکائی جاتی ہیں، یہ درست ہے اور اگر کسی مسجد کے صحن میں خیمہ نصب کر کے اعتکاف کیا جائے تو وہ بھی صحیح ہے، البتہ بغیر خیمہ کے اعتکاف کرنا درست نہیں، خلاف سنت ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے یہ مسئلہ بھی بڑا واضح ہو گیا ہے کہ اعتکاف گاہ میں اکیس رمضان المبارک کو فجر کی نماز کے بعد داخل ہونا ہے۔

طریقۂ کار کچھ یوں ہے کہ معتکف رمضان المبارک کی بیس تاریخ کو مغرب کی نماز مسجد میں ادا کرے، رات مسجد میں قیام کرے، یہ پہلی طاق رات ہے، پھر اکیس رمضان کو فجر کی نماز ادا کر کے اعتکاف گاہ میں داخل ہو جائے۔

خیمہ اور قبر:

آج کل مساجد میں جو اعتکاف گاہ بنائی جاتی ہے، اس میں خیمہ کا سائز تقریباً لمبائی میں 6 یا 7 فٹ اور چوڑائی میں تقریباً 4 فٹ ہوتا ہے، اور یقیناً قبر کا سائز بھی اتنا ہی ہوتا ہے، اعتکاف میں بیٹھنے والوں کو دس دن موقع ملتا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کریں، قبر کو یاد کریں، اعتکاف کے خیمہ میں تو دوسروں کی آواز بھی آتی ہے، بلانے پر کوئی آ بھی جاتا ہے، سحر و افطار میں خدمت کے لیے اعزاء واقرباء حاضر ہوتے ہیں۔ بندہ جب گھبراہٹ محسوس کرتا ہے تو خیمہ سے باہر بھی آ جاتا ہے، دوسروں سے بات چیت اور گفتگو بھی کر لیتا ہے، لیکن قبر میں نہ تو کوئی خدمت گزار ہوتا ہے، نہ یار و مددگار، نہ روشنی اور نہ ہی پنکھے یا اے سی، نہ عزیز واقارب اور نہ ہی دوست واحباب اور یہ بھی ممکن نہیں کہ گھبراہٹ کے وقت بندہ باہر آ جائے، کسی سے گپ شپ کر لے، یا مدد اور تعاون کے لیے کسی کو اندر بلا لے، اعتکاف کے خیمے کی طرح قبر کا سائز بھی امیر وغریب، حاکم ومحکوم کے لیے ایک ہی جیسا ہے، یہ کبھی نہیں ہوا کہ امیر، حاکم، بادشاہ کی قبر ایک کنال میں بنائی گئی ہو اور غریب، محکوم اور غیر شہرت یافتہ کی قبر 4x7 کی تیار کی جائے۔

لہٰذا جن بھائیوں، بہنوں، بزرگوں اور دوستوں کو اللہ تعالیٰ اعتکاف کی سعادت نصیب فرمائے، ان کو آخرت کی فکر کرنی چاہیے اور اپنے خیمہ میں لیٹے ہوئے یہ سوچنا چاہیے کہ اسی مٹی میں اتنے ہی سائز کی جگہ ملے گی۔

بلاضرورت گھر نہیں جانا:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"رسول اللہ ﷺ جب معتکف (اعتکاف گاہ) میں ہوتے تو بلا حاجت گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔" (بخاری)

اعتکاف کرنے والا اگر واقعی ضرورت مند اور حاجت مند ہو تو وہ گھر جا سکتا ہے، مثلاً: قضائے حاجت، غسل وغیرہ کی ضرورت ہو اور اسی طرح کھانا لانے والا کوئی نہ ہو تو کھانا کھانے کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔

اعتکاف میں جائز امور:

"سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ وہ حالت حیض میں رسول اللہ ﷺ کو کنگھی کیا کرتی تھیں، آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تھے، آپ ﷺ اپنا سر مبارک ان کی (عائشہ صدیقہ ؓ) کی طرف بڑھا دیتے تھے۔" (بخاری)

چند ایک مسائل جن کا سمجھنا ضروری ہے۔

① حالت حیض میں عورت اپنے خاوند کی خدمت کر سکتی ہے، مثلاً کنگھی کرنا، تیل لگانا اور سر دھونا وغیرہ۔

② اعتکاف کی حالت میں انسان اہل خانہ سے خدمت کروا سکتا ہے اور جسم کو بیوی کا ہاتھ لگ جانے سے اعتکاف میں کسی قسم کا خلل واقع نہیں ہوتا۔

③ دورانِ اعتکاف جسم کا کچھ حصہ مسجد سے باہر اور کچھ اندر ہو بغرض خدمت تو اس سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

اعتکاف کرنے والا اپنے اوپر سے بدگمانی دور کر سکتا ہے:

"علی بن حسین ؒ سے روایت ہے کہ ام المومنین صفیہ ؓ نبی کریم ﷺ کے پاس ملاقات کے لیے حاضر ہوئیں، آپ ﷺ حالت اعتکاف میں تھے، پھر جب وہ واپس ہونے لگیں تو آپ ﷺ ان کو گھر تک چھوڑنے آئے، تو ایک انصاری صحابی ؓ نے آپ کو دیکھا، جب آپ ﷺ کی نظر اس پر پڑی تو فوراً آپ ﷺ نے انھیں بلایا کہ سنو! یہ صفیہ (میری بیوی) ہیں، (اس کی وضاحت اس لیے ضروری سمجھی) کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔ علی بن عبداللہ جو اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہیں' نے دوسرے راوی سفیان سے سوال کیا وہ (ام المومنین) رات کو تشریف لائی ہوں گی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ رات کے سوا اور وقت ہی کون سا ہو سکتا ہے؟" (بخاری)

❀ مذکورہ حدیث سے حاصل شدہ فوائد:

① اعتکاف کرنے والا ملاقات کر سکتا ہے اور چند قدم چل کر الوداع بھی کر سکتا ہے۔

② بیوی سے ملاقات اور اس کی ضروری بات خلوت میں بھی سن سکتا ہے۔

③ اسی طرح اعتکاف بیٹھی عورت خاوند سے ملاقات کر سکتی ہے۔

④ بدگمانی دور کرنے کے لیے بڑے سے بڑے آدمی کو بھی وضاحت کرتے ہوئے ہچکچاہٹ نہیں ہونی چاہیے۔

⑤ شیطان کو کوئی موقع نہیں دینا چاہیے، وہ جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے، ایسے کاموں سے بچنا چاہیے جن سے شیطان کو حملہ آور ہونے کا موقع ملے۔

صرف ایک رات کا اعتکاف کرنا:

"سیدنا عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کر۔" (بخاری)

مذکورہ حدیث سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں:

① جب بھی نذر مانی جائے، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، غیر اللہ کے لیے نذر ماننا شرک ہے۔

② جب نذر مانی جائے تو اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

③ بغیر روزہ رکھے اعتکاف کرنا درست ہے، سیدنا عمر ؓ نے ایک رات کا اعتکاف کیا تھا، جبکہ روزہ دن کو رکھا جاتا ہے۔

④ دن کی بجائے رات کو بھی اعتکاف کیا جا سکتا ہے۔

⑤ دس دنوں سے کم مدت کا اعتکاف کرنا، مثلاً ایک رات کا، یا ایک دن کا یا اس سے تھوڑا اور زیادہ بھی صحیح ہے۔

⑥ رمضان اور غیر رمضان، دن اور رات میں اعتکاف کی جگہ مسجد ہے۔ جس طرح حدیث میں ہے ﴿أَنْ يَعْتَكِفَ فِي الْمَسْجِدِ﴾ یہ کہ وہ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے۔

⑦ دورِ جاہلیت میں مانی ہوئی نذر کا دورِ اسلام میں پورا کرنا درست ہے، بشرطیکہ وہ نذر صحیح ہو۔

⑧ کسی مسئلہ میں شک پیدا ہو جائے تو اپنے سے بڑے آدمی سے سوال کرنا چاہیے، جس طرح سیدنا عمر ؓ نے آپ ﷺ سے نذر کے متعلق سوال کیا تھا۔

اعتکاف کی قضاء دینا:

"سیدہ عائشہ ؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں اعتکاف کیا کرتے تھے، آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد اس جگہ جاتے جہاں آپ ﷺ کو اعتکاف کے لیے بیٹھنا ہوتا، (راوی نے کہا) سیدہ عائشہ ؓ نے آپ سے اعتکاف کی اجازت چاہی، آپ نے انھیں اجازت دے دی، تو انھوں نے اپنے لیے مسجد میں خیمہ لگا لیا۔ سیدہ حفصہ ؓ نے سنا تو انھوں نے بھی خیمہ لگا لیا، زینب ؓ نے سنا تو انھوں نے بھی خیمہ لگا لیا، صبح کو جب نبی کریم ﷺ نماز پڑھ کر لوٹے تو چار خیموں پر نظر پڑی۔ آپ نے دریافت فرمایا: "یہ کیا ہے؟" آپ ﷺ کو حقیقت حال کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا: "انھوں نے ثواب کی نیت سے یہ نہیں کیا (بلکہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کیا ہے) انھیں اکھاڑ دو، میں انھیں اچھا نہیں سمجھتا۔ چنانچہ وہ اکھاڑ دیے گئے اور آپ ﷺ نے اس سال رمضان میں اعتکاف نہیں کیا، بلکہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا۔"

آپ ﷺ کے فرمان سے یہ مسائل سمجھنے کا موقع میسر آیا ہے:

① شادی شدہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر، کنواری اور بیوہ ولی کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے۔

② ہر سال ماہِ رمضان میں اعتکاف بیٹھنا سنت نبوی ہے۔

③ کوئی بھی نیک عمل کرنے کے لیے اخلاصِ نیت کا ہونا ضروری ہے (ریس اور مقابلہ بازی نہ ہو)

④ خاوند اور ولی کو یہ اختیار ہے کہ وہ دی ہوئی اجازت کو ختم کر سکتا ہے۔

⑤ کسی ناگوار وجہ سے اگر اعتکاف درمیان میں چھوڑنا پڑے تو چھوڑا جا سکتا ہے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے ۲۱ رمضان المبارک کی صبح خیمے اکھاڑنے کا حکم صادر فرمایا۔

⑥ رمضان المبارک میں چھوٹ جانے والے اعتکاف کی قضاء شوال میں دی جائے، جس طرح نبی کریم ﷺ نے شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

روزہ انتہائی مفید چیز ہے مگر روزہ کھولتے اور رکھتے وقت بسیار خوری سے پرہیز کرنا چاہیے۔ (ڈاکٹر فرینکلن)

روزہ غیر مسلم دانشوروں اور سائنس کی نظر میں

فاقے کی بہترین صورت وہ روزہ ہے جو اہل اسلام کے طریق سے رکھا جائے۔ عام فاقہ غلط ہے۔ (ڈاکٹر ایمرسن)

روزہ اسلامی تعلیمات کا بنیادی رکن ہے۔ دنیا کی ایک ارب مسلم آبادی کی اکثریت رمضان المبارک کے مہینے میں سحری سے افطاری تک مکمل دن کا روزہ رکھتی ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ روزہ نہ تو وزن کم کرنے اور نہ ہی کسی دیگر انسانی ضرورت کے تحت رکھا جاتا ہے بلکہ صرف اور صرف قرآنی احکام کی روشنی میں تعمیلاً رکھا جاتا ہے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے:

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں (یعنی یہود و نصاریٰ) پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔''

12 سال سے کم عمر کے بچے، بیمار، مسافر اور وہ عورتیں جو ماہواری میں مبتلا ہوں یا بچے کو دودھ پلا رہی ہوں، کو روزہ میں رعایت حاصل ہے۔ روزہ کے دورانیے میں نہ صرف خوراک اور پینے سے اجتناب کیا جاتا ہے بلکہ جنسی تعلق، تمباکو نوشی، ہر قسم کے جھوٹ اور ظلم و زیادتی سے بھی پرہیز کیا جاتا ہے۔ ان میں جائز امور بھی شامل ہیں اور ناجائز بھی۔ رمضان میں فرضوں کے علاوہ نفلی نمازوں، خیرات اور تلاوت کلام پاک سے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

یہ تو روزہ کا اسلامی پہلو ہے لیکن جدید سائنس اس کو ایک انسانی ضرورت قرار دیتی ہے اور انسانی صحت کے لیے ایک معجزہ خیال کرتی ہے۔

ملائیشیا کی ہومیو پیتھک فیکلٹی نے اسلامی روزہ پر باقاعدہ تحقیق کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ روزہ نہ صرف انسان کے نظام انہضام اور مرکزی نروس سسٹم کو آرام دیتا ہے بلکہ انسانی میٹابولزم کو بھی معمول پر لاتا ہے۔

جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں عام فاقے اور اسلامی روزہ کے فرق کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ روزہ صرف فاقے کا نام نہیں کیونکہ فاقہ کی صورت میں خوراک کی مقدار اور نوعیت کی پابندیاں ہوتی ہیں جبکہ سحر اور افطار میں آپ پر خوراک کی نوعیت اور مقدار کے حوالے سے کوئی پابندی نہیں ہوتی۔ لہٰذا کسی جسمانی کمزوری یا معذوری کا کوئی خطرہ نہیں۔

عام فاقہ کسی مجبوری کے تحت کیا جاتا ہے جبکہ اسلامی روزہ ایک رضاکارانہ امر ہے۔ نہ تو کوئی طبیب اس کا مشورہ دیتا ہے، نہ ہی یہ کسی طبی نسخہ کا حصہ ہوتا ہے بلکہ یہ انسانی ذہن کے تابع ہوتا ہے۔ فاقہ مجبوراً کیا جاتا ہے اور انسانی ذہن اس کو قبول نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ وقتی طور پر فاقوں سے وزن کم تو ہو جاتا ہے لیکن غذائی پروگرام کے ختم ہوتے ہی دوبارہ وزن بڑھنا شروع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بار بار فاقوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اسلامی روزہ وزن بڑھنے کے علاج کا فطری طریقہ ہے جو خود انسان رضاکارانہ طور پر اضافی خوراک چھوڑ کر اختیار کرتا ہے۔

اسی طرح رمضان میں روزہ رکھنا دراصل خود انتظامی کا بہترین طریقہ ہے۔ مثلاً وہ لوگ جو کثرت سے سگریٹ نوشی کا شکار ہیں یا بار بار کھانا کھاتے رہتے ہیں یا ہر گھنٹے بعد چائے یا کافی پیتے ہیں، روزہ اس روٹین میں تعطل پیدا کرتا ہے جو رمضان کا مہینہ ختم ہونے کے بعد بھی جاری رکھا جا سکتا ہے۔

اسلامی روزہ کے نفسیاتی اثرات بھی قابل ذکر ہیں۔ انسان روحانی سکون محسوس کرتا ہے اور انسانی جذبات میں بھی استحکام آتا ہے۔ اشتعال کی کیفیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

حدیث رسول ﷺ ہے کہ: ''اگر کوئی آپ کے ساتھ گالی گلوچ کرتا ہے یا زیادتی کرتا ہے تو اس کو جواب دیں کہ میں روزے سے ہوں۔'' اس طریقے سے رمضان کے مہینے میں ایک دوسرے سے ذاتی مخاصمت کم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں تمام اسلامی ممالک میں جرائم کی شرح میں واضح کمی آ جاتی ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ جدید سائنسی تحقیق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ روزہ بہت سی بیماریوں کا علاج بھی ہے۔ تناؤ اور ذہنی دباؤ، بلڈ پریشر اور مرگی، وزن بڑھنا اور انسومینیا کی بیماریوں کے لیے روزہ ایک اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے جبکہ دیگر بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

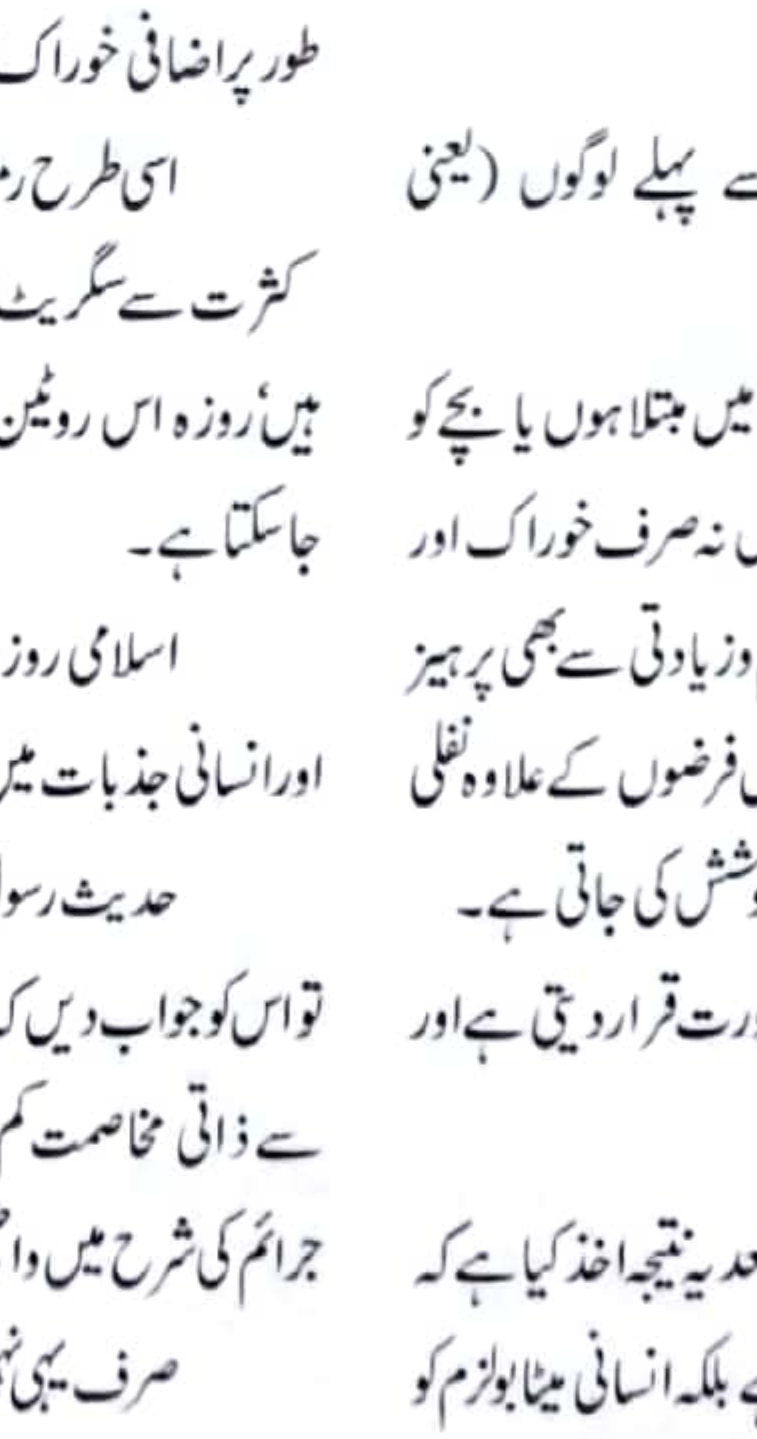

روزہ سے نہ صرف انسانی جسم کی تطہیر ہوتی ہے بلکہ ذہنی انہماک کی وجہ سے روحانی تصورات بھی فروغ پاتے ہیں۔ جدید سائنسی نظریات کی رو سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ذہن انسانی تصورات کو کنٹرول کرتا ہے۔ جب روزہ کی وجہ سے دماغ کے خلیات فضول مادوں سے نجات پاتے ہیں تو انسان اپنے دکھ اور تکالیف کو فراموش کر کے روحانیت کی طرف راغب

ہوجاتا ہے' اس سے نہ صرف دماغی صلاحیتوں کو جلاملتی ہے بلکہ انسان کی صلاحیتیں بھی اجاگر ہوجاتی ہیں۔

مندرجہ بالاامور سے اسلامی روزہ کی عام فاقہ کشی کے پروگرام پر فوقیت ثابت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ اور امریکہ کے ڈاکٹر حضرات بھی اپنے مریضوں کو اسلامی روزہ کی تجویز دیتے ہیں۔ آیئے آپ کو غیر مسلم ڈاکٹرز کی آراء سے آگاہ کروں کہ وہ کس حد تک اسلامی روزہ کے فیوض ومحاسن کے قائل ہیں۔

1- روزہ رکھنے سے خیالات پریشان نہیں ہوتے۔ جذبات کی انگیخت جاتی رہتی ہے' برائیاں اور بدیاں دور ہوجاتی ہیں۔ (ڈاکٹر مائیکل)

2- روزہ سے ظاہروباطن کی غلاظتیں دور ہوجاتی ہیں۔ یہ روحانی وجسمانی اسقام کا دافع ہے۔ (ڈاکٹر جوزف)

3- روزہ روحانی امراض کا علاج ہے' یہ روح کو پاک اور صاف رکھتا ہے۔ (ڈاکٹر سیموئیل الیگزینڈر)

4- روزہ سے کئی جسمانی بیماریاں زائل ہوجاتی ہیں خصوصاً مرطوب اور بلغمی بیماریاں۔ (ڈاکٹر ایم کلائیو)

5- روزہ گناہوں اور بیماریوں کو روکتا ہے۔ خیالات اور جذبات کو خراب ہونے سے بچاتا ہے۔ (ڈاکٹر سی فرانڈ)

6- جذباتی انسانوں اور مجردوں کے لیے روزہ بہت مفید ہے۔ اس سے خیالات درست رہتے ہیں اور شیطانی وسوسے قریب نہیں آتے۔ (ڈاکٹر برام جے ہنری)

7- روزہ روح کی غذا ہے۔ (ڈاکٹر جیکب)

8- روزہ دل میں سکون اور اطمینان پیدا کرتا ہے' اس سے قوت برداشت بڑھتی ہے اور سختیاں سہنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ (ڈاکٹر ہنری ایڈورڈ)

9- فاقے کی بہترین صورت وہ روزہ ہے جو اہل اسلام کے طریق سے رکھا جائے۔ ڈاکٹر جس طریقہ سے فاقہ کراتے ہیں' وہ غلط ہے۔ (ڈاکٹر ایمرسن)

10- سکون واطمینان پیدا کرنے کے لیے روزہ بہترین چیز ہے۔ (ڈاکٹر خان بمرٹ)

11- شدائد ومصائب وتشنگی وگرسنگی کرنے کے لیے روزہ سے بہتر کوئی شے نہیں۔ (ڈاکٹر سنگر)

12- ہفتہ میں روزہ رکھنا صحت کے لیے مفید ہے۔ اس سے بدن کئی امراض سے محفوظ رہتا ہے اور خراب وفاسد مادے زہریلے اثرات پیدا نہیں کرتے۔ (ڈاکٹر ایڈورڈ نکلسن)

13- مہینہ میں ایک دوبار روزہ رکھنا امراض کے حفظ ماتقدم اور قیام صحت کے لیے نفع بخش ہے۔ (ڈاکٹر ڈی جیکب)

14- کبھی کبھی روزہ مفید ہوتا ہے۔ اس سے گوناگوں فوائد حاصل ہوتے ہیں لیکن روزہ رکھتے اور کھولتے وقت بسیارخوری سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جس شخص کو تزکیہ نفس کی ضرورت ہو اسے لازم ہے کہ تواتر وکثرت سے روزہ رکھے۔ میں اپنے مسیحی دوستوں سے کہوں گا کہ وہ اس بارے میں مسلمانوں کی تقلید کریں کہ ان کا طریقہ صیام ایک بہترین طریقہ ہے۔ (ڈاکٹر فرینکلن)

مندرجہ بالا آراء سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ روزہ سے جہاں لاکھوں برکات حاصل ہوتی ہیں اور ہماری اخروی زندگی بہتر ہوتی ہے' وہاں اس جہان فانی میں بھی ہمیں اس سے بیسیوں بلکہ سینکڑوں طبی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ جن کا اعتراف غیر مسلم بھی کرتے ہیں۔

نقد وتبصرہ

فقیراللہ

رمضان ماہ فوزان

رمضان کامیابیوں' سعادتوں کا منبع' امن' ایمان سلامتی وسلام اور رشد وہدایت کا حامل مہینہ ہے۔ جس نے اپنے جلو میں اللہ کی رحمت ورضا کے بے شمار مواقع سمیٹے ہوئے ہیں۔ یہ نیکیوں کا موسم بہار ہے اور اس میں ہر نیکی کا اجر کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہ ماہ تربیتی کورس ہے جو مومن کو عبادت کے اعلیٰ معیار احسان کے درجے پر فائز کرنے میں مدد معاون ہے۔

زیر تبصرہ کتاب محترم قاری محمد یعقوب شیخ کے رشحات قلم ہیں جس میں انہوں نے رمضان کے متعلق تمام امور کا احاطہ کرنے کی کماحقہ کوشش کی ہے۔ ایک نظر عناوین پر ڈالتے ہیں۔ رمضان اور صیام' استقبال رمضان' نفل روزے' مقصد صیام تقویٰ' قیام رمضان' رمضان اور نزول قرآن' رمضان اور دعا' رمضان اور انفاق فی سبیل اللہ' رمضان اور جہاد فی سبیل اللہ' رمضان اور عمرہ' رمضان کا آخری عشرہ' رمضان اور توبہ' رمضان اور اعتکاف' رمضان اور صدقہ فطر' مسائل عیدالفطر' ہر عنوان کے تحت بیسیوں ذیلی عناوین ہیں۔ کتاب گویا اپنے موضوع پر مختصر انسائیکلوپیڈیا قرار دی جاسکتی ہے۔ دارالاندلس کی شائع شدہ یہ تصنیف لطیف بہترین کاغذ' ٹھوس علمی دلائل' خوبصورت گیٹ اپ مضبوط جلد 318 صفحات پر مشتمل ہے' جماعۃ الدعوۃ لاہور کے دفاتر کے علاوہ دارالاندلس 4۔ لیک روڈ چوبرجی چوک لاہور اور دارالاندلس غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور سے بھی دستیاب ہے۔

مسلمانوں کا فکری اغواء

اہل صلیب' یہود اور ہنود تو اہل اسلام کے دشمن ہیں ہی' انہوں نے کبھی بھی اسلام دشمنی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا مگر دنیا کی کسی اور قوم کے حصہ میں یہ بدبختی کبھی بھی نہ آئی تھی کہ اس کی افواج اور حکمران ہی اپنی قوم کے قاتل بن گئے ہوں' ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے ڈرامے کے بعد تو دنیا کی ہر قوم نے مسلمانوں کو واجب القتل تسلیم کرلیا ہے اور دہشت گردی کی نام نہاد جنگ میں واحد اسلامی ایٹمی طاقت کا حکمران اتنا ڈرپوک ثابت ہوا کہ ایک فون کال پر ہی ڈھیر ہوگیا۔ اس کے بعد آنے والی نام نہاد جمہوری پارلیمنٹ اور صدر پاکستان بھی ڈرون حملے نہ روک سکے اور لاکھوں مسلمان اس صلیبی جنگ میں شہید کردیئے گئے ہیں۔ دنیا کی ہر نعمت اور ہر اسلحہ پاکستان کے پاس موجود ہے پھر بھی اتنی پستی اور ذلت کے کیا معنی؟ خیر سے ہمارے صدر صاحب کا بیان ریکارڈ پر ہے کہ ڈرون حملوں میں ہلاکت پر تشویش تمہیں (امریکہ کو) ہوتو ہو ہمیں کوئی تشویش نہیں۔ بالکل حلوہ پوری فقیر (بادشاہ) ایسا معاملہ ہے۔ یہ دراصل ذہنی اور فکری اغواء ہی کی شکل ہے یا اسے برین واشنگ کہا جاسکتا ہے۔

نوعمری میں ہی فوت ہوجانے والی ہماری روحانی بہن مریم خنساء نے اپنے والد محترم کی رشحات فکر کو مرتب وتالیف کرکے نہایت گرانقدر وعلمی دستاویز پیش کی جو کہ یقیناً ان کا بہترین توشہ آخرت ثابت ہوگا۔

272 صفحات' بڑھیا کاغذ مضبوط جلد' خوبصورت وا چھوتے موضوعات پر مشتمل یہ کتاب دارالکتب السلفیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔

ترک استلام کے وقت اللہ اکبر کی بجائے اللہ اچبر کہہ رہے تھے کیونکہ وہ کاف کو نہیں پڑھ پاتے

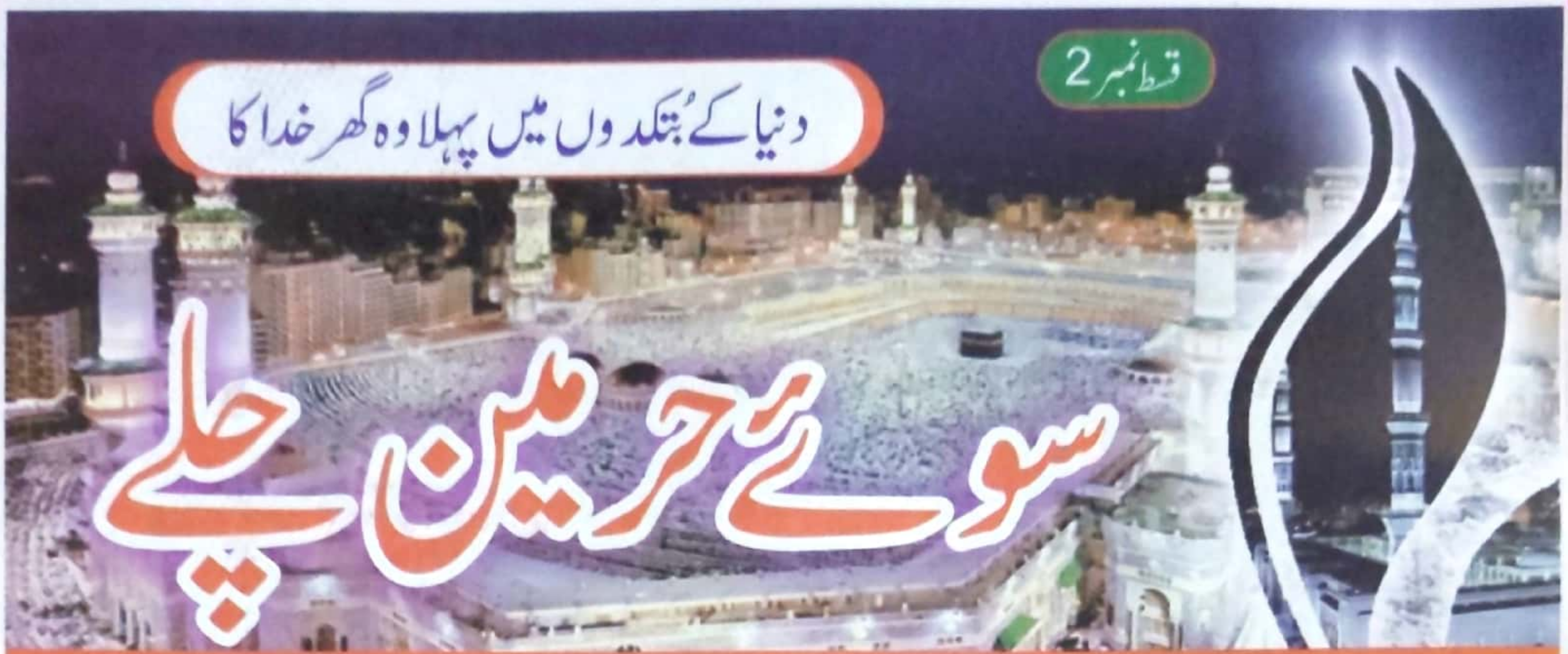

زائرین عمرہ کیلئے ایمان افروز سفرنامے کی صورت میں ایک رہنما تحریر

طواف عمرہ جاری تھا۔ ہم نے پہلے تین چکروں (اشواط) میں رمل کیا یعنی تیز تیز چلے مگر اس میں ایرانی اور ترک معتمرین (عمرہ ادا کرنے والوں) کی ٹولیاں رکاوٹ بن رہی تھیں۔ ترکوں کی ٹولیوں میں مرد زیادہ تھے اور ایرانی گروہوں میں خواتین زیادہ تعداد میں تھیں۔ ایک ترک ٹولی کی تولیہ نما مختصر سی چادر (احرام) پر رومن رسم الخط میں ''دیانت قیصری'' (یعنی قیصری شہر کی تنظیم ''دیانت'') کے الفاظ نمایاں تھے۔ ایک طواف بیت اللہ شریف (کعبہ) کے گرد سات چکروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلے طواف کے دوران میں اضطباع مسنون ہے' اس میں احرام کی چادر دائیں کندھے کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لی جاتی ہے' یعنی دایاں کندھا ننگا رکھا جاتا ہے' لیکن یہ عمل صرف عمرہ یا حج کے طواف قدوم سے مخصوص ہے (معتمر کا طواف عمرہ ہی اس کا طواف قدوم ہوتا ہے جو طواف تحیۃ یا طواف ورود بھی کہلاتا ہے) معتمر کو چاہئے کہ وہ طواف قدوم کے سوا عام حالات میں دایاں کندھا بھی چادر احرام سے ڈھانک کر رکھے مگر ہم نے حرم میں دیکھا کہ بعض بے خبر معتمرین طواف کے علاوہ نماز یا سعی ادا کرتے ہوئے بھی دایاں شانہ بدستور ننگا کئے رکھتے اور بعض ایسے بھی تھے جو طواف کے دوران بھی دایاں شانہ ڈھانکے رکھتے' پھر کوئی صاحب علم انہیں توجہ دلاتا تو وہ شانہ ننگا کر لیتے۔

مسئلہ: احرام کی حالت اضطباع اور رمل کا تعلق عمرہ یا حج کے وقت صرف طواف قدوم سے ہے' یہ کسی اور طواف میں جائز نہیں۔ عام حالات میں' خصوصاً نماز کے وقت' دونوں کندھے احرام کی چادر سے ڈھانکنے ضروری ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لَا یُصَلِّی أَحَدُکُمْ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَیْسَ عَلٰی عَاتِقَیْهِ شَیْءٌ

''تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر کوئی شے نہ ہو۔'' (بخاری)

ایرانی مطوفین (طواف کرنے والوں) کی ٹولیاں منظم طور پر طواف کر رہی تھیں۔ ہر صوبے یا شہر کی ٹولی مختلف تھی۔ مختلف اوقات میں اردبیل' خراسان رضاوی' قم' اصفہان' شیراز' کرمان' تبریز' اصفہان' یزد' مہ آباد کے زائرین طواف کرتے پائے۔ ایک ٹولی کی خواتین کے سفید لبادے پر ''عرشیانِ خراسان'' کے الفاظ رقم تھے۔ ہر ایرانی ٹولی کا امیر طواف کی دعائیں بلند آواز سے پڑھتا اور باقی مرد اور عورتیں جنہوں نے ہاتھوں میں دعاؤں کے کتابچے کھول رکھے ہوتے' ساتھ ساتھ دہراتے جاتے۔ ایسے ہی ترک گروہ کا امیر دعائیں پڑھتا اور باقی ساتھ ساتھ دہراتے رہتے۔ ترکوں کے ہاتھوں میں جو کتابچے تھے' ان میں دعائیں رومن رسم الخط میں لکھی ہوتیں اور صحت کے ساتھ ادائیگی کے لئے امیر انہیں لفظ بلفظ دعائیں پڑھواتا

جاتا۔ کیرالہ (بھارت) سے آئے ہوئے اور انڈونیشی معتمرین بھی اسی طرح منظم انداز میں طواف کر رہے تھے۔ البتہ فلپائنی یا تھائی لینڈ کے اکا دکا مسلمان کتابچے سے دعائیں پڑھتے طواف کرتے نظر آئے لیکن اس طرح کتابچے تھامے طواف کرنے والے سنت رمل کی ادائیگی سے محروم تھے' حالانکہ طواف قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل' یعنی کندھے اکڑا کر تیز تیز اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانا مسنون ہے' البتہ ترک معتمرین کو دیکھا گیا کہ وہ کتابچے سے دعائیں پڑھتے پڑھتے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد رمل کرنے لگتے تھے۔ (یاد رہے رمل کا حکم نبی ﷺ نے 7ھ ہجری میں اس وقت دیا جب آپ ﷺ کے ہمراہ مسلمانوں نے صلح حدیبیہ کی شرط کے مطابق پہلا عمرہ یعنی عمرہ قضا کیا اور رمل کا مقصود پہاڑیوں پر چڑھے کفارِ قریش کو اپنی جسمانی طاقت دکھا کر مرعوب کرنا تھا۔)

مسئلہ (1) عورتوں کے لئے رمل اور اضطباع جائز نہیں۔ طواف کی

سفرنامہ

محسن فارانی

بعض زائرین غلط فہمی کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ حجر اسود کو بوسہ دیئے بغیر ان کا طواف مکمل نہیں' حالانکہ رش میں اشارہ بھی کافی ہے

☆......مسجد الحرام کے اندر جگہ جگہ ٹھنڈے اور تازہ آب زمزم کے کولروں کی قطاریں لگی ہیں۔ جو جیسا پینا چاہتا ہے پی سکتا ہے۔

☆......لوگ طواف کے چکر کاٹتے ہوئے مختلف دعائیں پڑھتے ہیں حالانکہ کسی چکر کی کوئی خاص دعا نہیں۔ جو یاد ہو وہی پڑھ لیں

حالت میں بھی ان کا پردہ کرنا اور اظہار زینت سے پرہیز ضروری ہے۔ انہیں چاہئے کہ مردوں کے پیچھے ہو کر طواف کریں۔ یہ ان کے لئے مردوں سے بھڑ کر بیت اللہ کے قریب طواف کرنے سے زیادہ بہتر ہے' نیز حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت اگر غیر محرم مرد قریب ہوں اور انہیں دیکھتے ہوں تو وہ اپنا چہرہ نہ کھولیں۔

مسئلہ (2) طواف کے چکروں میں کوئی خاص دعا نہیں۔ قرآن وسنت میں سے جو بھی دعائیں یاد ہوں' پڑھ سکتے ہیں' اگر وہ یاد نہ ہوں تو اپنی زبان میں دعا کر سکتے ہیں' البتہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھنا سنت ہے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرہ: 201)

(اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اور آخرت میں بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا)

رکن یمانی کے پاس سے گزرتے ہوئے ممکن ہو تو اسے ہاتھ سے چھو لیا جائے ورنہ اشارہ کیے یا تکبیر کہے بغیر گزر جائیں۔ حجر اسود کے بالمقابل آ کر ایک چکر ختم ہو جاتا ہے۔ حجر اسود کی پہچان کے لئے اس کے مقابل دیوار پر سبز روشنی نمایاں ہے۔ یہاں ٹھہر کر بار بار اشارے کرتے رہنا خلاف سنت بھی ہے اور دیگر طواف کرنے والوں کے لئے تکلیف دہ بھی ہے' لہٰذا چلتے چلتے ہی حجر اسود کی طرف اشارہ (استلام) کر کے آگے بڑھ جانا چاہئے۔

مطوفین کی ایک ٹولی ماپورام (جنوبی بھارت) سے تعلق رکھتی تھی جس میں زیادہ تر خواتین تھیں اور ان کے برقعوں پر انگریزی میں Malappuram, India نمایاں تھا' ان کا امیر بھی انہیں کتابچے سے بلند آواز میں دعائیں پڑھواتا جاتا تھا۔ ان کے مرد اور خواتین پست قامت تھے۔ خواتین کے برقعے بہت سادہ اور سفید تھے۔ انڈونیشیا کے سفید احرام پوشوں اور سفید برقع پوش خواتین کا تعلق جاوا سے تھا۔ بالاقد افریقی بھی تھے جن کا تعلق نائیجیریا سے تھا۔ سب اللہ کے گھر کعبہ مشرفہ کا والہانہ طواف کیے جا رہے تھے۔

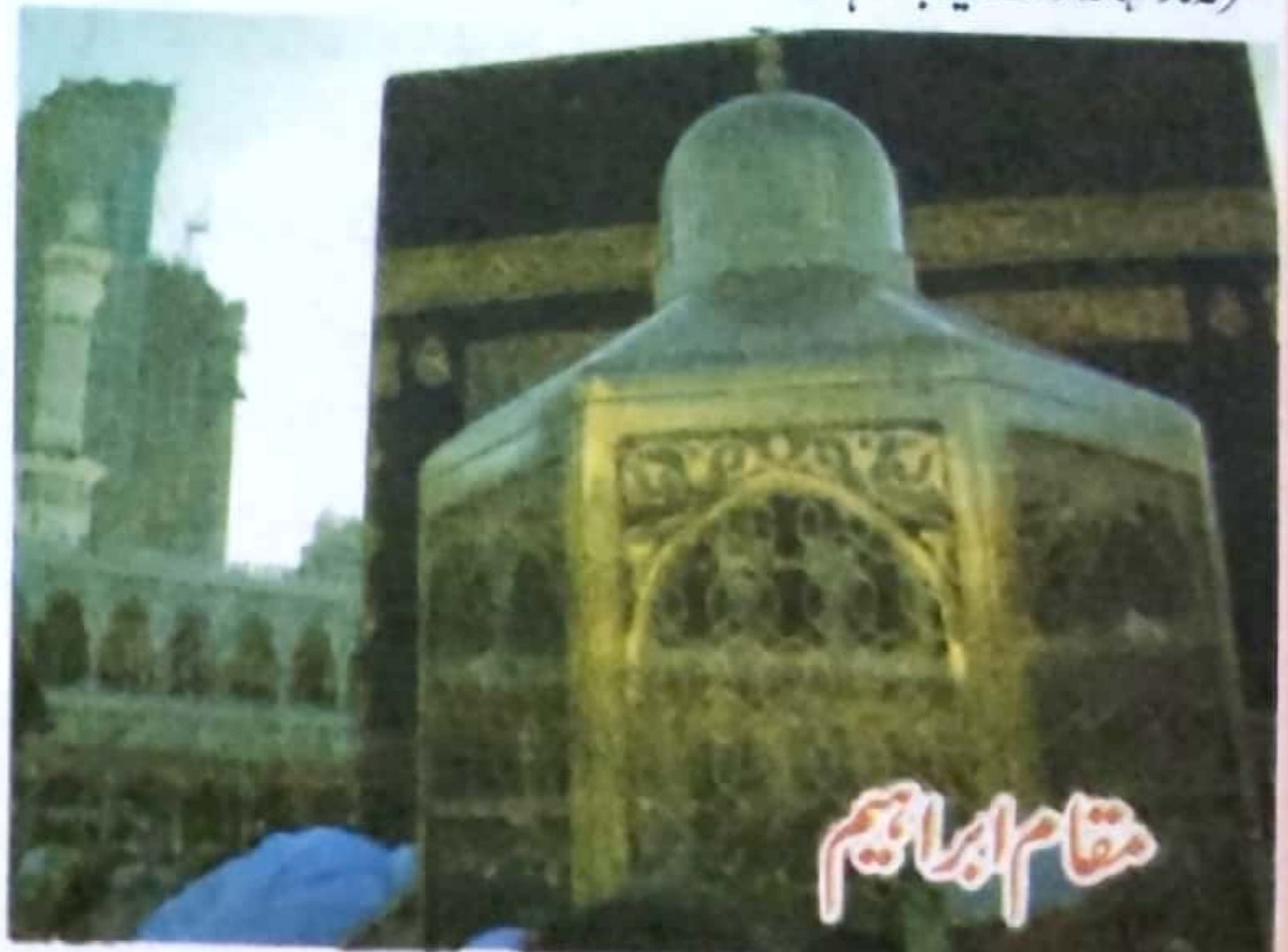

کعبہ اپنی قسم کی دنیا میں واحد عمارت ہے۔ یہ کعبہ (مکعب نما) ہے کیونکہ دیکھنے میں اس کی لمبائی' چوڑائی اور اونچائی تقریباً برابر ہے۔ دراصل ان کی پیمائشوں میں خاصا فرق ہے۔ یہ اللہ کا گھر (بیت اللہ) ہے جہاں انوار الٰہی کی بارش ہوتی ہے۔ اس کا باب عبدالعزیز کے سامنے والا رکن (کونا) عرف عام میں رکن یمانی کہلاتا ہے جبکہ اسے رکن حجر اسود (رکن جنوبی) کے ساتھ ملا کر دونوں کو یمانیین کہا جاتا ہے کیونکہ وہ یمن کی جانب واقع ہیں۔ اسی طرح ان کے بالمقابل حطیم کے طرفین والے دونوں ارکان شامیین کہلاتے ہیں کیونکہ وہ ملک شام کی طرف واقع ہیں۔ ایسے ہی دونوں ارکان یمانی ملک یمن کی طرف واقع ہیں۔ حجر اسود اور رکن شامی کو ملانے والے ضلع کی جانب باب ملتزم یعنی کعبہ کا دروازہ ہے اور باب ملتزم کے سامنے مقام ابراہیم واقع ہے۔ کعبے کے اضلاع اور ارتفاع کی پیمائشیں درج ذیل ہیں۔

☆کعبہ شریف کا ارتفاع (بلندی) 14 میٹر ہے۔

☆رکن یمانی اور رکن جنوبی (حجر اسود) کے مابین فاصلہ 11.52 میٹر ہے۔

☆حطیم (حجر) کی جانب کعبے کی لمبائی 11.28 میٹر ہے۔

☆باب ملتزم کی جانب کعبے کا طول 12.84 میٹر ہے۔

☆رکن یمانی اور حطیم کے مابین فاصلہ 12.11 میٹر ہے۔

☆رکن جنوبی کی 1.10 میٹر کی بلندی پر حجر اسود نصب ہے۔

☆کعبے کے دروازے کی چوکھٹ فرش سے 1.90 میٹر بلند ہے۔

میں طواف کیے جا رہا تھا اور اپنے رب سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہو رہا تھا۔ قرآنی دعائیں' مسنون دعائیں اور اپنی زبان اردو اور پنجابی میں دعائیں۔ وہ سمیع وبصیر ہے' ہر زبان کی دعا سنتا ہے۔ تیسرے چکر میں مقام ابراہیم کو قریب سے دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

ترکوں کو طواف کرتے ہوئے دیکھا کہ وہ استلام کے وقت اللہ اکبر کو ''اللہ اچبر'' کہتے تھے کیونکہ ان کے لئے حرف کاف کی ادائیگی مشکل ہے' وہ اسے ''چ'' سے ادا کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے وہ ترک نہیں بلکہ ''ترچ'' ہیں' یہ تو فارسیوں نے انہیں ترک مشہور کر دیا۔ ہوسکتا ہے چترال میں ہندوکش کی چوٹی بھی انہی کی نسبت سے ''ترچ میر'' کہلاتی ہو۔ ترک ''د'' کی ادائیگی بھی ''ت'' سے کرتے ہیں' چنانچہ ''احمد'' کو ''احمت'' بولتے ہیں۔

طواف عمرہ کے چھٹے یا ساتویں چکر میں حجر اسود کے قریب ہونے کی کوشش کی مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ' زور آوروں کے ہجوم میں پس جانے کے امکان نے حاشیے کی طرف سمٹنے پر مجبور کر دیا' چنانچہ اشارے سے استلام کر کے مقام ابراہیم کی طرف بڑھ گیا۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ ایرانیوں' ترکوں' انڈونیشی اور دیگر زائرین کی منظم ٹولیاں آرام سے طواف میں مشغول رہتی ہیں۔ وہ اللہ اکبر کہہ کر محض استلام کرتے ہوئے اگلے چکر میں داخل ہو جاتے ہیں اور وہ حجر اسود کے آس

پاس ہجوم میں گھسنے کا تکلف نہیں کرتے لیکن پاک و ہند اور افریقی ممالک کے زائرین کی حجر اسود کا بوسہ لئے بغیر تسلی نہیں ہوتی کیونکہ وہ غلط طور پر سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر شاید ان کا طواف مکمل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو توفیق دے کہ وہ مناسکِ عمرہ شائستگی اور اپنی اور دوسروں کی سہولت کے ساتھ اس فرمانِ نبویؐ کے مطابق بجالائے:

''نہ تم کسی کو تکلف دو نہ کوئی تمہیں ضرر پہنچائے۔'' (ابن ماجہ: 2341)

طواف عمرہ مکمل ہوا تو وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى (البقرہ 125)

اور تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ' کہتے ہوئے مقام ابراہیم کی طرف بڑھا اور اس کے سامنے دو رکعتیں ادا کیں۔ پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورۃ اخلاص پڑھی' پھر اللہ کے حضور دعائیں کیں' اپنے لئے' والدین اور عزیز و اقارب کے لئے اور ان تمام دوستوں کے لئے جنہوں نے فرمائش کی تھی' نیز پاکستان کی سلامتی کیلئے! پھر آبِ زمزم نوش کیا اور سر پر ڈالا۔ اس کا سعودی حکومت نے بھرپور انتظام کر رکھا ہے۔ مسجد الحرام کے اندر جگہ جگہ آب زم زم (ماء بارد) کے کولروں کی قطاریں لگی ہوتی ہیں۔ انہی میں بعض پر ''ماء غیر بارد'' لکھا ہوتا ہے جس میں بارد یعنی ٹھنڈا کئے بغیر نارمل آب زمزم بھرا جاتا ہے تاکہ زائرین اپنی اپنی طبیعت کے مطابق اس آب جانفزا سے لطف اندوز ہوسکیں۔ لوگ کولروں کے ساتھ رکھی پلاسٹک کی ''گلاسیاں'' بھر بھر کے پئے جاتے ہیں اور

آب زمزم کی رسد پر مامور عملہ وقفے وقفے سے آ کر خالی کولروں کی جگہ نئے بھرے ہوئے کولر رکھتا چلا جاتا ہے۔ باب عبدالعزیز کے باہر ایک طرف آب زمزم کی لمبی سبیل لگی ہے جس کی ٹونٹیوں سے زائرین ٹھنڈے پانی کی بوتلیں اور کین بھر لے جاتے ہیں۔ کولروں اور سبیل کے ساتھ نئی گلاسیاں رکھنے اور استعمال شدہ گلاسیاں سمیٹ کر لے جانے پر الگ افراد کی ڈیوٹی لگی ہوتی ہے۔

اب سعی کی باری تھی' (مسعیٰ کی طرف جانے سے پہلے باب کعبہ کی چوکھٹ (ملتزم) سے چمٹ کر کوئی بھی دعا کرنا مسنون ہے۔) لہٰذا مسعیٰ کی سیڑھیاں چڑھ کر صفا پہاڑی کی طرف بڑھا جس کی چوٹی کے بڑے بڑے پتھروں کے گرد شیشے کا کٹہرا لگا دیا گیا ہے۔ یہ مسعیٰ کی پہلی منزل ہے جس کے اوپر دوسری منزل کا بھی ایسا ہی اہتمام ہے۔ مسعیٰ دو رویہ ہے جن کے بیچ میں بنے راستے سے پہیہ دار کرسی پر معذور افراد کو سعی کرائی جاتی ہے۔ میں نے سعی کا آغاز کرتے ہوئے صفا کے بلند کنارے پر پڑھا۔ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللَّهُ بِهِ

بے شک صفا اور مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔ میں شروع کرتا ہوں اس سے جس کا اللہ نے (قرآن میں) پہلے ذکر کیا ہے'' پھر مسنون دعا پڑھ کر صفا سے مروہ کی طرف اترائی میں چلا' کبھی تیز تیز اور کبھی دوڑتے ہوئے!

یہ سعی ام اسماعیل حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی سنت ہے جو اپنے پیاس سے بلکتے لختِ جگر کو مقام کعبہ کے پاس چھوڑ کر پانی کی تلاش میں مروہ کی طرف دوڑتی چلی گئی تھیں۔ مروہ پہاڑی پر جا کر انہیں بیٹے کی سلامتی کی فکر لاحق ہوئی تھی تو واپس صفا کی طرف بھاگتی آئی تھیں اور اسے سلامت پا کر پھر انہوں نے مروہ کا رخ کیا تھا۔ اس طرح انہوں نے ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سات پھیرے لگائے تھے۔ یہ آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے جب ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے اپنی بیوی ہاجرہ اور شیر خوار بیٹے اسماعیل کو الخلیل (فلسطین) سے تقریباً ڈیڑھ ہزار کلومیٹر دور وادی غیر ذی زرع (زراعت کے بغیر بنجر وادی) میں چھوڑ گئے تھے جہاں ان دنوں مکہ آباد ہے۔ ان کے رخصت ہوتے وقت اس اللہ کی راضی بہ رضا بندی نے بس اتنا پوچھا تھا: ابراہیم! آپ ہمیں اپنی مرضی سے چھوڑے جا رہے ہیں یا اللہ کے حکم سے؟ اور جب اس مرد حنیف نے کہا کہ تمہیں اللہ کے حکم سے یہاں چھوڑے جا رہا ہوں تو حضرت ہاجرہ مطمئن ہوگئی تھیں کہ اللہ ہی ہماری حفاظت کرے گا۔ ابراہیم علیہ السلام پانی کا ایک مشکیزہ اور کھجوروں کا ایک توڑا ان کے پاس چھوڑ گئے تھے اور جب پانی ختم ہوگیا تھا تو انہیں شدید پیاس نے آ لیا' ننھے فرزند کا پیاس سے بلکنا ان کے لئے سوہان روح تھا' چنانچہ پانی کی تلاش میں حضرت ہاجرہ صفا اور مروہ کے درمیان بار بار چکر کاٹتی رہیں حتی کہ ساتویں پھیرے سے واپس آئیں تو دیکھا کہ اسماعیل کے پاس پانی کا چشمہ ابل رہا ہے۔ یہ چشمہ فرشتہ جبرائیل علیہ السلام کے زمین پر اپنے پر مارنے سے پھوٹا تھا۔

اس چشمے کے گرد حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے مٹی اور پتھروں کا بند سا بناتے ہوئے کہا: زم زم (رک جا' رک جا) چنانچہ وہ آج تک ماء زمزم یا چاہ زمزم کے نام سے مشہور ہے۔ اسی چشمے کے پانی پر صحرائی پرندے اترتے چلے آئے تھے اور انہیں دیکھ کر بنو جرہم کا قافلہ وہاں آن اترا تھا اور پھر وہ لوگ حضرت ہاجرہؑ کی اجازت سے وہیں بس گئے تھے۔ پھر حضرت اسماعیلؑ کے جوان ہونے پر بنو جرہم ہی میں ان کی شادی ہوگئی تھی اور یوں شہر مکہ آباد ہوا تھا جس کے لئے بوقت تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں دعا کی تھی۔

''اے میرے رب تو اس شہر کو امن کا گہوارہ بنا دے اور تو مجھے اور میری اولاد کو بچائے رکھنا اس سے کہ ہم بتوں کی پوجا کریں' اے میرے رب! بے شک ان دیویوں (بتوں) نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ پھر جو میری پیروی کرے گا' وہ تو میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ہمارے رب! صورت حال یہ ہے کہ میں نے اپنی اولاد کو اس وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس بسایا ہے' جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہوتی تاکہ وہ نماز قائم کریں۔ پس تو انسانوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور تو انہیں ہر قسم کے پھلوں میں سے رزق دے شاید کہ وہ (تیرے) شکر گزار بنیں۔'' (ابراہیم 14: 35 تا 37)

سعی کا پہلا شوط (چکر) پورا ہوا تو چڑھائی پر مروہ کی نسبتاً کم بلند چوٹی کے پتھر نظر آئے۔ یہاں تکبیر (اللہ اکبر)' تحمید (الحمدللہ) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ) کے زمزمے بلند کرنے کے بعد پڑھا:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ ایک ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' بادشاہت اسی کے لئے ہے اور تمام تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ وہ زندہ کرتا اور موت دیتا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔)

مروہ سے صفا کی طرف قرآنی آیات پڑھتے ہوئے پلٹا تو راہ میں ایک بالا قد سوڈانی عبدالرحیم سے علیک سلیک ہوئی۔ انہوں نے اپنا تعلق خرطوم سے بتایا۔ ان کے ساتھ ساتھ چلتا ننھا زائر ان کا بیٹا محمد تھا۔ دواڑھائی سال کا ہوگا۔ میں نے بے اختیار جھک کر اس کا ہاتھ چوم لیا تو وہ مسکرا دیا۔ احرام میں ملبوس اس سیاہ فام ننھے فرشتے کے سفید دانتوں کی چمک دیدنی تھی!

مکتب الاطفال

روشن باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے چھٹیاں خوب گزر رہی ہوں گی۔ یقیناً مجلہ الحرمین اگست 2011ء نے آپ کی خوشیوں کو دوبالا کر دیا ہوگا۔ اس دفعہ رمضان المبارک اور اگست دونوں اکٹھے ہو گئے ہیں۔ رمضان عبادات' صدقہ وخیرات' صوم وصلوٰۃ اور قرآن کی قراءت کا مہینہ تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ جہاد کا مہینہ بھی ہے۔ حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوۂ بدر 17 رمضان کو ہوا۔ دس رمضان کو مکہ فتح ہوا اور دس رمضان کو ہی محمد بن قاسمؒ نے سندھ کو فتح کر کے باب الاسلام بنایا۔ اس طرح 27 رمضان المبارک کو آپ کا پیارا ملک پاکستان وجود میں آیا۔ پیارے بچو! رمضان کی خوب قدر کریں۔ روزے رکھیں اور دوستوں عزیزوں کو روزہ افطار کرائیں۔ جب آپ انواع واقسام کے دسترخوان چنیں تو اپنے ہم عمر بھائیوں بہنوں کو ضرور یاد رکھیں جو اس کی دسترس نہیں رکھتے۔ قرآن کی خوب تلاوت کریں پختہ عزم کریں کہ آخری پارہ حفظ کرنا ہے۔

ایک بات جس کی طرف آپ کی توجہ دلانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ آپ مکتب الاطفال کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے تجاویز و آراء بالکل نہیں بھیج رہے۔ اسی طرح پیاری پیاری کہانیاں بھی لکھنا چھوڑ دی ہیں حالانکہ چھٹیوں میں وقت کافی ہوتا ہے۔ اب دیر کس بات کی کاغذ قلم سنبھالیں اور جلد از جلد ڈھیر سارے خطوط کے ذریعے اپنی آراء ہم تک پہنچائیں۔

والسلام آپ کا چاچو جان حمدان

قرآن اور رمضان

قرآن مجید وہ مقدس کتاب ہے جو کہ لازوال اور بے مثال ہے۔ اس کو نازل کرنے والا رب العالمین' لانے والا جبرائیل روح الامین' جن پر نازل ہوا وہ رحمت للعالمین' جس مہینے میں اترا وہ مہینہ سب مہینوں سے بابرکت ماہ رمضان' جس رات نازل ہوا وہ رات سب سے افضل' جس امت کی طرف اس قرآن کو بھیجا گیا' وہ امت تمام امتوں سے بہترین۔ یہ اذانوں میں گونجتا' نمازوں میں چمکتا اور یادالٰہی کی تنہائیوں میں دمکتا ہے۔ یہی وہ کتاب ہے کہ جسے اگر کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو ہم اسے لرزتا اور کانپتا دیکھتے۔

عربوں کو اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا ان کا خیال تھا کہ ہمارے کلام' شعر و شاعری کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر قرآن نے چیلنج کر دیا اے نبیؐ! آپؐ فرما دیجئے اگر تمام انسان و جن اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل بنا لائیں مگر وہ ایسا نہ لا سکیں گے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں" (بنی اسرائیل:)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کیا یہ کہتے ہیں اس قرآن کو اس (رسول نے گھڑا ہے) آپ ﷺ جواب دیجئے کہ پھر تم بھی اس کے مثل دس سورتیں گھڑ کے لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہو اسے اپنے ساتھ بھی بلا لو اگر تم سچے ہو" (ہود) مگر وہ اس سے بھی عاجز آ گئے۔ کچھ نہ کر سکے۔

قرآن مجید کی صداقت کی یہ واضح دلیل ہے کہ عرب و عجم کے تمام کافروں کو چیلنج دیا گیا لیکن وہ آج تک اس چیلنج کا جواب دینے سے قاصر ہیں اور یقیناً قیامت تک قاصر رہیں گے۔

ایسے خوبصورت کلام میں اس کے ساتھ تعلق خصوصی جبرئیل بھی نبیؐ کو رمضان میں قرآن کا دور کراتے تھے۔ آیئے اس ماہ مقدس کو غنیمت جان کر اسے زیادہ سے زیادہ پڑھیں' سنیں' سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ اس قرآن سے ہمیں دین اور دنیا کی تمام کامیابیاں ملیں گی کا تقاضا ہے کہ رمضان طور پر بڑھایا جائے۔

محمد لقمان سلفی جامعہ الدراسات الاسلامیہ کراچی

اللہ کا احسان
رمضان اور پاکستان

27 رمضان المبارک کو پاکستان کا وجود عمل میں آنا تاریخ انسانی کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ محمد علی جناح کی کاوشوں اور لاکھوں مسلمانوں کی جدوجہد اور قربانی سے اس ارض پاکستان کو مسلمان ممالک کی صف میں عظیم مملکت اور عظیم قوم کی حیثیت سے دیکھا جانے لگا۔

مسلمانوں کا یہ عظیم ملک ان گنت زخم کھا کر بھی ایک ارب مسلمانوں کی دفاعی لائن کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ قیام پاکستان کے صرف 51 سال بعد ہی اسے ایمی پاور ہونے کا اعزاز حاصل ہو چکا تھا۔ پاکستان کے ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے پاکستان کے لئے وہ کچھ کر دکھایا جو ایک خواب تھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے پاکستان میزائل ٹیکنالوجی میں بے پناہ ترقی کرتا چلا گیا۔ اور آج کوئی اس کو میلی نگاہ سے دیکھنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ آج الحمدللہ پاکستان کی فضا سے اڑنے والے میزائل اسرائیل تک جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

عرفان سعید۔ کراچی

پہیلیاں

① صبح کو آئے شام کو جائے......جو بھی پائے خوش ہو جائے۔

② باندھ کر میدان میں آئی......سر پٹخا تو ہوئی صفائی۔

③ وہ کیا ہے جس کے پیدا ہونے سے غم اور ختم ہونے سے خوشی ملتی ہے۔

④ وہ کون سا پلاؤ ہے جو پکاتے سب ہیں لیکن کھاتا کوئی نہیں۔

⑤ وہ کیا ہے جو ہمیشہ آ رہا ہوتا ہے لیکن پہنچتا کبھی نہیں۔

جوابات:

① روشنی۔ ② جھاڑو۔ ③ بیماری۔ ④ خیالی پلاؤ۔ ⑤ کل۔

(اسامہ عبدالوہاب۔ استقلال آباد کالونی سرگودھا)

اخلاص بھری اُجرت

غزوۂ تبوک سخت گرمی کے موسم اور معاشی تنگی کے حالات میں پیش آیا۔ اس موقع پر حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مالی مدد کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے دل کھول کر حصہ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا آدھا مال حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان اٹھا لائے۔

جب رسول اکرم ﷺ نے پوچھا کہ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ تو انہوں نے عرض کی کہ ہمارے لیے اللہ اور رسول ﷺ ہی کافی ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس غزوہ کے لیے نو سو اونٹ، ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار اشرفی نقد پیش کی۔ اس سلسلے میں ایک صحابی حضرت عقیل انصاری رضی اللہ عنہ کی مثال قابل رشک ہے۔ ان کے پاس جہاد میں دینے کے لیے ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ انہوں نے ایک یہودی کے کھیت میں رات بھر مزدوری کی، جس کی اجرت میں کچھ کھجوریں ملیں۔ انہوں نے رات بھر کی محنت کی اجرت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے اخلاص و ایثار کی تحسین فرماتے ہوئے وہ کھجوریں سارے مال پر بکھیر دیں۔

(زبیر خالد، عثمان خالد۔ فیصل آباد)

آرٹ: عائشہ علی اعوان، چیچہ وطنی

آرٹ: عائشہ علی اعوان، چیچہ وطنی

آرٹ: قرۃ العین فوزیہ، شجاع آباد

آرٹ: عبداللہ سیاف، قصور

آرٹ: ثوبیہ، سعدیہ

پیارے بچو! اس کالم میں آپ چھوٹے بچوں کے نام خوبصورت طریقے سے ڈرائنگ کر کے بھیجا کریں جبکہ کئی بچے نام بڑا ڈرائنگ کرنے کی بجائے زیادہ زور منظر کشی پر لگاتے ہیں جو ہمارا اصل مقصود نہیں۔ لہٰذا آئندہ خیال رکھیں اور صرف چھوٹے بچے کے نام کو بڑا سا خوبصورت ڈرائنگ کر کے بھیجیں۔ جزاکم اللہ خیرا

رابطہ: ماہنامہ الحرمین پوسٹ بکس نمبر 1481 جی پی او لاہور

قرآن کا سب سے بڑا قاری

پیارے بچو!

کیا آپ جانتے ہیں کہ عہد رسالت میں قرآن کا سب سے بڑا قاری کون تھا؟

اگر نہیں جانتے تو ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ وہ عظیم ہستی کون سی تھی جن کو یہ مقام و مرتبہ ملا ان کا نام حضرت ابی بن کعب ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ کا شمار قرآن مجید کے سب سے بڑے قراء میں ہوتا ہے۔ سرور عالمؐ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ قرآن مجید چار شخصوں سے سیکھو۔ عبداللہ بن مسعودؓ ابی بن کعب، معاذ بن جبل، سالم مولی ابو حذیفہ رضی اللہ عنہم

جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے تو انصار میں سب سے پہلے جس کو وحی لکھنے کا شرف حاصل ہوا وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ ایک مرتبہ سرور دو عالم ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مجھے آپ قرآن سنائیں۔ انہوں نے عرض کیا "اے اللہ کے رسول کیا اللہ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے؟ آپؐ نے فرمایا "ہاں" یہ سن کر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ خوشی سے رونے لگے۔

نبی ﷺ کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت بے حد پسند تھی ایک موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا "ابی سب سے بڑا قاری ہے۔

ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بتاؤ قرآن کریم کی کون سی آیت انتہائی عظمت کی حامل ہے؟ انہوں نے عرض کیا آیت الکرسی۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر رخ رسالتؐ پر بشاشت آ گئی اور دعا دی کہ تمہیں یہ علم مسرور کرے۔ آمین

اللھم اجعلنا منھم آمین ثم آمین

صائمہ یونس تبسم، نائلہ کرن، آمنہ تبسم، فوزیہ کوثر لاہور

رکھیں ہم روزے اور پڑھیں ہم نماز

یا الٰہی میری قوم کو پابند قرآن کر
جو کٹ مرنے پہ ہوں راضی وہ سر عطا کر
رکھیں ہم روزے اور پڑھیں ہم نماز
جھکیں تیرے لیے صبح و شام وہ نفس عطا کر
اسلام کی راہیں بہت کٹھن ہیں میرے مولا
تیری خوشنودی کو جو پا سکیں وہ قدم عطا کر
ڈرتے ہیں تیرے خوف سے دن رات ہر گھڑی
تیری یاد میں جو روئے وہ آنکھ عطا کر
کرنا ہمیں معاف کہ تیری رحمت بڑی وسیع ہے
ہم کو بھی تو بخشش کا خزینہ عطا کر
گر تو نہ ہوا راضی تو مقصدِ زندگی ہے کیا؟
کر دے تو ختم ہستی اور زمین میں فنا کر

(صائمہ یونس، نائلہ کرن، آمنہ تبسم، فوزیہ کوثر۔ لاہور)

نسخہ تسخیر ہے روزہ

اخلاق کے ایوان کی تعمیر ہے روزہ — بنیادِ خرافات کی تدمیر ہے روزہ
جس میں نہ ریا ہے نہ کوئی مکر نہ دھوکہ — اس حسنِ عبادات کی تصویر ہے روزہ
شیطان تو انسان کا دیرینہ دشمن ہے — شیطان کا زندان ہے، زنجیر ہے روزہ
وہ روح کا ہو، یا کہ مرض ہو وہ جسد کا — ہر ایک مرض کے لیے اکسیر ہے روزہ
جو دل گناہوں کے لیے آمادہ ہو ہر دم — اس دل کو ایک نسخۂ تسخیر ہے روزہ
مل جائے اس سے روشنی قلب اور نظر کو — مومن کو ایک چشمۂ تنویر ہے روزہ
کافی وہی فضائل روزہ کے باب میں — قرآن میں جس طرح سے تحریر ہے روزہ
جس نفس کی اصلاح کا امکاں نہ ہو کامی
اس نفس کی اصلاح کی تدبیر ہے روزہ

(محمد کامران۔ سرگودھا)

ذہانت آزماؤ......انعام پاؤ

1۔ پاکستان کو سب سے پہلے کس ملک نے تسلیم کیا؟

1۔ بھارت 2۔ ایران 3۔ جرمنی

2۔ غزوہ بدر کون سے مہینے اور کس تاریخ کو ہوا؟

1۔ 25 شوال 2۔ 20 محرم 3۔ 17 رمضان

3۔ بلوچستان میں کون سے مقام سے سونے کے ذخائر ملے ہیں؟

1۔ ریکوڈک 2۔ کوئٹہ 3۔ چمن

4۔ پاکستان کس اسلامی مہینہ اور تاریخ میں قائم ہوا؟

1۔ 6 ربیع الاول 2۔ 15 جمادی الاولیٰ 3۔ 27 رمضان المبارک

5۔ خوں کا عطیہ انسان کی صحت کے لئے فائدہ مند ہے اور روحانی تسکین اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ یہ جملہ کس صفحہ پر ہے نیز مضمون نگار کا نام بھی لکھیں۔

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتگان

1۔ بنت ارشد۔ حافظ آباد

2۔ محمد سفیان۔ فیصل آباد

3۔ عثمان یوسف۔ لاہور

خصوصی انعامات

☆ محمد عمیر حقانی۔ فیصل آباد

☆ بنت عبدالرحمٰن۔ ملتان

☆ محمد فرقان۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

مکتب الاطفال کے دیگر شرکاء

سعدیہ رشید، بنت افضل حافظ آباد، آمنہ اختر، محمد الیاس ٹوبہ ٹیک سنگھ، عائشہ علی اعوان چیچہ وطنی، اخت مزمل ثناء اللہ میاں چنوں، رفعت فاطمہ ٹوبہ ٹیک سنگھ، عبدالقدوس گوجرانوالہ، ابو مرصد ثانی بہاولنگر، محمد اسلم شاہین بہاولنگر، محمد رفیق خانیوال، غلام محی الدین ساہیوال، عرفان سعید کراچی

گزشتہ ماہ کے درست جوابات

1۔ آدمؑ کا نام 25 دفعہ

2۔ ایشیا اور یورپ

3۔ غزوہ حنین

4۔ آل عمران

5۔ مذکورہ جملہ صفحہ 15 پر ہے اور مضمون نگار ہیں منیبہ انعم

میٹھی شرارتیں درج ذیل پتہ پر روانہ کریں

پوسٹ بکس نمبر 1481 جی پی او لاہور

☆سحری وافطاری سائرن کی بجائے اپنے وقت پر اور اذان پر کرنا ہی مسنون ہے۔ سائرن بجانا عیسائیوں کا طریقہ ہے

رمضان اور غیر شرعی امور

انسان کو اللہ رب العزت نے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا' قرآن کریم میں ہے۔

"نہیں پیدا کیا میں نے انسانوں اور جنوں کو مگر صرف اپنی عبادت کے لئے" (الذاریات 56)

اسی وجہ سے ہر انسان میں فضیلت والے اعمال کرنے کی تڑپ اور شوق ہونا چاہئے۔ یقیناً ایسا شخص خوش نصیب اور مبارکباد کا مستحق ہے جو ہر وقت ایسے اعمال کی تلاش میں رہتا ہے جو روز قیامت درجات کی بلندی کا سبب بنیں' لیکن اس سب کے ہوتے ہوئے یہ اصول ذہن نشین رہے کہ کسی بھی عمل کی فضیلت اس وقت تک برقرار رہتی ہے جب تک وہ شریعت کے بیان کردہ طریقے کے مطابق ادا کیا جاتا رہے لیکن جب بھی کسی شخص کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ اس عمل میں میری اپنی طرف سے کوئی اضافہ کرنے سے ثواب میں اضافہ ہوگا تو ایسا عمل یقیناً قابل قبول نہیں بلکہ وہ اپنی فضیلت کو ہی کھو دے گا۔ شرف وعظمت والی چیزوں میں سے ایک ماہ رمضان بھی ہے' جس کی فضیلت کا یہ عالم ہے کہ اس کی آنے والی راتوں میں ایک رات ایسی ہوتی ہے کہ وہ ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے لیکن لوگ ان عظیم فضیلت والے اعمال پر شاکر نہیں' موجودہ زمانے میں انہوں نے اپنی عقل اور منطق کے ذریعے ان میں بھی کچھ زیادتیاں کردی ہیں جن کا ذکر قرآن و سنت میں کہیں بھی موجود نہیں اور یہ غیر شرعی امور عوام الناس میں تیزی سے رواج پا رہے ہیں' آیئے تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

روزے کی نیت اور اس کے الفاظ

اکثر دکانوں اور گاڑیوں اور مختلف گھروں بلکہ مساجد میں رمضان المبارک کے کیلنڈر دیکھنے میں آتے ہیں اور ان پر بڑے واضح لفظوں میں یہ الفاظ "روزے کی نیت" کے عنوان سے لکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔

وبصوم غد نویت من شھر رمضان

میں نے رمضان کے مہینے سے کل کے روزے کی نیت کی

جبکہ یہ الفاظ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہیں نہ ضعیف سے اور یہ من گھڑت ہیں' آپ اگر ان الفاظ کی ترکیب پر غور کریں تو ان کی حقیقت کا پول کھل جائے گا۔ اس دعا میں لفظ "غد" استعمال ہوا ہے جو کہ آنے والے کل کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں پانچ مقامات پر آیا ہے۔ 2 مقامات پر قیامت کے لئے اور 3 مقامات پر آنے والے کل کے لئے۔

اب اگر ہم غد کا معنی آنے والا کل کریں تو وبصوم غد نویت کا مطلب ہے' میں نے کل کے دن کے روزے کی نیت کی اور یہ کہنے والا روزہ تو سحری کے وقت آج کے دن کا رکھ رہا ہے اور نیت کل کی کر رہا ہے۔

اسی طرح وہ مہینہ بھر کرتا رہتا ہے اور بالآخر تیسواں روزہ بھی آجاتا ہے اور آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ تیسویں یا انتیسویں دن کے بعد عید الفطر کا دن آتا ہے جس میں روزہ رکھنا منع ہے اور یہ من گھڑت الفاظ ادا کرنے والا اس مبارک دن کے بھی روزے کی نیت کر بیٹھتا ہے۔ یاللعجب!

فقہ حنفی کی مشہور (کتاب) الھدایہ میں برہان الدین صاحب مرغینانی نیت کے متعلق فرماتے ہیں۔ (ہدایۃ باب شروط الصلوٰۃ)

والنية هي الارادة والشرط ان يعلم بقلبه اى صلوة يصلى اما الذكر باللسان فلا معتبر به

نیت ارادے کو کہتے ہیں اور شرط یہ ہے کہ آدمی دل سے جان لے کہ وہ کون سی نماز پڑھنے لگا ہے۔ زبان سے بول کر نیت کرنا تو اس کا اعتبار ہی نہیں"

علامہ برہان الدین کی عبارت سے معلوم ہوا کہ نیت ارادے کا نام ہے اور روزے کی نیت بھی دلی ارادے کو کہتے ہیں' حقیقت میں نیت تو اس وقت ہوجاتی ہے جب بندہ عمل کرنے کی کوشش کرتا اور سوچتا ہے کیونکہ اللہ رب العزت تو علیم بذات الصدور ہے' سینوں کے راز جاننے والا ہے' اس سے کوئی بات چھپی نہیں۔

سائرن پر روزہ افطار کرنا

اکثر علاقوں میں رمضان المبارک کے مہینے میں افطاری کے وقت سائرن بجنے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اس بات کا بھی کافی بار مشاہدہ ہوا ہے کہ کئی مساجد میں بھی اذان سے پہلے سائرن بجتا ہے اور لوگ اس پر روزہ افطار کر لیتے ہیں اور پھر آرام سے کھانے پینے کے بعد مؤذن اذان دیتا ہے۔ بھلا بتایئے تو یہ کہاں کی شریعت ہے؟ مسجد میں سائرن بجانا اور پھر لوگوں کو اس بات کی تعلیم دینا کہ سائرن پر روزہ افطار کرنا شریعت ہے' جہالت در جہالت ہے' حالانکہ عبادت کے لئے سائرن (ناقوس) بجانا تو نصاریٰ کی علامت ہے اور بوق (سینگ میں سے) بجانا یہود کی' جس کی دلیل صحیح بخاری کی وہ لمبی حدیث ہے جس میں نبیؐ نے لوگوں سے نماز کے لئے بلانے کے طریقے کے بارے میں مشورہ لیا تھا تو لوگوں نے اپنی اپنی رائے دی جس میں ناقوس اور بوق کا بھی ذکر ہے لیکن نبیؐ نے نماز پر بلانے کے لئے اذان کے طریقے کو پسند فرمایا۔ اسی طرح روزہ افطار کے لئے غروب آفتاب کے وقت کو دلیل بنایا گیا جس وقت مغرب کی اذان کا وقت ہوتا ہے۔ گویا یہاں بھی ظاہری معیار اذان کو ہی بنایا گیا۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ روزہ غروب آفتاب کے وقت پر افطار کریں اور اذان بھی عین اس وقت ہونی چاہئے۔

اصلاحِ معاشرہ

حافظ ثناء اللہ تبسم

27ویں رات ہی کو لیلۃ القدر ماننا

لیلۃ القدر کی رات ایسی بابرکت رات ہے جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن میں آیت نازل فرمائی' اس رات کے بابرکت ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں' نبی ﷺ نے بھی ہمیں اس رات کو رمضان المبارک میں تلاش کرنے کا حکم دیا بلکہ آپ ؐ خود بھی اس رات کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرنے کا اہتمام کیا کرتے تھے لیکن موجودہ زمانے میں ایک مخصوص طبقہ کے لوگوں نے ان راتوں میں عبادت کرنے سے جان چھڑانے کے لئے لیلۃ القدر کو صرف ستائیسویں رات کے ساتھ خاص کر دیا اور المیہ یہ ہے کہ اسی دن اخبارات میں لیلۃ القدر پر مضامین شائع ہوتے ہیں' ٹیلی ویژن پر خصوصی نشریات چلتی ہیں' سرکاری دفاتر میں چھٹی اسی رات کے بعد ہوتی ہے اور صرف اس رات کو نوافل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ پھر مزید برآں اس رات طرح طرح کے کھانے پکائے جاتے ہیں اور مسجد کو دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے علاوہ ازیں اس رات کی بابت بعض لوگوں نے عجیب حکایات بھی گھڑ رکھی ہیں مثلاً اس رات میں ایسے لمحات آتے ہیں جب دودھ پانی بن جاتا ہے یا فلاں وقت آسمان سے ستارہ ٹوٹتا ہے حالانکہ لیلۃ القدر کو صرف ستائیسویں رات کے ساتھ خاص کرنے کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ رات آخری عشرے میں ہے جس کی تلاش وجستجو میں ان راتوں کو قیام کرنے اور ذکر وعبادت میں گزارنے کی تاکید ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِى الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ

رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو'' (بخاری 2017)

مزید اس مسئلے کی وضاحت کے لئے صحیح مسلم کتاب الصیام' اور باب لیلۃ القدر میں آپ تفصیل ملاحظہ فرما سکتے ہیں وہاں یہ رات طاق راتوں یعنی 27,25,23,21 اور 29 میں تلاش کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔

عید کارڈ کی برائی

رمضان المبارک میں جہاں لوگ نیک اعمال کرتے ہیں' روزہ رکھتے' نمازیں پڑھتے' صدقات وخیرات جیسے بھلے اعمال کو اپناتے ہیں تو اسی کے ساتھ جب رمضان المبارک کا نصف ہو جاتا ہے' تو جوان لڑکے اور لڑکیاں بازاروں میں عید کارڈ کی خریداری میں مصروف ہو جاتے ہیں' آپ اکثر گلیوں محلوں' بازاروں کا معائنہ کریں تو یہ برائی آپ کو جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی ہوئی نظر آئے گی۔ نیز یہ کارڈ روپے دو روپے سے لے کر 500 اور ہزار تک ملتے ہیں' اس بری رسم کو پھیلانے کے لئے لوگ کارڈوں کو دکانوں اور بنچوں پر اور دیواروں پر سجا لیتے ہیں' پھر ہر گزرنے والا چاہے وہ مرد ہو یا عورت' انہیں دیکھتا ہے' یہ عید کارڈ فحش نیم برہنہ تصاویر سے لتھڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس رسم کا تعلق عیسائیوں کے تہوار کرسمس ڈے کے ساتھ ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں (غیر مسلم تہوار از تفضیل احمد ضیغم) اور پھر اس فعل بد سے جو جو برائیاں جنم لیتی ہیں' وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ لہٰذا ہمیں غیر مسلم لوگوں کے دیئے گئے ان رسوم ورواج کا قلع قمع کرنے کیلئے اپنے ہمسایوں' اعزاء واقارب اور اہل وعیال کو متنبہ کرنا چاہئے اور یہی ایک مسلم مومن کی شان ہے کہ وہ بھلائی کی دعوت دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔

شبینہ کا اہتمام

بعض لوگ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اشتہارات چھپوا کر گلیوں' محلوں اور سڑکوں پر لگاتے ہیں اور لوگوں کو اس بدعت کی طرف دعوت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان پر لکھا ہوتا ہے کہ ساری رات قیام ہوگا اور رات بھر میں قرآن پاک کو ختم کیا جائے گا اور یوں عشاء تا فجر قیام ہوتا ہے۔ اس سے بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ سارا رمضان قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ قیام کی ضرورت ہے بس آخری عشرے کی ایک رات میں قرآن مجید سن لیں گے حالانکہ صحیح احادیث میں قرآن کو سات دنوں میں اور ایک قول کے مطابق 3 دنوں سے کم میں ختم کرنے کی ممانعت ہے۔ (بخاری ومسند احمد) البتہ اجتماعی طور پر یا آجکل کے مروجہ انداز میں 3 دنوں میں بھی قرآن ختم کرنا جائز نہیں۔ اب کیا ان لوگوں کا یہ عمل شریعت کے مطابق ہے' اس سلسلہ میں ہم فضیلۃ الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کا فتویٰ من وعن نقل کرتے ہیں۔

سوال: علمائے کرام اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عشاء کی نماز کے بعد تراویح کے علاوہ جو شبینہ پڑھایا جاتا ہے جس میں قاری حضرات دو رکعت میں ایک پارہ قراءت کرتے ہیں اور مقتدی پیچھے کھڑے ہو کر سنتے ہیں اور اسی طرح رات گئے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور کئی کئی پارے اور کئی رکعات نفل ادا کئے جاتے ہیں' کیا یہ عمل رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے ثابت ہے۔ اگر نہیں تو کیا یہ عمل باعث ثواب ہے یا بدعت کی بناء پر گمراہی ہے اور گناہ کا باعث ہے؟

جواب: مذکورہ صورت میں دو تین باتیں قابل غور ہیں۔ اولاً نماز نفل باجماعت ادا کرنا' ثانیاً نماز نفل کا اپنی طرف سے مقررہ اہتمام اور اس پر دوام واصرار کرنا۔ یعنی خاص وقت یا معین مہینہ میں اس کا خصوصی اہتمام کرنا۔ اول الذکر بات تو اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری بَاب إِذَا لَمْ يَنْوِ الْإِمَامُ أَنْ يَؤُمَّ ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَأَمَّهُمْ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک رات اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ جب رسول اکرم ﷺ نماز تہجد میں مشغول ہوئے تو میں آپ ﷺ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ ان کی اقتداء میں نماز تہجد پڑھنے لگا حالانکہ آپ ﷺ نے میری امامت کی نیت نہیں کی تھی' تو آپ ﷺ نے میرے سر سے پکڑ کر مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیا۔ (صحیح بخاری 699-698)

اسی طرح صحیح بخاری باب صلوٰۃ النوافل جماعۃ میں محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ سے سیدنا عتبان بن مالک کا واقعہ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا عتبان رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر ان کے گھر تشریف لائے اور دو رکعت نماز باجماعت ادا فرمائی۔ (صحیح بخاری 108/1)

ان ہر دو احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ نماز نفل کی جماعت بلاشک وشبہ جائز ہے لیکن اس کا اعلان کرنا' مردوں اور عورتوں کو بذریعہ اشتہارات جمع کرنا' نوافل باجماعت پر ہمیشگی کرنا اور رات کو چراغ گل کر کے دعائیں مانگنا ناجائز اور بدعت معلوم ہوتا ہے کیونکہ مطلق نماز نفل باجماعت ادا کرنا تو صحیح ہے لیکن یہ قیود مع اہتمام اس مطلق جواز کو بدعت میں بدل دیتے ہیں۔ جیسا کہ نماز چاشت (باجماعت) صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام ہانی رضی اللہ عنہا سے یہ نماز مروی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس کی پابندی کی وصیت بھی فرمائی۔ (صحیح بخاری' 157/1) مگر اس وصیت کے باوصف سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کو بدعت کہتے ہیں (اس کی وجہ ذیل میں آ رہی ہے) جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ مجاہد کہتے ہیں: میں اور عروہ دونوں مسجد میں داخل ہوئے۔

فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَإِذَا نَاسٌ يُصَلُّونَ فِى الْمَسْجِدِ صَلَاةَ الضُّحَى قَالَ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ صَلَاتِهِمْ فَقَالَ بِدْعَةٌ

(صحیح بخاری' باب کم اعتمر النبی ﷺ 238/1' صحیح مسلم)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے پاس بیٹھے تھے اور

اس وقت کچھ لوگ مسجد میں نماز چاشت (باجماعت) پڑھ رہے تھے۔ ہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی اس نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا'یہ بدعت ہے۔''

جبکہ یہ نماز متعدد اسانید صحیحہ سے مروی ہے جیسا کہ اوپر صحیح بخاری کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ مقام غور ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بدعت کیوں کہا؟ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مسعود میں اس نماز کو باجماعت ادا کرنے کا دستور نہیں تھا۔ چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے:

مراده ان اظهارها والاجتماع لها بدعة لا ان الصلوة الضحى بدعة وقد سبقت المسئلة فى كتاب الصلوة

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ نماز چاشت کو مسجد میں ظاہر کر کے پڑھنا اور اس کے لئے اجتماع واہتمام کرنا بدعت ہے نہ کہ نماز چاشت بدعت ہے۔

امام ابوبکر بن ولید الطرطوشی لکھتے ہیں:

محله عندى على احد وجهين انهم كانو يصلونها جماعة اما انها يصلونها معاً او فذاذاً على هيئة النوافل فى اعقاب الفرائض (کتاب الحوادث والبدع:40)

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی اس نماز کو اس لئے بدعت قرار دیا کہ وہ اسے باجماعت پڑھ رہے تھے یا اس لئے کہ اکیلے اکیلے اس طرح پڑھ رہے تھے جیسے فرائض کے بعد ایک ہی وقت میں نمازی سنن رواتب پڑھا کرتے ہیں۔''

اس کی دوسری مثال یہ لے لیں کہ سبحان اللہ'اللہ اکبر'لا الہ الا اللہ کا وظیفہ اپنے اندر بڑے فضائل رکھتا ہے اور مفسرین نے اس کو باقیات صالحات میں شمار کیا ہے'یہ بلندی درجات اور نجات اخروی کا بہترین ذریعہ ہے مگر اس کے باوجود جب اسے خاص قیود اور غیر ثابت تکلفات و التزامات کے ساتھ پڑھا جائے گا تو یہی وظیفہ ہلاکت اور خسارے کا باعث بن جائے گا جیسا کہ سنن دارمی میں بسند صحیح سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آتا ہے کہ کچھ لوگ کوفہ شہر کی مسجد میں حلقہ باندھے کنکریوں پر سبحان اللہ'اللہ اکبر'لا الہ الا اللہ سو سو دفعہ پڑھ رہے تھے تو ابن مسعود رضی اللہ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا

فعدوا من سياتكم فانا ضامن ان لا يضيع من حسناتكم سيئى ويحكم يا امة محمد ما اسرع هلكتكم هؤلاء صحابة نبيكم متوافرون وهذه ثيابه لم تبل وأنيته لم تكسر او مفتحوا باب ضلالة (سنن دارمی ص61)

تم اپنے گناہوں کو شمار کرو۔ میں ضمانت دیتا ہوں تمہاری نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی۔ اے امت محمد ﷺ تم پر افسوس ہے کہ تم کتنی جلدی ہلاکت میں مبتلا ہو گئے ہو۔ ابھی تم میں صحابہ کرامؓ بکثرت موجود ہیں۔ ابھی تو رسول اللہ ﷺ کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوئے اور آپ ﷺ کے استعمال میں آنے والے برتن بھی نہیں ٹوٹے تم ایسا کر کے گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔''

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ عبادت'اطاعت جس طرح شریعت میں منقول ہو'اس کو اسی انداز میں ادا کرنا چاہئے۔ اپنی طرف سے اس میں پابندیاں عائد کرنا'بغیر دلیل کے مطلق کو مقید کرنا'غیر موقت کو موقت کرنا یعنی کسی وقت کے ساتھ خاص کر لینا'غیر معین کو معین بنانا'بدعت بن جائے گا جس سے اجتناب ضروری ہے ورنہ ہلاکت میں پڑنے کا اندیشہ ہے'چنانچہ یہی نکتہ ہے جس کے پیش نظر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے چاشت کو بدعت کہا اور ابن مسعود ﷺ نے حلقہ باندھ کر اللہ اکبر'لا الہ الا اللہ کا ذکر کرنے کو بدعت اور ہلاکت قرار دیا ہے۔

امام ابواسحاق شاطبی رقم طراز ہیں کہ

منها التزام الكيفيات بهيئة الاجتماع على صوت واحد واتخاذ ولادة النبى عيدا وما اشبه ذالك ومنها التزام العبادات المعينة فى اوقات معينة لم يوجد لها ذالك التعين فى الشريعةكالتزام يوم نصف من شعبان وقيام ليلته

یہ بھی بدعات سے ہے کہ کسی نیک عمل کی ادائیگی کے لئے اجتماع کی صورت میں ایک ہی آواز کے ساتھ ذکر کا التزام کرنا'عید میلاد النبی منانا اور اس کی مثل دیگر امور اور ان بدعات میں سے یہ بھی ہے کہ عبادات کو معین کرنا'معین اوقات کے ساتھ جن کی تعیین شریعت میں نہیں پائی جاتی۔ جیسا کہ 15 شعبان اور اس کی رات میں پابندی کے ساتھ عبادت بجالانے کا کوئی ثبوت شریعت میں نہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما'حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما'امام شاطبی اور دیگر محدثین کی تصریح سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شریعت نے جن عبادات واطاعات کو مطلق چھوڑا ہے'ان میں اپنی طرف سے پابندیاں عائد کرنا ان کی ہیئت وکیفیت کو بدلنا ہے۔ ان کو اوقات کے ساتھ معین کرنا گویا دین کو بدلنا ہے اور اس کا نام تحریف ہے اور یہ گمراہی ہے۔

لہٰذا لوگوں کا نوافل کے لئے اہتمام'خصوصی تشہیر کرنا'اس کے لئے لوگوں کو تیار کرنا'اس پر اصرار کرنا سراسر سنت اور سبیل المومنین کے خلاف ہے۔ صحابہ کرام ﷺ تابعین'فقہاء'محدثین رحمہم اللہ نے اس تکلف اور اہتمام کو پسند نہیں کیا۔ لہٰذا اس بدعت سے اجتناب کرنا چاہئے اور عبادت کا جو طریقہ اللہ کے رسول ﷺ سے منقول ہے'اس پر عمل کرنا چاہئے۔

اسلامی روزے کی بات ہی کچھ اور ہے

بی جے پی کے ایک ہندو دانشور کا تبصرہ

بھارت کے مشہور سیاسی مبصر سدھیندر کلکرنی نے (انڈین ایکسپریس (ستمبر 2010ء) عکس رمضان کے عنوان سے اپنے ایک تبصرے میں لکھا'اگر ہم سیاسی افطار پارٹیوں سے قطع نظر کر کے دیکھیں تو رمضان کے روزوں کا یہ عمل ہمیں زندگی میں سادگی، کفایت شعاری، ضبط وتحمل اور روحانیت کی ترغیب دیتا ہے۔

مضمون کے آغاز میں سدھیندر کلکرنی نے بتایا ہے کہ آج کل وہ صبح چار بجے نیند سے بیدار ہو جاتے ہیں کہ روحانی سکون کے حصول اور کام کے لئے یہ بہترین وقت ہے۔ آج کل رمضان کا مقدس مہینہ ہونے کی وجہ سے یہ لطف دوبالا ہو جاتا ہے جب پڑوس میں مسلمان اٹھ کر روزے کی تیاری میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ میں دور سے اس ناقابل یقین ماحول کا نظارہ کرتا ہوں۔ روحانیت وسکون قلب کے حصول اور اندر کی پاکی وصفائی کے لئے فاسٹنگ کا تصور یوں تو بیشتر مذاہب میں موجود ہے، لیکن اسلامی روزے کی بات ہی کچھ اور ہے۔ روزے اور عبادت کا یہ عمل انتہائی منظم وموثر طریقے سے جس میں ایک پوری ملت شامل ہوتی ہے اور وہ بھی عالمی سطح پر، صرف اسلام ہی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اسلامی روزہ درحقیقت ضبط نفس، خود احتسابی اور زندگی کی سادگی کا بہترین ذریعہ ہے۔ سدھیندر کے مطابق ماہ رمضان میں مساجد سے آنے والی اذان کی آواز کا پیغام نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی ہے۔

سدھیندر کلکرنی کا تعلق اگرچہ بی جے پی سے ہے لیکن وہ ایک بے لاگ مبصر ہیں۔ حالات حاضرہ اور سیاسی مسائل پر آزادانہ اظہار خیال کرتے ہیں۔ چند سال قبل اپنے ایک پرائیویٹ مقالے میں انھوں نے اپنی پارٹی کو مسلمانوں کے تعلق سے اپنے رویے پر نظر ثانی کا مشورہ دے کر پارٹی کے اندر ہلچل پیدا کر دی تھی۔

تفسیر القرآن

سورۃ الاعراف کی تشریح و تفسیر

از: ابوعمر عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ

عذاب کو جھٹلانے والے

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿59﴾ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿60﴾

ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا' اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو' اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں۔ مجھے تمہارے لئے ایک بڑے عذاب کے دن کا اندیشہ ہے۔ ان کی قوم کے بڑے لوگوں نے کہا کہ ہم تمہیں صریح غلطی میں دیکھتے ہیں۔ (الاعراف 59-60)

تفسیر: سورۃ کے آغاز میں ابوالبشر آدم علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے مذکور ہوا اور گزشتہ آیۃ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کا تذکرہ تھا کہ وہ دلوں کے لئے ایسے ہوتی ہے جیسے زمین کے لئے بارش پس وہ دل وحی الٰہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں وہ اس زمین کی طرح ہیں جو بارش سے سیراب ہو کر ثمر آور (مفید) اور بارونق ہو جاتی ہے اور وہ دل جو وحی الٰہی سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور اس پر ایمان نہیں لاتے اور اس پر عمل نہیں کرتے وہ اس زمین کی طرح ہیں جو بارش سے فائدہ نہیں اٹھاتی اور اس سے کم اور بے فائدہ کھیتی اور پودے اگتے ہیں

اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی دے کر بھیجے گئے انبیاء ورسل علیہم السلام میں سے چھ (نوح' ہود' صالح' لوط' شعیب اور موسیٰ علیہم السلام) کا تذکرہ اور ان کی اقوام کے واقعات کا بیان شروع ہو رہا ہے جس کے دو بڑے مقصد ہیں۔ 1۔ رسول اللہ ﷺ کو تسلی وحوصلہ دینا کہ آپ ﷺ سے پہلے بھی بہت سے انبیاء ورسل علیہم السلام آئے ان کو بھی اپنی اقوام کی طرف سے ذہنی وجسمانی مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا دین پہنچانے میں صبر واستقامت سے کام لیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آ گیا اور انبیاء و رسل علیہم السلام اور ان پر ایمان لانے والے کامیاب و کامران ہو گئے اور ان کی مخالفت کرنے والے اور ان کو پریشان کرنے والے ذلت وناکامی سے دوچار ہو گئے لہٰذا اے رسول ﷺ آپ ﷺ بھی پہلے انبیاء ورسل علیہم السلام کی طرح صبر واستقامت کا مظاہرہ کریں۔ بالآخر آپ ﷺ کامیاب و کامران ہوں گے اور آپ کے دشمنوں اور مخالفین کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا جیسا کہ فرمایا

وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ

اور ہم انبیاء کی خبروں میں سے ہر خبر آپ ﷺ کو اس لئے سناتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے آپ (ﷺ) کے دل کو مضبوط کر دیں اور تیرے پاس ان میں سچی ہدایت اور مومنین کے لئے وعظ اور نصیحت کی بات پہنچ چکی ہے۔ (ہود: 120) اور دوسرا مقصد انبیاء ورسل علیہم السلام اور ان کی اقوام کے قصص بیان کرنے سے کفار مکہ ومشرکین کے لئے وعید اور تہدید ہے کہ اگر تم دعوت اسلام کو قبول نہیں کرتے اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ودشمنی میں اصرار کرتے ہو تو جیسے پہلے انبیاء ورسل علیہم السلام غالب اور کامیاب وکامران ہوئے اور ان کی اقوام ناکام ومغلوب ہوئیں اس طرح محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ غالب کرے گا اور تمہیں ناکام ومغلوب کرے گا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کیا انہوں نے زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا وہ ان سے بہت زیادہ توانا اور طاقتور تھے اور انہوں نے (بھی) زمین بوئی جوتی تھی اور ان سے زیادہ آباد کی تھی اور ان کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تھے یہ تو ناممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا لیکن (دراصل) وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے پھر آخر برا کرنے والوں کا بہت ہی برا انجام ہوا

اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ (الروم 10'9)

اور فرمایا کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام نہیں دیکھا جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے قوت میں سخت اور زمین میں انہوں نے بہت سی یادگاریں چھوڑی تھیں ان کی کمائی نے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ پہنچایا۔ (مومن 82)

اور فرمایا: اور ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی ہماری باتوں کو جھٹلایا تھا اور انہیں ہم نے جو دے رکھا تھا یہ تو اس کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے ہیں۔ پس انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا پھر دیکھ کہ میرا عذاب کیسا سخت تھا۔ (سبا۔45)

اور فرمایا= ہم نے کئی ایک بستیوں کو جو طاقت میں تیری اس بستی سے زیادہ تھیں جس نے تجھے نکالا ہم نے انہیں ہلاک کر دیا پس ان کے لئے کوئی مددگار نہ تھا۔ (محمد 13)

ان چھ انبیاء ورسل ﷺ میں سے سب سے پہلا قصہ شیخ المرسلین سیدنا نوح علیہ السلام کا ہے جو سب سے پہلے رسول ہیں۔ انہوں نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال اللہ کی طرف بلایا ان کا اسم گرامی قرآن مجید میں 43 جگہ مذکور ہے اور ان کا تفصیلی تذکرہ سورۃ اعراف، ہود، مومنون، شعراء، قمر اور سورہ نوح (جو ان کے نام سے منسوب ہے) میں ہے۔ ان سب سورتوں میں سیدنا نوح علیہ السلام کی بعثت و رسالت اور ان کی دعوت کا طریقہ اور ان کی قوم کا انکار و تکذیب اور تکبر و عناد اور نافرمانی و ہٹ دھرمی اور ان کی طرف سے سیدنا نوح علیہ السلام کو پہنچنے والی تکالیف و ایذائیں اور اس کی پاداش میں ان پر بارشوں اور سیلاب و طوفان کی شکل میں آنے والے عذاب کا بیان ہے۔ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ پہلے دنیا میں توحید تھی شرک لوگوں میں آہستہ آہستہ آیا وہ اس طرح کہ شیطان نے لوگوں کو بہکانے کے لئے کہا کہ تمہارے بڑے تو بہت نیک ہوا کرتے تھے تم تو ان کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہیں کرتے لہٰذا ان کی تصویریں اور مورتیاں گھروں اور بازاروں اور چوراہوں میں لٹکاؤ تا کہ ان کو دیکھ کر تمہیں عبادت اور اعمال صالحہ کا شوق پیدا ہو پھر دوسری نسل سے کہا کہ عبادت اور اعمال ان کے پاس بیٹھ کر اور ان کے قرب میں کیا کرو تا کہ تمہاری عبادت اور نیکیوں میں ان بزرگوں کی برکت و تبرک شامل ہو اس طرح تمہارے اعمال جلد قبول ہوں گے۔ تیسری نسل کے پاس آیا کہ تمہارے بڑے ان کی ہی پوجا کرتے تھے چنانچہ لوگوں نے ان نیک لوگوں اور بزرگوں وڈ' سواع' یغوث' یعوق اور نسر کے نام پر مجسمے اور مورتیاں بنا کر ان کی عبادت و پرستش شروع کر دی پھر انہی نیک نام لوگوں کی تصویریں اور بت اہل عرب کو منتقل ہوئے۔ قرآن کے نزول کے وقت مشرکین عرب ان کی ہی پوجا کرتے تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قبائل کا ذکر کر کے بتایا کہ فلاں قبیلہ فلاں بزرگ کے بت اور فلاں قبیلہ فلاں بزرگ کی تصویر کی پرستش کرتا تھا۔ (بخاری شریف کتاب التفسیر سورہ نوح کی تفسیر)

لہٰذا جب لوگوں کا شرک حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لئے نوح علیہ السلام کو بھیجا تا کہ پھر سے انہیں ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیں چنانچہ ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم تم لوگ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں اگر تم شرک کی روش سے باز نہ آئے تو میں تمہارے بارے میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ لیکن ان کی قوم نے دعوت توحید کو قبول نہیں کیا اور اپنے پانچ فوت شدہ بزرگوں (وڈ' سواع' یغوث' یعوق' نسر) کے مجسموں کو پوجتے رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس مشرکانہ روش کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اور انہوں نے کہا کہ ہرگز اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑنا اور نہ ہی وڈ' سواع' یغوث' یعوق' نسر کو چھوڑنا۔ (نوح 23)

یہ دعوت توحید (الوہیت و عبادت) جو نوح علیہ السلام نے پیش کی سب انبیاء و رسل علیہم السلام کی دعوت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا=

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ

تجھ سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی ہم نے نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔ (الانبیاء25)

اور فرمایا= کہ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں (طاغوت) سے بچو۔ (النحل 36)

اور فرمایا: اور ہمارے ان نبیوں سے پوچھو جنہیں ہم نے آپؐ سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے رحمان کے علاوہ کوئی اور معبود مقرر کئے تھے جن کی عبادت کی جائے۔ (الزخرف 45)

اور جیسا کہ اس سورت (اعراف) ہود اور شعراء میں نوح' ہود' صالح' شعیب' لوط اور دوسرے انبیاء ورسل علیہم السلام کے متعلق تفصیلی طور پر بیان ہے کہ ان سب کی دعوت توحید الوہیت و عبادت تھی یعنی ایک اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی عبادت' زبانی بدنی' مالی کا مستحق ہے اور کوئی نہیں۔ لہٰذا حمد و ثنا اور ذکر اسی کا کرنا چاہئے اور خشوع خضوع اور تضرع و گریہ زاری اور قیام و رکوع و سجدہ اسی کے لئے ہونا چاہئے اور نذر و نیاز منتیں و چڑھاوے صرف اسی کے لئے ہونے چاہئیں اور مصائب و مشکلات میں صرف اسی کو سورنا پکارنا چاہئے کیونکہ مشکل کشا اور حاجت روا اور داتا و دستگیر صرف وہی ہے باقی سب بڑے چھوٹے اور زندہ و مردہ اسی کے محتاج ہیں۔ اس دعوت الوہیت و عبادت کے دو جزء ہیں۔ جن دونوں کا بجالانا ضروری ہے۔ 1۔ نفی' 2۔ اثبات نفی سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب کے مشکل کشا ہونے کا انکار کیا جائے اور اثبات سے مراد ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ کے معبود و مشکل کشا ہونے کا اقرار کیا جائے۔ کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ کا یہی مفہوم ہے کہ جب تک یہ دونوں نفی و اثبات نہ ہوں تو نہ اسلام ہے نہ ایمان اور نہ کلمہ اور نہ توحید۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج کل اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے لئے تمام عبادات' قیام رکوع' وسجدہ' نذر و نیاز' سورنا پکارنا' مشکل کشائی و حاجت روائی کروانا' نفع دینے والا اور رازق ماننا وغیرہ ثابت کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے نفی نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انبیاء ورسل علیہم السلام اور اولیائے کرام اور قبور و مزارات والوں کو بھی قیام و سجدہ نذر و نیاز سورنے پکارنے کے لائق اور مشکل کشا و حاجت روا وغیرہ مانتے ہیں۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں کے تکبر و عناد اور خود ہٹ دھرمی کا ذکر کیا کہ جب سیدنا نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی دعوت دی اور اس کی توحید کی طرف بلایا تو ان سرداروں نے اپنے نبی ورسول کی مخالفت و گستاخی کرتے ہوئے ان کو کہا کہ ہم تو تمہیں گمراہ اور واضح غلطی پر دیکھتے ہیں۔ شرک اسی طرح انسانی عقل کو ماؤف کر دیتا ہے کہ انسان کو ہدایت گمراہی اور گمراہی ہدایت نظر آتی ہے۔ اس لئے سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے بھی انہیں دعوت توحید پیش کرنے پر گمراہ اور غلط راہ پر چلنے والا کہا ہر دور کے مشرکوں اور فاسقوں و فاجروں کا یہی حال رہا ہے کہ وہ نیک لوگوں کو بیوقوف اور گمراہ سمجھتے رہے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ

اور جب یہ (گمراہ لوگ) انہیں (نیک لوگوں) کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ لوگ گمراہ ہیں۔ (مطففین 32)

اور فرمایا: اور کافروں نے ایمان داروں کی نسبت کہا کہ یہ (دین) بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت کرنے نہ پاتے۔ (احقاف 11)

فوائد

1۔ رسول اللہ ﷺ نبی و رسول ہیں جیسے نوح علیہ السلام نبی و رسول تھے۔

2۔ توحید الوہیت و عبادت کا اثبات۔

3۔ قیامت کے عذاب کا اثبات

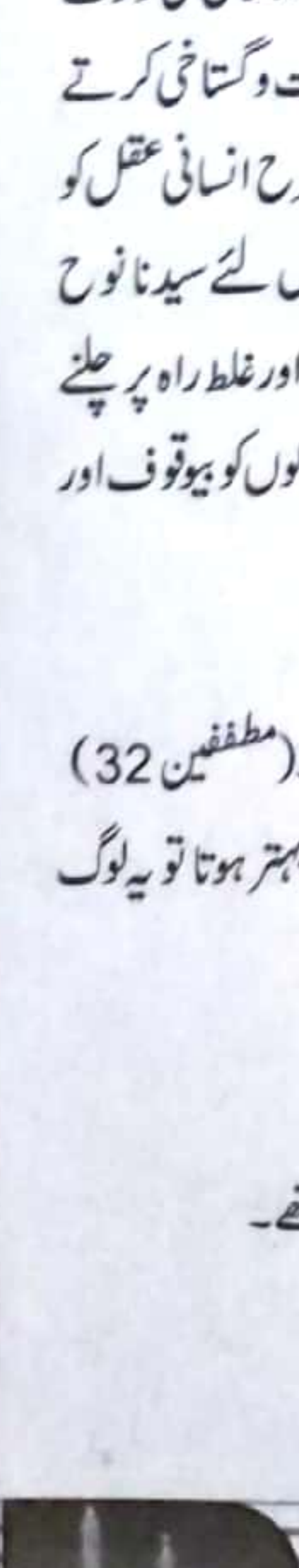

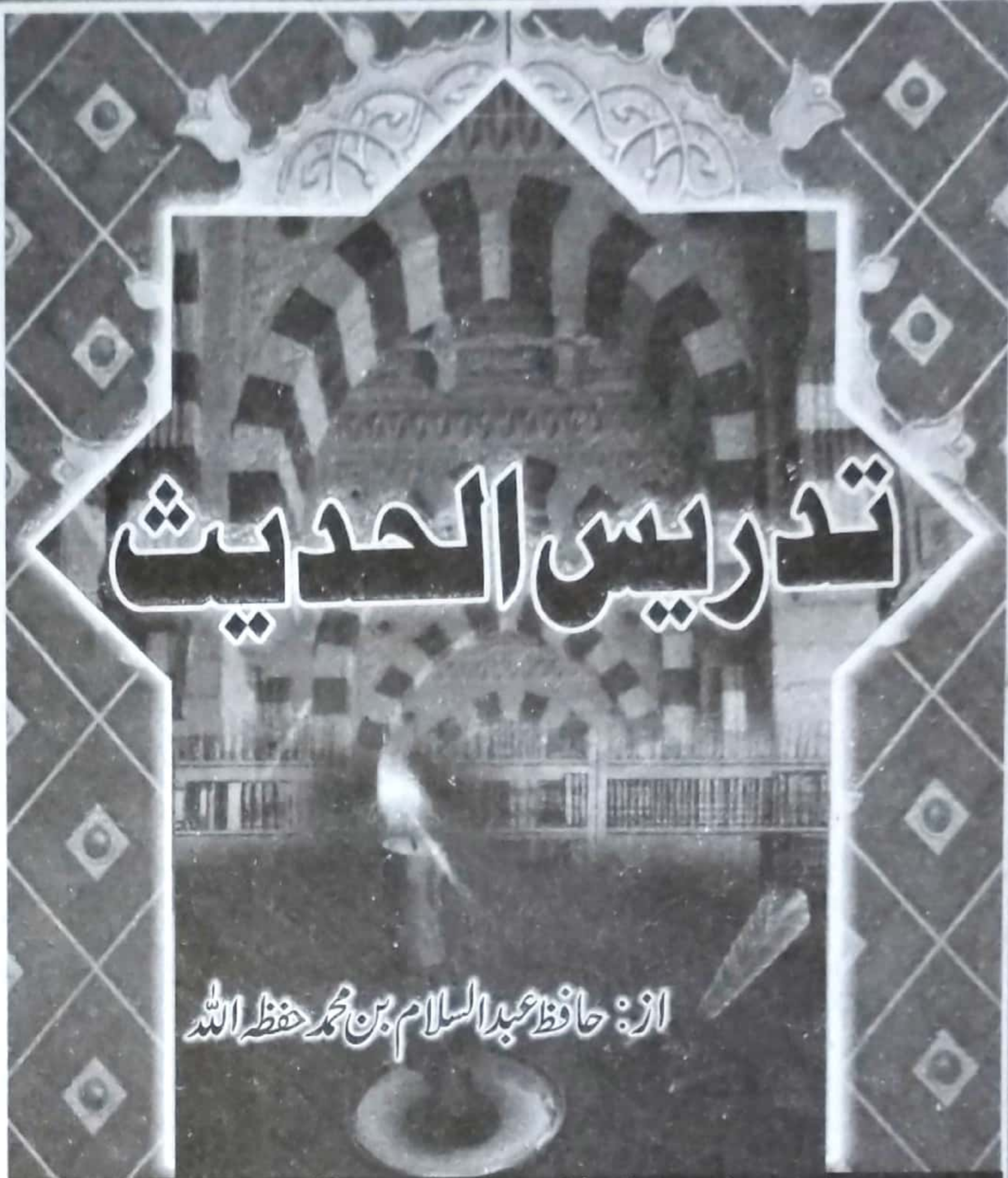

بلوغ المرام کی کتاب الجامع کی تشریح

قرض اور دشمن کے غلبے سے پناہ کی دعا

۲۱/۱۴۷۰۔ ((وَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الْعَدُوِّ، وَشَمَاتَةِ الْأَعْدَآءِ)) [رَوَاهُ النَّسَائِيُّ، وَ صَحَّحَهُ الْحَاكِمُ]

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے: "اے اللہ! یقیناً میں قرض کے غالب آجانے سے اور دشمن کے غالب آجانے سے اور دشمنوں کے میرے نقصان پر خوش ہونے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔" (اسے نسائی نے روایت کیا اور حاکم نے صحیح کہا ہے)

تخریج: [صحیح] نسائی: ۲۶۵/۸، ۲۶۸۔ حاکم: ۵۳۱/۱۔ دیکھیے تحفۃ الاشراف: ۳۵۴/۶۔ مزید دیکھیے، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۱۵۴۱]

فوائد:

۱۔ غلبۂ قرض:

یہ حدیث اس بات کے منافی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرض لے لیا کرتے تھے بلکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ تیس صاع جو کے عوض گروی رکھی ہوئی تھی۔ [بخاری، الجہاد: ۸۹] کیونکہ یہ قرض کا غالب آجانا نہیں بلکہ آپؐ اسے ادا کرسکتے تھے، غالب آنے سے مراد یہ ہے کہ ایسا قرض چڑھ جائے جسے اتارنا آدمی کی طاقت سے باہر ہو، اس لیے ایسا قرض لینا جسے ادا کرنا آدمی کی طاقت سے ہی باہر ہو جائز نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيْدُ أَدَآءَهَا أَدَّى اللّٰهُ عَنْهُ وَ مَنْ أَخَذَ يُرِيْدُ إِتْلَافَهَا أَتْلَفَهُ اللّٰهُ)) [بخاری۔ الاستقراض: ۲]

"جو شخص لوگوں کے مال اس نیت سے لے کہ انھیں ادا کردے گا' اللہ تعالیٰ انھیں اس کی طرف سے ادا کردے گا اور جو شخص انھیں ضائع کرنے کی نیت سے لے گا' اللہ تعالیٰ اسے ضائع کرے گا۔"

حقیقت یہ ہے کہ قرض خصوصاً جس کا ادا کرنا بس سے باہر ہو' سراسر رنج و غم ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَأْثَمْ اور مَغْرَمْ (گناہ اور قرض) سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپؐ قرض سے کس قدر کثرت سے پناہ طلب کرتے ہیں تو فرمایا:

((إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ وَ وَعَدَ فَأَخْلَفَ))

"یعنی آدمی جب مقروض ہوتا ہے تو بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کرتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کرتا ہے۔" [بخاری۔ الاذان: ۱۴۹]

۲۔ دشمن کا غلبہ:

دشمن کے غلبے سے پناہ مانگیں کیونکہ اس سے بڑی ذلت کوئی نہیں، دشمن غالب آگیا تو نہ جان محفوظ، نہ مال، نہ عزت و آبرو، نہ عقیدۂ اسلام' غرض یہ سب سے بڑی ذلت ہے، جو انسان پر مسلط ہوتی ہے۔ آج فلسطین، اریٹیریا، کشمیر، سنکیانگ، فلپائن، بوسنیا، چیچنیا، گووا، کمبوڈیا اور دنیا کے دوسرے خطوں میں کفار مسلمانوں پر غالب ہیں اور مسلمانوں پر بدترین ذلت مسلط ہے، اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو عزت اور غلبہ عطا فرمائے اور انھیں دشمنوں کے غلبہ سے نجات عطا فرمائے۔ آمین

۳۔ شماتة اعداء:

کسی نقصان پر دل کو اتنی تکلیف شاید ہی ہوتی ہے جتنی اس بات پر ہوتی ہے کہ ہمارا دشمن ہمارے اس نقصان پر خوش ہے۔ اس لیے ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَاءَ ﴾ ''دشمنوں کو میری وجہ سے خوشی کا موقع نہ دے۔'' (الاعراف:150)

اسم اعظم

۲۲/۱۴۷۱۔ ((وَ عَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَقُولُ : اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَقَدْ سَأَلَ اللّٰهَ بِاسْمِهِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أَعْطَى، وَ إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ)) [أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ، وَ صَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ]

''بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''اے اللہ! یقیناً میں تجھ سے اس واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ میں یقین سے اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ بلا شبہ صرف تو ہی اللہ ہے، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو ایک ہے، بے نیاز ہے، جس نے نہ کسی کو جنا نہ وہ جنا گیا اور نہ ہی کوئی اس کا ہم سر ہے۔'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً اس نے اللہ سے اس کے اس نام کے ساتھ دعا کی ہے کہ جب اس کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے تو وہ دیتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے دعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔'' (اسے چاروں نے روایت کیا اور اسے ابن حبان نے صحیح کہا)

تخریج :[صحیح۔ ابوداؤد : ۱۴۹۳۔ ترمذی : ۳۴۷۵۔ نسائی۔ ابن ماجه : ۳۸۵۷۔ ابن حبان :۸۹۲/۳۔ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح ابن ماجہ:۳۱۱۱]

مفردات:

اَلْاَحَدُ ہر لحاظ سے ایک، رب ہونے میں، الٰہ ہونے میں، اپنی ذات میں اور اپنی تمام صفات میں، اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا بھی اس کی صفات کمال میں سے ایک بنیادی صفت ہے۔

اَلصَّمَدُ اس سردار کو کہتے ہیں جس کی طرف ضرورتوں کے لیے قصد کیا جائے، وہ ذات جس میں یہ صفت پوری طرح پائی جاتی ہے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، کیونکہ تمام مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہیں، سب سے بے نیاز ہے۔

لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُولَدْ، اس نے کسی کو نہیں جنا، کوئی اس کی اولاد نہیں، جیسا کہ یہودی عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور جس طرح بعض نادان مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نور سے نور قرار دیتے ہیں کیونکہ اگر اس کی اولاد ہو یا اس کے نور سے نور جدا ہونے لگے تو وہ نہ ایک رہتا ہے نہ بے مثل، پھر کئی معبودوں کا ہونا لازم آتا ہے۔

نہ وہ کسی کی اولاد ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو پیدا ہونے سے پہلے اس کا نہ ہونا لازم آتا ہے حالانکہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

كُفُوًا برابر کا جوڑ، ہم سر، اللہ تعالیٰ کا کوئی ہم سر نہیں، کوئی اس کا جوڑا نہیں۔

فوائد:

۱۔ اس دعا میں اللہ تعالیٰ سے اس کے ذاتی نام ''اللہ'' کے ساتھ دعا کی گئی ہے جس میں تمام صفات خود بخود آ جاتی ہیں، اس کے ساتھ صفات میں سے ان صفات کے واسطے سے دعا کی گئی ہے، جو اللہ کی توحید پر دلالت کرنے میں سب سے اونچا درجہ رکھتی ہیں، اس میں پہلی صفت ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ﴾ دوسری ﴿ الْاَحَدُ ﴾ تیسری ﴿ الصَّمَدُ چوتھی ﴿ لَمْ يَلِدْ ﴾ پانچویں ﴿ وَ لَمْ يُولَدْ ﴾ چھٹی ﴿ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾، ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ﴾ کلمہ توحید ہے جو افضل الذکر ہے، اس کے بعد والی تمام صفات سورۂ اخلاص میں سے لی گئی ہیں، جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ قرآن کے تہائی کے برابر ہے۔'' [مسلم، صلاة المسافرين : ٤٥]

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کے واسطے سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے: ﴿ وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ [الأعراف: ١٨٠] اس دعا میں اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور صفاتی اسماء کے واسطے سے دعا کی گئی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ ساتھ اس دعا میں اس چیز کا واسطہ بھی پیش کیا گیا ہے کہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے، الخ۔ یہ شہادت خود ایک صالح ترین عمل ہے اور اپنے صالح عمل کے واسطے سے دعا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ثابت ہے، جس طرح سورۂ فاتحہ میں ہے: ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ اپنی عبادت کو دعا کے لیے بطور واسطہ پیش کیا پھر مدد کی درخواست کی۔ غار میں پھنس جانے والے تینوں آدمیوں نے بھی اپنے اپنے خالص اعمال کے واسطے سے دعا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ (بخاری)

۳۔ اس دعا میں اللہ تعالیٰ کی جو صفات بیان ہوئی ہیں اگر قبروں کی پوجا کرنے والے اور مخلوق کو مصیبت میں پکارنے والے ان صفات پر غور کر لیں تو کبھی مخلوق سے سوال نہ کریں کیونکہ وہ تو خود محتاج ہیں صرف ایک ہستی ہے جو کسی کی محتاج نہیں۔

۴۔ اللہ کا وہ نام جس کے ساتھ سوال کیا جائے تو وہ دیتا ہے اور دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے، کون سا ہے؟ بعض احادیث میں اسے اسم اعظم بھی کہا گیا ہے، علماء کا اس میں اختلاف ہے، اسے واضح طور پر اس لیے بیان نہیں کیا گیا تاکہ لوگ اس کی تلاش میں اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء کے واسطے سے دعا کریں اور زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہیں جیسا کہ لیلۃ القدر، جمعہ کے دن کی اور ہر رات میں قبولیت کی گھڑی بھی مبہم رکھی گئی۔

۵۔ اکثر علماء کا خیال ہے وہ اسم ''اللہ'' ہے کیونکہ اس میں تمام صفات آ جاتی ہیں۔ سیوطی نے علماء کے چالیس کے قریب اقوال ایک رسالے میں جمع کیے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسم اعظم کے متعلق سند کے لحاظ سے یہ حدیث سب سے راجح ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمیں اپنی دعائیں اس عظیم الشان کلمہ کے ساتھ آراستہ کرنی چاہییں تاکہ انھیں قبولیت کا شرف حاصل ہو جائے۔

عیدالفطر کے بعد سندھ میں بارشوں سے پیدا ہونے والا منہ زور سیلاب زوروں پر تھا۔ ادھر مجلّہ بھی بالکل سر پر تھا اور بحکم امیر محترم اسے لیٹ کرنے کی کوئی گنجائش ایک عرصے سے ختم تھی اور ہم بھی امیر محترم کی توقع سے زیادہ بحمداللہ اس کی پابندی کر رہے تھے۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ اس بار تو جماعۃ الدعوۃ سندھ کے جو بھائی اور ذمہ داران فیلڈ میں کام کر رہے ہیں ان سے ہی حالات اور کام کی پوری رپورٹ حاصل کر کے فوری طور پر مجلّہ میں دے دی جائے اور اگلے مجلّہ کے لیے خود دورہ کر کے اپنی آنکھوں سے حالات دیکھ کر رپورٹ قلم بند کی جائے۔

بھائی قاسم حمدان نے فیلڈ میں کام کرنے والے جانثار ساتھیوں سے جو رپورٹیں حاصل کیں، وہ بڑی المناک، ایمان افروز اور چشم کشا تھیں۔ حقیقتاً اس رپورٹ کی صورت میں سندھ کے تمام حالات کا خلاصہ تو آ چکا تھا لیکن وہ جو کہتے ہیں، خود آنکھوں سے دیکھ کر بیان کرنے کا معاملہ ہی اور ہوتا ہے۔ علم الیقین اور حق الیقین کا درجہ اپنی جگہ لیکن عین الیقین کا درجہ یقیناً سب سے اوپر ہے۔

مدیر مجلہ کا تفصیلی دورۂ سندھ
آنکھوں دیکھے دردناک
اور ایمان افروز احوال

سندھ میں طوفانی سیلاب
اور FIF کا تاریخی ریلیف ورک

اڑھائی ماہ گذرنے کے باوجود مین سڑکوں کے سوا اکثر شہر، قصبے اور گوٹھ پانی میں گھرے ہوئے

ابراہیم علیہ السلام کے یقین وایمان میں بھلا کس کو کوئی شک ہو سکتا ہے لیکن وہ بھی پروردگار سے مطالبہ کر بیٹھے کہ مجھے ایک بار تو دکھا دو۔

كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى. [البقرہ:260]

''کہ تم مردوں کو کس طرح زندہ کرتے ہو؟''

چنانچہ اسی عین الیقین کے لیے گزشتہ مجلّہ جونہی ختم ہوا، دورۂ سندھ کی تیاری شروع کر دی۔ ایک دو دن کے لیے ملتان گیا۔ جہاں ہمشیرہ کی آنکھوں کا آپریشن کرانا تھا۔ آپریشن بحمداللہ کامیابی سے ہو گیا۔ تیسرے دن انہوں نے ڈسچارج ہونا تھا اور اسی دن اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ فدوی خود زبردست بخار میں مبتلا ہو گیا اور پورے آٹھ دس دن کے لیے ایسا صاحب فراش ہوا کہ بستر سے اٹھنا بھی مشکل ہو گیا۔ اگرچہ علامات اور رپورٹوں سے یہ ڈینگی ثابت نہ ہوا۔ تاہم اس بخار سے جو نقاہت ہوئی، اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔

قانون فطرت ہے کہ ہر چیز کو عروج کے بعد زوال ہے۔ وہی لوگ جو کل سینکڑوں ایکڑ کے مالک تھے آج روٹی کے لقمے اور صاف پانی کی ایک ایک بوند کو ترس رہے ہیں۔ حالات بدلتے دیر نہیں لگتی۔ سچ فرمایا رب کبریا نے ''وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ (آل

مصیبت زدگان کی مدد......

شریعت کی نظر میں

عمران) یہ تو دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں۔

محترم قارئین! آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کے بہت سے لوگ اس وقت مختلف مصائب وآلام میں بری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔ کسی کو کرپشن کے چکر میں پیسا جارہا ہے تو کہیں سیلابی ریلے تلے اضلاع کے اضلاع اور گاؤں کے گاؤں دب چکے ہیں اور دبتے جارہے ہیں، جانی نقصان ہونے کے ساتھ ساتھ مالی تباہیاں تشویشناک حدوں کو چھو رہی ہیں شاید ہی اس سے قبل تاریخ پاکستان میں اس قدر نقصان ہوا ہو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمیں ان متاثرہ لوگوں کی فکر کس حد تک ہے۔ اللہ نہ کرے اگر یہی مصیبت مجھ پر آن پڑے تو میری کیا حالت ہوگی اور میری نظریں کن لوگوں کو تک رہی ہوں گی جبکہ سندھ میں سیلاب سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ہمارے بھائی اور بہنیں کھلے آسمان کے نیچے بے سروسامانی کے عالم میں ہماری امداد کے منتظر ہیں۔ اس کٹھن گھڑی میں امتحان ان کا بھی ہے اور ہمارا بھی۔ ملک کی سیلابی صورت حال کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ میڈیا اور جرائد و رسائل

مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ (مسلم)

جو شخص کسی مسلم سے دنیا کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کی تنگیوں میں سے کوئی تنگی دور کرے گا اور جو شخص کسی تنگدست پر آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا اور جو شخص کسی مسلم پر پردہ ڈالے گا، اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں پردہ ڈالے گا اور اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد

☆......قیامت کے دن یہ سوال کہیں آپ سے ہی نہ ہو کہ اے میرے بندے تو نے مجھے کھانا کھلایا نہ پانی پلایا۔

کے ذریعے آپ سب جان چکے۔ مزید آپ کو بتلانے نہیں بلکہ جگانے کی ضرورت ہے کیونکہ میرے سامنے پیارے رسول ﷺ کی وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ (مسلم)

جس نے کسی خیر کے کام پر کسی دوسرے کی رہنمائی کر دی تو اس کو بھی وہی اجر ملے گا جو اس خیر کا کام کرنے والے کو ملے گا۔

اس حدیث کے پیش نظر چند باتیں آپ کے گوش گزار کر رہا ہوں کیونکہ ہم میں سے ہر شخص یہ پسند کرتا ہے کہ روز قیامت اس کا نامۂ اعمال نیکیوں سے بھرا ہو تو پھر اٹھیے اب وقت ہے کہ اپنے نامۂ اعمال کو نیکیوں سے بھر لیں اور اپنی آخرت کی تکالیف اور سختیوں کو ختم کر لیں۔

میں رہتا ہے۔

یہ یقینی بات ہے کہ آخرت میں تکالیف اور تنگیاں ہی تنگیاں ہیں۔ اگر آج ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ موقعہ فراہم کیا ہے کہ ہم ان مبتلائے مصیبت لوگوں کی دنیا سے تنگیوں کو ختم کر دیں تو مقابلے میں اللہ تعالیٰ ہماری آخرت کی تنگیاں ختم کر دیں گے تو یہ بڑا ہی فائدہ مند سودا ہے۔ مسلمان کی دنیا کی تنگیاں کئی قسم کی ہو سکتی ہیں جنہیں دور کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے مثلاً اگر اسے مال کی تنگی درپیش ہے تو اگر ہو سکے تو اپنے پاس سے مال دے کر اسے دور کرے۔ ایسے ہی اگر بھوک پیاس کی تنگی ہو تو کھانا کھلا کر اور پانی پلا کر تنگی دور کرے اور اپنے بھائی کا تعاون جس کام میں کر رہا ہوتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کے اپنے کاموں میں بھی اللہ کی مدد شامل ہوتی ہے۔ اگر چہ اللہ کی مدد کے بغیر آدمی

خدمتِ خلق

ابو قتادہ طارق مرکز طیبہ مریدکے

باقی صفحہ 53 پر

ڈینگی و سیلاب کی آفات اور اب امریکی حملے کا خطرہ

پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ کا ایک رہنما خطاب

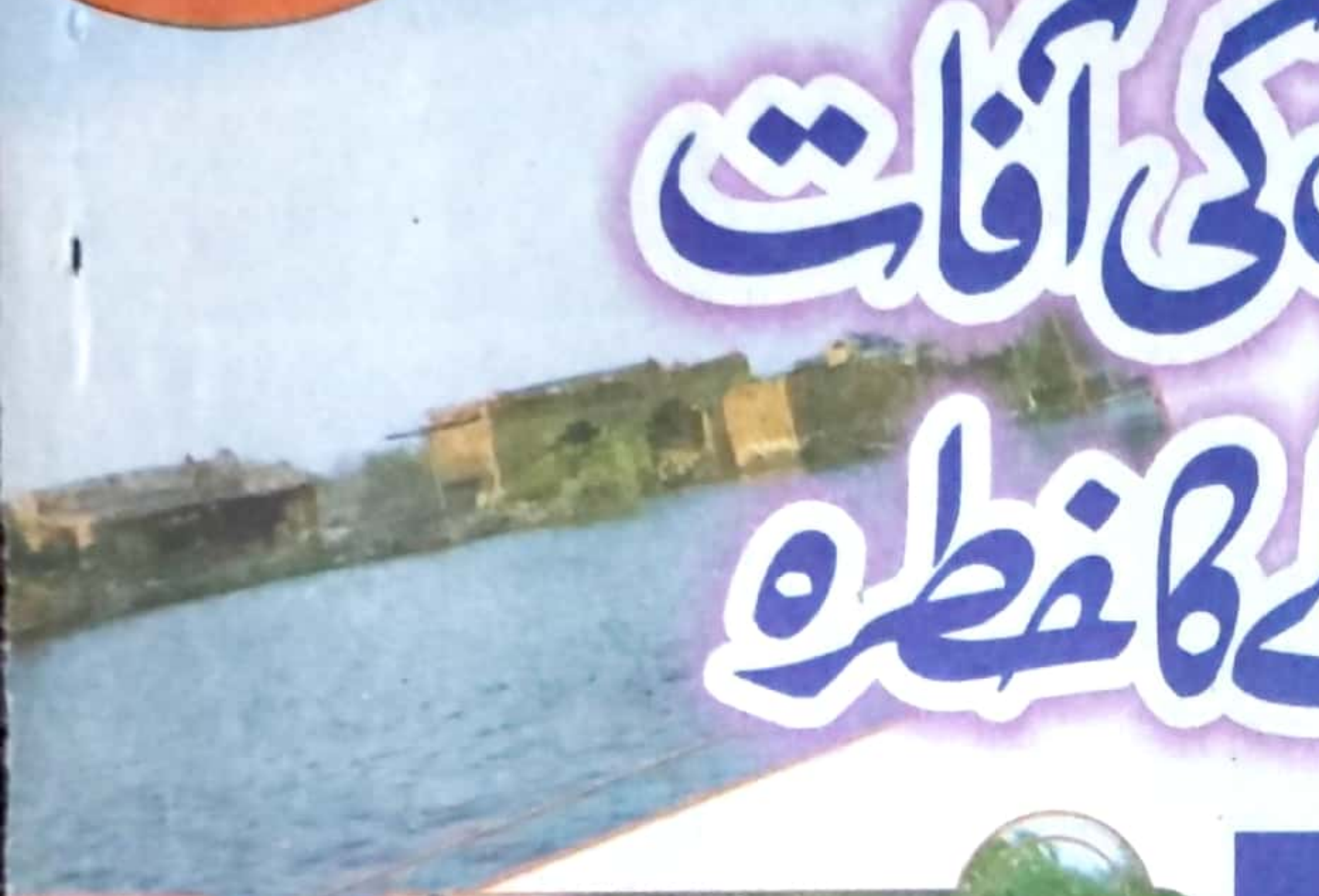

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا o يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا o إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا o وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهٗ يَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا o (الفرقان: 68 تا 71)

"اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو یہ کرے گا' اسے سخت گناہ ملے گا۔ اس کے لیے قیامت کے دن عذاب دگنا کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں ذلیل کیا ہوا رہے گا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور عمل کیا نیک تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو یقیناً وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، سچا رجوع کرنا۔"

اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کے لیے بہت شدید قسم کی پریشانیاں ہیں۔ ہر طرف سے دشمنانِ اسلام کے گھیرے' محاصرے' یلغاریں' خوفناک سازشیں اور خاص طور پر ہمارا یہ خطہ پاکستان' افغانستان اور ہندوستان کے اندر مسلم آبادیاں خصوصی طور پر کافروں کا ٹارگٹ ہیں۔ مسائل ہی مسائل ہیں اور اس کے باوجود ہماری کیفیت یہ نہیں بن رہی کہ ہم ان حالات میں اپنے اللہ کے سامنے جھک کر اللہ سے مدد مانگ کر سرخرو ہونے کی کوشش کریں' الٹا نافرمانیاں ہر آنے والے دن میں بڑھ رہی ہیں۔ خاص طور پر حکمرانوں کا کردار بڑا ہی بھیانک ہے۔ بڑے بڑے ذمہ داران و سیاستدان و تاجران جن کے ہاتھ میں وسائل اور اختیارات ہیں' لوگ ان کی باتیں سنتے اور ان کے قریب جمع ہوتے ہیں' نافرمانیوں میں یہ لوگ عام لوگوں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ جبکہ اللہ کی طرف سے پکڑ کی یہ کیفیت ہے کہ سیلاب سے پورا سندھ ڈوبا ہوا ہے۔ 24 میں سے 23 اضلاع متاثر ہیں۔ زندگی معطل ہے۔ نہ کھانے پینے کو کچھ مل رہا ہے' نہ سر چھپانے کو کوئی جگہ ہے۔ بڑے بڑے شہر جھیلیں بنے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ دوسری طرف لاہور اور پنجاب میں بھی ڈینگی کی زبردست وباء ہے۔ ہسپتالوں میں مریضوں کے لیے جگہ نہیں۔ اسی طرح قبائلی علاقے ڈرون حملوں کا شکار ہیں۔ کراچی میں اکثر قتل و غارت کا بازار گرم ہوتا ہے۔ غرض ہر جگہ' ہر شہر' ہر صوبہ کسی نئے ہی مسئلے سے دوچار نظر آتا ہے تو ان مصائب' مشکلات و پریشانیوں میں دیکھنا یہ ہے کہ ہمارا کرنے کا کام کیا ہے؟ منبر و محراب کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور علمائے امت کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

یہ بات بہت غور طلب ہے۔ حکومتیں جب گمراہ ہو جاتی ہیں' یقیناً پریشانیاں اس سے بڑھتی ہیں کیونکہ مسائل کے حل کی اصل ذمہ دار تو حکومت ہی ہے۔ اسلام میں حکومت کا تصور ہی یہ ہے کہ تمام انسانوں کو اللہ کی چوکھٹ پر جمع کرے اور جھکائے۔ نمازوں کا نظام قائم کرے' زکوٰۃ جس کے بارے فرمان ہے:

تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ. (بخاری)

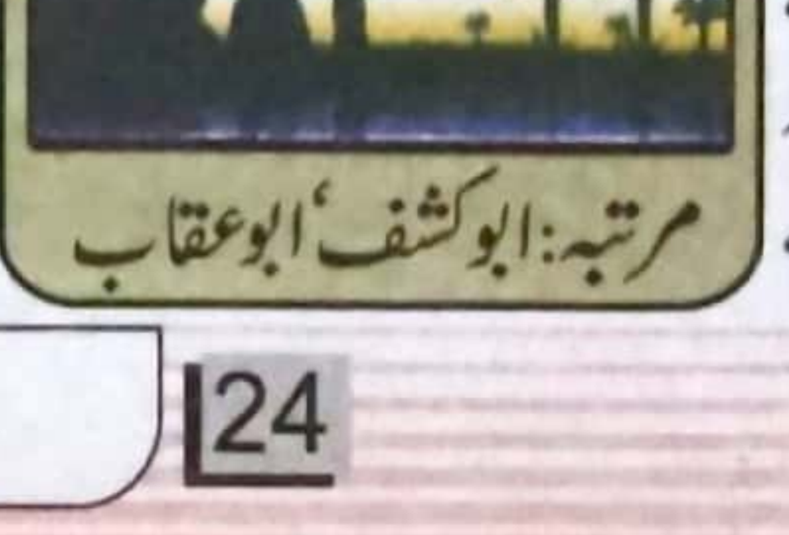

اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کر کے فقراء و مساکین اور ضرورت مندوں تک پہنچانا اور معاشرہ کو افراتفری سے بچانا' انصاف قائم کرنا' ضروریات کا خیال کرنا' اللہ کے دین کو قائم کرنا' اللہ کی حدوں کو جاری کرنا' اللہ کی نافرمانیوں کو ختم کرنا' منہیات و منکرات کو روک دینا' اللہ تعالیٰ کے

امت کا آپس میں افتراق، سیاسی ولسانی لڑائی جھگڑے بھی عذاب کا سبب ہے

احکامات پر خود عمل کرنا اور دوسروں سے عمل کروانا، یہ مسلم معاشرہ میں حکومت کی ذمہ داری ہے۔ حکومت بہت بڑا ادارہ ہے اور سب سے بڑی ذمہ داری اسی پر ہوتی ہے لیکن جب حالات یہ ہو جائیں کہ انہیں اپنی ذمہ داریوں کا علم ہی نہ ہو، کرپٹ اور بدمعاش قسم کے لوگ، عزتوں کے لٹیرے، مال کے لٹیرے حکومتوں میں آ کر بیٹھ جائیں تو پھر اللہ کا عذاب کیوں نہ آئے گا۔

سچی بات ہے کہ آج کی یہ ایسی حکومتیں بھی اللہ کے عذاب ہی کی ایک شکل ہیں۔ جب حکومتوں کے یہ حالات ہوں تو پھر اس منبر پہ کھڑا ہونے والے شخص کی ذمہ داری ہوتی ہے، نبی ﷺ کے مصلے پر کھڑا ہونے والے، نبی ﷺ کے نائب کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ امت کی صحیح رہنمائی کرے کیونکہ علمائے امت ورثائے انبیاء ہیں۔ یہ ان کا فرض ہے کہ وہ ذمہ داریوں کا صحیح معنوں میں احساس دلائیں۔ حکمرانوں اور عوام کو دعوت دیں بلکہ ہر طبقۂ عوام کو دعوت دیں۔ ہر مسئلے کو اس کی صحیح شکل میں بیان کرنا، پھر اس کا حل پیش کرنا، یہ ذمہ داری علماء کی ہے۔ اصلاح کی ذمہ داری علماء کی ہے۔

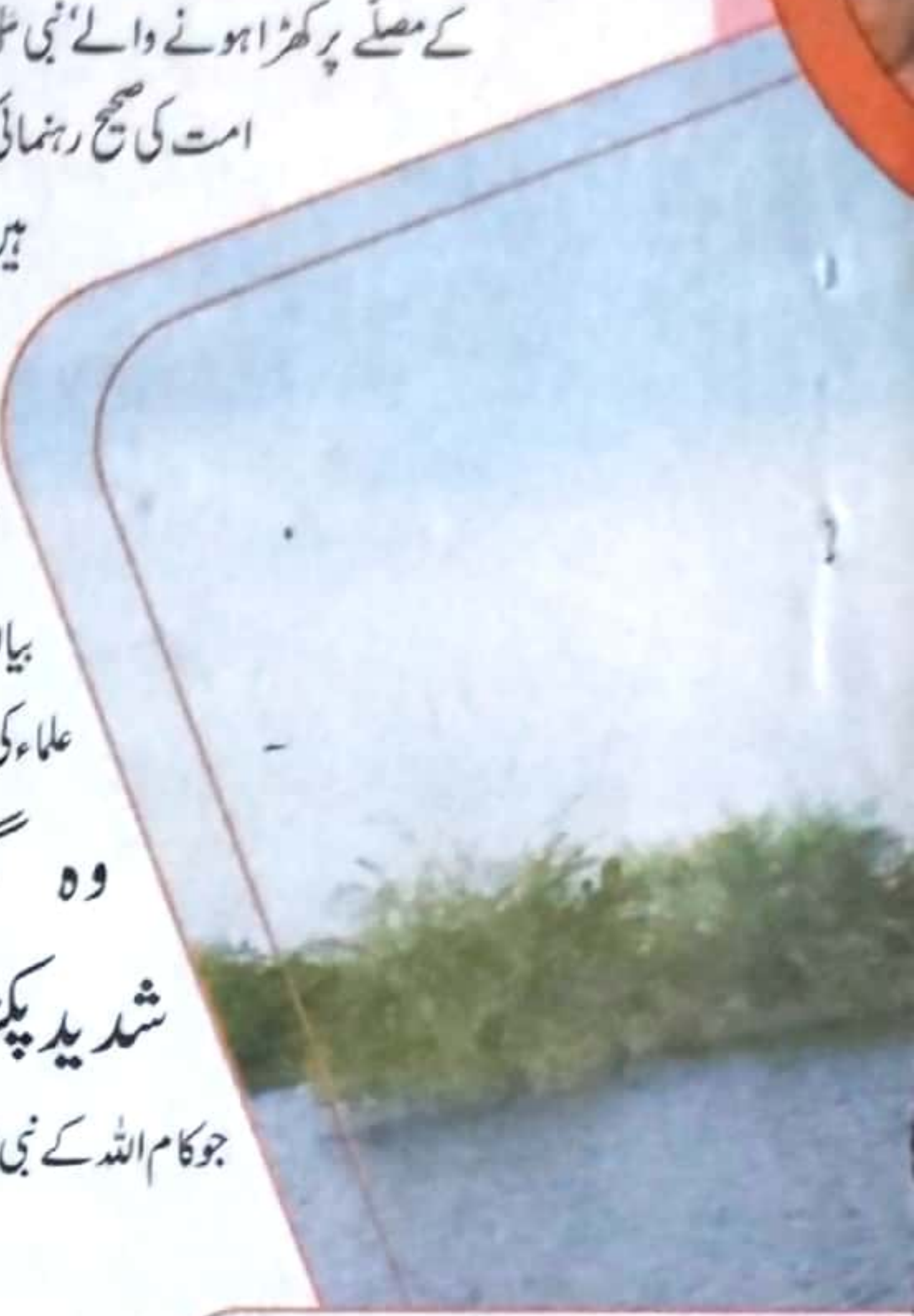

وہ گناہ جن سے اللہ کی شدید پکڑ آتی ہے:

جو کام اللہ کے نبی ﷺ کرنے آئے تھے، آج یہ کام امت کے نازل ہوتا ہے۔ تمہارے گناہوں، نافرمانیوں کے سبب سے اللہ کا غصہ بھڑک اٹھتا ہے۔ اس لیے باز آ جاؤ، گناہوں، نافرمانیوں سے تائب ہو جاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔ تمہاری توبہ سے اللہ تعالیٰ کا غصہ ٹھنڈا ہوگا۔ تمہارے رجوع سے، دل میں پیدا ہونے والی خشیت سے، آنکھوں سے بہہ جانے والے آنسوؤں سے اللہ کا غصہ ٹھنڈا ہوگا۔ یہ بتانا علماء کی ذمہ داری ہے کہ معصیت و نافرمانی اللہ کو ناراض کرنے والی ہے اور بعض نافرمانیوں پر اللہ کو شدید غصہ آتا ہے۔ کیا ہم بھی ان گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہیں؟ کیا پاکستان کے گلی کوچوں میں وہ گناہ موجود ہیں؟ کیا ہمارے معاشرہ کے اندر وہ گناہ پھیلے ہوئے ہیں جو عذاب کا سبب ہیں؟ آئیے سوچیں! اللہ کا قرآن پڑھیں۔ آپ کو پتہ چلے کہ وہ گناہ کون سے ہوتے ہیں کہ جن پہ اللہ کی پکڑ قوموں پر بڑی ہی شدید ہوتی ہے۔ قرآن ایسے عبرتناک واقعات سے بھرا پڑا ہے۔ قرآن انسانی تاریخ کے ان واقعات کو تفصیل سے بتاتا ہے کہ ان اقوام کے اوپر کیسے کیسے عذابات آئے۔ وہ عذاب کیونکر آئے، اقوام نے کیا رویے اپنائے، قرآن بیان کرتا ہے، محمد ﷺ کی امت کو رہنمائی دیتا ہے کہ دیکھنا! تم نے وہ راستے اختیار نہیں کرنے جو قوم نوح نے اختیار کیے تھے۔ جو قوم عاد نے رستہ اختیار کیا تھا، جو صالح علیہ السلام کی قوم نے غلطیاں کی تھیں۔ قوم لوط کی غلطیوں سے بچنا۔ ایسی بڑی بڑی قوموں کے بارے میں فرمایا:

الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ. (الفجر: 8)

وہ اتنی طاقت وقوت والی اقوام تھیں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان ایسی مضبوط قومیں پیدا ہی نہیں کیں۔

ہم آج بہت شور سنتے ہیں کہ جی یہ ٹیکنالوجی کا دور ہے، فلاں ہے، فلاں ہے۔ ہم اپنے بارے میں بہت کچھ لکھتے پڑھتے رہتے ہیں، اپنے آپ کو دھوکہ دیتے رہتے ہیں اور جتنے زیادہ

حقیقی اسباب دُور کیے بغیر ان آزمائشوں سے بچاؤ ممکن نہیں

علماء کی ذمہ داری ہے کہ وہ دیکھیں کہ عذابات کی اصل وجہ کیا ہے؟

اصل وجہ یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانیاں بڑھ رہی ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی پکڑ بھی نظر آ رہی ہے۔ سیلاب اللہ کی طرف سے پکڑ ہے۔ یہ ڈینگی بخار اللہ کی طرف سے ایک آزمائش، وبال اور پکڑ ہے۔ امت کا آپس میں افتراق، سیاسی ولسانی لڑائی جھگڑے، یہ بھی عذاب کا سبب ہے۔ میڈیا میں دیکھیں، کیا کچھ ہو رہا ہے۔ میڈیا اور لوگوں کو سیلاب زدگان کی کچھ فکر ہی نہیں ہے۔ کراچی میں جو لڑائی ہے، میڈیا اس کو اٹھائے گا، اس کو چلائے گا۔ یہ لڑائیاں، پارٹی بازی اور اس کے باعث باہمی قتل وغارت، یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی پکڑ کی ایک شکل ہے۔ اندرون سندھ سیلاب کے باعث ہلاکتیں اور تباہیاں جبکہ کراچی میں باہمی قتل وغارت ہے۔ یہ سب اللہ کے عذاب ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللهِ. (مسند احمد)

لوگو! گناہوں، نافرمانیوں سے بچ جاؤ۔ جب تم گناہ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کا غصہ آسمان سے پڑھے لکھے، اتنے ہی زیادہ دھوکے میں خود بھی اور دوسروں کو بھی مبتلا کیے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، تمہاری اسی زمین پر تم سے پہلے قوت ووسائل کے لحاظ سے تم سے کہیں زیادہ مضبوط و توانا قومیں گزری ہیں، ان کے پاس بہت کچھ تھا لیکن جب انہوں نے اللہ کی نافرمانیاں کیں تو اللہ نے انہیں پکڑ لیا۔

فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ. (العنکبوت: 40)

ہم نے ہر قوم کو اس کے گناہ کی وجہ سے پکڑا ہے۔

اور وہ گناہ کون سا ہے، جس پر اللہ کی سب سے زیادہ سخت پکڑ آتی ہے اور پوری قوم کو اللہ تعالیٰ مٹا کر رکھ دیتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اکبر الکبائر الاشراک باللہ. (بخاری)

"سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ سِيْرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِيْنَ. (الروم:42)

''جاؤ ذرا زمین پر چل پھر کر دیکھو' مطالعہ کر کے دیکھو' قوموں کے حالات کو دیکھو' جب نوحؑ کی قوم کی اکثریت شرک میں مبتلا ہوگئی' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' پھر ہم نے ان کو پکڑا۔ کیسے پکڑا؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی نوح علیہ السلام سے فرمایا:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا إِنَّهُمْ مُغْرَقُوْنَ o وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ. (هود:38,37)

تم ہماری رہنمائی میں کشتی بنالو اور اس میں جو لوگ اللہ کے دین کو مان چکے' اللہ کی توحید کو مان چکے' اس کشتی میں انہیں سوار کرلو۔ جو اس کشتی میں سوار نہیں ہوگا' وہ نہیں بچے گا۔

☆...... جب کرپٹ' بدمعاش قسم کے لوگ حکمران بن جائیں تو اللہ کا عذاب کیوں نہ آئے گا۔

☆...... اللہ کی نافرمانیوں کو روکنا' اللہ کے احکامات پر خود عمل کرنا اور دوسروں سے عمل کروانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔

☆...... مانا کہ لوگوں کے عقائد میں بہت غلطیاں ہیں مگر ہم میں سے کتنے ہیں جو ان کو دین بتانے کے لیے ان تک پہنچے۔

☆...... ڈان اخبار کا ایک صحافی جو جماعۃ الدعوۃ کے خلاف بہت لکھتا تھا' سندھ میں ہمارا کام دیکھ کر امیر محترم کو کہا کہ میں آئندہ کبھی آپ کے خلاف نہیں لکھوں گا۔

نوح علیہ السلام کی بیوی اور بیٹے پر بھی وہی عذاب آیا۔ یہاں نسلیں' تعلقات' قرابتیں کچھ کام نہیں کرتیں۔ فیصلے فرمانبرداری اور نافرمانی پر' فیصلے اللہ کی توحید اور اللہ کے ساتھ شرک پر ہوتے ہیں اور یہ فیصلے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ نوح علیہ السلام کی قوم پر اتنی سخت پکڑ آئی' اتنا سخت عذاب آیا کہ وہ پانی جو ہوا کے بعد زیست کے لیے سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے' اس پانی کو اللہ تعالیٰ نے عذاب کی شکل دے دی۔

نوح علیہ السلام نے قوم کو جب شرک سے باز آنے کو کہا تو قوم نے جواب دیا:

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا o وَقَدْ أَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ إِلَّا ضَلَالًا. (نوح:24,23)

انہوں نے کہا' اے نوح! تو ایک الٰہ کی بات کرتا ہے۔ تو کہتا ہے الٰہ ایک ہے' داتا آسمانوں والا رب ہی ہے' باقی سب کو چھوڑ دو' اسی کو مانو' اسی کے سامنے جھکو' کسی اور کے سامنے نہ جھکو۔ نہیں۔ ہم تو یہ نہیں مانیں گے۔ ہم تو اپنے معبودوں کو' الٰہوں کو نہیں چھوڑیں گے۔ (وہ کہتے) دیکھو (ہمارے) یہ معبود تو بڑے بڑے نیک لوگ ہی تھے۔ اللہ ہی نے بنائے تھے۔ ودّ' سواع' یغوث' یعوق' اولیاء اللہ تھے۔ یہ واقعتاً اس قوم کے بڑے بڑے ولی تھے۔ نیک لوگ تھے' ان کی شہرت بہت زیادہ تھی۔ ہمیشہ قوموں نے نیک اور اللہ کے مخلص بندوں کو ہی بڑھایا چڑھایا۔ حتّٰی کہ الوہیت کے عقائد ان کے ساتھ وابستہ کرلیے۔ اللہ کے حق ان کو دے کر ان کے سامنے سر جھکانا' درود' وظیفے' نذر و نیاز' یہ سارا کچھ ہی ان کے ساتھ وابستہ کردیا۔ یہ سارا حق اللہ کا تھا مگر ان نالائقوں نے یہ حق اللہ کے بندوں کو دے دیا حالانکہ اللہ کا حق نہ کسی نبی کو دیا جاسکتا ہے' نہ کسی ولی کو دیا جاسکتا ہے۔ کوئی کتنا ہی بڑا نیک کیوں نہ ہو' اس کا کوئی حق نہیں کہ اسے اپنا الٰہ یا معبود ماننا شروع کردو۔ کسی کی نیکی' ولایت یا تقویٰ یا نبوت اسے یہ حق (عبادت) ہرگز نہیں دیتی۔ یہ حق صرف اللہ رب العالمین کا ہی ہے۔ زمین و آسمان اور تمام تر مخلوقات کا ایک ہی الٰہ ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ إِلٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ. (الزخرف:84)

جو الٰہ آسمانوں میں ہے' وہی زمینوں میں ہے' جو الٰہ فرشتوں کا ہے' وہی الٰہ سارے انسانوں کا ہے۔ یہ عقیدہ انبیاء نے پیش کیا۔ اللہ کی کتابیں اور صحائف یہی عقیدے پیش کرتے ہیں لیکن شیطان نے انسان کو دھوکہ دیا کہ اللہ اپنی جگہ مگر فلاں بزرگ بھی بڑا کرنی والا ہے۔ وہ بھی بڑا پہنچا ہوا ہے۔ اللہ سے اس کی روزانہ ملاقات ہوتی ہے۔

یوں لوگوں نے اپنے پاس سے قصے بنا بنا کر' ان کی شخصیتوں کو اٹھا اٹھا کر الٰہ کے رتبے تک پہنچا کر غلو کیا۔ نوح علیہ السلام قوم کو توحید کی دعوت پیش کرتے تو وہ مقابلے میں اپنے لوگوں میں یہ تبلیغ باطل کرتے کہ:

لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ. (نوح:23)

اپنے الٰہ' داتا' دیویاں' مشکل کشا چھوڑ نہ بیٹھنا۔ یہ غلطی نہ کرلینا' وہ کہتے ''ہمارے الٰہ دیکھو تو سہی' کتنے بڑے بڑے ولی ہیں۔ یہ غوث ہیں' قطب ہیں' ابدال ہیں' یہ فلاں ہیں' یہ فلاں ہیں۔ یہ بڑے مقام پہ پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ ودّ ہے' یہ سواع ہے' یغوث ہے' یعوق ہے اور یہ نسر ہے۔ ایسے پہنچے ہوئے لوگ کہاں ہیں کسی کے پاس۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ سارے تذکرے فرمائے کہ ہمارے پیغمبر نوح علیہ السلام 950 سال تک قوم کو توحید کا درس دیتے رہے مگر وہ شرک سے باز نہیں آئے۔

وَقَدْ أَضَلُّوْا كَثِيْرًا. (نوح:24)

اکثر لوگ اسی شرک میں مبتلا ہوگئے اور جب اکثریت شرک میں مبتلا ہوجائے' اصلاح کا عمل نہ ہو' توحید کی صحیح دعوت لوگوں کو نہ پہنچے' عقائد نہ بدلے جائیں' اصلاح نہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ ایک مہلت دیتے ہیں' جب وہ مہلت ختم ہوجائے تو تب اس کی پکڑ آتی ہے اور اس کی پکڑ بڑی شدید ہوتی ہے۔ یہ ہماری بات نہیں...... یہ قرآن ہے' قرآن کی دعوت ہے۔ یہی حق ہے۔

آیئے دیکھیے! پنجاب اور سب سے زیادہ سندھ میں یہ شرک عام ہے۔ یہ گدیوں اور قبوں کے باقاعدہ سلسلے ہر جگہ موجود ہیں۔ سندھ میں ریلیف کا کام کرنے والے حافظ عبدالرؤف بتا رہے تھے کہ ہم نے لوگوں سے کہا کہ تم اللہ سے توبہ کرو' اللہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے گا۔ ہم پوچھتے کہ بتایئے ہمیں کس نے پیدا کیا تو جواب ملتا کہ ماں نے' نبی کون ہے؟ وہ آگے سے وہاں کے پیروں اور مخدوموں' گدی نشینوں کے نام بول کر سناتے کہ وہی سب کچھ ہیں۔ لوگوں کو کچھ پتہ ہی نہیں کہ اللہ کون ہے' رسول کون ہے؟ کتاب اللہ' قرآن مجید کیا ہے؟ کہنے کو تو مسلمان ہیں مگر پتہ کچھ بھی نہیں۔ حقیقت ہے کہ غلطیاں ان کی بہت شدید ہیں۔ کوئی شک نہیں ہے لیکن غلطیاں ہماری بھی بہت شدید ہیں۔ ان تک دین کی دعوت پہنچانے کے لیے ہم میں سے کتنے لوگ وہاں گئے۔ ان کے ساتھ جا کر رابطے کیے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف اور اس کی صفات ان کے سامنے پیش کیں' ان کے عقائد کی اصلاح کی۔ جن کو اللہ نے دین کا علم دیا ہے اور جن کی ذمہ داریاں ہیں' اگر وہ بھی کام چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ کا غصہ اور بھڑکتا ہے۔

☆......وزیر اعلیٰ پنجاب اچھا کام کر رہے ہیں مگر اللہ کے دین کی طرف عوام کو لانا اور شریعت نافذ کرنا ان کی اصل ذمہ داری ہے۔تمام مسائل اسی سے حل ہونے ہیں۔

☆......ملک اسلام کے نام پر لیا لیکن قانون انگریزوں کے چل رہے ہیں۔ چنانچہ آج وہی ہم پر مسلط ہیں۔

☆......امریکہ اپنی شکست کا ملبہ پاکستان پر ڈال کر ڈرون اور زمینی حملے کی راہ ہموار کرنا چاہتا ہے۔ یہ نتیجہ ہے ان کافروں کو سر پہ بٹھانے کا۔

اللہ کا غصہ کیسے ٹھنڈا ہوتا ہے؟

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَّأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ. (هود:117)

فرمایا جب بستیوں ملکوں میں اصلاح کرنے والے اصلاح کرتے رہیں' دعوت دینے والے دعوت پیش کرتے رہیں' اللہ سے ڈرتے رہیں' معاملات کو درست کرتے رہیں تو اللہ کی پکڑ نہیں آتی' اللہ ظالم نہیں ہیں۔ واللہ! میں یہ سمجھتا ہوں آج جن حالات سے ہمارا ملک دوچار ہے' لڑائی جھگڑے' فرقہ بازیاں' سیاسی انتشار اور اس کے ساتھ شرک و بدعات کی خرافات' یہ جو کچھ موجود ہے' اس کی اصل ذمہ داری علمائے حق کے اوپر ہے۔ جن کے پاس صحیح علم اور صحیح فہم ہے' وہ اپنے دائروں سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتے' اپنی مسجدوں سے نکل کر وہ باہر کی خبر نہیں لیتے کہ حالات کس رخ پر جا رہے ہیں۔ اللہ معاف فرمائے۔ آج بہت بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح توحید کو باقاعدہ سمجھانا اور پڑھانا چاہیے' دلائل دے دے کر بتانا چاہیے کہ یہ شرک ہے اور یہ توحید ہے' لہٰذا توحید مان لو اور شرک چھوڑ دو۔ آج کیفیت یہ ہے کہ شرک کے جواز کے لیے باقاعدہ دلائل فراہم کیے جا رہے ہیں۔ معاذ اللہ! اللہ کی توحید کو رد کرنے کے لیے اور شرکیہ عقائد پر لوگوں کو پختہ کرنے کے لیے دلائل دیئے جا رہے ہیں۔ سیمینار کیے جا رہے ہیں۔ باقاعدہ اس غلط عقیدہ کو پھیلایا جا رہا ہے۔ بتایئے اللہ کا غصہ کیوں نہ بھڑکے گا۔ نوح علیہ السلام کی قوم کے بڑے بڑے لیڈر یہی کچھ کرتے تھے۔

نوح علیہ السلام توحید پیش کر رہے تھے جبکہ اللہ کے دشمن شرک کی نمائندگی کر رہے تھے اور لوگوں کو شرک کی طرف لانے کی کوشش کرتے۔

جب کیفیت ایسی ہوتی ہے تو تب اللہ کا غصہ بڑا ہی شدید ہوتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ہم پاکستان بھر میں یہ کیفیت دیکھ رہے ہیں۔ ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم لوگوں کے پاس جائیں۔ اگر پورے ملک کو اللہ کے عذاب سے بچانا چاہتے ہیں' معاشرہ پر سے اللہ کا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہتے ہیں تو اصلاح کا عمل ہر شخص شروع کر دے۔ جب اللہ کا خوف دل میں آ جائے اور دین پر عمل شروع ہو جائے تو اللہ کی آئی ہوئی پکڑ بھی رک جاتی ہے۔

لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا. (یونس:98)

یونس علیہ السلام کی قوم پر عذاب کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ اللہ نے توبہ کرنے پر اپنا عذاب ہٹا لیا۔ اللہ فرماتے ہیں کہ یونس علیہ السلام وعدہ سے پہلے ہی نکل گئے۔ جب لوگوں نے عذاب کے آثار کو دیکھا تو ساری قوم یونس علیہ السلام کی سچائی پر ایمان لے آئی۔ کہنے لگے: ''یونس علیہ السلام سچ ہی کہتے تھے' تب وہ باز آ گئے' سنبھل گئے' توبہ کرنے لگے تو اللہ نے آئی ہوئی پکڑ روک لی۔

جناب وزیر اعلیٰ! ڈینگی کا عذاب یوں ختم نہ ہوگا:

پنجاب کے وزیر اعلیٰ ڈینگی کے خلاف بہت بھاگ دوڑ اور محنت کر رہے ہیں۔ یہ اچھی بات ہے۔ وہ لوگوں تک علاج' تعلیم' رہائش وغیرہ کی ہر سہولت پہنچانے کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ ہم اس کی قدر کرتے ہیں لیکن ہم انہیں ان کا اصل فریضہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ ان تمام ذمہ داریوں سے بھی کہیں بڑی آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ عوام کو اللہ کی پکڑ سے بچاؤ۔ انسانوں کو اللہ کے عذاب سے بچاؤ۔ ان کو دوزخ سے بچاؤ۔

جناب وزیر اعلیٰ! ہم آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ آؤ اللہ کا قرآن پڑھو خود دیکھو قرآن آپ کو کیا کام دیتا ہے' اسلام مسلم حکمرانوں کو کیا ذمہ داری دیتا ہے؟ آپ اگر وہ ذمہ داریاں ادا کریں گے تو تب بات ہے۔ حاکم' نیکی اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوتا ہے۔ اللہ کی رحمتیں اس کے ساتھ بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ جب حاکم اور حکومت کی اصلاح ہوتی ہے تو نیک حکمرانوں کی اللہ اتنی قدر کرتے ہیں۔ پھلوں کی مٹھاس اور کھیتوں کی پیداوار بڑھا دیتے ہیں۔ اللہ اپنی طرف سے اتنی تبدیلیاں پیدا کر دیتے ہیں تو آؤ اگر کوئی کام کرنا ہے تو یہ ہے۔ یہ کالونیاں بنا کر دینا' علاج کے لیے ہسپتالوں کے چکر لگانا' لیبارٹریوں کو ڈینگی ٹیسٹ کے لیے پابند کرنا کہ پیسے نہ کماؤ' انسانیت کی خدمت کرو' یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن سب سے زیادہ ضروری بات اللہ کا دین ہے۔ حکومت کے لوگ دین کی دعوت دیں' وہ دعوت جو خلفائے راشدین کے دور میں مسلمان حکمرانوں کا کردار تھا۔ ذرا وہ کام کر کے دیکھیں۔ محض فلاحی کام تو مغرب والے بھی بہت کرتے ہیں۔ وہاں جمہوری پارٹیاں اس سلسلے میں بڑا کام کرتی ہیں لیکن ہم اپنی تاریخ پڑھیں' خلافت راشدہ کی تاریخ پڑھیں۔ خلفائے راشدین نے مسائل کے حل کے لیے جس انداز میں کام کیا' اس طریقے سے ہی اللہ راضی ہوں گے۔ جب اللہ راضی ہوں گے' پھر مسئلے حل ہوں گے۔ یہ آزمائشیں بھی اللہ کی طرف سے آتی ہیں' ان کو اللہ ہی ٹال سکتے ہیں۔ وبائیں بھی اللہ کی طرف سے آتی ہیں' علاج بھی اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔

قُلْ لَّنْ يُّصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا. (توبہ:51)

''کہہ دیجیے ہرگز نہیں پہنچتی ہمیں کوئی بھلائی یا برائی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہے۔''

ہم دعوت دیتے ہیں ان لوگوں کو جو اخلاص کے ساتھ کام کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے سیاسی زعماء کی ذمہ داری ہے کہ پارٹی بازیاں چھوڑ دیں۔ ووٹ لینے والے عوام کو خوش کرنے کے لیے ان کی مرضی کے مطابق بڑے بڑے کام کرتے ہیں لیکن اللہ کی مرضی کی پروا نہیں ہوتی حتیٰ کہ درباروں پر سلام کرنے بھی جاتے ہیں کہ اس طرح ووٹ مل جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا غصہ اور بھی بھڑک جائے گا۔ اصلاح ہونے کی بجائے ملک کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔ آج ملک میں اصلاح احوال والی کیفیت دکھائی ہی نہیں دیتی۔ آج لوگوں کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ شرک سے باز آ جاؤ' خود بھی بچو اور دوسرے لوگوں کو بھی بچاؤ۔ اپنے گلی محلے میں اور رشتہ داروں تک توحید پہنچاؤ۔ دعوت میں اعلیٰ کردار پیش کرو۔ لوگوں کو اللہ سے ڈراؤ اور بتاؤ کہ رب کا قرآن بتا رہا ہے کہ اللہ کا غصہ سب سے زیادہ شرک پر بھڑکتا ہے۔

کیا گزشتہ قومیں محض دنیاوی تدبیروں سے بچ گئیں؟

نوح علیہ السلام کی قوم پر پانی کا عذاب آیا۔ ھود علیہ السلام کی قوم پر ہوا کا عذاب آیا۔ ہوا زندگی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے مگر جب اسی ہوا کو اللہ عذاب بنا دے' طوفانی آندھی بنا دے تو ساری قوم کو ہلاک کر ڈالے گی۔ چنانچہ ھود علیہ السلام کی ساری قوم ہی صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالی گئی۔

كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ. (الحاقه:8,7)

سات راتیں اور آٹھ دن۔ ﴿سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ﴾ (الحاقۃ: 7) تک مسلسل آندھی چلی' اتنی آندھی چلی کہ قوم کی حالت یہ ہوگئی کہ جیسے کھجور کے تنے کاٹ کاٹ کر پھینکے گئے ہوں۔ تاریخ پڑھنے والے! بتائیں! کیا کوئی بھی ان میں سے بچا ہوا نظر آیا۔ کوئی نہیں بچا۔ ان کا مسئلہ کیا تھا۔ یہی شرک تھا۔

صالح علیہ السلام کی قوم پر چیخ کا عذاب اور زلزلے کا عذاب آیا۔ صالح علیہ السلام کی قوم ہود علیہ السلام کی قوم کے بعد آئی تھی۔ انہوں نے کہا: "وہ جو پہلے لوگ ہوا کے عذاب میں مارے گئے تھے' ان کو کچھ پتہ نہ تھا' پھر وہ تو میدانی علاقوں میں رہنے والے تھے' اس لیے ہوا کے عذاب کا شکار ہو گئے' ختم ہو گئے۔ ہمارے پاس تو بڑی زبردست آرکیٹیکچر کی تکنیک ہے' چنانچہ انہوں نے ہموار زمین کی بجائے پہاڑوں کے اندر جا کر گھر بنانا شروع کر دیئے۔ پہاڑ کھود کھود کر گھر بنا لیے تاکہ جب آندھی اور ہوا کا عذاب آنے لگے تو ہم بچ جائیں گے۔ آج بھی وہ پہاڑ کھڑے ہیں اور اللہ نے ان باغیوں کے کچھ گھر تباہی سے بچا رکھے ہیں تاکہ لوگ عبرت حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس نافرمانی یعنی شرک پر ایک نیا عذاب بھیجا' اپنے فرشتے کو بھیجا۔ اس نے ایسی چیخ ماری کہ ایک زبردست زلزلہ آ گیا۔ پہاڑ پہاڑوں سے ٹکرا گئے۔ اتنا خوفناک زلزلہ آیا کہ پہاڑوں کے درمیان موجود ان مشرکین کی بستیاں پیس کر رکھ ڈالیں۔ یہ لوگ کہتے تھے کہ قوم ہود پر عذاب اس لیے آیا تھا کہ ان بے چاروں کو ہمارے جیسی انجینئرنگ کا علم ہی نہ تھا۔ ان کے پاس اپنے بچاؤ کی کوئی تکنیک نہ تھی۔ آندھی آئی اور وہ ساری قوم ہی تباہ ہوگئی تھی۔ وہ کہتے' ہم بچے رہیں گے کیونکہ ہم پہاڑوں میں گھر بنائیں گے۔ اللہ نے ان پر زلزلے کا عذاب بھیج دیا۔ اللہ فرماتے ہیں' دیکھو ہم نے کسی کو پانی سے' کسی کو ہوا سے' کسی کو چیخ اور زلزلے سے' کسی کو زمین میں دھنسا کر' کسی کو غرق کر کے تباہ کر ڈالا۔

امت محمد ﷺ کے لیے اس میں نصیحت ہے کہ وہ اس شرک سے بچ کر رہیں وہ شرک جس کی وجہ سے قومیں تباہ ہو گئیں اور تمام دنیاوی تدبیریں ناکام ہو گئیں۔

دور جدید کا شرک جس میں اکثر مبتلا ہیں:

جس شرک میں آج ہماری قوم مبتلا ہے' یہ دو قسم کا ہے۔ ایک تو وہ شرک ہے جو قبروں پہ ہو رہا ہے' لوگ مسجدوں کو چھوڑ کر وہاں جا کر سجدے کرتے ہیں۔ یہ صریح و جلی شرک ہے۔ دوسرا شرک یہ ہے کہ ہم اللہ کے قانون کو چھوڑ کر اپنے پاس سے قانون بناتے پھریں۔ اللہ کی حدیں قرآن میں بیان ہو چکی ہیں لیکن ہم اپنے طور پر قانون سازیاں کر رہے ہیں۔ کوئی پارلیمنٹ یہ حق نہیں رکھتی کہ وہ اللہ کے قانون کے مقابلہ میں قانون سازی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جو حدود مقرر فرما دیں' جو نظام مقرر فرما دیا' جرائم کی جو سزائیں اللہ نے مقرر کر دیں' جو قانون اللہ نے بیان فرما دیا' وہ اللہ کے قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں آ گیا۔ یہ اسلام ہے اور اسلام کا قانون ہے۔ اب کسی کو حق نہیں ہے۔ چاہے وہ فوجی حکمران کی صورت میں فردِ واحد ہو کہ وہ اپنے آرڈیننس جاری کرنا شروع کر دے یا کوئی پارلیمنٹ ہو جو اللہ کے قانون کو پس پشت ڈال دے۔ شریعت میں ایسا کرنا حرام اور شرک ہے۔

شریعت میں کسی شخص یا فوجی حکمران اور فردِ واحد کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے دستخط کر کے جو چاہے قانون بنا دے۔ پرانے بادشاہوں کا طریقہ ہوتا تھا کہ جو بادشاہ کی زبان سے نکلے' وہی قانون ہے۔ اسلام میں ایسے کسی قانون کی گنجائش نہیں۔ اسلام اس بات کو نہیں مانتا' یہ حق صرف اللہ رب العزت کا ہے۔ قانون بنانا' قانون دینا' انسانوں کو اس قانون کا پابند کرنا' یہ صرف اللہ رب العالمین کا حق ہے۔ اس کے سوا کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح کسی پارلیمنٹ کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ کے قانون کے مقابلے میں اپنے قوانین بنائے۔ یہ جدید دور کا جدید شرک ہے۔

ہم اللہ کے لیے یہ بات کہہ رہے ہیں' حق بیان کر رہے ہیں کہ جس طرح فردِ واحد کے دستخطوں سے بننے والا قانون حرام ہے' ایسے ہی پارلیمنٹوں کے اندر ہونے والی قانون سازی بھی حرام ہے۔ کہتے ہیں یہ قانون سازی کا حق انہیں عوام نے دیا ہے حالانکہ عوام کو یہ حق کسی نے نہیں دیا کہ وہ اللہ کا حق دوسروں کو دے دیں۔ یہ نظام مغرب سے آیا ہے۔

یہ جدید دور کا شدید ترین شرک ہے۔ قبروں کا شرک کچھ لوگ کرتے ہیں' کچھ نہیں کرتے لیکن اس شرک میں تو اکثر ہی مبتلا ہیں اور پھر اس شرک کا کسی کو احساس بھی نہیں۔ یہ بیان بھی کہیں نہیں کیا جاتا۔ منبر و محراب پر' نہ اخبارات میں' کہیں بھی بیان نہیں ہوتا۔ نہ اس کا کوئی نوٹس لیتا ہے۔ اللہ کہتے ہیں:

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ. (الشوریٰ: 21)

انہوں نے ایسے ایسے شریک بنا رکھے ہیں کہ ان کے لیے قانون سازی کرتے ہیں جبکہ یہ انسانوں کا کام ہی نہیں۔

شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ

قانون سازی دین ہے اور دین دینا اللہ کا کام ہے اور یہ انسان کا کام ہے ہی نہیں۔ آج یہ شرک عام ہے' اس سے بچے بغیر مسائل حل نہ ہوں گے۔

اب ہم معاشرے کے دوسرے اہم ترین شعبے کی طرف آتے ہیں۔ یہ عدلیہ کا شعبہ ہے لیکن افسوس کہ یہاں بھی قرآن وحدیث کی بجائے انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین پر فیصلے ہوتے ہیں۔ فیصلوں کے لیے یہ دیکھا جائے گا کہ ملکی قانون کیا ہے یا ایسے کیس کے سلسلے میں فلاں ملک کی پارلیمنٹ اور عدلیہ نے کیا کہا ہے۔ جرمنی کے جج کی رولنگ کیا ہے۔ فلاں ملک کے ہائی کورٹ کے جسٹس نے ایسے کیس کے حوالے سے کیا کہا تھا۔ اسے بطور حوالہ ہماری عدالتوں میں پیش کیا جاتا ہے اور دلیل کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔ اس طریقے سے ہمارے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ غلامی یہاں سے آئی ہے۔ غلامی قوموں کے لیے بہت بڑی مصیبت ہوتی ہے۔ اللہ کے دشمنوں کی غلامیوں سے کبھی مسائل حل نہیں ہوتے۔ یہاں تو نیک پاک علماء بھی اسمبلیوں میں بیٹھ کر قانون سازیاں کر رہے ہیں۔ ان کا کام تو اللہ کے قانون کا نفاذ کرانا تھا چہ جائیکہ غیر مسلموں کے قوانین کو لے کر انہیں بطورِ دلیل پیش کر کے ان پر فیصلے کروائے جائیں اور ملک کے اندر ان کو رائج کروایا جائے۔ یہ ہمارا اور ہمارے علماء کا کردار ہے کہ ملک میں غیر اسلامی قوانین کو نافذ کراتے ہیں۔ پاکستان لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد پر بنا تھا لیکن ہم نے انگریزوں' جرمنوں' فرانسیسیوں کے قوانین کو اپنے اپنے ادوار میں بطورِ دلیل پیش کیا اور نتیجہ یہ رہا کہ اللہ نے انہی قوموں کو ہم پر مسلط کر دیا۔

امریکہ اور کافروں کے تسلّط سے بچاؤ کیسے ممکن؟

روزانہ ہم اخبارات میں امریکہ کے الزامات پڑھتے ہیں کہ امریکہ کے خلاف جتنی جنگ افغانستان میں ہو رہی ہے' وہ پاکستان لڑ رہا ہے' پاکستان کی ISI لڑ رہی ہے۔ یہ پاکستان کی جماعتیں لڑ رہی ہیں۔ یہ سارا کچھ پاکستان کی طرف سے ہو رہا ہے۔ اگر ان کے سفارتخانے پر کابل میں حملہ ہوا تو ساری ذمہ داری پاکستان پر ڈال دی گئی۔ دراصل امریکہ اس حملے کا اصل ذمہ دار پاکستان کی جماعتوں کو' پاکستان کے اندر پناہ لینے والے افغانوں کو اور ISI کو قرار دے کر اپنی شکست کا ملبہ پاکستان پر ڈالنا چاہتا ہے تاکہ پاکستان پر حملہ کرنے کی راہ ہموار ہو اور وہ ڈرون کا دائرہ پاکستان کے شہری علاقوں کی طرف بڑھا سکیں۔ لاہور اور دیگر شہروں میں جگہ جگہ حملے

کریں۔ واللہ! ہم اس منبر سے شروع دن سے یہ آواز بلند کرتے رہے ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے امریکیوں کو شروع دن ہی سے اپنے سروں پر بٹھایا ہے۔ وہ جو کہتے رہے' مانتے رہے۔ حکمران سمجھتے تھے کہ ان کی باتیں مان مان کر ہم بچے رہیں گے۔ ہم مالی طور پر' دفاعی طور پر مضبوط ہو جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے بالآخر انہیں ہی حکمرانوں پر مسلط کر دیا۔ آج بھی ہم حکمرانوں کو کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر جاؤ۔ توکل اللہ کی ذات پر کرو۔ اللہ نے فرمایا:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا۔ (المائدہ:55)

مسلمانو! تمہارا ساتھی اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں۔ تم ان کو اپنا دوست سمجھتے ہو۔ ان کے حکم اس لیے مانتے ہو کہ تم بچ جاؤ گے' آج تک تم اپنے ملک کی کریم کو امریکہ بھیج کر تربیتیں دلاتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ وہاں سے واپس آ کر وہاں کے نظام کو ہی یہاں قائم کرتے رہے۔ فوجی حکمران ہوں یا سول حکومتیں' 65 سال کی پاکستان کی تاریخ میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ ہم نے انہیں اپنا آقا مان کر انہیں اپنے ملکوں میں مسلط کیا۔ ان کو اپنا رب مان لیا۔ قرآن میں آیت نازل ہوئی:

وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ۔ (آل عمران:64)

''کوئی ایک انسان اللہ کو چھوڑ کر دوسرے انسان کو رب نہ بنائے۔''

یہ آیت سن کر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ اللہ کے سوا دوسرے لوگوں کو رب بنا لیا جائے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے معنی سمجھایا کہ کسی انسان کو ایسے مقام پہ لے جانا کہ اس کی بات کو قانون کا درجہ دے بیٹھو' اس کا حکم مانو' وہ جو کہے (حرام وحلال بلا دلیل) اس کا حکم تسلیم کرو' اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا' یہی ہے اس کو رب بنانا۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ کی تفسیر ہے۔ اب ذرا اس تفسیر کی روشنی میں دیکھیے' کیا ہمارے حکمرانوں اور سیاسی قائدین نے امریکہ کی ہر بات مان کر اسے اپنا رب نہیں بنایا ہوا...... کیا انہوں نے مغربی ممالک کو رب بنانے کی کوشش نہیں کی۔ ہماری عدالتوں میں مغربی ملکوں کے فیصلوں کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جاتا۔ پارلیمنٹوں نے ان کی نقالی میں پالیسیاں بنائیں' ان کو رب بنانے کی کوشش کی گئی۔ ہم آج جس مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں' پاکستان عدم استحکام سے دوچار ہے' ہر وقت پریشانی اور خطرہ لاحق ہے کہ یہ ظالم پاکستان پر حملہ نہ کر بیٹھیں۔ ان کے ذمہ داران کی طرف سے پوری دنیا میں پوری شدت سے پروپیگنڈہ جاری ہے۔ تو آؤ اللہ کے لیے اگر ملک بچانا چاہتے ہیں تو یہ اسی بنیاد پر بچے گا جس بنیاد پر بنایا گیا تھا۔ یہ ملک لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر بنایا گیا تھا۔ اللہ کی توحید کی بنیاد پر' اسی کلمہ کی بنیاد پر جو کلمہ زمین و آسمان میں سب سے بڑا کلمہ ہے۔ لا الہ الا اللہ تمام انبیائے کرام کا کلمہ ہے' اس کلمہ کی بنیاد پر ملک بنا' ان شاء اللہ یہ ملک بچے گا بھی تو لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر ہی بچے گا۔ وہ Do More کہتے جائیں اور ہم تسلیم کرتے چلے جائیں۔ نہیں! ہم انہیں اللہ نہیں مانتے' بہت ہو چکا' اب واپس آ جائیں' پلٹ آئیں' اصلاح کریں' اس قوم کو اللہ کی توحید پر متحد کریں۔ لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر پاکستان کو اسلامی ملک بنائیں تو پھر دیکھنا یہ پاکستان ان شاء اللہ ساری دنیا کا سب سے بڑا طاقتور ملک ہو گا۔

ہماری قوت کا اصل راز لا الہ الا اللہ ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے صفا پہاڑی پر پہلے دن ہی فرمایا تھا:

قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔ (مسند احمد)

لا الہ الا اللہ کہہ دو' ہر جگہ کامیاب ہو جاؤ گے۔ پوری دنیا کے حکمران بن جاؤ گے۔ یہ بات اللہ کے نبی ﷺ نے فرمائی تھی۔ وہی لا الہ الا اللہ کہہ کر ہم نے یہ پاکستان بنایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں' جناح صاحب نے پاکستان بناتے وقت لا الہ الا اللہ نہیں کہا تھا۔ یہ نظریاتی مملکت نہیں ہے۔ الحمد للہ! اس پاکستان میں لاکھوں لوگ اب بھی موجود ہیں جو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ہجرت ہوئی ہی لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر تھی۔ قربانیاں لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر ہی دی گئیں تھیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر ہندو کے خلاف جھگڑا کیا تھا۔ پاکستان بنایا کیوں تھا؟ اس لیے کہ مسئلہ ہی لا الہ الا اللہ تھا۔ اس کے تین کروڑ خدا اور ہمارا ایک رب۔ ہمارا تو مسئلہ ہی یہ تھا۔

تو آیئے! آگے بڑھیں اور ہر شرک کو ختم کریں' چاہے وہ مذہبی ہو یا سیاسی۔ قبوں' مزاروں کا شرک ہو یا قانون اور پارلیمنٹوں کا شرک' ہر شرک کو ختم کریں۔ اللہ کی پکڑ' اللہ کا عذاب رک جائے گا۔

کرنے کا کام:

محترم حافظ صاحب نے خطبے کے آخر میں ڈینگی اور سیلاب کی مہم میں لوگوں کو زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ گناہوں سے اللہ کا غصہ بھڑکتا ہے جبکہ صدقہ سے اللہ کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ انہوں نے سندھ میں جماعۃ الدعوۃ کے ریلیف کے کام کی تفصیلات اور اس کے اثرات ذکر کیے۔ انہوں نے بتایا کہ:

اللہ تعالیٰ نے اس دعوت کی برکت سے بہت ساتھی دیئے ہیں۔ تھرپارکر میں کوئی جماعت' کوئی پارٹی کام نہیں کرتی لیکن اللہ کے فضل سے جماعۃ الدعوۃ کے سینکڑوں مقامی کارکنان ادھر موجود ہیں جو دن رات کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے بتایا' ''ڈان اخبار کے صحافی نے فون پر مجھ سے بات کی۔ یہ اخبار ہمیشہ جماعۃ الدعوۃ اور میرے خلاف لکھتا ہی رہتا ہے۔ خصوصاً یہ صحافی جب تک ہمارے خلاف نہ لکھے' اسے کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ یہ صحافی کہہ رہا تھا کہ میں سندھ کے دور دراز کے علاقوں میں پہنچا اور جماعۃ الدعوۃ کے نوجوانوں کو جس طرح کام کرتے دیکھا ہے' کم از کم میں تو آئندہ آپ کے خلاف نہیں لکھوں گا۔''

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

میں نے کہا' اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ کہتا ہے میں لوگوں کو بھی بتاؤں گا۔ میں نے کہا' اس کا اجر تم اللہ سے لو گے۔ ہم کہتے ہیں کہ جتنا مرضی کوئی خلاف لکھے یا کہے' اگر تمہارا معاملہ رب کے ساتھ صحیح ہے تو پھر کسی خطرے کی کوئی بات نہیں۔ یہ پروپیگنڈے تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔

امیر محترم نے آخر میں کہا: کہ ان سیلاب زدگان کے لیے کراچی کے بھائیوں نے بہت مدد کی ہے۔ مسلسل سامان بھیج رہے ہیں مگر افسوس کہ لاہور اس دفعہ بہت ہی پیچھے ہے۔ مجھے معلوم ہے' یہاں ڈینگی بخار کا مسئلہ ہے لیکن اس کے باوجود اہل لاہور اپنے ان بھائیوں کے لیے بڑی مدد فراہم کر سکتے ہیں۔ لاہور سے ہمارے ان بھائیوں کے لیے وافر امداد جانی چاہیے۔ مجھے امید ہے بھائی اس پر توجہ کریں گے اور دوسروں کو متوجہ کریں گے۔ جمعہ پڑھنے والے بھائی بہنیں کارکن بن بن کر کام کریں' خدمت کریں۔ ڈینگی بخار کے سلسلہ میں بھی ہماری جماعت نے پروگرام تشکیل دیا ہے' اس میں بھی ہم جتنا حصہ ڈال سکیں' کام کریں۔ لاہور کے علاوہ ہم دوسرے شہروں میں بھی کام کریں گے مگر سیلاب زدگان کی طرف توجہ زیادہ دینے کی ضرورت ہے۔ حقیقتاً یہ سیلاب اتنی شدت کا ہے کہ میڈیا نے اس کو صحیح پیش نہیں کیا۔ سندھ کے سیلاب زدگان کی مدد سے ایک اضافی فائدہ حاصل ہونے کا موقع بھی ہے۔ اگر آپ تعصبات مٹانا چاہتے ہیں تو پھر اپنے سندھی بھائیوں کا ہاتھ پکڑ لیں۔ ان کی خدمت کریں۔ ان شاء اللہ بڑا اچھا نتیجہ نکلے گا۔ دعوت دین سے لوگ سیدھے ہوں گے' جمہوری سیاست سے کبھی سیدھے نہ ہوں گے۔ یہ کام اللہ کے فضل سے ہم کر رہے ہیں۔ اللہ توفیق دے۔ بھائی ضرور متحرک ہوں۔ اپنا زیادہ سے زیادہ حصہ ڈال کر اللہ کو راضی کریں۔ سب بھائی اور دوست اپنا حصہ ڈالیں۔ اللہ منافقت سے بچائے' لڑائی جھگڑوں سے' بیرونی دشمنوں سے اللہ پاکستان کی حفاظت فرمائے اور تمام عذابوں کو مسلمانوں سے ٹال دے۔ آمین

واخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

مریم وعیسیٰ علیہما السلام کا اکٹھے کھانا کھانا ضروری ہے؟

(گزشتہ سے پیوستہ)

كلية الشريعة

استاذ: الشیخ ابو سیاف اعجاز احمد تنویر حفظہ اللہ

کتاب وسنت کی روشنی میں قارئین کے دینی استفسارات پر شرعی رہنمائی کا شعبہ

سوال

آیت مذکورہ میں دونوں ماں اور بیٹے کی اکٹھی بات ہو رہی ہے نہ کہ الگ الگ۔ جب کھانا کھاتے تھے تو دونوں اکٹھے کھاتے تھے۔ جب نہیں کھائیں گے تو دونوں نہیں کھائیں گے۔ اب یہ نہیں ہے کہ ایک کھائے گا اور دوسرا نہیں کھائے گا۔

الجواب بعون الوهاب

آیت قرآنی کے الفاظ (كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ) میں صرف اور صرف یہی مذکور ہے کہ وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دونوں کی شرکت صرف اس وصف میں ہے کہ وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے لیکن یہ تو ضروری نہیں کہ وہ ایک ہی کیفیت اور حیثیت کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کھانا کھاتے تو اسی وقت مریم علیہا السلام بھی کھاتی تھیں' ایک دوسرے سے پہلے یا بعد میں نہیں کھایا کرتے تھے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کھاتے تو مریم علیہا السلام کھاتی تھیں ورنہ نہیں کھاتی تھیں۔ پھر جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام کھاتے تھے' وہی کچھ مریم علیہا السلام بھی کھایا کرتی تھیں۔ کیا ہم یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ جب وہ دونوں دنیا میں موجود تھے اور جب بھی کھانا کھاتے تو ہمیشہ اکٹھے کھایا کرتے تھے' الگ الگ انہوں نے کبھی کھانا نہیں کھایا تھا۔ یہ بات تو ظاہر اور واضح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی زمین پر موجودگی کے دوران ہی سیدہ مریم علیہا السلام وفات پا گئی تھیں۔ کیا وفات مریم علیہا السلام کے بعد کبھی عیسیٰ علیہ السلام نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ لہٰذا کس قدر یہ بے وزن اور بودا استدلال ہے کہ جب کھانا کھاتے تھے تو اکٹھے کھاتے تھے' جب نہیں کھائیں گے تو دونوں نہیں کھائیں گے' بالکل بے تکی سوچ' فکر اور منطق ہے۔

ایک مثال سے وضاحت

تثنیہ کے صیغے سے صرف اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس حکم اور فعل میں فاعل کے ساتھ ایک اور بھی شریک ہے جبکہ اس فعل اور حکم کی کیفیت اور حیثیت دیگر دلائل وشواہد کے مطابق سمجھی اور مانی جائے گی۔ قرآن وحدیث اور ہر زبان کی روزمرہ گفتگو میں اس کی بہت زیادہ مثالیں موجود ہیں' سر دست صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں ''کل سیاف اور عمار دونوں میرے پاس آئے تھے لیکن آج نہیں آئے''

تو کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جو وجہ سیاف کے نہ آنے کی ہے' وہی وجہ عمار کے بھی نہ آنے کی ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے سیاف کے نہ آنے کا سبب کوئی اور ہو اور عمار کے نہ آنے کا سبب کوئی اور ہو۔ ایسا استدلال محض کسی ناقص العقل کی خام خیالی تو ہو سکتا ہے' علوم شرعیہ وعلوم عصریہ اور اصول وفنون کے ساتھ اس کا کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ عقل سلیم اور مسلمہ حقائق اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ آیتِ قرآن کے الفاظ سے صرف یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کھانا کھایا کرتے تھے۔ اگر اب نہیں کھا رہے تو لازم نہیں کہ دونوں موت کی وجہ سے نہیں کھا رہے ہے بلکہ سبب اور وجہ الگ الگ بھی تو ہو سکتی ہے۔

سیدہ مریم علیہا السلام کے کھانا نہ کھانے کی وجہ تو یقیناً وفات ہے لیکن ممکن ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اب کھانا نہیں کھاتے تو ان کے نہ کھانے کی وجہ یہ ہو کہ چونکہ وہ اس وقت آسمان پر رہائش پذیر ہیں اور فرشتوں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا ہے لہٰذا کھانے پینے سے بے نیاز ہیں۔ فرشتوں کی طرح محض ذکر و عبادت ہی ان کے لئے توانائی (Energy) مہیا (Provide) کرنے کا ذریعہ ہو۔ یہی ان کی خوراک اور غذا ہو۔ اشیائے خورد ونوش اہل دنیا اور اہل ارض کا طعام ہے اور مایۂ حیات ہے۔ لہٰذا جناب عیسیٰ علیہ السلام کے کھانے سے باز رہنے سے ان کی موت کا نتیجہ اخذ کرنا لازم تو نہ ہوا۔ کیونکہ کھانے سے باز رہنے اور رک جانے کی وجہ صرف اور صرف موت ہی نہیں ہوتی بلکہ انبیاء و

رسل علیہم السلام اور بڑے بڑے اولیائے کرام کے لئے ذکر وعبادت الٰہی بھی طعام کا فائدہ دے کران کے لئے بقائے حیات کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ سیدالاولین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین امام اعظم، قائد اعظم، مرشد اعظم، ہادی اعظم، مجاہد اعظم جناب محمد رسول اللہ بھی وصال کے روزوں میں کچھ نہ کھاتے پیتے تھے اور توانا بھی رہتے تھے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْوِصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنْ الْمُسْلِمِينَ إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَيُّكُمْ مِثْلِي إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِ فَلَمَّا أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا عَنْ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَأَوْا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالتَّنْكِيلِ لَهُمْ حِينَ أَبَوْا أَنْ يَنْتَهُوا

رسول اللہ ﷺ نے وصال (یعنی مسلسل کئی دن تک سحری وافطاری کئے بغیر روزہ رکھنے) سے منع فرمایا۔ اس پر مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ خود تو وصال کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا اور میری طرح تم میں سے کون ہے؟ مجھے تو رات کو میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ لوگ اس کے باوجود جب صوم وصال سے باز نہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ دو دن تک وصال کیا۔ پھر عید کا چاند نکل آیا تو آپ نے فرمایا۔ اگر کچھ دن مزید چاند دکھائی نہ دیتا تو میں مزید کئی دن وصال کرتا۔ گویا جب صوم وصال سے وہ لوگ نہ رکے تو آپ ﷺ نے ان کو سزا دینے اور تنبیہ کرنے کے لئے یہ فرمایا تھا۔

(صحیح بخاری = کتاب الصوم: باب التنکیل لمن اکثر الوصال حدیث نمبر 1965)

تشریح الحدیث۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ میں برابر اور مسلسل اپنے مالک کے پاس رہتا ہوں اور وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ یہ کھلا اور پلا دینا روزہ نہیں توڑتا کیونکہ یہ بہشت کا طعام اور شراب ہے۔ اس بہشتی طعام وشراب کا حکم دنیاوی طعام وشراب والا نہیں ہے۔ جیسے کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ سونے (Gold) کا طشت لایا گیا اور میرا سینہ دھویا گیا۔ حالانکہ دنیا میں سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال ممنوع ومحظور ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اى على صفتكم فى ان من اكل منكم او شرب انقطع وصاله بل انما يطعمنى ربى و يسقينى ولاتنقطع بذالك مواصلتى فطعامى وشرابى على غير طعامكم وشرابكم صورة و معنى

میرا اور تمہارا معاملہ ایک جیسا نہیں ہے بلکہ تم میں سے کوئی روزے کی حالت میں کھا اور پی لے تو اس کا وصال والا روزہ ٹوٹ جائے گا جبکہ میرا معاملہ یہ ہے کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور اس سے میرا وصال والا روزہ نہیں ٹوٹتا میرا طعام وشراب ظاہر وباطن کے لحاظ سے تمہارے طعام وشراب سے بالکل مختلف ہے۔

لہٰذا کچھ بعید نہیں کہ آسمانی رہائش گاہ پر عیسیٰ علیہ السلام کا طعام اس طرح کا ہو جس طرح کا رسول اکرم ﷺ نے موصوفہ بالا حدیث میں بیان کیا ہے۔

تحقیق حدیث

سوال:

حدیث قدسی

اے انسان! میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا۔ تیری بھوک ختم کردوں گا اور تیرا سینہ اطمینان سے بھردوں گا۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو رات دن تجھے محنت میں لگادوں گا اور تیری بھوک (فقیری) کو ختم نہیں کروں گا'' کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ (ابوعبداللہ نعیم شہزاد۔ لاہور)

الجواب بعون الوہاب:

جی ہاں یہ حدیث صحیح ہے۔ اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں۔ سیدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَأَسُدَّ فَقْرَكَ وَإِلَّا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسُدَّ فَقْرَكَ

بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے ابن آدم! میری عبادت کے لئے فارغ ہوجا' میں تیرا سینہ غنیٰ (تونگری/ دولت/ بے نیازی) سے بھردوں گا۔ اور تیری محتاجی کو تجھ سے دور رکھوں گا۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرے دونوں ہاتھوں کو محنت مزدوری سے بھردوں گا (تو دن رات محنت مزدوری میں لگا رہے گا مگر پوری نہ پڑے گی) اور تیری محتاجی بھی نہیں مٹاؤں گا۔

جامع الترمذی ابواب صفة القيامة باب احاديث ابتلينا بالضراء ومن كانت الآخرة همه ...... وابن آدم! تفرغ لعبادتی حديث2466) اس حدیث کو علامہ البانی رحمۃ اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: صحیح الترمذی حدیث نمبر 2006' صحیح ابن ماجہ حدیث نمبر 3315 البتہ ابن ماجہ میں ملات يديك شغلا کے الفاظ کے بجائے ملات صدرك شغلا کے الفاظ ہیں۔ متاخر الذکر الفاظ کا معنی ہے کہ میں بھردوں گا تیرا سینہ دنیا کے دھندوں سے

علاوہ ازیں اس حدیث کی ایک اور روایت سے تائید بھی ہوتی ہے۔ جو روایت کسی روایت کی تائید کرنے والی اور وہی مفہوم بیان کرنے والی ہو اس کو اصول حدیث کی رو سے شاہد روایت کہتے ہیں۔ وہ شاہد روایت بھی سنداً قوی ہے۔ اس شاہد روایت کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ میں یوں رقم کیا ہے۔ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

قول ربكم تبارك وتعالى :يا ابن آدم تفرغ لعبادتى أملأ قلبك غنى وأملأ يديك رزقا ، يا ابن آدم لا تباعد منى فأملأ قلبك فقرا وأملأ يديك شغلا

تمہارا رب تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: اے ابن آدم! میری عبادت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کرلے۔ (ہر کام ترک کرکے میری عبادت کی طرف توجہ دے اور اس کو ترجیح دے) میں تیرا دل دولتمندی سے بھردوں گا اور تیرے دونوں ہاتھ رزق کی فراوانی سے بھردوں گا۔ اے آدم کے بیٹے! مجھ سے دور نہ جا۔ (میری عبادت' میرے احکام وواجبات سے غافل نہ ہو) ورنہ میں تیرا دل فقیری اور بھوک سے بھردوں گا اور دن رات تجھے دنیا کے کاموں اور دھندوں میں لگائے رکھوں گا''۔

(مستدرک حاکم 326/4 سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ: 347/3 حدیث نمبر 1359)

یہ حدیث ہمارے موجودہ حالات پر پوری پوری منطبق ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کردار وگفتار اور اپنی حالت زار کی اصلاح کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

وراثت کی تقسیم

سوال:

مجھے ایک ذاتی معاملے میں آپ کی ضرورت ہے۔

1۔ میری جائیداد میں 2 مکان۔ ایک 10 مرلے کا پلاٹ اور کچھ آبائی بارانی زرعی زمین تقریباً 9'10 کنال ہے۔

باقی صفحہ 62 پر

قربانی کے احکام ومسائل

عیدقربان اسلامی شعائر میں عیدالفطر کی طرح ایک عظیم تہوار ہے جوہمیں سنتِ ابراہیمی کے عظیم الشان اور فقید المثال واقعے کی یاددلاتا ہے۔

عیدقربان محبت الٰہی اور اطاعتِ والدین کے نمونوں کو دہراتی ہے اور یہ عیداللہ رب العزت کی ویسی ہی محبت اور والدین کے ساتھ اسی طرح کے حسنِ سلوک اور اطاعت گزاری کا مطالبہ کرتی ہے جواس کے پسِ منظر سے نمایاں ہے۔یہی وہ تقویٰ اور حقیقت ہے جوقربانی سے مقصود ہے ورنہ اللہ رب العزت کوتو نہ خون سے کچھ غرض ہے اور نہ گوشت کی طلب۔اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ قربانی کے جانور کی گردن پہ چھری چلانے سے پہلے اپنے ذاتی افکار و جذبات، خیالات واحساسات اور اپنے من پسند مزاج یعنی نفس کے بکرے کے گلے پر چھری پھیرے اور دل کے کہنے پرنہیں بلکہ اللہ رب العزت اور پیارے نبی محمد ﷺ کے حکم پر چلنے کا پختہ ارادہ کرلے، اللہ عزوجل کے ڈراور آخرت میں جواب دہی کے خوف سے گناہوں سے دستبردار ہوجائے۔

مشروعیتِ قربانی:

فرمانِ ربی ہے:

"فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انْحَرْ." (سورۃ الکوثر:2)

''پس تواپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

اس آیت کریمہ میں مکہ مکرمہ یا حج کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ ان قیود سے قطع نظر نماز کے بعد قربانی کا حکم دیا گیا۔وہ بھی بصیغہ امر جو اکثر وجوب کے لیے آتا ہے،اس سے قربانی کی مشروعیت مؤکد طور پر ظاہر ہوتی ہے۔علاوہ ازیں نبی رحمت ﷺ کے فرمان:

''آج (دس ذی الحجہ کو) ہم سب سے پہلے عید پڑھیں گے' پھر عیدگاہ سے واپس آکے قربانی کریں گے۔'' (صحیح بخاری:968)

اس سے جہاں اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ قربانی نمازِ عید سے پہلے نہیں ہوسکتی، چاہے شہر ہو یا دیہات۔وہاں یہ بھی واضح ہے کہ قربانی کا حکم ہر مسلمان کے لیے ہے، چاہے وہ کہیں بھی ہو کیونکہ حاجی تو عیدالاضحیٰ کی نماز ہی نہیں پڑھتے۔جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حکم غیرحاجیوں ہی کے لیے ہے۔

حکمتِ قربانی:

1:اس کے ذریعے سے اللہ رب العزت کا قرب حاصل ہوتا ہے۔(سورۃ الکوثر:2)

2: قربانی امام المؤحدین سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت کا احیاء ہے۔(سورۃ الصافات:111,102)

3:عید کے دن کنبہ وخاندان پر وسعت کی جاتی ہے اور فقراء ومساکین میں اللہ رب العزت کی رحمت عام ہوتی ہے۔

4:چوپائے جانوروں کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہمارے لیے مسخر کردیا ہے۔قربانی اس نعمت پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا ہے۔(الحج:36,22)

فضیلتِ قربانی:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''دس ذی الحجہ کو ابن آدم خون بہانے سے بڑھ کر اللہ عزوجل کے ہاں کوئی بہتر عمل نہیں کرتا، یہ جانور روزِ قیامت اپنے سینگوں، کھروں اور بالوں سمیت آئیں گے اور خون کے زمین پہ گرنے سے پہلے اللہ عزوجل کے ہاں اس کا ایک مقام ہوتا ہے۔سوتم قربانی خوش دلی سے کیا کرو (نیز یہ کہ تمہیں اس کے) ہر بال کے بدلے ایک نیکی ملے گی۔'' (جامع ترمذی وقال حسن وسنن ابن ماجہ)

سبحان اللہ! بالوں کا شمار اللہ کے سوا بھلا اور کون کرسکتا ہے؟

روحِ قربانی:

قربانی کی روح یہ ہے کہ مسلمان اللہ رب العزت سے اس قدر محبت کرے کہ

احکام ومسائل

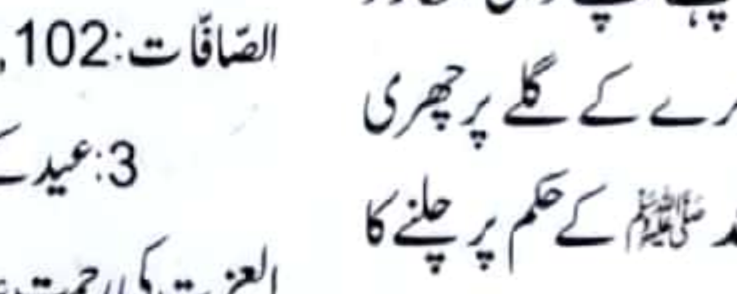

محمد مدنی فاضل مدینہ یونیورسٹی

اپنا سب کچھ اس کی راہ میں قربان کردے حتیٰ کہ اگر ضرورت پڑے تو اپنی...... ہاں ہاں!!! اپنی جان تک کی قربانی سے دریغ نہ کرے نیز اللہ عزوجل کی محبت کے مقابلے میں دنیا کی تمام محبتوں سے دستبردار ہو جائے۔

فرمانِ ربی ہے:

"وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ." (سورۃ البقرۃ:165)

"اور اہل ایمان تو اللہ رب العزت کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں۔"

جس کو دیکھو لٹ رہا ہے ماہ و من کے واسطے
کر رہا ہے جان کو قربان تن کے واسطے
سب تو ہیں شمشیر زن قوم و وطن کے واسطے
تو اٹھا تلوار ذوالمنن کے واسطے
مسلم خوابیدہ اٹھ! ہنگامہ آرا تو بھی ہو
ماند سب ہوں مہر بن کر آشکارا تو بھی ہو

ناجائز مال سے قربانی:

ناجائز کاروبار میں ہر وہ کاروبار شامل ہے جس میں حرام اور ممنوع چیزوں کی خرید وفروخت ہو۔ جیسے شراب، تمباکو، افیون، ہیروئن اور فلموں وغیرہ کے کاروبار، ایسے کاروبار کرنے والے جب تک یہ کاروبار نہ چھوڑیں۔ اسی طرح کمائی کے ناجائز طریقے اختیار کرنے والے یہ سودی، رشوت خوری اور دھوکہ دہی جیسے طریقے جب تک نہ چھوڑیں، اس وقت تک ان کا قربانی اور صدقہ وخیرات کرنا مذاق ہے کیونکہ مال کمانے کے تعلق سے جو ہدایات اللہ رب العزت نے دی ہیں اُن کو تو یہ مانتے نہیں۔ پھر قربانی کرنے کا کیا مطلب؟

لہٰذا اللہ کے بندو! ہمیں اس بات کی بہت فکر کرنی چاہیے کہ کہیں ہم حرام تو نہیں کھا رہے کیونکہ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

"بلاشبہ وہ گوشت جو حرام سے اگا ہو آگ کے زیادہ لائق ہے۔" (ابن حبان:5541)

ممانعتِ حجامت:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھے تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹیں۔" (صحیح مسلم:1977)

نیز جو شخص قربانی کی طاقت نہیں رکھتا' وہ بھی اس حدیث شریف پر عمل کرے اور نماز عید پڑھ کر حجامت کروائے، ناخن کاٹے اور زیر ناف بال صاف کرے۔ اس کے اس جذبہ وشوق اور اس حالت کے بنانے پر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس کو قربانی کا ثواب عطا فرمائے گا۔ (ابوداؤد، نسائی، دار قطنی اور ابن حبان)

ضروری بات:

عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت کے حصول کی خاطر کچھ لوگ صرف ان دس دنوں میں اپنی عملی زندگی بہتر بنا لیتے ہیں مگر جانوروں کی قربانی کے ساتھ ہی سنت انبیاء اور فطرت انسانی (داڑھی) کو بھی دنیا کی خاطر قربان کر دیتے ہیں۔ یہ انتہائی کبیرہ گناہ ہے۔ اس سے سچی توبہ کرنی چاہیے۔

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے چار قسمیں اٹھا کر داڑھی والے چہرے کی خوبصورتی بیان فرمائی ہے۔

پس اے میرے داڑھی منڈوانے اور کتروانے والے مسلمان بھائیو! اللہ رب العزت کی تخلیق پہ اعتراض نہ کرو، اللہ رب العزت سے جنگ کرنے سے باز آ جاؤ۔ یاد رکھو پیارے نبی محمد ﷺ نے داڑھی کو مکمل طور پر معاف کرنے کا حکم دیا ہے اور اسے فطرت میں شمار کیا ہے۔

اللہ کے لیے غور کیجیے اگر چہرے سے دو چار بال نوچنے (آئی برو بنانے) والی عورتوں پر رسول اکرم ﷺ نے لعنت فرمائی ہے تو وہ مرد حضرات جو داڑھی کے نامعلوم کتنے ہی بالوں کو پھینک ڈالتے ہیں اُن کا انجام کیا ہوگا؟؟؟

ذرا سوچیے! داڑھی مونڈنا یا کتروانا کتنا بڑا گناہ ہے؟

داڑھی مونڈنے والا آدمی نماز پڑھ رہا ہے، روزہ رکھے ہوئے ہے، بیت اللہ شریف کا طواف یا مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کر رہا ہے اور ساتھ ہی داڑھی نہ بڑھانے کے کبیرہ گناہ میں ملوث ہے اور یہ گناہ ہر وقت، ہر جگہ اس کے ساتھ ہے۔ پھر روزانہ صبح سویرے اس گناہ کی تجدید۔ استغفر اللہ، استغفر اللہ۔

ایسے لوگوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا ہے کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں اور اگر اس حالت میں ان کی موت واقع ہوئی تو کیا بنے گا؟؟؟

پس اے میرے مسلمان بھائیو اور بزرگو! دنیا والوں کی پروا چھوڑ دو اور اپنی عاقبت سنوارنے کی فکر کرو۔ توبہ تائب ہو جاؤ۔ بے شک اللہ رب العزت غفور الرحیم ہے۔ یاد رکھو! موت کا فرشتہ کسی وقت بھی دستک دے سکتا ہے' اگر اس کے آنے سے پہلے پہلے ہم لوگوں نے گناہوں سے سچی توبہ نہ کی تو بہت ہی دیر ہو جائے گی، بہت ہی دیر!!!

آؤ! یک زبان ہو کر کہیں:

"رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ." (المومنون:109)

"اے ہمارے پروردگار! ہم اطاعت قبول کر چکے ہیں۔ پس آپ ہمیں بخش دیجیے اور ہم پر رحم فرمائیے۔ آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔"

صاحبِ نصاب کی شرط:

قربانی کے لیے صاحبِ نصاب ہونا (یعنی اتنے مال کا مالک ہونا جس پر زکوٰۃ فرض ہو) شرط ہے نہ ضروری۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص باوجود وسعت وطاقت کے قربانی نہیں کرتا وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔" (ابن ماجہ:2532)

فرمانِ ربی: "وانحر" "قربانی کر، تمام امت مسلمہ کے لیے یکساں حکم رکھتا ہے چاہے صاحبِ نصاب ہو یا نہ ہو۔

باوجود اس کے پیارے نبی ﷺ کی معاشی زندگی تنگ دستی وغربت میں گزری' پھر بھی آپ ﷺ نے کبھی سفر وحضر میں قربانی نہیں چھوڑی۔

امام الدنیا فی الحدیث نے صحیح بخاری (2:832 باب الاضحیۃ للمسافر والنساء۔ عورتوں اور مسافروں کے لیے قربانی کا بیان) میں یہ تک ثابت کیا ہے کہ مسافر بھی قربانی کریں کیونکہ پیارے نبی ﷺ سفر میں بھی قربانی کی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اکرم ﷺ اپنے دس سالہ مدنی دور میں برابر قربانی کرتے رہے حالانکہ

آپ ﷺ تو کبھی صاحب نصاب ہوئے ہی نہیں تھے، قارئین گرامی قدر! ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں دین اسلام کے ہر حکم پر عمل کیا سوائے ایک امر کے اور وہ ہے زکوۃ۔آپ ﷺ نے کبھی زکوۃ نہیں دی اس لیے کہ زکوۃ صاحب نصاب پر فرض ہے لیکن قطع نظر اس کے آپ پھر بھی ہر سال قربانی کیا کرتے تھے لہٰذا قربانی کے لیے صاحب نصاب ہونے کی شرط نا قابل التفات ہے۔

میت کی طرف سے قربانی:

چونکہ میت کی طرف سے مالی صدقات جائز ہیں' اس لیے اس دن بھی صدقے کی صورت میں جانور ذبح کر کے مستحقین میں تقسیم کیا جاسکتا ہے لیکن یاد رہے کہ صدقے کے جانور میں غیر صدقے کی ملاوٹ نہ ہو اور اس کا سارا گوشت فقراء میں تقسیم کر دیا جائے۔علاوہ ازیں اہل علم نے رسول اللہ ﷺ کے امت کی طرف سے قربانی کرنے والی احادیث کی صحت کو تسلیم کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی محمد ﷺ کا یہ عمل آپ کی خصوصیات میں سے ہے جس میں امت کے لیے آپ ﷺ کی اقتداء جائز نہیں۔(تحفۃ الاحوذی:54/2،ارواء الغلیل:354/4)

پوری فیملی کی طرف سے ایک قربانی:

ایک قربانی بھی کافی ہے، وہ چاہے کتنے ہی ہوں۔گھر کے ہر فرد کی طرف سے الگ الگ قربانی ضروری نہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

''پیارے نبی محمد ﷺ ایک بکری پورے گھر والوں کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔

(طبرانی، کبیر ورجالہ رجال الصحیح مجمع الزوائد 21/4)

لائق ذبح جانور:

قربانی میں ذبح کیے جانے والے جانور باجماع مسلمین آٹھ ہیں۔بکرا، بکری، بھیڑ (نر اور مادہ)، اونٹ (نر اور مادہ) اور بیل، گائے نیز اونٹ اور گائے کی قربانی میں سات افراد شامل ہو سکتے ہیں۔البتہ اونٹ کی قربانی میں دس افراد بھی شامل ہو سکتے ہیں۔(ابن ماجہ)

نیز اگر استطاعت ہو تو اکیلا آدمی بھی اونٹ یا گائے کی قربانی کرسکتا ہے۔(حوالہ سابقہ برقم 3135)

سب سے افضل قربانی اونٹ، پھر گائے، پھر بھیڑ اور پھر بکری کی کیونکہ جس میں فقراء ومساکین کا فائدہ زیادہ ہے، یقیناً زیادہ افضل و بہتر بھی وہی ہے۔

(نیل الاوطار:477/3)

دو دانت کی شرط: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''صرف دو دانتا کی قربانی کرو، ہاں اگر وہ تم پر مشکل ہو جائے (یعنی اس کا خریدنا تمہاری طاقت سے بالا ہو یا مل نہ رہا ہو) پھر بھیڑ کا جذعہ (کھیرا) کرلو۔'' (صحیح مسلم:1963)

جانور عیب دار نہ ہو:

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''قربانی میں چار قسم کے جانور جائز نہیں۔''

1:۔کانا بھینگا جانور، جس کا کانا پن واضح ہو۔

2:۔بیمار، جس کی بیماری واضح ہو۔

3:۔لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔

4:۔نہایت لاغر جانور جس میں گودا نہ ہو۔(ابوداؤد:2802)

5:۔وہ جانور جس کا کان آدھا یا آدھے سے زیادہ کٹا ہو۔(ارواء الغلیل:361/4)

6:۔خارش زدہ جانور اور ایک وہ جس کا تھن کٹا ہو۔(مجمع الزوائد:19/4،طبرانی اوسط برقم:3578)

علاوہ ازیں جانور کا خصی ہونا عیب نہیں۔

دعوتِ فکر:

اللہ کے بندو! قربانی کے لیے جانور خریدتے وقت ہم اسے فرش (زمین) پر چیک کرتے ہیں، جبکہ شہنشاہ کائنات عرش عظیم کا مالک اللہ ذوالجلال والاکرام عرشِ معلیٰ پہ مستوی ہو کر ہمیں چیک کرتا ہے کہ یہ قربانیاں کرنے والے میرے دوست ہیں یا دشمن؟ مؤحد ہیں کہ مشرک؟ مخلص ہیں یا ریا کار؟ متبع سنت ہیں یا بدعتی؟ دنیا کے طالب ہیں یا آخرت کے خواہشمند؟ نمود ونمائش کے خوگر ہیں یا میری رضا وخوشنودی کے متلاشی؟

جانور معیوب ہو جائے تو:

اگر جانور خریدنے کے بعد اس میں کوئی واضح اور نمایاں عیب پیدا ہو جائے، مثلاً آدھے سے زیادہ کان کٹ گئے، یا سینگ ٹوٹ گیا، یا کانا ہو گیا، یا ظاہراً لنگڑا ہو گیا۔تو جو شخص صاحب حیثیت ہو' اس کے لیے زیادہ محتاط طریقہ یہی ہے کہ وہ مزید کچھ رقم خرچ کر کے بے عیب جانور خرید کر قربانی کرے البتہ نادار اور مفلوک الحال آدمی جو جانور بدلنے کی صورت میں نقصان برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا' اس کے لیے گنجائش نکل سکتی ہے۔

قربانی اور اخلاص:

اللہ کے بندو اور بندیو! صرف قربانی ہی نہیں بلکہ ہر نیک عمل خالص اللہ رب العزت کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہونا چاہیے۔

فرمانِ ربی ہے:

''اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِص.'' (سورۃ الزمر:3)

خبردار اللہ کے لیے خالص دین ہے۔

نبی محمد ﷺ نے فرمایا:''روزِ قیامت اللہ عزوجل منادی کردے گا کہ جس نے اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کی بجائے لوگوں کے دکھلاوے کے لیے عمل کیا' آج وہ انہی لوگوں کے پاس جا کر اس کا ثواب طلب کرے جنہیں دکھانے کے لیے اس نے وہ کام کیا تھا۔'' (ترمذی، برقم:2521. حسنہ ھو والبانی رحمھما اللہ تعالیٰ)

قربانی اور اتباع رسول ﷺ:

ایک صحابی مقصد و نیت کی اعلیٰ پاکیزگی کے ساتھ قبل از نماز عید' قربانی کر بیٹھے۔پیارے نبی ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمہاری بکری تو صرف گوشت کی بکری ہے۔'' (صحیح بخاری:5556)

قارئین گرامی قدر! واضح ہو کہ اللہ رب العزت صرف وہی عمل قبول فرماتا ہے جو امام

اعظم، سردارِ کائنات، پیارے نبی محمد ﷺ کے طریقے اور سنت مبارکہ کے عین مطابق ہو، ورنہ عمل بظاہر کتنا ہی اچھا ہو، کرنے والے کا مقصد کتنا ہی پاکیزہ ہو، خواہ سونے چاندی، ہیرے جواہرات اور لؤلؤ ومرجان سے مرصع (مزین) ہو، خواہ اس عمل کا کرنے والا کوئی صحابی ہو یا تابعی، مکی ہو یا مدنی، کوفی ہو یا بغدادی، بہر کیف وہ عمل مردود ہے اس لیے کہ پیارے نبی ﷺ نے وہ عمل نہیں کیا اور دین اسلام مکمل اور سلسلہ وحی منقطع ہو چکا ہے۔

ذبح کے مسائل:

''قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم ذبح کے وقت پاس موجود رہیں۔'' (صحیح مسلم)

البتہ جہاں مجبوری ہو وہاں غیر حاضری جائز ہے۔

''اگر کوئی عورت قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا شوق کرے تو جائز ہے۔'' (صحیح بخاری)

قربانی کا جانور قصاب سے ذبح کرواتے ہوئے اس بات کا خیال رکھیں کہ ذبح کرنے والا توحید پرست اور صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو۔

''قصاب کو اجرت قربانی (گوشت وغیرہ سے) سے نہ دی جائے۔'' (صحیح بخاری:1716)

جانور قربان کرنے سے پہلے چھری کو خوب اچھی طرح تیز کر لینا چاہیے تاکہ جانور باآسانی ذبح ہو جائے اور اسے زیادہ تکلیف نہ ہو۔ (صحیح مسلم:1955)

ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنے سے گریز کریں نیز جانور کے سامنے چھری تیز کرنے سے اجتناب کریں۔ (طبرانی کبیر:11916)

ذبح کی دعا

یہ دعا پڑھ کر ذبح کریں:

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ وَعَنْ......

یہاں اس کا نام لیں جس کی طرف سے قربانی کر رہے ہیں۔ اگر قربانی اپنے اور اہلِ خانہ کی طرف سے کر رہے ہیں تو اپنا نام لیں اور کہیں "واھلہ" نیز اپنا نام لیے بغیر یہ بھی کہہ سکتے ہیں "عَنِّي وَأَهْلِ بَيْتِي" پھر "بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ أَكْبَرُ" کہہ کر چھری پھیرے۔ (ابوداؤد)

صرف "بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ أَكْبَرُ" کہہ کر بھی ذبح کر سکتے ہیں۔ جانور کو چابک دستی کے ساتھ آناً فاناً اچانک قوت کے ساتھ ذبح کیا جائے۔ جانور کے طبعاً بے جان ہونے پر اس کی گردن مروڑ کر منکا ہرگز نہیں توڑنا چاہیے اور چھری کی نوک وغیرہ سے حرام مغز کی بتی بھی نہیں کاٹنی چاہیے۔ یاد رکھیے مینڈھے، بکرے اور گائے کے طبعاً بے جان ہونے میں اندازاً 4 سے 10 منٹ تک صبر سے انتظار کرنا چاہیے۔ انتظار کے ان چند لمحات میں آپ اپنی موت کو یاد کیجیے اور سوچیے کہ اپنی موت کے بعد شروع ہونے والی زندگی کے لیے کیا توشہ جمع کیا ہے؟ وہاں تو صرف ایمان اور نیک اعمال ہی سے اللہ کی رحمت حاصل ہو سکے گی۔

جانور کے جسم سے حتی الوسع تمام خون نکل جائے، اس کے بے حس وحرکت ہو جانے سے جان مکمل طور پر نکل جانے کے بعد ہی کھال اتارنے کا عمل شروع کیا جائے۔ اس عمل کے آخر میں گردن کو موڑا یا الگ بھی کیا جا سکتا ہے۔ یہ رحمانہ، آسان ترین اور بہترین طریقہ، ذبح ہے۔ بہت وجہ ہے کہ تقریباً تقریباً اسی کیفیت سے جان جانِ آفرین کے سپرد کرنے (شہادت) پر شہید بار بار'' کچھ مانگو'' کی پیشکش پر یہ جواب دیتا ہے'اے اللہ! مجھے دوبارہ شہادت کی موت عطا فرما۔

اونٹ کو ذبح نہیں بلکہ نحر کرنا چاہیے۔ نحر کا طریقہ یہ ہے کہ اونٹ کا اگلا بایاں پاؤں باندھ کر اسے تین ٹانگوں پر کھڑا کر دینا چاہیے اور کوئی تیز دھار چیز مثلاً چھری، چاقو، نیزا، برچھی یا خنجر وغیرہ کی نوک زور سے اس کی گردن کے آخر میں میں مارنی چاہیے۔

آہستہ آہستہ خون بہہ جائے گا اور اونٹ ایک طرف گر جائے گا۔

قربانی کا گوشت:

خود بھی کھائیں، خوددار محتاج اور سوالی کو بھی کھلائیں۔ (سورۃ الحج:22/36)

کھالوں کا مصرف:

قربانی کی کھالیں اپنے ذاتی استعمال میں لانا جائز ہے۔ (مسند احمد)

بصورت دیگر کھالوں کے مستحق غرباء ومساکین ہیں۔ اسی لیے مدارسِ دینیہ کو دینا بھی جائز ہے کیونکہ وہاں زیرِ تعلیم طلباء کی اکثریت غرباء ومساکین کے ذیل میں آتی ہے۔ نیز اسلامی محاذوں پر برسرِ پیکار مجاہدین فی سبیل اللہ کو بھی دی جا سکتی ہے لیکن جانور کاٹنے والے کو بطورِ اجرت نہیں دی جا سکتی۔ (نیل الاوطار)

قربانی کے ایام:

قربانی کے ایام چار ہیں۔ پیارے نبی محمد ﷺ نے فرمایا' سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہیں۔ (صحیح بخاری)

اور باجماع امت گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ ایام تشریق ہیں۔ نیز قربانی رات کو بھی کی جا سکتی ہے۔

عشرۂ ذوالحجہ کی فضیلت:

محمد ﷺ نے فرمایا:

''ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ رب العزت کو ان دس دنوں سے زیادہ محبوب ہوں، سوائے اس مجاہد کے جو اپنے جان و مال کے ساتھ نکلا' پھر واپس نہ آیا اور شہید ہو گیا۔'' (صحیح بخاری)

تکبیرات:

ذوالحجہ کا چاند نظر آنے سے تیرہ ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک صرف نمازوں کے بعد ہی نہیں بلکہ دیگر اوقات میں بھی تکبیرات کہنے کا اہتمام کیا جائے۔ خواتین بھی اپنے گھروں ہی میں تکبیرات کہیں۔

اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمد

اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا اللّٰهُ أَكْبَرُ واجل' اللّٰهُ أَكْبَرُ ولله الْحَمْدُ

اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمد أَكْبَرُ علىٰ ما هدانا.

اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا

اللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا

(ارواء الغليل:125/3، فتح الباری:462/2، وصحيح مسلم:601)

فضائل یوم عرفہ

تمام تعریفات کے لائق اللہ عزوجل ہے میں اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد چاہتا ہوں اور اسی سے ہدایت چاہتا ہوں، درود وسلام خاتم الانبیاء سیدنا محمد بن عبداللہ پر ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے حق اور صراط مستقیم کی طرف بلانے کے لئے مبعوث کیا۔

ازاں بعد:

تاریخ اسلام میں یوم عرفہ کی عظمت پہلے دن سے ہی واضح ہے۔ اس دن دنیا بھر کے مسلمان میدان عرفات میں اکٹھے ہوتے ہیں جس کی مثال رہتی دنیا تک ملنی ناممکن ہے۔ اس اجتماع سے ہمیں آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تمام مخلوقات کا اکٹھے ہونا یاد آتا ہے۔

قیام عرفہ حج کا عظیم رکن ہے:

کتب حدیث میں عبدالرحمٰن بن یعمر دیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا جب آپ میدان عرفات میں تھے۔ تبھی اہل نجد کا ایک وفد آیا۔ انہوں نے ایک آدمی کو کہا، اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حج کی کیفیت بیان کریں۔ آپ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کرے، جو عرفات کے میدان میں آ گیا اس کا حج ہو گیا۔ (بلکہ) جو مزدلفہ کی رات کو نماز فجر (دس ذوالحجہ) سے پہلے آ گیا اس کا حج مکمل ہو گیا۔ قیام منیٰ تین دن تک ہے جو دو دنوں میں جلدی کرے اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو آخر تک رہے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ بقول راوی پھر اس آدمی نے اپنے پیچھے ایک آدمی کو سوار کر لیا اور اس فرمان کا اعلان کرنے گا۔۔ (ابوداؤد 1951۔ البانیؒ نے اسے صحیح کہا)

علامہ عز بن عبدالسلام رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''الحج عرفۃ'' سے مراد یہ ہے کہ جو شخص وقوف عرفہ پالے اس نے حج پا لیا اور مفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں ہے۔ یعنی حج کا خلاصہ اور اس کا عظیم رکن وقوف عرفہ ہے کیونکہ اس کے فوت ہونے سے حج نہیں ہو گا۔ (عون المعبود 425/5)

یوم عرفہ کے متعدد فضائل ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

1۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے اس دن مسلمانوں کے لئے ان کے دین کی تکمیل کی اور ان پر اپنی نعمت تمام کی اور ان کے لئے اسلام کو بطور دین قبول کر لیا۔ جیسے کہ طارق بن شہاب کی روایت سے ثابت ہے کہ ایک یہودی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا تم اپنی کتاب کی ایک آیت پڑھتے ہو اگر ہم یہودیوں پر وہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن عید مناتے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کونسی آیت ہے؟ یہودی نے کہا

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ3)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دی اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پر راضی ہو گیا

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں اچھی طرح معلوم ہے، یہ آیت نبی ﷺ پر کس دن اور کس مقام پر نازل ہوئی آپ جمعہ کے دن عرفہ کے مقام پر کھڑے تھے۔ (متفق علیہ)

اس حدیث کا تقاضا ہے کہ مسلمان کبھی بھی کتاب وسنت کو ترک نہ کرے اور دین میں ہر قسم کی بدعات اور ایجادات سے دور رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خبر کے مطابق دین یقیناً مکمل ہو چکا ہے اور جو مکمل ہو جائے اس میں اضافے کی گنجائش نہیں ہوتی وگرنہ وہ ناقص کہلائے گا اور ایسا کہنا اللہ تعالیٰ کی بات کی تکذیب ہو گی۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس امت کیلئے اپنے دین کو مکمل کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت پر یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ انہیں کسی اور دین کی حاجت نہیں اور نہ ہی وہ اپنے نبی کے علاوہ کسی اور نبی کے محتاج ہیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا ہے۔ اور آپ کو تمام جن وانس کی طرف مبعوث کیا لہٰذا حلال وہی ہے جس کو آپ ﷺ نے حلال فرمایا ہو۔ اور حرام بھی وہی ہے جس کو آپ نے حرام کیا ہو اور دین صرف وہی ہو گا جس کو آپ نے مشروع کر دیا ہو۔ ہر وہ چیز جس کی خبر آپ نے دے دی ہے وہ حق اور صدق ہے اس میں جھوٹ کی ملاوٹ نہیں اور نہ ہی دھوکہ بازی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا (الانعام:115)

اور تیرے رب کا سچا اور عدل والا دین مکمل ہو گیا

یعنی سچی خبروں والا اور عادلانہ احکام ونواہی والا دین مکمل ہو گیا لہٰذا تم اپنے لئے اس پر راضی ہو جاؤ کیونکہ یہی دین ہے کہ جو اللہ کا محبوب ومقبول ہے اور اس نے اس دین کے ساتھ اپنے سب سے افضل رسول کو مبعوث فرمایا۔ اور اس رسول پر اپنی سب سے مقدس کتاب نازل کی۔ تفسیر ابن کثیر 19-20/2)

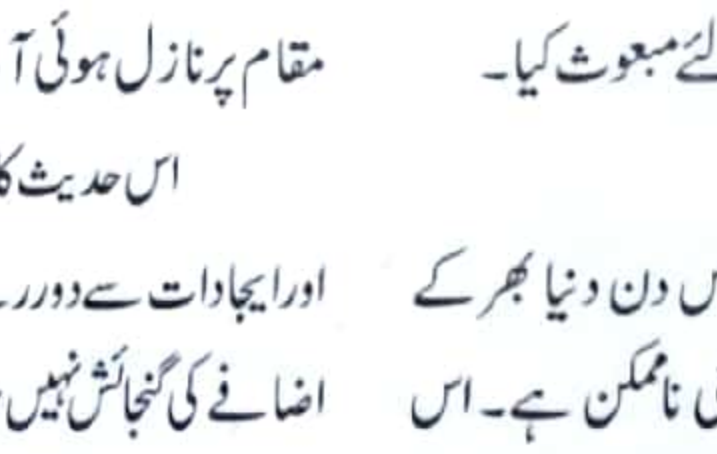

الدکتور عبداللہ شاکر الجنیدی

اس لئے متقدمین ومتاخرین اہل السنۃ والجماعت ہمیشہ کتاب وسنت کی طرف رجوع

کرتے اور علمی و عملی مسائل میں ان دونوں کے فیصلے کو قبول کرنے کا حکم دیتے آئے ہیں اور یہی اصول ہے جو ان کو دوسروں سے ممتاز بناتا ہے۔ اور وہ اپنے اس اصول میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی اقتدا کرتے ہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ (الحجرات 1)

اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو

چونکہ اپنے سلف صالحین کی تحریروں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ بخوبی دکھائی دیتا ہے کہ وہ کسی رائے یا اجتہاد کو اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک اسے کتاب وسنت کے ترازو میں تول نہ لیں۔ پھر یہیں سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ کتاب وسنت ہی دین میں استدلال کی بنیاد ہیں اور لوگ دوسرے مصادر کے محتاج نہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں جب بھی اللہ تعالیٰ کے دین کے پیروکاروں پر کوئی مصیبت و مشکل نازل ہوتی ہے تو کتاب اللہ میں اس سے نکلنے کا راستہ ضرور موجود ہوتا ہے۔ (الرسالہ 20)

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (النحل:44)

اور ہم نے آپ کی طرف (اے نبی) ذکر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کی طرف نازل شدہ کی توضیح کر دیں۔ شاید وہ غور و فکر کریں۔

امام شافعی رحمہ اللہ اس فرمان الٰہی کے مذکورہ استدلال سے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ سنت مطہرہ کتاب اللہ کی شرح اور توضیح کرتی ہے اور اس میں اہل ایمان کیلئے الحمدللہ ہر قسم کا استغناء اور کفایت بدرجہ اتم موجود ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ تمہیں یہ کہتے ہوئے کوئی نہیں ملے گا کہ اہل ایمان رسول اللہ ﷺ کے فرامین کے علاوہ کسی اور کے بھی محتاج ہیں۔ ہاں! جو شخص رسول اللہ ﷺ کے اقوال و اعمال کی مکمل معرفت نہ رکھتا ہو اور وہ اتباع رسول میں ضعیف ہو تو وہ (کہہ سکتا ہے)

وگرنہ جو شخص کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ساتھ قائم ہو اور اسے متقدمین، متاخرین کے علم پر دسترس بھی ہو تو اسے اللہ تعالیٰ اس نور کے ذریعے ماسوئی سے مستغنی کر دے گا جس نور کے ساتھ محمد ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔

اور یہ بات قطعی ہے۔

بے شک نبی ﷺ نے اس کی تبلیغ کر دی جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر نازل کیا اور آپ اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس بات کی تصدیق کے لئے حجۃ الوداع کے موقع پر گواہی لی۔ جب آپ نے میدان عرفات میں اپنا بلیغ ترین خطبہ فرمایا

جیسا کہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی صحیح روایت میں مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''بے شک میں تم میں وہ چیز چھوڑ رہا ہوں اگر تم اسے مضبوطی کے ساتھ تھامو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ اللہ کی کتاب ہے اور تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا تو تم کیا کہو گے؟ سب سامعین نے یک زبان ہو کر کہا۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ نے کما حقہ تبلیغ کر دی اور امانت کو ادا کر دیا اور آپ نے امت کو نصیحت کر دی۔ آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے تین بار فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہ۔ (صحیح مسلم 1218)

2۔ یوم عرفہ کی یہ بھی ایک فضیلت ہے کہ یہ گناہوں کی مغفرت اور ان سے درگزر کرنے کا دن ہے۔ نیز آگ سے آزادی ہوتی ہے اور وہاں حاضرین کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے پاس فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یوم عرفہ میں جتنے بندوں کو آگ سے آزادی دیتا ہے، اتنے زیادہ بندوں کو کسی دوسرے دن میں (آگ سے) آزاد نہیں کرتا اور بے شک وہ قریب آ جاتا ہے۔ پھر ان کے ذریعے فرشتوں میں فخر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ (مسلم 1348)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ عرفہ کی رات میں حاضرین عرفہ کے ذریعے فرشتوں کو فخریہ طور پر مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ تم میرے بندوں کی طرف دیکھو تو سہی۔ وہ میرے پاس (کس طرح) بکھرے ہوئے بالوں اور غبار آلود (جسموں) کے ساتھ آئے ہیں۔ (مسند احمد۔ علامہ البانی نے اسے صحیح الترغیب میں صحیح کہا ہے 1153)

متقی لوگ میدان عرفات میں اپنے دلوں میں اپنے رب کا قرب محسوس کرتے ہیں جس سے ان کی قوت ایمانی مزید مضبوط ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی امید کرتے ہوئے

☆...... دین میں بدعات و ایجادات سے بچئے کیونکہ دین مکمل ہے، اس میں اضافے کی گنجائش نہیں وگرنہ ناقص کہلائے گا

☆...... یوم عرفہ میں حجاج کا سب سے افضل عمل خلوص قلب سے دعا کرنا ہے کیونکہ اس دن دعائیں قبول ہوتی ہیں

☆...... دعا کرتے وقت دل حاضر رہے اور ہاتھ اٹھا کر دعائیں کریں اور قبولیت کا یقین رکھیں

ان کی فرحت و سرور میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یوم عرفہ میں حجاج کا سب سے افضل عمل خلوص قلب سے دعا کرنا ہے کیونکہ وہ ان فضیلت والے اوقات اور اس قدر افضل مقام پر ہوتے ہیں کہ جہاں دعائیں قبول کی جاتی ہیں، لغزشوں کی مغفرت ہوتی ہے اور خطاؤں کا کفارہ ادا ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کی حدیث میں ہے۔ سب سے افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہے اور سب سے افضل دعا یہ ہے کہ جو میں اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کی۔

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اللہ کے علاوہ کوئی معبود (برحق) نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ بادشاہی اسی کی ہے اور تمام تعریفات اسی کی ہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

باقی صفحہ 51 پر

مسجد نبوی کا ائیر کنڈیشننگ سسٹم گویا دنیا کا ایک عجوبہ ہے' یہ مسجد سے 7 میل دور ہے

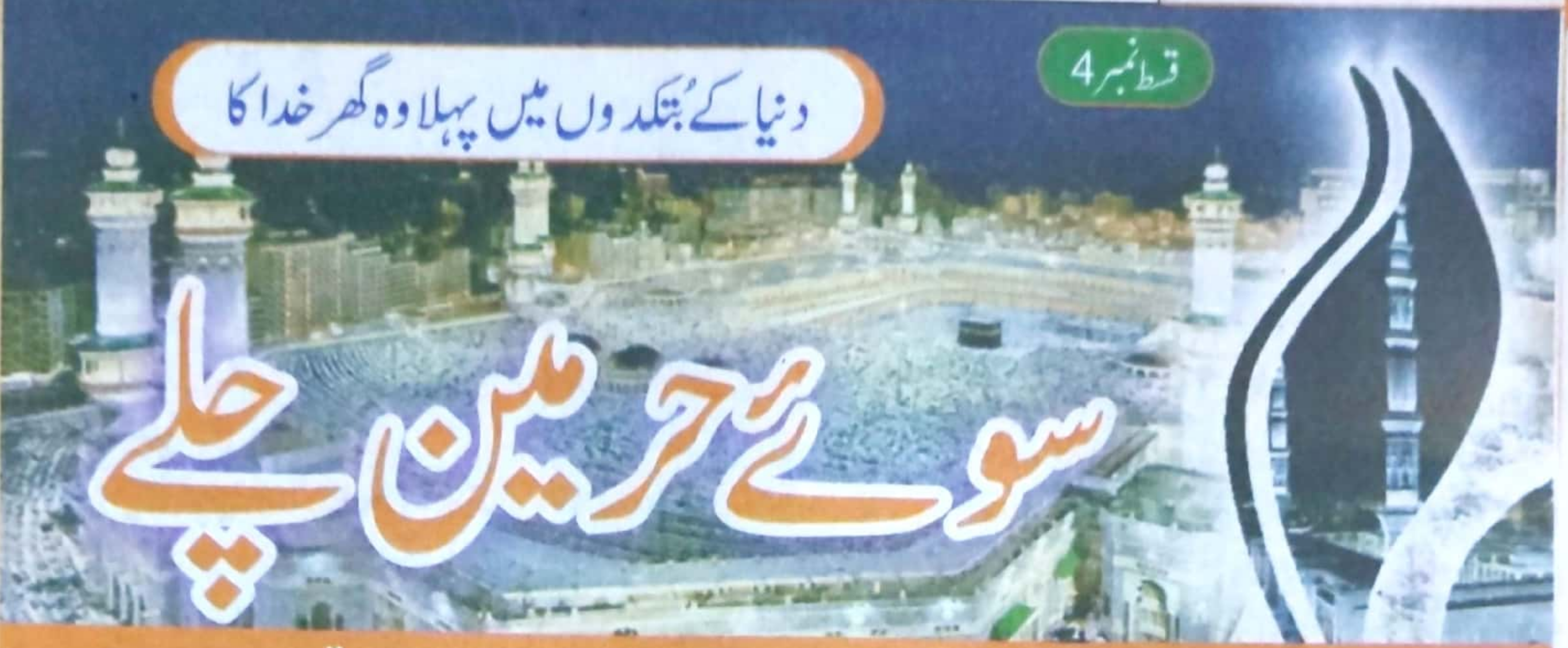

قسط نمبر 4

دنیا کے بُتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

سوئے حرمین چلے

زائرین عمرہ کیلئے ایمان افروز سفر نامے کی صورت میں ایک رہنما تحریر

سفر نامہ

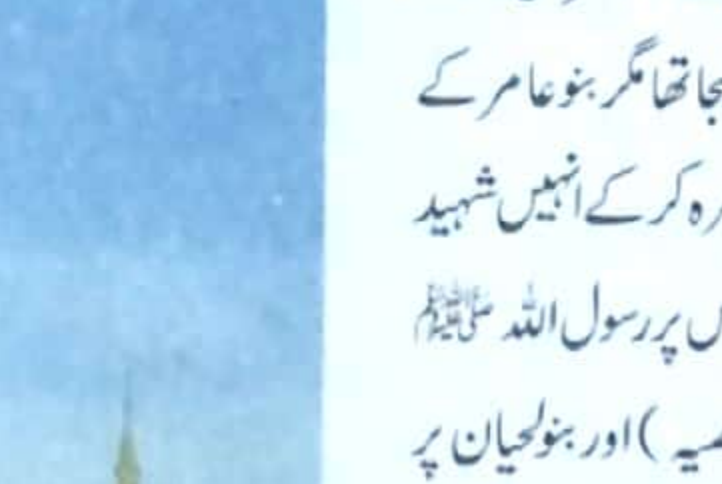

محسن فارانی

70 قراء صحابیوں کا مشہد

اب طریق المدینہ (شاہراہ مدینہ) وادی ثمرہ' وادی نداء' وادی سیف' وادی حجر اور وادی مُرکو کاٹتی چلی گئی۔ بائیں طرف المزرع اور الاکحل نامی بستیاں آئیں۔ الاکحل کے بالمقابل مشرق کی طرف نکلنے والی سڑک تقریباً 110 کلومیٹر آگے جا کر مہد الذہب (معدن بنی سُلیم) پہنچتی ہے۔ اسی معدن بنی سلیم کے شمال مغرب میں کوہ اُبلیٰ کے دامن میں بئر معونہ نامی کنواں (بئر) تھا جہاں صفر 4ھ میں بنوسُلیم نے 70 صحابہ دھوکے سے شہید کر دیئے تھے جنہیں ابو براء عامر بن مالک کی درخواست پر نبی ﷺ نے منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تبلیغ کے لئے بھیجا تھا مگر بنو عامر کے ایک سردار عامر بن طفیل کے ''اکسانے'' پر بنوسلیم نے ان مبلغین اسلام کا محاصرہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔ صرف کعب بن زید اور عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہما دو صحابی زندہ بچے تھے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان قرّاء صحابہ اور مقتولین رجیع کی شہادت پر قبائل بنی سلیم (رعل' ذکوان' عصیہ) اور بنولحیان پر ایک ماہ بددعا فرمائی۔

انڈونیشیا کے سدا بہار طوطے

ہماری کوچ کا ڈرائیور اور کنڈکٹر دونوں انڈونیشیا کے تھے جو اس قدر باتونی تھے کہ تمام راستے مسلسل باہم چہچہاتے اور چڑچڑاتے رہے۔ ظاہر ہے زائرین مدینہ کی سمجھ میں کیا آنا تھا کہ وہ کیا ''گفتگو'' فرما رہے ہیں۔ ان دونوں کی قینچی کی طرح چلتی زبان بند ہوئی نہ بحث ختم ہوئی۔ مسافر انڈونیشی زبان نہ سمجھنے کے باعث ان کی سمع خراشی سے بدمزہ ہونے کی بجائے محظوظ ہوتے رہے۔ ایک موقع پر وہ دم لینے کو رکے تو ایک بزرگ نے فقرہ اچھالا: ''چابی مک گئی ہے'' یوں لگتا تھا جیسے انہوں نے مسلسل بولنے کا عالمی مقابلہ جیت رکھا ہے۔

وادیٔ عقیق کی معیّت میں مدینہ منورہ تک

وادی الشعیبہ سے گزر کر طریق المدینہ تھوڑا شمال مغرب کو چل کر پھر شمال کو سوئے مدینہ رواں تھا۔ دائیں طرف الیتمہ نامی بستی آئی جہاں سے مقام بدر تقریباً 100 کلومیٹر مغرب میں ہوگا جہاں 17 رمضان 2ھ میں حق و باطل کا پہلا معرکہ پیش آیا تھا۔ آگے دائیں طرف العشیرہ' البردیہ اور رواوہ اور بائیں طرف آبار الماشی نامی بستیاں آئیں۔ البردیہ سے کوچ نے دائیں طرف سے آتی وادی العقیق قطع کی تھی جو اب طریق المدینہ کے ساتھ ساتھ مغرب میں چل رہی تھی۔ وادی العقیق وہی مشہور زرخیز وادی ہے جو مدینہ کے مغرب سے گزر کر مجمع الاسیال میں جا ملتی ہے۔ یہ وادی 150 کلومیٹر لمبی ہے۔ اس مبارک وادی میں ایک رات نبی ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی۔ یہیں قصر عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ' قصر سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہا' قصر سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پوتے عاصم رحمہ اللہ بن عمرو کا قصر تھا۔

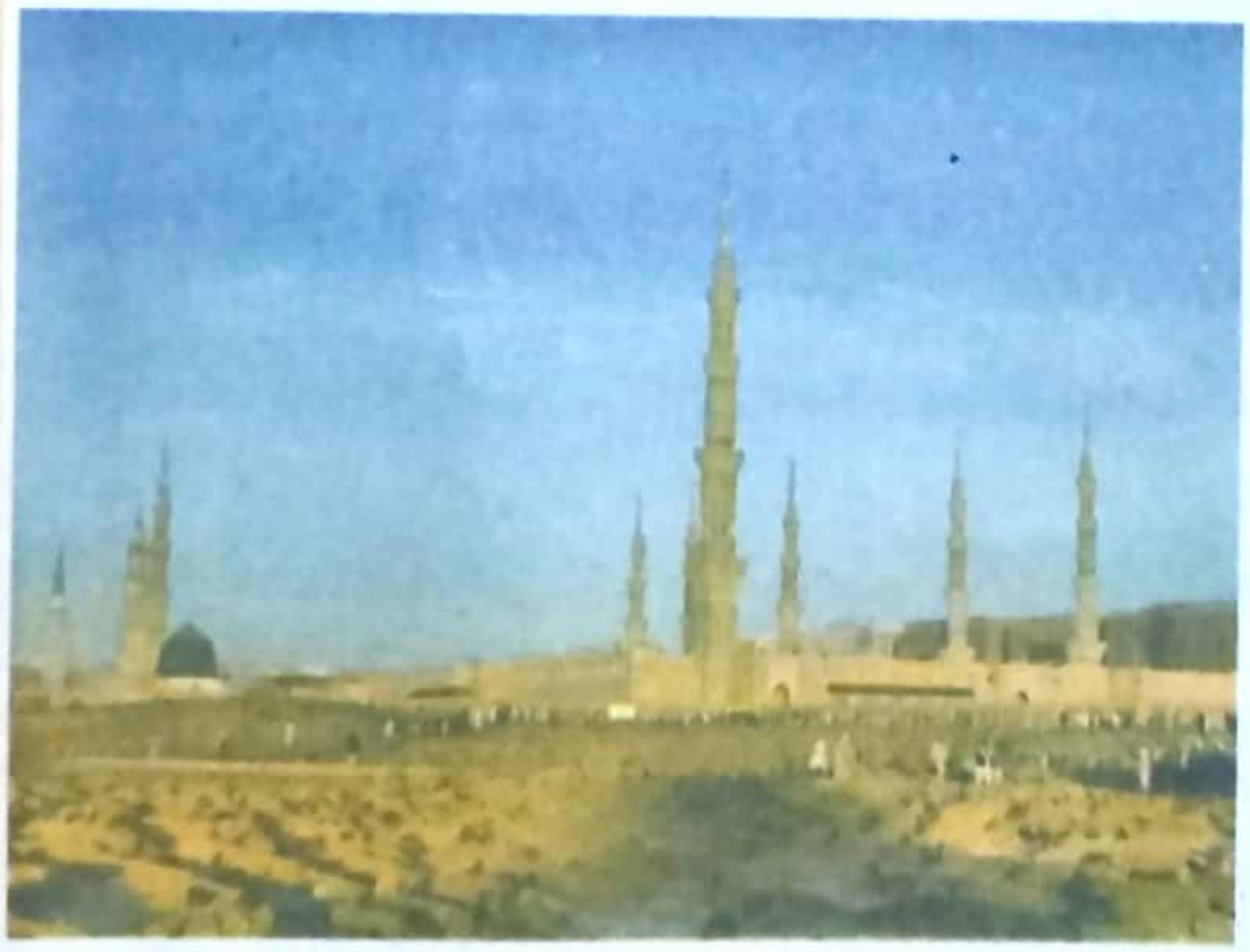

سوا چار سو کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے اب ہم مدینہ منورہ کے قریب پہنچ رہے تھے۔ پہلے ذوالحلیفہ آیا' پھر مشرق میں مسجد قباء کے مینار نظر آئے تو دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ نبی کریم ﷺ سفر ہجرت میں ابواء' منصرف اور مسیجید کی طرف سے چکر کاٹ کر ذوالحلیفہ اور پھر قبا وارد ہوئے تھے۔ بائیں طرف جبل عیر دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے بعد مسجد نبویؐ کے مینار نظر آنے لگے۔ کوچ نے ایک دو موڑ کاٹے اور حرم نبوی کے عین شمال میں شارع الستین سے بائیں طرف اتر کر فندق دارالوفاء کے سامنے جا اتارا۔

تیرے ستون بے شمار:

دارالوفاء ہوٹل کے کمرے میں سامان رکھ کر باہر آئے اور شارع الستین

پر واقع ایک ہوٹل سے کھانا کھانے کے بعد پیدل اس مرکزِ مہر و وفا کی طرف چل دیے جس کی طرف دنیا بھر سے اہل ایمان کھنچے چلے آتے ہیں۔ طریق الدائری الاول (پہلی رنگ روڈ) پر شارع الستین کا چوک شرقاً غرباً دور دور تک عارضی دیواروں سے گھرا ہوا تھا کیونکہ وہاں فلائی اوور وغیرہ کی تعمیر کا ترقیاتی کام ہو رہا تھا۔ یوں ہمیں مشرقی عارضی دیوار کے ساتھ ساتھ لمبا چکر کاٹ کر مسجد نبوی کا رخ کرنا پڑا۔ بڑے بڑے ہوٹلوں اور شاپنگ سنٹروں کی فلک بوس عمارات کے بیچ میں سے

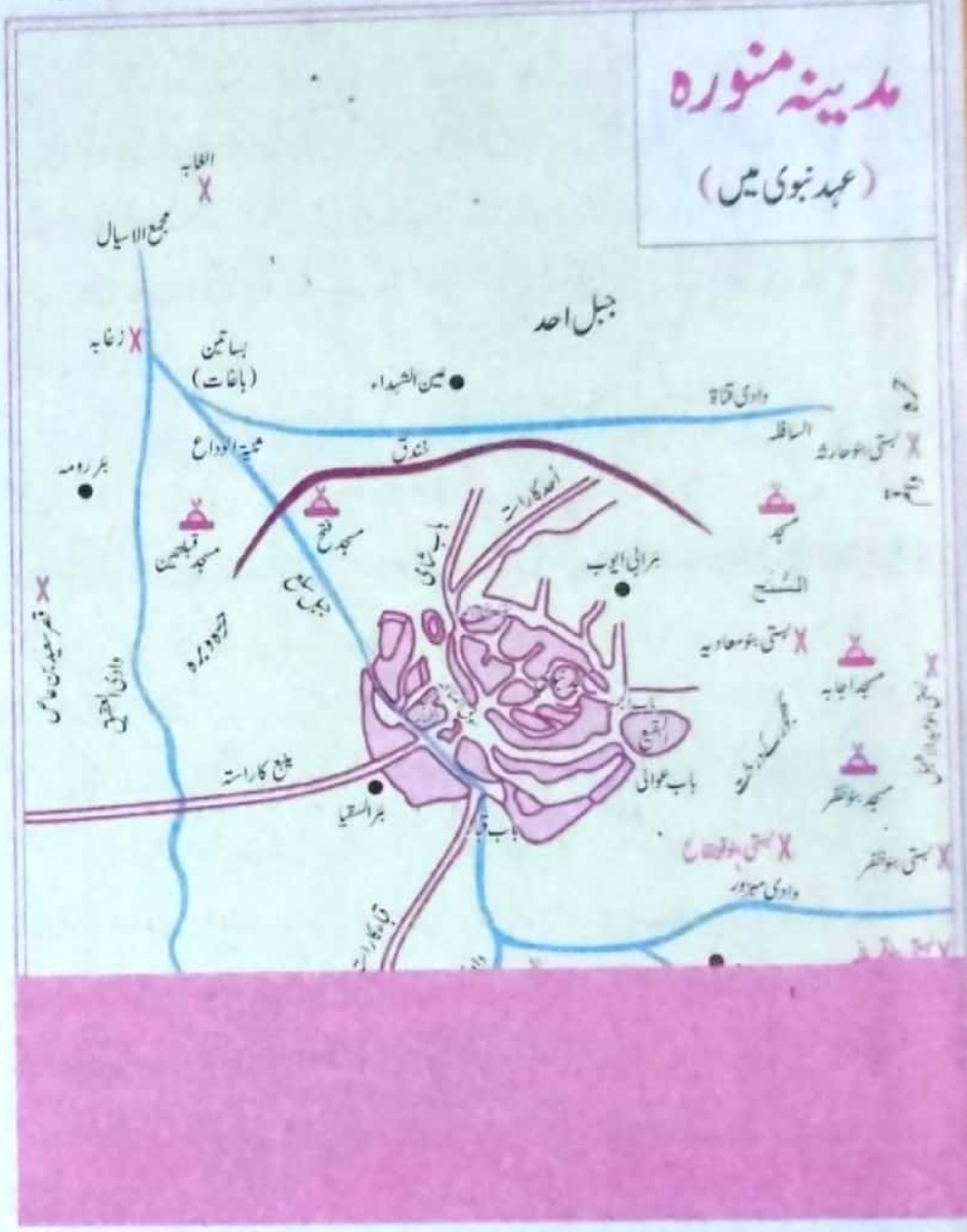

آگے نکلے تو مسجد رسول کے بلند و بالا مینار پوری شان و شوکت اور تقدس لیے نظر نواز ہوئے۔ ملک ملک کے زائرین جوق در جوق مسجد کی طرف کھنچے چلے آ رہے تھے جن میں سب سے زیادہ پاکستانی تھے۔ ہمارے سامنے اور دائیں طرف دور دور تک سفید شفاف چنبیلی جیسی پنکھڑیوں کی ساخت والی چھتریوں سے ڈھکا ہوا صحن حرم تھا جہاں ان برگ ہائے یاسمین نے سایہ کر رکھا تھا۔ جب سایہ درکار نہیں ہوتا تو یہ پنکھڑیاں خودکار طریقے سے سمٹ کر کلیاں بن جاتی ہیں۔ ان چھتریوں کی بنیادوں کے سوراخوں سے اے سی کی ٹھنڈی ہوا نکلتی رہتی ہے۔

اس وسیع و عریض شمالی صحن کے نیچے دو منزلہ غسل خانے اور وضو کی ٹونٹیاں ہیں اور مزید نیچے تہہ خانے میں بہت کشادہ پارکنگ ہے۔ وضو خانوں سے اوپر آنے جانے کے لیے متحرک برقی سیڑھیاں ہیں۔ ہم وضو کر کے پرشکوہ باب ملک فہد سے مسجد میں داخل ہوئے۔ باجماعت نماز عصر ادا کی۔ پھر آب زمزم کے کولر سے گلاسیاں بھر کر پیاس بجھائی۔ مسجد میں قطار اندر قطار ستون دیکھ کر ہمیں علامہ اقبال یاد آئے جنہوں نے مسجد قرطبہ کو مخاطب کر کے کہا تھا ؎

تیری بنا پائیدار، تیرے ستون بے شمار
شام کے صحرا میں ہو جیسے ہجوم نخیل

یہاں مسجد نبویؐ کے ستون ہجوم نخیل کا منظر پیش کر رہے تھے۔ نخیل سے مراد کھجور کے درخت ہیں۔

باغ جنت میں نماز:

مغرب کی اذان شروع ہوئی تو یوں لگا جیسے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی صدائے دلنواز کانوں میں اتر رہی ہو۔ نماز مغرب سے فارغ ہو کر ہم آگے بڑھتے بڑھتے روضۂ جنت کے پاس پہنچ گئے جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔" وہاں لوگوں نے پہلے ہی جگہیں گھیر رکھی تھیں تاہم ایک پاکستانی کی مہربانی سے ریاض الجنۃ کی آخری صف میں ستون کے پاس جگہ مل گئی اور ہم نے وہاں دو نفل ادا کر لیے۔ پھر اذان ہونے پر وہیں نماز عشاء ادا کی۔

باب جبریل سے نکل کر صحن میں آئے تو دارالسلام (مدینہ) کے کارکن (سیلز مین) یاسر صاحب کا فون آ گیا کہ وہ ہوٹل پہنچ رہے ہیں لہٰذا ہم نے واپس دارالوفاء کا رخ کیا۔ دراصل ہمارا مسئلہ یہ تھا کہ پیکیج کے مطابق ہوٹل کے مشترکہ کمرے میں رہنا ہمارے لیے مشکل تھا کیونکہ وہاں اے سی چوبیس گھنٹے چلتے رہتے ہیں جس سے مکہ مکرمہ میں ہمیں شدید فلو ہو گیا تھا اور حرم کعبہ میں تین نمازیں ادا کرنے سے قاصر رہے تھے۔ لہٰذا ہم نے الریاض فون کر کے اپنی اس مشکل سے دارالسلام انٹرنیشنل کے مدارالمہام محترم مولانا عبدالمالک مجاہد صاحب کو آگاہ کر دیا تھا جنہوں نے کمال مہربانی سے یاسر صاحب کو ہدایات جاری کر دی تھیں، چنانچہ انہوں نے دارالوفاء آ کر زائد ادائیگی کر کے ہمیں پورا کمرہ لے دیا جہاں ہم نے اے سی کے بغیر پنکھا چلا کر سکون سے چھ دن گزارے۔ بعد میں مکہ مکرمہ میں بھی پانچ دنوں کے لیے ہوٹل الحرمین میں ایسا ہی بندوبست ہو گیا۔

مدینہ میں دارالوفاء اگرچہ مسجد نبوی سے زیادہ دُور نہیں تھا مگر شارع الستین کے چوک میں ہونے والے تعمیراتی کام نے اس فاصلے کو دو تین گنا بڑھا دیا تھا، اس لیے ہمیں اذان سے کچھ پہلے ہوٹل سے نکلنا پڑتا تھا اور پھر اکثر ہم دو تین نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کر کے ہی واپس ہوٹل آتے تھے۔ دوسرے دن نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد محراب کی طرف سے قطار میں لگ کر مرقد رسولؐ پر حاضری دی اور "اصحاب صفہ کا چبوترہ" دیکھا۔

روضۂ جنت اور صحیح بخاری:

حدیث پاک میں چونکہ مرقدِ رسولؐ اور منبر کے درمیانی مقام کو روضۃ من ریاض الجنۃ (جنت کے باغوں میں سے ایک باغ) کہا گیا ہے، اس لیے عام طور پر اسے ریاض الجنہ کہہ دیا جاتا ہے۔ لوگ یہاں بڑھ چڑھ کر نوافل ادا کرتے ہیں، دعائیں مانگتے اور آہ و زاری کرتے ہیں۔ مگر کم لوگوں کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کے بعد دنیا کی صحیح ترین کتاب "صحیح البخاری" اس مقام پر مرتب و مدوّن کی گئی اور اس کے لیے امام بخاریؒ نے یہاں سولہ سال تک قابل رشک علمی اعتکاف کیا تھا۔ پیدائشی نابینا محمد بن اسماعیل کی والدہ کی دعائیں جب مستجاب ہوئیں اور وہ بینا ہو گئے تو انہوں نے علم و عمل کو اوڑھنا بچھونا بنایا۔ حُبِّ رسول کا زادِ راہ لیا اور جمع احادیث کے لیے عالم اسلام میں دور دور تک سفر کیے۔ آخرکار مسجد نبویؐ میں عزلت گزیں رہ کر احادیث نبویہ کا صحیح ترین ذخیرہ مرتب کیا جو امت مسلمہ کے لیے اتباع سنت کا سب سے بڑا سرچشمہ ہے۔

چبوترہ اصحابِ صفہ کہاں تھا؟

مرقدِ رسولؐ کے شمال میں اصحابِ صفہ کا مبینہ چبوترہ ہے جو مسجد نبویؐ کے فرش سے نصف میٹر بلند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں شمالی دیوار کے ساتھ ایک لمبا مسقّف سائبان (صفہ) بنایا گیا جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ درس و تدریس میں مشغول رہتا تھا۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے۔ موجودہ "چبوترہ اصحاب صفہ" باب جبریل اور باب النساء کے

درمیان واقع ہے' یہ قریباً سات میٹر لمبا اور تین میٹر چوڑا ہے۔ اس کے گرد نصف میٹر اونچا سنہری حاشیہ ہے۔ اہل خبر کا کہنا ہے کہ یہ چبوترہ دراصل عثمانی دور میں خادمانِ مسجد کے بیٹھنے کے لیے تعمیر کیا گیا تھا جبکہ اصل صفہ جو شمالی دیوار کے ساتھ تھا' بعد میں مسجد کی توسیع میں شامل کر لیا گیا تھا۔

نبی ﷺ ایک روز مسجد میں داخل ہوئے تو کچھ لوگ نوافل اور عبادت الٰہی میں مشغول پائے اور کچھ صفہ کی جگہ درس و تدریس میں منہمک تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''دونوں اچھا کام کر رہے ہیں' البتہ ایک کا کام بہتر ہے۔ جو لوگ اللہ سے مانگ رہے ہیں' اللہ کی مرضی ہے کہ چاہے تو دے اور چاہے تو نہ دے۔ البتہ دوسرا گروہ (بہتر ہے) جسے علم کے حصول اور جہالت دور کرنے کی لگن ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ میں خود بھی معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' یہ فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے اس حلقے میں جگہ بنالی جہاں درس ہو رہا تھا۔

☆......صحن میں سایہ کے لیے لگی سفید شفاف چھتریاں جب کھلتی تو چنبیلی کی پنکھڑیاں اور جب سکڑتی تو کلیاں لگتیں۔

☆......شاہ فہد دور کی توسیع کے بعد مسجد نبوی کے دروازوں کی تعداد 85 اور ستونوں کی تعداد 2104 ہوگئی ہے۔

نبی ﷺ درسگاہ صفہ کی خود نگرانی فرماتے اور طلبہ کے لیے خوراک کا انتظام کرتے تھے۔ عبداللہ بن سعید بن عاص ؓ خوشنویس تھے' وہ صفہ والوں کو تعلیم دیتے تھے۔ نبی ﷺ نے عبادہ بن صامت ؓ کو بھی حکم دیا تھا کہ اہل صفہ کو لکھنا سکھاؤ اور قرآن پڑھاؤ۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اصحاب صفہ کے متعلق فرمایا: ''یہ جنتی لوگ ہیں۔'' صفہ گویا اسلام کی پہلی یونیورسٹی تھی۔

امام ابن تیمیہ ؒ نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں یہ جگہ عموماً ان لوگوں کے لیے وقف تھی جن کے رہنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ ان کے کوئی عزیز و اقارب تھے نہ ان کا کوئی معاشی سہارا تھا۔ ان میں مقامی لوگ بھی تھے اور وہ بھی جو باہر سے دینی تعلیم حاصل کرنے آتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ صفہ گویا دارالاقامہ بھی تھا۔ ان شائقین علم کی تعداد دس بیس ہوتی اور کبھی ساٹھ ستر تک پہنچ جاتی۔ حضرت بلال' سعد بن ابی وقاص' صہیب رومی' عمار بن یاسر' سلمان فارسی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سب اہل صفہ میں سے تھے۔

درس گاہ نبوی کا احوال:

عثمانی عہد کی مسجد نبوی کی عمارت میں ایک جانب مرقوم الفاظ ''محل مسجد النبیؐ'' عہد نبوی کی مسجد کی نشاندہی کرتے ہیں۔ حرم کے اس حصے میں جابجا خط نستعلیق میں آیات نظر آتی ہیں جو سبز' نیلی' پیلی اور سنہری روشنائیوں سے لکھی گئی ہیں۔ حرمِ نبوی کی چھت پر بے شمار فانوس لٹک رہے ہیں جن میں ہزاروں شمعیں روشن ہیں۔ یہ فانوس سنہری زنجیروں کے ساتھ چھت سے معلق ہیں۔ دورِ عثمانی کی عمارت میں بادامی رنگ کے ستون تین تین میٹر کے فاصلے پر ایستادہ ہیں۔ سامنے کی سمت بارہ اور بائیں جانب پندرہ ستون ہیں۔ گویا مجموعی تعداد 12x15=180 ہوئی۔ ان ستونوں کے بالائی سروں کے گرد بنے چھوٹے چھوٹے گنبدوں پر خوبصورت قدرتی مناظر اور نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ ابراہیم رفعت پاشا نے ان خوبصورت ستونوں کو اعمدة الجميلة المفرغة لکھا ہے۔ عمارت کی سامنے کی دیوار پر پٹی میں سورۃ الفتح' اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ' نبی ﷺ کے اسمائے مبارکہ مرقوم ہیں۔ کچھ آیات پاک نستعلیق میں لکھی ہیں۔ یہ عثمانی ترکوں کے عہد کی کتابت ہے۔ شاہ فہد کے دور کی توسیع کے بعد مسجد نبوی میں ستونوں کی کل تعداد 2104 ہوگئی ہے۔

اس حرم نبوی میں اکثر اوقات رسول کریم ﷺ کے گرد ہالہ بنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مجلس لگتی تھی۔ انہیں قرآن کریم کی تعلیم دی جاتی اور اسلامی زندگی کے رموز سکھائے جاتے تھے۔ یہیں نماز جمعہ ادا کی جاتی تو سارا شہر امڈ آتا تھا۔ یہیں آپ ﷺ نومسلموں سے بیعت لیتے اور یہیں آپ ﷺ مقدمات کے فیصلے صادر فرماتے تھے۔ اسی مسجد میں بیٹھ کر آپ ﷺ نے قبائلی سرداروں' سرحدی امراء اور شاہانِ وقت کو تبلیغ اسلام کے خطوط لکھوائے۔ یہیں عرب کے گوشے گوشے سے آنے والے وفود خدمت اقدس میں باریاب ہوتے تھے۔ چنانچہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ کے بند کمرے کی سامنے والی دیوار کے ایک عالی شان ستون پر سنہری پٹیاں بنی ہوئی ہیں جو اسطوانۂ وفود کی نشاندہی کرتی ہیں۔

کبھی ایسے ہوتا کہ پورے شہر مدینہ میں منادی ہو جاتی اور پھر سب مسلمان مسجد نبوی میں اکٹھے نماز ادا کرتے جس کے بعد نبی اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوتے اور جبریل امین ؑ کی لائی ہوئی تازہ وحی سناتے۔ یہیں محراب النبی کے پاس آپ ﷺ کاتبانِ وحی میں سے کسی ایک کو تازہ وحی لکھواتے تھے۔ یہ جگہ مسکن نبی ﷺ' مہبط جبرئیل ؑ' بندگانِ الٰہی کی سجدہ گاہ اور اجتماع گاہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھی۔ یہ اس مسجد میں لکھوائی جانے والی الکتاب (قرآن مجید) کی برکت ہے کہ آج ہمارے پاس بلا تحریف کلامِ الٰہی محفوظ ہے جو الوہی ادب کا شاہکار' الرحمٰن کا القرآن ہے۔

ایک روز مسجد نبویؐ میں نمازِ ظہر ادا کر کے نکلے تو محترم حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ کے فرزند ارجمند عثمان یوسف سے ملاقات ہوگئی جو مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہونے والے تھے۔ میرے ہمراہ سیالکوٹ کے ظفر اقبال اور ان کے ایک ساتھی بھی تھے۔ مولانا عثمان یوسف کے ساتھ خاصی دیر گفتگو رہی اور انہوں نے بعض مسائل کے حوالے سے ان کی غلط فہمیاں دور کرنے کی کامیاب سعی کی۔ عثمان یوسف ان دنوں دارالسلام لاہور کے شعبہ سیرت و تاریخ سے منسلک ہیں۔

میدانِ احد کا نظارہ:

انہی دنوں مولانا عبدالمالک مجاہد الریاض سے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ پروفیسر محمد ذوالفقار بھی تھے جو دارالسلام (الریاض) میں تحقیق و تالیف کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ان کی معیت میں میدانِ بدر کا مشاہدہ کرنے کا ارادہ تھا مگر ہمارا عمرے کا ویزا مدینہ منورہ سے باہر جانے میں رکاوٹ بنا۔ لہٰذا مجاہد صاحب' پروفیسر صاحب اور منیب کبریا صاحب (منیجر دارالسلام مدینہ منورہ) کے ہمراہ بدر تشریف لے گئے۔ تاہم اگلے روز مجاہد صاحب کے ہمراہ ہمیں کوہ احد کے دامن میں میدان اُحد کا جائزہ لینے کا موقع مل گیا۔ پہلے ہم نے مسجد قباء میں نوافل ادا کیے اور پھر میدانِ احد کی طرف چلے جو مدینہ منورہ کے شمال میں شرقاً غرباً بہنے والی ندی وادی قناۃ اور جبل اُحد کے درمیان واقع ہے۔ وہاں سید الشہداء حمزہ ؓ اور دیگر شہدائے احد کا احاطہ دیکھا۔ وادی قناۃ اور کوہ احد کے درمیان جبل عینین یا جبل رماۃ ہے جہاں نبی ﷺ نے عبداللہ بن جبیر انصاری ؓ کی قیادت میں پچاس تیر انداز (رُماۃ) متعین کیے تھے تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ آور نہ ہو یا اس حساس پہاڑی ٹیلے پر چڑھ کر لشکر اسلام پر تیر اندازی کا خیال دل میں نہ لائے۔

خالد بن ولید ؓ کدھر سے حملہ آور ہوئے؟

غزوہ احد کے دوسرے مرحلے میں خالد بن ولید ؓ کا حملہ کس سمت سے ہوا' اس میں دو

مسجد نبوی کی نچلی منزل اور چھت پر 2 لاکھ 62 ہزار اور صحن میں 4 لاکھ 30 ہزار افراد نماز ادا کر سکتے ہیں

آراء ہیں۔ کوہ احد کے جنوب سے یا شمال سے؟ شیخ صفی الرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ اور ڈاکٹر حمید اللہ کہتے ہیں کہ خالد احد کے شمال سے طویل چکر کاٹ کر حملہ آور ہوئے تھے۔ ابوالحسن علی ندوی کی السیرۃ النبویۃ کے نقشے میں بھی جیش خالد کی آمد احد کے شمال سے دکھائی گئی ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں: ''جنگ احد کے دن قریشی فوج زغابہ (نزد مجمع الاسیال جو کوہ

> ☆......ولید بن عبدالملک کے دور میں گورنر مدینہ عمر بن عبدالعزیز نے پہلی دفعہ مسجد کے محراب اور چاروں کونوں پر مینار بنوائے۔
>
> ☆......صحیح البخاری کو امام بخاریؒ نے سولہ سال کی محنت شاقہ سے مسجد کے اس حصے میں بیٹھ کر مکمل کیا جسے روضۃ من ریاض الجنۃ کہا جاتا ہے۔

احد کے مغرب میں ندیوں کا سنگم ہے) سے سیدھی کوہ احد کے جنوبی دامن میں پہنچی اور موجودہ مغربی ''مقبرہ شہداء'' پر مسلمانوں سے اس کی مڈبھیڑ ہوئی۔ خالد بن ولید کا رسالہ غالباً زغابہ کے شمال مشرق میں کوہ احد کے پیچھے سے گزرتا ہوا مشرقی طرف سے میدانِ احد کی طرف آیا جہاں کئی بار بڑھنے کی کوشش کے باوجود تیروں کی باڑھ اسے پسپا ہونے پر مجبور کرتی رہی تھی۔''

ہم نے شہدائے اُحد کے لیے دعا مانگی اور مجمع داؤدیہ میں واقع متحف المدینہ دیکھنے نکلے۔ یہ متحف (عجائب گھر) داؤدیہ کمپلیکس کے تہہ خانے میں ہے۔ اس میں ایک شاندار لائبریری ہے اور ساتھ ہی اہم غزوات کے میدان جنگ بڑی سکرین پر نقشوں میں بڑی وضاحت سے دکھانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ انہیں دیکھ کر ہر غزوہ گویا سامنے رونما ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ یہاں غزوات کی ویڈیو بھی ملتی ہیں۔ اگلے روز بھائی یاسر نے ہمیں لے جا کر مدینے کے اہم مقامات' مقام خندق' مسجد فتح' مسجد قبلتین دکھائیں۔ غزوہ احزاب (ذی قعدہ 5ھ) میں وادی قناۃ کے جنوب میں کھودی گئی خندق مشرق میں مسجد مستراح (آبادی بنوحارثہ) سے لے کر جبل سلع کے شمال مغرب تک چلی گئی تھی۔ جبل سلع کے مغرب میں غزوہ احزاب کی فتح کی یادگار مسجد فتح واقع ہے۔ یہیں ثنیۃ الوداع (الوداعی گھاٹی) ہے جہاں سے ہجرت کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارد مدینہ ہوئے تھے اور بنونجار کی لڑکیوں نے گیت گایا تھا:

طَلَعَ البَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الوِدَاعِ

(ہم پر ثنیات الوداع سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے)

عہد نبوی کا مدینہ مسجد نبوی میں شامل ہے:

رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے احاطہ تعمیر مسجد کے لیے منتخب فرمایا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''اس احاطے میں کھجور کے درخت' مشرکین کی کچھ قبریں اور کھنڈر تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے درخت کاٹ دیے گئے اور مشرکین کی قبریں اکھاڑ دی گئیں اور کھنڈر ہموار کر دیئے گئے۔ قبلے کی دیوار میں کھجور کے درختوں کی قطار لگا دی گئی اور دائیں بائیں پتھروں کی دیواریں بنادی گئیں۔ مسجد کی چھت کھجور کی شاخوں سے تیار کی گئی اور کھجور کے تنوں ہی کے ستون تھے۔ نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں تعمیر شدہ یہ سادہ سی مسجد اسلامی ریاست کا ایوان حکومت بھی تھی۔''

فتح خیبر کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں پہلی توسیع فرمائی۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت میں تین بار توسیع ہوئی۔ ولید کی طرف سے گورنر مدینہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے مسجد میں توسیع کی اور پہلی مرتبہ چاروں کونوں پر چار مینار تعمیر کرائے' پہلی بار مسجد کی محراب بنی اور امہات المومنینؓ کے حجرے مسجد کی توسیع میں شامل کر لیے گئے۔ پھر خلیفہ مہدی عباسی' مملوک سلطان اشرف قایتبائی' عثمانی خلیفہ عبدالمجید اول' شاہ عبدالعزیز آل سعود اور شاہ فہد بن عبدالعزیز کے ادوار میں توسیع کا کام ہوا۔

شاہ فہد کی توسیع (95-1985ء) سے دورِ نبوت کا اصل مدینہ مسجد نبوی میں شامل ہو گیا ہے۔ اب نچلی منزل اور چھت پر 2 لاکھ 62 ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے اور صحنوں میں 4 لاکھ 30 ہزار افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔ زیر زمین پارکنگ میں 4500 گاڑیاں کھڑی ہو سکتی ہیں۔ مسجد نبوی کے دروازوں کی مجموعی تعداد 85 ہے۔ چھت کے بڑے بڑے متحرک گنبد مرکزی کمپیوٹر نظام کے تحت کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ مسجد کا ائیر کنڈیشننگ نظام دنیا کا ایک عجوبہ ہے۔ اس کا پلانٹ مسجد سے سات میل دور ہے تاکہ شور مسجد سے دور رہے۔ ٹھنڈا پانی اور ہوا ایک سرنگ کے ذریعے مسجد میں پہنچتے ہیں۔

بقیہ: عمر قربانی

ہم نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی کے ساتھ تھے جنہیں مجاشع کہا جاتا تھا اور بنو سلیم میں سے تھے تو بکریاں ملنا مشکل ہو گئیں تو انہوں نے ایک اعلان کرنے والے کو حکم دیا' اس نے اعلان کیا کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے' جذعہ (کھیرا) اس فریضہ سے کفایت کرتا ہے' جس سے مسنہ (دو دانتہ) کفایت کرتا ہے۔ اس حدیث میں مسنہ کی جگہ پر نبی اکرم ﷺ نے ثنی کا لفظ بولا جس کا معنی بالاتفاق دو دانتہ ہی ہے۔ جو گنجائش لفظ مسنہ کے معنی میں نکالی جاتی ہے' وہ اس لفظ ثنی سے نہیں نکل سکتی کہ ثنی ثنیہ سے سمجھ لو اس کا معنی دو دانتہ ہی ہوتا ہے۔ گویا ایک طرح سے یہ لفظ مسنہ کی وضاحت اور حد بندی کرتا ہے۔

یہی روایت السنن الکبری ج 9 ص 271 پر اس طرح ہے

عن رجل من اصحاب النبی من جهينة او مزينة انهم كانوا مع النبی صلی الله عليه وسلم قبل الاضحی بيوم أو يومين فكانوا يعطون الشاتين بالثنية فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم الجذعة تجزی مما تجزی منه الثنية

یعنی نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایک شخص جو جہینہ یا مزینہ قبیلے سے تھے' بیان کرتے ہیں کہ وہ عیدالاضحیٰ سے ایک یا دو دن پہلے نبی ﷺ کے ساتھ تھے تو لوگ دو دو بکریاں دے کر ایک ایک دو دانتی بکری حاصل کر رہے تھے (ثنیۃ کا لفظ بولا گیا جس کا معنی صرف دو دانتہ ہی ہوتا ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کھیرا اس ذمہ داری سے کفایت کرے گا جس سے ثنیہ کفایت کرتا ہے۔

ان ساری احادیث میں غور کریں تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ہی وضاحت ہو جاتی ہے کہ مسنہ کا مطلب آپ نے ثنیۃ یعنی دو دانتہ ہی متعین فرمایا ہے۔ اور ثنیہ یعنی دو دانتہ جانور ہی مہنگے ہو جاتے تو صحابہ کرام دو دو بکریاں دے کر ایک ایک دو دانتہ لیتے تھے تو اس مشکل کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے بھیڑ کے کھیرے کو ذبح کرنے کا حکم دیا اور فرمایا' جو فریضہ دو دانتہ ذبح کرنے سے ادا ہوتا ہے' مجبوری کی وجہ سے بھیڑ کا کھیرا ذبح کرنے سے وہ فریضہ مکمل طور پر ادا ہوگا۔

مزید ایک مرسل روایت سے بھی شہادت لی جا سکتی ہے جو حافظ منذری کی ابوداؤد کے حاشیہ میں ابن قیم عن ابن حزم بطریق سلیمان بن یسار عن مکحول روایت کی جاتی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا

ضحوا بالجذعة من الضان والثنية من المعز

اسے صحیح مسلم کی روایت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ مشکل میں بھیڑ کا کھیرا ذبح کر سکتے ہو مگر بکری سے ثنیہ دو دانتہ ہی ذبح کرو۔

قربانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کا امتحان ہے کہ وہ میری پسند اختیار کرتے ہیں یا اپنی پسند کو اولیت دیتے ہیں

عمرِ قربانی

علم و تحقیق

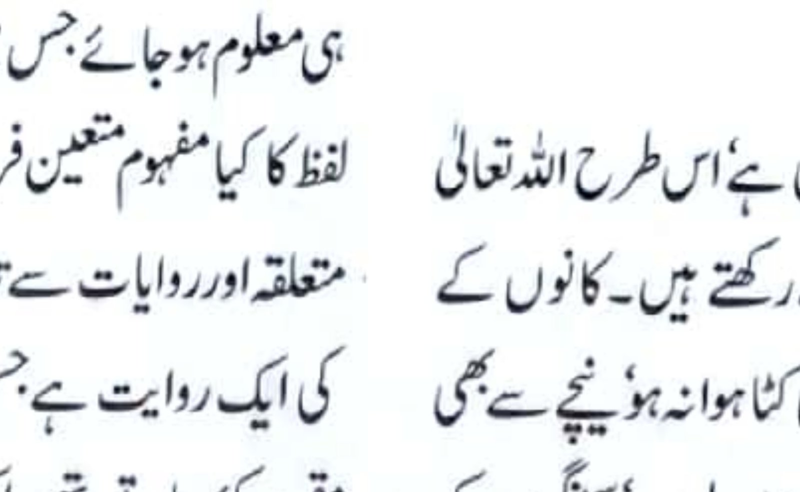

احسان الحق شہباز

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ

(سورۃ الحج آیت 34)

اور ہم نے ہر امت پر قربانی مقرر کی ہے تاکہ جو مویشی جانور ہم نے انہیں عطا کئے ہیں' انہیں اللہ کے نام پر ذبح کریں۔

ہر سال اہل اسلام اپنی اپنی ہمت و استطاعت کے مطابق قربانیاں کرتے ہیں۔ مکہ میں لے جائی جانے والی قربانیاں ''ھدایا'' اور اپنے اپنے علاقوں میں کی جانے والی قربانیاں ''ضحایا'' کہلاتی ہیں۔ الاضحیٰ بھی انہی قربانیوں کو کہتے ہیں یہ اضحیہ کی جمع ہے اور اسی مناسبت سے اس عید کو عید الاضحیٰ کہا جاتا ہے یعنی وہ عید جس پر قربانیاں کی جاتی ہیں۔ قربانی کے متعلقہ بہت سے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ قربانی کی عمر کا ہے۔ کچھ لوگ قربانی کیلئے صرف دودانتہ جانور ہی جائز سمجھتے ہیں اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بھیڑ کا کھیرا بھی جائز ہے۔ آگے کچھ لوگ بھیڑ کے کھیرے کے جواز کے لئے دودانتہ کی مشکل ہونے کی قید لگاتے ہیں اور کچھ کا خیال ہے کہ یہ قید بھی کوئی ضروری نہیں' دودانتہ میسر ہو' پھر بھی بھیڑ کا کھیرا جانور جائز ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ قربانی جہاں ایک فریضہ ہے' وہاں ایک امتحان بھی ہے' اس طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں کا امتحان لیا ہے کہ میری پسند اختیار کرتے ہیں یا اپنی پسند کو آگے رکھتے ہیں۔ کانوں کے سلامت ہونے کی پابندی اور اس حوالہ سے پانچ احتیاطیں کہ کان اوپر سے بھی کٹا ہوا نہ ہو' نیچے سے بھی نہ ہو' آگے سے بھی پیچھے سے بھی اور درمیان میں بھی سوراخ نہ ہو۔ آنکھوں کے حوالے سے' سینگوں کے حوالے سے' ٹانگوں کے حوالہ سے پابندیاں جبکہ عام صدقہ کی صورت میں کوئی پابندی نہیں۔ عقیقہ کا فریضہ ادا کرنے کے لئے بھی کوئی پابندی نہیں۔ یہ ساری پابندیاں یوں معلوم ہوتا ہے امتحان ہی ہے اسے اگر امتحان سمجھ کر احتیاط کی جائے اور شریعت کے الفاظ پہ پورا اترنے کی کوشش کی جائے تو یہی طریقہ مناسب اور بہتر ہے۔ جب فریضہ بھی ادا کرنا ہے' پیسہ بھی خرچ کرنا ہے تو پھر انسان شبہ والا معاملہ کیوں کرے۔ یہ سوچ اگر بن جائے تو کام آسان ہو جاتا ہے اور اس معاملہ میں خواہ مخواہ ضد اور بحث مباحثہ سے جان چھوٹ جاتی ہے۔

اس مسئلہ پر سب سے جامع حدیث صحیح مسلم کی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ

(صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب سن الاضحیۃ)

یعنی قربانی میں نہ ذبح کرو سوائے مسنہ کے' ہاں اگر مشکل ہو جائے' مسنہ نہ ملے یا کسی بھی طریقہ سے مشکل بن جائے تو پھر بھیڑ کا کھیرا ذبح کر لو۔ یہ روایت صحیح مسلم کی ہے اور امت بخاری و مسلم کے صحیح ترین ہونے پر متفق ہے۔ لہٰذا یہ صحیح ترین اور معتبر ترین حدیث ہے جو قربانی کی عمر کے حوالہ سے بہت واضح ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی کے لئے صرف مسنہ جانور ہی ہونا چاہئے اگر کوئی مجبوری نہ ہو۔ کیونکہ نفی اور الا کے طریقہ سے یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں اور نفی کے بعد اثبات والے طریقہ سے اہل علم جانتے ہیں کہ حصر و تخصیص ہو جاتی ہے تو یہاں قربانی کے لئے مسنہ کی تخصیص ہو گئی۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ مشکل ہو تو پھر صرف بھیڑ کا کھیرا ذبح کرنا ہے' باقی تین قسم کے جانور سے نہیں۔ گویا چار جانور جو قربانی کے لئے متعین ہیں' اونٹ' گائے' بکرا اور چھترا (دنبہ) ان چاروں میں قربانی کے لئے مسنہ ہونا ضروری ہے۔ اگر مسنہ مشکل ہو تو پھر کھیرا چھترا یعنی بھیڑ کی جنس سے کھیرا قربانی ہوگا۔

اس حدیث کو سمجھ لینے کے بعد اب اگلا مسئلہ یہ ہے کہ مسنہ کیا ہوتا ہے؟ یہی سوال اس مسئلہ کی اصل جڑ اور روح رواں ہے۔ یہاں کچھ لوگ مسنہ کا معنی صرف دودانتہ بیان کر کے دودانتہ کی ہی پابندی لگاتے ہیں اور اسی کی تخصیص سمجھتے ہیں۔

حدیث کی تشریح کا سب سے بہتر طریقہ ہے کہ ایک حدیث کی وضاحت دوسری حدیث سے ہی معلوم ہو جائے' جس میں سمجھ آ جاتی ہے کہ صاحب حدیث یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہی بیاں کردہ لفظ کا کیا مفہوم متعین فرمایا ہے۔ اس حوالہ سے ہم پہلے اسی حدیث کی وضاحت کیلئے اسی مضمون کے متعلقہ اور روایات سے تلاش کرتے ہیں تو المحلی' جزء سادس ص25-26 پر حضرت عاصم بن کلیب عن ابیہ کی ایک روایت ہے' جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ جہادی معرکوں میں ہمارے امراء صحابہ کرام سے مقرر کئے جاتے تھے۔ ایک دفعہ ایک انصاری صحابی امیر مقرر کئے گئے تو انہوں نے بتایا:

"انی شھدت مع رسول اللہ ھذا الیوم یعنی یوم النحر فطلبنا المسن فغلت علینا فقال رسول االلہ ﷺ ان الجذع یفی ما یفی منہ المسن

کہ میں قربانی والے دن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھا۔ ہم نے مسنہ جانور تلاش کئے مگر وہ بہت مہنگے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' کھیرا وہ پورا فریضہ ادا کرے گا جو مسنہ ادا کرتا ہے۔

اس حدیث میں مسنہ کی مشکل ہونے کی صورت میں کھیرے سے پورا فریضہ ادا کرنے کا تذکرہ ہے اور اس حدیث میں لفظ مسنہ بولا گیا ہے۔

یہی روایت سنن ابوداؤد کتاب الضحایا باب مایجوز من السن فی الضحایا'' میں اس طرح ہے

كُنَّا مَعَ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهُ مُجَاشِعٌ مِنْ بَنِي سُلَيْمٍ فَعَزَّتِ الْغَنَمُ فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّي مِمَّا يُوَفِّي مِنْهُ الثَّنِيُّ

باقی صفحہ 51 پر

بقیہ: مصیبت زدگان کی مدد

کاموں میں بھی اللہ کی مدد شامل ہوتی ہے۔ اگرچہ اللہ کی مدد کے بغیر آدمی کوئی کام بھی نہیں کرسکتا مگر اس کی صورت میں اسے اللہ کی خاص مدد حاصل ہوتی ہے اس لئے جو شخص چاہے کہ اس کے سب کام درست رہیں' وہ دوسرے مسلم بھائیوں کی مدد کرتا رہے۔

تو اب ہمارے پاس مسلم بھائیوں کی مدد کرنے کا موقع میسر ہے' ان کی مدد کر کے ہم بھی اللہ کی خاص مدد کو پاسکتے ہیں یہی نہیں کہ اللہ کی خاص مدد حاصل ہوتی ہے بلکہ مسلم بھائیوں کو خوش کرنے کو افضل عمل قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أفضل الأعمال أن تدخل علىٰ أخيك المؤمن سروراً أو تقضى عنه ديناً أو تطعمه خبزاً (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ حدیث حسن 1494)

سب سے بہتر کام یہ ہے کہ تو اپنے مومن بھائی پر خوشی داخل کرے یا اس کی طرف سے قرض ادا کرے یا اسے روٹی کھلا دے۔ جیسے 2005 میں ہم نے زلزلہ زدگان مسلمان بھائیوں اور بہنوں کی مدد کی تو آج پھر سے وہی گھڑی آن پڑی ہے کہ ہم دوبارہ ان کی مدد کریں وہ ہماری مدد کے منتظر ہیں۔ ان کی نگاہیں ہماری طرف اٹھی ہوئی ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ کوئی اللہ کا بندہ ان کی مدد ضرور کرے گا۔ وہ آج بھوکے ہیں' ان کو روٹی کی ضرورت ہے...... تو کیا کوئی ہے ان کو کھلانے والا......؟ وہ آج پیاسے ہیں' ان کو پانی کی حاجت ہے تو کیا کوئی ہے جو آج ان کو پانی پلائے.........؟

یاد رکھئے

اگر آج ہم ان کی مدد نہ کرسکے...... تو ممکن ہے کہ پھر بھی کسی کی مدد نہ کرسکیں۔ پھر کہیں ایسا نہ ہو...... کہ قیامت کا دن ہو' رب کائنات کا دربار ہو...... اور اس دربار میں رب العالمین اس شخص سے سوال کرے اور اس کے سوال کا انداز یہ ہو کہ بتا! میرا فلاں بندہ فلاں وقت پر بھوکا تھا اس کو تو نے کھانا کیوں نہ کھلایا؟ فلاں وقت پر میرا بندہ پیاسا تھا تو نے اس کو پانی کیوں نہ پلایا؟ (مسلم)

دعائے صحت

☆...... جماعت اہلحدیث کے ممتاز محقق' مؤرخ اور ادیب مولانا محمد اسحٰق بھٹی صاحب کا گزشتہ ماہ ایک ٹریفک حادثہ میں کلائی کے قریب سے ہاتھ فریکچر ہوگیا ہے۔ برائے رابطہ: 0301,4768918

☆...... مولانا ابوالہاشم مسئول جماعۃ الدعوۃ لاہور کافی دنوں سے علیل ہیں۔

☆...... محترم محمد اعجاز بھائی آف 53 گ ب ڈھیسیاں جڑانوالہ گزشتہ کئی ماہ سے سخت علیل ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ ان کی صحت کے لیے خصوصی دعا کریں۔

☆...... ہفت روزہ جرار کے بھائی محمد نعیم الاسلام اور ان کی والدہ محترمہ بھی علیل ہیں۔

☆...... قاری ابو مرصد شہیدؒ کے والد محترم فالج کے مرض میں مبتلا ہیں۔

رابطہ برائے عیادت' شفیق الرحمٰن 0300,6316382

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ آمین

پیدائش

فرمان رسول ﷺ:

''بے شک میں اپنی امت کی کثرت کی وجہ سے تم پر قیامت کے دن فخر کروں گا۔'' (ابوداؤد)

☆...... غازی ابوخبیب کو اللہ تعالیٰ نے ساتویں بیٹے سے نوازا ہے۔ بچے کا نام عبداللہ رکھا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بیٹی سے بھی نوازے۔ آمین ☆...... مبشر حسن نیالا ہور ٹوبہ ٹیک سنگھ کو اللہ تعالیٰ نے پہلا بیٹا عطا کیا ہے جس کا نام ذکی الرحمٰن رکھا گیا ہے۔ ☆...... مسئول جماعۃ الدعوۃ میانوالی بنگلہ سیالکوٹ محمد اشفاق بھائی کو اللہ تعالیٰ نے 21 ستمبر 2011ء کو عمر شاہین بیٹا عطا کیا ہے۔ ☆...... شالامار ٹاؤن لاہور کے بھائی محمد اسلم کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا ابوبکر عطا کیا ہے۔ ☆...... تاندلیانوالہ فیصل آباد کے بھائی فاروق احمد کو اللہ تعالیٰ نے بیٹے طلحہ فاروق سے نوازا ہے۔ ☆...... قائد آباد ضلع میانوالی کے سیکٹر مسئول محمد سعید کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا طلحہ سعید دیا ہے۔ ☆...... فضل ملک آف پشاور کو تین بیٹیوں کے بعد بیٹا امیر حمزہ عطا ہوا ہے۔ ☆...... محمد بلال آف فاروق آباد شیخوپورہ کو اللہ نے تیسری بیٹی خنساء بلال سے نوازا ہے۔ ☆...... محمد عمران آف کوٹ رادھا کشن کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا ہے جس کا نام طلحہ جرار رکھا ہے۔ ☆...... یاسین بھائی عطروالے آف کراچی کو اللہ تعالیٰ نے چاند سا بیٹا ولید دیا ہے۔ ☆...... مبشر عمران پاشا آف جڑانوالہ کو اللہ تعالیٰ نے 10 سال کے وقفہ کے بعد تیسرا بیٹا محمد احمد دیا ہے۔ ☆...... قاری اسلم 25/EB عارفوالہ کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا کیا ہے۔ ☆...... رفیق مقصود آف لاہور کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا عبدالحنان دیا ہے۔

برائے رابطہ: مجلّہ الحرمین پوسٹ بکس نمبر 1481 جی پی او لاہور۔
فون: 0302,4246163 Email-qasimhamdan@gmail.com

وفیات

☆...... حافظ یٰسین شہیدؒ اور معاون مکتب الامیر جامع مسجد القادسیہ لاہور ثاقب بھائی کی والدہ محترمہ گزشتہ دنوں اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی انتہائی پابند' بکثرت تلاوت وذکر میں مشغول رہتیں۔ ان کی نماز جنازہ حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ رابطہ برائے تعزیت: 0300,4045613

☆...... مجلّہ الحرمین کے کمپوزر محمد منیر احمد کے نانا کے بھائی حاجی محمد حنیف 23 اکتوبر 2011ء کو 259/EB بوریوالہ میں بعد از نماز عشاء وفات پاگئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اللہ ان سب کو اعلیٰ علیین میں داخل فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

غازی افتخار حیدر کی والدہ محترمہ وفات پاگئیں

غازیٔ ہند افتخار حیدر کی والدہ محترمہ گزشتہ دنوں وفات پاگئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون مرحومہ انتہائی نیک تہجد گزار خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے افتخار کو جہاد کے لیے خود وقف کیا۔ جب افتخار مقبوضہ وادی میں جہاد کرتے ہوئے گرفتار ہوئے تو 12 سال انہوں نے جیل کاٹی۔ اس دوران میں ان کی والدہ نے کمال حوصلے سے صبر کیا۔ قرآن کی تلاوت کثرت سے کرتی تھیں۔ پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جماعتی احباب کی کثیر تعداد نے جنازے میں شرکت کی۔ تعزیت کے لیے جہاد کونسل کے چیئرمین سید صلاح الدین' کشمیری تنظیموں کے نمائندے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ افتخار کے گھر تشریف لائے۔ اللہ کے حضور دعا ہے کہ وہ افتخار بھائی کی والدہ محترمہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ رابطہ برائے تعزیت: 0315,3132611

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَها وَارْحَمْها وَعَافِها واعف عنها وادخلها الجنة الفردوس

بقیہ

لہٰذا حجاج کرام کو چاہئے کہ وہ اس دن کثرت سے دعائیں کریں اور اللہ کی طرف کامل توجہ اور تضرع سے دعاؤں میں گڑگڑائیں اور کثرت سے بار بار کلمۃ التوحید کا ورد کریں کیونکہ یہی دین اسلام کی بنیاد ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آج کے دن مکمل کیا۔

مسند احمد میں عمرو بن شعیب کی سند سے روایت ہے کہ یوم عرفہ میں نبی ﷺ کی اکثر دعا

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ تھی۔ (صحیح مشکوۃ 2598)

تاہم یوم عرفہ کے لئے کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ بندہ اپنے رب سے جو چاہے دعا کرے کیونکہ ہر بندے کے اپنے مسائل، اپنی حاجات اور دعائیں بھی اپنی ہوتی ہیں لیکن بندہ جو دعا بھی کرے، وہ دعا مسنون ہونی چاہئے جس میں کسی حد سے تجاوز نہ ہو۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں بے شمار دعائیں وارد ہیں اور وہ جامع ہیں۔ ان میں لغزش ونقص کا امکان نہیں۔ دعا کرنے والے کو چاہئے کہ دعا کرتے وقت اسے حضور قلب حاصل ہو اور اسے اپنی دعا کی قبولیت کا یقین ہو۔ اپنی دعا میں کثرت سے اللہ عزوجل کی حمد وثناء بیان کرے اور رسول اللہ ﷺ پر صلوۃ وسلام بھیجے۔ میدان عرفات میں جس جگہ بھی ہو، قبلہ رخ ہو کر دعا کرے البتہ جبل رحمت نامی چوٹی تک جانے اور اس پر چڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے ہاں! دعا میں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یہ باب قائم کیا ہے جو کتاب الدعوات میں ہے۔ رفع الیدین فی الدعا، دعا میں ہاتھ اٹھانا

اس کے تحت وہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث لائے ہیں کہ نبی ﷺ نے دعا کی پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے حتی کہ میں نے آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، نبی ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے اور فرمایا (اے اللہ) میں خالد کے عمل سے تیری طرف اپنی براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان احادیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام بخاری نے اپنی کتاب جزء رفع الیدین میں متعدد صحیح احادیث روایت کی ہیں ان میں سے ایک حدیث یہ ہے کہ راوی کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو اپنے ہاتھ اٹھا کر عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرتے دیکھا اور صحیح مسلم میں سیدنا عبدالرحمٰن بن سمرہ سے کسوف والی حدیث میں مروی ہے۔ میں نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے تھے۔ (فتح الباری 142/11)

اور یوم عرفہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی حدیث سنن نسائی میں سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں عرفات میں نبی ﷺ کا ردیف (پچھلا سوار) تھا۔ آپ نے دعا کرنے کیلئے ہاتھ بلند کئے تو آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر ایک طرف مڑ گئی اس کی مہار گر پڑی آپ نے اپنے ایک ہاتھ سے مہار پکڑی جبکہ آپ نے دوسرا ہاتھ اٹھا رکھا تھا۔ (النسائی 3011 اسے البانیؒ نے صحیح کہا)

اس مسئلہ میں وارد احادیث صحیحہ میں سے ایک وہ حدیث ہے جو ابوداؤد و ترمذی وغیرہما نے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔ بے شک تمہارا رب حیا والا اور کریم النفس ہے۔ اسے اپنے بندے کے دونوں ہاتھ خالی لوٹانے سے حیاء آتی ہے جب وہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ (ابوداؤد 1490 البانیؒ نے اسے صحیح کہا)

یہ اور ان جیسی دیگر صحیح احادیث سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے آگے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا بھی آداب دعا میں سے ہے۔ نیز یہ دعا کی قبولیت واستجابت کا سبب بھی ہے۔

بعض علماء نے دعا کے وقت نبی ﷺ سے مروی ہاتھ اٹھانے والی احادیث کو متواتر معنوی کہا ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے نبی ﷺ سے مروی متواتر معنوی کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”آپ سے دعا میں ہاتھ اٹھانے کی تقریباً سو احادیث مروی ہیں اور میں نے یہ احادیث ایک رسالے میں جمع کر دی ہیں لیکن وہ مختلف مواقع اور مسائل کے ضمن میں ہیں اور ان میں سے ہر مسئلہ تواتر کے درجہ تک نہیں پہنچتا لیکن ان سب میں قدر مشترک دعا میں ہاتھ اٹھانا مجموعی اعتبار سے متواتر ہے۔ (تدریب الراوی 180/2)

3۔ یوم عرفہ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس دن کا روزہ دو سال (گزشتہ اور آئندہ) کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ نفلی روزں میں سے افضل ہے۔

صحیح مسلم وغیرہ میں سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے فرمایا۔ میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ یوم عرفہ کے روزے کو سال گزشتہ اور سال آئندہ (کے گناہوں) کا کفارہ بنائے گا۔ (مسلم: 1162)

مسلم میں ہی یہ روایت بھی ہے کہ بے شک نبی ﷺ سے یوم عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا وہ ایک سال گزشتہ اور بقیہ کا کفارہ ہے۔

یہ درج بالا اجر عظیم ایک آسان عمل کی جزا ہے اور تمام فضل واحسان اللہ وحدہ کا ہی ہے۔

بہر حال حج کرنے والے کیلئے افضل یہ ہے کہ وہ اس دن کا روزہ نہ رکھے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ہمیں یہی پتا چلتا ہے کہ یوم عرفہ میں آپ نے روزہ نہیں رکھا اور عرفہ میں رسول اللہ ﷺ کے روزہ نہ رکھنے کی متعدد حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس دن روزہ نہ رکھنے سے دعا وعبادت کرنے کی زیادہ قوت ہوتی ہے۔ (زاد المعاد 77/2)

اور یہ حقیقت ہے کہ اس دن روزہ نہ رکھنا ذکر ودعا کے لئے قوت بخش ہے دیگر لوگوں کو اس دن کے روزے کی ترغیب دلانے کے باوجود نبی ﷺ نے بذات خود اس دن روزہ نہیں رکھا حالانکہ آپ اس وقت عرفات میں تھے۔ جیسا کہ صحیحین میں سیدہ ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کچھ لوگ اس اختلاف میں پڑ گئے۔ بعض نے کہا آپؐ روزہ سے ہیں اور دوسروں نے کہا، آپؐ روزہ سے نہیں ہیں۔ تو میں نے آپؐ کی طرف دودھ کا پیالہ بھیجا آپ اپنے اونٹ پر کھڑے تھے۔ آپ ﷺ نے وہ پی لیا۔ (البخاری 1661۔ 1988، مسلم: 1123)

اور مسلم نے یہ حدیث اس باب کے تحت بھی روایت کی ہے۔

استحباب الفطر للحاج يوم عرفه“

یوم عرفہ کو حاجی کے لئے روزہ نہ رکھنا مستحب ہے۔

کچھ دنوں کے بعد میدان عرفات کی طرف حجاج رواں ہوں گے تو وہاں وقوف کرنے والوں کی خوش نصیبی کے کیا کہنے؟ وہ رب غفور کی رضا وقبول حاصل کریں گے اور اپنے گناہوں سے اس طرح لوٹیں گے جس طرح وہ ولادت کے دن تھے۔

اور جس پر حج فرض نہ ہو تو اس پر اعمال صالحات کی، نماز روزے جیسی اطاعت، ذکر ودعا اور انواع واقسام کی نیکیاں اور صدقات کثرت سے کرنا ضروری ہے اور ہر مسلمان پر توحید کی معرفت اور بندوں کے رب کے لئے اخلاص عمل فرض ہے۔ نیز العزیز الغفار کے حضور التذلل والانکسار بھی ضروری ہے۔ خصوصاً ذی الحج کے پہلے عشرہ میں اعمال صالحہ میں خوب خوب محنت کرنا چاہئے، کیونکہ ان دنوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اعمال صالحہ محبوب ترین ہیں۔ جیسا کہ نبی ﷺ کی صحیح حدیث میں یہ بات ثابت ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے اس کے اسمائے حسنیٰ اور اس کی صفات عالیہ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ وہ حجاج کے حج قبول فرمائے، وہ ہمیں آگ سے اپنے آزاد شدگان میں بنائے اور وہ قرآن وسنت کیلئے ہمارے سینے کھول دے۔ وصلى الله وسلم وبارك على نبينا محمد واله وصحبه اجمعين۔ آمین

(بشکریہ مجلّہ التوحید، قاہرہ۔ ترجمہ: ابوحمزہ ظفر اقبال)

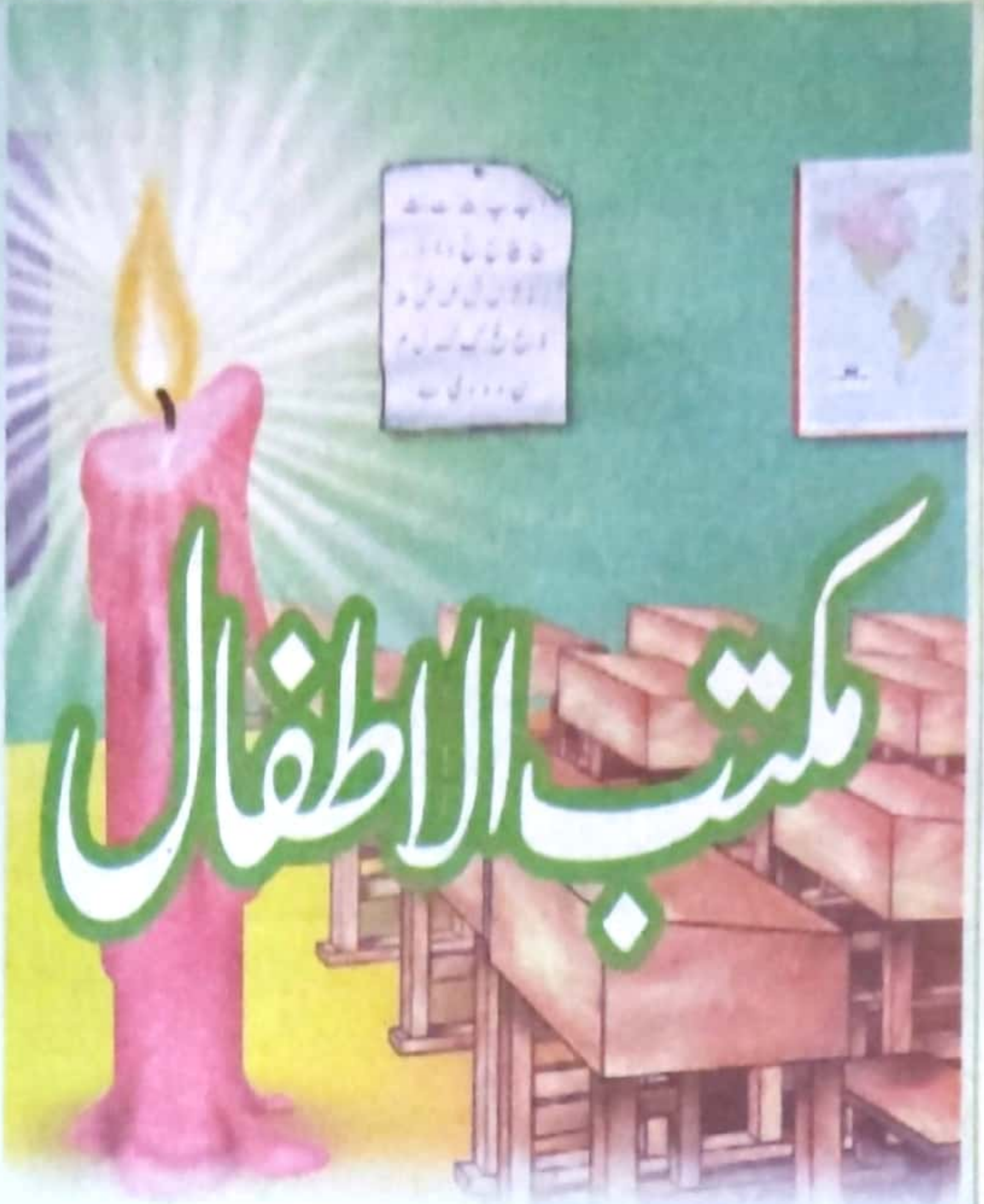

روشن باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیارے بچو!

آپ کو عید قربان کا شدت سے انتظار تھا تاکہ آپ اپنے گھر بکرا اور مینڈھا چوکڑیاں بھرتے دیکھیں اور انہیں خوب کھلا پلا کر موٹا تازہ کرنے کے ساتھ انہیں خوبصورت رنگوں میں رنگ دیں۔ انہیں خوب پیار کریں۔

پیارے بچو! ایک دفعہ پھر یاددہانی کرائے دیتے ہیں کہ قربانی کے جانوروں کی کھالیں آپ نے ہر صورت فلاح انسانیت فاؤنڈیشن (FIF) کے کیمپوں پر جمع کرانی ہیں۔ تاکہ کشمیر میں زلزلہ سے یتیم ہونے والے بچوں، بیواؤں اور سیلاب سے متاثرہ خاندانوں کی مدد ہو۔ اگر ان کے گھر محفوظ ہوتے تو وہ بھی آپ کی طرح قربانی کے جانوروں کو پیار کرتے۔

پیارے بچو! دیکھنے میں آیا ہے کہ جس بچے کا ایک دفعہ انعام نکل آئے، اس کی خواہش ہوتی ہے کہ ہر دفعہ اسے ہی انعام ملے۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو وہ کچھ بے دلی سے مکتب الاطفال کی محفل میں حصہ لیتا ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے بلکہ آپ خود بھی جوش وخروش سے حصہ لیں اور دوستوں کو بھی خط لکھنے کی ترغیب دلائیں۔

والسلام

آپ کا چاچو حمدان

مکہ مکرمہ معجزات کی سرزمین

مکۃ المکرمہ خطہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین سرزمین، پرکشش اور پرجلال کعبۃ اللہ کی سرزمین، شعائر اسلام کی سرزمین، معجزات کی سرزمین، امن وسلامتی کی سرزمین، فیوض وبرکات کی سرزمین، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کی سرزمین، ولادت محمدی ﷺ اور بعث نبوی ﷺ کی سرزمین، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی صدائے اَحد سے معمور فضاؤں کی سرزمین، جہاں جنت سے لایا گیا پتھر حجر اسود موجود ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے آنسو بہائے، جہاں رکن یمانی ہے جس کے چھونے سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جہاں قدرت کا ایک لافانی معجزہ زم زم ہے جس میں ہر مرض کا علاج ہے۔ جہاں کوہ صفا اور مروہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی نشانیوں میں سے نشانی قرار دیا ہے۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلائی۔ یہ وہ سرزمین ہے جہاں خالق ارض وسماء میزبان ہوتا ہے۔ اس کے محتاج بندے معزز مہمان قرار پاتے ہیں۔ اس سرزمین پر جو شخص جتنا بڑا بھکاری بن کر آتا ہے، اتنا ہی عزوشرف کا مستحق ہوتا ہے۔ یہاں خالق ومخلوق کے درمیان کوئی پردہ اور حجاب باقی نہیں رہتا۔ احساس قربت اور نزول رحمت کے نظارے انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔

ایسی سرزمین جہاں آج بھی محمد عربی ﷺ کی صدا گونج رہی ہے اور کل کائنات گوش بہ آواز ہے کہ آج جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔ تمہارا رب ایک ہے اور لاشریک ہے۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ جو خود کھاؤ وہی اپنے غلاموں کو کھلاؤ، جو خود پہنو ان کو پہناؤ۔

پس گناہوں اور معصیت میں ڈوبے ہوئے لوگو! آؤ اس سرزمین کی طرف جہاں خالق کائنات خود میزبان ہے۔ جو بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے، جو ایک ہاتھ آگے بڑھنے پر دو ہاتھ آگے بڑھتا ہے۔ جو ہر روز اپنے گناہ گار بندوں کے گناہ معاف کرنے کے لیے آسمان دنیا پر جلوہ افروز ہوتا ہے۔ جہاں سید العالمین ﷺ نے زندگی کے میدان میں قدم رکھا۔ جہاں سے اسلام کا سوتا پھوٹا۔

پس اے صاحب ثروت اور رب ذوالجلال کی انواع واقسام بافراغت نعمتوں سے سرفراز ہونے والو! اپنی دولت کو کھیل تماشوں، فحاشی وعریانی اور رقص وسرود کی محفلوں میں برباد کرنے، دنیا کے عارضی جاہ وجلال، اسٹیٹس کی خاطر لاکھوں روپے پانی کی طرح بہا دینے والو! آؤ اس سرزمین کی طرف جہاں رب کی رحمتوں، مغفرت وبخشش، عفو ودرگزر کی بے پایاں بارش برستی ہے۔ جہاں رب کے حضور سجدہ ریزی سے پاپ دھلتے ہیں۔ جہاں خطاکار بندوں کو جہنم سے آزادی کے پروانے ملتے ہیں۔ اس سرزمین کی عظمت کی قسمیں رب تعالیٰ، وھذا البلد الامین کہہ کر کھاتے ہیں۔ اپنی دولت کو اس گھر کے دیدار کے لیے خرچ کرو اور اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنی رحمت کے خزانوں کے در تم پر کھول دیے۔ (استفادہ: از حج وعمرہ کے مسائل محمد اقبال کیلانی)

(نسیم اختر۔ لاہور)

قتل از راہِ ترحم کی شرعی حیثیت

قسط نمبر 2 آخری

اسلام میں جان بچانے کے لیے حرام کھا لینے کی بھی گنجائش ہے، حفاظتِ جان ہی اسلام کا اصل مقصد ہے۔

علاج کروانے کا حکم:

جمہور فقہاء کے نقطۂ نظر کے مطابق علاج کروانا واجب نہیں۔ امام احمدؒ اور کچھ شافعیہ اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ علاج کے وجوب اور عدم وجوب سے قطع نظر کچھ فقہاء کی رائے ہے کہ علاج کی نسبت بیماری پر صبر کرنا افضل ہے۔ جیسے مرگی کا دورہ پڑنے والی عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی صحت یابی کے لیے دعا کی اپیل کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيَكِ.

[صحیح بخاری 5652]

''اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہارے لیے جنت ہے اور اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہیں عافیت سے نوازے۔''

تو اس عورت نے صبر ہی کو ترجیح دی۔

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا:

وَفِيهِ دَلِيلٌ عَلَى جَوَازِ تَرْكِ التَّدَاوِي. [فتح الباری 143/10، حدیث 5652]

''اس حدیث میں دلیل ہے کہ علاج ترک کرنا بھی جائز ہے۔''

صحابہ کرام ﷢ میں سے حضرت ابی بن کعب ؓ اور حضرت ابوذر ؓ بھی علاج کی بجائے صبر ہی کو پسند کرتے تھے۔ [فتاوی ابن تیمیۃ: 269/24]

البتہ یہ بات کلی طور پر کہنا مشکل ہے کہ ہر حال میں ترک علاج ہی افضل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے خود علاج کروایا اور صحابہ کرام ﷢ کو بھی حکم دیا۔

[دیکھیے: زاد المعاد: 10/4-17] اور امام غزالیؒ نے بھی اس نقطۂ نظر کی تردید کرتے ہوئے یہ باب قائم کیا ہے:

الرد علی من قال ترک التداوی افضل بکل حال:

[احیاء علوم الدین: 345/4]

علاج کے بارے میں فقہاء کی یہ آراء ہیں جن میں سے اکثریت جواز کی اور کچھ وجوب کی قائل ہے اور کچھ اس کے بالکل برعکس ترک علاج کی افضلیت کی قائل ہے۔ البتہ از روئے دلیل یہ بات زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے کہ علاج کروانے کی استطاعت ہو اور بظاہر اسباب و مسببات کے باہمی تعلق سے اللہ سے شفاء کی امید ہو یعنی وہ دوا عام طور پر باعث شفا ہو تو علاج کروانا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ دَوَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ الْهَرَمُ. [سنن ابی داؤد 3855]

''علاج کروایا کرو کیونکہ اللہ نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی مگر اس کی شفا بھی پیدا فرمائی ہے، سوائے ایک بیماری یعنی بڑھاپے کے۔''

اگر کوئی عدم استطاعت یا بظاہر علاج کو غیر مفید پا کر علاج ترک کر دے یا علاج کی نسبت صبر کو ترجیح دے تو وہ بھی بہر کیف قابل ملامت نہیں۔ وہ ایسے کام کا تارک ہے جو واجب نہیں اور محض ترک استحباب، کلی طور پر مواخذے کے لیے کافی نہیں۔

اسلام کا تصور علاج اور سلبی یوتھینز یا:

اسلام کا تصور علاج اور اس کے بارے میں فقہاء کی آراء دیکھنے کے بعد یہ بات دل میں کھٹکتی ہے کہ شاید اسلام کا تصور علاج اور سلبی یوتھینز یا ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں۔ جب اسلام میں ترک علاج کی گنجائش ہے تو سلبی یوتھینز یا کے جواز کی کیوں نہیں؟ بلکہ کچھ لوگوں نے سلبی یوتھینز یا کو اسلامی تصورِ علاج کی یہی بنیاد فراہم کرنے کو جائز بھی کہا ہے لیکن یہ خیال کئی وجوہ سے غلط ہے۔

اولاً: ترکِ علاج سے خودکشی اور زندگی کے خاتمے کا ارادہ قطعاً نہیں ہوتا بلکہ اس مرض کی اذیت کو صبر کے دامن میں چھپا کر اللہ سے مزید ثواب پیش نظر ہوتا ہے جبکہ سلبی یوتھینز یا میں علاج موقوف کرنے کا بنیادی مقصد ہی زندگی کا خاتمہ ہے۔ ترک علاج کے اسلامی تصور کا زندگی کے ختم ہونے یا نہ ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا جبکہ سلبی یوتھینز یا کا ایک ہی نتیجہ مقصود ہوتا ہے اور وہ ہے زندگی کا خاتمہ۔

ثانیاً: علاج نہ کروانے کی صورت میں زندگی کا دار و مدار صرف اسی طریقۂ علاج پر نہیں ہوتا بلکہ عمومی طور پر علاج شروع ہی نہیں کیا جاتا جبکہ سلبی یوتھینز یا میں مریض کو ایسے طریقۂ علاج سے محروم کیا جاتا ہے جس پر عام طور پر اس کی زندگی کے باقی رہنے کا امکان ہوتا ہے۔ مثلاً سانس کی نالی یا خوراک کی نالی کے بغیر بظاہر مریض کا زندہ رہنا محال ہو تو اسے اس سہولت سے محروم کر دیا جائے۔

ثالثاً: اسلام نے جہاں ترک علاج کی اجازت دی، وہاں انسانی جان کے

فکر و نظر

حافظ رضوان عبداللہ
ریسرچ فیلو دار السلام لاہور

تحفظ کا بھی حکم دیا اور اس تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے ہر ممکن صورت کو اختیار کیا اور اگر اس کی حفاظت کی راہ میں کوئی اہم شرعی حکم رکاوٹ بنتا ہو اور شرعی حکم پر عمل پیرا ہونے کا نتیجہ انسانی جان کے ضیاع کی صورت میں نکلتا ہو تو اسلام نے وقتی طور پر اس حکم کو کالعدم قرار دے کر اسی انسانی جان کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔ مثلاً مردار اور نجس چیز کھانے کے سوا کوئی چارہ نہیں اور نہ کھانے کی صورت میں جسم و روح کا رشتہ باقی نہیں رہ سکتا تو اسلام نے حفاظت جان ہی کو مقدم کیا ہے اور اس میں کوتاہی کرنے والے کو مجرم ٹھہرایا ہے جبکہ سلبی یوتھینزیا ہر دو اعتبار سے کوتاہ دامن ہے۔ اس میں اگر ترک علاج ہے تو تحفظ جان نہیں اور اگر تحفظ جان ہے تو اس کے اپنے وجود کی بقاء ممکن نہیں۔

لہٰذا اسے ترکِ علاج کے اسلامی تصور کی بنیاد فراہم کر کے اور اس پر قیاس کر کے جواز مہیا کرنا درست نہیں۔ اسلام کا اپنا دائرہ کار ہے' جس میں انسانی جان کے عمداً ضیاع کی کوئی گنجائش نہیں اور سلبی یوتھینزیا کا اپنا دائرہ کار ہے' جس میں انسانی جان کے تحفظ کی قطعاً ضمانت نہیں۔

سلبی یوتھینزیا میں جرم کی نوعیت اگرچہ ایجابی یوتھینزیا کی نسبت کم ہے لیکن مقصد دونوں کا ایک ہے۔ راستے جدا جدا ہیں' منزل ایک ہے اور آغاز اگرچہ ایک نہیں مگر انجام ایک ہی پیش نظر ہے اور وہ ہے زندگی کا خاتمہ۔

طب اور بیماری سے متعلقہ اسلامی تعلیمات:

اسلام انسانی زندگی کے لیے مکمل اور بہترین ضابطۂ حیات ہے۔ یہ اول تا آخر انسان کی ہر قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ انسان خواہ بوڑھا ہو یا جوان' مریض ہو یا تندرست یہ کسی بھی لمحے اسے تنہا نہیں چھوڑتا۔

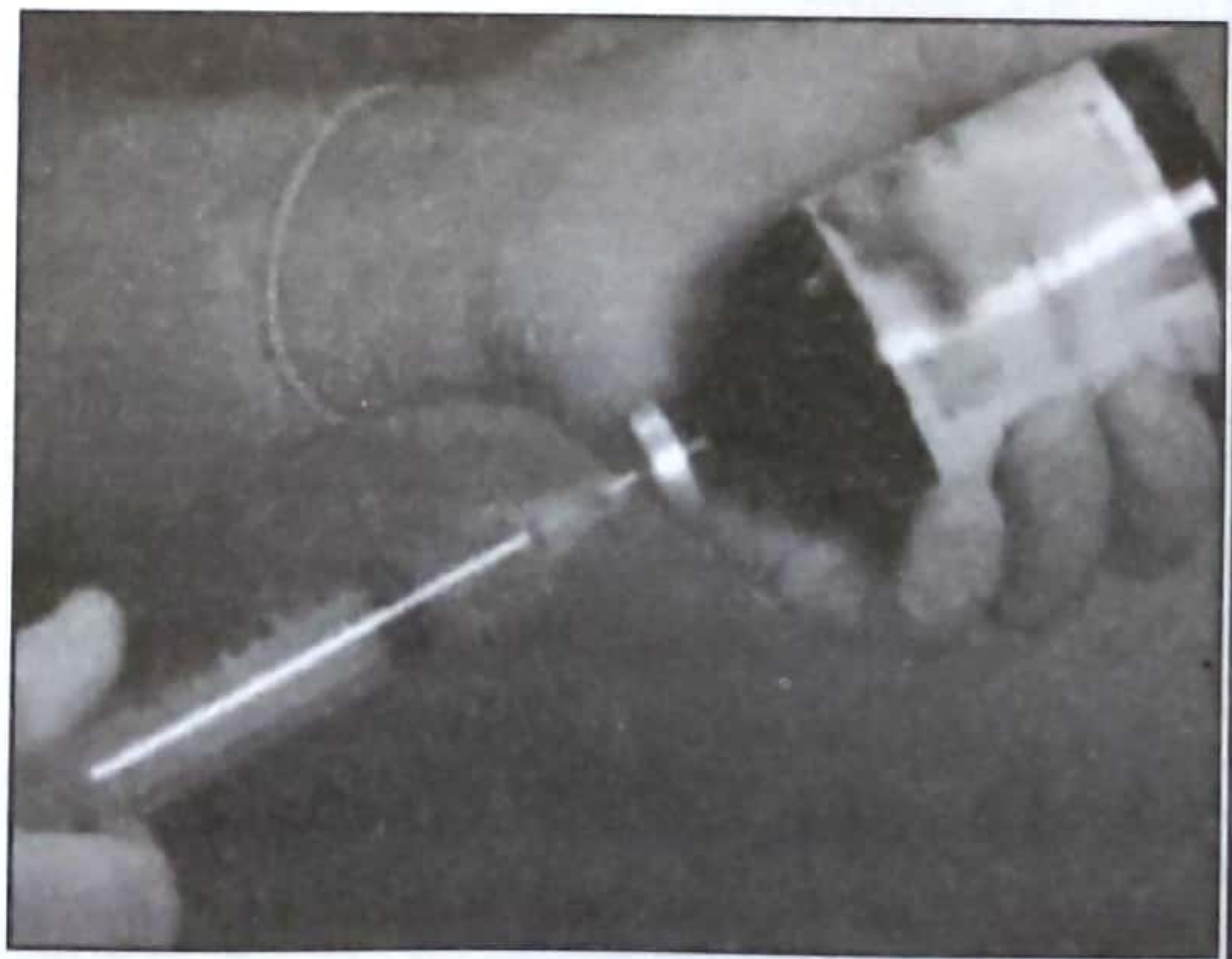

آیئے مریض اور اس کے مرض کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔

مرض باعث اجر ہے:

اسلام نے بیماری کا تصور محض بیماری اور اذیت کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ اس کی وجہ سے انسان جہاں جسمانی طور پر غیر ضروری اجزاء اور فضلات سے صاف ہو جاتا ہے' وہاں روحانی طور پر بھی یہ بیماری گناہوں کی آلائشوں اور گندگی سے پاکیزگی کا ذریعہ ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ. [بخاری 5641,5642]

''مسلمان جب بھی کسی پریشانی' بیماری' رنج و ملال' تکلیف اور غم میں مبتلا ہوتا ہے' یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔''

اس کے ساتھ جو شخص بیماری کی حالت میں صبر کا دامن نہیں چھوڑتا اور اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے تو یہی بیماری قیامت کے دن اس کے لیے رفع درجات کا باعث بن جائے گی۔

☆......سلبی یوتھینزیا کو اسلامی تصور علاج کی بنیاد فراہم کرنا قطعاً غلط ہے۔

☆......رسول اللہ ﷺ نے موت کی تمنا اور خواہش سے بھی منع فرمادیا۔ چہ جائیکہ کوئی شخص اپنی زندگی کے خاتمہ کی اجازت دے۔

☆......کسی مریض کو کسی ڈاکٹر کا لاعلاج قرار دینا اکثر غلط ثابت ہوا ہے۔

فرمایا:

يَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يُعْطَى أَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ أَنَّ جُلُودَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيضِ. [جامع الترمذی 2402]

''جب قیامت کے دن (دنیا میں) اذیتیں جھیلنے والوں کو اجر و ثواب دیا جائے گا تو عافیت سے زندگی گزارنے والے آرزو کریں گے کاش! دنیا میں ان کے جسم قینچیوں سے کاٹ دیے گئے ہوتے (اور اس کے بدلے آج انہیں اجر و ثواب سے نوازا جاتا۔'')

گویا اسلام نے بیماری ہی کو باعث رحمت قرار دیا ہے اور مغربی تصور اس بیماری کی بجائے مریض کے قتل کو جذبۂ ترحم سے تعبیر کرتا ہے۔ دونوں کے نقطۂ نظر میں کتنا فرق ہے' اس کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

مریض کی عیادت:

اگر کوئی شخص بیماری کا شکار ہو جائے تو اسلام نے اسے انفرادی طور پر بھی تسلی دی اور معاشرے کے لوگوں کو بھی تاکید کی کہ وہ اس کی عیادت کریں' ڈھارس بندھائیں اور مرض سے پیدا ہونے والی اس کی مایوسی کو ختم کرنے کی کوشش کریں اور اسے معاشرے کا ناکارہ پرزہ سمجھ کر نہ چھوڑ دیں۔ عیادت کے اس عمل کو مریض کے واجبی حقوق میں شامل کیا ہے' جن کو ادا کرنا معاشرے کے دوسرے افراد کی ذمہ داری ہے۔ فرمایا:

إِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ. [صحیح مسلم 2162/5]

''جب مسلمان بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس کی فضیلت کو یوں بیان کیا:

إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ.

[جامع الترمذی:967]

''مسلمان جب دوسرے مسلمان کی عیادت کرتا ہے تو وہ مسلسل جنت کے میووں (کے باغات) میں رہتا ہے۔''

موت کی دعا کرنا منع ہے:

بیماری اور تکلیف سے تنگ آ کر جو انتہائی قدم اٹھایا جا سکتا ہے' وہ موت کی تمنا ہے۔ اسلام نے اس سے بھی منع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ أَصَابَهُ فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ اللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي.

[صحیح بخاری:5671]

☆...... اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کا علاج (شفاء) نازل فرمایا ہے' کسی کو ذرہ بھر اختیار نہیں کہ وہ لاعلاج قرار دے کر مریض کی زندگی کا خاتمہ کر دے۔

☆...... مرض باعثِ اجر ہے لیکن علاج کروانا بھی ضروری ہے تاہم صبر کرنے والے کو قیامت کے دن بہت اجر ملے گا۔

☆...... کتنے ایسے مریض ہیں جن کو لاعلاج قرار دے دیا گیا مگر اللہ نے شفا عنایت فرما دی

''کوئی شخص اگر کسی تکلیف میں مبتلا ہو تو اسے موت کی دعا نہیں کرنی چاہیے۔ اگر اس نے لازماً تمنا کرنی ہے تو یہ کہے: ''اے اللہ! جب تک میرے لیے زندہ رہنا بہتر ہے' مجھے زندگی عطا فرما اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو مجھے موت عطا فرما۔''

غور کیجیے رسول اللہ ﷺ نے موت کی تمنا اور خواہش سے بھی منع فرما دیا۔ چہ جائیکہ کوئی شخص یوتھینیزیا کا ڈھونگ رچا کر کسی کو اپنی زندگی کے خاتمے کی اجازت دے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک اہم اور بنیادی حقیقت کی طرف اشارہ کیا جو بیماری اور طب کے اس پورے اسلامی تصور میں کلیدی حیثیت کی حامل ہے کہ زندگی اور موت' بیماری اور تندرستی کا مالک صرف اللہ ہے۔ اس کے بغیر کوئی کسی کو بیماری اور شفا نہیں دے سکتا اور نہ اس کے سوا زندگی اور موت کا علم کسی کے پاس ہے۔

اسلام میں شفا کا تصور

اسلام نے بیماری اور شفا کا ایسا تصور پیش کیا جس سے یوتھینیزیا کی ساری عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے۔ یوتھینیزیا کے پیچھے یہ تصور کارفرما ہے کہ لاعلاج بیماری اور زندگی سے مایوس شخص کو جذبۂ رحم سے ختم کیا جا سکتا ہے جبکہ اسلام کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ زندگی اور موت' بیماری اور شفا مکمل طور پر اللہ کے اختیار میں ہے۔ کسی کو قطعاً یہ حق نہیں کہ وہ کسی بیماری کو لاعلاج کہہ دے اور کسی کی زندگی کا خاتمہ کر دے۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ نے شفا دینے اور نہ دینے کا اختیار اپنے پاس رکھا ہے اور ساتھ اس دنیا میں اسباب اور مسببات کو بھی پیدا کیا ہے اور ان دونوں کا دامن مضبوطی سے باندھا ہے۔ اس نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا اور جہاں صحیح سبب میسر آ جائے' اس کے جاری شدہ طریقے کے مطابق مسببات ظہور پذیر بھی ہوتے ہیں اور جہاں انسانی ذہن سبب کو سمجھنے اور اسے اختیار کرنے سے عاجز ہے' اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دنیا میں صرف مسببات ہیں' اسباب نہیں۔ اللہ کے مقررہ قانون کے مطابق بیماری سے صحت یابی کا سبب علاج اور دوا ہے۔ دوا صحیح تجویز ہوئی ہے تو اس کا نتیجہ یعنی شفا بھی یقینی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ فَإِذَا أُصِيبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرَأَ بِإِذْنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

[صحیح مسلم:2204]

''ہر بیماری کی دوا (موجود) ہے۔ جب بیماری کے مطابق صحیح دوا تجویز کی جائے تو اللہ کے حکم سے شفا مل جاتی ہے۔''

اگر انسانی ذہن کسی بیماری کے لیے دوا تجویز نہ کر سکے یا اس کا سبب اس کی سمجھ سے بالا ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بیماری لاعلاج ہے۔ یہ تو انسانی عقل کی تنگ دامنی اور اس کے ذہن کی کم فہمی ہے کہ اس کی دسترس اس سبب تک نہیں' نہ کہ اس بیماری کا علاج ہی ممکن نہیں اور نہ یہ ممکن ہے کہ وہ سبب دنیا میں ہر ڈاکٹر اور طبیب کی نظروں سے اوجھل ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ

[مسند احمد:1/443]

''اللہ نے کوئی بیماری نازل نہیں کی مگر اس کی شفا بھی نازل فرمائی ہے' جس نے اسے جان لیا اس نے جان لیا اور جو ناواقف رہا' وہ ناواقف رہا۔''

گویا ہر بیماری کا علاج موجود ہے اور اس کو جاننے والے' ناواقف دونوں طرح کے لوگ موجود ہیں۔ لہٰذا کسی ڈاکٹر کی محدود عقل کو سامنے رکھتے ہوئے کسی بیماری کو لاعلاج کہنا اور اس کی بنیاد پر قتل کا جواز فراہم کرنا انتہائی بعید از عقل ہے۔

یہ بات الگ ہے کہ کوئی ڈاکٹر علامات و قرائن سے اندازہ لگا کر کہہ دے کہ فلاں مریض کی زندگی کے امکانات بہت کم ہیں۔ یہ بھی اس کا اپنا تخمینہ اور اپنی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ اللہ کا فیصلہ اور تقدیر نہیں جو ہر صورت پورا ہوگا۔ دنیا میں بے شمار ایسے مریض ہیں جن کے مرض کو لاعلاج قرار دے کر ان کے لیے ہسپتالوں کے دروازے بند کر دیے گئے لیکن وہ نہ صرف صحت یاب ہوئے بلکہ انہوں نے لمبی زندگی بھی گزاری اور بہت سے ایسے بھی تھے جو ڈاکٹروں کی تشخیص اور میڈیکل رپورٹوں کے مطابق تندرست اور توانا تھے لیکن ان کی زندگی نے ان کے ساتھ ایک پل کی بھی وفا نہ کی۔ ابھی کل کی بات ہے کہ کینسر کے بارے میں یہ تصور پایا جاتا تھا کہ وہ لاعلاج اور مہلک بیماری ہے۔ مگر آج مکمل طور پر نہ سہی' کافی حد تک اس کا انسداد اور علاج ممکن ہو گیا ہے اور کتنے ہی مریض ہیں جو طویل بے ہوشی (کومے) میں مہینوں اور سالوں مُردوں کی طرح پڑے رہے لیکن پھر دوبارہ نارمل زندگی گزارنے کے قابل ہو گئے۔ یہ سب حقیقتیں تو ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں جن سے چشم پوشی کسی بھی صورت ممکن نہیں تو پھر کسی بیماری کے لاعلاج اور مکمل طور پر اس کا انجام یقینی موت ہونے کی کسی ڈاکٹر کے پاس کیا گارنٹی اور ضمانت ہے۔ جس کی بنیاد پر یوتھینیزیا کی صورت میں اسے کسی بھی مریض کی زندگی کے خاتمے کا قانونی جواز فراہم کیا جائے......؟؟

2۔میرے دو بیٹے اور دو ہی بیٹیاں ہیں۔سب شادی شدہ ہیں۔

3۔دونوں بیٹے مذکورہ دو مکانوں میں آباد ہیں۔ہر ایک کو ایک ایک مکان دے رہا ہوں اور ہم میاں بیوی چھوٹے بیٹے کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔

4۔ میں نے زندگی میں ہی مذکورہ جائیداد کی تقسیم اس طرح کی ہے کہ دونوں مکان دونوں بیٹوں کو دے دیئے ہیں۔

5۔ دونوں بیٹیوں کو تمام مذکورہ جائیداد کی قیمت لگا کر انہیں زرعی زمین میں سے اس قیمت کی زمین دینے کا فیصلہ کیا ہے جتنا ان کا شرعی حصہ بنتا ہے۔کیا میرا اقدام شرعی اعتبار سے درست ہے۔ (ابواعجاز ہاشمی۔مسلم ٹاؤن راولپنڈی)

الجواب بعون الوہاب

مذکورہ بالا سوال کے پانچوں اجزاء پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دو جگہ پر غلطی ہو رہی ہے۔اگر ان کو درست کر لیا جائے تو معاملہ بالکل درست سمت میں چلا جائے گا۔

پہلی غلطی: اپنی زندگی میں کوئی شخص بھی اپنی جائیداد تقسیم نہیں کر سکتا۔اس کے لئے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

1۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ...... (النساء4:11)

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے وصیت کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انہیں مال متروکہ (میت کے چھوڑے ہوئے مال) کا دو تہائی ملے گا۔اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اس کے لئے (کل جائیداد کا) آدھا ہے...... (مال متروکہ کسی شخص کے زندہ ہوتے ہوئے تو نہیں ہوگا)

2۔ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ...... (النساء4:11)

اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے اس کے چھوڑے ہوئے مال کا چھٹا حصہ ہے۔اگر اس (میت) کی اولاد ہو۔اور اگر اس (فوت شدہ شخص) کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ وارث ہوتے ہوں تو اس کی ماں کے لئے تیسرا حصہ ہے۔

اس آیت میں بھی مما ترک کا معنی ہے ''چھوڑے ہوئے'' مال کا چھٹا حصہ۔چھوڑا ہوا مال تو اس وقت ہی ہوگا جب وہ شخص وفات پا جائے گا۔

3۔وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ (النساء4:12)

تمہاری بیویاں جو کچھ چھوڑ کر مریں اور ان کی اولاد نہ ہو تو آدھوں آدھ تمہارا ہے۔اور اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے چھوڑے ہوئے مال میں سے تمہارے لئے چوتھائی ہے۔

''چھوڑ کر مریں'' کے الفاظ سے بھی معلوم ہوا کہ زندگی میں جائیداد اور وراثت کی تقسیم درست نہیں۔اس طرح کے کئی ایک مزید دلائل ہیں لیکن اختصار کی بنیاد پر انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔تو ان آیات بینات میں الفاظ (ما ترک' مما ترک) اور ''مما ترکن'' موجود ہیں' جن کے معانی بالترتیب ''مال متروکہ'' چھوڑا ہوا مال'' اور جو کچھ چھوڑ کر مریں'' ہیں۔یہ تمام الفاظ اور ان سے ملتے جلتے دوسرے الفاظ موت اور وفات کے بعد چھوڑے ہوئے مال پر دلالت کرتے ہیں۔اس طرح فوت ہونے کے بعد جو مال وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے' اس کو ''ترکہ'' ورثہ وراثت اور المیراث وغیرہ کہا جاتا ہے۔یہ تمام الفاظ بھی اختتام زندگی پر دلالت کرتے ہیں۔

بعد ازاں تمام دلائل کی روشنی میں کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی زندگی میں ہی اپنی جائیداد اپنے ورثاء میں تقسیم کرنے لگ جائے۔کوئی آدمی اپنی اولاد رشتہ داروں میں اپنے مال کو بطور وراثت کے تقسیم نہیں کر سکتا۔اگر کوئی اس طرح اپنی جائیداد بطور وراث کے بانٹ دے تو وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔

دوسری غلطی: کوئی شخص اپنی زندگی میں اولاد کو بطور وراثت اپنا مال تقسیم نہیں کر سکتا البتہ اپنی جائیداد یا اپنے مال میں سے کچھ حصہ اپنی زندگی میں اپنی اولاد میں عطیہ یا ہبہ کے طور پر برابری کی بنیاد پر تقسیم کر سکتا ہے۔لہٰذا سوال میں جو یہ کہا گیا ہے کہ ''میں نے اپنے دونوں مکان اپنے دونوں بیٹوں کو دے دیئے ہیں۔اب تمام مذکورہ مال کی قیمت لگا کر انہیں زرعی زمین میں سے اس قیمت کی زمین دینے کا فیصلہ کیا ہے جتنا ان کا شرعی حصہ بنتا ہے۔

تو عرض یہ ہے کہ ان کا شرعی حصہ جو بنتا ہے' وہ تو ان کو طریقہ کار کے مطابق اگر ملنا ہوا تو مل جائے گا لیکن آپ اس کو بطور وراثت کے تقسیم نہیں کر سکتے۔ہاں اگر آپ اپنی تمام اولاد میں بیٹیوں اور بیٹوں میں ایک جیسا انداز اختیار کرتے ہوئے کچھ مال بانٹ دیں تو یہ جائز ہے۔اس میں لڑکے کا ڈبل اور لڑکی کا سنگل حصہ نہیں ہوگا بلکہ یہ برابر برابر حصہ ہوگا۔اس کی دلیل صحیح البخاری میں مندرجہ ذیل وہ واقعہ ہے جسے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ نے بیان کیا ہے۔

ایک تابعی جناب عامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا' وہ فرما رہے تھے۔

أَعْطَانِي أَبِي عَطِيَّةً فَقَالَتْ عَمْرَةُ بِنْتُ رَوَاحَةَ لَا أَرْضَى حَتَّى تُشْهِدَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَعْطَيْتُ ابْنِي مِنْ عَمْرَةَ بِنْتِ رَوَاحَةَ عَطِيَّةً فَأَمَرَتْنِي أَنْ أُشْهِدَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَعْطَيْتَ سَائِرَ وَلَدِكَ مِثْلَ هَذَا قَالَ لَا قَالَ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْدِلُوا بَيْنَ أَوْلَادِكُمْ قَالَ فَرَجَعَ فَرَدَّ عَطِيَّتَهُ

میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دیا۔تو سیدہ عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا (یعنی راوی حدیث سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ) نے کہا کہ جب تک آپ رسول اللہ ﷺ کو اس پر گواہ نہ بنائیں گے' میں ہرگز راضی نہیں ہوں گی۔ چنانچہ انہوں نے (یعنی میرے والد محترم نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر) عرض کیا کہ عمرہ بنت رواحۃ سے اپنے بیٹے کو میں نے ایک عطیہ (تحفہ) دیا تو انہوں نے کہا ہے کہ پہلے میں آپ کو اس پر گواہ بنا لوں۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اسی جیسا عطیہ تو نے اپنی تمام اولاد (لڑکوں اور لڑکیوں) کو دیا ہے؟ سیدنا بشیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں۔اس پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان انصاف کو قائم کرو۔'' چنانچہ وہ واپس ہوئے اور انہوں نے وہ تحفہ (مجھ سے) واپس لے لیا۔

(صحیح البخاری: کتاب الھبۃ وفضلھا' باب الاشھاد فی الھبۃ - حدیث 2587' مسلم 4180' ابوداؤد: 2542' نسائی 3681' ابن ماجہ 2375)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی زندگی میں اگر کوئی باپ اپنی اولاد کو کچھ دینا چاہے تو اس سلسلے میں ساری اولاد لڑکوں اور لڑکیوں سمیت انصاف اور برابری ضروری ہے ورنہ ظلم ہوگا۔

لہٰذا سائل کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنی زندگی میں وراثت تقسیم نہ کریں۔اگر تقسیم کرنا چاہیں تو کچھ مال برابری کی بنیاد پر تقسیم کر دیں۔۔ نیز یہ بھی مسئلہ یاد رکھیں کہ کسی عبارت پر 786 کا ہندسہ بطور بسم اللہ لکھنا جائز نہیں جیسا کہ آپ نے اپنے خط کے شروع میں لکھا ہے۔

تفسیر القرآن

سورة الاعراف کی تشریح و تفسیر

اہل اسلام ہی ہدایت والے، شکر گزار اور جنتی ہیں

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُوْدُوْا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (43)

(الاعراف:43)

اور جو کچھ ان کے دلوں میں (کینہ) تھا، ہم اس کو دور کر دیں گے۔ ان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ وہ لوگ کہیں گے کہ اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہمیں اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہمیں نہ پہنچاتا۔ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ اس جنت کے تم وارث بنائے گئے ہو اپنے اعمال کے بدلے۔

تفسیر:

گزشتہ آیت کریمہ میں اہل ایمان اور عمل صالح بجا لانے والوں کے لئے جنت اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ تھا اب اس آیت کریمہ میں ان کے لئے ایک اور نعمت کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کے دلوں سے کینہ و حسد اور بغض و عداوت کو نکال دے گا اس لئے کہ اگر وہاں بھی دنیا کی طرح ان کے دلوں میں کدورتیں اور دشمنیاں ہوئیں اور ان کے دل صاف نہ ہوئے تو ان کو جنت کی نعمتوں کا کما حقہ مزا نہیں آئے گا۔ اس لئے سب اہل جنت کی ایک دوسرے کے بارے میں رنجشیں ختم کروا دی جائیں گی جس سے ان کے دل ایک دوسرے کے متعلق صاف و شفاف ہو جائیں گے اور وہ جنت میں یکجان و قلب ہو کر رہیں گے۔ اسی طرح اہل جنت میں درجات کے تفاوت و اختلافات کی وجہ سے حسد و بغض نہیں ہوگا بلکہ ہر ایک اپنے اپنے درجے پر قانع اور مطمئن ہوگا اور بلند درجات والوں کے لئے اس کے دل میں حسد وغیرہ نہیں ہوگا جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِیْ جَنَّاتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ آمِنِيْنَ ○ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِيْنَ○

بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) اس میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے۔ بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ (الحجر 45 تا 47)

جیسا کہ حدیث میں بھی ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی، ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی مانند ہوں گی، وہ نہ اس میں تھوکیں گے نہ ان کی ناک سے کوئی آلائش نکلے گی اور نہ وہ پیشاب و پاخانہ کریں گے۔ ان کے برتن سونے کے ہوں گے، کنگھے سونے چاندی کے ہوں گے، انگیٹھیوں کا ایندھن عود کا ہوگا اور پسینہ کستوری جیسا خوشبودار ہوگا اور ہر شخص کی دو بیویاں ہوں گی جن کا حسن ایسا ہوگا کہ پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اوپر سے دکھائی دے گا۔ جنتیوں میں اختلاف ہوگا نہ بغض و عناد۔ ان کے دل ایک ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہا کریں

گے۔ (بخاری کتاب بدء الخلق باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ ۔ مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا باب فی صفات الجنۃ واھلھا۔)

اسی طرح سیدنا ابوسعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مومن دوزخ سے نجات پا جائیں گے تو انہیں جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر کھڑا کیا جائے گا' وہاں وہ آپس کی ان زیادتیوں کا بدلہ لیں گے جو دنیا میں انہوں نے ایک دوسرے پر کی تھیں یہاں تک کہ جب انہیں پاک صاف کر دیا جائے گا تو پھر جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے' جنتی اپنے جنت کے گھر کو دنیا کے گھر سے کہیں زیادہ پہچانتا ہوگا۔ (بخاری کتاب المظالم باب قصاص المظالم)

جیسے صحابہ کرامؓ کی باہمی رنجشیں ہیں جو سیاسی تنازعات کے باعث ان میں ہوئیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں' طلحہ اور زبیر ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ (ابن کثیر)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اہل جنت کو جنت میں لے جایا جائے گا تو جنت کے دروازے کے پاس ایک درخت ہوگا جس کے تنے کے پاس دو چشمے ہوں گے۔ ان دو چشموں میں سے ایک چشمے سے اہل جنت پئیں گے تو ان کے سینوں سے ایک دوسرے کے متعلق موجود کدورتیں نکل جائیں گی اور اس چشمے کا پاک پانی ان کو پاک وصاف کر دے گا اور دوسرے چشمے سے غسل کریں گے تو ان پر نعمتوں کی تروتازگی آ جائے گی اور وہ اس کے بعد کبھی بھی پراگندہ اور میلے کچیلے نہیں ہوں گے۔ (تفسیر الطبری 439/12)

اس کے بعد اہل جنت کی حمد وشکر کا ذکر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف کرتے ہیں کہ اسی نے ہمیں ہدایت دی جس سے ہمیں ایمان اور عمل صالح کی توفیق ملی' پھر اسی نے ان کو شرف قبولیت بخشا۔ یہ اس کی رحمت اور فضل ہے کہ ہم آج جنت کی نعمتوں اور بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اگر یہ رحمت اور فضل الٰہی نہ ہوتا تو ہم یہاں تک نہ پہنچ سکتے جیسا کہ حدیث میں سیدنا ابوھریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' یہ بات اچھی طرح جان لو کہ تم میں سے کسی کو محض اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا' جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوگی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی' اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! میں بھی اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک کہ رحمت الٰہی مجھے اپنے دامن میں نہیں سمیٹ لے گی۔ (بخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ علی العمل۔ مسلم کتاب صفات المنافقین واحکامھم باب لن یدخل احد الجنۃ بعملہ بل برحمۃ اللہ تعالیٰ)

بعض سلف سے منقول ہے کہ اہل جنت جہنم سے نجات اللہ تعالیٰ کی عفو (معافی) سے پائیں گے اور جنت میں داخل اللہ کی رحمت سے ہوں گے۔ جنت میں وراثت اور درجات و منازل اعمال صالحہ کی بنیاد پر ہوں گے۔ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل جنت' جہنم میں اپنی جگہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو آج ہم جنت کی بجائے جہنم میں ہوتے' اسی طرح اہل جہنم' جنت میں اپنی جگہیں دیکھ کر حسرت سے کہیں گے کہ اگر ہم بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت پاتے تو آج ہم جہنم کی بجائے جنت میں ہوتے۔ (نسائی 447/6)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار پڑھتے تھے کہ

لَوْلَا اللّٰهُ مَا هْتَدَيْنَا
وَلَاتَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم نہ نمازیں پڑھتے اور نہ ہی صدقات دیتے۔ یعنی ہم جو نمازیں پڑھ رہے ہیں اور صدقات دے رہے ہیں' یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت سے اور اس کے فضل وکرم کی وجہ سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ اسی لئے سورۃ الفاتحہ میں تعلیم دی گئی کہ ہدایت اللہ تعالیٰ سے مانگو۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔

(اے اللہ) ہمیں سیدھی راہ دکھا۔

اور فرمایا

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى

بے شک راہ دکھانا ہمارے ذمہ ہے۔ (الّیل 12)

اس وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ہر ایک نمازی (امام۔ مقتدی۔ منفرد) کے لئے سورۃ الفاتحہ کی قرأت ضروری قرار دی تا کہ میرے امتی نماز کی ایک ایک رکعت میں اللہ تعالیٰ سے ہدایت وراہنمائی کا سوال کرتے رہیں۔ آیت کے آخر میں فرمایا کہ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ اس جنت کے تم وارث بنائے گئے ہو' اپنے اعمال کے بدلے۔ یہ تصریح پچھلی بات اور حدیث مذکور کے منافی نہیں اس لئے کہ نیک عمل کی توفیق بھی بجائے خود اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور احسان ہے۔ ''وارث بنائے گئے ہو'' میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جنت عمل صالح کے بدلے میں نہیں ملے گی بلکہ وہ ایک سبب ہوگا جس طرح وراثت بغیر کسب ومحنت کے ملتی ہے اور نسب اس کا سبب ہوتا ہے۔ اس لئے یہ آیت صحیحین کی اس حدیث کے معارض نہیں ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی آدمی کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ اہل جنت' جنت میں کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے' جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنایا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں۔ پس عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔ (الزمر 74)

آیت کے اس حصہ کی تفسیر کرتے ہوئے سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک منادی اعلان کرے گا کہ اے اہل جنت! اب تم تندرست رہو گے' کبھی بیمار نہیں ہو گے۔ تم زندہ رہو گے' تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ تم جوان رہو گے' تمہیں کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا' تم عیش میں زندگی گزارو گے' تمہیں کبھی غم وپریشانی نہیں ہوگی۔ یہی مطلب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ہے۔

وَنُوْدُوْا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

اور انہیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔ (مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا باب دوام نعیم اہل الجنۃ)

اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ یہ وہی جنت ہے جس سے تمہیں نکالا گیا تھا۔ چونکہ تم نے دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بن کر گزاری ہے' اسی لئے وہی جنت تمہیں بطور ورثہ عطا کی جا رہی ہے اور اہل جنت کو بن مانگے وہاں نعمتیں میسر ہوں گی۔

فوائد

1۔ جنت میں اہل جنت کے درمیان کسی قسم کا حسد وبغض نہیں ہوگا۔
2۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کا ھبہ وعطیہ ہے لہٰذا اسی سے اس کا سوال کیا جائے۔
3۔ انبیاء ورسل علیہم السلام رسالات الٰہی پہنچانے میں صادق اور امین تھے۔

تدریس الحدیث

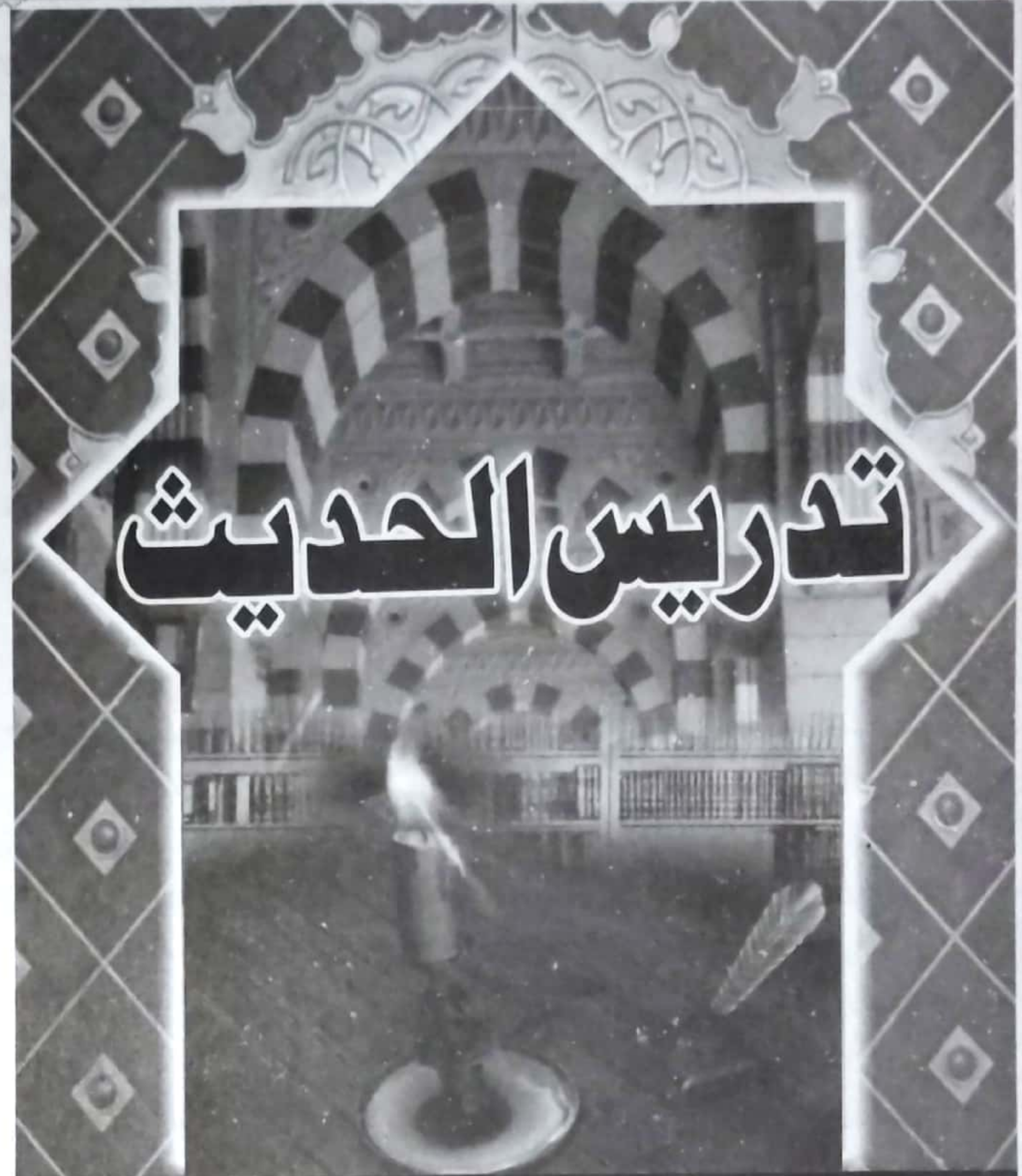

بلوغ المرام کی کتاب الجامع کی تشریح

سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے کا ایک بہترین طریقہ

۱۴۵۶/۷۔ ((وَ عَنْ جُوَيْرِيَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَت : قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ أَرْبَعَ كَلِمَاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ، وَ رِضَا نَفْسِهِ، وَ زِنَةَ عَرْشِهِ ، وَ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ)) [أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ]

''جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا'' یقیناً میں نے تمھارے بعد چار کلمات کہے ہیں کہ اگر ان کا وزن اس کے ساتھ کیا جائے جو تم نے آج صبح سے لے کر اب تک کہا ہے تو یہ کلمات اس سے بھاری ہو جائیں، سبحان اللہ وبحمدہ (اللہ پاک ہے اور اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتا ہوں) اس کی مخلوق کی گنتی کے برابر اور اس کے نفس کی رضا کے برابر اور اس کے عرش کے وزن کے برابر اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔'' (اسے مسلم نے روایت کیا)

تخریج: [مسلم، الدعاء : ۱۹ وغیرہ] مسلم میں لفظ یہ ہیں کہ میں نے تمھارے بعد تین مرتبہ چار کلمات کہے ہیں، الخ۔

مفردات:

عَدَدَ خَلْقِهِ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی ((أُسَبِّحُ اللّٰهَ سُبْحَانًا عَدَدَ خَلْقِهِ)) دوسرے کلمات بھی اسی طرح ہیں۔

فوائد:

۱۔ مکمل حدیث: جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ صبح ان کے پاس سے نکلے۔ جب آپؐ نے صبح کی نماز پڑھی اور وہ اپنی مسجد میں بیٹھی تھیں، دوپہر ہونے پر آپ واپس آئے تو وہ وہیں بیٹھی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''میں تمھیں جس حال میں چھوڑ کر گیا تھا کیا تم اسی حال پر رہی ہو؟'' انھوں نے عرض کیا: ''جی ہاں! نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمھارے بعد چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں کہ اگر ان کا وزن اس کے ساتھ کیا جائے جو تم نے آج صبح سے لے کر اب تک کہا ہے تو یہ وزن میں اس سے بھاری ہو جائیں گے۔''

[سبحان الله و بحمده عدد خلقه الخ : مسلم، الذكر و الدعاء : ۱۹]

۲۔ حدیث کا مطلب:

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ کی تسبیح اور اس کی حمد اتنی دفعہ بیان کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا جتنی اس کی مخلوق کی تعداد ہے، اس کی تسبیح وتحمید اتنی دفعہ بیان کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا جس سے وہ راضی ہو جائے، اتنی مقدار میں تسبیح وتحمید کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا جو اس کے عرش وزن کے برابر ہو اور اتنی تعداد میں تسبیح وتحمید کرتا اور کرتا رہوں گا جس کو لکھنے کے لیے اتنی سیاہی درکار ہو جس سے اس کے کلمات لکھے جا سکیں۔ (جس کے لیے ساتوں سمندر دو دفعہ سیاہی بن جائیں تو لکھے نہ جا سکیں)

قرطبیؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے ان کلمات کو اتنی کثرت سے ذکر کرنے سے جس کا شمار ہی نہیں ہو سکتا معلوم ہوتا ہے کہ ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو یہ عزم و ہمت رکھنی چاہیے کہ اگر مجھے طاقت وقدرت حاصل ہو جائے کہ میں اللہ کی تسبیح وتحمید اتنی تعداد میں کروں جو حد وعدد اور شمار و قطار سے باہر ہو تو میں کرتا ہی رہوں گا اس کے نتیجے میں اس کو ثواب بھی شمار سے بڑھ کر ملے گا۔ (توضیح)

۳۔ گٹھلیوں یا تسبیح وغیرہ کی بجائے ہاتھ کی انگلیوں پر گننا چاہیے:

بعض روایات میں ذکر آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے

بعض صحابیات نے گٹھلیوں یا کنکریوں پر شمار کر کے ذکر کیا تو آپؐ نے انھیں اس سے بہتر کی تلقین فرمائی مگر گٹھلیوں یا کنکریوں پر شمار کرنے سے منع نہیں فرمایا اس سے بعض لوگ مروجہ تسبیح یا گٹھلیوں وغیرہ پر اذکار پڑھنے کا جواز پیش کرتے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے گٹھلیوں یا کنکریوں وغیرہ پر پڑھنے کی کوئی روایت ثابت نہیں نہ خود آپؐ نے کبھی گٹھلیوں یا کنکریوں پر شمار کر کے پڑھا، نہ ہی یہ آپ کا طریقہ تھا بلکہ ہاتھ پر گن کر تسبیح کیا کرتے تھے، عبداللہ بن عمرو ؓ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْقِدُ التَّسْبِيحَ بِيَمِينِهِ

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ تسبیح کی گرہ باندھتے تھے۔''

(ابوداؤد (۱/۲۳۵) ترمذی (۴/۲۵۵) ترمذی نے اسے حسن کہا ہے، حاکم (۱/۵۴۷) بیہقی (۲/۲۵۳) شیخ البانی فرماتے ہیں، اس کی سند صحیح ہے جیسا کہ ذہبی نے فرمایا ہے۔ [سلسلہ ضعیفه تحت حدیث : ۸۳]

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے بعض عورتوں کو انگلیوں پر تسبیح کا حکم دیا، چنانچہ فرمایا:

((عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيحِ وَ التَّهْلِيلِ وَ التَّقْدِيسِ وَلَا تَغْفُلْنَ فَتَنْسَيْنَ الرَّحْمَةَ وَاعْقِدْنَ بِالْأَنَامِلِ فَإِنَّهُنَّ مَسْئُولَاتٌ وَ مُسْتَنْطَقَاتٌ)) [صحيح الترمذى ابواب الدعوات، باب : ۸]

''تم تسبیح، تہلیل اور تقدیس کو لازم پکڑو اور غافل نہ ہو جانا ورنہ رحمت سے فراموش کر دی جاؤ گی اور انگلیوں کے پوروں سے گرہیں باندھو، کیونکہ یہ سوال کی جائیں گی اور بلوائی جائیں گی۔'' (صحیح الترمذی، ابواب الدعوات رباب: ۸، حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا، نووی اور عسقلانی نے اسے حسن کہا، شیخ البانی نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ [سلسلہ ضعیفہ تحت حدیث ۸۳:]

عربوں کے ہاں انگلیوں پر گننے کا ایک خاص طریقہ ہے جس سے دس ہزار تک آسانی سے گنا جا سکتا ہے، بعض حضرات نے عقد انامل پر رسالے بھی لکھے ہیں، تحفۃ الاحوذی (الدعوات، باب فضل لاحول ولا قوۃ الا باللہ) میں تفصیل کے ساتھ یہ طریقہ مذکور ہے، کسی عالم سے جو یہ طریقہ جانتا ہو سیکھ لینا چاہیے اور سنت کے مطابق ہاتھوں پر تسبیح وغیرہ پڑھنا چاہیے۔

۴۔ گٹھلیوں اور تسبیح کے جواز کی روایت:

گٹھلیوں پر ذکر کرنے کے جواز کی جو روایات پیش کی جاتی ہیں ان کا مختصر سا جائزہ یہ ہے:

پہلی روایت:

سعد بن ابی وقاص ؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک عورت کے پاس آئے اور اس کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں جن کے ساتھ وہ تسبیح پڑھ رہی تھی تو آپؐ نے فرمایا: ''میں تمھیں وہ چیز بتاؤں جو اس سے آسان یا اس سے بہتر ہے؟'' فرمایا: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ)) ''میں اللہ کی پاکی اس کی آسمانی مخلوق کے برابر بیان کرتا ہوں۔'' [ابوداؤد : ۱/ ۲۳۵ - ترمذی : ۴/ ۲۷۷، ۲۸۷] ترمذی نے اسے حسن کہا اور حاکم نے فرمایا صحیح الاسناد اور ذہبی نے ان کی موافقت کی۔ اس کی سند اس طرح ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي هِلَالٍ حَدَّثَهُ عَنْ خُزَيْمَةَ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهَا......

شیخ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں کہ اسے حسن یا صحیح کہنا خطا ہے کیونکہ اس میں خزیمہ راوی مجہول ہے، خود ذہبی نے ''المیزان'' میں فرمایا: ((خُزَيْمَةُ لَا يُعْرَفُ تَفَرَّدَ عَنْهُ سَعِيدُ بْنُ أَبِي هِلَالٍ)) ''خزیمہ پہچانا نہیں جاتا، اس سے اکیلے سعید بن ابی ہلال روایت کرتے ہیں۔''

اسی طرح حافظ نے تقریب میں فرمایا: ((لَا يُعْرَفُ)) اور سعید بن ابی ہلال کے ثقہ ہونے کے باوجود ساجی نے احمد سے بیان کیا کہ انھیں اختلاط ہو گیا تھا، تو یہ حدیث حسن یا صحیح کیسے ہو گئی؟ [سلسلة ضعيفة تحت حديث : ۸۳]

دوسری روایت:

صفیہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے سامنے چار ہزار گٹھلیاں تھیں جن کے ساتھ میں تسبیح کر رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: ''یہ کیا ہے؟'' میں نے کہا: ''میں ان کے ساتھ تسبیح کر رہی ہوں۔'' آپؐ نے فرمایا: ''جب سے میں تمھارے پاس آ کر کھڑا ہوا ہوں میں نے اس سے زیادہ تسبیح پڑھ لی ہے۔'' میں نے کہا: ''یا رسول اللہ (ﷺ)! مجھے سکھا دیجیے۔'' آپؐ نے فرمایا: ''اس طرح کہو: ((سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ)) [ترمذی : ۴/ ۲۷۴ وغیرہ] سند اس طرح ہے: ((هاشم بن سعيد عن كنانة مولى صفية رضي الله عنها (أي عن صفية))) ترمذی نے اس روایت کو یہ کہہ کر ضعیف قرار دیا: ''یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے اس سند کے علاوہ نہیں جانتے جو ہاشم بن سعید الکوفی کی روایت سے ہے اور اس کی سند معروف نہیں اور اس مسئلہ میں ابن عباس سے بھی روایت ہے۔''

البتہ حاکم نے فرمایا: ''صحیح الاسناد ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی۔'' حالانکہ ذہبی کا کہنا تعجب کی بات ہے کیونکہ ذہبی نے خود اس ہاشم بن سعید کو میزان میں ذکر کر کے فرمایا: ''ابن معین نے فرمایا'' وہ کچھ بھی نہیں۔'' اور ابن عدی نے فرمایا: ''جتنی روایتیں بیان کرتا ہے کسی میں اس کی متابعت نہیں کی جاتی۔''

اسی لیے حافظ نے تقریب میں فرمایا: ''ضعیف'' اور یہ کنانہ مجہول الحال ہے جس کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی نے نہیں کی۔ [سلسلہ ضعیفه تحت حدیث : ۸۳] ان دونوں روایات کے ضعف کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صحیح مسلم میں یہ قصہ ابن عباس ؓ سے مذکور ہے جیسا کہ اوپر بلوغ المرام میں گزرا ہے مگر اس میں گٹھلیوں وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں۔

تیسری روایت:

((نِعْمَ الْمُذَكِّرُ السُّبْحَةُ)) ''تسبیح بہت اچھی یاد دہانی کروانے والی ہے۔'' اسے دیلمی نے ''مسند الفردوس'' میں روایت کیا ہے، شیخ البانیؒ اس کی سند ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''یہ سند ((ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ)) کی مصداق ہے اس کے اکثر راوی مجہول ہیں اور محمد بن ہارون بن عیسیٰ بن منصور الہاشمی کے متعلق تاریخ خطیب میں ہے: ''اس کی کنیت ابو اسحاق ہے اور ابن بریہ کے نام سے معروف ہے، اس کی حدیث میں بہت سی منکر روایات ہیں اور دار قطنی نے فرمایا: ''لَا شَيْءَ''

ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں فرمایا: ''حدیث گھڑتا ہے۔'' پھر اس کی ایک روایت ذکر کر کے فرمایا: ''یہ اس کی گھڑی ہوئی روایات میں سے ہے۔'' خطیب نے بھی ایک مقام پر اس کے متعلق فرمایا:

اَلْهَاشِمِيُّ يُعْرَفُ بِابْنِ بَرِيَّةَ ذَاهِبُ الْحَدِيثِ يُتَّهَمُ بِالْوَضْعِ [۷/ ۴۰۳]

''ہاشمی ہے، ابن بریہ کے نام سے معروف ہے، کمزور حدیث والا ہے، اس پر حدیثیں گھڑنے کی تہمت لگائی جاتی ہے۔''

باقی صفحہ 15 پر

عظیم مسلم جغرافیہ دان

محمد شریف الادریسی

جس نے پہلا ارضی گلوب تیار کیا

☆......عیسائی بادشاہ نے گلوب کی تیاری سے بچ رہنے والی چاندی' ایک لاکھ سکے اور قیمتی ساز و سامان سے بھرا ہوا بحری جہاز محمد الادریسی کو انعام میں دے دیا۔

ابوعبداللہ محمد ابن محمد ابن عبداللہ ابن ادریس بارہویں صدی عیسوی کے عظیم مسلم جغرافیہ دان اور نقشہ نگار (Cartographer) تھے۔ ان کا تعلق مالقہ کے حمودی خاندان (1016-58ء) سے تھا جو مراکش کے ادریسی خاندان (789ء۔985ء) کی ایک شاخ تھا۔ جس کے بانی ادریس اول نے آٹھویں صدی عیسوی کے اواخر میں سبتہ (مراکش) میں خود مختار سلطنت قائم کی تھی۔ یوں ادریس اول کے واسطے سے محمد الادریسی کا سلسلہ نسب حضرت حسن رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ الادریسی 1099ء میں مراکش کے شہر سبتہ (Ceuta) میں پیدا ہوئے جہاں ان کا پردادا 1058ء میں مالقہ (اندلس) سے ہجرت کر کے آن بسا تھا۔ نسلاً سادات میں سے ہونے کے باعث محمد الادریسی نے اپنا لقب الحسنی اختیار کیا۔ بعد میں یہ شریف الادریسی کے نام سے مشہور ہوئے۔

الادریسی کی تعلیم اور سیر و سفر

الادریسی کی پیدائش کے وقت مراکش' الجزائر' موریتانیہ اور اندلس (اسپین) پر مرابطی خاندان کی حکومت تھی اور مشہور فاتح یوسف بن تاشفین حکمران تھا۔ الادریسی نے ابتدائی تعلیم اندلس کے علمی مرکز قرطبہ میں حاصل کی۔ اسی لئے مورخین اس کا نام ابوعبداللہ محمد الادریسی القرطبی الحسنی السبتی لکھتے ہیں۔ الادریسی کی ابتدائی زندگی کا بیشتر حصہ شمالی افریقہ' شام و فلسطین اور اسپین میں سیر و سیاحت کرتے گزرا۔ اس نے ان علاقوں کی تفصیلی معلومات حاصل کیں۔ سولہ برس کی عمر میں اس نے اناطولیہ یا ایشیائے کوچک (ترکی) کا سفر کیا تھا جو ان دنوں بازنطینی رومی سلطنت میں شامل تھا۔ اس سفر کا مقصد افسوس (Ephesus) میں اصحاب کہف کے غار کا مشاہدہ کرنا تھا۔ اس نے یورپ میں پرتگال' کوہستان پیرے نیز (Pyrenees) فرانس کے اوقیانوسی ساحل اور انگلستان میں جورِوک (jorvik) تک سیاحت کی جو ان دنوں یارک (York) کہلاتا ہے۔ اس دوران میں وہ الجزائر کے شہر قسطنطینہ (Constantine) میں پڑھتا بھی رہا۔

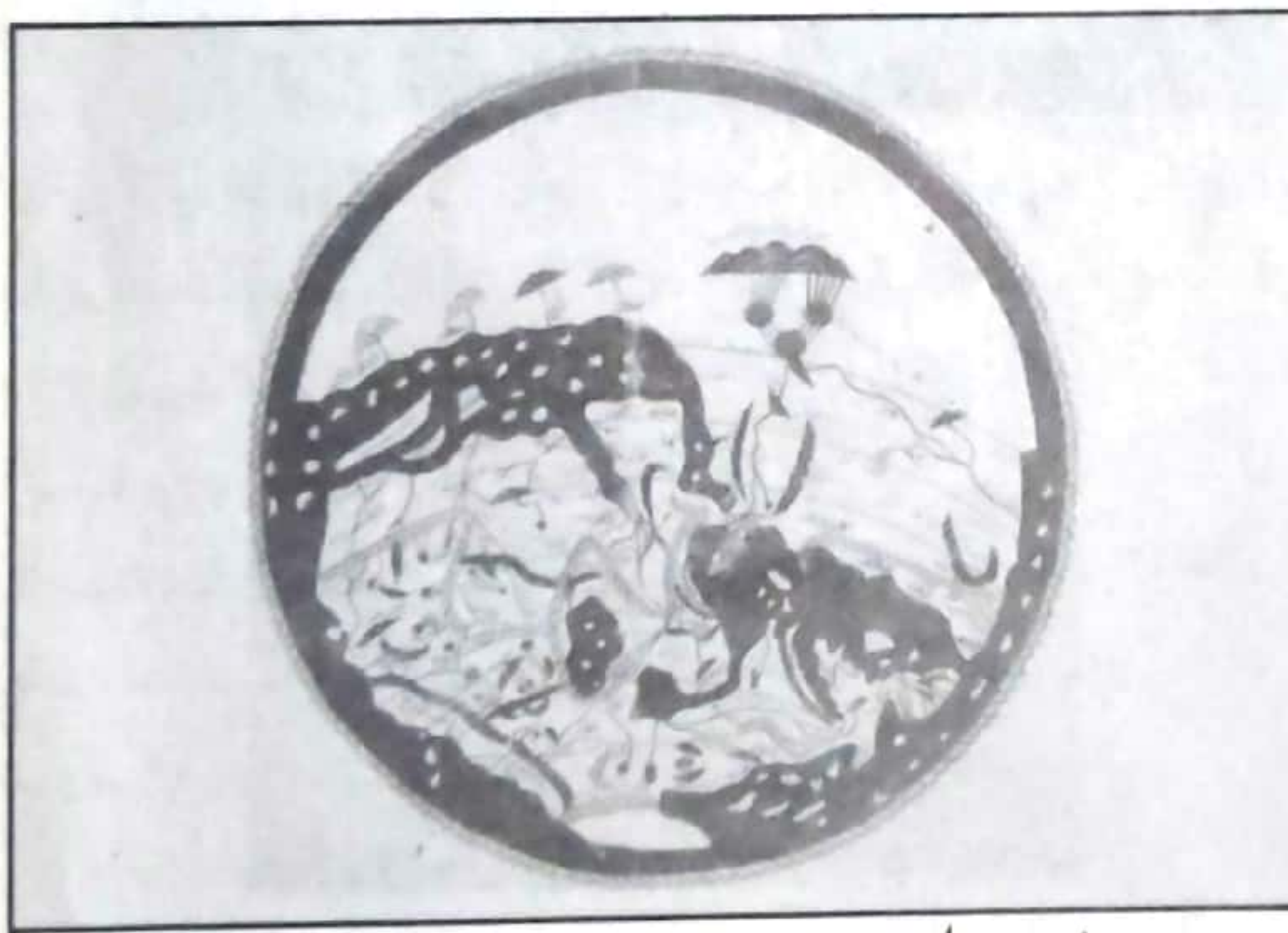

الادریسی کی سسلی آمد

بحیرہ روم میں اٹلی کا جزیرہ سسلی تیونس (افریقہ) کے شمال مشرق میں واقع ہے' عرب اسے صقلیہ کہتے تھے۔ 1027ء سے 1091ء تک سسلی (صقلیہ) پر عرب مسلمانوں کی حکومت رہی اور پھر اٹلی کے نارمن اس پر قابض ہو گئے۔ سسلی کے نارمن بادشاہ راجر ثانی نے الادریسی کے علم و فضل کی شہرت سنی تو اس نے 1138ء میں انہیں سیر و سیاحت کے لئے اپنے دارالحکومت پلرمو آنے کی دعوت دی۔ جب الادریسی پلرمو پہنچے تو مسیحی بادشاہ نے ان سے کہا کہ چونکہ وہ (ادریسی) سادات خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور فاطمی یا عباسی خلافتوں کے تحت رہنا ان کے لئے خطرے کا باعث ہے'

اسلام اور سائنس

محسن فارانی

لہٰذا وہ سسلی ہی میں رہیں۔ (ان دنوں قاہرہ میں فاطمی اور بغداد میں عباسی خلافتیں قائم تھیں جبکہ قرطبہ کی اموی خلافت 1031ء میں ختم ہو چکی تھی) یوں راجر ثانی کی خواہش پر الادریسی 18 سال پلرمو (صقلیہ) میں نارمن دربار میں مقیم رہے' اسی لئے انہیں بعض اوقات الصقلی بھی کہا جاتا ہے۔

دنیا کا پہلا گلوب

راجر ثانی علم دوست حکمران تھا۔ اس نے دنیا کے مختلف علاقوں کی جانب ایلچی روانہ کئے تا کہ وہ ان علاقوں کے بارے میں تازہ ترین معلومات لے کر آئیں۔ جب معلومات جمع ہو گئیں تو اس نے محمد الادریسی کو حکم دیا کہ چاندی کے ایک بڑے قرص پر پوری دنیا کا ایک بڑا سا نقشہ بنائے۔ ادریسی نے ابوالسلط جیسے ماہرین کی مدد سے نقرئی قرص پر ایک ایسا ابھرواں نقشہ بنایا جس پر ساتوں اقالیم' دریاؤں' سمندروں' پہاڑوں' خلیجوں' جزیروں' قصبات' شہروں اور زمین کی بہت سی طبعی کیفیات کی تصویر کشی کی گئی تھی۔

خالص چاندی کے اس قرص (Phlanisphere) کا قطر 2 میٹر اور وزن 450 پونڈ تھا۔ اس کے ایک جانب آسمان کا نقشہ تھا جس میں سیارے' ستارے اور آسمانی برج (Constellations) یعنی ستاروں کے جھرمٹ دکھائے گئے تھے اور دوسری جانب آباد دنیا کو سات اقالیم اور حصوں (Segments) میں تقسیم کر کے خشکی (براعظم)' سمندر اور ممالک کندہ کئے گئے تھے۔ یہ گویا دنیا کا پہلا فلکی و ارضی گلوب تھا۔

اس گلوب کی تیاری کے لئے بادشاہ نے جتنی چاندی مہیا کی تھی' اس میں سے صرف ایک تہائی چاندی صرف ہوئی' چنانچہ باقی دو تہائی چاندی الادریسی کو بطور تحفہ دے دی گئی۔ اس کے علاوہ بادشاہ نے اسے ایک لاکھ سکے اور اندلس (اسپین) کی بندرگاہ برشلونہ (Barcelona) سے آیا ہوا ایک جہاز بخش دیا جو قیمتی ساز و سامان سے لدا ہوا تھا۔ بدقسمتی سے یہ گلوب 1161ء میں بعض نارمن سرداروں کی لوٹ مار میں غائب ہو گیا۔

الادریسی کی اٹلس

محمد شریف الادریسی نے عالمی جغرافیہ پر ایک عظیم الشان کتاب لکھی جس کا نام کتاب نزهة المشتاق فی اختراق الآفاق '' ہے۔ اس نام کے معنی ہیں '' آفاق کو پار کرنے کے مشتاق کے لئے تازگی کی کتاب ''۔ چونکہ یہ شاہ راجر ثانی کی فرمائش پر لکھی گئی' اس لئے اسے الکتاب الرجاری (Reger's Book) بھی کہا گیا۔ اس میں متن کے علاوہ مختلف علاقوں کے 71 نقشے ہیں۔ اس کی تیاری میں ادریسی نے یونانی جغرافیہ دان بطلیموس (Ptolemy) اور عرب جغرافیہ دانوں المسعودی' ابن حوقل' ابن خرداذ بہ اور الجیانی کی تصانیف سے مدد لی تھی۔ ان نقشوں میں آباد دنیا کو جو زیادہ تر نصف کرہ شمالی پر مشتمل ہے' خط استواء سے شمال کی طرف سرد بے آباد سرزمین (سائبیریا وغیرہ) تک سات اقلیموں (Climates) میں تقسیم کیا گیا ہے جو خط استواء کے متوازی ہیں۔ اس کے بعد افریقہ کے مغربی ساحل سے لے کر ایشیاء کے مشرقی ساحل تک ہر اقلیم کو عمودی خطوط کے ذریعے گیارہ مساوی حصوں میں بانٹا گیا ہے۔ اس طرح پوری زمین 77 مساوی مربع حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔

ادریسی کی اٹلس کی خصوصیات

☆ الادریسی کی اٹلس جسے لاطینی میں Tabula Rogeriana کہا جاتا ہے' ان کی برسوں کی محنت کا نتیجہ تھی جو جنوری 1154ء میں مکمل ہوئی۔ تین سو برس تک جغرافیہ دان بغیر تبدیلی کے اس کی نقل کرتے رہے کیونکہ بعض خامیوں کے باوجود اس وقت تک یہ دنیا کی مستند ترین اٹلس تھی اگرچہ پاپائے روم اور پادری اسے بوجوہ ناپسند کرتے تھے۔

☆ شمالی افریقہ' اناطولیہ' بحیرہ روم اور یورپ کے بارے میں جغرافیائی معلومات الادریسی

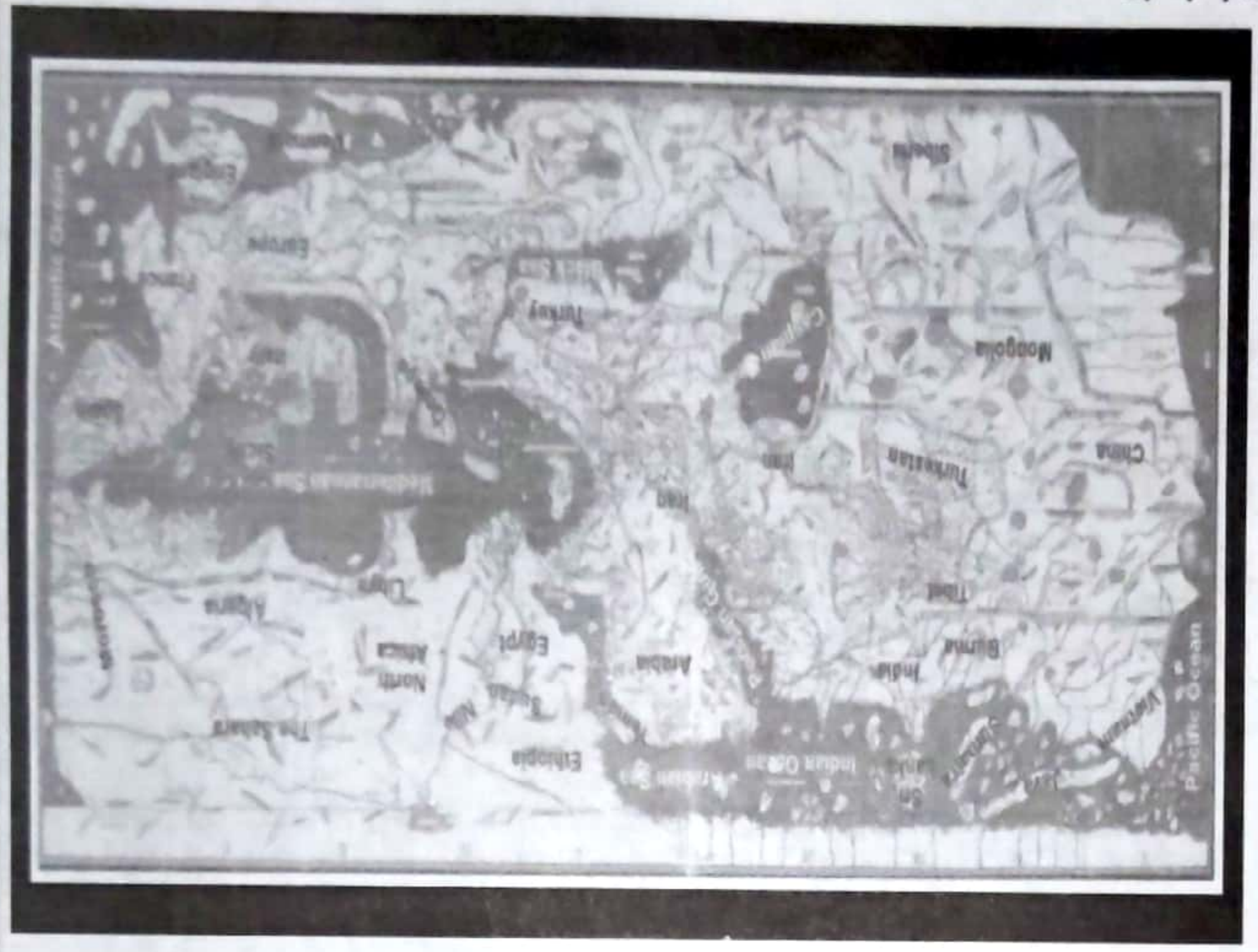

کی سیر و سیاحت کا حاصل تھیں جبکہ سکینڈے نیویا' مشرقی افریقہ' دریائے نائیجیریا' بحر ہند اور مشرق بعید (انڈونیشیا' ملائشیا' فلپائن' چین وغیرہ) کے متعلق معلومات شاہی قاصدوں' مسلمان تاجروں اور مہم جوؤں سے حاصل کی گئی تھیں۔

☆ الادریسی نے یہ اٹلس عربی زبان میں مرتب کی تھی' چنانچہ نقشوں کی عبارتیں اور علامات بھی عربی میں تھیں۔ بعد میں لاطینی مترجموں نے انہیں لاطینی میں ڈھال لیا۔

☆ اٹلس میں یوریشیا یعنی یورپ اور ایشیا کے براعظم پورے دکھائے گئے تھے جبکہ براعظم افریقہ کا صرف شمالی حصہ' سوڈان اور حبشہ وغیرہ ظاہر کئے گئے تھے' تاہم دریائے نیل اور ان جھیلوں کی درست نشاندہی کی گئی تھی جن سے نکل کر یہ دریا شمال کو بہتا ہے۔ ان کے بارے میں ادریسی کی معلومات سو سال بعد بیکر اور سٹینلے کی فراہم کردہ معلومات سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھیں۔

☆ الادریسی کے نقشوں میں جنوب بالائی طرف اور شمال نیچے دکھایا گیا ہے' لہٰذا آج کے حساب سے یہ نقشے الٹ نظر آتے ہیں۔

☆ الادریسی کے نقشوں سے جہاں ابن بطوطہ' ابن خلدون اور پیری ریئس جیسے سیاحوں' مؤرخین اور جہازران مہم جوؤں نے استفادہ کیا' وہیں یورپی جہازرانوں کرسٹوفر کولمبس اور واسکوڈے گاما نے بھی فائدہ اٹھایا۔

☆ الادریسی نے اپنی اٹلس میں واضح طور پر لکھا تھا کہ زمین کرے کی طرح گول ہے' چنانچہ اطالوی جہازران کولمبس کو اسی اٹلس کے مطالعے سے خیال آیا تھا کہ وہ گول زمین کے گرداگرد مغرب کو بحری سفر کرتے ہوئے مشرق میں ہندوستان پہنچ سکتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ راستے

میں پڑنے والے جزائر اور براعظم امریکہ کو دریافت کر کے انہی کو ہندوستان (India) اور اس کے جزائر سمجھتا رہا' چنانچہ ان جزائر کو اس نے غرب الہند West Indies کا نام دیا اور اس حوالے سے ویسٹ انڈیز اور امریکہ کے سرخی مائل رنگ کے باشندے "ریڈ انڈین" یا "انڈین" کہلانے لگے اور یہ غلط نام آج بھی استعمال ہو رہے ہیں۔

الادریسی کا انسائیکلوپیڈیا

محمد شریف الادریسی نے "نزھۃ المشتاق" سے بھی بڑی جغرافیہ کی کتاب "روض الانس ونزھت النفس" کے نام سے لکھی جسے کتاب الممالک والمسالک بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب راجر ثانی کے جانشین ولیم اول یا ولیم بدنہاد (66-1154ء) کی فرمائش پر لکھی گئی۔ اس کا صرف ایک حصہ کتب خانہ حکیم اوغلو علی پاشا (استنبول) میں محفوظ ہے۔ اس میں نہ صرف طبعی و سیاسی جغرافیہ کی تفاصیل اور مردم شماری سے متعلق معلومات ہیں بلکہ اس دور کے معاشرتی' معاشی اور سیاسی حالات بھی تفصیل سے درج ہیں۔ یوں ایک لحاظ سے یہ کتاب قرون وسطیٰ کا ایک گرانقدر انسائیکلوپیڈیا معلوم ہوتی ہے۔ اس میں درج معلومات حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دی گئی ہیں۔ یوں مقامات کو تلاش کرنے میں مشکل پیش نہیں آتی۔ اس کے علاوہ جہاں کسی جگہ کا ذکر کیا گیا ہے' ساتھ متعلقہ نقشہ بھی موجود ہے۔

اندلس کے مسلم مہم جُو کولمبس سے پہلے امریکہ پہنچے

الادریسی کی اٹلس سے معلوم ہوتا ہے کہ کولمبس سے پہلے بھی اندلس اور مراکش کے مہم جو بحر اوقیانوس میں سفر کرتے ہوئے دور دراز کے جزائر اور غالباً ساحل امریکہ تک جاتے آتے رہے تھے۔ پرتگال بھی ساڑھے چار سو برس تک اسلامی اندلس کا حصہ تھا' چنانچہ شریف ادریسی اپنی کتاب میں پرتگال کے موجودہ دارالحکومت لزبن (عربی لشبونہ یا اشبونہ) سے روانہ ہونے والی بحر اوقیانوس کی ایک مہم کو یوں بیان کرتے ہیں:

"امیر المومنین علی ابن یوسف ابن تاشفین نے اپنے امیر البحر احمد بن عمر کو جو رقش الاعز کے نام سے معروف تھا' بحر اوقیانوس کے بعض جزائر پر حملہ کرنے بھیجا مگر وہ اس مہم کو سر کرنے سے پہلے فوت ہوگیا۔ اس دھندلے سمندر سے آگے کیا ہے' کسی کو پتہ نہیں' اس کی فضا دھند آمیز ہے۔ اس کی موجیں بڑی تند و تیز اور خطرناک ہیں۔ اس میں خوفناک وحشی حیوان (شارک اور وہیل) ہیں۔ اس کی ہوائیں طوفانی ہیں۔ اس میں بہت سے جزائر ہیں جن میں سے بعض بے آباد ہیں اور بعض سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اشبونہ کے مغررین (مہم جو) اس دھندلے سمندر میں سفر کرتے چلے گئے۔ وہ جاننا چاہتے تھے کہ اس میں کیا ہے اور یہ کہاں ختم ہوتا ہے۔ بارہ دن کے سفر کے بعد وہ ایک جزیرے میں پہنچے جو آباد تھا اور وہاں زمین کاشت کی ہوئی تھی۔ جلد ہی کچھ کشتیوں (Barques) میں سوار اجنبیوں نے انہیں گھیر کر قیدی بنالیا اور ساحل پر خستہ سے گاؤں میں لے گئے۔ ان لوگوں کی جلد سرخ تھی اور جسم پر بال نہ تھے۔ سر کے بال سیدھے تھے اور قد اونچے تھے۔ ان کی عورتیں غیر معمولی طور پر حسین تھیں۔"

الادریسی نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے وہ عرب مہم جو سمندر کے ایسے حصے میں پہنچے تھے جہاں پانی چپچپا اور بدبودار تھا' چنانچہ وہ وہاں سے پلٹ آئے اور ایک ایسے جزیرے تک پہنچے جہاں بڑی تعداد میں بھیڑیں تھیں مگر ان کا گوشت کھانے کے قابل نہ تھا۔ پھر وہ جنوب کو ہولیے اور آخر کار مذکورہ جزیرے میں پہنچے جہاں کشتیوں والوں نے انہیں قید کرلیا۔ ان کے بالوں کی رنگت زیادہ تر صاف تھی۔ ان دیہاتیوں میں ایک عربی بولتا تھا۔ اس نے ان سے پوچھا کہ وہ کہاں سے آئے ہیں۔ ان کے یہ بتانے پر کہ وہ اندلس سے آئے ہیں' گاؤں کے سردار نے حکم دیا کہ انہیں واپس براعظم بھیج دیا جائے۔ چنانچہ جب وہ (براعظم کے) ساحل پر اترے تو بربر مسلمانوں کو اپنا استقبال کرتے دیکھ کر حیران رہ گئے۔

ادریسی کے اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ عرب مہم جو بحر اوقیانوس کے اندر بحیرہ سارگاسو (Sargasso) میں جا پہنچے تھے جو جزیرہ برمودا کے بہت قریب ہے جبکہ امریکہ کا ساحل ایک ہزار میل اور آگے تھا۔ وہاں سے پلٹ کر وہ پرتگالی جزیرہ ازورس یا مڈیرا پر اترے ہوں گے۔ آخر کار وہ جزائر کینری میں قید ہوئے ہوں گے اور پھر مراکش کے ساحل پر بربروں نے ان کا استقبال کیا ہوگا۔ ایسے ہی دیگر شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ کو کولمبس نے دریافت نہیں کیا تھا بلکہ مسلمان جہاز ران بہت پہلے امریکہ کے سفر کر چکے تھے۔

ادریسی کی اٹلس پیرس اور آکسفورڈ میں

الادریسی کی اٹلس کے دو مسودے آکسفورڈ کی بوڈلیان لائبریری میں اور دو پیرس کی بائبلیوتھک نیشنل لائبریری میں پڑے ہیں۔ آکسفورڈ کا ایک مسودہ جو مصر سے لایا گیا تھا' اس میں پوری دنیا کا ایک نقشہ اور پہلی تین اقلیموں کے 33 نقشے شامل ہیں۔ آکسفورڈ کا دوسرا مسودہ شام سے اڑایا گیا جس پر 906ھ/ 1500ء کا سن درج ہے۔ اس میں 320 اوراق ہیں اور ایک عالمی نقشہ اور 77 جزوی نقشے شامل ہیں۔ اسکوریال لائبریری (سپین) میں موجود الادریسی کی اٹلس کا مسودہ 1671ء کی آتش زدگی میں ضائع ہوگیا۔

عربی میں الادریسی کی اٹلس سب سے پہلے 1492ء میں روم سے شائع ہوئی جس کی بنیاد فلورنس (اٹلی) کی گرینڈ ڈوچل لائبریری میں محفوظ نسخہ تھا۔ 1619ء میں دو مارونی مسیحی سکالروں نے اس کا لاطینی ترجمہ پیرس سے شائع کیا جس کا نام غلط طور پر Geographia Nubiensis (نوبیا یعنی افریقہ کا جغرافیہ) رکھ دیا گیا۔ یہ غلطی ارضنا (ہماری زمین) کو ارضھا (اس یعنی نوبیا کی سرزمین) پڑھنے کی وجہ سے سرزد ہوئی۔ الادریسی کی اٹلس اب جرمنی اور عراق میں شائع ہو چکی ہے۔

الادریسی کے دیگر کارنامے

☆ محمد الادریسی شاعر بھی تھے۔ صقلیہ کے مسلمان شاعر ابن بشرون نے ان کے عربی اشعار کے حوالے دیئے ہیں۔

☆ الادریسی نے ادویات پر کتاب الجامع لصفات اشتات النباتات (مختلف جڑی بوٹیوں کے اوصاف پر ایک جامع کتاب) بھی تحریر کی جس میں ایسے پودوں کے طبی خواص درج کئے جو پہلے طب کی کسی کتاب میں نہیں تھے۔

الادریسی کی مراکش آمد اور وفات

صقلیہ (سسلی) کے نارمن مسیحی حکمران اگرچہ ادریسی جیسے اہل علم کے سرپرست تھے مگر وہ کٹر عیسائی تھے جنہوں نے بتدریج صقلیہ سے مسلمانوں کے آثار مٹا دیئے اور مسجدیں گرجوں میں تبدیل کردیں' ولیم اول "بدنہاد" کے عہد میں 1161ء میں سسلی میں خونریز مسلم کش فسادات ہوئے۔ ان خطرناک حالات میں الادریسی نے صقلیہ سے ہجرت ہی میں عافیت جانی۔ چنانچہ وہ نقل مکانی کر کے مراکش چلے آئے۔ محمد شریف الادریسی 1165ء میں سبتہ میں فوت ہوگئے۔

نماز کے بعد اجتماعی دعا کا حکم

سوال نمبر:23

آپ لوگ اکثر جمعہ کی نماز کے بعد اور فرض نمازوں کے بعد دعا نہیں مانگتے حالانکہ یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس بات کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب بعون الوهاب

فرض نماز کے بعد' اذان کے بعد اور نماز میں دعا قبول ہوتی ہے۔ اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ کے وقت بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ روزہ افطار کرتے وقت بھی قبولیت دعا کا موقع ہے۔ یہ تمام اوقات اپنی اپنی جگہ بجا ہیں کہ قبولیت کے اوقات ہیں۔ ان اوقات میں دعا مانگنا بڑی اچھی بات ہے۔

لیکن...... مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ

(1) ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔ (2) اور اجتماعی کیفیت اختیار کرتے ہوئے دعا مانگنا' کیا نبی کریم ﷺ کے قول وفعل یا سکوت (خاموشی) سے ثابت ہے؟ جہاں تک ہم نے قرآن وسنت اور احادیث صحیحہ کا مطالعہ کیا ہے' ہمیں اب تک کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جس میں فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا مانگنے کا بیان ہو۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح فوتگی کے بعد تین دن تک لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر بار بار دعا مانگنے کی ایک رسم شروع کی ہوئی ہے' اسی طرح فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنا محض ایک رسم ہے' سنت نہیں ہے۔

بعض لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ نماز کا اختتام ہی دعا مانگنے سے ہوگا۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ لوگ اسی طرح ساکت و جامد حالات میں بیٹھے رہتے ہیں کہ ابھی امام صاحب دعا مانگیں گے تو پھر اٹھیں گے۔ ذہن یہ ہے کہ ابھی ہم نماز سے فارغ نہیں ہوئے۔ حالانکہ احادیث رسول ﷺ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نماز کی ابتداء تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) سے ہوتی ہے اور نماز کی انتہا تسلیم (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) سے ہوتی ہے۔ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ وَلَاصَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِالْحَمْدِ وَسُورَةٍ فِي فَرِيضَةٍ أَوْ غَيْرِهَا

نماز کی کنجی طہارت (یعنی وضو) ہے اور تکبیر اولیٰ (یعنی پہلی تکبیر) نماز کیلئے تحریم ہے (یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کرنے سے کھانا پینا' گفتگو کرنا وغیرہ تمام امور حرام ہو جاتے ہیں) اور سلام پھیرنا نماز کی تحلیل ہے۔ (یعنی جب نمازی دائیں بائیں سلام پھیر کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے تو کھانا پینا' گفتگو کرنا اور چلنا پھرنا حلال ہو جاتا ہے) اور اس شخص کی نماز ہی نہیں جو الحمد للہ (یعنی سورۃ الفاتحہ) نہ پڑھے اور ایک مزید سورت (نہ پڑھے) نماز چاہے فرض ہو یا کوئی اس کے علاوہ (مثلاً نفل وغیرہ)

صحيح الترمذی ۔ابواب الصلوٰۃ : باب ما جاء فی تحريم الصلوٰة وتحليلها رقم الحديث: 198 (سنن الترمذی: 238) ابن ماجہ)

اسی طرح صحیح مسلم كتاب الصلوٰة باب ما يجمع صفة الصلوٰة وما يفتتح اليه ويختم به...... رقم الحدیث 498 میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت میں بھی یہی بات مرقوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ اللہ اکبر سے نماز شروع کرتے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے نماز ختم کرتے۔ معلوم ہوا جب سلام پھر گیا تو نماز ختم ہوگئی۔ امام کی امامت بھی ختم ہوگئی۔ اب امام صاحب بھی آزاد اور مقتدی بھی آزاد ہیں۔ جس کے پاس ٹائم ہو وہ نماز پڑھ کر بیٹھے' مسنون اذکار کرے اور دعا مانگے۔ چاہے اسی وقت مانگے سنن ونوافل پڑھ کر مانگے یا گھر جا کر مانگے' یہ جملہ امور جائز ومباح ہیں۔

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا نبی کریم ﷺ سے کسی صحیح حدیث میں ثابت نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص دعا کرنے کی اپیل کرے تو روٹین بنائے بغیر دعا کسی وقت بھی کی جاسکتی ہے۔ یہاں تک کہ خطبۂ جمعہ کے درمیان بھی کی جاسکتی ہے۔

كلية الشريعة

استاذ: الشیخ ابوسیاف اعجاز احمد تنویر حفظہ اللہ

کتاب وسنت کی روشنی میں قارئین کے دینی استفسارات پر شرعی رہنمائی کا شعبہ

دعا میں ہاتھ اٹھانے کا شرعی حکم

سوال نمبر:24

ایک حدیث نظر سے گزری ہے کہ نبی کریم ﷺ دعائے استسقاء کے سوا کسی بھی موقع پر ہاتھ نہیں اٹھایا کرتے تھے۔ اس موقع پر اتنے ہاتھ اٹھاتے تھے کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔ یہ بتائیں کہ اس حدیث کے مفہوم کو سمجھنے کے بعد کسی اور دعا میں ہاتھ اٹھانا جائز ہے یا کہ نہیں۔ کیونکہ ہم نے اپنے اردگرد اکثر لوگوں کو ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

الجواب بعون الوهاب

بلاشبہ صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل حدیث موجود ہے۔ جس کے الفاظ یوں ہیں۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِنْ دُعَائِهِ إِلَّا فِي الِاسْتِسْقَاءِ وَإِنَّهُ يَرْفَعُ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ

آپ ﷺ اپنی کسی دعا میں ہاتھ بلند نہیں کیا کرتے تھے سوائے نماز استسقاء کے آپ ﷺ اس قدر ہاتھ بلند کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگ جاتی تھی۔"

(صحیح البخاری 'کتاب الاستسقاء : باب رفع الامام یده فی الاستسقاء حدیث نمبر1031 ' صحیح مسلم ' کتاب صلوٰۃ الاستسقاء : باب رفع الیدین بالدعا۔حدیث895)

لیکن اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مبالغہ کے ساتھ بارش طلب کرنے والی نماز میں ہاتھ اٹھاتے تھے' اس قدر مبالغہ آمیزی کے ساتھ اور کسی موقع پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ چنانچہ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ مشکوۃ کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں:

لا یرفعهما کل الرفع حتی یجاوز راسه...... الا فی الاستسقاء فانه یرفع حتی یری بیاض ابطیه......لولم یکن علیه ثوب وقد تضافرت الاحادیث فی رفع الیدین فی الدعا فی غیر الاستسقاء

یعنی لا یرفع کا حدیث میں مطلب یہ ہے کہ اس طرح مبالغہ کے ساتھ اور مکمل طور پر ہاتھ کسی اور موقع پر نہیں اٹھایا کرتے تھے جس طرح نماز استسقاء کے موقع پر اٹھاتے تھے۔ نماز استسقاء میں تو ہاتھ اس طرح اٹھاتے کہ آپ ﷺ کے سر مبارک سے بھی بلند چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دینے لگ جاتی تھی۔ مگر اس وقت جب آپ ﷺ پر کوئی کپڑا (چادر وغیرہ) نہ ہوتا تھا۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ نماز استسقاء کے علاوہ کسی دعا میں ہاتھ اٹھانا ہی جائز نہیں کیونکہ نماز استسقاء کے علاوہ دیگر مواقع و مقامات پر ہاتھ اٹھانے کے بارے بکثرت احادیث صحیحہ وارد ہیں۔"

دیکھئے مشکوۃ المصابیح تحقیق الالبانی کتاب الصلوۃ باب الاستسقاء الفصل الاول حدیث 1498 کا حاشیہ)

مذکورہ بالا صحیحین کی حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ بمبالغہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ اس روایت سے یہ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ دعاؤں میں ہاتھ ہی نہیں اٹھاتے تھے۔ خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح البخاری کی کتاب الدعوات میں اس کے لئے ایک باقاعدہ باب قائم کیا ہے۔ صحیح مسلم کی روایت میں مزید وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نماز استسقاء کی دعا میں اپنی ہتھیلی کی پشت آسمان کی طرف کیا کرتے تھے۔ اسی طرح کی مزید وضاحت شارح صحیح مسلم علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (جلد: 293/1) پر فرمائی ہے۔

لہٰذا دیگر دعاؤں میں بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت اور جائز ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر اپنی کتاب شرح مہذب میں 30 احادیث جمع کی ہیں۔ انسان اپنے لئے دعا مانگے اپنے والدین یا اپنی اولاد کیلئے دعا مانگے 'ملت اسلامیہ کی فتح و نصرت کے لئے دعا مانگے' یا کفار و مشرکین کے ظلم و ستم کی روک تھام کے لئے دعا مانگے 'سب میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے۔ نبی اکرم "رسول رحمت پیغمبر جہاد' رسول الثقلین جناب محمد ﷺ کا فرمان ہے۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا

إِنَّ اللَّهَ حَيِيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَحْيِي إِذَا رَفَعَ الرَّجُلُ إِلَيْهِ يَدَيْهِ أَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا خَائِبَتَيْنِ

بلاشبہ اللہ رب العزت بڑے ہی حیاء والے اور کرم والے ہیں۔ جب اس کا بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے شرم محسوس کرتے ہیں کہ ان کو خالی واپس لوٹائے۔

(صحیح الترمذی۔ ابواب الدعوات حدیث نمبر 2819 ' (سنن الترمذی 3556) سنن ابی داؤد' ابن ماجہ' البیہقی)

لہٰذا یہ کہنا کہ صرف نماز استسقاء کے لئے ہاتھ اٹھائے جاسکتے ہیں' باقی دعاؤں کے لئے نہیں اٹھائے جاسکتے' یہ بات درست نہیں ہے۔ ایک اصول اور کلیے کی بات یہ ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا' دعا کا ایک روپ ہے مگر شرط نہیں۔ یہ کہنا کہ اگر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے تو دعا ہی نہیں ہوگی۔ یا جو ہاتھ نہیں اٹھاتا وہ دعا ہی نہیں مانگتا' یہ بات بھی غلط ہے۔ صبح و شام کے اذکار میں کئی ایک دعائیں ہیں۔ اسی طرح گھر میں داخل ہونے کی دعا ہے' گھر سے نکلنے کی دعا ہے' بازار میں داخل ہونے کی دعا ہے' کھانا کھانے کی دعا ہے' مسجد میں داخل ہونے' مسجد سے نکلنے' قضائے حاجت کیلئے جانے کی دعا ہے۔ ان تمام دعاؤں میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے۔ البتہ عیدین کے موقع پر اور میت کو دفن کرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا ثبوت موجود ہے۔ اس کے علاوہ ہر فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر دعا کرنے کا ثبوت کسی صحیح اور صریح حدیث میں ابھی تک ہمیں نہیں ملا۔

المختصر نماز استسقاء کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی ہاتھ اٹھا کر دعا جائز و درست ہے۔ علاوہ ازیں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا دعا کی قبولیت میں اضافہ کا باعث تو ہے' ایک ادب تو ہے مگر دعا کی شرط نہیں ہے جیسے وضو نماز کے لئے شرط ہوتا ہے۔

ماتھے کے نور والی حدیث کی حقیقت

سوال نمبر25

لوگوں کو ایک حدیث کہتے ہوئے سنا ہے کہ آپ ﷺ کے ماتھے پر ایک نور تھا۔ اور یہ نور آپ ﷺ کے دادا کے ماتھے پر بھی تھا اور یہ نور جناب اسماعیل علیہ السلام کے ماتھے پر بھی تھا۔ یہ روایت یا یہ واقعہ کیا درست ہے یا غلط؟

الجواب بعون الوهاب

یہ واقعہ بالکل غلط اور من گھڑت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جو باتیں بیان کر دی ہیں اور وہ جو صحیح سند سے ثابت ہیں' ہم صرف ان کو مانتے ہیں اور بیان کرتے ہیں۔ باقی اپنی طرف سے بنا بنا کر ہندوستان ساختہ (made in india) روایات ہم ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ یہ سب بے سند باتیں ہیں۔ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔ صحیح حدیث وہ ہوتی ہے جس میں بیان

کرنے والے سے لے کر اللہ کے رسول ﷺ تک جتنے درمیان میں راوی ہیں' دو یا تین وہ سب قابل اعتماد اور ثقہ (یعنی عادل اور ضابط) ہوں۔ سند متصل ہو۔ درمیان میں کوئی انقطاع نہ ہو۔ ایسے تو نہیں کہ جو بھی حدیث کا لفظ بول کر بیان کردے' اُس کو حدیث مان لیا جائے۔

جی ہاں! یہ بات بالکل بجا اور درست ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم رؤف و رحیم جناب محمد ﷺ کو سب سے اعلیٰ خاندان میں پیدا فرمایا۔ سب سے اعلیٰ لڑی (سلسلۃ الذھبیہ/سنہری لڑی) میں پیدا فرمایا۔ چنانچہ سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِي آدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتَّى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِي كُنْتُ مِنْهُ

میں اولاد آدم میں سے بہترین قرنوں (لوگوں) میں منتقل ہوتا چلا آرہا ہوں۔ (یعنی شریف اور پاکیزہ نسلوں میں) یہاں تک کہ مجھے اس صدی میں مبعوث کیا گیا جس میں اب ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب: باب صفۃ النبی ﷺ حدیث نمبر 3557)

سب سے پہلے انسان آدم علیہ السلام تھے۔ آدم علیہ السلام سے انسانی نسل دنیا میں پھیلنے لگی۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول جناب محمد کریم ﷺ جناب آدم علیہ السلام کی نسل میں منتقل ہوتے رہے تا آنکہ اس دنیا میں اپنے وقت پر تشریف لائے جس کا تعین اللہ تعالیٰ نے پہلے سے کر رکھا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم ﷺ کے نسب کے جتنے خاندان ہیں' وہ سب آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے بہترین خاندان گزرے ہیں۔ آپؐ کے اجداد میں جناب ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر اسماعیل علیہ السلام ہیں جو ابوالعرب ہیں۔ اس کے بعد عربوں کے جتنے سلسلے ہیں' ان سب میں سے آپ ﷺ کا خاندان سب سے زیادہ شریف النسب اور رفیع الدرجہ تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا تعلق اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کی شاخ بنی کنانہ سے تھا۔ پھر قریش سے' پھر بنی ہاشم سے ہے۔ قرن کی مدت چالیس سال سے لے کر ایک سو بیس سال تک بتلائی جاتی ہے۔

سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَعِيلَ وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفَى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ

(بے شک اللہ تعالیٰ نے جناب ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے اسماعیل علیہ السلام کا انتخاب کیا۔ پھر) بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو منتخب کیا۔ پھر بنی کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا۔ پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا۔ پھر بنو ہاشم میں سے مجھے اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا۔

(صحیح مسلم = کتاب الفضائل: باب فضل نسب النبی ﷺ و تسلیم الحجر علیه قبل النبوة حدیث نمبر 2276 سنن ترمذی 3606)

یعنی رسول اکرم ﷺ خاندانی حسب ونسب اور عزت واکرام میں تمام دنیا کے خاندانوں سے ممتاز اور نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا نبی ﷺ کے بارے میں جو بات' جو عقیدہ' جو موقف اور نظریہ صحیح احادیث سے ملتا ہے' اس کو تسلیم کرنے اور بیان کرنے میں ہم کوئی تنگ نظری نہیں رکھتے لیکن جو باتیں صحیح احادیث سے ثابت نہیں' ان کو بالکل نہیں مانتے۔ مثلاً:

☆ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کا نور پیدا کیا گیا تھا اور وہ قطب تارے میں رکھا گیا تھا۔

☆ جب آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا معاملہ درپیش تھا تو اس وقت جناب آدم علیہ السلام نے عرش پہ رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی اللہ کے نام کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا تو اس کے واسطے سے توبہ کی اور وہ قبول ہوئی۔

الغرض بے بنیاد' من گھڑت اور فضول باتیں عام کردی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے ماتھے پر نور تھا' آپ ﷺ کے دادا کے ماتھے پر بھی نور تھا اور جناب اسماعیل علیہ السلام کے ماتھے پہ بھی نور تھا۔ یہ بالکل من گھڑت باتیں ہیں۔ آپ ﷺ نور ہدایت تو یقیناً تھے لیکن جسمانی طور پر آپؐ بشر ہی تھے۔

ننگے سر نماز کے بارے میں شریعت کا کیا حکم؟

سوال نمبر 26

اکثر بھائیوں کو دیکھا گیا ہے کہ انہوں نے سنت کے مطابق داڑھی رکھی ہوتی ہے لیکن نماز ننگے سر پڑھتے ہیں۔ سنا یہ گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اکثر عمامہ پہنا کرتے تھے۔ میری یہ استدعا ہے کہ مرکز میں آنے والے لوگوں کو پابند کیا جائے یا اس طرف مائل کیا جائے کہ وہ کم از کم ننگے سر نماز نہ پڑھیں۔ ان مسائل کی طرف آپ لوگوں کی رغبت پیدا کریں۔ نیز بتائیں قرآن وسنت کی رو سے اس بات کی کیا اہمیت ہے؟

الجواب بعون الوهاب

اسلام میں مرد کے لئے سر ڈھانپنے کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ حالت نماز میں یا غیر حالت نماز میں ایک ہی حکم ہے۔ صاف ظاہر ہے جب اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس بارے کوئی پابندی نہیں لگائی' ہم اپنی طرف سے پابندی کیسے لگا سکتے ہیں؟ اس بات کو یوں سمجھا جا سکتا ہے۔

1۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ

اللہ تعالیٰ کسی بالغ عورت کی نماز کو ننگے سر قبول نہیں کرتا۔

(سنن ابی داؤد= کتاب الصلوۃ باب المراۃ تصلی بغیر خمار' حدیث نمبر 641 سنن ترمذی' سنن ابن ماجہ' مسند احمد)

اس مذکورہ بالا حدیث کو شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ابوداؤد اور صحیح ابن ماجہ میں درج کیا ہے۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے

بالغ عورت کی نماز ننگے سر نہیں ہوتی البتہ مرد کی نماز اور نابالغ عورت کی نماز ننگے سر ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی مرد ننگے سر نماز پڑھے' اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے اور نہ اس سے الجھنا چاہئے۔ اسی طرح اگر کوئی مرد سر ڈھانپ کر نماز پڑھے تو اس سے بھی نہیں الجھنا چاہئے اور نہ اعتراض کرنا چاہئے۔ الغرض سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کی پابندی بالغ عورت کے لئے ہے۔ مرد کے لئے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کی فرضیت اور پابندی قرآن وسنت میں کہیں بھی وارد نہیں ہوئی۔

3۔ چند مقامات پر رسول اکرم ﷺ کے سر مبارک پر پگڑی کا ذکر آیا ہے۔ مثلاً آپ ﷺ جب مکہ معظمہ میں فتح مکہ کے روز داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ پگڑی تھی۔ (صحیح مسلم' کتاب الحج باب جواز دخول مکۃ بغیر احرام حدیث نمبر 1358' ابوداؤد'

باقی صفحہ 15 پر

قسط نمبر 52

درس قرآن

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۂ یونس کی تشریح وتفسیر

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

منکرین قیامت، مادہ پرست جہنمی ہیں اور اہل ایمان وباعمل لوگ جنتی ہیں

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا
غَافِلُونَ ﴿7﴾ أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿8﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿9﴾ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ
اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿10﴾ (یونس)

ترجمہ: جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہوگئے ہیں اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔ یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کا ربّ ان کو ان کے ایمان کے سبب ان کے مقصد تک پہنچائے گا نعمت کے باغوں میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی "سبحان اللہ" اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا "السلام علیکم" اور ان کی اخیر بات یہ ہوگی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا ربّ ہے۔

تفسیر:

گزشتہ آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی قدرتیں وطاقتیں بیان کی گئیں اور یہ بات واضح کی گئی کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان اور اپنے مقام کے مطابق عرش پر مستوی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور قرآن کا کلام الٰہی ہونا برحق ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان بے ایمانوں کا تذکرہ کیا ہے جو آخرت کے منکر ہیں اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور عقلی ونقلی دلائل پر غور نہیں کرتے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی صفات اور اس کی الوہیت کے منکر ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور قرآن کی حقانیت نہیں مانتے کیونکہ ان کے کفر وگمراہی کا سبب ہی عقیدہ آخرت اور بعث وجزاء کا انکار ہے کیونکہ جس کو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے اور اللہ سے ملاقات اور اپنے محاسبہ کا یقین ہو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی کتاب کا انکار نہیں کرتا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ ہماری ملاقات کا یقین نہیں رکھتے اور اس دنیا کی زندگی پر راضی ہوگئے ہیں اور اسی میں جی لگا کر بیٹھ گئے ہیں اور ان کی تمام سوچ وفکر، کوشش اور بھاگ دوڑ صرف دنیا اور اس کے منافع حاصل کرنے کے لئے ہے اسی کے لئے راضی وناراض اور خوش وغمگین ہوتے ہیں گویا کہ وہ اسی دنیا میں رہنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں تو ایسے لوگ ہی ہماری آیات کونیہ وعقلی دلائل (آسمان، زمین، چاند، سورج، ستارے، رات دن و بارشوں کا برسنا وغیرہ) اور آیات شرعیہ (اوامر ونواہی) سے غافل وبے خبر ہیں نہ تو ہمارے عقلی دلائل میں غور وفکر کرتے ہیں اور نہ ہی ہمارے احکام وامر ونواہی پر عمل پیرا ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ اور اس کی کتاب پر وہی لوگ ایمان لا سکتے ہیں جو روز آخرت اور اللہ کے سامنے پیش ہونے اور اپنے محاسبہ پر یقین رکھتے ہیں گویا کہ قیامت پر ایمان اور عقیدہ آخرت ہی وہ بنیاد ہے جس سے انسانی زندگی سنور سکتی ہے اور اس کے عقائد واعمال

اور اخلاق وعادات درست ہو سکتے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہو (کفار کی طرح) یا ہونے کے باوجود کمزور ہو (اکثر مسلمانوں کی طرح) تو انسانی زندگی کی کسی طرح بھی اصلاح ممکن نہیں بس ایسے شخص کے نزدیک دنیا میں اچھائی و برائی کا معیار 'اس کی ذات اس کی قوم ومعاشرہ ہے جو ان کیلئے مفید ہو تو وہ اچھا ہے اور جس سے ان کو فائدہ نہ پہنچے وہ برا ہے۔ دوسروں کے لئے ان کے اخلاق واعمال کی اقدار بدل جاتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مکی سورتوں میں عقیدہ توحید کے ساتھ آخرت پر ایمان اور عقیدہ بعث وجزاء کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے کیونکہ جب ان کی یہ بنیاد قائم وپختہ ہوگی کہ اُخروی زندگی میں میرے عقائد واعمال اور معاملات کا محاسبہ ہوگا تو اس کو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا چنانچہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ بنیاد مضبوط ہوگئی تو پھر اللہ اور رسول کی طرف سے آنے والے ہر امر ونہی کو بخوشی ورضاء تسلیم کرتے گئے جس کی عظیم مثالیں شراب کی حرمت اور پردہ کے فرض ہونے کے مواقع پر دیکھنے میں آئیں کہ شراب کو پانی کی طرح پینے والوں نے فوراً شراب کے بڑے بڑے برتن توڑ دیئے اور ان میں محفوظ شراب بہنے کی وجہ سے مدینہ منورہ کی گلیوں میں سیلاب کی کیفیت تھی اور پردہ کی آیات اترنے پر آزادانہ اور بے حجاب گھومنے پھرنے والی صحابیات باپردہ اور گھروں تک محدود ہوگئیں اور اگر کسی ضروری امر ومعاملہ میں گھر سے نکلنے کی نوبت آتی تو گھر والوں کی اجازت سے نکلتیں اس لئے ایک داعی ومبلغ کو چاہئے کہ لوگوں کی اصلاح کے لئے اپنے دروس وبیانات میں اللہ کی توحید اور اس کی قدرتیں اور دنیا کی بے ثباتی اور اس کا فانی ہونا اور عقیدہ آخرت وبعث وجزاء کے بیان کو اولیت وفوقیت دے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر اور آخرت کے انکار اور دنیا میں جرائم وقبائح اور ظلم وفساد کی وجہ سے اسی ٹھکانہ کے ہی مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب کفار ومکذبین اور ان کی سزا کا ذکر کیا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مومنین مطیعین اور ان کے ثواب کا ذکر فرمایا تاکہ ترغیب وترہیب ہو سکے اور قرآن میں اس کو اکثر ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جنت واہل جنت کے بعد جہنم واہل جہنم کا تذکرہ اور جہنم واہل جہنم کے بعد جنت واہل جنت کا تذکرہ ہوتا ہے اہل ایمان اور ان کے ثواب کے تذکرہ کے بعد اہل کفر اور ان کے انجام کا تذکرہ اور اہل کفر اور ان کی سزا کے بعد اہل ایمان اور ان کے اجر وثواب کا بیان ہوتا ہے تاکہ لوگ جنت اور اس کی نعمتوں کی امید اور اس میں شوق رکھیں اور اس کیلئے اچھے اعمال کریں اور جہنم اور اس کے عذابات سے ڈریں اور اس سے بچنے کے لئے اللہ ورسول کی مخالفتوں اور گناہوں سے اجتناب کریں۔

قرآن میں رسول اللہ ﷺ کی دو صفات بشیر (اہل ایمان واطاعت کو جنت کی خوشخبری دینے والا) نذیر (اہل کفر ومعصیت کو جہنم سے ڈرانے والا) کو اسی لئے بیان کیا گیا ہے۔

اور مومنوں کی صفات میں فرمایا کہ وہ اپنے رب کو خوف وامید سے پکارتے ہیں۔ (السجدہ۔۱۶)

اس کے فضل کی امید رکھتے ہیں اور اس کے مواخذہ وعذاب سے ڈرتے ہیں فقط امید پہ ہی قناعت نہیں کرتے کہ اعمال صالحہ سے بے پرواہ ہو جائیں (جیسے بد عمل لوگوں کا شیوہ اور وطیرہ ہے) اور نہ عذاب کا اتنا ڈر وخوف کہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں کیونکہ ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے ان کی مثال دو پروں جیسی ہے جن کے ساتھ بندہ مومن اللہ کی طرف پرواز کرتا ہے ظاہر ہے کہ ایک پر سے نہیں اڑا جاسکتا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

یقیناً اہل ایمان اور اعمال صالحہ بجالانے والوں کو قیامت کے دن ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ایک نور (روشنی) مہیا فرمائے گا۔ جس کی روشنی میں وہ پل صراط پار کریں گے جیسا کہ آیت نمبر ۱۲ سورۃ الحدید اور آیت نمبر ۸ سورۃ التحریم میں ہے۔ ایمان سے مراد زبان سے اقرار' دل سے تصدیق اور اس کے مطابق اعمال

اقرار نہ ہونے کی صورت میں کافر' تصدیق نہ ہونے کی صورت میں منافق اور اعمال نہ ہونے کی صورت میں جھوٹا' کذاب ہے اور اللہ اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں' نبیوں اور اس کی تقدیر اور آخرت پر ایمان لانا ہے۔ ان کو امور الایمان (ایمان کے ارکان) کہا جاتا ہے ان پر ایمان لانا فرض وضروری ہے اللہ پر ایمان لانے کا مطلب اس کے وجود کا اقرار کہ وہ زمین وآسمان اور ان کے درمیان کا خالق ومالک ہے۔ بارش برسانے والا' رازق ومدبر اور متصرف ہے اور بغیر مثال وتشبیہ اس کے اسماء وصفات کا اقرار کہ وہ سننے والا' دیکھنے والا' کلام کرنے والا عرش پر مستوی ہے جیسے اس کی شان اور مقام کو لائق ہے جیسا کہ گزشتہ درس میں بیان کیا گیا ہے اور اس کی توحید الوہیت وعبادت کا اقرار کہ ہر قسم کی زبانی' قلبی' بدنی' مالی عبادات' حمد وثناء' سؤال واستعانت' خشوع وخضوع' رکوع وسجود' نذر ونیاز اور ذبح وغیرہ عبادت کی تمام اقسام وانواع کے لائق ومستحق صرف اللہ مالک الملک ہے۔

فرشتوں پر ایمان یہ ہے کہ وہ اللہ کی نہ نظر آنے والی مخلوق ہیں اور اللہ کے احکام کے مطابق امر بجالاتے ہیں اور اس کی کسی قسم کی نافرمانی نہیں کرتے۔

اور کتابوں پر ایمان یہ ہے کہ وہ اللہ کی صفات میں سے صفت کلام کا مظہر ہیں جو تورات وانجیل وزبور اور قرآن کی شکل میں بواسطہ انبیاء ورسل علیہم السلام بندوں کی طرف آئیں۔

پہلی کتابوں پر صرف ایمان لانا ہے کہ وہ اپنے وقت کی نازل کردہ کتب برحق تھیں لیکن قرآن پر ایمان لانے کے ساتھ ان پر عمل بھی کرنا ہے۔ انبیاء ورسل علیہم السلام پر ایمان لانا یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے نبی' رسول بنایا خود نہیں بن گئے وہ سارے اپنے دعوٰی میں سچے تھے اور انہوں نے اللہ کا پیغام درست طریقہ سے پہنچایا اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی ان پر صرف ایمان لانا ہے ان کی اتباع وپیروی نہیں کرنی ان سب میں سے افضل واعلیٰ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ان کی اتباع واطاعت بھی کرنی ہے کیونکہ اس کے بغیر نجات ناممکن ہے۔

تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا درست مقرر کیا ہماری عقل میں آئے یا نہ آئے اور تقدیر سے مراد اللہ کا علم یعنی ہونے سے پہلے اللہ کو ہر بات کا علم ہے ہم مجبور نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خیر وشر کے دو راستے دکھا کر اور خیر وشر میں تمیز کرنے والی عقل دے کر آزاد چھوڑا ہے قیامت کو خیر (نیکی) کرنے والے کو اجر وثواب اور شر (برائی) کرنے والے کو سزا وعذاب ملے گا۔

آخرت پر ایمان یہ ہے کہ ہر ذی نفس کی موت واقع ہوگی اور یہ کائنات فنا ہوگی پھر دوبارہ آخرت کی زندگی ہوگی جس میں دنیا میں کئے گئے اعمال ومعاملات کا حساب ہوگا اور اس کے مطابق ہر ایک کے لئے جنت وجہنم کا فیصلہ ہوگا۔

اور عمل صالح سے مراد وہ عمل ہے جس میں دو شرطیں پائی جائیں۔

۱۔ عمل خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو' نبی ورسول اور پیر وپیغمبر زندہ ومردہ قبر ومزار' برادری وحکومت وغیرہ کے لئے نہ ہو۔

۲۔ کتاب وسنت کے مطابق ہو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اس کو عمل قرار دیا ہے جب یہ دونوں شرطیں ہوں گی تو وہ نیک عمل کہلائے گا اور اگر یہ دونوں شرطیں یا ان میں سے ایک مفقود ہوگی تو وہ نیک عمل نہیں رہے گا چاہے ساری دنیا اس کو نیک عمل کہے وہ یا تو شرک ہو جائے گا اور یا بدعت بن جائے گا اور یا رسم ورواج لوگوں کی خوشنودی بن کر رہ جائے گا۔

اس آیت کا مفہوم ومطلب یہ ہے کہ اہل ایمان اور نیک عمل کرنے والے لوگوں کو ہی اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کے سبب پل صراط سے گزار کر ان کی جگہ نعمت کے باغوں میں پہنچائے گا

بقیہ صفحہ 22 پر ملاحظہ فرمائیں

مسئلہ انتقال خون

شوکت شوکانی

آج کے دور میں دکھی انسانیت کے لئے جہاں اور بے شمار مسائل ہیں وہاں ایک انتہائی اہم اور تکلیف دہ مسئلہ انتقال خون اور حصول خون کا مسئلہ ہے۔ اس کا ادراک ہسپتالوں کے ساتھ واسطہ پڑنے پر ہی ہوتا ہے جہاں ایک نئی دنیا اور نیا ماحول و معاشرہ ہے جس سے ہر آدمی کو اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔ کچھ تو بیماری کی وجہ سے وہاں جاتے ہیں اور کچھ تیمارداری کیلئے' یہ وقت ہر کسی کے لئے پریشان کن ہوتا ہے جبکہ وہاں نفسا نفسی کا عالم ہوتا ہے۔

خصوصا وہ لمحات کہ جب مریض اپنی زندگی کی آخری سانسوں کی جنگ لڑ رہا ہوتا ہے اور موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا ہوتا ہے' بلڈ کی کمی کی وجہ سے ڈاکٹر صاحبان لواحقین سے مریض کی جان بچانے کے لئے خون کا تقاضہ کرتے ہیں۔ ایک تو ہسپتالوں کا انتظام اور دیگر پریشانیاں پہلے ہی انسان کو حواس باختہ کئے ہوتی ہیں' دوسری طرف مرتا ہوا مریض' اجڑتا ہوا گھر' چھنتا ہوا آسرا اور سہارا' بکھرتا ہوا انتظام' ویران ہوتا ہوا کنبہ' اندھیر اور تاریک سوچوں میں محو الجھے ہوئے آدمی سے جب خون مانگا جاتا ہے تو پھر اللہ ہی جانتا ہے کہ اس وقت اس پہ کیا گزرتی ہے۔ پریشانی کے عالم میں انسان وقتی طور پہ اپنے آپکو بے بس پاتا ہے۔ تمام دروازوں کو بند پانے کے بعد جب وہ اپنے اللہ کی طرف نگاہ اٹھاتا ہے تو یہی گھڑی اور لمحہ ہوتا ہے جس میں وہ (اللہ) اپنے بے بس اور لاچار آدمی کی مدد کرتا ہے۔

انتظام تو خیر ہو ہی جاتا ہے لیکن اس مسئلہ کے باب میں عام لوگوں کو علم نہ ہونے کی وجہ سے اچھی خاصی پریشانی ہوتی ہے جو کہ کسی کو بھی پیش آسکتی ہے۔

لہذا ہم نے ضروری سمجھا کہ موجودہ دور کے اس انتہائی اہم مسئلہ کی وضاحت ملک کے کثیر الاشاعت اور معیاری رسالے مجلۃ الدعوۃ میں بھی کر دی جائے۔ تا کہ ہم شرح صدر کے ساتھ اور اطمینان کے ساتھ اپنے دکھی اور مصیبت میں مبتلا بھائیوں کی خدمت کرنے کے لئے ان شاء اللہ ماجور ہوں۔ اپنا خون دیکر' کسی کی جان بچا کر' نیکی' درجات اور حقیقی سکون حاصل کر سکیں۔

انتقال خون کی شرعی حیثیت

ملت اسلامیہ کے معتبر جید اور اکابر علماء نے اضطرار اور مجبوری کی صورت میں انتقال خون کی اجازت دی ہے اور فتوے صادر کئے ہیں۔

قرآن حکیم میں اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے۔ انما حر م علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ وّلا عادٍ فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم (البقرۃ:173)

بیشک حرام کیا ہے تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور پکارا جائے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام۔ پس جو کوئی مجبور ہو' بغاوت کرنے والا ہو اور نہ حد سے گذرنے والا ہو۔ پس کوئی گناہ نہیں اس پر' بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنیوالا ہے۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی روشنی میں علماء نے استدلال کیا ہے کہ یہ چار چیزیں صریحا حرام ہیں لیکن مجبوری کی صورت میں جان بچانے کی خاطر مباح اور جائز ہیں بشرطیکہ نہ تو انسان بغاوت کرنیوالا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا ہو۔

دوسری جگہ قرآن پاک میں اللہ نے ارشاد فرمایا۔

و من احیا ھا فکانما احیا الناس جمیعا۔ جس نے ایک جان بچائی گویا اس نے پوری انسانیت کو بچایا۔ المائدہ (۳۲)

نبی کائنات جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ جب کسی ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بیقرار ہوتا ہے۔ لہذا ہمیں اپنے مصیبت میں مبتلا بھائی کی ہر طرح سے مدد کرنی چاہئے۔ ایک اور جگہ پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کوئی اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجتوں کو پورا کرتا ہے۔ اور جو اپنے بھائی کی مصیبت میں کام آتا ہے اللہ اس کی مصیبت میں کام آئیگا۔ اور اس وقت کام آئیگا جب کوئی کسی کے کام نہ آئیگا۔

اس مضمون کی تیاری کے سلسلے میں جب میں مختلف بلڈ بینکوں اور ڈاکٹروں سے معلومات اکھٹی کر رہا تھا تو سیالکوٹ مرے کالج کے قریب ایک جگہ علامہ اقبال بلڈ ڈونر کے نام سے ایک بلڈ بینک ہے۔ جب وہاں میں گیا تو وہاں میری ملاقات ایک ڈونر (خون دینے والے) بھائی سے ہوئی جو کہ وقفے وقفے سے سات دفعہ خون دے چکا تھا اور سات انسانوں کی جان بچانے میں اپنا خون پیش کر چکا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ نے یہ مشغلہ کیوں اختیار کیا ہوا ہے۔ تو وہ مجھے کہنے لگا۔ کہ میں ایک گناہ گار آدمی ہوں۔ نیکیاں تو میں اتنی کر نہیں سکتا لیکن یہ کام میں صرف اس لئے کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے اس کام سے خوش ہو کر مجھے جنت دے دیں تو یہ سودا میرے لئے ہرگز خسارے والا نہیں ہے۔

انتقال خون کی طبی حیثیت اور اس کے انسانی صحت پر اثرات

بوقت ضرورت حصول خون میں دشواری اور دقت کی ایک بڑی وجہ اس کے بارے میں عوام الناس کو درست اور صحیح معلومات کا نہ ہونا ہے جسکی وجہ سے لوگ خون دینے سے ڈرتے ہیں۔ اور بعض سنی سنائی باتیں ہمارے معاشرے میں مشہور ہو گئی ہیں جنکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

طبی طور پر خون دینے سے کیا کوئی انسانی صحت پر منفی اثرات پڑتے ہیں؟ اس کے بارے میں ہم چند ضروری وضاحتیں کر دیتے ہیں جو کہ مختلف سنیئر ڈاکٹر صاحبان سے حاصل کی گئی ہیں۔ امید ہے کہ اس کے بعد ان شاء اللہ حصول خون کا مسئلہ کسی حد تک آسان ہو جائے گا۔

> **علماء نے اضطرار میں خون دینا جائز رکھا ہے۔ اس لئے سب لوگ اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں تا کہ صرف مجاہدین کے دفاتر پر یہ لوڈ نہ ہو**

(۱) ہر صحت مند انسان ۱۸ سال سے لے کر ۶۵ سال تک خون کا عطیہ دے سکتا ہے۔

(۲) ہر انسان بغیر کسی تکلیف کے تین ماہ بعد خون کا عطیہ دے سکتا ہے۔

(۳) ہر انسان میں تقریباً ۵ لیٹر خون ہوتا ہے۔

(۴) ہر انسان میں آدھا لیٹر خون ایسا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ریزرو کے طور پر رکھا ہوتا ہے جو کسی کی جان بچانے کے لئے دیا جا سکتا ہے۔

باقی صفحہ 13

کپواڑہ میں 7'پلوامہ میں 7اور سرینگر میں 2مرتبہ مجاہدین کے خلاف حملہ کرنے کی کوشش کی گئی جس میں اس کے اپنے ہی 177 فوجی مارے گئے اور 85زخمی ہوئے جبکہ 62 مجاہدین کرام بھی ان معرکوں میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہادت کی منزل مراد پانے میں کامیاب ہوئے۔ان شاءاللہ

جموں کے اضلاع میں بھارتی فوج کے خلاف کی گئیں کارروائیاں:

اینٹی مخبر کارروائیاں:

ڈوڈہ میں ایک' راجوری میں 2اور اودھم پور میں ایک مرتبہ مجاہدین نے بھارتی نمک خوار مخبروں کے خلاف کارروائی کی۔ان حملوں میں 5مخبروں کو ہلاک کردیا گیا۔

اچانک ٹکراؤ یا جھڑپیں:

ڈوڈہ میں 14'پونچھ میں 18'راجوری میں 16اور اودھم پور میں 14مرتبہ یعنی 61مرتبہ انڈین آرمی سے لڑے گئے معرکوں میں 161 بھارتی درندہ صفت فوجیوں کو ہلاک کردیا گیا جبکہ 92زخمی ہوئے۔اسی دوران 85فدائیان کتاب وسنت بھی ان معرکوں میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ان شاءاللہ

گرنیڈ ایکشن:

ڈوڈہ میں ایک اور اودھم پور میں 2مرتبہ انڈین فوجیوں پر پھینکے گئے گرنیڈز میں 3فوجی اہلکار مارے گئے اور 2زخمی ہوئے۔

مجاہدین کی اینٹی S.T.F سرگرمیاں:

ڈوڈہ میں 2'پونچھ میں ایک مرتبہ S.T.F کو حملوں کا نشانہ بنایا گیا جن میں 3اہلکار مارے گئے اور ایک زخمی ہوا۔

مجاہدین ایمبش:

ڈوڈہ میں 6'جموں میں 2'پونچھ میں 9'راجوری میں 6اور اودھم پور میں 7مرتبہ یعنی 30بار انڈین آرمی کے خلاف گھات لگا کر کیے گئے حملوں میں دشمن کے 89فوجی مارے گئے۔57زخمی ہوئے جبکہ ان معرکوں میں اللہ رب العزت کے دین کے 2مجاہدین بھی شہادت کے مرتبہ جلیل پر فائز ہوئے۔ان شاءاللہ

بارودی سرنگیں:

ڈوڈہ میں 2'جموں میں 2'پونچھ میں 8'راجوری میں 4اور اودھم پور میں 2یعنی 18مرتبہ انڈین آرمی مجاہدین کی بارودی سرنگوں کا شکار ہوکر اپنے 44فوجیوں سے ہاتھ دھو بیٹھی جبکہ 5زخمی ہوکر اپنے قیمتی نایاب اعضاء سے محروم ہوگئے۔

مجاہدین ریڈز:

ڈوڈہ میں 14'پونچھ میں 16'راجوری میں 10اور اودھم پور میں 7مرتبہ یعنی 47مرتبہ فدائیان کتاب وسنت نے انڈین آرمی کے ہیڈ کوارٹرز'کیمپس اور دیگر حساس مقامات پر اسے للکارا۔جس میں 140 بھارتی فوجی ہلاک کردیئے گئے اور 130زخمی جبکہ صرف ایک مجاہد نے اللہ کے فضل سے شہادت پائی۔ان شاءاللہ

انتہائی خصوصی سکواڈ:

اودھم پور کے علاقے میں اس سکواڈ نے 12بھارتی فوجی فائرنگ کرکے ہلاک کردیئے اور 4کو زخمی کردیا۔

فدائی ایمبش:

ڈوڈہ میں 3'جموں میں 2'پونچھ میں 8'راجوری میں 3اور اودھم پور میں فدائی سرفروشوں نے انڈین آرمی کو گھات لگا کر اس کے 67فوجی اہلکاروں کو خاک وخون میں تڑپا دیا جبکہ 62کے قریب زخمی ہوئے اس طرح ان فدائی کارروائیوں میں 5سرفروشوں نے اپنے مقصد حیات میں کامیاب ہوکر جام شہادت نوش کیا۔ان شاءاللہ

> 2002ءمیں فدائیان کتاب وسنت کے ساتھ پنجہ آزمائی کے نتیجے میں 1783 درندہ صفت فوجی جہنم رسید اور 1233 زخمی تاعمر معذور اور 292 مجاہدین شہید ہوکر جنتوں کے وارث بن چکے ہیں۔ان شاءاللہ

فدائی ریڈز:

ڈوڈہ میں 3'جموں میں 2'پونچھ میں 8'راجوری میں 3اور اودھم پور میں 5مرتبہ یعنی 21فدائی جانبازوں نے کل سولہ فدائی ریڈز میں د[illegible] کے ہیڈ کوارٹرز' آرمی کیمپس'B.S.Fاور CRPF کو اس کے گھر میں اللہ کے فضل سے انتہائی جرأت مندانہ اور دلیرانہ اقدامات کے ذریعے للکارا اور اس کے 338فوجی اہلکاروں کو ہلاک اور 300 کو زخمی کردیا جبکہ 10سرفروش بھی شہادت کی منزل مراد تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔ان شاءاللہ

آرمی ایمبش:

انڈین آرمی کی طرف سے ڈوڈہ میں 3'پونچھ میں 9'راجوری میں 2یعنی 14مرتبہ آرمی نے اپنے مخبروں کی مدد سے مجاہدین کے راستہ میں ایمبش لگایا جس میں اس کے اپنے ہی 20فوجی مارے گئے اور 2زخمی ہوئے جبکہ 20 مجاہدین بھی لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ان شاءاللہ

آرمی مائن بلاسٹ:

انڈین آرمی کی طرف سے بچھائی گئی بارودی سرنگ کے پھٹنے سے فدائیان کتاب وسنت کے ایک مجاہد شہید ہوئے۔ان شاءاللہ

آرمی ریڈز:

انڈین آرمی کی طرف سے ڈوڈہ میں 2دفعہ'جموں میں ایک' پونچھ میں 3بار اور راجوری میں 3مرتبہ حملہ کرنے کی کوشش کی گئی۔مجاہدین کی زبردست جوابی کارروائی سے دشمن کے 36فوجی ہلاک ہوگئے اور 9زخمی جبکہ 11مجاہدین کرام نے بھی لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ان شاءاللہ

بقیہ صفحہ 53

بقیہ انتقال خون

(۵) ہر انسان سے آدھا لیٹر سے بھی کم خون لیا جاتا ہے۔

(۶) خون کے بیشتر اجزاء ایسے ہیں جو خون دینے کے بعد ۲۴ سے ۴۸ گھنٹے کے اندر پورے ہوجاتے ہیں۔

(۷) خون کے تمام اجزاء جنکی زندگی قلیل ہوتی ہے تمام عمر جسم میں بنتے رہتے ہیں۔

(۸) آٹھ بار سے زیادہ خون کا عطیہ دینے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

(۹) بغیر کسی تکلیف کے مرتے ہوئے بھائی کو بچا سکتے ہیں۔

(۱۰) نشئی اور مختلف بیماریوں میں مبتلا لوگوں کے خون ہرگز استعمال نہ کریں۔

(۱۱) درست طریقے سے محفوظ کیا گیا معیاری بلڈ بینک کا خون ۴۲ یوم تک قابل استعمال ہے۔

(۱۲) موسم گرما میں جوس اور سرما میں نیم گرم دودھ کا استعمال خون دینے کے بعد مفید ہے۔

(۱۳) خون دینے کے چند منٹ بعد کوئی کمزوری اور ناتوانی نہیں رہتی۔

(۱۴) خون کی آپکو یا آپ کے کسی بھی عزیز کو ضرورت پڑسکتی ہے۔

(۱۵) اچھی صحت مند عورتیں بھی خون کا عطیہ دے سکتی ہیں لیکن احتیاط ضروری ہے۔

(۱۶) خون ہمیشہ لیبارٹری ٹیسٹ اور Blood Exam کے بعد استعمال کرنا چاہئے۔

جماعۃ الدعوۃ اور دیگر فلاحی ادارے۔

ملک کے اندر جہاں دیگر تنظیمیں اور ادارے اس کار خیر میں حصہ لے رہے ہیں وہاں جماعۃ الدعوۃ بھی الحمدللہ پیش پیش ہیں اور اس کے کارکنان ہراول دستے کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔یہ چند سطور لکھنے کی ضرورت بھی اس لئے پیش آئی ہے کہ عام لوگ عدم معلومات کی وجہ سے خون دینے سے اجتناب کرتے ہیں اور دینی اداروں کے دفاتر پہ لوڈ زیادہ ہوجاتا ہے جسکی وجہ سے بعض اوقات دشواری اور مشکل پیش آتی ہے۔

مسلمان ناموسِ رسالت ﷺ اور غیرت پر جان کیوں دیتے ہیں؟

قاضی کاشف نیاز

نائیجیریا میں مقابلہ حسن کے تنازعہ کے پس منظر پر تحقیقی تحریر

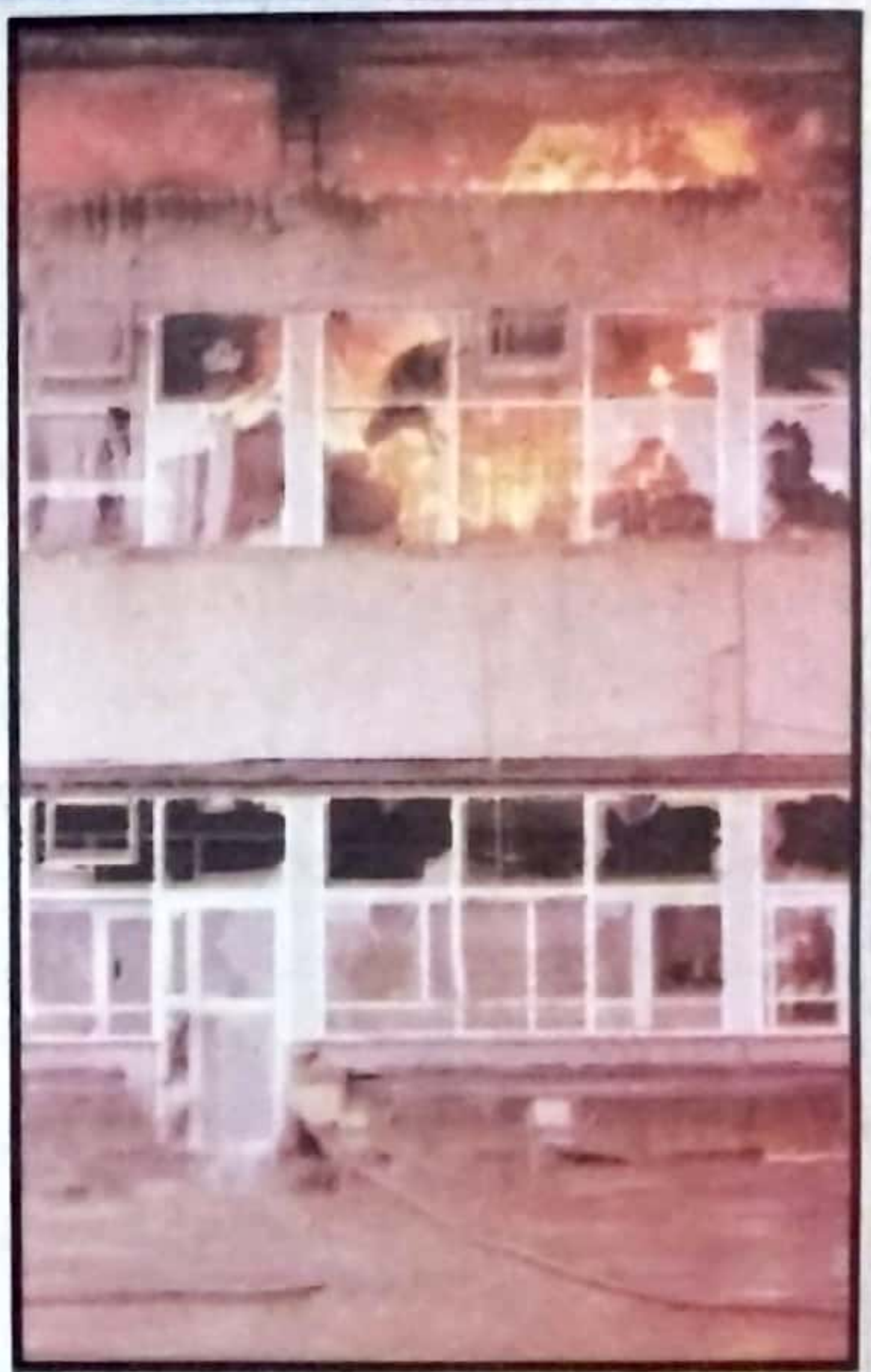

لاگوس میں نائیجیریا کا انٹرنیشنل ائیر پورٹ بھی فسادات میں نشانہ بنا اور یہاں کئی دھماکے ہوئے

گزشتہ ماہ نائیجیریا میں مقابلۂ حسن کے انعقاد کے خلاف مسلمانوں نے زبردست احتجاج کیا۔ کئی دنوں تک جاری مظاہروں میں 200 سے زائد افراد ہلاک ہوگئے۔ ہم اس بات پر متعجب تھے کہ ایک ایسے عالم میں جبکہ پورے عالم اسلام پر عالم کفر کی جابرانہ وظالمانہ یلغار ہو رہی ہے' ہر طرف مسلمانوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ جنوبی کوریا' امریکہ' فرانس اور جاپان کے لاکھوں غیر مسلم تو امریکی ظلم کے خلاف پرجوش صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں لیکن مسلمانوں کے کسی بھی ملک میں کوئی جاندار ردعمل نہیں' یوں لگتا ہے کہ ہم نے موت اور تباہی کو اپنی قسمت سمجھ کر قبول کر لیا ہوا ہے اور یہ کافر کسی جلاد اور قصائی کی طرح جب اور جس خطے کے مسلمانوں کو چاہتے ہیں' باری باری کاٹنا اور ذبح کرنا شروع کر دیتے ہیں اور ہم بھی اپنے آپ کو بے زبان بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہونے کے لئے رضا کارانہ طور پر پیش کئے جا رہے ہیں۔ بوسنیا اور کوسووا سے لے کر افغانستان اور اب عراق کا مذبح خانہ ہمارا منظر ہے تو ایسی بے چارگی و درماندگی کے عالم میں یہ بجلی کی سی کوندیں اچانک کہاں سے لپکنے لگیں...... یہ نائیجیریا کے مسلمانوں میں کس نے اس قدر غیرت وحمیت کا انجکشن بھر دیا کہ پوری دنیا میں لاکھوں مسلمانوں کے قتل پر تو یہ اتنا نہ بھڑکے لیکن ایک مقابلۂ حسن کو برداشت نہ کر سکے۔ اور وہ بھی ایک ایسے ملک میں جس کا صدر بھی ایک عیسائی ہے۔ یہاں ہمارے ایک کلمہ گو صدر کے سایۂ صدارت میں اور ایک اسلامی جمہوریہ قرار دیئے گئے ملک میں تو مدارس ومساجد پر پابندیاں لگ رہی ہیں۔ نصاب تعلیم سے قرآن کو نکالا جا رہا ہے اور پورا ملک ہی امریکہ کی جھولی میں رکھ دیا گیا ہے کہ اس میں سے وہ جو چاہے اور جسے چاہے اٹھا لے' جتنے چاہے ایمل کاسی اور یوسف رمزی ایسے کلمہ گو مسلمانوں کو اپنے آہنی شکنجوں میں کس لے اور جو چاہے ان کے ساتھ سلوک کرے لیکن یہ سارے چودہ کروڑ مسلمان تک تک دیدم دم نہ کشیدم کے مصداق محض ایک تماشائی کے کردار تک محدود ہیں' ان کی اکثریت دل سے ان پالیسیوں کیخلاف ہونے کے باوجود عمل کے میدان میں آنے کو تیار نہیں اور پورے عالم اسلام کی بھی مجموعی طور پر یہی صورتحال ہے تو پھر نائیجیریا کے مسلمان محض مقابلۂ حسن کے انعقاد پر اس قدر کیسے بھڑک اٹھے۔ ہماری یہ حیرت ابھی جاری تھی کہ اس قضیئے کا عقدہ آہستہ آہستہ وا ہوتا گیا۔ پہلے تو یہی معلوم ہوا کہ محض مقابلۂ حسن کے انعقاد کے خلاف مسلمانوں نے زبردست ردعمل کا اظہار کیا جس کے نتیجے میں سینکڑوں افراد مارے گئے اور کئی چرچ بھی نشانہ بنے۔ بعد میں یہ خبر بھی سامنے آئی کہ مسلمان دراصل توہینِ رسالت ﷺ کے خلاف مشتعل ہوئے تھے اور اس ردعمل میں مقابلۂ حسن کو بھی ایسا روندا گیا کہ وہ بالآخر لندن جا کر انعقاد پذیر ہو سکا۔ معاملہ ابھی بھی واضح نہیں ہوا تھا کہ توہینِ رسالت ﷺ اور مقابلۂ حسن کا آپس میں کیا جوڑ ہے؟ توہین رسالت ﷺ کے خلاف ردعمل کا نزلہ آخر مقابلہ حسن پر ہی کیوں گرا؟ اخبارات اس بات کو واضح نہیں کر رہے تھے۔ یہ گتھی بالآخر اس طرح سلجھی کہ ایک دن انٹرنیٹ پر بی بی سی کی سائٹ دیکھی تو اس میں نائیجیریا کے ان فسادات کی نہ صرف اصل وجہ آشکار ہوئی بلکہ توہینِ رسالت ﷺ اور مقابلۂ حسن کا سارا باہمی تعلق بھی واضح ہوگیا۔ بی بی سی کی اس سائٹ سے ان

> تحریف شدہ بائبل میں یعقوب علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے لکھا گیا کہ انہوں نے ساری رات خدا سے کشتی کی اور انعام میں اسرائیل نام عطا کیا گیا۔ (پیدائش (32: 24 تا 30)

نائیجیریا کے شمالی شہر کدونا میں مقابلہ حسن کے انعقاد کے خلاف فسادات میں 200 سے زائد افراد ہلاک ہوگئے

سارے فسادات کا پس منظر یہ معلوم ہوا کہ نائیجیریا کے غیرت مند مسلمان اپنے ملک میں عالمی مقابلۂ حسن کے انعقاد پر برافروختہ تو تھے ہی اور اس سلسلے میں ان کا احتجاج بھی جاری تھا لیکن جلتی پر تیل کا کام ایک مقامی عیسائی اخبار دس ڈے (This Day) میں ایک ملعونہ صحافی ازومہ ڈینیل (Isioma Daniel) کے اس تبصرے نے کیا جس میں مقابلۂ حسن کے خلاف مسلمانوں کے احتجاج کو نہ صرف رد کیا گیا اور اس کا تمسخر اڑایا گیا بلکہ اس پر زہریلا تبصرہ کرتے ہوئے زبان طعن ختمی المرتبت نبی اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اقدس تک دراز ہوگئی اور بڑی گستاخی، بے باکی اور بے شرمی سے بداخلاقی کی تمام حدیں پار کرتے ہوئے ایک پیغمبر کی ردائے عزت پر الزامات کے چھینٹے اڑاتے ہوئے لکھا گیا

''اگر پیغمبر اسلام ﷺ اس مقابلے کو دیکھتے تو شاید وہ اس مقابلے میں شریک ہونے والی خواتین میں سے کسی ایک سے شادی کر لیتے'' (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)''

(23-11-02-BBC urdu.com)

اب دنیا کا کوئی بھی غیر جانبدار منصفانہ ذہن رکھنے والا شخص یہ بتائے کہ کیا کسی مذہب کی سب سے مقدس ترین شخصیت پر اس قدر غیر اخلاقی اور وہ بھی فرضی الزامات لگانے کے بعد اس مذہب کے ماننے والوں کے جذبات نہ بھڑکنے کی امید رکھی جاسکتی ہے۔ حاشا وکلا

حیرانی کی بات یہ ہے کہ نام نہاد مہذب عیسائی دنیا نے ایک بدکار سے بدکار اور کرپٹ ترین، لچے لفنگے، زانی، چور اور ڈاکو کی ہتک عزت کے قانون بنائے ہوئے ہیں لیکن اگر کسی کی عزت محفوظ نہیں تو وہ ان ہستیوں کی شخصیت ہے جن سے زیادہ صاف ستھرا اور اجلا و پاکیزہ کردار کوئی قیامت تک پیش نہیں کر سکتا۔

ہمارے ہاں اکثر یہ سمجھا جاتا ہے کہ عیسائی ہمارے پیغمبر کی ذات پر جو رکیک حملے کرتے ہیں تو یہ سب کچھ مذہبی تعصب کی وجہ سے ہوتا ہے اور ایسا ہر مذہب کے لوگ دوسرے مذہب کی اہم شخصیات کے خلاف کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ انبیاء کرام کے معاملے میں مسلمانوں کا معاملہ دوسرے اہل مذاہب سے بالکل جدا ہے۔ مسلمانوں کو تو اسلام نے یہاں تک تعلیم دی ہے کہ کسی دوسرے اہل مذاہب کے معبودوں کو بھی گالی نہ دو کہ اس طرح وہ تمہارے معبود کو برا بھلا کہیں گے۔ (الانعام: 108)

اس لئے مسلمان کسی بھی مذہب کے پیغمبر کی کسی بھی مذہبی تعصب میں آکر توہین کا تصور بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے ہاں تو محمد ﷺ کی طرح تمام پیغمبروں کا یکساں احترام ان کے ایمان کی مبادیات میں شامل ہے جس کے بغیر وہ مسلمان بھی نہیں رہ سکتے۔

دوسری بات یہ کہ آج ہم چاہتے ہیں کہ اس سارے معاملے کی پوری تحلیل نفسی کر دی جائے اور اصل حقائق دنیا کے سامنے کھول کر رکھ دیے جائیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ

☆ کیا عیسائی واقعی محض مذہبی تعصب میں آکر مسلمانوں کے پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی گستاخی کرتے ہیں یا ان کے نزدیک کسی پیغمبر کی عزت کی کوئی اہمیت ہی نہیں؟

☆ اور آخر کیا وجہ ہے کہ عیسائیوں کے ہاں کسی پیغمبر کی توہین کر دینا کوئی مسئلہ نہیں لیکن مسلمان توہینِ رسالت ﷺ کو برداشت نہیں کر سکتے اور ناموسِ رسالت ﷺ اور غیرت پر جان دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

تو آج ہم اپنے قارئین اور ساری دنیا کے اہل فکر ونظر کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان دونوں سوالوں کا ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ کہ عیسائی محض مذہبی تعصب میں آکر ہمارے پیغمبر کی شان اقدس میں گستاخی نہیں کرتے بلکہ ان کے ہاں درحقیقت کسی بھی پیغمبر کی وہ عزت اور اخلاقی مقام ہی نہیں جو ایسی عظیم ہستی کا ہونا چاہئے۔ ان کے ہاں عام کتابوں میں نہیں بلکہ ان کی مقدس ترین کتاب ''بائبل'' میں شاید ہی کوئی پیغمبر ایسا بچا ہو جس پر شرمناک حد تک کوئی نہ کوئی قبیح اخلاقی الزام عاید نہ کیا گیا ہو۔ ہمارے ہاں تو پیغمبر کے اصحاب رضی اللہ عنہم بھی دنیا کے مقدس ترین افراد ہوتے ہیں اور ان پر کوئی زبانِ طعن دراز کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا بلکہ ہمارے اولیاء کی گستاخی کا بھی کوئی تصور نہیں کر سکتا لیکن عیسائیوں کی مقدس کتابوں میں پیغمبروں کی ذات پر بے دھڑک ہر الزام ایسے لگا دیا جاتا ہے جیسے مغربی جمہوری انتخابات میں امیدوار ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے بلکہ اسے اپنا فرض منصبی سمجھتے اور یہ کھیل جیتنے کا لازمی حصہ گردانتے ہیں۔ عیسائیوں کی مقدس کتابوں میں جنہیں یہ الہامی بھی کہتے ہیں، پیغمبروں کو چور، ڈاکو، زانی، خائن، کذاب، بت پرست، حریص، دغاباز اور نجانے معاذ اللہ کیا کیا ثابت کیا اور کہا گیا ہے۔ ہمارا قلم ان سب باتوں کو تفصیل کے ساتھ نقل تو نہیں کر سکتا کیونکہ پیغمبروں جیسی عظیم ہستیوں پر یہ ایسے اخلاق سوز الزامات ہیں کہ جنہیں حیاء بھی بیان کرنے سے مانع ہے اور قلم بھی لرزاں ہو جاتا ہے، محض چند چیدہ چیدہ جھلکیاں اور حوالہ جات بطور ثبوت پیش کئے جائیں گے تاکہ معلوم ہو جائے کہ عیسائیوں کے ہاں کسی بھی پیغمبر کا کوئی اخلاقی مقام نہیں ہوتا اور بس وجہ بھی یہی ہے کہ مسلمان تو ناموسِ رسالت ﷺ پر جان دے دیتے ہیں اور توہینِ رسالت ﷺ کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتے لیکن عیسائیوں کے ہاں نہ صرف محمد ﷺ بلکہ کسی بھی پیغمبر کی توہین کر دینا یا ہو جانا کوئی مسئلہ نہیں۔ ایک عام عقلی بات ہے کہ جسے اپنے ماں باپ کے بارے میں خیال ہو کہ وہ بدکار اور کرپٹ ہیں تو بھلا ان کے لئے وہ کبھی جان نثار کرنے کا جذبہ کیسے پیدا کر سکتا ہے؟ یہ جذبہ تو اس میں پیدا ہوتا ہے جو اپنے ماں باپ کو بے داغ اور اعلیٰ کردار کا مالک سمجھتا ہو۔ ماں باپ تو پھر خونی رشتہ ہوتا ہے جن کے کئی قصور انسان نظر انداز کر سکتا ہے لیکن جن کے ساتھ صرف روحانی رشتہ ہو ان کے بارے میں جب تک سو فیصد یقین نہ ہو کہ وہ اخلاقی برائیوں سے پاک ہیں، انسان ان کے لئے جذبۂ جانثاری پیدا کر ہی نہیں سکتا۔ عیسائیوں نے چونکہ اپنی نفس پرستی کے لئے بائبل میں تحریف کر کے انبیاء کا کردار حد درجہ مسخ کیا ہوا ہے اس لئے وہ ناموسِ رسالت ﷺ کے تقاضے اور اس پر مسلمانوں کے جذبات کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ذیل کے حوالہ جات سے نہ صرف ہمارے اس دعوے کی تصدیق ہو جائے گی بلکہ یہ بھی معلوم ہوگا کہ عیسائیوں کا یہ قدیم دعویٰ جھوٹا ہے کہ قرآن بائبل سے ماخوذ ہے۔ اگر قرآن بائبل سے ماخوذ ہوتا تو وہ بائبل کے برعکس تمام انبیاء کو یہود ونصاریٰ کے ہر الزام سے بری کیسے قرار دیتا۔ اس سے تو الٹا قرآن کے اس دعوے کی تصدیق ہوتی ہے کہ بائبل ایسی کتاب جس میں پیغمبروں پر ایسے قبیح اخلاقی الزامات موجود ہوں، وہ مکمل الہامی نہیں ہو سکتی۔ یقیناً وہ قرآن کے دعوے کے مطابق انسانی تحریف کا شکار ہوئی ہے ورنہ اس میں انبیاء کرام کی ذات پر ایسا کیچڑ نہ اچھالا گیا ہوتا۔ ویسے عیسائیوں نے برطانیہ اور کئی دوسرے عیسائی ملکوں میں قانون توہین مسیح علیہ السلام (Law of blasphamy) بھی بنایا ہوا ہے۔ لیکن اس معاملے میں بھی وہ دوہرے تضادات کا شکار ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ غیر عیسائیوں کو تو عیسیٰ کی توہین پر قابل سزا سمجھتے ہیں لیکن خود نہ دوسرے مذاہب کے پیغمبروں کو یہ مقامِ عزت دینے کے قائل ہیں اور نہ ہی اپنے پیغمبر کی ایسی ناموس کے قائل ہیں۔ ان باتوں کا پہلا ثبوت یہ ہے کہ مسلمانوں نے بھی جب قانون توہینِ مسیح علیہ السلام (Law of Blasphamy) کی طرح قانون توہینِ رسالت ﷺ بنایا تو اس کو عیسائیوں نے کبھی بھی تسلیم نہیں کیا۔ وہ نہ صرف پیغمبر اسلام محمد مصطفیٰ ﷺ کی آئے دن توہین جاری رکھے ہوئے ہیں بلکہ امریکہ، برطانیہ اور کئی دوسرے عیسائی ملکوں کے ذریعے پاکستان پر یہ قانون منسوخ کرنے کے لئے دباؤ ڈلوایا جاتا رہتا ہے۔ دوسری بات کا ثبوت یہ کہ عیسائیوں نے قانون توہین مسیح علیہ السلام بنانے کے باوجود خود اپنے پیغمبر کی توہین جاری رکھی ہوئی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا احترام کرنے کی صرف غیر عیسائیوں پر پابندی ہے۔ خود عیسائیوں کو اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اس کا ثبوت بائبل میں داخل کئے گئے وہ مندرجات ہیں جن میں تمام انبیاء سمیت خود عیسیٰ علیہ السلام کی بھی توہین کی گئی ہے۔

ان مندرجات کے حوالہ جات پیش کرنے سے پہلے ہم

اگر نبی اکرم ﷺ عیش پرست ہوتے تو سب سے پہلی شادی چالیس سالہ بیوہ اور بعد میں پھر کئی شادیاں مطلقہ اور بیواؤں کے ساتھ نہ کرتے جبکہ آپ ﷺ نے خوشحالی کے دنوں میں بھی کبھی پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی

بات بھی واضح کرتے چلیں کہ مسلمان غیرت پر کیوں جان دیتے ہیں تو اس کا بھی مختصر جواب اتنا ہی ہے کہ عیسائیوں کی نام نہاد مہذب دنیا تو غیرت کے لفظ سے ہی نا آشنا ہے۔ جی ہاں آپ انگلش کی تمام ڈکشنریاں اٹھا کر دیکھ لیں' ہر لفظ کا ترجمہ مل جائے گا لیکن غیرت کا کوئی متبادل لفظ نہیں ملے گا' کھینچ تان کر آج کل غیرت کی جگہ (Honour) کا لفظ لکھا جاتا ہے لیکن اہل اللغۃ والزبان جانتے ہیں کہ یہ غیرت کا متبادل ہرگز نہیں۔ (Honounr) کا اصل مطلب عزت واحترام ہے۔ کسی کی عزت اور احترام کرنا اور کسی کا غیرت میں آنا' دونوں میں بہت فرق ہے۔ جو غیرت کے جذبے سے ہی نا آشنا ہو'وہ غیرت کے لئے کیا جان دے گا اور پھر جن کے ہاں دنیا کی مقدس ترین شخصیات کی کوئی عزت نہ ہو'وہ کسی غیرت اور ناموس کے لئے جان دینا کیا جانیں۔

اب آیئے دل تھام کر وہ حوالہ جات بطور ثبوت پڑھیں کہ عیسائیوں کی تحریف شدہ الہامی کتاب بائبل میں انبیاء ایسی عظیم ہستیوں پر کیسے کیسے شرمناک الزامات لگائے گئے ہیں اور ہر نبی کی کس کس طرح توہین کی گئی ہے۔

آدم وحوا علیہما السلام کی توہین

قرآن میں آدم ؑ اور حواء کے بارے میں آتا ہے کہ شیطان کے دھوکے میں آ کر ان سے بھول ہوئی اور انہوں نے ایک ایسے درخت کا پھل کھالیا جس کے کھانے کی ممانعت تھی ورنہ عمداً ان دونوں کا ارادہ ہرگز اس درخت کا پھل کھانے کا نہ تھا (بقرہ۔ 36' اعراف 20 تا 21 طہ 115) تاہم دونوں نے اپنی اس لغزش کی اللہ سے معافی مانگی۔ اللہ نے ان کو نوازا۔ ان پر مہربانی سے توجہ فرمائی اور سیدھی راہ بتائی (طہ 122-121)

قرآن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ درخت کا پھل کھانے کی لغزش ہمارے ماں باپ آدم وحوا علیہم السلام دونوں سے ہوئی تھی لیکن بائبل کے مطابق یہ غلطی حوا سے ہوئی۔ انہوں نے شیطان نہیں بلکہ چالاک سانپ کے بہکاوے میں آ کر نیک وبد کی پہچان والے درخت کا پھل کھالیا اور اپنے شوہر کو بھی دیا۔ تب انہیں معلوم ہوا کہ وہ ننگے ہیں۔ خداوند کے پوچھنے پر آدمی نے اپنی بیوی (عورت) کو قصور وار ٹھہرایا اور عورت نے سانپ کو قصور وار ٹھہرایا۔ خداوند کی طرف سے سانپ کو پیٹ کے بل رینگنے اور سر کے کچلے جانے کی سزا ملی۔ عورت کو دردزہ کے ساتھ بچہ جننے اور اپنے شوہر کی محکوم بن کر رہنے کی سزا ملی جبکہ آدم ؑ کو کہا گیا کہ

''زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔ تو اب مشقت کے ساتھ اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھیت کی سبزی اور اپنے منہ کے پسینے کی روٹی کھائے گا''۔ (پیدائش باب نمبر 3)

قارئین کرام! یہ ہے بائبل میں ہمارے سب کے ماں باپ آدم وحوا علیہما السلام کی عزت وتکریم کا انداز کہ پہلے تو حوا کو ساری لغزش کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا اور اس کی سزا بھی قیامت تک کی تمام عورتوں کو دردزہ اور شوہر کی محکومیت کی صورت میں بتائی گئی۔ اور پھر آدم ؑ کو توہین آمیز الفاظ کے ساتھ نوازا گیا کہ

''زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی (معاذ اللہ)

علاوہ ازیں بائبل میں یہ بھی کہیں نہیں لکھا ہوا کہ آدم اور حوا علیہما السلام نے ایک بار بھی اپنی اس لغزش کی معافی اپنے رب سے مانگی ہو اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی مل گئی ہو بلکہ بائبل نے کہا کہ وہ تو سزا کے طور پر زمین پر بھیجے گئے تھے لیکن الحمد للہ قرآن میں اس سارے واقعے کے بیان میں کہیں بھی ایسا انداز نہیں ملتا کہ جن سے ہمارے سب کے ماں باپ علیہم السلام کی توہین کا ادنیٰ سا شائبہ بھی ملتا ہو۔ قرآن سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہوا' شیطان کے بہکاوے میں آ کر دونوں سے ہوا۔ فازلهما الشيطان میں جمع کا صیغہ ہے یعنی شیطان نے دونوں کو بہکایا تاہم دونوں نے جب اللہ سے معافی مانگ لی تو اللہ نے ان کی لغزش معاف فرما دی اور پھر ان پر اپنی خوب مہربانیاں کیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ نے آدم ؑ کو نبوت اور خلافت ارضی کا تاج پہنا کر زمین پر بھیجا لیکن بائبل کے مطابق نہ تو آدم وحوا علیہما السلام نے اپنی غلطی کی معافی مانگی نہ اللہ نے انہیں معاف کیا بلکہ اللہ نے انہیں بطور سزا یہ کہہ کر زمین پر بھیجا کہ

''زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی۔'' (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

انبیاء کرام کی شان میں گستاخانہ عبارات بائبل میں شامل کرنے کا مقصد درحقیقت یہود و نصاریٰ کا مستقبل میں اپنی عیاشیوں کو تحفظ و جواز فراہم کرنا تھا

نوح علیہ السلام کی توہین

نوح ؑ کے بارے میں بائبل کے اندر لکھا ہوا موجود ہے کہ ''نوح ؑ شراب کے نشے میں اپنے ڈیرے پر ننگے ہو گئے۔'' (العیاذ باللہ) (پیدائش 20:9 تا 21)

اس کا پس منظر بائبل میں یہ بتایا گیا کہ جب زمین ظلم سے بھر گئی تو خدا نے زمین سمیت تمام بشر کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا اور باقی سب ظالموں کو طوفان سے غرق کر دیا۔ جب زمین پر ہر جاندار شے ہلاک ہو گئی تو پھر اللہ تعالیٰ نے (خفت مٹانے کے لئے) نوح ؑ اور ساری نسل انسانی سے عہد کیا کہ سب جاندار طوفان کے پانی سے پھر کبھی ہلاک نہ ہوں گے۔ اپنے اس عہد کا نشان اپنی یاددہانی کیلئے مقرر کرتے ہوئے کہا کہ اپنی کمان کو بادل میں رکھتا ہوں اور جب زمین پر بادل لاؤں گا تو میری کمان بادل میں (قوس وقزح کی شکل میں دھنک کے سات رنگوں سمیت) دکھائی دے گی (پیدائش 8:9 تا 17) اس کے بعد نوح ؑ کاشتکاری کرنے لگے۔ انگور کا باغ لگایا اور اس کی مے (شراب) پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے پر برہنہ ہو گیا۔ (پیدائش 20:9 تا 27)

قارئین کرام! ایک تو اللہ کے ایک جلیل القدر پیغمبر کی اس قدر توہین کہ انہیں شرابی اور بے حیا ثابت کیا۔ پھر خود اللہ رب العزت کو انسانوں کے مقام پر لا کھڑا کیا کہ جس طرح انسان کوئی غلطی کر کے پچھتاتا ہے اور آئندہ نہ کرنے کا عہد کرتا ہے' اللہ بھی معاذ اللہ اس طرح پچھتایا اور آئندہ طوفان سے مخلوق ارضی کو تباہ نہ کرنے کا عہد کیا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مندرجات والی کتاب مکمل الہامی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے تو قرآن ان کتابوں کے لئے تصدیق کرنے والا بن کر آیا کہ ان کی جن باتوں کی قرآن تصدیق کردے' وہی سچی اور اٹل ہیں جبکہ باقی کسی بات کے الہامی اور سچی ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ بائبل میں ایک ایسے پیغمبر کی ذات پر کیچڑ اچھالا گیا ہے کہ جس نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو توحید کی تبلیغ کی اور دعوت وتبلیغ کے میدان میں صبر وعزیمت کا ایک ریکارڈ قائم کیا۔ لیکن پوری بائبل میں ان کے اس عظیم الشان مشن اور دعوت توحید کا ذکر غائب ہے۔ قوم نوح ؑ کے کسی جرم اور گناہ کا بھی کوئی ذکر نہیں کہ جس کی پاداش میں وہ طوفان میں غرق ہوئے لیکن قرآن میں دیگر سورتوں میں نوح ؑ کے عظیم مشن کا تذکرہ کرنے کے ساتھ ان کی شان میں الگ سے پوری سورہ نوح بھی نازل کی گئی اور اس میں نوح ؑ کے مشن کا تعارف کراتے ہوئے بتایا گیا کہ وہ شب وروز اپنی قوم کو صرف اللہ کو پکارنے کی تبلیغ کرتے رہے۔ وہ قوم ایک اللہ کو چھوڑ کر ''پنجتن'' (ود' سواع' یعوق' یغوث اور نسر) پانچ دیلوں کے بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ جب آپ کی صدیوں کی دعوت اور سر توڑ کوششوں سے بھی قوم راہ راست پر نہ آئی تو آپ نے اللہ سے ایسی مشرک ونجس قوم کو زمین سے تباہ کرنے کی بددعا کی۔ اس میں آپ کا بیٹا بھی ہلاک ہو گیا اور اللہ نے بتایا کہ آل نبیؑ اور آل رسول ﷺ ہونا بھی کسی کے لئے ذریعہ نجات نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ ایمان نہ لائے۔ لیکن افسوس بائبل ایسے افادات سے تو خالی ہے لیکن ان عظیم ہستیوں پر کیچڑ اچھالنے سے خوب بھر دی گئی۔

جدّ الانبیاء ابراہیم ؑ کی توہین

تمام انبیاء کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بائبل میں لکھا گیا.......

ابراہیم ؑ نے اپنی سوتیلی بہن سارہ سے شادی کی (معاذ اللہ) (پیدائش 12:20)

حالانکہ یہ آپ کی ذات اقدس پر بہت بڑا الزام ہے۔ آدم ؑ کے وقت شروع شروع میں بہن سے نکاح جائز تھا لیکن نسل انسانی معقول تعداد میں ہوتے ہی یہ رخصت بہت جلد ختم

کدونا (نائجیریا) میں جلے ہوئے چرچ کا منظر

ہوگئی۔ ابن کثیرؒ کے بیان کے مطابق سیدہ سارہ ابراہیم علیہ السلام کے چچا کی صاحبزادی تھیں۔ (تفسیر ابن کثیر سورۃ انبیاء 71 تا 75) اس لحاظ سے وہ آپ علیہ السلام کی چچا زاد بہن تو تھیں اور پھر جب آپ علیہ السلام سارہؓ کے ساتھ ایک سفر میں تھے تو ایک ملک سے گزرتے ہوئے وہاں کے بادشاہ کو معلوم ہوا کہ ایک مسافر کے ساتھ خوبصورت عورت ہے تو اس نے فوراً انہیں سپاہی کے ذریعے بلا بھیجا۔ اس کے پوچھنے پر ابراہیم علیہ السلام نے بتایا کہ یہ میری بہن ہے اور پھر سارہؓ کو بھی سمجھا دیا کہ جب تم بادشاہ کے محل میں جاؤ تو یہی بتانا اس لئے کہ دین کے اعتبار سے تم میری بہن ہی ہو۔ روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مسلمان نہیں۔ چنانچہ جب سارہؓ بادشاہ کے محل میں پہنچیں تو اللہ نے ان کی خاص مدد کی اور جوں ہی وہ بدنیت بادشاہ آپ کی طرف بڑھنے لگتا' اس کے ہاتھ پاؤں اینٹھ جاتے۔ آخر اس کو اپنا ارادہ ترک کرنا پڑا اور سارہؓ کے ساتھ اپنی کنیز ہاجرہؓ کو بھی بطور خدمت ان کے ساتھ واپس کر دیا۔

شمالی نائجیریا کی ریاست زمفارا کے شہر گوزا میں شریعت ہائی کورٹ کا سائن بورڈ جس پر درج تحریر ریاست کی قانون الٰہی سے مکمل وابستگی کا اظہار ہوتا ہے

قارئین کرام! یہ اصل پس منظر ہے سارہؓ کے بہن بننے کا لیکن انبیاء کرام کے دامن عزت سے کھیلنے کے عادی یہود و نصاریٰ کے آوارہ مزاج ذہن نے بائبل میں تحریف کرتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ سارہؓ کو آپ کی سوتیلی بہن بنا دیا اور یوں اس نبی علیہ السلام کی توہین مرتکب ہوئے جسے اللہ نے تمام انسانوں کے امام کا منصب عطا فرمایا اور یہ اللہ کی طرف سے ان آزمائشوں کے صلے میں ملا جن میں ابراہیم علیہ السلام ہر لمحہ پورا اترے۔ اللہ نے فرمایا

واذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما

جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے کئی باتوں سے آزمایا اور وہ اللہ کی ہر بات (پورے دین اسلام) پر پورے اترے تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دوں گا۔ (البقرہ ۱۲۴)

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پورا اسلام ہے جس کے تیس حصے ہیں۔ دس کا بیان سورہ برأت میں ہے التائبون العابدون سے مومنین تک یعنی توبہ کرنا' عبادت کرنا' حمد کرنا' اللہ کی راہ میں پھرنا' رکوع کرنا' سجدہ کرنا' بھلائی کا حکم دینا' برائی سے روکنا' اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنا' ایمان لانا' دس صفات کا بیان قد افلح کے شروع سے یحافظون تک اور سورہ معارج میں ہے یعنی نماز کو خشوع وخضوع سے ادا کرنا' لغو اور فضول باتوں اور کاموں سے منہ پھیر لینا' زکوۃ دیتے رہا کرنا' شرمگاہ کی حفاظت کرنا' امانت داری کرنا' وعدہ وفائی کرنا' نماز پر ہمیشگی اور حفاظت کرنا' قیامت کو سچا جاننا' عذابوں سے ڈرتے رہنا' سچی شہادت پر قائم رہنا اور دس کا بیان سورۂ احزاب میں ان المسلمین سے عظیما تک ہے یعنی اسلام لانا' ایمان رکھنا' قرآن پڑھنا' سچ بولنا' صبر کرنا' عاجزی کرنا' خیرات دینا' روزہ رکھنا' بدکاری سے بچنا' اللہ تعالیٰ کا ہر وقت بکثرت ذکر کرنا' ان تینوں کام کا حامل ہو وہ پورے اسلام کا پابند ہے اور اللہ

کدونا (نائجیریا) میں جلے ہوئے چرچ کا منظر

نائجیریا کا شمالی شہر کدونا جسے نائجیرین مسلمانوں کا دارالخلافہ سمجھا جاتا ہے

1- سوکوتو 2- زمفارے 3- کاتسینہ 4- کانو 5- جیگاوا 6- یوبے 7- بورنو 8- کیبی 9- گومبے 10- نائجر 11- کدونا 12- باؤچی

نائجیریا کے شمال میں واقع 12 ریاستیں جہاں گذشتہ تین سال سے نفاذ شریعت کیا گیا ہے اور جسے ناکام کرنے کے لئے مغربی عیسائی ممالک آئے دن فسادات کراتے رہتے ہیں۔

کدونا میں جلی ہوئی مسجد کا ایک منظر

کے عذابوں سے بری ہے۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ بقرہ۔۱۲۴)

غرض جو پیغمبر پورے اسلام پر عمل پیرا ہو کر نہ صرف تمام بنی نوع انسان بلکہ تمام پیغمبروں کے لئے بھی نمونہ اور اسوہ بن گیا' اور جس کی صفات میں شرمگاہ کی حفاظت اور بدکاری سے بچنا بنیادی وصف ہیں' اس کی ذات سے یہ توقع کہ وہ اپنی کسی سوتیلی بہن سے شادی رچائے گا' انتہائی رذیل حرکت ہے حالانکہ اسی بائبل میں بہن سے نکاح کرنے کی بڑی وعیدیں ہیں (احبار 9:18 = 17:20 استثناء 22:27) تو پھر اللہ کا ایک پیغمبر کوئی حرام کام کیسے کر سکتا ہے؟ پھر ابراہیم ؑ تو وہ جلیل القدر پیغمبر ہیں کہ جن کی شان اور فضیلت کے متعلق موطا میں آتا ہے کہ سب سے پہلے ختنہ کرانے والے' سب سے پہلے مہمان نوازی کرنے والے' سب سے پہلے ناخن کٹوانے والے' سب سے پہلے مونچھیں پست کرنے والے' سب سے پہلے سفید بال دیکھنے والے ابراہیم ؑ ہی ہیں' سفید بال دیکھ کر پوچھا کہ اے اللہ یہ کیا ہے؟ جواب ملا' وقار وعزت ہے' کہنے لگے' پھر تو اللہ اسے اور زیادہ کر۔ سب سے پہلے منبر پر خطبہ دینے والے' سب سے پہلے قاصد بھیجنے والے' سب سے پہلے تلوار چلانے والے' سب سے پہلے مسواک کرنے والے' سب سے پہلے پانی کے ساتھ استنجا کرنے والے' سب سے پہلے پاجامہ پہننے والے سیدنا ابرہیم علیہ السلام ہیں (بحوالہ تفسیر ابن کثیر البقرہ۔124) اور یہ ابراہیم ؑ ہی ہیں جنہیں اللہ نے اپنے دوست یعنی خلیل کا لقب دیا۔ کاش یہود ونصاریٰ اس قدر شانوں والے عظیم پیغمبر کے یہ فضائل وکردار سامنے رکھتے تو ان کی جناب میں ایسی گستاخی کی جرأت نہ کرتے مگر اس کا کیا کریں کہ انبیاء کی توہین تو روز اول سے ان کی فطرت خبیثہ کا حصہ بن چکی ہے۔ یہودی انبیاء کی شان میں ایسی گستاخیوں کی وجہ سے اللہ کی مغضوب ترین قوم بنے اور عیسائی بھی آنکھیں بند کر کے اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ جن لوگوں سے اپنے پیغمبروں کی عزت محفوظ نہیں' ان سے دوسرے کے کسی پیغمبر کی عزت واحترام کی کیسے توقع کی جاسکتی ہے؟

ایں خیال است ومحال است وجنوں

اسی تحریف شدہ بائبل میں ابراہیم ؑ کے عظیم الشان مشن توحید کا تو کوئی ذکر نہیں ملتا کہ کس طرح انہوں نے اپنے باپ سے لے کر اپنی قوم اور بادشاہ تک کو دعوت توحید ڈنکے کی چوٹ پر دی' مشرکین کے بتوں کو ڈھایا اور پھر اس جرم کی پاداش میں انہیں آگ میں ڈالا گیا لیکن اللہ کے فضل سے وہ آگ گلزار بن گئی اور مشرکین خائب وخاسر ہوئے لیکن یہ سب کچھ چھوڑ کر ابراہیم خلیل اللہ کی زندگی کو کسی دنیادار کی بے مقصد زندگی کے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے ساری زندگی اپنی خوراک اور جانوروں کے چارہ کی تلاش میں گھومتے پھرتے پھونک ڈالی۔ اپنے بھتیجے لوط ؑ سے علیحدگی کی وجہ بھی ان سے مال مویشیوں کا (معاذ اللہ) جھگڑا تھا (پیدائش باب نمبر 13) اور پھر (معاذ اللہ) انہوں نے پہلی بیوی کے کہنے پر ہی اپنی دوسری بیوی ہاجرۃ اور اس کے بیٹے اسماعیل ؑ کو دور جنگل بیابان میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا تاکہ پہلی بیوی کی خوشنودی حاصل ہو کیونکہ خداوند بھی پہلی بیوی سارۃ کی حمایت کرنے لگ گیا تھا۔ (پیدائش 10:21 تا 14) غرض اس طرح کے بے سروپا بیانات سے نہ صرف ابراہیم ؑ کے عظیم کردار کو دھندلانے کی کوشش کی گئی بلکہ اللہ رب العزت کے رحم اور انصاف کا بھی عجیب تاثر بنایا گیا کہ جیسے وہ بھی معاذ اللہ دنیادار انسانوں کے سے جذبات رکھتا ہے۔

لوط علیہ السلام کی توہین

لوط علیہ السلام کی قوم دنیا کی وہ نجس قوم تھی جس نے ایک ایسے جرم کا ارتکاب شروع کیا جو اس سے پہلے کسی قوم نے نہ کیا تھا۔ یہ قوم ہم جنس پرستی کے رذیل فعل میں مبتلا تھی۔ لوط ؑ انہیں طویل عرصے تک وعظ ونصیحت کرتے رہے لیکن یہ قوم اتنی ہٹ دھرم تھی کہ مجلسوں میں بھی اس فعل کا ارتکاب کرتی اور لوط ؑ کو بڑی ڈھٹائی

نائیجیریا میں فسادات کیوں؟

نائیجیریا براعظم افریقہ کا سب سے زیادہ گنجان آباد ملک ہے۔ 12 کروڑ کی آبادی کا یہ ملک دنیا کا دسواں بڑا تیل پیدا کرنے والا ملک ہے۔ نائیجیریا کے شمالی علاقے مسلم اکثریت پر مشتمل ہیں جبکہ جنوب میں عیسائیوں کی اکثریت ہے۔ مجموعی طور پر مسلمان 50 فیصد جبکہ عیسائی 40 فیصد ہیں۔ نائیجیریا میں کافی عرصہ سے فسادات جاری ہیں لیکن اس کا سلسلہ اس وقت سے زیادہ زور پکڑا جب 2000ء کے شروع میں یہاں کی شمالی ریاستوں میں مسلمانوں نے اسلامی قوانین کا نفاذ کیا۔ چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے۔ ایک زانی عورت اور ایک ہم جنس پرست مرد کو سنگساری کی سزا دی گئی۔ مخلوط تعلیم اور مخلوط تقریبات کا خاتمہ کیا گیا۔ اب تک نائیجیریا کی 36 میں سے 12 ریاستوں میں بحمد اللہ نفاذ شریعت ہو چکا ہے۔ ان کا پھیلاؤ ملک کے آدھے سے زیادہ رقبے پر ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ کے اس اعتراف کے باوجود کہ شرعی قوانین کے نفاذ سے جرائم میں کمی آئی ہے اور غیر مسلموں کو ان قوانین سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے لیکن مغربی استعماریوں نے یہاں کے مسلمانوں اور عیسائیوں کو لڑانے کی سازشیں جاری رکھیں تاکہ شریعت کے نفاذ کو ناکام بنایا جاسکے۔ چنانچہ گذشتہ تین سال میں اب تک 10 ہزار افراد ہلاک ہو چکے ہیں جن میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔

افغانستان پر امریکی حملے کے خلاف نائیجیرین مسلمانوں نے عالم اسلام میں سب سے زیادہ ردعمل کا مظاہرہ کیا اور مختلف مظاہروں میں تقریباً 200 مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ان شاء اللہ

حالیہ فسادات نائیجیریا میں عالمی مقابلہ حسن کے انعقاد کے مسئلے پر شروع ہوئے جسے ایک مقامی اخبار کی خاتون صحافی نے توہین رسالت ﷺ کر کے اور زیادہ بھڑکایا۔ نائیجیریا کی سب سے بڑی اسلامی ریاست زمفارا (Zamfara) کے ڈپٹی گورنر نے مسلمانوں کو اس ملعونہ کے قتل کا فتویٰ اور حکم دیا۔ اسی ریاست نے سب سے پہلے اسلامی قوانین کا نفاذ کیا تھا۔ اس فتوے پر نائیجیریا کا عیسائی طبقہ بہت چیں بچیں ہوا حالانکہ جب اس ملعونہ نے توہین رسالت ﷺ کی تھی تو اس وقت اس کی عیسائیوں نے اتنی مذمت نہ کی لیکن اس کے قتل کے فتوے پر عیسائیوں میں اضطراب پھیل گیا۔ نائیجیریا کے صدر اوبسانجو نے بھی اس فتوے کی حمایت کی جو خود ایک عیسائی ہے۔ یہ یاد رہے کہ نائیجیریا کا وفاقی آئین سیکولر ہے تاہم ریاستوں کو آئین کے تحت اپنے قوانین کے نفاذ کی آزادی ہے۔ جس سے فائدہ اٹھا کر یہاں کے مسلمانوں نے اپنی اکثریتی ریاستوں میں اسلامی قوانین کا نفاذ کیا۔ لیکن اب نائیجیریا کے صدر سمیت سارا مغرب اس پر تشویش کا اظہار کر رہا ہے اور یہاں کے حالات کو خراب کر کے یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ یہ سارا فساد نفاذ شریعت کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ جب تین سال قبل نائیجیریا کی مسلم ریاستوں میں اسلامی قوانین کا نفاذ ہو رہا تھا تو اس وقت نائیجیریا ہی کی ایک خاتون کو مقابلہ حسن جیتنے کا میڈل دلوایا گیا تھا تاکہ نائیجیریا کے اسلامی ماحول کو فحاشی سے آلودہ کیا جاسکے۔ اب جب کہ ترکی میں اسلام پسندوں نے اکثریت حاصل کی ہے تو اس بار مس ترکی کو فحاشی کا یہ تاج پہنایا گیا ہے۔ اس مقابلے میں پاکستان کی ایک فاحشہ کو بھی شامل کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔ ابھی حال ہی میں مس یورپ کا مقابلہ بیروت میں کیا گیا حالانکہ ایک ایشیائی اور مسلم علاقے میں اس کا کوئی تک نہ بنتا تھا۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ جنس کے پجاری عیسائی اسلام کے عطا کردہ پاکیزہ نظام کے فروغ کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں اور ان کی ہر ممکن کوشش ہے کہ کسی نہ کسی سازش اور فساد کے ذریعے مسلم علاقوں کے اسلامی ماحول اور اسلامی اقدامات کو تخریب وانتشار کا شکار کیا جاسکے۔ لیکن الحمد للہ ایک طرف کافروں کی سازشیں ہیں' دوسری طرف اللہ کا اعلان ہے۔

والله متم نوره ولو كره الكفرون

اللہ اپنے نور (دین اسلام) کو پورا کر کے رہے گا۔ کافروں کو یہ چاہے کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔ (الصف۔۸)

سے کہتی کہ عذاب ہم پر لانے کی دھمکی دیتے ہو وہ عذاب لے ہی آؤ۔ چنانچہ قوم کی ہٹ دھرمی کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے لوط علیہ السلام نے مدد کی درخواست کی (اعراف 80 تا 82 عنکبوت 29 تا 30)

لیکن بائبل میں لوط علیہ السلام کے اس عظیم الشان مشن کا تو کوئی خاص ذکر نہیں ملتا لیکن اس میں ایک پیغمبر کی ذات پر کیچڑ اچھالنے کے مشن کو فراموش نہیں کیا گیا۔ اس میں لکھا گیا۔

''لوط علیہ السلام کی دو بیٹیوں نے باپ کو شراب پلا کر باپ کی نسل برقرار رکھنے کے لئے ایک رات ایک بیٹی اور دوسری رات دوسری بیٹی نشے میں مدہوش باپ سے ہم بستری کر کے حاملہ ہوئیں۔ (پیدائش 30:19 تا 38)

ایک پیغمبر پر اتنا بڑا بہتان کہ جس پر یقیناً زمین و آسمان بھی کانپ اٹھے ہوں گے لیکن اسے بائبل میں داخل کر کے یہود و نصاریٰ کی پیشانیوں پر آج تک کوئی شکن بھی نہیں آئی۔ حالانکہ سوچنے والی بات ہے کہ لوط علیہ السلام جو سدوم کی بستی میں رہائش کے باوجود قوم کی تمام برائیوں اور گناہوں سے اپنا دامن محفوظ کر کے رکھتے ہیں' تمام نجاستوں اور خباثتوں سے ہزاروں کوس دور تھے مگر کیا وہ بقول بائبل قوم کی تباہی کے بعد پہاڑی غار میں رہتے ہوئے اپنی بیٹیوں کی شیطانی حرکت سے بھی اپنے آپ کو محفوظ نہ کر سکے۔ اس شیطانی حرکت کے جواز میں بائبل کے اندر لکھا ہے کہ

''پہلوٹھی بیٹی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے (پیدائش 13:19) حالانکہ قارئین یہ دلیل بھی غلط ہے کیونکہ پہاڑی غار کے سامنے ہی ''صغر'' کا چھوٹا سا شہر موجود تھا اور تباہی سے بچا لیا گیا تھا (پیدائش 19:19 تا 23=30:19) پھر وہ لڑکیاں کیسے کہہ سکتی تھیں کہ زمین پر کوئی مرد نہیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ داستان ہی من گھڑت اور بعد میں عیاشیوں کو تحفظ دینے کے لئے وضع کی گئی ہے۔

اسحٰق ویعقوب علیہما السلام کی توہین

اسحاق علیہ السلام کے بارے میں بائبل میں لکھا گیا' اسحٰق علیہ السلام شرابی تھے۔ (پیدائش 25:27) یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام نے ''راخل اور لیاہ'' (جو آپس میں سگی بہنیں تھیں) کو ایک ہی وقت میں اپنے نکاح میں رکھا اور ان دو سگی بہنوں سے اولاد پیدا کی (پیدائش 16:29 تا 30) اللہ اور اللہ کے نبی یعقوب علیہ السلام دونوں کی توہین کرتے ہوئے لکھا گیا کہ یعقوب علیہ السلام نے ساری رات خدا سے کشتی کی اور انعام میں اسے یعقوب علیہ السلام کی بجائے ''اسرائیل'' نام عطا کیا گیا۔ (پیدائش 24:32 تا 30)

مزید ہفوات وخرافات' تہمتیں اور بہتان ملاحظہ ہوں

''یعقوب علیہ السلام نے غیر محرم لڑکی راخل کو چوما (پیدائش 29)

اور اپنی ماں ربقہ کے کہنے پر یعقوب علیہ السلام نے دغا بازی سے کام لیا۔ فریب' جھوٹ' مکاری اور سازشوں کے ساتھ اپنے ضعیف العمر نابینا باپ اسحاق علیہ السلام کو دھوکا دے کر اپنے بڑے بھائی ''عیسو'' کی برکت ہتھیالی (پیدائش باب نمبر 27) یعقوب علیہ السلام کے پہلوٹھے بیٹے ''روبن'' نے اپنی ماں سے بدکاری کی (پیدائش 22:35) یعقوب علیہ السلام کے چوتھے بیٹے ''یہوواہ'' نے اپنی بہو ''تمر'' سے بدکاری کر کے اولاد پیدا کی (پیدائش باب نمبر 38 مکمل)

غرض انبیاء اور ان کے اہل خانہ کا بائبل میں ایسے نقشہ کھینچا گیا ہے کہ آج کی ماڈرن اکیسویں صدی بھی ان سے ہیچ محسوس ہوتی ہے۔ دراصل بات یہی صحیح ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے مستقبل کی عیاشیوں کے جواز کے لئے ان پاکباز ہستیوں پر ایسی الزام تراشیاں کیں جن کا ثبوت یہ ہے کہ آج جنس کو انہوں نے اس قدر عام اور ننگا کر دیا ہے کہ ان کے ہاں رشتوں کی تمیز ختم ہوگئی ہے اور شاید وہ اسے اپنی تحریف شدہ بائبل کا حکم سمجھ کر کر رہے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی توہین

موسیٰ علیہ السلام اللہ کے چند اولوالعزم رسولوں میں سے ایک تھے لیکن تحریف شدہ بائبل میں انہیں اللہ کا نافرمان اور نجانے کیا کیا لکھا گیا۔ گنتی میں ہے

''موسیٰ علیہ السلام کو صحرا نوردی کے دوران خدا نے حکم دیا کہ چٹان سے کہو کہ وہ پانی دے لیکن موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور دو بار چٹان پر لاٹھی ماری۔ کثرت سے پانی بہہ نکلا۔ اس پر خدا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دونوں بھائیوں سے ناراض ہوا اور انہیں بتایا کہ وہ بطور سزا قوم کے ساتھ فلسطین یعنی وعدہ کی سرزمین میں نہیں پہنچ پائیں گے بلکہ راستہ میں ہی وفات پا جائیں گے۔'' (گنتی 1:20 تا 13)

موسیٰ علیہ السلام کے بھائی اور اللہ کے نبی ہارون علیہ السلام کو (معاذ اللہ) بت پرست ثابت کرتے ہوئے لکھا گیا'

ہارون علیہ السلام نے سونے کا بت بچھڑے کی شکل میں بنا کر اس کی پوجا پاٹ کرائی اور شرک جیسے گھناؤنے جرم کے مرتکب ہوئے۔ (خروج 1:32 تا 6)

بائبل میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا تعارف یہ پیش کیا گیا

''اور عمرام نے باپ کی بہن ''یوکبد'' سے بیاہ کیا۔ اس عورت سے ہارون علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔'' (خروج 20:6)

حالانکہ بائبل میں ہی یہ صاف حکم موجود ہے

'' تو اپنی پھوپھی کے بدن کو بے پردہ نہ کرنا (احبار 12:18)

جبکہ قرآن میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں یہ درج ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی بھیجی (قصص 7 طٰہٰ 38)

قرآن کے مطابق دنیا میں اللہ سے براہ راست وحی کا شرف جن عورتوں کو ملا ان میں سے ایک موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ (آل عمران۔45) لیکن اسی بائبل میں موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کا رشتہ ہی مشکوک کر دیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

داؤد علیہ السلام کی توہین

بائبل میں داؤد علیہ السلام کے بارے میں سب سے زیادہ رطب ویابس جمع کیا گیا' ملاحظہ کریں۔

داؤد علیہ السلام بربط نواز (موسیقار) تھے (نمبر 1 سیموئیل 14:16 تا 23)

داؤد علیہ السلام نے بت پرست بادشاہ کے ڈر سے اپنے آپ کو دیوانہ سا بنالیا اور وہ اس طرح کہ پھاٹک کے کواڑوں پر لکیریں کھینچنے لگا اور اپنی تھوک کو اپنی داڑھی پر بہانے لگا (نمبر 1 سموئیل 10:21 تا 15) داؤد علیہ السلام نے اپنے ملازموں کی لونڈیوں کے سامنے اپنے آپ کو برہنہ کیا جیسے کوئی بانکا بے حیائی سے برہنہ ہو جاتا ہے اور خداوند کے صندوق کے سامنے اپنے سارے زور سے ناچنے اچھلنے لگا۔ اسرائیل کے سارے مردوں اور عورتوں کے علاوہ ساؤل کی بیٹی ''میکل'' نے خاص طور پر کھڑکی سے جھانک کر ننگا ناچ دیکھا (نمبر 2 سموئیل 12:6 تا 23) اور یہ میکل وہی ہے جس کو اس کے خاوند سے چھین کر داؤد علیہ السلام نے اپنی بیوی بنایا تھا۔ (نمبر 2 سموئیل 14:3 تا 16)

داؤد علیہ السلام نے اپنے ہمسائے اوریاہ کی بیوی کو اپنے محل کی چھت پر سے برہنہ نہاتے ہوئے دیکھ کر اپنے پاس بلوایا اور اس سے (معاذ اللہ) بدکاری کی (نمبر 2 سموئیل 2:11 تا 27) پھر اس کے خاوند ''حتی اوریاہ'' کو قتل کرا کے اس عورت کو اپنی بیوی بنایا (نمبر 2 سموئیل 9:12 تا 10) اسی عورت سے جس کا نام ''بت سبع'' تھا' داؤد علیہ السلام کا بیٹا سلیمان علیہ السلام پیدا ہوا (نمبر 2 سموئیل 24:12 انجیل متی 6:1) داؤد علیہ السلام کا بڑھاپے میں پہلو گرم کرنے کیلئے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ملک سے جوان کنواری لڑکی لائی گئی۔ (نمبر 1 سلاطین 1:1 تا 4)

کفار اور ان کا میڈیا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے باوجود مسلمانوں میں نبی ﷺ سے محبت کے جذبے کو کم نہیں کر سکے اور نہ کر سکیں گے۔ بجھی ہوئی راکھ میں ایسی چنگاریاں موجود ہیں جو اب بھی شعلہ بن کر خرمن کفر کو بھسم کر سکتی ہیں۔ ان شاء اللہ

قارئین کرام! یہ اس پیغمبر کی ذات اقدس پر تہمتوں کی بارش ہو رہی ہے جو روزانہ تہائی رات تک سجدے میں رہتا تھا۔ جو ایک دن چھوڑ کر ہر دوسرے دن روزہ رکھتا اور نفلی روزوں میں انہی کے روزوں کے طریقے کو ہمارے نبی آخر الزماں ﷺ نے بھی پسند فرمایا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ کو سب سے زیادہ پسند سیدنا داؤد علیہ السلام کی رات کی نماز اور انہی کے روزے تھے۔ آپ آدھی رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ رات کا پھر سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے اور دشمنان دین سے جہاد کرنے میں پیٹھ نہ دکھاتے اور اپنے ہر حال میں اللہ کی طرف رغبت و رجوع رکھتے۔ پہاڑوں کو ان کے ساتھ مسخر کر دیا تھا۔ وہ آپ کے ساتھ سورج کے جھکنے کے وقت اور دن کے آخری وقت تسبیح بیان کرتے جیسے فرمان ہے یا جبال اوبی معہ یعنی اللہ نے پہاڑوں کو ان کے ساتھ رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح پرندے بھی آپ کی آواز سن کر آپ کے ساتھ اللہ کی پاکی بیان کرنے لگ جاتے۔ اڑتے ہوئے پرندے پاس سے گزرتے اور آپ علیہ السلام (اپنے لحن داؤدی کے ساتھ) توراۃ پڑھتے ہوتے تو آپ کے ساتھ ہی وہ بھی تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور اڑنا بھول جاتے بلکہ ٹھہر جاتے"۔ غرض ایسی شان اور قوت والے پیغمبر تھے کہ اس سے پہلے کسی پیغمبر کو اتنی طاقت و حکومت نہ ملی تھی لیکن اس کے ساتھ اللہ سے اس قدر ڈرنے اور رجوع کرنے والے تھے کہ ایک دفعہ دو شخص آپ کے گھر کی دیوار پھاند کر آپ علیہ السلام کے خلوت خانہ عبادت میں آ گئے۔ آپ کا گھبرانا اور غصہ میں آنا جائز اور فطری امر تھا کہ یہ خلاف آداب تھا۔ تاہم انہوں نے جب بتایا کہ وہ آپ کے وقت فرصت میں آپ سے اپنے ایک باہمی جھگڑے کا حل چاہتے ہیں۔ اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا۔ ایک کہنے لگا کہ یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس 99 دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے لیکن یہ ایک دنبی بھی مجھ سے بالجبر چالاکی سے لینا چاہتا ہے۔ آپ نے ایک دنبی والے کے حق میں انصاف سے فیصلہ کر دیا لیکن اپنے وقتی غصے اور اس معمولی لغزش پر بھی اللہ سے اس قدر رجوع کیا کہ اللہ نے داؤد علیہ السلام کے اس رجوع کا ذکر قرآن کی جس آیت (ص۔24) میں کیا، وہ آیت ہی سجدہ والی آیت بنادی۔ لیکن اس قدر خشیت وللّٰہیت والے پیغمبر پر بائبل میں سوقیانہ (بازاری) الزامات کی انتہا کر دی گئی یہاں تک کہ دیوار پھاند کر آنے والے شخص کو بھی آپ کا ہمسایہ اوریاہ بتایا گیا جس کی بیوی بقول بائبل داؤد علیہ السلام نے ہتھیالی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

انہی بنی اسرائیلی خرافات کی بنا پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ جو کوئی داؤد علیہ السلام کا قصہ (اوریاہ) بیان کرے گا (تائید کرے گا) میں اس کو ایک سو ساٹھ درے لگاؤں گا جو انبیاء علیہم السلام پر تہمت کی حد ہے (تہمت کی عام حد 80 کوڑے ہیں اور علی رضی اللہ عنہ نے انبیاء کے مرتبہ کی وجہ سے یہ حد دوگنی یعنی 160 کوڑے مقرر کی)

حقیقت یہ ہے کہ آج انبیاء کے متعلق ایسی تمام روایات وخرافات کی تصدیق کرنے والوں کو 160 درے لگانا ہی ان کا علاج ہے ورنہ یہ ایسے کبھی باز نہ آئیں گے۔

سلیمان علیہ السلام کی توہین

سلیمان علیہ السلام وہ مظلوم پیغمبر ہیں جن پر یہود و نصاریٰ نے حسب عادت اخلاقی الزامات تو لگائے لیکن انہیں سرے سے پیغمبر ہی تسلیم کرنے میں ہمیشہ تامل سے کام لیا۔ ان کے بارے میں لکھا گیا "سلیمان علیہ السلام بوڑھے ہو گئے تو سات سو بیویاں اور تین سو لونڈیاں اپنے پاس ہونے کے باوجود فرعون کی بیٹی اور اجنبی عورتوں کی محبت میں گرفتار ہوئے اور ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان بیویوں نے سلیمان علیہ السلام کا دل (معاذ اللہ) غیر معبودوں کی طرف مائل کر دیا۔ اس بات پر خداوند سلیمان علیہ السلام سے ناراض ہوا۔ (نمبر 1 سلاطین 11:1 تا 11)

> عیسائیوں کی مقدس کتابوں میں کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے کہ جس کی شان میں گستاخانہ مخرب اخلاق الزام تراشیاں نہ کی گئی ہوں حتی کہ زنا بدکاری اور شرک تک کے الزامات لگائے گئے

اس قدر گھٹیا الزامات لگانے کے باوجود غنیمت ہے کہ اب جدید عیسائی محققین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ "سلیمان علیہ السلام خدائے واحد کے مخلص پرستار تھے" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ ایڈیشن نمبر 14 جلد نمبر 2 صفحہ 952) اللہ انہیں باقی بھی سمجھ اور ہدایت دے۔ آمین

عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

مسیح ابن مریم علیہ السلام کو سینٹ پال مسیحی خدا کا بیٹا، سچا آدمی، منجی عالمین اور الٰہی عزت کے لائق سمجھتے ہیں مگر دوسری طرف بائبل مسیح علیہ السلام کو بدکار، ناپاک، گناہ گار اور ملعون قرار دیتی ہے۔ مثلاً بائبل میں مسیح علیہ السلام سے یہ بیان منسوب ہے

"کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ یہ جو لکھا ہے کہ وہ بدکاروں میں گنا گیا، اس کا میرے حق میں پورا ہونا ضروری ہے اس لئے کہ جو کچھ مجھ سے نسبت رکھتا ہے، وہ پورا ہونا ہے۔" (انجیل لوقا 37:22)

قارئین غور کریں کہ جب مسیح علیہ السلام بقول بائبل بدکاروں میں لکھے گئے تو وہ منجی عالم (تمام جہانوں کے لئے نجات دہندہ) کیسے بن سکتے ہیں۔

بائبل میں لکھا ہے۔ "جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا، وہ لعنتی ہے (گلتیوں 13:3)" چاروں انجیلوں نے اعتراف کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے لکڑی کی سولی پر جان دی تو سینٹ پال رسول نے کہا "اور مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا۔ اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا (گلتیوں 13:3)

قارئین! وہ جو تمام نبیوں کو چور، ڈاکو، زانی، بدکار اور خائن و دنیا دار ثابت کرنے کا سلسلہ تحریف شدہ بائبل میں شروع کیا گیا تھا، بالآخر عیسیٰ علیہ السلام کو بھی حسب عادت بدکار ثابت کیا گیا لیکن انہیں ایک ایسے چکر اور فلسفے کے ذریعے ثابت کیا گیا کہ جس کے نتیجے میں عیسائیوں کے لئے قیامت تک تمام ترعیاشیوں، بدکاریوں اور گناہوں کے سب دروازے بھی کھل جائیں۔ چنانچہ آج اس فلسفے کا نتیجہ ہے کہ عیسائیوں کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام نے سولی چڑھ کر سب انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ اب قیامت تک انہیں چھٹی ہے کہ جو چاہے کریں، جیسے چاہیں گلچھرے اڑائیں اور جتنا چاہیں دنیا میں فساد اور اودھم مچاتے پھریں، ان کی تمام غلطیوں کا کفارہ ادا ہو چکا۔ عملی طور پر آج یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہے۔

قارئین کرام یہ تو بائبل سے وہ مندرجات نقل کئے گئے ہیں جو انبیاء کے متعلق ہیں لیکن اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر خصوصاً یروشلم کے مشہور عام تذکرہ غزل الغزلات میں اس قدر فحش انداز بیان ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انسان کوئی انتہائی فحش جنسی ناول یا کوک شاستر پڑھ رہا ہو، یہ سب کچھ ناقابل بیان ہے۔ البتہ "بائبل" کے ایسے مندرجات سے یہ بات ایک بار پھر ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ کلام سارے کا سارا اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ یقیناً اس میں انسانی تحریفوں اور آمیزشوں کو ماننا پڑے گا۔ ہمارا ابھی یہ موضوع نہیں ورنہ خود بائبل سے ہی اس کا تحریف شدہ ہونا ثابت کیا جا سکتا ہے۔ فی الحال مشتے نمونہ از خروارے انبیاء کے متعلق آج کی بائبل کے درج بالا مندرجات ہی اس کے تحریف شدہ کتاب ثابت ہونے کے لئے کافی ہیں۔

حیرانی ہے کہ ایک طرف بائبل میں لکھا گیا ہے

"کیا تم نہیں جانتے کہ بدکار خدا کی بادشاہی کے وارث نہ ہوں گے۔ فریب نہ کھاؤ، نہ حرام کار خدا کی بادشاہی کے وارث ہوں گے نہ بت پرست نہ زنا کار نہ عیاش نہ لونڈے باز نہ چور نہ لالچی نہ شرابی نہ گالیاں بکنے والے نہ ظالم (نمبر 1 کرنتھیوں 9:6 تا 10)

کوئی حرامزادہ خداوند کی جماعت میں داخل نہ ہو (استثناء 2:23)

لیکن دوسری طرف خدا کی جماعت کے جو سب سے بڑے فرستادہ ہیں، انہی پر ایسے الزامات کے چھینٹے اسی بائبل میں اڑائے گئے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر آنکھ بھی حیاء سے پرنم ہو جاتی ہے۔ غرض اس موقع پر ماننا پڑے گا کہ قرآن بائبل کی جن باتوں کی تصدیق کرے، بس وہی ماننی چاہئیں اور باقی کسی کا اعتبار نہیں کرنا چاہئے خصوصاً جو باتیں انبیاء کرام کی عظیم الشان پاکیزہ و مطہر اور بے مثال

سیرت واخلاق اور ان کے پیغام توحید کے منافی ہوں۔

عرض آخر اور مقام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

اس تفصیل سے اب یہ بات ہمیں بخوبی سمجھ آ گئی ہوگی کہ مسلمان ناموس رسالت ﷺ پر اس لئے جان دینے پر تیار ہو جاتے ہیں کہ وہ کسی نبی ﷺ کی معمولی توہین کا بھی تصور نہیں کر سکتے جبکہ عیسائیوں میں یہ جذبہ اس لئے نہیں کیونکہ انہوں نے انبیاء کو اتنا مقام بھی نہیں دیا جتنا کہ آج کے وہ کسی دنیا دار شخص کو دیتے ہیں۔ اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے' کم ہے۔ اور ہمارے نبی محمد مصطفی ﷺ کے کردار میں چونکہ وہ ڈھونڈنے سے بھی کوئی غیر اخلاقی بات سامنے نہیں لا سکے' اس کی وجہ یہ نہیں کہ خدانخواستہ باقی انبیاء میں فی الحقیقت کوئی غیر اخلاقی چیزیں تھیں بلکہ اس لئے کہ ان انبیاء کی لائی ہوئی کتابوں میں نفس پرست یہود ونصاریٰ نے تحریفیں کیں جبکہ اللہ نے اپنے آخری نبی محمد ﷺ کے پیغام وکردار (قرآن وحدیث) کو محفوظ کر دیا اور اس میں کوئی معمولی شبہ بھی ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو امام بخاریؒ' امام مسلم' امام احمد بن حنبلؒ' امام ابن تیمیہؒ اور مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ایسے انبیاء کے وارث اور دین کے چوکیدار علماء محدثین اور غازی علم دین جیسے مجاہدین اسلام ان کی ہر ایسی کوشش کا منہ توڑ جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ عیسائی حضرات جب محمد ﷺ کے کردار پر فی الواقع کوئی اخلاقی الزام لگانے میں کامیاب نہ ہو سکے تو اپنی اس ناکامی سے جھنجھلا کر اب وہ مقابلۂ حسن کی آڑ میں نبی آخر الزماں ﷺ پر فرضی الزامات کا سہارا لینے پر مجبور ہو گئے۔ شاید انبیاء کے مرتبہ ومقام سے نا آشنا یہ مادہ پرست اور ہوا پرست عیسائی نہیں جانتے کہ نبی آخر الزماں محمد مصطفی ﷺ کا تو یہ مقام تھا کہ نبوت سے بھی بہت پہلے جب ابھی وہ بچپن میں تھے' وہ اس زمانے کے لڑکوں کے عام کھیل تماشوں سے بھی دور رہتے تھے یہاں تک کہ اس وقت شہر کے ایک میلے میں جہاں صرف کہانیاں سنائی جاتی تھیں' بکریاں چرانے والے اپنے ہم جولی ساتھیوں کے کہنے پر چل پڑے تو آپ ﷺ کو راستے میں ہی نیند آ گئی۔ ایسا دو بار ہوا اور دونوں بار آپ ﷺ کو راستے میں ہی نیند آ گئی

اور یوں اللہ نے آپ ﷺ کو لہو ولعب کے ہر کام سے محفوظ رکھا۔ پھر آپ کی ذات سے کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ آج کی کسی فاحشہ عورت کو منتخب کرنا تو دور کی بات ہے' ایسی حیا باختہ اور عصمت باختہ عورتوں کے میلے میں ہی شریک ہوں۔

نبی اکرم ﷺ پر سب سے زیادہ اعتراض تعدد ازدواج کے حوالے سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے لگایا جاتا ہے۔ اور یوں آپ ﷺ کو عورتوں کا رسیا ثابت کرنے کی بھونڈی کوشش کی جاتی ہے لیکن اپنے دل میں ٹیڑھ رکھنے والے ان غیر مسلم معترضین کو نہیں معلوم کہ آپ ﷺ نے سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے باقی سب شادیاں تقریباً عمر رسیدہ اور بیوہ ومطلقہ عورتوں سے کیں اور وہ بھی ان کا سہارا بننے اور اللہ کے دین کو زیادہ سے زیادہ قبائل میں پھیلانے کے دعوتی نکتہ نظر سے کی تھیں۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے پہلی شادی بھی ایک چالیس سالہ بیوہ خاتون سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کی جب کہ آپ ﷺ خود پچیس سال کی عمر میں عنفوان شباب پر تھے۔ بیوہ عورتوں سے شادی کرنا تو آج بھی بہت معیوب سمجھا جاتا ہے لیکن آپ ﷺ نے یہ بت اس وقت توڑا جب اس کا کوئی تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ بجائے یہ کہ عورتوں کے اس گھمبیر مسئلے کے حل پر آپ ﷺ کی ذات کو یہ حقوق نسواں کا ڈھنڈورا پیٹنے والے خراج تحسین پیش کرتے' الٹا اس کا منفی پہلو نکالا گیا۔ یہ ہیں وہ کج فطرت لوگ جو بدکاریوں کو تو تحفظ دیتے ہیں لیکن شادیوں کو برا سمجھتے ہیں۔ نبی آخر الزماں ﷺ کو حسن پرست اور عیش پرست باور کرنے والے تاریخ کا وہ مشہور

> **ہارون علیہ السلام کو مشرک ثابت کرنے کے لئے لکھا گیا کہ انہوں نے سونے کا بچھڑا بنوا کر اس کی پوجا کرائی اور شرک جیسے گھناؤنے جرم کے مرتکب ہوئے۔ (خروج 32:1 تا 6)**

واقعہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ جس کی صحت کے بارے میں کم ہی کسی مورخ نے اختلاف کیا ہے' جب آپ ﷺ کی دعوت توحید بڑی تیزی سے لوگوں میں گھر کرنے لگی تو مشرکین مکہ نے تنگ آ کر آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے ذریعے آپ ﷺ کو لالچ دیا کہ اگر آپ ﷺ کو مال وزر چاہئے تو ہم لاکھوں دینار ابھی جمع کر دیتے ہیں' اگر سرداری کی طلب ہے تو آج سارا قریش آپ کو سردار ماننے کے لئے تیار ہے اور اگر عورت کی خواہش ہے تو سارے عرب کی حسین ترین لڑکیاں آپ کے عقد میں لانے کو تیار ہیں لیکن اے ہوا وہوس کے پجاریو! اس وقت آپ نے یہ ساری پیشکشیں حقارت سے ٹھکراتے ہوئے معلوم ہے کیا جواب دیا تھا' جو جواب انہوں نے کل دیا تھا' آج بھی تمہارے منہ پر یہی طمانچے دار جواب ہے۔ آپ ﷺ نے یہ تاریخ ساز الفاظ فرمائے۔

'' اے چچا' اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج رکھ دیا جائے تو اللہ واحد کی قسم جو پیغام محمد ﷺ کے سپرد ہوا ہے' اس کو کبھی ترک نہیں کر سکتا۔''

یوں آپ نے ثابت کر دیا کہ ان کی دعوت نہ تو دولت کے لئے ہے' نہ حسن کیلئے نہ ہی کسی سرداری اور حکومت کیلئے۔ آپ ﷺ نے تو خوشحالی کے دنوں میں بھی پیٹ بھر کر روٹی نہیں کھائی تو پھر آپ عیش پرست کیسے ہوئے۔ ہائے افسوس ایسی عظیم ہستی پر کیچڑ اچھالنے والوں کو کیا معلوم کہ یہ تو وہ پیغمبر عالی شان تھے کہ کبھی عورتوں سے بیعت کے لئے بھی اپنے ہاتھ کو ان سے مس نہیں کرتے تھے بلکہ پردے کے پیچھے سے کپڑے کے ذریعے بیعت لی جاتی۔

آپ ﷺ کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ اگر ازواج مطہرات کے ساتھ نظر آتے اور اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ پہچانی نہ جاتیں تو کسی غلط فہمی سے بچنے کے لئے صحابہ ﷺ کو روک کر بتاتے کہ یہ میری بیویاں ہیں۔ (بخاری)

حالانکہ صحابہ کرام ؓ آپ ﷺ کی ذات اقدس کے بارے میں ادنیٰ سا شائبہ بھی نہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کے شرم وحیا کا یہ عالم تھا کہ کسی کو نظر لگا کر نہ دیکھتے اور کن انکھیوں سے بھی نہ دیکھتے۔

یہ پیغمبر احمد مجتبیٰ ﷺ ہی تھے جنہوں نے انسانوں کو تمام انبیاء کا یکساں احترام کرنا سکھایا اور انہیں بتایا کہ وہ سارے کے سارے اعلیٰ ترین اخلاق وکردار کے مالک تھے۔ کل من الصالحین (الانعام۔ 85) ان سے بتقاضائے بشریت اور نادانستہ معمولی لغزشیں تو ہو سکتی ہیں اور وہ بھی ایسی جو ہمارے ہاں عام طور پر لغزش ہی نہیں سمجھی جاتیں لیکن شرک یا بدکاری ایسے گھناؤنے جرائم سے اللہ نے ان کو محفوظ و مبرا کیا ہوتا ہے۔ پھر محمد ﷺ کی انکساری کا یہ عالم تھا کہ تمام انبیاء کے سردار وامام ہونے کے باوجود اپنے آپ کو دوسرے انبیاء سے افضل وبرتر کہنے سے صحابہ ﷺ کو منع فرماتے تھے۔ (بخاری' مسند احمد)

آپ ﷺ کی یہی وہ ادائیں' تعلیمات اور اعلیٰ اخلاق تھے کہ آپ ﷺ کو نبوت سے پہلے ہی کفار مکہ نے صادق وامین کا خطاب دے دیا تھا۔ صحابہ کرام ؓ کو آپ ﷺ سے اس قدر محبت ہو گئی کہ آپ ﷺ کے وضوء کے پانی کو بھی نیچے نہ گرنے دیتے تھے۔ (بخاری)

آپ ﷺ کے حکم پر اپنے گھر کا سارا مال ومتاع آپ کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیتے تھے اور جب ظلم وکفر کے خلاف جہاد کے لئے جانوں کی ضرورت پڑتی تو یہود ونصاریٰ کی طرح نبی ﷺ کو یہ نہ کہتے کہ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ تم جانو اور تمہارا خدا۔ بلکہ پروانہ وار جانیں نثار کرتے اور شہادت کی آرزو میں تڑپا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی ذات سے محبت اور جانثاری کا یہ جذبہ اس قدر مضبوط ہے کہ آج بھی الحمد للہ اس میں کمی نہیں آئی۔ اور کفار اپنی تمام تر سازشوں اور میڈیا کی حشر سامانیوں کے باوجود نبی ﷺ سے محبت کے اس جذبے کو سر نہیں کر سکے اور نہ کر سکیں گے۔ ان شاء اللہ۔

> **انبیاء کی توہین تو روز اول سے یہود کی فطرت کا حصہ بن چکی ہے اسی وجہ سے وہ مغضوب ترین قوم بنے اور عیسائی بھی آنکھیں بند کئے اسی ڈگر پر گامزن ہیں**

بہر حال اللہ کا شکر ہے کہ نبی آخر الزماں ﷺ کے متعلق کفار کی بدزبانیوں سے نہ صرف ایک بار پھر دین اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقانیت ثابت ہوگئی بلکہ یہود و نصاریٰ کا ہوا پرست، نفس پرست اور رذیل وخبیث اور گھٹیا ذہن ہونا بھی ایک بار پھر دنیا کے سامنے آشکار ہوگیا۔ چاند پر مٹی پھینکنے والوں کا ہمیشہ اپنا ہی منہ خاک آلود ہوتا ہے۔ (کتابیات: قرآن وحدیث، تفسیر ابن کثیر، نجات کا منصوبہ قرآن یا بائبل از ابو عبداللہ اریحائی)

بقیہ درس القرآن

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اس جنت میں اہل جنت اللہ کی حمد وثنا اور تسبیح میں مشغول رہیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اہل جنت کی زبانوں پر تسبیح و تحمید کا الہام سانسوں کے الہام کی طرح ہوگا (یعنی وہ سانسوں کی طرح اللہ کی حمد و تسبیح کریں گے۔) (صحیح مسلم۔ کتاب الجنۃ و نعیمھا۔ باب فی صفات الجنۃ واھلھا)

اور اہل جنت ایک دوسرے کو سلام کریں گے اور فرشتے بھی ان کو سلام کریں گے جیسا کہ دوسرے مقامات پر بھی اس کا بیان ہے جیسے ۲۵۔۲۶ الواقعہ = ۲۳ الرعد)

اور اہل جنت کی آخری بات یہ ہوگی کہ تمام تعریفوں کا مستحق اور تمام نعمتیں دینے والا وہ ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے کیونکہ ہر وقت ہر قسم کی حمد وثناء اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ چاہے مخلوق کی ابتدا ہو۔ دیکھئے سورۃ الانعام کی ابتدا اور سورہ فاطر کی ابتداء، چاہے کتاب کی ابتداء ہو دیکھئے سورۃ الفاتحہ کی ابتدا چاہے کتاب کے نزول کی ابتداء ہو دیکھئے سورۃ الکھف کی ابتداء۔ اسی طرح مخلوق کی انتہاء اور پیدا ہونے کے بعد اہل جنت کے جنت میں جانے کے وقت آخر میں بھی اس کی حمد وثناء ہے دیکھئے زیر بحث آیت اور الزمر ۷۴۔۷۵

فوائد

۱۔ دنیا کی رنگ وبو اور زیب وزینت اور اس کی محبت میں کھو کر آخرت کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔

۲۔ قرآنی اور کونی دلائل میں غور وفکر کرنی چاہئے کیونکہ ان میں غور وفکر ہدایت کی راہ اور گمراہی سے نجات ہے۔

۳۔ ایمان اور عمل صالح جنت کی چابی اور اس میں پہنچانے والے ہیں۔

۴۔ جنت کی نعمتیں جسمانی وروحانی ہیں جن کا خلاصہ یہ تین کلمات ہیں۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ

وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

بقیہ دعوت کے میدان

ہم درود کے منکر نہیں

رمضان المبارک کے آغاز میں جماعۃ الدعوۃ چکوال کے کارکنان نے تحصیل چوآ سیدن شاہ کے ایک گاؤں وہالی زیر میں رابطہ کر کے وہاں درس قرآن کا پروگرام رکھا چنانچہ نماز فجر کا درس دینے کے لئے ساتھی خالد سیف الاسلام بھائی کی معیت میں وہالی زیر کی مسجد میں پہنچے۔ نماز فجر کے بعد جب خالد سیف الاسلام درس دینے کے لئے آگے بڑھے تو وہاں کے مولوی صاحب نے کہا کہ ہم پہلے درود وسلام کی محفل سجائیں گے۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے نمازیوں کو ساتھ ملا کر بلند آواز سے ایک قسم کا درود وسلام پڑھا جب وہ فارغ ہوئے تو مولوی صاحب نے کہا کہ آپ ہماری ہاں میں ہاں ملانے کے لئے ہماری محفل میں شریک نہیں ہوئے۔ آپ تو گستاخ وہابی ہیں اور درود کے منکر ہیں۔ مولوی صاحب نے پراپیگنڈہ کر کے نمازیوں کو اس قدر برانگیختہ کر دیا کہ قریب تھا کہ وہ ان داعیان پہ چل پڑتے تو خالد سیف الاسلام بھائی نے کہا کہ ہم درود کے منکر کو لعنتی اور خنزیر سے بدتر سمجھتے ہیں۔

دیکھیں یہ مجاہد اتنی دور سے آپ کو دعوت دینے کے لئے آئے ہیں۔ آپ ان کی بات تو سن لیں وہ لوگ جو چند لمحے پہلے بھپرے ہوئے تھے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ چلو ان کی بات تو سن لو۔ تو خالد سیف الاسلام بھائی نے حمد وثنا اور درود وسلام کے بعد اپنی گفتگو کا آغاز کیا انہوں نے کہا کہ انگریز جو یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ جذبۂ جہاد سے سرشار مسلمانوں کو میدان قتال میں زیر کرنا ممکن نہیں تو اس نے جہاد کی اس تڑپ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے غداران اسلام کے ذریعے فرقہ پرستی کو ہوا دی۔ جس سے دلوں میں دوریاں پیدا ہوئیں اور جہاد کا یہ کاروان ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ فرنگیوں نے جہاد اور مجاہدین کو بدنام کرنے اور مسلم امہ کے دلوں سے ان کی حمایت اور محبت کو ختم کرنے کے لئے مرزا قادیانی جیسے لوگوں کی خدمات حاصل کیں اور کتاب وسنت پہ کٹ مرنے والوں کو کہیں وہابی اور کہیں اور نام کی گالیاں دے کر بدنام کیا۔ آج بھی یہی صورتحال ہے کہ محمد ﷺ کے پروانے کفر کے ہاتھ توڑنے کے لئے آپ ﷺ کی عظمت و رفعت پہ کٹ مرنے کے لئے میدان قتال میں اتر کر دشمن کو ناکوں چنے چبوا رہے ہیں۔ وہ دنیا کے جدید ترین اسلحہ سے لیس ہونے کے باوجود مجاہدین کے مقابلے میں آنے سے کتراتے ہیں کیونکہ مجاہد تو شہادت کی تلاش میں اللہ کے باغیوں سے ٹکراتا ہے جبکہ کافر زندگی کی پیار کر کے اس کے مدمقابل آنے سے بھاگتا ہے۔ اس لئے اس نے آج بھی مجاہدین کو کبھی بنیاد پرست کبھی دہشت گرد جیسے نام دے کر پروپیگنڈا کر رکھا ہے۔ جس کا شکار ہمارے سادہ لوح مسلمان ہو چکے ہیں۔ خالد سیف الاسلام کے اس ولولہ انگیز خطاب سے فضا یکسر بدل گئی اور لوگ جو کچھ دیر پہلے طعن وتشنیع کے تیر برسا کر انہیں مارنے کے لئے اٹھے تھے اب زاروقطار رو رہے تھے اور زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ ہمیں تو ہمارے علماء نے کبھی نبی رحمت ﷺ کی جہادی زندگی اور امت مسلمہ میں جہادی تڑپ پیدا کرنے کے لئے کبھی ایسی باتیں نہیں بتائیں جو آج مجاہدین سے پتہ چلیں ہیں۔ انہوں نے اپنے عمل گذشتہ پہ معذرت کی اور مجاہدین کو آئندہ بھی آنے کی دعوت دی۔

ڈاکوؤں نے معافی مانگ کر لوٹی ہوئی دولت واپس کردی

چندروز قبل جماعۃ الدعوۃ کے کارکن عمردراز بھائی چھانگا مانگا کے قریب دیہات میں دعوتی رابطے کے بعد سائیکل پہ واپس گھر آرہے تھے۔ جب وہ چھانگا مانگا کے جنگل سے گزرے تو اس وقت شام کا اندھیرا چھا چکا تھا۔ وہ سائیکل پہ اپنے خیالات میں مگن جا رہے تھے کہ اچانک دو مسلح نقاب پوش درختوں کی اوٹ سے نکل کر سامنے آگئے اور انہیں اسلحہ کے زور پہ روک کر ایک طرف لے جا کر ان کی تلاشی لینا شروع کردی۔ دوران تلاشی ان کی جیب سے آٹھ سو روپے نکلے۔ ڈاکوؤں نے اس بھائی سے مزید رقم کا مطالبہ کر کے زدوکوب کرنا شروع کیا تو عمردراز بھائی نے کہا یہ نہ سمجھنا کہ تم دونوں مسلح ہونے کی وجہ سے مجھ پہ بھاری ہو گے۔ اگر ایسی کوئی بات دل میں ہے تو نکال دو میں بھی مجاہد ہوں اور میرا تعلق جماعۃ الدعوۃ سے ہے۔ یہ سن کر ان دونوں ڈاکوؤں نے انہیں چھوڑ دیا۔ یہ بھائی وہاں سے اپنی منزل کی طرف چلنے لگے تو انہوں نے بلا کر عمردراز بھائی سے معافی مانگی اور ان سے چھینی ہوئی جہاد فنڈ کی رقم بھی واپس کردی۔

تعمیر مسجد میں حصہ ڈالیں

اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کا بہترین موقعہ

تحصیل علی پور چٹھہ کے نواحی گاؤں پنڈوری کلاں کے جماعتی احباب نے اجتماعی کوششوں سے مسجد کے لئے ایک پلاٹ خریدا ہے جس کی قیمت ادا کردی گئی ہے۔ اب مسجد کی تعمیر کے لئے تعاون درکار ہے۔ مخیر حضرات سے تعاون کی اپیل ہے۔

منی آرڈر ورقوم مندرجہ ذیل ایڈریس پر بھیجی جاسکتی ہیں۔

محمد الطاف مرزا 0431-786432

پنڈوری کلاں تحصیل وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ

بقیہ یاجوج ماجوج

کی ہیں جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا خروج سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور دجال اکبر کے خاتمے کے بعد ہوگا۔

علامہ آلوسیؒ تاتار کو یاجوج ماجوج قرار دینے والوں پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

"ویعلم مماتقدم ومماسیاتی ان شاء اللہ تعالیٰ بطلان مایزعمہ بعض الناس من انھم التاتار الذین اکثروا الفسادفی البلاد"(روح المعانی ۱۶/۴۴)

گذشتہ اور آئندہ کے بیانات و دلائل سے ان لوگوں کی تردید ہوجاتی ہے جنہوں نے ان تاتاریوں کو یاجوج ماجوج سمجھ لیا ہے۔ جنہوں نے ملکوں میں فساد برپا کیا اور نیک و بد کو قتل کیا اگرچہ ان کی شکل وصورت یاجوج ماجوج سے ملتی جلتی ہے مگر انہیں یاجوج ماجوج قرار دینا انتہائی گمراہی ہے۔

ساتویں تعبیر:

شمال مشرقی ایشیا کے وحشی قبائلی ہی یاجوج ماجوج ہیں گو اس وقت ان میں یاجوج ماجوج کی علامات صادق نہ آتی ہوں مگر بوقت خروج ان میں وہ تمام علامات وصفات پیدا ہوجائیں گی جن کا ذکر احادیث میں کیا گیا ہے اور ان کی دیوار کے گرنے کا کوئی متعین وقت نہیں "جاء وعدہ ربی" سے کوئی بھی وقت مراد ہوسکتا ہے لیکن ان کا خروج نزول مسیح علیہ السلام کے بعد اور قیامت کے انتہائی قریب ہوگا۔ یہ تفسیر بھی درج ذیل وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

(i) قرآن وحدیث میں کہیں ایسی تخصیص موجود نہیں کہ یاجوج ماجوج میں فتنہ پردازی کی صفات قیامت کے قریب پیدا ہوں گی پہلے نہیں بلکہ جہاں بھی یاجوج ماجوج کا ذکر آیا وہاں علی الاطلاق ان کے ظلم وفساد اور دیگر علامات وغیرہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ وفساد ان کی سرشت میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ کسی وقت بھی وہ ان کی طبیعت سے محو نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہ ابھی تو ان میں ایسی ظالمانہ اور وحشیانہ صفات پیدا نہیں ہوئیں اور قیامت کے قریب پیدا ہوں گی اس تخصیص کی بہرحال مضبوط دلیل چاہیے۔

(ii) صحیح احادیث میں یاجوج ماجوج کی یہ مشغولیت بیان کی گئی ہے کہ "یحفرون السد کل یوم" وہ روزانہ اس دیوار کو کھودتے ہیں۔ (تاکہ اسے گرا کر لوگوں پر یورش کردیں) اور جب وہ دیوار کمزور ہوجاتی ہے تو وہ اسے اگلے دن کے لئے چھوڑ جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ دوسرے دن ان کے آنے سے پہلے اس دیوار کو پھر اسی طرح موٹا اور مضبوط کردیتے ہیں اور یہ معاملہ بلاناغہ ان کے ساتھ جاری ہے اور قیامت کے قریب جب ان کے خروج کا وقت آجائے گا تو اللہ تعالیٰ اس دیوار کو دوبارہ مضبوط نہیں کریں گے اور وہ اسے توڑ کر خروج کر دیں گے جبکہ مذکورہ وحشی قبائلی اور شمالی مشرقی ایشیائی قوموں میں سے کوئی قوم بھی ایسی دیوار رکھتی ہے نہ اس کی کھدائی میں مصروف رہتی ہے۔ لہٰذا انہیں یاجوج ماجوج کہنا غلط ہے۔

(iii) یاجوج ماجوج کا خروج جس طرح قیامت کے انتہائی قریب ہوگا اور یہ قیامت کے انتہائی قریب ہوگا اور یہ قیامت کی علامات کبریٰ میں سے ایک بڑی علامت ہے اسی طرح ان کی دیوار بھی اسی وقت ٹوٹے گی۔ اس کی وضاحت (تفسیر ابن کثیر **171/3**' تفسیر کبیر **173/21**' روح المعانی **42/16**' تفسیر خازن **191/4** وغیرہ میں ملاحظہ میں کی جاسکتی ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ یاجوج ماجوج کا خروج اور سد ذوالقرنین کا گرنا دونوں لازم وملزوم ہیں۔ لہٰذا اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ دیوار ٹوٹ چکی ہے تو پھر محالہ یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ یاجوج ماجوج کا خروج بھی ہوچکا ہے۔ حالانکہ یہ قطعی غلط تعبیر ہے۔ اسی طرح یہ بھی غلط فہمی ہے کہ دیوار کا گرنا تو تسلیم کرلیا جائے مگر خروج کو علامت قیامت قرار دیا جائے بلکہ صحیح تعبیر یہی ہے کہ وہ دیوار اب بھی باقی ہے اور یاجوج ماجوج اس کی کھدائی کرتے رہتے ہیں گو اس کی حقیقت و کیفیت کا ہم احاطہ نہیں کرسکتے اور قیامت کے قریب یاجوج ماجوج اسے توڑ کر خروج کریں گے.........(جاری ہے)

بقیہ غازی

تھا۔ یہ لوگ کبھی ٹارچ جلاتے اور کبھی بجھاتے۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی طرح کرتے رہے اور پھر انہوں نے گاؤں کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ انہیں جاتا دیکھ کر ہمارے کمانڈر ابواسامہ بھاگ کر پل پار پہنچ گئے وہ جیسے ہی ادھر پہنچے تو دوسرے ساتھیوں میں سے وردی والوں نے آگے آگے لائن بنا کر چلنا شروع کردیا تو سول کپڑوں والے ساتھی ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ وردی والے ساتھیوں نے ٹارچ جلا کر لائٹ اپنی وردی پر ڈالنا شروع کردی تاکہ شیوسینا والے یہی سمجھیں کہ یہ ہماری سینا کے لوگ ہیں۔ جب اچانک اتنی ساری ٹارچز روشن ہوئیں تو پھر وہ گھبرا گئے اور انہوں نے تیز تیز قدموں سے گاؤں کی طرف چلنا شروع کردیا۔ اسامہ بھائی جو پل کراس کرچکے تھے اور انڈین آرمی کے کیپٹن کی وردی پہن رکھی تھی' گرجدار آواز میں بولے' اوئے سالو بھاگو نہیں...... اوئے سالو بھاگو نہیں تمہارے گاؤں کا کریک ڈاؤن ہوچکا ہے۔ یہ سن کر وہ رک گئے۔ انہوں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ سمجھے آرمی والے آگئے ہیں۔ آرمی کو دیکھ کر ان کا خوف دور ہوگیا۔ ابواسامہ بھائی نے اونچی آواز میں کہا ہمیں خبر ملی ہے کہ مسلمانوں کے گھروں میں ملی ٹینٹ چھپے ہوئے ہیں جو ہمارے کیمپ پہ حملہ کرنے والے ہیں۔ اب شیوسینا والوں کو یقین ہوگیا کہ آرمی آگئی ہے۔ ان کا بڑا فوراً آگے بڑھا اور ابواسامہ بھائی کے پاؤں پڑ گیا اور ہاتھ باندھ کر کہنے لگا مہاراج یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ ملی ٹینٹ ہمارے گاؤں میں آئیں اور ہمیں خبر ہی نہ ہو۔ ابواسامہ نے کہا بکواس بند کرو۔ نمک حرامو تم کھاتے ہندوستان کا ہو اور پہرہ مجاہدوں کا دیتے ہو۔ وہ گڑگڑا کر اپنی صفائیاں پیش کرنے لگا۔ ابواسامہ بھائی نے کہا بتاؤ اس وقت گاؤں میں کتنے دھرم بھائی ہیں۔ انہوں نے کہا صرف پانچ ہیں۔ باقی کہاں ہیں؟ مہاراج وہ مکی کی فصل کی رکھوالی کے لئے اپنے کھیتوں میں ہیں کیونکہ ریچھ پکی فصل کو خراب کردیتے ہیں۔ باوردی مجاہدین نے انہیں گھیر لیا جبکہ باقی ساتھیوں نے ان پر ٹارچوں سے روشنی ڈالنا شروع کردی۔ ابواسامہ بھائی نے انہیں نیا حکم یہ دیا کہ چلو سینا کا ایک ایک بندہ ساتھ لو اور دھرم بھائیوں کو اٹھا کر لے آؤ تاکہ اکٹھے ہوکر مسلمانوں کے گھروں کی سرچنگ کریں۔ پہلے ملی ٹینٹوں کو نکالتے ہیں اور اس کے بعد تم سے نمٹیں گے کہ تم ان کا پہرہ کیوں دے رہے تھے۔ ان کا بڑا جواب خوف سے تھرتھر کانپنے لگا تھا پھر کہنے لگا مہاراج ایسا نہیں ہوسکتا۔ ابواسامہ نے کہا میں کہتا ہوں بکواس بند کرو اور فوراً ان کے ساتھ جا کر لوگوں کو اٹھا لاؤ۔ تھوڑی دیر میں ان کے پانچ بندے لے کر اس جگہ آگئے جہاں کا ابواسامہ نے کہا تھا۔ گنیں ہم نے ان سے اسی وقت لے لیں تھیں۔ جب انہیں دوسرے ہندوؤں کو جمع کرنے کے لئے بھیجا تھا' یہ گنیں پیچھے رہنے والے بھائیوں تک پہنچادی گئیں۔ ابھی ان سے پوچھ گچھ شروع بھی نہ ہوئی تھی کہ ایک سول کپڑوں والا بھائی غلطی سے آگیا۔ شیوسینا والوں کو شک پڑ گیا کہ آرمی جب گشت پہ نکلتی ہے تو سول لباس نہیں پہنتی مگر یہ کیا معاملہ ہے۔ ان میں سے ایک بولا سر ہماری گنیں کوئی لے جائے گا تو ابواسامہ بھائی نے زور سے گن کا بٹ اس کے سر پہ دے مارا اور کہا سینا کے دلیروں کے ہوتے ہوئے کون تمہاری گنیں لے جائے گا؟ اس کے بعد ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ مزید ایکسپوز ہونے سے ہمارا کھیل بگڑ نہ جائے ہم نے تمام کو برسٹ مار کر ادھر ہی ختم کردیا اور ان کی گنیں مال غنیمت میں لے کر وہاں سے نکل آئے۔ ہماری اس کارروائی سے پھر شیوسینا والوں کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ کسی مسلمان کو تنگ کریں۔

ضرورت برائے ایمبولینس

غریب' پریشان اور ضرورت مند مریضوں سے تعاون کرنے کے لئے حیدر آباد شہر میں ایمبولینس سروس شروع کرنے کا بندوبست کیا جارہا ہے۔ ان شاء اللہ۔ کچھ ساتھیوں نے ایمبولینس کی خریداری میں تعاون کا یقین دلایا ہے۔ باقی اہل خیر افراد سے تعاون کی اپیل ہے۔ جلد تعاون فرما کر اس کام کو شروع کرنے میں مدد گار بنیں۔ جزاکم اللہ خیراً

جماعۃ الدعوۃ حیدر آباد زون 0320-4167542

ابوسعد احسان الحق شہباز

بیت اللہ کا حج اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ تین ارکان تو ہر شخص پر فرض ہیں توحید ورسالت کی شہادت' ادائیگی نماز اور رمضان کے روزے اور دو ارکان صاحب استطاعت پر فرض ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ اور حج کرنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے جو صاحب استطاعت حج نہیں کرتا اس کے اسلام کی بنیاد ہی ابھی درست نہیں۔

شرط فرضیت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

''ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ومن كفرفان الله غنى عن العلمين''(آل عمران ۹۷)

''لوگوں کے ذمہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی اہمیت والا حق ہے کہ جو بیت اللہ تک سفر کی استطاعت رکھتے ہیں وہ حج کریں اور جو انکار کریں گے تو اللہ تعالیٰ جہان والوں سے بے پرواہ ہیں۔''(اسے بھی ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں)

استطاعت:

بعض روایات میں استطاعت کی تفسیر زادراہ اور سواری کے ساتھ مذکور ہے۔ لیکن ایسی تمام روایات معتبر نہیں۔ فتح الباری میں ابن المنذر کے حوالہ سے ہے کہ'' والآيه الكريمه عامة ليست مجملة فلا تفتقرالى بيان وكانه كلف كل مستطيع قدر بمال اوببدن'' یہ آیت کریمہ عام ہے مجمل نہیں نہ ہی بیان ووضاحت کی محتاج ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب استطاعت کو حج کا مکلف (پابند) بنایا ہے۔ خواہ وہ مال کے ساتھ قدرت رکھتا ہو یا جسمانی طور پر قدرت رکھتا ہو۔

حج:

حج کا لغوی معنیٰ قصد کرنا ہوتا ہے اور خلیل صاحب کہتے ہیں کہ ''كثرة القصدالى معظم'' کسی عظمت والے کام کا بہت اہتمام کرنے کو حج کہتے ہیں۔

عمرہ:

عمرہ کا معنی آباد کرنا' زیارت کرنا ہوتا ہے۔ حج چونکہ ایک بار ہی فرض ہے البتہ عمرہ کے ساتھ بیت اللہ کی رونق کو مسلسل سارا سال برقرار رکھا جاسکتا ہے۔ اس لئے اس فریضہ کو عمرہ کا نام دیا گیا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''العمرة الى العمرة كفارة لمابينهما''ایک عمرہ دوسرے عمرے تک کے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا ثواب تو صرف جنت ہے۔ (بخاری ومسلم)

وقت فرضیت:

یہ دین ابراہیم علیہ السلام میں موجود تھا اور عرب جو دین ابراہیم کے دعویدار تھے اپنی طرف سے کچھ کمی بیشی کے ساتھ اسے ادا کرتے آئے تھے۔ تا آنکہ جمہور کے قول کے مطابق چھ ہجری کو اسلام میں اسے فرض قرار دے دیا گیا۔

i-فضیلت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا ''اى الاعمال افضل؟'' کون سا عمل افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا۔ کہا گیا ثم ماذا؟ پھر کون سا؟ فرمایا'' جہاد فی سبیل اللہ'' اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ پوچھا گیا پھر کون سا؟ فرمایا'' حج مبرور'' وہ حج جو اللہ کے ہاں مقبول ہو۔ (صحیح بخاری)

ii- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے حج کیا اور بیوی سے بھی کوئی جائز حرکت نہ کی اور نہ فسق کیا (دائرہ اطاعت سے باہر نہ نکلا)''رجع كيوم ولدته امه'' وہ ایسے واپس آیا جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ یعنی گناہوں سے بالکل پاک صاف فطرت اسلام پر۔ (بخاری ومسلم)

iii-غربت و فقر اور گناہ مٹانے کا نبوی نسخہ:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''تابعوا بين الحج والعمرة'' یکے بعد دیگرے حج اور عمرے کیا کرو' فانها ينفيان الفقر والذنوب كماينفى الكير خبث الحديد اوالذهب والفضة'' اس لئے کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے' سونے اور چاندی کی ملاوٹ اور میل کچیل کو دور کردیتی ہے اور وہ حج جو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں اس کا جنت سے کم کوئی بدلہ نہیں۔ (نسائی' ترمذی)

iv-اللہ کے مہمان:

ابن خزیمہ اور بن حبان میں ہے کہ'' وفدلله ثلاثة' الحاج والمعتمر والغازى'' تین قسم کے لوگ اللہ کے مہمان ہیں۔ حاجی' عمرہ کرنے والا اور مجاہد

vi-حج کے لئے خرچ کرنا:

سیدنا بریدۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''النفقة فى الحج لنفقة فى سبيل الله الدرهم بسبع مائة ضعف'' حج پر خرچ کرنا جہاد میں خرچ کرنے کی طرح ہے یعنی ایک درہم کا بدلہ سات سو درہم ملے گا۔ (احمد' طبرانی' بیہقی' ابن ابی شیبۃ' بسند حسن)

مندرجہ بالا احادیث میں حج کرنے والے کو اللہ کا مہمان اور حج کو گناہوں کو مٹا دینے والا قرار دیا گیا۔ خصوصاً غربت وفقر مٹانے والا قرار دے کر امت کو ترغیب دلائی گئی کہ وہ حج کے معاملہ میں سستی

نہ کریں ذہنی طور پر اس کے لئے تیار رہیں اور باقی تمام مقاصد پر اسے مقدم رکھیں۔

حج پہلے یا بیٹیوں کی شادی پہلے:

آج کل ہمارے ہاں لوگوں نے اپنے آپ کو رسم و رواج میں اس قدر باندھ رکھا ہے کہ فرائض و نوافل کے تارک بن چکے ہیں۔ زکوٰۃ و صدقات غرباء مساکین اور جہاد و مجاہدین کے ساتھ تعاون' رشتہ داروں سے حسن سلوک اور حج و عمرہ جیسے امور' محض ہندوانہ رسوم و رواج پورے کرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں اور ان مصنوعی مجبوریوں پر لاکھوں روپے ضائع کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ حج اور زکوٰۃ و صدقات کا تو اللہ نے حکم دیا ہے۔ رسم و رواج کا اللہ نے تو حکم نہیں دیا بلکہ اللہ نے تو کفار کی مشابہت سے منع فرمایا ہے اور حدیث میں اس شادی کو برکت والا قرار دیا گیا۔ جس پر اخراجات کم ہوں۔ شادیاں سادگی سے اسلام کے مطابق کریں اور خرچ اللہ کے حکم کے مطابق کریں۔ اللہ مدد کریں گے۔ ان شاء اللہ اور یہ مسئلہ نہ کھڑا کریں کہ جی حج کریں یا بیٹی کو گھر سے رخصت کریں۔ دونوں کام اسلام کے مطابق کریں۔

حج کے دن:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الحج اشھر معلومات" حج کے مہینے متعین ہیں اور وہ ہیں شوال ذوالقعدۃ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں۔ انہیں مواقیت زمانیہ بھی کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں حج نہیں کیا جاسکتا۔

حج کی اقسام:

حج و عمرہ کی ادائیگی کی تین صورتیں ہیں' حج افراد' حج قران' حج تمتع۔

افراد: صرف حج کرنا اور عمرہ نہ کرنا

قران: حج اور عمرہ دونوں کا ارادہ کرنا اکٹھا تلبیہ پڑھنا اکٹھا احرام باندھنا اور اکٹھے ہی فارغ ہونا۔

تمتع: حج کے دنوں میں پہلے عمرے کا احرام باندھنا عمرہ کے بعد پھر حج کا ارادہ کرلینا اور حج کا احرام باندھنا۔ اس طرح دونوں فراغتوں کے درمیان احرام کھول لینے کی وجہ سے آدمی احرام کی پابندیوں سے فارغ ہو کر کئی فوائد اٹھا لیتا ہے۔ اس لئے اس طریقہ ادائیگی کو تمتع کہا جاتا ہے۔

نوٹ: نبی اکرم ﷺ نے حج قران کیا تھا۔ درمیان میں آپ نے احرام نہیں کھولا تھا۔

نوٹ: نبی اکرم ﷺ نے حج تمتع کی خواہش فرمائی تھی۔ اس میں لوگوں کو آسانی بھی مل جاتی ہے اور قربانی ساتھ لے کر آنے کی دقت بھی نہیں ہوتی۔

نوٹ نمبر۲: حج تمتع اور قران کی سہولت دور دراز کے لوگوں کے لئے ہے۔ اہل حرم کے لئے نہیں وہ صرف حج افراد ہی کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ذلک لمن لم یکن اھلہ حاضری المسجد الحرام" (بقرہ) یہ سہولت صرف ان کے لئے ہے جو مسجد حرام کے رہنے والے نہیں ہیں۔

اہل حرم کون؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ان سے مراد حرم مکہ کے رہائشی ہیں جو لوگ حدود حرم میں آباد ہیں ان کے لئے یہ سہولت نہیں۔ وہ تو گھر والے ہیں جب چاہیں عمرہ کرلیں۔

حدود حرم:

حدود حرم کی پانچ اطراف سے نشاندہی کی گئی ہے۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ

شمال کی طرف سے حرم کی حد تنعیم کا مقام ہے اور یہ مکہ سے چھ کلومیٹر دور ہے' جنوب کی طرف سے اضاۃ' یہ مکہ سے بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے' مشرق کی طرف سے جعرانہ یہ مکہ سے سولہ کلومیٹر دور ہے' شمال مشرق سے وادی نخلہ یہ چودہ کلومیٹر پر ہے' مغرب سے شمیسی (حدیبیہ) یہ مکہ سے پندرہ کلومیٹر دور ہے۔ (فقہ السنہ)

نوٹ نمبر۳: جو لوگ حج تمتع یا قران سے فائدہ اٹھائیں ان پر ایک قربانی لازم ہے اگر قربانی کی استطاعت نہیں تو دس روزے' تین ایام حج میں اور سات وطن واپس آنے کے بعد رکھنا ہوں گے۔

احرام:

حج و عمرہ کی ادائیگی کا سب سے پہلا رکن احرام باندھنا ہے۔ یہ درحقیقت اس نیت کا اظہار ہے کہ اب یہ بندہ تمام دنیوی معاملات سے الگ ہو کر اپنے رب کے گھر جا رہا ہے۔ ورنہ اصل نیت تو دل کا کام ہے۔

میقات احرام:

نبی اکرم نے اطراف عالم سے آنے والوں کے لئے مکہ کے اردگرد کچھ مقامات متعین فرما دیئے ہیں کہ جہاں آ کر حجاج و معتمرین احرام باندھیں اور حج کی نیت سے آنے والوں کے لئے بغیر احرام کے ان سے تجاوز کرنا جائز نہیں وہ مقامات درج ذیل ہیں۔

i- مدینہ اور اس کی جانب سے آنے والوں کے لئے ذوالحلیفہ مقام متعین کیا گیا ہے یہ مکہ کے شمال میں تقریباً چار سو پندرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اسے آبار علی بھی کہتے ہیں

ii- شام کی طرف سے آنے والوں کے لئے جحفہ یہ مکہ کے شمال مغرب میں ایک سو ستاسی ۱۸۷ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اکثر اہل مصر و شام یہیں سے احرام باندھتے ہیں۔ اب چونکہ شام کی طرف سے آنے والے بھی مدینہ منورہ کے رستے آتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ذوالحلیفہ سے احرام باندھ لیتے ہیں۔

iii- اہل نجد کے لئے قرن منازل یہ مکہ کے مشرقی جانب عرفات کی طرف آنے والا پہاڑی سلسلہ ہے جو مکہ سے چورانے کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

iv- اہل یمن کے لئے یلملم یہ مکہ کے جنوب میں ایک جزیرہ نما ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے جو حجاج و معتمرین بحری رستے سے جاتے ہیں تو یہیں سے احرام باندھتے ہیں۔

v- اہل عراق کے لئے ذات عرق یہ مکہ کے شمال مشرق میں ایک مقام ہے جو چوئن کلومیٹر پر ہے۔

ان مقامات کے باہر سے آنے والے انہی مقامات سے احرام باندھیں۔ یہ حد بندی اللہ کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے اور جو لوگ ان حدود کے اندر رہتے ہیں وہ اپنے اپنے گھروں سے ہی احرام باندھیں حتیٰ کہ مکہ والے اپنے گھروں سے باندھیں انہیں باہر ان حدود پر آنے کی ضرورت نہیں۔

خوشبو لگانا:

احرام سے پہلے غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ بے شک اس کی خوشبو وغیرہ بعد میں بھی محسوس ہو۔ (بخاری و مسلم)

احرام کی چادریں باندھنا:

مرد دو چادریں لے کر ایک نیچے باندھ لیں اور ٹخنوں سے اوپر رکھنا ہے۔ دوسری اوپر اوڑھ لیں اور سر ننگا رکھنا ہے۔ البتہ عورت باپردہ سادہ کپڑے پہنے جو ان کی مرضی ہو۔ لیکن نقاب نہ لٹکائے نہ دستانے پہنے۔

اونچی آواز سے تلبیہ پڑھنا:

احرام باندھ لینے کے بعد تلبیہ پڑھنا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں "لبیک اللھم لبیک' لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک" (میں حاضر ہوں' اے اللہ تیری اطاعت میں ہر وقت کمربستہ ہوں' تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں' بے شک تیری زبردست قوتوں طاقتوں کی بنیاد پر تیری ہی تعریف ہے اور یہ نعمتیں بھی تیری ہی عطا کردہ ہیں۔ زمین پر بادشاہی بھی تیری ہی ہے' تیرا کوئی شریک نہیں)

سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرے پاس جبریل آئے اور کہا اپنے صحابہ کو حکم دو۔ اونچی آواز سے تلبیہ پڑھیں یہ شعائر حج سے ہے۔ (احمد' ابن ماجہ' ابن خزیمہ' حاکم)

نوٹ: عورتیں آہستہ آواز میں پڑھیں۔ (مؤطا امام مالک)

حالت احرام میں جائز کام:

غسل کیا جاسکتا ہے۔ گرد و غبار سے بچنے کے لئے چادر کا سہارا لیا جاسکتا ہے' علاج معالجہ جائز ہے' آئینہ دیکھا جاسکتا ہے' پھول کی خوشبو سونگھی جاسکتی ہے۔ (بخاری) اپنی نقدی یا قیمتی چیز کی حفاظت کے لئے تھیلی وغیرہ کمر پر باندھی جاسکتی ہے' دھوپ و گرمی سے بچنے کے لئے سایہ کا اہتمام چھتری وغیرہ جائز ہے۔ (مسلم واحمد) ادب سکھلانے کے لئے ملازم کو ڈانٹ ڈپٹ ہوسکتی ہے' کوا' چیل' بچھو' چوہیا' کاٹنے والا کتا اور سانپ' انہیں مارا جاسکتا ہے بلکہ

انہیں حرم میں بھی مارا جائے۔ (بخاری ومسلم) لباس واحرام کی چادریں تبدیل کی جاسکتی ہیں۔ سمندری شکار کرنا اور کھانا جائز ہے۔

حالت احرام میں پابندیاں:

شہوانی حرکات سے اپنے آپ کو بالکل پاک رکھے اسے رفث کہا جاتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے باہر نہ جائے اسے فسوق قرار دیا گیا اس سے محتاط رہے اپنے ساتھیوں سے لڑائی جھگڑا اور الجھاؤ نہ کرے، جائز معاملات میں نرمی سے ان کی اصلاح کرے نیکی والی بات سمجھائے مگر فضول الجھاؤ سے بچے۔ اسے جدال کہا گیا ہے۔

نوٹ: بعض لوگ حج کے دنوں میں وہاں قبروں پر منتیں مانتے اور ایسے ایسے کام کرتے پھرتے ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ صریحاً شرکیہ امور ہیں۔ ایسے لوگوں کو سنجیدگی سے سوچنا چاہئے۔ قرآن وحدیث سے دین سیکھ کر ان کی حدود میں رہنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ بیت اللہ میں جاکر اپنی بخشش کا سامان کرنا چاہئے۔

سر پر ٹوپی وغیرہ نہیں رکھ سکتے، قمیض، شلوار، ورس اور زعفران سے رنگے ہوئے کپڑے، موزے نہیں پہن سکتے۔ ہاں اگر جوتے نہ ہوں تو موزوں کو ٹخنوں سے نیچے تک کاٹ کر پہنا جاسکتا ہے، اپنا یا کسی دوسرے کا نکاح ومنگنی نہیں کرسکتا۔ (مسلم) ناخن کاٹنا، بال اتارنا، کپڑوں یا جسم پر خوشبو لگانا جائز نہیں، بری اور فضائی شکار کرنا اور خصوصی طور پر شکار کئے گئے جانور کا گوشت کھانا بھی درست نہیں۔

مجبوری:

اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کوئی ممنوع کام کرنا پڑے مثلاً بال کاٹنا پڑیں یا سلا ہوا کپڑا یا لباس پہننا پڑے تو وہ جائز ہے۔ تاہم فدیہ ادا کرنا پڑے گا۔ تین روزے یا بکری ذبح کرنا یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا (بخاری ومسلم، ابوداؤد وغیرہ) البتہ بھول کر کوئی عمل ہوجائے تو اتنی سی مقدار معاف ہے۔

حجراسود کو کیسے بوسہ دیں؟

حجر اسود جنت کا پتھر ہے۔ قیامت والے دن اس کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے جو صدق دل سے اسے بوسہ دے گا یہ اس کے حق میں گواہی دے گا۔ (فتح الباری، ۳/۵۹۰)

اگر گنجائش ہو تو بوسہ دے۔ ورنہ رش نہ کرے نہ زور آور ہونے کی وجہ سے کمزوروں کو تکلیف پہنچائے۔ امام شافعی نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ نبی اکرم نے سیدنا عمر سے فرمایا تھا "یااباحفص انک رجل قوی فلا تزاحم علی الرکن فانک تؤذی الضعیف ولکن ان وجدت خلوۃ فاستلم والا فکبر وامض" "اے ابوحفص آپ طاقتور آدمی ہیں۔ حجر اسود کے نزدیک رش نہ کرنا۔ اس طرح آپ کمزور کے لئے تکلیف کا باعث بنیں گے ہاں اگر خلوت ہو تو بوسہ دیں۔ ورنہ تکبیر کہیں اور طواف جاری رکھیں۔ (فقہ السنہ)

بوسہ دینا ممکن نہ ہو البتہ ہاتھ لگایا جاسکتا ہو تو ہاتھ لگا کر ہاتھ چوم لیں اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو اشارہ ہی کردیں۔

طواف:

بیت اللہ کے اردگرد سات چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں۔ عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا "الطواف صلوٰۃ...... الا ان اللہ تعالیٰ احل فیہ الکلام فمن تکلم فلا یتکلم الابخیر" "طواف نماز ہے، مگر اس میں کلام کرنا اللہ نے حلال کیا ہے لہٰذا جو کلام کرے وہ صرف اچھی بات ہی کرے۔ (ترمذی، دارقطنی، حاکم، ابن خزیمہ وغیرہ)

اس کے لئے طہارت ووضو اور دیگر ان معاملات کا جن کا نماز کے لئے اہتمام ہونا چاہئے اہتمام کرے۔ حطیم سے باہر باہر طواف کرنا ہے۔ بیت اللہ یا حطیم کے اندر (کیونکہ یہ بھی بیت اللہ کی جگہ ہے) طواف نہیں ہوسکتا۔ مرد اضطباع کریں یعنی دایاں کندھا برہنہ کریں۔ پہلے تین چکر ذرا تیز چلیں اور دوسرے آرام سے چل کر پہلے تین چکر تیز چلنا اسے "رمل" کہا جاتا ہے۔ رکن یمانی (یمن والی جانب جو بیت اللہ کا کونہ ہے) کا استلام کریں۔ عورت کے لئے رمل نہیں۔

حجر اسود کو بوسہ، استلام یا اشارہ کے بعد بیت اللہ کو بائیں طرف رکھیں اور طواف شروع کردیں۔ ممکن ہو تو ہر چکر میں حجر اسود اور رکن یمانی کو بوسہ دیں۔ رکن یمانی پر "ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار" (ابوداؤد، شافعی) اور دیگر دعائیں اذکار اپنے لئے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے کرے۔

بعداز طواف:

طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے آئے۔ اپنے سامنے مقام ابراہیم اور اس سے آگے بیت اللہ ہو تو اس حالت میں "واتخذوا من مقام ابراهیم مصلی" پڑھ کر دو رکعت نماز ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ کافرون دوسری میں سورۃ اخلاص پڑھنا مستحب ہے۔ اگر مقام ابراہیم پر نہ آسکے تو جہاں ممکن ہو پڑھ لے۔ مسجد حرام میں ہر وقت نماز پڑھی جاسکتی ہے کسی وقت بھی پابندی نہیں۔ حرم سے باہر بھی دو رکعتیں ادا کی جاسکتی ہیں۔ (بخاری) سامنے سترہ نہ بھی ہو لوگ گزر رہے ہوں۔ طواف کررہے ہوں پھر بھی یہاں نماز درست ہے۔ مرد وعورتیں اکٹھے ہی طواف کرسکتے ہیں۔ البتہ عورتیں رش سے اجتناب کریں اور کنارے پر رہنے کی کوشش کریں۔ سواری کے اوپر بھی طواف کیا جاسکتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

طواف کی اقسام:

طواف کی چار اقسام ہیں۔

1- طواف قدوم (پہلی بار مسجد حرام میں آتے وقت)
2- طواف افاضہ (دس تاریخ کو)
3- طواف وداع (مکہ سے نکلتے وقت)
4- اور طواف تطوع (نفلی)

ان کی تفصیلات آگے آئیں گی۔ ان شاء اللہ

اگر حج کرنے والا حج افراد کررہا ہے تو اس کا یہ طواف قدوم ہوگا۔ اسے طواف تحیہ وطواف دخول بھی کہا جاتا ہے۔ حج افراد کرنے والے کے لئے یہ طواف نہ تو رکن حج ہوگا نہ اس پر واجب اور اگر آدمی حج تمتع یا قران کررہا ہے تو یہ طواف عمرہ ہوگا اور طواف قدوم وتحیہ کے لئے بھی کفائت کرے گا۔ وہ اپنے عمرے کے دیگر ارکان پورے کرے۔

آب زمزم:

بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ نے زمزم پیا اور فرمایا یہ بابرکت ہے یہ ایک مکمل غذا بھی ہے اور بیماری سے شفا بھی ہے۔

ملتزم:

زمزم پینے کے بعد بہتر ہے۔ آدمی ملتزم پر آئے۔ حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان والی جگہ کو کہتے ہیں اور اس سے چمٹ جائے اپنے رخسار یہاں لگائے اور دعائیں کرے۔ حجر اسود کو بوسہ دے۔

سعی بین الصفاو المروۃ:

صفا اور مروہ دو پہاڑ تھے۔ جن کے درمیان اور اوپر سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ دوڑتی رہیں اور اسی عمل کو حج کا رکن بنادیا گیا۔ اس کے لئے باوضو ہونا افضل ہے۔ سعی کی ابتداء صفا سے ہوگی۔ سواری پر بھی سعی ہوسکتی ہے۔ تاہم پیدل افضل ہے۔ صفا پر آکر یہ پڑھنا ہے "ان الصفا والمروة من شعائر الله ابدا بما بدأ الله به" بے شک صفا اور مروہ اللہ کے شعائر سے ہے میں بھی وہیں سے شروع کرتا ہوں۔ جہاں سے اللہ نے اس کا ذکر شروع کیا ہے۔ پھر صفا کے اوپر چڑھے جہاں سے بیت اللہ نظر آئے تو کعبہ کی طرف منہ کرکے اللہ کی توحید، کبریائی اور حمد بیان کریں، تین بار یہ پڑھیں "لاالہ الا اللہ وحدہ، لاشریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد، یحی ویمیت وھو علی کل شی قدیر. لاالہ الااللہ وحدہ انجزوعدہ، ونصرعبدہ وھزم الاحزاب وحدہ" اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کی بادشاہی اور اس کی تعریف ہے۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور کفر کی اتحادی قوموں کو اکیلے نے شکست دی۔ پھر نیچے آئیں اور مروہ کی طرف چلیں اور صفا مروہ کے درمیان بھی دعائیں کریں۔ اللہ کا ذکر کریں۔ نبی اکرم سے یہ دعا بھی مروی ہے "رب اغفروارحم واھدنی السبیل الاقوم" اے رب معاف فرما رحم کر اور سیدھے راستے کی ہدایت دے۔ صفاء

اور مروہ دونوں کے درمیان نشانات لگا کر درمیانی وادی کو واضح کیا گیا ہے۔ یہاں آ کر تیز چلیں پھر مروہ کے اوپر چڑھ کر کعبہ کی طرف منہ کر کے بھی اسی طرح کریں جس طرح صفا پر کیا تھا یہ ایک چکر ہے اس طرح سات چکر لگائیں اور مروہ پر سعی ختم ہو جائے گی۔

سعی کے بعد:

حج افراد کرنے والے پر سعی ضروری نہیں۔ صرف عمرہ کرنے والا اور حج تمتع کرنے والا سر منڈوالے یا بال کٹوالے اور احرام کھول دے وہ عمرہ سے فارغ ہو گیا اور جو حج قران کرنے والا ہے۔ احرام نہیں کھولے گا۔ مکہ میں رہیں۔

یوم الترویہ:

ذوالحجہ کے آٹھویں دن کو کہا جاتا ہے۔ اس دن منٰی میں جانا ہے۔ حج قرآن حج افراد کرنے والے احرام کے ساتھ منٰی جائیں اور تمتع کرنے والا ابھی حج کا احرام باندھے اور اسی جگہ سے احرام باندھے گا جہاں وہ ہے۔

میدان منٰی:

یہ مکہ سے تقریباً تین میل دور ہے۔ تلبیہ پڑھتے اور تکبیر وتحمید کہتے منٰی میں ایک دن اور رات ٹھہرنا ہے۔ ظہر وعصر اور مغرب وعشاء جمع وقصر کر کے پڑھنا ہے۔ رات بھی وہاں ہی گزارنا ہے صبح جب نو تاریخ کا سورج طلوع ہو جائے تو پھر عرفات کی طرف چلنا ہے۔

یوم عرفہ:

آج نو ذوالحجہ ہے اسے یوم عرفہ کہا جاتا ہے۔ ویسے تو پورے عشرہ ذوالحجہ کی بہت فضیلت ہے۔ اللہ کے نزدیک عشرہ ذوالحجہ بہت افضل ہے۔ ان دنوں میں صالح اعمال دوسرے دنوں کی نسبت اللہ کو بہت محبوب ہوتے ہیں۔ تاہم ان میں سے یوم عرفہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ جتنے آدمیوں کو اللہ اس دن جہنم سے آزاد کرتے ہیں اتنے کسی اور دن نہیں کرتے اس دن اللہ تعالیٰ فرشتوں میں فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ میرے یہ بندے میرے گھر کیا لینے آئے ہیں۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق اس دن شیطان بڑا ذلیل وحقیر ہوتا ہے۔ (فقہ السنہ)

میدان عرفات:

میدان عرفات 'منٰی' سے تقریباً چھ میل دور ہے۔ طلوع آفتاب کے بعد تلبیہ، تکبیر، تہلیل وتحمید پڑھتے ہوئے جانا ہے۔ راستے میں مزدلفہ بھی آتا ہے۔

قریش مکہ کی قبیح عادت:

قریش مکہ زمانہ جاہلیت میں عرفات تک نہیں جاتے تھے کیونکہ عرفات حدود حرم سے باہر ہے۔ وہ مشعر حرام کے پاس وادیٔ مزدلفہ میں رک جاتے اور کہا کرتے ہماری شان کے خلاف ہے کہ ہم حدود حرم سے باہر جائیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے یہ تبدیلی ختم فرمائی اور تاکیداً فرمایا ''الحج عرفۃ'' حج ہوتا ہی عرفات جانے سے ہے۔ اللہ کا بھی حکم ہے ''ثم افیضوا من حیث افاض الناس'' وہاں سے واپس آؤ جہاں سے دوسرے لوگ آتے ہیں۔ غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا ہے۔ ظہر کے وقت خطبۂ حج سننا ہے پھر ظہر وعصر اکٹھی پڑھی جاتی ہیں۔ پھر اللہ کی عبادت وذکر میں مصروف رہیں دعائیں کریں۔ نبی اکرم ﷺ ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعائیں کیا کرتے تھے۔ 'لا الٰہ الا اللہ وحدہ' لاشریک لہ 'لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر'' کثرت سے پڑھیں۔

عرفات سے واپسی اور مزدلفہ آمد:

9 ذوالحجہ کو غروب آفتاب کے بعد عرفات سے واپس آنا ہے۔ آرام وسکون سے تلبیہ پڑھتے حمد وثنا بیان کرتے مزدلفہ میں آئیں۔ مزدلفہ میں مغرب وعشاء دونوں پڑھنی ہیں پھر عبادت میں اور آرام کرنے میں رات گزاریں پھر فجر کی نماز پڑھنے کے بعد مزدلفہ سے نکلیں اور مشعر حرام پر پہنچیں۔ آگے وادی محسر ایک مقام ہے۔ یہاں سے تیزی سے گزریں۔ یہاں ابراہہ کے لشکر پر عذاب نازل ہوا تھا۔

جمرہ کبریٰ:

آج دس ذوالحجہ ہے۔ اس دن چار کام کرنا ہیں۔ تلبیہ ختم کر دیں۔ پہلے جمری کبریٰ کو سات کنکر مارنے ہیں۔ بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ کر کنکر مار کر منٰی میں آجائیں اور یہاں قربانی کرنا' سر منڈوانا پھر بیت اللہ کا طواف کرنا ہے۔ اس طواف کو طواف افاضہ کہا جاتا ہے۔

منٰی میں قیام:

دس ذوالحجہ کو پہلے تین کام کر کے آدمی احرام کی کچھ پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ خوشبو لباس اور بیوی کے علاوہ سب پابندیاں ختم اور چوتھا کام طواف کرنے کے بعد مکمل طور پر حلال ہو جاتا ہے۔

ایام منٰی چار ہیں۔ دس گیارہ بارہ اور تیرہ تاریخ تک۔ دسویں تاریخ کو یوم النحر کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد کے تین دنوں کو ایام تشریق کہا جاتا ہے۔

دسویں تاریخ کو تو کرنے والے چار کام ہیں۔ بعد والے تین دنوں میں بھی جمرات کو کنکر مارنا ہے اور منٰی میں قیام کرنا ہے۔ ان تینوں دنوں میں بھی قربانی کر سکتے ہیں۔

کنکر مارنے کی ترتیب:

پہلے جمرہ اولیٰ جو منٰی کے قریب ہے۔ اسے جمرہ صغریٰ بھی کہتے ہیں کو سات کنکر ماریں تکبیر پڑھیں پھر پیچھے ہٹ کر قبلہ رخ ہو کر دعائیں کریں پھر جمرہ وسطیٰ کو اسی طرح پھر جمرہ عقبی کو لیکن یہاں بعد میں رکنا نہیں اور واپس آجائیں۔ اس طرح بارہ اور تیرہ تاریخوں کو کرنا ہے۔

ایک دن کی رخصت:

ایام تشریق کے تین دنوں میں سے کوئی آدمی اگر بامر مجبوری ایک دن کی منٰی سے چھٹی کرنا چاہے تو اس کی اللہ تعالیٰ نے رخصت دی ہے فرمایا ''فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقی'' (سورۃ بقرہ 203) جو شخص دو دنوں میں جلدی کر لے اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو آخر تک رہے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں یہ رخصت اس کے لئے جو تقویٰ والا ہو۔ جو تیسرے دن کی چھٹی کرتا ہے اسے تیسرے دن کنکر مارنے کی بھی چھٹی ہے۔

حج سے فراغت:

ایام منٰی کے بعد اب آدمی ارکان حج سے فارغ ہے۔ جب یہ مکہ سے جائے گا تو آخر میں پھر بیت اللہ کا طواف کر کے نکلے اس کو طواف وداع کہا جاتا ہے اور یہ لازم ہے گویا مکمل طور پر اب فارغ ہو ہے۔

طواف تطوع:

اس کا مطلب ہے نفلی طواف' طواف چونکہ ایک بہت اہم عبادت ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ فارغ اوقات میں ادھر ادھر بھٹکنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ طواف کر کے اپنے رب کا قرب حاصل کرے۔

مسجد حرام میں نمازکی فضیلت

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسجد حرام میں ایک نماز ''افضل من مائۃ الف صلاۃ فیما سواہ'' دوسرے مقامات پر نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نمازوں سے بھی افضل ہے۔ لہٰذا چاہئے کہ مکہ میں بہت محبت وعقیدت سے رہیں اور مسجد حرام میں نمازوں اور بیت اللہ کے طواف سے خوب خوب ثواب حاصل کریں۔

مدینہ طیبہ جانا:

یاد رہے مدینہ طیبہ جانا۔ حج کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ حج کے بعد اگر کوئی آدمی مدینہ نہ جائے تو اس کا حج پھر بھی درست ہے۔

شدّ رحال:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اہتمام کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے صرف تین مساجد کا سفر کیا جائے۔ مسجد حرام' میری یہ مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد)

اس حدیث کی بنیاد پر مسجد نبوی کا سفر کیا جائے۔ مسند احمد

میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھے اور کوئی نماز اس سے فوت نہ ہو تو اس کے لئے آگ کے عذاب اور نفاق سے برأت لکھ دی جاتی ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مسجد میں نماز پڑھنا دوسری مساجد کی نسبت ہزار نماز سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے کہ اس میں نماز ایک لاکھ نماز سے افضل ہے۔ (مسند احمد) اور کچھ احادیث میں مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا مسجد حرام اور مسجد نبوی کے علاوہ دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے پانچ سو گنا سے بھی افضل ہے۔ ان خصوصیات وفضائل کے حصول کے لئے مدینہ کا سفر کیا جائے اور اگر ممکن ہو تو بیت المقدس بھی جانے کی کوشش کی جائے۔

حرم مدینہ:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں اس کے دو سیاہ پہاڑوں کے درمیان جتنا علاقہ ہے سب حرم ہے یہاں کانٹے دار جھاڑیاں بھی نہ کاٹی جائیں اور نہ یہاں شکار کھیلا جائے۔ (مسلم) حرم مدینہ دو سیاہ پہاڑوں کے درمیان ہے جو شرقاً غرباً اسے گھیرے ہوئے ہیں اور حرم کا علاقہ بارہ میل ہے جو میقات کے قریب جبل عیر اور شمال کی طرف سے جبل احد کے نزدیک ثور پہاڑ تک ہے۔

صحیح بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا حرم مدینہ کے درخت بھی نہ کاٹے جائیں اور اس میں کوئی شورش نہ کی جائے "من احدث فیها حدثا فعلیه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين" جس نے یہاں کوئی شورش بپا کی اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم کسی کو دیکھو کہ وہ یہاں شکار کر رہا ہے تو اس کا سارا مال چھین لو۔ (مسلم، ابوداؤد)

قبر النبی:

بعض لوگ یہاں آ کر آپ ﷺ کی قبر کو چومنے اور جالیوں پر ہاتھ پھیر کر برکت حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کو جان لینا چاہئے کہ خود اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ سے دعا فرمائی تھی کہ اللہ میری قبر کو ایسا بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جائے۔ نہ یہاں میلہ لگایا جائے۔ بوسہ دینا، حصول برکت کے لئے ہاتھ پھیرنا چمٹنا اور دعائیں مانگنا یہ صرف بیت اللہ کا حق ہے۔ حجر اسود رکن یمانی اور ملتزم کا حق ہے۔ مدینۃ النبی ﷺ میں اپنا اور اپنے نبی ﷺ کے کردار و زندگی کا موازنہ و تقابل کرے اور اپنے اندر اتباع کا جذبہ پیدا کرے کتنے دکھ کی بات ہے کہ جس پیغمبر نے قبر پرستی کو ختم کیا شرک کو تہس نہس کر کے توحید کا علم گاڑا آج اس نبی کی قبر کے ساتھ پوجا پاٹ والا سلوک کیا جاتا ہے۔ اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ آپ کے دینی مسائل

صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ جَمِیعًا کُتِبَا فِي الذّٰاکِرِینَ وَالذّٰاکِرَاتِ" جب آدمی رات کے وقت اپنی اہلیہ کو بیدار کرے پھر وہ دونوں نماز ادا کریں یا فرمایا دونوں دو رکعت پڑھیں تو وہ دونوں ذاکرین اور ذاکرات میں لکھے جائیں گے۔ ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب قیام اللیل (۱۳۰۹) ابن حبان (۶۴۵) ان ہر دو صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے لئے مرد کو اپنی اہلیہ اور عورت کیلئے اپنے شوہر کو جگانا چاہئے۔ کیونکہ نماز ایک اہم ترین فریضہ ہے۔ اس سے غفلت برتنا کسی طرح بھی جائز نہیں اللہ ہمیں صحیح عمل کی توفیق عنایت کرے۔ آمین

میت کے لئے دعا کا حکم

س:۔ کیا میت کے لئے دعا کی غرض سے قبر پر کھڑا ہونا یا بیٹھنا درست ہے؟

ج: زیارت قبور شرعاً جائز ہے اور اس کا مقصود فکر آخرت ہے تاکہ آدمی قبرستان میں حاضر ہو کر عبرت پکڑے کہ دنیا کی یہ چند روزہ زندگی ختم ہو جانی ہے اور میں اس حیات مستعار میں اپنی اخروی زندگی کیلئے ایسے اعمال صالحہ سرانجام دے لوں کہ وہاں شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ جب بھی کوئی آدمی قبرستان میں جائے تو اسے چاہئے کہ آخرت یاد کرے اور مرنے والوں کے لئے بخشش کی دعا کرے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "نَهَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ" میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا تم اب ان کی زیارت کرو یہ آخرت یاد دلاتی ہیں۔ (مسلم۔ ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے قبرستان جا کر یہ دعا پڑھنے کے لئے بتلائی "السَّلَامُ عَلَیْکُمْ أَهْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِینَ وَالْمُسْلِمِینَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَلَاحِقُونَ أَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَةَ" (مسلم جنائز/۱۰۴)

اس بستی کے رہنے والے مومنوں اور مسلمانوں تم پر سلامتی ہو اور بے شک ہم اگر اللہ نے چاہا تو تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ ہم اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت طلب کرتے ہیں۔

عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو قبر پر کھڑے ہو کر کہتے "اسْتَغْفِرُوا لِأَخِیکُمْ وَاسْأَلُوا لَهُ التَّثْبِیتَ فَإِنَّهُ الْآنَ یُسْأَلُ" اپنے بھائی کے لئے بخشش کی دعا کرو اور اس کیلئے ثابت قدمی مانگو اس سے اب سوال کیا جا رہا ہے۔ (ابوداؤد (۳۲۲۱) حاکم ۱/۳۷۰)

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ قبرستان جا کر ان کے لئے بخشش کی دعا کرے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت و تثبیت کا سوال کرے۔ یاد رہے کہ مردوں کے لئے بخشش کی دعا کا تو جواز ہے لیکن مُردوں سے حاجتیں مانگنا، مرادیں پوری کروانا، نفع و نقصان کے حصول کیلئے فریاد کرنا۔ ان کے نام پر قبروں کے نزدیک جانور ذبح کرنا، نذریں نیازیں دینا اور چڑھاوے چڑھانا ناجائز و حرام ہیں۔ ان کے جواز کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں۔

جو لوگ قبرستان میں جا کر ان سے حاجات طلب کرتے ہیں اور انہیں حاجت روا مشکل کشا سمجھ کر پکارتے ہیں ان سے اولادیں طلب کرتے اور رزق مانگتے ہیں۔ انہیں اپنی آفات و بلیات میں غائبانہ پکارتے ہیں وہ صریح شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور اکثر عورتیں جو زیارت قبور کو جاتی ہیں ان کا کثرت کے ساتھ قبروں کی زیارت کرنا اللہ کی لعنت کا حق دار ٹھہرنا ہے۔ پھر وہاں جا کر جو خلاف شرع امور سرانجام دیتی ہیں اور جعلی پیروں کے سامنے بے حجاب آتی جاتی ہیں یہ بھی بالکل حرام اور ناجائز ہے لہٰذا قبرستان جا کر مسنون عمل کے سوا کوئی کام نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل توحید زندہ و مردہ، مرد و زن، چھوٹے بڑوں کو معاف فرمائے اور درجات کی بلندی کرے اور جنت الفردوس میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت میں جگہ دے۔ آمین

بقیہ سودی بینک

نامہ کی پیروی کرتے ہوئے اعلان فرما دیں کہ

1۔ قرآن پاکستان کا سپریم آئین ہے اور سنت اس کی اللہ کی طرف سے مقرر کردہ شرح ہے۔

2۔ دوسرے یہ کہ پاکستان کا جو آئین ہے، وہ ذیلی آئین کہلائے گا اور اس کی صرف وہی شقیں برقرار رہیں گی جو محض کاروبار مملکت چلانے کے لئے قواعد و ضوابط کا درجہ رکھتی ہوں گی۔ اور اگر اس کی بھی کوئی دفعہ اتفاق سے قرآن و سنت سے مطابقت نہ رکھتی ہو تو وہ خود بخود معطل قرار پا جائیگی۔ آئین کی حیثیت صرف قرآن و سنت کو حاصل ہوگی۔ یہ اظہر من الشمس ہے کہ کوئی شریف آدمی اپنے حلف کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

جزاک اللہ فی الدارین خیرا

اسلامی قوانین کے نفاذ کا فائدہ

یہ اسلامی قوانین کے نفاذ کا اثر ہے کہ سعودی عرب میں چوریاں و دیگر جرائم بہت ہی کم ہیں۔ آپ طالبان کی بہت سی غلطیاں گنوا سکتے ہیں مگر اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ انہوں نے بہت مختصر عرصہ میں جرائم تقریباً ختم کر دیئے حتیٰ کہ امریکہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ انہوں نے افیون کی کاشت قریب قریب بالکل ختم کر دی تھی۔ امن کے قیام کے لئے بھی پاکستان میں اسلامی قوانین کا نفاذ بہت ضروری ہے۔

ڈالے یہ کسی این جی اوز کے کرتا دھرتا تھے۔

قارئین کرام! دور دراز کے دیہاتی علاقوں میں بچوں اور عورتوں کو بچوں کی مزدوری کے خلاف تیار کرنے کا کیا مقصد ہے۔ ابھی حال ہی میں پاکستان کی ٹیکسٹائل انڈسٹری اور سیالکوٹ کے آلات جراحی اور کھیلوں کے سامان کی عالمی سطح پر حوصلہ شکنی کی گئی اور اس طرح پاکستان کی یہ انڈسٹری دیوالیہ ہونے کے قریب پہنچ چکی ہے۔ الزام ان پر یہ لگایا گیا کہ ان کی فیکٹریوں میں بچوں سے مزدوریاں لی جاتی ہیں۔ یہ کافروں کی سازش ہے کہ وہ اس طرح کی باتیں اچھال کر یہاں کی معیشت کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو پورے یورپ بلکہ تمام ترقی یافتہ ممالک میں عورتوں سے اسی طرح مزدوری کروائی جاتی ہے' نوکریاں کروائی جاتی ہیں مشقت لی جاتی ہے کہ جس طرح مردوں سے مشقت لی جاتی ہے۔ اگر بچوں سے مزدوری کروانا جرم ہے تو خواتین سے مزدوریاں کروانا تو دہرا جرم ہونا چاہئے۔ لیکن ظلم دیکھئے کہ بچوں پر توبات کرتے ہیں لیکن عورتوں پر اس لئے نہیں کہ اس سے ان کی ''جنسی آزادیوں'' پر زد پڑتی ہے اور نوکریوں کے بہانے عورت ان کی ہوس پرستی کا ذریعہ بنتی ہے۔ غریب ممالک میں بچے دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی بجائے اگر محنت کر کے اپنا پیٹ پالتے ہیں تو اس میں کافروں کو آخر تکلیف کیا ہے؟ کیا وہ مسلمانوں کو صرف بھکاری دیکھنا چاہتے ہیں؟

10 سال میں 20 ہزار انگریز مسلمان ہو گئے

قبول اسلام کے بعد میری زندگی بالکل بدل گئی' نیلی آنکھوں والے نوجوان جو احمد کا بیان

عیسائی انگریزوں کی سازشوں' تعصب اور مسلمانوں سے نفرت کے باوجود یورپ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے۔ گذشتہ 10 برس میں برطانیہ میں 20 ہزار انگریزوں نے اسلام قبول کیا۔ اس کا انکشاف ''ڈیلی میل'' لندن نے کیا۔ اخبار میں انگریز خاتون صحافی ریبکا ماڈلر کا ایک آرٹیکل شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے بتایا کہ مسلمان ہونے والے انگریزوں نے پانچ وقت نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو اسلامی سانچہ میں ڈھال کر غیر مسلم انگریزوں کو اسلام کی طرف متوجہ کیا ہے۔ یہ سب کے سب سفید فام' مڈل کلاس طبقے سے تعلق رکھنے کے علاوہ اچھا معاشرتی مقام رکھتے ہیں۔ آرٹیکل میں بتایا گیا ہے کہ 11 ستمبر کے واقعہ کے بعد ایک حیران کن امر یہ بھی مشاہدے میں آیا کہ لوگوں نے اسلام کے بارے میں بے مثال دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔ بک شاپس میں قرآن مجید کے جتنے نسخے تھے سب بڑی تیزی سے فروخت ہو گئے جبکہ مساجد غیر مسلموں سے بھرتی نظر آئیں۔ بہت سے لوگ اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے متمنی ہیں۔ قبول اسلام کرنے والوں کی ایک ایسی لہر اٹھی کہ مانچسٹر کی ایک مسجد میں چند ہفتوں میں 18 افراد نے اسلام قبول کیا۔ ریبکا ماڈلر نے ایک سابق انگریز کیبنٹ لیبر ہیلتھ منسٹر فرینک ڈوبسن کے صاحبزادے جو احمد ڈوبسن کے قبول اسلام کی داستان رقم کی ہے۔ جو ایک 26 سالہ دلکش نیلی آنکھیں رکھنے والے نومسلم نوجوان کی قابل رشک زندگی کا آئینہ ہے۔

مصنفہ لکھتی ہے کہ جو احمد ایک نومسلم کا ماڈرن چہرہ ہے۔ اس کی زندگی پوری طرح اسلامی رنگ میں ڈھلی ہوئی اور اسلاف کا نمونہ ہے۔ جو احمد کا کہنا ہے کہ اسلام آج اکیسویں صدی میں بھی مکمل نظام حیات ہے۔ جو احمد بتاتے ہیں کہ دوسرے لوگوں کی طرح اسلام کے بارے میں میری سوچ بھی منفی تھی۔ میرا خیال تھا کہ اسلام میں شدت پسندی ہے۔ عبادات ہیں اور روزے ہیں۔ 16 سال کی عمر میں ایک بنگلہ دیشی دوست نے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کا نسخہ برائے مطالعہ دیا۔ جیسے ہی میں نے اس کا مطالعہ کیا تو اسے اپنے خیالات کے برعکس پایا اور محسوس کیا کہ اس میں زیادہ تر زور علم' تعلیم اور مساوات انسانی پر ہے حتیٰ کہ مرد اور عورت دونوں مساوی حقوق کے حامل ہیں۔ زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے سوال' کیوں' کا جواب ملا کہ کیوں میں کیوں ہر انسان کے ساتھ بھائی کے طور پر سلوک کروں اور کیوں ایک بہتر انسان کے طور پر زندگی کی جدوجہد کروں۔ اس دوران ایک مسلمان دوست کے ساتھ انڈونیشیا جانا ہوا۔ اس سفر نے میری زندگی پر قرآن کریم کا گہرا اثر مرتب کیا۔ 1998ء میں گوج سٹریٹ لندن کی ایک مسجد میں امام مسجد کے ہاتھ پر قبول اسلام کے لمحات کے بارے میں جو احمد بتاتے ہیں۔ کلمہ شہادت پڑھنے اور مسجد میں باقاعدہ قبول اسلام کے رجسٹر پر دستخط کرنے سے قبل میں زندگی میں کبھی نروس نہیں ہوا تھا لیکن تبدیلی دین کوئی ایسی عام بات نہیں تھی ان لمحات نے میرے سارے جسم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ میرا بازو کانپ رہا تھا' لیکن دستخط کئے بغیر نہ رہ سکا' زندگی میں یہ سب سے خوفزدہ کرنے والی بات تھی جو میں نے کی۔ ایسے ہی پہلی مرتبہ جب کوئی نومسلم پہلی مرتبہ مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لئے جائے تو اپنے آپ کو عجیب سا محسوس کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ہر شخص اسے گھور رہا ہے۔

11 ستمبر کے واقعہ نے جو احمد کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے اس کی بنگلہ دیشی سالی کو جو ایک گلی سے گزر رہی تھی' کو غضبناک انگریزوں نے زمین پر گرا کر ٹھوکریں مار کر ادھ موا کر دیا۔ دوسری سالی جو ایک ڈیپارٹمنٹل سٹور پر کام کرتی ہے گاہکوں نے اس کے ہاتھ سے سودا لینے سے انکار کر دیا۔ برطانیہ کی تعلیم یافتہ مڈل کلاس میں اسلام آج اپنے اندر ایک طاقتور کشش رکھتا ہے جو غیر مسلموں کو تیزی سے اپنی جانب راغب کر رہا ہے۔

امریکیوں پر حملوں میں تیزی

عراق پر حملے کی صورت میں امریکی فوجیوں پر حملے تیز ہو سکتے ہیں۔ امریکی جنرل

گذشتہ تین ہفتوں سے افغانستان میں امریکیوں پر حملوں میں شدت آ گئی ہے۔ مجاہدین کے پے در پے حملوں نے امریکی اور اس کے اتحادی فوجیوں کو بوکھلا دیا ہے اور اب تو کابل شہر جسے امریکی سب سے زیادہ محفوظ تصور کرتے تھے' بھی ان حملوں کی زد میں آ چکا ہے۔ مثلاً کابل شہر میں دوران گشت امریکی فوجیوں کی گاڑی پر بم حملے سے فوجی گاڑی بالکل تباہ ہو گئی اور 4 فوجیوں کے ٹکڑے بکھر گئے جبکہ امریکی ترجمان نے صرف ایک فوجی کی ہلاکت کو تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح خوست میں امریکی افواج کی حفاظت کے لئے گشت کرنے والا ہیلی کاپٹر راکٹوں کے حملوں میں تباہ ہو گیا جس میں 10 امریکی کمانڈوز مارے گئے۔ خوست میں مجاہدین نے بارود بھری گاڑی امریکی فوجی قافلے سے ٹکرادی۔ اس فدائی کارروائی میں 15 امریکی جہنم واصل جبکہ 13 شدید زخمی ہو گئے۔ اس طرح لوگر سے پکتیا جاتے ہوئے 150 امریکی فوجیوں کے قافلہ کو مجاہدین نے گھیر کر گرفتار کر لیا جس کے لئے امریکی ابھی تک پریشان ہیں اور چھاپے مار رہے ہیں۔ اسی طرح ریڈیو تہران کے مطابق گردیز میں امریکی کانوائے پر حملے میں کم از کم 15 امریکی فوجی جہنم رسید ہو گئے ہیں۔ ان حملوں سے تنگ آ کر بالآخر امریکی فوج کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل ڈینئل کے میک نیل کو ماننا ہی پڑا کہ افغانستان میں کام کرنا خطرے سے خالی نہیں اور عراق پر حملے کی صورت میں افغانستان میں اتحادی فوجوں پر حملوں میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

یاجوج ماجوج کون اور کہاں ہیں؟

چند مفکّرین کی غلط تعبیروں کا جائزہ اور اسلامی نکتۂ نظر

قسط نمبر 1

حافظ مبشر حسین

نبی اکرم ﷺ نے علامات قیامت کے حوالہ سے بہت سی پیشین گوئیاں فرمائی ہیں۔ جن میں ظہور امام مہدیؒ نزول مسیح علیہ السلام، خروج دجال اور فتنۂ یاجوج وماجوج سرفہرست ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے امت کی راہنمائی کے لئے کچھ ایسی علامات و صفات بھی بیان کی فرمائی ہیں جنہیں مد نظر رکھتے ہوئے مذکورہ شخصیات کو بوقت ظہور پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہوگی لیکن درج بالا شخصیات سے متعلقہ پیش گوئیاں دور حاضر میں بعض اہل علم کی باطل تاویلات کا تختۂ مشق بنی ہوئی ہیں۔ ان میں سے یاجوج ماجوج کے بارے میں جو غلط تعبیرات کی جاتی ہیں، کئی سلفی فکر رکھنے والے حضرات بھی ان سے متاثر ہو چکے ہیں۔ اس لئے راقم اس مضمون میں صرف یاجوج ماجوج کے بارے میں کی جانے والی غلط تعبیرات کا محققانہ جائزہ لیتے ہوئے صحیح اسلامی تعبیر پیش کرے گا۔

قرآن مجید میں ذوالقرنین بادشاہ کے واقعہ میں یاجوج ماجوج کے حوالے سے یہ بات مذکور ہے کہ ”جب ذوالقرنین دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو ان کے پیچھے اس نے ایک ایسی قوم پائی جو بات سمجھنے (یا سمجھانے) کے لائق بھی نہ تھی۔ انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج اس زمین میں بڑے فسادی ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ خرچ کا انتظام کردیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنادیں۔ ذوالقرنین نے جواب دیا کہ میرے اختیار میں میرے ربّ نے جو دے رکھا ہے وہی بہتر ہے، تم صرف قوت وطاقت سے میری مدد کرو۔ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک آڑ بنادیتا ہوں تم مجھے لوہے کی چادریں لادو۔ حتیٰ کہ جب ذوالقرنین نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان دیوار برابر کردی تو حکم دیا کہ تیز آگ جلاؤ یہاں تک کہ جب لوہے کی ان چادروں کو بالکل آگ کردیا تو کہا کہ میرے پاس کچھ پگھلا ہوا تانبا لاؤ جو اس پر ڈال دوں۔ پس نہ تو ان (یاجوج ماجوج) میں اس دیوار کو پھلا نگنے کی استطاعت تھی اور نہ اس میں کوئی سوراخ کرنے کی۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ سب میرے ربّ کی مہربانی ہے۔ ہاں جب میرے ربّ کا وعدہ آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو زمین بوس کردے گا۔ بے شک میرے ربّ کا وعدہ سچا اور برحق ہے۔ اس دن ہم انہیں (یاجوج ماجوج کو) آپس میں گڈ مڈ ہوتا چھوڑ دیں گے اور صور پھونک دیا جائے گا پھر اس کے بعد ہم سب کو اکٹھا کرکے جمع کرلیں گے۔“
(سورہ الکہف 93 تا 99)

گویا یاجوج ماجوج ذوالقرنین بادشاہ کی بنائی ہوئی لوہے اور تانبے کی اس مضبوط دیوار کے پیچھے ہیں جو دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے کہ ”یاجوج ماجوج روزانہ اس دیوار کو کھودتے ہیں حتیٰ کہ وہ سورج کی شعاع دیکھنے کے قابل ہوجاتے ہیں تو ان کا نگران کہتا ہے، چلو باقی کل کھودیں گے تو (کل تک) وہ دیوار پہلے سے بھی مضبوط ہوچکی ہوتی ہے۔ (اور یہ سلسلہ روز جاری رہتا ہے) حتیٰ کہ جب ان کے خروج کی مدت پوری ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ انہیں چھوڑنے کا ارادہ کرلیں گے تو پھر ایسا ہوگا کہ ایک دن یاجوج ماجوج اس دیوار کو آخر تک کھودیں گے تو ان کا نگران کہے گا چلو باقی کل کھودیں گے۔ ان شاء اللہ (اگر اللہ نے چاہا اس سے پہلے وہ ان شاء اللہ کبھی نہیں کہیں گے) جب اس سے اگلے روز وہ آئیں گے تو دیوار اسی طرح ہوگی جس طرح وہ کھودی ہوئی چھوڑ کر گئے تھے پھر وہ اسے کھود کر لوگوں پر نکل آئیں گے۔ سارا پانی پی جائیں گے، لوگ قلعے بند ہوجائیں گے، پھر یاجوج ماجوج آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ خون آلود حالت میں نیچے گرائیں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم آسمان اور زمین والوں (سب) پر غالب آگئے ہیں۔“
(احمد 510/2، ترمذی 3153، ابن ماجہ 4131، حاکم 535/4، شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ السلسلة الصحیحة 313/4)

ایک طویل حدیث میں ہے کہ یاجوج ماجوج اس وقت نکلیں گے جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دجال کا خاتمہ فرما چکے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجیں گے کہ ”میں اپنے ایسے بندے نکالنے والا ہوں کہ جن کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ لہٰذا آپ میرے (مسلمان) بندوں کو کوہ طور پر لے جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو نکالیں گے۔“ (مسلم 2937، ابوداؤد 4321، ترمذی 2240، ابن ماجہ 4126)

”یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دجال جیسے جبار کو قتل کرنے کے باوجود یاجوج ماجوج کا مقابلہ نہیں کرسکتے ہوں گے۔ اس لئے کوہ طور پر چلے جائیں گے اور ایک حدیث میں ہے کہ ”سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یاجوج ماجوج کی ہلاکت کی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں کیڑے پیدا کردیں گے اور وہ آن واحد میں لقمہ اجل بن جائیں گے۔ پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے مگر زمین میں ہر طرف ان کی سرانڈ اور بدبو پھیلی ہوگی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ پرندے بھیجیں گے جو یاجوج ماجوج کی لاشیں اٹھا کر کہیں لے جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ بارش برسائیں گے اور زمین کو پاک صاف کردیں گے۔“ (مسلم 2937، ابوداؤد 4321، ترمذی 2240، ابن ماجہ 4126)

اب ہم یاجوج ماجوج کے حوالہ سے چند غلط تعبیروں کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں۔

پہلی تعبیر:

یاجوج ماجوج سے مراد روسی، یورپی اور امریکی اقوام ہیں۔

یہ تعبیر درج ذیل وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

(i) اگر اس تعبیر کو درست تسلیم کرلیا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ یاجوج ماجوج کسی ایک جگہ نہیں بلکہ چار مختلف براعظموں میں پھیلے ہوئے ہیں یعنی روسی براعظم ایشیا میں، مشرقی یورپ میں اور امریکی شمالی وجنوبی امریکہ کے دو براعظموں میں جبکہ قرآن مجید کے سیاق وسباق اور صحیح احادیث سے اس کے برعکس یہ ثابت ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج دو متحد قوموں میں ہیں جو کسی ایک ہی جگہ پر آباد ہیں اور باہم مل کر دوسری اقوام پر حملہ آور ہوتی تھیں جبکہ ان کی گذرگاہ بھی ایک تھی جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

”قالوا یذا القرنین ان یاجوج وماجوج مفسدون فی

"الارض فهل نجعل لك خرجا على ان تجعل بيننا وبينهم سدا" (الکہف 93)

''انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج اس ملک میں فسادی ہیں تو کیا ہم آپ کے لئے کچھ خرچ کا انتظام کردیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنادیں؟''

''اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج ایک ہی جگہ پر آباد تھے البتہ اس پر یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ ''ممکن ہے کہ پہلے یاجوج ماجوج ایک ہی جگہ پر آباد ہوں مگر کثرت تعداد کے پیش نظر یہ دیگر علاقوں میں جاکر آباد ہوگئے ہوں جیسا کہ امریکہ کی دریافت کے بعد یورپی وہاں جاکر آباد ہوئے ہیں۔''

اس اعتراض کا جواب درج ذیل ہے۔

(ii) قرآن وسنت سے ثابت ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کسی ایک ہی جگہ پر قید کئے گئے ہیں یعنی ذوالقرنین کے ساتھ ان کے لئے رکاوٹ بنادی گئی ہے۔ لہٰذا دیوار ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج لازم و ملزوم ہیں اور قیامت کے قریب اللہ کے اذن سے یاجوج ماجوج یہی دیوار توڑنے میں کامیاب ہوں گے اور اسی جانب سے لوگوں پر خروج کریں گے۔ لہٰذا اس سے ہر اس قوم و جماعت کے یاجوج ماجوج ہونے کی نفی ہوجاتی ہے جو کسی ایسی دیوار سے محروم ہیں۔ لہٰذا یورپی' آسٹریلوی اور امریکی قطعی طور پر یاجوج ماجوج نہیں کیونکہ اول تو ان علاقوں میں ''سدذوالقرنین'' کا وقوع محقق نہیں اور دوسرا یہ کہ اگر یہ شمال مشرقی ایشیا ہی کے وحشی قبائل کی ترقی یافتہ یا متمدن شکل ہے جو بڑھتے بڑھتے دیگر براعظموں میں جاکر آباد ہوگئی ہے تو یہ دعویٰ بذات خود اس بات کی دلیل ہے کہ پھر یہ یاجوج ماجوج نہیں کیونکہ یاجوج ماجوج کو اللہ تعالیٰ نے جس جگہ قید کردیا ہے وہاں سے ان کا خروج وقت موعود سے پہلے کسی صورت ممکن نہیں۔

ممکن ہے کہ یاجوج ماجوج اس دیوار کے علاوہ دیگر اطراف سے بھی راستے موجود ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت وقدرت کے تحت انہیں ان راستوں سے غافل کرکے اسی دیوار کے گرانے میں مشغول کررکھا ہے اور وہ ہر روز اس کی کھدائی میں مصروف رہتے ہیں لیکن کامیاب نہیں ہوتے۔ یہ دعویٰ بھی کیا جاسکتا ہے کہ ''دیوار برلن (جرمن) ہی سدذوالقرنین تھی جسے گرایا جاچکا ہے لہٰذا یورپی اقوام اور دیوار کا لزوم ثابت ہوجاتا ہے اس لئے یہی یاجوج ماجوج ہیں۔''

اس کا جواب دیوار برلن کے تحت آرہا ہے۔

(iii) مذکورہ اقوام کو یاجوج ماجوج ثابت کرنے کے لئے ان کے فتنہ وفساد کو دلیل بناتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ ''قرآن وحدیث میں جس خطرناک ظلم وجور اور فتنہ وفساد کا حامل یاجوج ماجوج کو گردانا گیا ہے وہی صورت ان اقوام میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس لئے کہ پہلے یورپی ایک عرصہ تک دنیا کے حکمران رہے اور ظلم کی داستان رقم کرتے رہے پھر روسیوں نے پون صدی تک وحشت وسربریت کا بازار گرم کئے رکھا اور اب امریکہ سیاہ وسفید کا مالک اور ظلم ووحشت کا ٹھیکیدار بنا بیٹھا ہے۔ اس لئے قرآن وحدیث میں بطور استعارہ ایسی ظالمانہ صفات سے متصف اقوام وملل ہی کو یاجوج ماجوج سے موسوم کیا گیا ہے۔''

مذکورہ اقوام کے رعب ودبدبے' ہیبت وسیطرہ' تسلط واقتدار' ظلم وجور' وحشت وسربریت اور فتنہ وفساد سے مجال انکار نہیں۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا ابدی اصول رہا ہے کہ دنیا میں قومیں عروج وزوال سے گزرتی رہی ہیں۔ جب خوف خدا کے حامل اللہ کے متقی وفرمانبردار لوگ عروج پاتے ہیں تو دنیا سکھ اور چین کا سانس لیتی ہے مگر اس کے برعکس جب خدا کے باغی عروج پاتے ہیں تو وہ ایک دوسرے سے بڑھ کر داستان ظلم ووحشت کی تاریخ رقم کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے تاریخ میں ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں' ہزاروں ایسی اقوام ملیں گی جن کا فتنہ وفساد اور ظلم وجود مذکورہ اقوام سے کہیں زیادہ دکھائی دیتا ہے تو کیا محض اس فتنہ وفساد کی بنیاد پر ان سب کو یاجوج ماجوج قرار دے دیا جائے گا؟

ہرگز نہیں! بلکہ یاجوج ماجوج خاص قسم کے لوگ ہیں۔

اب اگر ہمیں اس دیوار کا پتہ نہیں چل سکا تو خواہ مخواہ کسی اور دیوار کو غلطی سے سدّ ذوالقرنین قرار دینا عقیدہ کی کمزوری ہے۔ قرآن کے بیان سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین کو اللہ نے بہت زیادہ اسباب دے رکھے تھے

جنہیں اللہ تعالیٰ نے کسی خاص حکمت کے لئے تخلیق کیا ہے اور انہیں ایسی قوت بخشی ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور اہل ایمان بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے اور ان کی ہلاکت کا سبب وہ کیڑے ہوں گے جو ان کی گردنوں میں اللہ تعالیٰ پیدا کردیں گے۔

دوسری تعبیر:

شمال مشرقی ایشیا کے منگولی' تارتاری اور سیتھین وغیرہ وحشی قبائل ہی یاجوج ماجوج ہیں اور پھر ان علاقوں میں ایسی دیواریں اور سد موجود ہیں جن میں سے کسی نہ کسی پر سدذوالقرنین کا اطلاق کیا جاسکتا ہے۔

راقم اس تعبیر کی تردید سے پہلے قارئین کو توجہ دلانا چاہے گا کہ اکثر وبیشتر علماء' مفسرین اور مفکرین نے انہی منگولی وتاتاری قبائل پر یاجوج ماجوج کا اطلاق کرنے کی کوشش کی ہے۔ راقم کی معلومات اور تتبع کے مطابق اس کا بنیادی سبب بائبل کے وہ بیانات ہیں جن میں واضح طور پر کچھ علاقوں کی تعیین کرتے ہوئے وہاں کے باشندوں کو یاجوج ماجوج سے موسوم کیا گیا پھر کچھ اسرائیلی روایات نے بھی اسے تقویت پہنچائی جس کے نتیجے میں کئی مفسرین نے انہی اقوام کو یاجوج ماجوج قرار دینے کا عندیہ ظاہر کیا۔ اگرچہ متقدم تفاسیر میں اس کے لئے اشارہ وکنایہ کی زبان اور اسرائیلی روایات استعمال کی گئی تھیں مگر کئی متاخر مفسرین نے صریح طور پر انہیں ہی یاجوج ماجوج ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حتیٰ کہ بعض علماء نے سقوط بغداد ہی کو خروج یاجوج ماجوج سے تعبیر کردیا اور یہ دعویٰ کیا کہ یاجوج ماجوج کے جس خروج کا وعدہ قرآن میں موجود ہے وہ پورا ہوچکا ہے۔ اس پر تفصیلی بحث اپنے مقام پر آرہی ہے۔ اب ہم مذکورہ تعبیر کا جائزہ لیتے ہیں۔ جن دلائل کی روشنی میں یہ تعبیر کی جاتی ہے۔ اس کے نکات درج ذیل ہیں۔

(1) ان اقوام اور علاقہ جات کے بارے میں بائبل اور اسرائیلی روایات میں اچھی باتیں موجود ہیں جن سے یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ یاجوج ماجوج یہی ہیں۔۔

(2) بائبل کے محرف ومبدل ہونے میں کسی مسلمان کی دو رائے نہیں ہوسکتیں۔ اس لئے بائبل کا وہی بیان قابل تسلیم ہے جو قرآن وسنت کے منافی نہ ہو۔ اسی طرح اسرائیلی روایات کے بارے میں یہ قاعدہ ہے کہ جو اسرائیلی روایات قرآن مجید کے موافق ہوں وہ قابل تسلیم اور جو مخالف ہوں وہ قابل تردید ہیں جبکہ جو اسرائیلی روایات نہ مخالف ہوں نہ موافق ان کی تصدیق وتکذیب پر خاموشی اختیار کی جائے گی۔ (تفسیر ابن کثیر ومجموع الفتاویٰ)

اس لئے اگر بائبل اور اسرائیلی روایات کی بنیاد پر منگول' تاتار وغیرہ کو یاجوج ماجوج قرار دیا جائے تو اس سے قرآن وسنت دونوں کے بہت سے بیانات کی لامحالہ تردید ہوتی ہے۔ (جن کی تفصیل آگے آرہی ہے) اس لئے یاجوج ماجوج کی تعیین میں بائبل اور اسرائیلی روایات کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

یاجوج ماجوج اور دیوار ذوالقرنین کا چونکہ چولی دامن کا ساتھ ہے اور ان (شمال مشرقی ایشیائی) علاقوں میں ایسی دیواریں موجود ہیں جنہیں مختلف قبائل کے قتل وغارت کے انسداد کے لئے تعمیر کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان اقوام کو یاجوج ماجوج کے مصداق قرار دیا جاسکتا ہے۔

لیکن یہ دلیل بھی وزنی نہیں اگرچہ سدذوالقرنین اور یاجوج ماجوج کا لازم وملزوم ہونا تسلیم ہے مگر سدذوالقرنین اور یاجوج ماجوج سے متعلقہ ان تمام علامات وصفات اور احوال کا پوری طرح ان اقوام اور ان میں سے کسی ایک دیوار پر منطبق آنا ضروری ہے۔ جنہیں ہماری راہنمائی کے لئے قرآن وحدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن راقم کی تحقیق کے مطابق نہ تو ان میں سے کسی دیوار پر سدذوالقرنین کی صفات صادق آتی ہیں اور نہ ہی کسی قوم پر احادیث میں بیان کردہ یاجوج ماجوج کی تمام علامات کا انطباق ہوتا ہے۔ اگرچہ جزوی طور پر

کچھ علامات وصفات کا انطباق ضرور ہوتا ہے مگر جب تک مشابہت تامہ اور من کل الوجوہ اشتراک ثابت نہ ہو جائے تب تک کسی دیوار کو دیوار ذوالقرنین اور کسی قوم کو یاجوج ماجوج قرار نہیں دیا جاسکتا۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

دیوار ذوالقرنین کی تعیین کے لئے ضروری ہے کہ وہ

(i) دو پہاڑوں کے درمیان بنائی گئی ہو۔
(ii) اس کی بناوٹ مکمل طور پر لوہے سے ہو۔
(iii) سیمنٹ (مسالحے) کی جگہ خالص تانبا استعمال کیا گیا ہو۔
(iv) پتھر، اینٹ اور سیمنٹ وغیرہ کا استعمال نہ کیا گیا ہو۔
(v) اس کا بانی ذوالقرنین ہو۔

عیسیٰ علیہ السلام دجّال کو قتل کرنے کے باوجود یاجوج ماجوج کا مقابلہ نہ کرسکیں گے بالآخران کی بددعا سے اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں کیڑا پیدا کردیں گے جس سے وہ تیزی کے ساتھ مرتے چلے جائیں گے

(vi) اور وہ دیوار آج تک موجود ہو (کیونکہ اسے قیامت کے قریب گرنا مقدر ہے)
(vii) اس کے ورے یاجوج ماجوج ہوں کوئی مسلمان نہ رہتا ہو۔
(viii) یاجوج ماجوج اس دیوار کے گرانے اور کھودنے میں مصروف ہوں۔
(ix) دونوں طرف کوئی آمد ورفت نہ ہو۔
(x) اس دیوار میں کوئی راستہ، دروازے وغیرہ کی شکل میں نہ ہو۔

(یہ علامات قرآن وسنت کے ان دلائل سے ماخوذ ہیں جو یاجوج ماجوج سے متعلقہ ہیں)

اگر مندرجہ بالا علامات کی روشنی میں شمال مشرقی ایشیا میں موجود اقوام اور ان دیواروں (دیوار چین، دیوار قفقاز، دیوار ترمذ) کا جائزہ لیا جائے تو ان میں سے نہ کوئی قوم یاجوج ماجوج ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی دیوار سد ذوالقرنین ثابت ہوتی ہے کیونکہ دیوار چین کا بانی ایک چینی بادشاہ تھا۔ ذوالقرنین نہیں۔ نیز ترمذ اور قفقاز کی دیواروں کا بانی بھی ذوالقرنین محقق نہیں بلکہ انہیں کسریٰ (نوشیرواں) اور اسفندیار وغیرہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں دیوار چین دو پہاڑوں کے درمیان نہیں اور نہ ہی اسے لوہے اور تانبے سے تعمیر کیا گیا ہے پھر لطف کی بات یہ ہے کہ چینیوں نے یہ دیوار اپنی حفاظت کے لئے بنائی یہ بارڈر کا کام دیتی ہے اور وہ اسے توڑنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ البتہ بہت سے علما نے دیوار قفقاز کو چند دلائل کی بنیاد پر سد ذوالقرنین قرار دینے کی کوشش کی ہے جو درج ذیل ہیں۔

(i) یہ دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔
(ii) اس میں لوہے اور تانبے کو استعمال کیا گیا ہے۔
(iii) قطعی طور پر نہ سہی لیکن معروف یہی ہے کہ اس کا بانی ذوالقرنین ہے۔
(iv) مؤرخین اسے ہی ذوالقرنین قرار دیتے ہیں۔

جیسا کہ تاریخی کتب میں یہ واقعہ ملتا ہے کہ خلیفہ واثق باللہ نے خواب میں دیکھا کہ یاجوج ماجوج کی دیوار ٹوٹ گئی ہے چنانچہ وہ بڑا پریشان ہوا اور اس نے سلام الترجمان کی قیادت میں ایک کمیشن روانہ کیا کہ وہ سد ذوالقرنین کو تلاش کریں اور اس کا مشاہدہ کرنے کے بعد اسے صحیح صورتحال سے آگاہ کریں۔ اٹھارہ مہینوں کے بعد اس کمیشن نے آکر اطلاع دی کہ وہ دیوار تاحال محفوظ ہے۔ اس میں ایک بہت بڑا دروازہ ہے جس بڑے بڑے تالے لگے ہوئے ہیں اور وہ دیوار انتہائی بلند وبالا اور نہایت مضبوط ہے۔ (بعض مؤرخین کے بقول اس میں لوہے اور تانبے کو وسیع پیمانے پر استعمال کیا گیا ہے) اس سروے کمیشن نے اپنی رپورٹ میں یہ بھی بتایا کہ یہ دیوار شمال مشرق کی طرف ہے اور ان علاقوں کے بادشاہوں کی طرف سے وہاں پہرے دار مقرر ہیں۔ (قصص القرآن از حفظ الرحمٰن سیوہاروی، تفہیم القرآن از مولانا مودودی بذیل قصہ یاجوج ماجوج)

اس تعبیر میں دو نکتے خاصے وزنی ہیں یعنی دیوار قفقاز کا دو پہاڑوں کے درمیان ہونا اور اس میں لوہے اور تانبے کا پایا جانا لیکن کسی ایک دو مشترک علامتوں کی بنیاد پر اسے سد ذوالقرنین قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ مشابہت من کل الوجوہ ثابت کی جائے اور ہم نے سد ذوالقرنین کی دس بڑی اہم اور بنیادی علامتیں بیان کی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ کم ازکم ان دس علامات کے ساتھ اس مشابہت کو ثابت کیا جائے جبکہ یہاں صورتحال ایسی نہیں بلکہ صرف دو یا زیادہ سے زیادہ تین علامتیں یہاں منطبق ہوسکتی ہیں کہ اگر اس کا بانی بھی ذوالقرنین تسلیم کرلیا جائے

علاوہ ازیں دو بنیادی وجوہات کی بنا پر اسے دیوار ذوالقرنین قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ واثق باللہ کے سروے کمیشن والے جس تاریخی واقعہ کی بنیاد پر اسے سد ذوالقرنین ثابت کیا جاتا ہے وہ واقعہ تحقیقی طور پر بسند صحیح ثابت ہی نہیں کیونکہ اول تو مؤرخین نے اسے بلاسند نقل کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر اپنی تاریخی (البدایہ والنہایہ 102/2) میں لکھتے ہیں کہ "وقد ذكران الخليفة الواثق بعث نیز یہاں 'ذکر' مجہول کا صیغہ ہے جو نفس واقعہ کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح یاقوت حموی اسے بلاسند نقل کرنے کے بعد اس کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ "قد كتبت من جر السلّه ماوجدته فى الكتب ولست اقطع بصحة اوردته لاختلاف الروايات فيه والله اعلم بصحته وعلى كل حال فليس فى صحة امر السد ريب وقد جاء ذكره فى الكتاب العزيز" (معجم البلدان 225/3)

سد ذوالقرنین کے بارے میں جو کچھ مجھے کتابوں میں (بکھرا) نظر آیا میں نے تحریر کردیا ہے جبکہ میں اس واقعہ پر قطعی صحت کا حکم نہیں لگاتا کیونکہ اس کے متعلق روایتوں میں اختلاف ہے اور اس کی صحت اللہ ہی بہتر جانتے ہیں۔ لیکن بہرصورت سد ذوالقرنین کے واقعہ کی صحت میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے (کہ ذوالقرنین کے دور میں ایسا واقعہ ضرور پیش آیا تھا) کیونکہ اس کا تذکرہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

مفسر آلوسیؒ اس واقعہ کی تضعیف میں رقمطراز ہیں کہ

"واماما ذكره بعضهم من ان الواثق بالله العباسى ارسل سلاما الترجمان للكشف عن هذا السد فذهب جهة لشمال فى قصة تطول حتى راه ثم عاد وذكرله من امره ماذكر فتقات المؤرخين على تضعيفه وعندى انه كذب لمافيه مماتابى عنده الاية كما لا يخفى على الواقف عليه تفصيلا" (روح المعانی، ص42 ج16)

"یہ جو بعض لوگوں نے خلیفہ واثق باللہ کے حوالے سے ایک طویل قصہ ذکر کیا ہے کہ اس نے سلام ترجمان کو اس دیوار کی تلاش میں بھیجا اور وہ شمال کی طرف گیا حتیٰ کہ اس نے وہ دیوار دیکھی اور

سد ذوالقرنین کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ یاجوج ماجوج اسے ہروقت کھودتے ہی رہتے ہیں اور اللہ رات میں اسے بھر دیتے ہیں تو موجودہ دیواروں میں سے کوئی بھی ہروقت کھودی جانے والی دیوار نہیں ہے

واپس آکر خلیفہ کو اس کی رپورٹ دی تو ثقہ مؤرخین اس واقعہ کی تردید کرتے ہیں اور میرے خیال میں تو یہ محض کذب وافترا ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیت اس بات سے انکار کرتی ہے۔ جیسا کہ تفصیلات سے واقف کسی شخص پر بھی یہ حقیقت مخفی نہیں۔"

علامہ آلوسی مزید فرماتے ہیں کہ "وهوايضالم يبق الى الان بل خرب من قبل هذا بكثير" (روح المعانی 37/16)

"یہ دیوار عرصہ دراز سے ٹوٹ چکی ہے۔ لہٰذا وہاں کے لوگوں کو یاجوج ماجوج قرار دینے والے محض تکلف ہی کرتے ہیں۔"

تیسری تعبیر:

یاجوج ماجوج سے مراد چینی اقوام ہیں کیونکہ چین کے گرد اگرد دیوار ذوالقرنین موجود ہے اور یہ لوگ کتے بلیوں (درندوں) کو بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ لہٰذا ان کی یہ علامت یاجوج ماجوج سے ملتی ہے۔ یہ تفسیر درج ذیل وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

i- بلاشبہ چین کی سرحدی دیوار' دیوار چین کے نام سے نہ صرف تاریخ میں مذکور ہے بلکہ آج بھی موجود ہے لیکن گذشتہ صفحات میں ثابت کیا جاچکا ہے کہ دیگر ''دیواروں'' کی طرح اس پر بھی دیوار ذوالقرنین کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ دیوار ذوالقرنین کی کوئی ایک علامت بھی اس میں نہیں پائی جاتی یعنی

(i) نہ تو یہ دیوار دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔

(ii) نہ اس میں لوہا اور تانبا ہے۔

(iii) نہ اس کا بانی ذوالقرنین ہے۔

(iv) نہ ہی کوئی قوم اس کی کھدائی میں مشغول ہے۔

(v) اور نہ ہی یہ اتنی مضبوط ہے کہ اسے توڑا نہ جاسکتا ہو۔

اس وقت دنیا کی مشہور دیواروں میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں کہ جو لوہے اور تانبے سے مرکب ہو لہٰذا ہمیں قرآن کے بیان پر ایمان رکھنا چاہئے کہ اس کا وجود قیامت کی نشانیوں میں سے ہے اور وہ موجود ہے لیکن ہمارے احاطہ علم سے باہر ہے

ii- مفسر آلوسی اس تعبیر کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ''ولیس ھناک (ای فی الجین) یاجوج ماجوج نعم ھناک سد عظیم......'' (روح المعانی 37/16)

''چینی یاجوج ماجوج نہیں البتہ چین میں ایک بہت بڑی دیوار ضرور ہے مگر وہ دیوار ذوالقرنین نہیں کیونکہ نہ تو اسے ذوالقرنین نے تعمیر کیا اور نہ ہی اس دیوار چین میں دیوار ذوالقرنین والی علامات پائی جاتی ہیں۔'' لہٰذا دیوار چین کو سد ذوالقرنین قرار دینا جہالت ہے۔

iii- علاوہ ازیں چینیوں کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ کتے' بلیاں کھانے والے ہیں تو زیادہ سے زیادہ یہ محض ایک جزئی علامت تو قرار دی جاسکتی ہے مگر ہم بار ہا یہ واضح کرچکے ہیں کہ یاجوج ماجوج یا سد ذوالقرنین کے حتمی انطباق ومصداق کے لئے کلی مشابہت ضروری ہے ورنہ اس طرح کی جزئی مشابہت تو دنیا کے بہت سے ممالک پر بھی صادق آسکتی ہے۔ تو کیا ان سب کو یاجوج ماجوج قرار دیں گے؟

چوتھی تفسیر:

ترکی اقوام یاجوج ماجوج ہیں کیونکہ ان کی شکل وصورت یاجوج ماجوج کی شکل وصورت سے ملتی ہے۔

اتنی بات درست ہے کہ صحیح حدیث میں یاجوج ماجوج کی شکل وصورت کو ترکوں کے مشابہ بیان کیا گیا ہے۔ یعنی باریک آنکھوں والے' سرخی مائل بالوں اور چوڑے چہرے والے گویا کہ وہ تہ بہ تہ ڈھالوں جیسے (موٹے اور چپٹے) ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یاجوج ماجوج ترکمانستانی لوگ ہیں کیونکہ یہ صرف ایک مشترک وصف اور جزئی مشابہت ہے ورنہ ان میں یاجوج ماجوج کی علامات قطعی طور پر صادق نہیں آتیں اور نہ ہی انہیں سد ذوالقرنین سے محصور کیا گیا ہے۔ لہٰذا ترک یاجوج ماجوج نہیں۔ اس کو اس مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ جس طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو سیدنا عروہ بن مسعود صحابی کے اور دجال کو عبدالعزی بن قطن کافر کے مشابہ کہا گیا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سیدنا عروہ بن مسعود ہی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا عبدالعزیٰ ہی دجال ہے۔

اس طرح ترکوں کی شکل وصورت کو اگر یاجوج ماجوج کی شکل وصورت کے مشابہ بتایا گیا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہی فی الحقیقت یاجوج ماجوج ہیں۔

پانچویں تعبیر:

دیوار برلن سد ذوالقرنین ہے اور یاجوج ماجوج سے مراد یورپی اقوام ہیں۔ یہ تفسیر درج ذیل وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

(i) قرآن مجید اور صحیح احادیث سے مترشح ہوتا ہے کہ سد ذوالقرنین قیامت کے قریب گرائی جائے گی اور اس سے پہلے دجال اکبر' امام مہدی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ (علامات کبریٰ) کا ظہور ہوچکا ہوگا اور دنیا میں صرف سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی مسلمان ہی باقی رہ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو خروج کی اجازت دے دیں گے اور وہ دیوار گرا کر اودھم مچادیں گے جبکہ گذشتہ صدی کے اواخر میں مشرقی ومغربی جرمنی کے ایک معاہدے کے تحت یہ دیوار (دیوار برلن) گرائی جاچکی ہے جبکہ اس دیوار کے گرنے سے پہلے یا بعد میں تاحال قیامت کی علامات کبریٰ کا ظہور نہیں ہوا۔ اس لئے اگر اسے سد ذوالقرنین تسلیم کرلیا جائے تو لامحالہ قرآن وحدیث کے بہت سے نصوص کا (معاذ اللہ) ابطال لازم آتا ہے۔

(ii) دیوار برلن پر سد ذوالقرنین کی علامات کا کسی طرح بھی انطباق نہیں ہوتا یعنی نہ اس کا بانی ذوالقرنین تھا' نہ یہ دیوار دو پہاڑوں کے درمیان تھی' نہ اس میں لوہا اور تانبا تھا اور نہ ہی اسے یاجوج ماجوج کے حملوں کے انسداد کے لئے بنایا گیا تھا لیکن اس کے باوجود اسے سد ذوالقرنین سمجھنا درست نہیں۔

(iii) دیوار برلن کو سد ذوالقرنین خیال کرنے والے مجبوراً بہت سے ظاہری احکامات کو تاویلات فاسدہ کی بھینٹ چڑھانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں کہ ایک غلط بات کو ثابت کرنے کے لئے ظاہری نصوص میں بلادلیل تاویلات کی جائیں۔

چھٹی تعبیر:

ساتویں صدی میں تاتاریوں کا خروج ہی وہ خروج تھا جسے قرآن وحدیث میں خروج یاجوج ماجوج سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یہ تفسیر درج ذیل وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔

(i) قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا خروج قیامت کے قریب ہوگا جبکہ قیامت کی بڑی بڑی علامات مثلاً امام مہدی' خروج دجال اور نزول مسیح علیہ السلام کا ظہور ہوچکا ہوگا جبکہ تاتاریوں کا خروج آج سے سات آٹھ صدیاں بیشتر ہوچکا ہے مگر تاحال قیامت کی علامات کبریٰ کا ظہور دیکھنے میں نہیں آیا۔ لہٰذا تاتاریوں کے خروج کو یاجوج ماجوج کے خروج سے تعبیر کرنا سراسر غلط ہے۔

(ii) یاجوج ماجوج جب خروج کریں گے تو تمام فصلوں' کھیتوں' شہروں' دریاؤں کے پانیوں' جانوروں وغیرہ کا خاتمہ کردیں گے۔ وغیرہ وغیرہ جبکہ تاتاریوں کے خروج میں اگرچہ انسانی آبادیوں پر ناقابل بیان حد تک ظلم کیا گیا مگر اس کے باوجود ان کا فتنہ وفساد یاجوج ماجوج کے ظلم وفساد کے عشر عشیر بھی نہیں۔

(iii) یاجوج ماجوج کا خروج دیوار ذوالقرنین کے گرانے کے فوری بعد ہوگا جبکہ تاتاریوں نے ایسی کسی ''دیوار'' کو گرا کر یہ یورش نہیں کی۔ ان کی یورش کے اسباب علاقہ جات اور احوال واسباب اس کے سوا کچھ اور تھے۔

بعض لوگ اس تعبیر میں امام قرطبی کے حوالے سے یہ بات کرتے ہیں کہ انہوں نے اس فتنہ تاتار کو ''فتنہ یاجوج ماجوج'' قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے کیونکہ ان کی جس عبارت سے یہ مفہوم کشید کیا جاتا ہے وہ اس سے مفہوم کی متحمل نہیں اور وہ عبارت درج ذیل ہے

''وقد خرج منهم فى هذا الوقت امم لا يحصيهم الا الله تعالىٰ ولا يردهم عن المسلمين الا الله تعالىٰ حتىٰ كانهم ياجوج وماجوج أو مقد متهم'' (تفسير قرطبی 57/11')

''اس وقت ان (تاتاریوں) میں سے اتنی جماعتیں نکل آئی ہیں جن کی تعداد اللہ ہی بہتر جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر مسلمان ان سے بچاؤ نہیں کرسکتے گویا کہ یہ یاجوج ماجوج ہیں یا ان کا مقدمہ ہیں۔''

گویا امام قرطبیؒ نے تاتاریوں کے ظلم وجور اور قوت وطاقت کے پیش نظر انہیں یاجوج ماجوج کے مشابہ سمجھا ہے۔ حقیقتاً انہیں یاجوج ماجوج قرار نہیں دیا۔ علاوہ ازیں اس عبارت کے متصل بعد اور اپنی کتاب التذکرہ (ص ۷۷۹ تا ۷۸۴) میں وہ تمام روایات جمع

باقی صفحہ 23 پر ملاحظہ فرمائیں

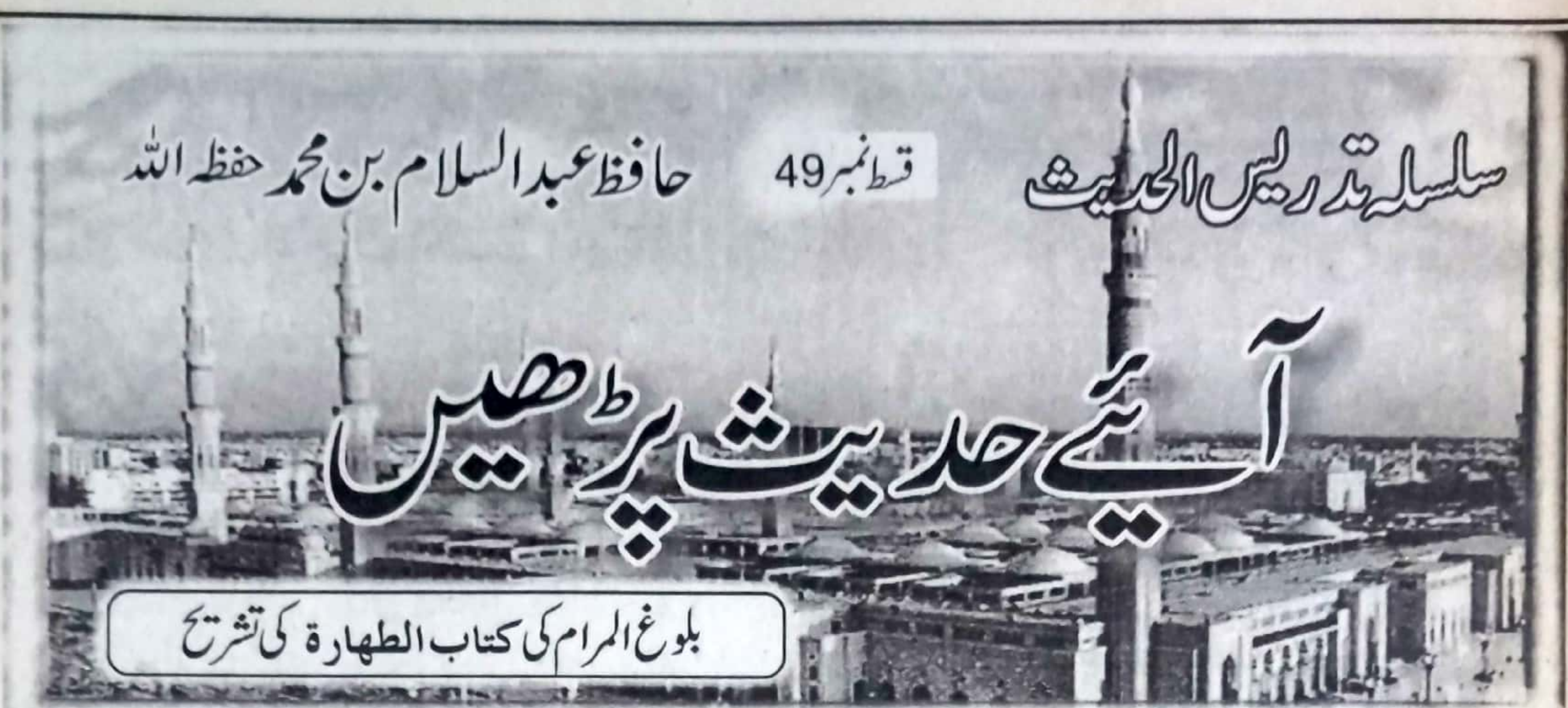

وضوء کا طریقہ

۸/۳۶ عَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبِرَةَ ﷺ عَنِ الْوُضُوءِ قَالَ أَسْبِغِ الْوُضُوءَ وَخَلِّلْ بَيْنَ الْأَصَابِعِ وَبَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ وَلِأَبِي دَاوُدَ فِي رِوَايَةٍ إِذَا تَوَضَّأْتَ فَمَضْمِضْ

لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وضوء مکمل کر' انگلیوں کے درمیان خلال کر اور ناک میں خوب اچھی طرح پانی چڑھا سوائے اس کے کہ تو روزہ دار ہو' اسے چاروں نے روایت کیا اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت کے لفظ یہ ہیں اور جب تو وضوء کرے تو کلی کر۔"

تخریج: (الف) (صحیح) ابوداؤد الطہارۃ (۱/ ۱۴۲' ۱۴۴' ۱۴۴) ترمذی الصوم (۷۸۸) ابن ماجہ (۴۴۸) نسائی الطہارۃ (۸۷) ابن خزیمہ (۱۵/ ۱۶۸) وغیرھم ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

(ب) ابوداؤد الطہارۃ (۱۴۴) بیہقی (۱/ ۵۲) البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

راوی حدیث۔ لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ۔ صاد کی فتح اور باء کے کسرہ کے ساتھ۔ ابورزین کنیت ہے مشہور صحابی ہیں اہل طائف میں شمار ہوتے ہیں

مفردات:

اسبغ۔ مکمل کر' قاموس میں ہے اَسْبَغَ الْوُضُوْءَ اَبْلَغَهٗ مَوَاضِعَهٗ۔ وضوء کو اس کی تمام جگہوں تک پہنچانا۔

بالغ فی الاستنشاق۔ پوری کوشش سے ناک کے آخر تک پانی چڑھا

خلل۔ انگلیوں کو کشادہ کر کے ان کے درمیان پانی پہنچانا۔

فوائد:

۱۔ وضوء میں تمام اعضاء کو مکمل کرنا ضروری ہے۔ خواہ ایک دفعہ ہی کرے البتہ تین دفعہ کرنا افضل ہے تین دفعہ سے زیادہ جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو تین دفع دھونے سے نہ اترے تو الگ بات ہے۔

۲۔ انگلیوں کا خلال۔ اس میں ہاتھ اور پاؤں دونوں کی انگلیاں شامل ہیں۔ ابن عباس ﷺ کی حدیث میں إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ (جب وضوء کرے تو ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے اسے ترمذی' احمد' ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا اور بخاری نے حسن کہا (سبل) اور دیکھئے صحیح الترمذی للالبانی (۳۶)

۳۔ انگلیوں کے درمیان جس طرح ہو سکے پانی پہنچا۔ حصہ خشک نہ رہ جائے بہتر ہے کہ پاؤں کی انگلیوں کے درمیان چھوٹی انگلی پھیرے کیونکہ نبی ﷺ کا عمل یہی ہے مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ يَدْلُكُ بِخِنْصَرِهِ مَا بَيْنَ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ ترمذی (باب تخلیل الاصابع۔ ابوداؤد (الطہارۃ باب غسل الرجلین)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب وضوء کرتے تو پاؤں کی انگلیوں کے درمیان والی جگہ کو چھوٹی انگلی سے ملتے تھے۔ ابن ماجہ میں یدلک کی جگہ یخلل ہے۔ یعنی انگلیوں کے درمیان چھوٹی انگلی پھیرتے تھے۔ (حدیث صحیح ہے (صحیح ابوداؤد للالبانی (۱۳۴) اور صحیح الترمذی (۳۷)

۴۔ اس حدیث سے وضوء میں کلی کرنے' ناک میں پانی چڑھانے اور انگلیوں کے درمیان پانی پہنچانے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے اور کسی وضوء میں ان چیزوں کا ترک ثابت نہیں۔

روزے کی حالت میں پانی چڑھانے میں زیادہ کوشش نہ کرے ایسا نہ کو وہ پانی حلق میں چلا جائے جو روزے کے نقصان کا باعث ہو۔

۹/۳۷ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ فِي الْوُضُوْءِ
اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ وضوء میں اپنی داڑھی کا خلال کیا کرتے تھے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔

تخریج: (راجح یہ ہے کہ حسن ہے۔ حازم) ترمذی الطہارۃ (۳۱/۱) ابن خزیمہ (۵۲/۱) حاکم (۱۴۸/۱، ۱۴۹) ترمذی اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے موافقت کی ہے۔ البانی نے صحیح کہا ہے۔ صحیح الترمذی (۲۸) حافظ ابن حجر نے تہذیب (۶۹/۵) میں ترمذی کی علل کبیر سے نقل کیا ہے کہ ترمذی فرماتے ہیں۔ محمد بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ (بخاری) نے فرمایا میرے نزدیک اس مسئلہ میں سب سے صحیح حدیث عثمان رضی اللہ عنہ کی ہے میں نے کہا: لوگ اس میں کلام کرتے ہیں فرمایا وہ حسن ہے۔

فائدہ: داڑھی کا خلال یعنی انگلیوں سے اس کے اندرونی حصے کو گیلا کرنا چاہئے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب وضوء کرتے تو پانی کی ایک کف لے کر اسے جبڑے کے نیچے رکھتے اور اس کے ساتھ داڑھی کا خلال کرتے اور فرماتے: میرے رب نے مجھے اس طرح حکم دیا ہے۔ ابوداوٗد الطہارۃ /۱۴۵ یہ حدیث طرق کی وجہ سے صحیح ہے۔ (محمد صبحی)

وضوء کے لئے پانی کی مقدار

۱۰/۳۸ وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اُتِيَ بِثُلُثَيْ مُدٍّ فَجَعَلَ يَدْلُكُ ذِرَاعَيْهِ. اَخْرَجَهُ اَحْمَدُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ خُزَيْمَةَ

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے پاس مد کا دو تہائی (پانی) لایا گیا تو آپ اپنے بازوؤں پر ملنے لگے۔ اسے احمد نے روایت کیا اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے

تخریج: (صحیح) احمد (۳۸/۴، ۳۹، ۴۰، ۴۱) ابن خزیمہ (۱۱۸) بسند صحیح وغیرہما

مفردات:

مد۔ صاع (ٹوپہ) کا چوتھا حصہ۔ رسول اللہ ﷺ کا صاع پانچ رطل اور ایک تہائی رطل کے برابر تھا۔ قاموس میں ہے مكيال وهو رطلان او رطل وثلث او مل كف الانسان المعتدل اذا ملاهما ومديده بهما ومنه سمى مدا وقد جربت ذالك فوجدته صحيحا۔ ایک پیمانہ ہے جو دو رطل سے ایک رطل اور تہائی ہوتا ہے یا معتدل آدمی ہاتھ پھیلا کر بھرلے تو اس کے برابر ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا نام مد رکھا گیا ہے۔ (کیونکہ مد کا معنی پھیلانا ہے) صاحب قاموس کہتے ہیں میں نے اس کا تجربہ کیا اور اسے درست پایا ہے۔ اس کا اندازہ تقریباً نصف کیلو ہے۔

فوائد: ۱۔ مسح، غسل اور دلک کا فرق یہ ہے کہ مسح کا معنی پانی سے تر ہاتھ لگانا ہے غسل کا معنی دھونا اور دلک کا معنی ملنا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وضوء کرتے وقت اعضاء کو ملنا چاہئے۔ البتہ اسے واجب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حکم غسل (دھونے) کا ہے۔ دلک کا نہیں۔ فعل سے وجوب لازم نہیں ہوتا۔ ہاں اگر اعضاء کے تمام حصوں پر ملنے کے بغیر پانی نہ پہنچ رہا ہو تو ملنا ضروری ہے مگر وہ اس حدیث سے نہیں بلکہ اس حدیث سے جس میں آپ ﷺ نے وضوء کے اسباغ کا حکم دیا ہے۔ دیکھئے گزشتہ (حدیث نمبر ۳۶)

۲۔ مد کے دو تہائی سے وضوء ہو سکتا ہے یہ کہنا غلط ہے کہ اتنے کم پانی سے وضوء کس طرح کیا جائے۔ ہاں اس سے زیادہ پانی بھی استعمال کرنا منع نہیں۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مد کے ساتھ وضوء اور ایک صاع سے لے کر پانچ مد تک غسل کر لیا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

اعضاء کو تین تین دفعہ دھونے میں کچھ زیادہ پانی بھی لگ جائے تو حرج نہیں۔ البتہ وسوسے کے مریضوں کی طرح دھوتے ہی چلے جانا یا پانی کی ٹونٹی کھول کر بے توجہی سے پانی ضائع کرتے چلے جانا درست نہیں۔

کانوں کے مسح کے لئے پانی لینا

۱۱/۳۹ وَعَنْهُ اَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَاْخُذُ لِاُذُنَيْهِ مَاءً غَيْرَ الْمَاءِ الَّذِي اَخَذَهُ لِرَأْسِهِ اخرجه البيهقى (الف) وَهُوَ عِنْدَ مُسْلِمٍ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ بِلَفْظِ "وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ (ب) وَهُوَ الْمَحْفُوْظُ

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنے کانوں کے لئے پانی اس پانی کے علاوہ لیتے جو سر کے لئے لیا تھا اسے بیہقی نے روایت کیا اور یہ مسلم میں اسی سند سے اس لفظ سے ہے۔ اور آپ نے اپنے سر کا مسح اس پانی سے کیا جو آپ کے ہاتھوں سے بچا ہوا نہیں تھا اور یہی محفوظ ہے

جماعۃ الدعوۃ پاکستان کا پیغام عالم اسلام کے نام

حمد الٰہی:

تمام تعریفیں، عاجزیاں، بندگیاں، نیاز مندیاں اسی بے نیاز شہنشاہ کائنات اللہ رب العالمین کے لئے ہیں جو ساری کائنات کا وحدہ لاشریک، خالق، مالک، رزاق اور معبود ہے۔ جو تمام مخلوقات عالم کا اکیلا مشکل کشا، حاجت روا، غوث الاعظم، غوث العالمین، دستگیر، داتا، گنج بخش، قیوم، غریبوں اور امیروں کو نوازنے والا، لجپال، دلوں کے بھید جاننے والا، بگڑیاں بنانے والا، بیڑے پار لگانے والا، کھوٹی قسمتیں کھری کرنے والا، جھولیاں بھر بھر کر دینے والا، مرادیں پوری کرنے والا، لیکھوں میں میخ ڈالنے والا، ڈوبتوں کو ترانے والا، سورج کو کرنیں، چاند کو چاندنی اور ستاروں کو جھلملاہٹ عطا کرنے والا، بادلوں کو نچوڑ کر قطرہ قطرہ پانی بارش کی شکل میں زمین پر برسانے والا، پھر مردہ بنجر زمینوں کو زندہ کر کے لہلہاتی ہوئی کھیتیاں، فصلیں اور باغات پیدا کرنے والا، دریاؤں کو روانی، سمندروں کو طغیانی اور ہواؤں کو تندی بخشنے والا، دلوں کی دھڑکنوں اور سانسوں کی رفتار کو کنٹرول کرنے والا، روتے سسکتے کروٹیں بدلتے اور آہیں بھرتے ہوئے بیماروں کو شفا بخشنے والا، فقیروں کو تخت شاہی پر بٹھانے والا، بادشاہوں کو تخت سے اتار کر جوتے مروا کے گلیوں میں بھیک کے ٹکڑے منگوانے والا، نذر، نیاز، صدقات، خیرات، منت منوتی قیام رکوع، سجود، فرضی یا نفلی روزہ، حج، طواف، اعتکاف، توکل، امید، بھروسہ، ڈر، خوف، دعا و پکار، استغاثہ، استعانت، شریعت و دستور سازی کے لائق وہی اللہ وحدہ لاشریک ہے، ہواؤں میں اڑنے والے پرندوں، سوراخوں میں رہنے والے جاندار، زمین پر رینگنے والے کیڑے مکوڑے، گردن جھکائے چلنے والے چوپائے، گھنے جنگلوں میں بادشاہت کرنے والے درندے، سر بفلک پہاڑوں کی چوٹیاں، بچھی اور پھیلی ہوئی زمین، روانی سے بہتے ہوئے دریا، موجیں مارنے والے سمندر، خاموش درخت، باادب فرشتے، ناری اور خاکی مخلوق، زناٹے بھرتی ہوئی طاقتور ہوا، اونچا آسمان، چمکتے ہوئے ستارے، سورج اور چاند بلکہ کائنات کا ایک ایک ذرہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور تسبیح کرنے میں مشغول ہے کیونکہ پھولوں میں خوشبو اس کی دی ہوئی، پھلوں میں ذائقہ اس کا دیا ہوا، پھلوں میں رنگ اس کا بھرا ہوا، بادلوں کو گرج، بجلی کو کڑک اور چمک اس کی دی ہوئی، زبان کو بولنے، آنکھوں کو دیکھنے، کانوں کو سننے، دماغ کو سمجھنے، دل کو دھڑکنے، معدے کو ہضم کرنے، ہاتھوں کو پکڑنے اور پاؤں کو چلنے کی طاقت اسی کی بخشی ہوئی، میاں بیوی، اولاد و والدین میں محبت اس اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے جو پانی کو پتھر کر دینے پر، جو آگ کو گلزار بنا دینے پر، جو دشمن کو دوست کر دینے پر، جو رحمت کو زحمت کر دینے پر قادر ہے۔ سب اس اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں مگر وہ سب سے بے پرواہ ہے۔ سب اس اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس کے ٹکڑوں پر پلنے والے ہیں۔ کسی کو ایک نتھنا پھلانے، ایک سانس لینے، بلکہ منہ پر سے مکھی اڑانے کی طاقت نہیں، اس اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے سامنے سب دبکے ہوئے، اس کے رعب و دبدبہ کے سامنے سب دست بستہ اور عاجز ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس کی سلطنت پوری کائنات میں پھیلی ہوئی ہے جس کا حکم اور اختیار ہر شے پر ہے۔ اس کا کوئی حکم ٹلتا نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جو ہر کسی کی، ہر بات، ہر زبان میں، ہر وقت، ہر جگہ سن کر مشکلیں بھی آسان کرتا ہے۔ بھوکے کو نرم گرم غذا بھی دیتا ہے۔ پیاسے کو پانی بھی دیتا ہے اور بیمار و لاغر کو شفا بھی دیتا ہے۔ الغرض روئے زمین کے درختوں کی قلمیں بنا کر، روئے زمین کے دریاؤں اور سمندروں کی سات دفعہ سیاہی گھول کر بھی اگر اللہ رب العالمین کی حمد و ثناء لکھی جائے تو قلمیں گھس جائیں گی، سیاہیاں ختم ہو جائیں گی لیکن اللہ کے پیارے اور نہ ختم ہونے والے اوصاف کبھی ختم نہ ہوں گے۔ اس اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی وزیر ہے نہ کوئی مشیر نہ کوئی ضد ہے، نہ کوئی ند، نہ کوئی شریک ہے، نہ کوئی ساجھی اور حصہ دار ہے۔ جس کی نہ اولاد ہے نہ ماں باپ، نہ قوم نہ برادری، اس کی ذات، صفات اور حقوق میں نہ کوئی نبی شریک'' نہ علی شریک، نہ کوئی ولی شریک نہ کوئی امام شریک، نہ کوئی جن شریک، نہ کوئی فرشتہ شریک بلکہ وہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور حقوق میں وحدہ لاشریک اور یکتا ہے۔

نعت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

سارا قرآن میرے مصطفی ﷺ کی نعت ہے کیونکہ کہیں ان کے عقیدہ توحید کا تذکرہ ہے تو کہیں ان کی نماز کا تذکرہ۔ کہیں ان کے روزے کا تذکرہ، کہیں تہجد کا تذکرہ، کہیں صدقہ و خیرات کا تذکرہ، کہیں حج و عمرہ کا تذکرہ، کہیں ہجرت و معراج کا تذکرہ، کہیں کھانے پینے کا تذکرہ۔ کہیں اٹھنے بیٹھنے کا تذکرہ۔ کہیں عدل و انصاف کا تذکرہ۔ کہیں جہاد و قتال کا تذکرہ کہیں ان کے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا تذکرہ۔ کہیں ان کے دشمنوں کے بغض و عناد کا تذکرہ۔ کہیں ان کے والضحیٰ والے تابناک چہرے کا تذکرہ ہے تو کہیں واللیل والی کالی زلفوں کا تذکرہ۔ کہیں الم نشرح لک صدرک والے فراخ سینے کا تذکرہ ہے تو کہیں قد نری تقلب وجھک فی السماء والی حسین پیشانی کا تذکرہ۔ کہیں ما زاغ البصر والی سرگیں چمکدار آنکھوں کا تذکرہ ہے تو کہیں وما ینطق عن الھوی والی زبان نبوت کا تذکرہ۔ کہیں ما کذب الفؤاد والے دل کا تذکرہ ہے تو کہیں وما رمیت اذ رمیت والے فولادی ہاتھوں کا تذکرہ، کہیں مزمل و مدثر والی کالی کملی کا تذکرہ ہے تو کہیں ان کی زندگی اور وفات کا تذکرہ گویا کہ سارے قرآن میں میرے مصطفی ﷺ کی شان کا تذکرہ اور میرے مصطفی ﷺ کے رب رحمان کا تذکرہ۔ کیونکہ ساری مخلوقات میں تعریف کیا گیا ورفعنا لک ذکرک کی شان کا مالک محمد ﷺ بے مثال اور اپنے رب کی ساری مخلوقات میں سے بڑھ کر حمد، تعریف، عبادت کر کے ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کا نعرہ عبدیت بلند کرنے والے احمد ﷺ کا معبود اللہ تعالیٰ خالقیت میں بے مثال۔ یعنی محمد ﷺ سب سے بڑھ کر عبد ہونے میں بے مثال اور اللہ تعالیٰ معبود ہونے میں بے مثل و بے مثال۔

ان گنت و بے شمار صلوۃ وسلام نبی کائنات، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین والمرسلین، امام الانبیاء والمرسلین، امام القبلتین، امام المجاہدین، سپہ سالار اعظم محمد ﷺ کی ذات بابرکات پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے نور مجسم نہیں بلکہ نور ہدایت اور بشرا رسولا بنا کر بھیجا اور دنیا میں رحمت بن کر آنے والا، بھٹکے ہوؤں کو سیدھی راہ دکھانے والا، اللہ تعالیٰ کا کلام سنانے والا، بوریہ نشینوں کو تخت سلطنت کے اصول و ضوابط سکھانے والا، امیوں کو علماء کا استاد بنانے والا، اسلام کو دعوت و جہاد کے ذریعے پھیلانے والا، کفر و شرک کی کمر توڑنے والا، وہ جس نے اللہ کی توحید سمجھائی، جس نے حقانیت کی آواز لگائی، باطل کی طاقتوں کو مٹانے، مغروروں کے سر دھڑ اتارنے، باطل کے جھنڈے اکھاڑنے، بت اوندھے منہ گرانے، شراب خانے ویران کرنے، جوئے خانے برباد کرنے، بدکاری کے اڈے اجاڑنے، رسم و رواج کے طوق اتارنے اور ظالم صلیبیوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا جس نے آغاز کیا،

اللہ تعالی نے دین اسلام کی نعمت اس ہستی محمد ﷺ پر مکمل کی۔ کسی امام' فقیہ' مجتہد' ولی' مولوی' لیڈر' پیر اور وڈیرے کو نہیں بلکہ اللہ تعالی نے شفیع المذنبین' صاحب حوض کوثر' سید ولد آدم' سید البشر' نور الھدیٰ' بدر الدجیٰ محمد رسول ﷺ کو تمام عالم انس و جن کے لئے نمونہ حیات بنایا۔ جس نبی ﷺ کے شاگرد صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے اپنا تن' من' دھن' دین اسلام پر قربان کردیا اور وہ جہادی گھوڑوں کی پیٹھوں پر سوار ہو کر اللہ کی کبریائی کے نعرے لگاتے ہوئے' آتشکدے بجھاتے ہوئے' صلیبوں کو گراتے ہوئے صنم خانوں کو تہس نہس کرتے ہوئے' قیصر و کسریٰ کی عظیم سلطنتوں کو لتاڑتے ہوئے کچلتے اور روندتے ہوئے پوری دنیا میں اللہ تعالی کے کلمے کو بلند کرتے ہیں' وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین جن سے اللہ تعالی راضی ہوا اور وہ اللہ تعالی سے راضی ہوئے۔ وہ نہ زیدی تھے' نہ جعفری تھے' نہ اسماعیلی تھے' نہ مقلد تھے' نہ حنفی' مالکی' شافعی اور حنبلی تھے نہ ہی دیوبندی' بریلوی' قادری' چشتی' نقشبندی' سہروردی' نظامی' صابری' اویسی' رضوی سعیدی' مجددی' ذکری اور بہائی تھے بلکہ اللہ تعالی کے قرآن و محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر عمل کرتے تھے اور مکمل مسلمان تھے۔ انہی مومنوں کے قرآن اور حدیث والے راستے پر محدثین اور مجاہدین اسلام تھے۔ قرآن و حدیث پر عمل کر کے ہی ہم نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالی قرآن و حدیث کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خبردار!

اے دنیا کمانے اور اکٹھی کرنے کی حرص میں اپنے رب کو بھولنے والو! دنیا کی دلفریبیاں' رنگینیاں اور عیاشیاں ہمیشہ نہیں رہیں گی۔ جوانی' صحت اور اٹھکیلیاں کرتے ہوئے جسم کا چنچل پن ہمیشہ نہیں رہے گا۔ ایک وقت آئے گا جب جنسی آہیں بھرتی ہوئی سانسوں کی ڈور کٹ جائے گی۔ میوزیکل پروگرام میں نوٹ نچھاور کرنے اور لڈی و دھمال کے لئے اٹھے ہوئے تالیاں بجانے والے ہاتھ ڈھلک جائیں گے۔ راہ چلتی عورتوں اور مردوں کو جنسی ہوس سے پُر بھوکی اور سینماؤں' آرٹ کونسلوں' ٹی وی' ڈش' کیبل نیٹ ورک اور وی سی آر پر فحش پروگرام دیکھنے والی آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ پاپ اور ڈسکو میوزک پر تھرکتے ہوئے جسم بے جان ہو جائیں گے اور سینے میں غیر محرم مردوں اور عورتوں کے لئے دھڑکتے ہوئے دل تھم جائیں گے۔ سیٹیاں بجاتے' کش لگاتے اور گنگناتے ہوئے ہونٹوں کی سرخی ماند پڑ جائے گی۔ طبلہ' سرنگی اور میوزیکل کے دلدادہ کان بہرے ہو جائیں گے۔ اس وقت یہ حسن و جمال' بیوٹی' ماڈلنگ' حسن پرستی' ڈگریاں' عہدے' مرتبے' دوست واحباب' بیوی بچے' والدین' بہن بھائی اور مال واسباب' جائیداد' بینک بیلنس کچھ کام نہ آئے گا۔ بیوی کو بیوہ' بچوں کو یتیم اور رشتہ داروں کو روتا' سسکتا اور آہیں بھرتا ہوا چھوڑ کر اس اندھیری قبر میں جالیٹو گے جس قبر کی مٹی تمہارا کفن کھا جائے گی۔ وہاں پر موجود کیڑے مکوڑے اور زہریلے حشرات الارض تمہارے خوبصورت' سمارٹ' پلے ہوئے باڈی بلڈر جسم کو کاٹ' نوچ کھائیں گے جن آنکھوں کے کاجل پر لوگ مرا کرتے تھے' ان آنکھوں کے ڈھیلے گورے رخساروں پر جو اس وقت پچک کر اپنی لالی گنوا بیٹھے ہوں گے' ڈھلک پڑیں گے' چمکدار دانتوں کے درمیان قینچی کی طرح گفتگو میں چلنے والی زبان میں کیڑے چل رہے ہوں گے۔ پھر جسم کا ایک ایک جوڑ جو بریک ڈانس میں تیزی سے حرکت کیا کرتا تھا' علیحدہ علیحدہ ہو جائے گا' قہقہے لگا کر مسکراہٹیں بکھیرنے والے منہ سے بدبو کے بھبکے نکل رہے ہوں گے۔ اس وقت کے آنے سے پہلے کہ جب شہنشاہ کائنات رب العالمین کے حکم پر عذاب دینے والے فرشتے ٹھڈے مار کر جہنم میں دھکیل رہے ہوں گے' جس جہنم میں بطور مہمانی آگ کے کانٹوں کا پکا ہوا گرم بدبودار کھانا اور لوہے کی پیالیوں میں جہنمیوں کا ابلتا ہوا لہو اور پیپ پینے کو دیا جائے گا' جس کی گرم بھاپ سے ہی چہرے کی کھال پگھل کر لوہے کے پیالوں میں ہونٹوں کے ساتھ لگنے سے پہلے ہی گر پڑے اور گرم ابلتا ہوا مشروب آنتوں کو کاٹتا ہوا نکل جائے' آؤ اس سے پہلے اپنے غفور رحیم رب سے سابقہ گناہوں کی معافی مانگ کر قرآن و حدیث پر عمل کیلئے کمربستہ ہو جاؤ تاکہ تمہاری دنیا اور آخرت سنور جائے۔

اے مسلم نوجوانو!

آج دنیا بھر میں کافر قوتیں زندگی کے ہر محاذ پر مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف عمل ہیں اور دین اسلام کو مٹانے پر تلی ہوئی ہیں۔ اس صورت حال میں ہمیں اسلام کے تابناک ماضی سے سبق حاصل کر کے کافروں کے خلاف زندگی کے ہر شعبہ میں سرگرم عمل ہونے کی ضرورت ہے۔ کفار کی طرف سے ہم پر ثقافتی یلغار ہوئی۔ وہ ہاتھ جو تیغ زنی اور نیزہ بازی اور تیز اندازی کے ماہر تھے' ان ہاتھوں میں کرکٹ کے بلے' بیڈمنٹن کے ریکٹ اور موسیقی کے آلات تھما دیئے گئے۔ ٹیلی ویژن' وی سی آر اور دیگر آلات موسیقی و عیاشی کے ذریعے ہمیں اپنی دینی غیرت سے بیگانہ کیا گیا۔ اسلامی طرز زندگی کو ختم کر کے مغرب کی فحاشی کو فیشن اور جدیدیت کے نام پر ہمارے جسموں اور روحوں پر مسلط کیا گیا۔ ایسا کیوں ہے انڈونیشیا' کشمیر' چیچنیا میں کافر ہمارے معصوم بچوں کو خنجروں سے ذبح کر رہے ہیں اور ہم ان ہی کے بنائے ہوئے موسیقی کے آلات سے اپنے دل بہلا رہے ہیں' اب بھی وقت ہے' کافروں کی ان سازشوں کے مقابل ڈٹ جائیں۔ اپنے اسلاف کی طرح دین کے سپاہی بن کر عسکری تربیت حاصل کریں۔ کرکٹ اور موسیقی کے آلات کو توڑ کے اپنے ہاتھوں میں کلاشنکوف اور شانوں پر راکٹ لانچر اٹھا کر اسلام کے دشمنوں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیں تاکہ ایک بار پھر اللہ کی رحمتیں اتریں اور دین اسلام کا پھریرا کائنات کی وسعتوں پہ لہرائے۔

اے بنت اسلام!

ذرا اپنے ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھ تو سہی۔ وہ تُو ہی تو تھی جو مجاہدین کے گھوڑوں کو چارا کھلایا کرتی تھی۔ وہ بدر کا میدان' وہ احد کی پہاڑیاں' حنین کی سختیاں' غزوہ خندق کی صعوبتیں' یرموک کی مسافتیں' قادسیہ کی تلواروں کی جھنکار' اندلس کا ساحل' قرطبہ کی مسجد' اٹلی و سسلی کے دریا' بیت المقدس کے در و دیوار' سر بفلک قطب مینار' لال قلعہ' دلی کی جامع مسجد اور ایشیائے کوچک کے رستے' مجاہدین کے گھوڑوں کی ہنہناہٹ...... یہ سب اس بات پر شاہد ہیں کہ تو اپنے باپ' اپنے شوہر' اپنے بھائی' اپنے بیٹوں کو جہاد کی آیات و احادیث پڑھ کر سنایا کرتی تھی۔ ان کو جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دلاتی اور ان کے سامنے جہاد کے فضائل و مسائل بیان کیا کرتی تھی۔ تیری یہ جہاد سے محبت' تیرا یہ والہانہ انداز' اسی کا تو نتیجہ تھا کہ اسلام کے ان مجاہدوں کے نعرہ ہائے تکبیر سے دریا دہل جاتے' سمندر راستہ چھوڑ دیتے' صحرا سمٹ جاتے کیونکہ ان کی تلواروں میں رعد کی کڑک تھی' بجلیوں اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے والے "اللہ احد" کی ضرب سے پہاڑ و دریا کو دو نیم کرنے والے' سیلاب کی طرح بڑھتے اور موجوں کی طرح کرہ ارض پر پھیلنے والے' دشمن کی ثروت و طاقت' مال و منال' جاہ و جلال اور اس کی سپاہ لشکر کو پاؤں کی ٹھوکر سے روندنے والے...... یہ تیری سیرت و کردار کے پرتو ہی تو تھے۔ لیکن! یہ تب کی بات ہے جب تیرا اوڑھنا بچھونا دین تھا۔ لیکن آج تو ٹی وی' وی سی آر ڈراموں اور عریاں تصاویر سے مزین اخبار و رسائل سے دل بہلاتی ہے۔ کبھی تو باپردہ ہو کر شرم و حیاء کا پیکر اور مجسم عفت و عصمت ہوا کرتی تھی۔ آج تیرا آئیڈیل فلموں کے ایکٹر اور ایکٹریس ہیں۔ کبھی وقت تھا جب تو مجاہدین اسلام کی جرأت و بہادری کے قصے سنایا کرتی تھی' لیکن آج تو کرکٹ اور ہاکی کے کھلاڑیوں کے واقعات سنتی اور سناتی ہے۔ کبھی تیرے گھر میں جہاد کے ترانے بلند ہوا کرتے تھے۔ آج تیرے گھر میں فلموں اور گانوں کا زور ہے۔ آہ! کبھی تیری گود میں شمشیر و سناں سے کھیلنے والے شاہین پرورش پاتے تھے اور آج طاؤس و رباب سے کھیلنے والے جوان ہوتے ہیں۔ آج مسلمانان عالم کفر کے شکنجہ میں پس رہے ہیں' انہیں ذبح کیا جا رہا ہے' گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا ہے' کس جرم میں زندہ جلایا جا رہا ہے؟ محض اس لئے کہ وہ مسلمان ہیں۔ آہ افسوس' صد افسوس' مسلمانوں کی اس حالت زار پر تیرا دل نہیں تڑپتا' تیرے من کی دنیا میں زلزلہ نہیں آتا؟ تیری آنکھ سے آنسو نہیں چھلکتے؟ تیرے ہاتھ بارگاہ الٰہی میں نہیں اٹھتے...... ذرا دیکھ چیچنیا' کشمیر اور ہندوستان میں تیرے بچوں کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ وہ امید بھری آنکھوں سے تیری طرف دیکھ رہے ہیں' بھوک و پیاس سے بلکتے' تڑپتے سسکتے ہوئے بچے یہ کہہ رہے ہیں کہ اے ماں' اے بہن' تیرے وہ شیروں جیسے مجاہد کدھر ہیں' وہ ہماری مدد کے لئے کب آئیں گے۔ کیا تو صرف اپنے آنگن میں پلنے والے بچوں کی ماں ہے۔ ہمارے ساتھ تیرا کوئی رشتہ تعلق نہیں؟ ہمارے ساتھ تیرا ایمان کا رشتہ بھی نہیں جو دنیا کے تمام رشتوں سے مضبوط ترین ہے بس اگر آج تو پھر سے غیرت مند مجاہدہ بن جائے تو عالم کفر تیرے مجاہد بیٹوں اور بھائیوں کی ٹھوکروں سے نیست و نابود ہو سکتا ہے۔ ان شاء اللہ

حالت حیض میں طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں

س: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین متین حفظھم اللہ تعالی اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ایک ماہ کے وقفے سے تین طلاقیں دیں بعد میں اسے پتہ چلا کہ طلاق اول چونکہ ایام حیض میں دی گئی تھی واقع نہیں ہوئی اور وہ رجوع کا حق مع طلاق ثالث بجا طور پر رکھتا ہے اور اس رجوع سے نکاح جدید کی ضرورت ہے یا نہیں تیسری طلاق ۲۰۰۲۔۱۔۵ کو دی گئی تھی مستفتی کو یہ سارا مسئلہ عدم علم شرعی کی وجہ سے پیش آیا تھا بینو توجروا (محمد رفیق مغل راولپنڈی)

ج: کتاب وسنت کی نصوص صحیحہ صریحہ کی رو سے حالت حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اور جمہور ائمہ محدثین رحمھم اللہ اجمعین کا یہی قول ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی اور وہ حالت حیض میں تھی عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا مُرْہُ فَلْيُرَاجِعْهَا اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے پھر اسے اس حالت میں رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر حائضہ ہو پھر پاک ہو جائے پھر اگر چاہے تو چھونے سے پہلے اس کو روک لے اور اگر چاہے تو طلاق دے دے۔ یہ وہ عدت ہے جس میں انہوں نے عورت کو طلاق دینے کا حق دیا ہے۔

(صحیح البخاری (۵۲۵۱) ابوداؤد (۲۱۷۹، ۲۱۸۰) مسند احمد ۲/ ۶، ۵۴) ۶۳، ۶۴، ۱۰۲، ۱۲۴)

جمہور محدثین فقہاء کے ہاں محل استدلال اس حدیث میں "فَلْيُرَاجِعْهَا" کے الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے رجوع کا حکم دیا اگر طلاق واقع نہ ہوتی تو رجوع نہ ہوتا بعض لوگوں نے یہاں رجوع کا لغوی معنی مراد لیا ہے کہ اسے پہلی حالت میں لوٹا لے نہ کہ اس کو طلاق شمار کیا جائے یہ بات دو لحاظ سے غلط ہے۔

ا۔ لفظ کو شرعی حقیقت پر محمول کرنا اسے لغوی حقیقت پر محمول کرنے پر مقدم ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ کی کتب میں مرقوم ہے۔

۲۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جنہوں نے طلاق دی تھی انہوں نے خود اس کی تصریح کی ہے کہ یہ طلاق شمار کی گئی تھی لہٰذا اسے لغوی معانی پر محمول کرنا بلا دلیل درست نہیں ہے۔

۲۔ امام ابوداؤد الطیالسی نے ابن ابی الذئب از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا ہے کہ "انه طلق امراته وهی حائض فاتی عمر النبی ﷺ فذكر ذلك له فجعلها واحدة۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ کو طلاق دی اور وہ حائضہ تھی تو عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے یہ سارا معاملہ بیان کیا تو آپ نے اسے ایک طلاق قرار دیا۔ (مسند طیالسی (۶۸) اور فتح الباری ۹ / ۳۵۳) حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

وھذا نص فی موضع الخلاف فیجب المصیر الیہ یہ حدیث حائضہ عورت کے طلاق کے وقوع میں جو اختلاف ہے اس پر نص ہے اس کی طرف لوٹنا واجب ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عورت کو حالت حیض میں طلاق دی جائے تو وہ ایک طلاق شمار ہوتی ہے اور یہ صحیح حدیث اس طلاق کے وقوع پر نص کی حیثیت رکھتی ہے۔

۵۔ سعید بن جبیر ابن عمر رضی اللہ عنما سے روایت کرتے ہیں کہ "حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ" مجھ پر وہ طلاق شمار کی گئی (صحیح البخاری (۵۲۵۳) تغلیق التعلیق ۴/ ۴۳۴

اب ذیل میں حیض کی طلاق کو شمار نہ کرنے والوں کے دلائل کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

دلیل ا۔ امام ابوداؤد نے احمد بن صالح از عبدالرزاق از ابن جریج از ابوالزبیر روایت بیان کی ہے کہ عبدالرحمن بن ایمن مولی عروہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کر رہے تھے اور ابوالزبیر سن رہے تھے انہوں نے کہا "جو آدمی حالت حیض میں عورت کو طلاق دے دیتا ہے اس کے متعلق آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کہنے لگے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے دور میں اپنی اہلیہ کو دوران حیض طلاق دے دی تو عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اور کہا عبداللہ بن عمر نے دوران حیض اہلیہ کو طلاق دے دی ہے ابن عمر نے کہا" فَرَدَّهَا عَلَيَّ وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا "رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو مجھ پر لوٹا دیا اور اس طلاق کو درست نہ سمجھا

اور فرمایا: جب عورت حیض سے پاک ہو جائے پھر طلاق دے دے یا روک رکھے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نبی ﷺ نے قرات کی 'اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کی ابتدا میں طلاق دو۔

(ابوداؤد (۲۱۸۵) مسند احمد ۹/ ۳۷۰ (۵۵۲۴) عبدالرزاق (۱۱۰۰۳)(۶/ ۳۰۹) علاوہ ازیں یہی حدیث صحیح مسلم ۱۴/ ۱۴۷۱ سنن النسائی (۳۳۹۲) تفسیر النسائی (۶۲۱) ۲/ ۴۴۱ مختصر المنتقی لابن الجارود ۷۳۳ شرح السنۃ ۹/ ۲۰۳ (۲۳۵۲) طحاوی ۳/ ۵۱ میں بھی موجود ہے لیکن ان کتب میں "وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا" کے الفاظ نہیں ہے۔

وضاحت:۔ یہ روایت اس باب میں صریح نہیں کہ نبی ﷺ نے اس طلاق کو شمار نہیں کیا۔ جبکہ گزشتہ سطور میں ذکر کردہ احادیث میں اس بات کی تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک طلاق شمار کیا

۲۔ خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے ایام حیض میں طلاق دی تھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ طلاق شمار کی گئی اور ثقات ائمہ محدثین نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات نقل کی ہے

۳۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری ۹/ ۳۵۴ میں لکھا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا جو یہ فرمان ہے کہ "انها حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ" کہ یہ طلاق مجھ پر شمار کی گئی اگرچہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی طرف مرفوع کی گئی لیکن یہ بات مسلم ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ طلاق شمار کی گئی ہے تو ان کا یہ قول "وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا" کے ساتھ اس معنی میں کیسے جمع ہو سکتا ہے جو فریق مخالف نے لیا ہے کہ طلاق شمار نہیں ہوئی؟ اسلئے اگر "وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا" میں ضمیر نبی ﷺ کی طرف لوٹائی جائے (کہ آپ نے اس طلاق کو شمار نہیں کیا) تو یہ بات لازم آئے گی کہ رسول

اللہ ﷺ نے ابن عمرؓ کو بالخصوص اس قصہ میں جو حکم دیا تھا انہوں نے آپ ﷺ کی مخالفت کی۔ اس لئے کہ انہوں نے کہا ہے کہ یہ طلاق شمار کی گئی اور اس طلاق کا شمار کیا جانا "وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا" کے خلاف ہے اور یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی جبکہ انہوں نے اور ان کے باپ عمر رضی اللہ عنہ نے اہتمام کے ساتھ اس مسئلہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تاکہ وہ آپ کے حکم کے مطابق عمل کر گزریں۔ اور اگر "وَلَمْ يَرَهَا شَيْئًا" میں ضمیر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف لوٹائی جائے (یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس طلاق کو کچھ نہ سمجھا) تو اس ایک ہی قصہ میں تناقض آئے گا لہٰذا ترجیح کی حاجت پڑے گی اور بلاشک و شبہ اس بات کو لینا جسے اکثر اور احفظ راویوں نے بیان کیا جمع کے ہونے کی صورت میں لینا جمہور کے ہاں زیادہ اولیٰ و بہتر ہے البتہ بعض لوگوں نے یہاں قیاس سے کام لیا ہے جیسا کہ ابن قیم وغیرہ ہیں لیکن نص کے مقابلے میں قیاس فاسد الاعتبار ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری ۹/۳۵۵

۲۔ اصول ترجیح میں جس طرح اوثق واحفظ راویوں کی روایت کو ترجیح دی جاتی ہے اسی طرح مثبت کو نافی پر بھی ترجیح ہوتی ہے ابوالزبیر کی روایت میں بقول فریق مخالف نفی ہے جبکہ نافع، سالم، یونس بن جبیر، سعید بن جبیر، انس بن سیرین اور شعبی کی روایت میں اثبات ہے لہٰذا ان ثقات رواۃ کی روایت راجح ہوگی۔

۳۔ اسی طرح ابوالزبیر کی روایت میں احتمال ہے اور ثقات کی روایت میں تصریح ہے۔ تصریح والی روایت راجح ہوگی۔

اعتراض: ابوالزبیر اس روایت میں منفرد نہیں بلکہ ابوالزبیر کی متابعات موجود ہیں۔

۱۔ پہلی متابعت جیسا کہ سنن سعید بن منصور (۱۵۵۲) میں بطریق عبداللہ بن مالک عن ابن عمرؓ مروی ہے کہ "انه طلق امراته وهي حائض فانطلق عمر الى رسول الله ﷺ فقال ان عبدالله طلق امراته وهي حائض فقال رسول الله: ليس ذالك بشئی: انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور کہا عبداللہ بن عمر نے اپنی اہلیہ کو طلاق دے دی ہے اور وہ حالت حیض میں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کوئی چیز نہیں۔

جواب (۱)۔ اس کی سند میں خدیج بن معاویہ ہیں جن کے بارے میں یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔ ليس بشئی یہ محض ہیچ ہے امام بخاری فرماتے ہیں۔ يتكلمون في بعض حديثه۔ محدثین ان کی بعض روایت میں کلام کرتے ہیں۔ امام نسائی نے کہا۔ ضعیف ہے ابن سعد کہتے ہیں كان ضعيفا في الحديث یہ حدیث میں ضعیف ہے۔ امام ابوداؤد نے کہا زہیر، حدیج کو پسند نہیں کرتے تھے امام دار قطنی فرماتے ہیں۔ غلب عليه الوهم اس پر وہم غالب ہے۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں۔ منكر الحديث كثير الوهم على قلة روايته یہ راوی منکر الحدیث ہے اور قلت روایت کے باوجود کثیر الوہم ہے امام بزار نے کہا۔ سئی الحفظ یعنی اس کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔

۲۔ اس روایت میں حدیج بن معاویہ کے استاذ ابواسحٰق السبیعی ہیں اور یہ مدلس راوی ہیں اور روایت عن عن کے ساتھ بیان کرتے ہیں انہوں نے اپنے استاذ سے یہ روایت سننے کی صراحت نہیں کی اور مدلس کے بارے میں محدثین کا قاعدہ یہ ہے کہ "من ثبت عنه التدليس اذا كان عدلا ان لا يقبل منه الا ما صرّح فيه بالتحديث" شرح نخبۃ الفکر ص ۲۷ ط بیروت جب عادل راوی سے تدلیس ثابت ہو جائے تو اس کی صرف وہی روایت قبول کی جائے گی جس میں اس نے تصریح بالسماع کی ہوگی۔ لہٰذا ان کی یہ روایت معنعن ہونے کی وجہ سے مردود ہوگی۔

۳۔ اس طرح ابواسحٰق کے استاذ عبداللہ بن مالک الھمدانی کے حالات نامعلوم ہیں لہٰذا یہ روایت ان علل اربعہ کی وجہ سے ضعیف اور ناقابل حجت ہے۔ (نوٹ) مکتبہ قدوسیہ کی مطبوعہ شرح صحیح بخاری ۷/۳۰ میں ابن مالک کی جگہ ابن المبارک غلطی سے چھپ گیا ہے۔

دوسری دلیل شیخ البانیؒ فرماتے ہیں (واما دعوى ابى داؤد ان الاحاديث كلها على خلاف ما قال ابو الزبير فيرده طريق سعيد بن جبير التى قبله فانه موافق لرواية ابى الزبير هذه فانه قال "فرد النبى ﷺ ذلك على حتى طلقتها وهي طاهر" (ارواء الغلیل ۷/ ۱۲۹، ۱۳۰) امام ابوداؤد کا جو دعویٰ ہے کہ تمام احادیث ابوالزبیر کے قول کے خلاف ہیں۔ ابوداؤد کے اس دعویٰ کو سعید بن جبیر کے طریق سے مروی روایت رد کرتی ہے وہ ابوالزبیر کی روایت کے موافق ہے اس میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "نبی ﷺ نے میرے اوپر اسے لوٹا دیا یہاں تک کہ جب میں نے اسے طلاق دی وہ حالت طہر میں تھی۔

ج: شیخ البانی نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی جس روایت کو ابوالزبیر کی روایت کا قوی شاہد ذکر کیا ہے وہ ابوالزبیر کی روایت کی موافقت نہیں کرتی اور نہ ہی اس سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ حالت حیض میں دی گئی طلاق کا وقوع نہیں ہوتا۔ بلکہ دوران حیض دی گئی طلاق کے وقوع اور عدم وقوع کے بارے یہ روایت خاموش ہے جبکہ صحیح بخاری میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے طریقے سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں تصریح ہے کہ "حُسِبَتْ عَلَيَّ بِتَطْلِيقَةٍ" یہ طلاق مجھ پر شمار کی گئی۔ یہ روایت نص صریح ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی جانب سے قطعی فیصلہ ہے کہ حالت حیض میں دی گئی طلاق شمار ہوتی ہے۔ لہٰذا شیخ البانی کا سعید بن جبیر کی مجمل روایت کو ابی الزبیر کی روایت کا قوی شاہد قرار دینا درست نہیں ہے اور ان کا یہ وہم ہے کہ وہ اکیلے اس مسئلہ میں مصیب ہیں بات وہی درست ہے جو امام ابوداؤد نے کہی ہے اور امام ابن عبدالبر، امام خطابی، امام شافعی وغیرہم نے جو مفہوم بیان کیا ہے اور امام بخاری بھی امام شافعی وغیرہ کے ہم نوا ہیں۔ انہوں نے اپنی صحیح میں یوں باب باندھا ہے۔ "باب اذا طلقت الحائض تعتد بذالك۔ جب حائضہ کو طلاق دی جائے تو وہ طلاق شمار کی جائے گی۔

تیسری دلیل: امام ابن حزم نے یونس بن عبداللہ از احمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم از احمد بن خالد از محمد بن عبدالسلام الخشنی از محمد بن بشار از عبدالوہاب بن عبدالمجید الثقفی از عبیداللہ بن عمر از نافع مولی ابن عمر از ابن عمر روایت کی ہے "انه قال في الرجل يطلق امراته وهي حائض قال ابن عمر لا يعتد لذلك (المحلی لابن حزم ۱۰/ ۱۶۳) ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کے متعلق کہا جو اپنی عورت کو دوران حیض طلاق دے دے: وہ اس کے لئے شمار نہ کرے۔

ج: یہ روایت فریق مخالف کے لئے دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول "يعتد لذلك" کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دوران حیض دی گئی طلاق کو شمار نہ کرے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جس حیض میں طلاق دے چکا ہے اس حیض کو عدت میں شمار نہ کرے اور قاعدہ ہے کہ "ان الحديث يفسر بعضه بعضا" ایک حدیث دوسری کی تفسیر کرتی ہے امام ابن ابی شیبہ نے یہی روایت عبدالوہاب الثقفی از عبیداللہ بن عمر از نافع از ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کی ہے کہ "جو آدمی اپنی اہلیہ کو دوران حیض طلاق دے "لاتعتد بتلك الحيضه" کہ اس حیض کو عدت میں شمار نہ کیا جائے۔

المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الطلاق باب ۴ ما قالوا في الرجل يطلق امراته وهي حائض ۴/ ۶ تحقیق الاستاذ سعید اللحام)

دوران حیض طلاق کے عدم وقوع کے قائلین کے دلائل کا تجزیہ آپ نے دیکھ لیا ہے ان حضرات کے پاس کوئی صحیح صریح حدیث موجود نہیں ہے جس سے پتہ چلے کہ دوران حیض طلاق واقع نہیں ہوتی جبکہ جمہور ائمہ محدثین رحمہم اللہ کے ہاں دلائل کثیرہ موجود ہیں جو اس باب میں صریح نص کی حیثیت رکھتے ہیں لہٰذا دوران حیض دی گئی طلاق کا وقوع ہوتا ہے اور یہی مذہب صحیح اور قوی ہے۔

جس کا جمعہ فوت ہو جائے؟

س:۔ آپ نے مجلۃ الدعوۃ جولائی ۲۰۰۲ اور ہفت روزہ غزوہ ۲۳ تا ۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ میں لکھا کہ "جس شخص کا جمعہ فوت ہو جائے تو اسے چار رکعت نماز ادا کرنی چاہئے" آپ کے اس فتوی کے جواب میں ہفت روزہ اہل حدیث جلد نمبر ۳۴ شمارہ نمبر ۲۳ کے ص ۱۰ تا ۱۲ میں ابو خزیمہ محمد حسین ظاہری آف اوکاڑہ نے لکھا ہے کہ "نماز جمعہ کے فوت ہو جانے پر صرف نماز جمعہ ہی ادا کرنے والی روایت تاریخ اصبہان ابو نعیم اصبہانی میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے" پھر اس کے بعد روایت درج کر کے لکھا ہے کہ "یہ روایت سنداً موقوف ہے لیکن حکماً مرفوع ہے جیسا کہ کتب اصطلاحات المحدثین میں صراحت موجود ہے شیخنا شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی فرماتے ہیں کہ یہ روایت ثابت ہے" اور انہوں نے آپ کے پیش کردہ دلائل کا رد کیا ہے آپ سے گزارش ہے کہ ہمیں صحیح صورتحال سے آگاہ کریں اور اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے آمین۔

(ابو عبداللہ۔ لاہور)

ج: ہمارے نزدیک صحیح اور درست بات یہی ہے جس شخص کا جمعہ فوت ہو جائے وہ نماز ظہر ادا کرے گا جمعہ فوت ہونے کی صورت میں نماز جمعہ ہی ادا کرنا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں جیسا کہ ہم آگے چل کر ذکر کریں گے۔ اس سلسلہ میں ہم نے چند آثار صحابہ پیش کئے جن میں سے ایک اثر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یوں مروی ہے "اذا ادرک الرجل یوم الجمعۃ رکعۃ صلی الیہا رکعۃ اخری فان وجدہم جلوسا صلی اربعا" (المصنف لعبدالرزاق ۳/۲۳۴ (۵۴۷۱) المحلی لابن حزم ۵/۷۵)

جب آدمی جمعہ والے دن ایک رکعت پالے تو وہ اس کے ساتھ پچھلی رکعت ادا کرے اگر لوگوں کو جلسہ کی حالت میں پائے تو چار رکعات ادا کرے۔ اس روایت کی سند بالکل صحیح اور سنہری ہے۔ امام عبدالرزاق نے بطریق معمر عن ایوب عن نافع ان ابن عمر قال: روایت کیا ہے معمر بن راشد ثقہ ثبت فاضل ہیں (تقریب مع تحریر ۳/۴۰۳) اور ایوب سختیانی ثقہ ثبت حجۃ من کبار الفقہاء العباد ہیں (تقریب مع تحریر ۱/۱۵۹) نافع ابو عبداللہ المدنی مولی ابن عمر ثقۃ ثبت فقیہ مشہور (تقریب مع تحریر ۴/۹) اس صحیح اثر کو ظاہری صاحب نے چھوا تک نہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کی تائید ایک اور روایت سے بھی ہوتی ہے۔ ابو نضرۃ کہتے ہیں: جاء رجل الی عمران بن حصین فقال رجل قد فاتتہ الجمعۃ کم یصلی؟ قال عمران: ولم تفوتہ الجمعۃ؟ فلما الرجل قال عمران اما انہ لو فاتتنی الجمعۃ صلیت اربعا (عبدالرزاق (۵۴۸۲) ۳/۲۳۶)

ایک آدمی عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس نے کہا: جس آدمی کا جمعہ فوت ہو جائے وہ کتنی نماز ادا کرے؟ عمران رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا جمعہ کیوں فوت ہوتا ہے؟ جب آدمی پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو عمران رضی اللہ عنہ نے کہا: بہر کیف اگر میرا جمعہ فوت ہو جاتا تو میں چار رکعات ادا کرتا۔

اس روایت کے تمام راوی اعلیٰ درجے کے ثقات ہیں اس میں ایک علت یہ ہے کہ بعض ائمہ نے یحییٰ بن ابی کثیر کو مدلس کہا اور شیخ ظاہری (جو مدلسین کے تمام طبقات کے قائل ہیں) کے نزدیک یہ علت قادحہ نہیں ہے۔ یحییٰ بن کثیر کے بارے امام ابو حاتم فرماتے ہیں یہ ثقہ کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتے (تہذیب ۸۸۰۶) یہ روایت ابن عمر کی روایت کی شاہد ہے۔

اس کے علاوہ ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک روایت درج کی ہے "من ادرک من الجمعۃ رکعۃ فلیضف الیہا اخری ومن فاتتہ الرکعتان فلیصل اربعا جس آدمی نے جمعہ کی ایک رکعت پالی وہ اس کے ساتھ پچھلی رکعت ملالے اور جس کی دو رکعت فوت ہو جائیں وہ چار رکعت ادا کرے۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے (مجمع الزوائد کتاب الصلوۃ باب فیمن ادرک من الجمعۃ رکعۃ (۳۱۷۱) ۲/۴۲۰)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جمعہ کے ذکر کے ساتھ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع اور موقوف دونوں طرح صحیح ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح ثابت نہیں اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے اسی طرح شیخ عبدالقدوس حفظہ اللہ محقق مجمع البحرین نے بھی اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیا ہے (۲/۲۳۱) اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بلوغ المرام میں باب الجمعۃ (۴۱۶) میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے یہ روایت مرسلا وموصولا' مرفوعا وموقوفا دونوں طرح مروی ہے اور صحیح ہے جیسا کہ علامہ البانی نے فرمایا ہے واللہ اعلم باقی رہا کسی روایت کی تعدد طرق کی بنا پر حسن قرار دینا تو یاد رہے اگر اسانید میں راوی متہم بالکذب ہوں یا ضعف شدید ہو تو کثرت اسانید سے بھی ضعف کا تدارک وانجبار نہیں ہوتا۔ البتہ ضعف خفیف کثرت اسانید سے دور ہو جاتا ہے۔ اور روایت حسن کے درجہ کو پہنچ جاتی ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں ضعف شدید نہیں ہے بلکہ اس کے رواۃ صحیح اور بعض حسن درجے کے ہیں۔ ہماری مذکورہ بالا توضیح سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی نماز جمعہ فوت ہو جائے تو وہ چار رکعات ادا کرے گا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ" عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور کثیر ائمہ محدثین سے یہی بات منقول ہے۔ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس بات کا کوئی بھی مخالف نہیں من ادعی فعلیہ البیان۔ راقم نے آخر میں امام ابن ہبیرۃ کی کتاب الافصاح ۱/۱۲۵ موسوعۃ الاجماع فی الفقہ الاسلامی ۲/۱۰۷ رقم ۲۴۶۳ سے اس بات پر اجماع نقل کیا کہ جس کسی کی نماز جمعہ فوت ہو جائے تو وہ ظہر کی نماز ادا کرے۔ ظاہری صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ دعوی اجماع غلط ہے اور اس پر جو دلائل پیش کرتے ہیں ان کا محاکمہ ملاحظہ کریں

ا۔ امیر المومنین عمر بن خطاب فرماتے ہیں "الخطبۃ موضوع رکعتین من فاتتہ الخطبۃ صلی اربعا" کہ خطبہ دو رکعتوں کی جگہ پر ہے جس کا خطبہ فوت ہو جائے وہ چار رکعتیں ادا کرے مصنف عبدالرزاق ۳/۲۳۷، ۲۳۸ مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۱۲۸

جواب:۔ اولا یہ روایت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ ایک سند میں عمرو بن شعیب عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کر رہے ہیں عمرو بن شعیب کا عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ان کی عمر رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہوتی ہے جیسا کہ مراسیل رازی ص ۱۲۳ میں مرقوم ہے۔ دوسری سند میں یحییٰ بن ابی کثیر کہتے ہیں حدثت عن عمر بن الخطاب مجھے عمر بن رضی اللہ کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان کون سا راوی ہے جس نے بیان کیا ہے اس کا ثبوت ظاہری صاحب کے ذمہ ہے کیونکہ یحییٰ اور عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔ لہٰذا اس روایت کا عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح ثبوت ظاہری صاحب کے ذمہ ہے۔

ثانیا: ظاہری صاحب نے اس منقطع اثر کو سمجھنے میں ظاہریت سے کام لیا ہے اگر کچھ غور وخوض سے کام لیتے تو اسے قطعاً ہماری مخالفت میں پیش نہ کرتے کیونکہ یہ اثر ہماری تائید کرتا ہے۔

مذکورہ اثر سے جمعہ کے فوت ہو جانے سے اکیلے جمعہ ادا کرنے پر دلیل لینا ظاہری صاحب کے عدم تفقہ کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ منقطع اثر بھی یہی بات بتاتا ہے کہ خطبہ فوت ہونے سے جمعہ فوت ہو جاتا ہے اور جس کا جمعہ فوت ہو جائے وہ چار رکعات ادا کرے۔ لہٰذا یہ ہمارے موقف کی تائید کرتا ہے اور ظاہری صاحب کے موقف کی تردید جسے وہ بلا سوچے سمجھے ہمارے رد میں پیش کر رہے ہیں اسی طرح عطاء طاؤس ومجاہد کا قول بھی اس موقع پر پیش کرنا درست نہیں۔

۲۔ دوسری دلیل یہ ذکر کرتے ہیں کہ "عبداللہ بن مسعود کا یہ قول ومن ادرک التشہد فقد ادرک الصلوۃ کہ جس نے تشہد پالیا اس نے نماز پالی' بھی دعویٰ اجماع کو باطل قرار دیتا ہے

جواب۔ اولا: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ اثر ابن ابی شیبہ (۵۳۵۹) میں جس سند سے مروی ہے وہ قابل حجت نہیں کیونکہ اس کی سند میں شریک بن عبداللہ القاضی مدلس ومختلط ہے اور اس کا استاذ عامر بن شقیق لین الحدیث ہے (نہایة الاغتباط۔ طبقات المدلسین۔ تقریب) ظاہری صاحب کو چاہئے اس کی تصریح بالسماع اور قبل از اختلاط اس روایت کو بیان کرنا ثابت کریں۔

ثانیا: جس شخص کا جمعہ فوت ہوجائے وہ نماز ظہر ادا کرے اس مسئلہ کی تردید بھی اس میں موجود نہیں بلکہ یہ ضعیف قول اس بارے میں ہے کہ جمعہ پانے کے لئے حالت تشھد میں ملنا کافی ہے نہ کہ جمعہ فوت ہوجائے تو چار رکعات ادا نہ کرے اور دو ادا کرے۔ فیاللعجب

۳۔ اجماع کی تردید میں امام احمد کا فرمان "من ادعی الاجماع فقدکذب" جس نے اجماع کا دعویٰ کیا اس نے جھوٹ بولا۔ (ارشاد الفحول للشوکانی وکتب فقہ)

جواب۔ امام احمد بن حنبل بالکلیہ اجماع کے منکر نہیں تھے وہ کئی ایک مسائل پر اجماع کا دعویٰ کرتے تھے جیسا کہ مسائل ابی داؤد اور فتاویٰ ابن تیمیہ میں قرأة فی الصلوة کے متعلق ان کا دعوی اجماع موجود ہے اور کتب فقہ میں اس کی کئی ایک مثالیں موجود ہیں۔ امام احمد کا اجماع کی نفی میں جو قول پیش کیا جاتا ہے۔ یہ ظاہری معنی پر نہیں جیسا کہ ظاہری صاحب نے سمجھ رکھا ہے بلکہ یہ علی طریق الورع ہے یا ایسے شخص کے حق میں ہے جس کو لوگوں کے احوال کی معرفت نہیں اور مذاہب کے بارے میں معلومات نہیں رکھتا اور بلادلیل ہی دعوی اجماع کردیتا ہے ایسا آدمی جھوٹا ہے جیسا کہ بشر مریسی وغیرہ

امام احمد کا موقف تفصیلا معلوم کرنا ہو تو ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی کی کتاب "اصول مذہب الامام احمد" ملاحظہ کریں

ظاہری صاحب لکھتے ہیں "معلوم ہوا کہ صحابہ کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جمعہ فوت ہونے کی صورت میں ظہر ادا کی جائے یا جمعہ نیز عمر بن خطاب اور تابعین جیسا کہ ذکر ہوا صرف خطبہ کے فوت ہونے پر چار رکعت پڑھنے کے قائل ہیں جس سے دعوی اجماع باطل ثابت ہوا"

جواب: راقم کا ظاہری صاحب سے مطالبہ ہے کہ وہ کسی بھی صحابی سے صحیح سند کے ساتھ ایسا اثر ثابت کریں جس میں یہ صراحت ہو کہ جس کا جمعہ فوت ہوجائے وہ صرف دو رکعت نماز جمعہ ادا کرے یعنی اکیلا ہی جمعہ پڑھ لے اور جو دلائل ظاہری صاحب نے عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ذکر کئے ہیں۔ ان کا محاکمہ اوپر کردیا گیا ہے کہ ان کی اسانید بھی درست نہیں اور مراد و مقصود بھی وہ نہیں جو سمجھا گیا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ نہ ہونے کی دلیل پکڑنے والوں کا رد

س: کیا یہ روایت کسی صحیح سند سے مروی ہے "لوکان موسیٰ وعیسی حیین لما وسعهما الا اتباعی" "اگر موسیٰ وعیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ مرزائی حضرات اس روایت کو پیش کر کے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرتے ہیں۔ صحیح تحقیق اس کے بارے میں کیا ہے؟

ج: اس روایت کو ابن کثیر نے واذ اخذ الله میثاق النبیین کی تفسیر ۱/۴۰۶ اور سورہ الکہف میں موسیٰ وخضر کے قصہ میں ۳/۱۱۱ بیان کیا ہے۔ لیکن اس کا کوئی حوالہ بیان نہیں کیا جبکہ اس روایت کا حدیث وسنت کی معروف کتب میں کہیں ذکر نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی اصل ہے اور یہ ان متواتر احادیث کے خلاف ہے جن میں عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کا ذکر ہے عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے بارے میں مولانا ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کی کتاب شہادة القرآن' لائق مطالعہ ہے اسی طرح حیات عیسی علیہ السلام کے بارے میں متواتر روایات پر حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا ایک مضمون ماھنانہ "محدث" میں طبع ہوچکا ہے۔ اصل حدیث یوں ہے۔ لون کا موسی حیا ماوسعہ الا اتباعی۔ او کما قال

نماز کی تارک بیوی کا حکم

س میرے گھر میں نماز کے معاملہ میں بہت سستی ہے خصوصاً میری اہلیہ نماز ادا کرنے میں غفلت کا شکار ہوجاتی ہے جبکہ چھوٹے بچے نماز ادا کرنے کیلئے ساتھ کھڑے ہوجاتے ہیں اور وہ بے وضو ہوتے ہیں میں بھی چاہتا ہوں کہ وہ نماز سیکھیں تو اس حالت میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔ (اللہ کا ایک بندہ۔ منڈی بہاؤالدین)

ج۔ بچوں کو نماز سکھانا ہمارا حق وفریضہ ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے قول وفعل سے بچوں کو مسنون نماز کا طریقہ بتائیں کیونکہ سنن ابوداؤد وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بچے جب سات سال کے ہوجائیں تو انہیں نماز کی تعلیم دو اور دس سال کے ہوجائیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ اس صحیح حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ تربیت اولاد انتہائی ضروری ہے بچوں کو سات سال کی عمر تک نماز سکھادینی چاہئے۔ نبی مکرم ﷺ نے اپنے قول وعمل سے امت کو فریضہ نماز بتایا ہے جب آپ کیلئے منبر بنادیا گیا تو آپ نے اس پر چڑھ کر نماز ادا کی اور جب سجدہ کرنے کا ارادہ کیا تو منبر سے اتر کر زمین پر سجدہ کیا اور پھر ارشاد فرمایا

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتَمُّوا بِي وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِي "(صحیح البخاری کتاب الجمعہ باب الخطبۃ علی المنبر (۹۱۷) وکتاب الصلوة باب الصلوة فی السطوح والمنبر والخشب: ۳۷۷)

اے لوگو میں نے یہ طریقہ اس لئے اختیار کیا تاکہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز سیکھ لو۔

لہٰذا عملاً نماز سکھانا رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے بچے اگر سمجھ بوجھ والی عمر کو پہنچ چکے ہیں تو انہیں طہارت وضوء کا طریقہ بتانا چاہئے پھر نماز سکھانی چاہئے۔ رہا بیوی کا مسئلہ شوہر پر واجب ہے کہ وہ اپنی اہلیہ کو نماز پڑھنے کا حکم دے اور ادب سکھائے اگر وہ اس کا حکم مان کر نماز ادا کرنے لگ جائے تو بہت اچھا ہے اور اگر ترک نماز پر اصرار کرے تو کافر ہوجائے گی اور اس کے لئے حلال نہیں رہے گی نکاح ٹوٹ جائے گا اور اللہ تبارک وتعالی نے ہجرت کرنے والی خواتین کے بارے میں فرمایا "فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ" (ممتحنہ: ۱۰) اگر تم کو معلوم ہو کہ وہ ایمان والی ہیں تو انہیں کافروں کی طرف نہ لوٹاؤ یہ ان کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں۔ مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ کسی کافر یا مرتد سے شادی کرے اور اگر یہ ارتداد یا صریح کفر نکاح کے بعد پیدا ہوا ہو تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا مسلمان مرد یا عورتیں سب کو چاہئے کہ وہ فریضہ نماز ادا کریں۔ اس جوڑے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے جو رات کو قیام کے لئے ایک دوسرے کو بیدار کرتے ہیں ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللَّهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَإِنْ أَبَى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ

اللہ تعالی ایسے مرد پر رحم کرے جو رات کو اٹھے اور نماز ادا کرے اور اپنی بیوی کو بیدار کرے اگر وہ اٹھنے سے انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے اور ایسی عورت پر بھی رحم کرے جو رات کو اٹھ کر نماز ادا کرے اور اپنے شوہر کو بیدار کرے اگر وہ بیدار ہونے سے انکار کرے تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔ (ابوداؤد کتاب الصلوة باب قیام اللیل (۱۳۰۸) ابن خزیمہ (۱۱۴۸) ابن حبان (۶۴۶) المستدرک للحاکم ۱/۳۰۹ اس حدیث کو حاکم وذہبی نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے یہ روایت نسائی اور ابن ماجہ میں بھی موجود ہے اور محمد بن عجلان کی تصریح بالسماع نسائی کے ہاں ثابت ہے۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہے کہ "إِذَا أَيْقَظَ الرَّجُلُ أَهْلَهُ مِنَ اللَّيْلِ فَصَلَّيَا أَوْ

بقیہ صفحہ 28 پر ملاحظہ فرمائیں

فلسفہ قربانی

جذبہ قربانی مسلمانوں کو احساس جاودانی بخشتا ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں سے حسب حال ہر قسم کی قربانی طلب کی۔ حق و باطل کی آویزش جب انتہا کو پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ خالق کل، مالک الملک، زندگی عطا کرنے والے اور موت دینے والے رب نے مسلمانوں کو قتال کا حکم دے کران سے جان کی قربانی طلب کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ (التوبہ 112)

"یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (النساء: 92)

"تم نیکی تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اس (اللہ) کی راہ میں اپنی محبوب چیزیں نہ خرچ کرو۔"

قربانی: جودوسخا کا درس

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو جودوسخا کی ترغیب دلائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے بیشتر فرامین کے ذریعے بخل کی سخت مذمت فرمائی ہے۔

آپ ﷺ نے کبھی ایک دنبہ (مسلم) کبھی دو دنبے (متفق علیہ) کبھی ایک بکری (متفق علیہ) کبھی ایک گائے (مسلم)

اور حجۃ الوداع کے موقع پر سو سے زائد اونٹوں کی قربانی دی۔ (بخاری ومسلم) آپ اکثر اپنی طرف سے (متفق علیہ) کبھی اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے (مسلم) اور کبھی کبھی اپنی امت کے ان افراد کی طرف سے بھی قربانی کرتے جو خود استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ (مسلم)

رسول اللہ ﷺ کو کبھی یہ فکر لاحق نہ ہوئی کہ اتنے جانور ذبح کرنے سے مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ برباد ہوگا۔ عرب کے گرم موسم کی وجہ سے گوشت بھی ضائع ہوگا۔ دولت کا ضیاع، غیر ترقیاتی اخراجات نقصان ہی نقصان۔ فلاح و بہبود کے مقاصد ناپید۔ یہ طرز تفکر خالصتاً ہندوانہ اور بیگانہ ہے ہر قسم کے حالات، تنگدستی و خوشحالی میں اسلام نے میانہ روی کا درس دیا۔ اسراف تبذیر کو حرام قرار دیا۔ لیکن ہر قسم کے چھچھورے پن کی بھی شدید مذمت کی ہے۔ ہاں قربانی جب ریاکاری، نمود و نمائش اور جھوٹے تفاخر و مباہات کے لئے ہو تو ضرور قابل مذمت و نفرین ہے۔

قربانی کا وقت اور دن

سیدنا جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز عید سے فارغ ہوئے تو قربانی کا گوشت دیکھا جو عید کی نماز سے پہلے کی گئی تھی۔ آپ نے فرمایا جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو اسکے بدلے اور قربانی کرے۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا: نماز سے پہلے جو جانور ذبح کئے گئے وہ گوشت کے لئے تھے۔ وہ قربانی کے ثواب سے محروم ہوگئے۔ (متفق علیہ)

لہٰذا نماز عید اور خطبہ سے فراغت کے بعد ہی قربانی کرنا سنت صحیحہ ہے۔ لیکن حجاج منیٰ میں دس ذی الحجہ کا سورج طلوع ہونے کے بعد ہی قربانی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ نو ذوالحجہ کو میدان عرفات میں عید کو بدلے حج ادا کر چکے ہوتے ہیں۔

اقوال علماء کے مطابق دس ذوالحجہ نماز عید کے بعد سے لے کر تیرہ تاریخ تک قربانی کی جا سکتی ہے۔ (فتح الباری ج 10 ص 8 فتاوی اہلحدیث 1132/2 تفسیر اضواء البیان 496/5 وتفسیر ابن کثیر وغیرہ)

قربان گاہ

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساری وادی منیٰ منحر ہے (قربان گاہ ہے) (مسلم بحوالہ مشکوۃ باب الوقوف بعرفۃ)

قربانی کا مقصد اللہ کی قربت اور محبت کا حصول ہے۔ اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت اور خون کا حصول مقصود نہیں بلکہ قربانی کرنیوالے کے تقویٰ کا امتحان مقصود ہوتا ہے۔

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماء ھا ولکن ینالہ التقوی منکم (الحج۔ 37)

"اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتے لیکن اسے صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔"

اور تقویٰ کا حصول اسی طریقہ سے ممکن ہے جو طریقہ رسول اللہ ﷺ نے بتایا ہے کہ قربانی کا زیادہ سے زیادہ گوشت صدقہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ ابن آدم کہتا ہے میرا مال۔ میرا مال۔ اور اس کے مال کی تین قسمیں ہیں۔ جو کھایا وہ فنا کر دیا۔ جو پہنا وہ بوسیدہ کر دیا اور جو صدقہ دیا وہ آخرت کے لئے ذخیرہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں ارشاد فرمایا

واطعموا القانع والمعتر

کہ "مانگنے والے اور نہ مانگنے والے کو کھلاؤ۔"

لہٰذا قربانیاں وہیں کرنی چاہئیں جہاں محتاج و فقراء آسانی سے گوشت حاصل کر سکیں۔

قربانی کے جانور کی عمر

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاتذبحوا الا مسنۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضأن۔ (مسلم)

دو دندے (جس جانور کے سامنے کے دو دانت گر کر نئے اگ آئے ہوں) جانور کے علاوہ تم ذبح نہ کرو۔ اگر تمہیں مشکل پیش آئے تو بھیڑ میں سے کھیرا (جس نے ابھی ایک دانت بھی نہ گرایا ہو) ذبح کر لو۔

عموماً بھیڑ بکری دو سال اور گائے تین سال کے بعد اور اونٹ چھٹے سال میں دو دندے ہو جاتے ہیں۔ بھیڑ کے جذعہ (کھیرا) میں سال یا چھ ماہ کی کوئی شرط نہیں ہے بلکہ جب تک جانور کے دودھ والا دانت نہ گرے چاہے دو سال سے اوپر ہی ہو جائے وہ کھیرا ہی کہلاتا ہے۔

قربانی کا طریقہ

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والے چتکبرے دو دنبے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر خود ذبح فرمائے۔ آپ نے اپنا پاؤں مبارک ان کے پہلو پر رکھا۔ (متفق علیہ)

> جذبہ قربانی مسلمانوں کو احساس جاودانی بخشتا ہے۔ حق و باطل کی آویزش جب انتہا کو پہنچ جائے تو رب العالمین نے مسلمانوں کو قتال کا حکم دے کران سے جان کی قربانی طلب کی ہے

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والا ایک دنبہ منگوایا جس کے پاؤں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ تھیں۔ (ایک روایت میں دنبے کا منہ بھی سیاہ تھا) آپ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا چھری تیز کر کے مجھے دے دو۔ آپ نے دنبہ لٹایا اور یوں دعا کی: اللھم تقبل من محمد ومن آل محمد و من امۃ محمد (مسلم)

"اے اللہ تو محمد ﷺ آل محمد اور امت محمد سے قبول فرما" قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت ایک سے زیادہ دعائیں حدیث میں ملتی ہیں۔

درج ذیل امور ذبح کے وقت مسنون ہیں

1۔ جانور کو قبلہ رخ بائیں پہلو پر لٹانا۔

2۔ ذابح اپنا دایاں پاؤں جانور کے دائیں پہلو پر رکھے تا کہ اسے ذبح کرنے میں آسانی ہو۔

3۔ اونٹ کو نحر کرنا ہی افضل ہے اور نحر کا طریقہ یوں ہے کہ اونٹ کو قبلہ رخ کھڑا کر کے اس کا بایاں گھٹنا باندھ دیا جائے۔ پھر نیزہ یا خنجر وغیرہ اس کی گردن کے آخر میں سینے کی طرف گڑھے میں مارا جائے۔ جب خون بہہ جائے گا تو اونٹ گر پڑے گا۔

تسمیہ و تکبیر میں حکمت

ذبح کرتے ہوئے جب بسم اللہ اللہ اکبر اور کھاتے وقت بسم اللہ کہا جاتا ہے تو درحقیقت یہ بندوں کی طرف سے ان کی عاجزی اور درماندگی اور اپنے خالق و مالک کی کبریائی وعظمت کا اعتراف ہوتا ہے کہ جس مالک الملک' ذوالجلال والاکرام نے ہمارے لئے یہ جانور مسخر کئے ہیں۔ اسی کا نام لیکر ہم ذبح کر رہے ہیں اور اسی کا نام لے کر ہی گوشت کھائیں گے تا کہ مذبوحہ کے محاسن بھی ہمارے خون کا حصہ بنیں اور ہم اس کے عیوب وحیوانی نقائص سے محفوظ رہیں۔

قربانی میں حصہ داری

بکرے اور دنبے کی قربانی صرف ایک آدمی کی طرف سے ہوتی ہے گائے میں سات حصہ دار شریک ہو سکتے ہیں۔ اونٹ میں سات حصہ دار بھی اور دس حصہ دار بھی شریک ہو سکتے ہیں۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اونٹ اور گائے میں سات سات حصے ڈالے۔ (مسلم)

اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محو سفر تھے کہ عید الاضحیٰ آ گئی۔ ہم نے گائے میں سات اور اونٹ میں دس حصے ڈالے۔ (صحیح ترمذی۔ صحیح ابن ماجہ للالبانی)

جب قربانی کے جانور کم ہوں اور متمنی شرکت زیادہ ہوں تو اونٹ میں دس آدمی بھی شریک ہو سکتے ہیں۔ اور جب قربانی کے جانور وافر ہوں تو مسلم والی حدیث پر عمل کرتے ہوئے اونٹ میں بھی سات آدمی شرکت کریں۔ (وباللہ التوفیق)

عبداللہ بن عباس والی روایت سے یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ مسافر اگر طاقت رکھتا ہو تو اس کے لئے قربانی کرنا ہی افضل ہے۔ ایک آدمی بھی گائے ذبح کر سکتا ہے۔ بلکہ مخیر حضرات متعدد قربانیاں کر سکتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو سے زیادہ اونٹوں کی قربانی دی اور ایک بار آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

ہر مسلمان کو چاہئے کہ قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت سب مسلمانوں کی شرکت کی نیت کرے تا کہ سب مسلمانوں کو ثواب ملے۔

جن عیوب کی وجہ سے قربانی جائز نہیں

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا۔ قربانی لیتے وقت کن جانوروں سے بچا جائے

آپ ﷺ نے فرمایا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو

جس کا کانا پن ظاہر ہو

جس کی بیماری واضح ہو

ایسا کمزور جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو

(مسند احمد 284/2' ترمذی 283/1)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آنکھیں اور کان اچھی طرح دیکھ لیں۔ (مسند احمد 80/1 ترمذی۔ 283/1)

نیز آپ ﷺ نے سینگ ٹوٹی اور کان کٹی قربانی سے منع کیا۔ (ابن ماجہ)

کھالوں کا مصرف اور احیائے سنت

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کی قربانیوں کی نگرانی کروں اور ان کے گوشت کھالیں اور ان کی جل' پالان' نکیل مہار یعنی ان کی حفاظت اور زینت وغیرہ کی تمام چیزیں صدقہ کروں۔ (متفق علیہ)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ نے ابوجہل کا وہ اونٹ (جو غزوہ بدر کے مال غنیمت میں حاصل ہوا تھا) بھی قربانیوں میں شامل کیا اور اس ک[ی] نکیل سونے یا چاندی کی تھی۔ آپ ﷺ اس کے ذریعے مشرکین [کو] جلانا چاہتے تھے۔ (ابوداؤد)

مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنی قربانی کے جانوروں کے گلے میں چمڑے وغیرہ کے پٹے اور گھنگھرو یا گھنٹیاں نہ ڈالیں بلکہ انہیں سونے اور چاندی سے سجائیں تا کہ جب مجاہدین کو قربانی کے گوشت اور کھالیں دیں تو ساتھ یہ اشیاء بھی دے کر احیاء سنت کا ثواب حاصل کریں اور کفار کو جلانے کا سبب بنیں۔

عشرہ ذوالحجہ کے مسنون اعمال

ہر مسلمان کو چاہئے کہ ماہ ذوالحج شروع ہوتے اعمال صالحہ میں شدت پیدا کرے۔ شروع سے ہی تکبیرات شروع کر دے اور تیرہ ذوالحجہ کی شام تک کہتا رہے۔ تکبیرات کے الفاظ یہ ہونے چاہئیں۔ جنہیں عبدالرزاق نے صحیح سند کے ساتھ سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر کبیرا۔ (فتح الباری 462/2)

درج ذیل الفاظ اکثر سلف کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد (المغنی لابن قدامہ 290/3)

لیکن اس سند میں یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے۔ (بحوالہ ہفت روزہ الاعتصام ج 7 ش 53)

سیدنا عبداللہ ابن عمرو سے راویت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے ایک آدمی نے پوچھا کیا' میں دودھ والی بکری کی قربانی کردوں کہ میرے پاس اور کوئی جانور نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تو اپنے ناخن موچھیں' زیر ناف بال کاٹ۔ یہی تیری قربانی ہے۔ (ابوداؤد۔ نسائی)

قربانی صرف جانور کی نہیں ہوتی بلکہ قربانی کا مقصد اولین اللہ تعالی کا قرب ہوتا ہے نیز سب شیطانی اور نفسانی خواہشات سے باز آجانا ہوتا ہے۔ مسلمان یوں تو تمام عبادات کرتے ہیں لیکن ان کو ان کی عبادات نفسانی خواہشات کی تکمیل سے نہیں روکتیں۔ جب تک کوئی دل و دماغ سے مسلمان نہیں ہوگا جب تک اس کا عقیدہ شرک سے پاک نہیں ہوگا' اس کی قربانیاں اسے کچھ فائدہ نہیں دے سکتیں۔

عید کے دنوں میں مجاہدین کے جہادی مظاہرے میں شرکت کرنا مسنون ہے نیز عید کے دنوں میں جہادی ترانے سننا سنانا بھی مستحب ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسوہ ابراہیمی سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

قربانی کے جانور کو چمڑے کے پٹے اور گھنگھرو مت پہنائیں۔ سوتی اونی یا پلاسٹک وغیرہ کی رسیاں پہنائیں۔ اگر توفیق ہو تو سونے یا چاندی کی نکیل ڈالیں تا کہ مجاہدین کو کھال دیتے وقت سونے یا چاندی کی نکیل صدقہ کر کے احیاء سنت کا ثواب حاصل کریں اور کفار کو بھی جلائیں

قاضی کاشف نیاز

قبرستانوں کا ایک سنگین مسئلہ

ایک فکر انگیز مشاہداتی رپورٹ

بوڑھی عورت کو قبرستان میں دفن کرنے سے انکار

یہ شعر تو ہم عام طور پر پڑھتے رہتے ہیں

کتنے بدنصیب ہیں ظفر دفن کے لئے
دو گز زمیں بھی نہ ملی کوئے یار میں

لیکن یہ کسے معلوم تھا کہ فی الحقیقت اس دنیا میں ایسا بھی ہونے لگے گا کہ کسی انسان کو زمین میں دفن کرنے کے لئے واقعی دو گز جگہ بھی نہیں دی جائے گی۔ جی ہاں' ایسا ہونے لگا ہے' اسی زمین میں' اسی دنیا میں' اسی عالم رنگ و بو میں اور اسی جہان ناپائیدار میں۔ یہ کسی خواب وخیال کی باتیں نہیں' کسی افسانے' ڈرامے' فلم یا ناول کا ذکر نہیں' ایک حقیقت اور بالکل سچی اور ننگی بلکہ بڑی ڈراؤنی حقیقت کا ذکر ہے۔ یہ 12 جنوری جمعۃ المبارک کا یخ بستہ دن تھا' جب مکہ کالونی لاہور کی ایک 90 سالہ بزرگ خاتون سائرہ بی بی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ شدید دھند سے لپٹے ہوئے موسم میں اس بوڑھی غریب خاتون کی میت کندھوں پر اٹھائے اس کے بیٹے' عزیز واقارب اور محلے دار جب علاقے کے قریبی قبرستان گورومانگٹ پہنچے تو صدمے سے نڈھال جنازہ والوں کو اس وقت ایک نئے قسم کے صدمے کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی حیرانی و پریشانی کی انتہا نہ رہی جب قبرستان کمیٹی والوں نے میت کو قبرستان میں دفن کرنے سے انکار کردیا اور جنازہ لوٹا دیا۔ بارات واپس لوٹنے کی خبریں تو لوگوں نے بہت سنی ہوں گی اور اس کا صدمہ بھی لوگوں کو معلوم ہے کہ کس قدر ہوتا ہے۔ کتنے ہی والدین اس بے عزتی اور توہین سے دل برداشتہ ہوکر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ اگر دولہا والے کسی بات پر ناراض ہوکر چلے جائیں تو دلہن زندہ درگور ہوجاتی ہے اور اگر دلہن والے ڈولی دینے پر تیار نہ ہوں تو دولہا کا صدمے سے برا حال ہوتا ہے۔ لیکن جنازہ والوں کو جب قبرستان والے واپس کردیں' میت قبول کرنے سے انکار کردیں' اس کو دفن کرنے کی ہی اجازت نہ دیں تو اس عالم میں مردہ بے چارہ کیا کرسکتا ہے۔ وہ کہاں جائے۔'' اب وہ اس صدمے سے دوبارہ جی کے تو مرنے سے رہا۔ شاید اسی قسم کی المناک کیفیت کیلئے کسی شاعر نے کہا تھا۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اس غیر متوقع نئی پریشانی اور مصیبت میں مبتلا جنازہ والوں نے جب اپنا اصل صدمہ تھوڑی دیر کے لئے بھلا کر اپنی تمام تر ہمت کو مجتمع کر کے قبرستان کمیٹی کے کارپردازان سے پوچھنے کی جسارت کی کہ آخر اس میت کا کیا قصور ہے' وہ کون سا اس سے یا ہم سے جرم

مسلمانوں اور عیسائیوں کے قبرستان میں صلیب کے سوا کوئی فرق نہیں۔ دونوں طرف قبریں سنگ مرمر سے پختہ

سرزد ہوا ہے جو اس قدر ناقابل معافی ہے کہ دفن کرنے کے لئے قبرستان میں دو گز زمین دینا بھی آپ کو گوارا نہیں۔ تو اس جرأت واستفسار پر اہل جنازہ کو بتایا گیا کہ تمہیں خوب اچھی طرح علم ہونا چاہئے کہ تمہاری کالونی کے مردوں کو یہ قبرستان نہیں لگتا۔ یہاں صرف، گورومانگٹ اور کبوتر پورہ کے مردے دفن ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی اور کالونی کے مردوں کو یہاں دفن کرنے کی نہ گنجائش ہے نہ اجازت۔ قبرستان کمیٹی والوں اور اہل جنازہ کے درمیان پھر کیا طے ہوا' کس طرح طے ہوا اور کس قدر ہنگامہ ہوا' اس کا ذکر بڑا ہی دلدوز ہے۔ مرنے والی کا بیٹا محمد اقبال جو پہلے ہی قبرستان پہنچ کر والدہ کی قبر کھودنے کی کوشش کررہا تھا تو قبرستان والوں نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر لاٹھیوں سے حملہ کردیا جس سے محمد اقبال اور اس کا ساتھی ملک طارق وغیرہ زخمی ہوگئے۔ اس دوران علاقہ کبوتر پورہ اور گورومانگٹ کے تقریباً سو افراد وہاں پہنچ گئے۔ جب مکہ کالونی کے لوگوں کو پتہ چلا تو ڈیڑھ سو کے قریب افراد لاٹھیوں کے ہمراہ قبرستان کی طرف روانہ ہوگئے۔ تاہم تھانہ غالب کالونی گلبرگ اور فردوس مارکیٹ چوک پولیس کی بھاری نفری نے موقع پر پہنچ کر امن وامان کی صورتحال کو خراب ہونے سے بمشکل بچایا اور مداخلت کر کے سائرہ بی بی کو پولیس کی نگرانی میں اسی قبرستان کبوتر پورہ میں سپرد خاک کردیا۔ اس افسوس ناک واقعہ میں ایک طرف سائرہ بی بی کے لواحقین کا موقف تھا کہ یہ قبرستان قیام پاکستان سے قبل کا بنا ہوا ہے۔ کل ماضی قریب تک تمام کالونیوں بہار کالونی' مدینہ کالونی' مکہ کالونی اور دیگر قریبی کالونیوں کے افراد کو اسی قبرستان میں دفن کیا جاتا تھا۔ اس دوران کوئی روک ٹوک نہیں تھی مگر اب قبرستان میں ایک کمیٹی بنادی گئی ہے جو کہتی ہے کہ کبوتر پورہ اور گورومانگٹ کے افراد ہی یہاں دفن کئے جائیں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ کمیٹی نے ہم سے دفن کرنے کے 5 ہزار روپے بھی طلب کئے۔ جبکہ قبرستان کمیٹی والوں کا موقف تھا کہ قبرستان میں جگہ بہت کم پڑ گئی ہے۔ اس لئے مکہ کالونی والوں کو یہاں مردہ دفن کرنے سے روکا گیا ہے۔ آئندہ یہاں صرف کبوتر پورہ اور گورومانگٹ کے افراد ہی دفن کئے جائیں گے۔

قارئین کرام! دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ درست تھا یا غلط' کبوتر پورہ قبرستان میں مردے دفن کرنے کا حق کیا دونوں کو ہے یا صرف ایک فریق کو۔ اس بحث سے قطع نظر ایک بات بہرحال اس

بیٹا ماں کی قبر کھودنے کی کوشش کرنے لگا تو قبرستان والوں نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر لاٹھیوں سے حملہ کردیا

تنازعہ سے متفقہ طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے کہ قبرستان میں جگہ کی کمی کا شدید مسئلہ ہے۔

> کہا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ بھی زیادہ آبادی کی وجہ سے ہے حالانکہ آبادی کو جس قدر بھی کنٹرول کیا جائے پھر بھی اربوں انسانوں کی پکی قبریں بننے سے قبرستان کس قدر وسیع ہو جائیں گے' اس کا خیال ہی ہولناک ہے

قبرستانوں میں ہاؤس فل کیوں؟

قارئین کرام! قبرستان میں مُردوں کے لئے جگہ کا مسئلہ صرف ایک قبرستان تک محدود نہیں بلکہ آج کل ہر جگہ یہی مسئلہ ہے خاص طور پر بڑے بڑے شہروں میں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ [illegible] دفن کرنے کا مسئلہ اس قدر شدید اور گھمبیر کیوں ہو گیا ہے؟

راقم نے صورتحال کا جائزہ لینے کیلئے کبوتر پورہ کے اس قبرستان کا خود دورہ کیا۔ وہاں واقعی یہ حالت تھی کہ قبرستان میں تقریباً ہاؤس فل تھا۔ شاید ہی کہیں کوئی جگہ ہو جہاں کسی مردے کو دفنانے کی جگہ بچی ہو۔ ایک طرح سے دیکھا جائے تو قبرستان کمیٹی والے حق بجانب نظر آتے تھے کہ جب قبرستان سے بالکل ملحق آبادی کے لئے بھی بمشکل جگہ ہے تو پھر اس سے ذرا پرے کی آبادیوں کے مردوں کو

اب قبرستانوں پر مجبوراً یہ نوٹس لگنے لگے ہیں کہ ''پکی قبر بنانا منع ہے''

اتحاد کالونی لاہور کے قریب قبرستان پر پکی قبر کی ممانعت کا نوٹس لیکن شاہ مشائخ جیسے بابوں کی قبروں کے لئے بڑے بڑے احاطے مختص ہیں

کس طرح کھپایا جا سکتا ہے؟ اس موقع پر محکمہ منصوبہ بندی والے بھی خوب پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ یہ سارے مسائل زیادہ آبادی کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آبادی کو چاہے جس قدر بھی کنٹرول کیا جائے' کیا پھر یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آج چین میں صرف ایک بچہ پیدا کرنے کی اجازت ہے لیکن پھر بھی وہاں آبادی سوا ارب سے زائد ہے تو کیا سوا ارب آبادی کے لئے قبرستانوں کا کوئی کم مسئلہ ہوگا۔ اگر ان سب کی پختہ قبریں بنتی جائیں تو قبرستان کتنے وسیع ہو جائیں گے' اس کا خیال ہی ہولناک ہے۔ آبادی کو کنٹرول کرنے سے دیگر بہت سی قباحتوں کے علاوہ یہ مسئلہ پھر بھی اپنی جگہ موجود رہے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟

نبی اکرم ﷺ کے ارشادات اور ہمارا طرزِ عمل

راقم نے جب کبوتر پورہ قبرستان کا دورہ کیا تو وہاں یہ حقیقت سامنے آئی کہ قبرستان کی آدھی سے زائد قبریں، پکی تھیں اور ان میں بھی زیادہ ایسی تھیں کہ جو ماربل اور سنگ مرمر وغیرہ سے پختہ کی گئی تھیں۔ اپنے بزرگوں سے محبت وعقیدت اپنی جگہ لیکن ہماری عقیدت ومحبت کا سب سے بڑا مظہر خود ہمارے نبی آخرالزمان ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ اب دیکھئے آپ ﷺ نے ہمیں اس سلسلے میں کیا پرحکمت تعلیم دی ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی

> شاہ عبدالعزیز آل سعود نے پختہ اور بلند قبروں کو سنت کے مطابق کچا کیا تو برصغیر کے قبر پرست طبقے نے بہت احتجاج کیا۔ اس پر شاہ عبدالعزیز نے تاریخی جواب دیا
> ''اگر کسی ایک صحیح حدیث سے بھی قبروں کو پختہ کرنا ثابت ہو جائے تو میں ان قبروں کو سونے سے بنانے کو تیار ہوں۔''
> قبر پرست اس کا جواب آج تک نہیں دے سکے

ﷺ نے قبریں پکی بنانے اور ان پر عمارتیں کھڑی کرنے اور ان پر مجاور بن کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (مسلم)

اسی طرح جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے قبروں کو پکا کرنے اور ان پر (کتبہ) لکھنے اور ان کو روندنے (ان پر چڑھنے' بیٹھنے' تکیہ لگانے وغیرہ) سے منع فرمایا ہے (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ابوالہیاج اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے علی رضی اللہ عنہ نے کہا...... کیا میں تجھے اس مشن پر روانہ کروں جس پر مجھے اللہ کے رسول ﷺ نے روانہ فرمایا تھا۔ وہ مشن یہ ہے کہ کسی تصویر کو نہ چھوڑ مگر اسے مٹا ڈالا ور نہ ہی کسی اونچی قبر کو چھوڑ مگر اسے (تقریباً ایک بالشت تک) برابر کر دے۔ (مسلم)

قبروں کو کچا رکھنے اور ان پر کوئی عمارت' قبہ وغیرہ تعمیر نہ کرنے سے آپ ﷺ کے دو بڑے مقاصد اور حکمتیں واضح ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ سابقہ امم میں شرک زیادہ تر قبروں سے ہی پھیلا۔ شرک کے پھیلاؤ میں آپ ﷺ قبروں کو کس قدر بنیادی وجہ سمجھتے تھے اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ شروع اسلام میں آپ ﷺ نے قبروں کی زیارت سے ہی مطلقاً منع کیا ہوا تھا (مسلم) لیکن بعد میں آپ ﷺ نے اجازت دی تو صرف اس لئے کہ وہاں جا کر آخرت کی یاد آئے اور مُردوں کے لئے دعائے مغفرت کی جائے (اس سے متعلقہ احادیث آگے آ رہی ہیں) اگر قبریں پختہ اور بڑی شاندار بنائی جائیں گی تو ان سے نہ تو انسان کوئی عبرت پکڑے گا نہ اپنی عاقبت اور آخرت کی فکر پیدا ہوگی البتہ شاندار عمارت سے مزین قبر دیکھ کر صاحب قبر سے عقیدت اس قدر بڑھے گی کہ انسان کو بالآخر شرک تک پہنچا کر چھوڑے گی۔

قبروں کو کچا رکھنے کی آپ ﷺ کی تعلیم کی دوسری بڑی حکمت یہ تھی کہ اگر قبر کچی ہوگی تو کچھ عرصے بعد ایسی قبر کا نشان مٹ جائے گا اور پھر کسی دوسرے مردے کو دفن کرنا آسان ہو جائے گا۔ لیکن یہاں تو حالت یہ ہے کہ قبرستانوں میں قبروں کی اکثریت پختہ قبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ بڑی بڑی' سنگ مرمر سے اور اردگرد بیل بوٹوں سے مزین۔ کبوتر پورہ قبرستان میں کئی قبریں ایسی دیکھیں جو نہ صرف سنگ مرمر سے بنی ہوئی تھیں بلکہ انہیں زمین سے اتنا اونچا بنایا گیا تھا کہ ان کی دو تین منزلیں بنا کر لنٹر ڈالے گئے تھے۔ پھر قبرستان میں جس بزرگ کو ذرا زیادہ نیک سمجھا جاتا ہے تو اس کے لئے وہاں ایک پورا دربار تعمیر ہو جاتا ہے اور آج کل ہر قبرستان میں ایسے بیسیوں دربار الگ بنے ہوتے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں کم وبیش 30 ہزار دربار بن چکے ہیں اور ان کی تعداد روز افزوں ہے۔ ایک عام پکی قبر بھی تین کچی قبروں کے برابر جگہ گھیرتی ہے تو یہ دربار کس قدر جگہ گھیرتے ہوں گے' اس کا خود اندازہ لگا لیں جبکہ شریعت

بہت سی جگہوں پر بعض بابوں کی نو نو گز لمبی قبریں بنی ہوئی ہیں۔ کراچی کے ساحل پر 50 فٹی قبر بھی بنائی گئی ہے جس پر بے نظیر نے قومی خزانے سے 80 لاکھ روپے لگا دیئے

میں دربار بنانے کی اجازت ہی نہیں۔ یہ دربار ایک طرف تو بہت سی مستقل جگہ گھیرتے ہیں' دوسری طرف شرک کا مرکز بن جاتے ہیں۔ کئی جگہوں پر بعض بابوں کی نو نو گز لمبی قبریں بنی ہوئی ہیں۔ ان بابوں کو 9 گزہ پیر کے نام سے مشہور کیا گیا ہے۔ لاہور میں پانی والا تالاب اور ملتان میں اندرون بوہڑ گیٹ بازار میں ایسی نو گزی قبریں موجود ہیں۔ انہیں دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ کیا ان بابوں کا قد ہی اتنا لمبا تھا یا قبر میں جاتے ہی ان کا قد اتنا لمبا ہو جاتا تھا کہ 9 گز سے کم قبر میں سماتا ہی نہیں تھا۔ اور تو اور کراچی کے ساحل پر ایک ایسی قبر بھی موجود ہے جو 50 فٹ لمبی ہے اور جس تک پہنچنے' سڑک بنانے اور چادر چڑھانے کیلئے بے نظیر صاحبہ نے فروری 96ء میں حکومتی خزانے سے قوم کے 80 لاکھ روپے لگا دیئے تھے۔ سوچئے جب ہر کوئی اپنے بزرگوں اور عزیزوں کی قبروں کو اس قدر پختہ اور بڑا بناتا جائے گا تو پھر آبادی چاہے کس قدر بھی کنٹرول کرنے کی کوشش کرلیں' قبرستانوں کے لئے جگہ نہیں بچے گی۔ اگر دنیا کا ہر فرد اپنے عزیزوں کی قبروں کو اس قدر تحفظ دینے لگے تو دنیا کی آبادی کے برابر چار پانچ ارب قبروں کے لئے جگہ کی ضرورت ہوگی۔ اگر دو تین نسلیں اسی طرح اپنے عزیزوں کی قبروں کو پختہ بنا کر انہیں دائمی تحفظ دیتی رہیں تو پھر خود ہی اندازہ لگالیں کہ قبرستان دنیا کے رقبے کا کس قدر حصہ گھیر لیں گے۔ یقیناً اس طرح یہ قبرستان ہمارے بڑے بڑے شہروں کو بھی مات کر جائیں گے۔ اور پھر قبر کے لئے جگہ کا حصول اور دفنانے کا کام بھی مہنگا سے مہنگا ہوتا جائے گا۔

کیا جلانا بہتر ہے؟

بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ اس مسئلے کو حل ہی کرنا ہے تو پھر ہندو دھرم کے مطابق مردہ جلانا بہتر ہے حالانکہ یہ ہے وہ طریقہ جس میں انسان کی کوئی عزت و تکریم نہیں رہتی جبکہ رشتے داروں کو اپنے عزیز کو بے دردی سے خود آگ لگانا پڑتی ہے۔ اسلام رحمت وفطرت والا دین ہے۔ وہ مردے کی ایسی بے حرمتی کی اجازت نہیں دیتا۔ مردہ جلانے کا عمل بھی بہت مہنگا ہوتا ہے۔ اس کے لئے لکڑی کے بھاری اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ آلودگی کا مسئلہ الگ پیدا ہوتا ہے۔ جنگلات کی بھی تباہی ہوتی ہے۔ اور اگر بڑی تعداد میں اچانک ہلاکتیں ہو جائیں تو پھر ایک مسئلہ عظیم کھڑا ہو جاتا ہے۔ بھارت کے حالیہ زلزلے میں ہزاروں مردہ ہندوؤں کو جلانے کے لئے پہلے اس قدر لکڑی کا ملنا محال ہو گیا اور پھر اس قدر ہندوؤں کو اکٹھا جلانے سے آلودگی اور دیگر بیماریوں کا خطرہ بھی کھڑا ہو گیا۔ پھر ہندو سادھو مردے کو جلانے کے بعد ان کی کھوپڑیوں کو مقدس پیالہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اب آپ خود سوچئے کہ مردے کو جلانا کس قدر وحشیانہ اور غیر انسانی عمل ہے جبکہ مردے کو اسلامی طریقے کے مطابق نہلا دھلا کر اجلا سفید کفن پہنا کر خوشبو لگا کر باعزت طریقے سے لحد میں اس طرح دفن کرنا کہ مردے پر براہ راست مٹی بھی نہ پڑے' اس کی اس قدر تکریم کی جائے کہ نبی ﷺ کے ارشاد کے مطابق نہ اس کی ہڈی کو توڑا جائے۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ) نہ اسے کوئی اور معمولی تکلیف پہنچنے دی جائے۔ غرض اس کی عزت واحترام کا پورا خیال رکھا جائے تو بتایئے یہ کس قدر تکریم والا طریقہ ہے جو آسان اور سستا بھی ہے اور اس سے کوئی اور مسئلہ بھی کھڑا نہیں ہوتا۔ بس شرط صرف اتنی ہے کہ قبروں کو کچا رکھا جائے اور وہاں شرکیہ کاموں کے لئے کوئی دربار نہ بنائے جائیں۔

ایک ملاقات میں محترم بھائی مولانا مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

(بائیں) پختہ قبروں اور بڑے بڑے درباروں سے گھرا ہوا قبرستان (دائیں) غازی علم دین شہیدؒ کی وصیت کے باوجود ان کی قبر کو بھی نہ بخشا گیا

بتا رہے تھے کہ کسی نے کچی قبروں کی افادیت دیکھنی ہو تو وہ ذرا دیہاتوں میں جا کر دیکھے۔ وہاں لوگ زیادہ تر کچی قبریں بناتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے وہاں قبرستان بڑے مختصر رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے بچپن میں ہیلاں (گجرات) میں اپنے قریبی قصبوں میں اور گاؤں میں جتنے بڑے قبرستان دیکھے تھے' آج 25,30 سال بعد بھی انہیں تقریباً اتنا ہی پاتے ہیں۔ یہ ہے کچی قبروں کا فائدہ حالانکہ آبادی بے شک کئی گنا بڑھ چکی ہوگی لیکن کچی قبروں کی وجہ سے قبرستان پھر بھی تقریباً اتنے کے اتنے ہی ہیں۔ اور پھر مردے کی عزت و تکریم بھی پوری طرح برقرار رہتی ہے۔ گویا افراط و تفریط کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ نہ تو ہندو دھرم کی طرح اپنے عزیز مردے کو خود اپنے ہاتھوں سے جلانا پڑتا ہے' نہ پکی قبروں کی وجہ سے قبرستان کوئی خاص بڑے ہوتے ہیں۔

10 محرم کو خاص طور پر قبرستان جانا اور وہاں قبریں پکی کرنا وغیرہ نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں

کچی قبریں گستاخی نہیں

آج سے کچھ عرصہ پہلے جب کتاب وسنت کے حاملین لوگوں کو بتاتے کہ بے شمار صحیح احادیث میں نبی ﷺ نے پکی قبریں بنانے سے منع کیا ہے تو انہیں اہلحدیث' وہابی اور بزرگوں کا گستاخ کہہ کر ان کا مذاق اڑایا جاتا۔ لیکن آج لوگوں میں پکی قبروں کے نقصان کا احساس عام ہو رہا ہے۔ آج کل کئی قبرستانوں میں یہ نوٹس لگا ہوتا ہے کہ یہاں پکی قبریں بنانا منع ہے۔ لیکن اس بات کا اطلاق بھی ابھی سب پر نہیں ہوتا۔ صاحب حیثیت لوگ گورکنوں کو دے دلا کر پکی قبریں بنوا لیتے ہیں یا جن کو لوگ بڑا نیک اور ولی سمجھتے ہیں' اس کی بھی ہر صورت پکی قبر بلکہ دربار تک بنا دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں کچی قبر کے سلسلے میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ کوئی ولی ہو یا عام مسلمان سب کی قبریں کچی بنانے کا حکم ہے۔ جس طرح نماز میں سب امیر غریب' نیک بد ایک صف میں ہوتے ہیں' اسی طرح قبرستان میں بھی یہی حکم ہے۔ کسی کے نیک اور اعلیٰ درجات ہونے کا علم صرف اللہ کو ہے۔ جب انبیاءؑ اور صحابہؓ نے بھی اپنے لئے پکی قبر بنانے کی اجازت نہیں دی تو ہمیں ان سے آگے بڑھنے کی جرأت آخر کیوں؟ آخرت میں تو اس کا نقصان ہوگا ہی' دنیا میں بھی اب اس کا ہر طرح سے نقصان ہمارے سامنے ہے۔ لاہور کا سب سے بڑا قبرستان میانی صاحب ہے۔ یہاں بھی ہاؤس فل ہے۔ چنانچہ یہاں پکی قبر بنانا ابھی منع تو نہیں کیا گیا لیکن پکی قبر بنانے والوں سے 3000 روپے لئے جاتے ہیں۔ اور یہ فیس بھی صرف جگہ کی ہوتی ہے۔ باقی تعمیر' میٹیریل وغیرہ کے تمام اخراجات بھی لواحقین کو ہی برداشت کرنا ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں جب یہاں کی قبرستان کمیٹی کے ایک بزرگ رفیق صاحب سے ہماری ملاقات ہوئی اور ہم نے ان سے یہ فیس لینے کی وجہ پوچھی تو ان کا کہنا تھا کہ جب ہم یہ فیس نہیں

لیتے تھے تو قبرستان میں روزانہ 15 کے قریب پختہ قبریں بنتی تھیں۔ یہ فیس لینے سے تعداد کچھ کم ہوئی ہے اور اب روزانہ 5 کے قریب پختہ قبریں بنتی ہیں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک قبرستان میں جب روزانہ بے شک پانچ ہی پختہ قبریں بن رہی ہوں تو مہینوں سالوں بعد قبرستان کی کیا کیفیت بنتی چلی جائے گی جبکہ اس کے ساتھ ساتھ کچی قبریں بھی کافی تعداد میں بن رہی ہوں گی۔ حیرانی کی بات ہے کہ ایک طرف تو ہم رونا روتے ہیں کہ مہنگائی نے غریبوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے اور اب تو غریب کے لئے کفن دفن کے اخراجات بھی اتنے زیادہ ہو گئے ہیں کہ مرنا بھی مہنگا پڑتا ہے لیکن اس سب کے باوجود قبریں پختہ کرنے سے نہ ہم شریعت کے حکم پر رکتے ہیں نہ ہی مہنگائی ہمیں روکتی ہے اور نہ ہی قبرستانوں کے وسیع سے وسیع تر ہونے کا ہمیں خدشہ نظر آتا ہے۔ جبکہ قل، چہلم وغیرہ کی ہندووانہ رسومات پر بھی بے پناہ اسراف کرتے ہیں۔ ان رسموں کا دینی فائدہ ہے نہ دنیوی بلکہ دینی و دنیوی ہر لحاظ سے نقصان ہی نقصان ہے۔ صحابہ کرامؓ کی حالت تو یہ تھی کہ اپنے کفن و دفن کو بھی انتہائی ممکن حد تک سادہ اور معمولی رکھتے تھے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب فوت ہونے لگے تو انہوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بطور خاص کہا کہ جب میں مروں تو میرے پرانے کپڑے دھونا اور انہی کو میرا کفن بنا دینا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کو کہا۔ اللہ نے دیا اور احسان کیا۔ ہم آپ رضی اللہ عنہ کو نئے کپڑے کا کفن دینگے۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ زندہ مردہ سے زیادہ محتاج ہے جو اپنی جان کی حفاظت کرتا ہے اور اسے ڈھانپتا ہے۔ (طبقات ابن سعد جلد 3 ص 45)

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک وسیع اسلامی مملکت کے عظیم سربراہ ہو کر بھی اپنے کفن دفن کو اتنا معمولی بنا رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قبریں تو پہلے ہی کچی ہوتی تھیں لیکن آج کوئی ولی تو ولی، کوئی بھنگی اور میراثی ملنگ بھی مر جائے تو اس کا عالیشان دربار کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ اس پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر ولیوں کی قبروں کو ہر سال منوں عرق گلاب سے دھویا جاتا ہے۔ ان کو رنگا رنگ قمقموں اور فانوسوں سے سجایا جاتا ہے۔ زندہ آدمی اپنے گھر میں ایک بلب اور پنکھا چلانے کی سکت بھی نہیں رکھتا لیکن مردہ پیروں فقیروں کی قبریں کسی زندہ سیٹھ کے بنگلے سے بھی زیادہ پرشوکت ہوتی ہیں۔ علامہ اقبال نے سچ کہا تھا

مجھ کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا ہے بجلی کے چراغوں سے روشن

سعودی عرب کے بادشاہ عبدالعزیز آل سعود نے جب تمام پختہ قبروں کو کچا کیا اور بلند قبروں کو نبی ﷺ کی قبر کے مطابق ایک بالشت تک کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مختلف اولیاء کی قبروں پر جو شرکیہ امور سرانجام دیئے جاتے تھے، ان کا قلع قمع کیا تو برصغیر کے قبر پرست طبقے نے بہت احتجاج اٹھایا اور شاہ عبدالعزیز تک بڑی سفارتیں پہنچائیں۔ اس پر شاہ عبدالعزیز نے بڑا تاریخی جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ

"اگر کسی ایک صحیح حدیث سے بھی قبروں کو پختہ کرنا ثابت ہو جائے تو میں ان قبروں کو سونے سے بنانے کو تیار ہوں۔"

قبر پرست طبقہ اس کا جواب تو آج تک نہ دے سکا لیکن برصغیر میں انہوں نے اپنی روش نہ چھوڑی۔ آپ ﷺ نے تو فرمایا کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی بھی جگہ کی طرف (ثواب کے لئے) سفر نہ کیا جائے (بخاری و مسلم) لیکن ہم پہلے پختہ قبریں اور دربار بناتے ہیں اور پھر ان کی زیارت اور ثواب کیلئے دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں۔ قبریں پختہ کرنے اور اپنے ہر بزرگ کا دربار بنانے کا ہمیں کس قدر جنون ہے، اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ غازی علم دین شہید جو خود ایک موحد اور محبت رسول ﷺ میں ڈوبے ہوئے عظیم انسان تھے، ان کی وصیت تھی کہ میری قبر کو کچا رکھا جائے لیکن زبانی عشق رسول ﷺ کا دعویٰ کرنے والوں کو یہ بات کبھی گوارا نہ ہوئی۔ وہ یہ تو نہ کر سکے کہ غازی علم دین شہید کے راستے پر چلتے ہوئے نبی ﷺ کی تعلیمات پر چلتے۔ ملک میں آپ ﷺ کی تعلیمات کے برعکس چلنے والے نظام کے خاتمے کی کوشش کرتے۔ سود شرک اور شریعت محمدی ﷺ کا مذاق اڑانے والے آج کے راج پالوں کی گوشمالی کرتے لیکن انہیں اپنے عشق رسول ﷺ کے اظہار کا کوئی طریقہ نظر آیا تو وہ صرف یہی کہ کسی طرح غازی علم دین شہید کی قبر بھی جو ابھی تک مجاوروں کی دسترس سے بچی ہوئی ہے، وہاں ایک عالیشان دربار بنا دیا جائے تاکہ اس دربار پر بیٹھنے والے گدی نشینوں اور مجاوروں کا کارخانہ زندگی چل پڑے۔ پہلے ان کی اور ان کے خاندان والوں کی سنگ مرمر سے پختہ قبریں بنائی گئیں اور پھر احاطہ بنا کر اندر ایک مسجد بھی بنا دی گئی۔ اب قبر پرست کی کوشش ہے کہ کسی طرح گنبد وغیرہ بنا کر اسے مستقل دربار میں بدل دیا جائے لیکن غازی علم دین شہید کے ورثاء گزشتہ 50 سال سے زائد عرصے سے اس کوشش کو ناکام بناتے آ رہے ہیں۔ غازی علم دین شہید کے بھتیجے جناب رفیق احمد، جناب رشید احمد اور ان کے بیٹے جناب انجینئر عبدالباسط صاحب جو اہلحدیث یوتھ فورس ٹیکسلا کیمپس کے صدر بھی رہے ہیں، مسلسل قانونی کارروائی کر کے قبر پرستوں کی یلغار سے اس قبر کو بچاتے آ رہے ہیں۔ جناب رفیق احمد نے نے اس قبر کو دربار بننے اور قبر پرستوں کے کاروبار کا ذریعہ بننے سے بچانے کے لئے قبرستان میانی صاحب میں غازی علم دین کی قبر پر باقاعدہ نوٹس لگایا ہوا ہے کہ کسی شخص کو یہاں بیٹھ کر غازی علم دین کے نام پر تعویذ وغیرہ دینے کی اجازت نہیں ہے۔ گزشتہ کئی حکومتوں کے وزراء اور گورنر وغیرہ نے بھی یہاں ایسا کرنے کی کوشش کی لیکن بحمد اللہ غازی علم دین کے ورثاء نے قانونی کارروائی کر کے ایسا نہ ہونے دیا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غازی علم دین کے ورثاء پر قبر پرستوں کا کس قدر دباؤ ہے جو وہاں دربار بنا کر غازی علم دین کی قبر پر اپنا کاروبار چلانا چاہتے ہیں۔ انہی نام نہاد قبر پرست مسلمانوں کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جن میں ہوں آسودہ، وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن، تم ہو
ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

قبر پرستی کا یہی وہ مرض تھا جس کے بارے میں نبی ﷺ اپنے مرض الموت تک سب سے زیادہ فکر مند رہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ پر جان کنی کا عالم طاری ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے چہرہ پر ایک چادر اوڑھی، جب دم گھٹتا، چادر کو ہٹا دیتے۔ اس حال میں آپ ﷺ نے فرمایا:

لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم

غازی علم دین شہید کی وصیت تھی کہ ان کی قبر کو کچا رکھا جائے لیکن قبر پرست طبقے نے ان کی قبر کو بھی نہ بخشا اور اب وہاں دربار بنانے کے درپے ہیں جسے ان کے خاندان والے قانونی کارروائی کر کے گزشتہ 53 سال سے بمشکل بچاتے آ رہے ہیں

دیہاتوں میں کچی قبروں کی وجہ سے قبرستان کم ہی بڑے ہوتے ہیں

"یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد (عبادت گاہ) بنالیا"۔

اس کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "اس کام سے آپ ﷺ امت کو ڈرا رہے تھے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی (آپ ﷺ کی قبر پر شرکیہ امور کا ڈر نہ ہوتا) تو آپ ﷺ کی قبر بھی کھلی ہوتی لیکن اس خوف سے کہ سجدہ نہ کیا جائے' بند رکھا گیا۔" (بخاری و مسلم)

آپ ﷺ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جہاں آپ ﷺ فوت ہوئے' وہیں دفن کر دیا گیا۔ یہ صرف نبی ﷺ کا خاصہ تھا کہ وہ جہاں فوت ہوئے انہیں وہیں دفن کیا گیا۔ اور پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مطابق اس خوف سے کہ آپ ﷺ کی قبر کو سجدہ نہ کیا جائے' اسے بند رکھا گیا۔ یہ اللہ کی طرف سے بندوبست تھا کہ آپ ﷺ کی قبر کے گرد حجرہ کی صورت میں چار دیواری پہلے سے موجود تھی۔ بعد میں غیر مسلموں کی سازشوں اور قبر نبوی ﷺ کو مٹانے کی کوشش کی وجہ سے اس چار دیواری کو مضبوط کیا جاتا رہا۔ تاہم آپ ﷺ کی قبر پر گنبد کی تعمیر 5 سو سال بعد کی گئی لیکن نبی ﷺ کی قبر اندر آج بھی کچی ہے اور وہاں کسی کو کوئی غیر شرعی رسم ادا نہیں کرنے دی جاتی نہ وہاں ہمارے درباروں کی طرح کوئی میلہ ٹھیلہ یا عرس لگتا ہے۔ یہ سب کچھ آپ ﷺ کی دعا کے مطابق ہے جس میں آپ ﷺ نے کہا تھا۔ "اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پرستش کی جائے۔ (مؤطا مالک) اور ایک حدیث میں مسلمانوں کو سختی سے ہدایت کی کہ "میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ۔" (ابوداؤد) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے حبشہ کے ایک گرجا گھر کا ذکر کیا جو نہایت خوبصورت بنایا گیا تھا اور اس میں تصویریں بھی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "یہ لوگ ایسے ہیں کہ جب کوئی نیک آدمی مر جاتا' اس کی قبر پر عبادت گاہ بناتے ہیں اور اس میں تصویریں بناتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ عزوجل کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں" (بخاری و مسلم) گویا عیسائیوں نے دو فتنے جمع کئے۔ قبروں پر عبادت کے لئے تعمیرات کرنا' انہیں پختہ کرنا' اور صاحب قبر وغیرہ کی تصویریں لگانا۔

آج ہم اپنے ارد گرد کہیں بھی عیسائیوں کا قبرستان دیکھ لیں۔ انہوں نے بھی اپنی قبریں اسی طرح پختہ اور سنگ مرمر وغیرہ سے بنائی ہوتی ہیں۔ ہمارے اور ان کے قبرستان میں سوائے صلیب کے کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ وہ بھی قبروں پر جا کر اسی طرح چڑھاوے چڑھاتے اور عبادتیں کرتے ہیں' ہم بھی یہی کچھ کرتے ہیں۔ بلکہ ہم اپنی قبروں پر نمازیں بھی ادا کرتے ہیں اور دیگر وہ تمام عبادتیں جو مسجدوں میں ہوتی ہیں' وہ قبروں پر کرتے ہیں۔ گویا قبروں کو ہم نے بھی عبادت گاہوں اور مساجد میں تبدیل کر دیا ہے۔ قبرستان میانی صاحب میں راقم نے دیکھا کہ قبروں کے عین درمیان میں بڑی بڑی

ایک پکی قبر تین کچی قبروں کی جگہ گھیرتی ہے جبکہ قبرستانوں میں بڑے بڑے دربار الگ کھڑے ہیں جو 30 ہزار سے زائد ہو چکے ہیں چنانچہ سب قبرستانوں میں ہاؤس فل ہے اور نئی قبر کے لئے کہیں جگہ نہیں ملتی

مسجدیں بنا دی گئی ہیں۔ آپ ﷺ تو قبروں کو مسجدیں بنانے سے روکتے رہے یعنی وہاں نمازیں پڑھنے اور دیگر عبادات سرانجام دینے سے روکتے رہے لیکن ہم نے ان قبروں پر یہ سارے امور ادا کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ قبروں کو مساجد بنالیا' قبرستان کے اندر ہی مسجدیں بنالیں اور مسجدوں کے اندر قبریں بنالیں۔

آپ ﷺ تو کہتے رہے کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (ابوداؤد) یعنی گھروں میں نماز وغیرہ کا اہتمام کرو لیکن ہم گھروں اور مسجدوں کو چھوڑ کر یہ امور بھی اب قبرستانوں اور درباروں پر جا کر کرتے ہیں۔ اور ہر سال محرم کی 10 تاریخ کو بالخصوص یہ امور جا کر وہاں کرتے ہیں اور اس دن قبروں کو بھی خوب پختہ کر کے ان کی تجدید

سنت پر عمل نہ کرنے اور قبریں پکی کرنے کی وجہ سے ایک طرف تو قبرستان وسیع تر ہوتے جا رہے ہیں' دوسری طرف یہ شرک اور گمراہی کا مرکز بن جاتے ہیں

کرواتے ہیں۔ اور وہاں کھجور کی شاخیں' چادریں اور پھول' دالیں وغیرہ ڈالتے اور چراغاں کرتے ہیں۔ جبکہ 10 محرم کو خاص طور پر قبرستان جانا آپ ﷺ سے ثابت نہیں۔ اور نہ ہی یہ امور کرنا ثابت ہیں۔ بلکہ آپ ﷺ نے قبروں پر چراغ جلانے والوں پر بھی لعنت کی۔ (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ' نسائی)

اسلاف کے فرامین

عوام الناس میں پھیلی ہوئی انہی جہالتوں کی مذمت کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں۔

"بڑی بدعتوں میں سے یہ بھی ہے کہ قبروں کے متعلق بہت سی باتیں از خود گھڑ لی ہیں اور قبروں کو میلے کی حیثیت دے دی ہے۔" (تفہیمات الہیہ ص 64 جلد 2)

قبر پرست طبقہ اپنے حنفی ہونے پر فخر کرتا ہے لیکن دیکھئے امام ابوحنیفہؒ بھی قبروں پر ان بدعات کے سخت خلاف ہیں۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ قبر کسی قسم کی عمارت یا کمرہ یا قبہ وغیرہ بنانا مکروہ ہے کیونکہ حدیث جابر میں رسول اللہ ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے۔ (در المختار ج 2 ص 237)

زیارۃ قبور کے اصل مقاصد

آیئے! اب دیکھتے ہیں' قبروں پر جانے کے اصل مقاصد کیا ہیں۔

بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ان کو قبرستان میں جا کر پڑھنے کے لئے دعا سکھلایا کرتے تھے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ

اے مومنوں اور مسلمانوں کے گھر! تم پر سلامتی ہو' ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے لئے بھی اور تمہارے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (مسلم)

ایک دعا کے الفاظ یہ منقول ہیں

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ قَوْمَ مُؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِيْنَ نَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ اَللّٰهُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَاتَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ

ایماندار لوگوں پر سلام ہو۔ ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پہلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے۔ ہم اپنے اور تمہارے لئے اللہ پاک سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ تو ہم کو ان کے ثواب سے محروم نہ فرما اور ہمیں ان کے بعد فتنے میں مبتلا نہ کر۔

یعنی فوت شدہ لوگوں کے لئے قبر میں امن وسلامتی کی دعا کرنی ہے۔ اللہ کے ہاں ان کی اور اپنی مغفرت وعافیت اور رحمت کی دعا کرنی ہے۔ خود بھی عبرت پکڑنا ہے اور ان کے بعد ان کی بزرگی یا نیکی کی وجہ سے ان کے مزار وغیرہ بنا کر فتنے میں پڑنے سے پناہ طلب کرنی ہے یا ان کے برے اعمال یا مال وغیرہ کی وجہ سے اگر ان کے بعد کوئی فتنہ پیدا ہو تو اس سے اللہ کی پناہ مانگنی ہے۔ ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا۔ فزوروا القبور فانها تذكر

باقی صفحہ 37 پر

ذبح کا اسلامی طریقہ اور اس کی طبی حکمتیں

ڈاکٹر حافظ شفیق الرحمٰن کیلانی

آج عید الاضحیٰ ہے۔10 /ذی الحجہ کا دن اور صبح کوئی 8 بجے کا عمل ہے۔ جگہ جگہ جانور ذبح ہو رہے ہیں۔ سامنے بہت سے لوگ ایک بہت بڑے دائرے کی صورت میں جمع ہیں۔ آئیں، ہم بھی چلتے ہیں۔ ایک گائے کو ایک دو آدمیوں نے رسوں کے ذریعے جکڑ کر، لٹا کر قابو کر رکھا ہے۔ قصاب نے اپنا بایاں پاؤں گائے کی گردن پر رکھا ہے، اب وہ گائے کے سر پر کھڑا، ہوا میں چھری کو ایک دوسری چھری سے باہم رگڑ کر تیز کر رہا ہے اور بعد میں اسے ہوا میں لہرا رہا ہے۔ لیجئے! اس نے آناً فاناً شہ رگ کاٹی، ساتھ ہی اس کی گردن کو پیچھے کی طرف موڑ رمروڑ کر جھٹکا دے کر اس کا منکا توڑا۔ اسی چھری کی نوک سے اس کی بقایا سامنے موجود نسیں (Ligaments) کاٹیں اور ساتھ ہی سامنے نظر آنے والے حرام مغز کی بتی (Spinal Cord) کو بھی مکمل طور پر کاٹ دیا۔ دماغ اور جسم کا جو رابطہ /ناطہ حرام مغز کی بتی کے ذریعہ بحال تھا، جس کے ذریعے سے جسم کے دور دراز حصوں (کمر، دم، سر وغیرہ) سے خون کی نجاست نے جسم سے نکل کر اسے اپنی آلودگیوں سے پاک کرنا تھا۔ وہ خون ابھی شہ رگ کے قریب قریب سے معمولی سا (کم و بیش نصف مقدار میں) خارج ہوا ہی تھا کہ بتی کاٹنے کے اس عمل کے ساتھ ہی گائے کے پورے بدن کو ایک جھٹکا سا لگا اور وہیں گائے ساکت ہو گئی۔ خون بھی زیادہ تر اندر ہی رہ گیا اور قصاب نے پچھلی کونچوں سے کھال کاٹ کر اُدھیڑنا شروع کر دی۔

(ا) اُسوۂ حسنہ

آیئے! دیکھیں اس سلسلے میں ہمیں پیارے نبی ﷺ سے کیا راہنمائی ملتی ہے؟

(i) دعائیں، نیت اور تکبیر پڑھنا

عن جابر بن عبد الله قال ذبح النبی ﷺ یوم الذبح کبشین أقرنین أملحین موجئین فلمّا وجههما قال: "إِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِيْنَ ، إِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لاَ شَرِيْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ وَعَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِاسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اَکْبَرُ" ثم ذبح (سنن ابوداود، کتاب الضحایا، باب مایستحب من الضحایا)

''سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قربانی کے دن یعنی عید الاضحیٰ کو دو سینگوں والے مینڈھے ذبح کئے جن میں سفیدی غالب تھی اور وہ خصی تھے۔ جب آپ ﷺ نے انہیں قبلہ رخ کیا تو یہ دعا پڑھی: میں اپنا چہرہ اس اللہ رب العزت کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا، میں ملت ابراہیمی پر قائم ہوں اور مشرکین سے نہیں ہوں۔ میری نماز، قربانی، جینا، مرنا سب اللہ رب العٰلمین کے لئے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، میں اسی کا حکم دیا گیا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں، اللہ تعالیٰ تیرے نام سے، تیرے لئے محمد (ﷺ) کی اور ان کی امت کی طرف سے...... اللہ کے مبارک نام کے ساتھ اور اللہ بہت بڑا ہے۔ پھر آپ نے ذبح کیا''

(ii) (الف) احسان کے ساتھ راحت پہنچاتے ہوئے ذبح کرنا

عن رسول الله ﷺ قال: إن الله کتب الاحسان علی کل شیء فإذا قتلتم فاحسنوا القِتلة وإذا ذبحتم فاحسنوا الذبحة. ولیحدّ احدکم شفرته ولیُرح ذبیحته (مسلم، نسائی، احمد، ابن ماجہ، عن ابی یعلی، شداد بن اوس)

''رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کا رویہ اختیار کرنا فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ جب تمہیں کسی کو (قصاص یا میدانِ جنگ وغیرہ میں بھی) قتل بھی کرنا ہو تو اسے بھی اچھی طرح سے (جلد از جلد) انجام دو اور اگر (جانور) ذبح کرنے لگو تو بھی اچھے انداز میں (چابک دستی سے) کرو اور چھری کو اچھی طرح تیز کر دو اور ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ''

اچھی طرح سے اور اچھے انداز میں، کا مطلب جلد از جلد اور چابک دستی سے ہی ہے جیسا کہ ذیل کی حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے:

(ب) چھریوں کو جانوروں سے چھپاؤ

عن عبد الله بن عمر قال أمر رسول الله بحد الشفار وأن تُواری عن البهائم وقال إذا ذبح أحدکم فلیُجْهِز (احمد، ابن ماجہ، کتاب الذبائح، باب إذا ذبحتم فاحسنوا الذبح)

''نبی کریم ﷺ نے چھریوں کو تیز کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ انہیں جانوروں سے چھپایا جائے اور کہا کہ جب تم کسی جانور کو ذبح کرو تو (چھری پھیرنے میں) جلدی کرو''

نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بکری کے سامنے چھری تیز کر رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم تو اسے جیتے جی ہی مار رہے ہو۔

(ج) کھال اتارنے میں جلد بازی نہ کریں

جانور کو ذبح ہو جانے، حتی الوسع تمام خون نکل جانے، طبعاً ٹھنڈا ہو کر بے حس و حرکت اور ساکت ہو جانے تک اس کی کھال اُتارنے میں جلد بازی نہ کی جائے جیسا کہ سیدنا عمرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ سے فرماتے ہیں: لا تَعجلوا الأنفس ان تزهق "جانور کی روح نکالنے میں جلدی نہ کرو حتیٰ کہ خود نکل جائے" (سنن دار قطنی و إرواء الغلیل ۲۵۴۲)

ان تعلیماتِ نبوی ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ جانور کو پہلے کھلا پلا کر، خوش کر کے، آرام و اطمینان سے اسے کسی بھی طرح سے دہشت زدہ، خوفزدہ کئے بغیر نرم زمین پر لٹایا جائے۔ چھری کو کسی اوٹ مثلاً دیوار یا کسی پردہ سے یک دم نکالا جائے اس سے پہلے جانور کی آنکھوں پر ترجیحاً کپڑا ڈال لیں۔

> قربانی کے جانور کو مسنون طریقے کے مطابق ہم خود ذبح کریں تو ہم قصائیوں کے خلاف شرع اور مضر صحت طریقوں سے بچ سکتے ہیں

(iii) تقرب إلى الله

اگر سارے کا مسنون طریقے پر کر لئے جائیں لیکن اسے کسی شرکیہ آستانے پر ذبح کر دیا جائے اور نیت ذبح لغیر اللہ کی ہو تو صرف اسی وجہ سے وہ حرام ہو جائے گا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْأَزْلَامِ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ﴾ (المائدۃ:۳)

''تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا گیا اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرا ہو اور جو کسی ضرب سے مر گیا ہو اور جو اونچی جگہ سے گر کر مرا ہو اور جو کسی کے سینگ مارنے سے مرا ہو اور جسے درندوں نے پھاڑ کھایا ہو لیکن تم اسے ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں اور جو آستانوں پر ذبح کیا گیا اور یہ بھی کہ قرعہ کے تیروں کے ذریعے فال گیری کرو، یہ سب بدترین گناہ ہیں''

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ذَكَّيْتُمْ ارشاد فرما کر اسے شرعی ذبح اور کھانے کے لئے حلال قرار دیا جبکہ آگے ذُبِحَ کا لفظ ارشاد فرما کر آگے مذکور شرکیہ عمل کی نجاست کی وجہ سے جانور ہی کو حرام قرار دے دیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ محض ذبح کر دینا حتیٰ کہ تکبیر بھی پڑھ دینا، اسے شرعی معنوں میں حلال نہیں کر دیتا جب تک کہ اس کا مقصود تقرب الی اللہ اور رضوان من اللہ حاصل کرنا نہ ہو۔

(۲) جدید طبی تحقیقات / شرعی بصائر

(i) شرعی ذبح کا سائنسی جائزہ......اچانک زخم:

جب بھی کوئی بھرپور جوانی والا (مُسِنَّة : دوندا) حلال جانور اس کیفیت کے ساتھ اچانک ذبح کیا جاتا ہے کہ اسے اس سے پہلے، دوران یا بعد میں خوفزدہ نہ کیا گیا ہو، خصوصاً ذبح کے بعد حرام مغز کی بتی نہ کاٹی گئی ہو۔

(الف) اس کا خون زیادہ آسانی اور تیزی سے بکثرت نکلتا ہے اور اکثر تقریباً سارا نکل آتا ہے اور دل کی دھڑکن کافی دیر تک تیز رہتی ہے۔

(ب) زخم لگتے ہی، خصوصاً خون کی مقدار جسم میں کم ہوتے ہی دل و دماغ کے باہمی ہنگامی رابطے ہوتے ہیں، دل دماغ کو حکم دیتا ہے کہ (حکماء کی زبان میں) ''اب' قوتِ مدبرہ' کو جگاؤ، تمام اعصاب کو ہنگامی حالات کی خبر دے کر جان بچانے کے لئے جو ہو سکتا ہے کرو''۔ دماغ جواباً ایک طرف دل کے لئے تیز تیز دھڑکنا تجویز کرتا ہے تاکہ خون کو کم مقدار کے باوجود اسے جلدی جلدی پمپ کر کے جسم کے تمام حصوں تک پہنچا کر اس کے ذریعے آکسیجن (حیاتی گیس Life Gas) دل و دماغ کو پہنچائی جا سکے۔ دوسری طرف خودکار اعصابی نظام (Autonomous Nervous System) کو حکم ملتا ہے کہ وہ یہ خون جسم کے ہر ہر حصے تک جلدی جلدی پہنچانے اور گندا خون واپس لانے کے لئے متحرک و مستعد ہو جائے۔ اس سے بدن میں خون کی مقدار کم ہو جانے کے باوجود دھڑکن نبض چلتی رہتی ہے، دوران خون تیز ہو جانے کی وجہ سے بلڈ پریشر کافی دیر تک اور کافی حد تک قائم رہتا ہے اور یکدم نہیں ختم ہو جاتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حتی الوسع تمام خون بدن کے کونے کونے سے نکل جانے تک دماغ اور خودکار اعصابی نظام کام کرتا رہتا ہے۔

(چنانچہ اڑتے ہوئے پرندے کو اگر گولی سے شکار کیا جائے اور پھر وہ زخمی اور زندہ حالت میں مل جائے تو تب بھی اسے ذبح کر دینا بہتر ہے تاکہ خون اچھی طرح نکل جائے۔)

یہ رحم لانہ، آسان ترین اور بہترین طریقہ موت ہے جو شرعی ذبیحہ والے جانور کو اسلام کی طرف سے رحمت للعالمین ﷺ کے بتائے ہوئے اسوۂ حسنہ کے مطابق تجویز ہوا ہے۔ اسی طریقہ میں موت کی تکلیف بھی سب سے کم ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ تقریباً تقریباً اسی کیفیت سے جان آفرین کے سپرد کرنے (شہادت) پر شہید اللہ کی طرف سے بار بار ''کچھ مانگو'' کی پیشکش رحکم پر یہ جواب

باقاعدہ تکبیر پڑھ کر ذبح کئے جانے والے جانور کا ECG معائنہ بہتر تھا جبکہ بغیر تکبیر کئے جانور کا ECG بہت منتشر تھا

دیتا ہے کہ ''مجھے دوبارہ شہادت کی موت عطا فرما'' اور آپ فرماتے ہیں کہ ''واللہ! میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں شہید ہوں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں'' (صحیح بخاری، کتاب الایمان)

(ii) خون...... مادّی (طبی) و شرعی حقائق

(الف) مینڈھے، بھیڑ میں کل خون اسکے زندہ وزن کا اوسطاً تقریباً بارہواں حصہ (8.01%) ہوتا ہے اور بیل میں اوسطاً تقریباً تیرھواں حصہ (7.71%) ہوتا ہے۔ (Blacks Veterinary Dictionary p. 93) مثلاً اگر کسی مینڈھے، بھیڑ کا زندہ وزن ۶۰ کلو ہے تو اس کے اندر تقریباً ۵ کلو تک خون ہوگا اور ۳۲۵ کلو وزنی گائے میں ۲۵ کلو تک خون ہوگا، وعلیٰ ہذا القیاس...... انسانی معدہ خون ہضم نہیں کر سکتا کیونکہ انسانی معدہ میں خون کی لحمیات (ہیموگلوبن وغیرہ) کو ہضم کرنے والے خامرے (Enzymes) نہیں پائے جاتے بلکہ خون پینے کی کوشش پر تولیع تک ہو سکتا ہے۔

(ب) خون جراثیم کی بڑھوتری کا بہترین ذریعہ (Growth & Culture Medium) ہے۔ لیبارٹریوں میں جب کسی مریض کی پیپ ٹسٹ کرتے ہیں تو اسے خون سے تیار کردہ ایک مرکب میں ڈال دیتے ہیں۔ پیپ کے جراثیم ایک ہی دن میں کروڑوں کی تعداد میں بڑھ جاتے ہیں۔ جب ان کی تعداد بہت ہی زیادہ ہو جاتی ہے تو ان کی نہ صرف شناخت آسان ہو جاتی ہے بلکہ ان پر مختلف دوائیاں (Antibiotic) ڈال کر دیکھا بھی جا سکتا ہے کہ وہ کس دوائی سے مرتے ہیں۔ اس طرح بیماری کے باعث کا پتہ لگنے کے ساتھ ساتھ (بلکہ اس سے پہلے ہی) علاج بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اس عمل میں پتے کی بات یہ ہے کہ جراثیم خون پر ہی پھلتے پھولتے ہیں۔ اس لئے خون کا استعمال متعدد خطرات کا باعث ہو سکتا ہے۔ (طب نبویؐ اور جدید سائنس از ڈاکٹر خالد غزنوی: جلد۲، صفحہ ۴۷۹)

غالباً اسی لئے انسان کے لئے خون حرام ہے۔ قرآن کریم میں اس کی حرمت کے بارے میں کم از کم چار دفعہ ذکر ہوا ہے۔ ہر جگہ پہلے مردار بعد میں خون۔ مردار بھی غالباً اسی لئے حرام ٹھہرایا گیا ہے کہ اس کے اندر عموماً سارا خون رہ جاتا ہے۔ صاحب تیسیر القرآن مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

''خون چونکہ حرام ہے، اس لئے موت کی ہر وہ صورت جس میں خون جسم سے نکل نہ سکے، وہ بدرجہ اولیٰ حرام ہوئی'' (سورۃ المائدۃ:۳، حاشیہ ۱۳)

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مردار اور جھٹکا اگر مکمل حرام ہے تو آدھا یا کم وبیش خون نکلنے دینا اور باقی اندر رہنے دینا نیم حرام ہونے کے زمرے میں آتا ہے۔

قرآنی لفظ ﴿ذکّیتم﴾ ''جسے تم مرنے سے پہلے ذبح کر لو'' میں ایک دلچسپ لغوی نکتہ ہے کہ ﴿ذکّیتم﴾ ذ سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جانور کو اس طریقے سے ذبح کرنا کہ اس کی جان جلد از جلد اور بسہولت نکل جائے۔ اس میں جانور کی سہولت کا خیال رکھنا (مقاییس اللغة بحوالہ مترادفات القرآن از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی ص ۵۲۷)

دوبارہ واضح رہے کہ اس میں جلد از جلد کا تعلق چھری کی تیزی اور استعمال میں چابک دستی سے ہے۔ جیسا کہ پیچھے حدیث لا تَعجلوا الأنفس أن تزهق کی تشریح میں واضح کیا گیا ہے۔ نہ کہ منکا توڑ کر تکلیف در تکلیف اور نیم جھٹکا کرنے سے۔ جیسا کہ آگے بھی تفصیل آ رہی ہے۔

اس بارے میں حدیث میں الذکوة، أُذَكِّيهِمَا، فذكَّيْتُهُمَا (ذ سے، بمعنی ذبح کرنا) کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں: جیسا الا إن الذكوة في الحلق واللبّة ''ذبح حلق اور حنجرہ پر ہے'' (دارقطنی، عن ابی ہریرۃ رابن ماجہ عن محمد بن صفوان، کتاب الصید) ذبح کے لئے اس مادہ کا استعمال بڑا ذو معنی ہے۔

(ج) جب جانور کے جسم میں ابھی کافی جان باقی ہوتی ہے کہ اس کے حرام مغز کو کاٹ کر دل و دماغ کو صدمہ اور پورے جسم کو ایک جھٹکا لگا دیا جاتا ہے۔ اس سے جسم میں کیا ہلاکت آفرینیاں ہوتی

ہیں، ان میں سے بیشتر کا تعلق ہسٹامین، ایڈرینالین سے بڑھ کر Cerebro-Spinal Fluid (CSF) (دماغی نخاعی سیال) کے خارج ہونے سے ہے۔ یہی دماغی موت (Brain Death) ہے یعنی وہ حالات جن میں دماغ کے کلیدی اَجزا بالخصوص (Brain Stem) کام کرنا چھوڑ دیں۔ تعین موت کا یہی سب سے زیادہ با اعتماد اور جدید طریقہ ہے جبکہ سابقہ معیارِ تعین موت (سانس، نبض اور حرکت قلب وغیرہ کا بند ہو جانا) اب حتمی نہیں رہے"

(The Penguin Dictionary of Psychology, by Arthur S. Reber, Ed.1985, P. 101)

جب بھی مندرجہ بالا CSF خارج ہوتا ہے تو دماغی موت واقع ہو جاتی ہے۔ گردن مروڑنے سے، پھر منکا توڑنے سے، پھر CSF خارج ہونے سے سخت صدمات سے، ہسٹامین کا اخراج ہوتا ہے اور جھٹکے کے ساتھ دماغی موت کا پہلا مرحلہ واقع ہو جاتا ہے جبکہ حرام مغز کی بتی کاٹنے سے آخری جھٹکا اور دماغی موت مکمل ہو جاتی ہے۔

سائنسی پس منظر: سائنسی طور پر جب بھی کوئی شخص یا جانور کسی دہشت ناک منظر کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جائے یا دل و دماغ کو کسی بھی طرح سے کوئی دہشت پہنچائی جائے، کوئی ضرب، چوٹ (پنجابی میں ''گجھی سٹ'') (Blunt Injury or Contused wound) لگائی جائے، صدمہ پہنچایا جائے تو ان صورتوں میں کم وبیش کیفیات یہ ہوتی ہیں کہ دہشت اور درد کے مارے اس کا خون خشک ہو جاتا ہے...... نبض کمزور اور ست پڑ جاتی ہے اور مدہوشی طاری ہو جاتی ہے، پتلیاں پھیل جاتی ہیں۔ (طب نبویؐ: خلاصہ ص ۴۸۵)

پھیپھڑوں، جگر، جلد میں موجود مادہ ہسٹامین فوراً خارج ہو کر خون میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس زہریلے مادّے سے خون کی نالیوں کا قطر بڑھ جاتا ہے اور یہ پھیل جاتی ہیں (Vasodilation) جس سے خون کا دباؤ کم اور اخراج خون بہت ہی کم ہو جاتا ہے۔

(Blacks Veterinary Dictionary p 364, Geoffrey P. West, 12th Ed. ELBS London)

ہسٹامین، ہیموگلوبن میں موجود ایک کیمیائی مادہ ہے جو کم مقدار میں بھی عضلات (گوشت) اور خون کی نالیوں پر گوناگوں برے اَثرات ڈالتا ہے۔ (A Pocket Medical Dictionary, Lois Oaks, London, P 206) ...... یہ ہسٹامین جسم کے رگ و ریشہ میں کس حد تک پیدا ہوتی ہے اور اس کی مہک (Smell) سے بدن کا گوشت کس حد تک متاثر بلکہ زہر آلود ہو جاتا ہے، اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب جنگل میں کوئی شخص کسی درندے کو دیکھ کر دہشت کا شکار ہو جاتا ہے تو اس عمل سے پیدا ہونے والی ہسٹامین کو وہ درندہ شیر وغیرہ، بہت دور ہی سے سونگھ کر جان لیتا ہے کہ قریب ہی ایسا کوئی شکار (حیوان یا انسان) موجود ہے جو میری موجودگی سے دہشت زدہ ہو گیا ہے۔ وہ ہسٹامین کی 'خوشبو' کی سمت سفر کرتا ہوا شکار کو دبوچ لیتا ہے۔ حالانکہ ابتدا میں وہ شکار اس کے دائرۂ نگاہ میں نہیں ہوتا (طب نبوی: ص ۴۸۶، ۴۸۷)۔ اسلام نے ان تمام کیفیات کا اِحاطہ کر دیا ہے جن میں ہسٹامین پیدا ہوتی اور جسم کو متاثر کرتی ہے۔ وہ تمام حالات جن میں مجروح ہونے کے بعد ہسٹامین پیدا ہوتی ہے گوشت کو بدذائقہ، بدرنگ اور مضرِ صحت بنا دیتے ہیں۔

جانوروں میں چوٹ کھانے یا خاص طور پر کند آلے سے مجروح ہونے کے بعد ہسٹامین کی پیدائش کی وجہ سے بلڈ پریشر گر جاتا ہے۔ گوشت کا رنگ گہرا سرخ ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے طبی زبان میں (Blunt Injuries) میں، زخمی ہونے والے جانوروں کا گوشت حرام قرار دے کر اپنے ماننے والوں کے لئے بیماریوں سے بچاؤ کا ایک اہم منصوبہ پیش کیا ہے۔ حرام جانوروں کی فہرست میں ان کیفیات کو دیکھ کر ہم کو بہت پہلے ہی احساس ہو جانا چاہئے تھا کہ ان تمام حالات میں ایک ایسی قدرِ مشترک ہے جو اس طرح زخمی ہونے والے جانوروں کے گوشت کو کھانے والوں کے لئے مضر صحت بنا دیتی ہے۔ ان جانوروں کو انسانی استعمال کے لئے ناقابل (Unfit) قرار دینا اسلام کا ایک اہم احسان ہے جو ٹھوس سائنسی حقیقت پر مبنی ہے۔ (طب نبوی اور جدید سائنس از ڈاکٹر خالد غزنوی، خلاصہ ص ۴۸۷)

چھری پھیرنے کے فوراً بعد گردن موڑنے ر مروڑنے کے اس صدمہ و انقطاع حرام مغز سے خون کا ایک زہر (ہسٹامین) پورے بدن میں پھیل جانے، خون کی نالیاں پھیلنے سے خون کا دباؤ کم ہو جانے اور دماغ کا باقی سارے بدن سے رابطہ ختم ہو جانے سے فوراً ہی جانور کے ساکت و صامت ہو جانے پر بیشتر خون بہت زہریلا ہو کر اندر ہی رہ جاتا ہے۔ متذکرہ بالا گائے کے قریباً ۲۵ کلو خون میں سے خارج ہو سکنے والے تقریباً ۲۰ کلو خون کی بجائے قریباً ۱۰ کلو ہی نکلتا ہے۔ باقی خون اور اس کا زہر پورے بدن کے گوشت میں پھیل جاتا ہے۔ یہ گوشت شروع میں گہرا سرخ ہوتا ہے۔ موسم کے مطابق تین چار گھنٹوں میں سیاہی مائل ہو جاتا ہے، مخصوص بدبو دینے لگتا ہے، اچھی طرح گلتا ہے، نہ پورے طور پہ ہضم ہوتا ہے۔ پکاتے وقت عجیب قسم کی (خون جلنے کی) بدبو اور سڑانڈ بھی آتی ہے۔ یہ ساری سزا ﴿ذَكَّيْتُمْ﴾ کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے ہے۔

(iii) شرعی و روحانی حقائق ر بصائر

ایک سائنسی تجربہ میں ایک جانور کا جھٹکا کیا گیا جبکہ دوسرے کو شرعی طریقہ سے ذبح کیا گیا (اور جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کے حرام مغز کی بتی نہیں کاٹی گئی)

ساتھ ہی دونوں جانوروں کا خون لے کر اور ان دونوں نمونوں کا کیمیاوی تجزیہ کیا گیا۔ جھٹکے والے جانور کے معمولی بہنے والے خون میں کافی ہسٹامین (زہر) پائی گئی، نیز اس جانور کے بدن میں بھی کافی ہسٹامین والا خون پایا گیا جبکہ ذبیحہ والے جانور کا خون بہت زیادہ مقدار میں خارج ہوا جو کیمیاوی معائنہ میں تقریباً طبعی (نارمل) پایا گیا۔ جانور کے بدن میں برائے نام خون تھا جو کہ نارمل تھا۔

اسی طرح ایک دوسرے تجربے میں دو جانوروں کو ذبح کیا گیا ایک پر بسم اللہ، اللہ اکبر پڑھی گئی اور دوسرے پر نہیں پڑھی گئی۔ دونوں کے دل کا برقی معائنہ (ECG) ذبح کے وقت کیا گیا۔ تکبیر والے جانور کے دل کا معائنہ بتاتا تھا کہ وہ پوری شد و مد کے ساتھ حرکت کرتا رہا جبکہ دوسرے جانور کا ریکارڈ بے انتہا منتشر انداز کا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی مخلوق جانور بھی ذبح کے وقت اللہ کا نام لئے جانے سے اطمینان سے جان دیتے ہیں کہ وہ اپنے خالق کے طے کردہ نظام کے مطابق جان دے رہے ہیں جبکہ اس کے برعکس ان کی موت بھی بہت دکھ اور کرب کی موت ہوتی ہے۔

(۳) مذبح منیٰ کا واقعہ

منیٰ (سعودی عرب) کا ذبیحہ خانہ پوری دنیا کا سب سے بڑا ذبیحہ خانہ ہے جس کا رقبہ پانچ لاکھ مربع فٹ ہے۔ (شہری لحاظ سے تقریباً ۱۴ ایکڑ اور دیہی و زرعی لحاظ سے تقریباً ساڑھے گیارہ ایکڑ) جس میں روزانہ دو لاکھ مویشی ذبح کیا جا سکتے ہیں۔ ایک خبر کے مطابق ''بارہ کروڑ ڈالر کی لاگت آنے والے اس ذبیحہ خانے میں دس ہزار کارکن کام کریں گے''۔ (روزنامہ ''نوائے وقت'' ۱۲ر مارچ ۲۰۰۰ء)

۱۹۹۰ء میں راقم کو اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ کی سعادت بخشی تو منیٰ میں قربانیوں کی صورتِ حال کے معائنہ کا موقع بھی عطا فرمایا۔ گروپ کے باقی تمام افراد (جو بیشتر اَعزہ و اَقارب ہی تھے) نے راقم کو اس کی پیشہ ورانہ تعلیم و تجربہ کے پیش نظر گروپ کا متفقہ نمائندہ بنا کر مذبح منیٰ میں بھیجا۔ وہاں جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہاں بھی متعدد قصاب حضرات پاکستانی ہیں اور ان میں بھی ابتدا میں ذکر کی گئی تکلیف دہ عادات ہی پائی جاتی ہیں کہ اسی طرح ہی فوراً گردن کاٹ

اگر جانور کو بری طرح خوف زدہ کر کے یا جھٹکا کر کے یا خون پوری طرح نکلنے سے پہلے فوری طور پر گردن کا منکا توڑ کر ذبح کیا جائے تو اس سے جانور کے جسم میں ہسٹامین نامی زہر پیدا ہو جاتا ہے

کر اور منکا (Ligaments of Atlanto-axial Joint) تو ذکر جانور کا خون پورا نکلنے سے کافی دیر پہلے ہی اسے ساکت کر دیتے ہیں جس سے پاک کرنے کے حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ اس کا اثر قربانی کی حلت وحرمت تک جا پہنچتا ہے۔

چنانچہ راقم نے وہیں بیٹھے بیٹھے تین چار اوراق میں منصوبہ گوشت قربانی (Sacrificial Meat Project) کے منتظم اعلیٰ جناب صدر اسلامی ترقیاتی بنک جدہ کے نام انگریزی میں ایک خط لکھ کر اس تکلیف دہ صورت حال کو شرعی اور طبی بنیادوں پر واضح کر کے یہ تحریر ان کے مقامی دفتر میں وصول کرائی جس کا جواب بھی انہوں نے جلد ہی شکریہ ادا کرتے ہوئے بھیجا۔ جس میں بیان کیا کہ "اس سلسلے میں آپ کی مشاہداتی رپورٹ ڈاکٹروں تک پہنچادی جائے گی اور مجھے یقین ہے کہ وہ اس معاملے میں اس کے مطابق خیال رکھیں گے"۔

باوجود اس بات کے کہ وزارت حج، وزارتِ انصاف اور افتاء و دعوۃ کے علماء پر مشتمل کمیٹی اور ان کے ساتھ سعودی عرب کی جامعات میں شریعت کے کم وبیش سو (۱۰۰) طلباء یہاں کے تین ذبیحہ خانوں میں ذبح کے عمل کی نگرانی کرنے اور اس سلسلے میں شریعت کے تمام اصول وقوانین پر عملدرآمد کی یقین دہانی مؤثر بنانے کے لئے پہلے ہی سے تعینات ہیں، اس بارے میں مطلوبہ اہتمام نہیں کیا جاتا۔ راقم الحروف اس امر پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ انہوں نے میری سفارشات کو نہ صرف سنجیدگی سے لیا بلکہ اس کے مطابق آئندہ توجہ کرنے کی یقین دہانی بھی اپنے باضابطہ خط میں کرائی جس کی اصل راقم کے پاس محفوظ ہے۔

اس امر کے نظر انداز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قربانی کو ذبح کرنے میں میں دو مختلف میدانوں کا معاملہ درپیش ہے۔ جب تک کوئی شخص شریعت کا ماہر اور خوفِ الٰہی رکھنے کے ساتھ ساتھ طب او رطب حیوانی کا ماہر نہ ہو، اسے یہ سمجھنے میں مشکل پیش آسکتی ہے کہ قصابوں کے کون کون سے داؤ پیچ ہیں۔ کس عمل میں وہ کس حد تک حق بجانب ہیں یا صرف پیشہ ورانہ مہارت کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان کے کس کس لاشعوری عمل سے طبی وشرعی لحاظ سے قربانی کے جانور پر کیا کیا آفات بیت جاتی ہیں۔ اسی طرح قصاب حضرات اور ان کے نگران وٹرنری ڈاکٹروں کو بھی جب تک اللہ کا خوف نہ ہوگا، وہ یہ بات علماء شریعت سے آخر کیوں پوچھیں گے کہ اس اس عمل سے قربانی کا عمل شرعاً کیا غلط تو نہیں ہو جاتا؟

(۴) ذبح کرنے کے اسلامی طریقے کی اصل روح

(۱) ذبح کرنے والے کو بوقت ذبح دراصل اس جذبہ قربانی کو یاد کرنا چاہئے جو قربانی کے سارے فلسفہ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنی جان بھی اللہ کے راستے میں مسنون طریقہ کے مطابق لٹا دینے کا جذبہ ہی اس کی اصل روح ہے۔ جس کے بغیر قربانی ایک کارِ عبث ہے۔ اسی طرح جانور کو ذبح کرتے وقت اپنی موت کو بھی یاد کرنا چاہئے نیز یہ کہ یہ جانور بھی جاندار ہونے کے لحاظ سے بالکل ہماری طرح ہیں، اور تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ حیاتیاتی عوارض ومراحل ہماری طرح ان پر بھی بیتتے ہیں۔

اے اللہ! ہم تیرے بندے ہیں۔ ہمارا اور اس قربانی کے جانور کا مالک، خالق ورب تو ہی ہے۔ تیرے ہی حکم پر تیری رضا جوئی کے لئے، تیرے راستے میں مسنون طریقہ سے اور تیرے نام سے اپنی عزیز چیز کی قربانی پیش کر رہے ہیں۔ (جہاد وقتال کا) وقت آنے پر ہم اپنی اور اپنے اہل خانہ کی بھی قربانی دینے کو تیار ہیں۔ اسے ربّ! ہمیں تو ہی قبول فرمانے والا اور ہمیں اجر وثواب سے نوازنے والا ہے۔

ہمارے قصاب بھائی جنہیں پیشہ ورانہ فرائض کے طور پر بہت زیادہ ذبیحے کرتے رہنا پڑتا ہے۔ مرغی ہو چاہے گائے اونٹ اگر وہ بھی اسی جذبے سے ذبح کرتے رہیں تو نہ صرف انہیں ہر درجہ ثواب ملتا رہے گا، تقرب الی اللہ حاصل ہوتا رہے گا بلکہ موت یاد رہنے کی وجہ سے بھی ان کا دل بہت نرم رہے گا اور انسانی معاملات میں شقاوت کے سے افعال سے بچنا ان کے لئے بہت ہی آسان ہو جائے گا:

نبی ﷺ نے جانور کے سامنے چھری نکال کر تیز کرنے سے منع فرمایا

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ﴾

"اور زمین میں کوئی چوپایہ نہیں اور کوئی پرندہ اپنے پروں سے نہیں اڑتا مگر یہ تمہارے جیسے ہی مخلوق (اُمتیں) ہیں" (سورۃ الانعام: ۳۸)

یہ تو اللہ کی بے پایاں رحمت ہے کہ اس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا اور ان حلال جانوروں کو ہمارے قبضہ وکنٹرول میں دے دیا ہے تاکہ ہم بحکم الٰہی بوقتِ ضرورت مسنون طریقہ سے ذبح کر کے انہیں اپنی خوراک بناسکیں اور ہم انہیں اپنی خوراک بناتے بھی رہتے ہیں۔ ایک دن تو بہرحال ہمیں بھی مرنا ہے ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ بلکہ بستر مرگ پر موت تو بہر حال اس سے زیادہ تکلیف دہ ہی ہوگی کیونکہ سب سے کم تکلیف والی موت انسان کے لئے میدانِ جنگ میں شہادت ہی کی موت ہے جب وہ اپنی عزیز جان کو اپنے خالق حقیقی کے حضور پیش کر دیتا ہے۔

(۵) چند اعتراضات اور ان کے جوابات

سوال: قصاب بھائیوں سے جب یہ پوچھا جاتا ہے کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ جی، اس طرح جانور جلدی ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اس سے تو جانور کو زیادہ رحمدلانہ طریقے سے ذبح کرنے کا تاثر ملتا ہے...... ان کی بات میں بڑا وزن معلوم ہوتا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ انہیں ہم عید قربان کے موقع پر اپنے جانور ذبح نہ کرنے دیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنی مخلوق سے رحم کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے۔ وہ تو سگی ماں سے بھی زیادہ رحیم ہے۔ شروع میں بیان کردہ حدیث کے مطابق وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ "چھری کو اچھی طرح تیز کرو اور ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ" کے مطابق اصل رحم تو یہ ہے کہ جانور کو چابک دستی کے ساتھ، آناً فاناً، اچانک جرأت مندی کی کاٹ کے ساتھ (with a Single Bold Incision) ذبح کیا جائے۔ رہی بات ان کی منطق کی تو وہ محض لاعلمی میں یا عادتاً ایسا کرتے ہیں۔ اس کی ساری خرابیاں ہسٹامین کے حوالے سے پہلے واضح کی جاچکی ہیں۔ نیز یہ کہ بدن میں رکا ہوا یہ خون بھی گوشت کے بھاؤ بک جائے اور عید الاضحیٰ کے موقع پر کم وقت میں زیادہ جانور 'ذبح' کر کے زیادہ 'اچھی' دیہاڑی بنانے کا معاملہ بھی ہوتا ہے۔

قصاب حضرات (اور گجر بھائی) ہمارے معاشرے کی بڑی اہم برادری ہیں، ذبح کے بعد کھال اتارنے اور گوشت بنانے میں ان کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں جبکہ ہمارا دین ہم سے جانور کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ قربانی کے جانور کو ذبح خود ہی کرنا ہمارا اہم دینی فریضہ ہے۔ قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورہ کے سب سے کم الفاظ کے باوجود اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا حکم 'وَانْحَرْ' (قربانی کرو) موجود ہے۔ نبی ﷺ نے اس کی تعمیل میں ۶۲ سال کی کبرسنی میں بھی ۶۳ اونٹ خود اپنے دست مبارک سے ذبح کیے، بقایا ۳۷ کے نحر کے لیے سیدنا علی ؓ کو حکم دیا۔

اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ کتنا بڑا اسلامی فریضہ ہے۔ 10 ذی الحجہ کو اللہ کے راستے میں قربانی کے جانور کا خون بہانے سے زیادہ ثواب کسی بھی اور کام کا نہیں ہے۔ بڑے بڑے دین دار لوگ اسے خالصتاً دنیادارانہ، بے رحمانہ کام سمجھتے ہوئے یا عید کے کپڑوں کی شان وشوکت خراب ہونے کے اندیشے سے ذبح کرنے سے اجتناب کرتے رہتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب یہ کام دینی ہدایات سے واقف اہل علم کی بجائے اَن پڑھ لوگوں کے ہاتھ میں چلا گیا ہے۔ راقم کا اپنا ایک چشم دید واقعہ ہے کہ لاہور کے مضافاتی ایک سلفی مدرسے کے زیر انتظام قصاب حضرات کافی انتظار کے بعد،

دوپہر کو آئے، ان کے انچارج صاحب ایک بنیان پہنے، جس پر کارٹون سے بنے تھے، گلے میں لاکٹ لٹکائے، فلمی ہیرو کی شکل بنائے ہوئے نحر کرنے آگے بڑھے۔ ایک ساتھی نے اونٹ کی رسی سے اس کا سر تانے رکھا، اگلی دونوں ٹانگیں پہلے ہی باندھی ہوئی تھیں پھر انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، ایک ہی بلے میں گردن کے آغاز درمیان اور اوپر تین زخم لگائے اور واپس آ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ رقص کرنے لگے کہ میں نے اکیلے ہی اور ایک ہی بلے میں اونٹ نحر کر لیا ہے...... قربانی ایسا دینی عمل صرف ایک دنیاوی تماشا بن کر رہ گیا ہے۔ پس اپنی قربانی کو حتی الوسع خود ذبح کرنا چاہیے۔ لیکن مسنون طریقے کے مطابق۔

سوال: ذبیحہ کا معاملہ تو واقعی بہت اہم ہے۔ حلال اور صحت مند گوشت کی فراہمی شریعت کے علاوہ روزمرہ صحت انسانی کا مسئلہ بھی ہے۔ مگر ذبیحہ خانے میں ہم تو نہیں جا سکتے۔ یہ معاملہ ہم کیسے کنٹرول کریں۔ تکبیر کے ساتھ صحیح ذبیحہ حاصل کرنے کے لئے ہم یہ احتیاط کیسے کریں؟

جواب: اپنا دنیاوی و دینی اثر و رسوخ استعمال کریں۔ اچھے

گئی ہیں، وہ ہماری شریعت سے زیادہ سخت ہیں۔ کئی باتیں ایسی ہیں کہ جو ہم اپنے لئے مستحب اور افضل سمجھتے ہیں ان کیلئے وہ فرض تھیں۔ کرائی ہو، جان سکتے ہیں۔ ڈاکٹری میں نشتر پیچھے کی طرف نہیں چلایا جاتا۔

ماحصل:

i) تقرب الی اللہ کے جذبہ سے مسنون طریقے سے تکبیر پڑھتے ہوئے چھری پھیرنے کے فوراً بعد جانور کے طبعاً ٹھنڈا ہو جانے تک اس کی گردن موڑ مروڑ کر منکا ہرگز نہیں توڑنا چاہیے اور (چھری کی نوک وغیرہ سے) حرام مغز کی بتی ہرگز ہرگز نہیں کاٹنی چاہیے۔ اس کے لئے مینڈھے، بکرے، گائے کے طبعاً ٹھنڈا ہونے میں اندازاً ۲ سے ۵ منٹ تک صبر سے انتظار کرنا نہایت ضروری ہے۔

ii) انتظار کے ان چند منٹوں میں اپنی موت کو بھی یاد کرنا چاہیے۔ تقرب الی اللہ کے جذبہ کو خالص سے خالص تر اور لوجہ اللہ تازہ کرنا اور رکھنا چاہیے جیسا کہ مضمون کے چوتھے حصے (اصل روح) میں ذکر ہوا ہے۔

iii) جانور کے جسم سے حتی الوسع تمام خون نکل جانے، اس کے

گوشت حرام ہو جائے گا۔

(iii) جانور کے ذبح کے بعد معائنہ کر کے دیکھا جائے کہ وہ صحیح طریقے سے ذبح کیا گیا ہے۔ اس کی ٹانگ کے ساتھ ایک سرٹیفکیٹ بصورت ٹیگ لگایا جائے۔ جس پر عبرانی زبان میں "کھانے کے لئے پاک کر دیا گیا" کے علاوہ ڈرائنگ کی شکل میں ایک مارکہ اور ذبح کرنے والا کا نام، تاریخ اور جگہ مرقوم ہوتی ہے...... ایسٹ اینڈ (لندن) میں وسیع کاروبار والے عبداللہ نامی یہودی قصاب سے ایک مرتبہ مرغی خریدنے کا اتفاق ہوا تو اس کی ٹانگ کے ساتھ ذبیحہ کی درستی کے متعلق ذبح کرنے والے کی تصدیق کا ٹیگ منسلک تھا۔

(iv) ذبح کرنے کے بعد جانور کو نمک لگایا جاتا ہے تاکہ جانور کے جسم سے باقی کا بھی رہا سہا سارا خون باہر نکل آئے۔ (طب نبوی مذکورہ بالا، باب: یہودیوں میں جانوروں کا ذبیحہ، خلاصہ صفحہ ۴۹۶)

ہمارے ہاں علماء کرام اول تو جانور خود ذبح ہی نہیں کرتے ہیں۔ قصاب پر ہی سارا معاملہ چھوڑ دیتے ہیں۔ دوم جو کرتے ہیں تو صحیح مقام اور صحیح انداز سے ذبح کرنے کے تربیت یافتہ نہیں ہوتے۔ چھری کے استعمال کے بارے میں بھی عوام میں انتہا پائی جاتی ہے، کبھی تو اتنی تیز ہوتی ہے کہ ایک ہی جھٹکے میں مرغی کی گردن تلوار کی طرح ساتھ ہی کاٹ کر پھینک دی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عید قربان کے موقع پر کند چھری سے ہی ذبح کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

راقم ایک دفعہ قریبی دکان سے مرغی کا گوشت لینے گیا، دوکاندار نے مرغی ذبح کر کے ڈرم میں پھینک دی، ڈرم میں کچھ دیر تک مرغی کے پھڑ پھڑانے/پھڑکنے کی آواز نہ آئی تو راقم نے آگے ہو کر ڈرم میں جھانکا، اف میرے اللہ! وہاں یہ تکلیف دہ منظر دکھائی دیا کہ مرغی ڈرم میں کھڑی تھی، اس کی گردن سے قطرہ قطرہ خون نکل رہا تھا، اگر ڈرم نہ ہوتا تو وہ بھاگ جاتی، گویا کہ اسے مرغ بسمل کی طرح صرف تکلیف سہنے کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ توجہ دلانے پر دکاندار نے مرغی کو ڈرم سے نکالا، دوبارہ چھری پھیری، تو وہ معصوم بے زبان جان دے سکی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون!

چھری، چاقو اور نشتر ایک ہی سمت میں چلانے سے تکلیف کم ہونے کی حقیقت سرجن اور وہ مریض جنہوں نے کبھی جراحت صغیرہ

قصائی حضرات پورا خون اس لئے نہیں نکلنے دیتے کیونکہ اس طرح گوشت کا وزن زیادہ رہتا ہے لیکن ایسا گوشت مضر صحت ہوتا ہے

ذہن کے ویٹرنری ڈاکٹروں سے رابطہ رکھیں۔ ان کی تنظیم میں شامل ہوں یا انہیں کسی تنظیم میں انتظامی عہدے کی سطح پر شامل رکھیں۔ ان کے ذریعے صحیح مسنون شکل میں ذبیحہ کا گوشت استعمال کریں۔

گوشت کو بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کریں، یہ نیت کرتے ہوئے کہ "اے اللہ تعالیٰ! اس کھائی جانے والی چیز مثلاً گوشت میں جو جو طبی آفات (جراثیمی، طفیلیاتی، مرضاتی، گرد وغبار کی آلودگیاں یا کیمیاوی زہر، تابکاری وغیرہ) یا روحانی آفات (جیسے جادو، ذبح لغیر اللہ وغیرہ) پوشیدہ ہیں، تو ہی ان کو جاننے والا ہے، میں تیری ہی پناہ میں آتا آتی ہوں۔ تو ہی مجھے ان سے محفوظ رکھ سکتا ہے اس لئے کہ کسی مخلوق کا علم ان سب کا اس انداز سے احاطہ کر ہی نہیں سکتا۔ تو مجھے ان سب سے محفوظ رکھ۔" اور جو بات اپنے بس اور طاقت سے باہر ہے، اللہ تعالیٰ وہ معاف فرمائے گا، اس پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی...... ان شاء اللہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾

سوال: ہم مسلمانوں کے ذبیحہ کی مندرجہ بالا صورتحال تو واقعتاً ہوش ربا ہے مگر قرآن کریم کے مطابق تو یہودیوں کا بھی ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے ﴿وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾ پھر آخر اس حد تک تفاوت کی کیا وجہ ہے؟

جواب: "یہودیوں کو سنت ابراہیمی کے مطابق جو تعلیمات دی

بے حس و حرکت ہو جانے سے جان مکمل طور پر نکل جانے (جسے پاؤں کی ٹھوکر یا جانور کے بدن کو جھنجھوڑنے سے چیک کیا جا سکتا ہے) کے بعد ہی کھال اتارنا شروع کرنا چاہیے۔ اس عمل کے آخر میں گردن کو موڑا بلکہ الگ بھی کیا جائے گا...... یہی اس مضمون کی بڑی وجہ تالیف ہے۔

ہم سبھی کو چاہیے کہ ہم تقویٰ اور خوف الٰہی کو اپنا مستقل شعار بنائیں۔ اس خصوصی التزام کے ساتھ علمائے شریعت اور علمائے طب حیوانی اور صحت انسانی سے اس بارے میں خصوصاً رہنمائی اور مخلصانہ مشورہ ہمیں انتظار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسوۂ حسنہ کے مطابق ذبح کا عمل انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

یعنی ان کو ملحوظ نہ رکھنے پر ان کا ذبیحہ حرام ہو جاتا تھا، مثلاً:

(i) ذبح کرنے والا شخص عالم دین ہو، اس لئے ذبح کرنے کی باقاعدہ تربیت حاصل کی ہو۔ ایسے عالم کو وہ (Sohet) کہتے ہیں۔

(ii) ذبح کرنے والی چھری کی دھار اُسترے کی مانند تیز ہو، اس پر دندانے نہ ہوں۔ اتنی تیز ہو کہ ایک ہی مرتبہ ایک ہی سمت میں چلائی جائے (اور ذبح کا عمل مکمل ہو جائے)۔ اس عمل میں نہ تو زیادہ زور لگایا جائے اور نہ چھری کو بار بار چلایا جائے۔ اگر جانور کی رگیں ایک ہی حرکت (Only One Bold Incision) سے نہ کٹ سکیں تو

بقیہ | آپ کے دینی مسائل

تعین کے ساتھ ثابت ہیں جن کی تفصیل کے لئے آپ راقم کی کتب "باغیچہ جنت" "حصن المجاہد" اور "پریشانیوں سے نجات" ملاحظہ کریں جن میں احادیث صحیحہ و حسنہ سے اذکار و ادعیہ درج کئے گئے ہیں اور جن کی تعداد رسول کریم ﷺ نے مقرر فرمائی ہے وہ بھی واضح کی گئی ہے اور جو مطلق طور پر دعائیں مذکور ہوئی ہیں انہیں بغیر تعداد کے ہی تحریر کیا گیا ہے۔ وباللہ التوفیق

حقوق زوجین

محمد یوسف طیبی

خاوند کے حقوق

بارھواں حق ایک سے زیادہ شادیاں کرنا/ تعددزواج

اللہ تعالیٰ کمال علم اور حکمت والی ذات ہے۔ اسی نے اس انسان کو پیدا فرمایا اور وہ اس کی ابتداء وانجام سے بخوبی واقف ہے۔ اسی نے اس کی دنیاوی اور اخروی زندگی کی بہتری کے لئے قوانین وضع کئے۔ بعض دفعہ اپنی شریعت کی حکمتیں بیان کر دیتا ہے۔ یا کسی عالم پر خود ہی واضح ہو جاتی ہیں۔ اور کبھی اس کی شریعت کی حکمتیں واضح نہیں ہوتیں لیکن مؤمن پر ہر حال میں اطاعت واجب ہے۔ ایک سے زیادہ شادیاں یعنی تعدد زواج بھی اللہ کی کمال حکمتوں کا ایک مظہر ہے اور ہر مومن مرد چار بیاں شادیاں کر سکتا ہے اس کی کئی ایک دلیلیں ہیں۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔''فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلاث ورباع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الا تعولوا (النساء۔3)

پس تم شادیاں کرو اپنی من پسند عورتوں سے دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے اور اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ عدل نہ کر پاؤ گے تو ایک آزاد عورت سے شادی کر و یا اپنے ہاتھوں کی ملکیت لونڈیاں رکھو یہ زیادہ قریب ہے کہ تم ظلم نہ کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو سے بات شروع کی ہے اور ظلم کے خطرے کے پیش نظر ایک کی اجازت دی ہے۔ یعنی شادیوں میں تعدد اصل ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ تعدد زواج بہت عظیم مصلحت انسانیت ہے۔ جبکہ ظلم کرنا فساد ہے۔ لہذا اگر ظلم کا خطرہ ہو تو اتنی بڑی مصلحت کو چھوڑنا جائز ہے

سیدنا قیس بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں مسلمان ہوا تو میرے عقد میں آٹھ بیویاں تھیں تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''اختر منھن اربعا'' کہ ان میں چار کو اختیار کر لو۔ (سنن ابی داؤد تحقیق الالبانی 422/2 حدیث نمبر 1941) (ارواء الغلیل 1885)

یعنی باقی چار کو طلاق دو' یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس بات پر علماء امت کا اجماع ہے کہ مرد شادیاں ایک سے زیادہ کر سکتا ہے۔

عقلی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے تخلیقی اعتبار سے عورت کو مرد سے ناقص بنایا ہے۔ اس لئے کہ حکمرانی مرو کی ہے۔ اگر عورت بھی ویسی خصوصیت والی ہوتی تو محکوم کون ہوتا۔ پھر دونوں کے اعمال اور میدان الگ الگ ہیں۔ ایک کا کام جنگ وجدال میں شرکت کرنا سخت موسم میں محنت ومشقت کرنا جبکہ عورت کا کام گھر کی رکھوالی اور بچوں کی تربیت کرنا ہے۔ اس لئے عورت کو نسبتاً کمزور مگر شفقت ومحبت کی پیکر بنایا ہے۔ جبکہ خاوند نسبتاً مضبوط مگر رحم وکرم کا خوگر ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں عمومی تجزیہ کے مطابق ہیں۔ جبکہ کوئی خاص عورت کسی خاص مرد سے طاقتور ہو سکتی ہے۔ لیکن عموماً ایسا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ یہ تو پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں عورت پر زیادتی کی گئی لیکن آپ نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی عورت نے مرد سے زیادتی کی ہو۔

علامہ عطیہ محمد سالم کہتے ہیں۔ عورت کی ذمہ داریوں کے حساب سے ہم دیکھتے ہیں' عورت کے تخلیقی مسائل اس کی آدھی عمومی زندگی پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ہر ماہ میں ایک ہفتہ تقریباً ہر ماہ کا اور سال کے تین ماہ بنتے ہیں اور زچگی کے بعد تقریباً ایک ماہ یہ مبتلا رہتی ہے اور اگر زچگی سے ماقبل کی حالت کا ابتلا شمار کیا جائے یہ کل سال کا تین ماہ بنتا ہے۔ تو گویا آدھا سال یا آدھی زندگی اس کی ابتلاء میں گزرتی ہے۔ اس کے علاوہ بیماریاں اور پریشانیاں اضافی ہیں۔ پھر بچہ جننے کی عمر زیادہ سے زیادہ پچاس سال کی عمر ہے۔ تو اس سے آدھا دور ابتلاء نکال دیا جائے تو عورت کے پاس عمر صرف پچیس سال رہ جاتی ہے۔

جبکہ سو سال میں بھی اللہ تعالیٰ مرد کو اولاد عنایت فرما دیتا ہے۔ اس کے شواہد موجود ہیں تو ثابت ہوا کہ مرد چار شادیوں کے قابل ہے۔ جبکہ عورت ایک شادی کے قابل ہے۔ کیونکہ اس کے تعدد سے نسل کی تباہی لازم آتی ہے۔ البتہ اگر وہ سمجھتی ہو کہ خاوند اس کا حق دے نہیں سکتا تو اس کا حل عورتوں کے حقوق میں آئے گا۔ ان شاء اللہ

تعدد زواج میں پنہاں حکمتیں۔ مصلحتیں

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کے احکام شرعیہ کی حکمتیں واضح ہو جاتی ہیں تو دل کو اضافی اطمینان ملتا ہے۔ لیکن اگر حکمت سمجھ میں نہ آئے تو عمل کرنا بہر حال واجب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے گیارہ شادیاں کیں غور کیا جائے تو ان شادیوں میں ذاتی کی بجائے اجتماعی مصلحتیں نظر آتی ہیں۔ حتیٰ کہ آپ نے ایک دفعہ ام ہانی بنت ابی طالب کو بھی شادی کے لئے کہا تو وہ فرمانے لگیں کہ میں تو اب عمر رسیدہ ہو چکی ہوں۔ (صحیح مسلم)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی اپنی خواہشات کی سیرابی کی بجائے دوسروں کی بہتری مقصود ہوتی تھی۔ دیکھئے اس واقعہ میں آپ ایک بوڑھی ام ہانی کو''ام المومنین'' کا تمغہ سجانے کے لئے شادی کی پیشکش کر رہے ہیں' نہ کہ ذاتی خواہش کے لئے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچایا۔ لیکن عورتوں کو دین کے ایسے مسائل سمجھانے کیلئے جو عورت ہی سمجھا سکتی ہے آپ نے زیادہ شادیاں کیں۔ تاکہ دعاۃ الخیر میں اضافہ ہو اور مسلمانوں کی ترجیحی ضرورت کو پورا کیا جا سکے۔ اسی طرح ام المومنین صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کی شادی سے تمام صحابہ کرام نے ان کے قبیلے کے غلام آزاد کر دیئے۔ ابوبکر صدیق کی بیٹی سے شادی کر کے باپ کو احسان مند بنایا اور خوش کیا۔ جبکہ زینب رضی اللہ عنہا سے شادی خود اللہ نے کر دی تاکہ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی میں حرج باقی نہ رہے۔ (الاحزاب 37)

تعدد زواج کے فوائد:

تعدد زواج سے خاوند کو بہت فوائد حاصل ہوتے ہیں' جو پہلی شادی سے فوائد حاصل ہوتے ہیں دوسری تیسری سے تقریباً وہی فوائد دوگنا چار گنا ہو جاتے ہیں۔

کتنے ہی لوگ پہلی شادی میں اولاد سے محروم ہوتے ہیں مگر رشتہ دار اہل قبیلہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر دوسری شادی نہیں کرتے کروڑ پتی ہونے کے باوجود لاولد ہی مرجاتے ہیں کتنے ہی لوگ فقیر

ہیں مگر صاحب اولاد ہیں مگر جاہل ولاعلم ہیں تو بچوں کی صحیح تربیت نہیں کر پاتے لیکن دوسری طرف ان پڑھ لوگ لا ولد مرتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ لوگ چار شادیاں کریں تو پھر بھی بچوں کی صحیح تربیت کر سکتے ہیں اور معاشرہ میں نکھار آ سکتا ہے۔

2۔ بسا اوقات خاوند ایک عورت پر صابر نہیں رہ سکتا۔ جیسا کہ امام سیوطی نے لکھا ہے کہ ایک شادی والے کی بیوی کے دن ہوں تو خاوند کے بھی دن آ جاتے ہیں۔"

تو اب دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو وہ دوسری تیسری شادی کرے یا پھر خفیہ طریقے سے حرام کاری کا ارتکاب کرے۔

صالح وشریف لوگوں کے لئے تعدد تو اور بھی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ عورت تو بچے جنے گی۔ اگر وہ شریر مرد کے ہوئے تو معاشرہ بگڑے گا اور اس نیک و پارسا کے ہوئے تو معاشرہ سنورے گا۔ لہذا صالح اولاد میں اضافہ باعث برکت ہے۔

کافر کی چال ہے مسلمان کم پیدا ہوں اور کافر زیادہ اور یہی سوچ فرعون کی تھی جبھی وہ بنی اسرائیل کے بچے مرواتا تھا۔ آج اربوں روپیہ منصوبہ بندی کے نام پر خرچ کیا جاتا ہے اور نرسیں' دایا وغیرہ پیسہ کے لالچ میں کفر کی سازش کا حصہ بن چکی ہیں' ہر نارمل کیس کا آپریشن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تاکہ مسلمان کم ہوں جبکہ فرانس وغیرہ میں زیادہ بچے جننے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ ہر بچے کا وظیفہ مقرر ہو جاتا ہے' پانچ چھ بچے ہو جائیں تو والد کو کمانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ مسلمان کو چاہیے کہ اس سازش کو پاش پاش کرنے کیلئے زیادہ شادیاں کرے تاکہ جہاد کرنا آسان ہو۔ اور یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تزوجوا الولود الودود فانی مکاثر بکم الامم" (سنن ابی داؤد دیکھئے الارواء 1784)

زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے کی صلاحیت رکھنے والی عورت سے شادی کرو۔ میں تمہاری کثرت کے ساتھ دوسری امت کا مقابلہ کروں گا۔

5۔ تعدد ازدواج ایک فطری تقاضا بھی ہے کہ جنگوں میں عموماً مرد کام آ جاتے ہیں تو پھر معاشرے کے لئے تعدد کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں ہوتا۔ مسلمان عورتوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں ہی خیر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تعدد کا حکم دیا ہے تو اسی میں خیر ہے۔ ذاتی وعارضی مصلحت کو قربان کر کے اجتماعی مصلحتوں کو ترجیح دینی چاہئے کیونکہ نئی بیوی پہلی کا حق نہیں لیتی بلکہ اپنا حق واپس لیتی ہے کہ اس سے پہلی' وہ فائدہ اٹھا رہی تھی۔ اور تقدیر پر شاکر رہنا چاہئے۔

امریکہ جیسے معاشرہ میں کہ جہاں عورت کو آزادی کے نام پر ذلیل کر دیا گیا مرد مردوں سے شادیاں کرنے لگ گئے۔ اور عورت ردی کی نوکری میں چلی گئی وہاں پر تعدد کو پسند کیا جاتا ہے۔ حافظ عبدالمنان صاحب بتا رہے تھے امریکہ میں ایک خطبہ جمعہ کے بعد ایک عورت نے خطیب صاحب کو پیغام بھیجا کہ میرے خاوند کے لئے رشتہ درکار ہے۔ اگر کوئی رشتہ ہو تو ہمیں بتایا جائے۔

نیو یارک میں ہی ہمارے ایک ملنے والے کی چار بیویاں ہیں' وہ بھی انگریز عورتیں' ان کا وظیفہ بھی محدود سا ہے۔ بتاتے ہیں کہ سارا مہینہ کھانا چلاتا رہتا ہوں مہینہ کے آخر میں اگر کچھ ڈالر بچ جائیں تو پوچھتا ہوں کہ کچھ اور حاجت ہے؟ تو اسی قدر پونجی سے اگر کوئی خدمت ہو سکے تو کر دیتا ہوں اس کے باوجود کبھی لڑائی نہیں ہوئی۔ اصل میں وہ خاوند جیسی نعمت کی قدر جانتی ہیں۔ اور وہ انہیں بہر صورت قبول ہے۔

اگر کوئی عورت بانجھ یا معذور ہو جائے تو خاوند کے پاس یہی راستہ ہے کہ یا تو طلاق دے دے اور وہ بیچاری والدین یا معاشرہ پر بوجھ بن کر ٹھوکریں کھاتی پھرے۔ یا پھر یہ کہ وہ اس کی خدمت بھی کرے اور دوسری شادی بھی کرے۔

تعدد کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ مرد کے مشاغل کم ہو جاتے ہیں۔ سب بیویاں اپنا گھر سنبھالتی ہیں اور خاوند چونکہ سب کے لئے برابر ہوتا ہے لہذا راتوں کو تقسیم کے بعد سارا دن دین و دنیا کے کام کر سکتا ہے۔

8۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر صاحب اولاد ماتھا تھامے کھڑا ہے۔ ابھی لڑکیاں جوان ہیں رشتہ نہیں ملتا۔ فلاں شہر میں اچھا رشتہ ملا تھا۔ گئے تو پتہ چلا کہ اس کی شادی ہو چکی ہے۔ اب اگر تعدد کو رواج دیا جائے تو کوئی حرج نہیں کہ اس کی دوسری تیسری شادی کر دی جائے تو رشتہ نہ ملنے کی بہت بڑی آزمائش سے بچا جا سکتا ہے۔ یہ کام کہنا آسان اور کرنا قدرے مشکل ہے۔ لیکن یہ اللہ کی شریعت اور حالات کے تقاضے کے عین مطابق ہے۔ اور لڑکیوں کی شرح پیدائش بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

اسلام میں بیوی کے حقوق

خاوند کو اللہ تعالیٰ نے حاکم بنایا ہے۔ اس کی حکومت ہے لہذا شریعت اسلامیہ نے اس کو زیادہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ وہ بیوی سے اتنا اچھا سلوک کرے کہ حقوق وفرائض کی وضاحت کی نوبت ہی نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

"وعاشروھن بالمعروف" (النساء 19)

کہ ان کے ساتھ حسن معاشرت کا برتاؤ کرو۔ غیر معروف مار دھاڑ والا سلوک نہ کرو اور فرمایا: "ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف" (البقرہ 228)

کہ ان کے (قریب قریب) اتنے ہی حقوق ہیں کہ جتنے ان کے فرائض ہیں اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اچھے مسلمان کی پہچان کے لئے معیار ہی اس بات کو بنایا کہ اس کا معاملہ بیوی کے ساتھ اچھا ہو فرمایا۔ خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی۔ (سنن ترمذی تحقیق الالبانی 245/3) تم میں اچھا وہ ہے جو اہل خانہ کے لئے اچھا ہو اور میں اپنے اہل خانہ کے لئے اچھا ہوں۔

آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر وصیت فرمائی اور کہا الا استوصوا بالنساء خیرا فانھن عوان عندکم لیس تملکون منھن شیئا الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ (سنن ترمذی تحقیق الالبانی 341/1 نمبر 929)

لوگو خبردار! میں تمہیں عورتوں سے اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ صرف تمہارے پاس بندھی ہوئی ہیں۔ تمہاری ملکیتی غلام نہیں ہیں مگر یہ کہ وہ واضح فاشی کا ارتکاب کر لیں۔

اسی خطبہ میں مزید فرمایا: فاتقوا اللہ فی النساء فانکم اخذتموھن بأمانۃ اللہ۔ (صحیح مسلم 182/8)

اے لوگو! عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو تم ان کو اللہ کی امانت پر حاصل کرتے ہو۔

ایک مقام پر مثال دیتے ہوئے آپ نے سمجھایا کہ

استوصوا بالنساء خیرا فان المرأۃ خلقت من ضلع وان اعوج ما فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ او ترکتہ لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء (صحیح مسلم 58/10)

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی اور سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہوتی ہے۔ اگر تو اس کو سیدھا کرنے جائے گا تو توڑ بیٹھے گا اور اگر چھوڑے رکھے گا تو ٹیڑھی ہی رہے گی۔ بس عورتوں سے حسن سلوک کی وصیت کرو۔

عموماً لڑکی کسی معاشرے اور حالات میں پرورش پاتی ہے' لڑکا دوسرے ڈھب سے بڑا ہوتا ہے۔ اب اس کے خاوند کی طبیعت کے سو فیصد موافق ہونا ممکن نہیں ہے۔ لہذا دونوں کو چاہئے کہ ایک دوسرے کے قریب ہونے کی کوشش کریں۔ بعض خاوند چاہتے ہیں کہ اس کی بیوی سو فیصد اس کی طبع کے موافق ہو جائے اور اس کا کوئی قول وفعل بھی اس کے خلاف طبع نہ ہو۔ یہ خلاف فطرت سوچ ہے کیونکہ خاوند کی سوچ ہمیشہ عالی معیار تو نہیں ہوتی۔ تو بیوی کا موافق ہونا کیسے ممکن ہے؟ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لایضر مومن مؤمنۃ ان کرہ منھا خلقا رضی منھا آخر (مسلم شریف 58/10)

مومن مرد مومنہ عورت سے دل برداشتہ نہ ہو۔ اگر اس کو عورت کا ایک کام اچھا نہیں لگتا تو دوسرا کام اچھا بھی تو لگتا ہے۔

سبحان اللہ ماں باپ قربان ہوں صاحب شریعت پر کیسی کیسی گتھیاں سلجھا گئے۔ لیکن اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ بیوی کو خاوند کے بعض معاملات میں جان بوجھ کر مخالفت کرنے کی اجازت ہے۔ بلکہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ عورت پوری تگ ودو کے باوجود سو فیصد خاوند کی

چاہت پر پورا نہیں اتر سکتی تو اس کو صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں بھی اپنی بیوی کے لئے زینت لگانے کو پسند کرتا ہوں' جیسا کہ مجھے بیوی کی سج دھج پسند ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے (ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف۔ حوالہ اور ترجمہ گزر چکا ہے

بیوی کا پہلا حق: حق زوجیت

خاوند پر جہاں دوسرے واجبات ہیں وہاں عورت کی نسوانی تشنگی کی سیرابی بھی اس پر فرض ہے۔ اور شادی کا یہی اہم فائدہ بھی ہے اور کائنات کے تسلسل کا حصہ بھی۔ یہ فطرت کا تقاضا بھی ہے اور باعث اجر و ثواب بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ و فی بضع احدکم صدقة کہ تمہارا بیوی سے شب باشی کرنا بھی صدقہ ہے

سیدنا ابو درداء اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کو بھائی بھائی بنا دیا گیا ایک دن سیدنا سلمان ؓ اپنے بھائی کے گھر جاتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی سے الگ تھلگ ہے۔ بیوی بھی پراگندہ حال ہے۔ پوچھا تو ان کی بیوی نے بتایا کہ تیرے بھائی کو میری ضرورت نہیں ہے۔ دن کو روزہ رکھتا ہے رات کو قیام کرتا ہے۔ سیدنا سلمان ؓ بہت ناراض ہوئے۔ اور بھائی ابو الدرداء ؓ کا روزہ جبراً کھلوا دیا۔ اور جب رات ہوئی تو حکماً انہیں سلا دیا پھر رات کے آخری حصہ میں ان کو تہجد کے لئے جگایا اور فرمایا کہ تیرے جسم کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے تیرے رب کا بھی تجھ پہ حق ہے' تو ہر حقدار کو اس کا حق دو۔ پھر قصہ رسول اللہ ﷺ کے روبرو لایا گیا تو آپ نے فرمایا ''صدق سلمان'' کہ سلمان ؓ نے سچ کہا' (صحیح البخاری مع فتح الباری 246/4 حدیث نمبر 1968)

چونکہ عورت کا یہ حق انسانی فطرت کا تقاضا بھی ہے اس لئے شریعت اسلامی نے اس پر شدومد سے زور نہیں دیا بلکہ اجازت کے انداز میں حکم دیا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے۔ فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم الله۔ (البقرہ 222) کہ جب وہ پاک ہو جائیں تو تم ان کے پاس وہاں آؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اس لئے علماء کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کیا یہ حق خاوند پر واجب ہے یا نہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ یہ حق خاوند کے ذمہ واجب ہے کیونکہ جب یہ حق عورت کے ذمہ واجب ہے تو خاوند کے ذمہ بھی واجب ہونا چاہیے اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجة

ان کے حقوق ان کے فرائض کے مثل ہیں اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے۔

لہذا یہ بہت بڑا ظلم ہے کہ خاوند شادی کر کے دنیا کی چند کوڑیوں کے لئے بیرون ملک چلا جائے اور عورت بیچاری معلق ہو کر رہ جائے۔ نہ تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے سے شادی کرے اور نہ ہی خود آئے۔ بلکہ اگر طلاق بھی اسے دے دیتا ہے کہ وہ بیرون ملک جانا چاہتا ہے تو یہ بھی زیادتی ہے۔ لیکن پہلی سے قدرے کم۔ بہر حال عورت کا حق ہے کہ اس کا خاوند اس کے پاس رہے۔

خاوند کے غائب رہنے کی مدت

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کتنی مدت تک خاوند غائب رہ سکتا ہے' سیدنا ابی بن کعب ؓ کے پاس یہ مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر چوتھے دن خاوند کا گھر آنا ضروری ہے (مصنف عبدالرزاق 87/7 125 صحۃ الالبانی الارواء الغلیل: 2016)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت نے شکایت کی کہ میرا خاوند حق ادا نہیں کرتا' انہوں نے خاوند سے پوچھا کہ ہر ماہ ایک بار حق ادا کرتے ہو اس نے کہا بلکہ اس سے بھی زیادہ' میں ہر طہر میں ایک بار آتا ہوں۔ تو سیدنا عمر نے فرمایا: اے عورت چلی جا یہ کافی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق 12590/7)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتوحات کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا۔ حتی کہ چھاؤنیوں کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ اب دور دراز کے مجاہد ان چھاؤنیوں میں رہتے تو سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر چار ماہ بعد چھٹی ملے گی۔ ایک ماہ آنے اور دوسرا جانے کا تو گویا کل چھ ماہ تک خاوند عورت سے دور رہے گا۔

احکام الزواج لابن تیمیہ ص 220' التبیان فیما یحتاج الیه الزوجان: 48)

اسی کتاب میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی قاعدہ قائم کرنا مشکل ہے۔ بلکہ عورت کی طلب اور خاوند کی طاقت کو ملحوظ رکھ کر فیصلہ کیا جائے گا۔

اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالی نے خاوند کے غائب ہونے کی مدت بھی چار ماہ ہی تصور کی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے۔ وللذین یؤلون من نساء ھم تربص اربعة اشھر...... (البقرۃ 226)

کہ وہ لوگ جو عورتوں سے بائیکاٹ کی قسم اٹھا لیتے ہیں۔ ان کے لئے چار ماہ کا انتظار ہے یعنی چار ماہ کے بعد یا رجوع کریں اور قسم کا کفارہ دیں یا پھر طلاق دے دیں۔ گویا اللہ تعالی نے چار ماہ سے زیادہ دوری کو قابل برداشت نہیں سمجھا۔ واللہ اعلم

جہاں تک مجاہدین کا تعلق ہے تو ان کی بیویاں اللہ تعالی کے لئے صبر کرتی ہیں۔ اللہ تعالی سے اجر و ثواب لینے کے لئے لیکن اگر کوئی عورت فتنے میں پڑ جانے سے ڈرتی ہو تو اس کو بجا طور پر علیحدگی کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

بقیہ قبرستان......

الموت پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو کہ اس سے موت یاد آتی ہے (مسلم) یہ ہیں قبروں پر جانے کے اصل مقاصد جو دیگر احادیث میں بھی بکثرت موجود ہیں۔ لیکن افسوس ہم یہ اصل مقصد چھوڑ کر کتنے ہی فتنوں میں پڑ گئے۔ کہیں سنگ مرمر سے مزین پختہ قبریں بنا رہے ہیں تو کہیں ان کے عالیشان دربار اور قبے کھڑے کر رکھے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف گمراہی کا شکار ہو رہے ہیں اور ساتھ ہی ان پکی قبروں اور بڑے بڑے درباروں کی وجہ سے نئے مردوں کو دفن کرنا بھی محال ہو گیا ہے۔ یہ درست ہے کہ اب بامر مجبوری بعض قبرستانوں میں پکی قبریں بنانے کی حوصلہ شکنی کی جانے لگی ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت خود اس معاملے کا نوٹس لے۔ جب تک بلا امتیاز تمام قبروں کو کچا نہیں کیا جائے گا اور تمام قبرستانوں پر یہ حکم نافذ نہیں کیا جائے گا جو عین شریعت کے مطابق بھی ہے' اس وقت تک لوگ مردے دفنانے کے لئے پریشان پھرتے رہیں گے' اور پھر قبر کی جگہ کے مسئلے پر بھی سائرہ بی بی کے واقعہ کی طرح کے افسوسناک تصادم اور لڑائی جھگڑے بڑھتے چلے جائیں گے۔ پکی قبروں کی وجہ سے جو بھیانک نتائج سامنے آ رہے ہیں یعنی شرک و گمراہی' جگہ کی کمی اور پھر اس وجہ سے فوتگی کے صدمے کے ساتھ باہمی جھگڑے کا مزید افسوسناک اضافہ اور پھر پیسے کا ضیاع خاص طور پر امیروں کی ریس میں غریبوں کے لئے ان غیر شرعی رسوم پر رقم کا حصول کس قدر مشکل ہوتا ہے' یہ سب لوگ جانتے ہیں تو ان تمام بھیانک نتائج سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم نبی ﷺ کے حکم کے مطابق چلیں۔ بلا امتیاز سب قبروں کو کچا رکھیں۔ اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی بہتری ہے۔ کاش ہم یہ بات سمجھ جائیں۔

طیبہ فیبرکس ہول سیل ڈیلر
ہمارے ہاں موسم گرما اور سرما کے مردانہ کپڑوں کے لئے تشریف لائیں
نوٹ: سلفی بھائیوں کو سوٹ بھی مل سکتے ہیں
منجانب: محمد ایوب محمد بلال دکان نمبر 70 اوپر والی منزل' بالمقابل مدینہ مسجد پرانی کوتوالی چوک پاکستان کلاتھ مارکیٹ
لاہور فون نمبر 7640201 PP-7651160

البراق ماڈل سکول فار گرلز
35 اے گلشن راوی لاہور
طالبات کی تعلیم و تربیت کا مثالی ادارہ
الدعوۃ سسٹم آف سکولز کا جدید اور منفرد نصاب تعلیم
نزد رحمٰن سٹور عقب بجلی گھر فون نمبر۔ 7461099
داخلہ جاری ہے

نمازوں کے اوقات معلوم کرنے کا طریقہ

س3: اوقات نماز کے بارے میں قرآن و احادیث میں کیا احکامات ہیں اول اوقات کب اور کیسے معلوم ہو سکتے ہیں ظہر کی نماز کے لئے کچھ لوگ سایہ زوال شامل کرتے ہیں کچھ مغرب کی سمت میں پیدا ہونے والے سایہ ہی کو معیار سمجھتے ہیں اس صورت میں نماز کا وقت بہت پہلے ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث سے وضاحت فرمائیں۔؟

(ڈاکٹر عبدالتواب۔ ملتان 589089-061 گھر)

ج: اللہ تبارک وتعالی نے نماز اپنے اپنے وقت میں فرض کی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔ ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً۔ بلاشبہ نماز مومنین پر وقت مقررہ میں فرض کی گئی ہے۔ (النساء:103)

اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نماز کو اس کے مقرر کردہ وقت میں پڑھنے کی تاکید ہے اور اجمالی طور پر اوقات نماز کو اس آیت میں ذکر کر دیا گیا ہے اور قرآن حکیم میں دیگر مقامات پر اول وآخر وقت کی تعیین کے بغیر اللہ تعالی نے اوقات نماز کو بیان کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: واقم الصلاۃ طرفی النہار وزلفا من اللیل (ہود 11:114) دن کے دونوں سروں میں نماز قائم کرو اور رات کی گھڑیوں میں بھی۔

اس آیت کریمہ میں "طرفی النہار" سے مراد صبح اور ظہر و عصر کی نماز اور "زلفا من اللیل" سے مغرب اور عشاء کی نماز مراد ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ۲/۲۷۱)

ایک مقام پر فرمایا "اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہوداً" (بنی اسرائیل ۱۷:۷۸)

نماز قائم کریں سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی۔ یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے۔ اس آیت میں "لدلوک" کے معنی زوال آفتاب اور "غسق" کے معنی تاریکی کے ہیں زوال آفتاب کے بعد ظہر وعصر کی نماز اور رات کی تاریکی تک سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں اور "قرآن الفجر" سے مراد فجر کی نماز ہے۔ یہاں قرآن نماز کے معنی میں ہے اس کو قرآن سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ ایک مقام پر ارشاد باری تعالی۔ "فسبحن اللہ حین تمسون و حین تصبحون ٥ ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا و حین تظہرون" (الروم ۳۰:۱۷،۱۸)

قرآن وسنت کی روشنی میں
آپ کے دینی مسائل

مبشر احمد ربانی

پس تم صبح وشام اللہ کی تسبیح کیا کرو آسمانوں اور زمین میں تعریف اسی کی ہے تیسرے پہر اور ظاہر کے وقت بھی (اس کی پاکیزگی بیان کرو) اس آیت کریمہ میں بھی بعض مفسرین نے تسبیح سے مراد نماز لی ہے اور "تمسون" میں مغرب وعشاء "تصبحون" میں نماز فجر "عشیا" میں سہ پہر یعنی عصر اور "تظہرون" میں نماز ظہر مراد ہے (فتح القدیر)

ایک اور مقام پر فرمایا "وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبہا ومن اناءی اللیل فسبح و اطراف النہار لعلک ترضی" (طہ ۲۰:۱۳۰)

سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرو اور رات کے مختلف وقتوں میں بھی اور ان کے حصوں میں بھی تسبیح کرتے رہیں بہت ممکن ہے کہ آپ راضی ہو جائیں۔

اس آیت میں بھی بعض مفسرین نے تسبیح سے مراد نماز لی ہے طلوع شمس سے قبل فجر، غروب سے قبل عصر، رات کی گھڑیوں سے مراد مغرب وعشاء اور "اطراف النہار" سے مراد ظہر کی نماز لی ہے کیونکہ ظہر کا وقت نہار اول کا آخری طرف اور نہار آخر کا اول طرف ہے۔ مزید دیکھیں (مرعاۃ المفاتیح ۲/۲۸۳)

ان آیات بینات میں اجمالی طور پر اوقات صلوۃ کو بیان کر دیا گیا ہے جبکہ رسول کریم ﷺ کی کئی ایک احادیث صحیحہ صریحہ میں پانچوں نمازوں کے اوقات کی ابتدا وانتہا کو متعین کر دیا گیا ہے۔

فجر کی نماز کا وقت طلوع فجر سے لے کر طلوع شمس تک ہے۔ ظہر کا وقت زوال شمس سے لے کر ہر چیز کا سایہ اس کی ایک مثل ہونے تک ہے اور عصر کا وقت مثل اول سے لے کر دو مثل تک اور مغرب غروب شمس سے لے کر شفق کے غائب ہونے تک ہے اور عشاء شفق کے غائب ہونے سے لے کر نصف رات تک ہے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وقت الظہر اذا زالت الشمس وکان ظل الرجل کطولہ مالم یحضر العصر، ووقت العصر مالم تصفر الشمس ووقت صلاۃ المغرب مالم یغب الشفق ووقت صلاۃ العشاء الی نصف اللیل الأوسط، ووقت صلاۃ الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس فاذا طلعت الشمس فامسک عن الصلاۃ فانہا تطلع بین قرنی الشیطان (رواہ مسلم ۱/۲۲۳،۲۲۲ بحوالہ مشکوۃ المصابیح ۵۸۱)

ظہر کا وقت زوال شمس ہے (اس وقت تک ہو گا) جب ایک آدمی کا سایہ اس کی مثل ہو جائے اور عصر کی نماز کا وقت نہ ہو اور عصر کا (آخری) وقت جب تک سورج زرد نہ ہو جائے اور مغرب کی نماز کا وقت جب تک سرخی غائب نہ ہو اور عشاء کا وقت رات کے درمیانی نصف تک اور صبح کی نماز کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے جب آفتاب نکلنا شروع ہو جائے تو نماز سے رک جا کیونکہ وہ شیطان کے سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔

عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ "ان للصلاۃ اولاً وآخراً و ان اول وقت صلاۃ الظہر حین تزول الشمس وآخر وقتہا حین یدخل وقت العصر وان اول وقت صلاۃ العصر حین یدخل وقتہا وان آخر وقتہا حین تصفر الشمس وان اول وقت المغرب حین تغرب الشمس وان آخر وقتہا حین یغیب الافق وان اول وقت

العشاء الآخرة حين يغيب الأفق وان آخر وقتها حين ينتصف الليل وان اول وقت الفجر حين يطلع الفجر وان آخر وقتها حين تطلع الشمس (صحیح الترمذی ابواب الصلاۃ باب مواقیت الصلاۃ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک ہر نماز کے لئے ایک ابتدائی وقت ہے اور ایک انتہائی وقت ہے۔ نماز ظہر کا ابتدائی وقت جب سورج ڈھل جائے اور آخری وقت جب نماز عصر کا وقت شروع ہو۔ نماز عصر کا ابتدائی وقت وہی ہے جب یہ وقت شروع ہوجائے اور آخری وقت جب سورج (دھوپ) زرد ہوجائے۔

مغرب کا ابتدائی وقت جب سورج غروب ہوجائے اور آخری وقت جب شفق غائب ہوجائے۔ عشاء کا ابتدائی وقت جب شفق غائب ہوجائے اور آخری وقت جب آدھی رات گزر جائے۔ فجر کا ابتدائی وقت جب فجر طلوع ہوجائے اور آخری وقت جب سورج طلوع ہوجائے۔ اس کے علاوہ بھی کئی ایک احادیث صحیحہ صریحہ موجود ہیں جن سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ فجر کا اول وقت فجر صادق کے طلوع ہونے سے لے کر سورج طلوع ہونے تک ہے اور ظہر کا اول وقت سورج ڈھلنے سے لے کر جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہوجائے اور عصر کا اول وقت ایک مثل سے لے کر دو مثل تک ہے جب سورج زرد پڑ جاتا ہے اور مغرب کا اول وقت سورج غروب ہونے سے لے کر شفق یعنی شام کی سرخی غائب ہونے تک ہے اور عشاء کا اول وقت سرخی کے غائب ہونے سے لے کر آدھی رات تک ہے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ ظہر کی نماز کے لئے مثل اول کی پہچان کا طریقہ کہ اس میں زوال کا سایہ شامل ہے یا اسے منہا کیا جائے گا۔ تو اس کے بارے امام ابن حزم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں "جب آفتاب ڈھلنا شروع ہوجائے تو نماز ظہر کا اول وقت شروع ہوجاتا ہے قبل ازیں نماز ظہر کی ابتداء بالکل جائز نہیں نہ ہی وہ نماز کفایت کرتی ہے۔ پھر نماز ظہر کا وقت ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے تک باقی رہتا ہے اس میں وہ اصلی سایہ شمار نہ ہوگا جو زوال آفتاب کے وقت اس چیز کا تھا البتہ اس سے جو زیادہ ہوگا وہ شمار ہوگا" (المحلی لابن حزم اردو ۲/۳۴۶)

مولانا اسماعیل سلفیؒ فرماتے ہیں "سورج بعض علاقوں میں سیدھا سر کے اوپر سے گزرتا ہے اور بعض علاقوں میں خم کھا کر گزرتا ہے اور موسم کے لحاظ سے بھی اس کی رفتار میں یہ فرق ظاہر ہوتا ہے۔ گرمی میں وہ سر کے قریب سے گزرتا ہے اور سردیوں میں ایک طرف زیادہ خم کھا کر گزرتا ہے۔ ان دونوں موسموں میں سایہ کا حساب الگ الگ ہوتا ہے۔ جن ممالک سے سورج خم کے بغیر گزرتا ہے وہاں دوپہر کے وقت جب سورج سر پر ہو تو ہر چیز کا سایہ اس کے قدموں میں ہوتا ہے۔ ظاہر نہیں ہوتا اسی طرح گرمی کے موسم میں چونکہ سورج سر کے قریب ہوتا ہے اس لئے سایہ کم ہوتا ہے کیونکہ سورج کی رفتار میں خم اور انحراف کی وجہ سے کچھ نہ کچھ سایہ عین دوپہر کے وقت بھی ہوتا ہے۔ سردیوں میں جیسے جیسے خم بڑھتا ہے سایہ بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے اسے سایہ اصلی کہا جاتا ہے زوال کے بعد اس میں اور اضافہ ہوتا ہے اس لئے مثل کا حساب کرنے کے وقت یہ سایہ منہا کردیا جائے گا اسے علیحدہ کرنے کے بعد جو سایہ ہوگا مثل یا دو مثل اسی سے شمار ہوگا۔ (حاشیہ مشکوۃ المصابیح ۱/۴۱۴۔۴۱۵)

زوال کا سایہ مثل میں شمار نہیں ہوگا یہی بات امام ابن تیمیہ کے فتاوی ۲۲/۴۷ فقہ حنفی کی کتاب "الھدایہ" ۱/۴۰ فقہ شافعی کی المجموع ۳/۸۱ فقہ حنبلی کی الروض المربع ۱/۴۲ وغیرہ میں موجود ہے الغرض یہ بات اتفاقی ہے کہ زوال کا سایہ نکال کر مثل کی پیمائش ہوگی۔

مثل معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کھلی اور ہموار زمین میں زوال سے پہلے ایک لکڑی گاڑ دی جائے اس لکڑی کا سایہ آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہوجائے گا یہاں تک کہ زوال کے وقت کم سے کم رہ جائے گا۔ اس سائے کو ناپ لیا جائے جب یہ سایہ بڑھنا شروع ہوتو وہ اس بات کی علامت ہوگا کہ زوال ہوگیا۔ پھر جب یہ سایہ اس قدر بڑھ جائے کہ لکڑی کے برابر ہوجائے (زوال کے وقت لکڑی کا اپنا سایہ اس سے وضع کرنے کے بعد) تو ایک مثل وقت ہوجائے گا اور جب دوگنا ہوجائے تو دو مثل ہوجائے گا۔

(فقہ السنۃ للشیخ عاصم حداد ۱/۱۱۵) ایک طریقہ یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ دوپہر کے وقت سے پہلے ایک یا دو بالشت زمین کی سطح ہموار کرکے اس پر شمالاً جنوباً ایک سیدھا خط کھینچ دیا جائے۔ قطب نما سے اس خط کی راہنمائی لی جاسکتی ہے۔ پھر اس خط کے جنوبی نقطہ پر ایک سیدھی سی لکڑی گاڑ دیں چونکہ دوپہر سے پہلے کا وقت ہوگا اس لکڑی کا سایہ عین اس خط پر نہیں ہوگا بلکہ اس سے قدرے مغرب کی جانب مائل ہوگا پھر آہستہ آہستہ سایہ اس خط پر آنا شروع ہوجائے گا حتی کہ بالکل اسی خط پر منطبق ہوجائے گا اس وقت اس سایہ کے انتہاء پر نشان لگادیں اور اس سایہ کو کسی اور لکڑی سے ماپ لیں اور یہ پیمانہ محفوظ کرلیں یہ وقت عین دوپہر کا ہوگا اس کے بعد وہ سایہ مشرق کی طرف مائل ہونے لگے گا یہ ظہر کا اول وقت ہوگا پھر اس کے بعد جب سایہ بڑھتا جائے گا تو جس لکڑی کے ساتھ اصل سائے کی پیمائش کی تھی اس کے ساتھ اس کے اصل سائے کے نشان سے آگے ایک مثل جب سایہ ہوجائے گا تو وہ ظہر کا آخری وقت ہوگا اور عصر کا اول وقت۔

یہ طریقہ مثل معلوم کرنے کا ہے اس کے لئے کچھ وقت نکال کر آپ تجربہ کریں اور شمسی مہینے کے حساب سے ہر ماہ اگر آپ تجربہ کرتے رہیں گے تو آپ کے پاس ایک سالانہ جنتری مرتب ہوجائے گی۔ عصر حاضر میں تو محکمہ موسمیات کی جانب سے بھی کافی سہولت ہے اور مرتب شدہ جنتریاں بھی مل سکتی ہیں جن میں ٹائم کی صحیح نشاندہی کی ہوتی ہے۔ اگر اطمینان نہ ہو تو آدمی خود تجربہ کرکے مثل اول و مثل ثانی معلوم کرسکتا ہے۔ واللہ اعلم

وظائف کی تعداد مقرر کرنے کا حکم

س: وظائف کرنا مثلاً 100 دفعہ درود شریف پڑھنا' یا مقط 700 مرتبہ پڑھنا' بتایئے ان وظائف یا ان کے علاوہ کے لئے تعداد خود نبی مکرم ﷺ نے مقرر کی ہے یا کسی اور نے جیسے 72 مرتبہ سورہ یاسین پڑھنا وغیرہ؟ (ذوالفقار احمد۔ راہوالی)

جواب:۔ کتب احادیث میں کچھ وظائف ایسے ہیں جن کی تعداد مقرر ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کی تعداد رسول کریم ﷺ نے مقرر نہیں کی۔ 100 مرتبہ درود شریف کے متعلق کوئی صحیح حدیث مجھے معلوم نہیں۔ مولانا عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ نے "پیارے رسول ﷺ کی پیاری دعائیں" ص:45 میں سو بار درود شریف پڑھنے کی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح اور مغرب کی نمازوں کے بعد کلام کرنے سے پہلے سو بار درود پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کی سو ضرورتیں پوری فرماتا ہے۔ تیس دنیا میں اور ستر آخرت میں۔ لیکن یہ روایت موضوع ہے اس کو احمد بن موسیٰ نے روایت کیا ہے جیسا کہ امام ابن القیم نے "جلاء الافہام" فصل الموطن الثالث والثلاثون من مواطن الصلوۃ علیہ (ص:245 رقم (298) میں باسند ذکر کیا ہے اور اسی طرح علامہ سخاوی نے "القول البدیع" ص: 174 میں ذکر کیا ہے اور اس کی سند پر ضعف کا حکم بھی لگایا ہے۔

امام حاکم' احمد بن موسیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں "یہ روایات گھڑتا تھا اور اسانید کو متون سے ملادیتا تھا" حمزہ السہمی فرماتے ہیں "اس نے مجاہیل مشائخ سے منکر روایات بیان کی ہیں جن کو کسی دوسرے نے بیان نہیں کیا۔ اس لئے محدثین نے اسے کذاب کہا ہے (میزان الاعتدال 159/1 المغنی فی الضعفاء 96/1 لسان المیزان 235/1 تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ 31/1) امام ذہبی فرماتے ہیں "احد الوضاعین" روایات گھڑنے والوں میں سے ایک ہے۔ (دیوان الضعفاء والمتروکین (110) ص:10)

اور اس کے دیگر روات بھی مجاہیل قسم کے ہیں علم رجال کی معروف کتب میں ان کا ذکر نہیں ملتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے۔

حافظ ابن مندہ نے اس روایت کو ایک اور سند سے بھی بیان کیا ہے جسے امام ابن القیم نے جلاء الافہام ص 242 رقم (300) میں ذکر کیا ہے۔ اس میں فجر اور مغرب کی نماز کی قید نہیں بلکہ مطلق طور پر دن میں 100 بار پڑھنے کا ذکر ہے۔ امام ابن القیم

اور علامہ سخاوی نے "القول البدیع" ص 128 میں لکھا کہ حافظ ابو موسیٰ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور دونوں بزرگوں نے اس کی تحسین نقل کر کے سکوت کیا ہے۔ حالانکہ یہ روایت بھی من گھڑت ہے۔ حافظ ابو موسیٰ بذات خود وضاع اور روایت گھڑنے والا ہے۔ اس کی تحسین کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

اس کی سند میں عباس بن بکار الضبی ہے جس کے بارے میں امام دار قطنی فرماتے ہیں: کذاب (المغنی فی الضعفاء 519/1 الضعفاء والمتروکین للدار قطنی 138/424)

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں "ضعیف" ہے (مجمع الزوائد 140/10)

امام عقیلی فرماتے ہیں "الغالب على حديثه الوهم والمناكير" "اس کی اکثر روایات میں وہم اور نکارت ہے (الضعفاء الکبیر 363/3)

امام ابن حبان فرماتے ہیں: لايجوز الاحتجاج به بحال ولاكتابة حديثه الا على سبيل الاعتبار للخواص (المجروحین 190/2) اس سے کسی حال میں بھی حجت پکڑنا جائز نہیں اور نہ ہی اس کی روایت کو لکھنا جائز ہے سوائے خواص کے لئے 'اعتبار کے سبیل پر۔ امام ابن عدی اسے منکر الحدیث قرار دیتے ہیں (الکامل 1665/5)

اس طرح اس کا استاد ابو بکر الھذلی جو اس کا ماموں بھی ہے 'قابل حجت نہیں اور باتفاق محدثین متروک ہے۔ امام یحییٰ بن سعید' امام یحییٰ بن معین' امام ابو زرعہ رازی' امام ابو حاتم رازی' امام نسائی' امام جوزجانی' امام یعقوب بن سفیان' امام ابو احمد الحاکم وغیرھم نے اسے ضعیف' متروک اور غیر ثقہ قرار دیا ہے۔ (تھذیب 316/6 المغنی فی الضعفاء 572/2 میزان الاعتدال 734/4) لہذا یہ بھی موضوع و من گھڑت ہے۔

ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "من صلى على مائة غفرله" جس نے مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا' اس کی بخشش کر دی گئی۔ (تاریخ اصفہان 95/1)

اس کی روایت کی سند میں سفیان اور اعمش دو مدلس راوی ہیں جن کی تصریح بالسماع موجود نہیں اور احمد بن عبد الرحمٰن بن بحر السعدی کا فی الحال مجھے ترجمہ نہیں ملا۔

انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من صلى على صلوة واحدة صلى الله عليه عشرا ومن صلى على عشرا صلى الله عليه مائة ومن صلى على مائة كتب الله بين عينيه براءة من النفاق وبراءة من النار واسكنه الله يوم القيامة مع الشهداء" طبرانی اوسط (7231) 115/8 طبرانی صغیر جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے اور جس نے مجھ پر دس مرتبہ درود پڑھا اللہ اس پر سو رحمتیں نازل کرتا ہے اور جس نے مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا' اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کے درمیان نفاق اور جہنم سے براءت لکھ دیتا ہے اور قیامت والے دن اسے شہداء کے ساتھ جگہ دے گا۔ امام منذری فرماتے ہیں "وفي اسناده ابراهيم بن سالم بن شبل الهجمي لا أعرفه بجرح ولا عدالة" (الترغیب والترھیب 495/2) اس کی سند میں ابراہیم بن سالم کے بارے میں جرح اور تعدیل میں نہیں جانتا۔

اس طرح اس کی سند میں عبدالعزیز بن قیس بن عبد الرحمٰن مجہول ہے۔ (تقریب ص 215)

4۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ صَلّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِائَةَ مَرَّةٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَعَهُ نُورٌ لَوْ قُسِمَ ذٰلِكَ النُّورُ بَيْنَ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ لَوَسِعَهُمْ جس نے جمعہ والے دن مجھ پر سو دفعہ درود پڑھا' وہ قیامت والے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک نور ہو گا اور اگر وہ نور ساری مخلوق پر تقسیم کر دیا جائے تو انہیں کافی ہو گا۔ (حلیۃ الاولیاء 47/8 ترتيب البغيه للهيثمي 327/2)

یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ اس کی سند میں محمد بن عجلان مدلس ہے اور روایت معنعن ہے۔ اس میں سماع کی تصریح نہیں۔ اور اس میں کچھ مجہول راوی ہیں۔

الغرض مجھے ایسی کوئی صحیح روایت نہیں ملی جن میں درود شریف کے متعلق 100 کے عدد کی تعیین ہو البتہ رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی پر کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کا حکم احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "أَكْثِرُوا الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةِ الْجُمُعَةِ فَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً صَلَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا" (صحیح الجامع الصغیر 263/1)

جمعہ والے دن اور جمعہ والی رات مجھ پر کثرت سے درود بھیجو۔ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرے گا۔

مزید احادیث صحیح الجامع اور سلسلہ صحیحہ میں ملاحظہ کریں۔

البتہ صبح و شام دس دس بار درود پڑھنے کی حدیث حسن سند سے مروی ہے۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "من صلى على حين يصبح عشرا وحين يمسى عشرا ادركته شفاعتي يوم القيامة" جس نے مجھ پر صبح و شام دس دس بار درود شریف پڑھا' قیامت والے دن اسے میری شفاعت نصیب ہو گی۔

امام منذریؒ فرماتے ہیں: رواه الطبرانى باسنادين احدهما جيد اسے امام طبرانی نے دو سندوں سے روایت کیا ان میں سے ایک جید ہے اور علامہ البانی بھی اسے حسن قرار دیتے ہیں۔ (صحیح الترغیب والترھیب 245/1' 246)

علامہ ذہبی بھی اس کی ایک سند کو جید قرار دیتے ہیں۔ (مجمع الزوائد 123/10' 163/10 طبع جدید)

لہذا صبح و شام کے اذکار میں 10 بار درود شریف کا عدد صحیح ثابت ہے۔ اسے معمول بنائیں اور پھر چلتے پھرتے' اٹھتے بیٹھتے درود شریف پڑھتے رہیں بلکہ اگر آپ اپنی ساری دعاؤں کی جگہ درود ہی پڑھتے رہیں تو یہ بھی درست ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رات کا دو تہائی حصہ گزر جاتا تو رسول کریم ﷺ کھڑے ہو جاتے اور فرماتے: لوگو اللہ کو یاد کرو' اللہ کو یاد کرو۔ آگیا لرزنے کا جھٹکا' اس کے پیچھے ایک اور جھٹکا۔ موت آگئی اپنی ہولناکیوں کے ساتھ' موت آگئی اپنی ہولناکیوں کے ساتھ۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول "إِنِّي أُكْثِرُ الصَّلٰوةَ عَلَيْكَ فَكَمْ أَجْعَلُ لَكَ مِنْ صَلَاتِي فَقَالَ مَا شِئْتَ قَالَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ قُلْتُ فَالثُّلُثَيْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَإِنْ زِدْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قُلْتُ أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا قَالَ إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ"

میں آپ پر کثرت سے درود پڑھا کرتا ہوں۔ میں درود کی آپ کے لئے کیا مقدار رکھوں (یعنی اور دعاؤں کے مقابلے میں) آپ ﷺ نے فرمایا جس قدر تو چاہے۔ عرض کیا' کیا ایک چوتھائی۔ فرمایا جتنا تو چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ عرض کیا' نصف فرمایا: جتنا تو چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ عرض کیا۔ دو تہائی۔ فرمایا۔ جتنا تو چاہے۔ اگر زیادہ کرے تو بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا' میں تمام (وقت) آپ کے درود کے لئے وقف کر دوں' آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی حالت میں تیرے مقاصد کی کفایت کی جائے گی اور تیرے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب صفۃ القیامۃ (2457) مستدرک حاکم 513/2 مسند احمد 136/5 مسند عبد بن حمید بحوالہ جلاء الافہام ص 40 رقم (59)

یا مقسط 700 بار اور سورہ یاسین 72 مرتبہ پڑھنا یہ تعداد کہیں ثابت نہیں۔ لوگوں کے اپنے مقرر کردہ اعداد ہیں۔ رسول کریم ﷺ سے بعض اذکار عدد کے تعین کے بغیر اور بعض عدد کے

باقی صفحہ 34 پر

درس قرآن

قسط نمبر 51

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۂ یونس کی تشریح وتفسیر

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا فرمایا ہے ان میں ڈرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ
مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿3﴾ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا
وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿4﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ
الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ
إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿5﴾ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ﴿6﴾ (یونس)

ترجمہ: بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی اس کے پاس سفارش کرنے والا نہیں ایسا اللہ تمہارا ہے سو تم اس کی عبادت کرو کیا تم پھر بھی نصیحت نہیں پکڑتے۔ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے' اللہ نے سچا وعدہ کر رکھا ہے۔ بے شک وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا تاکہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انصاف کے ساتھ جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور دردناک عذاب ہوگا ان کے کفر کی وجہ سے۔ وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بے فائدہ پیدا نہیں کی۔ وہ یہ دلائل ان کو صاف صاف بتلا رہا ہے جو دانش رکھتے ہیں۔ بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو اللہ کا ڈر رکھتے ہیں۔

مفردات:

ا۔ یُدَبِّرُ ۔دَبَّرَ یُدَبِّرُ تَدْبِیْرًا کا مادہ۔ د۔ب۔ر ہے اور یہ دبر یدبر باب تفعیل سے فعل مضارع ہے۔ تدبیر کا معنی کسی کام کو نظم وتدبیر کے ساتھ سرانجام دینا۔ یُدَبِّرُ کا معنی و مطلب ہے کہ اللہ ہر کام کی تدبیر وترتیب کرتا ہے اس کا ہر فعل منظم و مرتب ہے۔

۲۔ شفیع کا مادہ۔ ش۔ف۔ع ہے اور یہ شَفَعَ یَشْفَعُ (باب مَنَعَ یَمْنَعُ) سے اسم فاعل ہے شفع کا معنی اس نے اس کو جوڑا بنالیا یعنی پہلے وہ اکیلا تھا اب اس کے ملنے سے دو ہوگئے۔

اس لئے اس کو شفیع کہتے ہیں یعنی سفارش کرنے والا

۳۔ حمیم کا مادہ ح۔م۔م ہے اور یہ حَمَّ یَحُمُّ (باب نصر ینصر (مضاعف) کا مصدر ہے اس کا معنی "کھولتا ہوا گرم پانی" ہے۔

۴۔ منازل۔ منزل کی جمع اس سے مراد چاند کی مقرر کردہ جگہیں ہیں۔

تفسیر:

سورہ کی ابتدائی دو آیتوں میں وحی کے بیان اور اثبات کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی عبادت والوہیت کے استحقاق کے دلائل بیان فرمارہے ہیں جن میں سے پہلی دلیل یہ ہے کہ تمہارا رب ومعبود وہ ہے جس نے زمین وآسمان کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا یعنی اس کائنات کا وجود خود بخود نہیں ہوگیا جیسا کہ دہریوں' کیونسٹوں کا عقیدہ ونظریہ ہے۔ لہٰذا الٰہ ومعبود خالق ہے نہ کہ مخلوق جیسا کہ مشرکوں کا خیال ہے کیونکہ خالق تو واجب الوجود ہے یعنی اپنے وجود میں مستقل اور وہ اپنے ہونے اور قائم رہنے میں کسی کا محتاج نہیں اس کے علاوہ ہر شے مخلوق ہے جو اپنے ہونے اور باقی رہنے میں اس کی محتاج ہے لہٰذا معبود' خالق' قائم غیر محتاج ہے اور مخلوق مجبور اور محتاج ہے۔

رب اور عبادت میں بڑا گہرا اور مضبوط تعلق ہے کیونکہ اللہ ہی کو رب ماننے کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ معبود بھی صرف اور صرف وہی ہے اور عبادت کی تمام اقسام صرف اسی کے لئے خاص ہیں اسی لئے قرآن مجید کے متعدد مقامات میں اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کو اس کی الوہیت وعبادت کے لئے بطور دلیل وسند کے پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ فاتحہ اور قرآن کی آخری سورۃ۔ الناس

اور آیت نمبر ۲۱۔ البقرہ' ۱۶۳' ۱۶۴' البقرہ' ۱۹۰ تا ۱۹۴ آل عمران' ۱۵۴' ۱۵۴ تا ۱۵۸ الاعراف

اس کے علاوہ سورہ الانعام' سورہ یونس' سورہ رعد' سورہ زمر تقریباً مکمل وغیرہ

باقی اللہ تعالیٰ نے جو زمین وآسمان کو چھ دنوں میں پیدا فرمایا حالانکہ وہ ایک لحظہ میں بھی پیدا کرسکتا تھا اس میں یہ حکمت ہے کہ بندے بھی اپنے امور سہولت اور آہستگی سے سرانجام دیں کیونکہ جلد بازی شیطان کی عادت ہے۔

اللہ کی صفات میں نمایاں صفت اس کا عرش پر مستوی ہونا ہے۔ استواء کا معنی علو اور استقرار ہے یعنی اللہ تعالیٰ عرش پر بلند اور مستقر ہے لیکن اس کی حقیقت وکیفیت معلوم نہیں اور نہ ہی اس کی مثال وتشبیہ دی جاسکتی ہے۔ وہ عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اس کی ذات اور شان کے لائق اور واجب ہے لہٰذا بغیر کسی تاویل وتحریف اور مثال وتشبیہ اور حقیقت وکیفیت بیان کئے عقیدہ رکھنا فرض ہے کہ اللہ عرش پر مستوی ہے جیسا کہ اس کی شان اور مقام کے لائق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مستوی علی العرش ہونے کا ذکر قرآن میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔

دیکھئے الاعراف ۵۴' الرعد ۲' الفرقان ۵۹' طٰہٰ ۵ السجدہ ۴ الحدید ۴' اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے فوق (اوپر) ہونے کا تذکرہ بھی کئی مقامات پر ہے۔ (مثلاً الانعام ۶۱' النحل ۵)

اسی طرح متعدد احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ کے عرش پر ہونے اور اس کی صفت علو کا بیان ہے

۱۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو ایک کتاب لکھی جو اس کے پاس عرش کے اوپر موجود ہے" کہ میری رحمت میرے غصہ پر سبقت لے گئی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب التوحید باب قولہ تعالیٰ ولقد سبقت کلمتنا")

۲۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی بیویوں پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ تمہارے نکاح تو گھر والوں نے کئے لیکن میری شادی (رسول اللہ ﷺ کے ساتھ) اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کی۔ (صحیح بخاری کتاب التوحید۔ وکان عرشہ علی الماء")

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے لونڈی سے پوچھا کہ اللہ کہاں ہے تو اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے۔ (صحیح مسلم۔ کتاب المساجد۔ باب جواز الاقعاء علی العقبین)

اس کے علاوہ قرآن کا نزول (اوپر سے نیچے) اعمال کا چڑھنا (نیچے سے اوپر) اور واقعہ معراج (نیچے سے اوپر چڑھنے کی سیڑھی) وغیرہ بیشمار دلائل ہیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہر جگہ ہونے کا اعتقاد رکھنا کتاب وسنت اور عقل وفطرت کے خلاف ہے کیونکہ ہر ایک کا فطرتی طور پر نظریہ اور دعا مانگتے وقت کا تصور یہی ہے کہ اللہ اوپر ہے ہاں وہ اپنے علم سمع وبصر وحفاظت کے ساتھ ہر جگہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان وغیرہ یعنی ساری کائنات کو پیدا فرما کر یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ وہ اس کا پورا انتظام چلا رہا ہے۔

چاند' سورج اور ستارے سب اسی کے حکم کے مطابق گردش کررہے ہیں۔ اور اس کا نظم وضبط بے مثال ہے کہ کبھی کسی چیز کا آپس میں تصادم نہیں ہوا ہر چیز اس کے حکم کے موافق ومطابق اپنے کام میں معروف ہے۔

اسی طرح کائنات میں موت وحیات' رزق ومعیشت اور گردش دوران وغیرہ اس کی تدبیر وانتظام سے ہے۔

اس کے بعد اللہ نے بیان فرمایا کہ اس کا رعب وتصرف اور اختیار بہت زیادہ ہے اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں کسی کو سفارش کرنے کی بھی اجازت نہیں اس میں کفار ومشرکین کا رد ہے جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ بت وغیرہ (جن کی وہ پوجا کرتے تھے) اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے اسی طرح اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو اصحاب قبور ومزارات سے سفارش کی امید اور آس لگائے ہوئے ہیں اور اسی امید کی وجہ سے قبر پرستی ومزار پرستی وقبہ پرستی کا فروغ ہے اور ان جگہوں پر نذر ونیاز اور چڑھاوے چڑھانے اور زندہ ومردہ بزرگوں ومشائخ کو دیئے جانے والے نذرانوں' ماہانوں' سالانوں کے پیچھے ان سے شفاعت وسفارش کی امید اور آس کا عقیدہ کار فرما ہے اور اللہ فرماتے ہیں ہر قسم کی سفارش کا مالک ومختار اللہ ہی ہے۔

قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (الزمر ۴۴)

ترجمہ کہہ دیجئے! کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے۔ تمام آسمانوں اور زمین کا راج اسی کے لئے ہے تم سب اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

یعنی شفاعت کی تمام اقسام کا مالک ومختار صرف اللہ ہی ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کرسکے گا۔ اسلئے صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے تاکہ وہ راضی ہوجائے اور شفاعت کے سہارے کی ضرورت ہی نہ رہے۔ ہاں اگر شفاعت مانگنی ہی ہے تو اللہ سے مانگنی چاہئے کہ اے اللہ! آپ جن کو سفارش کی اجازت دیں گے مجھے بھی ان کی شفاعت نصیب کیجئے گا کیونکہ جب اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی شفاعت کرہی نہیں سکے گا اور بول ہی نہیں سکے گا تو کسی سے شفاعت کا سوال عبث اور بے فائدہ ہے۔

آیت الکرسی اور دوسرے مقامات میں اس سفارش کی نفی کی گئی ہے جس کا اعتقاد قدیم وجدید مشرکین رکھتے ہیں جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے کہ سفارش کرنے والا بغیر اجازت کے سفارش کرتا ہے اور جس کے پاس سفارش کی جائے وہ مان جاتا ہے۔ سفارش کرنے والے کی طاقت وقوت یا محبت کے تعلق کی خاطر مجبور ہوجاتا ہے۔ اللہ کے ہاں اس قسم کی شفاعت وسفارش کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

باقی صفحہ 23 پر

بقیہ فتویٰ

مِلَّتَهُمْ" (البقرہ)

"(اے محمد ﷺ) آپ سے یہود ونصاریٰ اس وقت تک خوش نہیں ہوں گے جب تک آپ ﷺ ان کا دین اختیار نہ کرلیں۔"

لہٰذا انسان چاہے جتنا بھی کفار کے آگے جھک جائے اپنے موقف سے جتنا چاہے پیچھے ہٹ جائے جتنی چاہے رسوائی قبول کرلے۔ وہ ہرگز اس پر خوش نہیں ہوں گے۔ جب تک وہ ان کا دین نہ قبول کرے۔ موجودہ دور میں کمال اتاترک کا ترکی اس بات کو سمجھنے کے لئے بہترین اور واضح مثال ہے کہ اس نے کفار کے جتنے بھی مطالبات تسلیم کرلئے اور اپنے دین سے زیادہ پیچھے ہٹ گیا پھر بھی وہ اس پر خوش نہ ہوسکے۔ (واللہ المستعان)

ہم عراق سمیت تمام اسلامی ممالک کے حکمرانوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے ملکوں میں بدمعاش اور ظالم امریکہ سے کسی قسم کی کوئی زمینی' بحری' یا فضائی رعایت نہ کریں۔ ورنہ یہ بہت بڑا ظلم ہوگا اور دین اسلام کے خلاف واضح بغاوت تصوّر ہوگی اور باغی پر ہی اللہ کا عذاب اور لعنت برسے گی۔

لادینوں اور عیسائی و یہودی اور ہندومت کی ثقافتوں سے مغلوب' منافقوں کی چکنی چپڑی باتوں اور تحریروں سے مسلمانوں کو موجودہ مشکل حالات میں بچنے اور اپنے آپ کو ان کے شر سے محفوظ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ" (المنافقون:4)

"وہی تمہارے دشمن ہیں۔ آپ ﷺ ان سے خبردار رہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرے وہ کہاں بہکائے جاتے ہیں۔"

توانہوں نے مسلمانوں کے درمیان یورپی افکار وثقافت کی ترویج اور نشر واشاعت پر بس نہیں کی بلکہ انہوں نے یورپ کے عیسائیوں یہودیوں اور برصغیر کے ہندو مشرکوں کو مسلمانوں پر چڑھ دوڑنے کا مشورہ بھی دیا ہے۔ وہ انہیں پکار پکار کر کہتے ہیں کہ یہی مناسب گھڑی ہے کہ تم چاروں طرف سے مسلمان ممالک پر ٹوٹ پڑو اور ان پر اپنا دباؤ بڑھاتے رہو تاکہ مسلمان ان تبدیلیوں کو قبول کرلیں جو وہ چاہتے ہیں اور وہ تبدیلیاں شریعت اسلامی کو مٹا کر یورپی لادین ثقافت کی بحالی سے متعلق ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اس کے اسماء حسنٰی اور صفات علیا کے واسطے سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی موجودہ حالت کی اصلاح کرے اور ان کی کمزوری پر رحم وکرم کرے اور ان کے معاملات میں انہیں نیکی کی راہ دکھلائے۔ ہم اللہ سبحانہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ امت اسلامیہ کے معاملات کو نیکی کی راہ پر لگادے جو اللہ کی اطاعت کرے اسے عزت ملے اور جو اس کی نافرمانی کرے وہ ذلیل ہوجائے۔ ہم اللہ عزوجل سے اس کی قوت وقدرت کے واسطے سے دعا کرتے ہیں کہ وہ امت مسلمہ میں جہادی جھنڈے کو اونچا کرے اور کفار' کفر واہل فساد کا قلع قمع کرے اور ہم یہ دعا بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے خلاف کافروں کی تدبیروں اور سازشوں کو کافروں پر ہی الٹادے اور ان کو مکمل طور پر چیر پھاڑ دے اور ان پر سنگساری کرکے ان کو تہس نہس کردے۔ وہ یقیناً قوی اور غالب ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ بن عبداللہ پر رحمتیں' سلامتی اور برکتیں نازل فرمائے اور تمام تعریفات اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

درج بالاتحریر کے تائید وتصرف کنندگان علماء کرام

١- عبدالرحمن بن ناصر البراك' ٢- عبدالرحمن بن حماد العمر' ٣- عبدالكريم بن عبدالله الخضير' ٤- عبدالله بن حمود التويجري' ٥- عبدالرحمن بن صالح المحمود' ٦- ناصر بن سليمان العمر' ٧- سفر بن عبدالرحمن الحوالي' ٨- علي بن سعيد الغامدي' ٩- محمد بن سعيد القحطاني' ١٠. عبدالعزيز بن ناصر الجليل ١١- سعد بن عبدالله الحميد' ١٢- عبدالله بن عبدالرحمن السعد' ١٣- محمد بن أحمد الفراج' ١٤- عبدالعزيز بن محمد آل عبداللطيف' ١٥- بشر بن فهد البشر' ١٦- عبدالله بن إبراهيم الريس' ١٧- ناصر بن حمد الفهد' ١٨- إبراهيم بن عثمان الفارس' ١٩- رياض بن محمد المسيميري' ٢٠- إبراهيم بن حماد الريس' ٢١- عبدالله بن وكيل الشيخ' ٢٢- فهد بن سليمان القاضي' ٢٣- عبدالله بن عبدالرحمن الوطبان' ٢٤- عبدالعزيز بن سالم العمر' ٢٥. عبدالرحمن بن عبدالعزيز أبا نمي' ٢٦- محمد بن سليمان المفلى' ٢٧- ناصر بن سعد الرشيد' ٢٨- محمد بن عبدالله الدويش' ٢٩- خالد بن عبدالرحمن العجيمي' ٣٠- عبدالله بن ناصر الصبيح' ٣١- عبدالعزيز بن محمد الوهيبي' ٣٢- سعد بن ناصر الغنام' ٣٣- أحمد بن عبدالرحمن الصويان' ٣٤- خالد بن إبراهيم الدويش' ٣٥. صالح بن عبدالله الدرويش' ٣٦- خالد بن عثمان السبت' ٣٧- صالح السليمان الرشودي' ٣٨- سليمان بن حمد العودة' ٣٩- حسن بن صالح الحميد' ٤٠- صالح بن محمد السلطان' ٤١- عبدالله بن صالح القرعاوي' ٤٢- عبدالله بن فهد السلوم' ٤٣- محمد بن عبدالله الخضيري' ٤٤- خليفة بن بطاح الحربي' ٤٥- عبدالله بن صالح المشيقح' ٤٦- أحمد بن صالح الصمعاني' ٤٧- محمد بن صالح المديفر' ٤٨- سليمان بن عبدالله الغفيص' ٤٩- أحمد بن عبدالله الزهراني' ٥٠- علي بن حسن بن ناصر الألمعي' ٥١- سعد بن سعيد الحجري' ٥٢- أحمد بن أحمد بن محمد بن ضبعان' ٥٣- أحمد بن عبدالله بن محمد آل شبيان' ٥٤- أحمد بن حسن بن محمد آل بن عبدالله' ٥٥- سليمان بن محمد بن أحمد بن فايع' ٥٦- مسعود بن حسين بن سحنون القحطاني

اے قوم کے سپاہی

اے قوم کے سپاہی تیری ہے بادشاہی
منزل ہے دور تیری چل تو سفر میں راہی
اے قوم کے سپاہی تیری ہے بادشاہی
مسلم ہے نام تیرا بڑھنا ہے کام تیرا
اللہ کا حکم آیا دنیا میں تیری شاہی
اے قوم کے سپاہی تیری ہے بادشاہی
باطل کو تو مٹادے ایماں کو پھیلا دے
دے مار پھونک ایسی اُڑ جائے سب سیاہی
اے قوم کے سپاہی تیری ہے بادشاہی
نعرہ تو جب لگائے دشمن نہ سر اٹھائے
راحت گہ عدو میں ایسی مچا تباہی
اے قوم کے سپاہی تیری ہے بادشاہی
آگے قدم بڑھانا بڑھتے چلے ہی جانا
بحکم جاهدوا کر دیں کی خیر خواہی
اے قوم کے سپاہی تیری ہے بادشاہی
فانی کی یہ دعا ہے اللہ سے صدا ہے
رکھیو تو مولا ہم کو آپس میں کرکے
منزل ہے دور تیری چل تو سفر میں راہی
اے قوم کے سپاہی تیری ہے بادشاہی

از قلم: محمد جمیل فانی ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر کوٹ رادھا کشن

بقیہ درس قرآن

اللہ کے ہاں جو سفارش ہوگی وہ تین شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔

۱۔ اللہ کی اجازت سے آیت الکرسی۔ الحج ۲۶۔ یونس۔ ۳ سبا۔ ۲۳۔ النساء ۳۸

۲۔ اجازت صرف ان لوگوں کے لئے جن کو اللہ پسند کرے گا۔ (الانبیاء ۲۸)

۳۔ اللہ صرف موحدوں کو پسند کرے گا۔ (طٰہٰ ۱۰۹)

اپنی الوہیت وعبادت کے دلائل بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ہی ہے جو پوری کائنات کا خالق ومالک ومدبر ومنتظم ہے اور تمام اختیارات صرف اسی کے پاس ہیں وہی ہر قسم کی عبادت کے لائق ہے اور کوئی نہیں پس تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو۔

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان تمام دلائل کے باوجود بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے کہ اس کے ساتھ شریک کرتے ہو۔

اگلی آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے معبود برحق ہونے کی یہ دلیل بیان کی کہ جس اللہ نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا وہ تمہیں دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ لہٰذا مرنے کے بعد تمہارا دوبارہ اٹھنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا اور اس کے سامنے حساب وکتاب کے لئے پیش ہونا سچا وعدہ اور ایک طے شدہ امر ہے جس سے کوئی مفر نہیں۔ چونکہ اہل مکہ اور دوسرے کفار ومشرکین مرنے کے بعد حشر ونشر کے قائل نہیں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کے دلائل میں اس دلیل کا بطور خاص ذکر کیا کہ تمہیں دوبارہ وجود بھی وہی بخشے گا جس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ جو پہلی مرتبہ پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے بلکہ وہ بنسبت پہلی مرتبہ کے زیادہ آسان ہے اور اس اخروی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ نیک لوگوں کو ان کے اعمال صالحہ کا پورا پورا عدل وانصاف کے مطابق بدلہ دیا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فیض یاب ہوں اور کافروں اور باغیوں کو ان کے غلط عقائد اور اعمال باطلہ کا بدلہ دردناک عذاب' کھولتے ہوئے پانی کی شکل میں دیا جائے۔ العیاذ باللہ

قیامت کے وقوع اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا وسزا کا بیان قرآن مجید میں متعدد مقامات پر موجود ہے خصوصاً کئی سورتوں میں اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونے اور عبادت کی تمام اقسام کے مستحق ہونے کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے سورج کو روشن چمکتا ہوا بنایا اور بندوں کے منافع وفوائد کیلئے اس میں حرارت وگرمی پیدا کی اور اس نے چاند کو روشن بنایا جو روشنی دیتا ہے لیکن سورج کی طرح اس کی روشنی میں حرارت اور تازگی نہیں اور اس نے چاند کی منازل مقرر ومتعین کیں جن سے وہ ادھر ادھر نہیں ہوتا اور نہ ان سے تجاوز کرتا ہے بلکہ یہ رات ودن میں اپنی مقرر کردہ ومتعین کردہ منازل میں سے ایک منزل اپنی مخصوص ومتعین مسافت کے ساتھ طے کرتا ہے اور منازل اٹھائیس ہیں۔

پہلی منزلوں میں وہ چھوٹا اور باریک نظر آتا ہے پھر بتدریج بڑا ہوتے ہوتے چودھویں منزل پر مکمل چاند کی شکل اختیار کر جاتا ہے اس کے بعد وہ باریک ہوتے ہوتے ایک یا دو راتیں چھپ کر ہلال (باریک) کی شکل میں طلوع ہو جاتا ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کر سکو یعنی چاند کی گردش سے سال اور مہینے متعین ہوتے ہیں اور انتیس یا تیس دنوں سے ایک ماہ اور بارہ ماہ سے ایک سال وجود میں آتا ہے اس سے دنیاوی مقاصد اور کاروبار کے ساتھ ساتھ روزہ وحج وغیرہ جیسی عبادات کے اوقات کا تعین ہوتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری چیزیں بے مقصد اور بے فائدہ نہیں پیدا کیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے صاف صاف دلائل ہیں جو وہ علم ودانش رکھنے والوں کے لئے بیان کرتا ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ چاند وسورج کی وجہ سے بننے والے دن اور رات کے آنے جانے میں اور زمین وآسمان کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کیلئے دلائل اور نشانیاں ہیں وہ غور وفکر کرتے ہیں کہ جس اللہ نے اتنے عظیم آسمان پیدا کئے اور ان کو بغیر ستونوں کے ٹھہرایا اور چاند' سورج پیدا کر کے ان کو ایک تدبیر وترتیب اور نظم وضبط کے ساتھ مقررہ منازل اور راستوں پر چلایا کہ باوجود اپنے عظیم جسم اور وجود کے کبھی وہ آپس میں نہیں ٹکرائے اور مقررہ جگہوں سے تجاوز نہیں کرتے ان کو پیدا کر کے ایک عظیم نظام کے ساتھ چلانے والا کتنا عظیم ہوگا؟

ان شمس وقمر سے وجود میں آنے والے رات ودن بھی بڑی نعمت ہیں اور ان میں بڑی نشانیاں وعبرتیں ہیں ان ساری چیزوں میں اہل تقویٰ اور اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے دلائل ہیں اسلئے وہ اللہ کے اوامر پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور اس کی نواہی سے اجتناب کرتے ہیں اور اس کی نعمتوں اور احسانات پر شکر بجالاتے ہیں اور دنیا میں پیش آمدہ مصائب وآلام پر صبر کرتے ہیں اور دین میں استقامت دکھاتے ہیں اور اللہ کے ڈر پر قائم رہتے ہیں۔

فوائد۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور عبادت کا اثبات

۲۔ عقیدہ آخرت وبعث وجزاء کا ثبوت

۳۔ چاند سورج کی پیدائش اور ان کی مقررہ مسافتوں میں حکمتوں کا بیان

۴۔ اہل اسلام کے لئے مفید علم ہیئت وتقویم کی مشروعیت۔

اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا

ہزاروں میل مغرب میں نظر آئی تھی منزل
بتایا تم نے قوموں کو نظریہ مت چھپا رکھنا
اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا
کٹھن لمحات کی بیڑی ارادوں میں نہ حائل ہو
عزائم میں تسلسل اور جگر میں حوصلہ رکھنا
اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا
ستاروں سے پرے منزل ہوا کرتی ہے جذبوں کی
سمندر کے جزیروں میں بھی یادیں بسا رکھنا
اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا
مبارک صد مبارک ہو تمہیں یہ حوصلہ شیرو
یونہی زندان باطل میں چراغ دین جلا رکھنا
اے اسیرا ن کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا
نکل کر عیش وعشرت سے پہاڑوں میں چلے آئے
پہاڑوں کی چٹانوں میں یونہی مسکن بنا رکھنا
اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا
مسلمانوں کے حق میں یوں بھی دنیا قید خانہ ہے
مصائب کے سبھی قرضوں کو محشر پہ اٹھا رکھنا
اسیران کیوبا اے ہمیشہ دل بڑا رکھنا
غم جاں کو دبا رکھنا اللہ کا آسرا رکھنا
جو ظالم ہیں وہ غارت ہوں لبوں پہ یہ دعا رکھنا
اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا
اللہ کا ساتھ ہونا کامیابی کی ضمانت ہے
تمہارا حال جو بھی ہو اللہ سے رابطہ رکھنا
اے اسیران کیوبا ہمیشہ دل بڑا رکھنا

(فیاض اصغر مجید)

ہم سے رابطہ کریں

ایران میں چاول اور کینوس کلاتھ ایکسپورٹ کرنے کے لئے اور وہاں سے موبل آئل' واشنگ پوڈر' چنے اور پلاسٹک کی مصنوعات منگوانے کے لئے ہم سے رابطہ کریں۔

حافظ عبدالعزیز 10 شجاع سٹریٹ نمبر 113 پاکستانی بازار باغبانپورہ لاہور۔ فون 6841402-6857315

بقیہ آپ کے مسائل

گیارہ رکعات ہیں جیسا کہ پیچھے حدیث گزر چکی ہے۔ اور کبھی ۱۳ رکعات بھی ادا کی جاسکتی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں موجود ہے۔ نیت دل کا فعل ہے اس کیلئے زبان سے ادائیگی نہیں کی جاتی۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زبان کے ساتھ نیت کرنا قطعا ثابت نہیں۔ ائمہ دین میں سے صرف امام شافعی کے متعلق آتا ہے کہ وہ جب نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو کہتے ہیں بِسْمِ اللّٰہِ مُوَجِّهًا لِبَیْتِ اللّٰہِ مُؤَدِّیًا لفرض اللہ (عزوجل) اللہ اکبر اللہ کے نام کے ساتھ بیت اللہ کی طرف منہ کرتے ہوئے اللہ کے فرض کی ادائیگی کے لئے شروع کرتا ہوں پھر اللہ اکبر کہتے ہیں۔ یہ بات ابو بکر محمد بن ابراہیم المعروف بابن المقری التوفی ۳۸۱ھ نے از ربیع از شافعی کی سند سے بیان کی ہے (المعجم لابن المقری ص ۱۲۱ رقم (۳۳۶) باقی کسی امام کے متعلق راقم کو معلوم نہیں کہ کسی صحیح سند کے ساتھ ان سے نماز کے لئے لفظی نیت کرنا کہیں ثابت ہو۔ کئی ایک ائمہ دین نے اسے بدعت سے تعبیر کیا ہے۔ واللہ اعلم

نماز وتر شروع میں بھی پڑھے جاسکتے ہیں۔ یعنی عشاء کی نماز کے ساتھ ہی اور اگر پچھلی رات بیدار ہونے کا معمول ہو تو رات کی آخری نماز وتر بنانا بہتر وافضل ہے۔ ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے وصیت کی ہے کہ میں مرتے دم تک تین چیزیں نہ چھوڑوں۔ ۱۔ سونے سے قبل وتر ادا کرنا۔ ۲۔ ہر ماہ کے تین روزے۔ ۳۔ اور جمعہ والے دن غسل کرنا (مسند احمد ۱۲/۴۱ (۷۱۳۸)) دوسری حدیث میں ہے کہ "اجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِكُمْ بِاللَّيْلِ وِتْرًا" (صحیح مسلم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ۱۵۱/۷۵۱) اپنی رات کی آخری نماز کو وتر بناؤ

اس بات کی تفصیل پہلے ہم نے الدعوۃ میں لکھ دی ہے کہ یہاں امر وجوب کے لئے نہیں استحباب کیلئے۔ لہٰذا درست دونوں طرح ہے افضلیت پچھلی رات میں ہے۔ سورۃ فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے اس کے علاوہ قرأت اختیاری ہے جتنی چاہے پڑھ لے کسی سورت کا تعین نہیں ہے۔

نماز میں خیالات کا علاج

س: نماز پڑھتے وقت مختلف قسم کے خیالات آتے ہیں ان سے کیسے نجات حاصل کی جائے میں بے حد کوشش کرتی ہوں کہ نہ آئیں لیکن یہ اس قدر تنگ کرتے ہیں کہ میں نماز بھول جاتی ہوں کہ آیا کس رکعت پر ہوں کس سجدے پر ہوں پہلے کیا پڑھا تھا۔ (نصرت منہاس۔ ضلع شیخوپورہ)

ج: عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول بلاشبہ شیطان میرے اور میری نماز اور قرات کے درمیان حائل ہو جاتا ہے وہ مجھ پر میری نماز و قرأت خلط ملط کر دیتا ہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ ذَاكَ شَيْطَانٌ يُقَالُ لَهُ خَنْزَبٌ فَإِذَا أَحْسَسْتَهُ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَاتْفِلْ عَلَى يَسَارِكَ ثَلَاثًا قَالَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَأَذْهَبَهُ اللّٰهُ عَنِّي وہ شیطان ہے جسے خنزب کہتے ہیں جب تم اسے محسوس کرو تو اس سے اللہ کی پناہ طلب کرو اور اپنی بائیں جانب تین بار تھوک دو۔ عثمان فرماتے ہیں میں نے ایسا کیا تو اللہ نے اس کو مجھ سے دور کر دیا۔ (صحیح مسلم مشکوۃ مع مرعاۃ ۱/۱۵۶ مسند احمد ۴/۲۱۶) لہٰذا اپنے وساوس دور کرنے کے لئے مذکورہ صورت پر عمل کرو اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہو۔

اذان کا جواب کیسے دیا جائے؟

س: جب اذان سنی جائے اور موذن اشھد ان محمد رسول اللہ پر آئے تو انگوٹھوں اور انگلیوں کو چوم کر آنکھوں پر لگانا ضروری ہے اور جب ساتھ ساتھ آہستگی سے سننے والا خود بھی کلمات دھراتا جائے اور حی علی الفلاح پر سامع لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتا ہے اور اذان ختم ہونے کے بعد درود ابراہیمی پڑھتا ہے یہی طریقہ ٹھیک ہے یا جو دعائی وی میں دکھاتے ہیں وہ بھی پڑھنی ضروری ہے۔ (نصرت منہاس۔ شیخوپورہ)

ج: رسول کریم ﷺ کی حدیث وسنت سے صرف یہ بات ثابت ہے کہ مؤذن جس طرح کلمات کہتا ہے اسی طرح کہے جائیں اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحو ولا قوۃ الا باللہ کہا جائے اور آخر میں درود اور اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ پڑھا جائے۔

رسول اللہ نے فرمایا: يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ (صحیح مسلم)

جب تم مؤذن کو سنو تو وہی کہو جو وہ کہتا ہے پھر مجھ پر درود پڑھو جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا اور اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس پر ۱۰ بار رحمت نازل کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگو وہ جنت میں ایک مقام ہے وہ اللہ کے بندوں میں سے کسی بندے کے لئے ہی مناسب ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں جس نے میرے لئے وسیلہ طلب کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو گئی۔ (صحیح مسلم ۱۲/۳۸۵ میں عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کا جواب لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہی بتایا گیا ہے۔ اور بخاری میں وسیلے والی دعا بھی موجود ہے لیکن اس میں الدرجۃ الرفیعۃ جیسے خود ساختہ الفاظ نہیں مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ اذان کا جواب سن کر وہی کلمات دہرانے ثابت ہیں کسی بھی حدیث صحیح میں اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگانا ثابت نہیں لوگوں نے اس کے لئے جعلی روایات پر اعتماد کیا ہوا ہے جو سراسر غلط اور ناجائز ہے۔

موجودہ دور میں بیعت کا کیا حکم ہے؟

س: کیا کسی بھی پیر کی بیعت ہونا ضروری ہے میں نے خود قرآن میں پڑھا ہے نبی اکرم ﷺ نے عورتوں سے بیعت لی۔ (واضح رہے کہ میرے پاس وہ قرآن ہے جو شاہ فہد نے خصوصی چھپوا کر بطور ہدیہ لوگوں میں تقسیم کیا ہے) تو کہنے کی بات یہ ہے کہ بیعت کیا ضروری ہے ہم لوگ تو کسی کی بیعت نہیں کرتے۔ (نصرت منہاس شیخوپورہ)

ج: کتاب وسنت سے نبی ﷺ اور نبی ﷺ کے خلیفہ وامیر کی بیعت ہی ثابت ہے لوگوں نے اب جو مختلف بیعت کے سلسلے شروع کئے ہوئے ہیں او ر اپنی پیری اور مریدی کا سکہ چمکایا ہوا ہے یہ سب فرقہ وارانہ بیعتیں ہیں ہر کسی نے لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا رکھا ہے ہر گدی نشین کا اپنا سلسلہ اور دین ہے ایسے لوگوں کی بیعت سے قطعا منسلک نہیں ہونا چاہیے۔ یہ امت مسلمہ کی تفریق کا ایک بہت بڑا سبب وذریعہ ہے۔ پھر آج کل تو مردوں کی نسبت عورتیں زیادہ اس چکر میں پھنس کر اپنی عزت وعصمت اور شرف وعفت کو پامال کر لیتی ہیں اپنے پیروں کے پاس بے حجاب وبے پردہ بیٹھتی اور ان کی ٹانگیں دباتی ہیں اور جب ایسے پیر شیطانی حرکتیں کرتے ہوئے پکڑے جاتے ہیں تو انہیں جعلی پیر بنا کر اخبارات کی زینت بنا دیا جاتا ہے یہ لوگوں کا مال بھی لوٹتے ہیں اور ایمان بھی برباد کر دیتے ہیں۔ لہٰذا اس پیری مریدی کے چکر سے الگ تھلگ رہ کر کتاب وسنت کی پیاری تعلیمات پر عمل پیرا رہیں۔

ریاض میں داعی خاندان المناک حادثے سے دوچار

ریاض (سعودی عرب) میں جماعۃ الدعوۃ شعبۂ خواتین کی مسئولہ اور دعوت وجہاد کی سرگرم ذمہ دار ام عدنان اپنے بیٹی، بیٹے، نواسی اور داماد کے ہمراہ حرم شریف میں اعتکاف کے لئے جا رہی تھیں کہ دوران سفر گاڑی کا ٹائر پھٹنے سے حادثہ پیش آ گیا جس میں ام عدنان، ان کی بیٹی، نواسی وفات پا گئیں جبکہ ان کے بیٹے اور داماد کو شدید چوٹیں آئیں ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین سے استدعا ہے کہ فوت شدگان کے لئے خصوصی طور پر مغفرت اور زخمیوں کے لئے صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔ ادارہ مجلۃ الدعوۃ، جماعۃ الدعوۃ سعودی عرب کے غم میں برابر کا شریک ہے اور صبر کی تلقین کرتا ہے۔

عقیدہ و منہج

پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ

قسط نمبر 12

پہلی آسمانی کتابوں اور قرآن پر ایمان

اللہ تعالی نے رشد وہدایت کے لئے اپنے رسولوں کو کتابوں اور صحیفوں کے ساتھ مبعوث کیا۔ چار کتابوں اور دو صحیفوں کا ذکر قرآن میں ہے اور ان کے علاوہ کتابوں کے ناموں کا ذکر نہیں کیا البتہ یہ فرمایا کہ رسولوں کو کتابیں دی گئیں چنانچہ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ نے حق کے ساتھ کتابیں نازل کیں جن کے ناموں کا ذکر ہے ان کے ناموں کے ساتھ ہم ان کتابوں کو مانتے ہیں اور جن کے ناموں کا ذکر نہیں' انہیں اللہ کے بیان کردہ حکم کے تحت مانتے ہیں قرآن میں ارشاد ہے۔"

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ

ہم نے یقیناً رسولوں کو روشن دلائل کے ساتھ بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتابوں کو نازل کیا اور انہیں عدل کا ترازو دیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں" (سورہ الحدید ۲۵)

اسی طرح فرمایا

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ

یعنی پہلے تو لوگ ایک ہی امت تھے پھر اللہ نے خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے نبیوں کو مبعوث کیا اور ان کے ساتھ کتابوں کو نازل کیا تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان چیزوں میں فیصلہ کر دے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ (البقرہ ۲۱۳)

ان آیات سے دو چیزیں واضح ہوتی ہیں' ایک یہ کہ اللہ نے رسولوں کے ساتھ کتابیں نازل کی ہیں اور دوسرے یہ کہ کتابوں کا مقصد انسانوں کو حق پر قائم کرنا اور جن چیزوں میں انسانوں اور قوموں نے اختلاف کیا ان کا فیصلہ کر کے حقیقت کو واضح کرنا ہے۔ گویا کہ دونوں چیزوں پر ایمان ہونا چاہئے کتابوں کے منزل من اللہ ہونے پر اور اس بات پر کہ وحی کے ذریعے نازل ہونے والی کتابیں انسانی ذہن اور ان کے علم و تجربہ سے پیدا ہونے والے اختلاف کا فیصلہ کرنے والی ہیں۔ ان کے فیصلے کو مان کر ہی لوگ حق پر قائم ہو سکتے ہیں اور مومن بن سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کائنات کے ظاہری اور غیبی حقائق کے بارے میں انسانوں نے اپنے علوم اور تجربات سے بہت سے نظریات قائم کئے۔ یہ اختلاف قدیم ادوار سے چلا آ رہا ہے۔ اللہ کی ذات اس کی صفات اور اس کے افعال کے بارے میں اور کائنات کا اللہ سے کیا رشتہ ہے وغیرہ کے سلسلہ میں لوگوں نے مختلف آراء قائم کیں۔ کائنات کے اندر سورج چاند اور زمین و آسمان ہر چیز کے بارے میں اختلافی نقطہ ہائے نظر رکھے اور ان کو بیان کیا۔ قوموں نے مذہبی پیشواؤں اور ماہرین علم فن سے متاثر ہو کر عقیدے رکھے کہ سورج' چاند خدا ہیں۔ حجر و شجر اور

> قرآن کے کلمات' آیات سورتیں اور ترتیب سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اور محفوظ ہے اس کا ایک ایک لفظ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے اس میں رسول اللہ ﷺ یا بعد میں کسی نے کوئی اضافہ یا کمی نہیں کی

زندہ و مردہ بہت سی مخلوقات کو خدا کہہ دیا۔ ہر دور میں الگ الگ خدا بنالئے اور ان کی پرستش پر دین قائم کئے۔

کچھ لوگوں نے شرکیہ نظریات کے لئے اس بات کو دلیل بنایا کہ ہمارے بڑے مانتے ہیں اس لئے ہم بھی مانتے ہیں۔ انہوں نے مشرکانہ عقائد کے قدیم ہونے کو دلیل مان لیا۔ حالانکہ قرآن بیان کر رہا ہے کہ انسانی تاریخ کی ابتداء میں توحید کے مسئلے پر اختلاف نہیں تھا۔ سب لوگ ایک اللہ کو رب اور معبود مانتے تھے۔ شرک نہیں تھا۔ سب انسان توحید پر ایک امت تھے بعد میں شرکیہ نظریات آئے جن کی وجہ سے ایک امت کا وجود باقی نہیں رہا۔ انسانوں کے گروہ اور فرقے بن گئے اور ہر کسی نے اپنا اپنا معبود بنالیا۔ پیش کردہ قرآنی آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ توحید سے انسان ایک امت بنتے ہیں اور شرک سے قوموں اور قومیتوں میں بکھر جاتے ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ کو ایک ماننا سب سے بڑا عدل ہے اور اسی سے دنیا میں عدل قائم ہوتا ہے۔ شرک سب سے بڑا ظلم ہے اسی سے دنیا میں ظلم جاری ہوتا ہے اور فساد برپا ہوتا ہے۔

اللہ نے اپنے رسولوں اور کتابوں کو بھیج کر ہر قسم کے شرک کی نفی کی اور واضح کیا کہ اللہ ایک ہے وہی سب کا خالق و رب ہے اسی کی عبادت ہونی چاہئے۔ اللہ اور کائنات کا رشتہ خالق و مخلوق کا ہے۔ تمام رسولوں اور کتابوں نے بنیادی اختلاف کو ختم کر کے انسانوں کو اللہ کی توحید پر جمع کیا اور سب کو اللہ کی عبادت پر قائم کیا۔ اور اسی دعوت سے تمام انسانی مسائل کو حل کیا اگر آج دنیا کے ہر خطے میں ایک اللہ کو معبود مانا جاتا ہے' سورج' چاند' ستاروں اور زمین و آسمان اور جمادات و حیوانات کو اللہ کی مخلوق تسلیم کیا جاتا ہے تو یہ اللہ کی نازل کردہ کتابوں کا پھیلایا ہوا علم ہے اور اللہ کے رسولوں کی دعوت کی محنت ہے۔ اس کے برعکس اگر بہت سے نظریات و عقائد دنیا میں مانے جاتے ہیں اور مظاہر پرستی اور شرک والحاد قوموں اور علاقوں میں موجود ہیں تو یہ رسولوں کی مخالفت اور اللہ کی کتابوں سے انحراف کا نتیجہ ہیں۔

قرآن نے دو صحیفوں اور چار آسمانی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔

تورات: یہ کتاب موسی علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ سورہ الفرقان میں فرمایا "وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا

یعنی "ہم نے موسی علیہ السلام کو کتاب دی اور ہارون علیہ السلام جو ان کے بھائی تھے' کو ان کا ساتھی بنادیا"

سورہ المائدہ میں فرمایا کہ "بے شک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔ انبیاء بنی سرائیل جو اللہ کے فرمانبردار تھے اس کے مطابق یہودیوں کو حکم دیتے اور مشائخ اور علماء بھی کیونکہ انہیں اللہ کی کتاب کا نگہبان مقرر کیا گیا تھا اور وہ اس کی صداقت پر گواہ تھے۔" (المائدہ ۴۴)

سورہ اعراف میں فرمایا "اور ہم نے موسیٰ کیلئے تورات کی تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت اور تفصیل لکھ دی تھی تو ہم نے موسی سے کہا کہ ان تختیوں کو قوت سے تھام لیجئے اور اپنی قوم کو حکم دیجئے کہ اس کی اچھی چیزوں کو لے لیں" (الاعراف ۱۴۵)

(۲) زبور: داؤد علیہ السلام کو زبور دی گئی۔ فرمایا

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا

یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور عنایت کی" (اسراء ۵۵)

۳۔ انجیل: عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب کا نام انجیل ہے سورہ الحدید میں ہے "پھر ان کے پہلے انہی کے قدموں پر اور پیغمبر بھیجے اور ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور انہیں انجیل عنایت کی" (الحدید۔ ۲۷)

(۴) سب سے آخر میں قرآن نازل ہوا۔ جیسے محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی آمد کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا ایسے ہی قرآن آخری آسمانی کتاب ہے۔

(۵) صحیفے: قرآن نے دو صحیفوں کا ذکر کیا۔ سورہ الاعلیٰ میں ہے "یقیناً یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں" (الاعلیٰ ۱۹)

ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہر دور میں اللہ نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے ہدایت نامے بھیجے لیکن جب اللہ نے چاہا انہیں بدل دیا اور ان کی جگہ نئی ہدایات جاری کر دیں۔ اس میں بندوں کا امتحان ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کے مطیع ہیں یا اپنے نفس کے پیچھے چلنے والے ہیں

پہلی کتابیں مخصوص امتوں اور محدود وقت تک کے لئے تھیں جیسا کہ تورات اور انجیل بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے تھیں جبکہ قرآن کو ھدی للناس یعنی تمام انسانوں کے لئے ہدایت کہا گیا ہے۔ اور یہ ہر دور کے ہر مسئلہ کا احاطہ کرنے والا، رحمت، شفاء اور نور ہے

پہلی آسمانی کتابوں پر ایمان کی حقیقت

جن کتابوں کا ذکر اللہ نے قرآن میں کر دیا ہے ہم ان پر اسی طرح ایمان لاتے ہیں اور مطلقاً یہ بھی مانتے ہیں کہ رسولوں کے ساتھ کتابیں نازل ہوئیں لیکن جن کے نام کا ذکر نہیں کیا۔ ہم بھی نہیں کرتے۔ یہ ایمان کا مسئلہ ہے۔ محض تاریخی معلومات اور قیاسی چیزوں سے کسی کتاب کو آسمانی یا الہامی نہیں مانا جاسکتا۔ دعوے اگرچہ بہت ہیں ہندوؤں کی مذہبی کتب کو الہامی کہا گیا اور تورات اور انجیل کے بارے میں مختلف نسخوں کو آسمانی الہامی بنانے کی کوشش کی گئی لیکن مسلمان اللہ اور اس کے رسول کے بیان کردہ احکام کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہی ایمان کی بنیاد ہے۔

قرآن نے پہلی کتابوں کے بارے میں دو چیزیں صراحت کے ساتھ بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ تورات اور انجیل اور زبور اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں اور انبیاء کا بھی تعین کر دیا کہ موسیٰ، عیسیٰ اور داؤد علیہ السلام پر یہ کتابیں نازل کی گئیں اور دوسرے یہ بھی واضح کیا کہ یہود ونصاریٰ نے ان کتابوں میں تحریف کی اور بہت کچھ اپنی طرف سے ان میں شامل کر دیا۔ ہم ان دونوں چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں ان کتابوں کے منزل من اللہ ہونے پر ایمان لاتے ہیں اور یہ بھی ایمان رکھتے ہیں کہ یہ کتابیں تحریف شدہ ہیں اور منسوخ ہیں۔

آسمانی کتابوں کے موضوعات اور ان کے درمیان ہم آہنگی

تمام آسمانی کتابوں کا موضوع انسانوں کو ہدایت کی طرف دعوت دینا ہے۔ انہیں سمجھانا ہے کہ اللہ ہی خالق ومالک ہے، وہی کائنات کی تدبیر کرتا ہے۔ نظام چلاتا ہے۔ اللہ کی ذات اس کی صفات اور افعال میں کوئی اللہ کا شریک نہیں ہے۔ انسانوں کو چاہئے کہ وہ ایک اللہ کی عبادت کریں اور عبادت میں کسی کو اللہ کا شریک نہ بنائیں گویا کہ توحید تمام کتب کا موضوع ہے۔ اسی طرح امور شریعت بھی کتابوں کے اندر بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً تورات میں قصاص کا قانون بیان ہوا ہے۔ سورہ المائدہ میں ہے۔

"وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ المائدہ ۴۵)

یہ قانون قرآن میں بھی ہے اور تورات میں بھی' قصاص کے قانون کو اسی طرح بیان کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ جان کے بدلے جان لی جائے گی اور عضو کے بدلے عضو کو کاٹا جائے گا۔ دیگر موضوعات میں بھی ہم آہنگی ہے مثلاً اصحاب محمد ﷺ کے اوصاف تورات اور انجیل میں بھی بیان ہوئے تھے۔ فرمایا

"ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ

یعنی ان کے (صحابہ کے) یہی اوصاف تورات میں بھی ہیں اور انجیل میں بھی۔ (الفتح ۲۹)

جس طرح قرآن میں صحابہ کی خوبیاں بیان کی گئیں اسی طرح تورات وانجیل میں اصحاب محمد ﷺ کی وہی خوبیاں بیان کی گئیں۔ ایک اور موضوع کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا اور اس سے حساب لیا جائے گا۔ اس کے مطابق جزاوسزا ہوگی۔ یہ الہامی کتابوں کا اہم موضوع ہے۔ قرآن میں صحف ابراہیم وموسیٰ کے حوالے سے فرمایا:

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ(۳۶) وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ(۳۷) أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ(۳۸) وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ(۳۹) وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ(۴۰) ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ

کیا اسے ان مضامین کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں اور جو اللہ کے وفادار بندے ابراہیم کے صحیفوں میں ہیں کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور انسان کو وہی ملے گا جس کی اس نے کوشش کی۔ اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (النجم ۳۶ تا ۴۱)

آسمانی کتابیں ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں۔ انجیل کے بارے میں فرمایا

"وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ (المائدہ ۴۷)

یعنی ان پیغمبروں کے بعد انہی کی قوموں پر ہم نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب توراۃ کی تصدیق کرتے تھے اور انہیں انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔ یہ انجیل تصدیق کرنے والی تھی تورات کی جو اس سے پہلے تھی اور ہدایت اور نصیحت تھی متقین کیلئے۔

قرآن کے بارے میں بھی فرمایا کہ وہ تمام پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔

"وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ"

یعنی (اے پیغمبر) ہم نے آپ پر سچائی کے ساتھ کتاب نازل کی جو اپنی سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی محافظ ہے۔ (المائدہ ۴۸)

گویا کہ تمام آسمانی کتابوں میں توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد ایک ہی طرح بیان ہوئے ہیں۔ اخلاقیات میں بھی ہم آہنگ اور بعد میں آنے والی کتاب پہلی کی تصدیق کرنے والی تھی جیسے کہ انجیل نے توراۃ کی تصدیق کی اور قرآن نے توراۃ، انجیل، زبور اور صحیفوں کی تصدیق کی۔ لیکن یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جہاں قرآن نے ان کتابوں کی تصدیق کی وہاں یہ بھی واضح کیا ہے کہ پہلی کتابوں میں تحریف ہوئی ہے اور تحریفات کے ساتھ کلمات اور مفاہیم بدل دیئے گئے ہیں۔ قرآن کتابوں کی تصدیق تو کرتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں لیکن تحریفات کی خبر دے کر ان کی حیثیت کو بھی متعین کر دیتا ہے جیسا کہ یہود نے عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا تو قرآن نے ان کے جرم کو نمایاں طور پر بیان کیا اور اصلاح کی۔

قرآن حکیم کے امتیازات

۱۔ قرآن آخری الہامی کتاب ہے جو تمام الہامی کتب سابقہ کی تعلیمات کو محفوظ کرنے والی ہے۔ جن چیزوں کو قرآن نے پہلی امتوں اور کتابوں کے حوالے سے بیان کر دیا انہیں تسلیم کرنا چاہئے کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں کیونکہ انسانوں کے پاس کوئی دوسرا ذریعہ نہیں جسے قطعیت کے ساتھ مانا جائے بجز قرآن کے۔ قرآن نے جن چیزوں کی تصدیق کر دی انہیں درست مانا جائے گا اور جن کی تردید کر دی ان کا انکار کیا جائے گا۔ سورۃ المائدہ میں فرمایا کہ "(اے پیغمبر) ہم نے آپ پر سچائی کے ساتھ کتاب نازل کی جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی محافظ ہے تو (اے پیغمبر) جو حکم اللہ نے نازل کر دیا اس کے مطابق آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیجئے اور جو حق بات آپ کے پاس آ چکی ہے اسے چھوڑ کر لوگوں کے خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے۔" (المائدہ ۴۸)

۲۔ قرآن ناسخ ہے جبکہ پہلی تمام کتابیں منسوخ ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ ہر دور میں اللہ نے انسانوں کی راہنمائی کے لئے ہدایت نامے بھیجے لیکن اللہ نے جب چاہا انہیں بدل دیا اور ان کی جگہ نئی ہدایات نازل کر دیں۔ تورات کے بعض احکام کو انجیل میں منسوخ کر دیا گیا۔ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت اس وجہ سے بھی کی کہ ہمارے مذہب کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ بدل رہے ہیں۔ اب یہی مخالفت یہود و نصاریٰ مسلمانوں کی کر رہے ہیں جبکہ اللہ کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور جب چاہتا ہے بدل دیتا ہے۔ اس میں بندوں کا امتحان ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کی اطاعت کرنے والے ہیں یا اپنی پسند کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ ایک شریعت میں احکام کو منسوخ کرنے اور پوری شریعت کی جگہ دوسری شریعت کو لانے میں اللہ کی یہ بڑی حکمت نظر آتی ہے۔ اس اعتبار سے ہمارا ایمان ہے کہ قرآن اللہ کی آخری ناسخ کتاب ہے اور پہلی تمام کتابیں منسوخ ہیں۔ ان پر ہمارا ایمان ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں لیکن قرآن پر ایمان و عمل کے ساتھ قرآن کا ہی اتباع کریں گے اور قرآن کو ہی معیار حق مانیں گے۔

پہلی کتابوں میں کافی عرصہ کے بعد حالات وواقعات اور احبار کے قصوں کو ان میں شامل کر دیا گیا ہے جبکہ قرآن میں ایسی چیز نہیں ملے گی۔ تورات وانجیل کے نسخوں میں باہمی اختلاف ہے اور ان کی زبانیں تک ختم ہو چکی ہیں جبکہ قرآن مجید نازل ہونے سے لے کر اب تک ایک ہی نسخے کی نقل ہے

۳۔ قرآن کے کلمات، آیات، سورتیں اور ترتیب سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اور محفوظ ہے اس کا ایک ایک لفظ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ پورا اللہ کا کلام ہے اس میں رسول اللہ ﷺ یا بعد میں کسی نے اپنی طرف سے کوئی اضافہ یا کمی نہیں کی اللہ نے جبریل امین کے ذریعے خاتم النبیین محمد ﷺ پر نازل کیا ہے۔ سورہ الشعراء میں ہے "یہ قرآن رب العالمین کی جانب سے نازل کردہ ہے۔ اسے روح الامین (جبریل) نے اتارا ہے آپ کے دل پر تاکہ آپ، لوگوں کو اللہ سے ڈرانے والوں میں شامل ہو جائیں۔" (الشعراء ۱۹۲، ۱۹۴)

پہلی کتابوں کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ حالت میں موجود ہیں جبکہ قرآن آج بھی اسی حالت میں ہے جس میں نازل ہوا تھا۔ پہلی کتابوں کے اصل نسخے ضائع ہو چکے ہیں جو کچھ موجود ہے وہ تراجم ہیں۔ یہ قرآن کا کمال ہے کہ اس نے عربی زبان کو بھی محفوظ رکھا ہے جبکہ تورات وانجیل کی اصلی زبانیں بھی باقی نہیں رہیں۔ قرآن کے الفاظ کے ساتھ اس کا وہ مفہوم جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا تھا۔ قرآن کی زبان قرآن کے کلمات اور قرآن کی دلالت سب کچھ محفوظ ہے جبکہ پہلی کتابوں میں بہت کچھ بعد میں شامل ہو گیا۔ ان پر اعتماد کی کوئی بنیاد باقی نہیں رہ گئی۔

پہلی کتابوں میں اللہ کا کلام اور بندوں کا کلام خلط ہو گیا ہے۔ ان میں تفسیر و تاریخ اور انبیاء کے شاگردوں کی سیرتیں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ ان امتوں کے فقہاء کے علمی استدلال بھی پہلی کتابوں میں ملیں گے جبکہ قرآن میں ایسا نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ تمام چیزیں کتاب میں کتاب سے منسوب نبی پر نازل ہوئی تھیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تورات کے نازل ہونے کے کافی عرصہ بعد کے حالات وواقعات اور احبار کے قصوں کو اس میں شامل کر دیا گیا۔ اسی طرح انجیل میں بھی بعد کی چیزیں شامل کر دی گئی ہیں۔ قرآن میں ایسی کوئی چیز نہیں ملے گی۔ معروف انجیلیں چار ہیں اور چاروں مختلف ہیں۔ اسی طرح تورات کے نسخے متعدد ہیں ان نسخوں میں فرق ہے جبکہ قرآن نازل ہونے سے لے کر اب تک ایک ہی نسخے کی نقل ہے، اس میں تحریف کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔

(۴) قرآن کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ بنی نوع انسان کے لئے ہدایت ہے۔ پہلی کتابیں مخصوص امتوں اور محدود وقتوں کے لئے آئی تھیں جیسا کہ تورات اور انجیل بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے تھیں جبکہ قرآن کو "ھدًی للناس" یعنی تمام انسانوں کیلئے ہدایت کہا گیا ہے۔

قرآن کا یہ امتیاز بھی ہے کہ یہ رشد و ہدایت کی جامع کتاب ہے۔ ہر دور میں پیش آمدہ مسائل کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ نور ہے باعث خیر و برکت ہے اور رحمت و شفاء ہے۔ اس میں ترغیب بھی ہے اور ترہیب بھی۔ انبیاء وامم کے قصے بھی ہیں اور آخرت کا بیان بھی۔

مرکز طیبہ مرید کے میں پلاٹ خریدنے کے خواہش مند حضرات متوجہ ہوں

طیبہ کالونی فیز i، ii میں 5,10 مرلہ اور ایک کنال کے رہائشی پلاٹس دستیاب ہیں۔ نیز ریزی سیل رہائش و کمرشل پلاٹ خریدنے کے لئے رابطہ کریں۔ مسجد ام القریٰ کے نزدیک پلاٹس اور تعمیر شدہ رہائشی مکان فروخت کے لئے موجود ہیں۔ خواہش مند حضرات فوری رابطہ کریں۔ کم آمدنی والے حضرات کے لئے آسان اقساط میں پلاٹ خریدنے کی سہولت موجود ہے۔

رابطہ: محمد خالد، عبدالمجید مرکز طیبہ مرید کے

Ph:042-7990779-0303-6432247

7910897-7922393

بچپن کے نکاح کا مسئلہ

س: میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کنیز فاطمہ ولد ملک مہر خان کا نکاح اس کی ۹ سا کی عمر میں شیر محمد ولد رمضان سے کردیا تھا۔ جس کا اس وقت تو کوئی عملی اندراج نہیں ہوا تھا۔ نکاح کے ۶ ماہ بعد شیر محمد ولد رمضان نے دوسری شادی کرلی جس وقت کہ میری بچی کی عمر ابھی ساڑھے ۹ سال تھی۔ اب میری بچی کی عمر تقریباً ۱۸ سال ہوچکی ہے اور میری بیٹی شیر محمد سے شادی کرنے پر ہرگز رضامند نہیں ہے۔ میں پریشانی کی حالت میں ہوں۔ میں نے کافی علماء سے رجوع کیا تو انہوں نے بتایا کہ بچی اپنی مرضی سے نکاح کرسکتی ہے اور پہلا نکاح ختم ہوگیا ہے براہ مہربانی اس بارے میں مجھے آپ کا فتوی درکار ہے تاکہ میں اپنی بچی کی شادی کرسکوں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی

ملک مہر خان

ج: الجواب بعون الوہاب ومنہ الصدق والصواب والیہ المرجع والمآب ہے

صورت مسئولہ میں لڑکی کو نکاح رد کرنے کا اختیار ہے کیونکہ شریعت اسلامیہ میں بچی کا نکاح کیا جاسکتا ہے اور بچپن کا کیا ہوا نکاح اگر لڑکی رد کردے تو اسے اختیار دیا جائے گا جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راویت ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جَارِيَةً بِكْرًا أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بلاشبہ ایک کنواری لڑکی نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اس نے بیان کیا کہ اس کے باپ نے اس کی شادی کردی ہے اور وہ اس کو ناپسند کرتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے لڑکی کو اختیار دے دیا۔ یعنی چاہے تو اس نکاح کو بحال رکھے یا رد کردے۔

(مسند احمد ۴/۲۷۵ رقم (۲۴۶۹) ط جدید ابوداؤد رقم (۲۰۹۶) ابن ماجہ رقم (۱۸۷۵) السنن الکبری للنسائی (۵۳۸۷) مسند ابی یعلی (۲۵۲۶) طحاوی ۴/۵/۳۶۵ سنن الدار قطنی ۳/۲۳۴، ۲۳۵ بیہقی ۷/۱۱۷) یہ حدیث مرفوعا اور مرسلا ہر دو طرح مروی ہے اور صحیح ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری شرح صحیح البخاری ۹/۱۹۶ "الجوہر النقی" لابن الترکمانی ۷/۱۱۷ نصب الرایہ ۳/۱۹۰

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر لڑکی اپنے کئے ہوئے نکاح کو رد کردے تو یہ اس کو شرعا حق حاصل ہے اس کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا شارحین حدیث نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ لڑکی کو اس کا ولی زبردستی نکاح پر مجبور نہیں کرسکتا جب ولی جبر نہیں کرسکتا تو دوسرے کسی شخص کو یہ حق کیسے دیا جاسکتا ہے۔

لہٰذا ملک مہر خان کی صاحب زادی کو یہ شرعی طور پر حق حاصل ہے کہ وہ اگر اس نکاح کو رد کرنا چاہتی ہے تو رد کردے اس میں کوئی شرعی طور پر پیچیدگی نہیں اور قانونی مشکل پہلے سے ہی موجود نہیں۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واکمل

خلع کے بعد نکاح یا رجوع؟

س: تقریباً گیارہ ماہ قبل میرے شوہر نے مجھے پہلی طلاق دی۔ پھر اس کے ایک ہفتہ کے بعد میرے مطالبے پر دوسری طلاق دی اس کے بعد میرے شوہر نے رجوع کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میں نے شوہر کے تیسری بار طلاق دینے سے انکار پر عدالت میں خلع کا دعوی دائر کردیا۔ جس کے جواب میں ۱۵ مئی کو عدالت نے خلع کروادیا جس کے بدلے میں نان نفقے سے دستبردار ہوگئی۔ اب میرے شوہر پھر رجوع کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ لہٰذا اس میں شرعی رہنمائی درکار ہے جزاکم اللہ

(ایک سائلہ)

ج: الجواب باسم ملھم الصواب والیہ المرجع والمآب

صورت مسئولہ میں دو طلاقیں تو وقفہ بعد وقفہ واقع ہوچکی ہیں جن میں مرد کو دوران عدت رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اور عدت گزر جانے پر از سر نو نکاح کرکے اپنا گھر آباد کرسکتے ہیں دو طلاقوں کے بعد اگر عورت خلع کی ڈگری حاصل کرلے تو راجح موقف کی رو سے چونکہ خلع فسخ نکاح ہے جیسا کہ راقم کی کتاب "آپ کے مسائل اور ان کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں جلد اول میں مفصل فتوی موجود ہے۔ اسی طرح کا مسئلہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی کہا کہ خلع طلاق نہیں ہے۔ تفسیر ابن کثیر ۱/۳۶۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت میں ہے کہ "عن عبداللہ بن عباس ان ابراھیم بن سعد بن ابی وقاص سالہ قال: رجل طلق امراتہ تطلیقتین ثم اختلعت منہ ایتزوجھا؟ قال نعم لیس الخلع بطلاق ذکر اللہ الطلاق فی اول الآیۃ واخرھا والخلع فیما بین ذلک فلیس الخلع بشئ ثم قرأ الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وقرأ (فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ"

ابراہیم بن سعد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا ایک آدمی نے اپنی اہلیہ کو دو طلاقیں دیں پھر عورت نے مرد سے خلع لے لیا کیا اب مرد اس عورت سے شادی کرسکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں خلع طلاق نہیں اللہ تعالی نے آیت کی ابتداء اور آخر میں طلاق کا ذکر کیا ہے اور خلع ان کے درمیان بیان کیا خلع کوئی ایسی چیز نہیں جو اب نکاح سے مانع ہو پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ الطلاق مرتان اس کے بعد فان طلقھا تلاوت کی ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بیان سے واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ نے پہلی دو طلاقوں کا ذکر کیا پھر آگے جاکر تیسری طلاق کے بعد حرمت کا ذکر کیا اور خلع ان کے درمیان میں بیان کیا اگر خلع طلاق ہوتی تو تین کی بجائے چار طلاقیں بن جاتیں جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ لہٰذا خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں۔ اس کے بعد امام ابن کثیر فرماتے ہیں " ھو روایۃ عن امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وابن عمر وھو قول طاؤس وعکرمۃ وبہ یقول احمد بن حنبل واسحاق بن راھویہ وابو ثور وداود بن علی الظاھری وھو مذھب الشافعی فی القدیم وھو ظاھر الآیۃ الکریمہ

یہی روایت امیر المومنین عثمان بن عفان اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے ہے اور طاؤس، عکرمہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، ابو ثور، داؤد ظاہری کا بھی یہی قول ہے اور امام شافعی کا قدیم مذہب بھی یہی ہے اور قرآن حکیم کی آیت کریمہ سے بھی یہی بات ظاہر ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں از

سر نو نکاح کر کے گھر آباد کیا جا سکتا ہے اور ابن عباس' ابن عمر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اور فقہاء محدثین اور محققین اسلام کا یہی فتویٰ و تحقیق ہے۔ واللہ اعلم بالصواب وعلمہ واتم واکمل

بری اور پراگندہ خوابوں کا مسئلہ

س: مجھے بری اور گندی خوابیں آتی ہیں جن کی وجہ سے میں بہت زیادہ پریشان ہوں آپ اچھے طریقے سے میرے مسئلے کا حل پیش کر دیں شکریہ۔ (جہانگیر۔ ہارون آباد)

ج: برے اور گندے خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے اور ایسا خواب کسی سے بیان نہ کریں اس سے کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا۔

ابو سلمہ کہتے ہیں "كُنْتُ أَرَى الرُّؤْيَا أُعْرَى مِنْهَا غَيْرَ أَنِّي لَا أُزَمَّلُ حَتَّى لَقِيتُ أَبَا قَتَادَةَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الرُّؤْيَا مِنَ اللَّهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا حَلَمَ أَحَدُكُمْ حُلْمًا يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ"
(صحیح مسلم کتاب الرؤیا(۲۲۶۱) صحیح البخاری ۳۲۹۲)

میں خواب دیکھتا تو مجھے بخار جیسی کیفیت ہو جاتی مگر میں کپڑا نہیں اوڑھتا یہاں تک کہ میری ملاقات ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان سے یہ بات ذکر کی انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے۔ جب بھی تم میں سے کسی کو برا خواب آئے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو اپنی بائیں طرف تین مرتبہ تھوک ڈالے اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے یہ خواب اسے ہرگز نقصان نہیں دے گا۔

ولا یخبر بھا احداً فان رأی رُؤیاً حسنة فلیبشر ولا یخبر الا من یحب (صحیح مسلم (۲۲۶۱) یہ خواب کسی سے بیان نہ کرے اگر اچھا خواب دیکھے تو خوش ہو جائے اور صرف اسے بتائے جس کے ساتھ محبت ہو۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:
إِذَا رَأَى أَحَدُكُمُ الرُّؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثًا وَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ ثَلَاثًا وَلْيَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ (صحیح مسلم ۵/۲۲۶۲)

جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہو تو اپنی بائیں جانب تین مرتبہ تھوک ڈالے اور شیطان مردود سے اللہ کی تین مرتبہ پناہ طلب کرے اور جس پہلو پر لیٹا ہوا تھا اسے بدل ڈالے۔ ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ "فَإِنْ رَأَى أَحَدُكُمْ مَا يَكْرَهُ فَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُحَدِّثْ بِهَا النَّاسَ
(صحیح مسلم ۶/۲۲۶۳ صحیح البخاری (۷۰۱۷)

اگر تم میں سے کوئی آدمی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو وہ اٹھ جائے اور نماز پڑھے اور لوگوں سے یہ خواب بیان نہ کرے۔

اور سوتے وقت یہ دعا پڑھ لیا کریں۔
"أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ وَشَرِّ عِبَادِهِ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَنْ يَحْضُرُونِ"
(مسند احمد ۴/۵۷ ،۶/۶ الموطا للمالک ۷۲۴)

میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں اس کے غضب سے اور اس کی سزا سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیاطین کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ پراگندہ اور گندے خیالات و وساوس اور خواب شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں جس کو ایسے خواب آئیں وہ پہلو بدلے اور تین بار تھوک دے اور اعوذ باللہ تین مرتبہ پڑھے۔ اٹھ کر نماز ادا کرے اور کسی کو ایسا خواب نہ بتائے۔ جو شخص اس نبوی نسخہ پر عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ایسی پریشانی دور کر دے گا۔

نماز تہجد کا وقت اور رکعات

س: نماز تہجد ہاٹ لائن ہے کہا جاتا ہے یہ کس وقت پڑھی جاتی ہے اس کا صحیح وقت کیا ہے؟ کیا اندھیرے میں بیٹھ کر پڑھنا ضروری ہے اس میں کتنے نوافل ہوتے ہیں' نیت کسے کہتے ہیں وتر شروع میں پڑھنے ہیں یا آخر میں اور ہر رکعت میں کتنی دفعہ سورۃ اخلاص پڑھنی ہے۔ (نصرت منہاس مقام رسالہ چک نمبر ۴ ڈاکخانہ خاص تحصیل وضلع شیخوپورہ)

ج: نماز تہجد انسان کے نفس کو سنوارنے کا مضبوط طریقہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے "إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا(المزمل:۶) بے شک رات کا اٹھنا نفس کو کچلنے میں بہت مضبوط اور بات کیلئے بہت درست ہے۔ لہٰذا اسے ہاٹ لائن نہیں بلکہ سٹریٹ لائن کہا جائے یعنی اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کا سیدھا راستہ ہے۔ اور اس کی ادائیگی کا وقت نماز عشاء کے بعد سے لے کر صبح تک ہے صحیح مسلم ۱/۲۵۴) میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِي يَدْعُو النَّاسُ الْعَتَمَةَ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ

رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے اور ہر دو رکعتوں کے درمیان سلام پھیرتے اور ایک وتر ادا کر لیتے۔ عشاء کی نماز کو لوگ عتمہ بھی کہتے ہیں۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد کا وقت عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور صبح کی نماز سے پہلے تک رہتا ہے آدمی رات کے جس حصے میں اٹھے تہجد پڑھ لے۔ عام طور پر نبی ﷺ گیارہ رکعات ہی پڑھتے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تہجد کے لئے سو کر اٹھنا ضروری ہے لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ "تہجد" الفاظ اضداد میں سے ہے جس میں سونے اور جاگنے دونوں کے معنی پائے جاتے ہیں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رقمطراز ہیں "صاحب قاموس نے لکھا ہے ھجد ھجودا (ثلاثی مجرد) اور تہجد (باب تفعل) سو گیا اور بیدار ہو گیا دونوں معنی کیلئے مستعمل ہے لغات اضداد میں سے ہے ھجد تھجیدا (باب تفعیل) بیدار کر دیا اور سلا دیا یہ بھی اضداد میں سے ہے اھجد (باب افعال) ھجد کی طرح سو گیا اور سلا دیا (لازم بھی ہے اور متعدی بھی) حاصل بیان یہ ہے کہ جیم کی تشدید اگر (سلب ماخذ اور) ازالہ کیلئے قرار دی جائے تو نیند کو زائد کرنا اور بیدار ہونا مراد ہوگا اور اگر متعدی بنانے کیلئے قرار دی جائے تو سلا دینے کا معنی ہوگا۔ بغوی نے لکھا ہے تہجد جب بیدار ہو جانے کو کہتے ہیں تو یہ سونے کے بعد ہی ہوگا رات بھر جاگتے رہنے اور نمازیں پڑھنے کو تہجد نہیں کہا جائے گا میں کہتا ہوں (قاضی ثناء اللہ پانی پتی) جب تہجد سے مراد ہے نماز کے لئے نیند کو ترک کرنا تو اس کی تینوں صورتیں ہو سکتی ہیں بالکل رات کو نہ سونا اور نماز پڑھتے رہنا۔ شروع رات میں بیدار رہ کر نماز پڑھنا' سو جانا اور پھر بیدار ہو کر نماز پڑھنا مؤخر الذکر صورت کی کوئی تخصیص نہیں۔ (تفسیر مظہری اردو ۷/۱۱۳)

نیز دیکھیں انوار البیان فی حل لغات القرآن ۲/۱۶۱ مطبوعہ مکتبہ سید احمد شہید لاہور معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحب ۵/۵۱۵' ۵۱۶) الغریبین فی القرآن الحدیث از علامہ ابو عبید احمد بن محمد الھروی ۶/۱۹۱۲ مجمع بحار الانوار از علامہ محمد طاہر پٹنی ۵/۱۴۴ مختار الصحاح از محمد بن ابی بکر الرازی الحنفی ۱/۳۹۷ الصحاح از ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوھری ۲/۱۷۶

مذکورہ بالا توضیح سے معلوم ہوا کہ تہجد کے لئے سونا شرط نہیں بلکہ اس نماز کے لئے مطلقاً ترک نوم کو کہتے ہیں۔ خواہ نماز کی خاطر نیند رات کے ابتدائی حصہ میں ترک کرے یا رات کے پچھلے حصے میں نیز نماز کی ادائیگی کے لئے اندھیرا یا روشنی کوئی شرط نہیں چاہے تو لائٹ جلا کر ادا کریں چاہے تو اندھیرے میں ہی پڑھ لیں کھڑے ہو کر نماز نفل ادا کریں گے تو پورا ثواب ملے گا بیٹھ کر پڑھیں گے تو آدھا ثواب ملے گا۔ عام طور پر اس کی

باقی صفحہ 31 پر

قسط نمبر 61

درس القرآن

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۂ یونس کی تشریح وتفسیر

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتے لیکن لوگ خود اپنی جانوں پہ ظلم کرتے ہیں

وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۖ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿41﴾ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُونَ
إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ﴿42﴾ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا
يُبْصِرُونَ ﴿43﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿44﴾ (یونس ۴۱ تا ۴۴)

اور اگر یہ تمہاری تکذیب کریں تو کہہ دو کہ مجھ کو میرے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا'' تم میرے عملوں کے جوابدہ نہیں ہو اور میں تمہارے عملوں کا جوابدہ نہیں ہوں۔ اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے اگرچہ کچھ بھی سنتے سمجھتے نہ ہوں اور بعض ایسے ہیں کہ تمہاری طرف دیکھتے ہیں تو کیا تم اندھوں کو رستہ دکھاؤ گے اگرچہ کچھ بھی دیکھتے (بھالتے) نہ ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتے لیکن لوگ خود اپنی جانوں پہ ظلم کرتے ہیں۔

مفردات:

1۔ کذبوك کا مادہ ک۔ ذ۔ ب ہے اور یہ کذب یکذب (باب تفعیل) سے فعل ماضی معلوم جمع مذکر غائب ہے اور ''ک'' خطاب کے لئے ہے تکذیب کا معنی ''جھٹلانا'' ہے یعنی اگر وہ (کفار) آپ کو جھٹلاتے ہیں۔

2۔ یستمعون = کا مادہ ''س۔م۔ع'' ہے اور یہ استمع یستمع (باب افتعال) سے فعل مضارع معلوم جمع مذکر غائب ہے استماع کا معنی کان لگا کر (یعنی توجہ سے) سننا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ (کافر) آپ کی طرف کان لگا کر (بظاہر) سنتے ہیں۔

3۔ لا یبصرون کا مادہ ب۔ص۔ر ہے اور یہ ابصر یبصر (ثلاثی مزید فیہ کے باب افعال) سے فعل نفی معلوم جمع مذکر غائب ہے اس کا معنی ہے وہ (کافر) نہیں دیکھتے یعنی کافر اندھے ہونے کے ساتھ ساتھ دل کی بصیرت سے بھی محروم ہیں۔

تفسیر:

گزشتہ آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی صفات کاملہ اور اس کی الوہیت کا بیان اور قرآن مجید وصاحب قرآن رسول اللہ ﷺ کی صداقت وحقانیت واضح کی گئی تھی۔ اب اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر آپ کے سمجھانے اور دلائل پیش کرنے کے باوجود بھی یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کی دعوت کا انکار کرتے ہیں تو آپ بھی ان کی پروا نہ کریں اور ان سے اور ان کے اعمال وافعال اور طرز عمل سے براءت وبے زاری کا اعلان کریں کہ تم میرے اعمال اور طریقے سے بری ہو اور میں تمہارے اعمال اور طریقے سے بیزار ولاتعلق ہوں مجھے میرے اعمال کی جزا ملے گی اور تمہیں اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ میرے اعمال کا تم سے مواخذہ نہیں کیا جائے گا اور تمہارے اعمال کی بابت مجھ سے سوال نہیں ہوگا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر ایک نے اپنے اعمال کا جواب دہ ہونا ہے۔ وہاں ہر شخص سے اس کے اچھے یا برے اعمال کے مطابق سلوک کیا جائے گا لہٰذا تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر میں بری الذمہ ہو چکا ہوں کیونکہ میری ذمہ داری صرف اور صرف دعوت وتبلیغ ہے جیسا کہ سورۃ الکافرون میں ہے۔

آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! نہ میں عبادت کروں گا اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو نہ تم عبادت کرنے والے ہو اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں پرستش کروں گا جس کی تم نے پرستش کی اور نہ تم اس کی پرستش کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں۔ تمہارا لئے تمہارا دین ہے اور میرا لئے میرا دین ہے۔ (الکافرون)

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول ﷺ ظاہری طور پر تو یہ لوگ قرآن کریم اور آپ کی اچھی اور فصیح باتیں سنتے ہیں لیکن چونکہ ان کا مقصد ان سے ہدایت اور رہنمائی حاصل کرنا نہیں اس لئے وہ ان میں غور وفکر نہیں کرتے اور وہ ان کی طرف توجہ و دھیان نہیں دیتے اس طرح یہ آیات واحادیث ان کے لئے نافع اور

فائدہ مند نہیں سو ان کی مثال اس بہرے جیسی ہے جس کو بہرے پن کے ساتھ ساتھ عقل وشعور بھی نہیں۔

وہ نہیں سنتے نہ اشاروں سے سمجھتے ہیں بالکل کورے اور بے بہرہ ہیں کیونکہ عقل مند بہرا پھر بھی اشارہ سے کچھ سمجھ لیتا ہے لیکن یہ لوگ بالکل گئے گزرے ہیں۔

اس کے بعد والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے رسول ﷺ ان کفار میں سے بعض آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور جو اللہ نے آپ کو بہترین اخلاق اور اچھی طبیعت اور صدق وامانت اور کمال حوصلہ عطا فرمایا ہے اسے ملاحظہ کرتے ہیں لیکن ایمان نہیں لاتے اور ہدایت سے بہرہ ور نہیں ہوتے حالانکہ اہل فہم وفراست اور اہل بصیرت کے لئے آپ کی صداقت وحقانیت کو جانچنے اور پرکھنے کے لئے یہ دلائل کافی ہیں لیکن یہ آپ کو مومنوں کی طرح ایمان اور ہدایت لانے کے لئے نہیں دیکھتے بلکہ مزاح وحقارت کے طور پر دیکھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا اَهٰذَا الَّذِىْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا (الفرقان 42)

ترجمہ: اور تمہیں جب بھی دیکھتے ہیں تو تم سے مسخراپن کرنے لگتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اس لئے ان کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی ان کی مثال اس اندھے جیسی ہے جو ظاہری بصارت کے ساتھ ساتھ دل کی بصارت سے خالی ہے بھلا کیا آپ ایسے شخص کو راستہ دکھلا سکتے ہیں؟ یہ استفہام انکاری ہے یعنی نہیں دکھلا سکتے کیونکہ بعض اندھے ظاہری بصارت سے محروم ہونے کے باوجود دل کی بصارت سے مالا مال ہوتے ہیں اس لئے وہ بات سمجھ لیتے ہیں لیکن یہ کفار ومکذبین تو ایسے اندھے ہیں جو ظاہری بصارت اور دل کی بصیرت دونوں سے محروم ہیں۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تسلی دی ہے۔ اگر یہ لوگ ہدایت قبول نہیں کرتے اور راہ راست پر نہیں آتے تو اس میں آپ کی کوئی کمی کوتاہی نہیں آتی آپ نے تبلیغ رسالت کا حق ادا کر دیا ہے اور تکبر وتعصب سے بچے ہوئے اور عقل وشعور سے مالا مال لوگ آپ کی دعوت سے متاثر ہو کر ہدایت ربانی کو قبول کر رہے ہیں۔ اور یہ کافر تکبر وتکذیب اور عناد وہٹ دھرمی سے متصف اور بصارت وبصیرت سے محروم لوگ ہیں۔ اس ہدایت سے دور ہیں اس لئے کہ وہ بے عقل بہروں اور بے بصیرت اندھوں جیسے ہیں لہٰذا رشد وہدایت ان کے بس کی بات نہیں۔ اس لئے آپ حوصلہ وتسلی رکھیں اور جس طرح ایک طبیب وحکیم ایسے مریض سے لاتعلق ہو جاتا ہے اور اس سے اعراض کر لیتا ہے جو علاج کرانے میں سنجیدہ نہ ہو اور اس کی ہدایات کی پرواہ نہ کرتا ہو آپ بھی ایسے بے شعور بہروں اور بے وقوف اندھوں سے اعراض کرلیں جو حق وہدایت کی باتیں سنجیدگی سے نہیں سنتے نہ ہی آپ کی نبوت ورسالت کی علامات ونشانیوں میں غور وفکر نہیں کرتے۔ یعنی قوت سماعت اور قوت بصارت ہونے کے باوجود ان سے صحیح معنی میں فائدہ نہیں اٹھاتے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔

اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے وہ نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سنتے یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں یہی لوگ غافل ہیں۔ (الاعراف:179)

یہ جانوروں جیسے اس لئے ہیں کہ ان کا سننا اور دیکھنا بالکل جانوروں کی طرح ہے وہ بھی عقل وفہم سے محروم یہ بھی محروم اور ان سے بدتر اس لئے کہ جانوروں میں تو عقل وفہم کا ملکہ ہے ہی نہیں جبکہ یہ لوگ ملکہ ہونے کے باوجود اس سے مستفید نہیں ہوتے۔

جیسا کہ فرمایا

بات یہ ہے کہ صرف آنکھیں ہی اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (الحج 42)

اس کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ یقینی اور پختہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا اس نے تو تمام لوگوں کو سب صلاحیتوں سے نوازا ہے دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سننے کیلئے کان اور سوچنے کے لئے عقل دی جس سے حق وباطل اور صحیح وغلط اور سچ وجھوٹ کے درمیان فرق وتمیز کر سکتے ہیں لیکن اگر وہ ضد وتعصب اور تکبر وانکار کی بناء پر اللہ کی دی ہوئی ان صلاحیتوں سے فائدہ اٹھاتے اور وہ اپنے آپ کو ہدایت سے محروم رکھ کے اللہ تعالیٰ کے دنیوی واخروی عذابات وعقابات کے مستحق بنتے ہیں اور اپنی جانوں کو معصیت میں ڈالتے ہیں تو اس طرح وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو کسی پر ظلم نہیں کرتے نہ کسی کی برائیوں میں اضافہ کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کی نیکیوں میں کمی کرتے ہیں۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا کہ اے نبی! ہم ان حقانی آیتوں کی تلاوت آپ پر کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ لوگوں پر ظلم کرنے کا نہیں۔ (آل عمران 108)

اور فرمایا: اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ (آل عمران 117)

اور فرمایا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ

بے شک اللہ تعالیٰ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ (النساء 40)

اور فرمایا

میرے ہاں بات بدلتی نہیں اور نہ میں اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا ہوں۔ (ق 29)

اور فرمایا

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ

ترجمہ: یہ ان اعمال کی وجہ سے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھے تھے یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ (الحج 10)

اور جیسا کہ حدیث میں ہے:

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ اپنے رب سے بیان کرتے ہیں۔ (حدیث قدسی ہے) کہ اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر دیا ہے اور میں نے ظلم کو تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے پس تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ یہاں تک کہ حدیث کے آخر میں ہے کہ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جن کو میں نے تمہارے لئے محفوظ کر رکھا ہے پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا پس جو اچھے اعمال پائے وہ اللہ کی تعریف کرے اور جو برے اعمال پائے وہ صرف اپنے آپ کو ملامت کرے۔

(مسلم شریف۔ کتاب البر والصلۃ۔ باب تحریم الظلم۔ حدیث نمبر 6572)

فوائد

1۔ رسول اللہ ﷺ کے لئے حوصلہ وتسلی کا بیان۔

2۔ قرآن وسنت کے منکرین ومکذبین بے عقل وشعور اور دل کے اندھے ہیں۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کو کفار ومشرکین کے دلائل کے رد وابطال کی تعلیم۔

4۔ اللہ تعالیٰ سے ظلم وزیادتی کی نفی اور انسان کے اپنے نفس پر ظلم کا اثبات۔

اب عہد غلامی کی وہ عادات بھلا دو

اب عہد غلامی کی وہ عادات بھلا دو
ہر بچے کو اسلام پہ مر مٹنا سکھا دو
اک مرکز ملی پہ اکٹھا کرو سب کو
بکھرے ہوئے شیرازہ کو تو آپس میں ملا دو
تم شیروں کی اولاد ہو تنظیم وعمل سے
ملت کے ہر اک فرد کو تم شیر بنا دو
اب ہاتھ میں شمشیر لو ملت کے نگہبانو
پہلا سا وہی نعرۂ تکبیر سنا دو
مومن کے لئے سایہ شمشیر ہے جنت
تم دل سے ہر اندیشۂ باطل کو مٹا دو
پیدا کرو پھر خود میں وہی روح ایوبی
پھر نعرہ تکبیر سے دنیا کو ہلا دو
تم قہر خدا بن کے گرو دشمن دیں پر
ہر دشمن اسلام کی ہستی کو مٹا دو
ہر مسلم خوابیدہ کو اے انور علوی
اب وقت ہے جھنجھوڑ کے تم اس کو جگا دو

محمد انور علوی محلہ ناصر آباد رحیم یار خان

تھی۔ چنانچہ 20 کروڑ مسلمانوں میں سے صرف 32 ایس پی اور 12 ڈی آئی جی مسلمان رہ گئے۔ صرف ایک صوبے میں انسپکٹر جنرل پولیس مسلمان تھا۔ اسے بھی او ایس ڈی لگا دیا گیا جبکہ نو مسلمان پولیس افسر ترقی کے منتظر تھے انہیں ایڈوانی کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا۔ نئی دہلی کے 68 تھانوں میں کسی وقت 18 تھانوں کے انچارج مسلمان تھے لیکن واجپائی دور میں کسی تھانے میں کوئی مسلمان

اقوام متحدہ کے ورلڈ فوڈ پروگرام کی ایک رپورٹ کے مطابق بھوکوں کی تعداد کے لحاظ سے بھارت دنیا بھر میں پہلے نمبر پر ہے

انچارج نہ رہا۔ اسی طرح واجپائی حکومت نے بھارتی فوج میں افسر کے عہدوں پر مسلمانوں کی بھرتی پر بھی پابندی لگادی تھی۔

بھارتی صوبے مدھیہ پردیش میں گاؤ کشی پر پابندی لگائی گئی' اس کے ساتھ اگر فساد میں کوئی مسلمان مارا جاتا اور پولیس کا کوئی افسر اسے بچانے کی کوشش کرتا تو وہ بھی معطل کر دیا جاتا۔

مسلمانوں اور اقلیتوں کے متعلق یہ امتیازی سلوک صرف نچلی اور عوامی سطح پر ہی کارفرما نہیں بلکہ حکومت کا اعلیٰ ترین اشرافیہ بھی اس میں برابر ملوث رہتا ہے۔ اس کا اندازہ صرف اس سے لگائیں کہ حالیہ الیکشن میں واجپائی نے بڑی دیدہ دلیری سے یہاں تک کہا کہ ہمیں مسلمانوں اور اقلیتوں کے ووٹوں کی ضرورت نہیں...... لیکن جب فضا اپنے خلاف بنتے دیکھی تو پھر منافقانہ طور پر مسلمانوں کو یہ بھی کہا جانے لگا کہ وہ بی جے پی کو اپنا دوست سمجھیں۔ اس کے قریب ہو کر اسے سمجھیں۔

مسلمانوں کی طرح دیگر اقلیتوں کا بھی بھارت میں برا حال ہے۔ 1984ء سے اب تک تین لاکھ کے قریب سکھوں کو قتل کیا جا چکا ہے اور ناگالینڈ میں 1947ء سے اب تک اڑھائی لاکھ سے زائد مسیحیوں کو قتل کیا جا چکا ہے۔ جبکہ ہندو مذہب چھوڑ کر مسلمان یا عیسائی ہونے والوں کو زبردستی دوبارہ ہندو بنایا جا رہا ہے۔ نچلی ذات کے لوگوں سے آج کے ماڈرن دور اور نام نہاد ماڈرن بھارت میں سلوک کا یہ عالم ہے کہ دلت مرد کا اونچی ذات کی عورت سے شادی کرنا جرم سمجھا جاتا ہے' تھوڑا عرصہ پہلے دیہاتی پنچایت کے دلت ورگ سے اتفاق رائے سے چنے گئے چیئرمین کو پانچ سال تک حلف برداری سے روکے رکھا گیا کہ وہ نیچ ذات سے تعلق رکھتا ہے جبکہ گاؤں میں برہمن بھی آباد ہیں۔ بھارت میں مسلمان ہونا یا ذات پات کا قائل نہ ہونا ناقابل معافی جرم ہے۔ کچھ عرصہ قبل بھارتی ریاست اڑیسہ میں ہندو مذہب قبول نہ کرنے پر 6 عیسائی خواتین سمیت 7 افراد قتل کر دیئے گئے جبکہ 6 مسیحی مردوں اور عورتوں کے سر مونڈ دیئے گئے تھے۔

بقیہ آپ کے مسائل

کیا کولون والی خوشبو لگانا حلال ہے یا حرام؟

سوال: کولون والی خوشبو لگانے کے متعلق جھگڑا بڑھ گیا کہ آیا ایک باوضو مسلمان اس کے استعمال کے بعد نیا وضو کرے یا اگر اس کے جسم پر پڑ جائے تو اس کے لئے نہانا ضروری ہے؟ (عبدالرحمٰن۔ ع۔ا)

جواب۔ مشہور خوشبو کولون سپرٹ کے عنصر سے خالی نہیں ہوتی اور ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق سپرٹ ایک نشہ آور مادہ ہے لہٰذا اس کا استعمال ترک کرنا واجب ہے اور اس کی بجائے ایسی خوشبو استعمال کی جائے جن میں سپرٹ شامل نہ ہو...... رہا وضو کا مسئلہ تو وہ واجب نہیں اور اگر بدن کے کسی حصے پر لگ جائے تو غسل واجب نہیں۔ کیونکہ اس کی نجاست پر کوئی واضح دلیل موجود نہیں...... اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اُمی ہونے سے کیا مراد؟

سوال: ہم اکثر رسائل وجرائد میں پڑھتے ہیں اور گزرگاہوں پر ایسے اعلان دیکھتے ہیں جن میں امی ہونے کا رونا رویا جاتا ہے اور اسے پسماندگی کی علامت سمجھا جاتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امی کی صفت سے موصوف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ

وہی (اللہ ہی) تو ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا۔ (الجمعہ: ۲)

میں امید رکھتا ہوں کہ آپ اس کی وضاحت فرمائیں گے۔ (محمد۔ ع۔ الریاض)

جواب: محمد ﷺ کی امت میں عرب وعجم کے جو لوگ تھے وہ نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے۔ لہٰذا انہیں ''اُمی'' کا نام دیا گیا اور جو لوگ پڑھ لکھ سکتے تھے وہ ان پڑھ لوگوں کی نسبت بہت کم تھے اور محمد ﷺ خود بھی لکھا ہوا پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ

اس سے پہلے آپ نہ کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے اور نہ اسے اپنے ہاتھ سے لکھ ہی سکتے تھے۔ ایسا ہوتا تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔ (العنکبوت: ۴۸)

اور یہ چیز آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کی سچائی کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے کیونکہ آپ ﷺ لوگوں کے پاس ایک ایسی عظیم کتاب لائے جس نے عرب وعجم سب کو اس کی مثل لانے سے عاجز بنا دیا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی طرف وحی کیا۔ روح الامین جبرئیل علیہ السلام اس وحی کو لے کر آپ پر اترے۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ طریقے اور پہلے لوگوں کے بہت سے علوم وحی بیان فرمائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانہ کی بہت سی باتوں کی خبر دی جو ہو چکی تھیں اور آخر زمانہ کی ان چیزوں کی خبر دی جو ہونے والی ہیں۔ اور ان باتوں کو بھی جو قیامت کے دن ہوں گی۔ جیسے آپ ﷺ نے جنت اور دوزخ کے احوال اور ان میں داخل ہونے والوں کی خبر دی اور یہی وہ فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دوسروں پر دی۔ اسی کتاب سے آپ نے لوگوں کی ان کے بلند مقامات تک رہنمائی کی اور اُمی آپ ﷺ کی رسالت کا وصف ہے اور امت کے اُمی ہونے سے یہ مقصود ہرگز نہیں ہے کہ انہیں امی رہنے کی ہی ترغیب دلائی گئی ہے۔ مقصود تو صرف اس حقیقت اور حال کی خبر دینا تھی جس وقت محمد ﷺ ان کی طرف مبعوث ہوئے۔ چنانچہ کتاب وسنت میں ایسے دلائل موجود ہیں جن میں علم حاصل کرنے' لکھنے اور امی ہونے کی حالت سے خروج کی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ

آپ کہہ دیجئے کہ وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے' دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (الزمر: ۹)

نیز فرمایا

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰؤُا

اللہ تعالیٰ سے صرف عالم لوگ ہی ڈرتے ہیں۔ (فاطر: ۲۸)

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ

جس شخص نے ایسی راہ اختیار کی جس سے وہ علم حاصل کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کو جانے والی راہ آسان بنا دیتا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

جس شخص سے اللہ تعالیٰ بھلائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔

اس حدیث کی صحت پر شیخین کا اتفاق ہے اور اس معنی میں اور بھی بہت سی آیات واحادیث ہیں...... اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

مکتبہ دارالاندلس

دارالاندلس کی تمام مطبوعات دستیاب ہیں۔

بالمقابل چاولہ بک سنٹر اردو بازار

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

Mob-0300,630262

اسلام میں قیدیوں کے حقوق

مسلمانوں کے حسن سلوک کے عدیم المثال اور کافروں کے ظالمانہ وکریہہ مناظر

محمد طیب مظہر

اسلام بنیادی طور پر رحمت ورافت کا دین ہے جو اپنے ماننے والوں کو امن وآشتی کا درس دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل اگر تاریخ انسانیت کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح نظر آئے گی کہ یہ کائنات جہالت اور تاریکی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی تھی۔ جس طرح بڑی مچھلیاں سمندر میں چھوٹی مچھلیوں کو نگل جاتی ہیں اور فضائے بسیط میں بڑے پرندے چھوٹے پرندوں کا گوشت نوچ رہے ہیں' اسی طرح بڑے قبائل کمزور قبائل کا استحصال کرتے تھے۔ اگر کوئی قبیلہ کسی علاقے پر غالب آ جاتا تو مفتوح علاقے کے نوجوانوں کو قتل کرنا ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنانا' ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کر دینا' ان کی فصلوں کو جلانا کوئی اخلاقی جرم تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ اور جو لوگ قیدی بنالئے جاتے تھے' ان کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا' اس کی تصویر مولانا الطاف حسین حالی یوں کھینچتے ہیں۔

اسیروں کو کسی اندھے کنویں میں ڈال دیتے تھے
کنویں کے منہ پہ سل پتھر کی لاکر ڈال دیتے تھے
کبھی سوکھا ہوا ٹکڑا کبھی بد ذائقہ پانی
کیا کرتے تھے فاتح اسی طرح قیدی کی مہمانی
پہلے دست و بازو توڑ دیتے تھے
زمیں میں گاڑ کر پھر ان پر کتے چھوڑ دیتے تھے
کبھی زندوں کے تن سے بوٹیاں نچوائی جاتی تھیں
سلاخیں گرم کرکے جسم پر برسائی جاتی تھیں
کبھی پٹوایا جاتا تھا انہیں پرخار کوڑوں سے
کبھی روندوایا جاتا تھا اونٹوں اور گھوڑوں سے

انتقام کا جذبہ یوں دل میں ٹھاٹھیں مارتا تھا کہ زندہ تو زندہ مردوں کے بھی ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ کاٹ دیے جاتے تھے۔ مقتول کا کلیجہ نکال کر چبانا کوئی مشکل بات نہ تھی۔ آج دیکھیں کیا گوانٹانامو اور عراق کے قیدیوں کے ساتھ انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں نے عہد جاہلیت کو بھی پیچھے نہیں چھوڑ دیا۔ آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول رحمت ﷺ نے انسانیت کو قیدیوں کے حقوق کے بارے میں کیا احکامات صادر فرمائے ہیں۔

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما وأسیرا انما نطعمکم لوجه الله لا نرید منکم جزاً ولا شکورا

اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ" (الدھر۔ ۸' ۹)

قدیم زمانہ میں دستور یہ تھا کہ قیدیوں کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں لگا کر روزانہ باہر نکالا جاتا تھا اور وہ سڑکوں یا محلوں میں بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے تھے' بعد میں اسلامی حکومت نے یہ طریقہ بند کردیا۔ شاہ رفیع الدین دہلویؒ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"یہاں قیدی سے مراد ہر قیدی ہے چاہے مسلمان ہو یا کافر۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بدر کے روز رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ وہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ اس حکم کی تعمیل میں صحابہ کرامؓ قیدیوں کو اپنے سے بہتر کھانا کھلاتے حالانکہ وہ قیدی مسلمان نہ تھے۔ ظاہر ہے مسلمان قیدی کا تو اس سے بھی زیادہ حق ہے"۔

علامہ شبلی نعمانی سیرت النبی ﷺ جلد اول صفحہ ۱۹۳ پر رقمطراز ہیں" اسیران جنگ دو دو' چار چار صحابہؓ میں تقسیم کردیے گئے اور ارشاد ہوا کہ قیدیوں کو آرام کے ساتھ رکھا جائے۔ صحابہؓ نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجور کھا کر گزارا کرتے تھے۔ ان قیدیوں میں ابوعزیز بھی تھے جو سیدنا مصعب بن

قیدیوں پر مظالم کی لرزہ خیز داستان

ابوغریب جیل میں عراقی قیدیوں کے ساتھ وحشیانہ، انسانیت سوز اور اخلاق باختہ سلوک نے مہذب امریکہ کی قلعی کھول دی

ابو علی عبدالوکیل
Wakeeljabran@yahoo.com

قیدیوں کے امریکی عقوبت خانے' گوانتانامو کیمپ کا حوالہ ذرائع ابلاغ میں تین سال قبل افغانستان پر امریکی حملے کے بعد دیکھنے اور سننے میں آیا۔ تب یہ الزام لگا کہ نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور واشنگٹن کے پینٹاگون پر حملے "القاعدہ" نے کروائے ہیں' جس کی قیادت جو پہلے یمن اور سوڈان میں کام کررہی تھی' منتقل ہو کر افغانستان چلی گئی ہے۔ اسی بات کا سہارا لے کر طالبان کی اسلامی حکومت اور پورے افغانستان کو تباہ وبرباد کردیا گیا اور پھر وہاں مزاحمت کرنے والے مسلمانوں کے جہاز بھر بھر کر گوانتانامو کے نظر بندی کیمپ منتقل کیے جاتے رہے جو دنیا بھر کے عقوبت خانوں میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس کے بعد عراق سے بھی جنگی قیدی وہاں آنے لگے۔ نیز پاکستان اور دوسرے کئی ممالک سے بھی امریکہ کے حوالے کئے جانے والوں کو یہاں لالاکر بند کیا جاتا رہا۔ اس کے بارے میں خود امریکی فوجیوں کا کہنا ہے کہ یہاں جو بدنصیب لائے جائیں انہیں کچھ پتا نہیں ہوتا کہ وہ کبھی یہاں سے زندہ باہر نکل پائیں گے کہ نہیں۔

اس نظربندی کیمپ میں 45 ممالک کے قیدی بند ہیں۔ جن میں سے بیشتر مسلمان ہیں۔ یہاں لائے جانے والے قیدیوں سے پانچ فیصد' پہلے ایک برس ہی میں پوچھ گچھ کرنے والوں کے ہاتھوں طرح طرح کی اذیت سہنے کے باعث پاگل پن یا شدید نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اکثر وبیشتر قیدی حالات سے گھبرا کر خودکشی کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض بستر کی چادر رسی کے طور پر استعمال کرکے پھانسی لگنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ایک ایسا ہی قیدی کئی ماہ تک بے ہوش رہنے کے بعد اب ہسپتال میں زیرعلاج ہے۔

تفتیش کے دوران تیز روشنیوں اور شدید گرمی میں ان کی جلد جلائی جاتی ہے حتیٰ کہ وہ دماغی توازن کھو بیٹھتے اور اپنی جان ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک چھبیس سالہ امریکی پولیس افسر سٹاف سارجنٹ ولیم انجلو کا کہنا ہے "کوئی شخص صحیح ہو یا غلط' بے گناہ ہو یا مجرم' دوسال کی قید اسے مکمل طور پر توڑ کر رکھ دیتی ہے اور وہ رہا ہو جانے کے بعد بھی (جس کا امکان بہت کم ہوتا ہے) معمول کی زندگی نہیں گزار سکتا۔" اس کا کہنا ہے کہ صرف دوسال کے اندر خودکشی کی بتیس وارداتیں ہو چکی ہیں۔

افغانستان کے بعد بش کی دہشت گردی کا نشانہ بننے والے عراقیوں پر ابوغریب جیل میں کیا قیامت گزری؟ یہ آج کی مہذب دنیا' امریکہ اور اس کے حواری یورپ کے منہ پر طمانچہ ہے۔ عراق کو تخت وتاراج کرنے کے بعد وہاں کے باشندوں کو گرفتار کرکے ابوغریب جیل میں ڈال کر قیدیوں کے ساتھ جو غیرانسانی اور ظالمانہ

عمیر ؓ کے بھائی تھے۔ ان کا بیان ہے مجھے جن انصاریوں نے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا۔ جب صبح یا شام کا کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اٹھا لیتے۔ مجھے شرم آتی اور میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا۔ لیکن وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے اور مجھے ہی دوبارہ واپس کر دیتے اور یہ اس بناء پر تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے تاکید کی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے"۔

نبی اکرم ﷺ نے اسیران جنگ کی نسبت تاکید کی کہ ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ غزوہ حنین میں چھ ہزار اسیر تھے سب چھوڑ دیئے گئے اور آپ نے ان کے پہننے کے لئے چھ ہزار جوڑے (مصر کے کپڑے کے) عنایت فرمائے

قیدیوں میں سے ایک شخص سہیل بن عمرو تھا جو نہایت فصیح اللسان تھا اور عام مجمعوں میں نبی ﷺ کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔ سیدنا عمر ؓ فرماتے ہیں' یا رسول اللہ ﷺ اس کے دو نیچے کے دانت اکھڑوا دیجئے تاکہ پھر اچھا نہ بول سکے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اگر اس کے عضو بگاڑ دوں گا (مثلہ کروں گا) تو گو نبی ہوں لیکن اللہ اس کی جزاء میں میرے اعضا بھی بگاڑ دے گا۔ (تاریخ طبری۔ ص ۱۳۳۸)

بہر حال اسیران جنگ سے چار چار ہزار درہم فدیہ لیا گیا لیکن جو لوگ ناداری کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے' وہ چھوڑ دیئے گئے۔ ان میں سے جو لکھنا جانتے تھے' ان کو حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو چھوڑ دیئے جائیں گے۔ سیدنا زید بن ثابت ؓ نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔

محمد حسین ہیکل حیات محمد ﷺ میں غزوہ بدر کے قیدیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "قیدیوں میں ایک شاعر ابوعزہ (عمرو بن عبداللہ بن عمیر الجمحی) نے عرض کیا' میری پانچ لڑکیاں ہیں جن کا میرے بعد کوئی کفیل نہیں نہ ان کے پاس گزر بسر کے لئے کوئی اثاثہ ہے۔ اے محمد ﷺ اگر آپ میری ان بچیوں پر ترس کھا کر رہا کر دیں تو میں آپ کے خلاف کسی کو نہ ابھاروں گا نہ خود آپ کے مقابلہ میں آؤں گا۔ بدر کے قیدیوں میں سے یہی ایک قیدی تھا جسے بغیر فدیہ کے رہا کیا گیا"

انصار نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ سیدنا عباس ؓ ہمارے بھانجے ہیں۔ ہم ان کا فدیہ چھوڑ دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے مساوات کی بنا پر گوارا نہیں کیا اور ان کو بھی فدیہ ادا کرنا پڑا۔

10 رمضان المبارک 8ھ کو لشکر نبوی نہایت عظمت وشان سے مکہ معظمہ کی طرف بڑھا۔ دس ہزار آراستہ فوجیں رکاب میں تھیں قبائل عرب راہ میں آ کر ملتے جاتے تھے مر الظہران پہنچ کر لشکر نے پڑاؤ ڈالا تو فوجیں دور دور تک پھیل گئیں۔ خیمۂ نبوی ﷺ پر جو دستہ متعین تھا' اس نے ابوسفیان کو دیکھ لیا۔ سیدنا عمر ؓ جذبہ ایمان کو ضبط نہ کر سکے تیز قدمی سے آگے بڑھے اور بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی کہ کفر کے استیصال کا وقت آ گیا لیکن سیدنا عباس ؓ نے جان بخشی کی درخواست کی۔ ابوسفیان کے تمام پچھلے کارنامے اب سب کے سامنے تھے اور ایک ایک چیز اس کے قتل کی دعویدار تھی۔ اسلام کی عداوت' مدینہ پر بار بار حملہ' قبائل عرب کا اشتعال' رسول اللہ ﷺ کے خفیہ قتل کرنے کی سازش' ان میں سے ہر چیز ان کے خون کی قیمت ہو سکتی تھی لیکن ان سب سے بالاتر ایک اور چیز "عفو نبوی تھا" کسی نے ابوسفیان کے کان میں آہستہ سے کہا کہ "خوف کا مقام نہیں" (تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۶۳۲)

سیدنا عباس ؓ نے فرمایا اے سرکار کائنات ﷺ! ابوسفیان جاہ پسند آدمی ہے۔ اس کی عزت افزائی کریں۔ آپ نے فرمایا اچھا" جو شخص کعبہ میں پناہ لے گا اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا' اس کو بھی پناہ دی جائے۔ ابوسفیان اپنی یہ عزت افزائی دیکھ کر خوش ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ ثمامہ بن اثال ؓ کا شمار زمانہ جاہلیت کے بارعب عرب بادشاہوں میں ہوتا ہے اور قبیلہ بنوحنیفہ کے قابل رشک سردار تھے۔ جب دعوت اسلام کا خط ملا تو اس نے بڑی حقارت سے دیکھا۔ اس کی سطوت ونخوت نے اسے گھناؤنا جرم کرنے پر آمادہ کیا۔ حق بات سننے کیلئے اس کے کان بہرے ہو گئے پھر اس پر جنون طاری ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دے اور مناسب موقع کی تلاش میں رہا۔ ایک دفعہ اسے موقعہ ملا۔ وہ دبے پاؤں نبی کریم ﷺ پر پیچھے سے وار کرنے ہی والا تھا' لیکن اس کے چچا نے اس کا ہاتھ روک دیا۔ اس طرح آپ اللہ کے فضل سے دشمن کے شر سے محفوظ رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ثمامہ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ بیت اللہ کی زیارت کی جائے۔ وہ یمامہ سے سوئے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ ان کی دلی تمنا تھی کہ طواف کعبہ کریں۔ ثمامہ ابھی مدینہ کے قریب ہی تھے کہ لشکر اسلام کے سپاہیوں نے پکڑ لیا اور مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ مجاہدین نے سوچا' رسول رحمت ﷺ قیدی کو دیکھ لیں اور اس کے متعلق جو حکم فرمائیں اس کی تعمیل کی جائے۔ سرکار کائنات ﷺ مسجد میں تشریف لائے قیدی کو دیکھا تو لشکریوں سے پوچھا' تم جانتے ہو یہ قیدی کون ہے؟ سب نے کہا ہمیں تو علم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا' یہ ثمامہ بن اثال ہے۔ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ پھر رسول اکرم ﷺ گھر تشریف لائے اور فرمایا' گھر میں جو

سلوک کیا گیا وہ انسانیت کے نام پر ایک بدنما دھبہ ہے۔ امریکی دوغلی حکمت عملی کا المناک پہلو یہ ہے کہ 1990ء کے عشرے میں جب موجودہ صدر ڈبلیو بش کے باپ نے عراق پر جنگ ٹھونسی تھی تب اس نے انسانی حقوق کے عالمی منشور سے اپنی جنگی مشینری کو مستثنیٰ کرا لیا۔ اب بھی صدر ڈبلیو بش نے خود کو اپنے وزیر خارجہ جنرل کولن پاول اور پینٹاگون کے اعلیٰ افسروں اور جرنیلوں سمیت جنگی جرائم کے ارتکاب کے الزام میں مقدمہ چلانے سے بری الذمہ قرار دے دیا ہے یعنی وہ جس قوم کو بھی چاہیں دنیا کے نقشے سے نیست ونابود کریں' کوئی انہیں پکڑ نہیں سکتا۔

اس لحاظ سے عالمی ادارے بجا طور پر کہہ رہے ہیں کہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد خود جارج ڈبلیو بش ہے۔

ایک طرف مہذب دنیا کے دعویدار امریکہ ویورپ نے اپنے مہذب ہونے کے دعوے کے اظہار کے لئے جانوروں کے تحفظ کے لئے انجمنیں قائم کر رکھی ہیں' کتوں اور خنزیروں کو ان کے آئین میں تحفظ حاصل ہے' ان کے حقوق متعین ہیں' ان کی خوراک کا معیار پرکھا جاتا ہے' ان کو منرل واٹر پلایا جاتا ہے اور ان کو ائیر کنڈیشنڈ رہائش فراہم کی جاتی ہے تو دوسری طرف انسانوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جا رہا ہے کہ اس کی تفصیل پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

میڈیا میں آنے والی رپورٹس اور تصویروں کے مطابق امریکی فوجیوں نے عراق کے مختلف علاقوں سے گرفتار کئے گئے قیدیوں کے چہروں پر بوریاں چڑھائیں' ان کے ہاتھ باندھے اور انہیں ابوغریب لے آئے۔ وہاں سب کے سامنے ان کو برہنہ کیا

ظلم وستم نے امریکہ کے اس نامعقول دعوے کی بھی قلعی کھول دی ہے کہ افغانستان اور عراق پر حملے کا مقصد عوام کی آزادی اور جمہوریت کی بحالی تھا

گیا' عورتوں اور مردوں کو بے لباس کر کے ایک دوسرے کے سامنے کھڑا کر دیا گیا۔ سب سے پہلے سب کو مکے مارے گئے' ان کے چہروں پر تھپڑ مارے گئے' ان کے پیٹ' کمر اور پیٹھ پر ٹھوکریں ماری گئیں اور پھر انہیں سیدھا کھڑا کر کے ان کے ننگے پاؤں پر چھلانگیں لگائی گئیں۔ برہنگی کی حالت میں ہی ان کی تصویریں بنائی گئیں اور پھر انہیں جنسی طور پر ہراساں کیا گیا۔

مردوں اور عورتوں کی اس حال میں تصاویر بنائی گئیں' ننگے مردوں کو اپنے منہ پر عورتوں کے زیر جامہ پہننے پر مجبور کیا گیا اور مردوں' عورتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم جنسی پر مجبور کیا گیا۔ مردوں کو لکڑی کے صندوقوں پر کھڑا کر کے بجلی کے جھٹکے دیئے گئے۔ ان کے سر پر ریت کی بوریاں رکھی گئیں۔ ان کے ہاتھوں اور نازک اعضاء پر تاریں باندھ کر ان میں کرنٹ چھوڑا گیا۔ یہ مظلوم شخص سر پر رکھے بوجھ سے تھک کر فرش پر پاؤں رکھتا تو اسے شدید جھٹکا لگتا' وہ چیخ مارتا اور دوبارہ صندوق پر کھڑا ہو جاتا۔

مردوں کو ایک دوسرے پر جنسی فعل کرنے پر مجبور کیا گیا اور اس عمل کی ویڈیو بنائی گئی تو ان بے بس قیدیوں سے خود ان کے ہاتھوں سے ان کی رانوں پر لکھوایا گیا کہ "میں زانی ہوں۔" ان کے گلے میں کتے کا پٹہ ڈال کر انہیں بھونکنے پر مجبور کیا گیا۔ 800 بریگیڈ کے فوجیوں نے سب کے سامنے عراقی عورتوں سے زیادتی کی اور پھر مردوں کو ان سے زیادتی پر مجبور کیا گیا' جو انکار کرتا اس کی ننگی پشت پر ٹھوکریں ماری جاتیں اور جو عراقی تشدد کی تاب نہ لاتے ہوئے اس دنیا سے چل بستا اس کی نعش کی تصویریں اور ویڈیو بنائی

کھانا ہے وہ ثمامہ بن اثال کے لئے بھیج دیا جائے۔ پھر حکم دیا میری اونٹنی کا دودھ صبح و شام اسے پلایا جائے۔ پھر آپ ثمامہ کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ اسے اسلام کی دعوت دیں۔ آپ نے بڑے ہی مشفقانہ انداز میں دریافت کیا' ثمامہ کیا رائے ہے۔ اس نے جواب دیا بہتر ہے اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو یقیناً ایک ایسے شخص کو قتل کریں گے جس نے آپ کے صحابہ کرام کا خون بہایا۔ اگر معاف فرمادیں تو ایک قدردان پر مہربانی ہوگی۔ اگر مال چاہتے ہو تو جس قدر فرمائیں' مال آپ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا۔ رسول اکرم ﷺ واپس چلے گئے اور اسے دو دن تک اسی حالت میں رہنے دیا۔ لیکن کھانا پانی اور دودھ باقاعدگی سے انہیں ملتا رہا۔ تین دن تک ثمامہ سے یہی سوال ہوتے رہے۔ اس کے بعد رسول رحمت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اسے آزاد کر دو۔ آپ کا یہ حسن سلوک دیکھ کر ثمامہ بن اثال نے اسلام قبول کر لیا۔'' (حیات صحابہ کے درخشاں پہلو ص ۶۵ محمود احمد غضنفر)

غزوہ حنین جو شوال ۸ ھ میں وقوع پذیر ہوا' اس غزوہ میں اسیران جنگ کی تعداد ہزاروں سے زیادہ تھی ان میں شیماء بھی تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی رضاعی بہن تھیں۔ لشکر اسلام نے جب ان کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا' میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں۔ لوگ تصدیق کیلئے نبی ﷺ کے پاس لائے انہوں نے پیٹھ کھول کر دکھائی کہ ایک دفعہ بچپن میں آپ نے دانت سے کاٹ لیا تھا۔ یہ اس کا نشان ہے۔ فرط محبت سے آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ان کے بیٹھنے کیلئے خود ردائے مبارک بچھائی۔ محبت کی باتیں کیں۔ چند شتر' بکریاں عنایت فرمائیں اور ارشاد کیا جی چاہے تو میرے گھر چل کر رہو اور گھر جانا چاہو تو وہاں پہنچا دیا جائے گا۔ انہوں نے خاندان کی محبت سے وطن جانا چاہا چنانچہ عزت و احترام کے ساتھ پہنچا دی گئیں۔'' (طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۲۸)

سید سلیمان ندوی سیرت النبی ج ۱ میں رقمطراز ہیں۔'' حنین کے اسیران جنگ ابھی تک جعرانہ میں محفوظ تھے' ایک معزز سفارت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی کہ اسیران جنگ کو رہا کریں۔ یہ وہ قبیلہ تھا کہ آپ کی رضاعی والدہ سیدہ حلیمہ

نبی ﷺ کو قتل کرنے کی کوششیں کرنے والا ثمامہ گرفتار ہوا تو تین دن اس کو بہترین کھانا اور اونٹنی کا دودھ پیش کیا جاتا رہا چوتھے روز اس کو رہا کر دیا گیا، نبی اکرم ﷺ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر اس نے اسلام قبول کر لیا

اس قبیلہ کی تھیں۔ رئیس قبیلہ زہیر بن حرد نے کھڑے ہوئے تقریر کی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف مخاطب ہو کر کہا' جو عورتیں چھپروں میں محبوس ہیں' انہی میں آپ کی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں۔ اللہ کی قسم اگر سلاطین عرب میں سے کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو ان سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں اور آپ سے تو اور بھی زیادہ توقعات ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا' خاندان عبدالمطلب کا جس قدر حصہ ہے' وہ تمہارا ہے لیکن عام رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے بعد جب مجمع ہو تو سب کے سامنے درخواست پیش کرو۔ نماز ظہر کے بعد ان لوگوں نے درخواست پیش کی آپ ﷺ نے فرمایا' مجھ کو صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمانوں سے ان کے لئے سفارش کرتا ہوں' مہاجرین اور انصار بول اٹھے ہمارا حصہ بھی حاضر ہے۔ اس طرح چھ ہزار لونڈی غلام دفعتاً آزاد ہو گئے۔

نبی اکرم ﷺ کا دستور تھا کہ جب کسی مہم پر فوج بھیجی جاتی تو سردار لشکر کو جو احکام دیئے جاتے' ان میں ایک لازمی حکم یہ بھی ہوتا۔

"لاتقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا ولا صغیرا ولا امراۃ

(مسلم باب الجہاد)

ترجمہ: ''کسی بوڑھے کو' بچے کو' کمسن کو' عورت کو قتل نہ کرو''

قبل از اسلام معمول تھا کہ اگر دشمن قابو میں آ جاتا تو اس کو تیروں کا نشانہ بناتے یا تلوار سے قتل کر دیتے۔ عربی میں اس طریقہ کو صبر کہا جاتا۔ نبی اکرم ﷺ نے نہایت سختی سے اس کو روک دیا۔ اسیران جنگ کے ساتھ عرب نہایت برا سلوک کرتے تھے اور تمام قوموں میں یہی طریقہ جاری تھا۔ صلیبی جنگ میں یورپین سلطنتیں جب مسلمانوں کو لڑائیوں میں گرفتار کرتی تھیں تو ان سے جانوروں کی طرح کام لیتی تھیں۔ علامہ ابن جبیر جب حروب صلیبیہ کے زمانے میں سسلی سے گزرے تو یہ حالت دیکھ کر تڑپ اٹھے چنانچہ لکھتے ہیں۔

''اور منجملہ ان دردانگیز حالات کے جو ان شہروں میں نظر آتے ہیں' اسیران اسلام ہیں جو بیڑیاں پہنے نظر آتے ہیں اور جن سے سخت محنت شاقہ لی جاتی ہے اور اسی طرح مسلمان عورتیں پنڈلیوں میں لوہے کے کڑے پہنے سخت محنت شاقہ سے کام کرتی ہیں جن کو دیکھ کر دل پھٹ جاتا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے اسیران جنگ کی نسبت تاکید کی کہ ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ غزوہ حنین میں چھ ہزار اسیر تھے سب چھوڑ دیئے گئے اور آپ نے ان کے پہننے کے لئے چھ ہزار

جاتی۔ اگر اس ظلم و ستم میں کوئی مظلوم عراقی اللہ کو یاد کرتے ہوئے کوئی قرآنی آیات پڑھنے کی کوشش کرتا تو انہیں ایک دوسرے کی غلاظت کھانے پر مجبور کیا جاتا۔

ایک تصویر میں ایک برہنہ قیدی پر' جس کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ہیں اور اس پر دو خونخوار کتے چھوڑے جارہے ہیں۔ اخبارات میں شائع ہونے والی اس سے اگلی تصویر میں کتوں کے کاٹنے سے اس زخمی قیدی کی ٹانگ سے خون بہہ رہا ہے' وہ زمین پر گرا ہوا ہے اور امریکی فوجی اس پر سوار ہے۔ اسی طرح ایک تصویر میں قیدیوں پر سوار ایک امریکی عورت مسکرا رہی ہے۔ دوسری تصویر میں ایک امریکی ظالم زخموں سے نڈھال قیدیوں پر کھڑا فتح کا نشان بنا رہا ہے۔ ابوغریب جیل میں قید نوعمر عراقی بچوں سے بھی امریکی فوجی زیادتی کرتے رہے اور اس قبیح عمل کی ویڈیو بھی بنائی۔

ریڈ کراس کی رپورٹ کے مطابق دوران تفتیش قیدیوں پر تشدد اور بدسلوکی امریکی فوجیوں کا معمول رہا ہے۔ ریڈ کراس کے بعض کارکنوں کے مطابق انہوں نے خود عراقی قیدیوں پر ظلم و تشدد ہوتے دیکھا ہے۔ بعض قیدیوں کو برہنہ کر کے کنکریٹ کے سیلوں میں رکھا گیا۔ قیدیوں کے جسموں پر جلنے اور کٹنے کے نشانات بھی دیکھے گئے' قیدیوں کے منہ پر کپڑا ٹھونس کر انہیں مارنے پیٹنے کے ساتھ انہیں ہر طرح کی ذہنی و جسمانی اذیتیں دی گئیں۔

امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کا کہنا ہے کہ اس نے سینکڑوں ایسی تصاویر اور ویڈیوز دیکھی ہیں جن میں تشدد کے ایسے نئے طریقے سامنے آئے ہیں جو اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئے۔ اپنے حلفیہ بیانات میں عراقی قیدیوں نے بتایا کہ انہیں مارا پیٹا گیا اور جنسی طور پر ذلیل کیا گیا اس کے علاوہ انہیں سور کا گوشت کھانے اور شراب پینے پر مجبور کیا گیا۔

تازہ ترین تصویروں میں جو دکھایا گیا ہے اس میں انسانی نجاست سے لتھڑے ہوئے ایک قیدی کو راہداری میں چلایا جارہا ہے۔ ایک قیدی جس کے چہرے پر غلاف چڑھا ہوا ہے' تقریباً بے ہوش ہونے والا اور ایک قیدی زمین پر گرا ہوا ہے اور اسے ایک امریکی فوجی مار رہا ہے۔ واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ میں ایک ویڈیو کے حصے بھی بیان کیے گئے ہیں جس میں ایک قیدی کو جیل کے دروازے کی سلاخوں سے باندھا گیا ہے۔ وہ بار بار اپنا سر سلاخوں میں مارتا ہے بالآخر بے ہوش ہو کر کیمرہ مین کے پیروں پر گر جاتا ہے۔ ان تصاویر کے ساتھ چھپنے والی رپورٹ میں امین سعید الشیخ نامی ایک قیدی نے بتایا ہے کہ ایک امریکی سپاہی نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کس چیز پر یقین ہے؟ اس کے اس جواب پر کہ اسے اللہ پر یقین ہے۔ ایک سپاہی نے اس کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر ضربیں لگائیں اور اسے اسلام کو گالیاں دینے کو کہا۔ اس پر اس نے اپنے مذہب کو گالیاں دیں اور اخبار کے مطابق اس سے عیسیٰ علیہ السلام کا شکریہ ادا کروایا گیا جس کی وجہ سے وہ زندہ بچ گیا۔ دوسرے قیدیوں نے بتایا ہے کہ جیل پہنچنے پر انہیں ننگا کیا جاتا تھا اور عورتوں کے انڈرویئر پہننے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ ایک امریکی فوجی چارلس گرانر قیدیوں کا کھانا ٹوائلٹ میں پھینک کر انہیں اسے کھانے کا حکم دیتا تھا۔ چارلس گارنر نے اس سے قبل کہا تھا کہ وہ صرف ملٹری انٹیلی جنس کی طرف سے دی گئی ہدایات کی تعمیل کر رہا تھا۔ ظلم و ستم کی اس داستان نے امریکہ کے اس نامعقول دعوے کی بھی قلعی کھول دی ہے کہ افغانستان اور عراق پر حملے کا مقصد عوام کی آزادی اور جمہوریت کی بحالی تھا۔ امریکی فوج تمام قوانین و ضوابط کو پس پشت ڈال کر عوام کے

جوڑے (مصر کے کپڑے کے) عنایت فرمائے چنانچہ ابن سعد نے اس واقعہ کی تصریح کی ہے۔ حاتم طائی کی بیٹی جب گرفتار ہوکر آئی تو آپ نے عزت وحرمت سے مسجد کے ایک گوشہ میں اس کو ٹھہرایا اور فرمایا' کوئی تمہارے شہر کا آجائے تو میں اس کے ساتھ تجھ کو رخصت کردوں چنانچہ چند روز کے بعد سفر کا سامان کرکے ایک شخص کے ساتھ یمن بھجوادیا۔

علامہ اکبر شاہ نجیب آبادی رقمطراز ہیں'' بنی المصطلق کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ حارث چند روز بعد مدینہ میں خود آیا اور اپنی بیٹی کو آزاد کروانے کی کوشش کی۔ آپ ﷺ نے جویریہ کو خود فدیہ دے کر رہا کردیا۔ جویریہ نے باپ کے ساتھ جانے کی بجائے سرکار کائنات کی خدمت میں رہنا پسند کیا۔ آپ نے جویریہ کی منشاء کے مطابق اس کے ساتھ نکاح کرلیا۔ اس نکاح کا نتیجہ یہ ہوا صحابہ کرام نے بنی المصطلق کے تمام اسیروں کو یہ کہہ کر رہا کردیا کہ جو قبیلہ نبی اکرم ﷺ کا رشتہ دار بن گیا ہم اس کو قیدی یا گرفتار یا غلام نہیں رکھ سکتے۔ ساتھ ہی تمام مال غنیمت واپس کردیا۔ (تاریخ اسلام ج ۱ ص ۱۷۸)

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سردار بنو غطفان' ہوازن' بنو سلیم کو پکڑ کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ بھیجا اور ساتھ خط ارسال کیا۔'' بنو عامر کے ارتداد اور قبول اسلام کے بعد وہ لوگ جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا۔ میں نے ان کو جرم کی سزا دی اور اس خط کے ساتھ قرہ بن ھبیرہ اور عیینہ بن حصن وغیرہ کو پیش خدمت کررہا ہوں۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سختی سے کام لیتے تھے' لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رویہ نہایت نرمی کا تھا انہوں نے ان قیدیوں سے جو پابجولاں میدان جنگ سے مدینہ پہنچائے گئے تھے بالکل سختی نہ کی ان میں عیینہ بن حصن اسلام اور مسلمانوں کا بڑا دشمن تھا اور اس نے طلیحہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کی تھی اور اسے قرہ بن ہبیرہ وغیرہ جنگی قیدیوں کی معیت میں مدینے پہنچایا گیا تھا اس کے ہاتھ مضبوط رسوں سے بندھے ہوئے تھے۔ مدینے کے لڑکے اسے کھجور کی شاخوں سے مارتے اور کہتے تھے'' اے اللہ کے دشمن! تو اللہ پر ایمان لانے کے بعد کافر ہوگیا تھا''

عیینہ جواب دیتا'' میں تو کبھی اللہ پر ایمان نہیں لایا'' لیکن سیدنا ابوبکر نے اس کے اس جواب کے بعد جو صریحاً کفر پر دلالت کرتا ہے' اسے معاف کردیا اور کسی قسم کی اسے سزا نہ دی۔'' (صدیق اکبر محمد حسین ہیکل ص ۲۴۵)

> **نبی اکرم ﷺ کا دستور تھا کہ جب کسی مہم پر فوج بھیجی جاتی تو سردار لشکر کو جو احکام دیئے جاتے' ان میں ایک لازمی حکم یہ بھی ہوتا '' کسی بوڑھے کو' بچے کو' کمسن کو' عورت کو قتل نہ کرو'' (مسلم باب الجہاد)**

1087ء حطین کے مقام پر مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان عظیم معرکہ برپا ہوا اور نصاریٰ کے سردار قتل ہوئے اور کچھ قیدی بنالئے گئے۔ جب سلطان صلاح الدین ایوبی بیت المقدس میں داخل ہوا تو عیسائی عورتوں نے رحم کی اپیل کی' سلطان نے حاجب سے دریافت کیا' یہ عورتیں کون ہیں؟ اس نے جواب دیا' عالیجاہ یہ وہ خواتین ہیں جن کے وارث جنگ میں مارے گئے یا گرفتار ہوئے ہیں سلطان نے پوچھا یہ کیا چاہتی ہیں؟ حاجب نے ان کے پاس جاکر سلطان کا سوال دہرایا اور واپس آکر جواب عرض کیا عالیجاہ'' خواتین درخواست کرتی ہیں' اگر ان کے وارث لڑائی میں مارے گئے ہیں تو انہیں قلعہ صور (tyre) میں بھیج دیا جائے۔ اگر وہ قیدی ہیں تو ان پر رحم کیا جائے۔ سلطان نے اسی وقت حکم جاری کیا'' جن عورتوں کے خاوند لڑائی میں مارے جاچکے ہیں' ان کی خواہش کے مطابق انہیں ان کے عزیزوں کے پاس بھیج دیا جائے۔ نیز انہیں کم از کم چھ ماہ کے اخراجات کیلئے رقم ادا کردی جائے۔ (ندائے ملت ج ۴۴ ص ۲)

ایک دوسرے فرمان میں حکم جاری ہوا۔ وہ تمام حکمران اور سردار جو جنگ حطین میں گرفتار ہوئے ہیں' انہیں فی الفور رہا کردیا جائے اور انہیں ان کی مرضی کے مطابق اس جگہ پر پہنچایا جائے جہاں وہ جانا چاہتے ہوں۔ (ندائے ملت ج ۴۴ ج ۲)

لیکن کفار کو جب بھی موقعہ ملا ہے۔ انہوں نے مسلمان قیدیوں کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے کہ آسمان دنیا نے ایسے مناظر اس سے قبل نہیں دیکھے۔ پہاڑوں پر چڑھ جانا اور اپنے ہتھیاروں کو کافروں کے حوالے نہ کرنا یہاں تک کہ اپنی جان قربان کردینا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت مطہرہ میں سے ہے۔ جناب محمود احمد غضنفر حیات صحابہ کے درخشاں پہلو' میں رقمطراز ہیں۔'' غزوہ احد کو ابھی تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے چھ صحابہ کرام کو ایک اہم مشن پر بھیجا۔ ان کا امیر عاصم بن ثابت کو مقرر کیا۔ ابھی یہ قافلہ مکہ سے تھوری دور کے فاصلے پر تھا کہ قبیلہ ہذیل کی جماعت نے ان کو گھیرے میں لے لیا سیدنا عاصم بن ثابت اور ساتھیوں نے تلواریں نکال لیں یہ منظر دیکھ کر بنو ہذیل کہنے لگے۔'' آج تم ہمارا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ بخدا ہم تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتے اگر تم ہتھیار ڈال دو تو ہم اللہ کو گواہ بناکر کہتے ہیں' تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا' سیدنا عاصم اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہیں اور ارشاد فرمایا'' میں تو مشرکوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا'' اور دعا کی' الٰہی میں تیرے دین کی حفاظت اور اس کا دفاع کرتا ہوں۔ ازراہ کرم میرے گوشت اور ہڈیوں کی حفاظت فرما اور میرے جسم کا گوشت

حقوق کی پامالی ڈنکے کی چوٹ پر کررہی ہے۔ اس کے برعکس دنیا میں کسی اور جگہ پر اگر کہیں اس لحاظ سے کوئی معمولی سا واقعہ بھی پیش آیا تو امریکہ ویورپ اور ان کی لونڈی اقوام متحدہ آسمان سر پر اٹھالیتی ہے مگر ان مظالم پر سب خاموش ہیں آج سے چند سال پیشتر جب چین میں چند افراد نے تحریر وتقریر پر چینی حکومت کی پالیسیوں پر تنقید کرتے ہوئے مظاہرہ کیا اور چینی حکومت نے انہیں گرفتار کرلیا تو امریکہ کے ارباب اختیار چیخ اٹھے تھے اور اعلان کیا تھا کہ اگر چین میں انسانی حقوق کا خیال نہ رکھا گیا تو چین سے تجارتی وسفارتی تعلقات پر نظر ثانی کی جائے گی۔

اسی طرح آج سے دو برس پہلے پاکستان میں ایک امریکی صحافی ڈینیل پرل کو کسی نے اغواء کرکے قتل کردیا تھا' تو صرف اس ایک صحافی کے لئے امریکہ اور اس کے حواری یورپی ممالک نے زمین وآسمان ایک کردیا تھا۔ جس کے نتیجے میں پاکستان کی حکومت امریکہ کے پاؤں تک چھونے پر مجبور ہوگئی تھی۔

مگر آج عراق میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کیا نہیں ہوا؟ ظلم وبربریت اور غیر انسانی سلوک کی جو تاریخ امریکہ اور اس کے حواری رقم کررہے ہیں وہ زمانہ جاہلیت کے وحشی قبائل اور چنگیز وہلاکو کو بھی شرما رہی ہے۔ انسانیت کی جتنی تذلیل' بش' بلیئر اور شیرون کررہے ہیں' یہ شیطان کے تصور سے بھی زیادہ ہے۔ اقوام متحدہ سمیت دنیا بھر کی انسانی حقوق کی چیمپئین تنظیمیں بھی خاموش ہیں یا زیادہ سے زیادہ دکھاوے کی ایک آدھ قرارداد اور مظاہرہ کرکے گویا اپنی ذمہ داری پوری کرلیتی ہیں۔

> **امین سعید الشیخ نامی قیدی کے مطابق ایک امریکی سپاہی نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کس چیز پر یقین ہے؟ اس کے اس جواب پر کہ اسے اللہ پر یقین ہے۔ اس نے اس کی ٹوٹی ہوئی ٹانگ پر ضربیں لگائیں اور اسے اسلام کو گالیاں دینے کو کہا اور اس سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا شکریہ ادا کروایا گیا**

لیکن کیا یہ حالات وواقعات مسلمانوں کی غیرت وحمیت کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی نہیں؟ اس کے ساتھ ساتھ جو بزعم خویش دانشور' تجزیہ نگار اور صحافی حضرات اب بھی امریکہ کی انسان دوستی' جمہوریت نوازی' انصاف پسندی کے سحر میں گرفتار ہیں' انہیں تو شاید ایسے واقعات سے سکون ملے گا کہ یہ دہشت گرد ایسے ہی سلوک کے مستحق تھے مگر جن لوگوں کے دلوں پر اللہ نے مہر نہیں لگائی اور جن کا ذہن وضمیر ابھی زندہ ہے' وہ ان واقعات سے امریکہ کے اصل عزائم اور حقیقی ذہنیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ مسلمان حکمرانوں کی طرف سے ان واقعات کے خلاف ردعمل ظاہر کرنے میں تجاہل عارفانہ کا مطلب ہے کہ وہ اسلامی بھائی چارے اور احترام انسانیت کے تمام تر تقاضوں سے یکسر نابلد ہوچکے ہیں اور امریکہ کو ماویٰ وملجاء مان کر اس کی ناراضی کے خوف سے بے غیرتی وبے حمیتی کا مظاہرہ کرنے پر مجبور ہیں۔

عراقی مجاہدین کی جاری کردہ پریس ریلیز......تاریخی کارروائیاں

عراقی مجاہدین نے 25 اپریل سے 15 مئی 2004ء تک 1311 اتحادی فوجی ہلاک کیے اور 1714 زخمی کیے۔ 4 ہیلی کاپٹر گرائے' 164 ٹینک ناکارہ بنائے اور فوج و پولیس کی 582 مختلف اقسام کی گاڑیاں بشمول ایک مال گاڑی تباہ و برباد کیں۔

اعداد: ابوحمزہ ظفر اقبال

اپریل'04	مقامات کارروائی	ہلاک/زخمی	ہیلی کاپٹر/ٹینک/گاڑیاں
// //25	بغداد' کربلاء' موصل' نجف	89/13	22/7/
// 26	بغداد' عمارہ' تکریت' سامراء	78/118	21/8/
// //27	بصرہ' القائم' موصل' سامراء'	85/97	15/10/2
// //28	عمارہ' موصل' ناصریہ' تکریت' بغداد	55/106	17/8/
// //29	موصل' تکریت' خالدیہ' سماوہ	67/128	23/9/
// //30	کرکوک' عمارہ' ناصریہ' موصل' بصرہ	205/116	27/11/
کیم مئی	کوفہ' بصرہ' صدام سٹی' صدام ایئر پورٹ	68/85	12/6/
// //2	بغداد' نجف' رمادی' بصرہ' فلوجہ' عمارہ	116/45	37/9/
// //3	بغداد' نجف' ناصریہ' عمارہ' کوت' سامراء' موصل' تکریت'	72/38	33/8/1
// //4	بغداد' نجف' کرکوک' موصل' رمادی	84/45	45/8/

مئی 04	مقامات کارروائی	ہلاک/زخمی	ہیلی کاپٹر/ٹینک/گاڑیاں
// //5	بغداد' ابوغریب' نجف' کرکوک' موصل	95/60	35/9/
// //6	بغداد' نجف' کربلاء' تکریت' انبار	134/68	54/17/
// //7	بغداد' نجف' بعقوبہ' موصل' کرکوک	68/43	31/9/
// //8	بغداد' بصرہ' تکریت' خالدیہ' بعقوبہ	35/28	18/4/
// //9	بغداد' موصل' بصرہ' کوفہ' کربلاء	44/19	22/3/
// //10	بغداد' فلوجہ' نجف' بصرہ' موصل' دیالی	84/36	39/6/
// //11	بغداد' کرکوک' رطبہ' سماوہ' خالدیہ	121/63	50/8/' 1 مال گاڑی
// //12	بغداد' نجف' سامراء' تکریت' ناصریہ	48/19	17/5/
// //13	بغداد' نجف' تکریت' کربلاء' سامراء	62/26	24/7/
// //14	بغداد' نجف' کربلاء' عمارہ' تکریت'	38/27	19/7/1
// //15	القائم' سامراء' کرکوک' تکریت' نجف	66/31	20/5/

اور ہڈیاں اللہ کے دشمنوں کے ہاتھ نہ لگیں'' زعمائے قریش نے بنو ہذیل سے عاصم ﷺ کی لاش کا مطالبہ کیا اور ساتھ قاصد بھی روانہ کیا کہ عاصم کا سر لے کر آنا ہے تاکہ ہماری سلامہ بنت سعد کا غصہ ٹھنڈا ہو سکے۔ قریش نے اپنے قاصد کو وافر مقدار میں مال بھی دیا تاکہ وہ بنو ہذیل کو قیمتی تحائف اور نقد مال دے کر عاصم کا سر لینے میں کامیاب ہو سکیں جس طرح آج بش اور اس کے حواری ملا عمر اور اسامہ بن لادن کے سر کا مطالبہ کر رہے ہیں' اور افغان سرداروں کو پجارو اور ڈالروں کی صورت میں تحائف دیئے جا رہے ہیں تاکہ اس مقصد میں کامیاب ہوں۔ مگر جس طرح عاصم بن ثابت ﷺ کی لاش ان کو نہ مل سکی اور اپنے منصوبے میں ناکام رہے۔ یہی حال آج کے طاغوت کا ہے جو اتنے وسائل کے باوجود فرزندان اسلام کی گرد کو نہیں پہنچ سکا۔ سیدنا عاصم بن ثابت ﷺ کی شہادت کے بعد سیدنا خبیب بن عدی ﷺ اور سیدنا زید بن دشنہ ﷺ پہاڑی سے اترے اور کافروں نے انہیں قید کر لیا۔ سیدنا خبیب کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا اور ہتھکڑیاں ڈال کر اپنے گھر میں قید کر دیا۔ شہر حرام گزرنے کے بعد قتل کی تیاری ہوئی۔ آپ نے تین باتوں کی عرض کی کہ آب شیریں پلانا۔ ۲۔ بتوں کا ذبیحہ نہ کھلانا' ۳۔ قتل سے پہلے خبر کر دینا۔ قتل کا ارادہ ہوا تو انہوں نے آگاہ کیا۔ سیدنا خبیب نے طہارت کیلئے استرا مانگا۔ عتبہ کی بیوی نے استرا لا کر دیا۔ ان کا بیٹا کھیلتا ہوا سیدنا خبیب کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے اس کو اپنی ران پر بٹھایا۔ عقبہ کی بیوی کی نظر پڑی تو کانپ اٹھی کہ خبیب کے ہاتھ میں استرا بھی ہے اور میرا بیٹا بھی ان کے قابو میں ہے۔ سیدنا خبیب ﷺ فرماتے ہیں' تمہارا

> **عاصمہ جہانگیر اور اس قبیل کی مغرب کی پروردہ این جی اوز آج گوانٹا ناموبے اور ابوغریب جیل کے مظلوم قیدیوں پر وحشیانہ مظالم پر ایک لفظ تک بولنے سے کیوں قاصر ہیں؟**

کیا خیال ہے' میں اپنے خون کا بدلہ اس بچے سے لوں گا۔ حاشا یہ ہماری شان نہیں اور نہ ہی ہمارا دین اس کی اجازت دیتا ہے۔ بچہ واپس کر دیا۔ (جس طرح ملا عمر نے اتنی شہادتوں کے بعد بھی عیسائی مشنریوں کو قتل نہیں کیا بلکہ ان کو رہا کر دیا کہ وہ کہیں امریکیوں کی بمباری سے قتل نہ ہو جائیں۔) سیدنا خبیب کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا۔ دو رکعت نماز کے بعد مقتل کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں دعا پڑھی''۔

اے میرے پروردگار تو ان کو شمار کر لے اور ان کو ایک ایک کر کے قتل کر اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ'' اور یہ اشعار پڑھے۔

''ولست ابالی حین اقتل مسلما
علی ای جنب کان للہ مصرعی
ذلك فی ذات الالہ وان یشاء
یبارك علی اوصال شلو ممزعی

اور مجھے کچھ غم نہیں اس بات کا کہ کس کروٹ قتل کیا جاؤں میرا قتل اللہ ہی کے لئے تو ہے

یعنی جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کی محبت میں ہو رہا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ان کٹے ہوئے ٹکڑوں پر برکت نازل کرے گا۔

یہ تمام واقعات اس زمانے کے ہیں جس میں (Megnacarta) میگنا کارٹا کے پیش رووں کی روحوں کو بھی ان بنیادی انسانی حقوق کا علم نہ تھا۔ جو آج میڈیا کے ذریعے پوری دنیا کے ہر فورم پر اس بات کا پرچار کرتے ہیں کہ انسانیت کو بنیادی حقوق انہی کے ذریعے حاصل ہوئے ہیں اور انہی میں سے ایک طاغوت جس نے ساری دنیا پر حکمرانی کرنے کا خواب دیکھا ہے۔ اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش میں تمام حدوں کو پھلانگ رہا ہے۔ خصوصاً امۃ مسلمہ کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے

باقی صفحہ 55 پر

قرآن وسنت کی روشنی میں احکام ومسائل

الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ کے چند اہم فتاویٰ

نہی کے اوقات میں تحیۃ المسجد کا حکم

سوال: تحیۃ المسجد کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں۔ ان میں ایک وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اوقات نہی مثلاً طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت یہ نوافل ادا نہ کئے جائیں۔ اور ایک وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ تحیۃ المسجد چونکہ ذوات الاسباب سے ہیں لہٰذا ان کا کوئی وقت نہیں' وہ ہر وقت ادا کئے جاسکتے ہیں۔ حتی کہ اگر سورج آدھا غروب ہو چکا ہو تو بھی ادا کئے جاسکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ تفصیلی جواب سے مستفید فرمائیں گے۔ (محمد۔ ع۔ اَالدوادمی)

جواب: اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ تحیۃ المسجد کسی وقت بھی ادا کئے جاسکتے ہیں۔ حتی کہ فجر اور عصر (کی نماز) کے بعد بھی' کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل قول میں عموم ہے:

إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتَّى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ

تم میں کوئی شخص جب مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت ادا کر لے۔

اس کی صحت پر شیخین کا اتفاق ہے اور اس لئے بھی کہ یہ ذوات اسباب سے ہیں۔ جیسے طواف کی نماز اور سورج گرہن کی نماز۔ ایسی تمام نمازوں میں درست بات یہی ہے کہ وہ تمام نہی کے اوقات میں بھی ادا کی جاسکتی ہیں جیسے فوت شدہ فرض نمازوں کی قضاء۔ چنانچہ نبی ﷺ نے طواف کی نماز کے متعلق فرمایا:

يَا بَنِي عَبْدِ مَنَافٍ لَا تَمْنَعُوا أَحَدًا طَافَ بِهَذَا الْبَيْتِ وَصَلَّى أَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ أَوْ نَهَارٍ

اے بنی عبد مناف! جو شخص اس گھر کا طواف کرے اور نماز ادا کرے اسے مت روکو' خواہ رات یا دن کا کوئی بھی وقت ہو۔

اسے احمد اور اصحاب سنن نے اسناد صحیح سے روایت کیا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے نماز کسوف (سورج گرہن یا چاند گرہن) کے متعلق فرمایا:

إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِمَا عِبَادَهُ وَإِنَّهُمَا لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّهَ حَتَّى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ

سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں ہیں۔ انہیں کسی کی موت یا پیدائش کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔ لہٰذا جب تم گرہن دیکھو تو نماز ادا کرو اور دعا کرو۔ اس وقت تک کہ گرہن کھل جائے۔

اس کی صحت پر شیخین کا اتفاق ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ نَسِيَهَا فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ

جو شخص نماز کے وقت سویا ہو ہو یا بھول جائے تو جب اسے یاد آجائے' نماز ادا کرے۔ بس یہی اس کا کفارہ ہے۔

اور یہ تمام احادیث اوقات نہی اور دوسرے اوقات سب کے لئے عام ہیں اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہما نے بھی یہی قول پسند کیا ہے۔

مجبوری میں بینک کی ملازمت؟

سوال: اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جسے اس کے حالات بنکوں میں یا مملکت میں موجود مقامی کرنسی ایکس چینج میں کام کرنے پر مجبور کردیں۔ جیسے بنک الاھلی التجاری' بینک الریاض' بینک الجزیرہ' بیک العربی والوطنی' شرکۃ الراجحی برائے مبادیہ وتجارت' مکتب برائے تبادلہ' بنک السعودی الامریکی اور ان کے علاوہ دوسرے مقامی بنک ہیں۔ یہ خیال رہے کہ یہ بنک اپنے گاہکوں کے لئے سیونگ اکاؤنٹ کھولتے ہیں اور کلرک جو تحریر کا کام کرتے ہیں۔ جیسے حسابات لکھنے والا' پڑتال کرنے والا' نگرانی کرنے والا یا ان کے علاوہ ادارہ کے دوسرے کام کرنے والوں کو یہ بنک کئی مراعات دیتے ہیں جو ملازموں کو ان بنکوں کی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ جیسے بدل سکن (کرایہ رہائش) جو تقریباً بارہ ہزار ریال کے لگ بھگ ہوتا ہے یا اس سے بھی زیادہ ہو سکتا ہے اور سال کے آخر میں دو ماہ کی تنخواہ۔ تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟ (سعو۔م۔ا)

جواب: سودی بنکوں میں کام کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے سود کھانے والے' کھلانے والے' اس کو لکھنے والے اور دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا کہ وہ سب (گناہ میں) برابر ہیں۔ اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور اس لحاظ سے بھی ناجائز ہے کہ اس کام میں گناہ اور سرکشی پر تعاون ہے جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (المائدہ:۲)

بینکوں کے ملازمین جو تنخواہ لیتے ہیں وہ حلال ہے یا حرام؟

سوال: عام بنکوں کے ملازمین اور بالخصوص عربی بنکوں کے ملازمین جو تنخواہ پاتے ہیں وہ حلال ہے یا حرام۔ جبکہ میں نے سنا ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ یہ بنک بعض معاملات میں سودی لین دین کرتے ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے مستفید فرمائیں گے کیونکہ میں خود بھی کسی بینک میں کام کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ (فوزی۔ ح۔ ا۔ بیشہ)

جواب: جو بینک سودی لین دین کرتے ہیں ان میں کام کرنا جائز نہیں کیونکہ اس میں بنک والوں کے لئے گناہ اور سرکشی پر اعانت ہے۔ جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (المائدہ:۲)

اور نبی ﷺ کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے سود کھانے والے' کھلانے والے' ایسی تحریر لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا: "ھم سواء" (یہ گناہ میں برابر کے شریک ہیں) اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں نکالا ہے۔

بنکوں کی ملازمت کا حکم

سوال: میرا چچازاد بھائی بنک الجزیرہ میں ملازم ہے۔ اور اس کیلئے یہ ملازمت جائز ہے یا نہیں ہمیں فتویٰ دیجئے' اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزا دے...... میں نے اپنے بھائیوں سے سنا ہے کہ بنک کی

ملازمت جائز نہیں۔ (عمری۔ع۔ا۔جدہ)

جواب: سودی کاروبار کرنے والے بنکوں میں ملازمت کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ کام گناہ اور سرکشی کے کاموں میں تعاون ہوتا ہے۔ جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (المائدہ:۲)

اور یہ تو معلوم ہے کہ سود بہت بڑے بڑے گناہوں میں سے ہے۔ لہٰذا ایسے لوگوں سے تعاون جائز نہیں...... نیز رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ "آپ ﷺ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کی تحریر لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ سب لوگ اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں"۔

اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں درج ہے۔

کیا مملکت عربیہ سعودیہ میں کام کرنے والے بنکوں کے حصے خریدنا جائز ہے؟

سوال: کیا مملکت سعودیہ عربیہ میں کام کرنے والے بنکوں کے حصے خریدنا جائز ہے۔ جیسے سعودی امریکی بنک یا الائیڈ کمرشل سعودی بینک۔ جنہوں نے اب عوام میں اپنے حصص فروخت کرنے کا اعلان کیا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے بنکوں سے؟ (عبدالمحسن۔ا)

جواب: سودی بنکوں کے حصے خریدنا جائز نہیں۔ جیسا کہ سودی بنکوں اور دوسرے سودی اداروں سے معاملات جائز نہیں۔ کیونکہ یہ گناہ اور سرکشی پر تعاون ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں نہ کیا کرو (المائدہ:۲)

بنکوں کے حصے خریدنے کا حکم

سوال: بنکوں کے حصے خریدنے اور کچھ مدت بعد انہیں بیچ دینے کا کیا حکم ہے جبکہ مثال کے طور پر ایک ہزار کے حصے تین ہزار کے ہو جائیں اور کیا اسے سود ہی سمجھا جائے گا؟ (ناصر ع۔ا۔الخرج)

جواب: بنکوں کے حصوں کی خرید وفروخت جائز نہیں کیونکہ یہ نقدی کی نقدی سے بیع ہے۔ جس میں نہ برابر برابر ہونے کی شرط پائی جاتی ہے اور نہ قبضہ میں لینے کی اور اسلئے بھی کہ سودی اداروں کے ساتھ تعاون جائز نہیں۔ نہ ہی ان کی خرید وفروخت جائز ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں مدد نہ کیا کرو۔ (المائدہ۲)

اور جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ "آپ ﷺ نے سود لینے والے، سود دینے والے، اس کی تحریر لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب لوگ گناہ میں برابر کے شریک ہیں"۔ اسے مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور آپ صرف اپنا اصل سرمایہ ہی لے سکتے ہیں۔

آپ کو اور دوسرے سب مسلمانوں کو میری نصیحت ہے کہ وہ ہر طرح کے سودی معاملات سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں اور گزشتہ معاملات پر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کریں کیونکہ سودی معاملات دراصل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے عذاب کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَىٰ فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ خرید وفروخت بھی تو سود ہی کی طرح ہے حالانکہ بیع کو اللہ نے حلال کیا اور سود کو حرام، تو جس شخص کو اپنے پروردگار کی طرف سے نصیحت پہنچی وہ باز آگیا تو پہلے جو ہو چکا وہ اس کے لئے جائز اور (قیامت کو) اس کا معاملہ اللہ کے سپرد اور جو پھر سود لینے لگا تو ایسے لوگ جہنمی ہیں ہمیشہ اس میں جلتے رہیں گے۔ اللہ سود کو نابود کرتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا۔ (البقرہ ۲۷۵۔۲۷۶)

نیز اللہ عزوجل نے فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو جتنا سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اور اگر ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر توبہ کر لو (سود چھوڑ دو) تو تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے۔ جس میں نہ دوسروں کا نقصان نہ تمہارا نقصان۔ (بقرہ ۲۷۸۔۲۷۹)

سودی بنکوں میں امانت رکھنے کا حکم

سوال: اگر کسی کے پاس کچھ نقد رقم ہو اور وہ حفاظت کی خاطر اسے امانت کے طور پر کسی بنک میں رکھے اور سال کا عرصہ گزرنے پر اس کی زکوٰۃ ادا کردے تو کیا یہ اس کیلئے جائز ہے یا نہیں؟ ہمیں مستفید فرمائیے۔ اللہ آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے۔ (عمری۔ع۔ع۔جدہ)

جواب: سودی بنکوں میں امانت رکھنا جائز نہیں، خواہ وہ اس پر سود نہ لے۔ کیونکہ اس کام میں گناہ اور سرکشی پر اعانت ہے۔ جبکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے۔ لیکن جب کوئی شخص اس کام پر مجبور ہو اور سود نہ لے اور اپنے مال کی حفاظت کے لئے سودی بنک کے علاوہ اور کوئی جگہ نہ پائے تو مجبوری کی بنا پر (ان شاء اللہ) اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ

اللہ نے جو کچھ تم پر حرام کیا ہے اس کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے الا یہ کہ تم کسی بات پر مجبور ہو جاؤ۔ (الانعام:۱۱۹)

اور جب کوئی اسلامی بنک یا امانت رکھنے کی جگہ پائے جس میں گناہ اور سرکشی پر تعاون کی صورت نہ ہو تو اپنا مال اس میں امانت رکھے۔ اب اس کے لئے سودی بنک میں امانت رکھنا جائز نہ ہوگا۔

ایسی کمپنیوں سے تعاون کا حکم جو سودی لین دین کرتی ہیں

سوال: میں شرکہ تجاریہ (تجارتی کمپنی) کے ہاں اکاؤنٹینٹ ہوں۔ یہ کمپنی سودی بنک سے قرضے لینے پر مجبور ہوتی ہے۔ مجھے معاہدہ قرض کا ایک فارم ملتا ہے جس سے بنک کے رجسٹروں میں کمپنی کا مقروض ہونا ثابت ہو سکے...... کیا میں سود کی تحریر لکھنے والا سمجھا جاؤں گا اور میرے اس کمپنی میں کام کرنا جائز نہ ہوگا۔ یعنی کیا میں کمپنی سے عہد کی رو سے گناہگار سمجھا جاؤں گا۔ جبکہ میرا ایسا معاہدہ نہ تھا؟ (عبداللطیف۔ذ)

جواب: سودی معاملات میں مذکورہ کمپنی سے تعاون جائز نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سود لینے والے، دینے والے، اس کی تحریر لکھنے والے اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا کہ "یہ لوگ گناہ میں ایک جیسے ہیں"۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔ نیز اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں عموم ہے:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا علي الاثم والعدوان

اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں باہمی تعاون نہ کیا کرو (المائدہ:۲)

باقی صفحہ 23 پر

بقیہ: اسلام میں قیدیوں کے حقوق

کہ انہیں انسان تو کجا جانور ماننے سے بھی انکاری ہیں۔ وہ تمام مستشرقین جنہوں نے انسانیت تو کجا جانوروں کے حقوق کا بھی ڈھول سر پر اٹھا رکھا ہے اور مرغابی کے جسم پر چھوٹا سا تیر چبھا دیکھ کر سارا یورپ اس کی جان بچانے کیلئے فکرمند ہو جاتا ہے۔ کابل کے چڑیا گھر میں طبعی موت مرنے والے ''مرجان'' نامی شیر کے کمزور ہونے کی خبر متعصب خبر رساں ادارہ بی بی سی اپنے صبح کے پروگرام میں نشر کرتا ہے اور دوسرے دن شیر کے بچے کی آنکھ میں موتیا دیکھ کر ڈاکٹروں کی ٹیمیں حرکت میں آجاتی ہیں۔ مگر جب بات فرزندان اسلام (طالبان اور عراقی مسلمانوں) کی ہو تو فرعون ثانی اس بات کا اعادہ گلوبل ویلج کے سامنے نخوت و تکبر کے اس انداز میں کرتا ہے کہ شیطانیت بھی شرما جاتی ہے کہ یہ لوگ اس کرہ ارض پر رہنے کا حق ہی نہیں رکھتے۔ یہ انسانیت کے قاتل ہی نہیں تہذیب و تمدن کو تاراج کرنے والے درندے ہیں۔ انہوں نے انسانیت کے گلشن کو تار تار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آج یہ فرزندان اسلام سیدنا عاصم بن ثابت ؓ اور سیدنا خبیب ؓ کی طرح دشمنان اسلام کی قید میں ہیں اور جس طرح ان صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے جسموں کو تیروں اور نیزوں کے ساتھ چھیدا گیا اور سیدنا عاصم ؓ کے سر کا پیالہ بنا کر شراب پینے کی خواہش کافروں نے کی تھی۔ آج اسی طرح ان فرزندان اسلام کے جسموں کو داغا جا رہا ہے۔ ان کے اعضاء کو کاٹا جا رہا ہے۔ ان کے کانوں میں روئی ٹھونسی جا رہی ہے' انہیں ننگا کر کے' غلاظتیں مل کر جانوروں کی طرح گھسیٹا جاتا ہے۔ آج پھر اہل یورپ کی یہ شیطنیت عود کر کے اہل مسلم پر عذاب کے کوڑے برسا رہی ہے۔ ان کے نزدیک اگر حقوق بھی حاصل ہوں تو صرف سفید چمڑی والوں کو کیونکہ ان کا تعلق یورپ امریکہ کی اشرافیہ سے ہے۔ طالبان کی حکومت کو ختم کرنے کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ ان کا تعلق بوریا نشین مردان صحرائی سے تھا۔

وہ این جی اوز NGO's جنہوں نے ملک پاکستان کو یرغمال بنایا ہوا ہے اور ملک میں قید ایک ہندو جاسوس کی بپتا عالمی فورم پر سنا کر اس کو رہا کرواتی ہیں اور اپنے لال دوپٹے کے جلو میں خود اس کو واہگہ بارڈر پر سے رخصت کرتی ہیں اور دوسرے قیدیوں کے حقوق کا دفاع کرنے کا کہتی ہیں' آج وہ بھی لب کشا نہیں ہیں۔ کیونکہ ان قیدیوں کا تعلق مسلمانوں سے ہے۔ اگر کسی یورپ کے ملک سے تعلق ہوتا تو ان کو باؤلہ پن ہو جاتا۔ اور یہ اپنے کپڑوں سے باہر ہو جاتیں۔ آج عاصمہ جہانگیر' حنا جیلانیاں کہاں سوگئی ہیں؟ کیا ان کی بصیرت جواب دے گئی ہے یا ان کی عقل پر ڈالروں کا پردہ پڑ چکا ہے یا ان کی قوت سماعت کو کسی برق آسمانی نے مفلوج کر کے رکھ دیا ہے؟ ان کی بنیادی حقوق کی حس کیوں نہیں پھڑکتی آج یہ اپنے گماشتوں کے جلو میں عالمی فورم پر کیوں نہیں آتیں؟ کیا ان پر نزع کی حالت طاری ہوگئی ہے۔ یا ذہنی طور پر مفلوج ہوگئی ہیں؟ یا یہ کومے کی حالت میں ہیں؟ ایسے معلوم ہوتا ہے حقوق کی بات کرنے والی ڈوری کسی یہودی یا عیسائی کے ہاتھ میں ہے اور یہ نازنین ڈالروں کی جھنکار میں کٹھ پتلیاں بنی ہوئی ہیں جو اپنی مرضی سے حرکت نہیں کر سکتیں۔ یہ میر جعفروں اور صادقوں کی روحانی اولادیں ہیں جو انگریز کے حقوق کی ضامن ہیں اور ہر دور میں دین اسلام کے فرزندوں کو نیچا دکھانے میں پیش پیش ہیں۔ یہ صرف اسلام' حدود آرڈیننس اور قانون توہین رسالت کے خلاف ہی حرکت میں آتی ہے۔

آج فرزندان اسلام امۃ مسلمہ کی بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنا ملک' گھر بار' دنیا کی تمام آسائشوں کو دنیاوی منفعتوں کے لئے نہیں چھوڑا بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ اور لواء حق کو بلند کرنے کے لئے یہ پر خطر راستہ اختیار کیا ہے۔ اور انہی لوگوں کے بارے میں ارشاد ربانی ہے

''ترجمہ'' جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب ایک ہے' پھر اس پر قائم رہے تو ان کے پاس فرشتے یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ ہم دنیا و آخرت میں تمہارے معین و مددگار ہیں اور تمہارے لئے وہاں ہر قسم کی نعمتیں ہوں گی جس کو تمہاری طبیعت چاہے گی مہربانی بخشش کرنے والے اللہ کی طرف سے تمہاری مہمانی ہوگی۔ (حم سجدہ ۳۹ تا ۳۱)

بقیہ: عراقی قیدی

نے کہا ہے کہ اگرچہ بش انتظامیہ سمجھتی ہے کہ امریکی عوام کو عراق میں پیش آنے والی صورتحال پر تشویش یا پریشانی نہیں تو یہ ان کی بھول ہے۔ اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ عراق میں بڑھتے ہوئے فوجی نقصان، ہلاکتوں اور زندہ امریکی فوجیوں کے جلائے جانے کے واقعات کے بعد امریکہ اب عراق سے نکلنے کی سوچ رہا ہے۔ ممتاز جریدے اکانومسٹ کی ایک تازہ ترین رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکی حکام اب ''صومالی انخلاء'' کی طرح عراق سے نکلنے کی بات کرتے نظر آتے ہیں۔ یاد رہے 1993ء میں صومالیہ کے دارالحکومت میں اٹھارہ امریکی فوجیوں کو ہلاک کرنے کے بعد ان کی لاشوں کو گلیوں میں گھسیٹے جانے کے مناظر دکھائے جانے پر امریکہ نے صومالیہ سے اپنی فوج نکال لی تھی جبکہ صدر بش کے سیاسی مخالف سینٹر ایڈورڈ کینیڈی نے بھی کہا ہے کہ عراق دوسرا ویتنام بن چکا ہے۔ عراق میں بگڑتی ہوئی صورتحال کے باعث واشنگٹن میں اعلیٰ حکام بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ عراق خانہ جنگی کی طرف جا رہا ہے۔ صدر بش اگرچہ مصر ہیں کہ وقت سے قبل عراق سے فوجیں نہیں نکالیں گے لیکن زمینی حقائق کچھ اور ہیں۔ واضح رہے کہ عراق میں امریکہ اپنے اتحادیوں کی حمایت سے محروم ہو رہا ہے۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ عراق میں بڑھتے ہوئے تشدد اور خون ریزی کے باعث امریکی حمایت میں خاطر خواہ کمی واقع ہو رہی ہے۔ امریکہ میں ڈیموکریٹک پارٹی کے نامزد صدارتی امیدوار سینٹر جان کیری نے کہا ہے کہ صدر بش کی ضد اور پیشگی حملے کے نظریے نے عراق میں امریکی کامیابی کا راستہ انتہائی دشوار کر دیا ہے۔ شکاگو میں اپنی پارٹی کی ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے موصوف صدارتی امیدوار نے کہا ہے کہ صدر بش کو یہ بات تسلیم کر لینی چاہئے کہ عراق میں جنگ کا طریقہ اور بعد میں اس کی تعمیر نو سے متعلق اندازے تصور سے زیادہ مشکل ثابت ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ صدر بش اپنی انتخابی مہم پر اب تک چالیس ملین ڈالر خرچ کر چکے ہیں مگر عراق کی دگرگوں صورتحال، امریکی فوجیوں کی بڑے پیمانے پر ہلاکت اور پسپائی کے باعث انہیں شدید عوامی تنقید کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جان کیری کے اس بیان کے چند روز بعد ہی ایک خودکش حملے میں عراق کی مزاحمتی قوتوں نے عراق کی گورننگ کونسل کے سربراہ عزالدین سلیم سمیت دس افراد کو ہلاک کر کے امریکیوں اور اس کے مقامی حواریوں کو پیغام دے دیا ہے کہ اب اس خطے میں امریکہ یا امریکہ نواز انتظامیہ کی کوئی ضرورت نہیں رہی اور اگر امریکہ نے اپنے سامراجی منصوبوں کی خاطر مقامی سطح پر کٹھ پتلی حکمران مسلط کرنے کی کوشش کی تو ان کا حشر عزالدین سلیم جیسا ہوگا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان سمیت تمام اسلامی ممالک امریکہ پر زور دیں کہ وہ عراق میں ناحق مسلمانوں کا خون بہانے سے باز رہے۔ بلا تاخیر اپنی فوجوں کا انخلاء شروع کر دے یہی اس مسئلے کا حل ہے۔ بصورت دیگر مجاہدین اسلام افغانستان میں سوویت یونین کو تباہی سے ہمکنار کرنے کے بعد جغرافیائی حدود سے بالاتر ہو چکے ہیں اس نئے افغانستان (عراق) نے انہیں ایک طرح کے نئے شعور سے آراستہ کرنا شروع کر دیا ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لندن کے ''المجلۃ'' نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ عراق اور افغانستان بش خاندان اور اس کے کاروباری سیاسی ساتھیوں کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ کر چکا ہے، بش کی وائٹ ہاؤس سے واپسی بہت سے مسلم حکمرانوں کے سیاسی مستقبل کو بھی لے ڈوبے گی۔۔۔۔۔

تحفظ المدارس کانفرنس

☆......6 جون بروز اتوار بمقام ادارہ جامعۃ الاثریہ پشاور میں تحفظ مدارس کانفرنس منعقد ہوگی۔ زیر صدارت ابوعمر عبدالعزیز نورستانی' زیر امارت عبدالعزیز حنیف آخر میں طلباء وطالبات کو اسناد دی جائیں گی۔

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورہ یونس کی تشریح وتفسیر

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

خبردار اللہ کے دوستو

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿62﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿63﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿64﴾

(یونس)

مفردات:

1۔ اولیاء اللہ۔ جمع ہے ''ولی'' کی اور ''ولی'' مشتق ہے ''ولی'' (لام کے سکون کے ساتھ) سے اور یہ ولی یلی (باب حَسِبَ یَحْسَبُ) مصدر ہے۔ ولی کا معنی قریبی اور دوست ہے۔ یہاں ولی سے مراد وہ شخص ہے جو ایمان اور تقویٰ (عمل صالح) سے متصف ہو کر ہر قسم کے گناہوں ''شرک وفسق وفجور وغیرہ'' سے اجتناب کرتے ہوئے اللہ کا قرب حاصل کر کے اس کا دوست قریبی بن جائے۔

2۔ خوف ''خَافَ یَخَافُ'' (باب منع یمنع) کا مصدر ہے اور اس کا تعلق مستقبل سے ہے۔ یعنی اللہ کے دوستوں کو قیامت کی ہولناکیوں اور اس کے مراحل کا خوف نہیں ہوگا۔

3۔ حزن ''حَزِنَ یَحْزَنُ'' (باب علم یعلم) کا مصدر ہے اور اس کا تعلق ماضی سے ہے یعنی اللہ کے دوستوں کو دنیا سے جانے اور اس کے چھوٹنے اور وہاں نہ ملنے والی نعمتوں کا غم نہیں ہوتا۔

تفسیر:

گزشتہ آیات میں چونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت کرنے والوں کا تذکرہ تھا اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء (دوستوں) کا تاکیدی انداز سے تذکرہ فرمایا ہے یاد رکھو کہ اللہ کے دوستوں کو موت و برزخ کے وقت اور قیامت کے دن کسی قسم کا خوف (ڈر) نہیں ہوگا وہ اس دن کی ہولناکیوں سے نہیں گھبرائیں گے دوسرے لوگوں کی طرح وہ اللہ کے عذابات سے نہیں ڈریں گے بلکہ وہ اللہ کے فضل وکرم اور ایمان وتقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے قبروں سے بعث ونشر سے لے کر دخول جنت تک تمام احوال و مراحل میں اللہ کی رحمت وکرم میں ہوں گے اور کسی قسم کی پریشانی و گھبراہٹ میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ اور دخول جنت کے بعد اس کی نعمتوں اور مہمانیوں سے لطف اندوز ہوں گے اسی طرح ان کو دنیا سے جانے اور اس کو چھوٹنے کا حزن (غم) نہیں ہوگا اور دنیا میں وہ جو لذتیں اور آسائشیں حاصل نہ کر سکے ان پر ان کو کسی قسم کا غم وملال نہیں ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء (دوستوں) کی دو نشانیاں بیان کیں کہ اگر وہ دو نشانیاں کسی انسان میں ہوں گی تو وہ اللہ کا ولی (دوست ہوگا ورنہ نہیں وہ دو نشانیاں ایمان وتقویٰ ہیں جس شخص میں یہ دونوں پائی جائیں گی وہ اللہ کا ولی ہوگا اور جس میں یہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک نشانی نہیں ہوگی وہ اللہ کا ولی نہیں ہوگا۔ ایمان سے مراد زبان سے اقرار دل سے تصدیق اور اس کے مطابق عمل ہے اگر اقرار نہ ہو تو آدمی کافر اور اگر تصدیق نہ ہو تو آدمی منافق (زبان سے اسلام کا اقرار اور دل میں کفر رکھنے والا) ہوگا اور اگر اقرار وتصدیق کے مطابق عمل نہ ہو تو آدمی جھوٹا اور فریبی ہے اور چھ چیزوں پر یقین رکھنا (اللہ فرشتے کتب انبیاء ورسل قدر (تقدیر) دراصل ایمان لانا ہے۔

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات اور توحید الوہیت وعبادت کا اقرار کیا جائے۔

توحید ربوبیت کا مطلب ہے کہ ایک اللہ کو خالق اور مالک و رازق مانا جائے اور اسی کو کائنات کا مختار ومدبر تسلیم کیا جائے اور اسی کو زندگی و موت کا مالک مانا جائے اور بارش برسانے والا صرف اسی کو سمجھا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کر رکھا ہے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پھر وہ عرش پر قرار پکڑے ہوئے ہے اسی نے سورج اور چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک میعاد معین پر گشت کر رہا ہے وہی کام کی تدبیر کرتا ہے وہ اپنے نشانات کھول کھول کر بیان کر رہا ہے کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔ اسی نے زمین پھیلا کر بچھادی ہے اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کر دی ہیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے دوہرے دوہرے پیدا کر دیئے ہیں وہ رات کو دن سے چھپا دیتا ہے۔ یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ (الرعد۔2-3)

اور توحید اسماء وصفات سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے جو اسماء و صفات ثابت کئے ہیں ان کو اس کے لئے بغیر تاویل اور مثال و تشبیہ کے ثابت کرنا جیسے فرمایا۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔

یعنی اللہ تعالیٰ جیسی کوئی چیز نہیں نہ اس کی ذات سے کوئی مشابہت رکھتا ہے اور نہ اس کی صفات سے وہ سنتا ہے دیکھتا ہے کلام کرتا ہے عرش پر مستوی ہے جیسے اس کی شان اور مقام کو لائق ہے۔ توحید الوہیت وعبادت سے مراد ہے کہ جب خالق مالک اور رازق اللہ ہے جب ذرے ذرے اور پتے پتے پر اس کا کنٹرول اور تصرف واختیار ہے جب ہر قسم کے اچھے نام اور صفات اس کی ہیں تو پھر ہر قسم کی عبادت کے لائق نذر ونیاز کے لائق اور سورو پکار کے لائق رکوع وسجدہ کے لائق بھی صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک ہے چونکہ اہل مکہ وغیرہ توحید کی پہلی دو قسموں (توحید ربوبیت وتوحید اسماء وصفات) کے قائل تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے توحید ربوبیت کو توحید الوہیت وعبادت کے لئے بطور دلیل کے پیش کیا جیسے فرمایا۔

ترجمہ۔ اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا یہی تمہارا بچاؤ ہے۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی خبردار باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔ (البقرہ 22-21)

فرشتوں پر ایمان یہ ہے کہ وہ اللہ کی فرمانبردار مخلوق ہیں وہ اس کی کسی قسم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جیسا کہ فرمایا۔

ترجمہ: ان

(فرشتوں کو جو اللہ حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔ (التحریم) اور کتابوں پر ایمان یہ ہے کہ یہ اللہ کی صفت کلام کی مظہر ہیں اور یہ چار ہیں۔ تورات انجیل زبور قرآن۔ پہلی تین کتابیں محرف ومبدل ہو چکی ہیں۔ ان پر صرف ایمان لانا ہے عمل نہیں کرنا قرآن تحریف سے محفوظ ومامون ہے اس پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ عمل بھی کرنا ہے۔ اور انبیاء ورسل علیہم السلام پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے اور انہوں نے اللہ کا پیغام اپنی اپنی امتوں کو صحیح معنوں میں پہنچادیا اس میں کسی قسم کی کمی وبیشی نہیں کی۔ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ان کی اطاعت واتباع بھی کرنی ہے۔ پہلے انبیاء ورسل علیہم السلام کی اطاعت واتباع نہیں کرنی کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی آمد کے بعد پہلے تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعتیں منسوخ ہوگئی ہیں۔ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا علم یعنی کسی

درس القرآن

قسط نمبر 66

واقعے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور ہم اس پر مجبور نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو راستے ''خیر وشر'' کے دکھا دیے اور اختیار دے دیا ہے چاہے اس کو اختیار کریں یا نہ کریں جبر و زبردستی

کچھ خوف وغم نہیں ہوگا

یاد رکھو! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور وہ ...گین ہوتے ہیں۔ وہ وہی ہیں جو ایمان لائے اور برائیوں سے ...یز رکھتے ہیں۔ ان کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی اور ...رت میں بھی خوشخبری ہے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کچھ ...ں نہیں ہوا کرتا۔

ادھر ہے نہ ادھر' سوچ وفکر اور کسب واختیار اور عمل وفعل بندے کا ہے' اچھا ...ہے تو اچھا بدلہ ملے گا عمل برا ہے تو سزا ملے گی۔ آخرت پر ایمان یہ ...ہے کہ سب مخلوق مرنے اور فنا ہونے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ ...ٹھے گی اور اللہ کے سامنے پیش ہوگی اور اللہ حساب وکتاب لیں گے ...ور ہر ایک کے ساتھ نتیجہ کے مطابق سلوک ہوگا اور اس کے مطابق ...س کے لئے جنت یا جہنم کا فیصلہ ہوگا۔

تقویٰ کا معنی ہے جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے ان ...سے رک جانا یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کا خیال رکھنا اللہ کے ...امر ونواہی قرآن وحدیث میں ہیں۔ (کیونکہ حدیث بھی منجانب ...ہے) لہٰذا تقویٰ کا مطلب ہے قرآن وحدیث پر عمل کرنا۔ اب جو ...آن وحدیث پر عمل کرے گا وہ اللہ کا ولی (دوست) ہے اور جو ...آن وحدیث پر عمل نہیں کرے گا وہ اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا تمام اہل ...ن اللہ کے دوست ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: اللہ ایمان والوں کا دوست ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے اور کافروں کے اولیاء (دوست شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے۔

(البقرہ 257)

اور فرمایا= وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (آل عمران۔68)

مومنوں کا ولی (دوست) اللہ ہی ہے۔

اور فرمایا

ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ (محمد۔11)

وہ اس لئے کہ ایمان والوں کا دوست خود اللہ ہے۔

تمام اہل تقویٰ اللہ کے دوست ہیں۔ جیسے فرمایا

وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ (الجاثیۃ)

اور اللہ تعالیٰ متقین (تقویٰ اختیار کرنے والے یعنی پرہیزگاروں) کا دوست ہے۔

تمام اہل تقویٰ اللہ کے محبوب ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ =(آل عمران 76)

اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے

لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ اولیاء اللہ سے مراد وہ سچے مخلص مومن اور متقی لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور قرآن وحدیث پر عمل پیرا ہوئے اور فسق وفجور اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچتے ہوئے اللہ کا قرب حاصل کرلیا سورہ بقرہ کے شروع میں ان متقین کی پانچ صفات کا تذکرہ ہے۔

1۔غیب پر ایمان لانے والے (یعنی بغیر دیکھے) اور اس کے رسول' فرشتوں اور آخرت وغیرہ کو ماننے والے۔

2۔نماز قائم کرنے والے۔

3۔جو رزق ہم نے دیا اس میں سے خرچ کرنے والے۔

4۔قرآن اور کتب سابقہ پر ایمان لانے والے۔

5۔آخرت پر یقین رکھنے والے

لہٰذا جن اہل ایمان میں یہ صفات موجود ہوں گی وہ سب اولیاء اللہ ہوں گے۔

چونکہ ایمان اور تقویٰ کے کئی درجات ومراتب ہیں اس لحاظ سے اولیاء اللہ کے بھی کئی درجات ومراتب ہیں کئی ایمان وتقویٰ کے اعلیٰ اور بلند درجات پر فائز ہیں اور کئی ان سے کم' کئی ان سے بھی کم۔

ولی کی علامت وپہچان شریعت کی پابندی ہے۔ جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آجاتا ہے۔ (ایسر التفاسیر۔ جلد 2۔ ص 487)

ایک اور حدیث میں ہے کہ یہ لوگ فرضی عبادت کے علاوہ نفلی عبادات کثرت سے بجالاتے ہیں اور ان کے کان' آنکھیں ہاتھ پاؤں سب اعضاء' اللہ کی مرضی اور اس کے پسندیدہ کاموں میں لگے رہتے ہیں یعنی اپنے جسم اور اعضاء کو اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق استعمال کرنے کی بجائے اللہ کے احکام اور اس کی مرضی کے مطابق استعمال کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری باب التواضع)

اولیاء اللہ کی شان میں ایک اور حدیث ہے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جن کے ساتھ انبیاء و شہداء بھی رشک کریں گے عرض کی گئی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون لوگ ہیں کہ ہم بھی ان سے محبت کریں آپ نے فرمایا کہ وہ آپس میں اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں مال ونسب کی وجہ سے نہیں ان کے چہرے روشن ہوں گے اور وہ نورانی منبروں پر ہوں گے جب لوگ ڈریں گے ان کو کسی قسم کا ڈر نہیں ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے ان کو کسی قسم کا غم نہیں ہوگا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (120/15)

قرآن وحدیث کی مذکورہ نصوص سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ولایت کتاب وسنت کی اطاعت کا نام ہے کہ جو شخص عقائد وعبادات اور معاملات اور معیشت ومعاشرت یعنی لباس اور شکل وصورت' دیکھنے' سننے' کردار وگفتار' گھر کے ماحول' شادی' غمی الغرض جملہ امور میں کتاب وسنت کے احکام کی پیروی کرے اور شرک وبدعات فسق و فجور اللہ اور اس کے رسول کی معصیت ونافرمانی سے اجتناب کرے وہ اللہ کا ولی ہے۔

کسی کے ولی ہونے کے لئے اس سے کرامت کا اظہار ضروری نہیں کیونکہ ظہور کرامت ولایت کی شرط نہیں اگر اللہ کی مشیت ہو تو کسی ولی سے کرامت کا ظہور بھی ہو سکتا ہے' کرامت ظاہر کرنا یا دکھانا کسی ولی کے بس واختیار میں نہیں کیونکہ جیسے معجزہ کا صدور نبی و رسول سے ہوتا ہے لیکن وہ اس کے قبضہ واختیار میں نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے کہ جب وہ چاہے ان سے ظاہر کرادے۔

اسی طرح ولی سے ظاہر ہونے والی کرامت بھی اس کے قبضہ واختیار میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے جب وہ چاہے اس سے ظاہر کردے۔

لہٰذا یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کسی مومن متقی اور متبع سنت سے کرامت ظاہر ہو یا نہ ہو اس کی ولایت میں کوئی شک نہیں۔

لیکن آج کل ہندوؤں' عیسائیوں اور مجوسیوں وغیرہ سے متاثر ہونے کی وجہ سے جہاں عام مسلمانوں میں اسلام کے اور بہت سارے معانی اور مفاہیم تبدیل ہوگئے وہاں ولایت کا مفہوم اور ولی

باقی صفحہ 47 پر

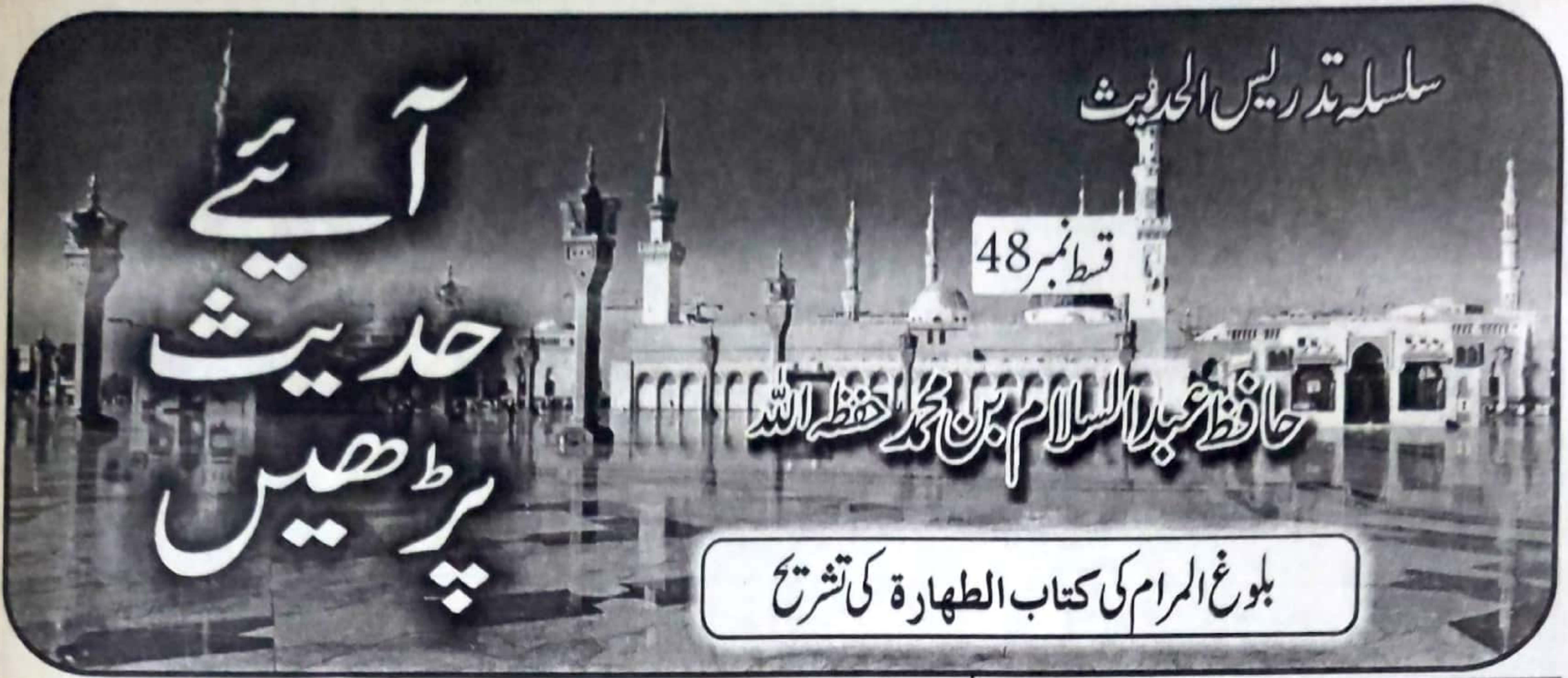

باب المسح علی الخفین

موزوں پر مسح کا بیان

الخف۔ مطلب موزہ۔ پاؤں کو سردی وغیرہ سے بچانے کے لئے ٹخنوں تک چمڑے وغیرہ سے بنا ہوا موزہ۔

موزوں پر مسح رسول اللہ ﷺ سے متواتر احادیث کے ساتھ ثابت ہے۔ سفر ہو یا حضر، مرد ہو یا عورت، مسح سنت ہے۔ احمد بن حنبلؒ نے فرمایا اس مسئلہ میں چالیس صحابہؓ سے مرفوع احادیث آئی ہیں۔ ابن المنذر نے حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ مجھے ستر سے زیادہ اصحاب رسول ﷺ نے بتایا کہ آپ ﷺ موزوں پر مسح کرتے تھے۔ (سبل)

موزوں کے اوپر مسح کرنا

۱/۵۳ عَنِ الْمُغِيرَةِ بن شُعْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فتوضا فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا۔ متفق علیہ

وَلِلْأَرْبَعَةِ عَنْهُ إِلَّا النَّسَائِيَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ أَعْلَى الْخُفِّ وَأَسْفَلَهُ وَفِي إِسْنَادِهِ ضُعْفٌ

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے وضوء کیا تو میں نے نیچے ہاتھ بڑھایا تاکہ آپ کے موزے اتاروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "انہیں رہنے دو کیونکہ میں نے دونوں (پاؤں) کو پاک ہونے کی حالت میں (موزے میں) داخل کیا ہے تو آپ ﷺ نے ان دونوں پر مسح کیا۔ (بخاری و مسلم)

اور نسائی کو چھوڑ کر چاروں نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے موزوں کے اوپر والے اور نیچے والے حصے پر مسح کیا اور اس کی سند میں کچھ ضعف ہے۔

تخریج: پہلا حصہ بخاری الوضوء (۲۰۶) مسلم (الطہارۃ/۷۹) تحفۃ الاشراف (۸/۴۸۳)

دوسرا حصہ ضعیف ہے۔ ابوداؤد الطہارۃ نمبر ۱۶۵ ترمذی الطہارۃ نمبر ۹۷ سنن ابن ماجہ الطہارۃ نمبر ۵۵

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث معلول ہے۔ میں نے ابوزرعہ اور محمد (بخاری) سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا، یہ صحیح نہیں ہے۔ سنن الترمذی ۹۷۔ اسی طرح ابوداؤد نے بھی ضعیف کہا ہے۔ ائمہ حدیث نے کاتب مغیرہ کی وجہ سے اسے ضعیف کہا ہے۔

مفردات

فَأَهْوَيْتُ هَوِيَ يَهْوَى باب عَلِمَ يَعْلَمُ سے ہو تو محبت کرنا، چاہنا، خواہش کرنا، ضَرَبَ يَضْرِبُ سے هَوَى يَهْوِيْ ہو تو گرنا نیچے کی طرف جانا۔ أَهْوَيْتُ باب افعال سے ہے یعنی میں نے نیچے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ۔ هما (دونوں قدم) ضمیر ذوالحال ہے۔ طَاهِرَتَيْنِ اس سے حال ہے۔

فوائد: ۱۔ بخاری میں ہے کہ یہ سفر کا واقعہ ہے۔ مالک اور ابوداؤد کے ہاں سفر کی تعیین ہے کہ یہ غزوہ تبوک (۹ھ) تھ

اور صلوٰۃ کی تعیین ہے کہ فجر تھی (سبل)

۲۔ موزے پہنے ہوئے ہوں تو انہیں اتار کر پاؤں دھونے کی بجائے مسح کرنا افضل ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا عمل ہے۔

۳۔ موزوں پر مسح اس وقت ہوگا جب وہ باوضوء ہونے کی حالت میں پہنے ہوں کیونکہ مکمل وضوء کے بغیر پاؤں کو طاھر تین نہیں کیا جاسکتا۔

۴۔ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا۔ "ان دونوں پر مسح کیا" اس سے معلوم ہوا کہ مسح پاؤں کے اوپر والے حصے پر ہے۔ یہ متفق علیہ حدیث ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کی حدیث (۵۴) جو آگے آرہی ہے' اس کی تائید کرتی ہے۔ اوپر اور نیچے دونوں طرف مسح کرنے کی حدیث ثابت نہیں۔

۵۔ موزہ اگر پھٹا ہوا ہو تو اس پر مسح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ صحیح بات یہی ہے کہ مسح ہو سکتا ہے کیونکہ اس وقت بھی وہ موزہ ہے۔ الخف کا نام باقی ہے تو حکم بھی باقی ہے۔ بعض لوگوں نے پھٹے ہوئے حصے کی مقدار کی تعیین کی ہے کہ اس سے زیادہ پھٹا ہو تو مسح جائز نہیں مگر اس تعیین کی کوئی دلیل نہیں اس لئے جب تک موزہ استعمال ہوتا ہے' اس پر مسح درست ہے۔

۶۔ وضوء میں خدمت اور اعانت کرنا بھی درست ہے اور کروانا بھی۔

۷۔ باوضوء ہونے کی حالت میں موزے پہنے۔ پھر وضوء ٹوٹ جائے اور آدمی وضوء کرکے موزوں پر مسح کرلے تو پاؤں طاہر شمار ہوں گے۔ اب اگر وضوء کی حالت میں موزے اتار دے تو وضوء قائم ہے پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ طاہر ہیں۔

۸۔ مسح یہ ہے کہ ہاتھ گیلا کرکے پاؤں کے اوپر والے حصے پر پھیر دے۔ مسح ایک ہی دفعہ ہوگا۔ دائیں پاؤں کا مسح پہلے اور بائیں کا بعد میں کرے تو بہتر ہے کیونکہ آپ ﷺ دائیں طرف سے شروع کرنا پسند کرتے تھے اور اگر دائیں ہاتھ سے دائیں پاؤں اور بائیں سے بائیں پاؤں کا مسح اکٹھا ہی کرلے تب بھی درست ہے جیسا کہ آپ ﷺ کانوں کا مسح اکٹھا کرلیتے تھے۔

۲/۵۴ وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أنه قَالَ لَوْ كَانَ الدِّينُ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَسْفَلُ الْخُفِّ أَوْلَى بِالْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ اخرجه ابوداؤد باسناد حسن

علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر دین رائے کے ساتھ ہوتا تو موزے کا نیچے کا حصہ مسح کرنے میں اوپر کے حصے سے زیادہ حقدار تھا حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ اپنے موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے تھے۔ اسے ابوداؤد نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج: (صحیح) ابوداؤد الطھارۃ/ ۱۶۲) حافظؒ نے التلخیص الحبیر (۱/۱۶۰) میں فرمایا' اسنادہ صحیح۔ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ ارواء الغلیل نمبر ۱۰۳ تحفۃ الاشراف (۷/۴۱۸)

فوائد:

ا۔ موزوں کا مسح صرف اوپر والے حصے کا ہوگا۔ نچلے کا نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا عمل یہی ہے۔

۲۔ دین میں اصل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت واتباع ہے۔ کسی کی رائے نہیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ جیسا کہ اس مسئلہ میں بظاہر پاؤں کے نچلے حصے کا حق زیادہ ہے کہ اس پر مسح کیا جائے کیونکہ نچلے حصے پر مٹی وغیرہ لگتی ہے اور اس کی صفائی مقدم ہے مگر ہمارا عمل رسول اللہ ﷺ کے عمل کے مطابق ہوگا' اس ظاہری رائے پر نہیں۔ اب دیکھئے وضوء پاخانے کے راستے سے ہوا نکلنے سے ٹوٹتا ہے مگر وضوء بنانے کے لئے دوسرے اعضاء دھونے پڑتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔

۳۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ دین میں عقل وفکر کا کوئی مقام ہی نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عقل اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے ساتھ آدمی حیوانات سے ممتاز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود عقل استعمال کرنے کی تاکید کی ہے۔ فرمایا أَفَلَا تَعْقِلُونَ (القصص/۶۰) کیا تم عقل نہیں کرتے' إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (النحل/۱۲) یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل کرتے ہیں۔ اور جو لوگ عقل استعمال نہیں کرتے' ان کے متعلق فرمایا: إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ۔ (الانفال/۲۲) اللہ کے ہاں (زمین پر) چلنے والوں میں سب سے برے وہ بہرے اور گونگے (چوپائے) ہیں جو عقل نہیں کرتے۔

عقل ہی کی وجہ سے آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاتا ہے۔ ایمان لانے کے ساتھ وہ تسلیم کرتا ہے کہ میں ان کی بات مانوں گا اور اس پر عمل کروں گا۔ اب اگر وہ ان کی وہی بات مانے جو اس کی عقل میں آئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں بلکہ صرف اپنی عقل پر ایمان ہے جس کی رائے صبح وشام بدلتی ہے اور جس کا یہ حال ہے کہ کوئی دو آدمی بھی دنیا میں ایسے نہیں کہ ان کی عقل ہر بات پر متفق ہو۔

اس لئے اب عقل کا کام یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہر بات مانے۔ بے شک اسے اجازت ہے کہ اس کی حکمت پر غور وفکر کرے مگر اسی عقل کے کہنے پر جب اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اپنی اور تمام دنیا کی عقل وفکر سے برتر تسلیم کرکے ان پر ایمان قبول کیا تھا تو اب عقل ہی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ہر حکم کو بلاچون وچرا تسلیم کرے اور حکم ملتے ہی اس پر عمل کرے۔ آمنا به كل من عند ربنا (آل عمران/۷)

پہلا کام تعمیل ہے جبکہ حکمت پر غور بعد کا کام ہے۔ جو اگر نہ بھی کیا جائے تو کچھ نقصان نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا دانا ہے۔ جب اس نے کہہ دیا تو وہ صحیح عقل کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر دین کی کوئی بات اپنی عقل کے خلاف نظر آئے تو اسے اپنی عقل کی کوتاہی خیال کرے۔ یہ نہیں کہ اس کا انکار کردے۔ جس طرح وہ شخص جس کی نظر کمزور ہے' اگر ان صحیح نظر والوں کو جھٹلانا شروع کردے جنہوں نے اپنی آنکھوں سے چاند دیکھا ہے تو یہ اس کی غلطی ہوگی نہ کہ صحیح نظر والوں کی

واذا لم تر الهلال فسلم
لاناس راؤه بالابصار

اور جب تجھے پہلی رات کا چاند نظر نہ آئے تو ان کی بات مان لے جنہوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

جب عقل صحیح ہوتی ہے تو ممکن ہی نہیں کہ وہ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کے خلاف ہو۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب موافقۃ صحیح المعقول لصریح المعقول میں یہ موضوع دلائل سے بیان فرمایا ہے۔ اس کتاب کا دوسرا نام درء تعارض العقل والنقل ہے۔

۴۔ موزوں کے مسح کے متعلق ظاہری خیال یہی ہوتا ہے کہ نچلے حصے کا ہونا چاہئے کیونکہ وہاں آلودگی زیادہ ہوتی ہے اور اسے صاف کرنا زیادہ ضروری ہے مگر مسح کا یہ مطلب ہی نہیں۔ اگر یہ مطلب ہوتا تو موزہ دھونے کا حکم ہوتا جو ظاہر ہے چند مرتبہ دھونے کے بعد بیکار ہوجاتا۔ مسح تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تخفیف ہے کہ اس نے پانی سے تر ہاتھ پھیرنے کو دھونے کے قائم مقام قرار دے دیا ہے۔ اب اگر نچلے حصے پر تر

باقی صفحہ 51 پر

تاریخ و فلسفۂ قربانی

جمیل احمد اعوان

تاریخ اسلامی میں اللہ کے بندوں نے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور یوں ہی مختلف النوع قربانیاں دیتے ماہ وسال گزار دیتے ہیں اور یوں ان کے عوض رب عزّ و جل سے فضل و رحمت' برکت و عنایت اور اجر و ثواب لوٹتے رہتے ہیں۔ ذوالحجہ کی دس تاریخ ایک بڑی قربانی کی یاد لئے آرہی ہے جن کی اہمیت کا اندازہ۔ والفجر ولیال عشر...... (سورۃ الفجر)

(فجر کی قسم اور دس راتوں کی قسم) سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ اللہ ان کی قسمیں کھا رہا ہے کہ عید قربان کی فجر بڑا حج ادا ہوتا ہے۔ انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر اور تکبیر و تہلیل کی فلک شگاف صدائیں' پھر اس سے قبل دس راتیں کہ اس راہ میں جہاد بالنفس' جہاد بالمال اور جہاد بالجسم کے متعدد مواقع میسر آتے ہیں اور آخر کار ذبح عظیم کے بدل کا وہ منظر جسے دیکھ کر ملائکہ نے انگلیاں چبائیں ہوں گی انہی سے مربوط ہے اللہ نے اس دلفگار منظر پر انہیں کہا ہوگا کہ دیکھ لو...... جس انسان کی تخلیق اول کے تم مخالف تھے' کیا کیا کر گزرتا ہے تمہاری ہوا بھی وہاں نہیں پہنچ سکتی اور تمہارے مانع ہونے کے باوجود میں نے کہہ دیا تھا۔ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۳۰) جو میں جانتا ہوں' تم نہیں جانتے کہ میری حکمتیں تمہارے ادراک سے باہر ہیں۔ اور یوں میرے بندوں کا میری رضا میں ذوق وشوق قیامت تک دیکھتے جاؤ گے۔ پھر عنقریب 10 ذوالحجہ کو گلی کوچوں میں گھوم پھر کر دیکھنا گھر گھر تمہیں میری راہ میں بہتا لہو ہی لہو نظر آئے گا ان دنوں کو میں نے اپنے مقرب بندے ابراہیم سے اپنے لخت جگر کی قربانی کے بدلے میں قیامت تک اپنے قرب کے حصول کا ذریعہ بنا دیا ہے اور عیدالاضحیٰ کے دن اسے سب سے پسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔

قربانی ابتداء سے ہی ہر امت میں کسی طریقہ یا حالات و واقعات کے مطابق چلتی آرہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجہ میں یوں فرمایا

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ الخ (الحج 34)

کہ ہم نے ہر امت کے لئے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے تاکہ جو چوپائے انہیں عطا کئے' ان پر اللہ کا نام لیں۔ بس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تم اپنے آپ کو اسی کے سپرد کر دو اور ان لوگوں کو اے نبی ﷺ خوشخبری دے دو جن کے دل اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں' گویا اسی رب کے فرمانبردار ہیں۔

قرآن حکیم میں قربانی کے لئے قربانی کا لفظ آیا ہے جو صدقے یا قربانی دونوں کے لئے ہے جو صرف اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کے حضور ہی پیش کی جائے' اسلام میں یہی قربانی ہے۔

ایک ابتدائی قربانی کا ثبوت بھی سورۃ مائدہ رکوع 5 میں یوں ملتا ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا...... الخ (المائدۃ: 27)

اے نبی ﷺ حق کے ساتھ ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر پڑھیں جس وقت انہوں نے قربانی پیش کی تو ان میں ایک کی قبول کی دوسرے کی نہ کی۔

کتب سماوی میں کئی طرح کی قربانیوں کا ذکر ملتا ہے۔

اسی طرح سورۃ بقرہ میں ایک گائے کی قربانی کا واقعہ ہے کہ مقتول بر پارچہ (گوشت کا ٹکڑا) مارا' بنی اسرائیل میں سے قاتل کا پتہ چلانا تھا۔ گائے کو ذبح کر کے پارچہ میت پر مارا تو مقتول نے زندہ ہو کر اپنا قاتل بتا دیا اور پھر گر کر مر گیا یہ بھی اللہ کا حکم تھا۔ اب سوال یہ

> ابراہیمؑ اپنی بیوی ہاجرہ اور ننھے اسماعیل کو اللہ کے حکم پر بے آب وگیاہ صحراء اور پہاڑوں میں چھوڑ آئے۔ بڑھاپے میں یہ بیٹا ملا تھا لیکن اللہ کی رضا کی خاطر اس کے حکم پر اسے ذبح کر دینے کا حکم دیا تو اسے بھی مان لیا

ہے کہ ہر امت کیلئے قربانی کا حکم کیوں دیا گیا؟ اصل بات یہ ہے کہ انسان شروع ہی سے عبادات ادا کرتا آیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کبھی وہ غیر اللہ کی بندگی میں لگا تو انبیا نے اسے توحید کی تعلیم دی' غیر اللہ کے آگے نذر و نیاز پیش کی تو انہیں منع کر دیا اور زکوٰۃ وصدقہ اللہ کے لئے واجب کیا جب اپنے ہاتھوں تراشے بتوں اور آستانوں کی یاترا کی تو انبیاء نے اسی کعبہ کو اللہ کا گھر قرار دے کر اس کی زیارت کا شوق دلایا۔ قبروں پر پھیرے دیکھے تو کعبہ کے طواف کا حکم دیا۔ غیر اللہ کے روزے (مرن بھرت اور بھوک ہڑتال) رکھے تو انہیں صرف اللہ کے لئے روزوں کا درس دیا۔ اسی طرح غیر اللہ کے آگے جانوروں کی قربانی کے چڑھاوے چڑھاتا دیکھا تو اسے حرام قرار دے کر صرف رب زمین و آسمان کے لئے واجب کیا گویا غیر اللہ کی طرف جانیوالی ہر راہ بند کر دی اب یہاں پھر سوال پیدا ہوا جانوروں/ چوپایوں کی قربانی صرف اللہ کے لئے ہی کیوں واجب ہے؟ بڑا سادہ سا جواب ہے کہ جانوروں کا خالق بھی اللہ ہے یہ اس کی عطا کردہ نعمتیں ہیں تو پھر غیر اللہ کا اس میں دخل کیوں؟

سورۃ نحل 5 تا 8 میں فرمایا

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ الخ (النحل: 5)

کہ تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے۔ ان کے ساتھ محبت سے دل جوڑ دیا۔ بڑے فائدے دیئے۔ بعض کو کھاتے ہو' بعض تمہارا بوجھ اٹھاتے ہیں دوسری جگہوں پر لے جاتے ہیں۔

ورنہ تم خود جان جاتے' ہلکان ہوتے' سواری کے لئے گھوڑے گدھے خچر تخلیق کئے' سواری کرتے ہو زینت اور شان اس سے ظاہر ہوتی ہے۔ پھر دوسری جگہ ایک اور نعمت کا ذکر کیا کہ

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (النحل: 66)

کہ ان جانوروں سے دودھ جیسی نعمت پر غور کرو کہ گوبر' لہو اور گندگی میں سے نکلنے والا صاف ستھرا دودھ تمہیں کون مہیا کرتا ہے؟

کہیں فرمایا: سخرناھا لکم لعلکم تشکرون (الحج: 36)

ہم نے تمہارے لئے مسخر بھی کر دیئے تاکہ تم میرا شکر ادا کرو بلکہ شکر کرنے کے ساتھ ساتھ جب ان پر سواری کرو تو میری پاکی بھی بیان کرو۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (الزخرف: 13)

پاک ہے وہ ذات جس نے اسے ہمارے قبضہ و قابو میں کر دیا۔ ہم میں یہ قوت و ہمت نہ تھی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

تو پھر ان کی قربانی کسی نبی' فرشتہ' پیر و فقیر' جے تے والی سرکار کے لئے کیوں دی جائے۔ یہی قربانی کی اصل روح اور مقصد ہے۔ اگر غور کریں تو اہل ایمان کی پوری زندگی قربانیوں سے لبریز ہے۔ وہ

اللہ ورسول پر ایمان لاتا ہے۔ اسلام قبول کرتا ہے تو گویا نفس کی قربانی دیتا ہے۔ نماز پڑھتا' روزہ رکھتا ہے تو جسم کی قربانی دیتا ہے۔ صدقہ و خیرات کرتا ہے تو مال کی قربانی دیتا ہے۔ اللہ کی راہ میں لڑنے نکلتا ہے تو جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے' اس کی راہ میں جان قربان کر کے اس کا خالص بندہ عجز وانکساری سے یوں کہتا ہے

جان دی ' دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اللہ کے بندے تو ایک مالک حقیقی کیلئے تمام تر محبتوں کو اس پر قربان کر دیتے ہیں' مال تو کجا گھروں کو بھی لٹا دیتے ہیں' تن بدن کے کپڑے بھی اتار دیتے ہیں اور فقط ایک بوریا سے ستر ڈھانپ لیتے ہیں۔ اولاد جیسی انتہائی محبوب شئے بھی اس کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں؟ کس لئے؟ کہ اللہ رب العزت راضی ہو جائے۔ ان کے سامنے کوئی ریاکاری اور دنیاوی غرض وغائت نہیں ہوتی۔ وہ تو خوشی خوشی کٹتے ہیں۔

إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
(الانعام:162)

درحقیقت میری نماز (عبادت) میری قربانی (نذر و نیاز' صدقہ) میری زندگی (سنتوں سے مزین) اور موت فقط رب العالمین کے لئے ہے۔ جس نے اس راز کو پالیا' عقیدہ توحید اپنا لیا۔ با مراد ہو کر بلندیوں تک جا پہنچا' معزز قارئین! انبیاء کے بڑے بڑے امتحان ہوئے کہ پڑھ پڑھ کر پتہ پانی ہو جاتا ہے۔

ایک نبی کی خواہش نفس کا امتحان ہوتا ہے اسے معمولی شے کے عوض بیچ دیا جاتا ہے اور عزیز مصر کے گھر لایا جاتا ہے۔ یہ کون تھا؟ یوسفؑ اللہ کے نبی۔ زلیخا اس پر فریفتہ ہوتی ہے ایسا جمال کہ زلیخا کی سکھیاں اسے ایک نظر دیکھتے ہی پھل کاٹنے کی بجائے ہاتھ کاٹ لیتی ہیں؟ اس وصف کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان سکھیوں نے یوسفؑ کے حسن کے مشاہدہ میں درد اور زخم فراموش کر دیا تھا۔ اللہ کی راہ میں جسم چھلنی کرانے والے تو اس سے کہیں بڑھ کر ہوتے ہیں صد آفریں ان پر کہ زخموں کی ٹیسیں بھی انہیں ٹھنڈے مرہم کی طرح محسوس ہوتی ہے اور ان کا لہو کستوری جیسی مہک لئے ہوئے ہوتا ہے۔

تو زلیخا یوسف کو ورغلاتی پھسلاتی ہے۔ قرآن یوں نقشہ پیش کرتا ہے۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ (یوسف:12)
اور اس کے نفس سے اس عورت زلیخا نے اس کو بہلایا پھسلایا جبکہ وہ اس کے گھر میں تھا۔

کہنے لگی آ میں تجھ سے کہتی ہوں۔ یوسف نے کہا' اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ وہ میری اچھی پرورش کرنے والا ہے اور اس نے میرا اچھا ٹھکانہ بنایا۔ تحقیق ظالم لوگ بھلائی نہیں پاتے۔ یوسف اللہ کی پناہ مانگتے بچتے بچاتے دروازے تک دوڑے آئے۔ زلیخا نے پیچھے سے قمیص پکڑ لی تو یوسف کی قمیص پھٹ گئی۔ لیکن خواہش نفس کو اللہ پر قربان کر دیا۔ پھر اللہ نے اس کی بریت کی دلیل بھی دکھائی۔ جب اللہ کے بندے اپنی نفسانی خواہشات کو اس ذات کبریا کے تابع کر لیتے ہیں تو ان کے سامنے حسین عورتیں' بادشاہی' مال جان اور اولاد کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ اللہ کے لئے ہر محبوب ترین شے قربان کر دیتے ہیں اور دنیا کے لئے مثال بن جاتے ہیں کہ ہر بلند درجہ کے پیچھے کوئی نہ کوئی بلند قربانی ضرور ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان عظم الجزاء مع عظيم البلاء

بڑا اجر اور جزاء بڑی آزمائشوں سے گزر کر ہی ملتی ہے تو جس نبی کی آپ سنت ادا کرنے جا رہے ہیں' ذرا اس کی زندگی میں مسلسل آزمائشوں کا اندازہ لگائیں۔ یہ درجے یوں گھر بیٹھے نہیں مل جایا کرتے۔

ابراہیم علیہ السلام نے ہر آزمائش پر خندہ پیشانی کا مظاہرہ کیا۔ غیر اللہ کی عبادت سے انکار' جھوٹے خداؤں کی خدائی کا پردہ چاک کیا۔ بتوں کو کلہاڑے سے توڑا' اس جرم میں آگ میں گرنے کی

قربانی میں پہلا سبق توحید کا ہے کہ صرف اللہ کے لئے قربانی دی جائے۔ غیر اللہ کے نام کی تمام قربانیاں حرام ہیں۔ دوسرا سبق جہاد کا ہے کہ اللہ کے حکم پر جہاد میں اپنی جان بھی لٹا دی جائے

نوبت آئی تو ذرا نہ ڈرے' اللہ کی خاطر والدین' گھر جائیداد' مال و متاع سب کو پاؤں کی ٹھوکر مار کر ہجرت کر گئے۔ بیوی ہاجرہ اور لخت جگر اسماعیلؑ کو بحکم ربی بے آب و گیاہ صحراء اور پہاڑوں میں چھوڑ آئے۔ بڑھاپے میں دعائیں مانگ مانگ کر سہارا (اسماعیلؑ) عطا ہوا تو اللہ کے حکم پر اسے ذبح کرنے کی نوبت آئی تو بوڑھے باپ کے نہ ہاتھ کانپے نہ گھبرایا۔ 86 سال کا بڑھاپا اور بچہ جب 13 سال کی عمر کو پہنچا' والدین کا سہارا بننے کے قابل ہوا تو بذریعہ خواب ایک بڑی آزمائش میں ڈالا جس کا خیال بھی ایک بڑا امتحان ہے۔ (الصفت:102) میں فرمایا: فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ......... اے میرے لخت جگر میں نے تو خواب میں دیکھا کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں تیرا خیال وارادہ کیا ہے؟ وہ فرمانبردار بھی ذرا نہ ڈگمگایا۔ کوئی ہم جیسا ہوتا تو کہتا چھوڑو ابا جی خواب' خواب ہی ہوتے ہیں کس وہم میں پڑ گئے' مجھے ذبح کر دو گے وہ اولاد جو کہ جسے آپ نے بڑھاپے کا سہارا بنانا ہے۔ مگر نہیں خوشی سے کیا جواب دیا۔

يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ......

ابا جان! جو حکم ہوا کر گزریئے ان شاء اللہ مجھے صابرین میں پائیں گے۔ اللہ اکبر۔ چھری رسی لی بیٹا ہمراہ کیا منٰی کے مقام پر دونوں آ گئے اور بیٹے کو زمین پر لٹا دیا۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ......(الصافات:103)

جب دونوں مطیع ہو گئے تو کروٹ کے بل لٹا دیا اور گردن پر چھری چلا دی۔

چھری نے کاٹنے سے انکار کر دیا یہ حکم ربی سے کند ہو گئی مگر باپ نے انتہا کر دکھائی۔ اسماعیلؑ کو سرکا کر نیچے جنت سے لایا ہوا دنبہ لٹا دیا اور وہ بیٹے کے عوض ذبح ہو گیا۔ بیٹے نے بھی فرمانبرداری میں کمال کر دی۔

یہ فیضان نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

پھر کیا آواز آئی

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ......
(سورۃ الصافات:104)

جیو! سلامتی ہو اے ابراہیم! تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ نیکی کرنیوالوں کو ہم ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔ تحقیق یہ بڑا امتحان تھا۔ ہم نے ایک بڑی قربانی کے بدلے اسے چھڑا لیا اور آنیوالوں کے لئے قیامت تک سنت بنا دیا۔

معزز قارئین! یہ وہ چیز ہے کہ اللہ کی فرمانبرداری میں تن من دھن اولاد کسی شے سے دریغ نہ کیا جاوے' جماعت ہو یا اکیلا' بغیر خوف وخطرہ کے اس کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ یہی توحید کا اصل سبق ہے اور انبیاء کی یہی تعلیم تھی۔ یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ بعض حضرات بکرا چھترا خریدنے میں سب سے پہلے اور آگے ہوتے ہیں مگر نماز کے نزدیک نہیں جاتے۔ قرض اٹھا کر بھی قربانی ضرور کرتے ہیں کہ محلے والے کیا کہیں گے؟ شرم آتی ہے مگر مالک الملک سے شرم نہیں آتی کہ اس ریاکاری (شرک اصغر) پر اجر بھی ملے گا کہ نہیں اللہ تعالیٰ تو قربانی کا مقصد سورۃ الحج 37 میں یوں فرماتا ہے کہ تمہارا گوشت خون مجھے نہیں پہنچتا بلکہ اخلاص نیت اور تقویٰ پہنچتا ہے۔ جس ابتداء سے ہی بیڑا غرق کر لیتے ہیں اگرچہ یہ زمانہ جاہلیت سے اہل عرب میں رواج تھا کہ بتوں کے آگے گوشت ڈالتے اور خون سے کعبہ کی دیواریں لتھیڑ دیتے مگر مجموعی طور پر اہل ایمان کو بھی یہ فرمایا۔ سبحان اللہ اور آخری وقت چھری پھرنے تک فرمانبردار کے لئے درس دیا کہ قربانی کو قبلہ رخ کر دو اور پڑھو

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
(الانعام:79)

بعد ذبح کرنے کے پھر پڑھیں

اللهم تقبل منی كما تقبلت من حبيبك محمد وخليل[ك] ابراهيم عليهما الصلوة والسلام.

لطف تو یہ ہے کہ خریدتے وقت بھی ہم پر عجز وانکساری طاری رہے۔ اللھم آمین

وفیات

ضلع اوکاڑہ جیٹھ پور حجرہ شاہ مقیم سید جمیل شاہ مسئول جماعۃ الدعوۃ کے چھوٹے بھائی سید خلیل شاہ بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں قارئین مجلہ الدعوۃ سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

مدینہ کا کبوتر

س: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مدینہ منورہ کے کسی کبوتر کی موت کا وقت جب قریب آجاتا ہے تو وہ مکہ مکرمہ آکر کعبۃ اللہ کے اوپر چکر کاٹتا ہے پھر کچھ مسافت تک اڑنے کے بعد مر جاتا ہے کیا یہ بات صحیح و درست ہے؟

ج: مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے کبوتروں کی دیگر مقامات کے کبوتروں کی نسبت کوئی فضیلت نہیں یہ بعض لوگوں کے وضعی قصے اور کہانیاں ہیں۔ وہ محبت میں غلو کے مرتکب ہوتے ہوئے ایسی کہانیاں تراش لیتے ہیں جن کا حقیقت سے دور تک کوئی واسطہ نہیں ہوتا اور جعلی قصوں اور کہانیوں پر مبنی غلط نظریات کی ترویج واشاعت کے لئے پھر سعی لاحاصل کرتے ہیں اور اس کی کئی ایک امثلہ موجود ہیں کہ بعض افراد نے پاکستان سے روضہ رسول پر عید کارڈ بھیجے مکہ ومدینہ کی بے شمار اشیاء پر درود وسلام تحریر کئے وغیرھا۔

البتہ یہ یاد رہے کہ حرمین شریفین کے کبوتروں یا دیگر جانوروں کا شکار کرنا یا انہیں بھگانا جائز نہیں خواہ شکار کرنے والے نے حج و عمرہ کا احرام باندھا ہو یا نہ باندھا ہو۔ اگر کوئی حرمین شریفین سے خارج ہو جائے تو پھر اس کے لئے شکار جائز ہے اور وہ یہ شکار کسی محرم کے لئے نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ (مائدہ ۹۵)

اے ایمان والو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو شکار نہ مارنا۔

علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ای محرمون فی الحج والعمرة والنهی عن قتله يشمل النهی عن مقدمات القتل وعن المشاركة فی القتل والدلالة عليه والاعانة على قتله حتى ان من تمام ذالك انه ينهی المحرم عن اكل ماقتل اوصيد لاجله (تيسير الكريم الرحمان فی تفسير كلام المنان ۱/۵۸۹)

یعنی حج اور عمرہ کا احرام باندھنے والے شکار نہ ماریں اور شکار مارنے کی ممانعت مارنے کے مقدمات کو بھی شامل ہے اور اسی طرح شکار مارنے میں شرکت کرنا' شکار پر راہنمائی کرنا اور اس کے مارنے پر مدد کرنے کو بھی شامل ہے یہاں تک کہ اس حکم کا تتمہ یہ ہے کہ احرام باندھنے والے کو اس شکار کے کھانے سے بھی روکا جائے گا جو اس کے لئے مارا یا شکار کیا گیا اور نبی ﷺ کے فرمان عالی شان کا بھی یہ مقتضیٰ ہے کہ حرمین شریفین کے پرندوں اور جانوروں کا شکار نہ کیا جائے اور نہ ہی انہیں بھگایا جائے۔ جیسا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مکہ مکرمہ پر فتح نصیب فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ حَبَسَ عَنْ مَكَّةَ الْفِيلَ وَسَلَّطَ عَلَيْهَا رَسُولَهُ وَالْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ كَانَ قَبْلِي وَإِنَّهَا أُحِلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِأَحَدٍ بَعْدِي فَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا وَلَا يُخْتَلَى شَوْكُهَا وَلَا تَحِلُّ سَاقِطَتُهَا إِلَّا لِمُنْشِدٍ

(بلوغ المرام (۷۳۳) صحیح البخاری ۲۴۳۴ صحیح مسلم ۲/۹۱۸ ابوداؤد (۲۰۱۷) بیہقی ۵/۱۹۵)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ سے ہاتھیوں کو روکا اور اس پر اپنے رسول اور ایمان والوں کو تسلط عطا کیا اور مجھ سے پہلے یہ کسی کے کے لئے حلال نہ تھا اور میرے لئے بھی دن کی ایک گھڑی حلال ہوا ہے اور میرے بعد یہ کسی کے لئے حلال نہیں۔ اس کے شکار کو بھگایا نہ جائے اور نہ اس کی گھاس کو کاٹا جائے اور اس کی گری پڑی چیز اعلان کرنے والے کے سوا حلال نہیں۔

عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لِأَهْلِهَا وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ

(صحیح البخاری ۲۱۲۹ صحیح مسلم ۲۰/۹۹۱ بیہقی ۵/۱۹۷)

بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرام قرار دیا اور مکہ والوں کے لئے دعا کی اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا۔ جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي حَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ مابين لابتيها لايقطع عضاها ولايصاد صيدها

(صحیح مسلم ۲/۹۹۲ بیہقی ۵/۱۹۸)

بے شک ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم قرار دیا اور میں مدینہ کو حرم قرار دیتا ہوں اور جو اس کی دونوں سرحدوں کے درمیان ہے اس کے کانٹے دار درخت کو نہ کاٹا جائے اور نہ ہی اس کا شکار مارا جائے۔

ان احادیث صحیحہ صریحہ سے واضح ہوا کہ مکہ اور مدینہ دونوں حرم ہیں اور ان کی حدود حرم میں شکار کرنا منع ہے جو شخص ایسی کہانیاں یا وضع کرتا ہے اور لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے کہ مدینہ کے کبوتروں کی جب موت کا وقت آجاتا ہے تو وہ بیت اللہ پر چکر کاٹنے کے بعد دوران پرواز مر جاتا ہے تو گویا اس نے مدینہ کے کبوتروں کو غیب جاننے والا سمجھ رکھا ہے حالانکہ موت کا علم تو اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ (لقمان ۳۴)

اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ وہ کس زمین پر مرے گا لہٰذا مدینے کے کبوتروں کے بارے میں ایسا دعویٰ کرنے والا شریعت کی

نصوص سے ناواقف اور جاہل ہے اسے اپنے عقیدہ و عمل کی فکر کرنی چاہئے اور بے سروپا دعووں اور زبانی جمع و خرچ سے احتراز کرنا چاہئے۔

علم کے بغیر احکام جاری کرنے والے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ

کیا قبر نبوی کی زیارت حج کا حصہ ہے؟

س: بعض لوگ حج کے سلسلہ میں یہ روایات بیان کرتے ہیں کہ من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی "جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی تو اس نے جفا سے کام لیا من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی تو اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی " من زارنی بالمدینة محتسبا کنت له شفیعا شهیدا یوم القیامة "جس نے ثواب کی امید رکھتے ہوئے مدینہ میں میری زیارت کی تو میں قیامت والے دن اس کی سفارش بھی کروں گا اور گواہی بھی دوں گا۔ کیا یہ روایات صحیح اور درست ہیں وضاحت فرمائیں۔

ج: سوال میں ذکر کردہ پہلی روایت کو امام ابن عدی نے علی بن اسحاق ثنا محمد بن بن النعمان بن شبل حدثنی جدی حدثنی مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ کے طریقے سے بیان کیا ہے۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ۷/۲۴۸۰) ذخیرۃ الحفاظ (۵۲۴۸) ۴/۲۲۶۰ المجروحین لابن حبان ۳/۷۳) اس کی سند میں نعمان بن شبل ہے جس کے بارے میں امام ابن حبان فرماتے ہیں۔ یہ ثقہ راویوں (کے ناموں سے ہلاکت انگیز باتیں بیان کرتا ہے اور پختہ راویوں سے مقلوبات روایت کرتا ہے۔

علامہ ابن طاہر مقدسی فرماتے ہیں "نعمان بن شبل ثقہ راویوں سے ایسی روایات بیان کرتا ہے کہ جو ان کی احادیث میں سے نہیں ہوتی ہیں۔ (تذکرۃ الموضوعات ص ۱۱۷)

موسی بن ہارون فرماتے ہیں "کان متھم" یہ متہم ہے یعنی اس پر جھوٹ بولنے کی تہمت ہے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں ھذا موضوع یہ روایت من گھڑت ہے) (میزان الاعتدال ۴/۲۶۵) اسی طرح علامہ صنعانی نے موضوعا۔۔ رقم (۵۲) میں اور علامہ ابن الجوزی نے "کتاب الموضو " رقم (۱۱۶۸) ۲/۵۹۸)

اور علامہ کانی نے الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ" ص ۱۱۸ میں اسے ذکر کیا ہے۔ نیز دیکھیں الصارم المنکی فی الرد علی السبکی لابن عبدالہادی ص ۷۸

دوسری روایت سنن الدار قطنی ۲/۲۷۸ الکامل لابن عدی ۲/۷۹۰ مجمع البحرین فی زوائد المعجمین (۱۸۳۰) بیہقی ۵/۲۴۶ طبرانی کبیر ۱۲/۳۱۰ طبرانی اوسط (۳۴۰۰) ۴/۲۲۲، ۲۲۳ میزان الاعتدال ۱/۵۵۹ ذخیرۃ الحفاظ (۵۲۵۰) ارواء الغلیل (۱۱۲۸) سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ (۴۷) میں موجود ہے

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی گئی ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس کی دو سندیں نقل کی گئی ہیں ایک سند میں حفص بن سلیمان متروک الحدیث ہے۔ (ذخیرۃ الحفاظ ۴/۲۲۶۱) اور لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے اور دوسری سند میں عبداللہ العمری ضعیف ہے تفصیل کے لئے سلسلہ ضعیفہ اور ارواء الغلیل ملاحظہ ہوں۔

اور تیسری روایت ابوداؤد طیالسی ص ۱۲ رقم ۶۵ میں موجود ہے اس کی سند میں سوار بن میمون مجہول اور رجل من آل عمر مبہم ہے۔ لہٰذا یہ روایات کسی صحیح سند سے ثابت نہیں تفصیل کیلئے ارواء الغلیل اور الصارم المنکی وغیرہما کتب دیکھی جا سکتی ہیں۔

البتہ عام احادیث صحیحہ میں زیارت قبور کی جو ترغیب دی گئی ہے اور فکر آخرت کو واضح کیا گیا ہے ان کے تحت زیارت قبر نبوی بھی مشروع ہے البتہ یہ حج کا حصہ نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے اسے حج کا حصہ سمجھ لیا ہے جو کہ درست نہیں۔ مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کی زیارت کے لئے جانا اور کوچ کرنا بالکل بجا اور درست ہے بلکہ زیارت کے لئے تین افضل ترین مقامات میں سے ہے وہاں پہنچ کر قبر نبوی بقیع غرقد کے مدفون افراد وغیرہ کی قبور کی زیارت کی جائے تو صحیح ہے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے اور وہاں پر جا کر زیارت قبور والی دعائیں مانگی جائیں لیکن اہل قبور سے استشفاء، استغاثہ اور فریاد رسی نہ کی جائے۔ واللہ اعلم

دوران حج عورت کا پردہ

س: کیا دوران حج عورت اپنے چہرے کا پردہ کرے گی یا کہ نہیں کئی لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت کو وہاں پر آزادی ہے پردے میں رہے یا چہرے کا پردہ نہ کرے۔ (شیخ آفتاب صاحب۔ سرگودھا)

ج: آزاد عورت پوری کی پوری واجب الستر ہے اس پر اجنبی مردوں کی موجودگی میں چہرہ اور ہاتھ کھولنا درست نہیں ہے خواہ وہ عام حالات میں ہو یا نماز و احرام اور طواف کی حالت میں ہو رسول مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ

عورت پردہ ہے جب (گھر سے) نکلتی ہے شیطان اسے جھانکتا ہے۔

(ترمذی ابواب الرضاع (۱۱۷۳) صحیح ابن خزیمہ ۳/۹۳ (۱۶۸۵) ارواء الغلیل (۲۷۳) طبرانی کبیر ۱۰/۱۰۸ (۱۰۱۱۵) صحیح ابن حبان (۳۲۹ موارد) تاریخ بغداد ۸/۴۵۱

امام ترمذی فرماتے ہیں ھذا حدیث حسن صحیح غریب۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور علامہ البانی فرماتے ہیں۔

ھذا اسناد صحیح۔ یہ سند صحیح ہے۔ یہ حدیث بتلاتی ہے کہ عورت واجب الستر ہے کیونکہ اسے "عورت" کہا گیا ہے اور عربی میں عورت اسے کہتے ہیں جس کا ننگا ہونا باعث عار ہو۔

اس میں حج، عمرہ، نماز، وغیرہ کی کوئی قید نہیں ہے اور صحابیات رضی اللہ عنہن محرمات ہونے کی حالت میں اجنبی مردوں سے اپنے چہرے چھپایا کرتی تھیں۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "کنا نغطی وجوھنا من الرجال وکنا نمتشط قبل ذلک" (صحیح ابن خزیمہ ۴/۲۰۳ (۲۶۹۰) المستدرک للحاکم ۱/۴۵۴) ہم (احرام میں) مردوں سے اپنے چہرے چھپایا کرتی تھیں اور اس سے پہلے کنگھی کر لیا کرتی تھیں۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب یوں باندھا ہے "تغطیة الوجه للمحرمة" احرام والی عورت کے لئے چہرہ ڈھانپنے کا بیان۔ اور پھر اس حدیث پر حکم لگاتے ہیں کہ "ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ" یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

اور امام مالک رحمہ اللہ نے "الموطا" کتاب الحج میں باب تخمیر المحرم وجھہ میں فاطمہ بنت المنذر رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ"

كُنَّا نُخَمِّرُ وُجُوهَنَا وَنَحْنُ مُحْرِمَاتٌ وَنَحْنُ مَعَ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ

ہم احرام کی حالت میں اپنے چہروں کو ڈھانپتی تھیں اور ہم اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہوتی تھیں۔

بعض لوگوں کو عورت کے پردے کے حوالے سے اس روایت سے وہم ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا لاتنتقب المحرمة احرام والی عورت نقاب نہ باندھے (صحیح البخاری (۱۸۳۸) وغیرہ) حالانکہ اس کا یہ معنی قطعاً نہیں کہ عورت چہرے کا پردہ نہ کرے۔ نقاب اصل میں وہ کپڑا ہے جس کو عورت ناک پر یا آنکھ کے خانوں کے نیچے باندھ لیتی ہے۔

(دیکھیں فتح الباری ۴/۵۳ کشف المشکل لابن الجوزی ۴/۴۱۹ ارشاد الساری للقسطلانی ۴/۴۳۳)

بعض بھائیوں نے عورت کے لئے حج کے موقع پر پردہ کرنے کی دلیل ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابوداؤد اور ابن ماجہ کے حوالے سے بیان کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوتی تھیں حجۃ الوداع میں جب قافلے والے ہمارے سامنے پہنچتے تو ہم میں سے ہر کوئی اپنا پردہ سر سے چہرہ پر لٹکا لیتی اور جب وہ آگے بڑھ جاتے تو ہم اپنا چہرہ کھول دیتیں اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اسے محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے اور بڑھاپے کے عالم میں اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا اور تلقین قبول کر لیتا تھا دیکھیں۔ تقریب التہذیب مع تحریر ص ۴/۱۱۱ علامہ البانی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے دیکھیں (ارواء الغلیل ۴/۲۱۳ معجم اسامی الرواۃ الذین ترجم لھم العلامہ محمد ناصر الدین الالبانی جرحا وتعدیلا ۴/۴۵۹-۴۶۲)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک چہرے کا پردہ حالت احرام میں جائز ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ معاذہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ فرماتی ہیں۔ (تسدل الثوب علی

باقی صفحہ 51 پر

قربانی کے مسائل

حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ

قربانی کے دن

س: ایک حافظ نے اپنے کیسٹ میں کہا کہ قربانی کے جو لوگ یا علماء چار دن کہتے ہیں وہ غلط ہے صحیح تین دن ہی ہیں۔ چار دنوں کا کوئی ثبوت نہیں۔ مہربانی فرما کر اس کی بھی وضاحت فرما دیں تا کہ ہم بھی کچھ دلائل کی دنیا میں زندگی بسر کر سکیں۔ (محمد بشیر طیب کویت)

ج: "ایام التشریق ذبح کے دن ہیں" مرفوع حدیث دار قطنی وغیرہ میں موجود ہے اور معلوم ہے کہ تشریق یوم نحر کے بعد تین دن 12،11 اور 13 ذوالحجہ ہیں۔ ان تین دنوں میں یوم نحر کو جمع کر لیں تو چار دن ہی ہیں۔ باقی جو لوگ تین دن کے قائل ہیں ان سے قرآن مجید کی کوئی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کوئی مرفوع حدیث طلب فرمائیں تو جو آیت یا مرفوع حدیث وہ پیش فرمائیں گے۔ اسی سے چار دن بھی نکل آئیں گے۔ ان شاء اللہ الرحمان۔ ۱/۷/۱۴۲۰ھ

قربانی کتنی ضروری؟

س: قربانی ضروری نہیں کہ ہر سال دی جائے اور طاقت ہوتے بھی اگر ایک مسلمان قربانی نہیں کرتا تو اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی صحابہ سے یہ عمل ثابت ہے۔ قربانی اگر ضروری نہیں یہی بات پرویز کہتا ہے تو اس کو کافر کہہ دیتے ہیں۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ تو ہر سال دو قربانی کیا کرتے تھے اور اس صحابی کا واقعہ جس نے قربانی نماز سے پہلے کی تو آپ نے فرمایا یہ تو صرف گوشت ہوا۔ قربانی نہیں اور اس کو بعد میں کرنے کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ میرے پاس تو بس جذعہ ہے تو آپ نے جذعہ کرنے کا حکم دیا۔ (محمد بشیر طیب کویت)

ج: صاحب استطاعت کے لئے اضحیہ قربانی ضروری ہے ایک دلیل تو آپ نے خود ہی لکھ دی ہے۔ دوسری دلیل ہے۔ ﴿فصل لربك وانحر﴾ تو اپنے رب کیلئے نماز پڑھ اور قربانی کر

س: کیا رسول اللہ ﷺ نے حج کے مواقع کے علاوہ عید الاضحیٰ پہ قربانی دی ہے؟ (محمد صفدر تحصیل کاموکی)

ج: رسول اللہ ﷺ نے حج کے مواقع کے علاوہ عید الاضحیٰ پہ قربانی دی ہے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے ﴿عن انس قال ضحى رسول الله ﷺ بكبشين املحين اقرنين ذبحهما بيده وسمى وكبر﴾ سیدنا انس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھے سیاہ و سفید رنگ کے سینگوں والے قربان کئے آپ نے ان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور اللہ کا نام لیا اور اللہ اکبر کہا۔

ناخن اور بال کاٹنے کا ثواب؟

س: ایک حدیث آتی ہے کہ جو قربانی کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ بھی چاند نظر آنے کے بعد ناخن اور بال وغیرہ نہ کاٹے اور عید کی نماز پڑھ کر کاٹے تو اسے بھی قربانی جتنا ثواب ملے گا کیا یہ حدیث صحیح ہے اور کیا قربانی والے کو ناخن اور بال نہیں کاٹنے چاہئیں؟ (محمد امجد آزاد کشمیر)

ج: آپ نے لکھا "ایک حدیث آتی ہے کہ جو قربانی کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ بھی چاند نظر آنے کے بعد ناخن اور بال وغیرہ نہ کاٹے اور عید کی نماز پڑھ کر کاٹے تو اسے بھی قربانی جتنا ثواب ملے گا" حدیث صحیح ہے مگر "وہ بھی چاند نظر آنے کے بعد ناخن اور بال وغیرہ نہ کاٹے" والا جملہ اس میں نہیں ہے کسی نے اپنی طرف سے بڑھا لیا ہے ہاں قربانی والے چاند طلوع کے بعد ناخن اور بال نہ کٹوائیں نہ مونڈوائیں۔

قربانی کے جانور کو ذبح کرنے سے پہلے یہ دعائے مسنون پڑھیں:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ وَعَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ (ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا: ۲۷۹۵)

"بے شک میں نے اپنا چہرہ جھکا دیا، اس ذات کے لیے جس نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا (میں) یکطرفہ ہو کر (شرک سے پاک) دین ابراہیم پر ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں۔ بے شک میری نماز، میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کی خاطر ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کا تو کوئی شریک ہی نہیں ہے اور میں اسی چیز کا حکم دیا گیا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! اور محمد اور ان کی امت کی طرف سے اور تیری ہی خاطر میری طرف سے ہے (یہ قربانی) اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

بھینس کی قربانی

س: کیا بھینس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ دونوں صورتوں میں کتاب و سنت کے دلائل سے وضاحت فرما دیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔ (احسان اللہ)

ج: جو لوگ بھینس کی قربانی کے جواز کے قائل ہیں ان کے ہاں دلیل بس یہی ہے کہ لفظ بقر میں یہ بھی شامل ہے یا پھر اس کو بقر پر قیاس کرتے ہیں اور معلوم ہے کہ گائے کی قربانی رسول اللہ ﷺ کے قول، عمل اور تقریر سے ثابت ہے لہٰذا گائے کی قربانی کی جائے جو رسول اللہ ﷺ سے تینوں طریقوں سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔

س: (1) جاموس (بھینس، کٹا) کی قربانی کے بارے میں حدیث نبوی میں کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟

(2) قرب دجاجة کا کیا مطلب ہے کیا یہاں سے قربانی کا استدلال پکڑا جا سکتا ہے؟ (بخاری شریف کتاب الجمعة)

(3) نبی اکرم ﷺ نے کس کس چوپائے کی قربانی کی ہے؟ (محمد عاصم ضلع قصور)

ج: (1) رسول اللہ ﷺ کی حدیث میں جاموس کی قربانی کا ذکر نہیں ہے۔

(2) "قرب دجاجة" سے عید الاضحیٰ کے موقع پر کی جانے والی قربانی پر استدلال درست نہیں۔

(3) جنس اونٹ، جنس گائے، جنس بھیڑ اور جنس بکری کی قربانی رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے ثابت ہے۔ هذا ما عندي والله اعلم۔

گائے کے حصوں میں شراکت

س: (1) زید نے ایک گائے پال رکھی ہے جو کہ زرخرید نہیں بلکہ گھریلو ہے۔ گائے خوبصورت بے عیب اور قربانی کے لائق ترین ہے کچھ لوگوں نے زید سے مذکورہ گائے قربانی کے لئے خریدنے کو کہا اور اس کی قیمت ثالثی پانچ ہزار متعین ہوگئی پھر 5000 کو سات حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ اب زید کہتا ہے کہ میں بھی اس گائے میں اپنا حصہ بصورت قربانی چاہتا ہوں لہٰذا تم مجھے چھ حصوں کے پیسے دے دو جبکہ زید کی اس گائے میں پہلے سے قربانی کیلئے کوئی نیت نہ تھی وقتی طور پر تیار ہوا ہے ہمیں تو بظاہر اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی تاہم شرعی فیصلہ مطلوب ہے زید کی پہلے سے نیت ہو یا نہ ہو۔ جبکہ اس تقسیم وعمل کو حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ نے اپنے فتویٰ میں غیر درست و

مشکوک کہا ہے۔

(2) زید نے ایک گائے خرید کی ہے اب اس میں بغیر منافع کے اصل رقم پر اپنا حصہ شامل کر کے قربانی کر سکتا ہے یعنی دی ہوئی رقم کے ساتھ حصے ہوئے اپنا حصہ چھوڑ کر باقی اپنی اصل رقم سے چھ حصے وصول کرتا ہے کیا یہ درست ہے؟ (عنایت اللہ امین قصور)

ج: (1) چونکہ خریدنے والوں نے قیمت کو بغرض قربانی سات حصوں میں تقسیم کرلیا ہے اس لئے زید اب کے ان سات آدمیوں سے کسی کو راضی کئے بغیر اپنی فروخت کردہ گائے میں قربانی کے لئے اپنا حصہ نہیں رکھ سکتا کیونکہ یہ سلسلہ اس نے بیع منعقد ہوجانے اور اپنا خیار ختم ہوجانے کے بعد شروع کیا ہے۔

(2) بالکل درست اور صحیح ہے۔ واللہ اعلم

س: گائے میں سات حصہ دار ہوتے ہیں اگر چھ آدمی مل جائیں اور ساتواں آدمی نہ ملے۔ ان چھ میں سے دو اس حصہ کو نصف نصف کرلیں تو کیا یہ درست ہے؟ (ظاہر عزیز جھمراں)

ج: درست ہے۔

جانور کی عمر

س: اگر ایک بکرا 14 یا 15 ماہ کا ہوگیا ہے لیکن مسنہ نہیں بنا تو کیا عمر پوری ہونے کی بنا پر قربانی کیا جاسکتا ہے؟ (محمد امجد آزاد کشمیر)

ج: قربانی کے جانور کا مسنہ (دوندا) ہونا ضروری ہے۔ ہاں حالت عسر (تنگی) میں جنس بھیڑ کا جذعہ درست ہے۔ جذعہ بھیڑ صحیح ترین قول کے مطابق سال یا سال سے اوپر والے کو کہتے ہیں بشرطیکہ ابھی مسنہ نہ ہوا ہو لہذا آپ کا موصوف بکرا قربانی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

(بحوالہ احکام ومسائل از حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ)

بقیہ فتاویٰ/قربانی

تعاون دینی اور ایمانی غیرت کیخلاف ہے۔ اور یہ تعاون علی الاثم ہے۔ ان صدقات کا بہترین مصرف دینی مدارس کے طلباء کرام اور دینی ورفاہی ادارے ہیں۔ ان کو دینے سے صدقہ کا ثواب بھی ہے اور احیاء علم دین کی خدمت بھی

الجواب صحیح فقط واللہ علم بالصواب الجواب صحیح والجیب مصیب مولانا مفتی عبدالستار عفی عنہ بندہ عبدالحکیم عفی عنہ

جامعہ خیر المعاد ملتان

ادارہ غفران راولپنڈی

خیر المدارس کے فتویٰ سے اتفاق ہے

محمد امجد حسین

دار الافتاء ادارہ غفران راولپنڈی

جامعہ قاسم العلوم اور دار العلوم عبیدیہ رحمانیہ ملتان کا فتویٰ

مصارف صدقات واجبہ کے مصرف میں شرعاً تملیک مسلمہ ضروری ہے۔ اور لادین ادارے نہ ہی مسلمانوں کی تمیز کرتے ہیں اور نہ شرعی تملیک جانتے ہیں اور خاص کر اسلامی فریضہ کی رقم لادینیت پر صرف کرتے ہیں۔ مسلمان حمیت اسلامی دکھائیں۔ ایسی تنظیموں کے خلاف جہاد کریں نہ کہ ان کو خالصۃً فریضہ رقوم سے تعاون کریں۔ اللہ پاک ہم سب کو ہدایت فرمائے۔

واللہ علم الجواب صحیح

محمد عبدالقادر غفرلہ منظور احمد قاسم العلوم ملتان

جامعہ امداد العلوم الاسلامیہ پشاور

الجواب وباللہ التوفیق

خواجہ محمد ابراہیم نقشبندی کے سوال کا باضابطہ جواب۔

صدقات واجبہ جیسے زکوٰۃ، فطرانہ، نذر اور چرم قربانی کی رقم وغیرہ کا مصرف فقراء ومساکین ہیں جن کو قرآن پاک نے واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ ان صدقات کو اگر صحیح مصرف میں خرچ نہ کیا جائے اور جانتے ہوئے بھی غیر مستحق کو دیا جائے تو شرعی لحاظ سے جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے' وہ پوری نہ ہوگی اور نہ صرف یہ کہ ذمہ سے وجوب ساقط نہ ہوگا بلکہ گناہ ملنے کا خطرہ ہے۔

ہر شخص پر لازم ہے کہ زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ کو دینے سے پہلے اس کے مصرف کی تحقیق کرے۔ کوئی ادارہ ہو تو اس کی بھی تحقیق کرے کہ وہاں یہ صدقات مصرف میں خرچ ہو رہے ہیں کہ نہیں۔

(اہلحدیث)
جامعہ دار الحدیث رحمانیہ ملتان کا فتویٰ

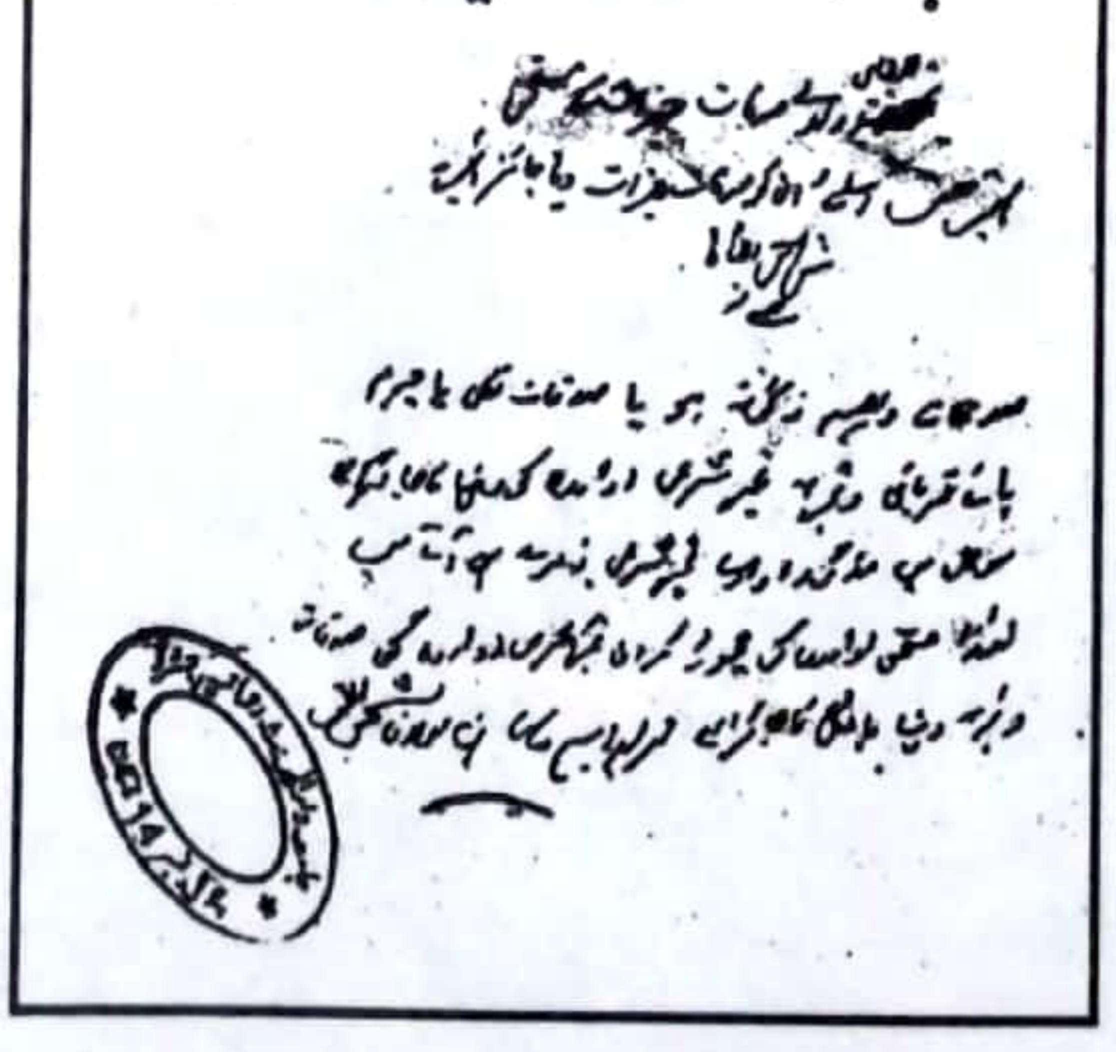

صرف زبانی بیان بازی یا اشتہارات وغیرہ کو دیکھ کر، کسی کے بڑے بڑے دعوؤں کو دیکھ کر اپنے لیے تباہی وبربادی کا سامان نہ کرے کیوں کہ غلط جگہ جہاں ان پیسوں سے گناہ کے کام کیے جائیں یا مصرف میں خرچ نہ کیے جائیں' خرچ کرنے سے گناہ کے کام میں معاونت ہے جو بنص قطعی ممنوع ہے۔

اب ظاہر ہے جن اداروں میں سربراہان خود دین سے کوسوں دور ہوں' وہ کیا دین کی خدمت کریں گے اور کیا مصرف کا خیال رکھیں گے۔

فقط واللہ اعلم سبحان اللہ غفرلہ

دار الافتاء جامعہ امداد العلوم پشاور

جامعہ محمدیہ اسلام آباد

الجواب باسم ملہم للصواب

سوال میں مذکور نام نہاد رفاہی تنظیمیں سہارا، شفقت، شیلٹر وغیرہ کو زکوٰۃ، عشر، صدقۃ الفطر، چرمہائے قربانی کی قیمت اور دیگر صدقات واجبہ دینے سے مذکورہ صدقات ادا نہیں ہوں گے۔ ان رقوم کے مستحق، غریب ومسکین اور مستحق زکوٰۃ لوگ ہیں۔

مذکورہ برائے نام رفاہی (بے دین) تنظیموں کو صدقات دینے سے ثواب ملنا تو کجا، الٹا گناہ کا خطرہ ہے۔ یہ سوال کا باضابطہ جواب ہے۔

شومئی قسمت کہ جو امت تمام عالم کی رہنمائی وراہبری کی علمبردار تھی' آج دینی تعلیمات سے اس قدر بیگانہ و بے بہرہ ہوگئی کہ اسلام وکفر اور گناہ وثواب میں فرق کرنا بھول گئی۔

وائے نادانی کہ امت آج اپنے درد کو دوا' مرض کو شفاء اور ناچ گانا اور موسیقی کو روح کی غذا سمجھ بیٹھی۔ کیا اس ستم کی بھی کوئی انتہا ہے کہ اسلام کے نام لیوا اپنے ہی مسلمان' اسلام کو مٹانے کے لیے مختلف حیلے وحربے استعمال کر رہے ہیں۔

اس وقت امت مرحومہ کا درد رکھنے والے، دینی تعلیمات سے واقف افراد خصوصاً علماء کرام کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اس برائی کے خلاف سد السکندری ثابت ہوں اور دامے، درمے، سخنے اور قلمے اس برائی کے خلاف جہاد کریں۔

الجواب صحیح واللہ اعلم بالصواب

مفتی جامعہ محمدیہ اسلام آباد

شکیل احمد غفرلہ خادم دار الافتاء جامعہ محمدیہ اسلام آباد

جامعہ دار الحدیث رحمانیہ (اہلحدیث) ملتان کا فتویٰ

لادینی ادارے صدقات وخیرات کے مستحق نہیں ہیں۔ اس لیے ان کو صدقات وخیرات دینا جائز نہیں

شمس الحق ملتانی

صدقات واجبہ زکوٰۃ ہو یا صدقات نفلی یا چرم ہائے قربانی وغیرہ' غیر شرعی اداروں کو دینا ناجائز ہے۔ سوال میں مذکورہ ادارے غیر شرعی زمرے میں آتے ہیں لہذا مستحق اداروں کو چھوڑ کر ان غیر شرعی اداروں کو صدقات وغیرہ دینا بالکل ناجائز ہے۔

محمد ابراہیم خان، بن مولانا شمس الحق جامعہ دار الحدیث ملتان

بقیہ آب زم زم

طعام من الطعم و شفاء من السقم وشر ماء علی الارض ماء بوادی برهوت بقیة، بحضر موت علیه کرجل الجراد من الهوام یصبح یتدفق، یمسی لا بلال بها۔

المعجم کبیر (۱۱/۸۰،۸۱) (۱۱۱۶۷) والمعجم للاوسط (۴/۵۴۲) کلاهما للطبرانی و مجمع البحرین (۱۷۳۸) (۳/۲۳۴) و مجمع الزوائد (۳/۲۸۶) وقال: رجاله ثقات وصححه ابن حبان و سلسلة الاحادیث الصحیحة (۳/۴۵،۴۴) (۱۰۵۶) للالبانی وقال قلت: فالاسناد حسن علی اقل الدرجات۔

042-
04

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قربانی؟

س: بعض لوگ اپنی قربانی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھی ایک قربانی کرتے ہیں اور بعض لوگ اپنے فوت شدگان کی طرف سے قربانی کرتے ہیں کیا یہ عمل صحیح ہے؟ قرآن وسنت سے اس کی وضاحت کریں۔

ج: رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قربانی اور فوت شدہ کی طرف سے قربانی کرنے کی نبی کریم ﷺ سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی دلیل نہیں ملتی۔ اگر رسول اللہ ﷺ یا میت کی طرف سے قربانی کرنا صحیح ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور بتاتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم ضرور اس پر عمل پیرا ہوتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ محبت تھی۔ خلفاءِ راشدین، عشرہ مبشرہ اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قربانی نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں اس کی ضرورت نہیں۔ ویسے ہم جتنے بھی نیک عمل کرتے ہیں، ان کا ثواب جتنا ہمیں ملتا ہے اتنا رسول اللہ ﷺ کو بھی مل جاتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی کو بھلائی کی طرف بلایا تو اس کو اتنا اجر ملے گا جتنا اجر اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا، پیروی کرنے والے کے اجر میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا جائے گا''۔ (صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ، حدیث نمبر ۶۸۰۰۔ سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۰۷، باب من سن سنۃ حسنۃ)

اس حدیث کی رو سے پوری دنیا کے مسلمانوں کے نیک اعمال کا اجر جتنا مسلمانوں کو ملتا ہے ہمارے نیت کرنے کے بغیر ہی اتنا اجر رسول اللہ ﷺ کو بھی مل رہا ہے۔

ایسے ہی فوت شدگان کی طرف سے قربانی نہ نبی ﷺ نے کی ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی ہے۔ اگر میت کی طرف سے قربانی کا جواز ہوتا اور اس کا فائدہ میت کو پہنچنا ہوتا تو رسول کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو کبھی نہ چھوڑتے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں، سوائے تین چیزوں کے۔ ① صدقہ جاریہ۔ ② وہ جو اس نے علم چھوڑا جس سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ③ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔'' (صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ)

اور ایسے ہی میت کی طرف سے حج و عمرہ، اولاد کا اپنے والدین کی طرف سے صدقہ، میت کے لیے دعا، میت کا قرض اتارنا یا کسی کا رباط (مسلمانوں کی سرحد کا پہرا دینگے) کی حالت میں فوت ہو جانا، میت کے لیے ان تمام چیزوں کے اجر کے جاری رہنے کے دلائل کتاب وسنت میں موجود ہیں، لیکن میت کی طرف سے قربانی کا کہیں ذکر نہیں۔ بعض لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے میت کے لیے قربانی کے جواز پر استدلال کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دو قربانیاں ذبح کیا کرتے تھے، ایک اپنی طرف سے اور ایک نبی کریم ﷺ کی طرف سے۔ ان سے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے اس کی وصیت کی تھی۔ (ترمذی، ابو داود) یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اس کی سند میں شریک بن عبداللہ النخعی ضعیف راوی ہیں اور ایک راوی ابو الحسناء مجہول ہے، سو یہ روایت اس مسئلے کی دلیل نہیں بن سکتی۔

بعض لوگ صحیح مسلم کی ایک روایت کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے قربانی کا جانور ذبح کرتے ہوئے فرمایا: ''کہ اے اللہ! محمد ﷺ، آل محمد ﷺ اور امت محمد ﷺ سے قبول فرما''۔

وہ کہتے کہ نبی کریم ﷺ نے امت کی طرف سے قربانی کی اور امت میں زندہ اور مردہ دونوں آ جاتے ہیں، لہٰذا میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہوا۔

حدیث کا یہ مطلب نکالنا صحیح نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جو لفظ بولے ہیں وہ یہ ہیں کہ اے اللہ محمد، آل محمد اور امت محمد کی قربانیاں قبول فرما۔ آپ ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ میں اپنی امت کی طرف سے قربانی کر رہا ہوں، بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی دعا تھی۔ جیسے ہم دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ سب لوگوں کا حج قبول فرما، تو کیا اس دعا کے کرنے سے ہمارا بھی حج ہو جائے گا؟

ادھار لیکر قربانی کرنا؟

س: ایک شخص کے پاس قربانی کے پیسے نہیں ہیں، کچھ مدت بعد اسے ملنے کی امید ہے۔ کیا ایسا شخص قرض لے کر قربانی کرے تو اس کی قربانی قبول ہو جائے گی؟

ج: ضرورت مند مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے اپنی جائز ضرورت کے لیے قرض لے سکتا ہے۔ اگر یہ قرض آسانی سے اتار سکتا ہے تو اس کے لیے قرض لے کر قربانی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لوگوں کے مال (قرض وغیرہ کی صورت میں) لیتا ہے اور وہ ان کو ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کروا دے گا اور جس نے دوسروں کا مال لیا ادا نہ کرنے کے ارادے سے، اللہ اسے ہلاک کر دے گا''۔ (صحیح بخاری، کتاب الاستقراض، باب من اخذ اموال الناس) الخ

اور اگر کوئی شخص پہلے ہی بہت زیادہ مقروض ہے اور اس کی آمدن سے اس کا قرض اتارنے کی گنجائش نہیں نکلتی اور وہ مزید قرض لے کر قربانی کرنا چاہتا ہے تو اس کا یہ عمل درست نہیں، کیونکہ مقروض شخص اگر قرض ادا کیے بغیر فوت ہو جاتا ہے تو اس کی نجات بہت مشکل ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن اطول رضی اللہ عنہ کو کہا (ان کا بھائی فوت ہو گیا تھا) کہ ''آپ کے بھائی کو جنت میں جانے سے اس کے قرض کی وجہ سے روک دیا گیا ہے۔ جاؤ اور اپنے بھائی کا قرض ادا کرو۔'' (مسند احمد، جلد ۴، صفحہ ۱۶۳)

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا ''کہ تم میں کوئی فلاں خاندان سے ہے؟ ایک شخص اٹھا۔ آپ نے کہا کہ میں تمہارا نام سزا دینے کے لیے نہیں پکارا بلکہ تمہارا فلاں رشتہ دار جو پرسوں فوت ہو چکا ہے اسے اس کے قرض کی وجہ سے جنت سے روک دیا گیا ہے اب اس کا قرض ادا کر کے یا تو اسے جنت میں بھجوا دو اور یا اسے اللہ کے عذاب کے سپرد کر دو''۔ (ابوداؤد، نسائی، مسند احمد، جلد ۵، صفحہ ۱۱)

اس لیے مسلمان کو حتیٰ الوسعت قرض لینے سے پرہیز کرنا چاہیے اور اگر لے لیا ہے تو اسے اتارنے کے لیے ہر وقت کوشش میں رہنا چاہیے۔

کان میں سوراخ والی قربانی......

س: ہمارے پاس ایک چھترا ہے، جس کے کان میں چھوٹا سا سوراخ ہے، کیا وہ قربانی میں لگ سکتا ہے؟

ج: رسول اللہ ﷺ نے کچھ عیوب بیان فرمائے ہیں اگر وہ جانور میں ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ وہ مندرجہ ذیل احادیث میں ہیں۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون کون سے جانور کی قربانی سے بچنا چاہیے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو، بھینگا یا کانا جانور جس کا بھینگا پن ظاہر ہو اور بیمار جانور جس کی بیماری ظاہر ہو، اور ایسے مریل اور کمزور جانور جس کی ہڈیوں کے اندر مغز ہی باقی نہ ہو''۔ (ابوداؤد، ترمذی، السنن الکبریٰ للبیہقی)

اس حدیث میں چار عیب رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں جن کے ہوتے ہوئے قربانی جائز نہیں۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم قربانی کے جانور کی آنکھیں اور کان انتہائی غور سے دیکھ لیں اور جس جانور کا کان پچھلی جانب سے کٹا ہوا ہو یا اگلی جانب سے کٹا ہوا ہو یا لمبائی میں چرا ہوا ہو یا چوڑائی میں چرا ہوا ہو ایسے جانور کو قربانی میں ذبح نہ کریں۔ (سنن نسائی، کتاب الاضاحی، باب المقابلہ، حدیث ۴۳۷۲)

اور ایک دوسری حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کان کٹے اور سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی سے منع فرمایا۔ (ترمذی، کتاب الاضاحی، باب فی الضحیۃ بعضباء القرن و الاذن، حدیث ۱۵۰۴)

ان روایات میں کان کٹے اور سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا۔

یہ چھ عیوب جانور کو قربانی کے لیے مختص کرنے یا خریدنے سے پہلے پائے جاتے ہوں تب بھی قربانی نہیں ہوتی اور مختص کرنے اور خریدنے کے بعد پیدا ہوئے ہوں تب بھی قربانی نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان عیوب کے ہوتے ہوئے جانوروں کو ذبح کرنے سے منع فرما دیا۔ ان عیوب کے علاوہ معمولی سی بیماری یا جسم کے کسی حصے پر زخم یا دم کٹا ہونا وغیرہ قربانی سے مانع نہیں ہے۔

اونٹ کے کتنے حصہ دار؟

س: اونٹ میں کتنے لوگ شریک ہو سکتے ہیں۔

ج: اونٹ اگر اضحیہ (یعنی وہ قربانی جو حجاج کے علاوہ لوگ اپنے علاقوں میں کرتے ہیں) ہے۔ تو اس میں دس افراد شریک ہو سکتے ہیں، جب کہ گائے میں سات سے زیادہ افراد کا شریک ہونا صحیح نہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، عید الاضحیٰ کا موقع آ گیا تو ہم لوگ اونٹ میں دس دس شریک ہوئے اور گائے میں سات سات۔'' (سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب ما تجزء عنہ البدنۃ)

استفتاء

کیا فحاشی اور سیکولرزم پھیلانے والے گلوکاروں، اداکاروں اور ایسے دیگر سیکولر اداروں کو قربانی کی کھالیں یا زکوٰۃ وصدقات دینا جائز ہے؟

فحاشی اور سیکولرازم پھیلانے والے گلوکاروں' اداکاروں اور ایسے دیگر سیکولر اداروں کو کیا قربانی کی کھالیں یا زکوٰۃ وصدقات وغیرہ دینا جائز ہے؟ اس بارے میں مختلف مکاتب فکر کے بعض علماء نے نوٹس لیا ہے۔ ان کی مشتہر کردہ آراء اور فتاوی قارئین اور محبان اسلام کے استفادے کے لئے پیش خدمت ہیں۔ (ادارہ)

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین

اس مسئلہ کے بارے میں؟

دور حاضر میں طاغوتی طاقتوں کے ایما پر اسلامی ممالک میں سیکولر اداروں (NGO,s) کو فروغ دیا جارہا ہے جبکہ اسلامی خیراتی اداروں (NGO,s) پر دہشت گردوں کی معاونت کا الزام لگا کر پابندیاں لگائی جارہی ہیں۔ عیدالفطر کے خطبہ میں امام کعبہ شیخ صالح

جامعہ قاسم العلوم اور دار العلوم عبیدیہ رحمانیہ ملتان کا فتویٰ

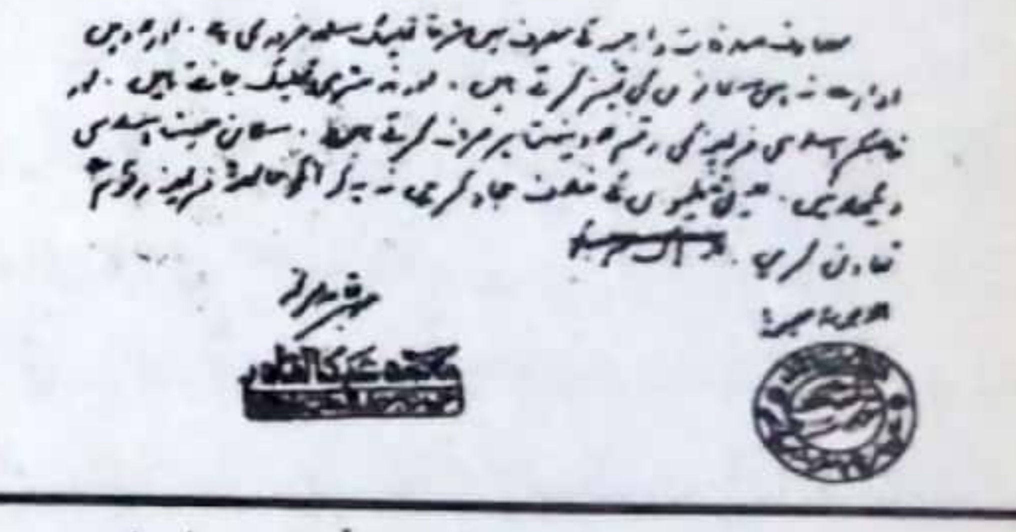

بن حمید حفظ اللہ نے اظہار خیال کرتے ہوئے احتجاج کیا کہ اگر اسلامی ویلفیئر اداروں پر امریکہ اسی طرح پابندیاں لگواتا رہا تو اس سے بہت بڑا نقصان ہوگا۔

پاکستان کے الرشید ٹرسٹ، الاختر ٹرسٹ اور ان جیسے دیگر دینی اسلامی ویلفیئر اداروں پر جو کہ خالصتاً انسانی بنیادوں پر پوری دنیا میں فلاحی کام سرانجام دے رہے ہیں حکومت پاکستان نے کفریہ طاقتوں کے دباؤ میں آکر پابندیاں عائد کردی ہیں۔ لیکن گلوکار اور ڈانسر ابرارالحق کی ''سہارا'' فلمی اداکارہ اور رقاصہ میرا کی ''شفقت'' گلوکار اور ڈانسر شہزاد رائے کی ''شیلٹر'' گلوکار اور ڈانسر جواد احمد کی ''ایجوکیشن فار آل'' اور ان جیسی کئی سیکولر (NGOs) کو حکومتی، UNO کے اداروں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی معاونت سے فروغ دیا جارہا ہے۔ مزید یہ کہ ان کی پبلسٹی کے لیے بڑے بڑے سائن بورڈ جو ملٹی نیشنل کمپنیوں کی طرف سے ہوتے ہیں، لگانے اور الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر بڑے بڑے اشتہارات دکھانے کی کھلی چھٹی ہے تاکہ سیکولر افکار کو فروغ دیا جاسکے۔ اسی طرح شوکت خانم' ایدھی سنٹر اور اسی طرح کے دیگر خیراتی اور مختلف سیکولر ادارے جو ایک طرف طاغوتی طاقتوں سے بھاری فنڈز بھی لیتے ہیں اور بڑے مکر وفریب سے سادہ لوح مسلمانوں سے زکوٰۃ، صدقات، عطیات، چرم ہائے قربانی کی صورت میں بھی رقوم بٹور رہے ہیں۔

ابرارالحق کی ''سہارا'' کنے کنے جاناں بلو دے گھر اور نچ ''پاکستان میں ڈانس کلب ہونا ضروری ہیں کیونکہ لوگ ڈیپریشن کا شکار ہیں اور لوگوں کے لیے ذہنی تفریح بہت ضروری ہے۔'' گلوکار اور ڈانسر جواد احمد (ایجوکیشن فار آل) اور شہزاد رائے (شیلٹر) کراچی کے بدنام زمانہ پاپ سنگر ہیں۔ جب گاتے ہیں تو پورے ہال میں موجود لڑکیوں کو اپنے ساتھ مل کر ناچنے اور گانے پر مجبور کردیتے ہیں۔

ایدھی سنٹر میں لوگوں کو مرعوب کرنے والی جو چیز ہے وہ پورے ملک میں ایدھی ایمبولینس ہیں جو مریض اور میت کے لواحقین سے معاوضہ لے کر سروس دیتے ہیں۔ ایسے فلاحی اداروں میں لوگ پیسے لے کر بھاگ جاتے ہیں اور لوگ اس کا نام بتانے کے لیے راضی نہیں ہوتے' فرماتے ہیں۔ میرا ان کے ساتھ معاہدہ تھا کہ ان کا نام نہیں بتائیں گے۔ دوسری بیوی کتنی رقم لے کر بھاگ گئی NGO کے سربراہ کا اخباری بیان ریکارڈ پر موجود ہے۔ (ماہنامہ شوگر میں ایدھی نے اپنے ایک انٹرویو میں بتایا کہ وہ پورا پورا مہینہ نہیں نہاتے۔ علاوہ ازیں وہ کئی بار اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حق میں اور قیام پاکستان کے خلاف اپنے موقف کا اظہار بھی کرچکے ہیں) اس طرح ماضی کے دو معروف اداکار محمد علی وزیبا ''علی زیب این جی اوز'' کے سرپرست، سالہا سال سے سادہ لوح مسلمانوں سے فنڈز اکٹھا کررہے ہیں۔ (جبکہ عمران خان بھی اپنے ہسپتال کے لئے بھارتی اداکاراؤں کے شوکرانے میں مضائقہ محسوس نہیں کرتے۔)

یہ سیکولر این جی اوز جہاں ملٹی نیشنل کمپنیوں اور اقوام متحدہ سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے بھاری فنڈز لیتی ہیں وہیں ایک سازش کے تحت مسلمانوں سے زکوٰۃ صدقات، عطیات، فطرانہ، چرم ہائے قربانی جیسے خالص دینی فرائض واحکام میں سے بھی خاصی رقم بٹور رہی ہیں۔ مقصد یہ کہ دین اسلام کی سربلندی کے لیے اسلامی فلاحی اداروں اور مدرسوں وغیرہ کو ان مدات سے رقم حاصل نہ ہو سکے۔ لوگوں کی فلاح مثلاً امن، علاج، تعلیم، انصاف وغیرہ حکومت وقت کی ذمہ داری ہوتی ہے لیکن ایک سازش کے تحت حکومتی، اقوام متحدہ اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی سرپرستی میں سیکولر این جی اوز کو پروان چڑھایا جارہا ہے تاکہ سادہ لوح مسلمان ان کے ظاہری طور پر پرکشش منصوبوں سے مرعوب ہوکر صدقات، زکوٰۃ، عطیات، فطرانہ

> **سیکولر این جی اوز جہاں مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے ملٹی نیشنل کمپنیوں اور اقوام متحدہ سے بھاری فنڈز لیتی ہیں' وہیں سازش کے تحت مسلمانوں سے زکوٰۃ' صدقات اور چرم ہائے قربانی جیسے خالص دینی فرائض سے بھی رقوم بٹور رہی ہیں تا کہ اسلام کی سربلندی کے لئے کام کرنے والے ادارے مضبوط نہ ہوسکیں**

اور چرم ہائے قربانی سے ان کی مالی مدد کریں۔

علماء حق جنہوں نے ہمیشہ مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی ہے اب بھی اس مسئلہ میں رہنمائی فرماتے ہوئے فتویٰ کے ذریعے مسلمانوں کو اس سازش سے آگاہ فرمائیں کہ ایسی صورتحال میں ایسے لوگوں یا اداروں (NGOs) کو زکوٰۃ، صدقات، فطرانہ، عطیات، چرم ہائے قربانی دینا جائز ہے کہ نہیں؟ کیونکہ زکوٰۃ، فطرانہ، صدقات، عطیات، چرم ہائے قربانی جیسے دینی فرائض واحکام جو موجب اجر و ثواب ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے لیکر آج تک دین اسلام کی سر پنجابن نچ، جیسے فحش گانوں کی وجہ سے خاصی بدنام ہے۔ گزشتہ عید الاضحیٰ کے موقع پر نوجوان نسل کو میوزیکل شو مفت دیکھنے کا لالچ دینے کے لیے اخبارات میں دیے گئے اشتہار کی عبارت کچھ یوں تھی۔

"قربانی اللہ کے لیے اور تفریح آپ کے لیے۔ قربانی کی کھال سہارا ٹرسٹ کو دیں اور کھال کی رسید دکھا کر ابرار الحق کا شو مفت دیکھیں۔"

اس سال بھی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے تعاون سے بڑے بڑے سائن بورڈ اور بینرز پورے ملک میں آویزاں کیے گئے ہیں جن میں سادہ لوح مسلمانوں کو زکوٰۃ، صدقات، فطرانہ اور عطیات "سہارا ٹرسٹ" کو دینے کی ترغیب دی گئی ہے اور پورے ملک کے تمام بینکوں میں (سہارا ٹرسٹ) کے عطیات جمع کرائے جاسکتے ہیں۔ بدنام زمانہ اداکارہ ورقاصہ میرا کے "شفقت ٹرسٹ" نے اخباری انٹرویو میں کہا

بلندی اور جہادی ضروریات اور دینی مدارس کے اخراجات کے لیے خرچ ہوتے آئے ہیں، ایسے بے دین اور سیکولر اداروں کو دینا جائز ہے کہ نہیں؟ جو مال کی تملیک نہیں کرتے (قرآن کے بیان کردہ آٹھ مصارف کے مطابق ان اداروں کو چاہیے کہ اپنے مستحقین کو شرعی طور پر باقاعدہ مالک بھی بنائیں) اور اس کے ساتھ اپنے کردار کے اندر کسی بھی فاسق وفاجر سے کم نہیں۔ کیا ایسے اداروں کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ کیا صدقات، فطرانہ، عطیات، چرم ہائے قربانی جیسے اسلامی اور مذہبی افعال ایسے سیکولر اور بے دین اداروں کو دینے کا ثواب ہوگا؟ کیا یہ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْعُدْوَانِ نہیں ہوگا؟ کیونکہ ان بے دین اور سیکولر اداروں کے وجود میں آنے سے دینی مدارس جو کہ قرآن وحدیث کی تعلیم کو فروغ دیتے ہیں اور مجاہدین و شہداء کے ورثاء کی فلاح کے لیے استعمال ہونے والے فنڈز میں خوفناک حد تک کمی واقع ہوئی جس کی وجہ سے دینی مدارس سخت بحران کا شکار ہیں اور جہاد کا کام بھی بری طرح متاثر ہوا ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں کیونکہ مسلمانوں کے فرائض کی ادائیگی کا مسئلہ ہے۔ سادہ لوح مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کے لیے اس اہم مسئلہ پر فتویٰ جاری فرمائیں۔

معروف این جی او "ایدھی" کے سربراہ کئی بار اسرائیل کو تسلیم کرنے کے حق میں اور قیام پاکستان کے خلاف اپنے موقف کا اظہار کر چکے ہیں جبکہ وہ ایک انٹرویو میں کہہ چکے ہیں کہ وہ پورا پورا مہینہ نہیں نہاتے

خادم مجاہدین اسلام وعلماء کرام

خواجہ محمد ابراہیم نقشبندی پاکستان

تمہید

ابتدائے آفرینش سے ہی آویزش حق وباطل جاری ہے۔ منبع شر وشرارت ابلیس لعین مختلف حیلوں وحربوں سے بنی نوع انسان کو راہ حق سے ہٹانے اور پھسلانے کے لیے سرگرم رہا ہے۔ کہیں سلمٰی و سجاح نے اپنے دام حسن سے لوگوں کی راہ ماری۔ کبھی یہود وہنود نے اپنے زور وزر کے بے لگام وبے لجام گھوڑے سے اسلام کو مٹانے یا کم از کم دبانے کی سعی لاحاصل کی اور نتیجہ ہمیشہ مذاق ومزاح فطرت کے عین مطابق نکلا۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
یہ اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

اسلام کے صاف وشفاف دامن سے صریح بدعت وبدی کی پہچان آسان ہے لیکن اگر برائی وبدی کو اسلام اور نیکی کے حسین لبادہ و لباس میں پیش کیا جائے تو اس کی پہچان ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ ہر عہد میں قدرت نے افراد کا انتخاب فرمایا جنہوں نے حق کو باطل سے، بدعت وبدی اور برائی کو نیکی سے جدا کر دکھایا۔ تخلیط و تلبیس کا یہ ابلیسی حربہ جس قدر رنگین ہے اس قدر سنگین بھی ہے، جتنا منقش اور پرکشش ہے، اتنا ہی پرسوز اور پرآتش بھی ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہ جو شخص بدعت کو قربت سمجھتا ہو، اس سے کیونکر توبہ کرے گا۔ جو جہالت کو کرامت جانتا ہو وہ اس سے بھلا کیونکر باز آئے گا۔ انہی برائیوں میں سے ایک بڑی سنگین برائی موجودہ دور میں موسیقی، میوزک اور رقص وسرود ہے، جس کو ناعاقبت اندیش لوگوں نے روح کی غذا قرار دے رکھا ہے۔ فحاشی وعریانی کو حریت وآزادی نسواں کے خوش کن عنوان سے معنون کیا ہے۔ یہ چیزیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کس قدر بری ہیں، دینی تعلیمات سے باخبر ہر شخص اسے جانتا ہے لیکن اب اس برائی کے داعین نے اسلامی اقدار اور دینی اطوار پر دست درازی شروع کر دی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ قربانی کرنا اور قربانی کی کھالوں کو اس کے مصرف، غرباء ومساکین میں خرچ کرنا خالصتاً ایک مقدس مذہبی فریضہ ہے لیکن موجودہ دور کے گلوکاروں وفنکاروں رقاصاؤں نے اس مقدس مذہبی فریضہ میں دخل اندازی شروع کر دی ہے۔

آپ ذرا سوچیں اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات سے باغی وعاری بلکہ جو برائی کے داعی ہیں، ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ آپ کی چرم ہائے قربانی، زکوٰۃ، فطرانہ اور صدقات واجبہ کو پوری دیانت داری، بکمل احتیاط سے اور تمام احکامات شریعت کا لحاظ رکھتے ہوئے استعمال کریں گے" کیا یہ ایک خیال است ومحال است وجنوں کا مصداق نہیں ہے؟

تقریباً تمام فتاویٰ میں ان فنکاروں کی تنظیموں کو چرم ہائے قربانی دینے کی وجہ کھالوں میں شرط تملیک بتائی ہے لیکن راقم عرض کرتا ہے کہ شرط تملیک سے قطع نظر کرتے ہوئے ایسے بے دین لوگوں کو چرم ہائے قربانی دینا یا دیگر صدقات نافضہ دینا کیا جائز ہوگا؟ جبکہ اس کا دینی تشخص ہی مجروح ہے۔ کیا اس بات کی گارنٹی دی جاسکتی ہے کہ یہ لوگ آپ کی رقم وصدقات کو لازماً نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں خرچ کریں گے؟ جو لوگ فنکاری، گلوکاری، گانے اور رقص کو لوگوں کی خدمت اور طاؤس ورباب ورقص وسرود کے ذریعہ

جامعہ منظور الاسلامیہ لاہور کا فتویٰ

الجواب باسم الملک الوہاب

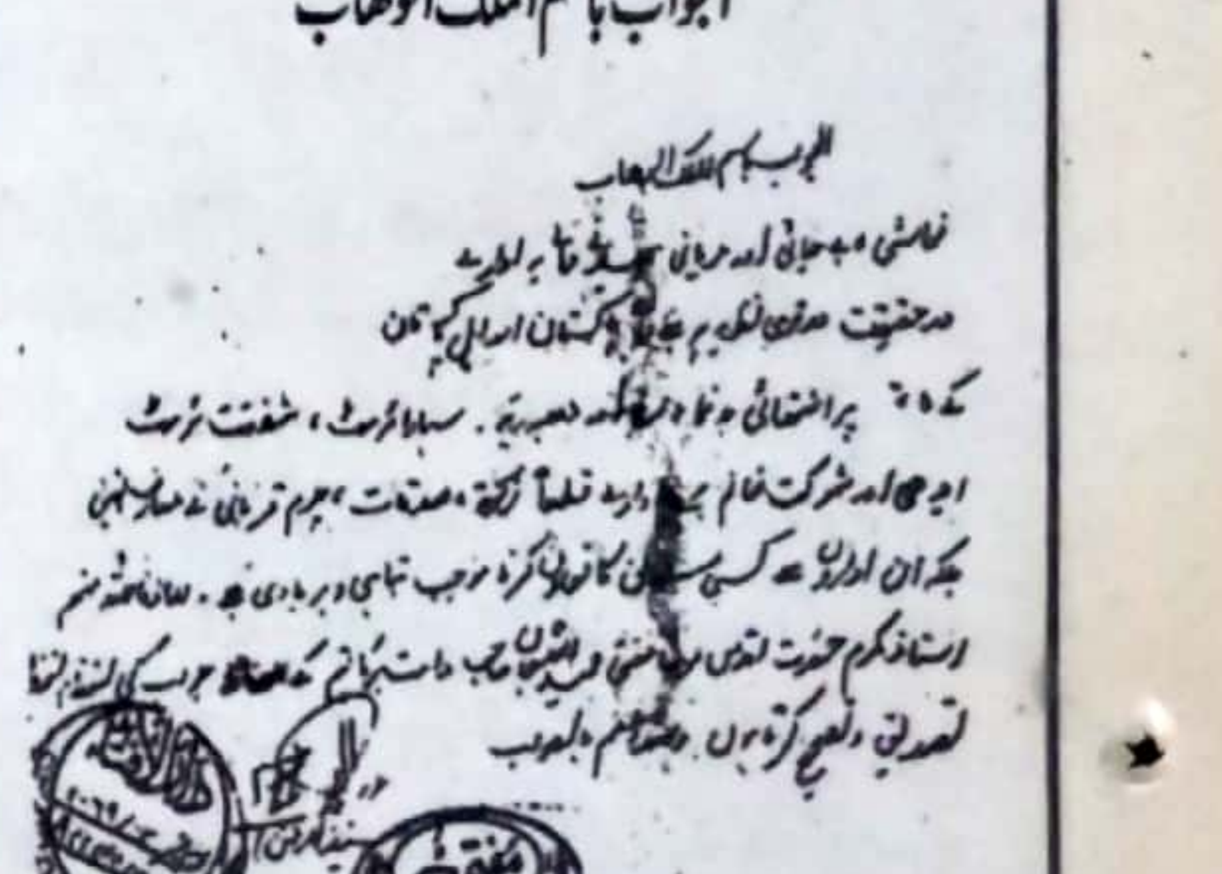

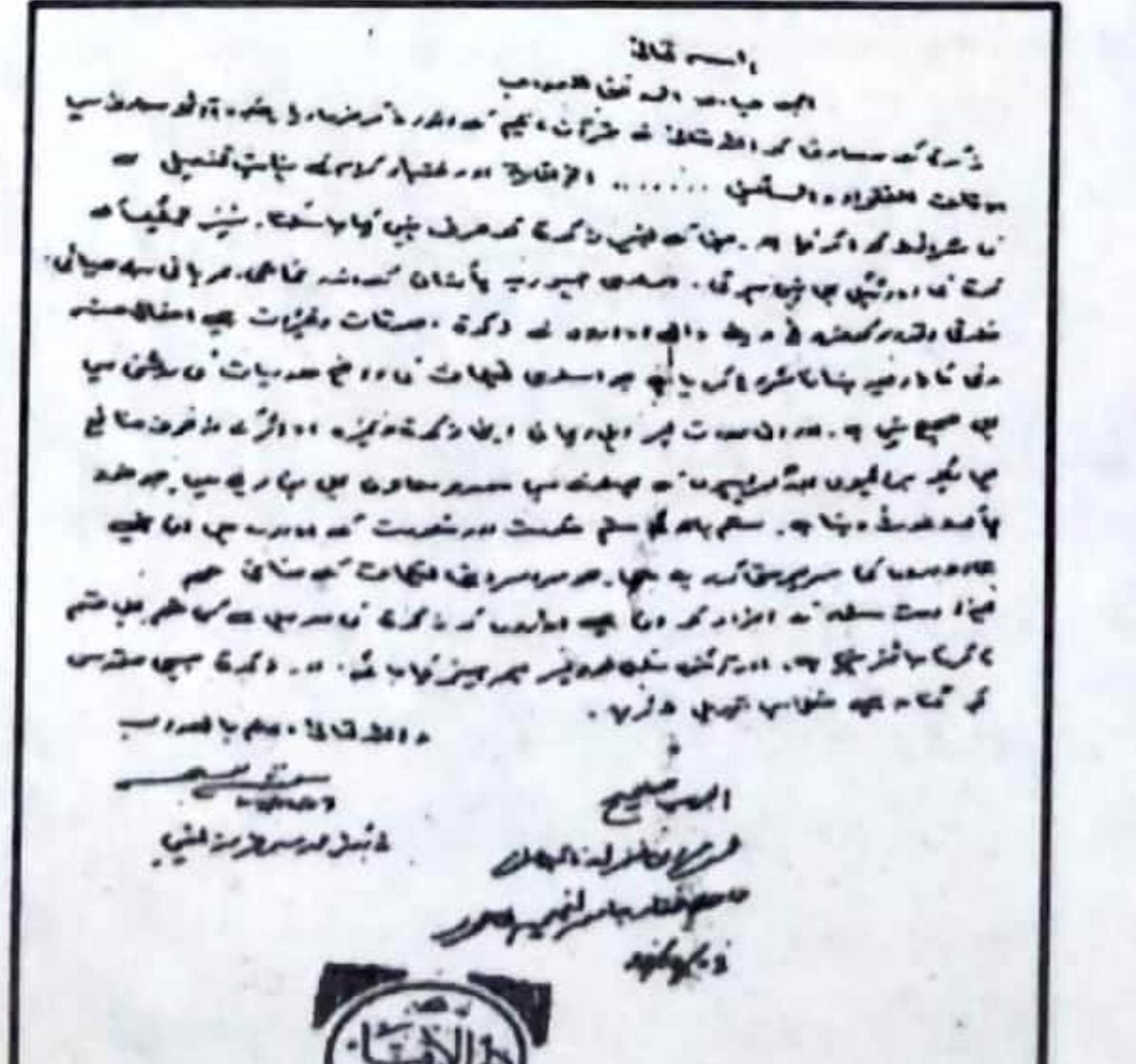

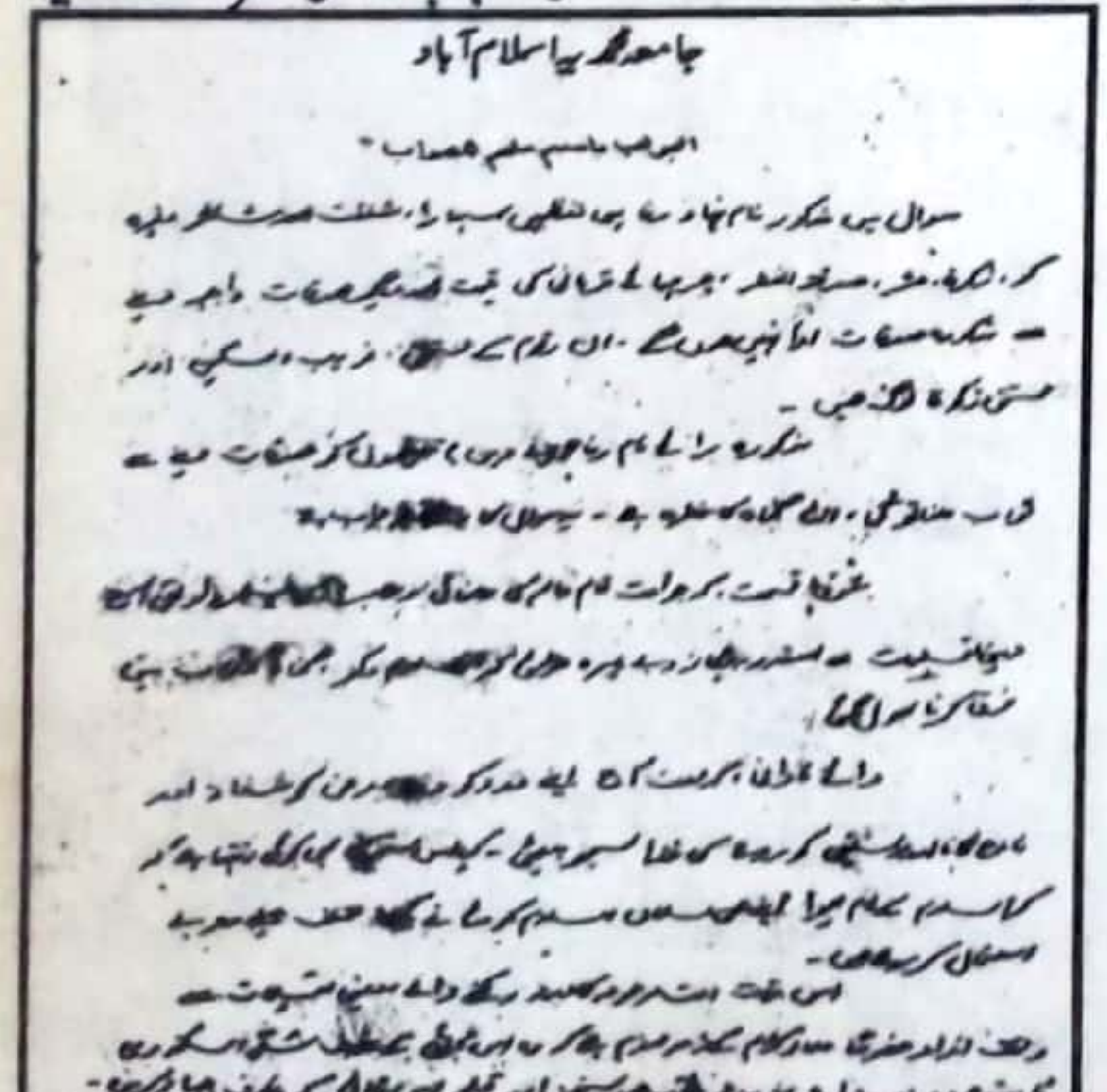

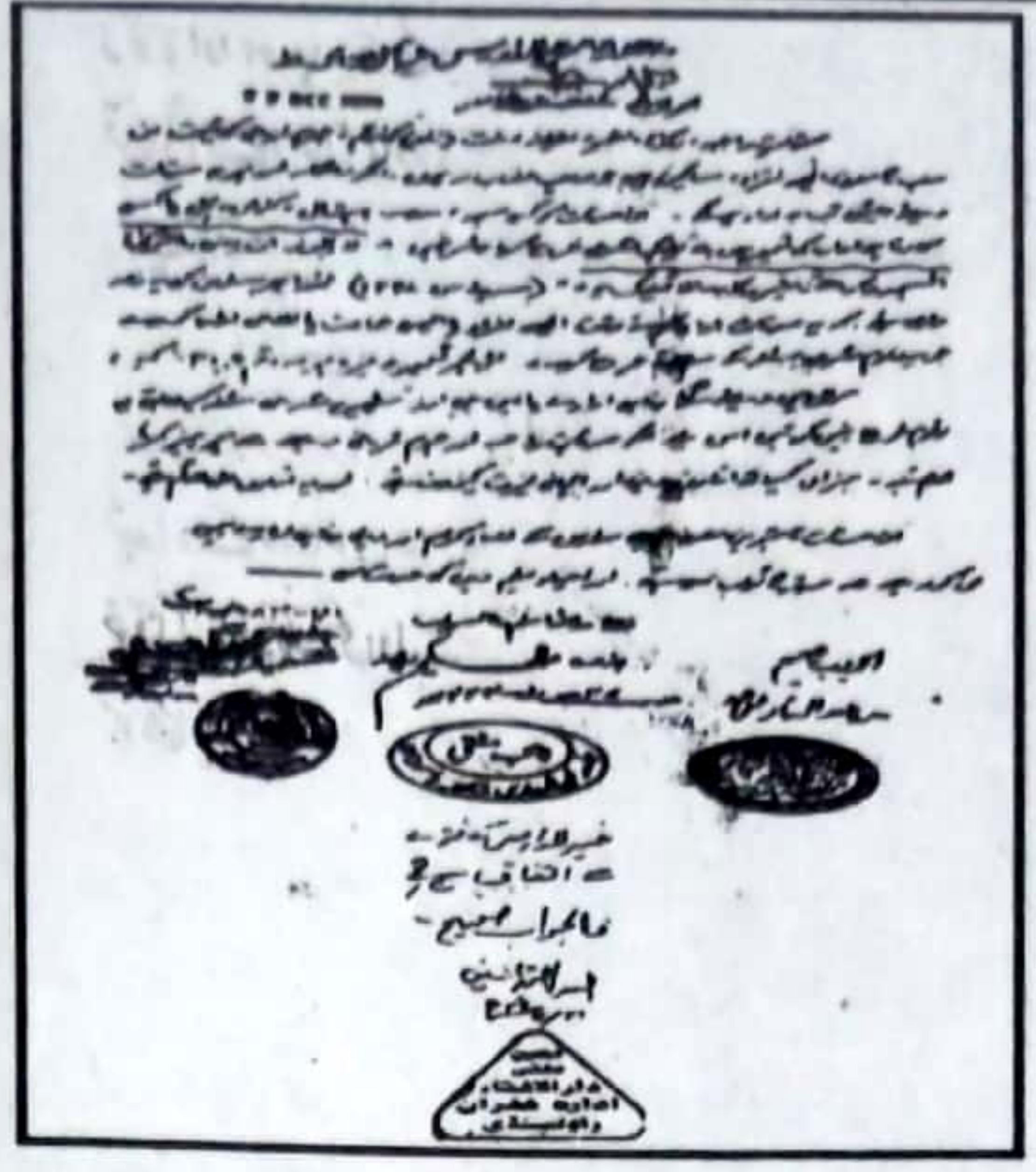

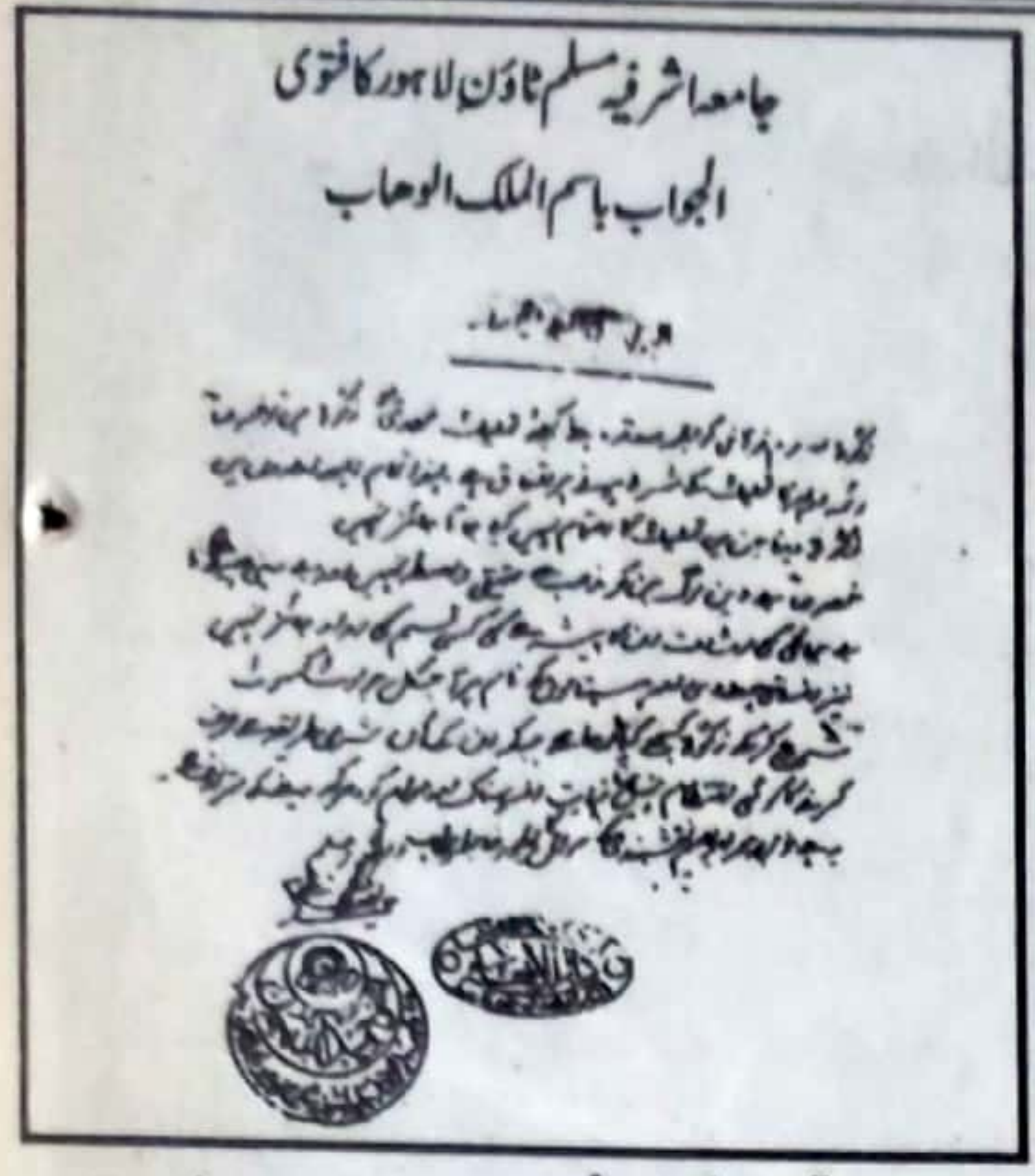

عوام کو خوش کرنے کو بہت بڑی عبادت اور اپنی سعادت سمجھتے ہیں، جن لوگوں کے ہاں نیکی اور عبادات کا تصور ہی شریعت اسلامی کے تصور سے جدا ہو' ان کو چرم ہائے قربانی، زکوٰۃ، صدقات وعطیات دینا کیسے جائز ہوگا؟۔ کیا یہ تعاون علی المعصیت نہیں ہے جس کی صراحتاً ممانعت اس آیت کریمہ میں موجود ہے۔ ولا تعاونوا علی الاثم و العدوان۔ (المائدہ:2) کیا ان کے کلب بنانا' سینما سجانا اور گانا' گناہ کی محفلیں بھی نیکی اور عبادت کے کام ہیں؟ لوگوں کے ذمہ شرعاً لازم ہے کہ اپنی جملہ زندگی میں اور خصوصاً دینی امور اور معاملات میں علماء امت سے رہنمائی حاصل کریں جن کے بارے میں خود ہادی عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ انما العلماء ورثة الانبیاء۔ کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ علماء و دینی شعور رکھنے والے افراد کے ذمہ یہ لازم ہے کہ وہ لوگوں کو اس فتنہ سے آگاہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

احقر مفتی شکیل احمد' عزیز احمد استاد جامعہ محمدیہ اسلام آباد

جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور کا فتویٰ

جواب الجواب باسم الملک الوہاب

زکوٰۃ اور چرم ہائے قربانی کو بطور صدقہ دینے کے لیے تملیک ضروری ہے۔ زکوٰۃ میں تو خصوصاً آئمہ اربعہ کا تملیک کے شرط ہونے پر اتفاق ہے۔ لہٰذا تمام ایسے اداروں میں زکوٰۃ دینا جن میں تملیک کا اہتمام نہیں کیا جاتا جائز نہیں۔ خصوصاً بے دین لوگ جن کو مذہب سے حقیقی واسطہ نہیں۔ بے دینی پھیلانا' بے حیائی کی اشاعت ان کا پیشہ ہے، کسی قسم کی امداد جائز نہیں۔ نیز انسانی ہمدردی اور ہسپتالوں کے نام آجکل جو لوٹ کھسوٹ شروع کر کے زکوٰۃ کو جمع کیا جارہا ہے جبکہ ان کے ہاں شرعی طریقہ سے صرف کرنے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا نہایت افسوسناک اور عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ یہ ہے خواجہ محمد ابراہیم نقشبندی کے سوال کا بطور ضابطہ جواب۔

واللہ اعلم

حمید اللہ جان عفی عنہ

جامعہ منظور الاسلامیہ لاہور کا فتویٰ

الجواب باسم الملک الوہاب

فحاشی، بے حیائی اور عریانی پھیلانے والے یہ ادارے درحقیقت دوقومی نظریہ پر بننے والے پاکستان اور اہل پاکستان کے ماتھے پر انتہائی بدنما داغ اور دھبہ ہیں۔ سہارا ٹرسٹ، شفقت ٹرسٹ ایدھی اور شوکت خانم جیسے ادارے قطعاً زکوٰۃ، صدقات، چرم قربانی کے مصارف نہیں بلکہ ان اداروں سے کسی مسلمان کا تعاون کرنا موجب تباہی و بربادی ہے "اعاذنا اللہ منہم" استاد مکرم حضرت اقدس مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب دامت برکاتہم کے جواب کی لفظ بہ لفظ تصدیق وتصحیح کرتا ہوں۔

واللہ اعلم بالصواب

عزیز الرحمٰن عفی عنہ

دین بیزار اور رقص وموسیقی کو عام کرنے والے اداروں کو چرم ہائے قربانی اور زکوٰۃ وصدقات وغیرہ دینا غیر شرعی اور ناجائز ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے علماء کا موقف

جامعہ نعیمیہ لاہور کا فتویٰ

بسم تعالیٰ

الجواب ھوالموفق للصواب

زکوٰۃ کے مصارف کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کے اندر ذکر فرما دیا ہے کہ وہ آٹھ مصارف میں "انما الصدقات للفقراء والمساکین .... الآیہ (التوبہ:60) اور فقہاء کرام نے نہایت تفصیل سے مصارف کی شرائط کو ذکر کیا ہے جن کے بغیر زکوٰۃ کو صرف نہیں کیا جاسکتا۔ نیز تملیک کے بغیر زکوٰۃ کی ادائیگی بھی نہیں ہوتی۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اندر فحاشی، عریانی، بے حیائی، غیر مہذب اخلاقی اقدار کو فروغ دینے والے اداروں نے صدقات و خیرات جیسے افعال حسنہ کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بنانا شروع کر دیا ہے جو اسلامی تعلیمات کی واضح ہدایات کی روشنی میں کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے اور ان اداروں پر اہل ایمان اپنی زکوٰۃ وغیرہ ادا کر کے نہ صرف ضائع کر رہے ہیں بلکہ برائیوں اور گمراہیوں کے پھیلانے میں ممد معاون بھی بن رہے ہیں جو خود غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ ستم بالائے ستم حکومت اور حکومت کے ادارے بھی ان جیسے غیر اسلامی اداروں کی سرپرستی کر رہے ہیں جو سراسر دینی تعلیمات کے منافی ہے۔

لہٰذا امت مسلمہ کے افراد کو ان جیسے اداروں کو زکوٰۃ کی مد میں سے کسی بھی قسم کا تعاون کرنا جائز نہیں ہے۔ آئندہ مکمل طور پر پرہیز کیا جائے اور زکوٰۃ جیسی مقدس عبادت کو گناہ جیسے فعل میں تبدیل نہ کریں۔

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد عمران غفرلہ نائب مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی

دارالافتاء جامعہ نعیمیہ لاہور

خیر المدارس ملتان کا فتویٰ

صدقات واجبہ، زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، منت (نذر) کی رقم، چرم قربانی کی قیمت ان سب کا مصرف ایسے فقراء ومساکین ہیں جو صاحب نصاب نہ ہوں۔ ان کو مالکانہ طور پر یہ صدقات دیے جائیں تب یہ ادا ہونگے۔ ان صدقات کو مسجد، مدرسہ، ہسپتال، کنواں، پل یا کسی بھی رفاہی ادارہ کی تعمیر میں بلا تملیک شرعی خرچ کرنا جائز نہیں۔ "لایجوز ان یبنی بالزکوٰۃ المسجد وکذا القناطیر وکل مالا تملیك فیه" (ہدایہ ص97 ج1) لہٰذا ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ یہ صدقات ادا کرتے وقت ایسے افراد' ایسی جماعت یا فلاحی ادارہ کو دے جو یہ رقوم شرعی مسئلہ کے مطابق خرچ کرے۔ لٹریچر وغیرہ پر رقم خرچ نہ کرے۔

سوال میں دیے گئے رفاہی ادارے یا این جی اوز تنظیمیں شرعی مسئلہ کے مطابق یہ رقوم خرچ نہیں کرتیں اس لیے ان کو صدقات واجبہ اور چرم قربانی دینے سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ نیز ان کیساتھ

باقی صفحہ 36 پر

آبِ زم زم اور جدید سائنسی تحقیقات

چاہ زم زم کے نگران سعودی انجینئر حمزہ کوشک اور ڈاکٹر خالد غزنوی کی ایمان افروز رپورٹ

محترم جناب ڈاکٹر خالد غزنوی جو ایم بی بی ایس ہیں لیکن طب نبوی کے ذریعے علاج میں بڑی شہرت رکھتے ہیں۔ انہوں نے طب نبوی اور جدید سائنس کے نام سے کتاب لکھی جو صدارتی ایوارڈ یافتہ ہے' اس میں آب زمزم پر بھی ان کی خصوصی تحقیق شامل ہے جو نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

مکہ معظمہ کی مسجد الحرام میں کعبہ شریف سے ۱۵ میٹر کے فاصلہ پر جنوب مشرق میں حجر اسود کی سیدھ میں ایک کنواں واقع ہے۔ جس کے پانی کو آب زم زم کہتے ہیں یہ کنواں کعبہ شریف سے بھی قدیم ہے اور اس کی گہرائی کے بارے میں اب تک قیاس تھا کہ وہ ۱۴۰ فٹ ہے لیکن حالیہ پیمائش پر یہ ۲۰۷ فٹ گہرا پایا گیا۔ ممکن ہے پانی کی مسلسل نکاسی کی وجہ سے یہ نیچا ہو گیا ہو۔ مسلمانوں کے نزدیک اس کا پانی متبرک ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھڑے ہو کر پیا اور اس غرض کے لیے ایک خصوصی دعا کی:

"اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وشفاء من كل داء"۔

(اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ایک ایسے علم کا جو فائدہ دینے والا ہو اور ایسے رزق کا جو مجھے کھلے دل سے عطا کیا جائے اور مجھے تمام بیماریوں سے شفا مرحمت فرما)

وہ خود اسے بڑے احترام کے ساتھ پیتے رہے، اور جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو صلح حدیبیہ کے موقع پر منگوا کر پیا اور واپسی میں ساتھ لے کر آئے۔ ان کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ اور دوسرے صحابہ کرامؓ بھی اس سے مزید استفادہ کے لیے سفر حج کے بعد واپسی میں ہمراہ لایا کرتے تھے اور یہ مسنون عمل اسی انہماک سے آج بھی جاری ہے۔

تاریخی پس منظر:

اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی ہاجرہ علیہا السلام کو ان کے نومولود سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے ہمراہ مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آئیں۔ جب یہ قافلہ منزل مقصود پر پہنچا تو اس صابر و شاکر خاتون نے صرف ایک بات اپنے میاں سے پوچھی۔ "کیا ہمارا یہاں آنا اور رہنا اللہ کے حکم کی تعمیل میں ہے؟" سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اثبات میں جواب دیا۔ تو وہ مطمئن ہو گئیں کہ اب ان کے لیے پریشانی کی کوئی بات نہیں کیونکہ جو ان کو وہاں لایا ہے وہی ان کی خبر گیری بھی کرے گا۔

خوراک اور پانی کا وہ ذخیرہ جو ان کے ہمراہ تھا، تھوڑی دیر میں ختم ہو گیا۔ بچہ بھوک سے بلکنے لگا اور وہ پریشانی کے عالم میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان دوڑ کر پانی کی تلاش کرتی رہیں۔

توریت میں آیا:

......خدا کے فرشتہ نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا اور کہا اے ہاجرہ! تجھ کو کیا ہوا؛ مت ڈر کیونکہ خدا نے اس جگہ سے جہاں لڑکا پڑا ہے اس کی آواز سن لی ہے۔ اٹھ اور لڑکے کو اٹھا اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کیونکہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤں گا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنواں دیکھا اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا۔ اور لڑکے کو پلایا۔...... (پیدائش ۲۱: ۱۷ تا ۲۰)

توریت کی اس روایت کے مطابق بچے کے رونے کے بعد خدا نے وہاں پر کنواں پیدا کیا جس کے پانی سے وہ خاندان سیراب ہوا۔ اس کنوئیں کا وجود ایک معجزہ تھا۔ اس لئے اس کا پانی ان کے عقیدہ میں بھی متبرک ہونا چاہیے۔

مکہ معظمہ سے نور کے پھیلاؤ سے پہلے لوگ اس مقام کی زیارت اور کنوئیں سے تبرک لینے آیا کرتے تھے۔ ایک قدیم ایرانی شاعر نے زمزم کے کنوئیں کے اردگرد چکر لگا کر دعا مانگنے کا ذکر اپنی ایک نظم میں کیا ہے۔

مکہ کی تاریخ قدیم اور اسلام نے اس کنوئیں کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے اس میں توریت کے آخری حصہ سے اختلاف ہے۔ صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے اس واقعہ کی پوری تفصیل قلمبند کی ہے جس

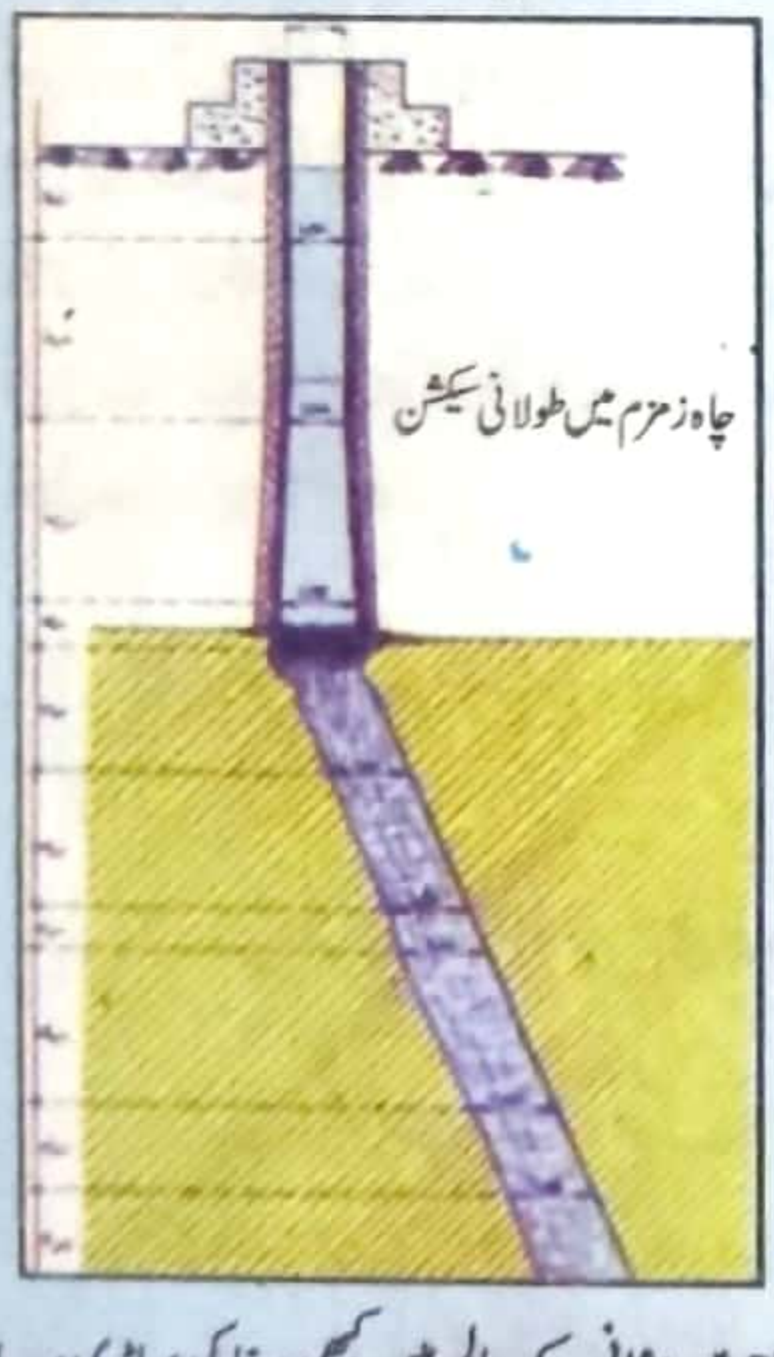

کے مطابق سیدہ ہاجرہ پریشانی کے عالم میں کبھی صفا کی پہاڑی پر جا کر دیکھتیں اور کبھی مروہ سے کہ شاید کہیں پانی یا آنے والا کوئی شخص نظر آجائے جس سے وہ مدد لے سکیں۔ گھبراہٹ کے اس عالم میں انھوں نے ایک آواز سنی۔ انھوں نے فوراً اسے مخاطب کر کے نیکی کے نام پر مدد کی درخواست کی اور سیدنا جبرائیل علیہ السلام ظاہر ہوئے اور انھوں نے اپنی ایڑی زمین پر ماری تو زمین سے پانی ابلنے لگا۔ سیدہ ہاجرہؑ نے گھبراہٹ میں پتھر جمع کر کے اس کے اردگرد ایک ہالہ سا بنا لیا تاکہ پانی ضائع نہ ہو اور کچھ دنوں کے لیے ذخیرہ ہو جائے۔ اضطراری کیفیت میں تحفظ ذات کی اس کوشش کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہاجرہؑ اگر اس کو محدود

نہ کرتیں تو یہ چشمہ ایک دریا بن جاتا جو پورے عرب کو سیراب کرتا۔

ایک بے آب و گیاہ صحرا میں محض حکم الٰہی کی تعمیل میں دکھ جھیلنے والی ہاجرہؑ کو اللہ نے رہتی دنیا تک عزت اور شہرت عطا کر دی۔ وہ جس حصہ پر دوڑی تھیں آج ہر مسلمان حج یا عمرہ کے لیے ان کی تقلید کرتا ہے۔ ان کی تکلیف اور صبر پر عملی داد دیتا ہے۔ ان کے بیٹے کے لیے اللہ نے جو کنواں پیدا کیا وہ ہر مسلمان کے لیے برکت، احترام اور شفا کا مظہر ہے۔ ان کے بیٹے نے جو گھر اپنے باپ کے ساتھ مل کر بنایا، رہتی دنیا تک ہر مسلمان اس کی طرف منہ کر کے عبادت کرے گا اور اس گھر کو قرآن نے دنیا میں اللہ کا پہلا گھر قرار دیا۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ (آل عمران:۹۶)

(یہ دنیا میں ایک پہلا ایسا گھر مکہ میں بنایا گیا ہے جو لوگوں کے لیے برکت و ہدایت کا منبع ہوگا اور یہ فیض سب جہانوں کے لیے ہوگا)

جس کا ترجمہ علامہ اقبالؒ نے یوں کیا ہے۔

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

حضرت ہاجرہؑ کے بیٹے کی نسل سے ایک نبی پیدا ہوا جس نے پوری دنیا میں رشد و ہدایت کا نور پھیلایا۔

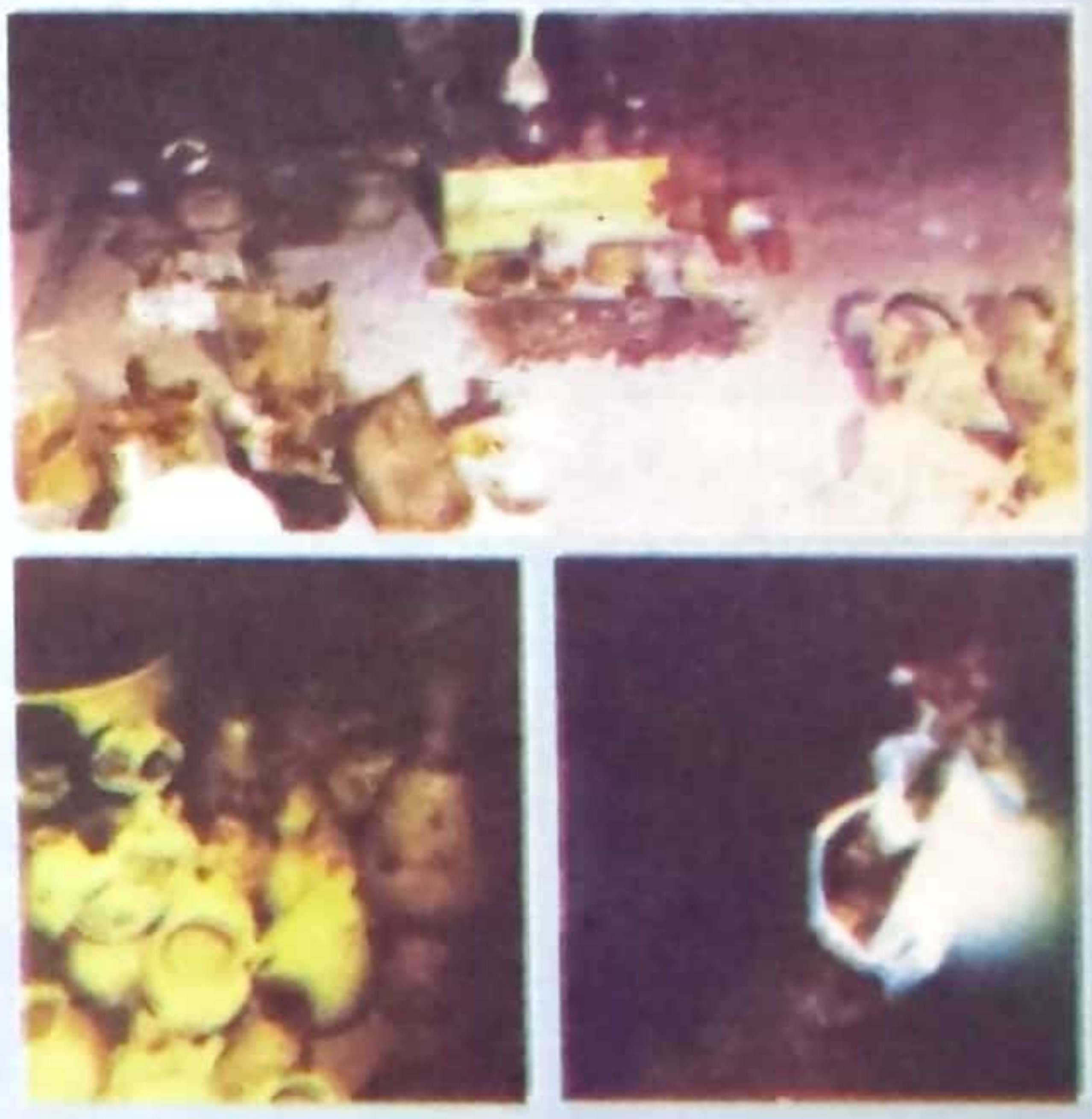

چاہِ زمزم سے غوطہ خوروں کے ذریعے نکالی ہوئی مختلف چیزوں کے ڈھیر

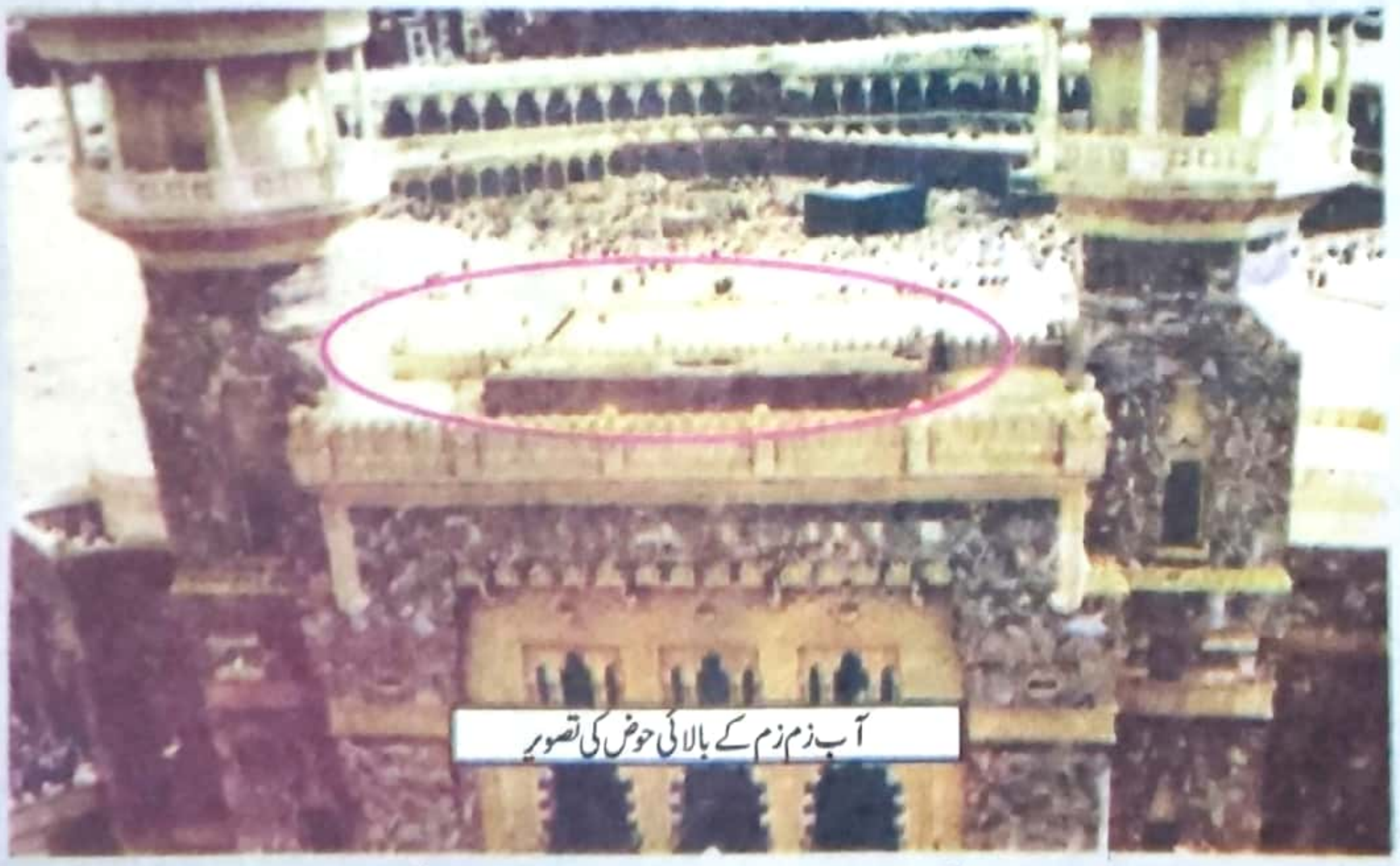

آبِ زم زم کے بالائی حوض کی تصویر

زمزم کا کنواں کچھ عرصہ تو جاری رہا پھر صحرائی بگولوں کی زد میں آکر غائب ہو گیا، ایک روایت کے مطابق بنو جرہم نے اس میں ریت ڈال کر بند کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ مکہ کے رئیس عبدالمطلب کے خواب میں اس کنوئیں کی نشاندہی کی گئی اور ہدایت کی گئی کہ وہ اسے کھدوا کر صاف کریں اور خلق خدا کی منفعت کے لیے جاری کریں۔ انھوں نے اسے کھدوایا۔ صاف کروایا اور ارد گرد پتھروں سے بلند منڈیر تعمیر کرا دی۔ صفائی کے دوران زمزم کے کنوئیں سے سونے کے دو ہرن، کچھ تلواریں اور زرہ بکتر برآمد ہوئے۔ مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ چیزیں ایرانی زائر پھینک گئے ہوں گے۔ اس کے برعکس آثار و قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شکست خوردہ لشکر ادھر آ نکلا اور جب وہ تعاقب کرنے والوں کے نرغے میں آئے تو انھوں نے اپنی متاع کو دشمن کے ہاتھ پڑنے سے بچانے کے لیے کنوئیں میں پھینک دیا۔

عبدالمطلب نے ایک طلائی ہرن توڑ کر اس کے سونے سے کعبہ شریف کے دروازوں پر پتریاں چڑھا دیں۔ دوسرا نمائش کے لئے کعبہ شریف میں رکھا رہا۔ حج کے دنوں میں اور ان کے بعد حجاج اور زائرین کو پانی پلانا ہر دور میں عزت کا باعث سمجھا جاتا رہا ہے۔ قریش نے پانی پلانے کی خدمت کے لیے ''السقایا'' کا شعبہ قائم کیا تھا جس کی یادگار لفظ 'سقہ' اردو میں بھی پانی لانے اور پلانے والوں کے لیے موجود ہے۔

۱۹۰۹ء میں زمزم کے کنوئیں کا پانی طوفان کی صورت میں ابلنے لگا اور اتنا پانی نکلا کہ آس پاس کی آبادیاں ڈوب گئیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس حادثہ میں سینکڑوں حاجی ڈوب گئے۔

اسلام نے جب اس کنوئیں کے پانی کو عظمت عطا کی تو لوگوں نے اس کی تعمیر اور بہتری پر توجہ دی۔ ترک حکمرانوں نے اس کے ارد گرد غلام گردش بنا کر اس کے اوپر گنبد نما چھت ڈال دی۔ آل سعود کی آمد تک اس کے ارد گرد پانچ فٹ اونچی سنگ مرمر کی منڈیر تھی۔ جس کے اوپر چھت تک لوہے کی مضبوط جنگلہ نما جالی تھی۔ اس جالی میں چھوٹے چھوٹے دروازے تھے۔ جن میں پانی نکالنے کے لیے چرخیاں نصب تھیں، ان چرخیوں پر پانی کھینچنے والے دن رات کام کرتے تھے۔ ڈول نکالنے کے بعد یہ سقوں کو ملتا تھا۔ وہ نوکدار پیندے والی تکونی صراحیوں میں بھر کر حرم شریف میں چمکدار کٹوروں میں لوگوں کو زمزم پلاتے تھے۔ یہی صراحیاں گھروں میں جاتی تھیں اور سینکڑوں افراد کا معاش اس کنوئیں سے وابستہ ہو گیا۔

قیام مکہ کے دوران حجاج اپنے لیے کفن کا کپڑا خرید کر اس متبرک پانی میں بھگو کر خشک کر کے اپنے وطن واپس لے جاتے ہیں۔ زمزم کو پینے کے لیے ساتھ لے جانے کے دو طریقے تھے۔ ٹین ساز خالی کنستر کے اندر موم پگھلا کر پھیر دیتے تھے۔ پھر اس کنستر میں آب زمزم بھر کر ٹانکا لگا دیا جاتا اور اس طرح یہ پانی محفوظ کسی بھی ملک تک چلا جاتا تھا۔ جو کنستر کا وزن نہیں لے جا سکتے تھے 'ان کے لیے ٹین کی گول کپیاں سی بنی ہوتی تھیں جن کے ایک سرے پر منہ بنا ہوتا تھا اسے ''زمزمی'' کہا جاتا ہے۔ اس میں تقریباً ایک کپ پانی آسکتا ہے۔ اب پلاسٹک نے ٹین کی جگہ لے لی ہے۔

سعودی حکومت نے حرم کعبہ کی توسیع میں زمزم کے کنوئیں کو جدید شکل دے کر پیاؤ کو صحن کے درمیان سے ہٹا دیا ہے زمانہ قدیم سے مسجد میں چار اماموں کے نام کے مصلے اور کئی سائبان بنے ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ تمام عمارتیں گرا کر مسجد کے صحن کو نمازیوں کے لیے کشادہ کر دیا ہے۔ اسی عمل میں زمزم کے کنوئیں پر چھت ڈال کر اس کے اوپر ایک طاقتور پمپنگ انجن نصب کر دیا گیا ہے جو پانی کو ایک بہت بڑی سبیل میں ڈال دیتا ہے۔

حج پر آنے والے لاکھوں افراد کے لیے یہ بڑی سبیل کارآمد ثابت ہوئی ہے پانی پینے، بھرنے، لے جانے اور کفن دھونے اور سکھانے کا سلسلہ مسجد سے باہر منتقل ہونے سے نماز کے لیے زیادہ جگہ مہیا ہو گئی ہے۔ اب لوگ زمزم کو ٹین کی کپیوں میں لے جانے کی بجائے پلاسٹک کے ڈبوں میں لے جاتے ہیں کیونکہ ہوائی سفر میں وزن کی اہمیت ہے۔ (پلاسٹک، ٹین سے ہلکا ہے)

آب زمزم کی مقبولیت اور تقدس سے متاثر ہو کر دیگر کئی مذاہب نے اپنے ماننے والوں کے لیے مقدس پانی تلاش کر لیے۔ ان میں سے اکثر پانی بیماریوں کا باعث ہوئے۔ کیونکہ آلودہ پانی پینے سے پیٹ کی متعدد بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ کمال کی بات یہ ہے کہ پوری تاریخ اسلام میں آج تک کوئی شخص زمزم کا پانی پی کر بیمار نہیں ہوا اور اس کے برعکس ایسا کوئی پانی تاریخ کے کسی دور میں اور کسی ملک میں ایسا مشہور نہیں ہوا جس کی وجہ سے لوگ بیمار

نہ ہوئے ہوں۔ حال ہی میں کچھ چشموں کا پانی عالمی شہرت حاصل کر گیا ہے۔ لوگ ان کے معدنی پانی توانائی کے خیال سے پیتے ہیں۔ ایسا پانی پی کر توانائی حاصل کرنے والا ابھی تک کوئی دیکھا نہیں گیا۔ لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس کے شرکاء کے لیے ۱۹۷۴ء میں معدنیاتی پانی کی بوتلیں فرانس سے درآمد کی گئیں چونکہ اس کانفرنس میں صحت عامہ کا مسئلہ ہمارے سپرد تھا۔ محض اشتیاق سے ایک بوتل کھول کر دو گھونٹ پانی پیا۔ ایسا بدذائقہ کہ نگلنے کی بجائے تھوکنا پڑا۔

ارشاداتِ نبوی ﷺ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں:

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر رجلا من قريش في المدة ان ياتيه بماء زمزم الى الحديبية۔ فذهب به منه الى المدينة...... (رزين) ؏

(رسول اللہ ﷺ نے (صلح حدیبیہ کے مذاکرات کے دوران) قریش کے ایک شخص کو اس بات پر حدیبیہ میں مامور کیا کہ وہ زمزم لائے وہ لایا اور آپ ﷺ اسے واپسی میں مدینہ بھی ہمراہ لے کر گئے)

نبی ﷺ نے فتح مکہ کے بعد مکہ کے عامل اور خطیب سہیل بن عمرؓ کے نام فوری تعمیل کے لیے ایک مراسلہ صادر فرمایا:

ان جاء كتابي فلاتصبحنا اونهارا فلا تمسين حتى تبعث الى من ماء زمزم۔ (رسالات نبویہ) ؏

(میرا خط تم کو جس وقت بھی ملے، اگر شام کو ملے تو صبح تک انتظار نہ کرنا اور اگر صبح کے وقت ملے تو شام ہونے سے پہلے مجھے زمزم کا پانی روانہ کر دینا)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بیان میں کہیں الفاظ کی غلطی ہو گئی ہے ورنہ اصرار کی ضرورت نہ تھی۔

رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ کے دستور کے بارے میں انہی سے مذکور ہے:

أَنَّهَا كَانَتْ تَحْمِلُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ وَتُخْبِرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَحْمِلُهُ ؏ (ترمذی)

(وہ زمزم اپنے ہمراہ لے جایا کرتی تھیں اور بتاتی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح لے جایا کرتے تھے)

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ آيَةَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُنَافِقِينَ إِنَّهُمْ لَا يَتَضَلَّعُونَ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ ؏ (ابن ماجہ)

(ہمارے اور منافقوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ وہ آب زمزم کو خوب سیر ہو کر نہیں پیتے)

زمزم کے پانی کو نبی ﷺ نے ہمیشہ بڑا احترام اور اہمیت دی۔ ایک مرتبہ کنوئیں کے پاس کھڑے ہو کر پانی نکالنے والوں کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ فتاویٰ عالمگیری اور طبقات ابن سعد کے مطابق انھوں نے متعدد مرتبہ کنوئیں سے خود ڈول نکال کر اسے کھڑے ہو کر پیا حالانکہ عام حالات میں وہ کھڑے ہو کر پینے یا کھانے کو نہایت برا جانتے تھے۔ اسی بناء پر امام شافعی تو اس حد تک جاتے ہیں کہ جو شخص شارع عام پر کھڑا ہو کر کھائے یا پیے اس کی شہادت کسی شرعی عدالت میں قبول نہ کی جائے۔

سعودی انجینئر یحییٰ حمزہ کوشک کی تحقیق

سعودی انجینئر یحییٰ حمزہ کوشک اور ان کے والد چاہ زمزم کے نگران انجینئر رہے۔ انہوں نے آب زمزم کے خواص پر تحقیق کی ہے۔ اور بالائے بنفشی شعاعوں (Ultra violet Rays) کے ذریعے آب زم زم کی تعقیم (Sterilization) پر خصوصی کام کیا اور عربی زبان میں طعام طعم وشفاء سقم (آب زم زم۔ غذا بھی دوا بھی) کے عنوان سے کتاب لکھی جس کا ترجمہ رائے خدا بخش کلیار ایڈووکیٹ نے کیا۔ ان کی تحقیق کا کچھ حصہ قارئین کے استفادے کے لئے پیش خدمت ہے۔ یہ خاص طور پر اس حصے سے متعلق ہے جس میں آج سے دو عشرے قبل خانہ کعبہ پر ایک گمراہ گروپ کی فتنہ انگیزی کے دوران آپریشن میں آب زم زم میں واقعتاً آلودگی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا اس آلودگی کو دور کرنے کے عمل میں جو تحقیقات سامنے آئیں ان سے بھی ثابت ہو گیا کہ آب زم زم حقیقتاً انسانی صحت کے لئے مفید پانی ہے۔ ادارہ

پانی کی پمپنگ کے دوران مختلف گہرائیوں سے آب زمزم کے نمونے حاصل کئے گئے تاکہ معلوم کیا جاسکے کہ آلودگی کہاں تک پہنچ چکی ہے۔ لہٰذا بڑے شگافوں کی 13 تا 17 میٹر کی سطح سے اور کنوئیں کی آخری سطح سے جو 26 تا 30 میٹر کے درمیان تھی‘ سے اور پھر کنوئیں کے حقیقی مصادر سے جبکہ وہ ظاہر ہوئے‘ نمونے حاصل کیے گئے۔ یہ نمونے مختلف اوقات میں لئے گئے تاکہ کنوئیں کی صفائی اور پانی کی آلودگی سے پاک ہوجانے کی تصدیق ہوجائے۔

شیڈول نمبر 14 واضح کرتا ہے کہ بیماری پیدا کرنے والے میکروبات کا لیول اور اسطرح سالمونیلا‘ شجیلا اور اسکریکیا کولائی میکروبات کا لیول 13 تا 17 میٹر کی گہرائی جو قریباً شگافوں کی سطح کے برابر ہے سے لئے گئے نمونوں میں کافی اونچا ہے۔ جو نمونے 20 محرم 1400ھ کو لئے گئے ان میں ان میکروبات کی اوسط نسبت بہت زیادہ تھی۔ مثال کے طور پر اسکریکیا کولائی 1,80.000 فی سو مکعب سنٹی میٹر تھی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ان میکروبات کی تعداد کم ہوتی گئی حتی کہ 12 صفر 1400ھ تک 180 فی 100 مکعب سنٹی میٹر ہوگئی۔

لیکن 26 تا 30 میٹر کی گہرائی پر موجود میکروبات کی تعداد میں نسبت اور اوپر والی سطح سے کافی بڑی تھی جن میں سے صرف اسکریکیا کولائی کی تعداد 20 محرم کو دس لاکھ فی 100 مکعب سنٹی میٹر تھی جو 12 صفر کو کم ہو کر 180 فی 100 مکعب سنٹی میٹر رہ گئی۔

اس تحقیق سے یہ ظاہر ہوا کہ گہرائی میں میکروبات بالخصوص سالمونیلا شجیلا اور اسی طرح بیماری پیدا کرنے والے میکروبات کی تعداد 29 محرم تک بڑھتی رہی۔ میکروبات مرضیہ کی تعداد 20 محرم کو 290000 فی مکعب سنٹی میٹر ہوگئی اور یہ زیادتی اس وقت ان گہرائیوں سے کوئی پمپنگ نہ ہونے کی وجہ سے تھی۔ علاوہ ازیں اس پانی کا امونیا اور نائیٹریٹ کی بڑی نسبت پر مشتمل ہونے کے پیش نظر کلورین کے ساتھ سطحی تعقیم کیمیائی تجزیوں سے ظاہر ہے۔

ان میکروبات کی پیدائش و افزائش کی حوصلہ افزائی بالخصوص

جدول نمبر 14

کل بکٹیریا	مرض انگیز جراثیم	سالمونیلا وشجیلا	گول بکٹیریا	اسکریکیا کولائی	نمونہ جات لینے کی تاریخ
22°C پر	28°C پر				1400ھ
13 تا 17 میٹر گہرائی (شگافوں کی سطح پر)					
420.000	320.000	141	....	180.000	20 محرم
173.000	271.000	85	....	1600	29 محرم
....	83.000	52	4	1800	12 صفر
26 تا 30 میٹر گہرائی کی سطح					
330.000	290.000	250	....	10,00,000	20 محرم
460.000	705.000	858	....	1600	29 محرم
....	159,000	00	3	185	12 صفر

(نوٹ) (1) فاضل مصنف نے یہ ذکر نہیں کیا کہ بکٹیریا کی یہ تعداد کتنے مکعب سنٹی میٹر ہے۔

(2) 26 تا 30 میٹر گہرائی پر اسکریکیا کولائی کی تعداد بکٹیریا کی کل تعداد سے کافی زیادہ ظاہر کی گئی ہے۔ جس سے واضح غلطی کا اظہار ہوتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

ماء زمزم لما شرب له۔ ان شربته تستشفی به۔ شفاك الله۔ وان شربته یشبعك، اشبعك الله به۔ وان شربه لقطع ظماك قطعه الله وهی هزمة جبریل وسقیا الله لا سماعیل۔ [6] (دار قطنی)

(زمزم کا پانی جس غرض سے پیا جائے اس کے لیے مفید ہوگا۔ اگر تو شفا کی غرض سے پیئے تو اللہ تجھے شفا دے گا۔ اگر پیاس کے لیے پیو گے تو اللہ اس سے تسلی دے گا۔ اور اگر سیراب ہونے کے لیے پیو گے تو اللہ تمھیں سیراب کرے گا۔ یہ سیدنا جبرائیل کا کنواں ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا اسماعیلؑ کا پیاؤ ہے۔)

یہی روایت مستدرک حاکم میں انھی سے اس اضافہ کے ساتھ ملتی ہے۔

وان شربه مستعیذا اعاذك الله۔

(حاکم کے اضافہ میں آیا۔ اور اگر تم اللہ سے کسی سلسلہ میں پناہ لینے کے لیے پیو گے تو اللہ تمھیں پناہ دے گا)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت فرماتے ہیں:

سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ قَائِمًا۔ [7] (بخاری، مسلم، ابن ماجہ، النسائی)

(میں نے نبی ﷺ کو زمزم کا پانی پلایا اور انھوں نے کھڑے ہو کر پیا۔)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے بھی زمزم کے فوائد کا خلاصہ ان الفاظ میں مروی ہے:

ماء زمزم لما شرب له۔ (ابن ماجہ۔ یہ حدیث حسن ہے دیکھیے مسند احمد ۳/۳۵۷، ۳۷۲ اور ابن ماجہ: ۳۰۶۲، اور سنن بیہقی ۵/۱۴۸ اور حاکم: ۱/۴۷۳۔)

(زمزم کا پانی جس غرض سے بھی پیا جائے، مفید ہے)

ایک موقعہ پر نبی ﷺ نے حضرت ابو ذر غفاریؓ کی کیفیت کے بارے میں فرمایا:

قد اقام بین الکعبة واستارها اربعین ما بین یوم و لیلة۔ ولیس له طعام غیره۔ فقال النبی صلی الله علیه وسلم انها طعام طعم۔ [8] (بخاری، مسلم)

بخاری نے اس حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے:

وشفاء سقم۔

(سیدنا ابوذرؓ نے کعبہ شریف اور اس کے پردوں کے درمیان چالیس دن رات گذارے اور ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ وہ اس دوران زمزم پیتے رہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایک مکمل خوراک تھی۔) بخاری نے اس میں اضافہ کیا ہے کہ (زمزم صرف خوراک ہی نہیں بلکہ بیماریوں سے شفا بھی ہے)

سقم سے مراد صرف بیماری نہیں بلکہ طبیعت کا مضمحل ہونا بھی ہے جیسے کہ سیدنا ابراہیمؑ نے اپنے آپ کو سقیم کہا تھا جس سے مراد موڈ بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی کہ طبیعت اچھی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

يَرْحَمُ اللّٰهُ أُمَّ إِسْمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَتْ زَمْزَمَ أَوْ قَالَ لَوْ لَمْ تَغْرِفْ مِنَ الْمَاءِ لَكَانَتْ عَيْنًا مَعِينًا [9]

(اللہ تعالیٰ اسماعیلؑ کی والدہ پر رحم فرمائے کہ اگر وہ زمزم کے پانی

اس منطقہ میں پانی کے درجہ حرارت 32C نے کی جوان میکروبات کے لئے مثالی درجہ حرارت (37c) کے قریب ہے۔ اس وقت ان گہرائیوں تک کلورین کے اضافے کے ساتھ مسلسل پمپنگ کی سفارش کی گئی۔ حتی کہ کنوئیں کی دیواروں کی تعقیم بھی ممکن ہو جائے چنانچہ اس سفارش پر پورا پورا عمل کیا گیا اور اس طرح پر زیر تحقیق جملہ مکروبات کی تعداد گھٹ کر رہ گئی اور چاہ زمزم کے بنیادی مصادر کے ظاہر ہونے تک مختلف سطحوں سے 8000 لٹر فی منٹ کے حساب سے بار بار پمپنگ جاری رہی۔ اور جب بھی ان مصادر سے پانی خارجی اثرات سے بعید نکل کر ظاہر ہوا تو اس سے نمونہ لیا جاتا رہا اور بڑے اور چھوٹے چشموں سے بھی وقتاً فوقتاً نمونے لئے جاتے رہے۔ اور دو نمونے دوسرے فروعی مصادر سے لئے گئے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ پہلا نمونہ 20 محرم کو غوطہ خور کے ذریعے حاصل کیا گیا جبکہ یہ مصادر پانی سے بھرے ہوئے تھے اور دوسرے نمونے براہ راست مصادر سے۔ معقم (Sterilized) شیشوں میں لئے گئے۔

اور جدول نمبر 15 واضح کرتا ہے کہ مصادر سے براہ راست لئے گئے نمونوں میں مختلف قسم کا بکٹیریا پایا جاتا ہے اور نتائج سے معلوم ہوا کہ پہلا نمونہ جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے میں میکروبات کی تعداد اور خصوصاً بیماری پیدا کرنے والے میکروبات (جراثیم) اور اس طرح سالمونیلا شیجیلا اور Ecoli کی تعداد زیادہ تھی۔

اور میکروبات کی تعداد ان مصادر کے ظاہر (قریب) ہونے کے ساتھ ساتھ اور اب شگافوں کی دیواروں سے ملوثہ مواد کو دھو دینے سے کم ہو گئی۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آلودہ پانی میں مٹی ملی ہوتی تھی جو ریت، کنکریاں اور پتھروں کو صورت میں بڑی مقدار میں نکالی گئی تھی۔ اور یہ مصادر کی دیواروں کی مٹی اور دیگر آلودگیاں جوان سے چمٹی ہوئی تھیں سے صاف کرنے کا نتیجہ تھا۔

اور قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ ان غیر معمولی واقعات سے چھ ماہ قبل کنوئیں کی صفائی کے ساتھ منطقہ غربیہ کی آب رسانی و نکاسی آب کے نظام کی اصلاح کا کام کیا گیا اور بڑی مقدار میں ریت اور بھل نکالی گئی۔ جب کہ کنویں سے مسلسل پمپنگ کے ساتھ اور یکے بعد دیگرے ان مصادر کے انکشاف کے ساتھ ساتھ مصادر کی صفائی ہوتی گئی اور امراض پیدا کرنے والے تمام میکروبات اور اس طرح سالمونیا شیجیلا اور E-Coli کا خاتمہ ہو گیا۔ البتہ دوسرے بکٹیریا جو قدرتی طور پانی میں موجود ہوتے ہیں ان کا بڑے چشمے میں پایا جانا ظاہر ہوا۔ جبکہ چھوٹے چشمے میں یہ (قدرتی) میکروبات مسلسل کم ہوتے گئے۔ اس سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ اس میں کسی شک و شبہ کی مجال نہیں ہے کہ آب زمزم کے اصل مصادر تلوث (آلودگی) کا باعث بننے والے ہر قسم کے جراثیم سے پاک ہیں۔

8-12 میٹر پر منکشف ہونے والے چاہ زمزم میں موجود شگافوں سے براہ راست لئے گئے پانی کے نمونے جو مختلف میکروبات کی تعداد کا اظہار کرتے ہیں۔

جدول نمبر 15

کل بکٹیریا	بیماری پیدا کرنے والے بکٹیریا	سالمونیلا وشجیلا	بکٹیریا یا براز السیجہ	E-coli اسکریکیا کولائی	تاریخ جس میں 1400ھ میں نمونے لئے گئے
22 °C پر	37 °C پر				
بڑا چشمہ					
2000	2000	57	....	230	29 محرم
3900	2530	44	180	35	7 صفر
3000	00	00	2	8	22 صفر
3200	00	00	00	00	26 صفر
چھوٹا چشمہ					
25,000	30,000	79	....	490	29 محرم
8600	1380	48	180	160	7 صفر
3500	00	00	2	5	22 صفر
1380	00	00	00	00	26 صفر
دیگر چھوٹے شگاف					
2140	2340	44	30	50	7 صفر
1580	00	00	17	45	22 صفر

کو ویسے چھوڑ دیتیں یا اس کے ارد گرد دیوار یا منڈیا نہ بناتیں تو زمزم ایک زبردست نہر کی صورت اختیار کر لیتا)

ان کی مراد یہ ہے کہ زمزم کا کنواں نہ ہوتا بلکہ یہ ایک دریا ہوتا جو پورے عرب کو سیراب کر دیتا مسجد الحرام کی عمارت کی تاریخ میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خیر الماء علیٰ وجہ الارض ماء زمزم ۔ (ابن حبان طبرانی)

(اس کرۂ ارض پر سب سے بہترین، مفید اور عمدہ پانی زمزم کا ہے)

یہ ایک ایسا ارشاد گرامی ہے جس سے بہتر کوئی بات نہیں کی جاسکتی۔ بلکہ "خیر" سے مطلب مبارک اور بھلائی کا ذریعہ بھی ہو سکتا ہے اور جو کچھ اس پانی میں یا جتنا کچھ اس میں ہے وہ کسی اور پانی میں نہیں۔

محدثین کے مشاہدات:

عبداللہ بن مبارکؒ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ جب انھوں نے حج کیا اور آب زمزم پر آئے تو یوں دعا کی:

"اے پروردگار! ابن الموالی کو محمد بن المنکدر نے بتایا اور انھوں نے جابرؓ بن عبداللہ سے سنا کہ تمھارے پیغمبر ﷺ نے کہا ہے کہ

> **زمزم کا پانی جس غرض سے پیا جائے' اس کے لیے مفید ہوگا۔ اگر تو شفا کی غرض سے پیئے تو اللہ تجھے شفا دے گا۔ اگر پیاس کے لیے پیو گے تو اللہ اس سے تسلی دے گا اور اگر سیراب ہونے کے لیے پیو گے تو اللہ تمھیں سیراب کرے گا۔ ارشاد نبوی ﷺ**

زمزم کا پانی جس غرض سے بھی پیا جائے گا۔ مفید ہو گا میں اسے ان اصحابؓ کے کہنے پر پی کر تیری رحمت کا طلبگار ہوں۔"

ابن الموالی علم الحدیث میں اہم مقام رکھتے ہیں اور ان کی روایت ہمیشہ معتبر سمجھی جاتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ زمزم کا پانی باعث شفا ہے۔ ابن القیمؒ کہتے ہیں کہ میں نے ذاتی طور پر مشاہدہ کیا ہے کہ زمزم پینے سے پیٹ میں پانی' کا مریض شفایاب ہوا۔ میرا چشم دید واقعہ ہے کہ اس کے علاوہ بڑی اذیت ناک بیماریوں کے مریض اللہ کے فضل سے زمزم پی کر شفایاب ہوئے۔ ہم نے ایک شخص کو دیکھا جو سارا دن چلتا پھرتا اور طواف کرتا تھا آب زمزم کے علاوہ نہ کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا۔ اسے نہ بھوک تنگ کرتی تھی اور نہ پیاس اور وہ اسی طرح آدھ مہینہ یا کچھ دن زیادہ زمزم پی کر شفایاب ہوا۔

سیدنا ابوذر غفاریؓ کا واقعہ بخاری اور مسلم میں موجود ہے کہ وہ چالیس دن کھائے پیے بغیر کعبہ شریف سے لگے صرف زمزم کے پانی پر گزارا کرتے رہے۔ جس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ پانی کھانا بھی ہے اور پینا بھی اور سب سے بڑھ کر یہ طبیعت کو بحال کرتا ہے۔

شیخ صدوق نے "علل الشرائع" میں سیدنا ابی عبداللہؓ سے بیان کیا کہ ان کے سامنے جب زمزم کے پانی کا ذکر آیا تو انھوں نے اس کے ماخذ کی عجیب تشریح فرمائی:

تجری الیھا عین من تحت الحجر۔ فاذا غلب ماء العین عذب ماء زمزم۔

(پتھروں کے نیچے، سطح زمین کے نیچے ایک نہر چلتی ہے۔ جب اس نہر کے پانی نے جوش کیا تو زمزم کا کنواں وجود میں آگیا)

نبی ﷺ نے زمزم کے پانی سے نہر بننے کے جس امکان کا ذکر فرمایا غالباً یہ اسی سمت اشارہ ہے کہ نہر موجود ہے۔ اگر سیدہ ہاجرہؑ اسے نہ روکتیں۔

کیمیاوی تجزیہ:

آب زمزم کے شفائی کمالات اور اس کے عجیب و غریب اثرات ساری دنیا کے لیے حیرت کی بات رہے ہیں اور لوگ ہمیشہ یہ جاننے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ اس میں کونسے ایسے اجزا ہیں جو پیاس کے لیے مسکن، بھوک کی تسلی بیماری سے شفا دینے والا بنا دیتے ہیں، پرانے حکماء کے نزدیک سونا قیمتی ہونے کی وجہ سے مفید ترین چیز تھا۔ چونکہ حجاز مقدس میں سونے کی کانیں موجود ہیں اس لیے خیال کیا جاتا تھا کہ اس پانی میں سونا شامل ہے جو پینے والوں کو توانائی دیتا ہے۔

میرے والد مولانا سید اسماعیل غزنویؒ (جید اہلحدیث عالم دین جو سعودی حکومت کے مشیر بھی رہے) نے حجاز مقدس کی تطہیر اور اس کے بعد مکہ معظمہ کی ترقی میں پوری عمر گزاری۔ انھوں نے زمزم کے کنوئیں پر پانی نکالنے والا پمپ نصب کروایا۔ وہ بتاتے تھے کہ کنوئیں کی صفائی کے دوران گہرائی میں دیواروں پر چاروں جانب چمکتے ہوئے سنہری ذرے نظر آئے تھے جس سے عام لوگوں کا تاثر یہ تھا کہ یہ کنواں ایسے علاقہ میں نکالا گیا جہاں سونے کی کان موجود تھی۔ اس مشاہدے کی بنا پر وہ بھی اس پانی میں سونے کی موجودگی پر یقین رکھتے تھے۔

ابتدائی طور پر مصری کیمیادانوں نے آب زمزم کے اجزاء معلوم کرنے کی کوشش کی اور ان کی تحقیق کے مطابق اس میں

MAGNESIUM SULPHATE, SODIUM SULPHATE, SODIUM CHLORIDE CALCIUM CARBONATE, POTASSIUM NITRATE, HYDROGEN SULPHIDE

پائے جاتے ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں کیا گیا یہ تجزیہ نامکمل اور غلط ہے کیونکہ اس کے مطابق پانی میں قلمی شورہ اور ہائیڈروجن سلفائڈ موجود ہیں موٹی بات یہ ہے کہ جس پانی میں یہ دو عناصر ہوں وہ انسانی استعمال کے قابل نہیں ہوتا۔ یہ نتیجہ کسی بھی پانی کے بارے میں میسر آئے تو صاف ظاہر ہے کہ اس پانی میں گندے نالے کا پانی شامل ہو گیا ہے۔ مکہ معظمہ میں اب تک گندے پانی کے نالے نہیں تھے گھروں میں بیت الخلاء کے نیچے ایک گہرا کنواں بنا کر غلاظت اس میں جمع ہوتی رہتی جس کا کچھ حصہ رستے رستے زیر زمین پانی میں شامل ہو جاتا تھا۔

پاکستانی سائنس دانوں میں ڈاکٹر راجہ ابو سمن، عبدالمنان اور پروفیسر غلام رسول قریشی نے علیحدہ علیحدہ اور مختلف ادوار میں اس پانی کا تجزیہ کیا ہے۔ ان کو ایسی کوئی چیز اس پانی میں نظر نہیں آئی جو کثافت کا پتہ دے۔ مرحوم میاں نذیر احمد جیالاجی پنجاب کے چیف انجینئر رہے ہیں، انھوں نے سعودی عرب میں زراعت کو فروغ دینے کے لیے آبپاشی کے ذرائع تلاش کر کے اپنی رپورٹ ایک خوبصورت کتاب کی صورت مرتب کی۔ جس میں انھوں نے زمزم کا کیمیاوی تجزیہ بھی کیا ہے۔ مرحوم سے ہم کو نیاز مندی اور رفاقت کا شرف حاصل رہا۔ انھوں نے زمزم کے پانی کو کسی بھی کثافت سے پاک اور پینے کے لیے کیمیاوی طور پر دنیا کا بہترین پانی قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالمنان اور راجہ ابو سمن نے مکہ معظمہ کے تمام کنوؤں میں ایسے ریڈیائی عناصر ڈال دیے جن کی مقدار اگر کسی چیز میں لاکھواں حصہ بھی ہو تو ان کا پتہ چلایا جاسکتا ہے۔ مدت تک طویل مشاہدات کے باوجود زمزم کے پانی میں ریڈیائی اجزاء کی موجودگی نہ پائی گئی۔ ان کے اس تجربہ سے ایک اہم بات ثابت ہوئی، مکہ میں جتنی بھی غلاظت ہو اس کے زیر زمین پانی میں اگر کوئی آلودگی یا کثافت موجود ہو تو وہ زیر زمین پانی کے عام اصولوں کے برعکس زمزم میں نہیں آتی۔ علم صحت میں عام اصول ہے کہ قبرستان سے دو سو گز تک اور گندگی کے ذخائر سے سو گز تک کنواں نہ بنایا جائے کیونکہ ان مقامات کی کثافت پانی میں شامل ہو جاتی ہے۔ ہم نے حرم شریف کے اندر خدام کی رہائش گاہیں بیت الخلاء اور ملحقہ محلوں حمیدیہ، جیاد اور جیاد ہسپتال میں زیر زمین غرقیاں دیکھی ہیں۔ فنی طور پر ان غرقیوں سے آلودگی کا قریب کسی بھی کنوئیں میں شامل ہو جانا ایک لازمی امر تھا لیکن کسی بھی تجزیہ بلکہ اب جدید ترین جوہری مشاہدات سے ۱۹۷۵ء میں بھی کوئی آلودگی یا غلاظت آب زمزم میں نہیں مل سکی۔

ڈاکٹر غلام رسول قریشی لاہور کے کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں علم الامراض کے پروفیسر ہیں۔ پروفیسر قریشی نے آب زمزم کا تفصیلی تجزیہ اپنی ذاتی لیبارٹری میں کیا ہے ان کے مشاہدات کے مطابق اس پانی میں دیگر عناصر کے علاوہ فولاد میگنیز، جست اور کافی مقدار میں گندھک اور آکسیجن سے مرکب سلفیٹ اور سوڈیم ملتے ہیں۔ پروفیسر قریشی کہتے ہیں کہ ان موجودات کی وجہ سے یہ پانی خون کی کمی کو دور کرتا ہے۔ دماغ کو

تیز کرتا ہے اور ہاضمہ کی اصلاح کرتا ہے۔

سعودی عرب کی وزارت زراعت نے ۱۹۷۱ء میں آب زمزم کا کیمیاوی تجزیہ دو مرتبہ کروایا اور ان کے نتائج مصری ماہرین سے مختلف رہے ہیں۔ ان تجزیوں میں پانی کے کیمیاوی اجزء کے علاوہ اس میں موجود آکسیجن پر بھی توجہ دی گئی۔ جدید تحقیقات کے مطابق کسی پانی میں آکسیجن کو قبول کرنے کی ضرورت ایک تو کیمیاوی عمل کے لیے ہوتی ہے جسے C.O.D کہتے ہیں۔ پانی کے کیمیاوی اجزاء کچھ ایسے

+VE CALCIUM

+VE MAGNESIUM+

IRON

- VE SULPHUR

- VE NITRATES

مکہ مکرمہ سے ۱۸ میل دور نہر زبیدہ کے دامن میں جبل عرفات کے قریب ایک کنواں واقع ہے اس کے پانی کے کیمیاوی اجزاء زمزم سے قریب تر ہیں لیکن جو کمال کی چیزیں آب زمزم میں ملتی ہیں وہ اس کنوئیں میں نہیں۔

آب زمزم کی مقبولیت اور تقدس سے متاثر ہو کر دیگر کئی مذاہب نے اپنے ماننے والوں کے لیے مقدس پانی تلاش کر لیے۔ ان میں سے اکثر پانی بیماریوں کا باعث ہوئے۔ کیونکہ آلودہ پانی پینے سے پیٹ کی متعدد بیماریاں پیدا ہو سکتی ہیں

ہوتی ہے۔ پانی میں اگر کسی قسم کے جراثیم پرورش پا رہے ہوں تو ان کو اپنی افزائش کے لیے آکسیجن کی ضرورت پڑتی ہے جسے B.O.D کہتے ہیں۔ زمزم کے پانی میں ان دونوں کا تناسب عام طور پر اس طرح ہے۔

C.O.D = ۵۵ ملی گرام فی لیٹر

B.O.D = ۵،۸ ملی گرام فی لیٹر

عالمی ادارہ صحت نے پینے والے پانی میں صحت کا معیار قائم رکھنے کے لیے جس قدر آکسیجن کو تندرستی کی حد تک درست قرار دیا ہے۔ زمزم میں آکسیجن کی مقدار اس سے آدھی ہے اس لیے عالمی معیار کے مطابق زمزم کا پانی پینے کے لیے محفوظ اور ہر طرح سے قابل استعمال ہے۔

مکہ معظمہ میں داؤدیہ اور مسفلہ کے محلوں میں بھی کنوئیں واقع ہیں۔ بعض ماہرین کا خیال تھا کہ زمزم کے پانی میں جو کچھ بھی ہے۔ وہ ممکن ہے کہ مکہ مکرمہ کے زیر زمین پانی کی اپنی خاصیت ہو اس نقطہ نظر سے ماہرین کی ایک ٹیم نے وہاں کے تینوں کنوؤں کا جائزہ لیا جس کا موازنہ یہ ہے۔ (نقشہ A)

اس موازنہ میں زمزم کو تیزابیت کی طرف مائل دکھایا گیا ہے حالانکہ بعد کے موازنوں میں یہ پانی تیزابی نہیں بلکہ قلوی رجحانات کا حامل پایا گیا۔

زمزم میں موجود کیمیاوی عناصر کے بارے میں راجہ ابو سمن اور طرابلس کی ٹیم نے ۱۹۷۶ء اور ۱۹۷۷ء میں معلوم کیا کہ یہاں موجود کیمیاوی عناصر کی ترکیب یوں ہے:

1620 TOTAL DISSOLVED SOLIDS

234 CHLORINE

365 CALCIUM CARBONATE

190 SULPHATE

زمزم میں اس کے علاوہ اور بھی اشیاء ہوں گی۔ لیکن ان پر پوری توجہ نہیں دی گئی۔ مزید محنت کی جائے تو اس میں اور بھی مفید چیزوں کی موجودگی کا پتہ چلے گا۔

زمزم کا جائزہ:

دنیا کے اکثر ملکوں میں چشموں کے پانی کے بارے میں کہاوتیں مشہور ہیں بعض مقامات پر یہ درست بھی ہیں جیسے کہ کراچی میں منگھو پیر کے گرم پانی کے چشمے میں گندھک کی وجہ سے امراض جلد کو فائدہ ہوتا ہے لاہور کی ہال روڈ کے ایک پمپ کا پانی امراض جلد کے علاج میں شہرت رکھتا ہے۔ بھارت میں امرتسر کے تالاب کے ساتھ ایک طویل داستان وابستہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک کوڑھی وہاں سے شفایاب ہوا۔ اس کے بعد دنیا جہان کے کوڑھی امرتسر آنے لگے۔ چونکہ اس پانی میں ایسی کوئی صفت نہ تھی اس لیے سکھ پنتھ نے وہاں سے ۱۲ میل دور ترنتارن کے ایک تالاب کو شفا کا مظہر قرار دے کر کوڑھی وہاں روانہ کر دیے۔ یہاں پر ایک ڈاکٹر ان کا باقاعدہ علاج کرتا تھا۔

کئی مذاہب میں دریاؤں، چشموں، ندی نالوں اور تالابوں کے ساتھ شفا کی صفت شامل کی گئی ہے چونکہ ان میں شفا نہیں تھی اس لیے وقت کے ساتھ ان کی شہرت ماند پڑ گئی۔ ہال روڈ اور منگھو پیر کے پانی کے اجزاء کسی خاص بیماری کے لیے مسلسل استعمال کے بعد کسی قدر مفید ہوں گے لیکن وہ امراض جلد کے لئے گنجینۂ شفا نہیں تھے اس لیے لوگ کچھ مدت آزمانے کے بعد بیٹھ گئے۔

اسلام نے پانی سے شفا حاصل کرنے کا سب سے پہلا واقعہ سیدنا ایوب علیہ السلام کے سلسلہ میں بیان کیا ہے۔ ان کے سارے جسم پر آبلے نکل آئے اور وہ ۱۸ سال تک شدید اذیت کا شکار رہے۔ عزیز رشتہ دار ساتھ چھوڑ گئے۔ ان کی بیگم لوگوں کے گھروں میں نوکری کر کے دو وقت کی روٹی لاتی تھیں۔ بیماری کی کراہت کی وجہ سے آبادی سے نکال دیے گئے اور ویرانے میں سارا دن تنہا پڑے ورد کرتے رہتے۔

أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

(مجھے تکلیف نے جکڑ لیا ہے اور اس مصیبت میں تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور مہربان ہے)

آخر ایک روز اللہ تعالیٰ نے ان کے مثالی صبر، عقیدت اور ایمان کو پسند کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ (٤١) ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ (ص:۴۱ تا ۴۳)

(اور یاد کیجیے ہمارے بندے ایوب کی کیفیت جب انھوں نے اپنے

نقشہ A	زم زم کا پانی	داؤدیہ کے کنویں کا پانی	محلّہ مسفلہ کے کنوئیں کا پانی	نہر زبیدہ کا کنواں مکہ معظمہ سے ۱۸ میل دور
ph	6.9	7.2	7.8	7.9
total dissolved solids	1620	2000	2050	1620
chlorine	234	190	140	234
carbonates	365	450	500	365
sullphates	190	300	350	190
sulphur	NIL	NIL	Present	Nil
Nitrates	NIL	Present	Present	NIL
Manganese	Present	NIL	NIL	NIL
Zinc	Present	NIL	NIL	NIL

رب کو پکارا اور کہا کہ اے میرے رب! شیطان نے مجھے بہت دکھ اور اذیت دی ہے۔ ہم نے اسے حکم دیا کہ وہ اپنا پاؤں زور سے زمین پر مارے اور وہاں سے نہانے کے لیے ٹھنڈا پانی برآمد ہوا اور پینے کے لیے۔ اور ہم نے اسے اہل و عیال عطا کیا اور ان کی مثل بطور رحمت اپنی جانب سے اور یہ باتیں ہیں تمھارے رب کی جانب سے ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔)

ابن جریر اور ابن حاتم نے سیدنا انس بن مالک سے اس تکلیف کی جو داستان روایت کی ہے اس کے مطابق انھوں نے ایک جگہ پیر مارا تو ٹھنڈے پانی کا ایک ایسا چشمہ پھوٹ نکلا جس میں نہانے سے ان کے سارے زخم اور ان میں پڑے ہوئے کیڑے ختم ہو گئے۔ ان کو دوبارہ پیر مارنے کی ہدایت کی گئی جس سے دوسرا چشمہ نکلا۔ جس میں پینے کے لیے مفرح اور مقوی پانی تھا۔ شفایاب ہونے کے ساتھ ان کی کمزوری بھی جاتی رہی۔ توریت مقدس کے مطابق وہ اس کے بعد سو سال سے زیادہ زندہ رہے اور ان کو مال اور اولاد میں بھی برکت میسر رہی۔

> **پوری تاریخ اسلام میں آج تک کوئی شخص زمزم کا پانی پی کر بیمار نہیں ہوا اور اس کے برعکس ایسا کوئی پانی تاریخ کے کسی دور میں اور کسی ملک میں ایسا مشہور نہیں ہوا جس کی وجہ سے لوگ بیمار نہ ہوئے ہوں**

تاریخ دانوں میں سے کئی ایک کا خیال ہے کہ سیدنا ایوب علیہ السلام نے جس چشمہ سے شفا پائی تھی وہ زمزم تھا مگر اس کا کوئی ثبوت میسر نہیں۔

زمزم کی ابتدا پینے سے کی گئی۔ مگر یہ خدا کے حکم پر سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے پیدا کیا۔ اس لیے یہاں کا پانی ہر لحاظ سے برکت والا ہونا چاہیے۔ نبی ﷺ نے اس کو اتنی اہمیت دی کہ جب بھی پیا قبلہ رو کھڑے ہو کر اور خدا سے صحت سلامتی، اور وسعت علم کی دعا کے ساتھ پیا۔ ابوذر غفاریؓ کی مثال موجود ہے کہ وہ چالیس روز تک کھائے پیے بغیر صرف اس پانی کو پی کر توانا رہے ابن القیمؒ گواہی دیتے ہیں کہ انھوں نے پیٹ میں پانی کے مریض زمزم پی کر تندرست ہوتے آپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔

حرم شریف کے ایک خادم نے ہمیں بتایا کہ اس نے کینسر کے ایک مریض کو دیکھا جو جان بلب تھا۔ لوگ اسے اٹھا کر نماز کے وقت مسجد میں لاتے تھے۔ وہ روزانہ زمزم کا پانی پیتا اور اسی پانی کو اپنی رسولیوں پر ڈال کر دن بھر کے لیے مزید پانی ہمراہ لے جاتا۔ چند دن بعد وہ شخص اپنے پیروں سے چل کر آنا شروع ہوا۔ اور پھر پوری طرح تندرست ہو گیا۔

یہ ہمارا ذاتی مشاہدہ ہے کہ ذیابیطس کا جو بھی مریض حج کرنے گیا اور اس نے باقاعدگی سے زمزم پیا۔ اس کے خون اور پیشاب سے شکر ختم ہو گئی۔ جتنی دیر وہ حجاز مقدس میں رہے ان کو انسولین لینے کی کبھی ضرورت نہیں پڑی۔ اسی قسم کا ہمارا مشاہدہ بلڈ پریشر کے بارے میں ہے۔ حج کے دوران بلڈ پریشر کے کسی مریض کو کبھی کسی دوائی کی ضرورت نہیں پڑی۔ زمزم پینے کے بعد پیٹ کی گرانی فوراً ختم ہو جاتی ہے' تیزابیت جاتی رہتی ہے اور بھوک باقاعدگی سے لگنے لگتی ہے۔ باقاعدگی سے زمزم پینے کے بعد حافظہ بہتر ہو جاتا ہے۔ زمزم کے فوائد کسی شبہ یا مفروضہ کی بات نہیں جو بھی یقین کے ساتھ اسے پیتا ہے اپنا مطلب پالیتا ہے۔

آنکھوں میں لگانے والا سرمہ پینے کے لئے عرق سونف یا عرق گلاب استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض اطباء نے عرق کی جگہ آب زمزم میں سرمہ کھرل کیا ہے۔ زمزم کے پانی کی برکت کے ساتھ ساتھ اس میں موجود جست، مینگنیز اور گندھک اس سرمہ کی افادیت میں خصوصی طور پر اضافہ کرتے ہیں۔

موجودہ صورت حال:

مسجد الحرام میں مزید گنجائش پیدا کرنے کے لیے زمزم کا کنواں بند کر کے اس پر ایک طاقت ور ٹربائن (Turbine) لگا دی گئی ہے جو پانی کنوئیں سے نکال کر صفا مروہ کے قریب نو تعمیر شدہ پیاؤ تک لے آتی ہے۔ لوگ یہاں سے خوب سیر ہو کر پی سکتے ہیں اور ڈبوں میں بھر کر لے جا سکتے ہیں۔

حرم شریف میں جگہ جگہ ٹھنڈا پانی مہیا کرنیوالے کولر نصب ہیں جن سے زائرین ٹھنڈا زمزم بلا روک ٹوک پی سکتے ہیں۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ کراچی، لاہور، اسلام آباد اور پشاور میں زمزم کا پانی پلاسٹک کے کینوں میں فروخت ہوتے دیکھا گیا ہے۔ اللہ کی یہ بیش بہا نعمت اب ہر جگہ دستیاب ہے۔

تخریج:

۱۔ سنن الدار قطنی حدیث (2712) ابن عباس پر موقوف ہے، یہ سند ضعیف ہے، اس میں حفص بن عمر العدنی راوی ضعیف ہے۔ دیکھیے: حفص بن عمر تحریر تقریب التھذیب (1420)، امام حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے دیکھیے مستدرک (1739) اس کی سند بھی ضعیف ہے

۲۔ سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم امر رجلا من قريش فی المدة ان ياتيه بماء زمزم الى الحديبية

یہ حدیث ہمیں نہیں ملی، رزین کی ہر دو کتابیں التجرید بین الصحاح الستۃ اور اخبار مکہ ناپید ہیں۔

۳۔ان جاء كتابی فلا تصبحن : اونهارا فلاتمسين حتى تبعث الىّ ماء الخ

مصنف عبدالرزاق (9127) یہ روایت مرسل ہے، ابن ابی حسین کا صحابی ہونا ثابت نہیں ہے۔

۴۔ صحیح الترمذی للالبانی اور سلسلہ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی حدیث نمبر 883

۵۔ ان آية ماييننا وبين المنافقين الخ (ضعیف) ارواء الغلیل (4/325)

۶۔ ماء زمزم لماشروب لہ۔ اس حدیث کے یہ الفاظ صحیح درجے کے ہیں۔

دیکھیے: ارواء الغلیل للالبانی (۱۱۲۳) مسند احمد: ۳/۳۵۷، ۳۷۲، ابن ماجہ (۳۰۶۲) سنن بیہقی (۵/۱۴۸) جبکہ حدیث کا بقیہ حصہ "ان شربته تستشفى به شفاك الله" سے آخر تک کے الفاظ کے متعلق البانی ارواء الغلیل (۱۱۲۶) میں رقم طراز ہیں: موضوع اور باطل ہیں۔"

۷۔ (صحیح) دیکھیے صحیح بخاری، کتاب الحج، باب ماجاء فی زمزم (۱۶۳۷)

۸۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ حدیث نمبر (۲۴۷۳)

۹۔ صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء حدیث نمبر ۳۳۶۴

۱۰۔ خير الماء على وجه الارض ماء زمزم ، فيه

باقی صفحہ 36 پر

اہلیان ضلع بہاول نگر کے لیے خوشخبری
مرکز ابی ہریرہ چشتیاں میں جامعہ الدعوۃ الاسلامیہ المعھد العالی کا اجراء
داخلہ جاری ھے
شعبہ تعلیم الکتاب والسنۃ
6 سالہ درس نظامی کورس
شرائط داخلہ
مڈل پاس یا حافظ قرآن جو اردو پڑھ لکھ سکتا ہو۔
مڈل، میٹرک، ایف اے اور دوسرے امتحانات دینے کے دوران بھی طالب علم داخلہ لے سکتے ہیں
داخلہ 25 شوال سے شروع ہے
الداعی الی الخیر
مدیر جامعہ الدعوۃ الاسلامیہ المعھد العالی مرکز ابی ھریرہ چشتیاں ضلع بہاول نگر فون: 58086 - 57912 - 0695

بقیہ درس قرآن

کی پہچان اور اس کی علامتیں بھی بدل گئیں چنانچہ آج کل عام مسلمانوں کے نزدیک ولی سے مراد وہ ہے جو تارک دنیا ہو' رہبانیت کی طرف مائل ہو' ریاضتوں اور چلہ کشیوں میں مصروف ہو' باقاعدہ کسی شیخ سے بیعت ہوا ہو اور مروجہ چار سلسلوں (قادری' چشتی' سہروردی' صابری) میں سے کسی ایک سلسلہ سے منسلک ہو اور پھر اس سے خلاف عادت امور کا ظہور ہو۔ وحدۃ الوجود' وحدۃ الشہود' حلول' وغیرہ غیر اسلامی عقائد کا معتقد ہو۔

ان لوگوں کے نزدیک شریعت محض ظاہر کا نام ہے مغز و نچوڑ طریقت و باطنیت ہے اور ان لوگوں کے نزدیک اولیاء اللہ زندگی میں خود اور مرنے کے بعد ان کی روحیں علم غیب رکھتی ہیں اور اختیارات تصرف کی وجہ سے لوگوں کی مشکل کشائی و حاجت روائی کرتی ہیں یہ تمام نظریات و معتقدات غیر اسلامی ہیں ان سے اجتناب لازمی ہے۔

جب اللہ نے اپنے اولیاء (دوستوں) کا ذکر کیا تو گویا سوال پیدا ہوا کہ یا اللہ آپ کے دوست کون ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ولی کی دو شرطیں بیان کی ہیں۔ ایمان اور تقویٰ۔

چونکہ ان دونوں کا تعلق دل سے ہے اور دل کا حال اللہ کو معلوم ہے لہٰذا ہم کسی کی ولایت کا قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے اگر ہم کسی کو شریعت کا پابند دیکھیں گے تو زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہیں گے کہ ہمارے خیال و گمان میں یہ اچھا آدمی ہے' اللہ کا ولی ہے لیکن حقیقت حال کا اللہ کو علم ہے۔ لہٰذا کسی کے متعلق ولی کامل یا منصب ولایت پر فائز وغیرہ کا اعلان کرنا یا اشتہار لگانا غلط ہے۔ بعض لوگ مجنوں' پاگلوں' بے عقل اور ننگ دھڑنگ قسم کے لوگوں کو ولی مانتے ہیں حالانکہ آپ معلوم کر چکے ہیں کہ ولایت کی شرط ایمان ہے اور ایمان قبول ہونے کے لئے عقل شرط ہے جس میں عقل ہی نہیں اس کا ایمان بھی قبول نہیں باتی اس کے بے عقل ہونے کی وجہ سے اگر اللہ اس کا مواخذہ نہیں کریں گے تو یہ ایک علیحدہ معاملہ ہے لیکن اس سے اس کی ولایت کیسے ثابت ہوگئی؟

اس میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی پیدائشی مجنوں و پاگل ہے تو اس کا مؤاخذہ نہیں ہوگا اگر بعد میں جنون و پاگل پن طاری ہوا ہے تو اس کی پہلی عقل والی حالت کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ اگر وہ زندگی نیکی والی ہے تو ان شاء اللہ انجام اچھا ہوگا اور اگر پہلی عقل والی زندگی معصیت و نافرمانی والی ہے تو اس کے مطابق اس کے ساتھ سلوک ہوگا اور پھر یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ آج کل کے مجانین و پاگل زیادہ تر شراب و چرس و ہیروئن وغیرہ اور دوسرے جرائم و نافرمانیوں کی وجہ سے پاگل ہوئے ہیں تو یہ ولی کیسے بن گئے؟ بہر حال جنون و پاگل پن ولایت کی علامت نہیں لہٰذا ایسے لوگوں کے متعلق ولایت کا اعتقاد رکھنا یا ان سے دعاء (اگرچہ وہ آگے سے گالیاں ہی دیں) کے لئے کہنا غیر شرعی ہے البتہ انسانی ہمدردی کے تحت ان کو کھلانا پلانا' کپڑا پہنانا وغیرہ جائز ہے کیونکہ یہ بالکل اور معاملہ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء (دوستوں) کے لئے دنیا و آخرت کی خوشخبری کا ذکر فرمایا کہ ان کے لئے دنیا و آخرت میں خوشخبری ہے۔

دنیا میں خوشخبری سے مراد سچے خواب ہیں جیسا کہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آخرت کی خوشخبری تو ہمیں معلوم ہے کہ جنت ہے۔ دنیا کی خوشخبری سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ سچے خواب جو مومن دیکھتا ہے یا دکھایا جاتا ہے جو نبوت کے چوالیس (44) یا ستر (70) حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (طبری۔ 132/15)

اور دنیاوی خوشخبریوں میں سے مومن کی وہ تعریف و توصیف ہے جو اس کے اچھے اعمال پر کی جاتی ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آدمی ایک عمل کرتا ہے اس پر لوگ اس کی تعریف و توصیف کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ مومن کی جلد (دنیاوی) خوش خبری ہے۔ (صحیح مسلم حدیث 2034)

اور مومن کے لئے دنیاوی خوشخبریوں میں سے ایک وہ خوشخبری ہے جو موت کے وقت فرشتے اس کو دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ترجمہ = (واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب تمہارے لئے (جنت میں موجود) ہے غفور و رحیم (معبود) کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے۔ (حم السجدہ۔ 30 تا 32)

اور حدیث میں ہے۔

سیدنا براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن کی وفات کے وقت خوبرو سفید لباس والے فرشتے اس کے پاس آ کر کہتے ہیں کہ اے پاکیزہ روح! اس اللہ کی رحمت اور اس کے رزق کی طرف چل جو تجھ پر ناراض نہیں تو مومن کی روح اس کے منہ سے ایسے نکلتی ہے جیسے مشکیزہ کے منہ سے پانی کا قطرہ (یعنی آسانی سے) (مسند احمد۔ 287/4)

مومن کے لئے دنیاوی خوشخبریوں میں سے ایک اللہ کے فضل و کرم سے اس کی دعاؤں کا قبول ہونا بھی ہے۔ آخرت کی خوشخبریوں میں سے ایک فزع اکبر (بڑی گھبراہٹ) سے محفوظ و مامون ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ترجمہ: وہ بڑی گھبراہٹ (بھی) انہیں غمگین نہ کر سکے گی اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے کہ یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دیئے جاتے رہے۔ (الانبیاء۔ 103)

اور اللہ نے فرمایا۔

ترجمہ = قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ ایمان دار مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا۔ آج تمہیں ان جنتوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے یہ ہے بڑی کامیابی۔ (الحدید 12)

اور آخرت کی خوشخبریوں سے میں سے اللہ کی رضامندی اور جنت کا حصوں اور اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا اور اللہ کا دیدار و زیارت ہے۔

اللہ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ (آمین)

آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ کی باتوں میں تبدیلی اور فرق نہیں ہوتا یعنی وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا اس کے احکام اور فیصلے اٹل ہیں ان کو کوئی بھی رد نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ فرمایا

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۔ (الرعد 41)

یعنی اللہ حکم کرتے ہیں اور اس کے فیصلے پر کوئی تعقیب (رد) نہیں کر سکتا۔

اور اولیاء اللہ کیلئے خوشخبری بھی اللہ کے کلمات کے ساتھ ہے اور اللہ کے کلمات تبدیل نہیں ہوتے تو اس کا وعدہ بھی خلاف نہیں ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ کی اپنے دوستوں کے لئے بشارت یقینی امر ہے جس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل ناممکن ہے لہٰذا اللہ کے دوست دنیا و آخرت میں کہیں بھی اور کسی حال میں بھی غمگین و پریشان نہیں ہوں گے اور یہی ان کی سب سے بڑی کامیابی ہے جو ان کو ایمان و تقویٰ کے سبب حاصل ہوئی ہے اور ایمان و تقویٰ سے عاری لوگ اس کامیابی سے محروم ہیں۔

فوائد

1۔ جو اللہ پر صحیح معنی میں ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اس کے احکام بجالائے اور اس کی نافرمانیوں سے بچے وہ اللہ کا ولی ہے۔

2۔ اچھے اور سچے خواب اللہ کی طرف سے مومن کے لئے دنیا میں خوشخبری ہیں۔

اولیاء اللہ صرف اہل ایمان و تقویٰ ہیں۔ کافر اور فاسق و فاجر بھی اللہ کے ولی نہیں ہو سکتے۔

اعتذار

گزشتہ درس القرآن کے آخر میں فوائد بیان کرنا رہ گئے تھے۔ جواب درج کئے جاتے ہیں۔

فوائد

1۔ رسول اللہ ﷺ کی صداقت و حقانیت کا بیان۔

2۔ حلال و حرام کرنا اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

3۔ اللہ کی بیشمار نعمتوں کے باوجود لوگوں کی اکثریت ناشکروں اور نعمتوں کی قدر نہ کرنے والوں پر مشتمل ہے۔

4۔ اللہ کا ڈر اور تقویٰ فرض ہے

نوٹ: گزشتہ درس القرآن کی تفسیر کی سرخی کے تحت لائن نمبر 8 میں ''وحی کردہ نہیں'' کی جگہ ''وحی کردہ ہیں'' پڑھا جائے۔

حق کی تلاش میں

عرصہ گزرا فارس کے ایک گاؤں "جی" میں ایک جاگیردار رہا کرتے تھے۔ اللہ کا دیا ان کے پاس سب کچھ تھا لیکن اولاد نہیں تھی۔ انہیں اولاد کی تمنا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے عرصہ بعد انہیں ایک بیٹے سے نوازا جس کا نام انہوں نے "ہالہ" رکھا...... جاگیردار نے ان کی پرورش بڑے ناز و نعم سے کی۔ ہالہ جب جوان ہوگئے تو ایک روز اپنے کھیتوں میں گئے وہاں راستے میں انہوں نے ایک عمارت دیکھی جس پر صلیب (+) کا نشان بنا ہوا تھا۔ اس عمارت سے گھنٹیاں بجنے کی سریلی آواز آرہی تھی۔ یہ آواز ہالہ کو اچھی لگی۔ وہ رک گئے اور پھر اس آواز کا تعاقب کرتے ہوئے عمارت کے اندر پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے کچھ لوگوں کو عبادت کرتے ہوئے دیکھا۔ انہیں عبادت کا یہ طریقہ بہت پسند آیا۔ وہ سارا دن وہاں رکے رہے۔ شام کو گھر واپسی پر انہوں نے اس واقعہ کا تذکرہ اپنے والد سے کیا۔ ان کے والد آتش پرست تھے، وہ ڈر گئے کہ کہیں ان کا بیٹا اپنا مذہب نہ چھوڑ دے۔ انہوں نے ہالہ کو زنجیروں سے باندھ دیا لیکن ہالہ کسی طرح زنجیریں کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ انہیں حق کی تلاش تھی۔ وہ گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور چلتے چلتے ایک گرجا گھر میں پہنچ گئے۔ وہاں انہیں ایک راہب ملا۔ انہوں نے راہب سے مذہب کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ پھر پوچھا "آپ کے مذہب کا اصل کہاں سے ہے؟" راہب نے انہیں شام کے شہر "ایلہ" کا نام بتایا (یاد رہے کہ "ایلہ" بیت المقدس کا پرانا نام ہے)۔

ہالہ چھپتے چھپاتے "ایلہ" پہنچنے میں کامیاب ہو گئے لیکن وہاں کا پادری انہیں پسند نہیں آیا کیوں کہ وہ لوگوں سے نذرانے وصول کر کے اپنے پاس جمع کر لیتا تھا...... ہالہ کو پادری کے طور طریقے قطعاً پسند نہ تھے...... چند ہی دنوں بعد اس پادری فوت ہو گیا تو اس کے نائب نے اس کی جگہ سنبھال لی۔ یہ اچھا آدمی تھا۔ جو نذرانے ملتے تھے لوگوں میں بانٹ دیتا تھا۔ ہالہ جی جان سے اس کی خدمت کرنے لگے۔ پھر جب اس پادری کا آخری وقت آیا تو اس نے ہالہ کو ایک دوسرے پادری کے پاس بھیج دیا۔ ہالہ اس دوسرے پادری کے پاس رہنے لگے...... یہ پادری بھی اچھی اچھی باتیں بتاتا تھا لیکن ہالہ کو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کا سینہ خالی ہو۔ جب یہ پادری بھی مرنے لگا تو اس نے ہالہ کو اپنے ایک شاگرد کے پاس بھیج دیا۔ ہالہ اس کے ساتھ رہنے لگے۔ ایک دن اس نے کہا: "ہالہ! مجھے معلوم ہے تمہیں حق کی تلاش ہے، میں تمہیں اس حق کی جگہ بھیج رہا ہوں۔ اس جگہ کا نام عرب ہے۔ وہاں ایک نخلستان ہے جہاں دو پہاڑ دائیں بائیں ہیں۔ وہاں کھجوروں کے باغ ہیں۔ وہیں ایک "نبی" کا ظہور ہونے والا ہے۔

پادری نے انہیں ایک قافلے کے ساتھ کر دیا جو عرب جا رہا تھا۔ ہالہ قافلے میں شامل تھے۔ ان کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر قافلے والوں نے انہیں ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔ وہ یہودی یثرب کا رہنے والا تھا (یاد رہے کہ یثرب مدینے کا پرانا نام ہے) آپ نے جب یثرب کا علاقہ دیکھا تو یقین ہو گیا کہ یہی وہ علاقہ ہے جس کی نشاندہی پادری نے کی تھی۔ اب آپ یہودی کی خدمت گزاری میں لگ گئے۔ یہودی کے پاس آپ کو بے حد تکالیف کا سامنا تھا لیکن آپ یہ تکالیف ہنسی خوشی برداشت کرتے کیوں کہ آپ کو نبیؐ سے ملنے کا یقین ہو چلا تھا۔

اس یہودی کے پاس ہالہ کافی عرصہ رہے۔ ایک روز آپ پیڑ سے کھجوریں توڑ رہے تھے کہ یہودی کا بھتیجا دوڑتا ہوا آیا اور ہانپتے کانپتے اطلاع دی کہ یثرب میں ایک شخص نے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ہالہ نے جب یہ سنا تو درخت سے گرتے گرتے بچے۔ چنانچہ آپ فوراً درخت سے اترے اور پوچھا "کہاں ہے وہ نبی؟" یہودی کے بھتیجے نے ان کا یہ اضطراب دیکھا تو زور سے ایک تھپڑ رسید کیا اور کہا۔ "اپنا کام کر"۔ ہالہ تھپڑ کھا کر کام میں لگ گئے لیکن دل اندر سے بے چین ہو چلا تھا۔ ان کا دل کہہ رہا تھا کہ جس حق کی انہیں تلاش ہے وہ اس نبی کے ذریعے انہیں ضرور ملے گا۔ دل میں نبی ﷺ سے ملنے کا شوق بڑھ گیا تھا۔ شام ہوئی تو آپ نے چند کھجوریں لیں اور لوگوں سے پوچھتے پوچھتے نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں جا پہنچے۔

راہب نے انہیں "نبی" کے بارے میں دو نشانیاں بتائی

عہد رسالت کی ایک شام تھی۔ رحمت دو عالم ﷺ شمع رسالت کے پروانوں کی ایک جماعت کے درمیان رونق افروز تھے کہ ایک شخص پریشانی کی حالت میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ مسافر ہوں اور مدینہ میں میرے قیام وطعام کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی اعانت کا طلب گار ہوں۔"

نبی اکرم ﷺ نے اسی وقت ازواج مطہرات سے پوچھ بھیجا کہ گھر میں کھانے کو کچھ ہے؟ سب طرف سے جواب آیا کہ آج فاقہ ہے۔ اب نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"کوئی ہے جو اللہ کے بندے کو مہمان بنائے؟"

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد سن کر گندمی رنگ کے ایک خوش چہرہ نوجوان جن کی پیشانی نور ایمان سے چمک رہی تھی اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ اس کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر فوراً گھر گئے اور بیوی کو مہمان کے آنے کی اطلاع دی۔ انہوں نے کہا: "بچوں کے لئے تھوڑا سا کھانا پکا ہے۔ اس کے سوا گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں۔"

ان صاحب نے کہا "کوئی مضائقہ نہیں، بچوں کو بہلا کر سلا دو۔ جب وہ سو جائیں تو ہم ان کا کھانا مہمان کے آگے رکھ دیں گے۔ تم چراغ درست کرنے کے بہانے اٹھ کر اس کو بجھا دینا۔ اندھیرے میں مہمان کھانا کھا لے گا اور ہم بھی یونہی منہ چلاتے رہیں گے۔"

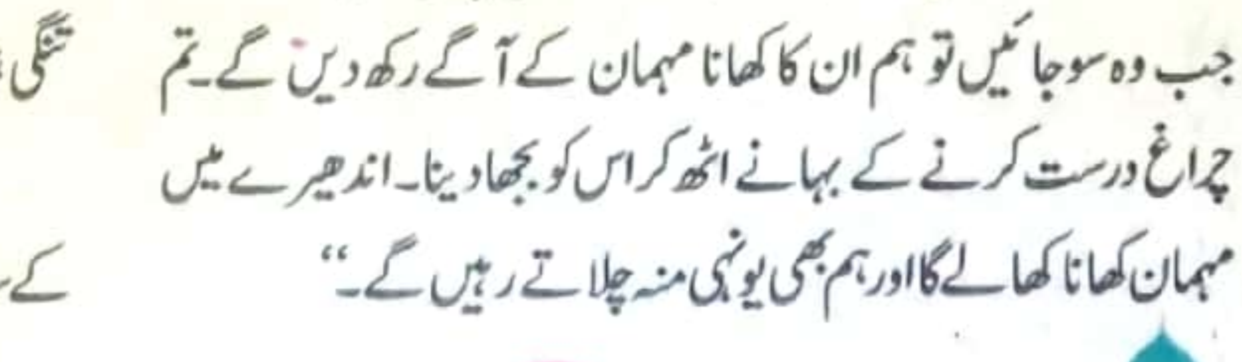

وہ کون تھا؟

غرض اس طرح مہمان کو کھانا کھلا کر دونوں میاں بیوی اور بچوں نے رات فاقہ سے گزار دی۔ صبح کو جب یہ نرالے میزبان نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو زبان رسالت پر یہ آیت جاری تھی۔

ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ

"وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر تنگی ہی ہو۔"

اور نبی اکرم ﷺ فرما رہے تھے "رات کو تمہارا اپنے مہمان کے ساتھ برتاؤ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا۔"

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد سن کر ان کی مسرت کا یہ عالم تھا کہ قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔

اور پھر ایک دن یہی صاحب سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آیت اتری۔

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون

"تمہیں ہرگز ثواب نہ ملے گا جب تک کہ اپنی عزیز ترین دولت اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔"

یہ صاحب مسجد نبوی کے سامنے ایک وسیع وزرخیز اور پرفضا باغ کے مالک تھے۔ اس کے کنوئیں "بیرحاء" کا پانی بہت صاف شیریں اور خوشبودار تھا اور سرور عالم ﷺ اسے بڑے شوق سے پیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں اس قسم کی جائیداد بہت بڑی نعمت تھی، لیکن یہ صاحب اٹھے اور عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ میری محبوب ترین جائیداد "بیرحاء"

تھیں۔ ایک یہ کہ نبی ﷺ ہدیہ کی چیز کھا سکتا ہے لیکن کبھی صدقہ نہیں کھاتا۔ دوسری یہ کہ اس نبی کی پیٹھ پر ایک "مہر" ثبت ہوگی جو اس کے نبی ہونے کی دلیل ہوگی۔

ہالہ جب نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے تو نبی اکرم ﷺ اپنے جانثار ساتھیوں کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ہالہ نے آپ کی خدمت اقدس میں کھجوریں پیش کرتے ہوئے کہا۔ "یہ صدقہ

بچے کی دعا

میرے اچھے خدا میرے پیارے خدا
مجھ کو بھی اپنی رحمت سے اچھا بنا
میں چمکتا رہوں جگمگاتا رہوں
چاند بن کر اندھیروں پہ چھاتا رہوں
نیک افکار سے علم پاتا رہوں
نیک کردار سے جگمگاتا رہوں
میرے پیارے خدا میرے اچھے خدا
اپنی رحمت سے مجھ کو بھی اچھا بنا

اخت آفتاب خان، کمیر

ہے۔" نبی اکرم ﷺ نے کھجوریں اپنے ساتھیوں میں تقسیم کرتے ہوئے کہا "کھاؤ!" اور خود ہاتھ کھینچ لیا۔

ہالہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ راہب کی بتائی ہوئی ایک نشانی پوری ہوگئی تھی۔ دوسرے روز ہالہ پھر کچھ کھجوریں لے گئے اور یہ کہتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیں کہ "ہدیہ ہے!" یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے کھجوریں ساتھیوں میں تقسیم کیں اور خود بھی کھائیں۔ اب ہالہ کا دل مطمئن تھا لیکن ابھی ایک نشانی باقی تھی۔ ہالہ آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ آپ ﷺ چونکہ اللہ کے نبی تھے، اللہ کی وحی سے۔ ہالہ کا مقصد سمجھ گئے اور پیٹھ کو برہنہ کر دیا۔

ہالہ نے مہر نبوت دیکھی تو آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ ان کا سینہ خوشی و مسرت کے احساس سے بھر گیا۔ راہب کی بتائی ہوئی تمام نشانیاں سچ ثابت ہوگئی تھیں۔ ہالہ نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

ہالہ جو ایک آتش پرست کے بیٹے تھے لیکن جنہیں حق کی تلاش تھی، سچائی کو پانے کے لیے انہیں بارہا مصیبتوں اور صعوبتوں سے گزرنا پڑا۔ انہوں نے اپنی نوجوانی کے امنگوں بھرے دن حق کو پانے کی خاطر قربان کردیے۔

نبی اکرم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا۔ "یہ فارس (ایران) کا پہلا پھل ہے۔ اگر حق ثریا پر بھی ہوتا تو یہ تلاش کر کے ہی دم لیتے۔" اور یہ بھی فرمایا کہ "سلیمان ہمارے اہل میں سے ہیں"

مسلمان ہونے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ہالہ کا نام سلیمانؓ رکھا۔ چوں کہ آپ فارس کے رہنے والے تھے اس لیے سلمان فارسیؓ کے نام سے شہرت پائی۔ غزوۂ خندق جو کفار کے خلاف لڑی گئی، اس میں خندق کی کھدائی کا مشورہ نبی اکرم ﷺ کو سیدنا سلمان فارسیؓ نے ہی دیا تھا۔

پھول کیوں کھلتے ہیں؟

ابوبلال یاسر، ملتان

پھول کھلنا ایک ایسا فطری عمل ہے جس کے ذریعے پودوں کی اکثریت اپنی نوع کی بقا کے لئے بیج پیدا کرتی ہے۔ پھول کے تمام حصے کسی نہ کسی طرح تولیدی نظام میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ زرریشہ (Stamens) دھاگوں جیسے ڈنٹھلوں پر مشتمل ہوتے ہیں اور تھیلی نما زیرہ دان (Anthers) کو سہارا دیتے ہیں۔ زیرہ دان زرگل (Pollen) پیدا کرتے ہیں۔ مرکزی بچہ گل (Pistil) مین بیضہ دانی (Ovary) زرگل اور ایک لیسدار زیرہ گیر (Stigma) ہوتے ہیں۔ پھول کی رنگ دار پتیاں کیڑے پتنگوں اور زیرگی کرنے والے دیگر عاملوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا کام سرانجام دیتی ہے۔ جب زیرگی کرنے والے کیڑے پتنگے یا پرندے پھولوں کا رس چوسنے کے لئے آتے ہیں تو وہ زرگل کو زیرہ گیر تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں بیضہ دانی خلیے زرخیز ہوجاتے ہیں۔ بیضہ دانی نشوونما پاکر پھل بن جاتی ہے۔ جس میں بیج ہوتے ہیں۔ جنہیں بوئے جانے پر نئے پودے اگ آتے ہیں اور اس طرح مختلف پودوں کی انواع کو دوام یا تسلسل مل جاتا ہے۔

ہے۔ میں یہ راہ خدا میں وقف کرتا ہوں اور اللہ کی قسم! اگر یہ بات چھپ سکتی تو میں اسے کبھی ظاہر نہ کرتا۔"

ان کا جذبہ انفاق دیکھ کر نبی اکرم ﷺ کا روئے اقدس چمک اٹھا، انہیں دعائے خیر دی اور فرمایا کہ اسے اپنے عزیز واقارب میں تقسیم کردو۔ انہوں نے فوراً فرمان رسالت ﷺ کی تعمیل کی اور یہ ساری جائیداد اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردی۔

قارئین! آپ بتائیے کہ یہ صحابی رسول جن کے ایثار کی بے مثل ادا کو بارگاہ خداوندی میں شرف قبول حاصل ہوا اور جن کے جذبہ خیر نے رحمت عالم ﷺ کو مسرور فرمایا، کون تھے؟

گزشتہ ماہ کا درست جواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

درست جوابات دینے والوں کے نام

حافظ اسماء عبدالخالق، فاروق آباد۔ محمد عبداللہ ثاقب، جہانیاں۔ محمد حماد، گجرات۔ خدیمہ ثمامہ، گوجرانوالہ۔ ابوسفیان، گوجرانوالہ۔ سلمان نذیر، رینالہ خورد۔ ابوعبداللہ منتظر، رینالہ۔ احسان الٰہی ظہیر، رینالہ۔ ابوولید جرار، رینالہ۔

بذریعہ قرعہ اندازی انعام حاصل کرنے والے
حافظ اسماء عبدالخالق، فاروق آباد۔

ذہن ساز انعامی کوئز

۱۔ عبادت میں احسان سے کیا مراد ہے؟
۲۔ کیا اللہ کے بارے میں مثال دی جاسکتی ہے؟
۳۔ حدیث جبرائیل کے حوالے سے بتائیے کہ ایمان کیا ہے؟
۴۔ طاغوت کسے کہتے ہیں؟
۵۔ کیا جمہوریت کے ذریعے اسلام کا نفاذ ممکن ہے؟

گزشتہ ماہ کے درست جوابات

1۔ توحید الوہیت سے مراد اکیلے رب کی عبادت کرنا ہے مثلاً پکارنا، ذبح کرنا اور نذر ماننا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے اس کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں وہی رحمان رحیم ہے۔ (البقرہ ۲/ ۱۶۳)

نبی ﷺ نے فرمایا: "پہلی چیز جس کی طرف تو انہیں دعوت دے اس بات کی شہادت ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں" (بخاری و مسلم)

2۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی گنج بخش، غوث اعظم اور دستگیر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کو نہ پکارو جو تمہیں نہ فائدہ پہنچاتے ہیں نہ نقصان پس اگر تم نے ایسا کیا تو اس وقت یقیناً تم ظالموں سے ہوگے" (۱۰/ ۱۰۶)

نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ کے علاوہ کسی کو پکارتا تھا آگ میں داخل ہوگا۔" (بخاری و مسلم)

3۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کی طرف دعوت دینے اور شرک کی نفی کرنے کے لیے رسولوں مبعوث فرمایا۔ فرمان الٰہی ہے: "اور تحقیق ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان کی پرستش سے بچو" (النحل ۳۶)

نبی ﷺ نے فرمایا: "تمام انبیاء آپس میں بھائی ہیں ان کا دین ایک ہے۔ (بخاری و مسلم)

4۔ امین الامت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو غزوہ بدر میں جہنم رسید کیا تھا۔ ان کے والد کا نام عبداللہ بن جراح تھا۔

5۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے آخری حملے میں انہوں نے سومنات کے مندر کو توڑا۔

درست جوابات دینے والوں کے نام

مریم سحر، ہارون آباد۔ بدریہ فاطمہ، چونیاں۔ رضوانہ سعدیہ ثمریہ سعدیہ، چونیاں۔ روبینہ کوثر، کنگن پور۔ محمد وقاص، تاندلیانوالہ۔ عبدالقیوم شاہد، فیصل آباد۔ صغریٰ حبیب، چونیاں۔ عقیل احمد اسد، قصور۔ محمد اقبال قیصر، عارف والا۔ محمد ارشد تبسم، بہاول نگر۔ ابوحماد مستنصر مقصود، گوجرانوالہ۔ حافظ محمد آصف، بورے والا۔

انعام حاصل کرنے والے خوش نصیب

پہلا انعام: ابوحماد، گوجرانوالہ
دوسرا انعام: عقیل احمد اسد، قصور
تیسرا انعام: مریم سحر، ہارون آباد

بقیہ آپ کے دینی مسائل

وجهها ان شاءت) احرام والی عورت اپنے چہرے پر کپڑا لٹکالے اگر چاہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۵/۴۷)

علامہ البانی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ارواء الغلیل ۴/۲۱۲) خلاصہ کلام یہ ہے کہ حالت احرام ہو یا کوئی دوسری صورت عورت کو اجنبی مردوں سے اپنے آپ کو چھپانا چاہئے اور صحابیات طیبات رضی اللہ عنھن کا اس پر عمل تھا۔

واللہ اعلم بالصواب۔

ایام حج میں حیض

س: اگر کسی خاتون کو ایام حج میں حیض آجائے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

ج: جب کوئی خاتون ایام حج میں حیض سے دوچار ہو جائے تو وہ دیگر حاجیوں کی طرح تمام اعمال حج سرانجام دے لیکن بیت اللہ کا طواف نہ کرے اور جب حیض کے ایام سے فارغ ہو جائے تو وہ غسل کرنے کے بعد بیت اللہ کا طواف کرلے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب مقام سرف پر حائضہ ہو گئیں تو رونے لگیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں حکم دیا۔

فَاقْضِي الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ

"تمام احکام حج پورے کر لیکن بیت اللہ کا طواف نہ کر۔ (ابن ماجہ باب الحائض تقضی المناسک الا الطواف (۲۹۶۳) صحیح البخاری وصحیح مسلم، مؤطا، مسند احمد، المسند الجامع ۱۹/۶۲۵۔۶۲۹) امام ترمذی فرماتے ہیں اہل علم کے ہاں اس حدیث پر عمل ہے کہ حائضہ عورت تمام احکام حج پورے کرے گی سوائے بیت اللہ کے طواف کے۔ (ترمذی تحت رقم ۹۴۵)

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

وَأَنَّ عَائِشَةَ حَاضَتْ فَنَسَكَتْ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ أَنَّهَا لَمْ تَطُفْ بِالْبَيْتِ

عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا۔ انہوں نے تمام احکام حج پورے کئے مگر انہوں نے بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔ (مسند احمد ۲۲/۱۸۴) اسی طرح صفیہ بنت حیی ام المومنین رضی اللہ عنہا حجۃ الوداع کے موقعہ پر حائضہ ہو گئیں۔"

تو نبی ﷺ نے فرمایا"

مَا أُرَاهَا إِلَّا حَابِسَتَنَا فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا قَدْ طَافَتْ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ فَلَا إِذًا مُرُوهَا فَلْتَنْفِرْ

کیا وہ ہمیں روکنے والی ہے؟ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ اس نے طواف افاضہ کرلیا ہے تو آپ ﷺ نے کہا' وہ نکلے۔ (صحیح البخاری ۴۴۰۱ صحیح مسلم، ابن ماجہ ۳۰۷۲)

ان احادیث صحیحہ صریحہ سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ باقی تمام امور حج حائضہ ادا کرے گی اور جب ایام حیض سے فارغ ہو جائے تو پھر بیت اللہ کا طواف کرلے۔

حج بدل یا عمرہ بدل

س: کیا حج بدل یا عمرہ بدل ہو سکتا ہے؟

ج: حج یا عمرہ بدل کیا جا سکتا ہے اس کی بہت سارے دلائل ہیں چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱۔ فضل ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ خثعم قبیلے کی ایک عورت حجۃ الوداع والے سال آئی کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ یقیناً اللہ کا فریضہ اس کے بندوں پر حج میں ہے حج کے فریضے نے میرے باپ کو بڑھاپے میں پالیا ہے وہ سواری پر ٹھہرنے کی طاقت نہیں رکھتا کیا میرا اس کی طرف سے حج کرنا ادا ہو جائے گا آپ نے فرمایا ہاں (صحیح البخاری ۱۸۵۴ ترمذی ۹۲۸)

۲۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ کی طرف آئی کہنے لگی بلاشبہ میری ماں وفات پا گئی ہے اور حج نہیں کیا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تو اس کی طرف سے حج کر۔ (صحیح مسلم، ترمذی ۹۲۹)

۳۔ ابورزین عقیلی سے روایت ہے کہ وہ نبی ﷺ کے پاس آئے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ بوڑھا ہے حج، عمرہ اور کوچ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا آپ نے فرمایا "اپنے باپ کی طرف سے حج اور عمرہ کر"۔ (ترمذی ۹۳۰ ابوداؤد ۱۸۱۰ ابن ماجہ ۲۹۰۶) لہٰذا دوسرے آدمی کی طرف سے حج اور عمرہ دونوں کر سکتے ہیں۔

بقیہ پوسٹ مارٹم

ان کی رپورٹیں جاری کردی گئیں۔ اس طرح کی ایک نہیں بے شمار مثالیں ہیں جو کہ ایگزامینر لیبارٹری کی مجرمانہ غفلت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

جب اعضاء کی تجزیہ کئے بغیر ہی رپورٹیں تیار ہونے لگیں تو پھر پوسٹ مارٹم کی جو تھوڑی بہت افادیت ہے وہ بھی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ ایسے پوسٹ مارٹم کی حیثیت اس درخت کی سی ہے جس کی جڑ نہیں، اس عمارت کی سی ہے جس کی بنیاد نہیں اور اس بے جان لاشے کی سی ہے جس میں روح نہیں۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ سب سے زیادہ قتل پنجاب میں ہوتے ہیں' اس لئے سب سے زیادہ پوسٹ مارٹم بھی پنجاب میں ہوتے ہیں جبکہ کیمیکل ایگزامینر لیبارٹری پنجاب کی واحد اور اکلوتی لیبارٹری ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس لیبارٹری کے نتائج کس حد تک قابل اعتماد ہیں.....؟ خودساختہ رپورٹوں کے ذریعہ انسانی زندگیوں سے کیوں کھیلا جا رہا ہے.....؟ یہ رپورٹیں عدالتی فیصلوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں' ان کے بوگس قرار دیئے جانے سے پورے عدالتی نظام اور انصاف کے چیلنج ہونے کا خدشہ ہے۔

پوسٹ مارٹم کے متعلق علماء اور ماہرین قانون کی آراء آئندہ چوتھی اور آخری قسط میں ملاحظہ کریں۔ ان شاء اللہ

بقیہ درس حدیث

انگلی لگائے گا تو انگلیاں بھی خراب ہوں گی اور موزہ تر ہو کر اس پر مٹی بھی زیادہ لگے گی۔ اوپر کا حصہ زمین سے نہ لگنے کی وجہ سے عموماً صاف ہوتا ہے اور مسح سے وہ مزید صاف ہو جائے گا۔ ہاتھ بھی آلودہ نہیں ہوں گے اور پاؤں نہ دھونے سے طبیعت میں وضوء کے ایک رکن کی کمی کا جو احساس ہوتا ہے' وہ بھی دور ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

بقیہ معرکے

17/12/04: پلسیوں کو رسیوں سے باندھ دیا'
مجاہدین اسلحہ سمیت کر لے گئے

ڈوڈہ' تحصیل کشتواڑ سنگھ پورہ پولیس اسٹیشن پر مجاہدین نے حملہ کر کے وہاں پر موجود 12 اہلکاروں کو رسیوں سے باندھ دیا اور 1 عدد LMG، 5 عدد SLR اور 5 عدد 3.3 گنیں چھین لیں جبکہ 1 عدد وائرلیس سیٹ بھی قبضہ میں لے لیا اور نکل گئے ان پولیس اہلکاروں کو بعد میں CRPF والوں نے آکر کھولا پولیس کے اعلیٰ حکام نے S.H.O سمیت 10 اہلکاروں کی گرفتاری کے احکامات جاری کیے ہیں۔

19/12/04: کشمیر میں بھارتی فوج کا "امن مشن"

اننت ناگ کے علاقہ مٹن میں بھارتی فورسز نے گھر گھر تلاشی کے دوران غلام محمد بھٹ نامی مظلوم کشمیری مسلمان کی بیوی کو حراست میں لے کے بے تحاشہ تشدد کیا جس سے وہ بیچاری مار پیٹ کے دوران ہی شہید ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

19/12/04: کشمیری بہن کو شہید کردیا گیا

بھارتی فوج کی پیراملٹری فورسز کی گاڑی نے ایک کشمیری عورت کو کچل دیا جس سے وہ موقع پر ہی شہید ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تاخیر سے موصول ہونیوالا معرکہ

تحصیل ہندواڑہ میں فدائیان کے ایک دستہ کا دشمن سے تصادم ہوا ٹھیک رات 12:00 بجے کا وقت تھا جب مجاہدین کرام نے بھرپور کارروائی کا آغاز کردیا تمام رات کلاشن کوفیں آگ اگلتی رہیں اور گرینیڈز پھٹتے رہے صبح 6:00 بجے کا عمل تھا کہ جنگ نے دوبدو لڑائی کی شکل اختیار کی اور ابوعبدالرحمٰن نوید بھائی شہادت کے بلند مرتبہ پر فائز ہوئے بعدازاں دن کے 3:00 بجے تک شدید لڑائی ہوتی رہی جب اس جنگ کے بادل چھٹے تو 4 بھارتی درندہ صفت فوجی جہنم واصل اور درج ذیل مجاہدین کرام شہادت کی منزل مراد پا کر جنت کے سفر پر روانہ ہو چکے تھے ان شاء اللہ۔

شہداء کرام: i ابوجابر محمد رفیق بن محمد مقبول

ii ابوعبدالرحمٰن نوید بن نورالصمد

پوسٹ مارٹم کے خوفناک پہلو

اور شرعی واخلاقی حیثیت

قسط نمبر 3

مجلہ الدعوۃ کی خصوصی رپورٹ

ارشاد احمد ارشد

سپریم کورٹ آف پاکستان کا فیصلہ:

خاکروبوں کے ہاتھوں نعشوں کی بے حرمتی اور چیر پھاڑ کے متعلق اب سپریم کورٹ آف پاکستان کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں۔

یہ پاکستان کے تین رکنی بنچ کا فیصلہ ہے جو کہ اس نے مورخہ 20 مارچ 1996ء کو دیا۔ خبر کا متن یہ ہے۔

''سپریم کورٹ کے تین رکنی بنچ نے ہدایت کی ہے کہ آئندہ عورتوں کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم لیڈی ڈاکٹرز کریں۔ مرد ڈاکٹرز اور مرد پیرامیڈیکل کا عملہ عورتوں کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم نہ کرے۔ بنچ مسٹر جسٹس سلیم اختر' مسٹر جسٹس منظور حسین سیال اور مسٹر جسٹس محمد منیر خان پر مشتمل تھا۔

20 مارچ کو دیئے گئے حکم میں عدالت عظمٰی نے قرار دیا ہے کہ ہمارے تجربہ میں یہ بات آئی ہے کہ عورتوں کی لاشوں کا پوسٹ مارٹم مردوں کی لاشوں کی طرح مرد ڈاکٹر اور مرد پیرامیڈیکل برہنہ کر کے کرتے ہیں۔ نعش کو برہنہ حالت میں میز پر رکھا جاتا ہے۔ جہاں میڈیکل عملہ کے مرد ارکان کی آزادانہ رسائی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ مسیحی خاکروبوں سے ہتھوڑے کے ساتھ لاشوں کی کھوپڑیوں کو تڑوایا جاتا ہے جو کہ شرمناک کام ہے اور یہ نہ صرف لاش کی تضحیک ہوتی ہے بلکہ اس سے متوفی کے رشتہ داروں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ اسلام میں لاشیں عزت واحترام کیے جانے کی مستحق ہیں۔'' (روزنامہ نوائے وقت' روزنامہ پاکستان 97-3-27)

آٹوپسی رومز' میڈیکل کالجوں اور شفاخانوں میں انسانیت وانصاف کا قتل عام

ماضی میں لاکھوں کروڑوں افراد مختلف بیماریوں کا شکار ہو کر لقمہ اجل بن گئے۔ اب جدید طبی تحقیقات کی بدولت بہت سی بیماریوں پر قابو پا لیا گیا ہے۔ اسی طرح میڈیکولیگل پوسٹ مارٹم کے ذریعے بڑی حد تک جرائم کے خاتمہ کے دعوے کئے جاتے ہیں مگر اعداد وشمار کی روشنی میں دیکھا جائے تو حقائق اس کے برعکس ہیں۔ جدید سائنسی اور طبی تحقیقات کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں مگر سوال یہ ہے کہ سائنسی اور طبی تحقیقات نے انسانیت کو دیا کیا ہے؟

یہ درست ہے کہ ماضی میں انسانوں کی ایک بڑی تعداد بیماریوں کا شکار ہو کر لقمہ اجل بن گئی مگر انسان نے جدید سائنس کے نام پر جو مہلک اسلحہ تیار کیا ہے' اس اسلحہ کے نتیجہ میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد بیماریوں کا شکار ہو کر مرنے والوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ اسی طرح طبی تحقیق وہ میڈیکل پوسٹ مارٹم کے نام پر ہو یا اسے میڈیکولیگل پوسٹ مارٹم کا نام دیا جائے۔ اس کے مہلک اثرات کو دیکھتے ہوئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ آٹوپسی رومز' میڈیکل کالجوں اور شفاخانوں میں انسانیت اور انصاف کا قتل عام کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حقائق اتنے تلخ دلرزہ خیز اور اتنے زیادہ ہیں کہ انہیں چند صفحات میں سمیٹنا ممکن نہیں۔ یہاں صرف دو واقعات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

> کوڑے کے ڈھیر پر کٹے ہوئے انسانی اعضاء بارہ سالہ صحتمند بچے کا کٹا ہوا پیر' ہاتھ' کہنی تک کٹا ہوا بازو' تین مرتبانوں میں انسانی انتڑیاں' گردے' پھیپھڑے' جگر' معدہ' انسانی مغز اور آنکھوں کے ڈھیلے بند پڑے تھے

''ایک جسیم کتیا منہ میں نومولود انسانی بچے کی ٹانگ دابے اسے گھسیٹتی ہوئی لے کر آبادی میں داخل ہوئی۔ کتیا نے چند روز قبل ہی اپنے بچوں کو جنم دیا تھا اور اب انسانی بچے کی نعش کو وہ اپنے بچوں کی خوراک بنانا چاہتی تھی۔ اس خوفناک منظر کو دیکھ کر آبادی میں خوف وہراس پھیل گیا جبکہ عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔ کچھ لوگوں نے پتھر مار مار کر اور کتیا کا تعاقب کر کے اس کے منہ سے بچے کی نعش چھڑا لی۔ اس کے بعد آبادی کے نوجوان' بچے اور خواتین اس جگہ کی تلاش میں نکلے جہاں سے کتیا نعش لے کر آئی تھی...... جب لوگ کتیا کا تعاقب کر کے ایک جگہ پہنچے تو وہ ایک رہائشی سکیم کا میدان تھا۔ جہاں کوڑے کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ لوگوں نے وہاں کتوں کو کچھ کھاتے اور میدان کے اوپر بہت سی چیلوں' کوؤں اور گدھوں کو منڈلاتے دیکھا۔ یہ کتے لوگوں کے ہجوم کو دیکھ کر بھی نہ بھاگے اور بدستور کھانے میں مصروف رہے۔ نوجوانوں نے پتھر مار مار کر کتوں کو بھگایا تو بعض کتے منہ میں انسانی اعضاء اور نوزائیدہ انسانی بچوں کی نعشیں اٹھائے بھاگتے نظر آئے۔ کتوں کے بھاگنے کے بعد جو روح فرسا منظر نظر آیا' اس نے لوگوں کے ہوش اڑا دیئے...... 12 کے قریب بچوں کے کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں' نوزائیدہ کی نعشیں...... گندگی کے ڈھیر پر جگہ جگہ کٹے ہوئے انسانی اعضاء جبکہ ایک جگہ بارہ سالہ صحت مند بچے کا کٹا ہوا پیر' ہاتھ اور کہنی تک کٹا ہوا بازو پڑا تھا۔ بظاہر یوں نظر آتا تھا کہ بچے کو دانستہ معذور بنانے کے لئے اس کے اعضاء کاٹے گئے ہیں۔ دو تین مرتبانوں میں انسانی انتڑیاں' گردے' پھیپھڑے' جگر' معدہ' انسانی مغز اور آنکھوں کے ڈھیلے بند تھے۔'' (نوائے وقت ودیگر تمام اخبارات 26-10-95)

یہ کسی ڈراؤنی فلم کا منظر نہیں بلکہ حقیقت تھی۔ جو لاہور کے مکینوں نے سبزہ زار سکیم D بلاک کے پلاٹ میں دیکھی۔ کوڑے کے ڈھیر پر شیخ زید ہسپتال کی پرچیاں' ڈاکٹروں کے نام' آفیشل لیٹرز' لیبارٹری ٹیسٹوں کی ضائع شدہ رپورٹس اور ہسپتال کی مہر لگی ضائع شدہ سرنجیں تھیں۔ ان اشیاء کو دیکھ کر کسی بھی شخص کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ کٹے پھٹے انسانی اعضاء' بچوں کی نعشیں اور دوسرا سامان شیخ زید ہسپتال سے لے کر یہاں پھینکا گیا ہے۔ (نوائے وقت ودیگر تمام اخبارات 26-10-95)

اس واقعہ کی نوائے وقت سمیت تمام قومی اخبارات میں نمایاں خبریں مع تصاویر شائع ہوئیں۔ جن میں کٹے پھٹے انسانی اعضاء صاف نظر آ رہے تھے۔ لوگوں نے انسانیت کی تذلیل پر شدید احتجاج کیا مگر پولیس نے قوی' تحریری اور پختہ شہادتیں ہونے کے باوجود جائے وقوعہ پر ٹریکٹر ٹرالی کے ذریعے مٹی ڈال دی۔ بعد ازاں ''خس کم جہاں پاک'' کی مثال پر عمل کرتے ہوئے اوپر کوڑا کرکٹ ڈال کر آگ لگا دی۔

اس واقعہ کے کچھ دن بعد لاہور کے ایک اخبار نے حقائق سے پردہ اٹھاتے ہوئے مزید تفصیلات ان الفاظ میں لکھیں۔

سبزہ زار سکیم میں کوڑے کے ڈھیر پر انسانی اعضاء مختلف میڈیکل کالجز اور ان سے ملحقہ ہسپتالوں میں طلباء وطالبات کی طرف

سے تجربات کے دوران استعمال شدہ لاوارث نعشوں کے ٹکڑے تھے۔ جنہیں متعلقہ محکموں کے غافل اہلکاروں نے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیا۔'' (روزنامہ پاکستان'29-10-95)

انسانیت کا سر جھکا اور انصاف کو رسوا کردینے والی ایک اور المناک خبر ان الفاظ کے ساتھ اخبارات کی زینت بنی۔

لاش ہسپتال میں سڑتی رہی' ڈاکٹر لواحقین کو مک مکا کرنے پر مجبور کرتے رہے۔ لواحقین سے پوچھا گیا کون سی دفعہ لگوانا چاہتے ہو اور کتنے پیسے دوگے......؟

عارفوالہ قتل ہونے والے نوجوان نثار احمد کا 24 گھنٹے گزرنے کے باوجود بھی پوسٹ مارٹم نہ ہوسکا۔ مقامی مجسٹریٹ پوسٹ مارٹم کی منظوری دے چکا تھا مگر ہسپتال میں پوسٹ مارٹم کرنے کی بجائے لواحقین سے پوچھا جاتا رہا کہ کتنے پیسے خرچ کرسکتے ہو اور کون سی دفعہ لگوانا چاہتے ہو۔ 24 گھنٹے گزرنے کے بعد جب لاش خراب ہونا شروع ہوگئی تو لوگوں کے احتجاج پر پوسٹ مارٹم کردیا گیا۔''

اخبار کے ذرائع کے مطابق مذکورہ ہسپتال کے ڈاکٹر لڑائی جھگڑے اور قتل کی وارداتوں میں پوسٹ مارٹم کرتے وقت لواحقین کی جیب کو ہلکے یا بھاری ہونے کو مدنظر رکھ کر رپورٹ تیار کرتے ہیں۔'' (روزنامہ نوائے وقت'22-9-92)

ہسپتالوں اور میڈیکل کالجوں میں پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن کے لئے لائی جانے والی لاشیں غائب کردی جاتی ہیں

انتظامی اعتبار سے پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد ہے تو سیاسی اور مذہبی اعتبار سے لاہور کی اپنی ایک پہچان ہے۔ لاہور کا ایک چہرہ اسلام کے نام لیواؤں اور جانبازوں کا چہرہ ہے۔ مگر یہ چہرہ...... بتدریج دھندلا رہا ہے۔ اب لاہور کا چہرہ یہ ہے کہ یہاں ہیروئن کا نشہ کرنے والے روزانہ 25 سے 30 افراد لاشوں میں تبدیل ہورہے ہیں۔ ایسے افراد کی لاشیں فٹ پاتھوں پر پڑتی رہتی ہیں' پھر یہ لاشیں کوڑے کے ڈھیروں پر پہنچتی ہیں وہاں سے کوڑا اٹھانے والی کرینیں کوڑے کے ساتھ ہی لاشوں کو اٹھا کر گاڑیوں میں ڈالتی ہیں اس کے بعد یہ ایک مخصوص جگہ پر پہنچادی جاتی ہیں۔ فٹ پاتھوں پر پائی جانے والی لاشوں میں سے کچھ پوسٹ مارٹم کیلئے ڈیڈ ہاؤس پہنچتی ہیں اور کچھ ڈائی سیکشن کے لئے میڈیکل کالجوں میں۔ ہیروئن کے نشے کے نتیجہ میں زندہ افراد کا لاشوں میں تبدیل ہوجانا یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ اس کے پیچھے بہت سے لوگ اور گروہ ہیں۔ اب ہیروئن میں زہریلا کیمیکل شامل کیا جاتا ہے۔ نتیجتاً ہیروئن استعمال کرنے والا بہت جلد موت سے ہمکنار ہوجاتا ہے۔ کراچی میں یہ سلسلہ کہیں بڑے پیمانے پر جاری ہے۔ کراچی میں نومبر کے صرف ایک ہفتے میں زہر آلود ہیروئن استعمال کرنے والے 15 زندہ افراد لاشوں میں تبدیل ہوگئے ذرائع کے مطابق اس مکروہ دھندے میں تازہ لاشوں کے اعضاء فروخت کرنے والے اور میڈیکل کے طلباء شامل ہیں۔ (نوائے وقت 18-11-2004)

آخر کار مجموعی طور پر ان لاشوں کا انجام ایک ہی ہوتا ہے' جن لاشوں کی جلد اچھی حالت میں ہو اتار لی جاتی ہے' تازہ لاشوں کے گردے نکال لئے جاتے ہیں' گوشت کتوں' بلیوں اور کوؤں کی خوراک بن جاتا ہے یا جلا دیا جاتا ہے۔ ہڈیاں میڈیکل کالج کے طلباء و طالبات یا جادو ٹونہ کرنے والوں کے ہاتھ فروخت کردی جاتی ہیں۔ تازہ لاشوں کے بال بھی قابل استعمال ہوتے ہیں کہ ان سے وگیں تیار کی جاتی ہیں۔ جلد اور ہڈیاں بیرون ملک بھی سمگل ہوتی ہیں۔ ایسے واقعات بھی ریکارڈ پر ہیں کہ پوسٹ مارٹم یا ڈائی سیکشن کے لئے لائی جانے والی لاشیں ہسپتالوں اور میڈیکل کالجوں سے غائب کردی جاتی ہیں۔ ان لاشوں کا مصرف بھی یہی ہوتا ہے یہاں بطور مثال چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

سیالکوٹ کے نواحی گاؤں اگوکی کا رہنے والا سید مقصود شاہ مینٹل ہسپتال لاہور میں زیر علاج تھا' چند روز بعد ماں ملاقات کیلئے ہسپتال آئی تو اسے بتایا گیا کہ بیٹا فوت ہوگیا ہے اور لاش علامہ اقبال میڈیکل کالج میں ہے۔ ہسپتال کے ایم ایس ڈاکٹر افضل نے کالج انتظامیہ کے نام خط لکھا کہ لاش دے دی جائے۔ جب ماں بیٹے کی لاش لینے کے لئے کالج پہنچی تو ڈاکٹر نبیلہ کوکب نے بتایا کہ لاش خراب ہوگئی تھی دفنادی گئی ہے۔ ماں اپنے بیٹے کی قبر دیکھنے کے لئے فٹ بال بن گئی اور دونوں اداروں کے درمیان ماری ماری پھرتی رہی مگر اسے بیٹے کی قبر دیکھنا بھی نصیب نہ ہوسکی۔

(روزنامہ خبریں 12-8-2002)

اب ایک دوسرا واقعہ:

عثمانیہ مارکیٹ حسین آگاہی ملتان کے رہائشی قیدی محمد ارشاد کی نعش پوسٹ مارٹم کیلئے نشتر میڈیکل کالج ملتان میں لائی گئی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم پر نعش کا پوسٹ مارٹم ہونا تھا۔ جب میڈیکل بورڈ نے پوسٹ مارٹم کے لئے نعش طلب کی تو معلوم ہوا کہ کالج کے مردہ خانہ سے نعش غائب ہوچکی ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت 26-5-2000)

الغرض اس طرح کے بیسیوں واقعات ریکارڈ پر ہیں' طوالت کی وجہ سے جن کا ذکر یہاں ممکن نہیں ہے۔

اب ایک اور سنگین شہادت جو گھر کے بھیدی کی حیثیت رکھتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

لاہور کے ایک بہت بڑے ہسپتال کے ڈاکٹر جو اس وقت بھی ایک بڑے عہدے پر فائز ہیں۔ انہوں نے راقم کو بتایا کہ میڈیکل کالجوں میں ڈائی سیکشن کے لئے لائی جانے والی لاشوں کو ایسے انجکشن لگائے جاتے ہیں جس سے رکا ہوا خون گردش میں آجاتا ہے' بعد ازاں یہ خون نکال کر فروخت کردیا جاتا ہے حالانکہ یہ خون مریض کو لگائے جانے کے قابل نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود بعض ڈاکٹر چند ٹکوں کی خاطر لاشوں کی بے حرمتی اور زندہ انسانوں کو فرسودہ خون لگا کر ان کی زندگیوں سے کھیل رہے ہیں۔

پوسٹ مارٹم میں سنگین بے ضابطگیاں و بے قاعدگیاں

ایم بی بی ایس کا کورس پانچ سالوں پر محیط ہوتا ہے' گورنمنٹ اور پرائیویٹ میڈیکل کالجوں میں پانچ سالہ تعلیم مکمل کرنے پر فی طالب علم 5 سے 10 لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں مزید براں پانچ سال کے عرصہ میں میڈیکل کے طلباء و طالبات پریکٹیکل کے لئے بیشمار لاشوں کی چیر پھاڑ کرتے ہیں۔ میڈیکل کالجوں کے پروفیسرز اور ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ انسانی جسم کی اندرونی ساخت کو سمجھنے کے لئے ڈائی سیکشن ضروری ہے۔ جو ڈاکٹر ڈائی سیکشن کے عمل سے اچھی طرح آگاہ اور متعارف نہ ہو تو عملی میدان میں آنے کے بعد اسے اچانک آپریشن یا پوسٹ مارٹم کرنا پڑے تو وہ حواس باختہ اور کسی سنگین غلطی کا مرتکب ہوسکتا ہے بظاہر یہ جواز بہت خوش کن اور درست معلوم ہوتا ہے مگر عملی طور پر صورت حال بالکل اس کے برعکس ہے۔ 99% پوسٹ مارٹم ڈاکٹروں کی بجائے خاکروب کرتے ہیں اور ایسے پوسٹ مارٹم کے 80% نتائج مشکوک ہوتے ہیں۔ ایسے واقعات بھی ریکارڈ پر ہیں کہ ڈاکٹر پوسٹم مارٹم رپورٹ کے نتائج بدل دیتے ہیں جس سے بہت سے بے گناہ مجرم ٹھہرتے ہیں اور بہت سے مجرم آزاد ہوجاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں صرف ایک ہی واقعہ کا ذکر کافی ہوگا۔

شیخوپورہ جیل میں ارشاد بٹ نامی ایک قیدی نے پولیس کے شدید تشدد کی وجہ سے خودکشی کرلی' جسم پر زخموں کے نشانات تھے۔ میڈیکل آفیسر ڈاکٹر محمود عالم پاشا نے قیدی کی لاش کا پوسٹ مارٹم کیا۔ ڈاکٹر نے رپورٹ میں لکھا کہ قیدی کی موت خودکشی سے نہیں بلکہ دم گھٹنے سے واقع ہوئی ہے' مزید یہ کہ ڈاکٹر نے قیدی کے جسم پر پولیس تشدد سے لگنے والے زخموں کا بھی کوئی ذکر نہ کیا۔ متوفی کے لواحقین نے پوسٹ مارٹم رپورٹ پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے میڈیکولیگل سرجن پنجاب کے نام ری پوسٹ مارٹم کی درخواست لکھی جس پر لاش کا دوبارہ پوسٹ مارٹم ہوا۔ پوسٹ مارٹم کی دوسری رپورٹ میڈیکولیگل سرجن پنجاب ڈاکٹر خالد سیف اللہ نے لکھی' انہوں نے اپنی رپورٹ میں پہلے ہونے والے پوسٹ مارٹم

ہسپتالوں اور میڈیکل کالجوں میں مردے ''ہلاک'' ہوتے ہیں تو کیمیکل ایگزامنر لیبارٹری میں ''موت'' فروخت ہوتی ہے۔ موت برائے فروخت کا یہ محکمہ پوسٹ مارٹم کے دم قدم سے آباد ہے

پوسٹ مارٹم کے سربستہ حقائق وواقعات کو یکجا اور خفیہ گوشوں کو بے نقاب کرنے پر مجلہ الدعوۃ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں

انصار برنی......چیئرمین ''انصار برنی ویلفیئر ٹرسٹ انٹرنیشنل'' کا مجلہ الدعوۃ سے انٹرویو

آبادی سے الگ تھلگ ایک ویران جگہ بڑے مکان کے کھلے صحن میں لاشوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ ہر قسم کی لاشیں' بچوں' جوانوں' بوڑھوں اور عورتوں کی لاشیں کچھ گل سڑ چکی تھیں۔ ان میں رینگتے' سرسرانے اور کلبلانے والے کیڑے صاف نظر آ رہے تھے۔ کچھ صاف ستھری تازہ لاشیں ایک طرف رکھی تھیں۔ میلے کچیلے کپڑوں والے کچھ لوگ لاشوں کے درمیان ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں کی سختی اور آنکھوں میں جمی بے رحمی کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ زندہ انسان نہ ہوں بلکہ بدروحیں ہوں یا دوزخیوں پر آگ کے کوڑے برسانے والے جہنم کے بے رحم فرشتے۔

صحن کے وسط میں آگ کا ایک الاؤ روشن تھا اور اس پر ایک بہت بڑا کڑاہ چڑھا ہوا تھا۔ وہ لوگ آگ کو تیز مزید تیز کرتے چلے جا رہے تھے' یہاں تک کہ کڑاہ میں موجود پانی ابلنے اور بھڑکنے لگا۔ پھر میری نگاہوں نے وہ منظر دیکھا کہ جس نے مجھے منجمد اور سن کر کے رکھ دیا...... میں بے اختیار سوچنے لگا کہ کیا انسان اتنا بے حس ظالم اور سفاک بھی ہو سکتا ہے!

اچانک ایک آدمی نے لاش کو ابلتے اور بھڑکتے ہوئے پانی میں ڈال دیا...... اس کے ساتھ ہی گوشت کے گلنے اور سڑنے کی وجہ سے بدبو کا ایک ناقابل برداشت بگولہ اٹھا' جس نے مجھے چکرا کر رکھ دیا۔ میرے ساتھ موجود لوگوں میں سے بعض بے ہوش ہو کر گر گئے خوف کی وجہ سے بعض کی حالت بگڑ گئی اور بعض چیخیں مارتے ہوئے الٹے پاؤں بھاگ اٹھے۔

قارئین! یہ منظر کسی خواب یا کسی ڈراؤنی فلم کا نہیں بلکہ آنکھوں دیکھی...... وہ زندہ حقیقت ہے' جسے حقوق انسانی کی بین الاقوامی تنظیم ''انصار برنی ویلفیئر ٹرسٹ انٹرنیشنل'' کے چیئرمین انصار برنی نے خود آنکھوں سے دیکھا اور پھر اس دلخراش واقعہ کی تفصیلات 18 دسمبر کو دبئی سے بذریعہ فون مجلہ الدعوۃ سے گفتگو کرتے ہوئے بیان کیں۔

پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن کے حوالے سے سربستہ حقائق و واقعات کو یکجا اور خفیہ گوشوں کو بے نقاب کرنے پر مجلہ الدعوۃ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے انصار برنی نے کہا کہ پوسٹ مارٹم اور ڈائی سیکشن کے تین پہلو ہیں (۱) طبی (۲) شرعی (۳) اور انسانی پہلو

یہ تجربات چونکہ انسانی لاشوں پر کئے جاتے ہیں' اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ طبی اور شرعی پہلو کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کے حوالے سے بھی بات کی جائے۔ ہماری تنظیم انسانی حقوق کے تحفظ کی علمبردار ہے' یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس موضوع پر بہت سا کام کیا ہے۔

شرعی پہلو پر بات کرنا علماء کا کام ہے' جہاں تک اس کی اخلاقی اور انسانی حیثیت ہے' اس حوالے سے دیکھا جائے تو لاشوں کے ساتھ ہونے والا سلوک دل آزار بھی ہے اور شرمناک بھی' بعض ہسپتال اور سماجی بہبود کے ادارے جیسے ایدھی' پولیس اہلکار اور بعض طاقتور گروہ اس مکروہ دھندے میں ملوث ہیں۔ ایک طرف وہ گروہ ہے جو ہیروئن میں زہریلے کیمیکل ملا کر کراچی میں پھیلا رہا ہے۔ زہریلی ہیروئن استعمال کرنے والے نشئی بہت جلد موت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف وہ گروہ ہے جو ہسپتالوں اور میڈیکل کالجوں میں پوسٹ مارٹم یا ڈائی سیکشن کے لئے لائی جانے والی لاشوں کو غائب کر دیتا ہے۔ اس کام میں یقینی طور پر ڈاکٹر اور ہسپتالوں کا دیگر عملہ ملوث ہوتا ہے۔ ایک تیسرا گروہ تجہیز و تکفین کا کام کرنے والے سماجی بہبود کے اداروں کا ہے جو لاشوں کی تکفین کی بجائے کچھ اور ہی کام کر رہا ہے ان میں ایدھی جیسے ادارے بھی ملوث ہیں۔

انصار برنی نے کہا کہ لاشوں کے ساتھ ہونے والے غیر اخلاقی و غیر انسانی سلوک کے' میرے پاس دستاویزی ثبوت ہیں' میں نے 6-5-97 کو کھلے عام قومی پریس کے ذریعے اس وقت کے وزیر اعظم نواز شریف کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ اگر حکومت ایسے اداروں اور افراد کے خلاف کارروائی کی یقین دہانی کروائے تو میں تمام دستاویزی ثبوت مع تصاویر پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ انصار برنی نے کہا بعض ہسپتالوں میں نعشوں کا گوشت پگھلا کر ان کی ہڈیاں سمگل کی جا رہی ہیں۔ ہسپتالوں کے علاوہ ایک ایسی جگہ جہاں یہ مکروہ کام کیا جاتا ہے' وہاں ایک دفعہ میں نے بعض صحافیوں کے ہمراہ دورہ کیا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہ ایک مکان کا کھلا صحن تھا جہاں بہت سی لاشیں رکھی ہوئی تھیں۔ صحن کے وسط میں آگ کے ایک بڑے الاؤ پر کڑاہ چڑھا ہوا تھا۔ وہاں پر موجود لوگ ابلتے اور کھولتے ہوئے پانی میں لاشیں ڈالتے' ساتھ ہی کوئی کیمیکل بھی ڈالا جاتا جس سے لاشوں کا گوشت لمحوں میں گل جاتا اور کچھ دیر بعد ہڈیوں کا پورا ڈھانچہ کڑاہ سے باہر نکال لیا جاتا۔ ہم نے موقعہ واردات کی تصاویر بھی بنائیں جو کہ میرے پاس محفوظ ہیں۔

انہوں نے کہا کہ لاشوں کی عمر کی نوعیت سے اس کی ہڈیوں اور کھال کو استعمال کیا جاتا ہے۔ بچے کی لاش کی کھال اور ہڈیاں کاسمیٹکس اور میک اپ کا سامان تیار کرنے میں استعمال ہوتی ہیں۔ جوان آدمی کی لاش کی ہڈیوں سے جنسی طاقت کی گولیاں اور کیپسول تیار کئے جاتے ہیں اور عام لاش کی ہڈیاں افریقی ممالک کو سمگل کر دی جاتی ہیں جہاں جادو ٹونہ کرنے والے انہیں استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح یورپ میں فارموسٹیکل کمپنیاں بھی ہڈیوں کی بڑی خریدار ہیں۔

انہوں نے کہا کہ میڈیکل کے نام پر لاشوں کی توہین و تذلیل ...... یہ ایک نہایت ہی حساس اور اہم موضوع ہے۔ اسلام میں انسانی لاش احترام کی مستحق ہے' اس ضمن میں علماء اور انسانی حقوق کے اداروں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لاشوں کے احترام کو یقینی بنائیں اور طب کے نام پر لاشوں کو تذلیل سے بچانے کے لئے ہر ممکن اقدام کریں۔

میں سنگین بے ضابطگیوں کی نشاندہی کی' ڈاکٹر خالد نے واضح طور پر لکھا کہ متوفی کی موت سر پر لگنے والے زخم کی وجہ سے واقع ہوئی ہے جبکہ ڈاکٹر محمود عالم پاشا کی رپورٹ میں سر کے زخم کا کوئی ذکر نہ تھا۔ فرائض سے غفلت برتنے پر میڈیکولیگل سرجن نے ایم او ڈاکٹر محمود عالم پاشا اور ہسپتال کے ایم ایس ڈاکٹر محمد اسلم کے خلاف تعزیری کارروائی کی سفارش لکھی' جس پر دونوں ڈاکٹر گرفتار کر لئے گئے۔

اس کے بعد ہوا یہ کہ ضلع شیخوپورہ کے تمام ڈاکٹر اپنے پیٹی بند بھائیوں کو بچانے کیلئے میدان میں کود پڑے' ضلع بھر کے دوسو کے قریب میڈیکل آفیسروں' سپیشلسٹ ڈاکٹروں' ہاؤس افسروں' پیرا میڈیکل سٹاف اور رورل ہیلتھ سنٹروں' پبلک ہیلتھ سنٹروں اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر شیخوپورہ کے ڈاکٹروں نے ہڑتال کر دی۔ ہڑتالی ڈاکٹروں کا مطالبہ تھا کہ ایم ایس اور ایم او کو فوری طور پر رہا کیا جائے' میڈیکولیگل سرجن کو ان کے عہدے سے ہٹایا جائے اور پھانسی دے جائے۔ اس واقعہ کے بعد محکمہ صحت لاہور ڈویژن کے ڈائریکٹر ڈاکٹر ضامن علی ہڑتالی ڈاکٹروں سے مذاکرات کے لئے شیخوپورہ پہنچے۔ DHQ میں جب ڈائریکٹر ہیلتھ اور ہڑتالی ڈاکٹروں کے درمیان مذاکرات ہوئے تو ڈائریکٹر ہیلتھ کو بتایا گیا کہ پوسٹ مارٹم کے وقت لاش کی کھوپڑی آری سے کاٹنے کی بجائے چھینی اور ہتھوڑی سے توڑی گئی تھی' اس دوران کھوپڑی کی ہڈی کا کچھ حصہ چیخ اور ٹوٹ کر گر گیا تھا' جسے اپنی جگہ پر نہ رکھا جا سکا۔ اس طریقے سے کھوپڑی میں خلا رہ گیا۔ ہڑتالی ڈاکٹروں کا کہنا تھا چونکہ کھوپڑی پولیس تشدد کی وجہ سے نہیں ٹوٹی ہے اس لئے کھوپڑی پر لگنے والی ضرب اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کو متوفی کی موت کا سبب قرار دینا ہرگز درست نہیں ہے۔
(6-11-92 روزنامہ نوائے وقت و دیگر اخبارات۔)

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ

☆...... پوسٹ مارٹم کے بارے میں صرف خاکروبوں کی رپورٹیں ہی نہیں بلکہ ڈاکٹروں کی رپورٹیں بھی مشتبہ ہوتی ہیں

☆...... پوسٹ مارٹم رپورٹ ٹھوس حقیقت کی بجائے ''اگر مگر اور ہو سکتا ہے'' جیسے الفاظ پر مشتمل ہوتی ہے۔

☆...... پوسٹ مارٹم گویا موم کی ناک ہے جیسے ضرورت کے مطابق ہر طرف موڑا جا سکتا ہے اور من پسند نتائج حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

☆...... ڈاکٹروں کی چابکدستی سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا سکتی ہے۔

☆...... ایم ایس اور ایم او کا کیا ہوا پوسٹ مارٹم حقائق تک پہنچنے میں ممد و معاون نہیں بن سکتا تو خاکروبوں کے کئے ہوئے پوسٹ

اگر پوسٹ مارٹم انصاف تک رسائی میں اتنا ہی اہم ہے تو پھر یہ کام ڈاکٹر خود کیوں نہیں کرتے............؟

مارٹم سے حقائق کی نشاندہی کس طرح ممکن ہے؟

☆......اگر ایم ایس اور ایم او کے پوسٹ مارٹم کرنے کا یہ معیار اور مہارت ہے تو پھر خاکروب جو پوسٹ مارٹم کرتے ہیں ان کا اللہ ہی حافظ ہے۔

ارباب عقل و دانش سے ایک سوال

پوسٹ مارٹم کو انصاف کے حصول کا اہم ذریعہ قرار دیا جاتا ہے' سوال یہ ہے کہ اگر پوسٹ مارٹم حصول انصاف میں اتنا ہی اہم ہے تو پھر یہ اہم ترین کام ڈاکٹر خود کیوں نہیں کرتے؟ اگر خاکروبوں نے ہی پوسٹ مارٹم کرنا ہے تو پھر ڈاکٹروں کو پریکٹیکل کے نام پر مردوں کی چیر پھاڑ کا کیا حق پہنچتا ہے؟

میڈیکل کالجوں کے طلباء و طالبات دونوں ہی ڈائی سیکشن کرتے ہیں اس کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ خواتین کی نعشوں کا پوسٹ مارٹم لیڈی ڈاکٹر کرتیں' لیکن خواتین کی نعشوں کے ساتھ جو ہوتا ہے' اس کی تفصیل پچھلے صفحات میں بیان ہو چکی ہے۔ واضح رہے کہ 1996ء میں لاہور کے شعبہ طب شرعی میں 670 خواتین کی نعشوں کے پوسٹ مارٹم کیئے گئے جن میں سے صرف 11 کا پوسٹ مارٹم لیڈی ڈاکٹروں نے کیا تھا۔

(92-11-6 روزنامہ نوائے وقت و دیگر اخبارات)

یہ حالت شعبہ طب شرعی لاہور کی ہے جس کے ایک طرف پاکستان کا قدیم ترین اور سب سے بڑا میو ہسپتال ہے تو دوسری طرف کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج ہے۔ ان دونوں اداروں میں بڑی تعداد میں اور ماہر ترین لیڈی ڈاکٹر موجود ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان کے دوسرے شہروں میں خواتین کے پوسٹ مارٹم کی شرح کیا ہوگی۔ اگر خواتین کی نعشوں کا پوسٹ مارٹم مردوں نے ہی کرنا ہے اور وہ بھی خاکروبوں نے تو پھر طالبات سے ڈائی سیکشن کیوں کروائی جاتی ہے؟

پوسٹ مارٹم کا اہم ترین مرحلہ

کیمیکل ایگزامینر رپورٹ

بہت سے پوسٹ مارٹم ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی رپورٹ پوسٹ مارٹم کرنے والا ڈاکٹر معائنہ کر کے لکھ دیتا ہے لیکن کچھ پوسٹ مارٹم ایسے ہوتے ہیں کہ جن میں کیمیکل تجزیہ کرنا پڑتا ہے۔ زہر خورانی کے ذریعہ قتل کا شبہ ہو تو پوسٹ مارٹم کر کے معدہ سے خوراک کے کچھ اجزاء نکالے جاتے ہیں اور انتڑیوں کا کچھ حصہ کاٹا جاتا ہے' حرکت قلب بند ہونے سے موت واقع ہوئی ہو تو دل کا کچھ حصہ کاٹا جاتا ہے' پانی میں ڈوب کر مرنے سے موت واقع ہوئی ہو تو پھیپھڑوں کا کچھ حصہ کاٹا جاتا ہے' عام زیادتی کیس یا پھر کسی عورت کو قتل کر دیا گیا اور قتل سے پہلے زیادتی کا شبہ ہو تو رحم سے کچھ اجزا اور مادہ تولید نکالا جاتا ہے۔ ان اجزاء کو پلاسٹک کے مختلف ڈبوں کے اندر اور وہ اجزاء جن کا تجزیہ مطلوب ہو ان پر سیل لگا کر اسے ایک بڑے ڈبے میں بند کر کے اس کے اوپر بھی سیل لگا دی جاتی ہے۔ پولیس والے یہ سیل شدہ ڈبے لے کر کیمیکل ایگزامینر کے دفتر آتے ہیں۔ یہاں کیس کی نوعیت

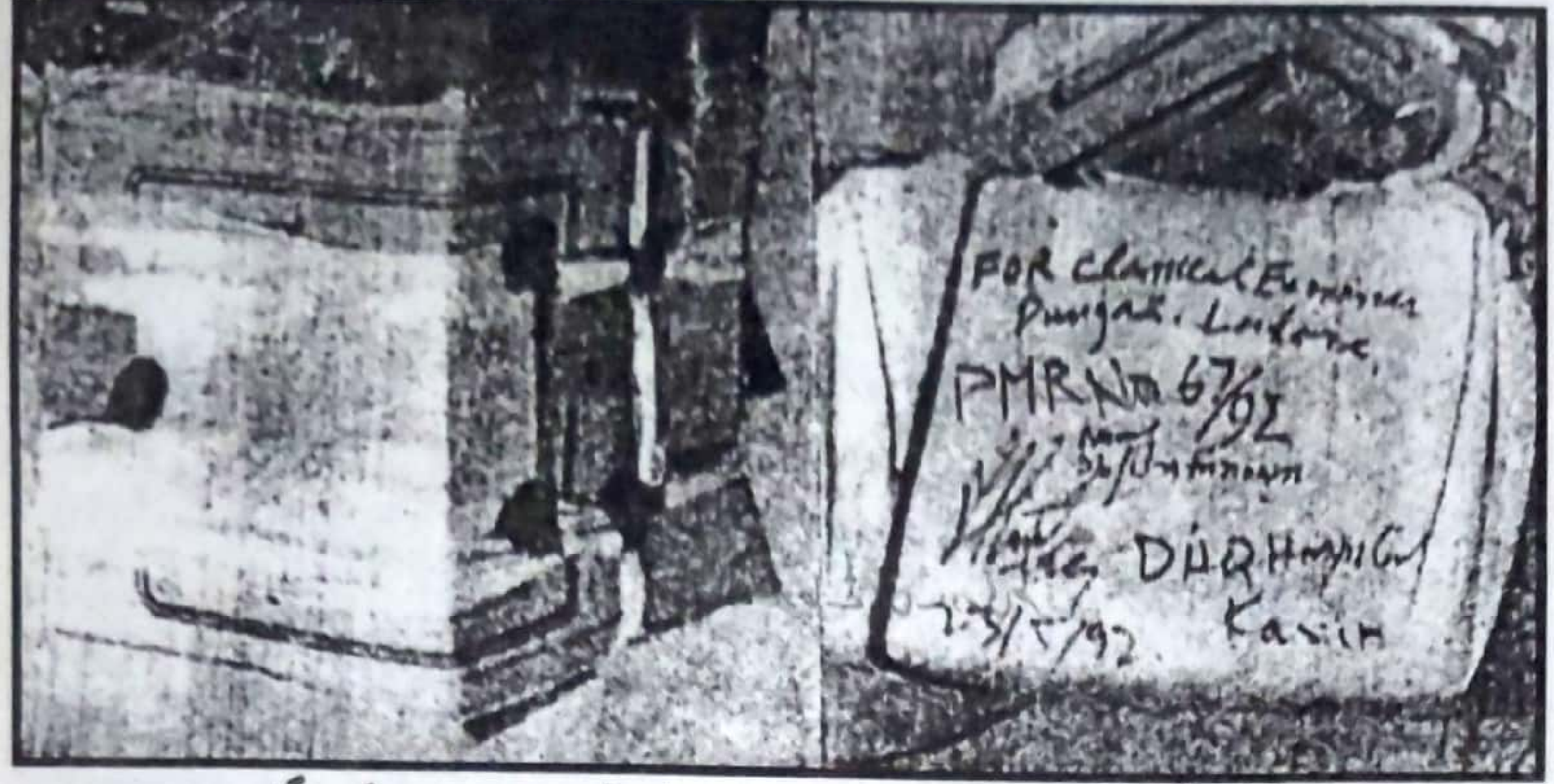

کیمیکل ایگزامیر لیبارٹری میں موصول ہونے والا نمونہ سیل برقرار اور رپورٹ جاری کر دی گئی

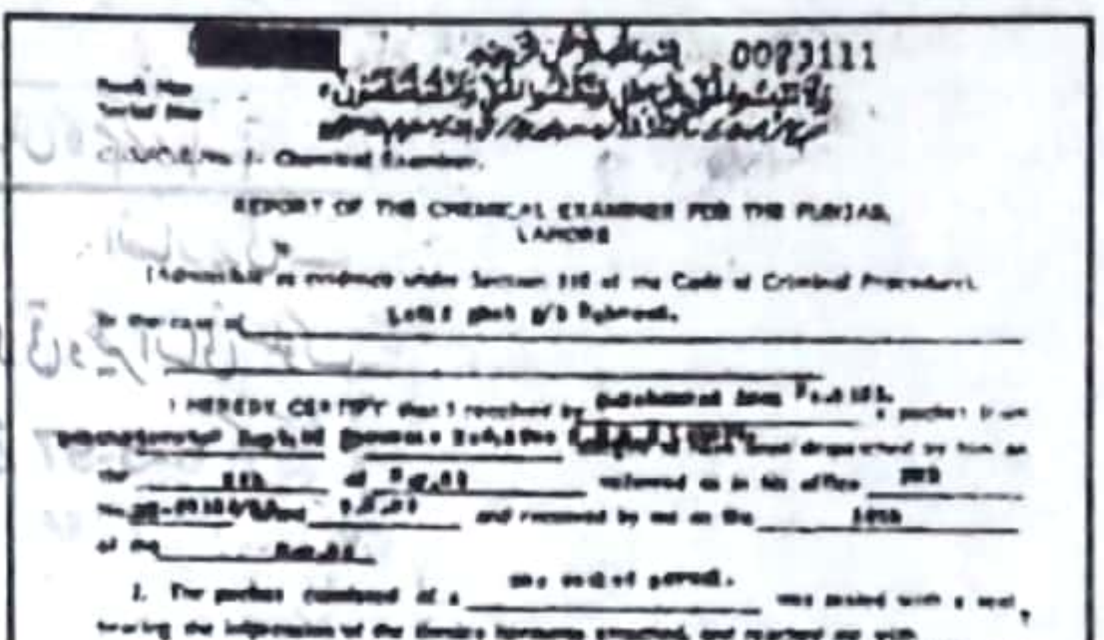
[redacted] 0023111

REPORT OF THE CHEMICAL EXAMINER FOR THE PUNJAB, LAHORE

I HEREBY CERTIFY ...

CHEMICAL EXAMINER'S OFFICE

CHEMICAL EXAMINER to the Punjab Government Lahore

سیل شدہ پارسل کے نتیجے کا عکس

کے مطابق ان کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور تجزیہ کے بعد نتائج جاری کیئے جاتے ہیں۔ اہم بات یہ کہ پوسٹ مارٹم کے وقت جن اجزاء کو نکالا جاتا ہے لیبارٹری تجزیہ کے بعد انہیں تلف کر دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کیمیکل ایگزامینر کی رپورٹ کو عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ واضح رہے کہ لاش کے لواحقین کے عدم اطمینان کی صورت میں عدالت میں صرف پوسٹ مارٹم رپورٹ چیلنج ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں عدالت متوفی کے دوبارہ پوسٹ مارٹم کا حکم دیتی ہے۔ ری پوسٹ مارٹم میں پھر مطلوبہ اجزاء یا اس کے ساتھ مزید اعضا نکالے جاتے ہیں۔ اور انہیں پھر تجزیہ کے لئے کیمیکل ایگزامینر لیبارٹری بھجوایا جاتا ہے۔ گویا اس سارے عمل میں کیمیکل ایگزامینر لیبارٹری کا بنیادی کردار ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ''ہاتھی کے پاؤں میں سب کا پاؤں'' پوسٹ مارٹم رپورٹ میں بھی کیمیکل ایگزامینر کی رپورٹ ہاتھی کے پاؤں کی حیثیت رکھتی ہے۔ تو آئیے اب ہم کیمیکل ایگزامینر لیبارٹری چلتے ہیں۔

لاہور میں کیمیکل ایگزامیر لیبارٹری 1863ء میں قائم کی گئی تھی اور 1905 میں اسے موجودہ جگہ برڈورڈ روڈ (نزد جیل روڈ) پر منتقل کیا گیا تھا۔ یہ انتہائی اہم لیبارٹری ہے جہاں پورے پنجاب کے علاوہ صوبہ سرحد اور آزاد کشمیر سے تجزیئے کی رپورٹیں لائی جاتی ہیں۔

کیمیکل ایگزامینر لیبارٹری کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے میں نے متعدد بار اس کے چکر لگائے پاکستان میں ''اوپر کی کمائی'' کے دو اہم محکمے ہیں۔ (1) انکم ٹیکس' (2) کسٹم ہاؤس...... لیکن نہیں' پاکستان میں اندھی کمائی کا اہم ذریعہ کیمیکل ایگزامینر لیبارٹری بھی ہے۔ یہاں کی ملازمت کو بلینک چیک تصور کیا جاتا ہے۔ یہاں ملازمت حاصل کرنے کے لئے ڈاکٹر بڑی بڑی سفارشیں کرواتے اور بھاری رشوت دیتے ہیں۔ (الا ماشاء اللہ) حقیقت یہ ہے کہ اگر ہسپتالوں اور میڈیکل کالجوں میں مردے ''ہلاک'' ہوتے ہیں تو کیمیکل ایگزامینر لیبارٹری میں ''موت'' فروخت ہوتی ہے۔ ''موت برائے فروخت'' کا یہ محکمہ پوسٹ مارٹم کے دم قدم سے آباد ہے۔ جب یہاں کیمیکل تجزیہ کے لئے پوسٹ مارٹم رپورٹوں کے نمونے لائے جاتے ہیں تو کیس کی نوعیت کے اعتبار سے ان کے ریٹ مقرر ہوتے ہیں۔ زیادتی کیس کا ریٹ 3 سے 4 لاکھ اور قتل کیس کا ریٹ 4 سے 8 لاکھ کے درمیان ہوتا ہے۔ یہ لیبارٹری اب تک ہزاروں بیگناہوں کو مجرم اور ہزاروں مجرموں کو معزز شہری کے سرٹیفکیٹ دے چکی ہے۔ اس لیبارٹری کی ایک اور بھی انفرادیت ہے جو دنیا کے کسی ترقی یافتہ ملک کی لیبارٹری میں بھی نہیں۔ وہ یہ کہ تجزیہ کیلئے بھجوائے گئے نمونے سیل بند ڈبوں میں پڑے رہتے ہیں اور ان کی رپورٹیں جاری کر دی جاتی ہیں۔ مثلاً نمونہ نمبر 428 لیبارٹری کو 16 مئی 1992 کو موصول ہوا یہ نمونہ ڈبہ بند سیلوں میں پڑا رہا مگر 13 مئی کو اس کا رزلٹ جاری کر دیا گیا۔ ڈسٹرکٹ ہسپتال قصور سے 23 مئی 1992 کو ایک نمونہ اسی طرح راولپنڈی سے ایک نمونہ موصول ہوا یہ دونوں بھی بند ڈبوں میں پڑے رہے مگر

باقی صفحہ 51 پر

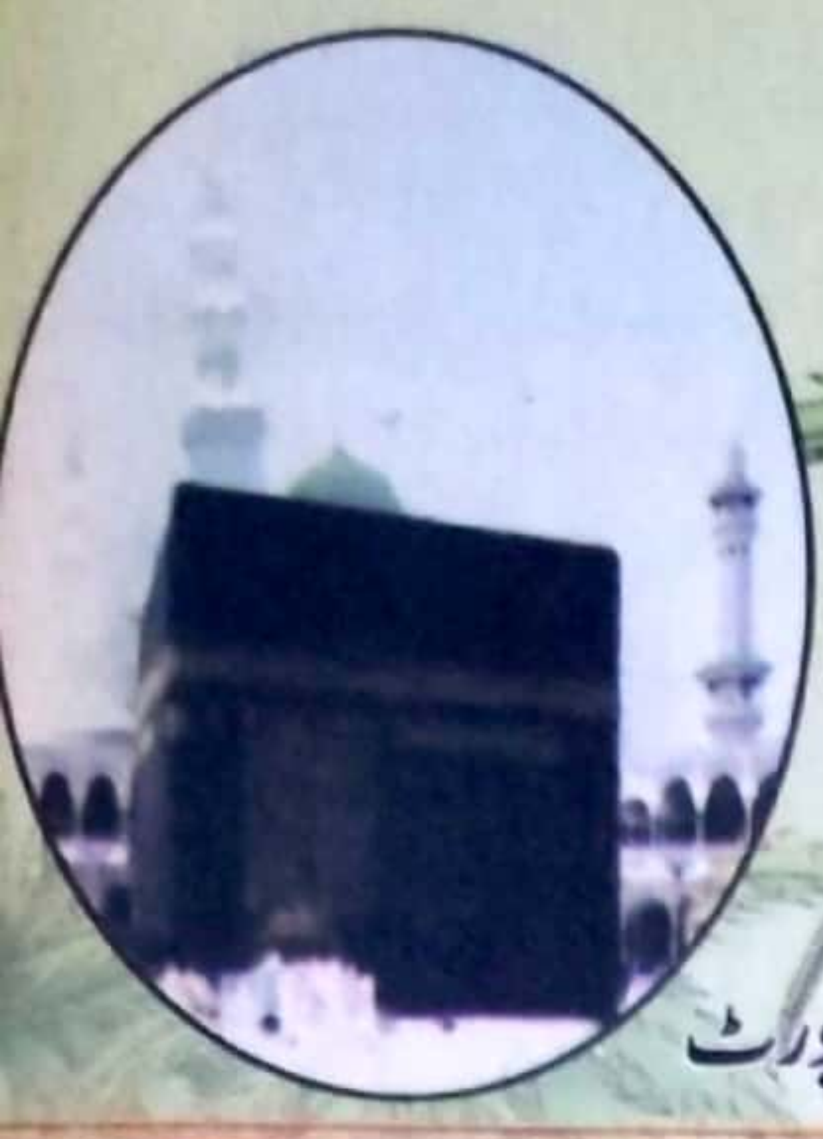

سعودی عرب

یہ مظاہرے کیوں...؟

الدعوۃ رپورٹ

سعودی عرب اس وسیع وعریض دنیا کا ایک ایسا ملک ہے جہاں سے کسی معمولی سی جھڑپ کی خبر بھی ملے تو کرہ ارض کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سعودی عرب اس پاک سرزمین کا نام ہے جس کا ذرہ ذرہ مسلمانوں کے لئے آفتاب و ماہتاب سے زیادہ اہم اور زیادہ قیمتی ہے۔ اسی عقیدت کا نتیجہ ہے کہ مسلمانان عالم سعودی عرب کی سلامتی وتحفظ اور استحکام کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتے ہیں اور شاید انہی دعاؤں کا نتیجہ اور رب العالمین کا خصوصی فضل وکرم ہے کہ سعودی عرب نہ صرف یہ کہ حاسد نظروں سے محفوظ ہے بلکہ اس ملک نے مثالی ترقی بھی کی ہے۔ ورنہ ریگستان میں جہاں دور دور تک پانی کا نام ونشان بھی نہیں ہوا کرتا تھا' ایسی معاشی سرسبزی وشادابی کہاں سے آتی؟

لیکن ایسا لگتا ہے کہ 19 لاکھ 72 ہزار مربع کلومیٹر کے رقبے پر پھیلے ہوئے اس پرامن ملک کا سکون غارت کرنے کی کوششیں شروع ہوچکی ہیں۔ گزشتہ دنوں جدہ اور ریاض میں جو مظاہرے ہوئے اور جنہیں روکنے کے لئے سعودی پولیس کو حرکت میں آنا پڑا' ہر حساس مسلمان کو فکر اور تشویش میں مبتلا کرنے کے لئے کافی ہیں۔ مظاہرین کے بارے میں بتایا جا رہا ہے کہ وہ اصلاح پسند ہیں اور سعودی عرب میں بدعنوانیوں سے پاک حکومت کا قیام چاہتے ہیں۔ ہر چند کہ ہم ان ''اصلاح'' پسندوں کے عزائم کی اصل حقیقت سے واقف نہیں ہیں لیکن ایک امکان یہ بھی ہے کہ سعودیہ میں انتشار واضطراب پیدا کرنے کی کوشش کے پیچھے وہی طاقتیں ہوں جو ہر مسلم ملک میں جمہوریت کے قیام کو ضروری سمجھنے کی تاریخی غلطی کی مرتکب ہورہی ہیں اور اپنے اس عظیم مقصد کی تکمیل کیلئے لاکھوں افراد کے قتل سے بھی دریغ نہیں کر رہی ہیں۔ اس کی واضح مثال افغانستان اور عراق ہیں جہاں کی حکومتیں نہ تو امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو پریشان کررہی تھیں نہ ہی ان کے لئے خطرہ بنی ہوئی تھیں لیکن ان کے خلاف بلا اشتعال مورچہ بندی کی گئی اور پھر فوج کشی۔ بے گناہ شہریوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کے جنون کا سفاکانہ مظاہرہ کرنے کے بعد اب صورت حال یہ ہے کہ افغانستان میں نام نہاد جمہوریت قائم کردی گئی ہے اور عراق میں اس کی داغ بیل ڈالنے کے انتظامات پورے کردیئے گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اب ان استعماری طاقتوں کو دیگر مسلم ملکوں کی جانب بڑھنا ہے کیونکہ قیام جمہوریت کے ''عظیم مقصد'' کے تحت ان کا اصل مقصد تو مسلمانوں کو کمزور' غیر مستحکم اور زیرنگیں بنانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب میں ہونے والے مظاہروں کی غرض وغایت پر ہمیں شبہ ہے۔ اگر واقعی اصلاح پسند واقع ہوئے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اصلاح کے لئے مظاہرہ اور حکومت وقت سے ٹکرانے کی کوشش ہی واحد ذریعہ باقی رہ گیا ہے؟ کیا دنیا کی تمام تر اصلاحی تحریکیں مظاہروں ہی کے دم خم پر زندہ ہیں؟ یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اصلاح کی تحریک کے ذریعہ کس قسم کی اصلاح مقصود ہے' کیا طرز حکومت کی تبدیلی' موجودہ حکومت کی بے دخلی یا کسی اور مقصد کی تکمیل اصلاح کہلائے گی؟

اگر اصلاح کے درپردہ سعودیہ میں بے اطمینانی پیدا کرنے کا کوئی منصوبہ کارفرما ہے تو ہمیں یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا کہ مظاہرین سعودی عرب کے وہ شہری ہیں جو کسی اور کے اشارے پر اپنی توانائی ضائع کررہے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر ان کا مقصد سعودی عرب کی حکومتی اور سرکاری امور میں کسی قسم کی تبدیلی ہے تو اس کے بہت سے طریقے ہوسکتے ہیں جن کے لئے حکومت وقت کو اعتماد میں لیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک مغربی ذرائع ابلاغ کا تعلق ہے' وہ شاہ فہد کی حکومت پر مطلق العنانی اور جبر واستبداد کا الزام عائد کرتے رہے ہیں لیکن یہ الزام اس لئے بے بنیاد معلوم ہوتا ہے کہ سعودی عرب میں حکومت مخالف جذبات

پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات بہت قریبی ہیں

وفاقی وزیر مملکت طارق عظیم کا جدہ میں خطاب

پاکستانی وزیر مملکت برائے افرادی قوت و اوورسیز پاکستانی سینیٹر طارق عظیم نے سعودی اور پاکستانی سرمایہ کاروں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستانی تارکین وطن کو پاکستان کی معاشی ترقی میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ اس وقت پاکستان کے اقتصادی حالات بہت حوصلہ افزا ہیں اور صورت حال مستحکم ہے اور جو کمپنیاں پاکستان میں سرمایہ کاری کرچکی ہیں ان کو کوئی مایوسی نہیں ہوئی۔ انہوں نے تارکین وطن سے کہا کہ آپ کو ملک میں سرمایہ کاری کرنی چاہئے کیونکہ ملک کی حالت پاکستانیوں سے بہتر اور کوئی نہیں جان سکتا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ چھوٹے اور اوسط درجے کے منصوبوں میں پاکستانی تارکین کی عملی شمولیت سے ملک میں اقتصادی انقلاب آجائے گا۔ انہوں نے کراچی اسٹاک ایکس چینج کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ گزشتہ تین سال میں انڈیکس 1700 پوائنٹ سے بڑھ کر 5700 پوائنٹ پر پہنچ گیا ہے اور دنیا میں سب سے بہتر کارکردگی والا اسٹاک ایکس چینج بن گیا ہے۔ انہوں نے سعودی عرب کے زینل گروپ' جفالی گروپ اور الحمرانی گروپ کی مثال دی' جنہوں نے اس وقت پاکستان میں سرمایہ کاری کی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ غیر ملکی سرمایہ کاروں کو 26 فیصد سے 60 فیصد منافع حاصل ہوا ہے اور ان پر منافع کو پاکستان سے باہر لے جانے پر کسی قسم کی کوئی بھی پابندی نہیں۔ سیمینار میں پاکستانیوں اور سعودی تاجروں کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ اس سے قبل قونصل جنرل مسعود اختر نے ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات بہت قریبی ہیں اور پاکستانی تارکین وطن نے ہر سطح پر مملکت کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ اس دورے سے یہ تعلقات مزید مستحکم ہوں گے۔

ے لیکر جرائم اور سماج دشمن سرگرمیوں تک کی تفصیل سے پتہ چلتا
ہے کہ وہاں اس قسم کے رجحانات یا تو عنقا ہیں یا برائے نام۔ اب
اگر چوری کرنے پر ہاتھ کاٹ دیئے جانے کی سزا حقوق انسانی کے
خلاف یا ظلم اور جبر ہے تو کوئی بتائے کہ دیگر ملکوں میں ناپسندیدہ
عناصر کو اس سے زیادہ بھیانک انجام کو نہیں پہنچایا جاتا۔ کوئی یہ بھی
باور کرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں کہ سعودی عرب کے
نوجوانوں میں بے چینی اور بے کلی سی پائی جاتی ہے کیونکہ وہ موجودہ
نظام سے خوش نہیں ہیں اور اپنے آپ کو محسوس اور مجبور پاتے ہیں
کیونکہ سعودی معاشرے کا رجحان سے پاک ہونا نعمت الٰہی ہے۔
البتہ بعض سعودی نوجوان اگر مغربی رجحانات کے زیر اثر ہیں اور
اپنے ملک میں بھی مغربی طرز کی نام نہاد آزادی کے قائل ہیں تو
ان کے افکار و خیالات کی وکالت نہیں کی جانی چاہیے۔

ہمیں پوری امید ہے کہ سعودی حکومت عدم استحکام پیدا
کرنے کی کوشش سے بحسن وخوبی نمٹنے میں کامیاب ہوگی۔

سعودی حکومت گزشتہ سال جاں بحق ہونے والے 24 پاکستانی حجاج کے لواحقین کو حج کرائے گی

گزشتہ سال حج کے موقع پر منیٰ میں بھگدڑ کے واقعے میں
جاں بحق ہونے والے 24 پاکستانی حجاج کے لواحقین کو اس سال
سعودی حکومت مفت حج کرائے گی۔

ایک نجی ٹیلی ویژن چینل کے مطابق اس اعلان کے تحت
72 پاکستانی سعودی حکومت کے خرچ پر حج کر سکیں گے۔ ٹی وی
رپورٹ کے مطابق ہر متاثرہ خاندان کے 3 افراد کو یہ سہولت فراہم
کی گئی ہے۔

عیدالاضحیٰ پر سعودی عرب میں 6 لاکھ 20 ہزار جانوروں کی قربانی کا انتظام

قربانی کا گوشت پاکستان' افغانستان' بنگلہ دیش سمیت دنیا بھر کے 23 ممالک کو بھیجا جائے گا

عیدالاضحیٰ کے موقع پر سعودی عرب میں قربانی کے لئے 6
لاکھ 20 ہزار جانوروں کا انتظام کیا گیا ہے۔ یہ بات اسلامی
ترقیاتی بنک کے صدر احمد محمد علی نے سعودی عرب میں مسلم ممالک
کے سفارت خانوں میں موجود حج مشن کے سربراہوں کو بتائی۔
اس موقع پر پاکستانی ڈائریکٹر حج مشن بحر اللہ ہزاروی نے کہا کہ
سعودی حکومت نے پروگرام بنایا ہے کہ قربانی کا گوشت غریب
ممالک کے ضرورت مند افراد تک پہنچایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ
قربانی کا گوشت پاکستان' افغانستان' بنگلہ دیش سمیت دنیا بھر کے
23 ممالک کو بھیجا جائے گا۔ اس غرض سے قربانی کے پروگرام کو
عملی جامہ پہنانے کے لئے 18 ہزار قصابوں اور معاونین و
کارکنان کی خدمات حاصل کی گئی ہیں جبکہ 481 ملین ریال کی
لاگت سے 4 ذبح خانے بنائے گئے ہیں۔

حجاج کرام کے لئے طبی سہولیات

13 ملین ریال کی لاگت سے متعدد طبی ادارے قائم

مدینہ منورہ میں شعبہ صحت نے حجاج کرام کی طبی خدمات کے
لئے انصار ہسپتال کو ایک ملین ریال کی لاگت سے تیار کیا ہے۔ یہ
ہسپتال حج کے دوران حجاج کرام کو مکمل طبی سہولیات مہیا کرے گا۔
اس کے علاوہ ساڑھے تین لاکھ ریال کی لاگت سے بلال ہیلتھ سنٹر
اور کئی ملین ریال سے بہت سے دوسرے طبی ادارے وقتی طور پر
تیار کئے گئے ہیں' جو تمام سہولیات سے آراستہ ہیں۔ ان
منصوبوں پر 13 ملین ریال کی لاگت آئی ہے۔

ابو علی عبدالوکیل

حجاج کرام کی راہنمائی

سعودی حکومت کے تحت مکہ مکرمہ میں جہاں دنیا کے
مختلف ممالک کے حجاج جمع ہوں گے' ان کی دینی راہنمائی کے لئے
جن حجاج کے پاس موبائل فون ہوگا' انہیں sms کے ذریعے
اسلامی راہنمائی کے پیغامات ارسال کئے جائیں گے۔

اطلاعات کے مطابق حجاج کرام کی راہنمائی کے لئے
اکیس مختلف طریقے اختیار کئے جائیں گے جس میں بیس مختلف
زبانوں میں کتابیں' کیسٹیں' پمفلٹس تقسیم کرنا شامل ہیں۔ نیز اس
موقع پر قرآن کریم کے بائیس لاکھ نسخے تقسیم کئے جائیں گے۔

خانہ کعبہ کو آب زمزم سے غسل دیا گیا

حج بیت اللہ شروع ہونے سے قبل مکہ کے گورنر شہزادہ
عبدالمجید نے غسل کعبہ میں خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن
عبدالعزیز کی نمائندگی کرتے ہوئے خانہ کعبہ کو آب زمزم اور عرق
گلاب سے غسل دیا۔ اس موقع پر سعودی شہزادے' اعلیٰ حکومتی اہلکار
اور اسلامی مملکت کے سفارتکار بھی موجود تھے۔ غسل کعبہ کے بعد
بات چیت کرتے ہوئے شہزادہ عبدالمجید نے کہا کہ حکومت
عازمین حج کو بہترین سہولتیں فراہم کرنے کے لئے کوئی کسر نہیں
چھوڑے گی۔ خانہ کعبہ کو ہر سال ماہ رمضان اور حج بیت اللہ سے
قبل دو مرتبہ غسل دیا جاتا ہے جبکہ ہر سال خانہ کعبہ کا غلاف
(کسوہ) تبدیل کیا جاتا ہے جو کہ مکہ کی ایک خصوصی سرکاری فیکٹری
میں ساڑھے چار سو کلوگرام ریشم اور پندرہ کلوگرام سونے سے تیار
کیا جاتا ہے۔

کیا آپ چاہتے ہیں کہ....

حرمین کی سرزمین سعودیہ میں مقیم
آپ کے دوست احباب، بھائی، رشتہ داران تک
مجلۃ الدعوۃ کے ذریعے خالص توحید کی دعوت پہنچے....؟

اگر آپ کا جواب ''ہاں'' میں ہے تو
اس بھائی کا مکمل ایڈریس، اس کے نظریات وافکار کی مختصر جھلک،
اس کی وہاں ذمہ داری وکام کے بارے میں مختصراً ہمیں آگاہ کریں۔
ہماری کوشش ہوگی کہ اس بھائی تک مجلۃ الدعوۃ پہنچایا جائے۔
آپ کی یہ چھوٹی سی کاوش کسی کی اصلاح کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

انچارج
آئینہ حجاز

ماہنامہ مجلۃ الدعوۃ 4- لیک روڈ چوبرجی لاہور پاکستان
فون
92-42-7314529

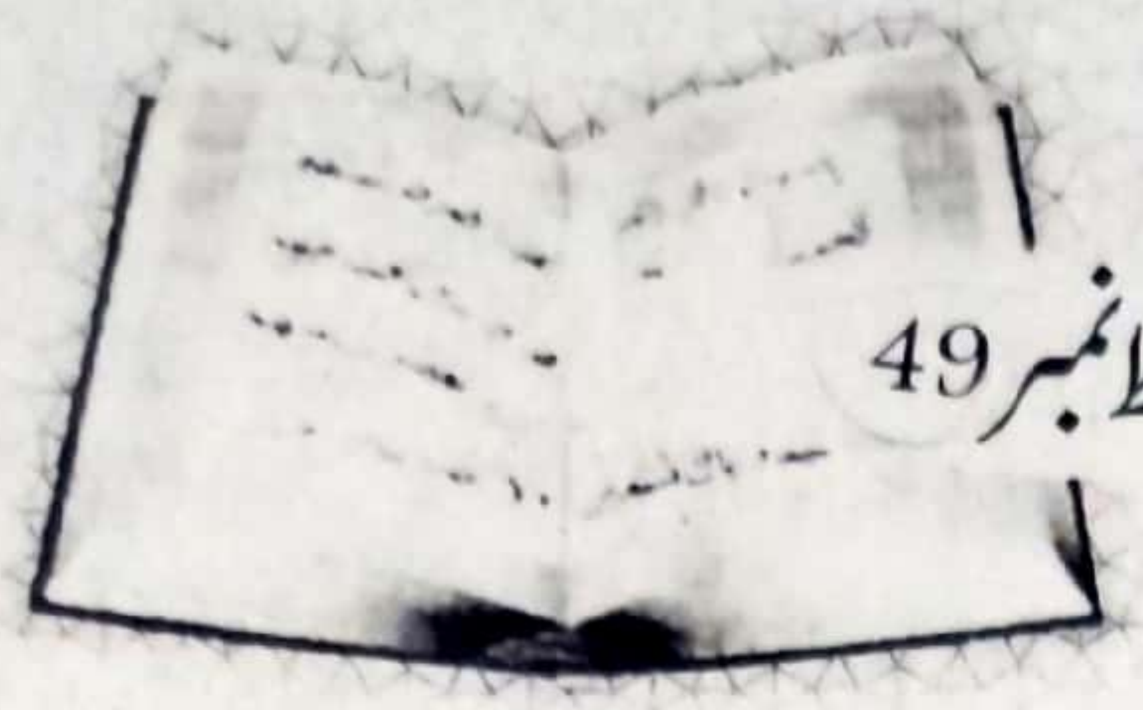

درس قرآن

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

سورۃ الانعام کی تشریح و تفسیر

ابراہیم ﷺ کا دین ہی حنیف اور پختہ دین ہے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے

قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ
الْمُشْرِكِينَ ﴿161﴾ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿162﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ
وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿163﴾ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَكْسِبُ
كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ
تَخْتَلِفُونَ ﴿164﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ
فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿165﴾ (الانعام)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے ربّ نے ایک سیدھا راستہ بتادیا ہے کہ وہ ایک دین مستحکم ہے جو طریقہ ہے ابراہیم ﷺ کا جو اللہ کی طرف یکسو تھے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔ آپ فرمادیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو ربّ بنانے کے لئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ پھر تم سب کو اپنے ربّ کے پاس جانا ہوگا۔ پھر وہ تم کو جتلائے گا۔ جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا تاکہ تم کو آزمائے ان چیزوں میں جو تم کو دی ہیں۔ بالیقین آپ کا ربّ جلد سزا دینے والا ہے اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

مفردات

مُسْتَقِيْم کا مادہ (ق-و-م) ہے اور یہ اِسْتَقَامَ یَسْتَقِیْمُ (باب استفعال) کا اسم فاعل ہے اس کا معنی ہے = سیدھا = جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہ ہو۔

۲۔ حنیفا = کا مادہ (ح-ن-ف) ہے اور یہ حنف یحنف سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ''ایک طرف مائل

ہونے والا یعنی تمام ادیان و مذاہب سے ہٹ کر ایک دین قیم (ٹھوس) کی طرف مائل ہونے والا

۳۔ اَبْغِی کا مادہ (ب۔غ۔ی) ہے۔ اور یہ بَغَی یَبْغِی باب ضرب یضرب) سے واحد متکلم فعل مضارع معلوم ہے اس کا معنی = میں طلب یا تلاش کرتا ہوں۔

۴۔ خَلَائِف۔ خَلِیفَۃٌ کی جمع ہے جس کا معنی حاکم یا ایک کے بعد دوسرے کا وارث بنتا ہے۔

تفسیر:

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی آیات کے منکرین و مکذبین اور حق کی راہ چھوڑ کر آباء واجداد اور دوسری شخصیات اور آراء و خواہشات کی بناء پر حزبیت و فرقہ پرستی اختیار کرنے والوں کا تذکرہ تھا اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو ارشاد فرمارہے ہیں کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ حق کی راہ اور ہدایت صرف وہ ہے جس پر میں ہوں' یہی صراط مستقیم اور ٹھوس دین ہے جو صحیح عقائد اور درست اعمال اور بہترین قواعد پر مشتمل ہے جس میں ہر اچھی بات کا حکم دیا گیا ہے اور ہر قبیح و گندی بات سے روکا گیا ہے اور یہی تمام انبیاء ورسل علیہم السلام خاص طور پر امام الموحدین ابوالانبیاء والمرسلین خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کا مذہب ہے اور یہی ملت ابراہیم دین حنیف اور صراط مستقیم ہے جو ہر اس انحراف اور کجروی سے پاک ہے جو مشرکین اور یہود و نصاریٰ میں پائی جاتی ہے۔ چونکہ مشرکین مکہ اور یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ ہم ابراہیمی ہیں اور ملت ابراہیم کے پیروکار ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعدد مقامات پر ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ملت کا بیان فرمایا ہے خاص طور پر ابراہیم علیہ السلام کی صفت حنیفیت کو نمایاں کیا ہے کہ وہ "حنیف" تھا یعنی تمام ادیان و مذاہب باطلہ سے علیحدہ اور بیزار ہوکر صرف اور صرف دین حق کا پیروکار تھا۔ اللہ کے لئے محبت' اللہ کے لئے دشمنی' اللہ کے لئے جوڑنا اور اللہ کے لئے توڑنا' اللہ کے لئے دینا اور اللہ کے لئے روکنا اور اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی راہ میں نچھاور کرنا اور قربان کردینا ان کا منہج و مشن تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ دین ابراہیمی سے وہی بے رغبتی کرے گا جو محض بے وقوف ہو۔ (البقرہ۔ ۱۳۰)

اور فرمایا= وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ (الحج۔ ۷۸)

اور اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسے جہاد کا حق ہے۔ اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی دین تمہارے باپ ابراہیم کا (قائم رکھو)"

اور فرمایا= إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۲۳﴾ (۱۲۰۔ ۱۲۳) النحل)

بے شک ابراہیم علیہ السلام پیشوا اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور یک طرفہ مخلص تھے' وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکرگزار تھے' اللہ نے انہیں اپنا برگزیدہ کرلیا تھا اور انہیں راہ راست سجھادی تھی۔ ہم نے اسے دنیا میں بھی بہتری دی تھی اور بے شک وہ آخرت میں بھی نیکوکاروں میں سے ہیں۔ پھر ہم نے آپ ﷺ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں' جو مشرکوں میں نہ تھے۔

اور فرمایا= قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (آل عمران۔ ۹۵)

کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے تم بس ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کرو' جو مشرک نہ تھے"۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین ملت ابراہیم ہی ہے۔ مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو ان سے کیا نسبت اور تعلق جو شرک و کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں اور مشرکین فرشتوں' یہود عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی اولاد مانتے ہیں اور مشرکین بزرگوں کی تصویروں' مزاروں اور بتوں کو مشکل کشائی اور حاجت روائی کے اڈے بناکر ان کے نام کی نذر و نیاز دے کر چڑھاوے چڑھاکر ملت ابراہیم سے منحرف ہوچکے ہیں اور یہود و نصاریٰ کفر و شرک کو اپناکر اور اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بناکر جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

یہود و نصاریٰ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی۔ باب حدیث ۴۴۴۳)

وہ اپنے علماء اور مذہبی پیشواؤں کی تقلید میں مبتلا ہوکر ابراہیمی راہ سے دور ہوچکے ہیں۔ ان کا ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا= مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (ال عمران۔ ۶۷)

ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی تھے بلکہ وہ تو یک طرفہ (خالص) مسلمان تھے اور وہ مشرک بھی ہرگز نہ تھے"۔

بلکہ ان کی بجائے ابراہیم علیہ السلام کے قریب و نزدیک اللہ تعالیٰ کے رسول اور ان کی پیروی کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ (آل عمران۔ ۶۸)

"سب لوگوں سے زیادہ ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا کہنا مانا اور یہ نبی اور جو لوگ ایمان لائے' مومنوں کا ولی اور سہارا اللہ ہی ہے۔"

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ جناب تمام ادیان میں سے اللہ تعالیٰ کو کونسا دین پسند ہے؟ فرمایا (ملت) حنیفیہ یک طرفہ (یعنی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے) اور آسان۔ مسند احمد۔ (۲۳۶/۱)

رسول اللہ ﷺ کو جو ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام آپ سے افضل ہیں کہ کیونکہ آپ اس ملت پر ایسے کامل طریق سے کاربند ہوئے کہ تمام انبیاء ورسل علیہم السلام میں سے کوئی بھی اس کمال کو نہیں پہنچا لہٰذا آپ ہی افضل الانبیاء والمرسلین اور خاتم الانبیاء والمرسلین اور آپ ہی اولاد آدم کے سردار ہیں اور آپ ہی مقام محمود پر فائز ہوں گے جس کی طرف ابراہیم علیہ السلام سمیت سب انبیاء ورسل رجوع کریں گے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیان کیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق و رہنمائی کی وجہ سے صراط مستقیم اور ٹھوس دین پر ہوں اور شرک سے بیزار ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے رسول ﷺ آپ ان لوگوں سے اپنا عقیدہ اور عبادات و اعمال میں اپنا اخلاص بیان کردیں تاکہ لوگ آپ کی پیروی میں اس اخلاص والی راہ پر چلیں اور شرک سے بچیں کیونکہ اسی کا عقیدہ و عمل قبول ہے جس کا عقیدہ و عمل رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری نماز اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اس سے تمام نمازیں مراد ہیں یعنی فرائض و نوافل۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت میں نماز ایک کامل اور مکمل عبادت ہے جو زبانی عبادات (حمد و ثناء اور تعریف و توصیف اور سوال و استعانت) اور قلبی عبادات (اللہ کے لئے اخلاص و محبت اور خوف و خشیت' انابت و رجوع الی اللہ) اور اعضاء کی عبادات (قیام' رکوع' سجدہ' تشہد) پر مشتمل ہے۔

اور فرمایا کہ میرا ذبح کرنا بھی صرف ایک اللہ کیلئے ہے میں ایک اللہ کے علاوہ کسی اور کے لئے ذبح نہیں کرتا جیسا کہ سورہ کوثر میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ارشاد فرمایا

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الکوثر۔ ۲)

"پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر"

چونکہ مشرکین غیر اللہ (بتوں وغیرہ) کے لئے عبادات رکوع و سجود وغیرہ کرتے تھے اور ان کیلئے ذبح کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ﷺ ان کی مخالفت کریں اور اپنی تمام بدنی عبادات وذبح وغیرہ صرف ایک اللہ کیلئے کریں۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ (عید قربان) کے دن دو مینڈھے ذبح کئے اور ذبح کرتے وقت یہ کلمات پڑھے۔ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الانعام ۷۹)

"میں اپنارخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یکسو ہو کر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۱۶۲) لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ (الانعام ۱۶۲۔ ۱۶۳)

بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے (۱۲۶) المستدرک للحاکم۔ ۲/۴۶۷)

لیکن افسوس ہے کہ نام نہاد مسلمان اور کلمہ گو مشرک اللہ تعالیٰ کے کلام اور اپنے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ زندوں، مردوں اور قبروں و مزارات اور آستانوں، درگاہوں، درختوں اور بزرگوں سے منسوب جگہوں وغیرہ پر قیام، رکوع و سجود وغیرہ بھی کرتے ہیں اور ان کے لئے جانور ذبح بھی کرتے ہیں اور ان کے لئے نذر و نیاز دیتے ہیں اور چڑھاوے بھی چڑھاتے ہیں۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ (یوسف ۱۰۶)

ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے بھی مشرک ہیں"

اسی لئے ایسے لوگوں پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے

لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدًا

"اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا" (صحیح بخاری کتاب المغازی = حدیث ۴۴۴۳)

اور فرمایا: وَلَعَنَ اللَّهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جس نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے کے نام پر ذبح کیا" (صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحریم الذبح لغیر اللہ)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ کہلوایا کہ میری زندگی اور موت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ میری زندگی کے تمام اعمال اور نیکیاں اور مرتے وقت صدقات وخیرات کی وصیتیں یعنی میرا مرنا، جینا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور میری زندگی و موت میرے بس واختیار میں نہیں یہ صرف اس اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جیسے چاہے تصرف کرے۔

اور وہ اللہ تمام جہانوں (جن وانسان، چرند و پرند و درند، خشکی وتری اور فضاؤں کی تمام مخلوق وغیرہ) کے پالنے والے اور ان کی تمام ضروریات کا انتظام واہتمام کرنے والے ہیں۔ اس اللہ کا کوئی شریک، ساجھی، برابری کرنے والا نہیں۔ وہ اپنی ذات وصفات، تصرفات واختیارات اور عبادت کی تمام اقسام وانواع، بدنی ومالی کے مستحق ہونے میں منفرد و یکتا ہے۔

مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں تمام انبیاء ورسل علیہم السلام کی دعوت یہی توحید الوہیت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا= ہم نے آپ سے پہلے جتنے انبیاء بھیجے سب کو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری عبادت کرو۔ (الانبیاء۔ ۲۵)

اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام انبیاء اسی پر کاربند تھے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں سیدنا نوح علیہ السلام کے متعلق موجود ہے کہ انہوں نے کہا

وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (یونس۔ ۷۲)

مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں (فرمانبرداروں) میں سے رہوں"

اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ = اسلم فرمانبردار ہو جا تو انہوں نے فرمایا۔

قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (۱۳۱) میں رب العالمین کے لئے فرمانبردار ہو گیا۔ (البقرہ۔ ۱۳۱)

سیدنا ابراہیم ویعقوب علیہما السلام کی اپنی اولاد کو یہی وصیت تھی۔

فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (البقرہ۔ ۱۳۲)

تمہیں موت اسلام پر آنی چاہیے۔

سیدنا یوسف علیہ السلام نے دعا کی= تَوَفَّنِي مُسْلِمًا (یوسف۔ ۱۰۱)

مجھے اسلام کی حالت میں دنیا سے اٹھانا۔"

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو تلقین کی۔

فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ (یونس۔ ۸۴)

اگر تم مسلمان ہو تو اسی پر بھروسہ کرو"۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے کہا۔

وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (المائدہ۔ ۱۱۱)

"اور آپ گواہ رہئے کہ ہم پورے فرمانبردار ہیں"

اسی طرح تمام انبیاء ورسل اور ان کے مخلص پیروکاروں نے اسی فرمانبرداری (توحید الوہیت) کو اپنایا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ساتھ عبادت اور توکل میں شرک کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ کیا میں ایک اللہ کے علاوہ کسی اور کو (معبود) مانوں حالانکہ ہر چیز کا خالق ومالک پالنے والا رب ہے۔ وہی میری اور تمام مخلوق کی حفاظت کرتا ہے تو میں اسے چھوڑ کر کسی اور پر کیوں بھروسہ کروں، میں تو صرف اسی پر بھروسہ کروں گا اور صرف اسی کی طرف رجوع کروں گا کیونکہ وہی ہر چیز کا رب ومالک اور بھروسہ کے لائق ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں تلقین کی۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (الفاتحہ۔ ۴)

"ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں"

اور اپنے رسول کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

"پس تو اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ"۔ (ھود۔ ۱۲۳)

اور فرمایا" ہمیشہ زندہ اللہ پر توکل کر جسے کبھی موت نہیں۔ (الفرقان۔ ۵۸)

اور فرمایا" آپ اللہ ہی پر توکل رکھیں وہ کارسازی کے لئے کافی ہے۔ (الاحزاب۔ ۳)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: آپ کہہ دیجئے کہ وہی رحمان ہے ہم تو اس پر ایمان لا چکے اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ (الملک ۲۹)

اور فرمایا= مشرق و مغرب کا پروردگار جس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنالے۔ (المزمل۔ ۹)

اس مفہوم کی آیات بکثرت ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قیامت کے احوال بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ عدل وانصاف کرے گا اور ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ ملے گا۔ عمل اچھا ہے تو اچھا بدلہ اور اگر عمل برا ہے تو برا بدلہ۔ ایسا نہیں ہوگا کہ کسی کو اس کے ناکردہ گناہ کی سزا ملے یا اس کی نیکی کا اجر وثواب کم کر دیا جائے اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لئے اور جو برا

کام کرے گا اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔ (حم السجدہ ۴۶)

اور فرمایا= کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اگر کوئی گراں بار دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے گا تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھائے گا گو قرابت دار ہی ہو" (فاطر۔ ۱۸)

اس مفہوم کی آیات بکثرت ہیں

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نبی ﷺ توحید الوہیت کے منکرین اور اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں سے کہیے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد بھی اگر تم اپنی مخالفت اور اختلاف جاری رکھے ہوئے ہو تو تم اپنا کام کرو اور ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ ہم سب ایک دن اللہ تعالیٰ کے پاس پیش ہوں گے وہ ہمیں اور تمہیں اپنے اپنے اعمال کی خبر دے گا اور جو ہم دنیا میں اختلاف کرتے تھے اس کے متعلق بھی بتائے گا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا" کہہ دیجئے کہ ہمارے کئے ہوئے گناہوں کی بابت تم سے کوئی سوال نہ کیا جائے گا نہ تمہارے اعمال کی باز پرس ہم سے کی جائے گی۔ انہیں خبر دے دیجئے کہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کر کے پھر ہم میں سچے فیصلے کر دے گا۔ وہ فیصلے چکانے والا اور دانا ہے۔ (سبا۔ ۲۵۔۲۶)

سورت الانعام کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس نے تمہیں زمین میں حکمران بنایا ایک دوسرے کا وارث یعنی ایک مرتا ہے تو دوسرا اس کا وارث بن جاتا ہے پھر وارث مر جاتا ہے تو اس کا وارث کوئی اور بن جاتا ہے اور تم میں سے ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا اور فقر و غنا' علم و جہل' صحت و بیماری میں تمہارے مختلف درجات بنائے تاکہ تمہیں اپنی طرف سے دی ہوئی چیزوں میں آزمائے جس کو جو کچھ دیا ہے اسی میں اس کی آزمائش ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

ہم نے ہی ان کی زندگانی' دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہے اور ایک کو دوسرے سے بلند کیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو ماتحت کر لے۔ (الزخرف۔ ۳۲)

اور فرمایا: دیکھ لے کہ ان میں ایک کو ایک پر ہم نے کس طرح فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت تو درجوں کی تمیز میں اور بھی بڑھ کر ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے۔' (بنی اسرائیل۔ ۲۱)

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ترغیب و ترہیب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجرموں' باغیوں' نافرمانوں کو جلد سزا دینے والا ہے اور فرماں برداروں' اطاعت کرنے والوں' ماننے والوں کیلئے بخشنے والا مہربان ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں اور ساتھ ہی میرے عذاب بھی نہایت دردناک ہیں۔ (الحجر=۴۹۔۵۰)

اور فرمایا: "یقیناً آپ کا ربّ معافی والا اور دردناک عذاب والا ہے۔ (۴۳)

یہ ترہیب (ڈرانا) و ترغیب (شوق و امید دلانا) کا انداز قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان ہوا ہے اسی لئے جنت و جہنم کا ذکر اور اہل ایمان کے لئے نعمتوں اور اہل کفر کے لئے عذابوں کا بیان ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور مومنوں کی صفات میں خوف (جہنم سے) و طمع (جنت کا) کے ذکر کا یہی مطلب ہے کہ مومن جنت کا طمع و شوق رکھتے ہیں اور جہنم سے ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " وہ اپنے ربّ کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں"۔

لہذا مومنوں کو امید اور خوف دونوں ہونے چاہئیں' اللہ کی رحمت اور نعمتوں کی امید اور اس کے غصہ اور عذابوں کا ڈر رکھنا چاہئے کیونکہ "الایمان بین الخوف والرجاء"

یعنی ایمان' خوف اور رجاء کے درمیان ہے۔ لہٰذا نہ تو اتنی امید ہے کہ میں تمام نافرمانیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بچ جاؤں گا چاہے توبہ کروں یا نہ کروں اور نہ اتنا ڈر ہو کہ کہئے کہ میری تو بخشش کی کوئی صورت ہی نہیں' چاہے توبہ بھی کر لوں۔

اسی لئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اتنی امید ہے کہ اگر اللہ قیامت کے دن اعلان کر دیں کہ میں سب لوگوں کو جہنم میں ڈالوں گا سوائے ایک کے تو ہو سکتا ہے کہ وہ ایک میں ہوں۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈر لگتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اعلان کر دیں کہ میں سب لوگوں کو جنت دوں گا سوائے ایک کے تو ہو سکتا ہے کہ وہ ایک میں ہوں۔

لیکن عام زندگی میں خوف امید پر غالب اور وفات کے وقت امید خوف پر غالب ہونی چاہئے۔

فوائد:

۱۔ ملت ابراہیم ہی اسلام ہے۔

۲۔ توحید ربوبیت والوہیت کا اقرار و اعتقاد فرض اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی ذات اور صفات اور عبادت کی اقسام میں مخلوق میں سے کسی کی بھی شراکت' کا اعتقاد حرام ہے۔

۳۔ قیامت کے دن عدل و انصاف کا بیان۔

۴۔ غناء و فقر اور صحت و بیماری وغیرہ میں مخلوق کا مختلف درجات میں ہونا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق ہے اور اس میں لوگوں کی آزمائش ہے۔

الحمد للہ سورہ انعام مکمل ہوئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہم سب کو تمام اعمال میں اخلاص نصیب فرمائے۔ آمین

رابطہ فون نمبرز دفتر جماعۃ الدعوۃ لاہور

استقبالیہ لاہور زون:- 7240960-7242647
7240979۔شعبہ خدمت خلق' 7240979
شعبہ گلہ جات 7242639

اہم اعلان

طیبہ ڈسپنسری برائے خواتین میں خدمت مجاہدین کے جذبے سے سرشار لیڈی ڈاکٹر' نرس' ہیلتھ وزیٹر رابطہ کریں۔
بمقام: مرکز طیبہ مرید کے جی ٹی روڈ ضلع شیخوپورہ ننگل ساہداں' شعبہ خواتین فون نمبر 7991506

کل من علیها فان

جماعۃ الدعوۃ شعبۂ تعلقات عامہ کے مسئول محترم کرنل نذیر احمد صاحب کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

مجلّہ الدعوۃ میں شائع ہونے والے "تربیتی کالم برائے کارکنان"

"مسئولیت اور اس کے تقاضے"

کے نام سے اب کتابی صورت میں دستیاب ہیں۔ اجتماع کے موقع پر دارالاندلس کے سٹال سے حاصل فرمائیں۔

خصوصیات: جماعۃ الدعوۃ کے کارکنان و مسئولین کے لئے موقع بہ موقع رہنمائی...... انفرادی و جماعتی غلطیوں کی نشاندہی...... احساس ذمہ داری کا شعور...... داعیانہ مجاہدانہ صفات پیدا کرنے والی دلکش پر تاثیر تحریروں سے مزین اس کتاب کا ہر داعی و مجاہد کے پاس ہونا ضروری ہے۔

سلسلہ تدریس الحدیث   قسط نمبر 47   حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

آیئے حدیث پڑھیں

بلوغ المرام کی کتاب الطہارة کی تشریح

وضوء کا طریقہ

۲/۳۰ عَنْ حُمْرَانَ أَنَّ عُثْمَانَ دَعَا بِوَضُوءٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوئِي هَذَا (متفق علیہ)

حمرانؒ سے روایت ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے وضوء کا پانی منگوایا اپنی دونوں ہتھیلیاں تین مرتبہ دھوئیں پھر کلی کی' ناک میں پانی چڑھایا اور ناک کو جھاڑا پھر اپنا چہرہ دھویا تین مرتبہ۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھویا پھر بایاں اسی طرح دھویا پھر سر کا مسح کیا پھر اپنا دایاں پاؤں ٹخنوں تک تین مرتبہ دھویا پھر بایاں اسی طرح دھویا پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے میرے اس وضوء کی طرح وضوء کیا۔ (بخاری و مسلم)

تخریج: بخاری (۱۵۹) الوضوء باب الوضوء ثلاثا ثلاثا' مسلم (الطہارة/۳) تحفۃ الاشراف (۷/۲۴۹)

حمرانؒ بن ابان۔ یہ عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام تھے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد کی کسی جنگ میں غلام بنا کر عثمان کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا۔ ثقہ ہیں ۷۵ھ میں فوت ہوئے۔

فوائد

۱۔ مصنف نے وضوء کے بیان میں عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث کو اصل بنا کر باقی احادیث سے وضوء کے بیان کی تکمیل کی ہے۔

۲۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وضوء اور دوسرے مسائل سکھاتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا عمل نقل کر دیتے یا خود وہ عمل کر کے بتا دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ عمل اس طرح کیا کرتے تھے۔ تعلیم کا اس سے بہتر طریقہ آج تک ایجاد نہیں ہو سکا یہی سمعی' بصری تعلیم ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاں وضوء سکھانے کا طریقہ یہ نہیں تھا کہ وضوء کے فرض اتنے ہیں' واجب اتنے سنتیں اتنی اور مستحبات اتنے ہیں۔ کیونکہ یہ تعداد اچھے سے اچھا عالم بھی ہر وقت یاد رکھ سکتا ہے نہ ہی فقہاء ان اصطلاحات کے مفہوم پر متفق ہیں۔ یہ طریقہ مسلمانوں کے دور انحطاط کی پیداوار ہے۔ ہاں یہ علم ہونا چاہئے کہ کون سا کام ہے جو نہ کریں تو وضوء ہو جاتا ہے۔

۳۔ بعض لوگوں نے وضوء کے فرض صرف چار قرار دیئے ہیں (۱) چہرے کا دھونا (۲) ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا (۳) سر کا مسح (۴) پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا کیونکہ قرآن مجید میں ان چار ہی چیزوں کا حکم ہے ان کے کہنے کے مطابق کلی کرنا' ناک میں پانی چڑھانا' اسے جھاڑنا اور دوسرے کام جو حدیث میں مذکور ہیں یا جن کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے ضروری نہیں ہیں۔ (مختصر القدوری) حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی ہی تفسیر فرمائی ہے۔ اب جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے

کے مطابق وضوء کرے گا۔ اس کا وضوء قرآن کے حکم پر کاربند قرار پائے گا۔ جو اس طریقے کے مطابق وضوء نہیں کرے گا اس کا وضوء نہیں ہوگا۔ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

۴۔ اس حدیث میں سر کا مسح چھوڑ کر باقی اعضاء تین تین مرتبہ دھونے کا ذکر ہے یہ وضوء کا مکمل اور افضل درجہ ہے اگر ایک ایک یا دو دو مرتبہ دھوئے یا بعض اعضاء کو ایک مرتبہ اور بعض کو دو یا تین مرتبہ دھولے تو یہ بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ ہاں اگر سو کر اٹھا ہو تو پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین دفعہ ہتھیلیوں کو دھونا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر رات سو کر اٹھے تو تین دفعہ ناک جھاڑنا ضروری ہے۔ جیسا کہ احادیث آرہی ہیں۔

۵۔ اس حدیث میں کلی کرنا، ناک میں پانی چڑھانے اور ناک جھاڑنے کی تعداد صاف لفظوں میں مذکور نہیں مگر چہرے کو دھونے کا ذکر کرنے کے بعد تین دفعہ کا ذکر آیا ہے اور یہ تینوں کام بھی چہرے کا حصہ ہیں اس لئے یہ بھی تین تین دفعہ ہی مراد ہیں۔ اسی طرح یہ تینوں عمل قرآن کے حکم (چہروں کو دھوؤ) میں شامل ہیں۔ اگر یہ عمل نہ کئے جائیں تو نہ چہرے کو دھونے کے حکم پر عمل ہوگا نہ وضوء درست ہوگا۔

۶۔ اس حدیث میں تمام اعضاء میں پہلے دائیں اور پھر بائیں عضو کو دھونے کا ذکر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو پسند بھی یہی تھا۔ آپ ﷺ سے اس کے خلاف ایک مرتبہ بھی ثابت نہیں۔ اس لئے بائیں طرف سے شروع کرنے کو بھی درست قرار دینا درست نہیں۔

۷۔ اس حدیث میں کانوں کے مسح کا ذکر نہیں ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ کانوں کا مسح نہ بھی کرے تو جائز ہے بلکہ کانوں کا مسح سر کے مسح میں ہی داخل ہے۔ کیونکہ کان سر کا حصہ ہیں جیسا کہ دوسری صحیح احادیث میں سر کے ساتھ کانوں کے مسح کا ذکر ہے اگر کانوں کو سر کا حصہ شمار نہ کیا جائے تو پھر چہرے کا حصہ شمار کر کے دھونا پڑے گا۔ حالانکہ تمام احادیث میں کانوں کے مسح کا ہی ذکر ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہی پانی جو سر کے مسح کے لئے لیا ہے کانوں کے مسح کے لئے بھی کافی ہے الگ پانی لینے کی ضرورت نہیں۔

۸۔ بعض لوگ جو سر کے مسح کے بعد الٹے ہاتھوں سے گردن کا مسح کرتے ہیں یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔ ہاں سر کا مسح کرتے وقت ہاتھوں کو گدی تک لے جانا اور واپس لانا ثابت ہے اور یہی سنت ہے۔

مفردات: خیشومہ۔ ناک کا اوپر کا حصہ۔ بعض نے کہا کہ

٣١/٣ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ في صفة وضوء النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَاحِدَةً

أَخْرَجَهُ أَبُودَاوُدَ وَأَخْرَجَهُ التِّرْمَذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ بَلْ قَالَ التِّرْمَذِيُّ إِنَّهُ أَصَحُّ شَيْءٍ فِي الْبَابِ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کے وضوء کے بیان میں روایت ہے فرمایا: آپ نے اپنے سر کا مسح ایک مرتبہ کیا۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور ترمذی اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا بلکہ ترمذی نے فرمایا اس مسئلہ میں یہ سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے۔

تخریج: (صحیح) ابوداؤد الطہارۃ باب صفۃ وضوء النبی ﷺ (١/١١١، ١١٥) ترمذی (الطہارۃ رقم ٤٨) نسائی (باب صفۃ الوضوء ٩٥) دیکھئے تحفۃ الاشراف (٧/٧/٤)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد تھے خلیفہ راشد ہیں۔ تبوک کے علاوہ تمام معرکوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ تبوک کے موقعہ پر نبی ﷺ نے انہیں مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ بدبخت عبدالرحمٰن بن ملجم نے ان پر تلوار کے تین وار کئے جمعہ کی صبح ١٧ رمضان ٤٠ھ کو کوفہ میں شہادت پائی۔

فائدہ

عثمان رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث میں سر کو چھوڑ کر دوسرے اعضاء کو تین تین مرتبہ دھونے کا ذکر ہے مگر سر کے مسح میں تین دفعہ کا ذکر نہیں جس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ ہی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اس بات کی صراحت ہے آپ ﷺ نے سر کا مسح ایک ہی مرتبہ کیا۔ اکثر علماء یہی فرماتے ہیں کہ سر کا مسح ایک دفعہ سے زیادہ نہیں کیونکہ اس مفہوم کی احادیث زیادہ صحیح ہیں بلکہ بعض علماء نے تو تین دفعہ مسح کی احادیث کو صحیح تسلیم ہی نہیں کیا ان کا کہنا ہے کہ اگر تین مرتبہ مسح کیا جائے تو یہ دھونے کی صورت بن جائے گی جبکہ حکم مسح کا ہے دھونے کا نہیں۔

بعض علماء تین دفعہ مسح مستحب ہونے کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ اکثر احادیث جن میں اعضاء کو تین تین مرتبہ دھونے کا ذکر ہے ان میں سر کے مسح کا ذکر ایک ہی دفعہ ہے مگر ابوداؤد میں عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سر کا مسح تین دفعہ کرنے کا ذکر ہے ابوداؤد نے یہ حدیث دو سندوں سے روایت کی ہے جن میں سے ایک کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے۔ صاحب عون المعبود اور شیخ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

اس کے علاوہ صحیح مسلم کی روایت کہ نبی ﷺ نے تین تین مرتبہ وضوء کیا" کے ظاہر کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سر کا مسح تین دفعہ کیا جائے۔ امام شافعی بھی اسی کے قائل ہیں مولانا شمس الحق صاحب عون المعبود فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ ایک مرتبہ مسح کی احادیث تین مرتبہ مسح کی احادیث سے تعداد میں زیادہ ہیں اور صحت کے لحاظ سے بھی زیادہ قوی ہیں۔ تین مرتبہ مسح کی احادیث بھی بعض سندوں سے صحیح ہیں لیکن قوت میں ان کے برابر نہیں۔ اس لئے ایک مرتبہ مسح مختار ہے اور تین دفعہ میں بھی کوئی جرح نہیں۔ عون المعبود (الطہارۃ باب ٥٠ حدیث ١٠٨)

میری دانست کے مطابق تطبیق بھی ہو سکتی ہے کیونکہ مسح کا جو طریقہ رسول اللہ ﷺ سے آیا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو سامنے سے پیچھے تک لے گئے اور پیچھے سے سامنے تک واپس لائے۔ اس کو اکثر راویوں نے ایک مرتبہ مسح قرار دیا حالانکہ اس کو دو مرتبہ بھی کہا جا سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ پیچھے سے سامنے تک ہاتھوں کو واپس لانے سے سر کے بالوں کی ترتیب میں ضرور فرق پڑتا ہے اس ترتیب کو درست کرنے کے لئے پھر ہاتھ پھیرنا پڑتا ہے اسے تیسری مرتبہ قرار دے لیا گیا ہے۔ اس سارے عمل کو ایک مرتبہ بھی کہا جا سکتا ہے اور تین مرتبہ بھی۔ کیونکہ پانی ایک دفعہ لیا گیا ہے اور ہاتھ تین مرتبہ پھیرا گیا ہے۔ اس سے اس خدشہ کا بھی جواب ہو گیا کہ تین مرتبہ مسح تو دھونا بن جائے گا کیونکہ ایک دفعہ پانی لینے سے دھونے تک نوبت نہیں پہنچتی۔ واللہ اعلم

ماہِ حرمت

اور پاکستان میں الیکشن مہم

ابوسعد احسان الحق شہباز

زمانہ کی تقسیم اسلام کے مطابق:

اللہ تبارک تعالیٰ نے جب آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور دنوں راتوں کا نظام بنایا تو اسی وقت سے زمانہ کو سالوں میں تقسیم کیا اور حساب کتاب رکھنے کے لئے اور ایک سال میں بارہ مہینے رکھے۔ یہ نظام چاند کے اعتبار سے ہے۔ اسلام میں وقت اور مہینے کی ابتداء چاند کے طلوع سے ہوتی ہے۔ رمضان چاند کے طلوع ہونے سے شروع ہوتا ہے اور عید کا چاند نظر آنے پر ختم ہوتا ہے۔ اسلام کا نظام قائم ہوتو دن کی ابتداء بھی چاند کے طلوع سے ہو۔ سورج غروب ہونے پر ختم ہوجائے اور آگے تمام ایام اور ماہ وسنین کا حساب بھی چاند کے مطابق ہو۔

آج دنیا میں جو ماہ وسنین کا نظام رائج ہے یہ اسلام کے مطابق نہیں نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے زمانہ کی تقسیم کی ہے کہ یہ نظام سورج کی پوجا کرنے والے اور عیسائیت کو مسخ کرنے والے مشرکوں نے سورج کے حساب سے مرتب کیا ہے چونکہ وہ سورج کو معبود سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے اپنا نظام الاوقات بھی اپنے معبود کے حوالے سے شروع کیا۔ مہینوں اور دنوں کی تقسیم کی اور ان کے نام بھی اپنے کفر اور شرک کے عقائد واعمال کی مناسبت سے رکھے۔ سنڈے (اتوار کا دن) اس میں سن ڈے (Sun-day) یعنی سورج دیوتا کا دن سورج کی پوجا کی مناسبت سے دن کا نام رکھا گیا۔ علی ھذا القیاس سورج کے حساب سے یہ نظام جنوری، فروری اور مارچ کے مہینوں سے چلایا گیا ہے۔ یہ آج غیر اسلامی کفر وشرک پر مبنی نظام الاوقات ہے...... جبکہ اسلام کا نظام چاند کے حساب سے اور اس کے مہینے نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے اور صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کے ترتیب دیئے ہوئے ہیں۔ محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذوالقعدۃ، ذوالحجہ...... یہ بارہ مہینے ہیں جن میں سے کوئی مہینہ انتیس دن کا یا تیس دن کا ہوتا ہے اور سات دنوں کے نام جمعہ، ہفتہ، اتوار نہیں بلکہ الجمعۃ، السبت، الاحد، الاثنین، الثلثاء، الاربعاء اور الخمیس ہیں۔

تنبیہ: موجودہ دور میں سات دنوں کے وقت کو مجموعی طور پر ہفتہ کہا جاتا ہے کہ دوسرے ہفتے فلاں ہفتے لیکن صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جمعہ کا لفظ بولا کرتے تھے۔ یعنی دوسرے جمعہ تیسرے جمعہ یا فلاں جمعہ۔

ذلک الدین القیم: سورۃ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے زمانہ کی اپنی یہ تقسیم بیان کرنے کے بعد یہ لفظ بیان فرمائے کہ ''ذلک الدین القیم'' یہ مضبوط دین ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان جب زمانہ کفر کے رنگ میں لپٹا ہو، سالوں مہینوں اور دنوں کے نام کفر وشرک کے ناموں اور نظاموں میں جکڑے ہوں، تو اسلام غالب نہیں بلکہ یہ دین اس وقت غالب وقائم ہوگا جب سال وماہ، دن اور وقت سب کے سب اسلام کے رنگ میں ہوں اور یہ نظام ہی ٹھوس، صحیح اور درست ہے باقی سب نظام ناقص ہیں۔

> الیکشن دو افراد کی جنگ نہیں کہ دونوں میں سے نیک کی حمایت کی جائے بلکہ یہ دو دینوں کا اور دو نظاموں یعنی کفر اور اسلام کا مقابلہ ہے

مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ:

ان الفاظ سے اہل اسلام کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہئے اور یہ سوچنا چاہئے کہ ہم ابھی تک اپنے جسم پر اسلام کا رنگ نہیں چڑھا سکے۔ سر کے بال، چہرہ لباس، آنکھیں، کان وغیرہ ہی اسلام کے مطابق نہیں کرسکے۔ ہمیں تو پورے زمانہ کو سال ومہینے دنوں کے ناموں تک کو اسلامی قالب میں ڈھال کر اسلام کے رنگ میں رنگنا ہے۔ ان شاء اللہ

اس کے لئے کمر ہمت باندھ لیں اور اپنی محنتوں کو زیادہ کردیں پھر دین قائم ومضبوط ہوگا جب کفر وشرک کے نظام کا شائبہ تک نہ رہے گا۔

حرمت والے مہینے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان بارہ مہینوں میں چار مہینے ہم نے حرمت والے قرار دیئے ہیں جن کا احترام کرنا فرض ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ان چار مہینوں میں سے تین مہینے اکٹھے ہیں۔ ذوالقعدۃ، ذوالحجہ اور محرم اور ایک علیحدہ ہے جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان یعنی رجب۔

نوٹ: کفریہ نظام الاوقات جنوری، فروری کے اعتبار سے حرمت والے مہینے بنتے ہی نہیں۔ اس طرح ان کا یہ نظام اسلام سے ٹکرانے والا اور اللہ کو جھٹلانے والا ہے۔ اللہ ہمیں معاف فرمائے۔

حرمت والے مہینوں کا مقصد:

انسانوں کو خصوصاً اہل اسلام کو چند ایسے جاہلی بری عادات، رذائل اخلاق سے بچانے، کمینگی وتنگ ظرفی سے پاک کرنے اور چند ایسے اعلیٰ اخلاق سے مزین کرنے کا گویا ایک سپیشل کورس ہے جن کا معاشرتی زندگی اور باہمی تعلقات واخلاقی اقدار کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ ایسا گہرا تعلق کہ ان اوصاف سے معاشرہ بے مثال امن وسکون اور محبت کا گہوارہ بن جاتا ہے اور ان اوصاف کے بغیر معاشرہ نفرتوں اور خباثتوں سے بھرپور بدامنی کا نمونہ بن جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا حسن اور امن وآشتی کا دارومدار یہی اوصاف ہیں اور انہی رذائل سے اجتناب پر مبنی ہے۔ لہٰذا دنیا میں اسلام کی عظمت کو نمایاں کرنے کے لئے اور عام لوگوں کے دلوں میں اسلام کی محبت راسخ کرنے کے لئے ضروری تھا کہ کوئی ریفریشر کورس ہو۔ اس لئے یہ چار ماہ اسپیشل کورس کے طور پر بطور خاص محترم قرار دیئے گئے ہیں۔

1- وہ رذائل اخلاق جنہیں چھوڑنا ہے۔

i- آپس کا اختلاف، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''ایاکم و فساد ذات البین فان فساد ذات البین ھی الحالقۃ لا اقول

تحلق الراس بل تحلق الدین "آپس میں اختلاف وبگاڑ سے بچو اس لئے کہ آپس کا اختلاف مونڈھ دیتا ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ سر کو مونڈھ دیتا ہے بلکہ یہ دین کو ایمان کو مونڈھ دیتا ہے۔ (ابوداؤد' ترمذی وغیرہ)

ii- سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ہر جمعہ میں سوموار اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور بندوں کے اعمال اللہ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں تو ہر مومن بندہ جو اللہ کے ساتھ شرک نہیں کرتا' کو معاف کر دیا جاتا ہے مگر وہ دو شخص جن کا آپس میں اختلاف ہے اور وہ نفرت لئے پھرتے ہیں' ان کے بارے میں حکم ہوتا ہے "اترکوا ھذین" "ان دونوں کو رہنے دو۔ جب تک یہ اپنا اختلاف ختم نہیں کرتے تب تک میں انہیں معاف نہیں کروں گا۔ (صحیح مسلم)

iii- سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' "لایحل مسلم ان یھجرا خاہ فوق ثلاث فمن ھجر فوق ثلاث فمات دخل النار" "کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زائد تک چھوڑے رکھے۔ جس نے تین دن سے زائد تک چھوڑے رکھا اور مرگیا تو وہ آگ میں جائے گا۔ (مسند احمد' ابوداؤد)

iv- یہ حدیث تو عام مشہور ہے کہ تین دن سے زائد اختلاف رہے تو اللہ تعالیٰ نمازیں قبول نہیں کرتے۔

انتباہ: مذکورہ حدیث میں گہری سنجیدگی سے غور کریں کہ آپس کا اختلاف و ناراضگی کس قدر بھیانک جرم ہے کہ بندہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کی عبادات قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ انکار کر دیتے ہیں۔ ادھر اللہ کی ناراضگی کا اندازہ بھی لگالیں اور دوسری طرف صحیح حدیث میں ہے کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے اور شام کے وقت شیاطین سے رپورٹ لیتا ہے۔ ایک کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو نماز سے روک دیا۔ دوسرا کہتا ہے میں نے فلاں کو صدقہ نہیں کرنے دیا اور پھر ایک شیطان کہتا ہے میں ایک گھر میں گیا جہاں کوئی اختلاف نہ تھا۔ میں وہاں بیوی کو خاوند کے خلاف شکوک وشبہات میں ڈالتا رہا اور خاوند کو اس کی بیوی کے خلاف اور اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک دونوں میں اختلاف نہیں ہو گیا تو ابلیس اسے گلے لگاتا ہے کہ ہاں تو نے کام کیا ہے...... اختلاف پر شیطان کی خوشی دیکھ لیں کس قدر ہے اور اگر یہی اختلاف عام لوگوں سے ہٹ کر اپنے رشتہ داروں' ہمسائیوں سے ہو تو اس کا بھیانک پن اور بڑھ جاتا ہے۔ اپنے اختلاف کے بھیانک پن اور اپنے ایمان وتقویٰ دونوں کا موازنہ کریں تو سمجھ آجائے گی کہ جس کی نماز' روزہ نیک اعمال اللہ دیکھنا پسند نہ فرمائیں اور جسے رحمت سے محروم کر دیں اور جس پر ابلیس خوش ہو اس کا دین وایمان واقعتاً مونڈھا ہوا ہی تو ہے۔

2- حسد کرنا:

کسی کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازیں تو اس کی خوشحالی پر دوسرا شخص جل بھن جائے اور خواہش کرے کہ اس سے یہ نعمت چھن جائے' صرف اس ذہنی وقلبی کیفیت کو جو ابھی عملاً ظاہر نہیں ہوئی حسد کہتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' "ایاکم والحسد فان الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب" "حسد سے بچو اس لئے کہ حسد اس طرح نیکیوں کو تباہ کر دیتا ہے جس طرح آگ خشک ایندھن کو (ابوداؤد وغیرہ)

3- غیبت وچغلی:

وہ عیب جو کسی شخص میں واقعتاً پایا جاتا ہے اور بیان کرنے والا بھی سچا ہوتا ہے' اس سچ کو بولنا اس نیت سے کہ وہ بھائی ذلیل ہو اور لوگ اس سے متنفر ہو جائیں' یہ غیبت ہے اور سیدنا حذیفہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' "لایدخل الجنة قتات متفق علیه و فی روایة مسلم نمّام" "چغلی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ (بخاری ومسلم)

4- گالی گلوچ کرنا:

بخاری ومسلم میں عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے یعنی اطاعت ودین سے باہر نکل جانے کے مترادف ہے۔

5- بدگمانی:

سورة حجرات میں اللہ فرماتے ہیں" ان بعض الظن اثم " یقیناً بعض گمان (دل میں خیال کرلینا) گناہ ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے" ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث" "گمان کرنے سے بچو اس لئے کہ گمان بدترین جھوٹ ہے۔

6- عیب تلاش کرنا:

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کے عیب تلاش نہ کرو۔ جو اپنے بھائی کے عیب کے پیچھے پڑے گا' اللہ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائیں گے اور جس کے عیبوں کے پیچھے اللہ پڑ جائیں تو اللہ اس کو ذلیل وخوار کر دیں گے۔ اگر چہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی کیوں نہ ہو (گھر والوں بیوی بچوں کی نگاہوں میں جن کا احترام کوئی نہیں' وہ غور کریں......ترمذی)

7- بہتان لگانا:

اللہ فرماتے ہیں جس نے کسی مسلمان پر بہتان لگایا' جھوٹا الزام لگایا اس نیت سے کہ وہ بے عزت ہو' اللہ اسے جہنم کے پل پر روک دیں گے (نیچے سے آگ جلے گی' پل کے کانٹے اس کا جسم ادھیڑ دیں گے) جبکہ اس کا گناہ ختم ہو جائے۔

8- ظلم کرنا:

مسلمانوں کی بے عزتی کرنا' حدیث میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ معراج کی رات میں نے چند لوگوں کو دیکھا جن کے ناخن پیتل اور تانبے کے تھے اور ان سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا جبریل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ تو کہا یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کی غیبت کرکے ان کی بے عزتی کیا کرتے تھے غرض اس طرح کے جتنے بھی بداخلاق ہیں جن پر ایمان واعمال کی تباہی' اللہ کی ناراضگی اور معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

اعلیٰ اخلاق:

سچ بولنا' صلح کرنا' صلہ رحمی کرنا' معاف کرنا' غصہ نہ کرنا' ہمدردی وخیر خواہی کرنا' اختلاف ختم کردینا' سینے صاف کرلینا' اپنے ظرف کھلے رکھنا۔ اللہ کے لئے محبت کرنا' عدل وانصاف کرنا' کسی کو دکھ نہ پہنچانا۔ تفصیل تو بہت طویل ہے مختصراً چند حدیثیں درج کی جاتی ہیں۔

1- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده" "مسلمان وہ ہوتا ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے سارے مسلمان محفوظ رہیں۔

2- سیدنا انسؓ کہتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' تم سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

3- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ کی قسم وہ مومن نہیں' اللہ کی قسم وہ مومن نہیں' اللہ کی قسم وہ مومن نہیں' کہا گیا یارسول اللہ ﷺ کون؟ فرمایا جس کے پڑوسی اس سے بے خوف نہیں۔

4- آپس میں تین آدمی کھڑے ہوں اور دو نے آپس میں کوئی بات کرنا ہو تو حکم ہے یہ اپنی پرائیویٹ بات بھی نہ کریں تاکہ تیسرا پریشان نہ ہو۔

5- سیدنا عمرؓ نے بیت اللہ کو دیکھ کر فرمایا' بیت اللہ عزت تیری بھی بہت ہے مگر اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کی عزت تجھ سے بھی زیادہ ہے۔

نوٹ: مذکورہ برے اعمال واخلاق سارا سال حرام ہیں۔ ان اعلیٰ اخلاق سے مزین رہنے کا حکم بھی سارا سال رہتا ہے' تاہم اس کے باوجود ان چار مہینوں میں بالخصوص ان کاموں کا خیال رکھنا لازم ہے۔

اسلامی مہینے اور اسلامی دنوں کے نام رواج دینے کے ساتھ ساتھ حرمت والے مہینوں میں نیکی کرنے اور برائی سے باز رہنے اور توبہ' جہاد کے کورس کرنا ضروری ہیں۔ جبکہ انگریزی مہینوں اور دنوں کے نام مشرکانہ ہیں اور حرمت کا یہاں تصور تک نہیں

حرمت والے مہینے اور مشرکین عرب:

عرب کے جاہل و مشرک بڑے کینہ ور اور بات بات پر لڑنے والے تھے۔ دین ابراہیم علیہ السلام کی چند باتیں ان کے اندر پائی جاتی تھیں جن میں سے حرمت والے مہینوں کی حرمت بھی وہ ملحوظ رکھتے تھے چنانچہ جب حرمت والے مہینے آتے تو وہ ان سے احترام میں اپنی لڑائیاں چھوڑ دیتے تھے اگر کسی قبیلہ سے لڑائی کرنا پڑتی تو وہ اللہ کے محترم مہینے کی جگہ ایک اور مہینہ بطور محترم ماہ کے گزار لیتے تھے۔ یہ اگرچہ کفر میں اضافہ و نافرمانی کی انتہا ہے۔ جیسا کہ قرآن نے بیان کیا تاہم مقصد یہ ہے کہ وہ ان مہینوں کا احترام سمجھتے تھے۔

امت مسلمہ اور حرمت والے مہینے:

افسوس! آج امت مسلمہ کے حالات دیکھیں انہیں حرمت والے مہینوں کا پتہ ہی نہیں اور ان کے احترام کی سمجھ ہی نہیں، رذائل اخلاق سے اجتناب اور ان کی وجہ سے دین و ایمان کا مونڈھ دیا جانا اس کا احساس تک نہیں۔ آج گھر گھر میں لڑائیاں، اختلاف، اپنوں بیگانوں سے نفرت و دشمنیاں، بائیکاٹ، بول چال بند شہروں میں دیہاتوں میں برادریوں کے تعصب، شریک، برادری، کینہ و عداوت اس قدر عام ہے کہ الامان والحفیظ

اے مسلمانو! اللہ کے حکم کو سمجھو آج جس مہینے سے ہم گزر رہے ہیں، یہ حرمت والا مہینہ رجب ہے اور آگے تین مہینے اکٹھے آئیں گے، حج والا جس میں عید قربان آتی ہے اور اس سے پہلا اور بعد والا، ان مہینوں میں اپنی ناراضگیاں ختم کر دیں، نفرتیں چھوڑ دیں، اختلاف ہٹا دیں، برادری و نسلی تعصبات چھوڑ دیں، لڑائی جھگڑے مٹا دیں، اللہ کے لئے سینے صاف کر کے صلح کریں۔ محبت پیدا کریں۔ اپنے معاشرتی کردار کو دیکھیں...... خاندانی نظام کو دیکھیں ...... سینوں کو صاف کریں اور ان مہینوں کا احترام کریں۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔

شیطان کا حملہ:

شیطان وسوسے ڈالتا ہے کہ صلح سے بے عزتی ہوتی ہے اور وہ پھونکیں مار مار کے تکبر و غرور پیدا کرتا ہے اور انسان سمجھتا ہے میں اس کو کیا سمجھتا ہوں، میں کوئی اس سے لے کر کھاتا ہوں اور اپنے تکبر پر دشمنی، واردات پر اڑا رہتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے جب تو نے اس کی وجہ سے اللہ کو ناراض کر لیا، نبی اکرم ﷺ کی مخالفت کر دی، اپنے ایمان و اعمال کا بیڑا غرق کر لیا تو کیا تو نے ابھی تک اسے کچھ نہیں سمجھا؟ تو نے تو اسے سر پر چڑھا لیا۔ ہاں اگر تو صلح کرتا، سلام کہتا، پھر تو کہہ سکتا تھا، میں اسے کیا سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے اللہ کا حکم چھوڑ دوں۔ دین چھوڑ دوں، لوگو شیطان کے جھانسے میں نہ آؤ اور اپنے رب کی طرف دیکھو۔ جب تم اس کی خاطر صلح کرو گے نرمی کرو گے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے "من تواضع لله رفعه الله" جو اللہ کے لئے نرم ہو گا اللہ اسے اونچا کریں گے۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ تین قسمیں اٹھا کر فرماتے ہیں، جو میری وجہ سے نرم ہو جائے گا میرے اوپر حق بن جاتا ہے کہ اسے اونچا کروں۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں "خیر کم الذی یبدا بالسلام" "تم میں بہتر شخص وہ ہے جو پہلے سلام لیتا ہے۔ آپ ﷺ نے سیدنا انس ؓ سے فرمایا! لوگوں نے مجھے بھی بہت تکلیفیں دیں لیکن جب میں رات کو بستر پر لیٹتا ہوں تو سب کو معاف کر دیتا ہوں۔ "ان ذلک من سنتی" "یہ میری سنت ہے۔ آؤ عزت اس میں ہے۔ بڑائی اور وقار اس میں ہے۔ جاہلی تکبر اور شیطانی غرور کو چھوڑ کر اللہ سے عزت کے حقدار بنیں اور اپنے سینے صاف کر لیں۔ اپنے رشتہ داروں سے، دوست احباب سے، گلی محلے والوں سے سب سے صلح کریں۔ کسی سے ناراضگی نہ رکھیں۔ کسی کو حقیر نہ سمجھیں۔ اخلاص، محبت، ایثار، ہمدردی، عزت و احترام سیکھیں اور ان مہینوں کا احترام کریں۔

کفر کی سازش:

یاد رکھیں اس دنیا میں خیر اور شر کا ہی مقابلہ ہے۔ ہر قدم پر ایک مسلمان کو خیر اور شر سامنے رکھنا چاہئے۔ کوئی معاملہ ہو، دنیا میں

> **جمہوریت ایسا نظام حکومت ہے جسے جہالت حسد، بغض تعصب قتل وغارت والے جاہلی طرز زندگی کو زندہ کرنے اور دین اسلام کو ختم کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہے**

کوئی بھی تبدیلی و مرحلہ ہو، اس میں خیر اور شر دونوں پہلو دیکھیں اور خیر والے پلڑے میں آ جائیں۔ شر سے اپنے آپ کو بچا لیں۔

الیکشن کی مہم اور حرمت والے مہینوں کی پامالی:

اس دفعہ حرمت والے مہینوں میں ان کی حرمت کو تباہ کرنے کے لئے مسلمانوں کو اسلام کے احکام سے روکنے کے لئے کفر نے الیکشن جیسے کفریہ و شرکیہ جمہوری نظام کا ڈرامہ اسٹیج کیا ہوا ہے۔ اس الیکشن مہم میں کیا ہوتا ہے؟ آپس میں اختلاف، غیبتیں، چغلیاں، عیبوں کو تلاش کرنا، بہتان لگانا، عزتیں برباد کرنا، شور شرابہ، لوگوں کو تنگ کرنا، گالی گلوچ، دنگا فساد، لڑائیاں، قتل و غارت، تکبر و غرور ...... مسلمان بھائیو! ایک طرف حرمت والے مہینوں میں اللہ کا حکم، اس کے رسول ﷺ کا حکم دیکھیں اور دوسری طرف جمہوری کفر کا یہ نظام دیکھیں اور سوچیں، کیا یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ نہیں؟ کیا کفر اسلام سے ٹکرا نہیں رہا۔ اسلام کی تعلیمات کو مسخ نہیں کیا جا رہا؟ سوچیں اور خوب سوچیں۔

جمہوری نظام اسلام کے یکسر خلاف:

اسلام جو نظام قائم کرنا چاہتا ہے، معاشرے میں جو ہمدردی امن و سکون، عدل قائم کرنا چاہتا ہے، جمہوری نظام اس کے بالکل الٹ ہے۔ اس میں اختلاف کو مستقل حیثیت دی گئی ہے۔ حزب اختلاف مقرر کر کے ابلیس کو خوش کیا گیا۔ مسلمانوں کی غیبت، چغلی، عیب جوئی، حسد، بغض، برادری تعصب، نسلی تعصب غرض ساری جاہلی طرز زندگی کو زندہ کیا گیا اور اسے بڑے خوشنما پراپیگنڈے میں پیش کیا گیا۔ اس کی بنیاد ہی اللہ کی بڑائی و کبریائی کی بنیاد پر حقیقیت سے ہٹا کر خواہشات کی پیروی پر رکھی گئی ہے۔ سورۃ بقرہ میں کافروں کی "یتبعون اھوائھم" "اتباع خواہشات بیان کر کے ان کے اس نظام جمہوریت جو آسمانی دین کے برعکس ہے کو بیان کیا گیا اور فرمایا گیا کہ کافر چاہتے ہیں تمہیں بھی اسی طرح اپنے نظام میں ڈال کر گمراہ کر دیں۔ لہٰذا اس سازش کو سمجھو اور اللہ کی آواز پر کان دھرو۔

عالم اور جاہل امیدوار:

اس جال میں پھنسانے کے لئے ایک شیطانی حیلہ یہ بھی ہے کہ کہا جاتا ہے ایک طرف عالم شخص کھڑا ہے، شیخ الحدیث ہے، نیک آدمی ہے، اس کو ووٹ دیں گے۔ اچھائی اوپر آئے گی، اس کا جواب سمجھ لیں۔ بھائیو! یہ دو افراد کی جنگ نہیں کہ دونوں میں سے اچھے کی حمایت کی جائے بلکہ یہ دو دینوں کا، دو نظاموں کا مقابلہ ہے۔ ایک طرف اسلام ہے، دوسری طرف جمہوریت ہے۔ اس میں افراد کو نہ دیکھیں۔ نظاموں کو دیکھیں...... یہ تو اس نظام کی سیاہ کاری ہے کہ جس زبان سے اسلام کی وکالت ہونا چاہئے تھی، جس نے نبوی منبر سے کفر یہ نظام سے خبردار کر کے اسلامی نظام کو اجاگر کرنا تھا، اسی سے کفر کی ترجمانی ہو رہی ہے۔ اس میں اتنا لالچ و ہوس پیدا کر کے اندھا کر دیا، کہ وہ یہ بھی نہ جان سکا کہ اسلام میں تو عہدے کو طلب کرنا ہی جائز نہیں۔

آؤ! توبہ کریں اسلام کی طرف پلٹیں اشہر حرم کی حرمت کا خیال رکھتے ہوئے کفر کے سیلاب کے آگے بند باندھیں۔

بقیہ — فدائی

تمہاری باتوں سے میری اعتدال پسندی پر جو شدت پسندی کی پہلی تہہ چڑھ گئی ہے۔ (نام نہاد ماڈریٹوں کے نزدیک) تم جو چاہو تو اسے مزید گہرا کر سکتے ہو۔ بس مجھے ایک اور ملاقات کا موقعہ دے دو۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر...... کہنے لگا...... فدائی...... دشمنوں سے صرف ایک بار ملتا ہے۔ لیکن مسلمان دوستوں سے بار بار ملتا ہے۔ اس لئے تم سے ان شاء اللہ پھر ملاقات ہو گی میں نے خوشی میں دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر پھر پوچھا۔ لیکن کہاں اور کب جواب ملا...... صرف چند سانسوں کے اس پار...... جنت میں...... فدائی "شہید ابو طلحہ پتہ نہیں کس ماں کا جگر گوشہ تھا۔ کس باپ کی امیدوں کا مرکز تھا اور کس بہن کی آنکھوں کا تارا تھا اور کہاں کا تھا۔؟ بس وہ اللہ کی بستی کا باشندہ تھا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ اللہ کی راہ کا ایک فدائی تھا۔

روشن خیالو!! شدت پسند نہیں تھا بلکہ وہ تو فدائی تھا۔

شعر و شاعری اور کھیلوں کی شرعی حیثیت

ایک علمی جائزہ

مبشر احمد ربانی

شعر و شاعری دو طرح کی ہے۔ 1۔ایسی شاعری جو غلو' مبالغہ آمیز کلمات' خلاف کتاب و سنت' عشق معاشقے پر مبنی اور جھوٹ پر مشتمل ہوتی ہے۔

2۔ایسی شاعری جو کتاب و سنت کی ترجمانی کرتی ہے اور ہر قسم کی غلاظت سے صاف ستھری اور مبالغہ آرائی سے محفوظ ہوتی ہے۔

اول الذکر ممنوع و حرام اور ثانی الذکر مشروع و جائز ہے۔

اللہ تبارک و تعالی نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ☆ أَلَمْ تَرَى أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ☆ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ☆ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ☆ (الشعراء 26: 224 تا227)

"شاعروں کی پیروی وہ کرتے ہیں جو بہکے ہوئے ہوں کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شاعر ایک ایک بیابان میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں اور وہ' وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور اللہ تعالی کو کثرت سے یاد کیا اور اپنی مظلومیت کے بعد انتقام لیا اور جنہوں نے ظلم کیا وہ عنقریب جان لیں گے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں۔"

اکثر شعراء مدح و ذم میں کسی اصول و ضابطے کی پابندی کی بجائے ذاتی پسند و ناپسند کے مطابق اظہار رائے کرتے ہیں اور غلو و مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں اور اپنے شاعرانہ تخیلات میں کبھی ادھر اور کبھی ادھر بھٹکتے رہتے ہیں اس لئے ان کے پیچھے لگنے والے افراد کو بھی گمراہ قرار دیا ہے۔ایسے شعراء کی جتنی بھی حوصلہ شکنی کی جائے کم ہے۔ شعراء عرب ان کے دیوان اگر ملاحظہ کئے جائیں تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ کہ ان میں شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ جیسا کہ دیوان حماسہ میں باب مذمۃ النساء سے عیاں ہے۔ اسی طرح ہر زبان کی شاعری میں یہ چیز موجود ہے ایسی شاعری دنیا و آخرت تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ایسے اشعار کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ أَحَدِكُمْ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا "(صحیح البخاری کتاب الادب باب ما یکرہ ان یکون الغالب علی الانسان الشعر حتی یصدہ عن ذکر اللہ والعلم والقرآن (6155) صحیح مسلم کتاب الشعر 2257/7' ابوداؤد کتاب الادب باب ما جاء فی الشعر (5009)

زہد و تقویٰ' اللہ کی حمد اور رسول اللہ ﷺ کی مدح پر مبنی شاعری درست اور پسندیدہ ہے جبکہ فحش اور لغو مضامین والی شاعری مذموم ہے

ترمذی کتاب الادب (2851) ابن ماجہ کتاب الادب باب ما کرہ من الشعر (3959) بیہقی 244/10 مسند احمد 391/2 عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

پیٹ کو لہو پیپ سے بھر لینا جو اسے خراب کر دے شعر بھر لینے سے بہتر ہے۔ یہی حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح البخاری (6154) مسند احمد 39/2 وغیرھما میں اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ترمذی (2852) ابن ماجہ (3760) مسند احمد 175/1` 177 صحیح مسلم 2258/8 وغیرھا میں موجود ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث پر جو تبویب قائم کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر و شاعری میں اس طرح وقت صرف کرنا کہ اللہ کے ذکر' علم حاصل کرنے اور قرآن کی تلاوت سے آدمی باز رہے' ممنوع ہے۔ پیٹ بھر جانے سے یہی مراد ہے کہ شعروں کے سوا اسے کچھ یاد نہ ہو قرآن یاد کرے نہ حدیث دیکھے رات دن شعر گوئی میں مشغول ہو جائے جیسا کہ موجودہ شعراء کا حال ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں رقمطراز ہیں کہ "ظاهره العموم فى كل شعر لكنه مخصوص بما لم يكن مدحا حق كمدح الله ورسوله وما اشتمل على الذكر والزهد وسائر المواعظ مما لا افراط فيه يؤيده حديث عمرو بن الشريد عن ابيه عند مسلم كما اشرت اليه قريبا "(فتح الباری 549/10)

یہ حدیث اپنے ظاہری معنی کے لحاظ سے ہر شعر کو شامل ہے لیکن یہ ان شعروں کے ساتھ مخصوص ہے جو سچی مدح پر مشتمل نہ ہوں جیسے اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی مدح اور اور جو ذکر زھد اور ایسے تمام مواعظ کو شامل ہوں جن میں افراط نہ ہو اور اس بات کی تائید عمرو بن الشرید کی اپنے باپ سے حدیث جو مسلم میں موجود ہے' سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ میں نے اس کی طرف قریب میں اشارہ کیا ہے۔

یعنی پیٹ میں ایسے اشعار نہ داخل کئے جائیں جو سچی مدح پر مشتمل نہ ہوں۔ جھوٹ پر مبنی ہوں البتہ وہ اشعار جن میں اللہ تعالی کی حمد و ثناء رسول اللہ ﷺ کی مدح و منقبت' ذکر و اذکار' زھد و تقوی اور ایسے وعظ و نصیحت ہوں جن میں افراط و تفریط نہ ہو ان میں کوئی حرج نہیں۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ " بَيْنَا نَحْنُ نَسِيرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعَرْجِ إِذْ عَرَضَ شَاعِرٌ يُنْشِدُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا الشَّيْطَانَ أَوْ أَمْسِكُوا الشَّيْطَانَ لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا "(صحیح مسلم کتاب الشعر 2259\9)

ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرج بستی کے پاس چل رہے تھے تو ایک شاعر شعر کہتا ہوا سامنے آیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان کو پکڑو آدمی کا پیٹ کو پیپ سے بھر لینا شعر بھر لینے سے بہتر ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا "ان اعظم الناس جرما انسان شاعر يهجو القبيلة من اسرها ورجل تنفى من ابيه" (الادب المفرد باب مایکرہ من الشعر (898)

بے شک انسانوں میں سے سب سے بڑا مجرم وہ شاعر ہے جو کسی ایک آدمی کی وجہ سے پورے قبیلے کی مذمت کرے اور وہ آدمی جو اپنے باپ کا ہونے سے انکار کرے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند حسن ہے۔ (فتح الباری 539/10) یہی روایت کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ۔ ابن ماجہ کتاب الادب باب ماکرہ من الشعر (3761) بیہقی 241/10. ابن حبان (2014) سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (1487و763) میں بھی موجود ہے۔ زوائد ابن ماجہ میں علامہ بوصیری نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ان احادیث سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ ایسے اشعار جو شیطنت اور جھوٹ وغیرہ پر مشتمل ہوں وہ جائز نہیں۔ البتہ اچھے اشعار کہنا صحیح و درست ہیں ان کے بہت سارے دلائل موجود ہیں۔

ایک تو سورۃ شعراء کی زیر بحث آیت میں الا الذين آمنوا وعملوا الصالحات کا استثناء ذکر کر کے ان شاعروں کو مستثنیٰ کر دیا جو ایمان دار اور اچھے اعمال سر انجام دینے والے ہیں اور ان کی شاعری صداقت و حق گوئی اور حقائق پر مبنی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے استثناء ایسے الفاظ سے فرمایا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایماندار عمل صالحہ پر کاربند اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والا شاعر غلط قسم کی شاعری جس میں جھوٹ، عشق معاشقہ غلو، مبالغہ آرائی اور افراط و تفریط وغیرہ ہو، نہیں کر سکتا ہے یہ کام ان لوگوں کا ہے جو ایمانی صفات سے محروم ہوتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ (وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ) فَنَسَخَ مِنْ ذَلِكَ وَاسْتَثْنَى فَقَالَ (إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا) ابوداؤد کتاب الادب (5016) الادب المفرد باب قول الله عزوجل (والشعراء يتبعهم الغاوٗن) (895) بیہقی 239/10)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا (الشعراء يتبعهم الغاوٗن) سے اللہ تعالیٰ نے الا الذین (الآیۃ) کے ذریعے ایماندار اور نیک عمل کرنے والے اور کثرت سے ذکر کرنے والے افراد کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری (539،538/10) میں فرمایا ہے کہ "اس آیت کریمہ کے بارے میں مفسرین نے کہا ہے کہ شعراء سے مراد مشرکین کے شعرا ہیں جن کے پیچھے بہکے ہوئے، شیطانوں کے سردار اور نافرمان جن لگ جاتے ہیں اور ان کے شعر بیان کرتے ہیں اس لئے کہ بہکا ہوا شخص اپنے جیسے بہکے ہوئے کے ہی پیچھے لگتا ہے۔ علامہ ثعلبی نے ان میں سے بعض کے نام بھی لئے ہیں۔ جن میں سے عبدالله بن الزبعرى، هبيره بن ابى وهب مسافع عمرو بن ابى اميه بن ابى الصلت ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت دو ایسے شاعروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے آپس میں ایک دوسرے کی ہجو کی اور ان سے ہر ایک کے ساتھ بہکے ہوئے بے وقوفوں کی جماعت تھی۔ اس کے بعد ابن حجر عسقلانی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ تفسیر ذکر کی ہے کہ ان غاوین سفہاء میں سے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اور ابن ابی شیبہ کے حوالے سے مرسل روایت ذکر کی ہے کہ جس وقت یہ آیت کریمہ (والشعراء يتبعهم الغاوٗن) نازل ہوئی تو عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم روتے ہوئے آئے اور کہا اے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے وہ جانتا ہے کہ ہم شعراء ہیں تو آپ نے فرمایا اس کے بعد والی آیت کا حصہ پڑھو (الا الذين آمنوا وعملوا الصالحات) یہ تم لوگ ہو اور) (وانتصروا من بعد ما ظلموا) جنہوں نے مظلومیت کے بعد انتقام لیا وہ بھی تم ہی ہو۔ معلوم ہوا کہ قرآن کی مذکورہ آیت میں اہل ایمان، نیک اور اچھے شعراء اس سے مستثنیٰ ہیں اور ان کے شعری مجموعے جو عمدہ کلام پر مشتمل ہیں وہ پڑھنا صحیح اور درست ہے۔

آدمی کا ہر کھیل باطل ہے سوائے تین کے، تیر اندازی، گھوڑا سدھانا اور اپنی اہلیہ کے ساتھ کھیلنا کیونکہ یہ تینوں حق ہیں

عمرو بن الشرید عن ابیہ والی حدیث جس کی طرف حافظ ابن حجر عسقلانی نے اشارہ کیا ہے وہ یوں ہے کہ شرید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں " رَدِفْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ هَلْ مَعَكَ مِنْ شِعْرِ أُمَيَّةَ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ شَيْءٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ هِيهْ فَأَنْشَدْتُهُ بَيْتًا فَقَالَ هِيهْ ثُمَّ أَنْشَدْتُهُ بَيْتًا فَقَالَ هِيهْ حَتَّى أَنْشَدْتُهُ مِائَةَ بَيْتٍ ۔ (صحیح مسلم کتاب الشعر (2255/1) ابن ماجہ کتاب الادب باب الشعر 3758) مسند احمد 388/4، 389، 390) مختصر الشمائل المحمدیہ (212) الادب المفرد (822، 893) عمل اليوم والليلة باب ما يقول اذا .... (998)

"ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سواری پر سوار تھا آپ نے فرمایا کیا تجھے امیہ بن ابی الصلت کے اشعار میں سے کچھ یاد ہیں میں نے کہا ہاں: آپ نے فرمایا: سناؤ میں نے آپ کو اس کا ایک شعر سنایا آپ نے فرمایا اور سناؤ، پھر میں نے اس کا ایک شعر سنایا آپ نے فرمایا اور سناؤ یہاں تک کہ میں نے اس کے سو اشعار آپ کو سنائے۔"

اس حدیث کا ایک شاہد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللَّهَ بَاطِلُ

وَكَادَ أُمَيَّةُ بْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ

(صحیح البخاری کتاب الادب۔ باب ما يجوز من الشعر والرجز والحداء وما يكره منه (6147) وکتاب مناقب الانصار (3841) وکتاب الرقاق (6489) صحیح مسلم کتاب الشعر (2-2256/6) ابن ماجہ کتاب الادب (3757) مسند احمد 357، 480، 481، 248/2، 391-393-444-458) مختصر الشمائل المحمدیہ (207)

"سب سے سچا کلمہ جسے شاعر نے کہا لبید کا کلمہ ہے۔ خبردار اللہ کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور قریب تھا کہ امیہ بن ابی الصلت اسلام قبول کر لیتا۔"

امیہ بن ابی الصلت کے اشعار میں اللہ کی وحدانیت اور آخرت کا اقرار تھا ملاحظہ ہو شرح النووی صحیح مسلم

لبید بن ابی ربیعہ الغامری اپنی قوم کے وفد میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا وہ جاہلیت اور اسلام دونوں حالتوں میں قابل قدر آدمی تھا۔ 41ھ میں 140 سال کی عمر پا کر فوت ہوا اور عرب کے فصیح ترین لوگوں میں سے شاعر تھا۔ جب اسلام قبول کیا تو کوئی شعر نہیں کہا اور کہا کرتا تھا مجھے قرآن کافی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مختصرا لشمائل المحدیہ کی تعلیق ص 130)

امام نووی فرماتے ہیں "ففيه جواز انشاد الشعر الذى لا فحش فيه وسماعه سواء شعر الجاهلية وغيرهم" اس حدیث میں ایسا شعر کہنے اور سننے کا جواز ہے جس میں فحاشی نہ ہو خواہ وہ جاہلیت کا شعر ہو یا اس کے علاوہ

شُرَيْحٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ قِيلَ لَهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِنَ الشِّعْرِ قَالَتْ كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَيَتَمَثَّلُ وَيَقُولُ

وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ

(ترمذی کتاب الادب باب ما جاء فی انشاد الشعر (2848) مختصر

الشمائل المحمدیہ (206) عمل الیوم واللیلۃ للنسائی (997) الادب المفرد (815، 891)

شریح نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہیں کہا گیا کیا نبی ﷺ بھی کوئی شعر بھی بیان کرتے تھے انہوں نے کہا آپ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے اشعار بیان کرتے تھے اور شعر بیان کرتے ہوئے کہتے "وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ" یہ شعر طرفہ بن العبد کا ہے پورا شعر اس طرح ہے

سَتُبْدِي لَكَ الْأَيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا
وَيَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ

"عنقریب زمانہ تیرے سامنے وہ چیزیں لے آئیگا جو تو نہیں جانتا اور تجھے وہ شخص خبریں دے گا جس کا تو نے زاد راہ نہیں دیا۔"

(ملاحظہ ہو شرح المعلقات السبع لمولانا اسماعیل سلفی ص 125)

عبداللہ بن رواحہ الانصاری ان نقیبوں میں سے ایک تھے جو عقبہ' بدر' احد' خندق اور فتح مکہ سے پہلے ہونے والے غزوات میں شریک ہوئے اور غزوہ موتہ میں کمانڈنگ کرتے ہوئے مقام شہادت پر فائز ہوئے۔ ان کے اشعار یہ تھے

وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ يَتْلُو كِتَابَهُ
إِذَا انْشَقَّ مَعْرُوفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعُ
أَرَانَا الْهُدَى بَعْدَ الْعَمَى فَقُلُوبُنَا
بِهِ مُوقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعُ
يَبِيتُ يُجَافِي جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ
إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْكَافِرِينَ الْمَضَاجِعُ

(صحیح البخاری کتاب الادب باب ہجاء المشرکین (6151) وکتاب التہجد باب فضل من تعار من اللیل فصلی (1155)

"ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو اس کی کتاب تلاوت کرتے ہیں جب صبح کی پو پھٹتی ہے۔ ہم اندھے تھے انہوں نے ہمیں راستہ بتلایا اس کی بات پر ہمارے دل یقین کرنے والے ہیں کہ وہ جو کہتے ہیں وہ واقع ہو کر رہتا ہے۔ رات اپنے بستر سے پہلو کو الگ رکھتے ہوئے گزار دیتے ہیں جب کہ کافروں کی خواب گاہ کو نیند بھاری کرتی ہے۔"

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمرۃ القضاء کے لئے نبی ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے چلتے ہوئے یہ شعر کہہ رہے تھے۔

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ
الْيَوْمَ نَضْرِبْكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ
ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ
وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ

"اے کفار کے بیٹو! آپ کا راستہ چھوڑ دو آج ہم حکم قرآن کے مطابق ایسی کاری ضرب لگائیں گے جو سر کے اوپر والے حصے کو اس کی جگہ سے ہٹا دے گی اور دوست کو دوست سے غافل کر دے گی۔"

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے عبداللہ بن رواحہ اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اور اللہ کے حرم میں تم شعر کہہ رہے ہو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر اس کا راستہ چھوڑ یہ اشعار ان کافروں میں تیروں سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ پیوست ہو رہے ہیں۔

(ترمذی کتاب الادب (2847) مختصر الشمائل المحمدیہ (210) نسائی کتاب الحج باب انشاد الشعر فی الحرم والمشی بین یدی الامام صحیح ابن حبان (2020)

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کافروں کی مذمت کا جواب شعروں میں دیا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم فرمایا تم ان کفار کی مذمت کرو جبریل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب ہجاء المشرکین (6153)

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مشرکین کی ہجو اور مذمت کے لئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا میرے نسب کے بارے میں کیا کرو گے؟ (یعنی میرا اور ان کا خاندان تو ایک ہے تو اس ہجو میں میں بھی شریک ہوں گا) تو حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو ان سے ایسے نکال لوں گا جیسے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے۔ عروہ فرماتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حسان کو برا کہنے لگا تو انہوں نے کہا اسے برا نہ کہہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دفاع کیا کرتا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب ہجاء المشرکین (6150)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا يُفَاخِرُ أَوْ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(مختصر الشمائل المحمدیہ (213) ترمذی کتاب الادب باب ما جاء انشاد الشعر (2846) ابوداؤد کتاب الادب (5015) مستدرک حاکم 487/3 سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (1657)

"عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے منبر رکھتے تھے جس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی طرف سے (شعر کہہ کر) دفاع کیا کرتے تھے اور اللہ کے نبی ﷺ فرماتے بے شک اللہ تعالیٰ روح القدس یعنی جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے حسان بن ثابت کی مدد کرتا ہے جب تک وہ رسول اللہ کی طرف سے دفاع کرتے رہتے ہیں۔"

نرد' کبوتر بازی' جانور لڑانا منع ہیں علی ھذا القیاس آج کے دور میں کرکٹ' پتنگ بازی' لڈو' تصاویر جمع کرنا' ڈرامے کھیلنا' تھیٹر شو فحش ویڈیو فلمیں وغیرہ بھی وقت کا ضیاع ہیں ان سے اجتناب ضروری ہے فرمان الٰہی ہے کہ ایمان والے بے کار کاموں سے منہ موڑتے ہیں۔ المومن

عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ جو شاعر تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کی رات خروج کیا اور کچھ اشعار بھی کہے جیسا کہ صحیح البخاری کتاب الادب (6148) میں ہے ان کے اشعار یہ ہیں

اللَّهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَاءً لَكَ مَا أَبْقَيْنَا
وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا
وَأَلْقِيَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا
إِنَّا إِذَا صِيحَ بِنَا أَبَيْنَا
وَبِالصِّيَاحِ عَوَّلُوا عَلَيْنَا

"اگر نہ ہوتی تیری رحمت اے شہ عالی صفات
تو نمازیں ہم نہ پڑھتے اور نہ دیتے ہم زکات
تجھ پہ صدقے جب تک دنیا میں ہم زندہ رہیں
بخش دے ہم کو لڑائی میں عطا فرما ثبات
اپنی رحمت ہم پہ نازل کر شہ والا صفات
جب وہ ناحق چیختے ہیں سنتے نہیں ہم ان کی بات
چیخ چلا کر انہوں نے ہم سے چاہی ہے نجات"

رسول اللہ ﷺ نے یہ کلام سن کر انہیں دعا دی کہ (یرحمہ اللہ) اللہ اس پر رحم کرے

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان من الشعر حکمۃ" بے شک بعض شعر حکمت سے بھرے ہوتے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الادب (6145) الادب المفرد (888) ابوداؤد (5010) مسند احمد 313، 327

125/5 ,309 ,303 ,273 ,269/1 بیہقی 241 ,237/10 ,68/5 ابن حبان (2009 ,2017) شرح السنۃ 369/12 حلیۃ الاولیاء 309/8

اسود بن سریع نے کہا میں شاعر تھا نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو میں نے کہا۔ کیا میں آپ کو محامد نہ سناؤں جن کے ساتھ میں نے۔۔ رب کی حمد کی ہے' آپ ﷺ نے فرمایا' بے شک تیرا رب محامد پسند کرتا ہے

(الادب المفرد 885) مستدرک حاکم 614/3)

اسود بن سریع نے شعروں میں اللہ کی حمد وثناء ذکر کی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے پسندیدہ قرار دیا۔

مندرجہ بالا دلائل صحیح صریحہ سے معلوم ہوا کہ وہ اشعار جن میں اللہ کی حمد وثناء رسول اللہ ﷺ کی مدح ومنقبت' مواعظ واذکار اور کفار ومشرکین کی مذمت وغیرہ ہو ان کا پڑھنا صحیح و درست ہے۔ جھوٹ وکذب اور مبالغہ آرائی سے پاک اشعار کے جواز پر امت کا اجماع ہے۔

جیسا کہ ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے۔ فتح الباری 539/10)

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" جَالَسْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ فَكَانَ أَصْحَابُهُ يَتَنَاشَدُونَ الشِّعْرَ وَيَتَذَاكَرُونَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ سَاكِتٌ فَرُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ

(ترمذی کتاب الادب (2850) مسند احمد' ابن ابی شیبہ)

میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سو سے زائد بار مجلس کی آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں شعر کہتے اور دور جاہلیت کی کئی باتیں آپس میں ذکر کرتے آپ ﷺ خاموش رہتے کبھی کبھار آپ ان کے ساتھ مسکراتے۔ اس روایت کو امام ترمذی نے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے اور شواہد بھی ہیں دیکھیں۔ (فتح الباری 540/10)

لہٰذا غلاظت سے پاک شعر وشاعری درست وصحیح ہے اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں عصر حاضر میں نوجوانوں میں جذبہ جہاد ابھارنے کے لئے جماعۃ الدعوۃ کی طرف سے آیا ام حماد اور سلطان الجہادی کے معروف شعری مجموعی طبع ہو چکے ہیں اور آپ اگر مطالعہ کرنا چاہیں تو انہیں پڑھ لیں اور اس شاعری سے ہر صورت اجتناب کریں جو اخلاقیات بگاڑنے والی' حیاسوز' جھوٹ اور مبالغہ آمیزی پر مشتمل ہو۔

کھیلوں کی شرعی حیثیت اور کمپیوٹر پر گیم کھیلنا

اسلام ایک ایسا جامع ترین دین ہے جس میں اس حیات مستعار کے ہر پہلو پر عمدہ اور بہترین ہدایات موجود ہیں جس کے ذریعے آخرت سنوارنے کے ساتھ ساتھ امور دنیا کی بھی رعایت موجود ہے۔ لیکن اسلامی تعلیمات کے ہوتے ہوئے بعض لوگوں نے اپنی ساری زندگی کو کھیل کود اور تماشے کے لئے وقف کر رکھا ہے اور کھیلوں میں ایوارڈ حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام توانائیاں اور قوتیں صرف کر دیتے ہیں اور بعض افراد نے اسے صرف خوف وخشیت' ریاضت اور مجاہدہ کا نام دے کر صحیح اور جائز کھیل کو بھی خیر باد کہہ دیا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں جہاں خوف' توکل' خشیت وتقویٰ' زہد وورع اور دیگر عبادات سے عبارت ہیں وہاں ان کی حیات طیبہ میں فرحت وسرور' خوش دلی اور مسرت قلبی کے پہلو بھی موجود ہیں۔

ہمیں اپنی اس زندگی میں صحت وفراغت سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے کیونکہ ان کے متعلق رسول مکرم ﷺ نے فرمایا نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ

(صحیح بخاری کتاب الرقاق (6412) ترمذی کتاب الزھد (2304) ابن ماجہ (4170) مسند احمد 344/1 بیہقی 370/3 مستدرک حاکم 306/4 حلیۃ الاولیاء 174/8

تندرستی اور فراغت دو ایسی نعمتیں ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ خسارے میں ہیں لہٰذا فارغ وقت سے فائدہ اٹھانا چاہئے نہ کہ اسے ایسے کاموں میں لگا دیں جس میں نقصان اور خسارے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔ کامیاب وکامران وہی انسان ہے جو اپنی زندگی کے لمحات کو ضائع ہونے سے بچا لیتا ہے اور سنجیدگی ومتانت سے اپنے اوقات کا صحیح استعمال کرتا ہے دنیاوی زندگی کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (الانعام۔32)

"اور دنیاوی زندگی لہو ولعب کے سوا کچھ نہیں البتہ آخرت کا گھر متقی لوگوں کے لئے بہتر ہے کیا تم عقل نہیں رکھتے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (العنکبوت۔64)

"اور دنیا کی یہ زندگی تو محض کھیل تماشا ہے البتہ سچی زندگی تو آخرت کا گھر ہے کاش یہ جانتے ہوتے۔"

الغرض اس مفہوم کی قرآن حکیم میں بہت سی آیات ہیں جن پر غور کرنے سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ایک با مقصد زندگی اور لھو لعب میں مصروف زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایمان دار شخص کھیل تماشے لغو اور فضول کاموں سے بچتا ہے جیسا کہ فرمایا۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (المومنون۔3)

"اور یہ وہ لوگ ہیں جو فضول کاموں سے منہ موڑ لیتے ہیں اور ایک مقام پر فرمایا: وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (الفرقان 72)

"جب یہ لوگ فضول کاموں کے پاس سے گزرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔"

نبی کریم ﷺ نے فضول اور لایعنی کاموں کے ترک کو "حسن اسلام" سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ (ابن ماجہ کتاب الفتن باب کف اللسان فی الفتنۃ (3976) موطا کتاب حسن الخلق مسند احمد 201/1 ترمذی کتاب الزھد (2318) شعب الایمان بیہقی 415/7 ,416 (10805)

"آدمی کے اسلام کی اچھائی میں سے یہ ہے کہ وہ لایعنی امور ترک کر دے۔"

امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں لکھا ہے کہ "اللھو ما يشغل الانسان عما يعنيه ويهمه۔" "لھو ہر وہ چیز ہے جو انسان کو قابل توجہ اور اہم امور سے غافل کر دے اور اللعب لعب فلاں اذا كان فعله غير قاصد به مقصدا صحيحا۔ لعب ہر وہ چیز ہے جو صحیح مقصد کے بغیر انجام دی جائے۔

لغو کے متعلق امام قرطبی اپنی تفسیر 80/13) میں فرماتے ہیں وهو كل سقط من قول او فعل فيدخل فيه الغناء واللهو وغير ذلك مما قاربه

لغو ہر نکمی وفضول بات اور فعل کو کہا جاتا ہے جس میں گانا بجانا لھو وغیرہ سب بیکار کام شامل ہیں

لیکن اس لھو ولعب اور لغو وفضول کاموں کی مذمت کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ اسلام میں تفریح کی بھی ممانعت ہو۔ اسلام میں بامقصد سیر وتفریح اور کھیل کی اجازت ہے تاکہ انسان کے اندر سستی وکاہلی جنم نہ لے۔

کیونکہ رسول اللہ ﷺ سستی وکاہلی سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے۔ آپ اللہ سے دعا کرتے۔

اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ (مسلم)

"اے اللہ میں عاجزی' سستی' بزدلی اور بڑھاپے سے تیری پناہ پکڑتا ہوں"

اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی تعلیمات میں سستی وکاہلی' بزدلی اور اس جیسی دیگر رذیل اشیاء ناپسندیدہ ہیں۔ مناسب حدود میں رہ کر شریعت نے کھیلوں کی اجازت دی ہے۔ البتہ کھیلوں میں شامل

باقی صفحہ 30 پر

کی طرف سلپ کرتے ہیں پھر ابوحفص ذیشان دوسرے ساتھیوں کو پہلے بھیجتے ہیں کہ مبادا کہیں ان کے پہلے چلے جانے سے کوئی بھائی ہمت ہار کر بیٹھ نہ جائے اور پھر اسے لینے کے لئے آنا ناممکن ہو جائے۔ جب ابوثاقب بھائی سے فاصلہ صرف 50 میٹر رہ گیا تو سب سے پہلے میں رسہ پکڑ کر جپ کرتا ہوں۔ پھر ابوکلیم اللہ مجھ سے تھوڑا آگے تک پہنچتے ہیں اور آخری ساتھی ابوثاقب کے ہاتھوں میں پہنچ جاتا ہے' سول فوراً اس بھائی کا گن پوچ اتارتے ہیں۔ اسی اثناء میں ابوحمزہ اس دنیا کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ ان کے دس منٹ بعد ابوحفص جنتی مہمان بن جاتے ہیں۔

مکان تک پہنچتے پہنچتے میری حالت بھی انتہائی نازک ہو جاتی ہے میرا جسم بھی بے روح ہو جاتا ہے مجھے کچھ خبر نہیں رہتی بھائی مجھے اٹھا کر لاتے ہیں اور کمرے میں آگ کے سامنے لٹا دیتے ہیں' کافی دیر کے بعد جب رگوں میں جما ہوا خون دوڑنے لگتا ہے تو مجھے اپنے آپ میں زندگی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ ہم لوگ رات ادھر ہی گزارتے ہیں ابوثاقب بھائی کہتے ہیں' ہمیں سفر کا آغاز نماز فجر کے فوراً بعد کرنا ہے اگر سورج نکل آیا اور دھوپ ہوئی تو ہو سکتا ہے برف کی سلائیڈنگ شروع ہو جائے اور خدانخواستہ کوئی سلائیڈ ہم پہ نہ آگرے۔ دوسرے روز صبح ہی سفر شروع کرنے لگتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ مجھ سے چلا نہیں جائے گا آپ مجھے یہیں چھوڑ دیں جب میں چلنے کے قابل ہو گیا تو آ جاؤں گا۔ ابومجاہد بھائی کہتے ہیں دیکھو پہلے ہمارے ساتھی شہید ہو چکے ہیں اب تمہارا بھی یہی ارادہ ہے ہم تمہیں کسی صورت چھوڑ کر نہیں جائیں گے وہ مجھے بوٹ پہنانے کی کوشش کرتے ہیں مگر میرے پاؤں برف کی وجہ سے جل کر سوج جاتے ہیں۔ بہرکیف میں آہستہ آہستہ سہارا لے کر چلتا ہوں اور چلتے چلتے ہم گاؤں میں پہنچ جاتے ہیں۔ گاؤں کے ایک گھر میں رہ کر میں اپنا علاج کرواتا ہوں۔ میرے پاؤں میں سے ریشہ اور خون بہتا رہتا ہے۔ ایک روز مجھے اس گھر کی بوڑھی اماں جنہیں ہم سب اماں ہی کہتے تھے وہ کہتی ہے تمہارے پاؤں برف سے جلے ہیں تم ان پر مہندی لگاؤ تو آرام آجائے گا میں کہتا ہوں ادھر کون سا میری حقیقی ماں ہے جو مجھے مہندی لگائے گی تو وہ اماں کہتی ہے بیٹے میں بھی تمہاری ماں ہی ہوں۔ اس طرح اماں جی تین چار روز میرے پاؤں پہ مہندی لگاتی ہیں جس سے مجھے کافی آرام ملتا ہے۔

میں ابھی چلنے کے قابل ہوا ہی تھا کہ پتہ چلا کہ گاؤں سے قریبی کیمپ کی آرمی سرچ آپریشن کے لئے آ گئی ہے۔ ہم سب ساتھی گاؤں چھوڑ کر فوراً جنگل میں چلے گئے۔ جنگل میں ہم نے چند دنوں میں ہائیڈ بنالی۔ ایک روز ہم ہائیڈ سے نکل کر کچھ فاصلے پہ سورج کی تمازت سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ اچانک ہم نے دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے دیکھا جب وہ ہمارے قریب آئے' جیسے ہی ان کی نگاہ ہم پہ پڑی تو انہوں نے فوراً پیچھے کی طرف دوڑ لگا دی۔ ہم نے انہیں پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ جنگل میں غائب ہو گئے ہم نے فائر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ابومجاہد بھائی کہنے لگے یہ مخبر لگتے ہیں تمام ساتھی جلدی سے پوزیشنیں لے لو۔ ایک طرف ابومجاہد اور ابوضرار اور دوسری طرف میں' ابوحفص ذیشان' ابوجعفر طیار اور ابومطیع الرحمٰن ہشام کلاشنوں کی سیفٹیاں کھول کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اچانک مجھے پتوں کی سرسراہٹ محسوس ہوتی ہے مگر اسی اثناء میں ہم سے اوپر بیٹھے ابومجاہد بھائی فائر کھول دیتے ہیں۔ جیسے ہی فائر کھلتا ہے تو ایک موٹا تازہ لمبی داڑھی والا سکھ فوجی بھاگ کر ہماری طرف بڑھتا ہے مگر ہم سب کی گولیاں اسے چھلنی کر کے ادھر ہی ڈھیر کر دیتی ہیں۔ فائرنگ کی ابتدا چونکہ ہماری طرف سے تھی اس لئے آرمی کو جلدی فائر کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ ہم نے فائر کرتے کرتے نیچے کی طرف **MOVE** کرنا شروع کر دیا۔ ابومطیع الرحمٰن تو بہت ہی زیادہ نیچے چلے گئے ہم سمجھے کہ وہ اسی طرف گئے ہیں جس طرف ہم نے جانا تھا۔ ہم سب ساتھی ٹریک پہ چڑھے اور تیزی سے نالہ پار کر کے دوسری طرف پوزیشن لے کر بیٹھ گئے۔ ابومطیع الرحمٰن بھائی جو نیچے گئے تو نیچے بھی آرمی گھیرا کر کے بیٹھی ہوئی تھی۔ ان کی آرمی سے فائٹ **Fight** شروع ہو گئی۔ ابومجاہد بھائی نے کہا کہ ہمیں ان کو آرمی کے گھیرے سے نکالنے کے لئے کور دینا چاہئے۔ جہاں ہم بیٹھے تھے وہاں سے زمینی محل وقوع کچھ اس طرح سے تھا کہ اگر ہم کورنگ کے لئے نیچے جاتے ہیں تو ہمیں ابومطیع الرحمٰن تک پہنچنے سے پہلے ایک اور معرکہ لڑنا پڑتا تھا۔ ہم ابھی یہی پلان ترتیب دے رہے تھے کہ سات فوجی دوڑتے ہوئے آئے اور ہمارے سامنے اسی راستے پہ جسے ہم کراس کر کے آئے تھے ابومطیع الرحمٰن کی طرف پوزیشن لے کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ ہم سب نیچے گھیرے میں ہیں اس لئے وہ ہم پہ حملہ کرنا چاہ رہے تھے مگر ان کی قسمت بری' ہم نے فوراً ایک ساتھ فائر کھولا تو وہ سب لقمہ اجل بن کر بلندی سے گہرائیوں میں لڑھکتے چلے گئے۔ ان کو ٹھکانے لگانے کے بعد ہم نے وہیں سے کور دینا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر تک تو فائر کی آواز آتی رہی مگر اچانک ابومطیع الرحمٰن کی طرف سے فائر بند ہو گیا۔ ہم سمجھے کہ وہ شائد پوزیشن تبدیل کر کے وہاں سے نکل رہے ہیں' مگر جب دونوں طرف سے فائر بند ہوا تو پھر ہمیں یقین ہو گیا کہ ابومطیع الرحمٰن شہادت سے سرفراز ہو گئے ہیں۔ فائر بند ہونے کے بعد ابومجاہد بھائی کہنے لگے کہ آرمی لازماً ادھر سے گزرے گی لہٰذا ہمیں اپنی پوزیشن مضبوط کر لینی چاہئے۔ ہم نے وہیں بیٹھ کر اپنے شکار کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ اسی دوران نماز پڑھنے کا موقع مل گیا ہم نے نمازیں ادا کیں۔ نماز پڑھنے کے بعد ایک بار پھر ابومجاہد بھائی کہنے لگے ہمیں یہاں سے جگہ بدل لینی چاہئے چنانچہ ہم اس ٹریک کے قریب آ گئے جہاں سے اٹھ کر ہم اس موجودہ جگہ پہ آئے تھے۔ جب جگہ تبدیل کر کے وہاں بیٹھے تو اس وقت سورج غروب ہونے میں صرف آدھا گھنٹہ باقی تھا۔ ہم ابھی یہاں آ کر بیٹھے ہی تھے کہ ہماری نظر سامنے سے آنے والے فوجیوں پر پڑی یہ تعداد میں تھے۔ ابومجاہد بھائی کہنے لگے کہ جب یہ ہماری رینج میں آئیں گے تو سب سے پہلے میں فائر کروں گا پھر آپ نے بھی فائر کھول دینا ہے۔ جیسے ہی یہ ہماری رینج میں آئے تو ابومجاہد بھائی نے فائر کھول دیا ساتھ ہی دوسرے ساتھیوں نے بھی فائر کھول دیا۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے سات کو تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے ہوتے دیکھا باقی گھائل ہو کر آہ و بکا کرتے ہوئے نیچے گر گئے۔ دوسری طرف چھپی آرمی نے بھی ہم پہ فائرنگ شروع کر دی تو ہم فوراً اس جگہ کو تبدیل کر کے پیچھے ہٹنے لگے اور شام کا اندھیرا چھانے سے پہلے محفوظ مقام پہ پہنچ گئے۔ اس معرکے میں آرمی کے اٹھارہ فوجی مردار ہوئے جبکہ ہمارا ایک بھائی اپنی منزل مراد کو پا گیا۔

جموں میں اکثر پولیس مجاہدین کے ساتھ تعاون کرتی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ پولیس کے زیادہ تر لوگ مقامی ہیں۔ تحصیل مہور میں پولیس کا کیمپ تھا۔ یہاں کا آفیسر ہمارے ساتھ کافی تعاون کرتا۔ جب بھی آرمی سے مقابلہ ہوتا تو اس آفیسر کے ذریعے ہمیں آرمی کے مرداروں کی صحیح تعداد کا پتہ چلتا یا جب آرمی کسی آپریشن پلان کے لئے حرکت کرتی تو پولیس سے اس کی خبر مل جاتی۔ جب یہ آفیسر تبدیل ہو گیا تو اس کی جگہ بھارت سے ایک اور افسر لا کر متعین کیا گیا یہ چونکہ متعصب ہندو تھا مزید یہ کہ اس پہ شیوسینا کی خونخواری کی پان چڑھی تھی اس لئے اس نے آتے ہی اعلان کر دیا کہ وہ اس علاقے کو 'اگر وادیوں' سے صاف کر دے گا۔ اس نے چارج سنبھالتے ہی اردگرد کی آبادی کو بلاوجہ ستانا شروع کر دیا کہ تم مجاہدوں کو اپنے گھروں میں پناہ دیتے ہو۔ ہم نے اس افسر کو پیغام بھیجا کہ وہ بندے کا پتر بن جائے ورنہ ہم اسے کیمپ سمیت ہضم کر جائیں گے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہو گی۔ اس نے اپنی اصلاح کرنے کی بجائے بڑھک لگائی کہ تم سے جو ہوتا ہے کر لو میں نے تو ایسے ہی کرنا ہے۔ ہم نے جس سول کو یہ پیغام دے کر بھیجا تھا اس نے اسے بھی تشدد کا نشانہ بنایا۔ ہم نے بدلہ لینے کے لئے اسی رات اٹیک کا پروگرام فائنل کیا۔ اللہ نے ہماری مددیوں بھی کی کہ اس روز ہمیں جدید اسلحہ وافر مقدار میں مل گیا۔ اس اٹیک کے آپریشنل کمانڈر ابوتحف بھائی مقرر ہوئے۔ سب مجاہد جوان افسر کو سبق سکھانے کے لئے رات گیارہ بجے اپنی گنیں صاف کرتے ہیں اور رات دو بجے مکمل تیاری کے ساتھ کیمپ کی طرف بڑھنا شروع کر دیتے ہیں کیمپ پہ حملہ صبح 5 بجے کرنا طے پایا تھا۔ کیمپ کے قریب فرنٹ لائن پہ کلاشن سے حملہ کرنے والی پارٹی بٹھائی گئی' اس کے پیچھے راکٹ داغنے والا گروپ بیٹھا اور سب سے اوپر پیکا لے کر ابوحنظلہ کمانڈو بیٹھ گئے۔ جب گھڑی کی سوئی نے پانچ بجنے کا اعلان کیا تو مجاہدین نے راکٹ داغ کر "وکرم سنگھ" کو موت کا پیغام دیا۔ راکٹ فائر ہوتے ہی کلاشن برداروں نے جی ایل' شیل فائر کر کے تباہی مچانا شروع کر دی۔ اس حملے میں وکرم سنگھ سمیت 35 بھارتی سپاہی مردار ہوئے۔

اسماعیل الخطیب

دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں میں سے ایک عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات طیبات میں سے ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کو اللہ کا رسول سمجھا جائے اور بحیثیت رسول ان پر ایمان لایا جائے۔ ان پر نازل ہونے والی کتاب انجیل کو اللہ کی طرف سے نازل شدہ آسمانی کتاب مان کر اس پر ایمان لایا جائے۔ قرآن کریم بتاتا ہے انبیائے کرام پہ کس قسم کا ایمان ہونا چاہیے۔ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ (البقرہ) ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان بحیثیت رسول تفریق نہیں کرتے۔ جس طرح کے رسول محمد ﷺ ہیں اسی طرح کے رسول عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ بحیثیت رسول، رسولوں میں کوئی امتیاز نہیں ہے مگر جہاں تک

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی ابو بکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
ہم رتبہ ہیں یاران نبی ﷺ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

یہ بات کس اعتبار سے کہی ہے؟ صحابی ہونے کے اعتبار سے انہوں نے اپنے شعر میں یہ بات واضح کر دی ہے کہ "ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی" جب ایک ہی مشعل سے کرنیں نکلیں گی تو ایک ہی ان کا منبع ہے۔ ایک ہی ان کا ماخذ ہے ایک ہی ان کا سرچشمہ ہے۔ جس طرح ہم قرآن میں کہتے ہیں لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ اس طرح انہوں نے کہہ دیا، ہم مرتبہ ہیں یاران نبی۔ یعنی صحابیؓ ہونے کے اعتبار سے سارے صحابیؓ ہیں۔ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں۔ آپ اس شعر کو غلط مت سمجھئے۔ جس سوچ، فکر میں انہوں نے کہا ہے، صحیح ہے۔ اگر آپ اسے دوسرے انداز میں پیش کرنا چاہتے ہیں تو

جہاں تک انبیائے کرام کی نبوت و رسالت کا تعلق ہے، تمام انبیاء آپس میں اخوت کا تعلق رکھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ (بخاری) سارے نبی علاتی بھائی ہیں وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ سب کا دین ایک ہے۔ بنیادی طور پر ہر نبی نے ایک ہی بات کی تبلیغ کی ہے۔ لاالہ الا اللہ۔ اس کے بعد اپنی رسالت پیش کی ہے۔ جہاں تک عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا تعلق ہے، ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول سمجھے، ان پر نازل ہونے والی کتاب کو اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب تصور کرے اور ان کی شان میں کسی گستاخی کا مرتکب نہ ہو۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا دین قابل عمل ہے یا نہیں۔ تو محترم بھائیو! دین تمام انبیاء کا ایک ہی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے اسلام کی طرف دعوت دی،

عیسائیوں کو دعوتِ اسلام پیش کرنے کیلئے

عقائدِ عیسائیت

کا علمی جائزہ

درجات کا تعلق ہے، وہ ہر ایک کے اپنے اپنے ہیں۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ (البقرہ۔ ۲۵۳)

ترجمہ: ہم نے ان رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور بعض ان میں ایسے (بھی) ہیں کہ جن سے اللہ نے باتیں بھی کیں اور بعض کے درجے بلند کئے۔

ایک حیثیت ہے رسول کی رسول اللہ ہونے کے ناطے۔ اس لحاظ سے موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، محمد ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام ایک ہی حیثیت کے حامل ہیں۔ مرتبہ میں تفاوت کے اعتبار سے کوئی نبی کوئی رسول محمد ﷺ کا ہم رتبہ نہیں ہے۔ اسی طرح یہاں ایک بات واضح رہے کہ جہاں تک صحابہ کرامؓ میں شرف صحبت کا تعلق ہے، ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی بھی صحابی ہونے کے اعتبار سے ابو بکر صدیقؓ جیسا ہے اور جہاں تک درجات میں تفاوت کا تعلق ہے، انبیاء کے بعد ابو بکرؓ جیسا کوئی شخص نہیں ہے۔ یہ بات میں نے اس لئے کہی ہے کہ ہمارے بعض نادان دوست بعض زیرک فہم شعراء پہ پل پڑتے ہیں۔ مثلاً مولانا ظفر علی خان کا ایک شعر ہے

آپ یوں کہہ سکتے ہیں۔

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی ابو بکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ
با مرتبہ ہیں یاران نبی ﷺ، ہے فرق مراتب چاروں میں

جب مرتبہ کی بات آئے گی تو ہر ایک کا مرتبہ دوسرے سے الگ ہے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ نبی ﷺ کے بعد مرتبہ علیؓ کا ہے تو ایسا ہرگز ہرگز نہیں۔ علیؓ تو دور کی بات ہے، عمر فاروقؓ ابو بکرؓ کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔ اسی طرح

> عیسیٰ علیہ السلام بمطابق مروجہ انجیل کفارہ کے وقت مایوس اور اضطراری حالت میں تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کفارہ بننا نہیں چاہتے تھے ورنہ وہ یہ نہ کہہ رہے ہوتے "اے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا"؟

موسیٰ علیہ السلام نے اسلام کی طرف دعوت دی مگر فرق کیا ہے؟ آج ہم عیسائیت کو اپنی تنقید کا ہدف کیوں بناتے ہیں۔ آج ہم یہودیت کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ اس کو میں ایک سادہ مثال سے سمجھا دیتا ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام جو دین لے کر آئے، وہ اسلام تھا۔ فرعون جب غرق ہونے لگا تو اس نے بھی یہ کہہ دیا کہ میں مسلمان ہوں" حَتَّىٰ إِذَا أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنتُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ (یونس۔ ۹۰)

جب فرعون غرق ہونے لگا تو بولا، میں ایمان لایا کہ اس اللہ کے سوا جس پر کہ بنی اسرائیل ایمان لائے، کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے مسلمان تھے، اس لئے فرعون نے کہا، میں بھی مسلمانوں سے ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے جس دین کی طرف لوگوں کو دعوت دی، خود محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کا دین ایک ہی ہے، وہ دین کون سا تھا؟

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا

بِاللهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (ال عمران: ۵۲)

ترجمہ: جب مسیح نے ان سے انکار ہی پایا تو (بغرض اظہار عبودیت) کہا کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں 'حواری بولے ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ کو مانتے ہیں۔ پس تو گواہ رہ کہ ہم تابعدار ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام 'موسیٰ علیہ السلام نے اسلام پیش کیا مگر موسیٰ علیہ السلام کے دور کا اسلام، عیسیٰ علیہ السلام کے دور کا اسلام نامکمل و نا تمام تھا 'پورا نہیں تھا۔ جیسے جیسے انسانیت ترقی کرتی گئی' اللہ تعالیٰ اپنے دین کو مکمل کرتا گیا۔

آدمی کے یوم پیدائش سے ہی اس کے جسم پر ایک کرتا ڈال دیا جاتا ہے۔ جب اس کی عمر پانچ برس ہو جاتی ہے تو اب یہ کرتا جو اسے پہلے دن پہنایا گیا تھا کام نہیں آتا ہے۔ اب یہ پچیس برس کا جوان بن گیا ہے۔ اب اسے اس کے یوم پیدائش کا کرتا دے کر کہیں کہ اسے پہن لو تو گویا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ اس کو ننگا ہی رہنے دیں۔ پہلے دن کا کرتا پہن کر وہ اپنے جسم کو عریانی و برہنگی سے نہیں بچا سکتا۔ جس طرح آپ اس پچیس سالہ نوجوان کو کہیں کہ پانچ برس کی عمر میں جو اس کا کرتا تھا' اس کو پہنو تو آپ کیا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے جسم کو ڈھانپ نہ سکے؟ جس طرح پانچ برس کے بچے کا کرتا خود اسی بچے کو جو جوانی کی صورت اختیار کر گیا ہے' کام نہیں دیتا' اسی طرح آج عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا اسلام کام نہیں دیتا کہ وہ نا تمام تھا۔ اس وقت انسانیت ابھی تکمیلی مراحل میں تھی' جب انسانیت ترقی کر کے اپنی انتہا کو پہنچ گئی' اللہ تعالیٰ نے دین بھی انتہا کو پہنچا کر محمد ﷺ پر وادی عرفات میں ذوالحجہ کی نو تاریخ کو ہجرت کے دسویں سال اعلان فرمادیا

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ...... (مائدہ۔ ۳)

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا......

جب دین مکمل ہو گیا تو ہم عیسائیت کی نفی اس اعتبار سے کرتے ہیں کہ عیسائیت آج کے مسلمان کی ضرورت نہیں ہے۔ یہودیت آج کے مسلمان کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے دور میں کام آ سکتا تھا۔ اب ایک حدیث کا مفہوم سمجھ لیں۔ ہم نے کئی مرتبہ علماء سے یہ حدیث سنی ہو گی مگر مفہوم شاید کسی نے واضح کیا ہو۔ نبی اکرم ﷺ کے سامنے جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے توریت کے اوراق پڑھے۔ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سخت لہجے میں عمر رضی اللہ عنہ سے کہا' آپ توریت کے اوراق پڑھنے میں مگن ہیں' محمد ﷺ کے چہرے کی طرف کیوں نہیں دیکھتے۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے چہرے پہ نگاہ ڈالی' عمر رضی اللہ عنہ جیسے جری بہادر کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ کہنے لگے أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ غَضَبِ اللهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں اللہ کی ناراضگی سے' اس کے رسول کی ناراضگی سے۔ ساتھ ہی فرمایا رَضِينَا بِاللهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا۔ نبی اکرم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوسَى فَاتَّبَعْتُمُوهُ وَتَرَكْتُمُونِي لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ

اگر آج موسیٰ علیہ السلام آجائیں اور تم ان کی پیروی کرو' مجھے چھوڑ دو تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اس کا معنی کیا ہے۔ کیا موسیٰ علیہ السلام نے برائی کا حکم دینا تھا یا موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو غلط بات سکھانی تھی؟ نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا دین جوان پر نازل ہوا' وہ نامکمل تھا۔ آج اس دور میں جب اسلام اپنے تکمیلی مراحل میں سے گزر رہا ہے اور مکمل ہو رہا ہے' اس دور میں موسیٰ علیہ السلام آجائیں تو موسیٰ علیہ السلام کے دین کو ماننا ایسا ہی ہے جیسے پچیس سالہ جوان کو اس کا پانچ سال کی عمر کا کرتا پہنانا۔ یہ اس کو ننگا کرنے کے مترادف ہے۔ اس کو مزید واضح کر کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَأَدْرَكَ نُبُوَّتِي لَاتَّبَعَنِي آج اگر موسیٰ زندہ ہو جائیں اور اس مکمل دین کو نہ مانیں تو ان کی نجات نہ ہو سکے گی جب تک کہ میری پیروی اختیار نہ کریں۔ یہ مفہوم ہے حدیث کا۔

آج موسیٰ علیہ السلام کے دین' موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ اسلام پر عمل کر کے آدمی نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ آج عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والے دین اسلام پر عمل کر کے آدمی نجات نہیں پا سکتا۔ نبی ﷺ نے اسے واضح لفظوں میں فرمایا "جس شخص کو یہ پتہ چل جائے کہ میں محمد ﷺ نے اعلان نبوت کر دیا ہے' پھر اس نے میری اطاعت نہیں کی اور مجھ پر ایمان نہیں لایا' میرا کلمہ نہیں پڑھا' فرمایا' پھر اپنی اسی یہودیت اور نصرانیت پر مر گیا تو وہ دوزخ میں چلا گیا۔

عیسائیت کیا ہے؟

بھائیو! عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو ماننے کا نام اسلام ہے۔ اگر وہ تعلیمات طیبات کما حقہ اسی شکل میں موجود ہوں جس طرح اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائیں تب بھی آدمی ان پر عمل کر کے نجات حاصل نہیں کر سکتا چہ جائیکہ ان کی محرف (تبدیل شدہ) تعلیمات پر عمل کر کے آدمی نجات پا سکے۔

ہمارے پاس یا موجودہ عیسائیوں کے پاس عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات نہیں ہیں۔ یہ محرف تعلیمات ہیں۔ میں نے جو بات کہی ہے' یہ بڑی وزنی ہے' اس کو اپنے ذہن میں بٹھا لو کہ اگر اصلی تعلیمات بھی عیسیٰ علیہ السلام کی مل جائیں' اصل انجیل موجود ہو' عیسیٰ علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ سے انجیل وصول کی' بالکل بغیر کسی حرف' بغیر کسی نقطے' بغیر کسی شوشے کی تبدیلی کے آج وہ اس زمین پر پائی جائے' پھر بھی آپ اس پر عمل کر کے نجات نہیں پا سکتے۔ میں نے بچے کے لباس کی جو مثال دی ہے' وہ رہنمائی کیلئے کافی ہے۔

اب اگر عیسیٰ یا موسیٰ علیہما السلام کی اصلی تعلیمات مل جائیں تب بھی ان پر عمل کر کے آدمی نجات نہیں پا سکتا تو جو ان کی محرف تعلیمات' جن میں تبدیلیاں کی گئیں اور آج وہ اصل شکل میں ہمارے پاس موجود نہیں ہیں' کیا ان پر عمل کر کے آدمی نجات حاصل کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

یہ تو اس گفتگو کا ابتدائیہ ہے کہ عیسائیت یا یہودیت فی زمانہ راہ نجات نہیں ہے۔ راہ نجات صرف محمدیت ﷺ ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام جس دور میں آئے' توریت' انجیل ان کی زندگی میں محفوظ نہیں ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام جامع شریعت نبی بھی نہیں تھے۔ عیسائیت موسیٰ علیہ السلام کی توریت کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ عیسائیوں کی بائبل توریت و انجیل کے مجموعے کا نام ہے۔ جتنے شرعی احکام عیسائی پیش کرتے ہیں یا ان کے پاس موجود ہیں' سب توریت سے لئے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی بائبل میں توریت موجود ہے۔ عیسائی توریت کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھا سکتا۔ جبکہ عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب انجیل عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے کئی سو سال بعد مرتب ہوئی۔ بائبل میں چار انجیلیں ہیں۔

ا۔ متی۔ ۲۔ یوحنا۔ ۳۔ مرقس۔ ۴۔ لوقا۔

یہ چار انجیلیں ہیں جو بائبل میں پائی جاتی ہیں۔ ایک انجیل ہے جس پہ عیسائی سیخ پا ہوتے ہیں' ہمارے مسلمان اس پر زور دیتے ہیں اور وہ برناباس کی انجیل ہے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ وہ صحیح ترین انجیل ہے۔ اگر آج عیسائی اسے نہیں مانتے تو ہمیں کیا

اگر عیسیٰ علیہ السلام حوّا اور آدم علیہ السلام کے گناہوں کا کفارہ بن چکے ہیں تو پھر مروجہ انجیل کے وعدے کے برعکس آج بھی کیوں عورتیں دردِزہ میں مبتلا ہوتی ہیں اور مرد اپنے پسینے کی کمائی سے کیوں کھا رہے ہیں' گویا کفارہ بھی ہو گیا اور سزا بھی برقرار رہی تو کیا اس سے اللہ عادل رہے گا؟

ضرورت ہے انہیں منوانے کی۔ جبکہ ہمارے پاس بائبل موجود ہے اور خود بائبل یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ وہ صحیح ہے یا غلط۔

واللہ انجیلوں کی حیثیت ہمارے ہاں ذخیرہ حدیث کے برابر بھی نہیں۔ محدثین کرام نے احادیث جمع کیں اور بڑی کڑی شرائط اور سخت محنت سے ان کی اسناد پیش کیں۔ انجیلیں عیسیٰ علیہ السلام کے سینکڑوں سال بعد مرتب ہوئیں مگر ان کی کوئی سند نہیں ہے۔ مرتب کرنے والے نے کوئی سند پیش نہیں کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ مروجہ اناجیل یعنی چاروں انجیلوں میں بہت سارا اختلاف پایا جاتا ہے جو یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ کتاب اپنی اصلی حالت پر نہیں ہے۔ میں صرف دو باتیں پیش کروں گا جو عیسائیوں کے نزدیک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ساتھ میں صرف عیسائیت کا رد ہی پیش نہیں کروں گا بلکہ اسلام اور عیسائیت کا تقابل بھی پیش کروں گا تاکہ جب کسی عیسائی دوست کو دعوت دیں تو اسے اسلام کی خوبی بھی پیش کر سکیں۔ آیئے اب پہلی بات کی طرف کہ عیسائیت کا سب سے بنیادی مسئلہ کیا ہے۔

گناہ‘ کفارہ اور نجات

یہ عیسائیت کا ایک اہم مسئلہ ہے:۔

عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام بنی آدم گناہگار ہیں مگر بعد بلوغت کے گناہگار نہیں ہوئے بلکہ معروضی‘ پیدائشی اور فطری گناہگار ہیں۔ وہ کہتے ہیں آدم علیہ السلام نے گناہ کیا اور یہ گناہ وراثتاً چلتا ہوا ہر ابن آدم کو مل گیا۔ جو کوئی آدم کی اولاد میں سے ہے‘ وہ آدم علیہ السلام کے گناہ کی وجہ سے گناہگار ہے۔ اس کے برعکس اسلام کی تعلیمات کیا ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کُلُّ مَوْلُودٍ یُولَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ فطرت کا معنی کیا ہے؟ ہر بچہ سلیم الفطرت ہے۔ نہ اس میں پیدائشی طور پر گناہ کا رجحان ہے اور نہ نیکی کا رجحان ہے۔ قرآن کہتا ہے۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ‘ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ‘ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ‘ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا (الشمس۔۸۔۱۰)

ترجمہ: اور قسم ہے ہر نفس کی اور جس نے اسے ٹھیک کیا‘ پھر اس کو برائی بھلائی کی سوجھ دی۔ جو کوئی نفس کو پاک کرے‘ وہ یقیناً کامیاب ہو گیا اور جو اس کو خاک میں ملائے گا‘ نامراد رہے گا۔

نیکی کی بات بچپن سے ہی انسان کے ذہن میں القاء کر دی گئی۔ تقویٰ واخلاص یہ ہے کہ ہر ایک اپنے کسب سے نیک بنے گا یا برا بنے گا۔ اسلام یہ سبق سکھاتا ہے۔ نیکی اور برائی ہر شخص کا اپنا کسب ہے اور اپنا کیا دھرا۔ قرآن کہتا ہے۔

بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ۔ (بقرہ۔۸۱)

بھلا کیوں نہیں (حقیقت یہ ہے کہ) جس نے برائی کمائی اور گھیر لیا اسے اس کی برائیوں نے۔

قرآن کہتا ہے ’کوئی بھی شخص گناہگار اس وقت ہوتا ہے جب گناہ کا مرتکب ہو۔ مگر عیسائیت کہتی ہے آدمی فطرتی اور پیدائشی گناہگار ہے اور یہ گناہگاری اسے وراثت میں مل گئی ہے۔ آدم علیہ السلام نے گناہ کیا اور یہ گناہگار ہو گیا۔ اگر کوئی ذی شعور و عقل مند‘ صاحب فکر ودانش عیسائی اسلام کا مطالعہ کرے اور آپ اسے اسلام پیش کرنے کے قابل ہو سکیں تو اسلام اتنا بہترین دین ہے کہ دنیا کا کوئی دین اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ عیسائی کہتے ہیں‘ ہر شخص پیدائشی طور پر گناہگار ہے۔ ہم کہتے ہیں تم نے آدم کو گناہگار مانا ہے۔ قرآن کہتا ہے‘ آدم علیہ السلام نے توبہ کی۔ اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (بقرہ۔۳۷)

اب تو آدم علیہ السلام بھی گناہگار نہیں رہا۔

قرآن کہتا ہے۔ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ (طہٰ ۱۲۱)

آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور صحیح راستے سے ہٹ گیا اور ساتھ ہی قرآن کہتا ہے‘ آدم علیہ السلام نے توبہ کی‘ اللہ نے اس کو اپنا برگزیدہ بنا لیا۔ جب آدم علیہ السلام نے توبہ کر لی

> کفارہ کے عقیدہ نے عیسائیوں کو گناہ پر دلیر کر دیا ہے۔ کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام پر سارے لوگوں کے گناہوں کا بوجھ آ گیا ہے‘ ہم کہتے ہیں جس پر سارے لوگوں کے گناہ آ پڑے وہ تو اور زیادہ گناہگار ہو گیا

اور ان کی بیوی نے توبہ کر لی‘ دونوں نے کہا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (اعراف ۲۳)

قرآن کہتا ہے‘ میں نے انہیں معاف کر دیا تو اسلام یہ کہتا ہے کہ آدم اب گناہگار ہی نہیں ہے‘ جب آدم گناہگار نہیں ہے تو اس کی اولاد کیسے گناہگار ہو گئی؟ بنیادی فرق عیسائیت اور اسلام میں یہ ہے کہ عیسائی ہر پیدا ہونے والے شخص کو معروضی طور پر گناہگار جانتا ہے جبکہ مسلمان پیدا ہونے والے نومولود کو گناہگار نہیں سمجھتا۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا‘ تین شخص نیکی کریں تو ان کے نامۂ اعمال میں ثواب نہیں لکھا جاتا اور اگر وہ برائی کے مرتکب ہوں‘ ان کے نامۂ اعمال میں گناہ درج نہیں ہوتا ہے۔ وہ مرفوع القلم‘ تین آدمی ہیں۔ ان میں سے پہلا بچہ ہے جب تک وہ شعور کی زندگی میں قدم نہ رکھے۔ اب اس حدیث پاک نے بھی یہ مسئلہ حل کر دیا کہ بچہ گناہگار نہیں ہے جبکہ عیسائیت ہر ابن آدم کو فطری گناہگار ٹھہراتی ہے اور پیدائشی گناہگار ٹھہراتی ہے۔ وہ کہتی ہے چونکہ تمام ابن آدم‘ آدم علیہ السلام کے گناہ کی وجہ سے معروضی طور پر گناہگار ہیں اور اللہ تعالیٰ عادل ہے‘ وہ گناہگار کو اگر سزا نہ دے تو اس کا عادل ہونا مشکوک ٹھہرتا ہے۔ وہ ظالم بنے گا اور وہ رحیم ہے‘ اس کا رحم جوش میں آیا‘ اس نے اپنے بیٹے کو مجسم شکل میں زمین پر بھیج کے سولی پر لٹکا کر بنی نوع انسان کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ یوں عیسیٰ علیہ السلام نجات دہندہ ٹھہرے۔ سوال یہ ہے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی نوع آدم کا کفارہ ہی لینا تھا‘ وہ اسے معاف کرنے پر قادر نہیں تو یہ کفارہ درمیان میں کیوں لیا ہے؟ ابتداء میں لے لیتا یا پھر انتہا میں لے لیتا۔ سوال یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے جتنی انسانیت گزری‘ کیا ان کے گناہ کا کفارہ ہوا یا نہیں؟ اگر ان کے گناہ کا کفارہ نہیں ہوا اور وہ تو عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے پہلے فوت ہو گئے‘ کیا عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرنے والے سارے نبی‘ اور ان نبیوں کے سارے امتی (معاذ اللہ) دوزخ میں ہیں یا جنت میں؟ گناہگار کو تو دوزخ میں ہی ہونا چاہئے۔ سوال یہ ہے کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام موجود لوگوں کے گناہوں کا کفارہ بنے یا آئندہ آنے والے لوگوں کے گناہوں کا بھی کفارہ بنے؟ اس بات پر کیا دلیل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام گناہوں کا کفارہ بنے؟

”مجرمۂ اول عورت“ کی اولاد گناہوں کا کفارہ کیسے؟

آدم علیہ السلام سے زیادہ گناہگار توریت کتاب پیدائش میں سیدہ حوا کو ٹھہرایا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ سانپ نے حوا کو بہکایا اور دانہ کھلایا اور حوا نے آدم علیہ السلام کو بہکایا اور انہیں دانہ کھلایا تو بقول عیسائیت مجرمۂ اول حوا ہوئی۔ اب سوال یہ ہے مرد کی نسبت، عورت بڑی گناہگار ہے تو عورت کے پیٹ سے جنم لینے والا مرد کیسے گناہوں کا کفارہ بن سکتا ہے؟

قرآن بار بار کہتا ہے وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

جب قرآن ابن مریم کہتا ہے تو عیسائیوں کے اس نظریئے پر ضرب کاری لگاتا ہے کہ تم عورت کو بڑا گناہگار سمجھتے ہو کہ وہ مرد سے بڑھ کر گنہگار ہے۔ اسی نے مرد کو بہکایا‘ اگر تم عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے گناہوں کا کفارہ بھی جانتے ہو تو عورت جو سب سے زیادہ گناہگار ہے‘ اس کے پیٹ سے جنم لینے والا خود گناہ سے کیسے پاک ہو سکتا ہے اور گناہ کا کفارہ کیسے بن سکتا ہے؟

”گناہوں کا کفارہ بننے والا“ رضاکارانہ مصلوب کیوں نہ ہوا؟

بھائیو! غور کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام اگر گناہوں کا کفارہ بنے تو

کفارہ بننے کے لئے یہ ضروری تھا کہ عیسیٰ ؑ اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر پیش کرتے۔ چونکہ بقول عیسائیوں کے وہ کفارہ بننے کے لئے آئے تھے جبکہ متی انجیل کا بیان شاہد عادل ہے کہ عیسیٰ ؑ کو جب سولی کی طرف لیجا رہے تھے 'ان کے سر پر کانٹوں کا تاج تھا۔ ان کے منہ پر تھوکا جارہا تھا۔ انہیں گالیاں دی جارہی تھیں اور عیسیٰ ؑ ابن مریم کہہ رہے تھے۔ ایلی ایلی ...... اے میرے اللہ 'اے میرے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

اس کا معنی کیا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم حالت اضطرار میں تھے۔ مجبوری کی حالت میں تھے 'زبردستی لے جائے جارہے تھے۔ اگر عیسیٰ ؑ بنی نوع کے گناہوں کا کفارہ بننے جارہے تھے تو عیسیٰ ؑ یہ اضطراری کیفیت کیوں ظاہر کر رہے تھے؟ اے میرے اللہ اے میرے اللہ تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا۔ اس کا معنی کیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم گناہ کا کفارہ نہیں بننا چاہتے تھے؟ انہیں زبردستی سولی پر لٹکایا گیا۔ اور اگر عیسیٰ بن مریم گناہوں کا کفارہ بننے اور آئے ہی اس لئے تھے کہ وہ گناہوں کا کفارہ بنیں تو پیدا ہوتے ہی کیوں نہ انہیں گناہوں کا کفارہ بنا دیا گیا؟ وہ پینتیس برس تک لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ جو شخص آیا ہی اس مقصد کے لئے ہے 'بکرے کا بچہ پیدا ہی اس لئے ہوا ہے کہ اس کو آپ ذبح کر دیں 'اس کا مقصد ہی یہی ہے کہ

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

عیسیٰ ؑ پیدا ہوتے ہی لوگوں کا کفارہ بننے کیلئے کیوں مصلوب نہیں ہوئے یا انہوں نے خود کو پیش نہیں کیا جبکہ قرآن کہتا ہے کہ وہ اپنے شیر خوارگی کے ایام میں بھی اپنی قوم سے ہمکلام ہوئے اور انہوں نے کہا: قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا (مریم۔۳۰)

اس نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا۔

عیسائیوں کو یہودیوں کا شکر گزار ہونا چاہئے

اگلی بات یہ ہے کہ عیسائی ان یہودیوں پر کیوں برہم ہیں جنہوں نے عیسیٰ ؑ کو سولی پر لٹکایا۔ وہ تو تمہارے گناہوں کا کفارہ بنے تھے۔ پھر وہ یہودی تو تمہارے لئے باعث رحمت ہیں۔ انہوں نے عیسیٰ ؑ کو تمہارے گناہوں کا کفارہ بنا دیا۔ ان پر لعنت کیوں بھیجتے ہو' انہوں نے اچھا کیا یا برا کیا؟ اگر عیسیٰ ؑ گناہوں کا کفارہ بننے کیلئے ہیں تو جس یہودی نے عیسیٰ ؑ کو بقول عیسائیوں کے سولی پر لٹکایا 'اس کے لئے تو رحمت اور برکت کی دعائیں دینی چاہئیں کہ اس نے ہم پر احسان کیا کہ عیسیٰ ؑ کو گناہوں کا کفارہ بنا کے ہمیں گناہوں سے نجات دلادی۔

عیسیٰ ؑ صرف بنو اسرائیل کے لئے تو کفارہ سب کے لئے کیسے؟

دوسری بات جو قابل غور ہے' وہ یہ کہ عیسیٰ ؑ صرف بنو اسرائیل کی طرف نبی بن کر آئے تھے۔ قرآن بھی بتلاتا ہے۔ وہ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ

اور جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے 'اے بنی اسرائیل بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور تصدیق کرنے والا ہوں اس کی جو تورات میرے پاس ہے اور خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہوگا۔

اناجیل مروجہ بھی یہی کہتی ہیں کہ عیسیٰ ؑ بنو اسرائیل کی طرف رسول بن کر آئے۔ اس کے لئے حوالہ جات درج ذیل ہیں۔

عیسیٰ ؑ نے فرمایا کہ میں بنو اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ (انجیل متی باب ۱۵ آیت ۲۴)

دوسری گواہی کہ عیسیٰ ؑ کے پاس ایک عورت آئی اس نے آکر کہا' میرا بیٹا بیمار ہے۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیر' اس کے جسم پر ہاتھ پھیر تاکہ اسے شفا مل جائے۔ عیسیٰ ؑ نے بڑے غصے سے اس عورت کو (وہ بنی اسرائیل سے نہ تھی) مخاطب کرتے ہوئے کہا' لڑکوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالنا اچھا نہیں (یعنی میں غیر بنی اسرائیل کیلئے نہیں۔ وہ کہتے ہیں اور وہ (بنی اسرائیل) لڑکے ہیں) (انجیل متی باب ۱۵ آیت ۲۴) (یہ انداز اگرچہ کسی نبی کے شایاں نہیں تاہم چونکہ مروجہ انجیل میں یہ الفاظ عیسیٰ ؑ سے منسوب ہیں اور عیسائی اسے مانتے ہیں 'اس لئے بطور دلیل یہاں ذکر کیا ہے)

پھر متی انجیل کا دسواں باب آیت ۶'۵ میں عیسیٰ ؑ نے شاگردوں کو ہدایت کی کہ بنی اسرائیل کے سوا کسی اور کو تبلیغ نہ کرنا اور اعمال باب ۱۸ آیت ۶'۵ پولس کا یسوع کی وفات کے بعد غیر قوموں کو تبلیغ کرنا محض غصہ کی وجہ سے تھا۔

اب عیسیٰ ؑ بنی اسرائیل کیلئے آئے تو سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو بنو اسرائیل کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا' جب وہ لوگوں کے گناہوں کے کفارے کے طور پر مصلوب ہوا تو اب وہ کفارہ بنی اسرائیل کا ہوا یا پوری بنی نوع انسانی کا؟ عیسیٰ ؑ رسول تو تھے بنی اسرائیل کی طرف۔ جب وہ تمہارے گناہوں کی پاداش میں سولی پر لٹکا دیئے گئے تو سوال یہ ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے گناہوں کا کفارہ بنے یا پوری انسانیت کے گناہوں کا کفارہ بنے؟ اگر وہ صرف بنو اسرائیل کے لئے گناہوں کا کفارہ ہیں کیونکہ ان کی نبوت و رسالت صرف بنو اسرائیل کے لئے تھی تو تمہیں پوری دنیا کو عیسائیت کی دعوت دیتے ہوئے شرم محسوس کیوں نہیں ہوتی؟ کیا حق رکھتے ہو کہ اس شخص کو' اس کی رسالت کو' اس کی نبوت کو' اس کی تعلیمات کو لوگوں کے سامنے پیش کرو جسے اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص قوم اور ایک مخصوص گروہ اور برادری کی طرف مبعوث کیا؟

کفارہ بننے کے باوجود دردِ زہ اور روزی کی مشقت کیوں نہ ختم ہوئی؟

اس میں ایک بات اور بھی قابل غور ہے کہ عیسائیوں کے بقول "پیدائش" میں لکھا ہے (جو کہ بائبل کی پہلی کتاب ہے) کہ جب حوا نے گناہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حوا ؑ کو سزا کے طور پر یہ کہا کہ آج کے بعد تو بچہ درد سے جنم دے گی۔ یعنی بچہ جننے سے پہلے تجھے دردِ زہ ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ اگر عیسیٰ ؑ لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہو چکے ہیں تو آج عورتیں کیوں دردِ زہ میں مبتلا ہوتی ہیں؟ یہ تو گناہ کی سزا تھی اور یہ تورات کہتی ہے۔

اگلی بات جو نہایت خوبصورت ہے' جب آدم ؑ نے وہ کام کر لیا جس سے اللہ نے منع کیا تھا تو اللہ نے فرمایا' چونکہ تو نے میرا حکم نہیں مانا' آج کے بعد تو اپنے پسینے کی کمائی سے کھائے گا۔ (کتاب پیدائش)

یعنی محنت کرے گا' مزدوری کرے گا' کمائے گا' مشقت اٹھائے گا اور یہ رزق کمانے کے لئے جو جنت میں تجھے بے مشقت ملتا تھا اب تجھے سخت مشقت اٹھانا پڑے گی۔ اس میں تیرا پسینہ سر سے پاؤں تک بہتا ہوا چلا جائے گا۔ پسینے کی کمائی سے کھائے گا۔ یہ سزا تھی اس جرم کی جو آدم ؑ سے سرزد ہوا۔

باقی صفحہ 62 پر

انجیلوں کی حیثیت ہمارے ہاں ذخیرۂ حدیث کے برابر بھی نہیں کیونکہ محدثین کرام نے احادیث جمع کیں اور بڑی سخت محنت اور کڑی شرائط کے ساتھ ان کی اسناد پیش کیں جبکہ انجیلوں کے مرتبین نے ان کی کوئی سند پیش نہیں کی اور عیسیٰ ؑ کے سینکڑوں سال بعد مرتب ہوئیں

بقیہ کھیل

ہو کر اللہ کی یاد اور عبادت سے محروم نہیں ہونا چاہئے۔

پسندیدہ کھیل

خالد بن زید کہتے ہیں میں تیر انداز تھا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرتے اور کہتے اے خالد ہمارے ساتھ نکلو ہم تیر اندازی کریں ایک دفعہ میں نے تاخیر کر دی تو انہوں نے کہا آؤ میں تمہیں وہ حدیث سناؤں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی ایک تیر کی وجہ سے تین آدمی جنت میں داخل کر دے گا تیر کو بنانے والا جو اسے اللہ تعالی سے اجر حاصل کرنے کے لئے بناتا ہے۔ تیر پھینکنے والا اور تیر پکڑانے والا۔ تیر اندازی کرو اور سواری کرو سواری کرنے سے تمہاری تیر اندازی مجھے زیادہ پسند ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ يَلْهُو بِهِ الرَّجُلُ بَاطِلٌ إِلَّا رَمْيَةَ الرَّجُلِ بِقَوْسِهِ وَتَأْدِيبَهُ فَرَسَهُ وَمُلَاعَبَتَهُ امْرَأَتَهُ فَإِنَّهُنَّ مِنَ الْحَقِّ

آدمی کا ہر کھیل بیکار ہے تین کے علاوہ تیر اندازی کرنا، گھوڑا سدھانا، اہلیہ کے ساتھ کھیلنا۔ کیونکہ یہ تینوں حق میں سے ہیں۔ (مسند احمد 144/4 سنن سعید بن منصور (2450) سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب الرمی (2513) مستدرک حاکم 90/2 دارمی کتاب الجہاد باب فی فضل الرمی والأمر بہ (2405) ترمذی باب ما جاء فی فضل الرمی فی سبیل اللہ، ابن ماجہ باب الرمی فی سبیل اللہ

عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے کہ جابر بن عبد اللہ اور جابر بن عمیر الانصاری دونوں کو میں نے تیر اندازی کرتے ہوئے دیکھا ان میں سے ایک اکتا گیا اور بیٹھ گیا تو دوسرے نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔

كل شىء ليس من ذكر الله لهو ولعب الا ان يكون اربعة ملاعبته الرجل امراته وتأديب الرجل فرسه ومشى الرجل بين الغرصين وتعليم الرجل السباحة (صحیح الجامع الصغیر (4534) کتاب عشرۃ النساء للنسائی (52`53`54) فیض القدیر 23/5 سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (315)

ہر وہ چیز جس کا تعلق اللہ کے ذکر سے نہیں ہے وہ لھو و لعب ہے چار چیزوں کے سوا، آدمی کا اپنی اھلیہ سے کھیلنا، اپنے گھوڑے کو سدھانا، آدمی کا دو نشانوں کے درمیان چلنا (یعنی نشانہ بازی کے لئے) تیراکی سیکھنا

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ اسلامی تعلیمات میں تفریحات موجود ہیں جن میں سے چار اہم ترین ہیں۔ نشانہ بازی اور تیر اندازی، گھوڑ سواری، تیراکی، خاوند اور بیوی کی باہمی دل لگی۔

قرآن و سنت میں ان چار کھیلوں کی اہمیت کافی زیادہ موجود ہے کیونکہ ان کا دین حق کو بھی فائدہ ہے۔

انسان کی صحت و تندرستی سے بھی ان کا تعلق ہے

تیر اندازی اور گھوڑ سواری کا ذکر تو سورۃ انفال میں واعدوا لهم ما استطعتم الایۃ میں موجود ہے تیراکی اور بیوی کے ساتھ کھیل کا ذکر مذکورہ احادیث میں موجود ہے علاوہ ازیں دوڑنا بھی جسمانی ورزش اور صحت کے لئے انتہائی مفید ہے۔ رسول کریم ﷺ کی دوڑ کا ذکر بھی احادیث میں موجود ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ قَالَتْ فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رِجْلَيَّ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ سَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي فَقَالَ هَذِهِ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی السبق علی الرجل (2578) بیہقی 115/8 کتاب عشرۃ النساء باب مسابقۃ الرجل زوجتہ (56`57`58`59) ابن ماجہ کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء (1979) مسند احمد 39/6`264

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھی میں نے آپ کے ساتھ دوڑ لگائی اور آپ سے دوڑ میں آگے نکل گئی جب میرا بدن بھاری ہو گیا تو میں نے آپ سے دوڑ لگائی تو آپ مجھ پر دوڑ میں غالب آگئے آپ نے فرمایا: یہ اُس دوڑ کے بدلے میں ہے۔

نہیں ہے امام بخاری نے صحیح البخاری کتاب الاستیذان میں باب منعقد کیا ہے کہ

كل لهو باطل اذا شغله عن طاعة "ہر لھو بے کار ہے جب وہ اللہ تعالی کی اطاعت سے غافل کر دے۔ حافظ ابن حجر اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی بھی چیز میں ایسا مصروف ہو جائے جس سے (فرائض کی ادائیگی میں غفلت پیدا ہو جائے خواہ وہ چیز شرعی اعتبار سے جائز ہو یا ناجائز جیسا کہ نفلی نماز یا تلاوت یا ذکر یا قرآن کے معانی میں غور و فکر کرنے میں مشغول ہو جائے یہاں تک کہ جان بوجھ کر فرضی نماز کا وقت نکل جائے تو وہ بھی اس ضابطہ میں داخل ہے جب یہ حال نفلی عبادت کا ہے جو شرعی لحاظ سے مطلوب و مقصود ہے تو پھر اس سے کم درجہ کی اشیاء کا کیا حال ہو گا۔ یعنی جائز اشیاء جو حقوق و واجبات سے غافل کر رہی ہوں ان کا یہ حال ہے تو باقی تو بطریق اولی ناجائز ہوں گی (فتح الباری 91/11)

قوم نے جہاد کے محاذ کو سمجھنے کی بجائے کھیلوں کو جہاد سمجھ لیا ہے پچھلے سال کشمیر میں جنگ زوروں پہ تھی تو لوگ انڈیا اور پاکستان کا میچ دیکھ کر اسے کفر و اسلام کا معرکہ سمجھتے نذریں اور منتیں مان رہے تھے۔ یہ رویہ خطرناک تباہی کا پیش خیمہ بن سکتا ہے

اس طرح سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی دوڑ تو کتب احادیث میں معروف ہے کہ وہ اونٹوں کے ساتھ مل جایا کرتے تھے۔ دیکھیں (ابوداؤد کتاب الجہاد 2752) مسلم کتاب الجہاد والسیر (1754-1807/132)

اسی طرح تفریح طبع کے لئے اچھے شعر سننا اور سنانا بھی جائز و درست ہیں جس کی تفصیل پچھلے سوال میں گزر چکی ہے۔

شادی بیاہ کے موقع پر بچیوں کا اچھے اشعار دف بجا کر پڑھنا بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

یہ تو وہ چند کھیل تھے جن کا تذکرہ باقاعدہ احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ باقی کھیلوں کے متعلق درج ذیل امور پر غور فرمائیں۔

ا۔ جو کھیل فرائض و حقوق کی ادائیگی میں غافل کر دیں وہ ناجائز ہوں گے کیونکہ ایسے کھیل لھو و لعب ہیں جن کی رخصت

ایسے کھیل جن کا کوئی مقصود نہ ہو یعنی لایعنی اور فضول جو محض وقت گزارنے کے لئے لوگ کھیلتے ہیں وہ بھی درست نہیں ہوں گے کیونکہ وقت کا ضیاع بھی درست نہیں جیسا کہ صحیح البخاری وغیرہ کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے کہ صحت اور فراغت کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے اور خسارے میں پڑے ہیں اور مومن کی شان یہ ہے کہ وہ لغو اور فضول کاموں سے اعراض کرتا ہے ارشاد باری تعالی ہے

والذين هم عن اللغو معرضون' (المومنون۔3)

کہ ایمان والے لوگ لغو اور بے کار کاموں سے منہ موڑتے ہیں کمپیوٹر کی گیمیں، پتنگ بازی، ڈور لوٹنا، تاش، لڈو وغیرہ ایسی ہی کھیلیں ہیں جن سے وقت کا ضیاع ہی ہوتا ہے کوئی جسمانی فائدہ ہے نہ دینی و جہادی، لہٰذا ان سے اجتناب کیا جائے۔

بعض ایسے کھیل ہیں جن کی ممانعت احادیث صحیحہ میں موجود ہے جیسا کہ نرد، کبوتر بازی اور جانور لڑانا وغیرہ۔

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

من لعب النرد شير فكانما صبغ يده فى لحم خنزير ودمه

"جو شخص نرد شیر کھیلا گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون میں رنگ لیا۔"

(صحیح مسلم کتاب الشعر باب تحریم اللعب بالنردشیر (2660/10) ابوداؤد کتاب الأدب باب فی النہی عن اللعب بالنرد (4939) مسند احمد 352/5) ابن ماجہ (3763)

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "من لعب بالنرد فقد عصی اللہ ورسولہ"

"جو شخص نرد (چوسر) کھیلے اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی" (ابوداؤد کتاب الادب باب فی النھی عن اللعب بالنرد (4938) ابن ماجہ کتاب الادب باب اللعب بالنرد (3762) مسند احمد 394/4 مستدرک حاکم 50/1

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی دیکھا جو کبوتر کے پیچھے جارہا تھا تو آپ نے فرمایا شیطان یتبع شیطانۃ

"شیطان شیطانہ کے پیچھے جارہا ہے۔"

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی اللعب بالحمام (4940) ابن ماجہ 3764) بیہقی 213/10)

جانوروں کی لڑائی کے متعلق عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ

"اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع کیا ہے۔"

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی التحریش بین البھائم (2562) ترمذی کتاب الجہاد (1708) اس کی سند میں اعمش مدلس ہیں اور ابو یحیٰ قتات کمزور راوی ہیں اسے امام سفیان ثوری نے مرسل بیان کیا ہے اس کے اور بھی طرق ہیں)

لہذا چوسر کھیلنا' کبوتر بازی' تیتر' بٹیر' مرغ اور جانور وغیرہ لڑانے سے اجتناب کیا جائے البتہ کبوتر' مرغ وغیرہ پالنا اور ان کی خدمت کرنا جائز ہے جیسا کہ صحیح البخاری میں ابو عمیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے جب ان کا سرخ چونچ والا پرندہ مرگیا تو آپ نے فرمایا یا اباعمیر ما فعل النغیر "اے ابو عمیر نغیر نے کیا کیا ہے؟

ایسے کھیل جو کسی حرام اور نافرمانی والے کام پر مشتمل ہوں وہ بھی ناجائز ہیں جیسا کہ ایسے کھیل جن میں ستر کھولا جائے' جوا' موسیقی مرد وزن کا اختلاط وغیرھا۔ کیونکہ ستر کی حفاظت اسلامی فرائض سے ہے جوئے کی حرمت قرآن حکیم میں منصوص ہے موسیقی کی حرمت پر کئی احادیث صحیحہ موجود ہیں تفصیل کے لئے راقم کی کتاب "ٹی وی معاشرے کا کینسر" ملاحظہ ہو اسی طرح تصاویر جمع کرنے' البم بنانا یا ڈرامے بنانا' کھیلنا' مردوں اور عورتوں کا مل کر شو اور تھیٹر لگانا وغیرہ حرام ہے اور کفار ومشرکین' یہود ونصاریٰ کی نقالی اور ان کے ساتھ تشبہ ہے اس سے اجتناب لازمی ہے۔

امام خطابی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھیلوں کی باقی اقسام ممنوع ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کھیلوں کی اجازت صرف اس لئے دی ہے کہ ان میں سے ہر کھیل میں اگر غور کریں یا تو وہ حق کے لئے معاون ہیں یا اس کا ذریعہ ہیں۔ البتہ ان کھیلوں کے حکم میں وہ کھیل بھی داخل ہیں جن کے ذریعے انسان کی جسمانی ورزش بھی ہوتی ہے تاکہ ان کے ذریعے جسم مضبوط وقوی ہو اور دشمن سے مقابلے کی قوت حاصل ہو جیسے اسلحہ کا مقابلہ یعنی نشانہ بازی وغیرہ کرنا' پیدل دوڑ وغیرہ باقی رہے وہ قسم قسم کے کھیل جنہیں بیکار لوگ کھیلتے ہیں جیسے شطرنج' چوسر' کبوتر بازی اور دیگر بے مقصد کھیل' وہ سب ممنوع ہیں کیونکہ ان سے نہ کسی نیک کام میں مدد ملتی ہے اور نہ کسی واجب کی ادائیگی کے لئے فرحت وخوشی کا سامان حاصل ہوتا ہے۔ (تہذیب للامام ابن القیم 321/3 بھامش مختصر سنن ابی داؤد للمنذری والخطابی

یہ بھی یاد رہے کہ عصر حاضر میں جتنے کھیل کھیلے جاتے ہیں ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو بے شمار کوتاہیوں' خرابیوں اور مفاسد پر مبنی ہیں۔ مثلاً

1۔ ان کے کھیلنے سے نمازوں کا ضیاع' جمعہ نہ پڑھنا' حتی کہ فرضی روزے ضائع کئے جاتے ہیں جیسا کہ کرکٹ کے ایک دن والے میچ اکثر جمعۃ المبارک کو رکھ لئے جاتے ہیں۔

ان میں مرد وزن کا اختلاط نمایاں ہوتا ہے عورتیں سپیشل یہ میچ دیکھنے مختلف ممالک میں بن سنور کر جاتی ہیں۔

3۔ ان کھیلوں کے انعقاد کی بنا پر مرد وزن میں اکثر عشق ومعاشقے چل نکلتے ہیں اور پھر وہ خلوتوں اور تنہائیوں میں ملتے ہیں جیسا کہ اکثر کرکٹرز حضرات کے قصے اخبارات میں چھپتے ہیں اور عامۃ الناس سے اوجھل نہیں۔

4۔ ان کھیلوں میں وقت کے ضیاع کے ساتھ' مال ودولت کا بھی نقصان ہوتا ہے اگر وہ رقم جو' ان میچوں پر صرف ہوتی ہے دینی امور پر لگائی جائے تو ہمارا معاشرہ کافی حد تک صحیح ہو سکتا ہے۔

5۔ ان کھیلوں میں جس طرح کھلاڑیوں کو قومی اور ملی ہیرو بنا کر پیش کیا جاتا ہے نئی نسل اپنے مجاہد کمانڈرز' صحابہ کرام' تابعین عظام اور آئمہ محدثین رحمھم اللہ اجمعین کو اپنا آئیڈیل بنانے کی بجائے ان کھلاڑیوں کو بنا رہے ہیں۔ جس کی بنا پر جہاد جیسے اہم فریضے سے قوم کو غافل کیا جارہا ہے۔

6۔ اکثر کھیلوں میں ستر کا اہتمام نہیں ہوتا مرد تو کجا عورتیں بھی نیکر اور شرٹ پہن کر کھیل میں شریک ہوتی ہیں حالانکہ شرعاً عورت ساری کی ساری پردے میں رہنے والی ہے۔ ان کھیلوں کی وجہ سے عورت کو اصل مقام سے گرا کر سر بازار لایا گیا ہے۔

7۔ قوم نے جہاد کے محاذ کو سمجھنے کی بجائے کھیلوں کو جہاد سمجھ لیا ہے پچھلے سال میں جب کشمیر میں جنگ زوروں پر ہوئی تو لوگ انڈیا اور پاکستان کا میچ دیکھ کر اسے کفر واسلام کا معرکہ سمجھے بیٹھے تھے اور ہوٹلوں' چوکوں' پارکوں میں ٹی وی نصب کر کے میچ دیکھے جارہے تھے بلکہ ان میچوں کے لئے لوگ نذریں اور منتیں مانگتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اس طرح امت مسلمہ کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا جارہا ہے۔

الغرض اگر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو ان کھیلوں کا نہ دین کو فائدہ ہے اور نہ انسانی صحت کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ ہمیں وہ کھیل کھیلنے چاہئیں جو اللہ کی یاد سے غافل نہ کریں۔ ان کا دین کو فائدہ ہو اور ہماری صحت وتندرستی بھی قائم رہے جیسے تیر اکی' گھڑ سواری' نشانہ بازی اور دوڑ وغیرہ

تبدیلی دفتر گوجرہ

دفتر جماعۃ الدعوۃ بالائی منزل فاروق پینٹس اینڈ ہارڈ ویئر سٹور مین بازار گوجرہ۔ فون نمبر 04651-516145PP

نیز دفتر میں کیسٹ لائبریری کا بھی اجراء کیا جاچکا ہے۔

موضوعات کتاب

آپ کے جانے پہچانے (نعمانی کتب خانہ لاہور) کی نئی پیشکش

علم جہاد، غزوہ کا حکم، جہاد کے لغوی وشرعی معنی، جنگی ساز وسامان کا علم، فوج کو منظم کرنے کا علم، سفارت، جنگ بندی اور مصالحت، جہاد کی ترغیب سے متعلق آیات قرآنی ونصوص سے جہاد کے احکامات کا بیان، کافر سے لڑنے کی حالتیں، ۲۔ جہاد، شہادت اور پہرہ کے فضائل احادیث نبویؐ کی روشنی میں بیان۔ ۳۔ غزوہ کے احکام احادیث نبویؐ کی روشنی میں۔ ۴۔ آخر میں شہادت کے معانی اور شہید کے احکام اور شہادت صغریٰ کے اسباب احادیث کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔

۵۔ اپنے موضوع پر بے مثال یہ کتاب بذریعہ منی آرڈر ڈاک مبلغ **۱۵۰** روپے درج ذیل پتہ پر روانہ فرما کر گھر بیٹھے یہ کتاب منگوا کر مطالعہ کیجیے۔

۔ مرید کے اجتماع کے موقع پر یہ کتاب نعمانی کتب خانہ لاہور کے سٹال پر تشریف لا کر یہ کتاب خصوصی رعائت کے ساتھ حاصل کریں۔

العبرۃ مما جاء فی الغزو والشھادۃ والھجرۃ

کا اردو ترجمہ

غزوہ شہادت اور ہجرت کے احکام

تالیف

علامہ سید نواب صدیق حسن خان قنوجی

ترجمہ

فاضل درس نظامی

نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور' پاکستان

Ph 7321865 E mail nomania2000@hotmail.com

پاکستان کا موجودہ نظام الاوقات

اور پیدا ہونے والی کچھ پیچیدگیوں کا حل

علماء و ماہرین ہیئت اور حکمرانوں کیلئے ایک قابل غور مسئلہ

قاضی کاشف نیاز

کوئی چھ ماہ قبل جنرل مشرف صاحب نے پاکستان کے وقت کو ایک گھنٹہ آگے کرنے کا اعلان کیا۔ مقصد یہ بتایا گیا کہ اس طرح ہم دن کی روشنی کو زیادہ استعمال کر سکیں گے۔ اب پھر انہوں نے ایک گھنٹہ پیچھے کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یوں یہ سلسلہ ہر چھ ماہ بعد جاری رہے گا۔ بظاہر اس میں کوئی بڑی الجھن نظر نہیں آتی لیکن دقیق نظر سے دیکھا جائے تو اس میں پاکستانی قوم کے لئے بالعموم اور دیندار طبقے کے لئے بالخصوص کافی مشکل پیدا ہو رہی ہے۔ یہ مشکل یا الجھن جو ابھی زیادہ نظر نہیں آتی لیکن عنقریب یہ مسئلہ گھمبیر ہونے والا ہے' اس کی تفصیل ہم آگے پیش کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ جناب مشرف ہماری ان درج ذیل معروضات پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور فرمائیں گے اور ملک و ملت کے وسیع تر مفاد میں فیصلہ فرمائیں گے۔ قارئین سے معذرت کے ساتھ یہ بھی عرض کرتے چلیں کہ جناب صدر کی پالیسیوں سے تمام تر اختلافات کے باوجود ان سے امید کا یہ تارا ابھی تک اسی لئے بندھا ہوا ہے کہ وہ بہر حال اپنے کئی بیانات میں اس بات کا واضح اظہار کر چکے ہیں کہ وہ اول و آخر مسلمان ہیں۔ ختم نبوت ﷺ پر ان کا ایمان ہے اور وہ خود کو ملت محمدیہ ﷺ سے باہر نہیں سمجھتے بلکہ اس کا ایک اٹوٹ فرد ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان سے بجا طور پر امید ہے کہ وہ وقت کی اس بار بار تبدیلی کے مسئلے پر ملت کے وسیع تر مفاد میں نظر ثانی فرمائیں گے۔

ہم یہاں پر ایک بات بطور وضاحت پیش کرتے چلیں کہ وقت کے مسئلے کی اس بحث کا تعلق حلال و حرام' جائز و ناجائز یا شرعی اور غیر شرعی قسم کے کسی امر سے ہرگز نہیں بلکہ یہ صرف اور صرف ایک تدبیری امر ہے۔ نہ تو پہلے والے اوقات شریعت کی طرف سے تھے اور نہ اب موجودہ اوقات کو اختیار کرنے سے کسی شرعی امر کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ البتہ اوقات کی تبدیلی کے سلسلے میں اتنا ضروری ہے کہ امت کی سہولت جس طریقے میں زیادہ نظر آئے' وہی اختیار کرنا چاہئے۔ ہم کوئی ماہر فلکیات نہیں لیکن اس مسئلے اور وقت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس کے متعلق کچھ بنیادی باتیں اپنی معلومات کے مطابق عرض کر دیں تاکہ معلوم ہو کہ یہ اوقات یا معیاری اوقات ہیں کیا اور یہ کیسے بنائے گئے ہیں؟

> گرمیوں کے دن پہلے ہی لمبے ہوتے ہیں' حکومت گھڑیاں ایک گھنٹہ آگے کر کے انہیں مزید لمبا کر دیتی ہے حالانکہ سردیوں کے چھوٹے دنوں کو لمبا کرنا چاہئے تھا جو ممکن نہیں ورنہ لوگوں کو طلوع آفتاب ہوتے ہی گھروں سے نکلنا پڑے گا

ماہرین فلکیات نے جب موجودہ اوقات جنہیں معیاری اوقات (Standard Time) کہا جاتا ہے' اختیار کئے تو ان کی بنیاد اس نظریئے اور کوشش پر تھی کہ وقت کا ایسا پیمانہ اختیار کیا جائے کہ دنیا کے تقریباً ہر مقام پر نصف النہار یا زوال آفتاب کے وقت دوپہر کے بارہ بج رہے ہوں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے زمین کو لمبائی اور چوڑائی کے رخ کئی فرضی خطوط میں تقسیم کیا گیا۔ زمین پر شمالاً جنوباً 360 فرضی خطوط کھینچے گئے۔ یہ خطوط طول بلد (Longitude) کہلاتے ہیں۔ چونکہ ایک دائرہ میں 360 درجے ہوتے ہیں' اس لئے دو خطوط طول بلد کا درمیانی حصہ ایک درجہ کا فاصلہ ظاہر کرتا ہے۔ ان خطوط طول بلد کو ہم خربوزہ کی قاشوں کی لکیروں سے تشبیہ دے سکتے ہیں' ان خطوط میں سے ہر ایک خط کی لمبائی یکساں ہوتی ہے۔ ان درجوں کے شمار کے لئے ضروری تھا کہ کسی ایک خط طول بلد کو صفر درجہ قرار دے کر اسے معیاری خط طول بلد سمجھا جائے تاکہ اس خط سے دوسرے خطوط کے درجوں کا شمار ہو سکے۔ چنانچہ یہ خط لندن کے قریب واقع ایک گاؤں گرینچ کے پاس سے قطب شمالی اور قطب جنوبی کو ملاتا ہوا چلا گیا ہے۔ اس خط طول بلد کو نصف النہار اولی (Prime Meridian) کا نام دیا گیا ہے۔ اس کا درجہ طول بلد صفر ہے۔ اس کے مشرق کی طرف واقع 180 خطوط طول بلد مشرقی اور مغرب کی طرف واقع خطوط طول بلد مغربی کہلاتے ہیں۔

اسی طرح زمین کے عین درمیان شرقاً غرباً جو فرضی خط کھینچا گیا ہے' اس کا نام خط استواء (Equater) ہے۔ یہ صفر درجہ عرض بلد ہے اور دوسرے خطوط عرض بلد (Latitude) کی درجہ بندی اور شمار کے لئے معیار کا کام دیتا ہے۔ خط استواء کے متوازی شرقاً غرباً 90 خطوط شمال کو کھینچے گئے ہیں جو قطب شمالی پر جا کر ختم ہو جاتے ہیں لہٰذا یہ خطوط عرض بلد شمالی کہلاتے ہیں۔ اسی طرح خط استواء سے جنوب کی طرف کھینچے گئے خطوط عرض بلد جنوبی کہلاتے ہیں۔ ان خطوط کا آپس میں درمیانی فاصلہ ہمیشہ یکساں ہوتا ہے کیونکہ یہ سب ایک دوسرے کے متوازی ہوتے ہیں البتہ خطوط عرض بلد جوں جوں قطبین کی طرف واقع ہوتے ہیں' ان کی لمبائی کم ہوتی جاتی ہے۔

انہی خطوط طول بلد اور عرض بلد کی مدد سے نہ صرف مختلف ملکوں اور مقامات کے باہمی فاصلے نکالے گئے ہیں بلکہ ان کے اوقات کے تعین میں بھی سہولت ہوئی ہے۔ موجودہ نظریہ ہیئت کے

مطابق زمین اپنے محور کے گرد 24 گھنٹے میں ایک چکر پورا کرتی ہے جس کے نتیجے میں دن رات پیدا ہوتے ہیں۔ گویا زمین 24 گھنٹے میں 360 درجے طول بلد گھوم جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین ایک گھنٹے میں 15 درجے طول بلد گھومتی ہے چنانچہ اس حساب سے زمین کو پندرہ پندرہ درجے طول بلد کے 24 خطوط یا منطقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ گویا ایک درجہ طول بلد 4 منٹ میں طے ہوتا ہے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ایک مخصوص مقام الف جو 30 درجہ طول بلد مشرق میں واقع ہے اور مقام ب جو 45 درجہ طول بلد مشرق میں واقع ہے تو مقام الف پر سورج 60 منٹ بعد طلوع ہوگا۔

(45-30=15 درجے × 4 منٹ = 60 منٹ)

کیونکہ مقام ب سورج کے زیادہ قریب ہے۔ مقام الف سورج سے دور ہونے کی وجہ سے وہاں سورج ب کی نسبت 15 درجے کے فرق کے حساب سے 60 منٹ بعد طلوع ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو مقامات مشرق کی جانب واقع ہوں گے وہاں سورج 4 منٹ فی درجہ کے حساب سے پہلے نمودار ہوگا اور جو مقامات مغرب میں ہیں وہاں اس حساب سے بعد میں طلوع ہوگا۔ مثلاً لاہور کا درجہ طول بلد 75 درجے مشرق ہے اور مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ 40 درجے مشرق میں واقع ہیں تو سورج لاہور میں مکہ یا مدینہ کی نسبت 140 منٹ پہلے طلوع ہوگا۔

(75-40=35×4=140)

اب جب ہم یہ کہتے ہیں کہ دنیا کے تقریباً ہر مقام پر نصف النہار یا زوال آفتاب کے وقت دوپہر کے بارہ بجنے چاہئیں تو جب گرینچ یا صفر طول بلد پر بارہ بجے ہوں گے تو 15 درجے طول بلد مشرق پر واقع مقام الف پر سورج ایک گھنٹہ پہلے ہی نصف النہار پر آچکا ہوگا۔ چنانچہ یہاں مقام الف کا وقت ایک بجے ظاہر کرتا ہوگا تب ہی یہاں نصف النہار کا وقت 12 بجے ہوگا۔ گویا گرینچ سے جوں جوں مشرق کی طرف جائیں گے تو ہر پندرہ درجے پر گرینچ کے وقت سے ایک گھنٹہ گھڑی آگے بڑھاتے جائیں گے یا فی درجہ 4 منٹ آگے بڑھائیں گے جبکہ مغرب کی طرف جاتے ہوئے گرینچ کے وقت سے ہر پندرہ درجہ پر ایک گھنٹہ یا ہر ایک درجہ پر 4 منٹ کم کرتے جائیں گے۔ لاہور کا درجہ طول بلد 75 درجے مشرقی ہے۔ اس حساب سے لندن کے قریب واقع گرینچ یا صفر درجہ طول بلد پر جب دوپہر کے بارہ بج رہے ہوں گے تو لاہور میں 5 بجے شام کا وقت ہوگا

(75×4=300 منٹ یا 5 گھنٹے یا 75÷15=5 بجے)

یہ ہے وہ طریقہ جس کے مطابق پوری دنیا کے معیاری اوقات متعین کیے گئے۔ البتہ ہر ملک کے تمام مقامات چونکہ ایک ہی درجہ طول بلد پر واقع نہیں ہوتے' اس لئے سب ملکوں نے اپنا ایک اوسط یا اس کے قریب طول بلد لے کر اس کا معیاری وقت پورے ملک پر نافذ کردیا۔ اس میں کچھ کمی بیشی بھی گوارا کرلی گئی۔ مثلاً پاکستان کا طول بلد 62 سے لے کر 75 درجے مشرقی اور لاہور کا 75 درجے مشرقی ہے لیکن پاکستان کا معیاری وقت گرینچ سے 5 گھنٹے پہلے یعنی $67\frac{1}{2}$ درجے مشرق کے حساب سے مقرر ہے۔ اسی طرح سارے ملکوں کا حال ہے۔

بہرحال اس ساری دقیق تفصیل کا مقصد یہ ہے کہ انسان نے

> **حکومت یا تو اوقات کی بار بار تبدیلی کا سلسلہ ختم کرے یا پھر مختلف پیچیدگیوں سے بچنے کیلئے معیاری وقت اور ڈے ٹائم کو الگ الگ طور پر نشر کرنے کے اقدامات کرے**

MAGENTA BLACK

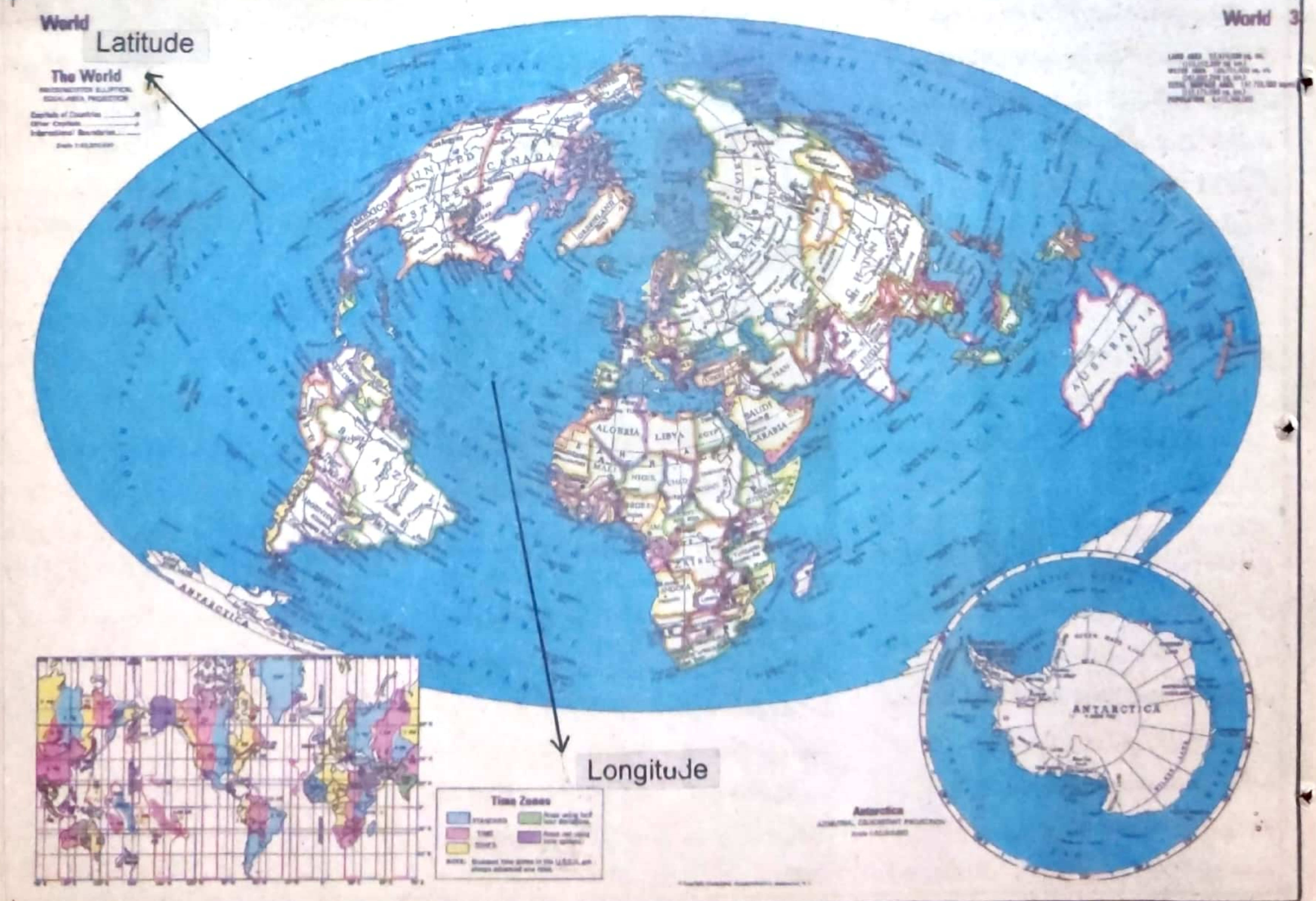

اپنی سہولت کے لئے سورج کے حساب سے اپنے اوقات کا تعین کیا۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ اسلام نے تاریخ اور ماہ وسن کے لئے تو قمری حساب کو پسند کیا اور شمسی یا عیسوی طریقے کے مقابلے میں اس کی صحت بہت سے دلائل سے ثابت ہے جو ایک الگ موضوع ہے لیکن اسلام نے نمازوں کے اوقات کے لئے سورج ہی کو بنیاد بنایا۔ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ہے۔

سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ سیدنا جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا' اٹھئے اور نماز ادا کیجئے۔ اور جبریل علیہ السلام نے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھلنے لگا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام عصر کے وقت آئے اور کہا' اٹھئے اور نماز ادا کیجئے۔ تو جبرئیل علیہ السلام نے عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر یعنی ایک مثل تک ہو چکا تھا۔ پھر جبریل علیہ السلام مغرب کے وقت آئے اور کہا' اٹھیے اور نماز ادا کیجئے۔ پھر جبریل علیہ السلام نے مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی' جب کہ سورج غروب ہو چکا تھا۔ پھر جبرئیل علیہ السلام عشاء کے وقت آئے اور کہا' اٹھئے اور نماز ادا کیجئے۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جبکہ شفق غائب ہو چکی تھی۔ پھر جبریل علیہ السلام فجر کے وقت آئے اور اس وقت نماز پڑھائی جب فجر طلوع ہوئی۔ پھر اس سے اگلے دن جبرئیل علیہ السلام اس وقت آئے جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو چکا تھا اور کہا' اٹھئے اور نماز ادا کیجئے۔ پھر عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے دگنے یعنی دو مثل کے برابر ہو چکا تھا۔ پھر مغرب کیلئے سورج غروب ہونے کے وقت ہی آئے۔ پھر عشاء کے لئے آپ کے پاس اس وقت آئے جب نصف رات گزر چکی تھی۔ (یا سیدنا جابر ؓ نے کہا' تہائی رات گزر چکی تھی) اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ پھر جبریل علیہ السلام اس وقت آئے جب فجر خوب روشن ہو چکی تھی اور سفیدی پھیل چکی تھی۔ اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے نماز پڑھائی پھر کہا۔ ما بین ھذین الوقتین وقت ان دونوں اوقات کے درمیان نماز کا وقت ہے۔ (نسائی واحمد) (یہ یاد رہے کہ دیگر احادیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے عشاء کے علاوہ باقی نمازوں کو اول وقت کے قریب تر پڑھنا زیادہ پسند کیا لیکن افسوس کہ آج کل عام طور پر اول وقت گزار کر ہی نماز ادا کی جاتی ہے)

درج بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ

1۔ تمام نمازوں کا تعلق سورج سے ہے۔

2۔ ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے لے کر کسی چیز کا سایہ اس کے مثل (برابر) ہونے تک ہے۔

3۔ عصر کا وقت سایہ ایک مثل ہونے سے لے کر دو مثل یا دگنا ہونے تک ہے۔

4۔ مغرب کا وقت غروب آفتاب پر ہے اور زیادہ سے زیادہ شفق کی سرخی غائب ہونے تک ہے۔

5۔ عشاء کا وقت شفق غائب ہونے سے لے کر آدھی رات یا تہائی رات تک ہے۔

6۔ نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے لے کر سورج نکلنے سے پہلے سفیدی پوری طرح پھیل جانے تک ہے۔

علماء نے معیاری وقت کے مطابق اوقات نماز کے نقشے بنائے ہوئے ہیں لیکن ہر چھ ماہ بعد وقت تبدیل کرنے سے بالآخر لوگوں کو کچھ یاد نہیں رہے گا کہ اب انہوں نے نقشے سے گھنٹہ آگے رکھ کر نماز ادا کرنی ہے یا پیچھے رکھ کر اور یوں عنقریب اوقات نماز کے لئے بہت بڑا مسئلہ کھڑا ہو جائے گا

اب چونکہ گھڑیوں کے اوقات بھی سورج کے مطابق کر دیئے گئے اور احادیث میں بھی نمازوں کے اوقات کو سورج کے حساب سے مقرر کیا گیا تو علماء کرام نے ان دونوں کی روشنی میں بڑی محنت شاقہ سے ہر شہر میں نمازوں کے دائمی اوقات کے نقشے مرتب کر دیئے (جن شہروں میں یہ نقشے نہیں بنے ہیں' وہاں کے لوگ دوسرے شہروں کے نقشوں پر اپنے مقامات کے لئے درج شدہ کچھ منٹ منفی جمع کر کے اپنا نظام الاوقات بنا لیتے ہیں۔ کیونکہ پیچھے درج قانون ہیئت کی رو سے اصول یہی بنتا ہے کہ جو مقامات کسی خاص مقام سے مغرب کی طرف ہوں گے' وہاں سورج دیر سے طلوع وغروب ہونے کی وجہ سے فی درجہ طول بلد 4 منٹ جمع کریں گے اور جو مشرق کی طرف واقع ہوں گے تو وہاں سورج جلد طلوع وغروب ہونے کی وجہ سے فی درجہ طول بلد 4 منٹ منفی کریں گے۔ اس میں یہ بات البتہ بڑی اہم اور قابل توجہ ہے کہ ایسے تخمینوں پر بنائے گئے نقشوں کے اوقات مکمل سو فیصد صحیح نہیں ہوتے۔ اگرچہ چند منٹوں کی بیشی چل سکتی ہے لیکن پھر بھی یہ بہت ضروری ہے اور احتیاط کا بھی تقاضا ہے کہ ہر شہر کے لوگ اپنے شہر میں سارے سال کا نقشہ خود سورج کے طلوع وغروب اور ایک مثل دو مثل سایہ وغیرہ کو دیکھ کر مرتب کریں۔ ہمارے محترم بھائی عبید الرحمٰن محمدی نے ان نقشوں کے اوقات اور جمع منفی کے درج شدہ طریقہ کو جب سورج کے حقیقی طلوع وغروب سے بعض جگہ موازنہ کیا تو دونوں میں فرق نکلا۔ اس کا مشاہدہ واعتراف ہمارے کئی اور بزرگوں اور بھائیوں کو بھی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ گرمیوں اور سردیوں میں سورج کے سفر کے زاویئے کا فرق پڑ جاتا ہے۔ گرمیوں میں سورج خط سرطان (Tropic of cancer) (خط استواء سے $23\frac{1}{2}$ درجے شمال) کی طرف ہوتا ہے اور سردیوں میں خط جدی (Tropic of Capricorn) (خط استواء سے $23\frac{1}{2}$ درجے جنوب) کی طرف ہوتا ہے۔ اس حساب سے مختلف موسموں میں سورج کی شعاعیں ایک مقام تک پہنچنے میں مختلف وقت لیتی ہیں۔ اس لئے جمع منفی کا طریقہ ایک موسم میں تو صحیح نکلتا ہے لیکن دوسرے موسم میں مشاہدے کے برعکس ہوتا ہے۔ اب اس کے دو ہی حل ہیں۔

1۔ اوقات نماز کے نقشوں پر دونوں موسموں کے لئے جمع منفی کے الگ الگ تخمینے دیئے جائیں جیسا کہ مغربی ممالک میں بھی اسی وجہ سے Summer timings اور Winter timings الگ الگ دیئے ہوتے ہیں کیونکہ مروجہ جمع منفی کے صرف ایک تخمینہ سے بنائے ہوئے اوقات کا فرق بعض دفعہ اصل اوقات سے بہت زیادہ بھی ہوتا ہے اور کچھ مقامات پر کسی موسم میں عصر کی نماز کا وقت' اول وقت سے بھی پہلے شروع ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں سحر وافطار کے لئے تو معمولی فرق بھی روزے کو مشکوک بنا سکتا ہے۔ تو پھر احتیاط اسی میں ہے

کہ ہر شہر کے لوگ اپنا نظام الاوقات خود سورج کو دیکھ کر مرتب کریں)

اوقات نماز کے نقشوں پر منفی جمع کے تخمینہ سے مکمل سو فیصد صحیح اوقات حاصل نہیں ہوتے۔ دراصل اس طریقہ سے ایک موسم میں اوقات تو درست ہوتے ہیں لیکن دوسرے موسم میں غلط۔ اس کے حل کے لئے یا تو ہر شہر کے لوگ سارا سال خود سورج دیکھ کر کیلنڈر بنائیں یا دونوں موسموں کے لئے منفی جمع کے الگ الگ تخمینے نکال کر کیلنڈر بنائے جائیں

اب سوال یہ ہے کہ جناب مشرف نے دن کی روشنی کو زیادہ استعمال کرنے کے لئے سال میں دو دفعہ جو وقت کو آگے پیچھے کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے تو اس سے کیا الجھن پیدا ہو سکتی ہے؟ بظاہر دیکھا جائے تو اس میں الجھن والی کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی۔ ویسے

بھی اوقات میں اس طرح کی تبدیلی کا کام مغربی ملکوں میں بھی ہوتا رہتا ہے جسے وہ Day light saving time یا مختصراً Day time کہتے ہیں۔ انہوں نے معیاری وقت کے علاوہ اپنے ملک کے لئے اس طرح کے کئی مقامی اوقات مقرر کئے ہوئے ہیں۔ لیکن اہل اسلام کا معاملہ مختلف ہے۔ ان کے لئے اس معاملے میں تھوڑی سی الجھن ضرور پیدا ہوگی۔ اور یہ تھوڑی سی الجھن جو ابھی ابتداء میں ہے' بعد میں بڑھ بھی سکتی ہے۔ اسلامیان پاکستان نمازوں کے دائمی اوقات کے نقشے کے مطابق اپنی نمازیں صحیح وقت پر ادا کرلیتے ہیں۔ اب ظاہر ہے یہ نقشے اصل معیاری وقت کے مطابق تیار کئے گئے ہیں۔ مشرف صاحب نے چھ ماہ قبل جب اس معیاری وقت سے گھڑیوں کو ایک گھنٹہ آگے کرایا تو اسی وقت ہی ملک کی بہت سی مسجدوں میں یہ الجھن کھڑی ہوگئی کہ ہم اپنی نمازیں کون سے وقت کے مطابق ادا کریں۔ پرانے وقت کے مطابق یا نئے وقت کے مطابق؟ بہر حال وقتی طور پر یہ مسئلہ آہستہ آہستہ اس طرح حل ہوگیا کہ لوگوں نے نقشے کے اوقات سے ایک گھنٹہ آگے کرکے نمازیں صحیح وقت پر ادا کرنا سیکھ لیں۔ البتہ جو بدستور الجھن کا شکار رہے' انہوں نے اپنی مسجدوں میں گھڑیوں کو پرانے اوقات پر ہی رکھا۔ ایسا چھوٹے شہروں کی مسجدوں سے لے کر بڑے شہروں کی کئی مساجد تک بھی عام دیکھنے میں آیا۔ چھوٹے شہروں میں تو مسجدوں کے علاوہ عام دکانوں اور گھروں میں بھی گھڑیوں کو پرانے وقت پر ہی رکھا گیا۔ اب جب وقت کو پھر ایک گھنٹہ پیچھے کرلیا گیا ہے اور چھ ماہ بعد پھر آگے کرلیا جائے گا تو اس بار بار کے آگے پیچھے کرنے سے کچھ عرصہ بعد کس قدر الجھن پیدا ہوگی' اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ نمازیوں کو بالآخر کچھ یاد نہیں رہے گا کہ اب انہوں نے نمازوں کے دائمی اوقات کے نقشہ سے وقت کو ایک گھنٹہ آگے رکھ کر چلنا ہے یا پیچھے رکھ کر۔ اس سے اسلام کے ایک بہت بڑے فریضے کی ادائیگی میں بڑا خلل آئے گا کہ جس کی وقت پر ادائیگی کا قرآن میں بطور خاص اللہ نے حکم دیا۔

ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا

مومنوں پر نماز وقت مقررہ پر فرض کی گئی ہے

جناب مشرف صاحب کو چاہئے کہ وہ بحیثیت مسلمان وقت کی اس بار بار تبدیلی کی لاحاصل مشق ترک کردیں۔ ہمیں نہیں معلوم اس میں انہیں کتنا دنیاوی فائدہ ملا یا کتنی معیشت مضبوط ہوگئی۔ اگر کوئی تھوڑا سا فائدہ مل بھی گیا ہوگا تو ہمیں یقین ہے ایک اسلامی فریضے کی ادائیگی میں خلل پڑنے پر اس معمولی فائدے میں پہلے کی طرح کوئی برکت نہ رہے گی۔ اس سے پہلے نواز شریف دور میں جمعۃ المبارک کی چھٹی کو معاشی فائدے کے لئے صلیبیوں کے خاص مذہبی دن اتوار کی چھٹی میں بدلا گیا۔ لیکن اس کے بھی ابھی تک کوئی مثبت نتائج سامنے نہیں آئے اور نہ آسکتے ہیں۔ اتوار کی چھٹی پر بھی قوم اسی طرح تقسیم ہے۔ ایک دو بڑے شہروں کے علاوہ ملک کے تمام دوسرے شہروں

اگر حکومت موجودہ نظام الاوقات نہ بدلے تو اوقاتِ نماز میں کسی الجھن سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ مساجد میں معیاری وقت اور ڈے ٹائم کے الگ الگ کلاک لگائے جائیں

میں آج بھی کاروباری طبقہ مکمل طور پر جمعہ کی ہی چھٹی کرتا ہے۔ اب حکومت کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے وسیع تر مفاد میں ان دونوں اقدامات کو منسوخ کرے خاص طور پر اوقات کی تبدیلی کا کام ختم کرنا ضروری ہے۔ ورنہ علماء کو چاہئے کہ وہ نمازیوں کو اس الجھن سے نکالنے کے لئے ازخود کوئی حل نکالیں۔ مثلاً کم از کم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسجدوں میں گھڑیوں کو پرانے یعنی معیاری وقت پر ہی رکھا جائے تاکہ نقشے کے مطابق سارا سال نمازوں کے صحیح اوقات معلوم کرنے اور انہیں صحیح وقت پر ادا کرنے میں کوئی دقت نہ رہے کیونکہ آج کل کے مشینی دور میں یہ تو ہو نہیں سکتا کہ لوگ روزانہ ہی سورج کے اوقات کا فیصلہ کرتے رہیں۔ مغربی ملکوں نے معیاری وقت کو اپنے مقامی' ریجنل یا زونل اور سیزنل یعنی ڈے ٹائم سے گڈ مڈ نہیں کیا۔ ان کے میڈیا' ہوٹلز' سرکاری دفاتر اور اہم مقامات پر معیاری وقت اور ریجنل یا ڈے ٹائم کو الگ الگ گھڑیوں سے ظاہر کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اہم ملکی اور بین الاقوامی لین دین خصوصاً سٹاک ایکسچینج کے معاملات اور معاہدات میں بھی اس ملک کے معیاری وقت' ریجنل یا ڈے ٹائم اور گرینچ کے وقت کا بھی اندراج کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے وہاں رہنے والے مسلمانوں کو نمازوں کے اوقات کے سلسلے میں زیادہ مشکل پیش نہ آتی ہوگی۔ لیکن ہمارے ہاں عجیب تفاوت ہے۔ حکمرانوں نے موسمی حساب سے وقت کی تبدیلی کے نظام کو تو اختیار کرلیا لیکن قوم کی اس معاملے میں شعوری طور پر کوئی ایسی تربیت نہیں کی گئی کہ جس سے وہ اس معیاری اور ریجنل یا ڈے ٹائم کو خلط ملط نہ کریں۔ اس کا نتیجہ ہے کہ ہمارے میڈیا پر آج اس ڈے ٹائم کو معیاری وقت کے طور پر نشر کیا جارہا ہے۔ حالانکہ انہیں معیاری وقت الگ بتانا چاہئے اور ڈے ٹائم الگ۔ اس مسئلے کا ایک یہ بھی حل ہوسکتا ہے کہ خبروں میں دونوں ٹائم الگ الگ بتائے جائیں۔ اسی طرح مسجدوں میں بھی یہ ہوسکتا ہے کہ معیاری وقت اور سیزنل یا ڈے ٹائم کے الگ الگ دو کلاک لگائے جائیں۔ عام طور پر مسجدوں میں دو تین کلاک پہلے ہی موجود ہوتے ہیں ورنہ بازار سے اب یہ صرف 100 روپے تک میں بہت سستے مل جاتے ہیں۔ حکومت چاہے تو ایک کام اور بھی کرسکتی ہے اور وہ یہ کہ پوری قوم کو وخت ڈالنے کی بجائے صرف دفتری وقت کو ہی ہر چھ ماہ بعد بدل دیا کرے کیونکہ حکومت کے لئے زیادہ مسئلہ یہیں پر ہے۔ ویسے بھی ہر چھ ماہ بعد وقت کی تبدیلی کے نظام کی رو سے دن کی روشنی کو صرف گرمیوں میں زیادہ استعمال کیا جاسکتا ہے اور کیا گیا ہے۔ سردیوں میں پھر وہی پرانے اور معیاری اوقات رہیں گے۔ گرمیوں میں دن ویسے ہی لمبے ہوتے ہیں اور لوگ کام کرکے تھک جاتے ہیں۔ اوپر سے حکومت کی طرف سے ایک گھنٹہ گھڑیاں آگے بڑھا کر لوگوں کو جلدی گھروں سے نکالا جاتا ہے۔ گویا دن جو پہلے ہی لمبا ہوتا ہے' اس کو مزید لمبا کیا جاتا ہے۔ ضرورت تو یہ تھی کہ سردیوں کے چھوٹے دنوں کو لمبا کرنے کا طریقہ نکالا جاتا۔ لیکن ایسا ممکن نہ تھا کیونکہ پھر عوام کو طلوع آفتاب کے ساتھ ہی گھروں سے نکلنا پڑتا۔ اس لئے اس مسئلے پر از سر نو غور کی ضرورت ہے۔ ہر معاملے میں مغرب کی خواہ مخواہ تقلید ٹھیک نہیں ہے۔ ان کا مطمع نظر صرف دنیا کمانا ہے اور وہ اللہ کی عبادت کیلئے کچھ وقت یا توانائی بچا کر رکھنا نہیں چاہتے۔ پوری قوم کو وقت بار بار بدل کر زیادہ الجھن میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اب یہ علماء' ماہرین ہیئت اور حکومت کا کام ہے کہ وہ مل بیٹھ کر یا اپنے طور پر اس مسئلے کا کوئی ایسا موزوں حل نکالیں کہ وقت کا زیادہ سے زیادہ اور بہتر استعمال بھی ہو اور ہماری زندگی کے اصل مقصد یعنی پنج وقتہ اللہ کی عبادت کے اوقات کے لئے کسی پیچیدگی یا الجھن کا شکار بھی نہ ہوں بلکہ نفلی عبادت کے لئے بھی مناسب وقت اور توانائی بچا سکیں۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

بقیہ مقبوضہ الیکشن

تصدیق کررہا ہے۔ بھارت کے سٹار ٹی وی اور امریکی سی این این کے نمائندوں نے تو پولنگ سٹیشنوں پر جاکر صورتحال دیکھی کہ وہ سارا دن ویران پڑے رہے...... انہوں نے پولنگ عملے کے انٹرویو لئے جنہوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ وہ سارا دن یہاں بیٹھے ہیں لیکن کوئی بھی ووٹ ڈالنے نہیں آیا۔ دوسری طرف حقیقت یہ ہے کہ اگر بھارت پورے منصفانہ طریقے سے بھی الیکشن کرادے' تب بھی الیکشن نہ تو مسئلہ کشمیر کا حل ہے اور نہ یہ کشمیری عوام کا مطالبہ ہے۔ اس حقیقت کا انڈین سٹار ٹی وی کی رپورٹر کو اس وقت سامنا کرنا پڑا جب اس نے ایک کشمیری نوجوان سے پوچھا کہ آپ نے ووٹ کیوں نہیں ڈالا؟ تو اس کا جواب تھا کہ ووٹ ہمارا مسئلہ نہیں' الیکشنوں سے ہمارا مسئلہ حل نہیں ہوسکتا نہ پہلے ہوا ہے نہ اب ہوگا۔ نوجوان کی اس بات پر ارد گرد کھڑے کشمیریوں نے زبردست تالیاں بجائیں تو وہ رپورٹر کشمیریوں کے ان جذبات پر ششدر رہ گئی اور اسے بالآخر یہ اعتراف کرنا پڑا کہ الیکشن واقعی مسئلہ کشمیر کا حل نہیں ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ 80 ہزار سے زائد شہداء کی قربانیاں کسی LOC کو مستقل سرحد قرار دینے کے لئے نہیں دی گئیں۔ اب یہ سفر ان شاء اللہ آزادی کی منزل پر ہی جا کر رکے گا۔

بقیہ عیسائیت

سوال یہ ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام گناہوں کا کفارہ بن گئے' کیا آج کا عیسائی اپنے پسینے کی کمائی سے کھاتا ہے یا بے مشقت کھاتا ہے؟ کفارہ بھی ہو گیا اور سزا بھی برقرار رہی۔ کیا اس سے اللہ عادل رہے گا؟ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاف نہیں کر سکتا۔ وہ عادل ہے۔ جب تک گناہوں کا کفارہ نہ لے لے' وہ بخش نہیں سکتا۔ دوسری طرف کہتے ہیں' سزا اسی طرح برقرار ہے' عورتیں دردزہ سے ہی بچہ جنم دیتی ہیں یہاں تک کہ خود مریم صدیقہ نے جب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا وقت آیا' کہا يَالَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا (مریم ۲۳) ہائے کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور لوگ میرا نام بھی بھول گئے ہوتے۔

اتنی تکلیف! اتنی پریشانی! اگر عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے گناہوں کا کفارہ بن چکے ہیں تو مسلمانوں کی عورتوں کا نہ سہی' یہودیوں کی عورتوں کا نہ سہی' ہندوؤں' سکھوں کی عورتوں کا نہ سہی' عیسائی عورتوں کو تو بغیر دردزہ کے بچہ جنم دینا چاہئے اور اگر عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ بن چکے ہیں تو عیسائیوں کو تو بے مشقت روزی ملنی چاہئے۔ انہیں کوئی کاروبار نہیں کرنا چاہئے۔

عیسائیت نے انسان کو پیدائشی اور معروضی گناہگار ٹھہرایا جبکہ قرآن کہتا ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى (انعام۔۱۶۵) کوئی جان کسی جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ جو برائی کرے گا اپنی سزا بھگتے گا۔ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (بقرہ۔۱۳۴)

جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ دیا' یہ لوگ جو چلے گئے' ان کے اعمال ان کے ساتھ' تمہارے اعمال تمہارے ساتھ۔ تم سے ان کے بارے میں سوال نہیں ہو گا کہ وہ کیا کرتے تھے؟

موسیٰ علیہ السلام سے فرعون نے سوال پوچھا' کہا' یہ بتاؤ'' تم جو کہتے ہو کہ تم (فرعون کی قوم) کافر ہو' اگر مجھے (موسیٰ کو) نہیں مانو گے تو تم جہنم میں جاؤ گے قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الْأُولٰى تو پھر ہمارے وڈیرے کہاں گئے؟ دوزخ میں گئے یا جنت میں گئے؟ موسیٰ علیہ السلام نے نہایت حکیمانہ جواب دیا قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي ان کا علم میرے اللہ کے پاس کتاب میں محفوظ ہے اللہ کو نہ تو غلطی لگتی ہے اور نہ بھول لاحق ہوتی ہے۔ یہاں پر ہم یہ حکمت بھرا انداز یاد رکھیں۔ فرعون نے یہ چال کیوں چلی؟ اس کا مقصد یہ تھا' جب میں یہ کہوں گا کہ ہمارے وڈیرے کدھر گئے' یہ کہے گا' دوزخ میں گئے' تو میں اس کے ہی ماننے والوں سے کہوں گا جو اس پر ایمان لا چکے ہیں کہ دیکھو یہ تمہارے آباء واجداد کو دوزخی کہتا ہے۔ انکی آپس میں لڑائی پڑ جائے گی۔ یوں یہ بھی اس کی سیاسی چال تھی۔ آپ کسی کو دعوت دے رہے ہیں' اسے آپ کہتے ہیں توحید والا بن جا'

توحید کے بغیر آدمی دوزخ میں جائے گا۔ اوپر سے کوئی شیطان فرعون ٹپکتا ہے' وہ کہتا ہے' پھر یہ تو توحید مان کر جنت میں گیا' اس کا باپ کدھر گیا؟ تو موسیٰ علیہ السلام جیسا حکیمانہ جواب دینا چاہئے کہ اس کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔ نہ میں نے اس کے باپ کو دیکھا نہ اس کے اعمال دیکھے نہ اس کے بارے میں جانتا ہوں۔ اللہ جانے اور وہ جانے' میرے سامنے میرا یہ بھائی ہے' مجھے اس سے ہمدردی ہے۔ لوگ بڑے بڑے شیطان فطرت ہوتے ہیں۔ عالم وعظ کر رہا ہے' درمیان میں کوئی چٹ لکھ کر بھیج دیتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے والد جنت میں گئے یا دوزخ میں؟ آپ سیدھے لفظوں میں اسے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے رسول اللہ ﷺ کے والدین کے بارے میں نہیں پوچھنا۔ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (بقرہ ۔ ۱۳۴)

تجھ سے تیرا حساب ہو گا۔ مجھ سے میرا حساب ہو گا۔

آیئے میں اور آپ دونوں مل کر اپنی آخرت کی فکر کریں۔ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد' بجائے اس کے کہ آپ بہت بڑا فتنہ کھڑا کر لیں اور وہ جائیں عدالت میں' پھر گستاخ رسول ﷺ کا آپ پر لیبل لگا کر آپ کی FIR بھی درج کروائیں۔ اس سے بہتر نہیں کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کی طرح حکمت بھرے انداز میں اپنی تبلیغ کو جاری رکھیں اور اس کی بات بھی پوری ہو جائے۔

بہر حال ہم اپنی اصل بحث کی طرف واپس آتے ہیں۔

کفارہ کا لفظی معنی ہے ڈھانپ دینا' مٹا دینا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کے خون سے گناہ مٹ گیا تو کیوں اب عیسائی عورتیں بغیر دردزہ کے بچے جنم نہیں دیتیں۔ اور عیسائی کیوں بے مشقت کے روزی نہیں کھاتے؟ عیسائیت کا یہ عقیدہ صریحاً عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلے نے عیسائیوں کو دلیر کر دیا ہے اب جو جی چاہے کر لیں' عیسیٰ کفارہ تو بن گئے ہیں۔ اس لئے اب عیسائیوں کو عبادت کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ وہ کہتے ہیں' عیسیٰ علیہ السلام نے پوری انسانیت کے گناہ اپنے سر پر لے لئے ہیں۔ جس کے سر پر ساری امت کے گناہ ہوں' وہ گناہگار ہے یا نجات دہندہ؟ کیا ناکارہ اور فضول عقیدہ بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اسلام یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں دلائل کے اعتبار سے جتنا بوگس اور ناکارہ مذہب عیسائیت ہے' اور کوئی نہیں۔

بھائیو! میں یہاں پر ایک مثال حدیث شریف سے عرض کرتا ہوں کہ جس سے معلوم ہو گا کہ انسان پر پانچ چھ دس آدمیوں کے گناہ آجائیں تو وہ نجات دہندہ نہیں بنتا بلکہ اس کی نجات مشکوک ہو جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' قیامت کے دن ایک آدمی اللہ کی بارگاہ میں آئیگا' اس نے نمازیں پڑھی ہوں گی' اس نے روزے رکھے ہوں گے۔ اس نے زکوٰۃ ادا کی ہو گی' اس نے بیت اللہ شریف کا حج کیا ہو گا' اس نے لوگوں پر ظلم وستم بھی کیا ہو گا۔ کسی پر تہمت لگائی ہو گی' کسی کو گالی دی ہو گی' کسی کو برا بھلا کہا ہو گا۔ ادھر یہ اتنی نیکیاں لے کر آجائے گا' ادھر وہ شخص آجائے گا یاتی قدقذف ھذا واکل مال ھذا......

ترجمہ: ایک آئے گا' کہے گا' اے اللہ اس نے مجھ پہ تہمت لگائی' اس نے میرا مال کھا لیا تھا' اس نے میرا خون بہایا تھا۔

یہ لوگ بھی آجائیں گے اور اپنے حقوق کا تقاضا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں کو کہیں گے کہ جتنی زیادتی اس شخص نے جس پر کی ہے' اس کی زیادتی ایک پلڑے میں ڈالو۔ دوسرے پلڑے میں اس کی نیکیاں ڈال کے جب زیادتی کے برابر ہو جائیں تو اتنی نیکیاں متاثرہ شخص کو دے دو۔ حدیث شریف میں ہے کہ اس طرح متاثرین کو اس کی نیکیاں دیتے دیتے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی...... فنیت حسناتہ حقوق اس کے باقی رہ جائیں گے۔ فرشتے کہیں گے' یا اللہ اب حقوق مانگنے والے ہیں۔ نیکیاں کوئی نہیں ہیں۔ اللہ کہیں گے' جتنا اس نے ظلم کیا ہے' ایک پلڑے میں وہ ظلم ڈال دو' دوسرے پلڑے میں مظلوم کے گناہ ڈال دو اور برابر کر کے مظلوم کے گناہ اس کے کھاتے میں ڈال دو۔ اب وہ ان لوگوں کے گناہ لے کے دوزخ میں چلا جائے گا۔

جس کے اوپر دس بیس تیس چالیس آدمیوں کے گناہ آجائیں' وہ تو دوزخی اور جس پر پوری انسانیت کے گناہ آجائیں' وہ نجات دہندہ ہے؟ مالکم کیف تحکمون فیصلہ کرتے ہوئے بات تو سوچ لینی چاہئے تھی۔

انجیل میں پھانسی پانے والا کون ہے؟

دوسری بات: مروجہ انجیل میں لکھا ہے کہ جس کو پھانسی دی گئی' وہ لعنتی ٹھہرا۔ اب ساتھ ہی کہتے ہیں' عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دی گئی۔ تو مروجہ انجیل کے بیان کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو کیا ہونا چاہئے؟ میں نہیں کہتا لیکن نقل کفر' کفر نہ باشد۔ مروجہ انجیل کے بیان کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) لعنتی ہونا چاہئے نہ کہ نجات دہندہ۔ یہ ہے ان کے کفارے کے عقیدے کی حقیقت اور نتیجہ۔

اپیل دعائے صحت

ابونصر شاہد شہید اور محمد بسم اللہ کے تایا محمد یوسف پٹواری پچھلے دنوں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون' ان کے لئے مغفرت کی اپیل ہے۔ اس کے علاوہ ان بھائیوں کی والدہ محترمہ کافی عرصہ سے علیل ہیں ان کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔ جزاکم اللہ خیرا

درس قرآن

قسط نمبر 1

ابوعمر عبدالغفار المدنی حفظہ اللہ

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۃ یونس کی تشریح وتفسیر

الکلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۃ کا تعارف

سورہ یونس مکی ہے یعنی ہجرت سے قبل نازل ہوئی اور اس کا موضوع بھی مکی سورتوں جیسا ہے یعنی توحید' رسالت آخرت لہذا سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت وعبادت کا بیان ہے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان تعلق کی بنیاد کا ذکر ہے۔ بندوں کے لئے ان کے رب کے حق کا بیان ہے کہ جب خالق وہ ہے اور رب (ضروریات پوری کرنے والا) صرف وہی ہے اور وہ اسماء کاملہ وصفات تامہ سے متصف ہے اور وہ عرش پر مستوی ہے تو معبود برحق بھی صرف وہی ہے۔ لہذا صرف اور صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے احکام کی اتباع کرو اور اسی کی پیروی کرو اور اسی کی طرف رجوع کرو اللہ کے علاوہ جن کو معبود سمجھا جاتا ہے اور مشکل کشاء جانا جاتا ہے وہ باطل اور بے اصل ہیں۔

اس کے بعد توحید باری تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور قرآن مجید پر مشرکین کی طرف سے وارد کردہ اعتراضات باطلہ اور شکوک فاسدہ کا رد وابطال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کی تسلی وتثبیت کے لئے بعض انبیاء علیہم السلام (سیدنا نوح اور سیدنا موسی وہارون علیہم السلام) کا تذکرہ ہے کہ کس طرح ان کو اپنی اقوام کی طرف سے مصائب ومشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

بالآخر ان کے صبر واستقامت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور ان کے مخالفین کو ناکام ونامراد کیا خاص طور پر دنیا کے سب سے بڑے طاغوت اور اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے باغی ونافرمان فرعون کا کیسا انجام ہوا کہ وہ اپنی تر[...] ومہارت اور وسائل واسباب کے باوجود اور اسلحہ کی قوت اور [...] لشکر سمیت غوطے کھاتا ہوا ذلت ورسوائی کے ساتھ غرق ہو[...] اپنے انجام کو پہنچا چونکہ سورت میں سیدنا یونس علیہ السلام [...] ان کی قوم اہل نینوا کا ذکر بھی ہے۔ اسی لئے سورت کا نام سو[...] یونس ہے۔ سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ [...] اپنی شریعت کے ساتھ متمسک ہونے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ کی [...] میں آنے والی تکالیف پر صبر کی تلقین کی۔

نبی ﷺ کی نبوت ورسالت کا ثبوت اور اللہ کے ہاں اہل ایمان کے مراتب انعامات کی بشارت

الر تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ﴿1﴾ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنذِ[...]
النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكَافِرُونَ إِنَّ هَذَا لَسَاحِ[...]
مُّبِينٌ ﴿2﴾ (الانعام)

ترجمہ: الرٰ۔ یہ پُر حکمت کتاب کی آیتیں ہیں۔ کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو ڈرایئے جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنایئے کہ ان کے ربّ کے پاس ان کو پورا مرتبہ [...] گا۔ کافروں نے کہا کہ یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔

تفسیر:

ا۔ الر= سورہ یونس قرآن مجید کی ان انتیس سورتوں میں سے ایک ہے جن کا آغاز علیحدہ علیحدہ پڑھے جانے والے حروف سے ہوتا ہے۔

ان میں سے بعض سورتوں کا آغاز ایک حرف جیسے ص' ن' ق۔

اور بعض کا دو حروف جیسے حم

اور بعض کا تین حروف جیسے الم

اور بعض کا چار حروف جیسے المر

اور بعض کا پانچ حروف جیسے کھیعص اور حم عسق سے ہوتا ہے۔

انہیں حروف مقطعات (علیحدہ علیحدہ حروف) کہا جاتا ہے ان کے معانی کے بارے میں کوئی مستند روایت نہیں اور یہ آیات متشابہات میں سے ہیں جن کا مفہوم صرف اللہ تعالی کو معلوم ہے۔ لہذا سکوت بہتر ہے۔ ان سورتوں میں پہلی البقرہ اور آخری القلم ہے۔ ان حروف مقطعات کے معانی سے قطع نظر ان کے ساتھ سورتوں کے آغاز میں اللہ تعالی کی کسی حکمت کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ اسی وجہ سے بعض علماء' مفسرین جیسے امام ابن تیمیہ' امام ابوالحجاج مزی' امام ابن کثیر رحمہم اللہ وغیرہ نے سورتوں کے شروع میں ان حروف مقطعات کا یہ فائدہ بیان کیا ہے کہ ان کے ذریعہ قرآن کے معجزہ ہونے کا بیان ہے اور ان میں قرآن کے منکرین و مخالفین کو چیلنج دیا گیا ہے کہ بقول تمہارے اگر یہ قرآن جو محمد ﷺ پیش کرتے ہیں اللہ کا کلام نہیں اور محمد ﷺ خود بنالیتے ہیں تو پھر "یہ گھوڑا اور یہ گھوڑے کا میدان" کی طرح یہ حروف سورتوں کے شروع میں موجود ہیں اور آگے پیش ہونے والا کلام انہیں حروف سے بنا ہوا ہے اگر کوئی انسان ایسا کلام بنا سکتا ہے تو تم بھی بناؤ اور اگر تم فصحاء و بلغاء اور قادر الکلام ہونے کے باوجود اور کلام کے نشیب و فراز جاننے کے باوجود اس قرآن کی سورتوں میں سے کسی ایک چھوٹی سی سورت کا مقابلہ بھی نہیں کرسکتے تو اچھی طرح سمجھ لو اور جان لو کہ اکیلا محمد ﷺ اور وہ بھی اُمّی یہ سارا قرآن کیسے بنا سکتا ہے۔ لہذا یہ اللہ کا سچا کلام ہے۔ اس میں مخلوق کا کسی قسم کا کوئی دخل نہیں۔

اسی لئے حروف مقطعات کے بعد قرآن مجید کا ذکر ہوتا ہے۔ جیسے ۔الم ذلک الکتاب' یس والقرآن الحکیم' ص والقرآن ذی الذکر. ق والقرآن المجید وغیرہ

بعض علماء نے اس کا یہ فائدہ بیان کیا ہے کہ جب مشرکین مکہ لوگوں کو قرآن سننے سے روکتے تھے اور ان کو محمد ﷺ سے دور رکھنے کی کوشش کرتے کہ کہیں قرآن سن کر متاثر نہ ہوجائیں تو قرآن کی سورتوں کے شروع میں ان حروف مقطعات کے ذریعہ لوگوں کو قریب کیا گیا کیونکہ جب وہ قرآن کا یہ نیا اور انوکھا انداز 'الف' لام' م' را۔ وغیرہ سنیں گے جو انہوں نے کبھی نہیں سنا تھا تو ضرور بالضرور متوجہ ہوں گے کہ یہ کیسا کلام ہے؟ جب متوجہ ہوں گے تو مقطعات کے بعد پیش ہونے والا کلام بھی سن لیں گے اور اگر اللہ نے چاہا تو اس سے متاثر بھی ہوں گے۔ واللہ اعلم

سورت کے حروف مقطعات کے بعد اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ اس سورت میں بیان کردہ عظمت و رفعت والی اور شان و مقام والی آیات اللہ تعالی کے کلام قرآن حکیم کی ہیں۔ معاذ اللہ محمد ﷺ نے اپنی طرف سے بنا کر اللہ کے ذمہ نہیں لگادیں۔

جیسا کہ مشرکین مکہ وغیرہ کا خیال تھا اور یہ آیات حکیم ہیں یعنی الفاظ و نظم کے لحاظ سے ٹھوس اور مضبوط ہیں ان میں کسی قسم کا خلل و نقص اور جھول نہیں' مناسب اور بر موقع الفاظ بہترین اور بے مثال ترکیب و تالیف کے ساتھ مستعمل ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ (ا۔ ھود)

ترجمہ: یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے"

یہ آیات الفاظ و نظم کے لحاظ سے فصیح و بلیغ ہونے کے ساتھ ساتھ معانی اور مفہوم کے اعتبار سے بھی پر حکمت اور ایمانی حقائق اور شرعی اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں اور ان آیات کے مضامین واضح اور صاف صاف بیان کئے گئے ہیں اور یہ آیات حلال و حرام اور حدود و احکام میں محکم (مضبوط) ہیں۔

اور حکیم بمعنی حاکم بھی ہے یعنی لوگوں کے اختلافات و تنازعات میں یہ کتاب حاکم (فیصلہ کرنے والی) ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے۔

وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ (البقرہ: ۲۱۳)

ترجمہ: اور ان (انبیاء) کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کے ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہو جائے"۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کے مخالفین و منکرین کی مخالفت کسی دلیل و سند کی بجائے محض عناد و ہٹ دھرمی پر مبنی تھی اسی لئے وہ رسول اللہ ﷺ اور قرآن کے متعلق طرح طرح کے اعتراضات و شبہات پیش کرتے رہتے تھے' ان اعتراضات و شبہات میں سے ایک اعتراض و شبہ جو تقریبا تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کی مخالف اقوام نے پیش کیا اور اہل مکہ نے بھی اسی کو دہرایا کہ انسان 'بشر رسول نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ اللہ تعالی نے اپنا قانون بیان کیا ہے کہ ہم رسول صرف انسان 'مرد بھیجتے ہیں۔

ارشاد باری تعالی ہے۔

"تجھ سے پہلے بھی جتنے پیغمبر ہم نے بھیجے سبھی مرد تھے جن کی طرف ہم وحی اتارتے تھے پس تم اہل کتاب سے پوچھ لو اگر خود تم میں علم نہ ہو۔ (الانبیاء۔ ۷)

جب اللہ تعالی کا قانون اور سنت یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے انسانوں میں سے مرد ہی نبی و رسول بھیجتا ہے کیونکہ انسانوں کی صحیح رہنمائی ان کے ہم جنس ہی کرسکتے ہیں اور اللہ کی سنت تبدیل نہیں ہوتی۔

جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (الاحزاب۔ ۶۲)

"اور تو اللہ کے دستور میں ہرگز ردوبدل نہ پائے گا"

تو اس پر اعتراض بے معنی اور بے فائدہ ہے

اور پھر اگر انسانوں کی طرف غیر انسان (فرشتہ یا جن) نبی و رسول ہوتا تو وہ ان کی صحیح رہنمائی نہ کرسکتا تو اس طرح رسالت کا اصل مقصد فوت ہوجاتا اس لئے کہ انسان اس سے مانوس ہونے کی بجائے اس سے وحشت و اجنبیت محسوس کرتے اور پھر یہ بھی کہ اگر فرشتہ و جن' نبی و رسول بن کر آتا تو انسانی شکل و صورت میں ہوتا جس کو ان کے لئے دیکھنا بھی ممکن ہوتا تو پھر وہی اعتراض آتا کہ یہ تو ہماری طرح کا ہی انسان ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا

اور اگر ہم اس (رسول) کو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اس کو مرد ہی بناتے اور ہمارے اس فعل سے پھر ان پر وہی اشکال ہوتا جو اشکال اب ظاہر کررہے ہیں۔ (الانعام۔ ۹)

باوجود اس مذکورہ حقیقت کے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام پر ان کی اقوام کا پہلا اور بڑا اعتراض یہی تھا کہ یہ انسان ہیں لہذا یہ رسول نہیں ہوسکتے۔

دیکھیں= ۶۳۔ اعراف (قصہ نوح) ۶۹۔ اعراف (قصہ ہود) المومنون ۴۷ (قصہ موسی وہارون)' براہیم۔ ۱۰' یٰسین۔ ۱۵۔ التغابن۔ ۶)

جو اعتراض تمام اقوام کا تھا وہی اعتراض رسول اللہ ﷺ کے مخالفین اہل مکہ وغیرہ کا تھا' اسی لئے اللہ تعالی نے استفہام انکاری (جس میں توبیخ وڈانٹ ڈپٹ شامل ہے) کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا یہ بھی کوئی تعجب کی بات ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیجی کہ تمام لوگوں کو اللہ کے عذاب جہنم سے ڈراؤ اور اہل ایمان کو خوشخبری سناؤ کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس عظیم مرتبہ اور اچھا اجر اور اعمال صالحہ ہیں تعجب تو تب ہوتا جب انسانوں کی طرف غیر انسان رسول ہوتا یا اہل عرب کی طرف غیر عرب رسول ہوتا جب انسانوں کی

باقی صفحہ 39 پر

قرآن وسنت کی روشنی میں
آپ کے دینی مسائل

مبشر احمد ربانی

داڑھی کا مقام

س: اسلام میں داڑھی کا مقام از ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو (متفق علیہ مشکوٰۃ ۳۸) سوال یہ ہے کہ بخاری ومسلم میں یہ حدیث نہیں ہے۔ اگر بخاری ومسلم میں یہ حدیث موجود نہیں تو مشکوٰۃ میں اسے متفق علیہ کیوں لکھا گیا ہے اور راشدی صاحب نے اپنے رسالہ مذکورہ میں اسے متفق علیہ کیوں کہا؟ (ماسٹر محمد اشفاق بن بشیر احمد مقام ڈاکخانہ مالومہے تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ)

ج: مذکورہ بالا حدیث مشکوٰۃ المصابیح کتاب اللباس باب الترجل الفصل الاول رقم (۴۴۲۱) میں یوں منقول ہے۔

خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَفِّرُوا اللِّحَى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ وفی روایۃ انْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى (متفق علیہ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کاٹو اور ایک روایت میں ہے کہ مونچھیں خوب اچھی طرح تراشو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

یہ حدیث صحیح البخاری کتاب اللباس باب تقلیم الاظفار رقم (۵۸۹۲) میں "خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ وَفِّرُوا اللِّحَى وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ" اور باب اعفاء اللحی رقم (۵۸۹۳) میں انْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى" کے الفاظ کے ساتھ اور صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ رقم (۲۵۹/۵۴) میں "خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوا اللِّحَى" اور ۲۵۹/۵۲ میں أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللِّحَى" کے الفاظ کے ساتھ موجود ہے اس لئے یہ حدیث متفق علیہ ہے اور صاحب مشکوٰۃ اور سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی رحمہما اللہ رحمۃ واسعۃ نے اس کو "متفق علیہ بالکل صحیح کہا ہے اگر آپ کو صحیحین میں یہ روایت نہیں ملی تو ہمارے درج کردہ حوالہ جات کی طرف مراجعت کریں۔ خطاء ونسیان سے کون محفوظ ہے لیکن یاد رہے کہ کسی کی غلطی نکالنے سے پہلے اچھی طرح چھان پھٹک کر لیں تاکہ خفت نہ اٹھانی پڑے بلکہ اہل علم کی طرف غلطی کی نسبت سے بہتر ہے کہ بندہ اپنے فہم کا قصور تصور کرے جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ "فاذا وقفت عليه فانسب القصور الى لقلة الدراية لا الى جناب الشيخ رفع الله قدره فى الدارين حاشا الله من ذلك" اگر آپ کو کسی حدیث کے متن میں اختلاف نظر آئے تو یہ اختلاف احادیث کے مختلف طرق کی وجہ سے ہے اور شاید مجھے وہ روایت مل نہ سکی جس کو مؤلف نے بیان کیا ہے چند مقامات پر آپ دیکھیں گے کہ میں کہوں گا کہ مجھے یہ روایت اصول کی کتابوں میں نہیں ملی یا میں نے اس روایت کی مخالف روایت کو اصول میں پایا ہے آپ جب میری اس بات پر مطلع ہوں تو اس کوتاہی کو میری طرف منسوب کریں کیونکہ میرا علم وفہم کم ہے جناب شیخ مؤلف مصابیح (اللہ دونوں جہانوں میں ان کا مقام بلند کرے) کی طرف اس کوتاہی کو منسوب نہ کریں میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ کوتاہی کی نسبت ان کی طرف کروں۔

لہٰذا اکابر علماء نے جو حوالے دیئے ہوں اگر ہمیں تتبع وتلاش کے باوجود نہ ملیں تو بہتر یہی ہے کہ ہم اپنے علم وفہم کے قصور کا اعتراف کر لیں۔ واللہ اعلم

س: فیضان سنت از الیاس قادری میں ناخن تراشنے کا ایک طریقہ لکھا ہے جبکہ غنیۃ الطالبین میں از شیخ جیلانی میں دو اور طریقوں سے ناخن تراشنا مذکور ہے بہتر اور مسنون طریقہ کون سا ہے؟ (ماسٹر محمد اشفاق...... سیالکوٹ)

ج: رسول اللہ ﷺ ہر اچھا کام دائیں جانب سے سرانجام دینا پسند کرتے تھے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ التَّيَمُّنُ فِي تَنَعُّلِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَطُهُورِهِ وَفِي شَأْنِهِ كُلِّهِ (صحیح البخاری کتاب الوضوء باب التیمن فی الوضوء والغسل (۱۶۸) کتاب الطہارۃ باب التیمن فی الطہور وغیرہ (۲۶۸)

رسول اللہ ﷺ کو جوتا پہننا، کنگھی کرنا، وضو کرنا اور ہر بہتر کام کرنا دائیں جانب سے پسند تھا۔ اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر اچھا کام دائیں جانب سے کرنا رسول اللہ ﷺ کو محبوب تھا۔

امام نووی اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں کہ شریعت کا یہ دائمی قاعدہ ہے کہ ہر اچھا کام دائیں جانب سے کیا جائے یہ تکریم وتشریف کے باب سے ہے جیسے کپڑا، پاجامہ، موزہ پہننا، مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن تراشنا، مونچھیں کاٹنا، بالوں میں کنگھی کرنا، بغلوں کے بال اکھیڑنا، سر منڈانا، نماز میں سلام پھیرنا، طہارت والے اعضاء کو دھونا، بیت الخلاء سے نکلنا، کھانا پینا، مصافحہ کرنا، حجر اسود کا استلام کرنا اور دیگر امور جو اس مفہوم کے ہوں اور جو ان امور کی ضد ہوں جیسے بیت الخلاء میں داخل ہونا، مسجد سے نکلنا، ناک صاف کرنا، استنجاء، کپڑے، ازار اور موزے اتارنے اور جو اس کے مشابہہ امور ہوں انہیں بائیں جانب سے شروع کرنا مستحب ہے اور یہ سارا معاملہ دائیں جانب کی تکریم اور بزرگی کی وجہ سے ہے (شرح نووی ۳/۱۳۷، ۱۳۸)

بہر کیف صحیح حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ناخن تراشتے وقت یہ لحاظ رکھا جائے کہ دائیں جانب سے شروع کریں رہا مختلف کتب میں اس کے مختلف طرق کا ذکر تو ان کی پشت پر کوئی پختہ دلیل نہیں ہے۔

سرمہ ڈالنے کا طریقہ

س: سرمہ ڈالنے کا صحیح اور مسنون طریقہ کون سا ہے اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے؟ (ماسٹر محمد اشفاق سیالکوٹ)

ج: مذکورہ بالا حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر اچھا کام دائیں جانب سے شروع کیا جائے۔ اس لئے انس رضی اللہ عنہ سے مرسلا وموصولا یہ روایت مروی ہے کہ "ان رسول الله كان يكتحل فى عينه اليمنى ثلاثا وفى اليسرى ثلاثا بالاثمد" بے شک رسول اللہ ﷺ اپنی دائیں آنکھ میں تین مرتبہ اور بائیں آنکھ میں بھی تین مرتبہ اثمد سرمہ لگاتے تھے۔

یہ روایت موصولا "کتاب اخلاق النبی ﷺ

و آدابہ" للحافظ ابی محمد عبداللہ بن محمد الاصبہانی المعروف بابی الشیخ ص ۱۷۰) ذکر اکتحالہ عند نومہ ﷺ اور مرسلا طبقات ابن سعد ۱/ ۴۸۴ میں موجود ہے۔

دیکھیں سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۶۳۳) اسی طرح یہ روایت ابوالشیخ نے محمد بن شعیب از یعقوب بن اسحاق القشکی از محمد بن القاسم الاسدی از محمد بن عبیداللہ از صفوان از انس بیان کی ہے کہ "كان لرسول الله كحل اسود اذا آوى الى فراشه كحل فى هذا العين ثلاثا وفى هذا العين ثلاثا" رسول اللہ کے ہاں سیاہ سرمہ تھا جب اپنے بستر پر جگہ پکڑتے تو دائیں اور بائیں آنکھ میں تین بار سرمہ لگاتے تھے۔ اور انس رضی اللہ عنہ کی روایت مسند بزار (۲۹۸۲ کشف الاستار) میں محمد بن ابی الولید الفحام از الوضاح بن یحییٰ از ابوالاحوص از عاصم از انس مروی ہے کہ "كان رسول الله يكتحل وترا" رسول اللہ طاق بار سرمہ لگاتے تھے امام بزار فرماتے ہیں ہمارے علم کے مطابق اسے عاصم سے ابوالاحوص ہی روایت کرتے ہیں۔ علامہ ہیثمی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں۔ اس میں الوضاح بن یحییٰ راوی ضعیف ہے" (مجمع الزوائد (۸۳۵۵) ۵/ ۱۶۲) اس روایت کے کئی ایک شواہد بھی ہیں لیکن ان کی اسانید ضعف سے خالی نہیں تفصیل کے لئے کتاب اخلاق النبی ﷺ لابی الشیخ ص ۱۶۹، ۱۷۰ مختصر الشمائل المحمدیہ ص ۴۴، ۴۵ مجمع الزوائد ۵/ ۱۶۲ ط جدید ارواء الغلیل ۱/ ۱۱۹ مذکورہ بالا توضیح سے معلوم ہوتا ہے کہ انس رضی اللہ عنہ سے صحیح ثابت ہے کہ نبی ﷺ اپنی آنکھوں میں سرمہ تین تین بار لگاتے تھے اور دیگر حدیث کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے۔

قادیانیوں کی عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے کی دلیل

س: مرزائی (قادیانی) کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا (بخاری) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں کیونکہ نصاریٰ کے نبی تو وہی ہیں جب انہوں نے اپنے نبی کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا تو ثابت ہوا کہ وہ فوت ہو چکے ہیں آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ (ماسٹر محمد اشفاق ...... سیالکوٹ)

ج: کئی ایک قرآنی آیات اور احادیث صحیح صریحہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور قرب قیامت ان کا نزول ہوگا اس بات کی دلائل کے ساتھ تفصیل مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کی شہادۃ القرآن اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر ثنائی" میں موجود ہے یہاں پر صرف ایک صحیح حدیث پر اکتفاء کرتا ہوں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے کہتے ہوئے سنا: کانا دجال جو مسیح الضلالۃ ہوگا لوگوں کے اختلاف اور تفرقہ کے وقت مشرق کی جانب سے نکلے گا اور چالیس دنوں میں اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے گا زمین میں پھیل جائے گا۔

اہل ایمان انتہائی شدت میں ہوں گے پھر عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے پھر لوگوں کی امامت کرائیں گے جب رکوع سے سر اٹھائیں گے تو سمع اللہ لمن حمدہ کہیں گے۔ اللہ مسیح دجال کو ہلاک کرے گا اور مومن غالب ہو جائیں گے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حلف اٹھا کر کہا بیشک ابوالقاسم مصدوق ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ بات حق ہے اور قریب ہے اور ہر آنیوالا قریب ہے۔ (مسند بزار (۳۳۹۶) کشف الاستار مجمع الزوائد ۷/ ۳۴۹ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں علی بن المنذر کے سوا اور وہ ثقہ ہیں) اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور قیامت کے قریب ان کا نزول ہوگا اور یہ عقیدہ امت مسلمہ کا متواتر ہے اس کی مزید تفصیل ہمارے بھائی ابوطاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے ایک مضمون "القول الصحیح فیما تواتر فی نزول المسیح" میں موجود ہے۔

سوال میں ذکر کردہ جس حدیث سے قادیانی استدلال کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور نصاریٰ نے ان کی قبر کو سجدہ گاہ بنالیا۔ یہ استدلال جہالت پر مبنی اور حقائق سے کوسوں دور ہے۔ سوال میں ذکر کردہ حدیث بخاری شریف میں کتاب الصلوۃ باب نمبر ۵۵ رقم الحدیث ۴۳۵، ۴۳۶ میں موجود ہے۔

اس حدیث میں انبیاء جمع کا صیغہ یہود و نصاریٰ کے مجموعی لحاظ سے ہے انبیاء اور ان کے کبار اتباع مراد ہیں اس بات کی تائید صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المساجد علی القبور ...... ۲۳/ ۵۳۲ میں جندب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ"

خبردار تم سے جو لوگ پہلے ہو گزرے ہیں وہ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے خبردار تم قبروں کو سجدہ نہ بنانا میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں۔

اس صحیح حدیث نے اس بات کی توضیح کر دی کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا اور اس پہلی حدیث میں جمع کا لفظ یہود و نصاریٰ کے مجموعی لحاظ سے ہے۔ نصاریٰ میں صالحین بہت گزرے ہیں جن کی قبروں پر وہ سجدہ کیا کرتے تھے اور اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب الصلوۃ فی البیعۃ (۴۳۴) اور صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المساجد علی القبور ۱۶/ ۵۲۸ میں مروی ہے کہ ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے ایسے گرجے کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا جس میں انہوں نے تصاویر دیکھیں اس کنیسے کا نام ماریہ تھا۔ تو رسول اللہ نے فرمایا:

"أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوِ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ"

یہ ایک قوم ہے جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا ہے تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے ہیں اور اس میں یہ تصویریں لگادیتے ہیں یہ بدترین مخلوق ہیں۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ جب نبی ﷺ نے نصاریٰ کا علیحدہ ذکر کیا تو ان کے صالحین کی قبروں کا ذکر کیا اور اس طرح جب یہود کا الگ ذکر کیا تو آپ نے ان کے انبیاء کی قبروں کا ذکر کیا جیسا کہ صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب نمبر ۵۵ رقم الحدیث ۴۳۷ اور صحیح مسلم کتاب المساجد باب النھی عن بناء المساجد علی القبور ۲۰/ ۵۳۰ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ "قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ" اللہ یہود کو ہلاک کرے جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ مذکورہ بالا احادیث صحیحہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ نبی ﷺ نے جب نصاریٰ کا الگ ذکر کیا تو ان کے صالحین کی قبروں کا بیان کیا اور جب یہود کا الگ تذکرہ ہوا تو ان کے انبیاء کی قبروں کا ذکر آیا لیکن جب دونوں کا اکٹھا ذکر کیا تو جمع کے الفاظ استعمال کئے لہٰذا اس حدیث سے وفات عیسیٰ ﷺ اور ان کی قبر ثابت کرنا بالکل غلط ہے اور کئی ایک نصوص صحیحہ کے خلاف ہے۔

یا پھر اس حدیث میں سے قبروں کو سجدہ گاہ بنانا عام ہے خواہ بدعی طریقے سے ہو یا اتباع کے ساتھ، یہود نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی بدعت ایجاد کی اور نصاریٰ نے ان کی پیروی کی شاید یہی وجہ ہے کہ یہود مغضوب علیھم اور نصاریٰ ضالین قرار دیئے گئے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نصاریٰ نے بہت سارے انبیاء کی قبروں کی اسی طرح تعظیم کی جیسے یہود نے کی ہے ملاحظہ ہو فتح الباری ۱/ ۵۳۳) ارشاد الساری ۲/ ۱۰۸، ۱۰۹)

لہٰذا مذکورہ حدیث سے قادیانی حضرات کا استدلال محض باطل ہے اور ان کے پاس وفات مسیح کی کوئی بھی صحیح صریح

باقی صفحہ 63 پر

رمضان کے تقاضے اور روزوں کے مسائل

ابوسعد احسان الحق شہباز

ماہِ رمضان جو ہر سال اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت کی یاد دلانے کے لئے جلوہ گر ہوتا ہے۔ اس کی تعریف اللہ تعالیٰ نے اس انداز میں بیان فرمائی کہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتار اگیا جو لوگوں کے لئے ایک مکمل ہدایت ہے۔ ہدایت کے واضح دلائل اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔

رمضان کے فضائل احادیث کی روشنی میں:

ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ (بخاری)

"جب رمضان آجاتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیریں ڈال دی جاتی ہیں۔

سیدنا ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَعَرَفَ حُدُودَهُ وَتَحَفَّظَ مِمَّا كَانَ يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَتَحَفَّظَ فِيهِ كَفَّرَ مَا كَانَ قَبْلَهُ

"جس نے رمضان کے روزے رکھے اس کی حدود کو سمجھا اور جن چیزوں سے احتیاط و حفاظت کرنا چاہئے تھی کی تو گذشتہ زندگی کے سارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔" (احمد، بیہقی)

تین مقاصد روزہ:

قرآن مجید نے روزے کا مقصد لعلکم تتقون ، وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ کے الفاظ بیان کر کے ذکر کر دیا۔ یعنی تقویٰ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت آنے کی بنیاد پر اس کی بڑائی بیان کرنا اور اس کا شکر کرنا۔ مزید برآں "وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ" نے یہ بھی بتایا کہ اللہ کو اپنا ہمدرد، رحمت کنندہ سمجھ کر اس سے محبت کرتے ہوئے اس کے ساتھ مخلص ہو جانا اس کی عبادت کرنا اسے پکارنا پختہ ایمان رکھنا تاکہ رشد و ہدایت میں ثبات و قوت ہو یہ مقاصدِ روزہ میں شامل ہیں۔

روزہ ڈھال ہے

تقویٰ کا لغوی معنی بھی بچاؤ ہی ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

اَلصِّيَامُ جُنَّةٌ

"روزہ ڈھال ہے" یعنی گناہوں اور اللہ کی نافرمانیوں سے محفوظ رہنے کے لئے ایک ڈھال ہے۔

اور اللہ کا دین قائم کرنے کے لئے ساری دنیا سے اور اللہ کے لئے سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ اسی قوت سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ کے حکم کا احترام، شریعت کی پابندی اسی جذبہ و قوت سے ملتی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ رمضان اور جہاد اکٹھے ایک وقت میں ہی فرض ہوئے۔

ہدایت میں پختگی:

ترمذی کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا "استحیو امن الله حق الحیاء" "اللہ سے اس طرح حیا کرو جس طرح حیا کرنے کا حق ہے۔ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا الحمد للہ ہم تو اللہ سے حیا کرتے ہیں۔ جس طرح اس سے حیا کرنے کا حق ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جو آدمی اللہ سے اس طرح حیا کرنا چاہتا ہے جس طرح حیا کرنے کا حق ہے تو اسے چاہئے کہ دماغ اور اس میں آنے والے خیالات و احساسات کو بھی صحیح رکھے اور پیٹ اور اس میں جمع ہونے والی غذا و خوراک کو بھی صحیح رکھے، یعنی اللہ کی نافرمانی والا خیال بھی نہ لائے اور حقوق العباد کو بھی غصب نہ کرے۔ یہ اللہ سے حیا کرنے کا اصل حق ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ حیا ایمان سے ہے۔ اب دوسری طرف روزہ ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو خیالات و خواہشات سے پاک کرے۔ جو اسے اللہ کی نافرمانی پر ابھارتی ہیں۔ یہ ان سے بچاؤ کے لئے ایک ڈھال ہے۔ اس طرح ایمان اور روزے کا تعلق بھی واضح ہو گیا کہ روزہ ایمان کو جلا دینے والا، ایمان بڑھانے والا عمل ہے اور ایمان کی راہ میں آنے والی رکاوٹوں کو ختم کرنے کے لئے ڈھال ہے۔

شفاعت اور روزہ:

عبداللہ بن عمر ؓ راوی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا

الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ الصِّيَامُ أَيْ رَبِّ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِي فِيهِ قَالَ فَيُشَفَّعَانِ

"روزہ اور قرآن قیامت والے دن انسان کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا اے میرے رب میں نے اس دن بھر کھانے پینے اور شہوات سے منع رکھا اور قرآن کہے گا اے میرے رب میں نے اسے راتوں کو نیند سے منع رکھا تو دونوں کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔"

روزے دار کے منہ کی مہک:

سیدنا ابو ہریرہ ؓ کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی مذکور ہے کہ

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ (بخاری، مسلم، احمد)

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے روزے دار کے منہ کی مہک اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔"

نوٹ: منہ کی مہک سے مراد دانتوں کے میل کچیل کی بو نہیں بلکہ روزے کی وجہ سے بھوک اور پیاس والی اور کسی بھی قسم کے ذائقے سے خالی معدے اور آنتوں کی طرف سے آنے والی مہک ہے اور یہ قیامت والے دن ہو گا اور جس کے منہ کی مہک رب ذوالجلال کو اتنی عزیز ہے وہ خود کتنا معتبر ہو گا۔

روزے دار کے لئے دو خوشیاں:

سیدنا ابو ہریرہ ؓ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے کہ

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ (بخاری، مسلم، احمد، ابوداؤد)

روزے دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں ایک افطاری کے وقت اور دوسری رب سے ملاقات کے وقت ہوگی۔

احکام روزہ:

نیت:

نیت کے بارے میں یہ جان لینا چاہئے کہ نیت اللہ کی رضا حاصل کرنے اور اس کے حکم پر عمل کرنے کے لئے دل کے پختہ ارادہ کو کہا جاتا ہے۔ زبان کے ساتھ اس کے الفاظ کی ادائیگی کو کہا جاتا ہے۔ یہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے یہ بدعت ہے۔ عبادت عربی زبان میں اور نیت کسی دوسری زبان میں، یہیں غور کر لیا جائے تو اس کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

وقتِ نیت:

فرضی روزہ کے لئے فجر سے پہلے پہلے اس کا ارادہ کر لینا چاہئے کیونکہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ

(احمد، اصحاب السنن، صحیح ابن خزیمہ، ابن حبان)

جس نے فجر سے پہلے روزے کی پختہ نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہوگا۔

نوٹ: یہ فرض روزے کے لئے ہے، نفلی روزے کے لئے اگر کچھ نہ کھایا پیا ہو تو دن میں بھی نیت کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ میرے پاس آئے تو فرمایا "هَلْ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ" "کیا تمہارے ہاں کچھ کھانے کے لئے ہے؟" ہم نے کہا نہیں تو فرمایا "إِنِّي صَائِمٌ" "پھر میں روزے والا ہوں۔"

سحری: ابتداءِ روزہ:

نصف شب سے لے کر طلوع فجر تک اس کا وقت ہے۔

مگر آخری وقت زیادہ پسندیدہ ہے۔ سیدنا زید بن ثابت ؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر نماز کے لئے کھڑے ہوئے (راوی کہتا ہے) میں نے کہا سحری کھانے اور نماز میں کتنا وقفہ تھا تو کہا جتنی دیر میں پچاس آیات پڑھی جا سکتی ہیں۔ (بخاری ومسلم)

سیدنا عمرو بن میمون ؓ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب محمد ﷺ افطاری میں سب لوگوں سے جلدی افطار کرنے والے اور سحری کھانے میں سب سے زیادہ دیر تک کھانے والے تھے۔ (بیہقی)

سیدنا مقدام بن معدیکرب ؓ کہتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِهٰذَا السَّحُورِ فَإِنَّهُ الْغِذَاءُ الْمُبَارَكُ

سحری لازماً کھایا کرو۔ اس لئے کہ یہ مبارک (برکت والی) غذا ہے۔

انس ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حکماً فرمایا:

تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً

سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہوتی ہے۔ ابو سعید خدری ؓ بیان کرتے ہیں سحری ایک برکت ہے اسے نہ چھوڑو اگر کسی کے پاس صرف پانی کا ایک گھونٹ ہی ہو تو وہ ایک گھونٹ ہی پی لے کیونکہ اللہ تعالیٰ سحری کھانے والوں پر رحمت فرماتے ہیں اور اس کے فرشتے رحمتوں کی دعائیں کرتے ہیں۔ (مسند احمد)

سحری کی اذان:

سحری کے لئے نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں باقاعدہ اذان کہی جاتی تھی اور سیدنا بلال ؓ یہ اذان کہا کرتے تھے۔ حدیث میں اس کا مقصد بیان کیا گیا ہے۔ لِيُوقِظَ نَائِمَكُمْ وَلِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ تو تہجد پڑھنے والے چھوڑ کر چلے جائیں اور کھانا کھائیں اور سونے والے اٹھ جائیں۔ تھوڑی دیر بعد دوسری اذان فجر کے لئے سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم ؓ کہا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "بلال کی اذان سن کر کھانا نہ چھوڑو یہ رات کے اندر ہوتی ہے۔" لہٰذا کھانا پینا جاری رکھو اور جب عبداللہ بن ام مکتوم ؓ اذان کہیں تو پھر رک جاؤ۔ وہ فجر طلوع ہوتے وقت کہی جاتی ہے۔

مسئلہ: آج کل لوگ فجر کے وقت دو اذانیں کہتے ہیں۔ مگر پہلی اذان بہت پہلے کہہ دی جاتی ہے اور عموماً اسے تہجد کی اذان کہا جاتا ہے یہ طریقہ حدیث سے ثابت نہیں۔ حدیث میں تہجد چھڑوانے اور سحری کھلانے کے لئے اذان ہے۔ تہجد پڑھانے کیلئے نہیں۔

مسئلہ: آج کل سحری کے وقت اسپیکروں پر جو اعلانات ہوتے رہتے ہیں۔ یہ بھی مستحسن نہیں۔ حدیث میں جو طریقہ موجود ہے وہ برکت والا ہے اور اسے ہی اختیار کرنا چاہئے اور وہ اذان سحری ہے۔ اذان فجر سے آدھا گھنٹہ پہلے سحری کی اذان ہو اور اس میں الصلوۃ خیر من النوم نہ کہا جائے۔ یہی اعلان کافی ہے اور آدھا گھنٹہ بعد اذان فجر ہو۔ آدھا گھنٹہ بھی اس لئے کہا ہے کہ آپ ﷺ کے دور میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں دونوں اذانوں میں کوئی لمبا فاصلہ نہیں ہوتا تھا۔ بس اتنا ہی کہ ادھر یہ اذان کہہ کر نیچے اترے، ادھر وہ اذان کے لئے تیاری کرنے لگے ...... اور یہ سائرن کی آواز تو یہودیوں کی مشابہت ہے اس سے قطعی بچنا چاہئے۔

مسئلہ: کسی آدمی کو دیر ہو جائے اور کھانے کے دوران اذان فجر شروع ہو جائے تو وہ آرام سے کھانا مکمل کرے تاہم اسے عادت نہ بنائے۔

سحری کھاتے وقت کی کوئی الگ دعائیں نہیں۔ جس طرح عموماً کھانا کھایا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ کھانا ہے اسے برکت و اہمیت صرف روزے اور اس امت پر اللہ کے خصوصی انعام کی بدولت حاصل ہے۔ بسم اللہ پڑھ کر کھایا جائے اور کھانے کے بعد کی دعائیں بعد میں پڑھی جائیں۔ نیز یہ دعا "بصوم غد نویت من شھر رمضان" جو اکثر کیلنڈروں پر لکھ دی جاتی ہے بھی ثابت نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔

اگر کوئی شخص سحری کے وقت ایسی حالت میں ہو کہ اس پر غسل فرض ہے ادھر وقت بھی کم ہو تو وہ پہلے وضو کر کے سحری کھائے اور بعد میں نہا لے جائز ہے۔

سیدنا ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ (بخاری)

روزہ صرف کھانے اور پینے سے ہی رک جانے کا نام نہیں بلکہ روزہ تو لغو اور خواہش پرستی سے پاکیزگی کا نام ہے (یہاں تک کہ) اگر کوئی (نامعقول) تجھے برا بھلا کہنا شروع کر دے یا تجھے مذاق وغیرہ کرنے لگے تو تو جواب میں صرف یہ کہے کہ میں روزے سے ہوں۔ (یعنی خود یہ کام کرنا تو کجا کسی کے جواب میں بھی نہ کرے)

ابوہریرہ ؓ راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ (بخاری، نسائی، احمد)

جو شخص جھوٹ بات اور جھوٹ پر عمل (جھوٹے کام) نہیں چھوڑتا تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔

ابوہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا

رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الْجُوعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا السَّهَرُ

بہت سے روزے دار ایسے ہوں گے جن کو روزے کے عوض صرف بھوک ملے گی اور بہت سے قیام کرنے والے ایسے ہوں گے جنہیں قیام کا بدلہ صرف نیند سے محرومی ہی کی شکل میں ملے گا۔

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے دار کو جس طرح حالتِ روزہ میں کھانے اور پینے سے منع کیا گیا اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ تاکید کے ساتھ فحش گوئی، فضول باتیں، شور شرابے، جھوٹ اور جھوٹی حرکتیں مثلاً نقلیں اتارنا، مسخریاں کرنا، فضول اور بے کار کھیلیں، بے حیائی والے پروگرام ٹیلی ویژن، وی سی آر، گانے بجانے، موسیقی جھوٹی کہانیاں، رسالے، ڈائجسٹ پڑھنا وغیرہ۔ نافرمانی والے سب امور سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وقار، متانت، سنجیدگی، شرافت کے اعلیٰ معیار پر فائز ہو اور صحیح معنوں میں تقویٰ کے اہل بن جائے اور اللہ کے ذکر، تلاوتِ قرآن، اعمال صالحہ کا شوق پیدا کرے۔ زبان کی حفاظت کرے۔

افطاری:

سیدنا سہل بن سعد ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ

"جب تک لوگ جلد افطاری کرتے رہیں گے وہ خیر کے ساتھ

رہیں گے۔" (بخاری ومسلم)

افطاری کے وقت یہ دعا پڑھیں:

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ افطاری کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

"ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ" (ابوداؤد)

پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہو گئیں اور اجر ان شاء اللہ ثابت ہو گیا۔

"اللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ"

اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے لئے افطار کیا۔

افطاری کروانے کی فضیلت:

زید بن خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ

جس نے کسی روزے دار کی افطاری کروائی یا کسی مجاہد کو تیار کیا تو اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔ (بیہقی، شرح السنہ)

حالتِ روزہ میں جن امور سے نقصان نہیں ہوتا:

i۔ غسل کرنا، ii۔ سرمہ لگانا

iii۔ بیوی کو بوسہ دینا، جو آدمی اپنے اوپر مکمل کنٹرول رکھتا ہو اس کے لئے درست ہے، دوسرے کے لئے نہیں۔

iv۔ خون نکلوانا اگر کمزوری کا خطرہ ہو تو پھر نہیں

v۔ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا، لیکن مبالغہ نہ کرے

vi۔ کوئی چیز سونگھنا، خوشبو لگانا، vii۔ کسی چیز کا ذائقہ چکھنا

viii۔ مسواک کرنا، ix۔ بھول کر کھا پی لینا، x۔ تیل لگانا

xi۔ کنگھی کرنا

روزہ توڑنے والے امور:

i۔ کھانا پینا (قصداً)، ii۔ قصداً قے کرنا، iii۔ مشت زنی، iv۔ حیض ونفاس آجانا، v۔ دن میں جماع کرنا

بوڑھے دائمی مریض اور وہ لوگ جو روزہ رکھنے کے قابل نہیں یا سخت محنت ومشقت کرنے والے لوگ۔ ایسے لوگوں کو شریعت نے فدیہ کی ادائیگی کا حکم دے کر روزہ رکھنے سے رخصت دے دی ہے۔

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ

کے تحت ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلادیں۔

ابن عباسؓ کا یہی موقف ہے کہ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت حاملہ، مرضعہ وغیرہ کے لئے رخصت ہے۔ (بخاری، دارقطنی، حاکم، بزار)

قضا کے لئے تعیین کا مسئلہ:

قضا کے لئے شریعت نے پابند تو نہیں کیا کہ جلدی کی جائے۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم سے جو روزے رمضان میں رہ جاتے تو اگلے سال رمضان سے پہلے مہینے شعبان میں ہم ان کی قضا دیتی تھیں۔ (بخاری وغیرہ) تاہم حدیث میں قضا کو اللہ کا قرض قرار دیا گیا ہے اور قرض کو جتنا جلدی اتار دیا جائے اتنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ جو نذر کے روزے نہ رکھے یا قضا نہ دے سکا ہو اور فوت ہو جائے تو

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهُ

جو آدمی فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ (بخاری، کتاب الصوم)

اسی طرح بخاری میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں فوت ہو گئی اور اس کے ذمے ایک مہینے کے روزے تھے تو کیا میں قضا دوں؟ فرمایا ہاں یہ اللہ کا قرض ہے اور اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ حق رکھتا ہے۔

نوٹ: معمولی وجہ سے خود روزے نہ رکھنا اور کسی کو رکھوا دینا یعنی فدیہ دینا یا کسی سے نیابتاً رکھوانا درست نہیں ہے۔ شریعت کی دی ہوئی رخصت کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس سے ناجائز فائدہ اٹھائیں اور ایک فریضے سے اپنی جان بچالیں۔ یاد رہے روزہ ایک بہت بڑا فریضہ ہے۔ اسے اللہ نے یہ اعزاز دیا ہے کہ اسے اپنا عمل قرار دیا۔ کہ یہ میرا عمل ہے اور اس کی میں ہی جزا دوں گا۔ ایمانی جذبے اور اللہ کی محبت کے خلاف ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے جان چھڑانے کے بہانے ڈھونڈے جائیں۔ آدمی سال بھر میں کسی بھی وقت روزہ رکھ سکتا ہو تو وہ خود رکھ کر قضا دے اور یہ بلند مرتبہ اعزاز حاصل کرے اور اگر وہ بالکل ہی معذور ہو تو پھر کسی کو فدیہ دے۔

سفر اور روزہ:

"فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ"

اور جو بیمار ہو یا مسافر ہو وہ دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرلے۔

سفر کی وجہ سے شریعت نے روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی ہے اور اس کے لئے معیار وہی سفر ہے جو نماز کے قصر کے لئے ہے۔ لیکن بعد میں قضا دے کر مہینہ رمضان کی گنتی پوری کرے گا۔

i۔ اگر روزہ رکھ لیا، دن میں سفر کرنا پڑ جائے تو افطار کر سکتا ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں مکہ کی طرف چلے روزہ رکھا ہوا تھا جب کدید نامی جگہ پر پہنچے تو روزہ کھول دیا۔ (بخاری جلدا کتاب الصوم)

ii۔ سفر میں روزہ رکھنا چاہئے تو رکھ بھی سکتا ہے۔ جیسا کہ ابن عباسؓ کی ہی روایت ہے کہ "قَدْ صَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ" رسول اللہ ﷺ نے (سفر میں) روزہ رکھا بھی ہے اور افطار بھی کیا ہے۔ (بخاری جلد نمبر ا کتاب الصوم)

مریض اور روزہ:

مریض کو بھی شریعت نے رخصت دی ہے۔ جیسا کہ قرآن کی مندرجہ بالا آیت سے ظاہر ہے۔

تندرست آدمی روزے سے ہو اور اچانک اس پہ مرض طاری ہو جائے تو افطار کر سکتا ہے جیسا کہ سفر کی وجہ سے ہے۔

روزہ اور خواتین کے ایام مخصوصہ:

حالت حیض میں نماز اور روزہ دونوں کی ممانعت ہے۔ نماز کی تو قضا نہیں لیکن روزے کی قضا ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ

كُنَّا نَحِيضُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَأْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَلَا يَأْمُرُنَا بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہمیں حیض آتا تو بعد میں روزے کی قضا کا حکم ہوتا نماز کی قضا کا نہیں۔ (بخاری ومسلم)

نفاس والی عورتوں کا معاملہ بھی حیض والی عورتوں کی طرح ہے۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتیں اور روزہ:

مرضعہ "دودھ پلانے والی عورت" اور حاملہ انہیں اگر خطرہ ہو کہ روزے رکھے تو ہمیں کمزوری ہو گی اور بچے کا بھی نقصان ہو گا تو روزہ چھوڑ سکتی ہیں پھر اگر یہ سال کے اندر اندر قضا دے سکتی ہوں تو قضا دے لیں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو فدیہ دے دیں۔ حدیث میں ہے

إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلَاةِ وَعَنِ الْحُبْلَى وَالْمُرْضِعِ الصوم

اللہ تعالیٰ نے مسافر کو روزہ اور آدھی نماز کی رخصت دی اور حاملہ اور دودھ پلانے والی سے روزہ معاف کر دیا۔

رمضان کے آخری عشرہ کے فضائل:

i۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

كَانَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ الأواخر أَحْيَا اللَّيْلَ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ وَشَدَّ الْمِئْزَرَ (بخاری مسلم)

جب آخری عشرہ آجاتا تو نبی ﷺ رات جاگتے اور عبادت کرتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے اور تہبند باندھ لیتے یعنی بیویوں کے پاس نہ جاتے۔

ii۔ كَانَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ: (مسلم) آپ ﷺ آخری دس راتوں میں اس قدر عبادت کرتے کہ اتنی دوسری راتوں میں نہیں کرتے تھے۔

تلاوت قرآن، سخاوت اور رمضان:

عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور سب سے بڑھ کر آپ ﷺ رمضان میں سخاوت کرتے۔ جب جبریل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے اور جبریل علیہ السلام رمضان میں ہر رات آپ ﷺ سے ملتے اور آپ ﷺ سے قرآن کا دور کرتے اور آپ ﷺ تیز آندھی سے بھی بڑھ کر سخاوت کرتے تھے۔

تلاوت قرآن خصوصاً رمضان میں کیونکہ اس میں قرآن نازل کیا گیا اور نبی اکرم ﷺ جبریل علیہ السلام سے قرآن سنتے سناتے۔ اس کا خصوصی اہتمام کرنا چاہئے۔ ماہ مبارک میں مجاہدین کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے۔ سخاوت اور اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرنا جس طرح تیز ہوا ہر جگہ پہنچتی ہے' اس طرح آپ ﷺ کی سخاوت ہر شخص تک پہنچا کرتی تھی۔ ہمیں بھی چاہئے کہ اس مہینہ میں مال خرچ کرنے کا خاص اہتمام کریں۔ ہر مرد' عورت' جوان' بوڑھا اور بچہ اپنی ہمت کے مطابق مال خرچ کرے اور سخاوت کرے اپنے دل سے مال کی محبت نکال کر اللہ کی محبت اور ایمان کی محبت کا ثبوت دے۔

قیام اللیل یا صلاۃ تراویح:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری)

جس نے رمضان میں راتوں کو قیام کیا' اپنے ایمان کو پختہ کرنے اور اللہ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے تو اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

انه ﷺ صلی ثمانی رکعات والوتر ثم انتظروه فی القابله فلم یخرج الیهم (ابن خزیمه' ابن حبان' فقه السنه)

کہ آپ ﷺ نے انہیں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے پھر آئندہ رات لوگوں نے آپ ﷺ کا انتظار کیا مگر آپ ﷺ نہیں آئے۔

ابو سلمۃ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کتنی نماز پڑھا کرتے تھے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا "مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً" کہ رسول اللہ ﷺ رمضان ہوتا یا رمضان کے علاوہ دوسرے دن ہوتے گیارہ رکعات سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ (بخاری)

وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَؤُمُّهَا عَبْدُهَا ذَكْوَانُ مِنَ الْمُصْحَفِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ذکوان قرآن کے اوپر سے دیکھ کر ان کی امامت کروایا کرتے تھے۔ (بخاری جلد ا' باب امامۃ العبد والمولیٰ)

نوٹ نمبر ا: اگر کسی کو زبانی قرآن یاد نہ ہو تو وہ قرآن کے اوپر سے دیکھ کر نماز پڑھ بھی سکتا ہے اور پڑھا بھی سکتا ہے۔ لہٰذا کسی کو خصوصاً رمضان میں قیام کی سعادتوں سے محروم نہ رہنا چاہئے۔

نوٹ نمبر ۲: قیام اللیل کو تراویح کہنا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ یہ لفظ بعد میں بنایا گیا ہے۔ لہٰذا اسے صحیح اور اصلی نبوی نام تہجد' قیام اللیل یا قیام رمضان کہنا چاہئے۔

فضائل لیلۃ القدر:

لیلۃ القدر وہ مبارک رات ہے جسے رمضان میں بھی ایک اعلیٰ فضیلت حاصل ہے کیونکہ یہ وہ مخصوص رات ہے جب نزول قرآن کی ابتدا ہوئی تھی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس رات کے متعلق ایک خصوصی سورت نازل فرمائی اور بیان کیا ہے کہ یہ رات ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے۔

i۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری)

جس نے لیلۃ القدر کو اپنے ایمان کی تجدید و پختگی کرتے ہوئے اور اللہ کی رضا کے لئے قیام کیا اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیئے گئے۔ (بخاری)

iii۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

يُجَاوِرُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ وَيَقُولُ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ رمضان کی آخری دس راتیں اعتکاف کیا کرتے تھے اور فرماتے لیلۃ القدر کو آخری دس راتوں میں تلاش کرو۔

iv۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے پوچھا اللہ کے رسول ﷺ اگر مجھے پتہ چل جائے کہ لیلۃ القدر فلاں رات ہے تو میں کیا دعا کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا"

قُولِي اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي

اے اللہ تو عفو (معاف کرنے والا) ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے۔ تو مجھے معاف کر دے۔ (احمد' ابن ماجہ' ترمذی)

نوٹ: لوگوں نے شب برأت کے نام سے رمضان سے پہلے مہینے شعبان میں ایک رات بنائی ہوئی ہے جس میں عبادت بھی کرتے ہیں اور جس کے بارے یہ سمجھتے ہیں کہ اس رات مرنے والے' پیدا ہونے والے اور دیگر معاملے تقسیم کئے جاتے ہیں۔

یاد رہے قرآن مجید سورۃ الدخان کی ابتداء میں ان امور کی تقسیم اس رات بیان کی ہے۔ جس میں قرآن اتارا گیا ہے۔ فرمایا حم۔ کتاب مبین کی قسم ہم نے اسے ایک برکت والی رات میں نازل کیا ہے۔ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔ اس رات میں تمام محکم امور کی تقسیم کی جاتی ہے (الدخان)

یہ برکت والی رات جس میں قرآن اتارا گیا۔ شب برات نہیں بلکہ قرآن نے ہی دوسرے مقام پر فرمایا لیلۃ القدر ہے جیسے کہ سورۃ القدر سے واضح ہے۔

اس لئے ہماری عبادات قرآن و حدیث کے مطابق ہونی چاہئیں اور لیلۃ القدر میں عبادت کیلئے خصوصاً جدوجہد کرنا چاہئے۔ جو ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی کوئی ایک طاق رات ہو سکتی ہے۔

اعتکاف دس دن:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ

رسول اللہ ﷺ آخری دس راتیں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ رمضان کی آخری دس راتیں اعتکاف بیٹھتے تھے۔ حتی کہ اللہ نے انہیں فوت کر دیا پھر آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں نے اعتکاف کیا۔ (بخاری)

اعتکاف میں غلط امور:

بلاوجہ باہر گھومنا' اعتکاف بیٹھنے والوں کا آپس میں اکٹھے بیٹھنا۔ افطاری سحری وغیرہ اجتماعی کرنا اور گپیں ہانکنا' پیشاب پاخانہ کے لئے آتے جاتے ہوئے باتیں کرنا اور حال احوال پوچھنے کے لئے رکنا' مباشرت کرنا۔ موبائل فون رکھنا بھی درست نہیں' سیاسی شوق پالنے کے لئے خبریں سننا اور پوچھنا انٹرویو دینا جمہوری تماشوں میں شوق رکھنا۔

اعتکاف کی حالت میں بعض لوگ رات کو سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔ بعض بدبخت اخباروں اور مختلف رسالوں اور ڈائجسٹوں کے مطالعے کرتے ہیں۔ بعض اپنے امتحانوں کی تیاریوں میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لائق تو یہی ہے کہ انہیں مسجد سے نکال دیا جائے۔ انہیں حیا ہی نہیں کہ اعتکاف کے نام پر کیا کر رہے ہیں۔

صدقۃ الفطر اور رمضان

صدقۃ الفطر کی فرضیت:

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ الفطر فرض قرار دی ہے کہ کھجوروں یا

جو سے ایک صاع ادا کی جائے اور یہ تمام مسلمانوں 'غلام' آزاد و مذکر' مونث' اور چھوٹے بڑے سب پر فرض ہے اور حکم دیا کہ نماز عید کے لئے نکلنے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے۔

صدقۃ الفطر کتنا ہے؟

یہ غور طلب اور بہت غور طلب مسئلہ ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں یہ واضح ہے کہ نبی ﷺ نے ایک صاع صدقہ فرض کیا ہے۔ خواہ کھجوروں سے ہو یا جو سے کشمش سے ہو یا پنیر سے۔ فرض ایک صاع دینا ہے۔ (بخاری)

دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ طعام یا کھانے پینے والی جنس ہی ایک صاع بطور فطرانہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا اور صحابہ کرام اسی طرح کرتے تھے...... درہم و دینار صحابہ کرام نہیں دیا کرتے تھے...... سیدنا امیر معاویہؓ نے قیمت کا اعتبار کر کے بھی گندم ہی نصف صاع ادا کرنے کا حکم دیا۔ نقدی کی صورت میں فطرانہ خیر القرون میں نہیں تھا۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ فطرانہ ایک صاع ہی ادا کریں اور طعام یا کوئی بھی کھانے والی جنس جو ہمیں آسانی میسر ہو اس سے ہی ادا کریں۔ نقدی نہ دیں یا اگر نقدی دینا ہو تو ایک صاع بھر کر دیں جبکہ دلیل اس کی بھی کوئی نہیں۔ فطرانہ ایک خاص زکوۃ ہے جو نو مولود بچوں پر بھی فرض ہے۔ اس کی فرضیت بھی صاع کی شکل میں خاص ہے لہٰذا اسے اسی خصوصی انداز میں ہی ادا کیا جائے۔

صاع:

وزن کی دو صورتیں ہیں ایک باٹوں کے ذریعے وزن کرنا۔ اسے تول یا وزن کہا جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مخصوص برتنوں سے حساب کرنا جیسا کہ ہمارے ملک میں اجناس کے لئے 'دودھ کے لئے یا تیل وغیرہ کے لئے خصوصی برتن بنائے گئے ہیں اسے کیل کہا جاتا ہے۔ نبی ﷺ کے زمانہ میں کیل کا ہی ایک پیمانہ تھا جسے صاع کہا جاتا ہے۔ جس طرح ہمارے دیہاتوں میں پروپی وغیرہ چلتی ہے۔ اس کا وزن تقریباً دو کلو دو سو گرام بنتا ہے۔

ادائیگی فطرانہ کا وقت:

بخاری کی روایت کے مطابق نبی اکرم ﷺ کا حکم عید الفطر کی نماز کے لئے نکلنے سے پہلے اس کی ادائیگی سے فراغت ضروری ہے۔ بخاری میں ہی عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ صحابہ کرام عید الفطر سے ایک دو دن پہلے ادا کرتے تھے۔ (بخاری)

ادائیگی کی صورتیں:

الگ الگ حقداروں کو بھی فطرانہ دیا جا سکتا ہے اور ایک جگہ جمع کر کے بھی فقراء میں اجتماعی انداز سے تقسیم کرنا درست ہے۔ جیسا کہ بخاری میں عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے۔

مستحقین:

جو زکوۃ و صدقات کے حقدار ہیں وہی صدقۃ فطر کے ہیں کیونکہ یہ بھی ایک زکوۃ ہے۔ ان لمحات میں مجاہدین کو خصوصی طور پر یاد رکھا جائے اور حالات کی مناسبت سے انہیں فوقیت دی جائے۔

فطرانہ کا مقصد:

ابن عباسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ الفطر فرض کی۔

طُهْرَةٌ لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةٌ لِلْمَسَاكِينِ

روزے دار کی فضول باتوں' حرکتوں اور فحش حرکات وغیرہ سے صفائی کے لئے اور مساکین کو کھلانے پلانے کے لئے جو نماز سے پہلے ادا کریں گے وہ زکوۃ مقبول ہو گی اور بعد میں ایک عام صدقہ ہی ہو گا۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ' دار قطنی) بیہقی اور دار قطنی میں آپ ﷺ کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ "اغنوھم فی ھذا الیوم" ان فقراء و مساکین کو دو تا کہ اس دن عید کے دن انہیں گھومنا نہ پڑے انہیں مانگنے سے بے نیاز کرو۔

عید الفطر:

عید الفطر اور عید الاضحیٰ اسلام کے دو تہوار ہیں لہٰذا دونوں کا اہتمام کرنا اور اسلامی شعائر سمجھتے ہوئے ان کی قدر کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ عید الفطر کے متعلقہ مختصراً مسائل درج ذیل ہیں۔

☆ عید الفطر والے دن صبح کچھ کھا لینا چاہئے۔ بخاری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ طاق تعداد میں کھجوریں کھا کر نکلا کرتے تھے۔

☆ بہترین کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے۔

☆ عیدگاہ میں عید پڑھی جائے۔ بلاوجہ مسجد میں عید ادا کرنا جائز نہیں۔ آپ ﷺ ہمیشہ عید گاہ میں جاتے۔ ابوداؤد' ابن ماجہ وحاکم کی روایت کے مطابق صرف ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے مسجد میں پڑھی تھی لیکن یہ روایت بھی ضعیف و منکر ہے۔

☆ عورتوں اور بچوں کو بھی عید کے لئے نکالنا چاہئے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں واضح روایات ہیں۔ جبکہ حیض میں مبتلا عورتیں بھی نکلیں نماز والی جگہ سے ذرا الگ بیٹھیں اور اس تہوار میں شریک ہوں۔

☆ جاتے اور آتے راستے تبدیل کریں۔ بخاری میں آپ کا یہ عمل ثابت ہے۔

☆ عیدین کے موقع پر جہادی ٹریننگ کیلئے نکلیں جہادی قافلوں کے ساتھ جائیں۔ نبی اکرم ﷺ عیدین میں لشکر بھیجا کرتے تھے۔

☆ مجاہدین جہادی مظاہروں کا اہتمام کریں۔ جہادی ترانے پڑھے جائیں۔ لوگوں کو جہاد کی طرف ترغیب کے لئے یہ امور کھلے عام سر انجام دیں۔

☆ تکبیریں کثرت سے پڑھیں۔ فضول اور جاہلانہ رسوم و رواج فحش اور مخرب اخلاق عادات نیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی والے امور سے اجتناب کرتے ہوئے اللہ کے ذکر میں مصروف رہیں۔

☆ عید کی مبارکباد دیتے ہوئے یہ نبوی الفاظ پڑھیں "تقبل اللہ منا و منکم" اور عید ملن کے رواج سب بدعی کام ہیں۔

☆ اگر عید کی نماز کسی وجہ سے رہ جائے تو قضا کے طور پر دو رکعت پڑھیں۔ (بخاری) انہیں بالکل چھوڑنا مناسب نہیں۔

☆ عیدین کے دنوں میں روزے رکھنا قطعاً منع ہے۔

شوال کے چھ روزے:

سیدنا ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں۔

انَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ بِسِتٍّ مِنْ شَوَّالٍ فَكَأَنَّمَا صَامَ الدَّهْرَ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر ان کے بعد شوال سے بھی چھ روزے رکھے تو گویا اس نے پورا سال روزے رکھے۔ (بخاری و نسائی)

نوٹ نمبر ۱: شوال پورے مہینے میں سے کوئی بھی چھ روزے رکھے جا سکتے ہیں۔ مسلسل رکھنے کی بھی کوئی شرط نہیں۔

نمبر ۲: ایک نیکی دس گنا کے حساب سے رمضان کے تیس اور شوال کے چھ کل چھتیس بنتے ہیں اور اس کو دس سے ضرب دیں تو تین سو ساٹھ بنتے ہیں اور اتنے ہی سال کے کل دن ہوتے ہیں۔ اس طرح گویا اس نے چھتیس روزے رکھ کے پورے سال کے روزے رکھے۔

آفس جماعۃ الدعوۃ ڈیفنس کراچی

9Th-E-95 کمرشل اسٹریٹ نزد ڈیفنس بیکرز فیز 4

ڈیفنس کراچی۔ PH-5389406

مکتبہ باب الاسلام

لاڑکانہ شہر میں ایک منفرد انداز میں اسلامی' ادبی' سائنسی' درسی اور معیاری کتب اور آڈیو کیسٹیں/ سی ڈیز کا واحد مرکز۔

دل و دماغ کو سکون اور راحت پہنچانے والا یہ اسلامی لٹریچر خود پڑھیں دوسروں کو بطور تحفہ دیں اور دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کے فروغ کیلئے استعمال میں لائیں۔

باب الاسلام کا نام اسلام کا پیغام

پتہ: غالب نگر نزد tcs آفس لاڑکانہ سندھ

فون: 0741-442083

ا۔ نوٹ دار الاندلس کی کتب اور القادسیہ کیسٹ لائبریری کی کیسٹیں اور سی ڈیز بھی دستیاب ہیں۔

بقیہ درس قرآن

طرف رسول انسان اور عربوں کی طرف رسول عربی ہے۔ اس میں تو کوئی تعجب کی بات نہیں بلکہ یہ سراسر ہٹ دھرمی و حجت بازی ہے۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر بھی اللہ نے ان کے اس تعجب کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بلکہ انہیں تعجب معلوم ہوا کہ ان کے پاس انہیں میں سے ایک آگاہ کرنے والا آیا تو کافروں نے کہا کہ یہ اک عجیب چیز ہے۔ (ق۔ ۲)

اور فرمایا:

اور کافروں کو تعجب ہے کہ ان ہی میں سے ایک انہیں ڈرانے والا آگیا: (ص: ۴)

اور فرمایا:

کیا ہم سب میں سے اسی پر کلام الٰہی نازل کیا گیا ہے۔ (ص۔ ۸)

شیطان بھی جب انسان کو گمراہ کرتا ہے تو وہ کیسے گمراہ ہو جاتا ہے کہ اس کی عقل بھی ماؤف ہو جاتی ہے۔

اب دیکھیں کہ ان لوگوں کی یہ کتنی عجیب بات ہے کہ بھلا پتھر ولکڑی وغیرہ الٰہ و معبود ہو سکتے ہیں؟ لیکن ایک اخلاق وصفات کے لحاظ سے تمام لوگوں میں ممتاز اور نمایاں اور بے مثال ولاجواب انسان نبی ورسول نہیں ہو سکتا:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعدد مقامات کی طرح اس آیت میں بھی رسول ﷺ کی صفات میں سے دو صفات بشیر ونذیر کو نمایاں کیا ہے کہ آپ اہل کفر' اہل باطل' اہل فسق فجور کو اللہ کے عذاب جہنم سے ڈرائیں اور اہل ایمان' اہل حق' اہل تقویٰ کو اللہ کی جنت وانعامات کی خوشخبری سنائیں۔

آپ ﷺ کی ان دو صفات کے لئے دیکھئے۔

(البقرہ۔ ۱۱۹' الاحزاب۔ ۴۵' ۲۸)

آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ایک اور مشہور ہٹ دھرمی کا ذکر کیا کہ محمد ﷺ جادوگر ہے۔ نعوذ باللہ۔

کافروں کو جب کوئی جواب نہ آتا اور وہ لاجواب ولاچار ہوتے تو آپ کو جادوگر کہہ کر چھٹکارا کر لیتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَٰذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ

اور کہا کافروں نے کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ (ص۔ ۴)

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے بھی ان کو جادوگر کہا:

(الاعراف: ۱۰۹' الذاریات۔ ۳۹)

بلکہ تقریباً تمام اقوام نے اپنے اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام کی تکذیب کرتے ہوئے ان کو جادوگر اور مجنون کہا۔

(الذاریات۔ ۵۲۔ ۵۳)

اللہ تعالیٰ ہمیں ضد و تعصب اور ہٹ دھرمی سے بچائے اور انشراح صدر کے ساتھ حق کو قبول کرنے کی توفیق دے۔

آمین۔

فوائد

۱۔ وحی الٰہی کا اثبات۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت کا ثبوت۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ کے وظیفے وذمہ داری کا بیان کہ وہ بشیر ونذیر ہیں۔

۴۔ اہل ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں انعامات کی بشارت

بقیہ بھارتی فوج

فوج جس بے بسی کے ساتھ مرتی رہی اور الیکشن کامیاب نہیں کرواسکی اس نے بھارتی فوجیوں کے دماغ کافی حد تک ''درست'' کر دیئے اور اس کی طاقت کا نشہ ہرن ہو گیا۔

مقبوضہ جموں وکشمیر کے علاوہ بھی بھارت میں ہونے والی جہادی کارروائیوں خصوصاً گجرات میں ہونے والے معرکوں نے بھی بھارتی فوج کو اس کی اوقات یاد دلا دی۔ جو فوج اپنے ملک میں اپنے اوپر ہونے والوں حملوں کو تو نہ روک سکی' وہ دوسرے ملک کی فوج سے کیسے لڑ سکتی ہے؟ جگہ جگہ مظلوم مسلمانو ں کی گوریلا کارروائیوں نے بھارتی فوج کو مجبور کر دیا کہ وہ سرحدوں سے ہٹ کر ملک کے اندر اپنی حفاظت پر توجہ دے۔

سب سے بڑی وجہ بھارتی فوج کے حملہ نہ کرنے کی وہ یہ تھی کہ بھارتی فوج کو اس بات کا پختہ یقین تھا کہ اگر اس نے پاکستان پر حملہ کر دیا تو ہماری پشت پر موجود مجاہدین کا نیٹ ورک' مقبوضہ جموں وکشمیر کے ایک ایک پہاڑ' وادی اور میدانوں میں مجاہدین کے گوریلا دستے' فدائی گروپ' اس نازک موقع سے فائدہ اٹھا کر بھارتی فوج کی پیٹھ میں خنجر نہ گھونپ دیں جیسا کہ کارگل کے موقع پر مجاہدین اور پاک آرمی نے باہمی تعاون سے بھارتی افواج کا کچومر نکال دیا تھا۔ اس شدید احساس نے بھارتی جرنیلوں کو بار بار سوچنے پر مجبور کیا کہ ہمارے سامنے پاک فوج ہوگی اور پیچھے سے مجاہدین ماریں گے تو اس خوفناک صورتحال کا مقابلہ کیونکر ہو سکے گا؟ اس کے علاوہ وہ یہ جانتے تھے کہ اس نازک صورتحال سے فائدہ اٹھا کر مجاہدین بہر حال یہ منصوبہ بندی کر چکے ہیں کہ کس طرح انہوں نے بھارتی افواج کی سپلائی کاٹنی ہے' ان کے اسلحہ ڈپوؤں کو نشانہ بنانا ہے۔ گہرائی میں موجود چھاؤنیوں پر قبضہ کرنا ہے اور اس پر بیٹھی ہوئی بھارتی فوج کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر لاکھوں کشمیری و بھارتی مسلمانوں کے قتل عام کا قرض چکانا ہے۔

بھارتی فوجوں کے سرحدوں پر آنے سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ کشمیر کا ایشو عالمی مسائل میں سرفہرست آ گیا۔ دنیا بھر کے تجزیہ نگار مبصرین اور حکام یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ آخر ان تمام معاملات کے محرکات کیا ہیں؟ اس طرح ان تمام مہینوں کے دوران کشمیریوں کی آواز دنیا بھر کے پلیٹ فارم پر گونجتی رہی اور دنیا کے انصاف پسند لوگ سوال کرتے رہے کہ آخر بھارت کشمیر کو آزاد کر کیوں نہیں دیتا؟

مرکز طیبہ مریدکے میں پلاٹ خریدنے کے خواہش مند حضرات متوجہ ہوں

طیبہ کالونی فیز i, ii میں 5,10 مرلہ اور ایک کنال کے رہائشی پلاٹس دستیاب ہیں۔ نیز ری سیل رہائش وکمرشل پلاٹ خریدنے کے لئے رابطہ کریں۔ مسجد ام القریٰ کے نزدیک پلاٹس اور تعمیر شدہ رہائشی مکان فروخت کے لئے موجود ہیں۔ خواہش مند حضرات فوری رابطہ کریں۔ کم آمدنی والے حضرات کے لئے آسان اقساط میں پلاٹ خریدنے کی سہولت موجود ہے۔

رابطہ: محمد خالد' عبدالمجید مرکز طیبہ مریدکے

Ph:042-7990779-0303-643224

791097-7922393

اہلیان سندھ کیلئے جماعۃ الدعوۃ کے جانب سے سندھی زبان میں جاری ہونے والا پہلا

عظیم خوشخبری

ماہنامہ باب الاسلام

نبوی منہج کے مطابق دعوتی وتربیتی، اصلاحی اور علمی مضامین عالم اسلام کو درپیش مسائل پر تجزیاتی اور تحقیقاتی رپورٹوں سے مزین (خود پڑھیں اور اپنے دوستوں، گھر والوں کو پڑھائیں)

برائے رابطہ

ہر ماہ باقاعدگی سے حاصل کرنے کیلئے سندھ بھر میں تحصیلی مسئولین اور جماعۃ الدعوۃ کے دفاتر سے رابطہ فرمائیں۔

سرکیولیشن آفس ماہنامہ باب الاسلام

مرکز القادسیہ 4- لیک روڈ چوبرجی لاہور فون۔ 7240942/7240945

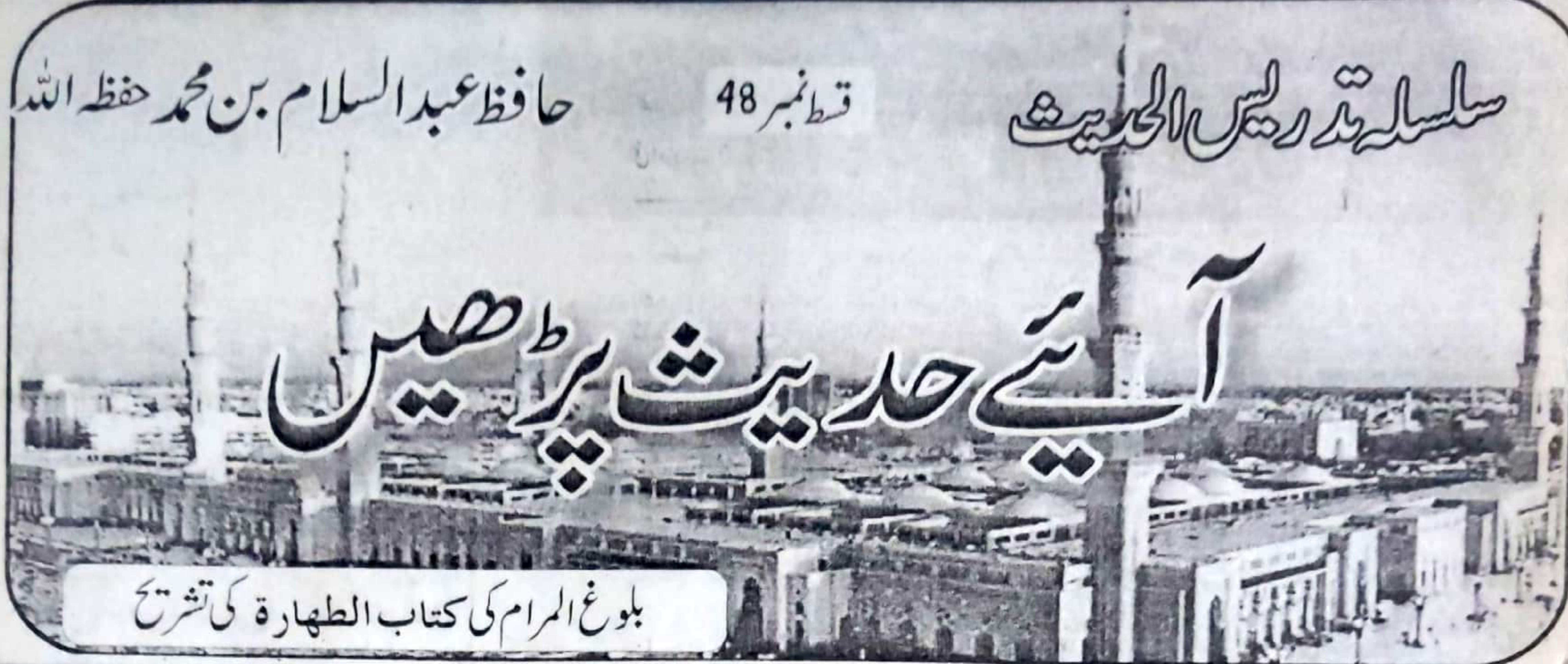

سلسلہ تدریس الحدیث — قسط نمبر 48 — حافظ عبدالسلام بن محمد حفظہ اللہ

آئیے حدیث پڑھیں

بلوغ المرام کی کتاب الطہارۃ کی تشریح

۴/۳۲ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ بْنِ عاصمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي صِفَةِ الْوَضُوْءِ قَالَ وَمَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِيَدَيْهِ وَأَدْبَرَ متفق عليه

وَفِي لَفْظٍ لَهُمَا بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتَّى ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ

عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہما سے وضوء کے بیان میں روایت ہے۔ فرمایا۔ ”اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے سر کا مسح کیا تو اپنے دونوں ہاتھ سامنے سے (پیچھے) لے گئے اور پیچھے سے آگے کی طرف واپس لائے۔ (بخاری و مسلم)

اور دونوں کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں آپ سر کے اگلے حصے سے شروع ہوئے یہاں تک کہ انہیں اپنے گدی تک لے گئے پھر انہیں واپس اسی جگہ لے آئے جہاں سے شروع کیا تھا۔

تخریج:۔ بخاری کتاب الوضوء باب مسح الراس کلہ (۱/۱۸۵) مسلم (الطہارۃ/۱۸)

عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہ احد میں شریک ہوئے انہی نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا وحشی بھی ان کے ساتھ قتل کرنے میں شریک تھے۔ حرہ کے دن ۶۳ھ میں قتل ہوئے۔ ان سے وضوء کی حدیث مروی ہے۔ اذان کی روایت بیان کرنے والے عبداللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اتحاف الکرام/۲۱

۵/۳۳ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فِي صِفَةِ الْوَضُوْءِ قَالَ: ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَدْخَلَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّاحَتَيْنِ فِي أُذُنَيْهِ وَمَسَحَ بِإِبْهَامَيْهِ عَلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ أَخْرَجَهُ أَبُوْدَاوُدُ وَالنِّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ وَابْنُ خُزَيْمَةَ

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے ...... وضوء کے بیان میں ...... روایت ہے فرماتے ہیں پھر سر کا مسح کیا اور اپنی شہادت کی دونوں انگلیاں اپنے کانوں میں داخل کیں اور دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے باہر کے حصے پر پھیرا۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا اور ابن خزیمہ نے صحیح کہا۔

تخریج (صحیح) ابوداؤد الطہارۃ باب الوضوء ثلاثا (۱۳۵) نسائی (۱/۸۸) صحیح ابن خزیمہ (۱۷۴) بسند حسن شیخ البانی نے اسے حسن صحیح قرار دیا۔ کیونکہ اس کے بہت سے شواہد ہیں۔ (صحیح ابی داؤد نمبر ۱۲۳)

(راوی حدیث ابو محمد یا ابو عبدالرحمان عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل السہمی القرشی ہیں اپنے باپ سے پہلے اسلام لائے ان کے والد ان سے تیرہ سال بڑے تھے بہت بڑے عالم حافظ اور عابد تھے سن ۶۳ھ اور بقول بعض ۷۰ھ میں فوت ہوئے۔ اتحاف الکرام/۲۲)

مفردات: السباحین۔ انگوٹھے کیساتھ والی انگلی کو سبابہ (گالی دینے والی) کہا جاتا تھا۔ اسلام میں سباحہ (تسبیح کرنے والی) پڑ گیا۔ کیونکہ اللہ کی تسبیح کے وقت اس کے ساتھ اشارہ کیا جاتا ہے

فوائد: گزشتہ احادیث میں سر کے مسح کا ذکر تھا اس کے ضمن میں اگرچہ کان کا مسح بھی آگیا مگر ان میں صراحۃً کانوں کا ذکر نہیں تھا۔ اس حدیث میں کانوں کے مسح کا ذکر صراحت سے آیا ہے اس لئے مصنف نے اس کا صرف اتنا حصہ نقل فرمایا۔ کانوں کے مسح کا ذکر کئی احادیث میں ہے مثلاً مقدام بن معدیکرب کی حدیث جو ابوداؤد اور طحاوی نے سند حسن سے ذکر کی ہے صحیح ابی داؤد نمبر ۱۱۲ و قال الالبانی (صحیح) اور ربیع کی حدیث بھی ابوداؤد میں ہے (صحیح ابی داؤد نمبر ۱۱۹) اور انس کی حدیث جو دار قطنی اور حاکم میں ہے۔ ۱/ ۱۱۰ نمبر ۳۶۱ (لکنہ ضعیف)

۶/ ۳۴ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَومِهِ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيْشُومِهِ متفق عليه

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب اپنی نیند سے بیدار ہو تو تین دفعہ ناک جھاڑے کیونکہ شیطان اس کی ناک کے اوپر والے حصہ پر رات گزارتا ہے۔ بخاری و مسلم

تخریج۔ بخاری بدء الخلق (۳۲۹۵) مسلم (الطہارۃ / ۲۳) وغیرھما تحفۃ الاشراف (۱۰/ ۲۹۴)

مفردات: خیشومہ۔ ناک کا اوپر کا حصہ۔ بعض نے کہا کہ سارے ناک کو خیشوم کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ ناک کے آخری حصے میں ناک اور دماغ کے درمیان واقع باریک نرم ہڈیاں خیشوم ہیں۔

الاستنثار۔ قاموس میں ہے استنثر کا معنی ہے ناک میں پانی چڑھا کر ناک کے سانس کے ساتھ اسے باہر نکالنا۔ بعض احادیث میں استنشاق اور استنثار اکٹھے آتے ہیں وہاں صرف جھاڑنا مراد ہوگا کیونکہ استنشاق کا معنی ناک میں پانی چڑھانا ہے۔

فوائد: ۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نیند سے جب بھی اٹھے وضوء کا ارادہ ہو یا نہ ہو ناک جھاڑنا واجب ہے مگر صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَتَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثًا فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلَى خَيْشُومِهِ (بخاری ۳۲۹۵) جب اپنی نیند سے بیدار ہو کر وضوء کرے تو تین دفعہ ناک جھاڑے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ناک جھاڑنا اس وقت ضروری ہے جب نیند سے بیدار ہو کر وضوء کرنے لگے۔

۲۔ ناک کے اوپر والے حصے پر رات گزارنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان واقعی وہاں ڈیرا جمائے رکھتا ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ فَانّ الشّیطان لایُحِلّ سقاءً ولا یفتح باباً (صحیح مسلم کتاب الاشربہ) (شیطان کوئی مشکیزہ اور کوئی بند دروازہ نہیں کھولتا) اس لئے جمائی لیتے وقت منہ بند کر لینے کا حکم دیا تاکہ شیطان نہ داخل ہو جائے انسانی جسم میں صرف دو راستے ایسے ہیں جو بند نہیں ہوتے کان اور ناک اور سونگھنے کے ذریعے۔ ناک کا دل سے قریبی تعلق ہے۔ اس لئے شیطان کو رات گزارنے کے لئے یہ جگہ پسند ہے۔

بعض نے کہا یہ استعارہ ہے اور اس سے مراد ناک میں جمع ہو جانے والی رطوبت اور گندگی ہے کیونکہ وہ شیطان کے موافق ہوتی ہے۔ اس کو شیطان کا رات گزارنا کہا گیا ہے۔

پہلا معنی زیادہ درست ہے کیونکہ استعارہ مراد لینے کی ضرورت وہاں پڑتی ہے جہاں حقیقت مراد نہ لی جا سکتی ہو۔

۳۔ وضوء میں ناک جھاڑنا فرض ہے خصوصاً جب سو کر اٹھے تو ہے اور یہی سنت ہے۔

۷/ ۳۵ وعَنْهُ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ متفق عليه وهذا لفظ مسلم

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نیند سے بیدار ہو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈبوئے یہاں تک کہ اسے تین دفعہ دھولے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گزاری ہے۔ بخاری و مسلم۔ یہ لفظ مسلم کے ہیں۔

تخریج۔ بخاری (۱۶۲) الوضوء / باب الاستجمار وترا مسلم (الطہارہ/ ۲۳) تحفۃ الاشراف (۱۰/ ۲۳۷)

فوائد۔ ۱۔ "اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈبوئے" اس سے معلوم ہوا کہ حوض یا تالاب میں ڈبونا منع نہیں۔

۲۔ بعض ائمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو رات کی نیند سے بیدار ہو کیونکہ اس میں یہ لفظ ہیں کہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گزاری ہے ابوداؤد اور ترمذی میں ایک صحیح سند کے ساتھ یہ لفظ بھی آئے ہیں۔ "إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ" (جب تم میں سے کوئی شخص رات کو اٹھے) مگر درست بات یہی ہے کہ رات کو اٹھے یا دن کو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین مرتبہ دھوئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی علت خود ہی بیان فرما دی ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گزاری ہے۔ ظاہر ہے کہ دن کو سو کر اٹھے تب بھی وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ کہاں کہاں پھرتا رہا ہے۔

۳۔ اگر کوئی شخص رات سوتے وقت ہاتھوں پر کپڑا لے یا دستانے چڑھا لے تو بعض علماء کے مطابق برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے تین مرتبہ دھونا ضروری نہیں کیونکہ استنجا کی جگہ پر لگ کر نجس ہونے کا کوئی خطرہ نہیں مگر درست بات یہی ہے کہ پھر بھی تین دفعہ دھو کر ہی برتن میں ہاتھ ڈالے کیونکہ نیند میں کئی لوگ بہت سے کام کر لیتے ہیں بعض طویل سفر کر لیتے ہیں بعض دفعہ بیوی سے چھیڑ چھاڑ کر لیتے ہیں بعض دفعہ کوئی شخص کوئی چیز مانگے تو اسے دے دیتے ہیں مگر انہیں پتہ نہیں چلتا کہ میں نے رات کیا کچھ کیا ہے۔ لپٹا ہوا کپڑا کھول کر کھجلی کر کے دوبارہ باندھ لینا تو معمولی بات ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے ایک اور علت نکالی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان اس کی ناک پر رات گزارتا

باقی صفحہ 29 پر

راتوں رات کروڑپتی بننے کے خواہش مند

لالچی سود خوروں کا حیرتناک عبرتناک انجام

جو پہلے کبھی دیکھنے میں آیا نہ سننے میں.......

ایک تہلکہ خیز رپورٹ

قاضی کاشف نیاز

گیٹ پر بیل ہوئی...... ہم نے سمجھا شاید کوئی مہمان آئے ہیں۔ باہر جا کر دیکھا تو پینٹ شرٹ میں ملبوس دو نوجوان سرف کے دو بڑے ڈبے اٹھائے کھڑے تھے۔ ہم سمجھ گئے کہ حسب معمول یہ اب اپنی پروڈکٹ کی خصوصیات اور رعایتی قیمت بتا کر ہمیں قائل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے وقت کا ضیاع محسوس کرتے ہوئے ہم نے معذرت کرتے ہوئے گیٹ بند کرنا چاہا تو ایک نوجوان فوراً بولا......

یہ ڈبہ ہم آپ کو مفت دیں گے

نوجوان کی اس پیشکش پر مجھے اپنا تجسس دور کرنے کے لئے رک کر پوچھنا پڑا......

وہ کیسے؟

نوجوان کہنے لگا...... آپ کوئی ڈبہ کھولیں۔ ان میں سونا بھی نکل سکتا ہے۔ اگر نہ نکلا تو یہ سرف کا ڈبہ آپ کو مفت ملے گا اور اگر نکل آیا تو آپ کمپنی کو 260/ روپے جمع کروائیں گے۔

اس کی بات سنتے ہی مجھے یاد آ گیا کہ چند دن قبل مجھے ایک بھائی نے بھی سرف کے ڈبوں کی ایسی سکیم کے بارے میں بتایا تھا۔ چنانچہ میں نے اب نوجوان کو کہا کہ بھائی پھر تو ہر ڈبے سے ہی سونا نکلے گا اور یہ کہہ کر میں نے دروازہ بند کر دیا......

بات دراصل یہ تھی کہ اس طرح کی سکیم والوں نے اکثر ڈبوں میں معمولی سا سونا کسی انگوٹھی یا کانٹے وغیرہ کے ساتھ لگایا ہوتا ہے۔ اس کی مالیت سو ڈیڑھ سو روپے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ لالچ میں آ کر ہر کوئی یہ سوچ کر ڈبہ ضرور لے لیتا ہے کہ سونا نہ بھی نکلا تو ڈبہ تو مفت ہی ہے۔ قسمت آزمانے میں کیا حرج ہے۔ لیکن دراصل سونا تقریباً ہر ڈبے سے ہی نکلتا ہے اور معمولی سے سونے کے عوض اسے 260/ روپے دینے ہی پڑتے ہیں۔

ہم نے دو ماہ قبل لوگوں کو اس طرح کے لالچ دے کر سود، جوئے اور فراڈ پر مبنی لوٹ کھسوٹ کی ایسی سکیموں کا ایک مفصل پوسٹ مارٹم پیش کیا تھا۔ لیکن اس کے بعد سے اب ایسی کتنی ہی لوٹ مار کی سکیمیں مسلسل ہمارے نوٹس میں آ رہی ہیں اور حلال حرام سے بے

> مدد کمیٹی کا کاروبار تھوڑے ہی دنوں میں اتنا پھیلا کہ لاتعداد لوگ اپنے کاروبار اور نوکریاں چھوڑ کر اس جوئے میں شامل ہو گئے حتی کہ پرچی جوئے کا سب سے بڑا کاروبار بھی ڈاؤن ہو گیا

پروا لالچ کے مارے لوگ دیوانہ وار ان میں شریک ہو رہے ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ عالم کفر نے جس طرح پوری دنیا کے مسلمانوں کو جہاں جسمانی طور پر ملیا میٹ کرنے کا منصوبہ بنایا ہوا ہے، اسی طرح معاشی میدان میں بھی مسلم ممالک میں وہ مسلسل ایسی سکیمیں لانچ کر رہے ہیں تا کہ مسلمانوں کو اس میدان میں بھی نکما اور کنگال کر کے کسی کام کا نہ چھوڑا جائے۔ کسی نہ کسی انعام کا لالچ تو آج مارکیٹ کی شاید ہی کوئی چیز بچی ہو جس میں پیش نہ کیا جا رہا ہو اور اس کے نتیجے میں چیزوں کی قیمتیں بھی بہت زیادہ بڑھ جاتی ہیں کیونکہ کوئی

کمپنی اپنی جیب سے تو لاکھوں کروڑوں کے انعام نہیں دیتی۔ اس جوئے میں ایک دو افراد تو انعام پا کر فائدے میں رہ جاتے ہیں لیکن قوم کی اکثریت چیز کی زیادہ قیمت ادا کر کے ان انعامات کی بھاری قیمت ادا کرتی ہے۔ ایسی سکیمیں بھی موجود ہیں جن میں سرے سے کوئی چیز خریدی نہیں جاتی۔ ہیرو کارڈ کے نام سے محض فلم اور کرکٹ کے نام نہاد ہیروز اور ہیروئنز کی تصویریں بیچی جاتی ہیں جن میں سے بعض کارڈز پر بھاری انعامات کا لالچ دیا جاتا ہے۔ انڈیا کی طرح ''کون بنے گا کروڑ پتی'' جیسی سکیمیں یہاں بھی شروع کی گئی ہیں۔ اب دیکھا جائے تو قوم کی بھاری رقوم کس طرح لوٹی جا رہی ہیں اور اس کے ساتھ نئی نسل کو غیر اسلامی کلچر کا بھی دلدادہ کر کے گمراہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ انہیں مجاہدین یا اسلام کی عظیم شخصیاتِ کو ہیرو بنانے کی بجائے گندے مغربی کلچر سے لتھڑی ہوئی شخصیات کو اپنا آئیڈیل بنانے کی رغبت دی جاتی ہے اور ساتھ ہی لالچ کے مارے ان لوگوں کی جیبوں کا بھی صفایا کر دیا جاتا ہے۔ مختلف تھیٹروں اور سرکسوں پر جوئے کے کتنے ہی کھیل حکومتی سرپرستی میں سرعام کھیلے جاتے ہیں۔ گھڑ دوڑ، کتا دوڑ، کرکٹ، ملکی و بین الاقوامی واقعات کی پیش گوئیوں اور دوسری بے شمار چیزوں پر قوم دل کھول کر جوا کھیلتی ہے۔ انعامی بانڈز کے نام پر پرچی جوئے سے کون واقف نہیں۔ یہ

> مدد کمیٹی میں لالچی لوگوں کا ہر وقت رش رہتا، اس کا 45% سود اور وہ بھی ساتویں دن ہی ادائیگی لوگوں میں اتنا مقبول ہوا کہ روزانہ کم از کم ایک کروڑ روپیہ یا اس سے بھی زیادہ جمع ہو جاتا اور لوگوں نے اپنے کاروبار چھوڑ کر جائیدادیں بیچ بیچ کر اس لوٹ مار میں حصہ لیا

تو ایسا کاروبار پھیلا کہ جس نے گویا یاجوج ماجوج کی طرح ہر دوسرے کاروبار کو ہڑپ کرنا شروع کر دیا۔ یہ ہمارا حد سے بڑھا ہوا لالچ ہی ہے جس سے فائدہ اٹھا کر مغربی استعماری ممالک ایسی خوفناک

دلیل موجود نہیں۔

نماز جنازہ میں ثناء پڑھنا

س۔ کیا کسی صحیح حدیث میں نماز جنازہ کے اندر ثناء پڑھنے کا ذکر آیا ہے؟ (قاری ابوحنظلہ صاحب میاں والی)

ج: نماز جنازہ ادا کرتے وقت تکبیر اولیٰ کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ذکر احادیث صحیحہ میں موجود ہے جبکہ ثناء پڑھنے کا ذکر کسی حدیث سے راقم کو نہیں ملا۔ طلحہ بن عبداللہ بن عوف کہتے ہیں "

صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ لِيَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ

میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز جنازہ ادا کی تو انہوں نے سورۃ الفاتحہ کی قرات کی اور فرمایا: تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الجنائز باب قراۃ فاتحہ الکتاب علی الجنازۃ (۱۳۳۵) ابوداؤد (۳۱۹۸) ترمذی (۱۰۲۷) اسی طرح طلحہ بن عبداللہ بن عوف ہی کی روایت میں ہے کہ

"صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى جَنَازَةٍ فَقَرَأَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَجَهَرَ حَتَّى أَسْمَعَنَا فَلَمَّا فَرَغَ أَخَذْتُ بِيَدِهِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ سُنَّةٌ وَحَقٌّ"

میں نے ابن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی انہوں نے سورۃ الفاتحہ اور ایک سورۃ کی قرات کی اور اسے اتنا بلند آواز سے پڑھا کہ ہمیں سنایا جب نماز جنازہ پڑھا کر فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ سنت اور حق ہے۔

(سنن النسائی کتاب الجنائز باب الدعا (۱۹۸۶، ۱۹۸۷) المنتقی لابن الجارود (۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸) الجرح والتعدیل ۳/۵۶۵ مسند ابی یعلی ۵/۶۷ (۲۶۶۱) الاوسط لابن المنذر ۵/۴۳۷ بیہقی ۴/۳۸ کتاب الام للشافعی ۱/۲۷۰ شرح السنۃ ۵/۳۵۳ المحلی لابن حزم ۵/۱۲۹ مسند طیالسی (۲۷۴۱) دار قطنی ۲/۷۲ المستدرک علی الصحیحین للحاکم ۱/۳۵۸)

اسی طرح ابوامامہ سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ جو انصار کے بڑے لوگوں اور علماء میں سے تھے اور اس صحابی کے بیٹے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بدر میں شریک تھے۔

"ان رجلا من اصحاب النبی اخبرہ ان السنۃ فی الصلوۃ علی الجنازۃ ان یکبر الامام ثم یقرأ بفاتحۃ الکتاب سرا فی نفسہ ثم یختم الصلوۃ فی التکبیرات"

صحابہ میں سے ایک آدمی نے انہیں خبر دی کہ نماز جنازہ میں سنت یہ ہے کہ امام تکبیر کہے پھر آہستہ سورۃ فاتحہ پڑھے پھر نماز کو تین تکبیروں کے اندر ختم کردے۔

(شرح معانی الاثار (۲۷۹۶) امام زہری جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں مجھے ابوامامہ نے جو یہ حدیث بیان کی میں نے اسے محمد بن سوید الفہری سے بیان کیا تو انہوں نے کہا میں نے ضحاک بن قیس کو حبیب بن مسلمہ سے نماز جنازہ کے بارے میں اسی طرح کی حدیث بیان کرتے ہوئے سنا جو تمہیں ابوامامہ نے بیان کی ہے (شرح معانی الاثار (۲۷۹۷) تو اس سند سے یہ روایت موصول بن جاتی ہے۔ الحمد للہ علی ذالک نیز دیکھیں المستدرک للحاکم ۱/۳۶۰ بیہقی ۴/۴۰ المنتقی لابن الجارود (۵۴۰) عبدالرزاق (۶۴۲۸) فضل الصلوۃ علی النبی لاسماعیل القاضی (۹۴)

ان احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر اولیٰ کے بعد سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورۃ پڑھنا تو ثابت ہے لیکن کسی نے تکبیر اولیٰ کے بعد ثناء کا ذکر نہیں کیا۔ اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے مسائل (۱۵۳) میں ذکر کیا ہے کہ "سمعت احمد سئل عن الرجل یستفتح علی الجنازۃ سبحانک اللھم...... قال ماسمعت" (بحوالہ احکام الجنائز ص ۱۵۱)

میں نے امام احمد رحمہ اللہ سے سنا۔ ان سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جو نماز جنازہ شروع کرتے وقت سبحانک اللھم پڑھتا ہے تو انہوں نے فرمایا میں نے اس کے متعلق (کچھ) نہیں سنا۔

حالت نماز میں پردہ کا حکم

س: جب عورت نماز پڑھ رہی ہو تو کوئی غیر محرم گھر میں داخل ہو جائے تو کیا حالت نماز میں عورت پر پردہ کرنا فرض ہے؟ (محمد عثمان باجوہ بھگت پورہ ضلع سیالکوٹ تحصیل ڈسکہ)

ج: دوران نماز ہو یا کوئی اور وقت عورت کو غیر محرم سے پردہ کرنا چاہیے۔ صحابیات جب بیت اللہ کا طواف کر رہی ہوتیں تو وہ چادر کے ساتھ اپنے چہرے کو ڈھانک لیا کرتی تھیں۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "کنا نغطی وجوھنا من الرجال وکنا نمتشط قبل ذلک فی الاحرام" ہم مردوں سے اپنے چہروں کو چھپایا کرتی تھیں اور اس سے پہلے احرام میں کنگھی کر لیا کرتی تھیں۔ (المستدرک للحاکم کتاب المناسک باب تغطیۃ الوجہ للمحرمۃ (۱۷۱۱) صحیح ابن خزیمہ (۲۶۹۰) مؤطا امام مالک کتاب الحج باب باب تخمیر المحرم وجھہ رقم (۱۶) میں فاطمہ بنت المنذر سے روایت ہے کہ کنا نخمر وجوھنا ونحن محرمات ونحن مع اسماء بنت ابی بکر الصدیق "ہم احرام کی حالت میں اپنے چہرے ڈھانکتی تھیں اور ہم اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتی تھیں۔ امام حاکم امام ذہبی نے اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ ان آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنبی مردوں کی موجودگی میں عورت کو اپنا چہرہ ڈھانپ لینا چاہیے۔ شیخ مصطفیٰ العدوی اس مسئلہ میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"القول الثانی: انها لا تکشف وجهها بحضرة الاجانب فی الصلوة لحدیث رسوله ﷺ المرأة عورة. هذا القول قوی وهو الذی تمیل الیه انفسنا وتستحسنه قلوبنا وهو ابعد للفتنة واسلم للدین واحوط للمسلمین وبهذا افتی الشیخ محمد بن صالح العثیمین.

دوسرا قول یہ ہے کہ اجنبی لوگوں کی موجودگی میں حالت نماز میں عورت اپنے چہرے کو نہ کھولے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ: عورت چھپانے والی چیز ہے۔ اور یہ قول قوی ہے اور اسی کی طرف ہمارے نفس مائل ہوتے ہیں اور اسے ہی ہمارے دل اچھا سمجھتے ہیں اور یہ فتنے سے انتہائی دور اور دین کے لئے سب سے محفوظ اور مسلمانوں کے لئے سب سے محتاط قول ہے اور شیخ محمد بن صالح العثیمین نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے۔ (الجامع احکام النساء ۱/۳۲۵) پھر اس کے بعد انہوں نے شیخ صالح کا فتویٰ ذکر کیا ہے اور جس حدیث کی طرف شیخ مصطفیٰ العدوی نے اشارہ کیا ہے یہ جامع ترمذی وغیرہ میں منقول ہے۔ اور یہ حدیث نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں کو شامل ہے کہ عورت ایسی چیز ہے کہ اسے اجنبی افراد سے چھپایا جائے۔ لہٰذا غیر محرم فرد اگر اس وقت داخل ہو جب عورت نماز پڑھ رہی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے چہرے کو چھپا لے۔ واللہ اعلم۔

سر پر مہندی لگائی ہو تو سر کا مسح کرنا کیسا ہے؟

س: اگر کسی نے سر کے بالوں کو مہندی لگائی ہو اور نماز کا وقت ہو جائے تو کیا مہندی سمیت سر کا مسح ہو سکتا ہے یا نہیں۔ (محمد عثمان باجوہ۔ بھگت ڈسکہ پورہ ضلع سیالکوٹ)

ج: مہندی کی صورت میں سر کا مسح جائز درست ہے اور نماز صحیح ہے۔ کیونکہ اس کے بارے کوئی ایسی حدیث وارد نہیں جس سے معلوم ہوتا ہو کہ مہندی کی وجہ سے مسح نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واکمل

اظہار تعزیت

مدرسہ جامعہ عزیزیہ ساہیوال کے شیخ الحدیث مولانا یحیٰی رسولنگری صاحب اور جماعۃ الدعوۃ سعودی عرب کے مسئول جناب حفیظ اللہ بلوچ کے والد صاحب جناب الحاج نور اللہ صاحب 27 اکتوبر کو قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی ساری زندگی درس وتدریس میں گزری نہایت متدین شخصیت کے مالک تھے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ ادارہ لواحقین کے دکھ درد میں برابر کا شریک ہے۔ اللھم اغفرلھم وادخلہ الجنۃ الفردوس (ادارہ)

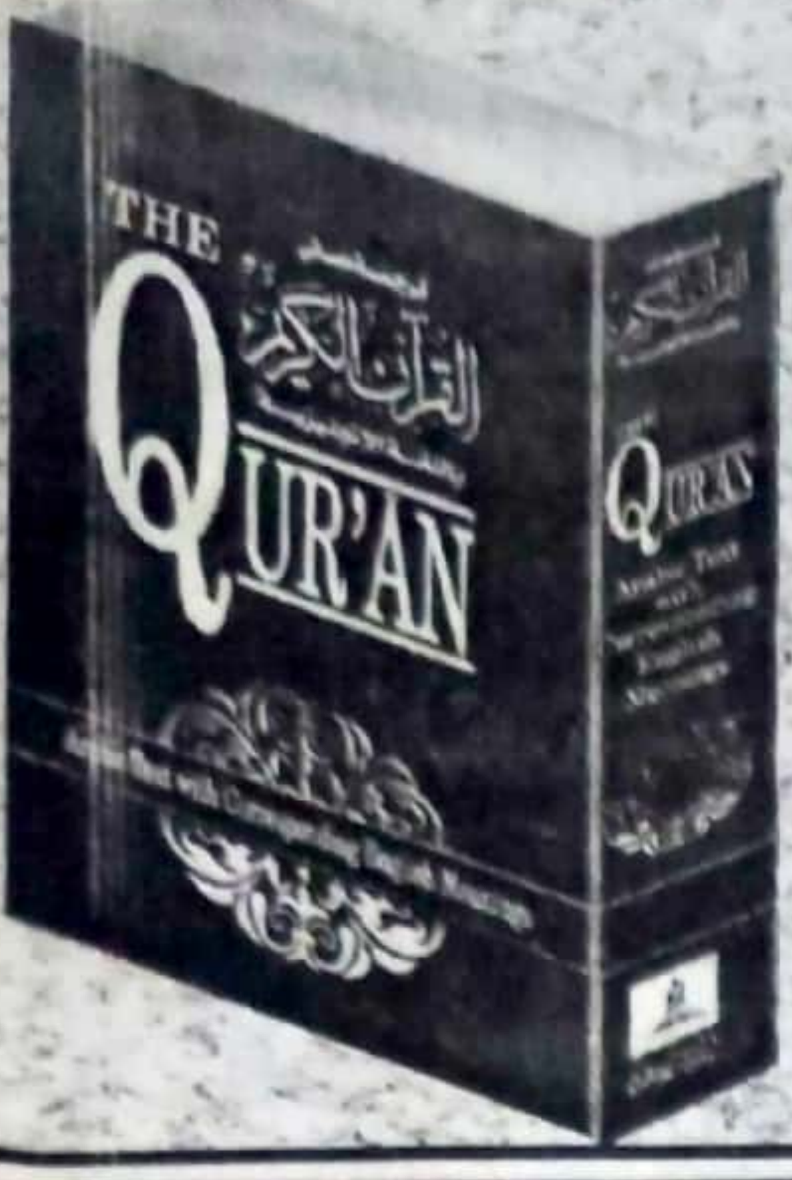

الكلام المونس فی تفسیر سورۃ یونس

سورۂ یونس کی تشریح وتفسیر

قسط نمبر 63

درس القرآن

ابو عمر عبد الغفار المدنی حفظہ اللہ

پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو تمہیں تو تمہارے کئے کا بدلہ ملا ہے

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ
لَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ
اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ
لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿49﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ
بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ
الْمُجْرِمُوْنَ ﴿50﴾ اَثُمَّ اِذَا
مَا وَقَعَ
اٰمَنْتُمْ بِهٖ ۭ اٰۗلْئٰنَ وَقَدْ
كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿51﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا
بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿52﴾ وَيَسْتَنْۢبِــُٔـوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ
قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ڼ وَمَآ اَنْتُمْ
بِمُعْجِزِيْنَ ﴿53﴾

آپ فرمادیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے تو کسی نفع کا اور کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا اللہ کو منظور ہو ہر امت کے لئے ایک معین وقت ہے جب ان کا وہ معین وقت آ پہنچتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب رات کو آپڑے یا دن کو تو عذاب میں کون سی چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی مانگ رہے ہیں۔ کیا پھر جب وہ آ ہی پڑے گا اس پر ایمان لاؤ گے ہاں اب مانا! حالانکہ تم اس کی جلدی مچایا کرتے تھے۔ پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو تم کو تو تمہارے کیے کا بدلہ ملا ہے۔ اور وہ آپ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی سچ ہے؟ آپ فرمادیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی وہ واقعی امر حق ہے اور تم کسی طرح اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

ردات:

1-فلا یستاخرون: کامادہ "ءخ ر" ہےاور یہ استاخر یستاخر
ب استفعال) سے فعل مضارع نفی معلوم جمع مذکر غائب ہے اور
" برائے جزاء شرط ہے۔ استخار کا معنی پیچھے ہونا ہے یعنی وہ
کفار و مجرمین" اپنے عذاب کے مقررہ وقت) سے ایک گھڑی بھی
پے نہیں ہٹیں گے۔

2-ولا یستقدمون: کامادہ "ق دم" ہےاور یہ استقدم
تقدم (باب استفعال) سے فعل مضارع نفی معلوم جمع مذکر غائب
ہے اور واؤ برائے عطف ہے اور استقدام کا معنی آگے ہونا ہے یعنی وہ
کفار و مجرمین اپنے عذاب کے مقررہ وقت سے) ایک گھڑی بھی
گے نہیں ہو سکیں گے۔

3- تستعجلون- کامادہ "ع ج ل" ہےاور یہ استعجل
تعجل (باب استفعال) سے فعل مضارع معلوم جمع مذکر مخاطب ہے
تعجال کا معنی جلدی کرنا ہے یعنی تم (کفار و مجرمین عذاب کے بارے
ں جلدی کرتے ہو)

5-ویستنبوئنك: کامادہ "ن ب ء" ہےاور یہ استنبأ
ستنبئ (باب استفعال) سے فعل مضارع معلوم جمع مذکر غائب ہے
ر واؤ برائے عطف اور برائے خطاب ہے اور استنباء کا معنی خبر معلوم
کرنا ہے یعنی وہ (کفار و مجرمین) آپ سے (عذاب کے بارے
ں) پوچھتے ہیں۔

تفسیر:

کفار و مشرکین اور مکذبین و مجرمین کی عادت سیئہ تھی کہ جب ان کو ان کے غلط کاموں اور ان کی نافرمانیوں پر ڈرایا جاتا اور ان کو تنبیہ کی جاتی کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ تم کہیں اپنی نافرمانیوں کی بناء پر اس کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور قیامت کی سختیاں اور ہولناکیاں تمہیں اپنی گرفت میں نہ لے لیں۔ تو بجائے ڈرنے اور اپنے آپ کو درست کرنے کے نہایت ہٹ دھرمی اور ڈھیٹ پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ کے رسول سے کہتے کہ وہ عذاب کا دن اور قیامت کا دن کب ہے؟ اس کو جلدی لاؤ اور ہمیں ہماری بداعمالیوں کی سزا دے دو اگر آپ اپنے دعویٰ رسالت اور قیامت کے آنے کے بیان میں سچے ہیں تو جلدی سے وہ قیامت کا دن لے آئیں اور ہمیں عذاب سے دوچار کر دیں تا کہ ہمیں آپ کے انکار و مخالفت اور قیامت کے انکار کی سزا مل سکے اور آپ کا سچا ہونا واضح اور آشکارا ہو جائے مشرکین و مکذبین کی اس بد عادت کا تذکرہ گزشتہ آیات میں بھی موجود ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ان سے کہیں کہ میں تو اپنی جان کے متعلق نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا تو میں کسی دوسرے کو کیسے نفع و نقصان پہنچا سکتا ہوں جب میں اپنے متعلق علم نہیں رکھتا کہ اللہ کے علم غیب میں میرا نفع و نقصان کیا ہے تو میں تمہیں تمہارے عذاب کے دن اور قیامت کے دن کے متعلق کیسے بتا سکتا ہوں؟

پس ہر قسم کا اختیار و تصرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہ اپنی مشیت و مرضی کے مطابق فیصلہ کرتا ہے کہ کب اور کس وقت اور کس کو کس قدر نفع و نقصان پہنچانا ہے۔ بس میں تو اللہ کے حکم کا پابند ہوں میں نے تمہیں اس کے حکم کے مطابق خبر دے دی ہے کہ قیامت ضرور آئے گی۔ اب یہ کب آئے گی اور اس کا مقررہ معین وقت کیا ہے یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سا منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔ (الاعراف 188)

اور فرمایا:

ترجمہ: اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ (الانعام۔۱۷)

جب سید الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی تکلیف اور مصیبت اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی دور نہیں کر سکتا تو کیا امتوں کی تکلیفیں امتی دور کریں گے؟ نہیں ہرگز نہیں سب کی مشکلات و تکالیف صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی دور کر سکتا ہے اور جیسا کہ حدیث میں ہے آپ نے اپنے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب اور اپنی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب اور اپنی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ میں اللہ کے ہاں تمہارے کام نہیں آ سکوں گا۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب فی قولہ تعالیٰ وانذر عشیرتک الاقربین) جب رسول اللہ ﷺ اپنے خاص الخاص پیاروں کو نہیں بچا سکیں گے اور اپنی پیاری بیٹی کے کام نہیں آ سکیں گے تو اور کس کے کام آئیں گے پس ایک اللہ ہی مالک و متصرف و مختار کل ہے اس کے سامنے کسی کی مجال نہیں۔

مقام غور و فکر ہے کہ جب سید الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ اپنی جان کے لئے بھی نفع و نقصان پہنچانے پر قدرت نہیں رکھتے تو آپ کے بعد مخلوق میں کون سی ایسی ہستی ہو سکتی ہے جو کسی کے لئے نافع و ضار ہو اور کسی کی مشکل کشائی و حاجت روائی کر سکے یا کسی کی فریاد رسی و دستگیری کر سکے یا کسی کے لئے داتا یا گنج بخش یا رنج بخش بن سکے۔

لہٰذا جب کتاب و سنت کی واضح اور قوی تعلیمات کی رو سے رسول اللہ ﷺ کو نہیں پکارا جا سکتا اور آپ سے یا رسول اللہ مدد اور اغثنی یا رسول اللہ کہہ کر مدد نہیں مانگی جا سکتی تو کسی اور نبی و رسول اور ولی اور پیر پیغمبر اور زندہ و مردہ سے بھی مدد نہیں مانگی جا سکتی اور ان سے فریاد نہیں کی جا سکتی کیونکہ یہ واضح اور ظاہر شرک ہے اگر اس حالت میں موت آئے تو مغفرت و بخشش ناممکن ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ترجمہ: یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گناہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ (المائدہ 72)

اور فرمایا

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔ (النساء ۴۸)

اور فرمایا

ترجمہ: اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شرک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا (النساء ۱۱۶)

لیکن مقام افسوس ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت اپنی غفلت و نادانی کی وجہ سے شرک جیسی مہلک و موذی بیماری میں مبتلا و ملوث ہیں وہ مصائب مشکلات میں رسول اللہ ﷺ کو پکارتے ہیں حالانکہ وہ سوائے اللہ کے کوئی دور نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ سے وہ کچھ طلب کرتے ہیں جو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا افسوس ہے کہ لوگ اللہ خالق و مالک رازق، کارساز، مشکل کشا، نافع و ضار کو چھوڑ کر مردوں کو پکارتے ہیں جو منوں مٹی کے نیچے مدفون ہیں ان سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں جو سنتے نہیں نفع و نقصان پر قدرت نہیں رکھتے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ: وہ رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور آفتاب و ماہتاب کو اسی نے کام پر لگا دیا ہے۔ ہر ایک میعاد معین پر چل رہا ہے یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا اور اسی کی سلطنت ہے۔ جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کے گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریاد رسی نہیں کریں گے بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے آپ کو کوئی بھی حق تعالیٰ جیسا خبردار خبریں نہ دے گا" (فاطر ۱۳-۱۴)

اور فرمایا

ترجمہ: اور زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے' اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر ۲۲)

اور فرمایا

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا؟ جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں بلکہ ان کے پکارنے سے محض بے خبر ہوں۔ (الاحقاف: 5)

مشرکین و مکذبین کے عذاب طلب کرنے اور قیامت کے وقوع کے سوال کا دوسرا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ ہر امت کی موت و ہلاکت کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک وقت مقرر ہے اس معین وقت تک وہ مہلت دیتا ہے۔ کسی قوم کے گناہوں پر فوری گرفت کر کے عذاب نہیں ڈھاتا بلکہ مقرر مدت تک ڈھیل و مہلت دیتا ہے یہ اللہ کی سنت و طریقہ ہے

فلن تجد لسنة الله تبديلا

سو آپ اللہ تعالیٰ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہیں پائیں گے۔ (فاطر 43)

پس جب کسی قوم کا مقرر کیا ہوا وقت آ جاتا ہے تو پھر وہ اس وقت سے لمحہ بھر نہ پیچھے ہو سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں۔

باقی صفحہ 15 پر

کلی کرنا اور ناک میں پانی داخل کرنا الگ الگ ہو گا یا ایک ہی کف سے؟

47/19۔ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْصِلُ بَيْنَ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ اخرجه ابوداؤد باسناد ضعيف

اور طلحہ بن مصرف اپنے باپ سے وہ ان کے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ الگ الگ کلی اور ناک میں پانی چڑھاتے تھے۔ اسے ابوداؤد نے ضعیف سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

تخریج: (ضعیف) ابوداؤد (۱/ ۱۳۹) البانی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے ضعف کی وجہ یہ ہے کہ اس کا راوی لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔ نووی نے فرمایا اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔ طلحہ کا والد مصرف مجہول الحال ہے۔ ابوداؤد نے فرمایا میں نے احمد کو سنا فرماتے تھے کہتے ہیں کہ ابن عیینہ اس کا انکار کرتے تھے فرماتے تھے یہ کیا ہے؟ طلحہ بن مصرف عن ابیہ عن جدہ اھ (سبل السلام)

48/20 عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي صِفَةِ الْوَضُوءِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا يُمَضْمِضُ وَيستَنثِرُ مِنْ الْكَفِّ الَّذِي يَأْخُذُ مِنْهُ الْمَاءَ اخرجه ابوداؤد والنسائی

اور علی رضی اللہ عنہ سے وضوء کے بیان میں روایت ہے پھر آپ ﷺ نے کلی کی اور ناک جھاڑی تین مرتبہ اسی کف سے کلی کرتے اور ناک جھاڑتے تھے جس سے پانی لیتے۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا۔

تخریج: (صحیح) ابوداؤد (۱/ ۱۱۱) نسائی (۱/ ۶۹) البانی نے بھی صحیح کہا ہے۔

49/21 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ فِي صفةالوضوء ثُمَّ أَدْخَلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ كَفٍّ وَاحِدٍ يَفْعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثًا (متفق علیہ)

اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے وضوء کے بیان میں روایت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ داخل کیا پھر ایک ہی کف سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ تین بار ایسے ہی کرتے تھے۔

تخریج: بخاری (۱۹۱) مسلم (الطہارۃ/ ۱۸) ابوداؤد (۱/ ۱۱۸)

فوائد:

وضوء میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا ایک طریقہ طلحہ بن مصرف کی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ آپ دونوں کے لئے الگ الگ پانی لیتے تھے۔ مگر یہ حدیث جیسا کہ اوپر گزرا ضعیف ہے اس کی تائید میں وہ حدیث بیان کی جاتی ہے جو ابو علی بن السکن نے اپنی "الصحاح" میں روایت کی ہے کہ ابو وائل شقیق کہتے ہیں کہ علی اور عثمان رضی اللہ عنہما نے وضوء کیا اور کلی اور استنشاق کو الگ الگ کیا پھر فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح وضوء کرتے ہوئے دیکھا اس حدیث کی سند نہیں مل سکی کیونکہ یہ کتاب مفقود ہے حافظ ابن حجر نے صحت یا ضعف کا حکم لگائے بغیر تلخیص میں اس کا ذکر کیا ہے۔ البتہ توضیح الاحکام میں ہے کہ ابن الملقن نے اسے صحیح کہا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس کی سند صحیح ہوتی تو حافظ ابن حجر بلوغ المرام میں الگ الگ کلی اور استنشاق کی دلیل کے لئے طلحہ بن مصرف کی ضعیف حدیث کی بجائے یہ حدیث لاتے کیونکہ یہ ان کے علم میں تھی بہر حال اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نے مضمضہ اور استنشاق کے لئے الگ الگ پانی بھی لیا ہے۔

۲۔ علی۔ اور عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہما کی احادیث ان کی لمبی روایتوں کا ایک ایک ٹکڑا ہیں جن کا کچھ حصہ پہلے گزر چکا ہے۔ دونوں اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ ﷺ ایک ہی کف سے کلی اور استنشاق کر لیتے تھے۔ دونوں کے لئے الگ الگ پانی نہیں لیتے تھے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ایک ہی چلو سے تین مرتبہ دونوں کام کر لیتے تھے اور یہ بھی کہ تین چلوؤں سے تین مرتبہ کلی اور استنشاق کرتے تھے۔ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں صراحت ہے کہ آپ یہ دونوں کام تین چلوؤں سے کرتے تھے۔ دیکھئے صحیح بخاری باب غسل الرجلین الی الکعبین (حدیث ۱۸۶) اس لئے مسنون طریقہ یہی ہے کہ ایک چلو میں پانی لے کر آدھے کے ساتھ کلی کرے اور آدھا ناک میں ڈالے اس طرح تین چلو لے کر تین دفعہ کلی اور استنشاق کرے۔

۳۔ دونوں قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کلی اور استنشاق کے لئے الگ الگ پانی لے یا ایک ہی کف سے دونوں کام کر لے دونوں طرح درست ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ایک ہی چلو سے کلی اور استنشاق کرے کیونکہ علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں چھ سندوں سے اس کی صراحت آئی ہے۔ اسی طرح عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی اس کی صراحت ہے۔ عبداللہ بن زید کی حدیث آپ ابھی پڑھ رہے ہیں۔ الگ الگ کلی اور استنشاق کی احادیث اس پایہ کی نہیں ان سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے کبھی ایسا بھی کیا ہے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں آپ ﷺ کلی اور استنشاق کبھی ایک چلو کبھی دو چلو اور کبھی تین چلو کے ساتھ کرتے اور آپ کلی اور استنشاق ملا کر کرتے تھے چنانچہ آدھا چلو منہ کے لئے اور آدھا ناک کے لئے لیتے کیونکہ ایک چلو میں اس کے علاوہ ہو ہی نہیں سکتا اور مضمضہ اور استنشاق الگ الگ کرنا کسی صحیح حدیث میں بالکل نہیں آیا۔

ناخن جتنی جگہ بھی خشک رہنے سے دوبارہ وضوء کا حکم

۵۰/۲۲وعن أَنَسُ رضي الله عنه قَالَ رَأَي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلاً في قَدَمِهِ مِثْلَ الظُّفْرِ لَمْ يُصِبْهُ الْمَاءُ فَقَالَ ارْجِعْ فَأَحْسِنْ وُضُوءَكَ اخرجه ابوداوٗد والنسائی

اور انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کے پاؤں میں ناخن جتنی جگہ ہے جسے پانی نہیں پہنچا تو فرمایا "واپس جاؤ اور اپنا وضوء اچھا بناؤ" اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

تخریج: صحیح ابوداؤد (۱۷۳) ابن ماجہ (۶۶۵)

مفردات: الظفر: ظاء اور فاء دونوں کے ضمے کے ساتھ اور ظاء کے ضمہ اور کسرہ اور فاء کے سکون کے ساتھ بھی پڑھتے ہیں ناخن۔ جمع اظفار جمع الجمع اظافیر

فوائد۔ ۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر جسم کا کوئی حصہ وضوء کے دوران خشک رہ جائے تو اس وضوء کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز دہرانی پڑے گی۔ اور یہ عذر کار آمد نہ ہوگا کہ چونکہ لاعلمی میں یا بھول کر یہ حصہ خشک رہ گیا ہے اس لئے نماز درست ہے بلکہ جان بوجھ کر کوئی عضو خشک چھوڑ دینے سے وضوء نہیں ہوتا نہ اس سے نماز ہوتی ہے اسی طرح لاعلمی میں یا بھول کر کوئی عضو خشک رہ جائے تب بھی نہ وضوء ہوتا ہے نہ اس کے ساتھ نماز ہوتی ہے بلکہ معلوم ہونے پر وہ نماز دہرانی پڑے گی۔

۲۔ وضوء کے دوران اگر کوئی حصہ خشک رہ جائے اور بعد میں معلوم ہو جب وضوء سے فارغ ہو چکا ہو تو پھر پورا وضوء کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ارجع واحسن وضوئك۔ واپس جاؤ اور اپنا وضوء اچھا بناؤ۔ اس کے علاوہ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ خالد بن معدان نے رسول اللہ کے ایک صحابی سے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس کے قدم کے اوپر کے حصے میں درہم کے برابر نشان تھا جسے پانی نہیں پہنچا تھا۔

فامره النبی ﷺ ان يعيد الوضوء والصلوة" تو رسول اللہ نے اسے حکم دیا کہ وہ وضوء اور نماز دھرائے۔ (ابوداؤد حدیث ۱۷۸) احمد بن حنبل سے اس حدیث کی سند کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اسے جید قرار دیا۔ البانی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بعد میں معلوم ہونے پر صرف اتنا کافی نہیں کہ اس خشک رہ جانے والے حصے کو وضوء کرتے ہوئے پانی لگا دیا جائے تو کوئی حرج نہیں اس طرح وضوء کے دوران وضوء مکمل ہونے سے پہلے کوئی عضو خشک ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے یہ پابندی نہیں لگائی کہ وضوء مکمل ہونے تک ہر عضو تر رہے بلکہ صرف چہرے اور ہاتھوں کو سر کے مسح اور پاؤں کو دھونے کا حکم دیا ہے اس لئے اگر ان اعضاء کے دھونے میں کچھ وقفہ ہو جائے جس سے پہلا عضو خشک ہو جائے تو وضوء ہو جائے گا۔ خصوصاً رسول اللہ ﷺ جتنے کم پانی سے وضوء کرتے تھے اس سے وضوء مکمل ہونے سے پہلے بعض اعضاء کا خشک ہو جانا عین ممکن ہے۔ البتہ وضوء مکمل کرنے کے بعد دیکھے کہ کسی عضو کے کسی حصے کو پانی پہنچا ہی نہیں تو وضوء دوبارہ کرے جیسا کہ انس رضی اللہ عنہ اور خالد بن معدان والی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

۳۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وضوء میں دھونے والے اعضاء کو مکمل دھونا ضروری ہے بعض لوگوں نے مختلف اقوال کے مطابق جو کہا ہے کہ کسی عضو کا نصف یا چوتھا حصہ یا درہم سے کم خشک رہ جائے تو کوئی حرج نہیں وضوء ہو جائے گا۔ یہ بات غلط ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے ایڑی نہیں دھوئی تھی تو فرمایا ویل للاعقاب من النار ایڑیوں کے لئے آگ کی تباہی ہے۔ صحیح مسلم باب وجوب غسل الرجلین بکمالھما۔

فکر و نظر

یہودیوں کو اسرائیل میں کیوں اکٹھا کیا گیا

کیا بنی اسرائیل سے آخرت کا وعدہ آن پہنچا...؟

مرزا عبدالرؤف

پچھلے 50 برس سے قیام ریاست اسرائیل کے بارے، بہت ے لکھا جارہا ہے اور سبھی اس کو اینگلو/امریکی سازش قرار دیتے چلے ہے ہیں۔ لہٰذا قرآن عزیز اور کتاب مقدس تورات سے رہنمائی ی کی ضرورت ہے کہ دو ہزار سال کی دربدری کے بعد دوبارہ اس ست کا قیام کیوں اور کس لئے عمل میں آیا ہے۔ آیا یہ محض انسانی ش ہے یا حکم ربی۔

2 ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اُن کی بدکردار ں بداعمالیوں، نافرمانیوں، شرک و بت پرستی اور سب سے بڑھ کر روں کے ناحق قتل کرنے کے جرم میں سزاوار ٹھہراتے ہوئے ان یوں کے ہاتھوں جن کو انہوں نے آپس کی نااتفاقیوں، سازشوں یا کلی لڑائیوں کی وجہ سے خود دعوت دے کر بلایا ہوا تھا، پٹائی کرا کر ست اسرائیل سے نکال باہر کیا اور ان کو بہت ساری قوموں میں یم کر دیا۔

''اور ہم نے ان کو زمین میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بہت سی وں میں تقسیم کر دیا۔'' (سورۃ الاعراف-168)

ادو ہزار سال کے لئے یہود دربدر ہوئے:

''یہ جہاں بھی پائے گئے ان پر ذلت ہی کی مار پڑی۔ کہیں کے ذمہ اور انسانوں کے ذمہ میں پناہ مل گئی تو یہ اور بات ہے۔ یہ کے غضب میں گھر چکے ہیں۔ ان پر محتاجی و مغلوبی مسلط کر دی گئی ۔'' (سورہ آل عمران-112)

اور یوں یہ 2 ہزار سال کے لئے مختلف قوموں/انسانوں کی ں چلے گئے۔ مگر ساتھ میں اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ بھی فرمایا:

''اور اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس زمین میں و۔ پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا، تو ہم تم سب کو جمع کر کے ئیں گے۔'' (سورۃ بنی اسرائیل-104)

104. And We Said, After him . Unto the Children of Israel: dwell the earth,then when there com the Promise of the Hereafter, Shall Bring You as a Crowd. (gathered out of Various nations.)

(انگلش ٹرانسلیشن مولانا عبدالماجد دریا آبادی صاحب)

جس طرح 2500 سال پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو 70 برس کے وعدہ کے ساتھ شاہ بابل بخت نصر کے ہاتھوں اسرائیل بدر کیا اور 70 سال بعد شاہ فارس خورس کے ہاتھوں واپس لاکر آباد کیا، اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے رومیوں کے ہاتھوں ان کو 2000 سال کے وعدے کے ساتھ اسرائیل بدر کیا اور 2000 سال بعد امریکہ/برطانیہ کے ہاتھوں ان کو تمام قوموں سے لاکر یہاں آباد کیا۔ اس لئے موجودہ ریاست اسرائیل کے قیام (اقتدار) کو محض اینگلو/امریکن سازش کا نام نہیں دے سکتے۔ اس کا قیام عین مشیت الٰہی اور حکم ربی بھی ہے۔

> اللہ نے یہودیوں کو بخت نصر کے ہاتھوں ان کی بربادی کے بعد شاہ فارس خورس کے ذریعے واپس آباد کروادیا۔ پھر رومیوں کے ہاتھوں دو ہزار سال کے وعدے کے ساتھ اسرائیل بدر کیا اور 2000 سال بعد اب امریکہ و برطانیہ کے ذریعے ان کا یروشلم میں جمع ہو جانا سازش نہیں بلکہ عین مشیت الٰہی اور حکم ربی ہے تاکہ عیسیٰ کے ذریعے ان کا خاتمہ ہوسکے

اس ریاست کے قیام کے ساتھ ہی آخرت کا وعدہ/دور شروع ہو چکا ہے اور جس آخرت کے عذاب کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں جمع کیا ہے۔ قرآن عزیز فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''تو کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ پھر تم میں سے جو لوگ ایسا کریں، ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل وخوار ہو کر رہیں اور آخرت میں شدید عذاب کی طرف پھیر دیئے جائیں۔''

(سورۃ البقرۃ:85)

اب اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں آخرت کے عذاب کے لئے جمع فرما رہا ہے۔ آخرت کے نزدیک قیام ریاست اسرائیل ''اقتدار'' کے بارے کتاب مقدس تورات میں اللہ تعالیٰ کا فرمان 2500 سال پہلے سے موجود ہے۔

''پھر میں دانی ایل نے نظر کی اور کہا دیکھتا ہوں کہ دو شخص اور کھڑے تھے۔ ایک دریا کے اس کنارے پر اور دوسرا دریا کے اس کنارے پر اور ایک نے اس شخص سے جو کتانی لباس پہنے تھا اور دریا کے پانی پر کھڑا تھا، پوچھا کہ ان عجائب کے انجام تک کتنی مدت ہے اور میں نے سنا کہ اس شخص نے جو کتانی لباس پہنے تھے اور دریا کے پانی کے اوپر کھڑا تھا، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر حی القیوم کی قسم کھائی اور کہا کہ ایک دور ...... اور دور ...... اور نیم دور اور جب وہ مقدس لوگوں کے اقتدار کو نیست کر چکیں گے تو یہ سب کچھ پورا ہو جائے گا اور میں نے سنا، پر کچھ سمجھ نہ سکا۔ تب میں نے کہا ''اے میرے خداوند ان کا انجام کیا ہوگا؟'' اس نے کہا ''اے دانی ایل تو اپنی راہ لے کیونکہ یہ باتیں آخری وقت تک بند و سر بمہر رہیں گی۔''

(دانی ایل باب 22، آیت 9-5)

ان آیات میں سیدنا دانی ایل (دانیال علیہ السلام) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرما رہے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنی پیدائش سے 500/600 سال پہلے سیدنا دانیال علیہ السلام کو خواب میں نظر آئے۔ بعد میں انجیل مقدس میں تصدیق بھی فرمائی۔ اب ایک دور اور دور یعنی فی دور ایک ہزار سال کے حساب سے گزر گیا اور اب ہم نیم دور میں داخل ہیں۔

ان آیات میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرما رہے ہیں۔ ''اور جب وہ مقدس لوگوں کے اقتدار کو نیست کر چکیں گے تو سب کچھ پورا ہو جائے گا۔'' لہٰذا ریاست اسرائیل کا قیام ''اقتدار'' پہلے ہی سے مقدر کیا جا چکا تھا اور مقدس لوگ (یہود) کے اقتدار کو نیست کرنے کا حکم بھی مقدر ہے جسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے آکر ''دجال'' کو قتل کرنے کے ساتھ نیست کرنا ہے اور حدیث نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ایک، ایک

درخت اور پتھر پکار کر کہے گا۔ یہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہے' اسے قتل کرو۔ آخرت کے اس عذاب اور ان کے جمع کیے جانے کا حکم بھی کتاب مقدس تورات میں پہلے ہی سے درج ہے۔

''اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا کہ اے آدم زاد بنی اسرائیل میرے لئے میل ہو گئے ہیں۔ وہ سب کے سب پیتل اور رانگا اور لوہا اور سیسا ہیں۔ جو بھٹی میں ہیں' وہ چاندی کی میل ہیں۔ اس لئے خداوند خدا یوں فرماتا ہے کہ چونکہ تم سب میل ہو گئے ہو۔ اس لئے دیکھو میں تم کو ''یروشلم'' میں جمع کروں گا۔ جس طرح لوگ چاندی اور پیتل اور لوہا اور سیسا اور رانگا بھٹی میں جمع کرتے ہیں اور ان پر دھونکتے ہیں تا کہ ان کو پگھلا ڈالیں۔ اسی طرح میں اپنے قہر اور اپنے غضب میں تم کو جمع کروں گا اور تم کو وہاں رکھ کر پگھلاؤں گا۔ ہاں میں تم کو اکٹھا کروں گا اور اپنے غضب کی آگ تم پر جھونکوں گا اور تم کو اس میں پگھلا ڈالوں گا۔ جس طرح چاندی بھٹی میں پگھلائی جاتی ہے۔ اسی طرح تم اس میں پگھلائے جاؤ گے اور تم جانو گے کہ میں خداوند نے اپنا قہر تم پر نازل کیا ہے۔'' (حزقی ایل باب 22 آیت 7.22)

لہٰذا کتاب مقدس تورات سے بھی پتہ چلا کہ ان کا ''اقتدار'' یعنی قیام ریاست اسرائیل اور جمع کیا جانا پہلے ہی سے مقدر کیا ہوا ہے۔ ویسے بھی کسی قوم کو اکٹھا کرنے کے لئے ایک خودمختار ملک ہی چاہیے۔ اس کے بغیر کوئی قوم جمع نہیں ہو سکتی لیکن ان کا یہ اقتدار اور جمع کیا جانا آخرت کے عذاب کے ساتھ مشروط ہے۔

عراق پر قبضے کے بعد اب ایران کو عراق جیسی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ ایران وہ ملک ہے جس کے شہر ''اصفہان'' میں دجال نے خدائی کا دعویٰ کرنا ہے۔

(علامات قیامت از مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی)

لہٰذا شام جو عراق اور اسرائیل کے درمیان سینڈوچ کی حیثیت رکھتا ہے' سے پہلے ایران کو کمزور کرنے کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ تا کہ ''دجال'' شام عراق میں ظہور کے بعد ''اصفہان'' پہنچ سکے۔

یہ آنے والے وہ حالات ہیں جو اللہ تبارک تعالیٰ نے اس روئے زمین اور انسانوں کے مقدر میں کر دیئے ہوئے ہیں اور جس سے کوئی مفر نہیں اور ہم بہت تیزی سے اس طرف سفر کر رہے ہیں۔ آنے والا دور اس بات کا متقاضی ہے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

نبی پاک ﷺ کی مشہور حدیث ہے۔

''میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے بچا لیا۔ ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا۔ اور دوسرا وہ جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ مل کر دجال سے جنگ کرے گا۔

لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ اب بنی اسرائیل کو دوبارہ بلکہ آخری بار جمع فرما رہا ہے۔ کس لئے؟ آخرت کے عذاب کے لئے...... آخرت کے وعدہ کے تحت۔

گریٹر اسرائیل:

یہود کی طرف سے اسرائیلی ریاست کو وسعت دینے یعنی گریٹر اسرائیل بنانے' جس کا نقشہ ان کی پارلیمنٹ کی عمارت پر بنا ہے کے بہت چرچے ہیں اور اس چیز نے عالم اسلام کو پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ جس کی وجہ نہ صرف اسرائیل کی موجودہ دفاعی قوت ہے بلکہ انہیں امریکہ جیسی سپر پاور اور برطانیہ وغیرہ کی پشت پناہی بھی حاصل ہے۔

لہٰذا قرآن عزیز اور کتاب مقدس تورات سے رہنمائی لینے کی ضرورت ہے تا کہ اصل صورت حال کا پتہ چل سکے کہ وہ کیوں اور کون سے علاقے تھے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عطا کیے گئے اور پھر کیوں چھین لئے گئے اور ان کو 2000 سال کے عرصے میں دربدر اور ذلت کی زندگی گزارنے کے لئے سزاوار ٹھہرا دیا گیا اور اب مزید یہ کہ مستقبل بارے کیا فیصلہ قرآن عزیز میں صادر ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام حکم ربانی کے تحت بنی اسرائیل کو مصر کے فرعون کی غلامی سے نجات دلا کر اس سرزمین میں لے کر آئے تا کہ وہ وعدہ پورا کیا جائے جس کی وراثت کا وعدہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے برگزیدہ انبیاء علیہ السلام سے کر رکھا تھا۔

(کتاب مقدس تورات استثناء آیت 8-5)

بنی اسرائیل کو جب حکم ربی کے تحت سیدنا موسیٰ علیہ السلام مصریوں کے ظلم وستم سے نجات دلا کر نکال لائے تو۔

''تو اس کے بعد یردن کے پار موآب کے میدان میں موسیٰ علیہ السلام اس شریعت کو یوں بیان کرنے لگا کہ خداوند ہمارے خدا نے جواب میں ہم سے یہ کہا تھا کہ تم اس پہاڑ پر بہت رہ چکے ہو۔ سو اب پھرو...... اور...... کوچ کرو...... اور...... اموریوں کے کوہستانی ملک اور اس کے آس پاس کے میدان اور پہاڑی قلعہ اور نشیب کی زمین اور جنوبی اطراف میں سمندر کے ساحل تک جو کنعانیوں کا ملک ہے بلکہ کوہ لبنان اور دریائے فرات تک جو ایک بڑا دریا ہے' چلے جاؤ۔ دیکھو میں نے اس ملک کو تمہارے سامنے کر دیا ہے۔ پس جاؤ اور اس ملک کو اپنے قبضہ میں کر لو جس کی بابت خداوند نے تمہارے باپ دادا ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام سے قسم کھا کر یہ کہا تھا کہ وہ اسے ان کو اور ان کے بعد ان کی نسل کو دے گا۔

قرآن عزیز میں اس وعدہ کی تکمیل کا ذکر اس طرح سے ملتا ہے۔

''اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے' ان کو زمین شام کے مشرق ومغرب کا جس میں ہم نے برکت دی تھی' وارث کر دیا اور بنی اسرائیل کے بارے ان کے صبر کی وجہ سے تیرے پروردگار کا وعدۂ نیک پورا ہوا۔'' (سورۃ الاعراف-137)

اور اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبیوں سے کیا گیا وعدۂ نیک پورا کیا لیکن جب بنی اسرائیل جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے عظیم ترین معجزہ یعنی دریائے قلزم کو پھاڑ کر انہیں مصریوں کے ظلم وستم سے رہائی دلائی تھی' صحرائے سینا میں پہنچتے ہی سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے اپنے لئے بت بنانے کی درخواست کر دی تا کہ وہ اس کی پرستش کر سکیں اور پھر جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام چالیس روزہ قرارداد پر' حصول تورات کے لئے گئے تھے تو پیچھے بچھڑا بنا کر اس کی پوجا شروع کر دی۔ اس کے علاوہ ان علاقوں کی فتوحات کے لئے اللہ کا حکم ج[...] ماننے سے بھی انکار کر دیا اور کہا ''اے موسیٰ علیہ السلام تم اور تمہارا خدا جا[...] لڑو۔ ہم تو بیٹھے ہیں۔'' (القرآن)

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں چالیس سال کی سزا میں مبتلا کر دیا۔ [...] جب چالیس سال کی سزا پوری ہو چکی اور ان کی پہلی پود ختم ہونے کے بع[د] نئی پود جوان ہو گئی تو ان علاقوں کی فتوحات کا دوبارہ حکم صادر ہوا لیکن ا[...] کی سرکشی اور نافرمانیوں کے سبب اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو [...] فرمادیا کہ اب آپ ان علاقوں کے حصول اور فتوحات کے لئے خود سا[تھ] نہیں جائیں گے۔ اس کی بجائے آپ یشوع علیہ السلام کو بھیجیں گے۔

آج اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ پر نگاہ کریں تو عقل دنگ [رہ] جاتی ہے کہ اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یہ علاقے اس قوم یہود کو [...] کر کے دیئے ہوتے تو اب یہ دعویٰ بھی سامنے آنا تھا کہ ان علاقوں [...] سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہمیں مالک بنا گئے ہوئے ہیں اور ہماری آوارہ گرد[ی] اور غیر حاضری میں مسلمانوں نے زبردستی ان علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے [...] جیسے کہ اب وہ کہہ رہے ہیں کہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں ہمار[ے] آباؤ اجداد کی قبریں ہیں۔ اس لئے انہیں بھی حاصل کرنا ہے۔

اور اس پشت بارے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا۔ تورات استثناء [...] آیت ۳۵: ''اس بری پشت کے لوگوں میں سے ایک بھی اس اچ[ھے] ملک کو دیکھنے نہیں پائے گا' جسے ان کے باپ دادا کو دینے کی قسم میں [...] نے کھائی ہے۔ ۳۷: اور تمہارے ہی سبب سے خداوند مجھ پر بھی غض[بناک] ہوا اور یہ کہا کہ تو بھی وہاں جانے نہ پائے گا۔

حکم الٰہی: تورات استثناء باب ۳۔ آیات ۲۹-۲۳

''اس وقت میں نے خداوند سے عاجزی کے سات[ھ] درخواست کی کہ...... سو میں تیری منت کرتا ہوں کہ مجھے پار جا[نے] دے کہ میں بھی اس اچھے ملک کو جو یردن کے پار ہے اور اس خوش [نما] پہاڑ اور لبنان کو دیکھوں لیکن خداوند تمہارے سبب مجھ سے ناراض تھا ا[ور] اس نے میری نہ سنی بلکہ خداوند نے مجھ سے کہا کہ بس کر۔ اس مضمو[ن] پر مجھ سے پھر کبھی کچھ نہ کہنا...... تو کوہ پسگہ کی چوٹی پر چڑھ جا اور مغر[ب] اور شمال اور جنوب اور مشرق کی طرف نظر دوڑا کر اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے کیونکہ تو اس یردن کے پار نہیں جانے پائے گا...... پر یشوع [کو] وصیت کر اور اس کی حوصلہ افزائی کر کے اسے مضبوط کر۔ کیونکہ وہ ا[ن] لوگوں کے آگے پار جائے گا اور وہی ان کو اس ملک کا جسے تو دیکھے گا' مالک بنائے گا۔

قوم یہود کی بت پرستی' شرک' حرام کاریوں' نافرمانیوں او[ر] نبیوں کے ناحق قتل کرنے کے جرم میں سزاوار ٹھہرائے ہوئے [...] صرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کی برگزیدگی بلکہ اس ملک (علاقے) کی وراثت کا اعزاز بھی ان سے چھین لیا اور قرآن عزی[ز] میں اعلان فرما دیا۔

''اور ہم نے نصیحت کی کتاب یعنی تورات کے بعد زبور میں لکھ دیا ہے کہ میرے نیکوکار بندے ملک کے وارث ہوں گے [...] عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں اللہ کے حکموں کی تبلی[غ] ہے۔'' (سورۃ الانبیاء-۱۰۶/۱۰۵)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبادت کرنے والے نیکوکار بند[ے]

ہیں؟ ظاہر ہے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے والے مشرک اور سیدنا عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے والے اور نبیوں کو ناحق قتل نے والے یہود بھی نہیں۔ اس لئے 1400 سال سے اللہ تعالیٰ دت کرنے والے نیکوکار مسلمان اس ملک (علاقے) کے وارث ر ہمیشہ رہنے ہیں۔ ان شاء اللہ! یہ اللہ رب العزت کا فیصلہ ہے۔

بقیہ درس القرآن

جیسا کہ اللہ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

ترجمہ: اور جب کسی کا مقررہ وقت آجاتا ہے پھر اسے اللہ ہرگز ہرگز مہلت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے اللہ بخوبی ہے۔ (المنافقون 11)

اور فرمایا

ترجمہ: جواب دیجئے کہ وعدے کا دن ٹھیک معین ہے جس ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہو نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔ (سبا 30)

اور فرمایا

ترجمہ: اور ہر گروہ کے لئے ایک میعاد معین ہے سو جس وقت میعاد معین آجائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں نہ آگے بڑھ سکیں گے۔ (الاعراف 34)

اس کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول ﷺ! آپ ان عذاب مانگنے والوں اور عذاب کی جلدی کرنے سے کہیں کہ یہ عذاب اچانک آئے گا، رات کو سوتے وقت یا دن ب تم کام کاج میں مصروف ہو گے تمہاری بے خبری کے وقت گا کہ تم کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملے گا اور عذاب ایک خوفناک اور دہ چیز اور قابل نفرت معاملہ ہے جو دلوں اور طبیعتوں کو پسند اور ہیں تو پھر مجرمین اور مشرکین کو عذاب میں کونسی مزے اور خوشی کی ظر آتی ہیں جو اسے جلد طلب کر رہے ہیں بڑے تعجب اور حیرانگی ت ہے کہ مجرم عذاب سے ڈرنے اور کانپنے کی بجائے اس کو طلب ہیں اور اس کے لئے جلدی مچاتے ہیں پھر یہ بھی نہیں سوچتے یہ عذاب آ گیا تو کیا وہ اس کو برداشت کر سکیں گے یا اس سے پ کو بچا سکیں گے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر تمہارے طلب کرنے پر عذاب ے تو پھر ایمان لاؤ گے کہ ہاں اب ہم نے مان لیا ہے لیکن اس یمان لانے کا کیا فائدہ حالانکہ تم خود کہتے تھے کہ عذاب جلدی ب آ گیا ہے تو برداشت کرو اب تم اس سے نہیں بچ سکتے اور نہ ت تمہارا ایمان لانا کوئی فائدہ دے سکتا ہے کیونکہ عذاب کے ن لانے کا کوئی فائدہ نہیں اور اس وقت کا ایمان قابل قبول

دوسرے مقام پر فرمایا

ترجمہ: ہمارا عذاب دیکھتے ہی کہنے لگے کہ اللہ واحد پر ہم ئے اور جن جن کو ہم اس کا شریک بنا رہے تھے ہم نے ان ے انکار کیا لیکن ہمارے عذاب کے دیکھ لینے کے بعد کے نے انہیں نفع نہ دیا۔ اللہ نے اپنا معمول یہی مقرر کر رکھا ہے جو بندوں میں برابر چلا آ رہا ہے اور اس جگہ کافر خراب وخستہ (المومن۔ 85-84)

اور جیسا کہ فرعون کے متعلق فرمایا

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا پھر اس کے پیچھے پیچھے فرعون اپنے لشکر کے ساتھ ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے چلا یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں اس (اللہ) پر کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ (جواب دیا گیا کہ) اب ایمان لاتا ہے؟ اور پہلے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا۔ (یونس۔ 90-91)

اور فرمایا

ترجمہ: کاش کہ آپ دیکھتے جبکہ گنہگار لوگ اپنے رب تعالیٰ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے، کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب تو ہمیں واپس لوٹا دے ہم نیک عمل کریں گے ہم یقین کرنے والے ہیں: (السجدہ 12)

اور فرمایا

ترجمہ: وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو بار مارا اور دو بار ہی زندہ کیا، اب ہم اپنے گناہوں کے اقراری ہیں، تو کیا اب کوئی راہ نکلنے کی بھی ہے؟ (المومن۔ 11)

اور فرمایا

ترجمہ: اور وہ لوگ اس میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو نکال کہ ہم اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے (اللہ کہے گا) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا تھا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا، سو مزہ چکھو کہ (ایسے ظالموں) کا کوئی مددگار نہیں۔ (فاطر 37)

اور فرمایا

ترجمہ: کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کر لوں، ہرگز ایسے نہیں ہوتا یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے، ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک: (المومنون 100)

اور فرمایا

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نجات دے اگر اب بھی ہم ایسا ہی کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔ (المومنون 107)

اس کے بعد فرمایا کہ پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب تم اپنے کئے کا بدلہ پاؤ اور مانگا ہوا عذاب چکھو اور اس کو برداشت کرو آخر خود ہی تو طلب کرتے تھے اور جلدی مچاتے تھے یہ سزا ہے تمہارے ظلم یعنی شرک اور فسق و فجور اور ظلم و زیادتیوں کی اور تم اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اب یہ عذاب نہ تو ختم ہوگا اور نہ کم کیا جائے گا۔

جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا:

ترجمہ: جس دن وہ دھکیل دھکیل کر آتش جہنم کی طرف لائے جائیں گے۔ یہی وہ آتش دوزخ ہے جسے تم جھوٹ بتلاتے تھے۔ (اب بتلاؤ) کیا یہ جادو ہے؟ یا تم دیکھتے ہی نہیں ہو۔ جاؤ دوزخ میں اب تمہارا صبر کرنا اور نہ کرنا تمہارے لئے یکساں ہے۔ تمہیں فقط تمہارے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ (الطور 13 تا 16)

اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ اے رسول ﷺ! آخرت اور بعث وجزاء کے منکرین آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا قیامت برحق ہے اور انسانوں کا مٹی ہو جانے اور فنا ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور عذاب وجزاء کا وقوع یقینی امر اور سچا معاملہ ہے یا قرآن اور جو آپ فرما رہے ہیں کیا یہ سچ ہے؟ تو آپ فرما دیجئے ہاں میرے رب کی قسم! یہ امر یقینی اور سچ ہے تم ضرور بالضرور دوبارہ اٹھو گے اور تمہارا مٹی ہو جانا اور تمہاری ہڈیوں کا بوسیدہ اور بھربھرا ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے دوبارہ زندہ کرنے سے عاجز نہیں کر سکتا اور نہ تم اس سے بھاگ سکتے ہو بلکہ تم اس کے قبضہ و گرفت میں ہو اور جو دعوت (قرآن وحدیث) اللہ کی طرف سے لے کر آیا ہوں وہ حق اور سچ ہے اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں۔

قرآن میں دو مقام اور بھی ہیں جہاں اللہ نے اپنے پیغمبر کو فرمایا ہے کہ آپ قسم اٹھا کر ان مکذبین کو وقوع قیامت اور بعث وجزاء کا یقین دلائیے۔

ترجمہ: کفار کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت قائم ہونے کی نہیں آپ کہہ دیجئے کہ مجھے میرے رب کی قسم! جو عالم الغیب ہے کہ وہ یقیناً تم پر آئے گی اللہ تعالیٰ سے ایک ذرے کے برابر بھی چیز پوشیدہ نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی ہر چیز کھلی کتاب میں موجود ہے۔ (سبا 3)

۲۔ ترجمہ: ان کافروں نے خیال کیا ہے کہ دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں اللہ کی قسم! تم ضرور دوبارہ اٹھائے جاؤ گے پھر جو تم نے کیا ہے اس کی خبر دیئے جاؤ گے اور اللہ پر یہ بالکل آسان ہے۔ (التغابن۔ 7)

فوائد

1۔ مخلوق میں سے کوئی بھی اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں چہ جائیکہ وہ کسی دوسرے کا نافع وضار ہو لہٰذا منافع حاصل کرنے اور نقصانات سے بچنے کیلئے رسل وانبیاء اور اولیاء وصلحاء کو پکارنا شرک وکفر اور ضلالت وگمراہی ہے۔

2۔ مخلوق میں سے ہر ایک کی موت وفنا کا وقت مقرر ومتعین ہے ذرہ برابر بھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتا لہٰذا موت کے ڈر سے دعوت وتبلیغ کے میدان اور دعوت وجہاد کے محاذ سے پیچھے رہ کر بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔

3۔ ملک الموت اور عذاب کے آجانے کے وقت ایمان وتوبہ قابل قبول نہیں۔

4۔ بات کی تاکید وتثبیت مقصود ہو تو اللہ کی قسم اٹھانی جائز ہے۔

متوجہ ہوں

حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ کے بڑے بھائی حافظ اسماعیل روپڑیؒ جو کہ 12 جنوری 1962ء کو وفات پا گئے تھے۔ ان کا ریکارڈ خطبہ جمعہ، درس اور جلسے کی کیسٹ کسی کے پاس موجود ہو تو برائے مہربانی ہمیں اطلاع کریں۔ ہم خود آ کر کیسٹ ریکارڈ کروالیں گے۔

جزاکم اللہ خیراً

شیخ عبدالقدوس مکان نمبر 61 جے بلاک ایکس پیپلز کالونی سیکٹر گوجرانوالہ، فون 0431-272642-555942

fazifm100@yahoo.com

قرآن کے گیارہویں پارے کی ۹ ویں سورت (۱۱/۹

ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے بارے میں سورۃ توبہ کی ایک قرآنی آیت کا انطباق مضمون نگار کا اپنا فہم ہے جس کی بنیاد یقیناً ایک علمی نکتے پر ہے' اور موجودہ قرائن اس کی تصدیق بھی کرتے ہیں تاہم اس سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے اور علماء کے لئے اس میں تحقیق کا وسیع میدان ہے کیونکہ قرآن کے معارف وحقائق یقیناً قیامت تک دنیا کے سامنے منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ادارہ

تاریخ ۱۱......سال کا نواں مہینہ ستمبر......۱۱۰ منزلہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر

سپارہ/ نمبر ۱۱ قرآن کریم کی سورت نمبر ۹ سورہ توبہ کی آیت ۱۱۰

قرآن حکیم قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے رشد وہدایت کا سرچشمہ حیات ہے جس کی ضیاء باریاں چشم بصیرت کے لئے بغیر کسی رنگ وبوان گنت اور لامحدود ہیں جو ہر زمانے میں اور ہر مقام پر زندہ اور باقی رہنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی طرف بے شمار انسان' بے شمار مقاصد لے کر رجوع کرتے ہیں کیونکہ یہ ایک مفصل ہدایت نامہ اور مکمل کتاب آئین ہے۔ اس میں جہاں بعد از حیات الدنیا جنت وجہنم کا ذکر ہے تو کہیں ستاروں سے آگے اور جہانوں کے وجود اور تسخیر کائنات کی نوید مسرت یہی وجہ ہے کہ قیامت تک پیش آنے والے اہم واقعات کے بارے میں قرآن بعض مقامات پر صرف اشارے دیتا ہے تو بعض مقامات پر تسلسل کے ساتھ ان کی تفصیل جو کہ آج کی سائنسی تحقیقات اور موجودہ حالات میں حرف بہ حرف سچ ثابت ہو چکی ہیں مثلاً ماضی قریب میں امریکہ کے شہر نیویارک میں تباہ ہونے والے ورلڈ ٹریڈ سنٹر (wtc) کی تاریخ مہینہ اور اس کی کل 110 منازل تک کی نشاندھی قرآن کریم کا ایک عظیم معجزہ ہے اور پھر قرآن نے یہیں پر بس نہیں کیا بلکہ اس تباہی کے بعد پیش آنے والے حالات' مجاہدین کی شجاعت' شہادت وشکست اور ان کی (طالبان) عہد نبوی ﷺ کی یاد تازہ کرتی ہوئی اسلامی طرز حکومت' اس حکومت کے دوران ان کی آزمائش اور پھر برگر مسلم حکمرانوں کی حالت زار اور انہیں وارننگ بھی دی گئی ہے۔ قرآن کریم نے یہ تمام صورتحال سورۃ التوبہ کی آیت نمبر 101 تا 113 میں ترتیب وار اور تسلسل سے پندرہ سو سال قبل پیش کیں جو کہ کل عالم کو متوجہ کرتے ہوئے غور وفکر کرنے اور قبول اسلام کی سعادت حاصل کرنے کی دعوت دے رہے ہیں کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یہ قرآن وہ بلند مرتبہ والی کتاب اللہ ہے جس میں کوئی شک نہیں اس میں متقین کے لئے ہدایت ہے۔ (بقرہ 2) اور نہ ماننے والوں کے لئے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَ عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (بقرہ 7-6)

جن لوگوں نے (ان باتوں کو تسلیم کرنے سے) انکار کر دیا ہے ان کے لئے یکساں ہے خواہ تم انہیں خبردار کرو یا نہ کرو بہر حال وہ ماننے والے نہیں۔ اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔ وہ سخت سزا کے مستحق ہیں۔

مرزا ریاض الرحمٰن بیگ

کبھی ہم بھی کسی کا سر پر غرور تھے

wtc کی نشاندہی' تباہی اور یہود ونصاریٰ کا شک

اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ لَا يَ[...] بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُ[...] وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ (سورۃ التوبہ 109-110)

جس نے اپنی عمارت کی بنیاد پانی سے کٹتے ہوئے کنارے پر رکھی وہ بمع اپنے مکین کے آتش جہنم کے گڑھے میں جا گری۔ اللہ تـ[...] ایسے ظالموں کو کبھی سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔ یہ عمارت جو انہوں بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں شک وشبہ کی بنیاد پر بے یقینی کا بن کر کھٹکتی رہے گی بجز اس کے کہ ان کے دل ہی پارہ پارہ ہو جائ[...] اللہ تعالیٰ نہایت باخبر حکیم ودانا ہے۔

ان آیات کریمہ پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ کسی بہت اہم عمارت کی بربادی سے متعلق بات ہو رہی ہے تفسیر وحدیث پتہ چلتا ہے کہ یہ عمارت ''مسجد ضرار'' تھی جو کہ منافقین نے مسلم[...] میں انتشار پیدا کرنے اور رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی پناہ د[...] غرض سے تعمیر کی تھی اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام نے آپ ﷺ حکم پر اسے گرا دیا تھا۔ مسجد ضرار اور wtc پر مکمل طور پر صادق ہیں۔ مسجد ضرار کسی کھائی' ندی' دریا یا سمندر کے کنارے واقع لیکن یہ قرآن کا اعجاز ہے کہ 15 سو سال پہلے wtc کی تبا[...] اجاگر کرنے کے لئے۔ (سورۃ التوبہ۔ 109 میں لفظ جرف استعمال کیا گیا اور عربی قواعد کی رو سے جرف کا اطلاق کسی دریا کے کنارے پر ہوتا ہے اور نیویارک سمندر کے کنارے ہے۔ قرآن کا یہ اعجاز اہل بصیرت کے لئے اپنی سچائی کا م[...] ثبوت ہے کہ یہ قرآن کسی انسان کا کارنامہ نہیں۔

موجودہ دور میں wtc بھی یہود ونصاریٰ کے غرور وتکبـ[...] صرف علامت تھا بلکہ اس میں پورے عالم اسلام کے معاشی وبربادی کے منصوبے تیار ہوتے تھے' مسجد ضرار کی طرح اس ہو جانا بھی ایک لازمی امر تھا اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ کو بلند وبالا عـ[...] سخت ناپسند ہیں' قوم عاد وثمود پرانی جیسی بلند عمارتیں بنا[...] عذاب آیا تھا۔ ان آیات کی رو سے 110,11,9 نمبر wtc

اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ..... وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

۱۱۰ نمبر آیت اور ۱۱۰ منزلہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر

غور و فکر کا ایک مقام !!

حوالے سے اہم ہیں۔ قرآن کریم کی نویں سورت التوبہ ستمبر کے مہینہ کو اجاگر کر رہی ہے' گیارھویں پارہ اور گیارھواں رکوع' گیارہ تاریخ پر روشنی ڈال رہا ہے' آیت نمبر 110۔110 منزلہ عمارت کو نمایاں کر رہی ہیں اور صاف الفاظ میں بتایا جا رہا ہے کہ 11 ستمبر کو کوئی 110 منزلہ عمارت تباہ ہوگی جو کہ غور و فکر کرنے والوں کے لئے ایک مقام رکھتی ہے۔ یہ آیات wtc کا محل وقوع بھی بتا رہی ہیں۔ اس کے دھڑام سے گرنے کو بھی واضح کر رہی ہیں نیز اس کو بنانے والوں کے شک کو بھی نمایاں کر رہی ہیں کہ آج تک امریکہ اور پوری دنیا کو سمجھ ہی نہیں آ رہا کہ' یہ کیا ہوا۔!! ہاں ان آیات کی رو سے وہ وقت آ پہنچا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے دل پارہ پارہ ہونے لگے ہیں امریکہ و برطانیہ میں کشیدگی شروع ہو چکی ہے۔

مجاہدین کا کردار ان کی حوصلہ افزائی

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ' (سورۃ توبۃ 11)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے جان و مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور (کافروں) کو قتل کرتے ہیں اور خود شہید ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے تورات انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ کون اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے تو اے مجاہدو! تم لوگ اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ سے کیا ہے' خوشیاں مناؤ! اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس بات سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ تو اپنے سپاہیوں سے ہے لیکن ہم کو غفلت کا پردہ اتار کر دیکھنا چاہئے کہ اس وقت پوری دنیائے کفر نے امت مسلمہ کے معصوم و پاک خون سے اپنے ہاتھ سرخ کئے ہوئے ہیں اور ان کی ناپاک انگلیوں سے پاکیزہ و معطر خون شہیداں زمین پر ٹپک رہا ہے۔ چاہے وہ کشمیر ہو یا مشرقی تیمور' چیچنیا ہو یا بوسنیا' افغانستان ہو یا فلسطین' اراکان ہو یا سوڈان' ہر جگہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے سیاہ قرآنی شریک رزم اور ان کے زر پرست و بے حس مسلم حکمران اہل صلیب کے شریک بزم ہیں۔

عصر حاضر میں عالمی منظر نہایت تیز رفتاری سے بدل رہا ہے ملحد نظریہ (کمیونزم) عملاً ختم ہو چکا ہے۔ اب جغرافیائی اور سیاسی سرحدوں کا تعین اور پوری دنیا کے مستقبل کا دارومدار ہلال و صلیب کے درمیان معرکہ آرائی سے ہوگا جس کا سب سے پہلا تصادم اس وقت ہوا جب رسول اللہ ﷺ کے سفیر حارث بن عمیر ازدی کو قیصر روم کے گورنر شرجیل بن عمرو غسانی نے گرفتار کر کے شہید کر دیا تھا' وہ دن ہے اور آج کا دن پندرہ سو سال گزر چکے ہیں لیکن ہلال و صلیب کے درمیان کشیدگی برقرار ہے۔ اسلام تو عفو و درگزر کا حکم دیتا ہے لیکن یہود و نصاریٰ اسلام کو نیچا دکھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ آج عیسائیت کے داعی روح محمد ﷺ سے انتقام لینے کی قسمیں کھا رہے ہیں' اور ایک دوسرے کو یہ بتا رہے ہیں کہ روس امریکہ تنازعہ سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ عیسائی کے ہاتھوں یہودی' یہودی کے ہاتھوں عیسائی مرے گا لیکن اس کا فائدہ مسلمانوں کو ہوگا۔ (یہود و نصاریٰ کی یہ سوچ امت مسلمہ کو شرم اور غیرت دلانے کے لئے کافی ہے کہ وہ تو ایک ہو رہے ہیں اور ہم مسلمان آپس میں بریلوی' دیوبندی' شیعہ سنی اہلحدیث سنی میں بٹے ہوئے باہم دست و گریبان ہیں۔ اب تیسری دنیا کی قوموں میں اسلامی انقلاب روسی انقلاب کی جگہ لے لے گا لہٰذا اب یورپ امریکہ اور دیگر مغربی ممالک میں اسلام کا پھیلاؤ'' اسلام کو روکو'' جیسے مضامین پر کتابیں چھپ رہی ہیں۔ جون 1989ء میں نیٹو کی سربراہ کانفرنس میں سابق برطانوی وزیر اعظم مارگریٹ تھیچر نے کہا'' روسی خطرے میں کمی کے باوجود نیٹو کا وجود قائم رکھنا نہایت ضروری ہے تاکہ مشرقی وسطیٰ میں مسلم انتہا پسندوں کو دبانے کے لئے اس کی فوجی قوت سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ برطانوی اخبار'' آبزرور'' کا یہ تبصرہ بھی قابل توجہ ہے کہ'' کمیونزم مر رہا ہے تو کیا ہوا اصل ڈرنے کی بات تو یہ ہے کہ اسلام زندہ ہو رہا ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ 15 صدیاں گزرنے کے بعد اسلام کے خلاف اہل صلیب کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا ہے تو یہ اس کی بھول ہے۔ دراصل یہ پرانی دشمنی ہے جو ہڈیوں میں اتر چکی ہے' اور آج اہل صلیب نے اسلام کے خلاف جنگ کیلئے وہی پرانا طریقہ اختیار کیا ہے جس کا آغاز عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے یوسف کا کرتا پھاڑ کر کیا تھا یعنی چور مچائے شور۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو کس نے تباہ کیا؟ امریکی حکومت سب کچھ جانتے ہوئے کیوں خاموش رہی۔ ایک ہی وقت میں 5

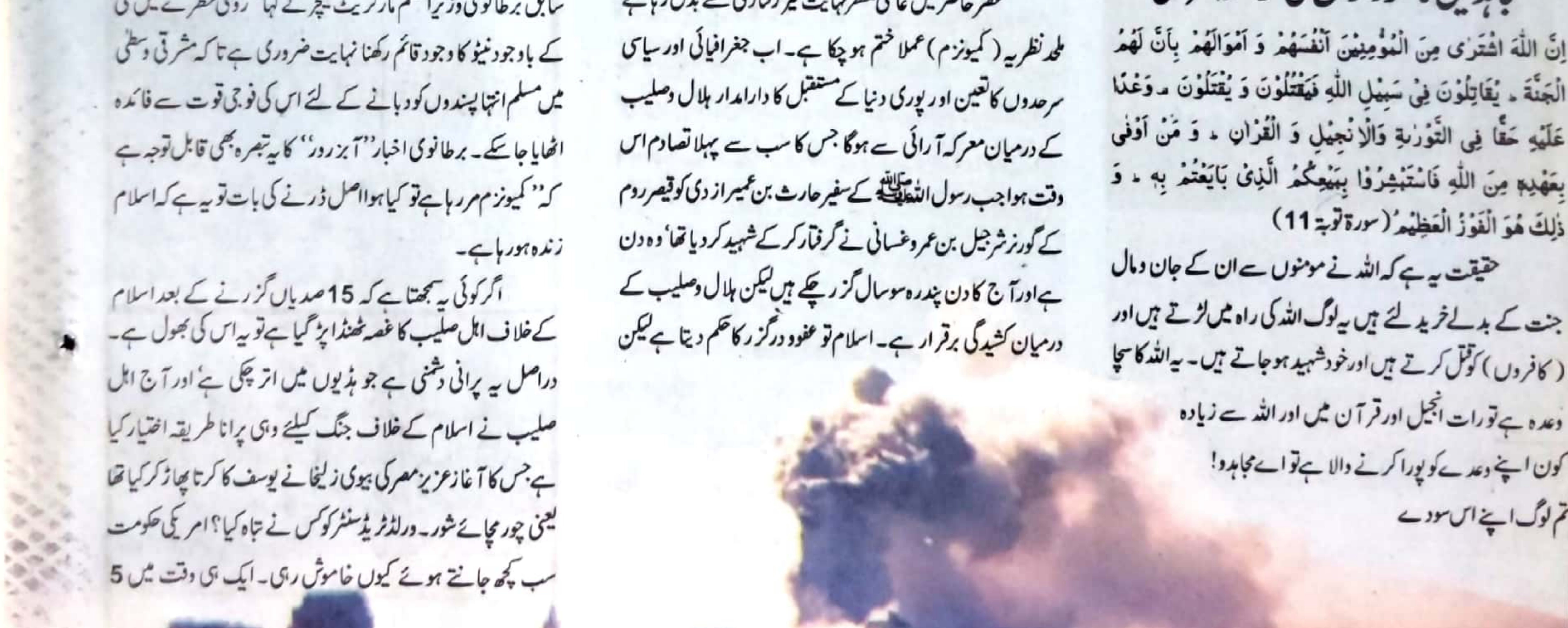

طیارے اغوا ہوئے؟ عین 11 ستمبر کو یہودی ٹاورز میں کیوں نہ آئے؟ ان سب حقیقتوں سے پردہ اٹھنا ابھی تک باقی ہے۔

امریکہ افغانستان کے خلاف نہیں بلکہ مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہوئے دل کی بات زبان پر لے آیا اور اس جنگ کو مقدس صلیبی جنگ قرار دیتے ہوئے 50 سال تک لڑنے کا اعلان کیا' کلنٹن سابق امریکی صدر نے اسرائیل کے لئے جان قربان

امریکہ کو 56 ارب ڈالر کا تجارتی خسارہ

ایک مہینہ میں اتنا بڑا خسارہ نہیں ہوا۔ ماہرین برآمدات میں زبردست کمی' درآمدات میں اضافہ

امریکہ کے تجارتی خسارے میں اس سال جون میں غیر متوقع طور پر انیس فیصد کا اضافہ ہوا ہے اور یہ چھپن عشاریہ آٹھ ارب ڈالر پر پہنچ گیا ہے۔ اس ریکارڈ خسارے کی ایک وجہ امریکہ کی برآمدات میں گزشتہ تین سالوں میں سب سے زیادہ کمی اور درآمدات میں ریکارڈ اضافہ ہے۔

اقتصادی ماہرین کو درآمدات اور برآمدات میں پائے جانے والے فرق میں اضافے کی توقع تھی لیکن وہ یہ توقع نہیں کر رہے تھے کہ یہ خسارہ اس تناسب سے بڑھے گا۔ ان کے اندازوں کے مطابق خسارے کو سینتالیس ارب ہونا چاہئے تھا۔ لیکن یہ چھپن ارب کا ہوا ہے۔

اس غیر متوقع خسارے سے صدر بش کی اقتصادی پالیسی کو اس مہینے ہونے والے ریپبلکن پارٹی کے اجلاس میں تنقید کا نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔

تجارتی خسارے کے بارے میں یہ اعداد و شمار اقتصادی صورتحال کے بارے میں حالیہ دنوں میں آنے والی بری خبروں میں سب سے بدترین خبر تھی۔

امریکہ کی برآمدات میں چار عشاریہ تین فیصد کی کمی واقع ہوئی اور یہ بانوے عشاریہ آٹھ ارب ڈالر رہیں۔ جب کہ امریکہ نے ایک سو اڑتالیس عشاریہ چھ ارب ڈالر مالیات کی مصنوعات اور خام مال درآمد کیا جو کہ گزشتہ سال کے مقابلے میں تین فیصد زیادہ تھیں۔

درآمدات میں اضافہ تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کی وجہ سے بھی ہوا۔ چین کی مصنوعات کی درآمد کی وجہ سے چین سے امریکہ کا تجارتی خسارہ بڑھ کر چودہ عشاریہ دو ارب ڈالر ہو گیا۔

وال اسٹریٹ کے لئے بھی یہ غیر متوقع خسارہ کسی دھچکے سے کم نہیں تھا۔ اقتصادی ماہر کیون لوگن نے اس خسارے کو غیر معمولی قرار دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے ایک مہینے میں اتنا بڑا خسارہ نہیں دیکھا۔

جمعہ کو جاری کردہ اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکی شہریوں کا اپنی معیشت پر اعتماد کم ہوا ہے۔

ماہرین کا خیال ہے کہ معیشت پر شہریوں کے اعتماد میں کمی نوکریوں کے کم مواقع' تیل کی قیمتوں میں اضافے اور سکیورٹی کے بارے میں تحفظات کی وجہ سے آئی ہے۔

کرنے کا عزم کیا جو کہ سارے عالم اسلام کے لئے ایک انتہائی سخت وارننگ ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اب امریکہ عراق کے بعد سعودی عرب کو آنکھیں دکھا رہا ہے اور اس کے بعد پاکستان کا نمبر بھی آنے ہی والا ہے اور یہ جنگ وہ ہماری سرحدوں پر نہیں بلکہ ہمارے شہروں کے اندر رہ کر خود ہمارے اپنے ہاتھوں سے ہمیں قتل کروا کر لڑنا چاہتا ہے' اس مقصد کے لئے داخلی محاذوں پر مسلمانوں کا ذہنی حصار توڑنے کے لئے نام نہاد مسلمانوں یعنی CIA کے ایجنٹوں کو استعمال کر رہا ہے جو کہ درحقیقت پسماندہ ممالک کے سربراہ ہوتے ہیں۔ بحوالہ روزنامہ جنگ کراچی 15/14 مئی 2002ء یہ دشمنوں کی بہت بڑی کامیابی ہے کہ جو مقصد اسے اپنے ہزاروں سپاہی مروا کر حاصل ہونا تھا' وہ ان ایجنٹوں کے ذریعہ سے پورا ہو رہا ہے۔

11 ستمبر کو شیطانی عمارتوں کی تباہی کے بعد یہود و نصاریٰ سے عالم اسلام کے خلاف کی گئی اس سازش کو دہشت گردی کا نام دے کر بین الاقوامی اتحاد بنایا اور افغانستان کے بت شکن طالبان وصف شکن القاعدہ کے مجاہدین کے سامنے اپنے ٹڈی دل لشکر کے ساتھ صف آراء ہو گئے۔ صلیبی جنگ کے آغاز کرتے ہوئے یہود و نصاریٰ بھائی بھائی بن گئے' عزیز مصر تو عزت دار اور غیرت مند تھا' اس نے مشاورت بلائی اور اللہ کے حکم سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی کر دیا لیکن بش نامی بھیڑیئے نے تو بغیر کسی تحقیق اور ثبوت کے بے سروسامان مسلمانوں کے خلاف افغانستان و عراق میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے ہوئے امریکیت یہودیت کی وہ بدترین مثال قائم کر کی ہیروشیما' ناگاساکی کی یاد تازہ ہو گئی۔ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ایٹمی طاقت اور مال و دولت سے مالا مال نام نہاد مسلم حکمران بھی خاموش تماشائی ہی نہ رہے بلکہ شاہ سے زیادہ شاہ کے وفاداروں کا ثبوت دیتے ہوئے امریکی حملہ کے خوف نے ان کا برا حال کر دیا ان کی آنکھوں سے راتوں کی نیند اڑ گئی۔ گھٹنے اور دل بیٹھنے لگا ان کی اس کیفیت کی قرآن کریم نے کیا خوب عکاسی کی ہے:

اذ جاء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا (احزاب 10)

جب کفار کے لشکر تمہارے پاس اوپر اور نیچے (بحری بری' فضائی) سے چڑھ آئے۔ جب کہ (برگر مسلمانوں کی) آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ (احزاب 15)

برگر مسلمانوں نے مجاہدین کو دشمن کے لشکروں کا حوالہ دے کر ڈرانے کی ناکام کوشش کی لیکن غداروں کی اس کوشش کا مجاہدانہ جواب اور اس کا قرآنی نقشہ کچھ یوں بنا:

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (آل عمران۔ 173)

اور وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں ان سے ڈرو تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا' اور انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ (آل عمران 173)

ولماراء المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما (الاحزاب 22)

اور ایمان والوں نے جب (کفار) کے حملے اور لشکروں کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھے کہ یہ وہی چیز ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے کیا تھا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات بالکل سچی تھی اور اس حملہ نے ان کے ایمان اور شیوہ فرمانبرداری میں اور اضافہ کر دیا۔

ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا (احزاب)

اس وقت مومنین خوب آزمائے گئے اور بری طرح جھنجھوڑ ڈالے گئے۔

امریکی مفادات مجاہدین کی جانب سے امریکہ کے لئے وفاداری خریدنے میں مکمل طور پر ناکامی کے بعد مجاہدین سے منہ پھیر

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ 15 صدیاں گزرنے کے بعد اسلام کے خلاف اہل صلیب کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا ہے تو یہ اس کی بھول ہے۔ دراصل یہ پرانی دشمنی اس کی ہڈیوں میں اتر چکی ہے اور آج اہل صلیب ظالم ہیں لیکن مظلوم بن کر شور مچائے جا رہے ہیں

کر اہل صلیب کے اتحاد میں شامل ہو گئے اور اپنے ہی بھائیوں کے خلاف مخبری کا شرمناک کردار ادا کیا اور ساتھ ہی ان کے جنتی خون میں اپنے ہاتھ رنگ کر یہود و نصاریٰ کے سامنے سجدہ بے غیرتی بھی ادا کیا لیکن پھر بھی ان کی خوشنودی حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

مجاہدین کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن نے ان غداروں کی کیفیت کا نقشہ کچھ یوں دیکھا ہے۔

اشحۃ علیکم فاذا جاء الخوف رایتھم ینظرون الیک تدور اعینھم کالذی یغشی علیہ من الموت فاذا ذھب الخوف سلقوکم بالسنۃ حداد اشحۃ علی الخیر اولئک لم یومنوا فاحبط اللہ اعمالھم وکان ذالک علی اللہ یسیرا (الاحزاب 19)

(یہ نام نہاد مسلمان) تمہارا ساتھ دینے میں سخت بخیل ہیں خطرے کا وقت آ جائے تو اس طرح دیدے پھیلا پھیلا کر تمہاری طرف دیکھتے ہیں جیسے کسی مرنے والے پر غشی طاری ہو رہی ہو مگر جب خطرہ گزر جاتا

11 ستمبر (9/11) میں یہودیوں کا تعلق پھر واضح ہوگیا

11 ستمبر کا واقعہ جب ہوا تو اس وقت ہی یہ بات سامنے
آ گئی تھی کہ اس میں یہودی ملوث ہیں۔ جس کا ایک بڑا ثبوت یہ تھا کہ
اس دن 5 ہزار یہودی ورلڈ ٹریڈ سنٹر سے غائب تھے۔ ظاہر ہے اتنی
بڑی تعداد کا اکٹھے غائب ہوجانا محض کوئی اتفاق نہیں ہوسکتا تھا۔ ویسے
بھی امریکہ کے حساس ترین دفاعی اداروں میں یہودی اعلیٰ
عہدوں پر فائز ہیں...... اور وہی سکیورٹی کے رازوں سے واقف ہو
کر بڑا حادثہ کرا سکتے تھے۔ اب حال ہی میں تازہ خبر آئی ہے کہ امریکی
محکمۂ دفاع میں ایک اسرائیلی جاسوس پکڑا گیا ہے۔ اس سے ثابت
ہوگیا ہے کہ امریکہ کو یہودی ہی برباد کرنے کے درپے ہیں اور اس کے
ذریعے مسلمانوں کو نشانہ بنا کر ایک تیر سے دو شکار کر رہے ہیں۔

ے (جیسا کہ عنقریب ہونے والا ہے) تو یہی فائدوں کے حریص
ں کر قینچی کی طرح چلتی ہوئی زبانیں لئے تمہارے استقبال کو آ جاتے
ں۔ اس لئے اللہ نے ان کے سارے اعمال ضائع کردیئے۔ ایسا
رنا اللہ کیلئے بہت آسان ہے۔ (احزاب۔19)

مندرجہ بالا سطور جن پر ہم (سورہ التوبہ 11) کے حوالے
ے غور وفکر کر رہے تھے، اس بارے میں ایک اور چیز قابل ذکر ہے اور
یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے ساتھ اپنے وعدہ کا ذکر تورات انجیل
ر قرآن'' کے حوالے سے کیا اور معرکہ افغانستان وعراق میں فریقین
تعلق بھی تورات وانجیل اور قرآن کے ماننے والوں سے ہے۔ اول
وں اسلام کے دشمن آخر الذکر خود اپنے دشمن، اپنے پیروں پر خود
ہاڑی چلانے والے اپنوں کا گلہ کاٹنے والے، اپنے ہوائی اڈے
ین وضمیر اہل صلیب کے ہاتھوں گروی رکھنے والے۔

گیارہ ستمبر کو امریکہ کے ساحلی شہر نیویارک میں ہونے والی
ی کے ساتھ ہی امت مسلمہ اور اللہ کے سپاہیوں کی آزمائش کا
سلہ شروع ہوا حالانکہ تاحال کل دنیا WTC کی تباہی پر شک وشبہ
ں پڑی ہوئی خود امریکی صدر اور حکومت پر بھی یہ الزام آ رہا ہے کہ
ں اور FBI کو اس کی تباہی سے متعلق ثبوت واطلاع پہلے ہی سے
چکی تھی لیکن اس کے باوجود بغیر کسی ثبوت کے اس کا الزام القاعدہ
کا کر افغانستان پر حملہ کردیا گیا جس کی اصل وجہ سے گزشتہ صفحات
بیان کی گئی ہے کہ نفاذ شریعت اسلامی برگر مسلمانوں اور ہنود
ود ونصاریٰ کو ہرگز قبول نہیں یہی وجہ تھی کہ مشرکین کے ساتھ ملکر
سلمان حکومتوں نے اپنے ہی بھائیوں کے قتل عام میں شرکت کا
از حاصل کرنے کے لئے اپنے سمندر، اپنی فضاء، اپنی زمین اور اپنی
ت وغیرت سب کچھ اہل صلیب کے حوالے کردیا ان برگر
انوں کے میڈیا کا منہ ہر وقت اہل صلیب کو آشیرباد اور جے جے
کار رہتا تھا اور آج تک ان کا یہی حال ہے ان برگر مسلمانوں کا تو
یں بس نہیں چل رہا ورنہ یہ تو جارج بش کو آخری نبی تک تسلیم کر

ڈالیں۔ حالانکہ کفار کی مدد یا ان کی خیر خواہی تک کے لئے زبان ہلانا مسلمانوں پر جائز نہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (النساء 144)

اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافر کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کرلو۔

سپارہ ورکوع نمبر 11 قرآن کی سورت نمبر 9 کی آیت نمبر 110 میں مسجد ضرار کی تباہی کے تذکرے کے ساتھ ہی اس آیت کا انطباق WTC ورلڈ ٹریڈ سنٹر پہ بھی ہوتا نظر آتا ہے کیونکہ جرف کا اطلاق کسی ندی یا دریا کے کنارے پر ہوتا ہے اور نیویارک بھی سمندر کے کنارے واقعہ ہے اور wtc موجودہ دور میں کافروں کی سازشوں کا گڑھ تھا

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا، وہ بے شک انہی میں سے ہے ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔ (المائدہ 51)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ ھٰٓاَنْتُمْ اُولَاۗءِ تُحِبُّوْنَھُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّھٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِھَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَـيْـــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ (آل عمران 120)

اے ایمان والو! تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا اور کسی کو نہ بناؤ (تم تو) نہیں دیکھتے دوسرے لوگ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو۔ ان کی عداوت تو خود ان کی زبان سے بھی ظاہر ہوچکی ہے۔ (بش نامی بھیڑیئے نے مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ کا اعلان کیا بعد میں معذرت کرلی) اور جو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے، وہ بہت زیادہ ہے ہم نے تمہارے لئے (صاف صاف) ہدایت والی آیتیں نازل فرمادی ہیں۔ اگر تم عقل مند ہو تو غور وفکر کرو) ہاں تم تو انہیں چاہتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں رکھتے۔ تم تمام آسمانی کتب کو مانتے ہو۔ (وہ نہیں مانتے پھر محبت کیسی) یہ تمہارے سامنے تو اپنے ایمان (دوستی) کا اقرار کرتے ہیں لیکن تنہائی میں مارے غصے کے انگلیاں چباتے ہیں کہ کہہ دو کہ اپنے غصہ ہی میں مرجاؤ۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے راز بخوبی جانتا ہے۔ اگر تمہیں بھلائی ملے تو یہ غمگین ہوتے ہیں ہاں اگر برائی پہنچے تو خوش ہوتے ہیں اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو ان کا مکر تمہیں کچھ نقصان نہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا احاطہ کر رکھا ہے۔

مسلمانوں کی جانب سے یہود ونصاریٰ کی مدد اور بین الاقوامی اتحاد میں شامل ہونے کی یہ توجیہ پیش کی گئی کہ ہمیں خطرہ تھا کہ اگر ہم یہود ونصاریٰ کے ساتھ شامل نہ ہوتے تو افغانستان، عراق کے خلاف حملے کا رخ ہماری طرف ہوجاتا۔ ایسے معصوم مسلمانوں کی طرف قرآن نے یوں اشارہ کیا ہے۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَاۗىِٕرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ (المائدہ 52)

آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے، وہ دوڑ دوڑ کر ان (یہود ونصاریٰ) میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی مصیبت ہم پر آ پڑے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ (مجاہدین کو) فتح دے دے یا اپنے پاس سے کوئی چیز لائے پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر بری طرح نادم ہونے لگیں گے۔

یہود ونصاریٰ کے لئے قرآنی خوشخبری اور دعوت اسلام

قُلْ يٰٓاَھْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۗءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَـيْـــًٔـا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران 64)

کہو! اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔

ولا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتي هي احسن الا الذين

باقی صفحہ 22 پر

حقانیت اسلام

افریقہ کے بڑے پادری کا قبول اسلام ..... اور عیسائیوں کا انتقام

برادر گرامی وحید الزماں ابوالخیر اعظمی حفظہ اللہ لمبے عرصے سے افریقہ کے ملک نائجیریا میں مقیم ہیں اور درس وتدریس سے منسلک ہیں۔ ایتھوپیا کے نومسلم پادری فقادو کی خبر پر ان کو حساس ہونا ہی تھا۔ یہ خبر رابطہ کے اخبار میں آئی تھی جس کا حاصل مطلب ترجمہ کر کے آپ نے بھیجا ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا۔

یہ خبر محض ایک حادثہ یا خبر نہیں ہے بلکہ اسلام کی حقانیت کی جہاں واضح مثال ہے وہیں ارباب کلیسا کی انسانیت دشمن گرمیوں میں صرف ایک پہلو کی نشاندہی کرتی ہے اور بانگ دہل یہ بتاتی ہے کہ رفاہ عامہ چیریٹی کے جتنے کام عیسائی مشنریاں انجام دیتی ہیں' ان میں انسان دوستی سے زیادہ لوگوں کو عیسائی بنانا مقصود ہوتا ہے اور اگر ان کو یقین ہو جائے کہ کوئی مخصوص شخص ان کے دام فریب میں آنے والا نہیں یا ان سے نکل چکا ہے اور بہت سے دوسرے لوگوں کو بھی نکالنے کی کوشش کرے گا تو اس کو ایسے خفیہ اور خطرناک طریقوں سے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں کہ دوسروں کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی اور ان کا مدعا پورا ہو جاتا ہے۔ آج عراق میں جو کچھ ہو رہا ہے اور جس بڑے پیمانے پر سرگرمیاں جاری ہیں' وہ انتہائی درجہ تشویش ناک ہیں اور یہ ساری باتیں اللہ کے فرمان کو صحیح ثابت کرتی ہیں کہ "یہود و نصاریٰ تم سے کسی صورت راضی نہ ہوں گے الا یہ کہ تم یہودی بن جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ" ....

فقادو: جس کا شمار ایتھوپیا کے مشہور ومعروف پادری عالموں میں ہوتا تھا' کیونکہ عیسائیت کی تبلیغ واشاعت اور اس کے پرچار میں اس کا بڑا ہاتھ تھا اور اس کی محنت وکوشش کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے عیسائی مذہب قبول بھی کیا تھا اور اس میدان میں اس قدر ملکہ حاصل کیا کہ اس کا شمار ایتھوپیا کے عظیم اور قابل قدر پادری علماء میں ہونے لگا' اس نے اپنی علمی صلاحیت وقابلیت اور دینی بصیرت و لیاقت کی وجہ سے دولت وثروت کے ساتھ ساتھ عوام میں شہرت و مقبولیت حاصل کی اور پھر افریقی عیسائیوں میں عزت ووقار اور بلند مقام ومرتبہ حاصل کیا۔

اس شخص نے ایک رات خواب دیکھا کہ وہ سورا اخلاص (قل ھو اللہ احد اللہ الصمد' لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد) پڑھ رہا ہے چونکہ یہ شخص نہایت ذہین وفطین اور ایک پڑھا لکھا آدمی تھا لہٰذا اس نے خواب کی حقیقت تلاش کرنے اور تعبیر کی جستجو میں دن رات ایک کر دیا اور نہایت سنجیدگی کے ساتھ اس واقعہ کے ہر پہلو پر غور وخوض کرنے لگا مگر وہ اپنی اس جستجو میں ناکامی کی دہلیز پر آ کھڑا ہوا اور حقیقت حال اس پر آشکارا نہ ہو سکی۔ پھر بھی وہ اس خواب کی حقیقت کی تعبیر تک پہنچنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا رہا لیکن ان میں اس کے خواب کی تعبیر بتانے والا شاید کوئی نہیں تھا۔ مجبوراً اسے رابطہ عالم اسلامی کے اتھوپین آفس کا رخ کرنا پڑا۔ اس امید کے ساتھ کہ شاید وہاں کوئی اس کے خواب کی تشفی بخش تعبیر بتا کر اس کی الجھن اور مشکل کو آسان کر دے' رابطہ کے آفس پہنچ کر اس کے ڈائریکٹر کو اپنا خواب بتا کر اس کی تعبیر طلب کی۔ محترم ڈائریکٹر نے اس کا خواب سننے کے بعد اس کی تعبیر یہ بتائی کہ "اللہ تعالیٰ آپ کو ضلالت وگمراہی کی زندگی سے نکال کر صراط مستقیم اور سیدھی راہ پر گامزن کرنا چاہتا ہے۔ ظلمت و تاریکی سے روشنی اور اجالے کی طرف لانا چاہتا ہے۔"

خواب کی تعبیر سن کر "فقادو" کے دل میں ہدایت کی روشنی جگمگانے لگی' رشد وہدایت کے نور کی پہلی کرن اس کے دل کو آہستہ آہستہ منور کرنے لگی لیکن وہ یہ چاہتا تھا کہ اسلام کی حقانیت سے پوری طرح آشنا ہو جائے تاکہ اس کا دل اسلام کے نور سے پوری طرح سے منور ہو جائے اس لئے وہ رابطہ کے آفس کا چکر لگاتا رہا' اور جب اس کو اسلام کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو گئیں اور دین حنیف کے حق ہونے کا یقین ہو گیا تو ایک دن رابطہ عالم اسلامی کے ڈائریکٹر کے سامنے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام کے دائرے میں داخل ہو گیا اور اپنا عیسائی نام بدل کر مسلم نام "محمد سعید" رکھ لیا۔

اسلام لانے کے بعد اس کے امتحان کی سخت گھڑیاں شروع ہو گئیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی کیونکہ ہمیشہ ایسا ہوتا چلا آ رہا ہے کہ ہر چہار جانب سے امتحان وآزمائش شروع ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی سخت آزمائش کے سبب پاؤں لڑکھڑانے بھی لگتے ہیں۔ لیکن دین کی سچی تڑپ رکھنے والے کے پائے استقامت میں کبھی ڈگمگاہٹ نہیں آتی بلکہ اس طرح کے موقع پر نہایت پامردی سے ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔ محمد سعید کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ اس کے اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی عیسائیت کے ایوانوں میں زبردست بھونچال آ گیا۔ عیسائی علماء کی جان توڑ کوشش یہ تھی کہ اس کو عیسائیت کی طرف دوبارہ واپس لایا جائے اور وہ مذہب اسلام سے اپنا رشتہ وناتا توڑ دے' اس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ یہ شخص ایک بڑے منصب اور اعلیٰ مقام پر فائز اور عوام میں بے حد مقبول' شہرت یافتہ پادری تھا اور اس کے مسلمان ہونے کے سبب اس کے پرستار ومعتقدین اور اس کے ماننے والے بھی اسی کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اسی لئے پوری عیسائی مشنری ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گئی مگر وہ مشرف باسلام ہو چکا تھا اور ایمانی حرارت اپنے اندر محسوس کرنے لگا تھا اور عیسائی مذہب سے اب اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس کے مسلمان ہونے کا اثر یہ ہوا کہ پورا گاؤں حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

(۱) "واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم" (سورہ بقر ۲۱۳)

اللہ جسے چاہے سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

(۲) "لیس علیك هداهم ولكن الله يهدى من يشاء" (سورہ بقرہ ۲۷۶)

یہ تیرے ذمہ نہیں کہ ان کو راہ راست پر لائے لیکن اللہ جس کو چاہے راہ پر لے آتا ہے۔

(۳) "والله يدعوا الى دار السلام و يهدى من يشاء الى صراط مستقيم" (سورہ یونس ۲۵)

اور اللہ دار سلامت کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

(٤) "قل ان اللہ یضل من یشاء ویھدی الیہ من اناب" (سورہ رعد ٢٧)

تو کہہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جو ان کی طرف مائل ہوتے ہیں ان کو ہدایت کرتا ہے۔

(٥) "فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر الا من تولی و کفر فیعذبہ اللہ العذاب الا کبر ان الینا ایابھم ثم ان علینا حسابھم" (سورہ غاشیہ ٢١۔٢٦) :۔

اچھا تو (اے نبی) نصیحت کیجئے' آپ بس نصیحت کرنے والے ہی ہیں' کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔ البتہ جو شخص منہ موڑے گا اور انکار کرے گا تو اللہ اس کو بھاری سزا دے گا۔ ان لوگوں کو پلٹنا ہماری طرف ہی ہے' پھر ان کا حساب لینا ہمارے ہی ذمہ ہے۔

یعنی اگر معقول دلیل سے کوئی شخص بات نہیں مانتا تو نہ مانے 'تمہارے سپرد یہ کام تو نہیں کیا گیا ہے کہ نہ ماننے والوں سے زبردستی منواؤ' تمہارا کام صرف یہ ہے کہ لوگوں کو صحیح اور غلط کا فرق بتا دو اور غلط راہ پر چلنے کے انجام سے خبردار کر دو۔ سو یہ فرض تم انجام دیتے رہو۔

یہ قرآنی آیات اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ انسان کو راہ راست پر گامزن کر دینے کی ذمہ داری انبیاء و رسل کو بھی نہیں دی گئی تھی بلکہ ان کا کام دعوت وارشاد اور فریضہ تبلیغ ادا کرنا تھا' جو ان کی دعوت قبول کرے' اسے بشارت دینا تھا اور جو نہ قبول کرے' اسے برے انجام سے متنبہ کرنا تھا۔ باقی ہدایت وگمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو چاہے سیدھی راہ پر لائے اور جس کو چاہے گمراہی پر چھوڑ دے۔

عیسائی مبلغوں نے جب یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تو ان کے ہوش اڑ گئے۔ پاؤں نیچے سے زمین نکلتی نظر آنے لگی اور پھر ان کے دماغ میں انتقام کی آگ بھڑکنے لگی اور انہوں نے فیصلہ کیا چاہے جس طرح بھی ہو' اسے ہلاک و برباد کر کے ہی دم لینا ہے۔ اس کے لئے چاہے جو بھی طریقہ استعمال کرنا پڑے۔

ایتھوپیا میں رابطہ کے مدیر کو جب ان کے ناپاک عزائم اور بگڑتی صورت حال کا اندازہ ہوا تو فوراً رابطہ کے ہیڈ آفس مکہ مکرمہ سعودی عرب کو اس کی اطلاع دی اور ان سے درخواست کی کہ آپ اس کے لیے سعودی عرب کا انٹری ویزہ بھیج دیں تاکہ وہ عیسائیوں کے ظلم وستم کا نشانہ نہ بن سکے اور ان کے چنگل سے آزاد ہو کر سعودی عرب پہنچ جائے جہاں چین وسکون سے رہ کر اسلامی تعلیم حاصل کر سکے۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے معاملہ نزاکت کو سمجھتے ہوئے فوراً کاروائی کی۔ رابطہ کی کوششوں اور اللہ کے فضل وکرم سے ''فقادو'' محمد سعید اپنی اہلیہ کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ پہنچنے کے بعد ''جامعہ ام القریٰ'' کے شعبہ ''معھد اللغۃ العربیۃ'' مکہ مکرمہ میں عربی تعلیم حاصل کرنے کے لئے داخلہ بھی لے لیا۔ اس کے اور اس کی فیملی کے رہنے سہنے' کھانے پینے اور اس کی جیب خرچ کی ذمہ داری رابطہ نے اپنے سر لے لی۔ یہ شخص عربی زبان سے نابلد ضرور تھا مگر ذہین وباصلاحیت اور تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں عربی زبان سیکھ لی۔ اسلام کے مبادیات سے بھی واقفیت ہو گئی اور ساتھ ہی ساتھ قرآن کریم کی کچھ سورتیں بھی حفظ کر لیں۔ شکل وصورت سے لگتا تھا کہ اس میں کوئی تبدیلی آ گئی ہے اب وہ بے حد مطمئن نظر آنے لگا تھا' اللہ تعالیٰ نے جس عظیم نعمت سے سرفراز کیا تھا' اس کی خوشی میں ہر وقت مسرت وشادمانی کے آنسو ان کی آنکھوں سے چھلکتے رہتے تھے۔

کچھ دنوں بعد اس کی زندگی میں ایک عجیب وغریب موڑ آیا وہ یہ کہ ایتھوپیا کے چرچ کے ایک ذمہ دار پادری کی نوجوان' خوبصورت اور حسین وجمیل بیٹی اداس وغمزدہ محمد سعید کے پاس آئی اور اپنی رام کہانی سنانے لگی کہ وہ بھی اسلام قبول کرنا چاہتی تھی لیکن اس کے گھر والے اس پر راضی نہیں تھے بلکہ وہ لوگ مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے اور اب اس پاداش میں گھر والوں نے مجھے باہر نکال دیا ہے۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ مجھے اس مصیبت سے بچائیں' اور اس مسئلہ کا حل خود ہی لڑکی نے نکالا کہ محمد

رابطہ عالم اسلامی سعودی عرب کو جب ایتھوپیا کے عیسائیوں کی گھناؤنے عزائم کا علم ہوا تو نو مسلم محمد سعید کا فوراً ویزا لگوا کر انہیں سعودی عرب بلا لیا

سعید اس سے شادی کر کے اپنے پاس رکھ لے اور اسلام سے متعلق کچھ باتیں بھی سکھا دے۔ بہر حال محمد سعید نے اس سے شادی کی اور اس کے رہنے سہنے کا انتظام جدہ شہر میں کر دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کی پہلی بیوی اسی کے ساتھ مسلمان ہو گئی تھی اور وہ اسی کے ساتھ رہتی تھی۔ کہتے ہیں جو انسان کسی مرد کے دھوکہ میں آ جائے تو اس سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی راہ تلاش کر لیتا ہے لیکن جب کسی عورت کے جال میں پھنس جائے تو اس سے بچ نکلنا آسان نہیں ہوتا۔ محمد سعید (فقادو) کے ساتھ کچھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔

ایتھوپیا کی عیسائی مشنری نے جب دیکھا کہ ''فقادو'' اسلام کو بڑی مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہے اور اسے ترک کرنے پر کسی طرح تیار نہیں ہے اور نہ اپنے سابقہ مذہب عیسائیت کی طرف واپس لوٹنے پر ہی راضی ہے تو اس کو ختم کرنے کا ایک منصوبہ اور پلان تیار کیا گیا جس میں سب سے اہم رول پادری کی اس نوجوان بیٹی کو کرنا تھا۔ اسی کو بطور آلہ استعمال کرنا تھا۔ پادری کی نوجوان خوبصورت بیٹی کا سعودی عرب اس مقصد کے تحت بھیجا گیا کہ وہ وہاں جا کر مسلمان ہونے کا ناٹک کر کے ''فقادو'' کو اپنے قبضہ میں کرے اس سے وقتی طور پر شادی رچائے اور شادی ہی اس کی ہلاکت وبربادی کا باعث بنے۔ کیوں کہ اس کو قتل کرنے کے لئے کسی اسلحہ کا استعمال کرنا ممکن نہیں تھا اس لئے پادری کی حسین وجمیل نوجوان بیٹی کو ایک نئے حربہ کے طور پر استعمال کیا گیا۔ دراصل پادری کے گھر والوں یہ بات معلوم تھی کہ اس کی بیٹی کو ایڈز کی بیماری ہے اور اسی بیماری کے ذریعہ فقادو کو ہلاک کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اسی منصوبہ کے تحت اس نے سعودی عرب کا سفر کیا جہاں اسلام کا ناٹک کر کے ''فقادو'' سے شادی رچالی اور ایڈز جیسی مہلک اور جان لیوا بیماری اپنے شوہر فقادو میں پہنچا دی اور پھر شوہر کے ذریعہ یہ خطرناک مرض اس کی پہلی بیوی میں منتقل ہو گیا۔ جب پادری کی بیٹی کو یقین ہو گیا کہ ایڈز کی جان لیوا بیماری محمد سعید فقادو اور اس کی بیوی میں مکمل طور پر سرایت کر چکی ہے تو یہ مکار دھوکہ باز عورت ایک دن چپکے سے سعودی عرب سے بھاگ کر اپنے وطن ایتھوپیا واپس لوٹ آئی۔

اس خطرناک بیماری کی وجہ سے چند ماہ کے اندر پہلے اس کی بیوی لقمہ اجل بنی۔ پھر اس کا شوہر محمد سعید بھی تھوڑے عرصہ اندر اپنے خالق حقیقی سے جاملا اور مکہ مکرمہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور ان کا ٹھکانا جنت الفردوس بنائے۔ آمین۔

''وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْیَهُوْدُ وَ لَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ'' (سورہ بقرہ: ١٢٠)

اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی یہاں تک کہ ان مذہب کی پیروی اختیار کر لو۔

(عربی سے ترجمہ ترجمان دہلی)

دعائے صحت

محترم مولانا مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کی والدہ محترمہ پتہ کے عارضے میں مبتلا ہیں۔ ان کے لئے قارئین الدعوۃ سے دعائے صحت کی خصوصی اپیل ہے۔ علاوہ ازیں محمد بسم اللہ مانگٹ کی والدہ بھی علیل ہیں۔ قارئین خصوصی دعا فرمائیں۔

اللھم اشفنا بشفائك وداونا بدوائك

گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور میں اسلام کے خلاف ہرزہ سرائیاں

ہمارے ایک قاری کی اطلاع کے مطابق گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور میں بھی بعض اساتذہ اسلام کے خلاف ہرزہ سرائیوں میں مصروف ہیں۔ فلاسفی ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ اطہر بیگ مرزا طالب علموں کو اسلام سے برگشتہ کرتے رہتے ہیں۔ ایک ٹیچر جاوید چیمہ نے رسول پاک ﷺ کی شان میں ایسی گستاخی کی ہے جو ناقابل بیان ہے......اس کا صرف تبادلہ کیا گیا ہے۔ اس طرح کی ہرزہ سرائیوں میں اسسٹنٹ پروفیسر اعظم خان بھی مصروف ہیں۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ ان لوگوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں کا نوٹس لے اور انہیں قرار واقعی سزا دے۔

بقیہ 6 ستمبر

منهم وقولوا آمنا بالذی انزل الینا وانزل الیکم والهنا والهکم واحدا ونحن له مسلمون وكذلك انزلنا الیك الكتاب فالذین آتینهم الكتاب یومنون به ومن هؤلاء من یؤمن به وما یجحد بآیتنا الا الكافرون (عنکبوت 47-46)

اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو۔ مگر عمدہ طریقہ سے سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں۔ اور ان سے کہو کہ ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اس چیز پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھی۔ ہمارا اللہ اور تمہارا اللہ ایک ہی ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔ (اے نبی ﷺ) ہم نے اس طرح تمہاری طرف کتاب نازل کی ہے۔ اس لئے وہ لوگ جن کو ہم نے پہلی کتاب دی تھی' وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان لوگوں میں سے بہت سے اس پر ایمان لا رہے ہیں اور ہماری آیات کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (بقرہ۔62)

یقین جانو کہ نبی ﷺ کے ماننے والے ہوں یا یہود و نصاریٰ یا صابی' جو بھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا' اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور اس کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں۔

لَيْسُوا سَوَاءً ۗ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ﴿١١٣﴾ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ ۖ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١١٤﴾ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ﴿١١٥﴾

(آل عمران 115-113)

مگر سارے اہل کتاب یکساں نہیں ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راہ راست (حق) پر قائم ہیں جو راتوں کو کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور اللہ کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں برائیوں سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم رہتے ہیں۔ یہ نیک بخت لوگوں میں سے ہیں اور جو نیکی بھی یہ کریں گے اس کی ناقدری نہ کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتے ہیں۔

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (آل عمران 199)

اہل کتاب میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں جو تمہاری طرف بھیجی گئی ہے اور اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو اس سے پہلے خود ان کی طرف نازل ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اس کی آگے جھکے ہوئے ہیں اور اللہ کی آیات کو معمولی قیمت پر فروخت نہیں کرتے۔ ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور اللہ حساب چکانے میں دیر نہیں لگاتا۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا ۖ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٨٢﴾ (المائدہ 85-82)

یقیناً آپ ایمان والوں کا سب سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے اور ایمان والوں سے سب سے زیادہ دوستی کے قریب انہیں پائیں گے جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں اس لئے کہ ان میں علماء اور عبادت کے لئے گوشہ نشیں درویش پائے جاتے ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ تکبر نہیں کرتے اور جب وہ رسول کی طرف نازل کردہ کلام کو سنتے ہیں تو آپ دیکھیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہیں اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے اور ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی رفاقت میں داخل کرے گا۔ ان کے اس قول کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں ایسے باغات دے گا۔ جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی اور یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے۔

مندرجہ بالا آیات کریمہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں جس طرح ایک بادشاہ کے بعد جب دوسرا آتا ہے تو سابق بادشاہ کے اکثر احکامات مؤخر کر دیئے جاتے ہیں بالکل اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد تمام سابقہ شریعتوں کے اکثر احکامات منسوخ نہیں ہوئے وہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اس نے تمہارے لئے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جسے (اے محمد ﷺ) اب تمہاری طرف ہم نے وحی کے ذریعے بھیجا ہے اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ کو دے چکے ہیں اور اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔ (الشوریٰ 13) لہٰذا میرے سبھی دوستوں کو سوچنا چاہئے کہ دوست اسلام کوئی نئی دعوت نہیں ہے۔ یہ وہی دعوت ہے جس کی ہدایت آپ کو بائبل میں ملتی ہے۔

مسلمان نصاریٰ کے لئے کتنا نرم گوشہ رکھتے ہیں' اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ 610ء میں جب نبی ﷺ منصب نبوت پر سرفراز ہوئے اسی سال ہرقل قیصر روم بنا لیکن شاہ ایران خسرو پرویز نے جو کہ روم کے خلاف پہلے سے ہی رزم آرا تھا) ہرقل کے نام فتح کی نشہ میں چور ہو کر ایک پر تکبر خط لکھا (جیسا کہ آج مسلم حکمرانوں کو امریکی حکومت پرویزیت میں ڈوب کر اس خط کی فوٹو کاپی ارسال کرتی ہے۔

سب خداؤں سے بڑے خدا تمام روئے زمین کے مالک خسرو پرویز کی طرف سے اس کے کمینے اور بے شعور بندے ہرقل کے نام' تو کہتا ہے کہ مجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچایا۔

(افسوس کہ آج مجاہدین اور جہاد کو بدنام کرنے کے لئے اسی طرح کے پرویزیت میں ڈوبے الفاظ استعمال کئے جا رہے ہیں) بعثت نبوی کے چند سال بعد فارس کی حکومت مسیحی حکومت پر غالب آ گئی جس پر مشرکین عرب خوشیاں منا رہے تھے جبکہ مسلمان اہل کتاب کے غم میں مغموم ہو رہے تھے۔ ان حالات میں قرآن کی سورۃ الروم نازل ہوئی جس میں پیشین گوئی کی گئی کہ "قریب کی سرزمین میں رومی مغلوب ہو گئے مگر اس مغلوبیت کے چند سال کے اندر ہی وہ غالب آ جائیں گے اول و آخر اختیار اللہ ہی کا ہوگا اور وہ دن ہوگا جبکہ اللہ کی دی ہوئی فتح سے اہل ایمان خوش ہو رہے ہوں گے" (الروم 1 تا 5)

اس آیت میں ایک کی بجائے دو پیشین گوئیاں تھیں یعنی رومن اور اسلامک وکٹری بظاہر جس کے آثار دور دور تک نظر نہ آتے تھے کیونکہ دونوں طرف اہل ایمان کی آزمائش جاری تھی یہاں تک کہ ہرقل کو شکست ہو گئی اور وہ قسطنطنیہ سے قرطاجنہ (تیونس) منتقل ہو گیا اور پھر دوبارہ پلٹ کر حملہ آور ہوا اور پرویزیت کی ہر شاخ آشیانہ جلا ڈالی۔ اللہ کی شان اسی سال مسلمانوں کو بدر کے مقام پر پہلی مرتبہ مشرکین کے مقابلے میں فتح نصیب ہوئی اور اس طرح سورۃ الروم میں درج دونوں پیشین گوئیاں 10 سال سے کم عرصہ میں پوری ہو گئیں اور ان شاء اللہ عنقریب یعنی 10 سال سے کم عرصہ میں امریکہ ختم ہو جائے گا اور صرف قبر پر کتبہ رہ جائے گا۔

یہاں امریکہ نامی دہشت گرد مدفون ہے جو کہ 21 صدی کا فرعون تھا

جیسا کہ سورۃ التوبہ اور سورۃ النصر کی مذکورہ آیات میں اشارہ ہے۔ قیصر و کسریٰ کی اس داستان کو یہاں بیان کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ تاکہ مسیحی برادری کو معلوم ہو کہ مسلمان ان کی خوشی میں خوش اور تکلیف میں افسردہ ہو جاتے ہیں لہٰذا مسیحی بھائیوں کو چاہئے کہ مسلمان اور اسلام سے دشمنی کی بجائے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہ نہ دیکھیں کہ دیگر مسلمانوں کا کیا کردار ہے' مسلمان دہشت گرد نہیں بلکہ

ہوں حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم۔ (سورۃ الفتح 29)
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجا

مسلمانوں کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ جب بھی مسلمانوں پر ابتلاء و آزمائش کا دور آیا تو وہ مسلمانوں کے لئے ہر ممکن

ریقہ کار اور ذریعہ استعمال کیا گیا۔ مسلمانوں اور مجاہدین و مسلم کابرین وعلماء کرام کی کردار کشی کرتے ہوئے ان پر شرمناک لزامات عائد کئے گئے' ہنود و یہود و نصاریٰ کے اس سیاہ پروپیگنڈے کا منفی اثر کمزور ذہن مسلمانوں نے زیادہ لیا' کیونکہ ان اپنی فہم فراست تو تمام کی تمام BBC' CNN' دور درشن ٹیلی ویژن کے علاوہ غیر مسلم میڈیا کے پاس گروی ہے جو وہ کہتے ہیں یہ سنتے ہیں جو ہ دکھاتے ہیں' یہ دیکھتے ہیں صُمٌّ م بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ جبکہ مغربی ممالک اور دیگر غیر مسلمانوں میں اسلام کے بارے نفرت حقارت کی بجائے تجسس وتفکر وتدبر پیدا ہوا' اسلامی مراکز اور اسلامی کتب خانوں میں اسلام سے متعلق کتب اور دیگر چیزوں (آڈیو ڈیو) وغیرہ کی طلب میں اس قدر اضافہ ہوا کہ ان کی مانگ پورکرنا یک مسئلہ بن گیا ہے۔ عالمی میڈیا پر جہاد' مجاہدین اور اسلام قرآن ب سے زیادہ استعمال ہونے والے الفاظ بن گئے اور کثیر تعداد میں یر مسلم دین اسلام میں داخل ہونے والے لگے ہیں۔ امریکن مسلم اؤنڈیشن کے صدر ڈاکٹر الرحمن العموری نے عرب نیوز'' کو ایک صوصی انٹرویو میں کہا کہ انہیں بہت سے امریکی چرچوں سے اسلام لیکچر کے لئے دعوت نامہ موصول ہوا ہے امریکی ایک بہت بڑی عداد دین اسلام کو قبول کر رہی ہے یہاں تک کہ امریکہ میں تقریبا 70 لاکھ سے زیادہ نومسلم موجود ہیں۔ حال ہی میں سعودی عرب میں قیم ایک رومن سفیر تورا کو واٹو کارڈلی'' کے قبول اسلام نے پوری دنیا ی اسلام دشمنی قوتوں کو حیران و پریشان کر دیا ہے کہ پوپ پال اور ہر روم کے سفیر نے عین اسلام مخالف ایام میں جبکہ خود ایٹمی طاقت کھنے والے مسلمان بھی اسلامی تعلیمات سے منحرف ہوتے ہوئے ل صلیب کے ہمرکاب بن گئے'' اسلام قبول کر لیا!!

آج غیر مسلم جوق در جوق' فوج در فوج اسلامی مراکز کا رخ ر رہے ہیں کچھ صرف اسلام کی بابت معلومات حاصل کر رہے ہیں کچھ قبول اسلام کر رہے ہیں جیسا کہ پندرہ سو سال قبل (سورۃ النصر 11) میں اس کی منظر کشی ان الفاظ میں کی گئی۔

ا جاء نصر الله والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین الله واجا فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا

جب اللہ کی مدد آ جائے اور فتح نصیب ہو جائے اور تم دیکھ لو ہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب ی حمد کے ساتھ تسبیح کرو اور اس سے مغفرت کی دعا کرو بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

بڑی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ WTC کی بربادی سے ق اطلاع بھی سورۃ التوبہ۔ 110 میں دی گئی تو احیاء اسلام سے ق بشارت بھی سورۃ نمبر 110 (سورۃ النصر) میں دی WTC کی اطلاع توبہ کے ذریعہ دی گئی تو احیاء اسلام سے ق بشارت کا اہتمام بھی توبہ کے لفظ پر ہو رہا ہے۔ قرآن کریم کا یہ ر ایک طرف تو مخالفین اسلام کو اپنی سوچ اور فکر کے دھارے پر نظر ثانی کی دعوت دیتے ہوئے قبول اسلام کی دعوت دے رہا ہے تو دوسری طرف فرزندان توحید کو بھی اسلام کے کام و نام پر شرمندگی دخفت اور زبانی جمع خرچ ترک کر کے عملاً اسلامی رنگ میں رنگ جانے کی دعوت حق دے رہا ہے تاکہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے

میری دعا ہے کہ:

یارب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے' جو روح کو تڑپا دے جو قلب کو گرما دے

حوالہ جات مصباح اللغات از مولانا عبدالحفیظ بلیاوی' تفہیم القرآن از مولانا مودودی ترجمان القرآن از مولانا ابوالکلام' الرحیق المختوم از مولانا صفی الرحمٰ مبارکپوری ہلال وصلیب کی کشمکش ماضی وحال از محمد خالد پراچہ روزنامہ جنگ کراچی 15 دسمبر 1991ء' اف یہ چھوٹے از عطا الحق قاسمی روزنامہ جنگ کراچی 15/14 مئی 2002ء ' امن از جاوید چودھری روزنامہ جنگ کراچی (25 جون 2002ء) مجلہ الدعوۃ لاہور فروری 2002ء اللہ کے سپاہی از ڈاکٹر مسکین حجازی' تفسیر ابن کثیر

بقیہ امریکی جنگ

اداروں میں داخل ہو کر ایسے چھوٹے ملازمین تک وہ پہنچ گئے جو صدر پاکستان کو قتل کرنا درست سمجھتے تھے یا برین واشنگ کے بعد درست سمجھنے لگے۔

اس ساری صورت حال میں کوئی گورا آپ سے ملاقات نہیں کرے گا بلکہ پہلے سے گمراہ کردہ افراد ہی آپ کو ہائی جیک کریں گے مثلاً اگر آپ مندرجہ ذیل گمراہ کن نظریات سے کسی ایک نظریئے پر متفق ہیں یا ان نظریات کے حصول کے لئے اپنی جان کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں یا ایسے نظریات کی حامل تنظیم سے آپ کا تعلق رہا ہے تو پھر امریکہ' سی آئی اے' انڈین را اور اسرائیلی موساد کا آپ ہدف ہیں وہ آپ کے نظریئے کے حصول کے لئے آپ کو سرمایہ' اسلحہ معلومات اور پناہ دینے کو تیار ہیں۔

گمراہ کن نظریات کی تفصیل جن کی بنیاد پر افراد کو ہائی جیک کیا گیا:

1۔ پاکستان سے باہر کفر کے خلاف لڑنے کی بجائے پاکستان کے اندر موجودہ حکمرانوں کے خلاف لڑنا زیادہ ضروری اور اہم ہے۔

2۔ فرقہ واریت کی بنیاد پر دوسرے فرقے کے شخص کو قتل کرنا جائز ہے۔

3۔ گوادر پورٹ کی تعمیر جو چین کے اشتراک سے جاری ہے بلوچستان کے خلاف بہت بڑی سازش ہے۔

4۔ وانا کے مسئلے کو بھڑکانا۔

مولانا فضل الرحمٰن کے بقول مفتی شامزئی نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ کمانڈر نیک محمد کو رجسٹریشن پر قائل کر لیں گے لیکن اگلے ہی دن مفتی شامزئی کو شہید کر دیا گیا اور چند دنوں کے اندر کمانڈر نیک محمد کو بھی ٹارگٹ بنا دیا گیا تاکہ فوج کی قبائلیوں کے ساتھ جنگ سرد نہ پڑ جائے۔

یہ بات درست ہے کہ یہ گمراہ کن نظریات بڑے عرصے سے پاکستان میں موجود ہیں۔ لیکن ان نظریات کے حامل افراد کو نئی قوت' پیسہ' اسلحہ اور معلومات سی آئی اے موساد اور را نے مہیا کیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ پاکستان کے تمام مسائل ایک ہی وقت میں بیرونی مدد کے بغیر بھڑک اٹھیں۔

دہشت گردی کے ان واقعات میں شمالی اتحاد اور پاکستان سے تعلق رکھنے والے کرائے کے قاتلوں اور دہشت گردوں کو بھی استعمال کیا گیا چنانچہ سوئی ایئر پورٹ کی تباہی' سوئی گیس کے پائپ پر بار بار حملہ' چینی انجینئروں کا قتل' مفتی شامزئی کی شہادت' مسلم لیگ نون اور پیپلز پارٹی کے دو سیاست دانوں کا قتل صرف چند مثالیں ہیں۔

موساد نے باقاعدہ انٹرنیٹ پر اشتہار دے کر انڈیا سے ہزاروں افراد کو بھرتی کیا ہے جو سیکرٹ انٹیلی جنس میں اسرائیل انڈیا گٹھ جوڑ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

موساد کے کئی یہودی کارکن القاعدہ مجاہدین کا روپ دھار کر افغانستان میں موجود ہیں۔ وہ روانی سے عربی بولتے ہیں اور انہوں نے عربوں والا روپ اپنایا ہوا ہے۔ پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کے لئے جب وہ اپنے منتخب افراد'' کے سامنے پاکستان کی لیڈر شپ کو قتل کرنے کی بات کرتے ہیں تو نتیجے میں پاکستان میں تخریبی کارروائیاں ہوتی ہیں۔

سی آئی اے کا طریقہ واردات اس وقت پوری دنیا کے سامنے آ گیا جب امریکہ میں سی آئی اے کے ایک ایجنٹ نے ایک میزائل دو مسلمانوں کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ وہ امریکہ میں موجود پاکستان کے سفیر کو قتل کرنے کے لئے اس میزائل کو خرید لیں۔ جب دونوں مسلمانوں نے میزائل خریدنے یا سفیر کو قتل کرنے میں کوئی دلچسپی ظاہر نہ کی اور یہ بات پریس تک پہنچ گئی تو سی آئی اے نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کی صرف مسلمانوں کی نیت چیک کی جا رہی تھی۔ پاکستان کے دفتر خارجہ نے امریکہ سے احتجاج کیا اور کہا کہ حیرانگی کی بات ہے کہ مسلمانوں کی نیت چیک کرنے کے لئے انہوں نے کوئی امریکی ٹارگٹ کیوں نہ دیا۔

آرٹیکل پڑھنے کے بعد یہ سوال آپ کے ذہن میں آ سکتا ہے کہ پاکستان کے خلاف امریکہ غیر اعلانیہ جنگ کی بجائے اعلانیہ جنگ کیوں نہیں لڑتا۔ دراصل امریکہ پاکستان کو غیر مستحکم اور خانہ جنگی کا شکار کئے بغیر اس کے خلاف جنگ اسرائیل اور انڈیا کے ساتھ مل کر بھی نہیں لڑ سکتا کیونکہ حملے کی صورت میں پورا انڈیا اور پورا اسرائیل پاکستان کے ایٹمی میزائلوں کی رینج میں ہوگا اور یہ دونوں ملک چند منٹوں میں حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ گائے کا پیشاب پینے والا بزدل بنیا' زندگی سے محبت کرنے والا سود خور یہودی اتنا بڑا رسک لے سکتے ہیں؟ اور کیا اسرائیل کے بغیر امریکہ اپنا گلوبلائزیشن کا خواب پورا کر سکتا ہے؟

صاحب سیف و قلم

وکیل جبران

بازار میں کھلی دکانوں کے دروازوں پر چمکیلی دھوپ کھڑی تھی۔ سورج کی کرنوں کے نیزے جسموں کے آر پار ہوئے جا رہے تھے۔ اکا دکا راہ گیر موی شمعوں کی طرح پگھلتے ہوئے جلد جلد سفر طے کر رہے تھے۔ وہ راستے جو شام ہوتے ہی قدموں کے نشانوں سے بھر جاتے تھے' اس وقت ویران نظر آ رہے تھے۔ اس سناٹے میں درزی کی ایک دکان آوازوں سے بھری ہوئی تھی۔ درزی کا اخلاق تھا یا گاہکوں کی بے تابی۔ کوئی اپنے لباس کی خراش پر مصر تھا' کسی کو پیائش پر اصرار تھا' کوئی یونہی گپ شپ کے لئے جم کر بیٹھ گیا تھا۔ درزی بھی ایسا باتونی تھا کہ سب کو اپنی لچھے دار باتوں کی ڈور میں الجھایا ہوا تھا۔

ایک حلبی عالم جو اسی دن حلب سے دمشق پہنچے تھے اور اس وقت بازار سے گزر رہے تھے' صحرا میں اس نخلستان کو دیکھ کر کچھ دیر کے لیے رک گئے۔ آنکھوں میں شرافت کی روشنی' چہرے پر علم کا نور' وضع قطع ایسی تھی کہ جس کی نظر پڑی' ٹھہر گئی۔ قہقہوں کو چپ لگ گئی۔ باتوں نے راستہ دے دیا۔ کئی لوگ استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہو گئے۔

''حضرت' تشریف لایئے۔ دمشق میں اجنبی معلوم ہوتے ہیں۔ کچھ دیر ہمیں بھی خدمت کا موقع دیجئے۔ ٹھنڈا پانی، شربت کچھ تو ہمارا بھی حق ہے۔''

''میں حلب سے آیا ہوں اور ایک عجیب طلب مجھے کھینچ کر لائی ہے۔'' ''دمشق تو گہوارہ علماء ہے اور حضرت کے بشرے سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کسی عالم وقت سے ملنے کا شغف ہوگا؟''

''ایسا کون گوہر نایاب ہے؟'' سب نے ایک دوسرے کی طرف غور سے دیکھا۔

''میں نے سنا ہے' دمشق میں کوئی بچہ احمد بن تیمیہ رہتا ہے جو غیر معمولی قوت حافظہ رکھتا ہے۔ میں یہاں صرف اس کو دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ اس کی صورت دیکھ لوں۔''

حاضرین ایک مرتبہ پھر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اتنا بڑا عالم ایک بچے سے ملنے کے لیے آیا ہے۔ اس بچے میں ایسی کیا غیر معمولی بات ہے اور وہ بچہ کون ہے؟ شاید کوئی بھی اس بچے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا' البتہ درزی اس سے واقف تھا۔

''وہ لڑکا کچھ ہی دیر بعد اس طرف سے جائے گا۔ ذرا تامل کیجئے۔ آپ کی ملاقات ہو جائے گی۔'' دکان پر بیٹھے ہوئے لوگوں کے لئے یہ سب کچھ کسی تماشے سے کم نہیں تھا۔ شوق اشتیاق نے انہیں بھی بیٹھے رہنے پر مجبور کر دیا۔ سب کی آنکھیں دکان سے باہر راستے پر جمی ہوئی تھیں۔ جہاں سے اس درزی کے بقول اس لڑکے کو گزرنا تھا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ درزی زور سے چیخا ''یا شیخ! وہ لڑکا جس کے ہاتھوں میں بڑی سی تختی ہے' وہی ابن تیمیہ ہے۔''

''ذرا اسے بلایئے تو۔''

درزی نے اسے آواز دی اور وہ لڑکا حاضر خدمت ہو گیا۔ ان بزرگ نے فرمایا ''صاحب زادے! ذرا تختی دکھاؤ۔'' لڑکے نے تختی سامنے رکھ دی۔ بزرگ کچھ دیر تختی کو دیکھتے رہے' پھر فرمایا ''جو کچھ اس تختی پر لکھا ہے وہ بگاڑ دو اور میں جو بولتا جاؤں' وہ تم لکھتے جاؤ۔''

بزرگ نے تقریباً **13** احادیث اس پر نقل کرائیں اور کہا ''ان احادیث کو ایک مرتبہ پڑھ کر تختی مجھے دے دیجئے۔'' احمد بن تیمیہ نے ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور تختی ان بزرگ کی طرف بڑھا دی۔ ان بزرگ نے حکم دیا کہ میاں صاحب زادے' اب سناؤ تو تم نے تختی پر کیا لکھا تھا۔ احمد بن تیمیہ نے مسکرا کر بزرگ کی طرف دیکھا اور ایک ایک کر کے تمام احادیث سنا دیں۔ بزرگ حلبی نے حافظے کا یہ کمال دیکھا تو دنگ رہ گئے۔

اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا ''یہ لڑکا اگر جیتا رہا تو بڑے مراتب پر فائز ہوگا۔ میری نگاہوں نے اس بلا کا حافظہ رکھنے والا کوئی دوسرا لڑکا آج تک نہیں دیکھا۔''

احمد بن تیمیہ نے بے نیازی سے ان کی طرف دیکھا' اپنی تختی ان کے ہاتھ سے لی اور دکان سے نکل گیا۔ ان بزرگ کی آنکھیں اس وقت تک اس کا تعاقب کرتی رہیں' جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا پھر خود بھی دکان سے نکل گئے۔ جیسے کہہ رہے ہوں' دمشق میں اس لڑکے کے سوا رکھا ہی کیا ہے۔ اب یہاں کیا قیام کرنا۔ حاضرین پتھر بنے ہوئے تھے۔ ان بزرگ کے روانہ ہوتے ہی پتھروں میں جان آ گئی۔ ''یہ لڑکا تو بڑے کمال کا تھا۔''

یہ لڑکا جس کے حافظے کی شہرت اپنے وقت کے مشہور حلبی عالم کو دمشق کھینچ لائی تھی' امام ابن تیمیہؒ تھے جو بڑے ہو کر علم و عمل کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکے اور جب تاتاریوں کا قہر عروج پر تھا' خلافت ختم ہو چکی تھی' امام ابن تیمیہؒ نے دعوت و جہاد کے ذریعے مسلمانوں کی حکومت و خلافت دوبارہ بحال کی۔ صحیح عالم دین اور مجاہد ہونے کا حق ادا کیا اور دعوت و جہاد کے میدان میں لازوال داستانیں رقم کیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

خیال افروز باتیں

☆ کلام میں نرمی اختیار کرو کیونکہ الفاظ کی نسبت لہجے کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ ☆ آنکھیں اپنے آپ پر یقین کرتی ہیں اور کان دوسرے لوگوں پر۔ ☆ سب سے آسان کام دوسروں کی خامیاں تلاش کرنا اور سب سے مشکل کام اپنی اصلاح کرنا ہے۔

مرسلہ: عرفیہ واحد' شیخوپورہ

وہ کون تھا

اسپین پر جب مسلمانوں کی حکومت تھی' تو وہ ''اندلس'' کہلاتا تھا۔ اندلس کا شمالی حصہ ہمیشہ عیسائیوں کے پاس رہا۔ اس وجہ سے دونوں فریقوں میں ہمیشہ ٹکراؤ اور مقابلے کی صورت رہی۔

گیارہویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کی سلطنت ان کی نااتفاقی اور حکمرانوں کی نااہلی کی وجہ سے کمزور ہو گئی۔ دوسری طرف عیسائی حکمران طاقتور ہو گئے اور جب **1085ء** میں عیسائی بادشاہ ''الفانسو'' نے طلیطلہ کی ریاست فتح کر لی تو علاقے میں طاقت کا توازن بگڑ گیا۔ اب عیسائی سلطنت کو اسلامی اندلس پر واضح طور پر برتری حاصل تھی۔ چنانچہ الفانسو نے بڑی منصوبہ سازی کے ساتھ اندلس پر شدید حملے شروع کر دیئے۔

اس وقت سپین کے اسلامی حصے کا سلطان المعتمد بن عباد تھا۔ المعتمد اگرچہ اچھا حکمران تھا مگر اس کی حکومت ڈانواں ڈول تھی۔ ان حالات میں الفانسو کا سفیر اس کے لئے ایک عجیب پیغام لایا۔ اسے کہا گیا کہ اگر اس نے الفانسو کو خراج میں چاندی کے سکے نہ دیئے تو اس کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی۔

المعتمد اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ الفانسو کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اس نے حالات سے سمجھوتا کرنا بہتر خیال کیا اور مطالبے کے مطابق ہزاروں چاندی کے سکے خراج کے طور پر ادا کر دیئے۔

چند دن بعد الفانسو نے اپنا سفیر دوبارہ بھیجا اور بڑے ہی متکبرانہ انداز میں حکم دیا کہ اسے چاندی کی بجائے سونے کے سکے دیئے جائیں۔ المعتمد پہلے ہی اپنی ذلت پر سخت شرمسار تھا۔ اب الفانسو کے نئے مطالبے نے اس کی مصلحت کی سوچ کو ختم کر دیا۔ اس نے غصے میں آ کر مسیحی سفیر کو قتل کر دیا اور اعلان کیا کہ وہ الفانسو کو ایک دھیلا بھی خراج نہیں دے گا۔ وہ اس کا جو کچھ بگاڑنا چاہتا ہے بگاڑ لے۔

اس واقعے نے گویا الفانسو کی دم پر پاؤں رکھ دیا۔ اس نے مسلمان ریاست کے دارالسلطنت اشبیلیہ پر حملے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ صاف ظاہر تھا کہ الفانسو یہ جنگ آسانی سے جیت جائے گا۔

المعتمد بھی صورت حال کی نزاکت کو اچھی طرح جانتا تھا۔ بڑی سوچ بچار اور مشیروں سے مشورے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ وہ مراکش کے طاقتور مسلمان حکمران سے مدد کی درخواست کرے گا۔ المعتمد کے بعض مشیروں نے اس کے فیصلے سے اختلاف کیا

انصاف ہو تو ایسا

اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ایاس بن معاویہ کو بصرہ کا قاضی مقرر فرمایا۔ ان کے عہد قضاء کے دوران کئی ایسے واقعات سامنے آئے جو ان کی بے پناہ ذہانت اور حقائق سے پردہ اٹھانے کی صلاحیت پر دلالت کرتے۔

ایک مرتبہ دو اشخاص ایک مقدمہ لے کر ان کے پاس عدالت میں آئے۔ ان میں سے ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنے ساتھی کو مال بطور امانت دیا تھا...... جب میں نے واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے دینے سے انکار کر دیا۔ ایاس بن معاویہ نے مدعی علیہ سے امانت کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا میں نے مال لیا ہی نہیں۔ اگر اس کے پاس کوئی دلیل ہے تو پیش کرے۔ ورنہ میں قسم دینے کے لئے تیار ہوں۔ میں بے گناہ ہوں' یہ سراسر مجھ پر الزام ہے۔ قاضی ایاس نے پہلے شخص سے پوچھا' تو نے اسے کس جگہ اپنا مال بطور امانت دیا تھا؟ اس نے کہا یہاں سے کچھ فاصلے پر ایک بڑا درخت ہے۔ ہم نے اس کے سائے میں بیٹھ کر پہلے کھانا کھایا اور پھر میں نے اپنا مال اس کے سپرد کیا۔

قاضی ایاس نے کہا تم ابھی وہاں جاؤ۔ شاید تمہارا مال وہاں کہیں پڑا ہوا ہو۔ اس جگہ کا جائزہ لے کر سیدھے میرے پاس آؤ اور مجھے صورتحال سے آگاہ کرو۔ یہ حکم پا کر وہ شخص اس جگہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ قاضی ایاس نے مدعی علیہ سے کہا' اپنے ساتھی کے واپس آنے تک میرے پاس بیٹھے رہو۔ وہ شخص وہاں چپ سادھ کر بیٹھ گیا۔ قاضی ایاس دیگر مقدمات کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تاہم مقدمات کی سماعت کرتے ہوئے دردیدہ نگاہوں سے مدعی علیہ کی جانب دیکھتے رہے۔ اس طرح وہ اس کے چہرے کے تاثرات معلوم کرنا چاہتے تھے۔ وہ شخص بالکل آرام و سکون سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی خوف و ہراس نہیں تھا۔ سماعت کے دوران قاضی یکدم اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا" آپ کا کیا خیال ہے کہ کیا وہ آدمی اس جگہ پہنچ گیا ہوگا' جہاں اس نے اپنا مال آپ کے سپرد کیا تھا؟" دوسرے شخص نے بے خیالی میں جواب دیا" نہیں وہ جگہ یہاں سے کافی دور ہے' ابھی وہ راستے میں جا رہا ہوگا۔"

قاضی ایاس نے غضبناک ہو کر کہا:

"اے بد بخت' تو مال لینے کا انکار کرتا ہے اور اس جگہ کا اعتراف بھی کرتا ہے جہاں تو نے اس سے مال لیا تھا۔ بخدا تو خائن' جھوٹا اور بد دیانت ہے۔ وہ شخص اچانک یہ حملہ دیکھ کر خوف سے کانپنے لگا۔ اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا اور اس شخص کی امانت بھی واپس کر دی۔

مرسلہ: نجم السحر' کراچی

مجھ کو مجاہد بننا ہے

مجھ کو مجاہد
بننا ہے...... دین کا تحفظ کرنا ہے...... کفر سے ٹکر لینی
ہے...... حق کی شہادت دینی ہے...... حق کو نافذ کرنا ہے...... مجھ کو مجاہد
بننا ہے...... لے کر علم سچائی کا...... بن کر نقیب اچھائی کا...... خیر کی
جانب بڑھنا ہے...... مجھ کو مجاہد بننا ہے...... قرآن کے سپاروں
سے...... سنت کے میناروں سے...... ہر سو
اجالا کرنا ہے...... مجھ کو مجاہد بننا ہے۔

فریحہ انجم، پسرور

علم کی دولت

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نافع بن الحارث کو مکہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ عسفان کے مقام پر نافع رضی اللہ عنہ کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ امیر المومنین نے ان سے پوچھا۔" تم اہل وادی پر کس کو اپنا جانشین مقرر کر کے آئے ہو؟ "انہوں نے کہا۔" ابن ابزیٰ (عبدالرحمٰن بن ابزیٰ) کو۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔" ابن ابزیٰ کون ہے؟" نافع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:" ہمارے غلاموں میں سے ایک شخص ہے۔" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:" کیا تو نے ایک غلام کو امیر مقرر کر دیا ہے؟" نافع رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:" جی ہاں! اس لئے کہ وہ کتاب اللہ کا سب سے بڑا قاری اور علم الفرائض کا سب سے بڑا عالم ہے۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر خوش ہو گئے' فرمایا:" ہمارے نبی ﷺ نے سچ ہی تو فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کچھ لوگوں کو اوپر اٹھائے گا اور دوسروں کو اس کی وجہ سے نیچے گرا دے گا۔"

مرسلہ: رضوانہ سعدیہ، قصور

سچائی کا صلہ

ایک مرتبہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا:

" یا رسول اللہ ﷺ! میرا جی چاہتا ہے کہ میں جنت میں جاؤں...... بتایئے میں کیا عمل کروں۔"

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

سچ بولو...... کیونکہ جب آدمی سچا ہوتا ہے تو نیکی کرتا ہے اور جب نیکی کرتا ہے تو اس کے دل میں ایمان کی روشنی پیدا ہوتی ہے۔ جب اسے ایمان نصیب ہوتا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوتا ہے۔ (حکیم محمد سعید کی "نقوش سیرت" سے اقتباس)

مرسلہ: سعدیہ آصف، لاہور

انعامی کوئز صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

اور کہا کہ اس فتح کے بعد مراکش کا حکمران ہماری حکومت ختم کر کے خود اس پر قابض ہو جائے گا۔ اس صورت میں بھلا ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ تب المعتمد نے تاریخی جملے کہے۔ اس کے الفاظ کچھ یوں تھے۔

"اونٹ کی چرواہی منظور ہے مگر خنزیر کی چرواہی منظور نہیں۔ اگر میں ایک مسلم حکمران کا قیدی بن کر اس کے اونٹ چراؤں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں فرنگی بادشاہ کا قیدی بنوں اور اس کے سؤر چراؤں۔"

اس کے بعد المعتمد نے افریقا کے حکمران کو مدد کے لئے سرکاری طور پر بلایا۔ وہ آبنائے جبرالٹر کو پار کر کے اندلس میں داخل ہوا۔ اس وقت مسلم لشکر کی مجموعی تعداد 20 ہزار تھی اور عیسائی فوج کی تعداد 50 ہزار سے زیادہ تھی۔ الفانسو اور مسلم اتحادی فوجیوں کے درمیان "ذلاقہ" کے میدان میں گھمسان کا رن پڑا۔ یہ رمضان کے مہینے کا پہلا عشرہ تھا۔ افریقی حکمران کے ہمراہ المعتمد بھی بڑی بہادری سے لڑا۔ اس کا چہرہ بھی زخمی ہوا۔ مسلمانوں کی شاندار فتح کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف تین عیسائی گھڑسوار میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگ سکے۔

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا نے جلد 7 صفحہ 138 میں اس واقعے کی یہی تفصیل بیان کی ہے۔ اس فتح کے بعد اندلس میں مسلمانوں نے مزید چار سو برس حکومت کی۔ یہ عظیم کامیابی صرف اس وقت ممکن ہوئی جب المعتمد نے ذاتی مفاد کی قربانی دے کر کسی غیر مسلم سے اتحاد کرنے اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی بجائے افریقی مسلم حکمران سے بلا شرط فوجی اتحاد کیا۔" آپ کو یہ بتانا ہے کہ یہ افریقی حکمران کون تھا؟"

آپ کے خطوط ہمیں 15 ستمبر 2004ء تک پہنچ جانے چاہئیں۔

ماہ اگست کا درست جواب: سلطان صلاح الدین ایوبی

درست جواب دینے والوں کے نام:

ابو تیمیہ ثانی' رحیم یار خاں۔ عمارہ کنول' شیخوپورہ۔ زین العابدین شوکت'؟۔ طیب' ممتاز قریشی' سرگودھا۔ محمد حمزہ' قریشی' فیصل آباد۔ محمد اسامہ احمد خان' میانوالی۔ عبدالقدیر عاصم' پنڈ دادنخان۔ محمد شاہد ایوب' اوکاڑہ۔ محمد اسلم شاکر' شیخوپورہ۔ میاں محمد مشتاق' شیخوپورہ۔ اخت ابو حنظلہ' شیخوپورہ۔ ہاجرہ خورشید' میانوالی۔ ابو ہارون اقبال' شیخوپورہ۔ عرشیہ واحد' شیخوپورہ۔ بلال طاہر' ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ صدیقہ نسیم' گوجرانوالہ۔ اخت ابو عمار یاسر' ڈیرہ اسماعیل خان۔ محمد عمر' سیالکوٹ۔ اخت عبدالمنان' واہ کینٹ۔ نازیہ اقبال' شیخوپورہ۔ ارم شہزادی' ملتان۔ ثمینہ منور' بہاولپور۔ اخت ابو فہد' گوجرانوالہ۔ صفیہ سردار' سعودی عرب

بذریعہ قرعہ اندازی انعام حاصل کرنے والے خوش نصیب

☆ ابو ہارون اقبال' شیخوپورہ

گوانٹا نامو میں امریکی جمہوریت کے زنداں سے رہائی پانے والے ایک غازی کی داستان

شدید اذیتوں سے گزارنے کے ایک سال بعد ہماری تفتیش شروع ہوئی

ابو حمزہ ظفر اقبال

وسام بن عبدالرحمن وہ پہلے اردنی خوش نصیب ہیں جنہیں 6-7-04 کو گوانٹا موبے سے رہائی ملی۔

عربی مجلہ ''السبیل'' نے وسام عبدالرحمن سے رہائی کے بعد انٹرویو کیا تو انہوں نے بتایا کہ امریکی قید وبند میں ہمیں جن مصائب کا سامنا افغانستان اور کیوبا میں کرنا پڑا وہ میں پوری تفصیل سے بیان نہیں کرسکتا۔ وسام عبدالرحمن جن کی کنیت ابوعبیدہ ہے نے اپنے سفرنامہ قید از 3-1-02 تا 6-7-04 کے جو احوال بیان کیے وہ درج ذیل ہیں۔

> مجھے سچ اگلوانے والی مشین کے سامنے بٹھایا گیا میری بے گناہی ثابت ہوگئی لیکن پھر بھی مجھے گوانٹا نامو بھیج دیا گیا۔ میرے پوچھنے پر ایک انسپکٹر نے کہا امریکہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

سوال: آپ کی قید کی ابتداء کیسے ہوئے اور آپ امریکی جیلوں میں کیسے پہنچے؟

جواب: 2001ء میں میں نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ تبلیغی جماعت کے جلو میں پاکستان کے شہر لاہور تک سفر کیا ہمارا ارادہ اللہ کی راہ میں صرف چار ماہ لگانے کا تھا۔ واپسی کا ہمارا روٹ براستہ ایران تھا۔ پاکستان سے تبلیغی جماعت کے ارکان اردن آنے کیلئے یہی راستہ اختیار کرتے ہیں۔ میں جب بمع اہل خانہ اپنے پاسپورٹ اور ویزوں سمیت زاہدان میں تبلیغی جماعت کے اپنے میزبان کے پاس پہنچا تو ہمیں وہاں سے فوراً ایرانی حکومت کے کارندوں نے گرفتار کرلیا جبکہ ہمارے بچے ہمارے میزبان کے پاس ہی رہنے دیئے۔ جب تفتیش شروع ہوئی تو ہم نے ان کو بتایا کہ ہمارے پاس پاسپورٹ اور ویزے ہیں ہم حکومت ایران کی اجازت سے یہاں آئے ہیں اور ہمارا تعلق تبلیغی جماعت سے ہے۔ یہ سن کر ایرانی ایجنسیوں نے بظاہر یقین کرلیا اور ہمارے ساتھ قطعاً کسی قسم کی بدسلوکی نہ ہوئی بلکہ ہمیں یقین دلایا گیا کہ وہ عنقریب ہمیں چھوڑ دیں گے۔ لیکن اچانک انہوں نے ہمیں امریکیوں کے حوالے کردیا۔

سوال: یہ کس طرح ہوا ذرا تفصیل بتائیں؟

جواب۔ تہران ایئرپورٹ پر امریکی جہاز آیا اس پر افغانی ایجنسیوں کے لوگ تھے انہوں نے ایرانیوں سے ہمیں وصول کیا۔ اور ہوائی جہاز میں لے آئے۔

سوال: آپ ہمیں یہ بتائیں کہ امریکی جیل میں آپ کب اور کیسے پہنچے؟

جواب۔ جونہی ہم ہوائی جہاز پر سوار ہوئے ہوائی جہاز تہران سے ہمیں لے کر کابل آیا۔ جہاز کے دروازہ میں امریکی فوجیوں نے لاتوں اور گھونسوں سے ہمارا استقبال کیا اور جیل لے جاکر ہمیں بیڑیاں پہنادیں۔

سوال: ایرانیوں نے آپ کو بتایا کہ انہوں نے آپ کو امریکیوں کے سپرد کیوں کیا؟

جواب: نہیں مجھے کچھ معلوم نہیں نہ تو ایران میں مجھ پر کوئی الزام لگایا گیا اور نہ ہی کابل میں مجھے کچھ بتایا گیا لیکن امریکیوں نے جب مجھے وصول کیا تو انہوں نے میری ذاتی معلومات کی تصدیق کی۔ میرا نام' شہریت' عمر اور صرف میرے خاندان کے متعلق سوالات کیے۔

پہلی بار مجھ پر حیرت کے پہاڑ اس لمحے ٹوٹے جب تفتیش کرنے والوں نے مجھ سے پوچھا کہ القاعدہ کے ساتھ تمہارا کیا تعلق ہے؟ میں نے بتایا کہ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں لیکن وہ اس جواب سے مطمئن نہ ہوئے اور مجھے جیل میں ڈال دیا' وہاں کے حالات ایسے ہیں کہ جب بھی مجھے یاد آتے ہیں' میں وہاں کے شب وروز سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہوں۔

میں ایک سال اور دو ماہ تک افغانستان میں امریکی فوج کے زیر انتظام مختلف جیلوں میں خاک چھانتا رہا۔ ابتداء میں مجھے زیر زمین تہہ خانوں میں رکھا گیا۔ ہم ایران سے لائے ہوئے دس اشخاص نہایت چھوٹے سے کمرہ میں قید کیے گئے۔

سوال: آپ دس اشخاص کا تعلق کن ممالک سے تھا؟

جواب: ہم میں سے تین یمنی' ایک تیونسی ایک عراقی' ایک تاجکستانی دو افغانی اور ایک ازبکستانی تھا جبکہ میرا تعلق اردن سے تھا۔ ہمیں ایسے کمرے میں قید کیا گیا جو ڈھائی میٹر لمبا اور دو میٹر چوڑا تھا۔

ہم سے صرف ابتداء میں چند سوالات کیے گئے اس کے بعد اس تنگ وتاریک کوٹھڑی میں ہم جب تک رہے کوئی تفتیش نہ کی گئی۔ ہم اس سیلن زدہ بدبودار کمرہ میں 77 دن رہے۔

سوال: اس کمرہ میں آپ دس اشخاص سوتے کس طرح تھے؟ ہمیں اپنے محسوسات سے آگاہ کریں۔

جواب: یہ جیل خانہ بگرام کے ایک کھنڈر نما ہوٹل میں قائم تھا جو امریکی بمباری سے تباہ ہوچکا تھا۔ ہم جب سوتے تھے تو ہم میں سے ایک کی ٹانگیں دوسرے کے سر پر ہوتی تھیں۔ اس کمرہ کی خاص بات یہ تھی کہ ہم نے 77 دنوں میں سورج نہیں دیکھا ہمارے لئے رات دن برابر تھے۔ نہ ہی وہاں کوئی روشن دان یا سوراخ تھا۔

سوال: کیا وہاں غسل وطہارت وغیرہ کے کافی انتظامات تھے؟

جواب: آپ ذرا سوچیں! وہ ہمیں کہتے تھے کہ ہمیں قریبی یخ بست[…] غسل خانے میں جانے کی اجازت ہے۔ جس کی بیرونی سطح […] اڑھائی میٹر برف کی موٹی تہہ جمی ہوئی تھی۔ وہاں کے طہارت خانو[ں] اور غسل خانوں میں پانی تو شاذ ونادر ہی ملتا تھا اور جہاں ہمیں طہار[…]

> میں اللہ کے راستے میں چار ماہ کے لئے بمع اہل وعیال تبلیغی جماعت کے ساتھ پاکستان آیا۔ اور واپسی کے لئے جب ایران پہنچا تو وہاں کی ایجنسیوں نے گرفتار کرکے امریکیوں کے حوالہ کردیا جو مجھے کابل لے آئے اور بغیر کچھ بتائے جیل بھیج دیا

وغسل کے لئے جانا پڑتا' وہ چاروں طرف سے بند اور تاریک غار نما کمرہ تھا۔ کئی میٹر فاصلے سے بدبو کے بھبھوکے ناک میں گھسنا شروع ہو جاتے۔ سب سے خوفناک بات یہ ہے کہ وہاں دکھائی نہ دیتا تھا۔

سوال۔ کیا آپ نے 77 دن تک غسل نہ کیا؟

جواب: میں تو زیادہ عرصے تک بغیر غسل کے رہ نہیں سکتا لہٰذا یخ پانی سے ہی غسل کر لیتا۔

سوال: وہاں آپ کو کھانا کیسا ملتا؟

ایک سال قید میں اذیتیں سہنے کے بعد ہمیں ایک امریکی ترجمان مہیا کیا گیا جو عربی کا ایک لفظ نہ جانتا تھا۔ وہ ہم سے پوچھتے تھے' ہم افغانستان کیوں آئے؟ ہم پاکستان کیوں گئے اور ایران کے بعد ہمارا کہاں جانے کا پروگرام تھا؟ انہیں ایک ایک لفظ سمجھانے کے لئے کئی مراحل سے گزرنا پڑتا

جواب: وہ ہمیں صبح کو ایک چھوٹی چپاتی دیتے اور دوسری شام کو دیتے۔ شاہی کھانا ہمیں دوپہر کو دیا جاتا جو پلاؤ کی چھوٹی پلیٹ پر مشتمل ہوتا۔ جس سے ایک بچہ اپنی بھوک مٹا سکتا تھا۔

سوال: اس کے بعد کیا ہوا؟

جواب: ہمیں ایک اور جیل میں منتقل کر دیا گیا جس کا نام جیل نمبر تین تھا۔

وہاں ہمیں علیحدہ علیحدہ چکیوں میں رکھا گیا۔ سابقہ شیڈول کے مطابق ہمیں کھانا دیا جاتا رہا لیکن وہاں کسی قسم کی طبی سہولتیں نہ تھیں۔

وہاں میرے معدہ میں سوزش پیدا ہوئی جس کا دو سال بعد علاج کیا گیا مجھے گوانٹاناموجا کر پتہ چلا کہ میں ہائی بلڈ پریشر کا بھی مریض بن چکا ہوں۔ اس عرصہ میں میرا وزن 40 کلوگرام کم ہوا۔ ہم اس دوران تمنا کرتے تھے کہ کاش کوئی شخص ہم سے آ کر یہ تو پوچھ لے کہ ہم یہاں کیوں آئے؟

ایک سال بعد امریکی فوجی تفتیش کے لئے آئے تو ان کے ساتھ امریکی ترجمان تھے جو عربی کا ایک لفظ نہ جانتے تھے۔ وہ ہم سے پوچھتے تھے کہ ہم افغانستان کیوں آئے؟ انہیں ایک ایک لفظ بڑی تگ و دو سے سمجھانا پڑتا ہمیں یقین ہو گیا کہ ہمارا انجام جیل ہے چاہے ہم گناہگار ٹھہرائے جائیں یا بے گناہ۔

سوال: وہ آپ سے کیا پوچھتے تھے؟

جواب: تفتیش کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ پاکستان جانے کا ہمارا مقصد کیا تھا؟ اور ایران ہم کیوں گئے تھے؟ اور اس کے بعد ہمارا کہاں جانے کا پروگرام تھا؟

جن خاص معلومات کی ہم سے تحقیق کی گئی وہ یہ تھیں کہ ہم القاعدہ کے متعلق اور اسامہ بن لادن کے متعلق کیا جانتے ہیں؟ اور ابومصعب الزرقاوی کون ہے؟ یہ نام میں نے پہلی بار امریکیوں سے سنے تھے نیز میں بھی اگرچہ زرقاء کا باشندہ تھا لیکن اپنی زندگی میں مجھے پہلی بار یہ معلوم ہوا کہ الزرقاوی بھی امریکیوں کو کوئی مطلوب شخص ہے۔ پھر ہمیں نئی چکیوں میں منتقل کر دیا گیا۔ وہ بھی تاریک تھیں وہاں ہمیں پہلی بار عراقی جیل ''ابوغریب'' میں ہونے والے مظالم سے واسطہ پڑا برہنہ کر کے نہایت قبیح انداز میں ہماری تصاویر بنائی جاتیں۔

ہمیں وہ زمین پر لٹا دیتے ہماری آنکھوں اور کانوں پر پٹی بندھی ہوتی۔ دو زنجیریں میرے ہاتھوں میں اور دو پاؤں میں ہوتیں۔ میں درحقیقت انگریزی کی سوجھ بوجھ رکھتا ہوں فوجی ہمیں ماؤں بہنوں اور بیویوں کی گالیاں دیتے۔ ہمارے چہروں پر تیز روشنی منعکس کرتے۔ ہمیں ذلت آمیز طریقے سے ٹھڈے مارتے اور نہایت فحش گفتگو کرتے۔ ہمارے اوپر کتے چھوڑے جاتے۔ جو خوفناک آواز میں ہمارے اردگرد بھونکتے۔ ہماری آنکھوں اور کانوں پر پٹی بندھی ہوتی اس لئے ہمیں کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ عنقریب کیا ہونے والا ہے۔ کتے میرا سینہ سونگھتے اور کچکچاتے اور میری اندرونی ٹانگیں چاٹتے میں تصور کرتا کہ اگلے لمحے کتا مجھے نازک اعضا سے محروم کر دے گا ہمارے قریب آرا مشین کے ذریعے لکڑیاں چیرتے اور اس شور کے درمیان ہمیں انسانی چیخ وپکار سنائی دیتی۔ مجھے وہم ہوتا کہ جلد یا بدیر مجھے بھی آرے سے چیر دیا جائے گا۔ پھر مجھے ایک کمرے میں لایا گیا۔ میری آنکھوں سے پٹی کھولی گئی تو میں نے اپنے سامنے ایک ریڈ انڈین امریکی فوجی دیکھا۔ وہ چیخ کر مجھے کہنے لگا تم اب امریکی شکنجے میں آ چکے ہو۔ تمہیں ہم بتائیں گے کہ امریکی شکنجہ کیسا ہوتا ہے اور تم مرتے دم تک یہیں رہو گے۔ اور تم کبھی اپنے اہل وعیال کو نہ دیکھ پاؤ گے۔

میں نے اس سے پوچھنے کا ارادہ کیا کہ ایسا کیوں ہو گا؟ اس نے مجھے فوراً چپ کرا دیا اور کہا اس جیل میں سوال اور بحث ممنوع ہے۔

مسلمانو! یہ وہ اندھی جمہوریت ہے جو امریکہ اسلامی ملکوں میں رائج کرنا چاہتا ہے۔

اس نے مجھے بتایا کہ اس جیل کے پانچ قانون یاد کر لو۔

1۔ کوئی ہمارے دین کو برا نہ کہے۔
2۔ کوئی سوال نہ کرے۔
3۔ کبھی بھی اپنے منہ سے ''نہ'' نہ کرو۔
4۔ کسی چیز پر اعتراض نہ کرو۔
5۔ کوئی چیز مت طلب کرو۔

پھر مجھے حکم دیا گیا کہ میرے پاس صرف دو منٹ کی مہلت ہے اپنے کپڑے اتار دو جبکہ میں ایسے کمرے میں تھا جو مرد وزن سے بھرا ہوا تھا۔ ہم نے بعد میں دستاویزی فلم میں دیکھا کہ ہمارے قریب کم از کم بیس مرد وزن موجود تھے جو انکھیوں سے ہمیں دیکھتے رہے۔

سوال: کیا آپ خوش دلی کے ساتھ برہنہ ہوئے؟

جواب نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میں مسلمان ہوں۔ میں کسی اور کی موجودگی میں اپنی خوشی کے ساتھ کپڑے کیسے اتارتا؟

انہوں نے زبردستی میرے کپڑے اتارے پھر ایک فوجی نے مجھے جکڑ لیا اور میرے پاؤں باندھے دوسرے فوجی نے برہنگی کی حالت میں مختلف زاویوں سے میری تصاویر اتاریں وہاں ایک امریکی ڈاکٹر بھی تھا جو ہر روز ہمارا ایک ہی ٹیسٹ لیتا۔ جونہی ہمارے لباس اتارے جاتے وہ ہماری جائے پاخانہ کا تفصیلی معائنہ ضرور کرتا۔ وہاں پر موجود فوجی مرد وزن ہم پر پھبتیاں کستے' ہنستے اور تحقیر آمیز طریقوں سے ہمیں تضحیک کا نشانہ بناتے۔

سوال: اس کے بعد کیا ہوا؟

ج: ہمیں جیل کا سرخ لباس دیا گیا۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہوئی جس پر رونا بھی آتا ہے اور ہنسی بھی آتی ہے کہ قد آور قیدیوں کو چھوٹا لباس دیا جاتا اور کوتاہ قد قیدیوں کو بڑا لباس دے دیا جاتا' پھر مجھے کہنے لگے تجھے آخری مہلت دی جاتی ہے کہ القاعدہ کے متعلق جو کچھ جانتے ہو بتا دو۔ میں نے ان کو کہا تم القاعدہ کے کسی فرد کے پاس چلے جاؤ اور اس سے یہ سوال کرو۔ میرے پاس القاعدہ کے متعلق کچھ نہیں۔

س: بگرام میں کونسی سہولیات آپ کو میسر تھیں؟

ج: وہاں ہمیں کھلی جگہ پر غسل کرنا پڑتا جہاں کوئی پردہ نہ ہوتا۔ قبل ازیں انہوں نے میری داڑھی اور میرے سارے بال مونڈ دیئے اور مجھے برہنہ کر دیا چاروں طرف سے شور ورغوغا اور نعرے بلند ہوئے۔

گوانٹاناموبے جیل میں ریڈ کراس کے نمائندوں کے سامنے ہمیں مارا پیٹا جاتا ہماری توہین کی جاتی تھی لیکن ریڈ کراس نے کبھی بھی دنیا والوں کو یہ خبریں نہیں بتائیں

اس کے علاوہ ایسی غیر اخلاقی شرمناک حرکتیں کی جاتیں جو ناقابل بیان اور ناقابل اشاعت ہیں۔

س: ان لمحات میں آپ کے کیا احساسات ہوتے تھے؟

ج: میرے احساسات یہ تھے کہ مجھ پر جو کچھ ظلم ہو رہا ہے صرف اس وجہ سے کہ میں مسلمان ہوں۔ مجھے یہ بھی احساس تھا کہ بالآخر مجھے قتل

باقی صفحہ 46 پر

آپ کے دینی مسائل

کتاب وسنت کی روشنی میں

مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

کیا عورت جماعت کرواسکتی ہے؟

س: کیا عورت جماعت کرواسکتی ہے اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث موجود ہے:

ج: عورت جماعت کرواسکتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ام ورقہ بنت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے۔

وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزُورُهَا فِي بَيْتِهَا وَجَعَلَ لَهَا مُؤَذِّنًا يُؤَذِّنُ لَهَا وَأَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ فَأَنَا رَأَيْتُ مُؤَذِّنَهَا شَيْخًا كَبِيرًا (سنن ابی داؤد باب امامۃ النساء ۵۹۲) قال الالبانی حسن

رسول اللہ ﷺ اس کی اس کے گھر میں زیارت کرتے تھے اور آپ نے اس کے لئے ایک مؤذن مقرر کردیا جو اس کے لئے اذان کہتا۔ آپ نے ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا وہ اپنے گھر والوں کی امامت کرائے۔ عبدالرحمٰن بن خلاد انصاری کہتے ہیں میں نے اس کے مؤذن کو دیکھا وہ بوڑھا آدمی تھا۔

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (۱۶۷۶) اور امام ابن الجارود (۳۳۳) نے صحیح قرار دیا ہے اور علامہ نیموی حنفی نے آثار السنن حدیث نمبر ۵۱۳ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ شیخ البانی نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے۔

بعض لوگوں نے اس کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے عبدالرحمٰن بن خلاد کو مجہول قرار دیا ہے لیکن ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے اس کی تصحیح کر کے توثیق کر دی ہے۔ اسی طرح ابن حبان نے بھی اس کی توثیق کی ہے۔ لہٰذا اس کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے۔ اور لیلیٰ بنت مالک نے اس کی متابعت بھی کر رکھی ہے۔

عورتوں کی امامت کے حوالے سے یہ بھی یاد رہے کہ سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا گھر کی خواتین کو ان کے درمیان کھڑے ہو کر فرض نماز کی امامت کرواتی تھیں۔ (عبدالرزاق (۵۰۸۶) ابن ابی شیبہ ۲/ ۸۹ بیہقی ۳/ ۱۳۱) نیموی نے آثار السنن (۵۱۴) اور ظفر احمد تھانوی نے اعلاء السنن ۴/ ۲۴۳ میں اس کی سند کو صحیح اور حسن قرار دیا ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے درمیان میں کھڑے ہو کر عصر کی نماز عورتوں کو پڑھائی تھی۔ (عبدالرزاق ۵۰۸۲ الاوسط لابن المنذر ۴/ ۷/ ۱۲۲ ابن ابی شیبہ ۲/ ۸۸ بیہقی ۳/ ۱۳۱)

بعض لوگ عورتوں کی امامت کے قائل نہیں ہیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ روایت پیش کرتے ہیں

لَا خَيْرَ فِي جَمَاعَةِ النِّسَاءِ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ أَوْ جَنَازَةِ قَتِيلٍ

مسجد اور کسی شہید کے جنازہ کے علاوہ عورتوں کی جماعت میں خیر نہیں ہے۔

طبرانی اوسط (۹۳۵۵) مسند احمد ۶/ ۶۶ (۲۴۸۸۰)

اس کی سند میں عبداللہ بن لھیعہ مختلط ومدلس ہے اور اس کے قدیم شاگردوں نے اس سے یہ روایت بیان نہیں کی۔

یہ روایت الوازع بن نافع کی سند سے طبرانی اوسط ۸/ ۶۴ (۷/ ۱۲۶) اور طبرانی کبیر (۱۲/ ۳۱۷) میں بھی موجود ہے لیکن الوازع بن نافع متروک راوی ہے۔

لہٰذا عورت کی امامت کی ممانعت پر کوئی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔ عورت اگر عورتوں کی جماعت کرانا چاہے تو درمیان میں کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکتی ہے اس میں کوئی قباحت نہیں۔

کیا قرآن مجید یا دیگر الہامی کتابوں کو زمین پر رکھ کر پڑھنا جائز ہے؟

س: کیا قرآن مجید یا دیگر آسمانی واسلامی کتب کو زمین پر رکھ دینا جائز ہے بعض لوگ اس بات کی پروا نہیں کرتے جہاں خود بیٹھے ہوتے ہیں اور وہاں زمین پر ہی قرآن پاک وغیرہ رکھ دیتے ہیں کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے:

ج: قرآن پاک ہو یا کوئی بھی اسلامی ودینی کتب ان کا ادب واحترام کرنا ہمارے اوپر لازم ہے۔ ہمیں ان کا ادب کرتے ہوئے بلند رکھنا چاہئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ آیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو وادی قف کی طرف دعوت دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں مدراس میں چلے گئے۔ انہوں نے کہا اے ابوالقاسم ہم میں سے ایک مرد نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا ہے ان کے درمیان فیصلہ کیجئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے لئے ایک تکیہ رکھا آپ اس پر بیٹھ گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ میرے پاس تورات لاؤ تورات لائی گئی۔ آپ نے اپنے نیچے سے تکیہ نکالا اور اس کے اوپر تورات رکھی پھر فرمایا: آمنت بك وبمن انزلك میں تیرے اوپر بھی ایمان لایا اور اس پر بھی جس نے تجھے نازل کیا ہے۔ پھر فرمایا میرے پاس اپنے سب سے زیادہ علم والے کو لاؤ۔ ایک نوجوان کو لایا گیا۔ پھر آگے رجم کا قصہ ذکر کیا گیا ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی رجم الیہودیین رقم (۴۴۴۹)

شیخ الالبانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ یہ روایت ہشام بن سعد کی وجہ سے حسن ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ توراۃ جو آسمانی کتاب تھی نبی ﷺ نے اس کا ادب کرتے ہوئے اسے تکیے پر رکھا۔ قرآن حکیم تو اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان والی کتاب ہے اس کا ادب کرنا تو بالاولیٰ ضروری ٹھہرا۔ اس لئے قرآن پاک کا ادب کرتے ہوئے اسے زمین پر نہ رکھا جائے بلکہ اس کو کسی بلند جگہ پر رکھا جائے تاکہ اس کی توہین سے اجتناب ہو سکے۔

حجیت حدیث

چوتھا سوال

بسلسلہ حدیث بھی وحی الٰہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر کیا ظاہر کیا تھا

انکار حدیث کے مسئلہ پر ایک رہنما سلسلہ

قسط نمبر 4

تحریر و تحقیق: اعجاز احمد تنویر

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ قَدۡ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمۡ تَحِلَّةَ اَیۡمَانِكُمۡ ۚ وَاللّٰهُ مَوۡلٰىكُمۡ ۚ وَهُوَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَكِیۡمُ ۝ وَاِذۡ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعۡضِ اَزۡوَاجِهٖ حَدِیۡثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتۡ بِهٖ وَاَظۡهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیۡهِ عَرَّفَ بَعۡضَهٗ وَاَعۡرَضَ عَنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتۡ مَنۡ اَنۡۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الۡعَلِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ۝ اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَی اللّٰهِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا ۚ وَاِنۡ تَظٰهَرَا عَلَیۡهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوۡلٰىهُ وَجِبۡرِیۡلُ وَصَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۚ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ بَعۡدَ ذٰلِكَ ظَهِیۡرٌ ﴾ [التحریم=٦٦: ١-٤]

”اے نبی ﷺ! جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں؟ (کیا) آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے ۝ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قسموں کو کھول دینا (یعنی قسموں سے نکل جانے کا طریقہ) بیان کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے اور وہی (پورے) علم والا اور حکمت والا ہے ۝ اور یاد کیجیے جب نبی ﷺ نے اپنی بعض بیویوں سے ایک راز والی بات کہی تھی۔ پس جب اس (بیوی) نے اس (راز والی بات) کو آگے بیان کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنے نبی ﷺ کو آگاہ کر دیا (کہ آپ کے راز کو آپ کی بیوی نے افشاء کر دیا ہے تو نبی ﷺ نے جب اپنی اس بیوی سے جس سے راز والی بات کہی تھی، دریافت کیا تو دریافت کرتے وقت بھی) تھوڑی سی بات تو بتا دی اور تھوڑی سی ٹال گئے۔ پھر جب نبی ﷺ نے اپنی بیوی کو وہ بات بتائی تو وہ کہنے لگی، اس کی خبر آپ کو کس نے دی ہے۔ (نبی ﷺ نے) کہا! مجھے سب کچھ جاننے والے اور پوری خبر رکھنے والے اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتائی ہے ۝ (اے نبی ﷺ کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کر لو (تو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے) یقیناً تمہارے دل جھک پڑے ہیں۔ اور اگر تم نبی ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی تو یقیناً اس (نبی ﷺ کا) کارساز اللہ تعالیٰ ہے، جبریل علیہ السلام ہیں، نیک اہل ایمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی (اس کی) مدد کرنے والے ہیں ۝“

وضاحت:

مذکورۃ الصدر آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور ان کی ازواج مطہرات کے متعلق ایک نجی اور خانگی معاملہ کو زیر بحث لاتے ہوئے چند اہم مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔ ان چند اہم مسائل میں سے کچھ ایسے مسائل بھی واضح ہوتے ہیں جن کا تعلق حجیت حدیث سے ہے۔ حجیت حدیث کے حوالے سے ہمارا مؤقف، نظریہ اور عقیدہ ہے کہ حدیث اور سنت رسول ﷺ قرآن مجید کی تشریح و توضیح ہے جو کہ قرآن مجید کے مفاہیم و مطالب کو واضح کرتی ہے۔ قرآن مجید کو بغیر حدیث و سنت کے سمجھنا اور اس پر عمل ممکن ہی نہیں ہے۔ اسی طرح ہمارا موقف نظریہ اور عقیدہ یہ بھی ہے کہ جس طرح قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا تھا، اسی طرح حدیث رسول ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ قرآن وحی جلی ہے اور حدیث وحی خفی ہے۔

اس آیت پر طائرانہ نگاہ ڈالنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ واقعتاً حدیث رسول ﷺ قرآن مجید کی تفسیر و تشریح ہے۔ بہت سارے ایسے معاملات ہیں جو صرف حدیث رسول ﷺ سے ہی کلیئر (Clear) ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا:

☆ اے نبی ﷺ! جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کر دیا ہے، اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں؟“

☆ وہ کونسی چیز ہے جس کو نبی ﷺ نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا؟ قرآن مجید اس بارے خاموش ہے جب کہ حدیث میں اس کا تذکرہ ہے۔

☆ اور جب نبی ﷺ نے اپنی بعض بیویوں سے راز کی ایک بات کہی تھی، وہ کونسی راز کی بات تھی؟ اور کس بیوی سے کہی تھی؟ قرآن مجید اس بارے خاموش ہے جب کہ حدیث رسول ﷺ میں الحمد للہ ان تمام باتوں کی وضاحت موجود ہے۔

☆ ”پس جب اس راز کی بات کو بیوی نے آگے بیان کر دیا۔“ جس زوجہ محترمہ کے پاس رسول اللہ ﷺ نے راز والی بات کہی تھی، اس نے آگے کس بیوی کو بات بیان کی تھی؟ قرآن مجید اس سوال کا جواب بھی پیش نہیں کر رہا۔

☆ ”اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اس پر آگاہ کر دیا“

☆ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی کو اس پر آگاہ کر دیا کہ آپ کا رکھا ہوا راز افشاء ہو چکا ہے۔ آپ نے جس بیوی کو کہا تھا، میری یہ بات آگے کسی کو بیان نہ کرنا، اس نے آگے بیان کر دی۔ اس آگاہی پر مشتمل کوئی آیت قرآن مجید میں موجود نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی وحی کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے باتیں کرتا اور بتاتا تھا۔

☆ پھر جب نبی ﷺ نے اپنی بیوی کو وہ بات بتائی تو وہ کہنے لگی کہ آپ کو اس کی خبر کس نے دی ہے؟ اس بیوی کا اسم گرامی کیا ہے؟ قرآن مجید نے واضح نہیں کیا جب کہ حدیث میں نام کی وضاحت بھی موجود ہے۔

☆ "(اے نبی ﷺ کی دونوں بیویو!) اگر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو (تو بہت بہتر ہے) یقیناً تمہارے دل جھک پڑے ہیں۔ اگر تم نبی ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کروگی تو اللہ تعالیٰ اس کا کارساز ہے۔"

☆ یہ دونوں بیویاں کون تھیں جن کو توبہ کرنے کا حکم الٰہی مل رہا تھا اور جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہی تھی؟ قرآن مجید اس بارے بھی خاموش ہے۔

الغرض ایسے بے شمار سوالات ہیں جو ایک عام قاریٔ قرآن کو مطالعہ قرآن کے وقت درپیش آتے ہیں مگر ان کے جوابات صرف اور صرف حدیث رسول ﷺ سے ہی مل سکتے ہیں۔

کونسی چیز رسول اکرم ﷺ نے اپنے اوپر حرام کی تھی؟

اس بارے احادیث رسول میں دو چیزوں کا تذکرہ ملتا ہے:

۱۔ تحریم عسل یعنی شہد حرام کرنے کا واقعہ

۲۔ تحریم ماریہ: سیدہ ماریہ قبطیہ ؓ کو حرام کرنے کا واقعہ

پہلا شان نزول: تحریم عسل کا واقعہ:

شہد حرام کرنے کے بارے میں بھی دو قسم کی روایات کتب احادیث میں مروی ہیں اور دونوں قسم کی روایات ہی بالکل صحیح ہیں۔

پہلی قسم کی روایات:

صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن النسائی اور دوسری متعدد کتب احادیث میں یہ واقعہ مروی ہے جس کو سیدہ عائشہ ؓ یوں بیان کرتی ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ وَ يَمْكُثُ عِنْدَهَا فَوَاطَأْتُ أَنَا وَ حَفْصَةُ عَنْ: أَيَّتُنَا دَخَلَ عَلَيْهَا فَلْتَقُلْ لَهُ: أَكَلْتَ مَغَافِيْرَ؟ إِنِّيْ أَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ قَالَ: "لَا" وَ لٰكِنِّيْ كُنْتُ أَشْرَبُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ ابْنَةِ جَحْشٍ فَلَنْ أَعُوْدَ لَهُ ۔ وَ قَدْ حَلَفْتُ لَا تُخْبِرِيْ بِذَالِكَ أَحَدًا))

"رسول اکرم ﷺ سیدہ زینب بنت جحش ؓ کے گھر سے شہد نوش فرماتے اور کافی کافی دیر وہیں ٹھہرے رہتے۔ (جس کی وجہ سے مجھے اس پر رشک ہوا کہ آپ ﷺ وہاں اتنی زیادہ دیر کیوں ٹھہرتے ہیں؟)۔ لہٰذا میں نے اور سیدہ حفصہ ؓ نے مل کر اس بارے متفقہ پروگرام تشکیل دیا۔ وہ پروگرام یہ تھا (سیدہ زینب کے پاس سے شہد پی کر) ہم میں سے جس بیوی کے پاس بھی رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو ہم میں سے ہر ایک یہی بات کہے: (یا رسول اللہ!) کیا آپ نے مغافیر کھائی ہے؟ کیوں کہ آپ کے مونہہ مبارک سے مغافیر کی بو آرہی ہے (مغافیر ایک خاص بوٹی ہوتی ہے۔ جس میں سے ایک ایسا گوند نکلتا ہے جس میں سے کچھ بو (Smell) سی آتی ہے چنانچہ جب رسول اکرم ﷺ ہم میں سے کسی کے پاس تشریف لائے تو منصوبے کے تحت یہی کہا گیا جو طے پایا تھا۔ آپ ﷺ چونکہ بدبو کو بہت ناپسند کرتے تھے) رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے مغافیر نہیں کھائی البتہ زینب بنت جحش ؓ کے پاس سے شہد پیا تھا لیکن اب اسے بھی ہرگز نہیں پیوں گا۔ میں یہ بات قسم اٹھا کر کہتا ہوں لیکن تم اس کا آگے کسی سے تذکرہ نہ کرنا (کہ میں نے شہد نہ پینے کی قسم کھالی ہے)

(حوالہ / صحیح البخاری = کتاب التفسیر / تفسیر سورة التحريم: باب ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ﴾ (التحريم: ۱)، الحديث: ۴۹۱۲)

سیدہ زینب بنت جحش ؓ کے ہاں شہد پینے کے واقعہ کو امام بخاری ؒ نے ایک اور سند سے کتاب الطلاق میں سیدہ عائشہ ؓ کی زبانی یوں بھی بیان فرمایا ہے:

((أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْكُثُ عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَ يَشْرَبُ عِنْدَهَا عَسَلًا، فَتَوَاصَيْتُ أَنَا وَ حَفْصَةُ: أَنَّ أَيَّتَنَا دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَلْتَقُلْ: إِنِّيْ لَأَجِدُ مِنْكَ رِيْحَ مَغَافِيْرَ، أَكَلْتَ مَغَافِيْرَ؟ فَدَخَلَ عَلٰى إِحْدَاهُمَا فَقَالَتْ لَهُ ذَالِكَ فَقَالَ: "لَا بَأْسَ! شَرِبْتُ عَسَلًا عِنْدَ زَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ وَ لَنْ أَعُوْدَ لَهُ فَنَزَلَتْ: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ إِنْ تَتُوْبَاۤ إِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ إِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمَلَآئِكَةُ بَعْدَ ذَالِكَ ظَهِيْرٌ o﴾ (التحريم: ۱-۴) لِعَائِشَةَ وَ حَفْصَةَ ﴿ وَ إِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلٰى بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيْثًا﴾ لِقَوْلِهِ "بَلْ شَرِبْتُ عَسَلًا"

"نبی اکرم ﷺ ام المؤمنین سیدہ زینب ؓ کے ہاں ٹھہرتے تھے اور ان کے ہاں سے شہد نوش فرماتے تھے۔ چنانچہ میں نے اور سیدہ حفصہ ؓ نے مل کر پروگرام بنایا کہ رسول اللہ ﷺ ہم میں سے جس کے پاس بھی تشریف لائیں تو آپ ﷺ سے کہا جائے کہ آپ کے مونہہ مبارک سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ کیا آپ ﷺ نے مغافیر کھائی ہے؟ بعد ازاں رسول اللہ ﷺ ہم میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو ہم میں سے جس کے پاس تشریف لائے تھے اس نے یہی کہا۔ جواباً رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے مغافیر تو نہیں کھائی ہاں البتہ میں نے زینب بنت جحش ؓ کے پاس سے شہد پیا ہے۔ (اب یہ عزم کرتا ہوں اور اس عزم پر قسم بھی اٹھاتا ہوں کہ) آئندہ نہیں پیوں گا۔ اس وقت سورۃ التحریم کی یہ آیات نازل ہوئیں جن کا ترجمہ یوں ہے:

"اے نبی ﷺ! جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کردیا ہے۔ اسے آپ کیوں حرام کرتے ہیں؟...... اے نبی ﷺ کی بیویو! اگر تم دونوں اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو (تو بہت بہتر ہے) یقیناً تمہارے دل جھک چکے ہیں اور اگر تم نبی ﷺ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کروگی تو پس یقیناً اس (نبی) کا کارساز اللہ تعالیٰ ہے، جبریل ؑ ہیں اور نیک ایمان دار ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی (اس کی) مدد کرنے والے ہیں۔"

سیدہ عائشہ ؓ خود بیان کرتی ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جن دو بیویوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "اے نبی ﷺ کی دونوں بیویو! ان دونوں بیویوں سے مراد ایک عائشہ (ؓ) (یعنی میں خود) ہیں۔ اور دوسری سیدہ حفصہ ؓ ہیں۔ اس کے بعد سیدہ عائشہ ؓ یہ بھی وضاحت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ "اور جب نبی ﷺ اپنی بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات بطور راز کے ارشاد فرمارہے تھے" اس پوشیدہ راز سے آپ کی یہی بات مراد ہے کہ میں نے شہد پیا ہے (اب آئندہ نہیں پیوں گا، تو یہ بات کسی کو نہ بتانا)

(حوالہ / صحیح البخاری= کتاب الطلاق: باب ﴿لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ...... ﴾ ، الحديث: ۵۲۶۷+ صحیح مسلم = کتاب الطّلاق: باب وجوب الكفّارة على من حرّم امرأته و لم ينو الطّلاق ،الحديث: ۱۴۷۴)

مذکورہ دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ جس زوجۂ محترمہ کے پاس جا کر رسول اللہ ﷺ شہد نوش فرماتے تھے ان کا اسم گرامی سیدہ زینب بنت جحش ؓ ہے۔

سیدہ زینب بنت جحش ؓ کا مختصر تعارف:

سیدہ زینب بنت جحش ؓ کی والدہ کا نام امیمہ تھا اور وہ آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب کی بیٹی تھی۔ اس لحاظ سے امیمہ بنت عبدالمطلب رسول اکرم ﷺ کی پھوپھو تھیں اور سیدہ زینب بنت جحش ؓ رسول اکرم ﷺ کی پھوپھو زاد بہن (First Cousin) تھیں۔

پہلے سیدہ زینب کا نکاح سیدنا زید بن حارثہ ؓ سے ہوا تھا جو رسول اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ پھر سیدنا زید ؓ نے سیدہ زینب ؓ کو طلاق دے دی تھی۔ اس کے بعد سن آٹھ ہجری کو رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں داخل ہوئیں اور ام المومنین کا شرف پایا۔ سیدہ زینب ؓ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلے دنیا سے رخصت ہونے والی آپ کی زوجۂ محترمہ ہیں۔

ازواجی رقابت ایک فطری اور بشری معاملہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا سیدہ زینب ؓ کے پاس زیادہ دیر ٹھہرنا سیدہ عائشہ ؓ کو اچھا نہ لگا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سیدہ عائشہ ؓ سیدہ زینب ؓ کے بارے فرمایا کرتی تھیں:

"سیدہ زینب ؓ سب سے زیادہ دیندار، سب سے بڑھ کر تقویٰ شعار اور سب سے زیادہ سچ بولنے والی ہیں۔"

سیدہ زینب ؓ کو ایک یہ بھی عظیم شرف حاصل ہے کہ ان

باقی صفحہ 47 پر ملاحظہ فرمائیں

فضائل ومسائل رمضان المبارک

تحریر وتحقیق مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے بہت خصائل و فضائل کی وجہ سے دوسرے مہینوں کے مقابلے میں ایک ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ اس کے آغاز سے ہی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ گمراہ کن شیاطین اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ نیکی و خیرات' تلاوت قرآن مجید' ذکر باری تعالیٰ' انفاق فی سبیل اللہ' قیام اللیل اور دیگر نیک اعمال میں بکثرت حصہ لیتے ہیں اس ماہ مبارک کی آمد پر مساجد کی رونق اس قدر دو بالا ہوتی ہے کہ باقی ایام میں اتنی رونق دکھائی نہیں دیتی۔ اس مہینے میں عبادت گزار مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ اور نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے اس مہینے میں لیلۃ القدر وہ عظیم رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر عبادت کے اجر و ثواب کو متضمن ہے۔ غرض جتنے فضائل اس ماہ کو حاصل ہیں وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ پھر بھی اس شخص سے بڑا بد نصیب کون ہوگا جو اس ماہ مبارک کے انوار و تجلیات سے بہرہ مند نہیں ہوتا اور نیکیوں کے اس موسم بہار میں بھی اس کے فکر و نظر اور عقیدہ و عمل کی ویرانی نہیں جاتی۔

اس ماہ کی چند ایک اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

رمضان شہر القرآن

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید کو نازل کرنے کے لئے اس مبارک مہینے کا انتخاب کیا ہے۔ اس لئے قرآن مجید کا رمضان المبارک سے گہرا تعلق ہے۔ جسے ھدی للناس اور شفاء المؤمنین بنایا جس کے مد مقابل آج تک کوئی کتاب نہیں پائی گئی اور نہ ہی قیامت تک کوئی ایسی کتاب لا سکتا ہے' جس کا ایک ایک حرف لاریب فیہ اور اعجاز سے بھرا پڑا ہو۔ صراط مستقیم اور ہدایت کی راہ کو واضح کرتی ہے اور مومنین کیلئے سراپا رحمت و نور ہے جسے رمضان المبارک کی خیر و برکت سے پر عظمت رات کو نازل کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل میں تمیز کی نشانیاں ہیں تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پالے تو اسے روزے رکھنے چاہئیں۔

قرآن کریم کو اس ماہ مبارک کی لیلۃ القدر میں ایک ہی مرتبہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کیا گیا پھر حسب ضرورت نبی ﷺ پر نازل ہوتا رہا ہے۔

رمضان المبارک اور عمرہ

سیدنا عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری عورت سے کہا: (ابن عباس نے اس کا نام لیا لیکن میں اس عورت کا نام بھول گیا ہوں) تمہیں ہمارے ساتھ حج پر جانے میں کون سی چیز مانع ہے تو اس عورت نے کہا ہمارے پاس صرف دو اونٹ ہیں ایک پر میرا شوہر اور بیٹا دونوں حج پر گئے ہیں اور ہمارے پاس باقی ایک اونٹ ہے جس پر ہم پانی وغیرہ لاد کر لاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے کہا

فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِي فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً

جب رمضان المبارک کا مہینہ آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان المبارک کا عمرہ حج کے برابر ثواب رکھتا ہے۔" (صحیح مسلم ح ۳۰۲۸/)

جنت کے دروازوں کا کھلنا اور دوزخ کے دروازوں کا بند ہونا

رمضان المبارک کی آمد ہوتے ہی روئے زمین سے شر میں کمی واقع ہو جاتی ہے اس لئے کہ شیاطین سرکش جنوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور جس قدر وہ غیر رمضان میں فساد برپا کرتے ہیں اس ماہ مبارک میں نہیں کر پاتے اور لوگ روزہ' تلاوت قرآن اور تمام ایسی عبادات میں مشغول ہوتے ہیں جو نفس کی تہذیب و تعمیر کرتی ہیں' سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتْ الشَّيَاطِينُ

جب ماہ رمضان المبارک کی آمد ہوتی ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ (بخاری ح ۳۲۷۷)

اور یہ سارے معاملات رمضان کی پہلی رات کو ہی انجام پا جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس ماہ کی ہر رات اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں جیسا کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِّحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِي مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَلِلَّهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَلِكَ كُلُّ لَيْلَةٍ

جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور آگ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا اور آواز لگانے والا آواز دیتا ہے اے خیر کے طالب آگے بڑھ اور اے برائی کے طالب رک جا اور اللہ کے لئے کچھ لوگ آگ سے آزاد کئے جاتے ہیں اور یہ (آزادی کا عمل) ہر رات ہوتا رہتا ہے۔ (ترمذی ح ۶۷۲)

رمضان شہر الجہاد

جہاد اسلام کی کوہان اور چوٹی ہے تا قیامت دین اسلام کی حفاظت کے لئے ایک ایک رکن و عمل کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ عمل بہت فضیلت و عظمت کا حامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے افضل اعمال کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا

إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قِيلَ ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَبْرُورٌ

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور حج مبرور کرنا۔ (بخاری ح /۱۵۱۹)

صحیح بخاری میں ہی سیدنا ابوھریر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ أَعَدَّهَا اللَّهُ لِلْمُجَاهِدِينَ

فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْأَلُوهُ الْفِرْدَوْسَ فَإِنَّهُ أَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَأَعْلَى الْجَنَّةِ

جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لئے تیار کیا ہے ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں ہے تو اللہ سے جب تم سوال کرو تو فردوس مانگو فردوس جنت کا سب سے اونچا اور بیچ کا حصہ ہے۔ (بخاری ح/۲۷۹۰)

ماہ رمضان المبارک رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے لے کر سلف صالحین تک جہادی تاریخ سے بھرا پڑا ہے۔ اور اسلام کے دو عظیم معرکے جو جناب رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں لڑے گئے' وہ اسی جہادی مہینے میں ہوئے جن میں پہلا معرکہ جو غزوہ بدر کبریٰ کے نام سے موسوم ہے اسی ماہ کی سترہ تاریخ کو لڑا گیا جس سے اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کے درمیان فرق واضح کردیا اور یہ غزوہ جناب رسول اللہ ﷺ اور اس میں شرکت کرنے والے مومنین کے لئے عظیم خوشخبری ثابت ہوا کہ اللہ نے انہیں آج سے معاف کردیا وہ جیسے بھی عمل کریں ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور دنیا میں ہی انہیں جنت کے سرٹیفکیٹ جاری کردیئے اور یقیناً یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں جہاد و قربانی کا ثمرہ ہے اور دوسرا معرکہ بھی اسی ماہ رمضان میں لڑا گیا جو فتح مکہ کے نام سے موسوم ہے یہ بھی خطرناک اور اہم ترین معرکوں میں سے ایک تھا کیونکہ مکہ جزیرہ عربستان کا مرکز تھا اور اسلام کے اہم رکن حج و عمرہ کی ادائیگی کا ماویٰ و مکان اور مرجع الخلائق ہے ان کے علاوہ تاریخ اسلامی ایسے بے شمار معرکوں سے بھری پڑی ہے جو اس پر عظمت مہینے میں لڑے گئے تھے۔

لیکن آج مسلمانوں کے ایک طبقہ کے ہاں یہ سارے مفہوم الٹ ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان کے ہاں رمضان المبارک کو جہاد و قربانی کا مہینہ شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ ان کے ہاں یہ مہینہ صرف سستی و کاہلی اور بے جا نیند و استراحت جیسے بے مقصد اہداف پر مشتمل ہو کر رہ گیا ہے۔ بلاشبہ یہ ان کی طرف سے بڑی بھول اور فضول نظریہ ہے۔ تو ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اس عقیدہ و نظریہ کو درست کریں اور اس ماہ مبارک میں جہاد جیسے عظیم عمل کی آبیاری کے لئے خصوصاً اور باقی ایام میں عموماً کوشاں ہوں اور وہ دعوت و صحافت کا میدان ہو یا جہاد کے محاذ' وہ اپنے وسائل کو بروئے کار لائیں۔ آج بھی الحمد للہ کتنے ہی اہل توحید پختہ عقیدہ کے مالک فدائیان اسلام 'اسلام کی سربلندی' اعلائے کلمۃ اللہ اور غلبہ دین کیلئے رب کائنات کے حکم اور امام المجاہدین محمد ﷺ کی سنت کے مطابق اپنا مال و جان پیش کر رہے ہیں جو کشمیر' فلسطین' اریٹریا' شیشان' فلپائن وغیرہ مقبوضہ علاقوں میں اللہ اور دین اسلام کے دشمن ظالم ہندو بنیا' یہود و نصاریٰ سے مصروف جہاد ہیں۔ یہ مجاہدین ان کٹھن حالات میں بے سروسامانی میں بھی طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما ہیں' اہل ایمان سے دعا اور مالی و جانی تعاون اور مختلف دوسرے وسائل کے طلب گار ہیں۔ قبل اس کے کہ جو مشکل وقت ان پر آیا ہوا ہے وہ کسی اور پر آئے ان کی دل کھول کر مالی و جانی مدد کی جائے خصوصاً رمضان جیسے بابرکت مہینے میں جس میں ہر نیکی کا اجر دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے۔

رمضان کے روزوں کی فضیلت:

رمضان کے روزے افضل ترین عبادت الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام سابقہ امتوں پر بھی اس کے روزے فرض قرار دیئے جس کی وجہ سے ان کو متقی بنانا تھا اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے جملہ احکامات پر عمل پیرا ہو اور جن کاموں سے اسے منع کیا گیا ہے ان سے رک جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورة بقره ۱۸۳)

اے ایمان والوں تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو"

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

قَالَ اللّٰهُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي امْرُؤٌ صَائِمٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ابن آدم کے ہر عمل کا صلہ (دس گنا سے سات سو گنا تک) ہے مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا' روزہ (گناہوں سے بچنے کیلئے) ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو نہ جھگڑا کرے نہ فحش کلامی کرے۔ اگر کوئی اسے گالی دے یا مارے پیٹے تو کہہ دے میں روزے سے ہوں اور قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے پاکیزہ ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ہوتی ہیں۔ ایک افطاری کے وقت' دوسری (روزے کی جزاء کے لئے) اپنے رب سے ملاقات کے وقت ہوگی۔ (بخاری ح/۱۹۰۴)

یہ حدیث مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر روزوں کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے۔

ا۔ عبادت صیام کی جزاء و ثواب کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے اور فرمایا "الصوم لی وانا اجزی بہ" جس سے روزوں کی عظمت و اشرفیت معلوم ہوتی ہے کیونکہ روزہ بندے اور اس کے رب کے درمیان ایک پوشیدہ امر ہے جس پر اس کے علاوہ کوئی اور مطلع نہیں ہو سکتا اور اس عبادت میں کس قدر اخلاص ہے کہ روزہ دار استطاعت کے باوجود خفیہ اپنا روزہ نہیں توڑتا اسے معلوم ہے کہ رب تعالیٰ اس کے ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے۔

۲۔ روزہ ڈھال ہے' قیامت کے دن روزہ اپنے صاحب کے لئے شفاعت کرے گا اور آگ سے اس کے لئے ڈھال ہوگا۔

۳۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے پاکیزہ ہے یہ بو معدہ کے خوراک سے خالی ہونے کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ بو مخلوق کے ہاں ناگوار لیکن خالق حقیقی کے ہاں بہت محبوب ہے۔

۴۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ایک طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک افطاری کے وقت اور دوسری حقیقی خوشی قیامت کے دن اللہ کے ہاں اپنے اعمال حسنہ کی پوری پوری جزاء کے ملنے سے جس دن کوئی دوسری چیز کام نہیں آئے گی۔

(يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ (۸۸) إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (۸۹) (سورہ شعراء ۸۹)

"جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے"

روزہ شہوات سے بچنے کا علاج ہے:

بخاری و مسلم میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ

اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جو شادی کے اسباب کی طاقت رکھتا ہو اسے ضرور شادی کرنی چاہئے اور جو استطاعت نہیں رکھتا اس پر روزہ رکھنا ضروری ہے کیونکہ روزہ اس کی شہوت کو توڑنے والا ہے۔ (بخاری ح ۵۰۶۵۔ مسلم ح/۱۴۰۰)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نوجوانوں کی ایسی جماعت جو شادی کرنے کی طاقت نہیں رکھتی انہیں زیادہ سے زیادہ روزے رکھنے کا حکم دیا ہے کہ وہ روزہ رکھنے سے اپنی شہوت پر قابو پائیں کیونکہ روزہ شہوت کو عارضی طور پر کچل دیتا ہے۔

روزہ جنت میں داخلے کا راستہ ہے

روزہ دار کے لئے جنت میں داخلے کیلئے ایک خاص دروازہ ہے' بخاری و مسلم میں سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

إِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ أَيْنَ الصَّائِمُونَ فَيَقُومُونَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ فَإِذَا دَخَلُوا أُغْلِقَ فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ

جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو ریان کہتے ہیں روزہ دار لوگ جنت میں اس دروازہ سے جائیں گے' پکارا جائے گا روزہ

دار کہاں ہیں وہ اٹھ کھڑے ہوں گے ان کے سوا اس میں کوئی اور نہ جائے گا جب وہ جا چکیں گے تو یہ دروازہ بند ہو جائے گا کوئی اور اس میں نہ جا سکے گا۔ (بخاری ح/۱۸۹۶۔ مسلم ح ۱۱۵۲)

روزہ گناہوں سے مغفرت اور کفارہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ (سورہ ھود ۱۱۴)

یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں"

اور روزہ میں بہت قسم قسم کی نیکیاں پائی جاتی ہیں جو گناہوں کا کفارہ ہوں گی۔ ان شاء اللہ (بخاری ومسلم) میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَنَفْسِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ يُكَفِّرُهَا الصِّيَامُ وَالصَّلَاةُ وَالصَّدَقَةُ (بخاری ح/۵۲۵)

کسی آدمی کے گھر اہل و مال، اولاد اور اس کے پڑوسی کے (حقوق کی ادائیگی میں) کمی کا کفارہ روزے، نماز اور صدقہ و خیرات بنتے ہیں۔

اور سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

جس نے رمضان المبارک کے روزے ایمان اور ثواب سمجھ کر رکھے اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے گئے۔ (بخاری ح/۳۸)

ابوھریرہ رضی اللہ ہی سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ (مسلم ح/۲۳۳)

پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک بشرطیکہ وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہو،

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ روزہ گناہوں سے مغفرت و کفارہ کا سبب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے کیونکہ کبیرہ گناہ صرف سچی توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔

روزہ دار کے اوصاف

روزہ دار کو چاہئے کہ وہ تمام امور زندگی میں دین اسلام کو پیش نظر رکھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت سے بال بال بچے، قول و عمل میں جھوٹ، غیبت، چغل خوری، گالی گلوچ، لوگوں پر زیادتی، خیانت، دھوکا بازی، ناجائز طریقہ سے مال جمع کرنا، فہم وبصیرت کے ہوتے ہوئے قول و عمل میں جہالت سے کام لینا وغیرہ رذائل سے اجتناب کرے ورنہ اللہ کو روزے دار کے بھوکے پیاسے رہنے سے کوئی سروکار نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

جو شخص قول و عمل میں جھوٹ، جہالت کے کام نہیں چھوڑتا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ (بخاری ح/۶۰۵۷)

فقہ الصوم

فرضیت روزہ:

روزہ اسلام کے ارکان خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے جس کے بجا لانے کا اہل اسلام کو حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورۃ بقرہ ۱۸۳)

اے ایمان والو تم پر روزے لکھ دیئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلی امتوں پر لکھے گئے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو،

دوسرے مقام پر فرمایا

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورۃ بقرہ ۱۸۵)

تم میں سے جو رمضان المبارک کے مہینے کو پالے تو اسے اس کے روزے رکھنے چاہئیں۔

فلیصمہ کی ضمیر منصوب یہاں مفعول بہ واقع ہو کر تمام مہینہ کے روزوں کی فرضیت ثابت کر رہی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا، اور حج بیت اللہ کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ (بخاری ح/۸)

اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور کہا مجھ کو کوئی ایسا عمل بتلا دیں کہ جس پر میں عمل پیرا ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں، تو آپ نے فرمایا۔

تَعْبُدُ اللَّهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ

تو صرف اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، فرضی نماز قائم کر، اور فرضی زکوٰۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔ (بخاری ح/۱۳۹۷)

مذکورہ بالا حدیث میں حج کا ذکر نہیں ہوا اس لئے کہ وہ اعرابی ان دنوں حالت احرام میں ہی تھا جب یہ سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کے پیش نظر حج کا ذکر نہیں کیا۔ (فتح الباری)

اور تمام مسلمانوں کا رمضان کے روزوں کی فرضیت پر اجماع ہے جبکہ اس کا انکاری کافر و مرتد ہے الا یہ کہ جہالت کی بنا پر انکار کر بیٹھے۔ اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر وہ توبہ کر لے تو درست ورنہ اسے حالت کفر میں قتل کیا جائے گا ان آیات و احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے بھی دوسری عبادات کی طرح اہل ایمان پر فرض ہیں۔

رمضان کے روزے کس پر فرض ہیں؟

رمضان المبارک کے روزے مسلمان، مکلف، بالغ، عاقل، آدمی پر سال میں ایک مرتبہ فرض ہیں جبکہ اس کے علاوہ نفلی روزے رکھنا بھی مسنون ہے۔

ملاحظہ: کافر پر روزے فرض نہیں اور نہ ہی اس سے قبول ہوں گے یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کر لے۔

بچوں پر بھی روزے فرض نہیں جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائیں ہاں اگر وہ بغیر کسی مشقت و تکلیف کے اس کی طاقت رکھتے ہوں تو ان کو روزے رکھوائے جاسکتے ہیں تاکہ وہ اس کے عادی ہو جائیں۔

روزے کب فرض ہوئے؟

محدث امیر یمانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

کان مبدا فرضه فی السنة الثانيه من الهجرة

روزے کی فرضیت کی ابتداء سن دو ہجری میں ہوئی (سبل السلام)

اور رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کے بعد نو دفعہ اس مبارک مہینے کے روزے رکھے۔

روزے کا معنی و مفہوم:

لغت عربی میں صوم و صیام کا معنی مطلق رکنا کے ہیں۔

امام ابو عبید رحمہ اللہ نے لکھا:

کل ممسک عن کلام او طعام او سیر فهو صائم. (مختار الصحاح)

ہر اس شخص کو جو بات کرنے یا کھانے سے یا سفر کرنے سے رک جائے اسے صائم کہتے ہیں۔

اور امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے لکھا۔

الصوم فی الاصل الامساک عن الفعل

کہ صوم اصل میں کام سے رک جانے کو کہتے ہیں۔ (فتح الباری)

اور اسی سے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (انی نذرت للرحمن صوما) اے مریم صدیقہ تم کہہ دینا کہ میں نے رحمان

کے لئے بات کرنے سے رک جانے کی نذر مانی ہے۔ (مریم)

اور شریعت اسلامیہ میں صوم سے مراد مخصوص رکن ہے اور وہ کھانے پینے اور جماع اور دوسرے مفطرات جن کے بارہ میں شرع میں ذکر آیا ہے' دن بھر علیٰ وجہ المشروع رکنا ہے۔ (سبل السلام)

رمضان کا چاند:

رمضان المبارک کا مہینہ یا تو شعبان المعظم کے ۳۰ دن پورے کر لینے سے یا رمضان کا چاند دیکھ لینے سے شروع ہوتا ہے۔ اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان المعظم کے ۳۰ دن پورے کر لینے چاہئیں کیونکہ اسلامی مہینہ یا تو ۲۹ دن کا ہوتا ہے یا پورے ۳۰ دن کا ہوتا ہے اس سے زائد کا نہیں ہوتا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُبِّيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ

چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار (عید الفطر) کرو۔ اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کرلو۔ (بخاری ح/۱۹۰۹)

اور شعبان کے آخری دن میں رمضان کیلئے احتیاطاً روزہ رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ شریعت نے رمضان کے روزوں کی ابتداء کو اس کے چاند دیکھ لینے پر موقوف کیا ہے تو ایسا کرنے والا صریح نص کے امراً اور نہیاً مخالف ہے۔ ہاں اگر اتفاقاً کسی شخص کی ایسے دن میں موافقت ہو جائے کہ وہ اس میں روزہ رکھتا ہے تو وہ روزہ رکھ سکتا ہے۔ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لَايَتَقَدَّمَنَّ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمَهُ فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ

تم میں سے کوئی رمضان المبارک سے پہلے ایک یا دو دن ہرگز روزہ نہ رکھے ہاں ایسا آدمی مستثنیٰ ہے جو روزہ رکھتا ہو تو وہ اس دن میں روزہ رکھے۔ (بخاری ح/۱۹۱۴)

روزے میں نیت کا بیان

روزے کے لئے نیت ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ (بخاری و مسلم)

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے صحیح سند کے ساتھ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ

جس نے طلوع فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی اس کا کوئی روزہ نہیں ہے۔ (جامع ترمذی ح/۷۳۰)

مذکورہ حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ رمضان المبارک کے روزے کے لئے نیت ضروری ہے اس کے بغیر روزہ نہیں ہوتا اور روزہ دار کو روزہ کی نیت رات سے ہی کر لینی چاہئے اگر رات کو نہ کر سکے تو طلوع فجر سے پہلے بہر کیف کر لینی چاہئے جبکہ نفلی روزہ میں طلوع آفتاب کے بعد بھی نیت کی جا سکتی ہے۔ نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں اس میں عربی یا کسی بھی زبان میں مخصوص عبارت بنا کر زبان سے ادا کرنا درست نہیں ہے اور نہ ہی ایسا رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلف صالحین رحمھم اللہ سے ثابت ہے اس لئے ایسا کرنا خلاف سنت اور بدعت پر مبنی عمل ہے۔

سحری:

نبی ﷺ نے سحری کھانے کا حکم دیا ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَةً

سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔ (بخاری ح/۱۹۲۳۔ مسلم ح ۱۰۹۵)

اور صحیح مسلم میں عمرو بن العاص سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكْلَةُ السَّحَرِ

ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان حد فاصل سحری کھانا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ سحری نہیں کھاتے تو رسول اللہ ﷺ نے مخالفت اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ سحری کھایا کریں تو سحری ضرور کرنی چاہئے اگرچہ پانی کا ایک گھونٹ ہی کیوں نہ میسر ہو۔

تاخیر سحری

سحری تاخیر سے کھانا مستحب ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے سحری کھائی جب سحری سے فارغ ہوئے تو نبی ﷺ نماز ادا کرنے کیلئے کھڑے ہوئے۔ آپ کے سحری سے فارغ ہونے اور فجر کی نماز کی ادائیگی میں اتنا فاصلہ تھا کہ آدمی تقریباً پچاس آیات تلاوت کر لیتا۔ سیدنا زید بن ثابت سے مروی ہے کہ

تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالسُّحُورِ قَالَ قَدْرُ خَمْسِينَ آيَةً

ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ (سیدنا انس کہتے ہیں) میں نے زید رضی اللہ عنہ سے کہا اذان اور سحری میں کتنا فاصلہ تھا؟ تو انہوں نے فرمایا تقریباً پچاس آیات کا۔ (بخاری ح/۱۹۲۱۔ مسلم ح/۱۰۹۷)

نوٹ: یاد رہے کہ سحری کی کوئی خاص دعا صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

افطاری:

روزہ جلد افطار کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

(لَايَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ)

اس وقت تک لوگ ہمیشہ بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ افطاری میں جلدی کریں گے۔ (بخاری ح/۱۹۵۷۔ مسلم ح/۱۰۹۸)

سیدنا عمرو بن میمون الاودی سے مروی ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ لوگوں سے جلد افطاری کرنے والے اور سحری میں تاخیر کرنے والے تھے۔ (فتح الباری)

لہٰذا روزہ دار کو سورج غروب ہوتے ہی افطاری کر لینی چاہئے۔ کسی قسم کے شک و شبہ میں نہیں پڑنا چاہئے جبکہ تاخیر سے افطاری کرنا یہود و نصاریٰ کا عمل بتایا گیا ہے۔

افطاری کس چیز کے ساتھ کی جائے؟

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز (مغرب) پڑھنے سے قبل تر کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار کرتے اور اگر تر کھجوریں میسر نہ ہوتیں تو خشک کھجوروں (چھوہارے) سے روزہ افطار کرتے اور اگر خشک کھجوریں نہ ملتیں تو پانی کے چند گھونٹ بھر لیتے۔ (ابوداؤد ح/۲۳۵۶۔ ترمذی ح ۶۹۶)

افطاری کے وقت دعا قبول ہوتی ہے:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ

روزہ دار کی افطاری کے وقت دعا رد نہیں کی جاتی۔ (رواہ ابن ماجہ ح ۱۷۵۳)

لہٰذا روزہ دار کو دین و دنیا کی بہتری کے لئے دعائیں کرنی چاہیں۔

افطاری کی دعاء:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ افطاری کے وقت یہ دعا کرتے تھے۔

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

پیاس چلی گئی۔ رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا۔ (ابوداؤد ح/۲۳۵۷)

روزہ افطار کروانا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا

جس نے کسی روزے دار کا روزہ کھلوایا تو اس کو بھی روزے دار کی مثل اجر ملے گا بغیر اس کے کہ اللہ روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی کرے۔ (ترمذی ح/۸۰۷)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا

مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ

جس نے کسی روزے دار کو روزہ کھلوایا یا کسی مجاہد کو تیار کیا (سامان حرب مہیا کیا) تو اس کے لئے بھی اس کی مثل اجر ہے

مباحات روزہ

۱۔ حالت روزہ میں بھول کر کھانا پینا۔ (بخاری ح ۱۹۳۳۔ مسلم ح/۱۱۵۵)

۲۔ خود بخود قے کا آجانا۔ (ترمذی ح ۷۲۰)

۳۔ روزہ کی حالت میں بیوی سے بوس و کنار کرنا بشرطیکہ اپنے اوپر کنٹرول ہو۔ (بخاری ح ۱۹۲۸۔ مسلم ح ۱۱۰۶)

۴۔ حالت روزہ میں سینگی لگوانا۔ (بخاری ح ۱۹۳۸)

۵۔ حالت جنابت میں سحری کھانا پھر بعد میں غسل کر لینا۔ (بخاری ح ۱۹۲۶۔ مسلم ح ۱۱۰۹)

۶۔ مسواک کرنا بخاری۔ (مسلم ح ۲۵۳۔ ۲۵۲۔ ترمذی ح ۷۲۵)

مفسدات روزہ

۱۔ حالت روزہ میں جان بوجھ کر کھانا پینا۔ (بخاری۔ ترمذی ح ۷۲۳)

۲۔ جان بوجھ کر قے کرنا۔ (ترمذی ح ۷۲۰ ابوداؤد ح ۲۳۸۰۔ ابن ماجہ ح/۱۶۷۶)

۳۔ حیض و نفاس۔ (بخاری ح/۱۹۵۱۔ مسلم ح/۳۳۵)

۴۔ حالت روزہ میں جماع کرنا۔ (بخاری ح ۱۹۳۵۔ مسلم ح/۱۱۱۱)

رخصت برائے روزہ

☆ ایسا مریض جسے شفایاب ہونے کی امید ہو اور مسافر کو قضا کے ساتھ روزہ رکھنے کی رخصت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ بقرہ ۱۸۵)

اور جو کوئی تم میں سے مریض ہو یا سفر پر ہو تو دیگر ایام میں گنتی پوری کرے۔

☆ حائضہ اور نفاس والی عورت نہ نماز پڑھے گی نہ روزہ رکھے گی لیکن بعد میں صرف روزہ کی قضا دے گی۔ (مسلم ح/۳۳۵۔ ترمذی ح ۷۸۷)

☆ حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی) کو اگر روزہ سے جنین یا بچہ کو نقصان کا اندیشہ ہو تو اسے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے۔ (ابوداؤد ح/۲۳۱۸۔ ترمذی ح/۷۱۵)

☆ بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جو روزہ کی استطاعت نہ رکھتے ہوں وہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ (ابوداؤد ح/۲۳۱۸) دار قطنی۔ مستدرک حاکم

کفارہ

جو شخص اپنی بیوی سے رمضان المبارک میں روزہ کی حالت میں جماع کرے تو اس پر روزے کی قضاء اور کفارہ لازم ہے۔ کفارہ کی تفصیل۔

۱۔ ایک غلام آزاد کرے۔

۲۔ اگر غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہیں تو دو ماہ کے متواتر روزے رکھے۔

۳۔ اگر اس کی بھی استطاعت نہیں تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادے۔ (کفارہ کی ادائیگی میں مذکورہ ترتیب ضروری ہے)۔ (بخاری ح ۱۹۳۶۔ مسلم ترمذی ح/۷۲۴)

قیام اللیل

قیام اللیل کو صلوۃ تراویح، قیام رمضان، صلوۃ اللیل وغیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ قیام اللیل کا مطلب یہ ہے کہ راتوں کو اللہ کی عبادت اور اس کی بارگاہ میں عجز و انکساری کا اظہار ہو۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو صفات بیان فرمائی ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے۔

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا (فرقان ۶۴)

ان کی راتیں اپنے رب کے سامنے قیام و سجود میں گزرتی ہیں

اور نبی ﷺ نے فرمایا

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

جس نے رمضان المبارک کا قیام ایمان اور ثواب سمجھ کر کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔ (بخاری ح/۲۵۵۹۔ مسلم ح/۷۵۹)

اور صحیح مسلم میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا

وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ

فرضی نماز کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ (مسلم ح ۱۱۶۳)

راتوں کا قیام نبی ﷺ کا بھی مستقل معمول تھا، صحابہ کرام اور تابعین عظام بھی اس کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور ہر دور کے اہل علم، اصحاب زہد و تقویٰ کا یہ امتیاز رہا ہے خصوصاً رمضان المبارک میں اس کی بڑی اہمیت و فضیلت ہے اور اس کا وقت نماز عشاء سے لے کر نماز فجر تک ہے رات کے کسی حصہ میں بھی پڑھی جا سکتی ہے جبکہ امام کے ساتھ شروع نماز سے آخر تک قیام کرنا پوری رات کے قیام کے برابر ہے۔

نماز تراویح کی مسنون رکعات:

نبی آخر الزمان ﷺ نماز تراویح مع وتر گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے جس پر مندرجہ ذیل احادیث دلالت کرتی ہیں۔ سیدنا ابو سلمہ بن عبد الرحمان سے مروی ہے۔ انہوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ کی رمضان میں نماز کے متعلق دریافت کیا جس پر ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا

مَا كَانَ يَزِيدُ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً

رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں (قیام اللیل) گیارہ رکعت سے زائد نہ کرتے تھے۔ (بخاری ح ۲۰۱۳۔ مسلم ح ۷۳۸)

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِيمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ

نبی ﷺ نماز عشاء اور نماز فجر کے درمیان گیارہ رکعت ادا کرتے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر ادا کرتے اور اس باب میں مفصل معلومات کے لئے دیکھئے شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ تعالیٰ کا اشتہار جس میں انہوں نے نماز تراویح کے متعلق متعدد دلائل کا احاطہ کیا ہے۔

لیلۃ القدر:

وہ عظیم رات ہے جو ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی بھی ہو سکتی ہے جس کی رات بھر عبادت ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اسے طاق راتوں میں کسی ایک کے ساتھ مختص کرنا درست نہیں ہے اور اسے مخفی رکھنے میں یہی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ایک مومن اس کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے آخری عشرے کی تمام طاق راتوں میں اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرے۔ اس کی فضیلت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ(۱)وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ(۲)لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ(۳)تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ(۴)سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ(۵) سورۃ القدر

ہم نے اس قرآن کو قدر والی رات میں نازل کیا ہے اور آپ کو کیا معلوم قدر والی رات کیا ہے؟ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں (ہر کام) کے سرانجام دینے کیلئے اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرائیل) اترتے ہیں یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک (رہتی ہے)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا۔

(إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ(۳)فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ (سورۃ دخان ۳۔ ۴)

ہم نے اس قرآن کو مبارک رات میں نازل کیا بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔ اس رات ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

باقی صفحہ 46 پر ملاحظہ فرمائیں

احکامِ زکوٰۃ و عشر و صدقہ فطر

زکاۃ کا معنی ومفہوم

عربی زبان میں زکوٰۃ کا لفظ دو معنوں میں آتا ہے۔ پاک صاف ہونا اور بڑھنا۔ سونا چاندی مال مویشی اور سامان تجارت میں سے ہر سال گزرنے کے بعد اور زمین کی پیداوار حاصل ہونے کے ساتھ ہی اس میں سے اللہ تعالیٰ کا جو حصہ نکالا جاتا ہے' اس سے یہ دونوں فائدے حاصل ہوتے ہیں وہ مال پاک ہو جاتا ہے اور مال والا بھی گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا

(التوبہ 103:9)

''ان کے اموال سے صدقہ لیجئے جس کے ساتھ آپ انہیں صاف اور پاک کریں گے۔''

اس کے علاوہ اس مال میں برکت ہوتی ہے اور وہ بڑھتا ہے۔ زکوٰۃ اور ٹیکس کا یہی بنیادی فرق ہے کہ زکوٰۃ عبادت ہے' مسلمان ہونے کی علامت ہے' اس کے ادا کرنے سے ثواب حاصل ہوتا ہے' آدمی جہنم سے آزاد ہوتا ہے' اس کا مال اور وہ خود پاک ہو جاتے ہیں اور مال میں برکت ہوتی ہے جبکہ ٹیکس میں ان چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔

سونے چاندی کا نصاب اور زکاۃ کی مقدار:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ فِيْمَا دُوْنَ خَمْسِ أَوَاقٍ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ))

(صحیح بخاری۔ کتاب الزکاۃ)

''پانچ اوقیہ سے کم چاندی میں صدقہ نہیں ہے۔ (پانچ اوقیہ کے دوسو درھم ہوتے ہیں)

((عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ ' وَ حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ ' وَ لَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ ' يَعْنِيْ فِي الذَّهَبِ حَتّٰى يَكُوْنَ لَكَ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا فَإِذَا كَانَ لَكَ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا وَ حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا نِصْفُ دِيْنَارٍ فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذَالِكَ))

(سنن ابی داود باب زکاۃ السائمۃ : کتاب الزکاۃ و صحیح الالبانی)

''علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جب تمہارے پاس دوسو درھم ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہم ہیں۔ اور تم پر کچھ لازم نہیں' جب تک تمہارے پاس بیس دینار یعنی سونے میں سے نہ ہوں۔ جب تمہارے پاس بیس دینار ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو ان میں نصف دینار (زکوۃ) ہے۔ پھر جو زیادہ ہو' وہ اس کے حساب سے ہوگا۔''

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سونے چاندی' اور نقدی کی زکاۃ کے لئے دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ چاندی دوسو درہم' اور سونا بیس دینار یا اس سے زیادہ ہو' دوسری یہ کہ اس پر سال گزر چکا ہو تب اس میں سے چالیسواں حصہ یعنی اڑھائی فیصد زکاۃ فرض ہوگی۔

موجودہ اوزان کے لحاظ سے چاندی اور سونے کا نصاب:

دوسو درہم کی مقدار کے متعلق پاک و ہند کے علماء میں مشہور یہی ہے کہ وہ ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہیں جو گراموں کے لحاظ سے تقریباً 611 گرام بنتے ہیں اور بیس دینار ساڑھے سات تولے سونے کے برابر ہیں جو سوا ستاسی 87.27 گرام بنتے ہیں لیکن تحقیق کے مطابق بیس دینار سونے اور دوسو درہم چاندی کا وزن مندرجہ بالا مقداروں سے کم بنتا ہے۔ چنانچہ شیخ ابوبکر الجزائری نے ''الجمل فی زکاۃ العمل'' صفحہ: 27'28 میں اور دکتور عبد اللہ بن محمد بن احمد العطار نے ''الزکاۃ'' میں بیس دینار کو ستر گرام سونے کے برابر اور دوسو درہم کو 460 گرام چاندی کے برابر قرار دیا ہے۔ ان حضرات نے ایک دینار کا وزن ساڑھے تین گرام سونا اور ایک درھم کا وزن 2.3 گرام چاندی قرار دیا ہے۔

مفتی عبدالرحمٰن الرحمانی نے بھی اپنے رسالہ ''المیزان فی الاوزان'' میں اسی کو درست قرار دیا ہے۔ یہ مقدار عام معروف مقدار ساڑھے باون تولے چاندی اور ساڑھے سات تولے سونے سے کافی کم ہے مگر تحقیق پر مبنی ہے اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سونا یا چاندی اس نصاب کو پہنچ جائیں تو زکاۃ ادا کی جائے۔

نقدی کا نصاب:

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بیس دینار اور دوسو درہم کی قیمت تقریباً برابر تھی۔ موجودہ دور میں 460 گرام چاندی کی قیمت 70 گرام سونے کی قیمت سے بہت ہی کم ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس دور میں زکاۃ فرض ہونے کے لئے 460 گرام چاندی کی قیمت نصاب ہوگی یا 70 گرام سونے کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ فقراء کے لئے زیادہ مفید یہی ہے کہ چاندی کی قیمت کو نصاب بنایا جائے اور احتیاط بھی اسی میں ہے لیکن اگر کوئی شخص سونے کی قیمت کو نصاب بنا کر اس سے کم نقدی ہونے کی صورت میں زکاۃ ادا نہ کرے تو اسے گناہ گار نہیں کہا جا سکتا۔

مسئلہ۔1: اگر کسی کے پاس چاندی بھی ہو اور سونا بھی مگر چاندی دوسو درہم سے کم ہو اور سونا بیس دینار سے کم ہو تو نہ سونے پر زکاۃ ہوگی

فی سبیل اللہ سے مراد اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد و قتال کرنے والے لوگ ہیں۔ اس میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو کسی بھی طرح دنیا میں اسلام کو غالب اور کفر کو مغلوب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں خواہ وہ دلیل و برہان کے ساتھ ہو یا ہاتھ اور زبان کے ساتھ۔ البتہ اس مد کا اولین مصداق وہی لوگ ہیں جو کفار سے لڑائی میں مصروف ہیں یا کفار کے خلاف لڑائی کے کسی بھی شعبہ میں شریک ہیں

نہ چاندی پر۔ دونوں کی قیمت جمع کر کے نصاب نہیں بنایا جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں کا الگ الگ نصاب مقرر فرمایا ہے۔

البتہ اس کے پاس اگر کچھ نقدی بھی ہو اور سونا اور چاندی بھی تو سونے یا چاندی میں سے جس کے ساتھ روپے ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہو' اس میں سے زکاۃ دی جائے گی۔

مسئلہ 2:۔ اگر بیوی کا مال الگ ہے تو نصاب کو پہنچنے پر اسے اپنے مال کی زکاۃ خود ادا کرنا ہوگی۔

مال تجارت سے زکاۃ ادا کرنے کا طریقہ:

سال گزرنے پر جب زکاۃ ادا کرنی ہو تو آدمی کو چاہئے کہ وہ نقدی جو اس کے پاس موجود ہے اور وہ سامان تجارت جو اس کی دکان یا کارخانے یا گودام وغیرہ میں فروخت کیلئے یا خام مال کی صورت میں موجود ہے' اس کی قیمت کا اندازہ کر کے جمع کر لے۔ اس کے ساتھ وہ قرض بھی جو اس نے کسی سے لینا ہے اور آسانی سے اس کے ملنے کی امید ہے' جمع کر لے۔ پھر اگر کسی کا قرض ادا کرنا ہے تو وہ اس رقم میں سے نکال دے۔ باقی جو کچھ بچے' اس میں سے اڑھائی فیصد کے حساب سے زکاۃ ادا کر دے۔

مسئلہ 1: جس قرض کے واپس ملنے کی امید نہ ہو' اس میں ہر سال زکاۃ نہیں ہے کیونکہ وہ اس کے پاس موجود مال کے حکم میں نہیں ہے۔ جب وہ واپس ملے تو اس میں سے ایک سال کی زکاۃ ادا کر دے۔

مسئلہ 2: دکان یا کارخانے کی عمارت' مشینری' فرنیچر اور الماریاں وغیرہ جن کی خرید و فروخت نہیں کی جاتی' ان پر زکاۃ نہیں ہے۔ اسی طرح گاڑیوں یا کرایہ پر چلنے والی دوسری چیزوں کی قیمت پر زکاۃ نہیں ہے البتہ زکاۃ ادا کرتے وقت دوسرے مال کے ساتھ ان سے حاصل ہونے والے مال کی بھی زکاۃ ادا کی جائے گی۔

ہاں دکان' مکان' گاڑی' مشینری یا کوئی بھی چیز جو تجارت کے لئے ہو' اس کی قیمت کا اندازہ کر کے ہر سال زکاۃ ادا کرنا ہوگی۔

زکاۃ وعشر کن لوگوں پر خرچ کئے جائیں؟:

قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے صدقات خرچ کرنے کی آٹھ جگہیں بیان فرمائی ہیں۔

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾

(سورہ التوبۃ:60)

''صدقات تو صرف فقراء اور مساکین کیلئے ہیں اور ان کے لئے ہیں جو اس (کی وصولی کے کام) پر مقرر ہیں اور وہ جن کی دلجوئی مقصود ہے۔ اور گردنوں (کو آزاد کروانے) میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور راہگیروں میں (خرچ کرنے کے لئے) ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے فریضہ ہے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔''

1: فقراء:

جن کے پاس کچھ نہ ہو۔ یہ مسکین سے بھی بدتر حالت والے لوگ ہیں جو کمائی کر ہی نہیں سکتے۔

2: مساکین:

وہ لوگ جن کی آمدنی ان کے اخراجات سے کم ہو جیسا کہ موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ میں فرمایا کہ کشتی چند مساکین کی ملکیت تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے۔ کشتی کا مالک ہونے اور کام کرنے کے باوجود انہیں مساکین کہا گیا۔ مسکین کی مزید تشریح کے لئے زکاۃ فطر کے آخر میں دیکھیں۔

3: والعاملین علیها:

زکاۃ وعشر جمع کرنے پر مامور لوگ خواہ اسے جمع کرنے والے ہوں یا تقسیم کرنے والے یا اس کا حساب رکھنے والے۔ غرض زکاۃ وعشر کے کسی بھی شعبہ میں کام کرنے والے ہوں۔ امیر انہیں ان کے کام کی جتنی مزدوری دے' لے سکتے ہیں خواہ وہ غنی ہوں کیونکہ یہ ان کے کام کی مزدوری ہے۔

4: والمؤلفة قلوبهم:

وہ ضعیف الایمان مسلمان جن کی دلجوئی اور مالی اعانت نہ کی جائے تو ان کے اسلام سے منحرف ہونے کا خطرہ ہو یا ایسے مائل بہ اسلام کافر جن کی مالی اعانت سے ان کے اسلام قبول کر لینے کی امید ہو۔ بعض لوگوں کے خیال میں دور حاضر میں اس مد میں خرچ کرنا جائز نہیں مگر صحیح یہی ہے کہ اب بھی ان لوگوں پر خرچ کیا جائے گا بلکہ شاید اب اس کی ضرورت پہلے سے بھی زیادہ ہے کیونکہ مسیحی مشنریاں روپے کے زور پر لوگوں کو عیسائی بنا رہی ہیں۔

5: وفی الرقاب:

گردنیں چھڑانے میں۔ یعنی غلاموں کو آزاد کروانے میں صدقات خرچ کئے جائیں خواہ ان کی پوری قیمت ان کے مالکوں کو ادا کر کے آزاد کروایا جائے یا مکاتبت یعنی (قسطوں میں اپنی قیمت ادا کر کے آزاد کر دیئے جانے کے معاہدہ) کی صورت میں قسطوں کی ادائیگی میں مدد کی جائے۔

وہ مسلمان جو کفار کی قید میں ہوں' ان کا فدیہ بھی ''وفی الرقاب'' میں آتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی بے گناہ مسلمان قید ہے تو اسے قید سے چھڑوانے میں خرچ کرنا بھی ''وفی الرقاب'' میں داخل ہے۔

6: والغارمین:

اس سے مراد وہ مقروض ہیں جن پر اتنا قرض چڑھ گیا ہو جس کے ادا کرنے کی سکت ان میں نہ ہو' ان کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے اپنی ذاتی ضرورتوں یا کاروبار کے لئے قرض لیا مگر ادا کرنے کے قابل نہ رہے۔ دوسرے وہ جن کے مال کسی ناگہانی آفت مثلاً سیلاب آ جانے یا آگ لگنے یا چوری ہو جانے سے برباد ہو گئے اور وہ قرض کے بوجھ تلے دب گئے۔ تیسرے وہ جنہوں نے صلح کروانے کے لئے کسی رقم یا دیت وغیرہ کی ادائیگی کی ذمہ داری اٹھالی یا کسی مقروض کی ضمانت دی جس پر انہیں تاوان پڑ گیا۔ ان تمام صورتوں میں زکاۃ خرچ کی جا سکتی ہے بشرطیکہ اس نے وہ قرض کسی گناہ کے کام کے لئے نہ لیا ہو۔ ہاں توبہ کر لے تو اس کی اعانت کی جائے گی۔ اگر کوئی شخص مقروض فوت ہو جائے اور قرض ادا کرنے کے لئے کچھ نہ چھوڑے تو زکاۃ کی مد سے اس کا قرض ادا کیا جا سکتا ہے۔

7: وفی سبیل اللہ:

بعض لوگ اس سے نیکی کا ہر کام مراد لیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ پورا اسلام ہی سبیل اللہ یعنی اللہ کا راستہ ہے مگر اس مقام پر اس سے نیکی کا ہر کام مراد نہیں۔ ورنہ فقراء مساکین وغیرہ کو الگ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ سب بھی فی سبیل اللہ ہیں بلکہ یہاں فی سبیل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے والے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث میں سبیل اللہ کا لفظ یا تو عام معنی میں آیا ہے جس سے مراد اسلام اور اللہ کی رضا کا راستہ ہے یا پھر جہاد فی سبیل اللہ کے لئے جیسا کہ سورہ بقرہ:54 میں فرمایا:

﴿لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾

''صدقات وعشر ان فقراء کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں روکے گئے ہیں۔''

اسی طرح ﴿وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (اور تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور نہ ڈالو اپنے آپ کو ہلاکت میں) میں بھی جہاد مراد ہے جیسا کہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے صراحت فرمائی۔ (ابوداود' ترمذی' نسائی)

صحیح بخاری: کتاب الجہاد میں ہے' خالد بن ولید کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا: ((قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ))

''اس نے اپنی زرہیں اور جنگی ساز وسامان فی سبیل اللہ وقف کر رکھا ہے۔''

اس لئے مفسرین نے یہاں فی سبیل اللہ سے مراد جہاد وقتال ہی لیا ہے۔ چنانچہ قرطبی فرماتے ہیں:

((هُمُ الْغُزَاةُ وَهَذَا قَوْلُ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ وَهُوَ تَحْصِيلُ مَذْهَبِ مَالِكٍ))

'' اس سے مراد لڑنے والے ہیں اور اکثر علماء کا قول یہی ہے اور امام مالک کے مذہب کا حاصل بھی یہی ہے''

بدایۃ المجتہد میں ہے:

((وَأَمَّا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَالَ مَالِكٌ سَبِيلُ اللَّهِ مَوَاضِعُ الْجِهَادِ وَالرِّبَاطُ وَبِهِ قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ هُوَ الْغَازِي جَارُ الصَّدَقَةِ ١ه)) ((بداية المجتهد (الجملة الخامسة فيمن تجب له الصدقة))

''فی سبیل اللہ کے متعلق مالک رحمہ اللہ نے فرمایا' اس سے مراد جہاد اور رباط (دشمن کے مقابلے میں چھاؤنی ڈال کر بیٹھنے) کی جگہیں ہیں۔ ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بھی یہی فرمایا۔ اور شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا' اس سے مراد وہ غازی ہے جو اس صدقہ کے پڑوس میں ہو۔''

معالم میں ہے:

((أَرَادَ بِهَا الْغُزَاةَ فَلَهُمْ سَهْمٌ مِنَ الصَّدَقَةِ))

’’اس سے مراد غازی لئے ہیں۔ان کے لئے صدقہ کا ایک حصہ ہے۔‘‘

شیخ المفسرین ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((فَإِنَّهُ يَعنِى وَ فِى النَّفَقَةِ فِى نُصرَةِ دِيْنِ اللّٰهِ و طَرِيقِهٖ وَ شَرِيْعَتِهِ الَّتِى شَرَعَهَا لِعِبَادِهٖ بِقِتَالِ اَعْدَائِهٖ وَ ذَالِكَ هُوَ غَزْوُ الْكُفَّارِ)) (تفسیر طبری ج٦ ص١٦٥)

’’یعنی فی سبیل اللہ سے مراد اللہ کے دین‘ اس کے راستے اور اس کی شریعت میں خرچ کرنا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے اپنے دشمنوں سے لڑنے کے لئے مقرر فرمائی ہے اور وہ کفار سے جنگ ہے۔‘‘

فی سبیل اللہ کی تفسیر میں ابن کثیر نے فرمایا:

((فَمِنهُمُ الْغُزَاةُ الَّذِيْنَ لَاحَقَّ لَهُمْ فِى الدِّيْوَانِ))

’’ان میں وہ غازی بھی شامل ہیں جن کا دیوان میں حصہ نہیں ہے۔‘‘

ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ فی سبیل اللہ میں حج کرنے والے بھی شامل ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں فی سبیل اللہ سے مراد اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد وقتال کرنے والے لوگ ہیں۔اس میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو کسی بھی طرح دنیا میں اسلام کو غالب اور کفر کو مغلوب کرنے کی کوشش کررہے ہیں خواہ وہ دلیل و برہان کے ساتھ ہو یا ہاتھ اور زبان کے ساتھ۔البتہ اس مد کا اولین مصداق وہی لوگ ہیں جو کفار سے لڑائی میں مصروف ہیں یا کفار کے خلاف لڑائی کے کسی بھی شعبہ میں شریک ہیں۔

فائدہ:۔ غازی فی سبیل اللہ کو صدقات میں سے دینے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ فقیر یا مسکین ہو بلکہ غنی کو بھی دیا جا سکتا ہے۔جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَاتَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِىٍّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ لِغَازٍ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ))

(ابو داود‘ الزکوۃ :باب من یجوز له اخذ الصدقة ۔ و دیگر کتب احادیث)

’’ پانچ آدمیوں کے علاوہ کسی غنی کے لئے صدقہ حلال نہیں جن میں سے پہلا اللہ کی راہ میں لڑنے والا ہے۔‘‘

8: **وابن السبیل:**

بعض اہل علم کے مطابق اس سے مراد وہ مسافر ہے جو اگرچہ اپنے وطن میں غنی ہے مگر سفر میں اس کے پاس خرچ ختم ہو گیا ہے اور اس کے لئے گھر پہنچنا مشکل ہو گیا ہے۔ایسے مسافر پر زکاۃ خرچ کرنا جائز ہے۔

الفاظ کے عموم اور لفظ (فی) کو مدنظر رکھیں تو مسافروں کے لئے ہر قسم کی ضروریات مثلاً سڑکوں اور آرام گاہوں اور پانی وغیرہ کے انتظام پر صدقات کی اس مد میں سے خرچ کیا جا سکتا ہے۔اسے صرف ان مسافروں کے ساتھ خاص کرنا جو دوران سفر فقیر کے حکم میں ہوں‘ لفظ کے عموم کو بلا دلیل محدود کرنا ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت

اس بات میں کسی شخص کو اختلاف کی گنجائش نہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ کی جتنی صورتیں بھی ہو سکتی ہیں‘ ان میں سب سے ضروری مسلمانوں کے ان علاقوں کو آزاد کروانا ہے جو کفار کے قبضے میں ہیں خواہ وہ کشمیر و ہندوستان ہو یا فلسطین و ترکستان‘ اندلس ہو یا فلپائن و شیشان‘ اس کے لئے ہمیں ہر اس قوت سے لڑنا ہوگا جو ہماری ایک بالشت بلکہ ایک انچ پر بھی قابض ہے اور ہمارے مسلمان بھائیوں پر ظلم کر رہی ہے یا اس میں شریک ہے خواہ وہ یہودی ہوں یا ہندو‘ عیسائی ہوں یا لادین جمہوری یا کمیونسٹ۔اللہ کا حکم ہے:

﴿ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَ اَخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ﴾ (البقرہ:191)

’’مسلمانو! ان (لڑنے والے کافروں) کو جہاں پاؤ قتل کرو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے وہاں سے انہیں نکالو۔‘‘

اور اس وقت تک کفار سے لڑتے رہنے کا حکم ہے جب تک تمام دنیا میں کفر مغلوب اور ایک اللہ کا دین غالب نہ ہو جائے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَ يَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ﴾

(الانفال:31)

صدقات کے جو مصارف اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں‘ ان تمام میں بقدر ضرورت زکاۃ و عشر کو خرچ کرنا چاہئے۔مگر حالات کے مطابق جس مد میں زیادہ ضرورت ہو‘ اس کا زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔

اہل علم کا اتفاق ہے کہ جب کفار سے جہاد شروع ہو‘ اس وقت مجاہدین کی ضروریات کا خیال رکھنا ہر ضرورت سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ اللہ نہ کرے اگر ان کو شکست ہوئی یا پسپائی اختیار کرنا پڑی تو فقراء و مساکین اور دوسرے مستحقین کو ان کے فقر و مسکنت کے باوجود آزادی کی جو نعمت میسر ہے‘ وہ بھی چھن جائے گی۔

صدقہ فطر کے متعلق ایک حدیث میں ہے۔

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنه قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : زَكَاةَ الفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَ الرَّفَثِ وَ طُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ مَنْ اَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِىَ زَكٰوةٌ مَقْبُولَةٌ وَ مَنْ اَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِىَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ))

’’ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زکاۃ فطر فرض فرمائی جو روزہ دار کے لئے لغو اور بیہودہ باتوں سے پاک کرنے اور مساکین کو کھلانے کا ذریعہ ہے۔جو شخص اسے نماز (عید) سے پہلے ادا کر دے‘ وہ مقبول زکاۃ ہے اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے‘ وہ (عام) صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔‘‘

(ابوداؤد‘ باب زکاۃ الفطر وحسنہ الالبانی)

زکاۃ و عشر کے علاوہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے

یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ زکاۃ و عشر ادا کر دینے کے بعد بھی آدمی کے مال میں کچھ حقوق باقی رہتے ہیں جن کا ادا کرنا ضروری ہے۔مثلاً اگر کسی شخص کے پاس مال ہے اور اس کے والدین ضرورت مند ہیں تو اس پر ان کی ضروریات پوری کرنا فرض ہے۔اسی طرح مہمان کی ضیافت فرض ہے۔وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں زکاۃ ادا کر چکا ہوں اس لئے مجھ پر والدین کی خدمت یا مہمان کی مہمان نوازی لازم نہیں ہے۔ والدین کے علاوہ رشتہ داروں‘ مسکینوں‘ یتیموں کے حقوق کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔

اگر اس کا ہمسایہ بھوکا ہے اور اس کے پاس مال موجود ہے تو اس کے لئے سیر ہو کر کھانا جائز نہیں خواہ وہ زکاۃ ادا کر ہی چکا ہو۔کفار سے لڑائی کے وقت اگر مجاہدین کو ضرورت ہو تو اسے پورا کرنا ہر اس مسلمان پر لازم ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔

مال مویشیوں والے لوگوں پر زکاۃ کے علاوہ حاجتمندوں کو کچھ نہ کچھ دودھ وغیرہ دے دینا بھی ان کے مال میں اللہ کا حق ہے۔

باغات اور فصلوں میں سے آنے جانے والوں اور مساکین کو کچھ نہ کچھ دے دینا اللہ کا حق ہے۔سورہ قلم میں اللہ تعالیٰ نے ایک باغ والوں کا قصہ ذکر فرمایا ہے جو مساکین کو کچھ دینے سے بخل کرتے ہوئے علی الصبح پھل توڑنے کے ارادے سے چلے۔دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے آسمانی آفت کے ذریعے پہلے ہی سارا باغ نیست و نابود کر دیا تھا۔اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی کھجوروں کے پھلوں میں سے ایک آدھ خوشہ مسجد میں لا کر لٹکا دیتے تھے تا کہ فقراء و مہاجرین تازہ پھل کھا لیں۔

اس لئے ہمیں زکاۃ و عشر ادا کرنے کے بعد بھی اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے رہنا چاہئے۔کیونکہ ہمارا حقیقی مال وہی ہے جو ہم نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔

اور ہم جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے‘ اس سے ہمارے مال میں دنیا میں اضافہ ہوگا اور آخرت میں بھی وہ ہمارے لئے ذخیرہ بنے گا۔ان شاء اللہ

بجھتے چراغوں کی روشنی

ادارہ خدمت خلق جماعۃ الدعوۃ پاکستان نے صوبہ بلوچستان مکران ڈویژن (تربت‘ زعمرآن‘ حمپ‘ پنجگور‘ مند بلو‘ پسنی‘ گوادر) اور دیگر علاقوں میں

آئی سرجیکل اینڈ میڈیکل کیمپ

امراض چشم میں مبتلا‘ اندھیروں میں بسنے والوں کے لئے‘ روشنی کے سفر میں آپ بھی معاون بن سکتے ہیں۔

(الدعوۃ ڈاکٹرز کی سینئر ٹیم بذریعہ فیکو اور جدید مشینوں پر مفت تشخیص علاج اور آپریشن بھی کریں گے)

ایک مریض کا خرچ بمعہ لینز 2000/ روپے

ایک عینک کا اوسط خرچ 100/ روپے

مریضوں کو یہ سہولت مفت مہیا کرنے کے لئے اہل ثروت احباب بھرپور تعاون فرمائیں۔شکریہ

ادارہ خدمت خلق جماعۃ الدعوۃ پاکستان۔اکاؤنٹ نمبر 0-2500 ڈرافٹ بنام الدعوۃ میڈیکل مشن UBL ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبر 042-7230550‘ فیکس 042-7230548‘ موبائل 0300-8444992

لیلۃ القدر کے قیام کا ثواب

سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

جس نے شب قدر میں قیام کیا۔ (یعنی اللہ کی عبادت کی) اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (بخاری)

لیلۃ القدر کی دعا

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو کیا پڑھا کروں؟ فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي (ترمذی ح/۳۵۱۳' ابن ماجہ)

لیلۃ القدر کی تلاش:

ماہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر ہے جس کی تلاش و جستجو میں ان طاق راتوں کو قیام کرنے اور ذکر و عبادت میں رات گزارنے کی تاکید ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (بخاری ح/۲۰۱۷)

سو آپ ﷺ کا بھی رمضان کے عشرہ اخیر میں یہ معمول تھا کہ خود بھی عبادت کے لئے کمر کس لیتے اور اپنے گھر والوں کو بھی حکم دیتے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهُ وَأَحْيَا لَيْلَهُ وَأَيْقَظَ أَهْلَهُ

ماہ رمضان کے آخری دس دن آتے تو نبی ﷺ کمربستہ ہو جاتے رات کو جاگتے اور اپنے اہل و عیال کو بھی جگاتے۔ (بخاری ح ۲۰۲۴۔ مسلم ح/۱۱۷۴)

اعتکاف:

اعتکاف رمضان المبارک کے آخری عشرے کی خصوصی عبادات میں سے ایک ہے۔ نبی اکرم ﷺ اس کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ آپ اتنی پابندی سے اعتکاف فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ آپ اعتکاف نہ بیٹھ سکے تو آپ نے شوال کے آخری دس دن کا اعتکاف فرمایا۔ (صحیح بخاری)

اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے رمضان میں دس دن کی بجائے ۲۰ دن اعتکاف فرمایا۔

اعتکاف کا لغوی معنی کسی چیز کو لازم پکڑنا اور نفس کو اس امر پر بند رکھنا خواہ وہ چیز اچھی ہو یا بری اور شریعت اسلامیہ میں اعتکاف سے مقصود تقریب الٰہی کی نیت سے مسجد کو لازم پکڑنا اور اس میں اقامت گزیں ہونا ہے۔ (فقہ السنہ)

اعتکاف کی شرعی حیثیت:

رمضان و غیر رمضان سال کے کسی دن بھی اعتکاف کیا جاسکتا ہے۔ نبی ﷺ سے شوال میں بھی ثابت ہے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف بیٹھنے کی نذر مانی تھی تو آپ ﷺ نے انہیں فرمایا۔

أَوْفِ نَذْرَكَ فَاعْتَكَفَ لَيْلَةً (بخاری ح ۲۰۴۳' مسلم)

تو اپنی نذر پوری کر اور اعتکاف بیٹھ

لیکن سب سے افضل اعتکاف رمضان المبارک کا یہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ

نبی اکرم ﷺ رمضان المبارک کے آخری دس دن اعتکاف فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت کر لیا پھر آپ کے بعد آپ کی بیویوں نے اعتکاف فرمایا۔ (بخاری)

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ اعْتَكَفَ عِشْرِينَ يَوْمًا

رسول اللہ ﷺ ہر رمضان میں ۱۰ دن اعتکاف بیٹھتے تھے جس سال فوت ہوئے آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا۔ (بخاری ح/۲۰۴۴)

☆ اعتکاف کیلئے مسجد کا ہونا شرط ہے چاہے وہ مرد ہو یا عورت اسے مسجد میں اعتکاف کرنا لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ (سورۃ بقرہ ۱۸۷)

اور تم عورتوں (اپنی بیویوں) سے مجامعت نہ کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھنے والے ہو۔

لہٰذا عورتیں اگر اعتکاف کرنا چاہیں تو مسجد کو ہی اختیار کریں گھروں میں اعتکاف نہ بیٹھیں اور مسجدیں ایسی اختیار کریں جہاں پردے کا اہتمام وغیرہ اچھی طرح موجود ہو۔ اعتکاف کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ رمضان المبارک کی بیس تاریخ کو مغرب کی نماز مسجد میں ادا کی جائے رات کو مسجد میں قیام کیا جائے اور اکیس ۲۱ رمضان کو نماز فجر کے بعد اعتکاف گاہ میں داخل ہو اور شوال کا چاند نظر آنے تک اپنا اعتکاف جاری رکھے۔

صدقہ فطر:

۱۔ صدقہ فطر ہر مسلمان: مرد' عورت' آزاد' غلام' چھوٹے' بڑے پر ادا کرنا فرض ہے۔ (بخاری ح/۱۵۰۳۔ مسلم ح/۹۸۴) حتی کہ نماز عید سے پہلے پیدا ہونے والے بچے کی طرف سے بھی ادا کیا جائے گا۔

۲۔ صدقہ فطر اپنے علاقے کی معروف خوراک سے ایک صاع ادا کیا جائے۔ (بخاری ح/۱۵۰۶۔ مسلم ح۹۸۵۔ صحیح ابن خزیمہ ح/۲۴۱۶)

۳۔ صدقہ فطر نماز عید کی ادائیگی سے پہلے ادا کر دینا چاہئے۔ (بخاری ح۱۵۰۹۔ مسلم ح/۹۸۶)

۴۔ صدقہ فطر روزہ دار کے لئے لغویات اور فحش گوئی سے طہارت و کفارہ اور فقراء و مساکین کے لئے کھانا ہے نماز عید سے پہلے ادا کیا ہوا صدقہ 'صدقہ فطر شمار ہوگا جبکہ بعد میں دیا ہوا صدقہ عام صدقہ شمار ہوگا۔ ابوداؤد ح/۱۶۰۹۔ ابن ماجہ ح/۱۸۲۷)

۵۔ عیدگاہ میں مردوں' عورتوں کا حاضر ہونا ضروری ہے حتی کہ ایام ماہواری والی عورتیں بھی حاضر ہوں اور ایک طرف بیٹھ کر تکبیرات پڑھیں البتہ نماز سے الگ رہیں اور مسلمانوں کے ساتھ دعائے خیر میں شامل ہوں۔ (بخاری ح۹۷۴۔ مسلم ح/۸۹۰)

نماز عید

۶۔ نماز عید دو رکعت ہے اس سے پہلے اور بعد میں کوئی نفل نماز نہیں۔ اگر نماز عید مسجد میں ادا کی جائے تو تحیۃ المسجد کی دو رکعت ادا کرنا ضروری ہے۔ (بخاری ح/۹۶۴)

۷۔ عیدگاہ میں سب سے پہلے نماز عید ادا کرنی چاہئے پھر بعد میں خطبہ مسنونہ ہو۔ رسول اللہ اور ابو بکر صدیق' عمر فاروق رضی اللہ عنہما نماز عید خطبہ مسنونہ سے پہلے ادا کرتے تھے۔ (بخاری ح/۹۶۲۔ مسلم ح/۸۸۸)

۸۔ نماز عید میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ قرأت سے پہلے بارہ تکبیریں ہیں۔ (پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ) ابوداؤد ح/1151)

۹۔ نماز عید کی پہلی رکعت میں سورۃ ق اور دوسری میں سورۃ القمر یا پہلی میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں سورۃ الغاشیہ پڑھنا مسنون ہے۔ (مسلم ح۸۹۱۔ مسلم ح ۸۷۸ ترمذی ح ۵۳۳)

۱۰۔ جو شخص عید کی جماعت میں شریک ہونے سے رہ جائے تو وہ اپنے طور پر دو رکعت نماز پڑھ لے۔ (بخاری 'کتاب العیدین' باب اذا فاتہ العید یصلی رکعتین)

آداب عید

۱۔ عید کے دن غسل کرنا۔ عبداللہ بن عمر عید کے دن

کافی ہوتو اس قسم کے مریض کو روزہ رکھنے کی اجازت مل سکتی ہے جو افطار کے وقت ٹیکہ لگا سکتے ہیں' تاہم اگر دن میں کسی وقت بھی کم شکری کی علامات ظاہر ہوں تو مریض کو فوراً روزہ توڑ دینا چاہئے۔

اگر مریضوں کی انسولین کی ضرورت زیادہ ہو یا دن میں دو مرتبہ انسولین کے ٹیکے کی ضرورت ہے تو روزہ رکھنا موزوں نہیں۔ ایسے میں اگر سر درد اور شدید کمزوری' بھوک کا شدت سے احساس لاحق ہو تو معالج سے رجوع کرنا چاہئے۔ یہ کم شکری کی علامات ہیں۔ اگر ذیابیطس کی مریضہ حاملہ ہو یا ذیابیطس کی دوسری پیچیدگیوں (یعنی گردے' اعصابی اور بصری') کا شکار ہو تو بھی روزہ کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

قسم دوم کے مریضوں کیلئے روزے مفید ہیں:

ذیابیطس کی دوسری قسم کے مریض جن کا جسم موٹاپے کی طرف مائل ہوتا ہے' روزہ رکھ سکتے ہیں۔ ایسے مریضوں کو بھی دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ایک وہ جن کی مرض صرف غذائی احتیاط سے کنٹرول کی جاتی ہے اور دوسرے وہ جنہیں خوراک کے پرہیز کے ساتھ ساتھ گولیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وزن کی کمی ایسے مریضوں کے علاج میں بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور رمضان کے روزے ان کے لئے کم خوراکی اور وزن کی کمی کا اچھا موقع فراہم کرتے ہیں۔ سال کے دوسرے ایام میں جب وزن کی کمی کے پروگرام پر عمل کیا جائے تو سارا دن بھوکا رہنے کی خواہش پر قابو پانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ماہ رمضان میں اگر سحری' افطاری کے موقع پر انسان اپنی خوراک کی خواہش پر قابو رکھے تو وزن میں آسانی سے کمی ہوسکتی ہے۔

بدقسمتی سے ہمارے ہاں رمضان المبارک کے روزوں کو کم خوری کی بجائے خوش خوراکی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور عام گھرانوں کی خوراک پر اٹھنے والا خرچ گھٹنے کی بجائے بڑھتا ہے اور اس پر مستزاد وہ افطار پارٹیاں ہیں جن میں شمولیت سماجی اور مذہبی لحاظ سے ضروری سمجھی جاتی ہے۔ ایسی دعوتوں میں کھانے کی انواع واقسام کی بہتات ہوتی ہے اور بالخصوص میٹھے مشروبات کی جو ذیابیطس کے مریضوں کے لئے خطرناک ہوتے ہیں۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ افطار وسحر پر جو غذا استعمال کی جاتی ہے وہ دن بھر کے فاقے کے دوران کی گئی کلوریز کی بچت کو ضائع کر دیتی ہے۔ ان غذائی بداحتیاطیوں کی بدولت ایسے مریضوں کا وزن ماہ رمضان کے دوران کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس قسم کے مریض افطار وسحر کے موقع پر غذا پر کنٹرول رکھیں اور افطار پارٹیوں میں بھی احتیاط کا دامن نہ چھوڑیں۔ خوراک کی مقدار کا تعین اس بات پر بھی منحصر ہے کہ مریض کس قدر موٹا ہے اور اسے کتنا وزن کم کرنے کی ضرورت ہے۔

زیادہ موٹے لوگوں کے لئے 500 کلوریز اور درمیانے درجے کے لئے 1000 یا 1500 کلوریز کا غذائی مینو وزن کو کم کرنے اور ذیابیطس کو کنٹرول کرنے میں ممد ہوگا۔ غذا میں کلوریز کا تعین اس بات پر منحصر ہے کہ مریض دن کے وقت کس کام میں مصروف ہے۔

ظاہر ہے کہ ہاتھ سے کام کرنے والے لوگوں کی غذائی ضروریات ایئر کنڈیشنڈ کاروں میں سفر کرنے والوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ اس قسم کے مریضوں کا دوسرا گروہ وہ ہے جو غذا کے ساتھ ساتھ گولیوں کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ زیادہ تر گولیاں سلفونل یوریا گروپ سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کی کئی اقسام بازار میں مختلف ناموں سے دستیاب ہیں۔ ان تمام کا اثر ایک جیسا ہی ہوتا ہے اور فرق صرف مدت اثر کا ہوتا ہے۔ روزوں کے دوران مناسب ہوتا ہے کہ مریض کو کم مدت اثر والی گولی دی جائے جو سحری کے موقع پر استعمال کر لی جائے تا کہ بعد از دوپہر کم شکری کی علامت پیدا نہ ہوں۔ تاہم اگر ایسی علامات پیدا ہوں تو روزہ توڑنا مناسب ہوتا ہے۔

ماہ رمضان کے روزے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام مسلمانوں پر فرض ہیں اور ان کی فضیلت مسلم ہے تاہم قرآن کریم کی جن آیات میں روزوں کو فرض کیا گیا ہے' وہاں مریض اور مسافر کو رخصت دی گئی ہے اور حکم ہے کہ رمضان کے روزوں کو بعد کے ایام میں پورا کیا جائے۔

مریضوں کی دو اقسام ہیں' عارضی اور مستقل' ذیابیطس بالخصوص اوائل عمری کی ذیابیطس ایک مستقل مرض ہے اور اس لئے حکم الٰہی بھی ان کے لئے مستقل ہے' چنانچہ ان کو روزوں سے مکمل طور پر رخصت ہے۔

تاہم ذیابیطس کی دوسری قسم کے مریض حالات کے مطابق روزہ رکھ سکتے ہیں یا مرض کی شدت کے اعتبار سے انہیں ملتوی کر سکتے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے لئے روزہ رکھنا نہ صرف مناسب بلکہ علاج کا حصہ ہے۔

شدید قسم کے مرض کے مریضوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی روزہ نہ رکھنے کی سہولت کو استعمال کرنا بھی منشائے الٰہی ہے۔ بالکل ہی جیسے سفر کے دوران نماز قصر ادا کرنا۔

بدین شہر میں مکتبہ نور اسلامیہ کا قیام

ہر قسم کی دینی مذہبی کتب' سی ڈیز' تقاریر' تلاوت' ترانوں کی کیسٹس' دعوتی رسالے اور اسٹیکر خریدنے کے لئے تشریف لائیں۔

نوٹ: ہر جمعہ نماز کے بعد "مرکز معاذ بن جبلؓ" میں ایک شاندار اسٹال لگایا جاتا ہے۔ ان شاءاللہ

برائے رابطہ: "مکتبہ نور اسلامیہ" نزد اخبار ایجنسی
غریب آباد بدین۔ عبدالواحد کمہار
فون نمبر 61622-710115

بسم اللہ الرحمن الرحیم

AD-DAAWAH MEDICAL MISSION

الدعوۃ میڈیکل مشن

کے زیر اہتمام ہیپاٹائٹس بی کے حفاظتی ٹیکوں کی مہم

WHO سے منظور شدہ ویکسین

تعاون Macter

پاکستان میں جگر کے کینسر کا سب سے بڑا سبب

(کالا یرقان) ہیپاٹائٹس بی یعنی

اندھی موت سے بچیے

ایڈز کے مقابلے میں 100 گنا زیادہ خطرناک ہیپاٹائٹس بی کے حفاظتی ٹیکوں کا کورس ضرور کروائیں

رعایتی قیمت

19 سال سے زائد کیلئے ~~350~~ صرف 180 روپے

19 سال تک کیلئے ~~210~~ صرف 90 روپے

بروز ہفتہ، اتوار 15,16 اکتوبر (صبح 10 بجے سے رات 10 بجے)

لاہور مرکز القادسیہ 4- لیک روڈ چوبرجی چوک لاہور فون: 042-7351779, 7230550, 0300-466313

ننھا سہیل اور ماں کا پیار

ہیکل سلمانی کا خواب دیکھنے والے یہودی مسجد اقصیٰ میں داخل ہو چکے ہیں۔ سامنے مسجد کا مؤذن عزیز کھڑا ہے' یہودیوں کی سٹین گن قہقہہ لگاتی ہے تو گولیوں کا برسٹ عزیز کے سینہ میں جا لگتا ہے اور...... پھر مسجد عمرؓ سے اذان بلند کرنے والی یہ آواز ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جاتی ہے۔ نماز ظہر کے وقت یہاں پہلی مرتبہ اذان کی آواز نہیں گونجی۔ اب یہودی گلی کوچوں میں بوڑھوں' عورتوں اور بچوں پر یوں ٹوٹ پڑتے ہیں کہ جیسے وہ صدیوں سے مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہوں۔ مقابلہ کرنے والے نوجوان یکے بعد دیگرے شہید ہو چکے ہیں۔ گلی کوچوں میں ہر طرف لاشیں بکھری پڑی ہیں۔ گھروں اور ہسپتالوں میں بھی لاشوں کے انبار لگے ہیں۔ نزارہ کے مشن ہسپتال میں ایک غیر ملکی رپورٹر ایک اخبار نویس دوست کی لاش لینے پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ ایک کمرے میں فرش سے چھت تک لاشوں کے انبار لگے ہیں۔ ہسپتال کا بوڑھا ڈاکٹر کہتا ہے:

''تم ایک شخص کی لاش لینے آئے ہو' ہمارے پاس تو بے شمار لاشیں ہیں...... تمہیں بس ایک لاش کی فکر ہے...... اور بھی لو نہ......''

یہ کہہ کر وہ فرش پر لگے ہوئے ڈھیر سے کمبل ہٹا دیتا ہے۔ گڑیوں کی طرح چھوٹے چھوٹے مسلمان بچوں کے خون میں لت پت ٹوٹے پھوٹے ڈھانچے بڑا ہی دردناک منظر پیش کر رہے ہیں۔

بلدیہ کا رئیس طارق الاحد بھی مقابلہ کرتے شہید ہو چکا ہے۔ اب یہودی فوجی دندناتے ہوئے اس کے بنگلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ شہید کی بیوہ بھی گولی کا نشانہ بن چکی ہے۔ طارق الاحد کے تین نوعمر بچے ایک دوسرے سے چمٹے ایک کونے میں کھڑے ہیں۔ بڑے کی عمر گیارہ اور سب سے چھوٹے کی عمر صرف تین سال ہے۔ تین سالہ ننھے سہیل کو صرف اتنا معلوم ہے کہ جب ماں غضب ناک ہوتی اور اسے ڈانٹنے کے لئے ہاتھ اٹھاتی تو وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لیا کرتا تھا' تب امی لپک کر اسے اٹھا لیتی اور سینے سے چمٹا کر پیار کیا کرتی تھی۔ سو ننھے سہیل نے جب یہودیوں کو غضبناک دیکھا تو ننھے ننھے ہاتھ جوڑ دیئے لیکن ماں کے پیار کی بجائے اس کے نازک اور پھولوں جیسے رخسار پر پہلے تو ایک زناٹے دار تھپڑ پڑا اور پھر...... ایک یہودی اس کے پیٹ میں سنگین گھونپ کر اسے اچھال دیتا ہے اور یہ کہتا ہوا باہر نکل جاتا ہے کہ ''مسلمان کے بچے کو بھی زندہ چھوڑنا یہودی قوم سے دشمنی کے مترادف ہے۔''

فتح کے بعد یہودی مسجد اقصیٰ میں جمع ہیں اور مے نوشی کی صورت میں جشن فتح منا رہے ہیں' مسلمانوں کی بے بسی و بے کسی پر قہقہے لگا رہے ہیں۔ مسجد کی بے حرمتی کو دیکھ کر صرف آسمان ہی نہیں مسجد کے مینار بھی سسک رہے ہیں اور زبان حال سے کہہ رہے ہیں مسلمانو! قرآن سے دوری و انحراف اور یہودیوں سے دوستی کا انجام ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ تم اگر ابھی محفوظ ہو تو موقع ملتے ہی وہ تمہیں بھی معاف کرنے والے نہیں چاہے تم اسرائیل کو تسلیم کر لو اور ان سے جتنی بھی دوستی کر لو۔

(از قلم: عرفی چاچو)

حاکم ہو تو ایسا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب سفر شام سے فتح بیت المقدس کے بعد کامیاب واپس ہوئے تو ایک جنگل کے کنارے پر ایک بوڑھی عورت کا خیمہ دیکھا۔ اس سے جا کر آپ رضی اللہ عنہ نے ملاقات کی اور پوچھا ''تمہارے زمانہ کا امیر المومنین کیسا ہے؟'' اس نے کہا ''لاجزاللہ عنی'' یعنی ''اللہ اس کا بھلا نہ کرے'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سبب پوچھا۔ اس نے کہا ''جب سے وہ خلیفہ ہوا ہے' اس نے مجھے کوئی وظیفہ نہیں بھیجا۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''تم نے اس کو کوئی اطلاع دی'' بڑھیا نے کہا۔

''امیر المومنین کو خود اپنی رعایا کی فکر کرنی چاہئے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا ''ماں! تمہارا مجرم عمر (رضی اللہ عنہ) میں ہی ہوں۔ میرا قصور معاف کر دو۔'' اس نے آپ کو ایک راہ گیر سمجھ کر کہا

سنہری باتیں

1- علم وہ روشنی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔
2- خوش خلقی سب سے اچھی عادت ہے۔
3- بدگمانی خوشیوں کی دشمن ہے۔
4- خود اعتمادی سب سے بڑا راز ہے۔
5- آزادی کی حفاظت نہ کرنے والا غلامی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

(محمد اشفاق فاروق صدیقی' دولو آنہ)

بچوں میں آنکھوں کے مسائل

بچوں میں آنکھ کی بیماریاں بظاہر ایک معمولی بات ہے لیکن عدم توجہی کی وجہ سے یہ خدانخواستہ کسی بڑی پریشانی کا سبب بھی بن سکتی ہیں۔ چھوٹی عمر میں بچے آنکھ کے مسائل سے بہت زیادہ دوچار رہتے ہیں۔ ایک سروے کے مطابق یہ شرح 22.8 فیصد دیکھی گئی۔ (11.10 فیصد) بچے معمولی قسم کی بے ضرر چھوت (انفیکشن) کے شکار پائے گئے۔ یہ چھوت گرم و مرطوب موسم' گرد و غبار' تیز دھوپ اور کیڑے مکوڑوں کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔ خوش قسمتی سے بچوں کی اکثریت کو معمولی توجہ اور علاج کی ضرورت ہوتی ہے' جس سے یہ چھوت آسانی سے ختم ہو سکتی ہے۔ ایک سروے کے دوران بچوں میں حسب ذیل امراض چشم دیکھے گئے۔

شدید آشوب چشم:

اس کی خاص علامت آنکھ کے ڈھیلے کی سرخی ہوتی ہے۔ آنکھ سوجی ہوتی ہے اور اس سے رطوبت بہتی رہتی ہے۔ جس سے نظر کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اس سلسلے میں مریض کو اپنی آنکھ صاف پانی سے دھوتے رہنے کا مشورہ دیا جاتا ہے اور اسے دوسروں کا تولیا استعمال نہ کرنے کی ہدایت بھی کی جاتی ہے۔ بعض مریضوں کو ضد حیوانی دوائیں (اینٹی بایوٹکس) بھی تجویز کی جاتی ہیں۔

پپوٹوں کی سوجن:

اس جائزے میں شامل بچوں میں سے 373 (1.46%) بچے پپوٹوں کی سوجن یا بامھنی میں مبتلا پائے گئے' جس کا علاج ضد حیوانی دواؤں سے بہ آسانی کیا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ صفائی ستھرائی کا زیادہ خیال رکھا جائے اور بالوں کی خشکی روکنے والے شیمپو بھی استعمال کئے جائیں۔

موسمی نزلہ:

جائزے میں شامل 1.90 فیصد بچے موسمی نزلے کے شکار پائے گئے جو دراصل الرجی یعنی حساسیت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس میں سوزش اور خراش ہوتی ہے۔ اس کا اصل سبب گرد و غبار اور گرم و خشک موسم ہوتا ہے۔ اس کا علاج ٹھنڈے پانی اور مناسب مانع حساسیت (اینٹی الرجک) دوا کا استعمال ہوتا ہے۔ کئی صورتوں میں معالج سے مشورہ بھی ضروری ہوتا ہے۔

پیدائشی امراض:

ان میں سے بعض امراض کا علاج آپریشن سے ہوتا ہے۔ جائزے میں شامل بچوں میں سے 45 (0.17 فیصد) کی آنکھوں میں پیدائشی موتیا تھا جس کے لئے آپریشن ضروری تھا۔ موتیے کا علاج جلد از جلد ہونا چاہئے۔

بھینگا پن:

119 بچے (0.46 فیصد) پیدائشی بھینگے پن کا شکار پائے گئے۔ ایسے بعض مریض بچوں کا علاج چشمے لگانے سے ہو سکتا ہے

کہ ”مجھ سے تمسخر مت کرو۔“ اس اثناء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قافلہ میں سے نکل کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے اور انہوں نے کہا ”السلام علیکم یا امیر المومنین“ اب بڑھیا کو یقین ہوا کہ امیر المومنین یہی ہیں' تو دہشت زدہ ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بلاشبہ تمہارا مجرم عمر میں ہی ہوں۔ یہ لو کھجور اور ستو سنبھال کر رکھ لو اور اب تمہارا باقاعدہ وظیفہ آتا رہے گا۔“ یہ کہا اور چمڑے کے ٹکڑے پر بوڑھی ماں سے معافی نامہ حاصل کیا۔ جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی گواہیاں درج تھیں۔

بیت المقدس کا یہ فاتحانہ و کامیاب سفر اور خلق خدا کے ساتھ اس قدر مسکینی و تواضع فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہی طرہ امتیاز ہے۔

(میر طلال فاروق' پنڈ شہیداں گوندلانوالہ)

اے راہِ وفا کے ساتھیو!
سلام ہو تم پر

قربان جاؤں ان جیالوں کی عظمت پر کہ جو راہِ الٰہ میں گردن تک کٹوانے سے گریز نہیں کرتے۔

اے سرفروشان اسلام!

اسلام کی یہ مائیں' بیٹیاں تمہاری سلامتی اور حفاظت کے لئے دعا گو ہیں کیونکہ

تمہی تو وہ سرفروش ہو جنہوں نے ظلم کی چکی میں پستے مسلم کو حوصلہ دیا ماؤں' بہنوں کی عصمت کو بے آبرو ہونے سے بچایا اور

معصوم بچوں پر جو نت نئے تشدد کے حربے آزمائے جاتے ہیں ان پر پل باندھ دیا

اے شہیدان اسلام!

اللہ کے حضور ہماری بھی سفارش کر دینا

اے شہداء کے عظیم والدین میں تمہاری عظمت کو سلام کرتی ہوں کیونکہ تمہاری ہی بہترین تربیت نے ان جوانوں کو شہداء کی صف میں کھڑا کر دیا

اے صبر و شکر کے عظیم پیکرو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے درجات بلند فرمائے۔ آمین

(سمیرا اکرم' وہاڑی)

جبکہ اکثر کے لئے آپریشن ضروری ہوتا ہے۔ یہ 3 تا 5 سال کی عمر میں کروا لینا چاہئے۔ آپریشن میں تاخیر کی وجہ سے نظر کمزور ہی نہیں ہوتی بلکہ بھینگا پن بھی مستقل ہو جاتا ہے۔ یہ خیال غلط ہے کہ عمر میں اضافے کے ساتھ یہ تکلیف دور ہو جاتی ہے۔

انعطافی خرابی: (نظر کی کمزوری).

سکول کے 740 (2.90 فیصد) بچے اس کے شکار پائے گئے جبکہ انہیں اس کمزوری کا قطعاً کوئی علم نہیں تھا۔ ترقی پذیر ملکوں میں بچوں کی نظر کی کمزوری کی شکایت خاصی عام ہے۔ اس سلسلے میں امراض چشم کے ماہر سے رجوع کرنا ضروری ہوتا ہے۔ سکول میں داخل ہوتے ہی یہ کام ہو جانا چاہئے۔ یہ اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام بچوں کی نظر کی کمزوری پر خصوصی توجہ دیں۔ یہ کام مخصوص قسم کے چارٹس کی مدد سے بہ آسانی کیا جا سکتا ہے اگر بچے مخصوص الفاظ آسانی سے نہ پڑھ سکیں تو انہیں ماہر چشم سے رجوع کروانا چاہئے۔

(منیر احمد' ڈھیسیاں جڑانوالہ)

نماز اللہ کے لئے ہے

سلطان سکندر لودھی اپنی بادشاہت کے زمانے میں ایک دفعہ صوبہ بہار کے شہر بہار گیا اور کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔ اس عرصے میں وہ ہر جمعہ کو شہر کی جامع مسجد میں جا کر کی نماز پڑھا کرتا تھا۔ ایک جمعہ کو اسے مسجد میں آنے میں دیر ہو گئی۔ مسجد کے امام صاحب نے سلطان کا انتظار کئے بغیر وقت پر جمعہ کی نماز پڑھا دی۔ سلطان مسجد میں پہنچا تو جماعت ہو چکی تھی۔ اس کے ایک ساتھی نے نمازیوں سے کہا:

”سلطان کے تشریف لانے کا انتظا کرنا چاہئے تھا“ جامع مسجد کے امام صاحب بڑے نڈر اور سچے آدمی تھے۔ انہوں نے کہا:

”ہم لوگوں نے اللہ کی نماز ادا کرنی تھی۔ وہ کر لی“

سکندر لودھی نے ان کی بات سن کر سر جھکا لیا اور کہا:

”آپ نے اچھا کیا کہ وقت پر نماز ادا کر لی۔ غلطی میری ہے کہ میں نے آنے میں دیر کر دی۔“

(اخت ابو حفص' شیخوپورہ)

ماں

☆......ماں دکھوں کا بہترین علاج ہے۔

☆......ماں کے بغیر گھر قبرستان ہے۔

☆......ماں اور پھول میں کوئی فرق نہیں۔

☆......ماں ایسی خوشبو ہے جس سے سارا جہاں مہک اٹھتا ہے۔

☆......ماں ایسا بادل ہے جو رحمت بن کر آتا اور برستا ہے۔

☆......ماں روشنی کا وہ مینار ہے جو گھپ اندھیرے میں راہ دکھاتا ہے۔

☆......ماں ایک ایسا انمول موتی ہے' جس کو دولت سے نہیں خریدا جا سکتا۔

(مراسلہ: بنت حافظ ابراہیم سلفی شہیدؒ ٹاؤن شپ لاہور)

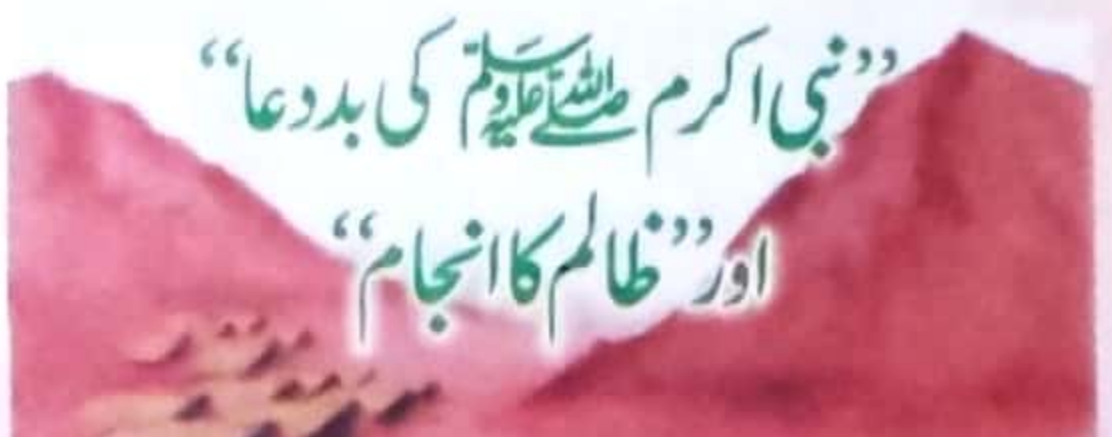

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا“ اور ”ظالم کا انجام“

جنگ احد میں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی کرنے والے دو شخص عتبہ بن ابی وقاص اور عبداللہ بن شہاب تھے۔ وہیں ایک اور اڑیل سوار عبداللہ بن قمۂ نے لپک کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر ایسی سخت تلوار ماری کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہینے سے زیادہ عرصے تک اس کی تکلیف محسوس کرتے رہے۔ البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوہری زرہ نہ کٹ سکی۔ اس کے بعد اس نے پہلے ہی کی طرح پھر ایک زوردار تلوار ماری اس کی وجہ سے خود کی دو کڑیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے اندر دھنس گئیں' ساتھ ہی اس نے کہا ”میں قمۂ یعنی توڑنے والے کا بیٹا ہوں۔“

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے فرمایا ”اللہ تجھے توڑ ڈالے“

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا سن لی۔ ابن قمۂ جنگ سے واپس لوٹنے کے بعد اپنی بکریاں دیکھنے کے لئے نکلا تو بکریاں پہاڑ کی چوٹی پر ملیں۔ وہ انہیں اتارنے کے لئے اوپر چڑھا۔ ایک پہاڑی بکرے نے اس پر حملہ کر دیا۔ اسے سینگ مار مار کر نیچے گرا دیا۔ اللہ نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ (بحوالہ: الرحیق المختوم)

(سائرہ رشید' جنوبی سلانوالی)

گذشتہ ماہ کے درست جوابات

1- رسولوں کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیں اور شرک سے باز رکھیں۔

2- دعوت سے مراد ہے' توحید کی دعوت۔

3- طاغوت سے مراد شیطان ہے اور یہ معروف ابلیس بھی ہے جو لوگوں کو اللہ کی عبادت سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔

4- توحید کی عام طور پر تین قسمیں کی جاتی ہیں۔ 1- توحید ربوبیت 2- توحید الوہیت 3- توحید الاسماء والصفات۔

5- مجلّہ الدعوۃ کے اب تک کل 189 شمارے شائع ہو چکے ہیں۔

بذریعہ قرعہ اندازی انعام یافتگان

1- محمد عدنان' پشاور

2- بنت ابوالفضل' کوٹ رادھا کشن

3- سمیرا اکرم' وہاڑی

خطوط بھیجنے والے دیگر قارئین کے نام

ابن چاند محمد' کراچی۔ طلحہ 'لدھڑ' سیالکوٹ۔ فائزہ سعید' ڈیرہ ملا سنگھ شیخوپورہ۔ تحسین بن عبدالسلام۔ سید مسعود حیدر بخاری۔ نصر اللہ جاوید' سیدوالہ۔ صدیقہ نسیم' نفیسہ نسیم۔ سارہ خان' لاہور۔ محمد عمران بن محمد طفیل۔ مہوش صبا (نور جمال) ابوسفیان' مانانوالہ۔ طارق محمد مشتاق' قصور۔ آسیہ' خدیجہ نذیر' بوریوالہ۔ عبدالرحمٰن ساجد' کمالیہ۔ ثمینہ یاسمین' لیہ۔ عظمٰی رانی' سمیرا کوثر' حافظ آباد۔ بنت مقبول 'کھوکھر روڈ لاہور۔ محمد اکبر ولد محمد صادق' بڈھا پنڈ ضلع نارووال۔ میر اعجاز احمد رضا پیہالوی' پیہال کلاں قصور۔

ذہن سائز انعامی کوئز

1- توحید ربوبیت کا کیا مطلب ہے؟

2- توحید الوہیت کسے کہتے ہیں؟

3- عبادت میں سب سے زیادہ حساس مسئلہ کون سا ہے؟

4- توحید الاسماء والصفات سے کیا مراد ہے؟

5- ایک ممتاز امریکی کالم نویس خاتون نے کہا کہ ”ہمیں عالم اسلام پر دھاوا بول دینا چاہئے' ان کے راہنماؤں کو قتل کر کے عوام کو عیسائی بنا لینا چاہئے۔“

”بتائیے یہ جملہ مجلّہ الدعوۃ کے کس صفحے پر ہے۔ نیز مضمون نگار کا نام بھی لکھئے۔“ (نوٹ) پہلے چار سوال امیر محترم پروفیسر حافظ محمد سعید کی کتاب عقیدہ و منہج سے لئے گئے ہیں۔

ملک کا سرمایہ افتخار ہونہار طالبات

طالبات کے بھیجے ہوئے مراسلوں کے مطابق

☆ ملت گرائمر گرلز ہائی سکول فیصل آباد کی طالبہ آمنہ تبسم ولد ظفر اللہ خان رولنمبر 127995 نے میٹرک کا امتحان 673 نمبروں سے پاس کیا ہے۔ مجلۃ الدعوۃ' طیبات اور ننھے مجاہد آمنہ تبسم کے پسندیدہ میگزین ہیں جبکہ بزم اطفال کی وہ شروع ہی سے قاریہ ہیں وہ مستقبل میں ڈاکٹر بننے کا ارادہ رکھتی ہیں۔

☆ ماڈرن پبلک ہائر سیکنڈری سکول کراچی کی طالبہ مائدہ رفیق نے رولنمبر 563146 نے میٹرک کا امتحان 850 میں سے 748 نمبر حاصل کر کے گریڈ A-1 کے ساتھ پاس کیا ہے اور اپنے سکول میں پہلی پوزیشن حاصل کی ہے۔ ☆ کراچی سے عظمیٰ عزیز رولنمبر 439932 نے 651 نمبر کے ساتھ گریڈ اے حاصل کیا ہے۔ ہماری تینوں بہنوں کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو مزید کامیابیاں عطا کرے' دین کے مطابق عمل کی توفیق عطا کرے اور والدین کے لئے سرمایہ افتخار بنائے۔

تین دوست

علم......دولت......اورعزت تینوں ایک مقام پر جمع ہوئے۔ جب رخصت ہوئے تو ان کے درمیان کچھ اس طرح گفتگو ہوئی۔

علم......!میں جا رہا ہوں۔ جب مجھ سے ملنا ہو تو عالموں کی صحبت اور ان کی کتابوں میں تلاش کرنا۔

دولت......!میں جا رہی ہوں۔ مجھ سے ملنا ہو تو امیروں کے محلوں میں تلاش کرنا۔

عزت......!جب کچھ نہ بولی تو علم اور دولت نے پوچھا' تم کہاں ملوگی؟ عزت بولی' افسوس! میں جب ایک دفعہ چلی جاؤں تو واپس نہیں آتی۔

(اخت سمعیہ سعید شہید آف لدھیوالا چیمہ)

معلومات

☆...... دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ ''گرین لینڈ'' ہے۔

☆...... سب سے بڑی قدرتی جھیل 'بحیرہ کسیلیئن'' ہے۔

☆...... گھانا کی جھیل'' وولٹا'' دنیا کی سب سے بڑی مصنوعی جھیل ہے۔

☆...... کوہ ہمالیہ کے دامن میں واقع جھیل ''بیچ پوکھری'' دنیا کی بلند ترین جھیل ہے۔

☆...... روس میں واقع جھیل ''بیکال'' سب سے گہری جھیل ہے۔

☆...... دنیا کا سب سے لمبا دریا'' دریائے نیل'' ہے۔

☆...... دنیا کی سب سے بڑی خلیج ''خلیج بنگال'' ہے۔

☆...... سب سے بڑا پہاڑی سلسلہ ایشیاء میں واقع ''کوہ ہمالیہ'' کا سلسلہ ہے۔

☆...... بلند ترین چوٹی'' ماؤنٹ ایورسٹ'' ہے۔

☆...... سب سے مقبول آبشار'' آبشار نیاگرا'' ہے۔

☆...... رقبہ کے لحاظ سے سب سے چھوٹا اسلامی ملک ''مالدیپ'' ہے۔

☆...... آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک ''انڈونیشیا'' ہے۔

☆...... رقبہ کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک ''قازقستان'' ہے۔

(ام فریعہ فاطمہ' قصور)

میری ڈائری سے

☆...... آزادی کے چراغ تیل سے نہیں' لہو سے جلتے ہیں۔

☆...... نیک عمل دل کو اس طرح زندہ کرتا ہے جیسے بارش زمین کو۔

☆...... بعض اوقات جرم معاف کرنا مجرم کو اور زیادہ خطرناک بنا دیتا ہے۔

(تحسین ڈار' گجرات ہیل)

خوش قسمت لوگ

1- کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے ماں باپ کی عظمت کو جانتے ہیں۔

2- کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے دل میں حسد جیسی لعنت نہیں رکھتے۔

3- کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے نفس کی پیروی نہیں کرتے۔

4- کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت اور ان کی اطاعت کرتے ہیں۔

(عبد المجید' وادی نیلم آزاد کشمیر)

روشن باتیں

1- اے عقلمند! ایسے دوست کو چھوڑ دے جو دشمنوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہو۔

2- خبردار! کسی بھانڈ سے اپنی تعریف نہ سننا۔ وہ کنگال تجھ سے نفع کا امیدوار ہے۔ اگر تو کسی دن اس کی حاجت برد آری نہ کر سکا تو تجھ میں سے سو عیب نکالے گا۔

3- بدعمل سے دور رہو۔ یہ تمہیں ایک نوالے کے عوض بیچ ڈالے گا۔

(ہادیہ ہانی' چونیاں)

چراغ

آخرت اندھیرا ہے......اس کا چراغ نیک اعمال ہیں۔

دنیا کی محبت اندھیرا ہے......اس کا چراغ تقویٰ ہے۔

گناہ اندھیرا ہے......اس کا چراغ توبہ ہے۔

قبر اندھیرا ہے......اس کا چراغ کلمہ طیبہ ہے۔

(اخت نعمان الٰہی' گڈو بیراج)

میرا پسندیدہ شعر

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

(عبد الرشید' مصطفیٰ آباد ظفر وال)

جہاں چوٹ کھانا وہیں مسکرانا
مگر اس ادا سے کہ رو دے زمانہ

(امت الصمد عرف سندس' گڈو بیراج)

لِلّٰہ امت پہ ایک احسان کرو
امت کو نہ فرقوں میں پریشان کرو
آساں ہے مسلمان کو کافر کہنا
ہمت ہے تو کافر کو مسلمان کرو

(ایمن چاند' کورنگی کراچی)

تیری بہن کی ہوئی تار تار ردا
کس نے چھینی اے مسلم! تیری آنکھوں سے حیا

(علی جاوید' شارجہ دبئی)

کوئی بزم ہو کوئی انجمن یہ شعار اپنا قدیم ہے
جہاں روشنی کی کمی ملی وہی ایک چراغ جلا دیا

(محمد جاوید' شارجہ دبئی)

موت سے جو گھبرا جائے وہ انسان نہیں ہوتا
جو کفر سے ڈر جائے وہ مسلمان نہیں ہوتا

(شازیہ عندلیب)

اسلام کا یہ پرچم کشمیر میں لہرائے گا
اسلام غالب آئے گا اسلام غالب آئے گا
میری بھی لاش کو کوئی کندھوں پہ اٹھائے گا
کشمیر کے شہیدوں میں میرا نام بھی آئے گا

(حافظ سمیع اللہ سبحانی)

بلند رکھنا مقام اپنا' نگاہ اپنی' حیا اپنا
نہ ڈگمگائیں قدم آپ کے کچھ ایسا ہی وقار رکھنا

(شہید کی بیوہ' ثمینہ مجاہد)

میرے لہو سے رقم ہو گا لفظ آزادی
کفر کے غرور کا بت پرانا ٹوٹے گا
ہر اک جواں کے بعد آئے گا جواں اک اور
شہادتوں کا یہ حسیں سلسلہ نہ ٹوٹے گا

(مسرت غفار' کلہر مہندد۔ پاکپور)

رمضان ایمان واحتساب کا مہینہ

ابوسعد احسان الحق شہباز

آج سے تقریباً چودہ سو سینتیس سال قبل اس کائنات میں ہر طرف کفر اور شرک کا غلبہ تھا۔ گمراہی نے پوری دنیا کو گھیرا ہوا تھا۔ ہدایت نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ پہلی شریعتوں کو بھی مسخ کر دیا گیا تھا۔ انبیاء ورسل کی دعوت کو ختم کر دیا گیا تھا اور انسانیت اس گمراہی کی وجہ سے اللہ سے دور اور شیطان کے جالوں میں پھنس کر جہنم کے کنارے پر پہنچ چکی تھی۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا

"واذکروا نعمة الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمة اخوانا وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها"

"تم آپس میں دشمن تھے۔ عداوتیں، کینے لڑائیاں جھگڑے میں تمہاری زندگی تھی۔ جانوروں جیسی کمینی خصلتیں گھر کر چکی تھیں اور تم جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔"

دوسرے مقام پر فرمایا۔

"وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین"

یقیناً یہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں گرے ہوئے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی زندگی کو دیکھ لیں۔ گھر سے ہدایت کی تلاش میں نکلے۔ در بدر پھرتے رہے مگر ہدایت نہ ملی اور بڑے بڑے راہبوں، پادریوں کے پاس گئے۔ آخر انہوں نے بھی کہہ دیا کہ سلمان! ہدایت اب زمین پر نہیں رہی اس کے لئے تمہیں انتظار کرنا پڑے گا اور کھجوروں والی زمین پر نبی آئے گا تو ہدایت آئے گی۔

یہ وہ سیاہ دور تھا، کفر وشرک کا زمانہ تھا، انسانیت کی تباہی کا وقت تھا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے جوش مارا اور اس ذات بابرکات کو اپنی مخلوق پر ترس آ گیا کہ میرے یہ سارے بندے دوزخ کی طرف جا رہے ہیں۔ انسانیت کے اعلیٰ وارفع مقام سے گر چکے ہیں۔ تہذیب وتمدن سے ناآشنا شیطان کے جالوں میں الجھے ہوئے ہیں تو ان کو اس گندگی سے نکالنے کے لئے، کفر وشرک کی دلدل سے باہر نکالنے اور جہنم کے گڑھے سے بچا کر جنت کے راستے پر لانے کے لئے جاہلی کمینگی سے نکال کر اعلیٰ اخلاق وعادات سکھلانے کے لئے ان کی ہدایت کا بندوبست فرمایا اور اپنی طرف سے اپنے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو ان کا استاد بنا کر مبعوث فرمایا اور اپنی کتاب قرآن کو نازل فرمایا۔

جانتے ہو انسانیت پر رحم کرنے کے وہ دن کون سے تھے؟ وہ رمضان کے دن تھے۔ یہی مہینہ تھا۔ اس عظیم رحمت کی وجہ سے ہی اس مہینے کو رحمتوں والا مہینہ کہا جاتا ہے۔ جس کی شان خود نبی اکرم ﷺ نے اس طرح بیان فرمائی کہ اس مہینے میں دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ قرآن کا بیان ہے۔

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس

ہم رمضان المبارک کا زیادہ وقت خریداریاں کرنے، افطار پارٹیاں کھانے، عید کارڈ پسند کرنے اور بھیجنے میں گزار دیتے ہیں اور وہ بھی فحش عید کارڈ جو کہ سراسر غیر اسلامی رسم ہے

"رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں لوگوں کو ہدایت دینے کے لئے قرآن نازل کیا گیا۔"

اللہ اکبر...... اللہ تعالیٰ نے رمضان کا تذکرہ بھی اسی حوالہ سے کر کے اپنے بندوں کو دعوت دی کہ وہ رمضان کو اس کے صحیح پس منظر میں دیکھیں۔ اس میں نزول قرآن، اس کے پہلے کے حالات اور انسانیت کی اس حالت پر اللہ کی رحمت، پھر اس کا تقاضا سمجھیں۔ قرآن اتارنے اور نبی مبعوث کرنے سے اللہ کا مقصود کیا ہے؟ اس حوالہ سے ہماری کیا ذمہ داری ہے، اس پر غور کریں۔

نبی ﷺ بھیجنے اور ہدایت اتارنے سے مقصود:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

هوالذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله وکفی بالله شهیداً

"اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین (نظام قانون) دے کر مبعوث کیا تا کہ دنیا میں جتنے بھی کفریہ شرکیہ نظام رائج ہیں، زندگی گزارنے کے طریقے، رسوم ورواج، تہذیبیں، تمدن اور ثقافتیں ہیں، سب ختم کر کے اللہ کے سچے دین کو نافذ وغالب کر دیں اور اس پر اللہ کی نگرانی وشہادت بہت بڑی چیز ہے۔"

نبی ﷺ کا کام:

نبی اکرم ﷺ نے ماہ رمضان میں ملنے والی اس ذمہ داری پر فوراً کام شروع کر دیا۔ دعوت کا میدان گرم کر دیا۔ اللہ کے احکام بیان کرنا، اللہ کے پسندیدہ طریقے بتانا، کفار ومشرکین اور جاہل وگندے لوگوں سے خبردار کرنا، جہنم کے راستے سے روکنا اور جنت کے راستے کی طرف راہنمائی کرنا شروع کر دیا۔ پندرہ برس تک دین حق اور ہدایت کی بھرپور طریقے سے دعوت دی اور اس راستے میں آنے والی تکالیف وپریشانیوں کو برداشت کرتے ہوئے انسانیت کو اللہ کی رحمت میں لانے اور شیطانوں کے ظلم اور پنجۂ استبداد جس سے وہ انسانیت کو اللہ سے توڑ رہے تھے، سے بچانے کی پوری کوشش کی۔

انسانیت اور رحمت میں حائل ہونے والی قوتوں کا توڑ:

وہ شیطانی طاقتیں جو انسانیت کو اللہ کی رحمت سے محروم رکھ کر انہیں جنت سے دور اور جہنم جیسی تباہی اور بربادی کا ایندھن بنانے والے جرم اور ظلم کی مرتکب تھیں، اللہ کی زمین اور کائنات میں اللہ کی فرمانبرداری وعظمت کی بجائے بغاوت وسرکشی کے راستے پر انسانوں کو اپنا غلام بنا کر رکھنا چاہتی تھیں، جب انہوں نے اپنا زور دکھانا شروع کیا تو اسی ماہ رمضان میں نبی اکرم ﷺ نے جہاد کے میدان گرمائے۔ اللہ کی محبت میں اس کی رحمت سے انسانیت کو ہمکنار کرنے، ان کو غلام بنا کر جہنم کا ایندھن بنانے والے ظالموں سے ٹکرائے اور اللہ کے مشن ومقصود کو دنیا پر مکمل کرنے کے لئے اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھا اور قربانیوں کی داستان رقم فرمائی۔ چنانچہ جنگ بدر جو کفر اور اسلام کا پہلا بڑا معرکہ ہے اس مہینہ میں لڑی گئی جس میں کفر کی گردن توڑ دی گئی۔ ستر بڑے کافر جو کفر وشرک کے امام تھے، قتل کئے گئے اور اتنے ہی قید کئے گئے اور اہل اسلام نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے...... ہاں اسی رمضان میں...... مکہ فتح کیا گیا اور جزیرۃ

عرب سے کفر و شرک اور جہالت کا خاتمہ کیا گیا اور اللہ کے سچے دین کو نافذ و غالب کر دیا گیا۔

آج ہم اور رمضان:

محترم بھائیو! آج ہمارے پاس بھی رمضان اپنے اسی پس منظر میں آیا ہے' وہی یادیں لے کر' وہی پیغام لے کر ذرا سوچئے' ہم نے کس طرح اس کا استقبال کرنا ہے اور اس کو کس طرح گزارنا ہے۔ پہلے نمبر پر تو اپنی حالت کا جائزہ لیں کہ ہم گمراہی اور جہالت میں پڑے جنت سے محروم اور جہنم کی طرف جا رہے ہیں۔ ہمیں احساس نہیں

> **جنگ بدر بھی اسی ماہ مبارک میں لڑی گئی اور فتح مکہ کا واقعہ بھی اسی ماہ پیش آیا یہ واقعات ہمیں روزے کا اصل مقصد سمجھاتے ہیں**

اور ہمارا رب ہم پر کتنا مہربان ہے کہ ہمیں اس تباہی سے بچانا چاہتا ہے اور جنت کا مالک بنانا چاہتا ہے۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہم گنہگاروں کے لئے اپنا آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ استاد بنا کر بھیجا اور اپنا مقدس کلام قرآن نازل کیا۔ ہمارے لئے اللہ تیری اتنی رحمت اور اتنی شفقت......؟؟

دوسرے نمبر پر یہ سوچیں کہ اللہ کی اس رحمت وشفقت کے جواب میں میرا کیا کردار ہے؟

کیا میں نے اللہ کی رحمت کو قبول کیا؟ اس کے پیغمبر کو اپنے لئے پسند و قبول کیا؟ جہنم کو سب سے بڑی تباہی و بربادی سمجھا؟ جنت کو سب سے بڑی کامیابی تسلیم کیا؟ دنیا کے رسم و رواج' دنیا کے گندے نظام کفر و شرک کے تباہی والے قوانین کو اپنے لئے تباہی و بربادی سمجھا اور اللہ کے قانون' قرآن و حدیث جیسی آسمانی ہدایت کو اپنی کامیابی' عزت و وقار کا ضامن سمجھ کر اسے خوشدلی سے قبول کیا۔ آج میری جماعت' میرا کاروبار' میری شادی' غمی' تعلیم و معاشرت کیا اسلام کے مطابق ہے؟ اللہ نے تو میرے لئے بڑی رحمت کے دروازے کھولے لیکن میرا کردار اور سلوک کیا ہے' اللہ کی رحمت کے ساتھ؟ خوب سوچیں اور غور کریں' اپنا محاسبہ کریں اور اپنی طبیعت کے میلان کو دیکھیں۔ ایک طرف اللہ کی رحمت اور دوسری طرف دنیا کے طریقے اور کفر و شرک کے گندے رسم و رواج رکھ کر درمیان میں خود کھڑے ہو کر سوچیں کہ میرا کردار کیا ہے۔ اللہ اکبر

نبی اکرم ﷺ نے بھی رمضان اسی طرح گزارنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا

من صام رمضان ایمانا و احتسابا غفرله ماتقدم من ذنبه

''جو شخص رمضان کے روزے اپنے اندر ایمان پیدا کرتے ہوئے اور اپنا احتساب (محاسبہ) کرتے ہوئے رکھے' اس کے پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔''

اور جس جائزے اور غور کرنے کا تذکرہ ہوا' یہ احتساب کی ہی شکل ہے اور ایمان پیدا کرنے کا طریقہ ذیل میں ہے۔

ایمان:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

من رای منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه وان لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان ولیس وراء ذلک حبة خردل من ایمان

''تم میں سے جو شخص کوئی برا کام دیکھے تو اسے زور بازو سے روکے۔ اگر یہ طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر یہ بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا سمجھے' نفرت کرے اور (اگر یہ بھی نہ ہو تو) اس کے بعد رائی کے دانے جتنا بھی ایمان نہیں ہے۔''

اس حدیث میں غور کریں اور دیکھیں ایمان کیا ہے؟ اس کو پیدا کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ دوسری حدیث اس طرح ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا' ایمان کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا

اذا سرتک حسنتک وساء تک سیئتک فانت مومن

''جب تجھے تیرا نیک عمل خوش کر دے اور برا کام پریشان کر دے' برا لگے تو اس وقت تو مومن ہے۔''

ان احادیث کی بناء پر اپنا ایمان دیکھیں کہ کیا آج ہم برائی کے خلاف اپنے اندر نفرت پاتے ہیں اور اسے نیکی میں تبدیل کرنے کا جذبہ پاتے ہیں؟ کیا کفر کے نظاموں کے خلاف نفرت' کفار و مشرکین کی تہذیبوں اور رسم و رواج کے خلاف نفرت اور پھر انہیں ختم کر کے اسلام کو اللہ کے حکم کو قائم کرنے کا جذبہ ہمارے دلوں میں موجزن ہے۔ اس کے لئے کیا ہماری تیاری' ہمارے عزائم' ہمارے جان و مال حاضر ہیں؟ ہماری صلاحیتیں حاضر ہیں؟ یہ کام ہیں اپنا ایمان پختہ کرنے اور اپنے ایمان کی تجدید کرنے والے......رمضان گزارنے کا طریقہ یہ ہے۔ رمضان کے دن بھی اسی طرح اور رمضان کی راتیں بھی خصوصاً لیلۃ القدر جو بالخصوص نزول قرآن کی رات ہے اور اللہ کی رحمت سے لبریز بلکہ شاہکار رحمت ہے۔ رمضان گزارنے کا طریقہ اسلام نے یہی متعین کیا ہے۔ اپنا محاسبہ اور تجدید ایمان۔

مگر افسوس! آج رمضان آتا ہے' نزول قرآن اور اس کے اسباب بتاتا ہے' اس سے پہلے کے حالات کی نشاندہی کرتا ہے اور پھر دنیا سے کفر مٹانے اور اسلام غالب کرنے کا مشن و ذمہ داری ہے مگر ہم غفلت میں اتنے غرق ہیں کہ ہم نے کبھی سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اس پیغام کو سمجھنے کی کبھی کوشش ہی نہیں کی۔ ہم صرف طعام ہائے سحری وافطاری کے چکروں میں پڑے رہتے ہیں۔ کاروبار زیادہ کرنے' عید منانے اور عید پر اپنے کپڑے جوتے بنانے کے چکروں میں غافل رہتے ہیں۔ بلکہ زیادہ وقت کھانے' عید کارڈ پسند کرنے' خریدنے اور بھیجنے میں صرف کر دیتے ہیں اور وہ بھی بڑے نقش قسم کے کارڈ...... ایک غیر اسلامی رسم کے لئے مال بھی ضائع کرتے ہیں اور ایمان بھی۔ ان بابرکت ساعتوں میں فرض نمازیں اور جمعات بھی اہتمام سے ادا نہیں کر پاتے' اپنا محاسبہ کرنے کی بجائے اور اپنے اندر ایمان پیدا کرنے کی بجائے دن رات کاروبار میں اور خرید و فروخت میں مصروف رہتے ہیں......اللہ کی اتنی بڑی رحمت کہ جنت کھولنے' دوزخ بند کرنے' دنیا سے کفر مٹانے اور اسلام کے غلبہ کے لئے اپنا پیغمبر مبعوث کرنے جیسے بڑے بڑے کام بھی ہمیں ٹس سے مس نہ کریں۔ اللہ کے پروگرام پر ہم کان ہی نہ دھریں تو یہ رمضان گزارنے کا کوئی طریقہ نہیں۔

آؤ......! آج بھی حالات ویسے ہی ہیں۔ آج بھی دنیا پر کفر اپنی حکمرانیاں قائم کرنا چاہتا ہے۔ اپنے گندے نظاموں کو قائم کر کے انسانیت کو جہنم کی طرف دھکیل رہا ہے۔ معصوم انسانیت کو جنت سے محروم کر کے اپنی غلامی میں جکڑنا چاہتا ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم رمضان کو اس کے صحیح پس منظر میں لیں اور اس میں کفر و شرک کو مٹانے اور اللہ کے دین کو غالب کرنے کا صحیح عزم کریں۔ راتوں کے قیام' اللہ کے احکام کی پابندی اور اپنی خواہشات پر کنٹرول سے اپنا محاسبہ کریں اور اپنے اندر ایمان پختہ کریں۔

یادرکھیں! آج اللہ کے فضل سے مجاہدین اپنی جان و مال لے کر میدانوں میں کھڑے ہیں۔ اللہ کے دین کے لئے سب کچھ قربان کرنے اور کفر و شرک کو تباہ کرنے کے منہج پر گامزن ہیں۔ جس طرح ہمارے پیغمبر دعوت و جہاد کے میدان میں تھے اور کفر و شرک کو پاؤں کی نوک پر رکھ کر اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنا سب کچھ وقف کئے ہوئے تھے' اسی منہج پر مجاہدین' دعوت و جہاد کے میدان سجائے بیٹھے ہیں۔ آیئے! ہم بھی اپنا محاسبہ کرتے ہوئے اپنے اندر ایمان پیدا کریں اور اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔ ورنہ یادرکھیں! جو رمضان میں ان چیزوں کا احساس نہ کرے اور اللہ کے پروگرام سے آنکھیں بند کر کے غفلت کی نیند سویا رہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار کی وعید زبان نبوت سے سنائی جا چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے اور ہمیں اپنے دین کے لئے قربانیوں کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

> **''جو شخص رمضان کے روزے ـــــ اپنے اندر ایمان پیدا کرتے ہوئے اور اپنا احتساب کرتے ہوئے رکھے' اس کے پہلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔'' فرمان نبوی ﷺ**

عظیم الشان جہادی سورت

سورۃ التوبہ

مرتبہ: ابوحمزہ، قاضی کاشف نیاز

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ
اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿9﴾ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ
مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿10﴾
فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ
فِي الدِّيْنِ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿11﴾

انہوں نے اللہ کی آیات کو سی تھوڑی قیمت پر بیچ دیا اور پھر (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روک دیا۔ بلاشبہ بہت بُرا ہے جو یہ کر رہے ہیں۔ یہ تو کسی مسلمان کے حق میں کسی رشتہ داری یا عہد کا مطلق لحاظ نہیں کرتے۔ یہ ہیں ہی (شرارتوں میں) حد سے گزر جانے والے۔ اب بھی اگر یہ توبہ کرلیں اور صلوٰۃ قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ ہم تو علم والوں کے لئے اپنی آیات کھول کھول کر بیان فرماتے ہیں۔ (توبہ 9-11)

اب تک جو آیات ہم نے پڑھی ہیں، مفسرین کے مطابق وہ ساری آیات مشرکین مکہ کے بارے میں ہیں لیکن مذکورہ بالا آیات یہود اور اہل کتاب کے بارے میں ہیں۔ اس سے پہلے مشرکین مکہ کا مسلمانوں کے ساتھ رویہ اور طرز عمل بیان کیا گیا، اب یہود کا رویہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ وہ بدفطرت لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ اللہ کے دین سے روکنے کے لئے یہ بہت کوششیں کرتے ہیں حالانکہ یہ جانتے بھی ہیں کہ یہ اللہ کا سچا دین ہے۔ مکہ کے لوگ تو نہیں جانتے تھے لیکن یہ یہودی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ سب باتیں اللہ کا آخری پیغمبر ہی بیان کرسکتا ہے۔ ان کے پاس اللہ کی کتاب تورات میں اللہ کے اس آخری پیغمبر کے بارے میں واضح نشانیاں موجود تھیں لیکن محض اس عار پر دین اسلام قبول نہ کرتے تھے کہ یہ پیغمبر بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل سے کیوں مبعوث ہوگیا۔ چنانچہ اس کا اعتراف کئی یہودی عالموں نے کیا کہ ہم مانتے ہیں کہ اس پیغمبر کے بارے میں تورات کی دی ہوئی تمام نشانیاں پوری ہوتی ہیں لیکن ہم بنی اسماعیل کے پیغمبر کو قبول نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ انہوں نے محض اس نسلی تعصب کی بناء پر حق کو خود بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس سے روکتے ہیں۔ اس لئے جو یہ کام کر رہے ہیں، بہت ہی برا کر رہے ہیں۔ ان کافروں نے دنیائے خسیس کو آخرت نفیس کے بدلے پسند کرلیا ہے۔ اور پھر یہ بھی مشرکین مکہ کی طرح اسلام دشمنی میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

کافر طاقتیں اسامہ یا کسی مخصوص مسلمان کے دشمن نہیں:

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً

جو آیت مشرکین کے بارے میں پہلے بیان کی گئی، تو یہی یہود کے بارے میں بھی لائی گئی کہ یہ بھی اسلام دشمنی میں کسی مسلمان کی پرواہ کریں گے نہ کسی قرابت ورشتہ داری کی اور نہ کسی معاہدے کی۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ یہ لوگ حقیقت میں بہت زیادتی کرنے والے لوگ ہیں۔ گویا مسلمانوں کو واضح طور پر بتادیا گیا کہ یہ سب کافر چاہے مشرکین ہوں یا یہود ونصاریٰ، ان سب کی عادات مشترک ہیں۔ ان سے کسی خیر کی کبھی امید نہ رکھو۔ جب بھی بداخلاقی پر اترتے ہیں تو دشمنی کی انتہا پر پہنچ جاتے ہیں۔ حقیقی بات یہی ہے کہ اگر ہم آج کے کافروں کے رویہ پر غور کریں تو آج بھی ان سب کا رویہ یہی ہے۔ اس میں سرمو فرق نہیں پڑا بلکہ ان کی اسلام ومسلم دشمنی پہلے سے بھی بڑھ چکی ہے۔ آج بھی ہندوؤں اور یہود ونصاریٰ سب کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ ایک جیسا ہے۔ اس سلسلے میں کسی گہرے اور عمیق غور وفکر یا لمبے مطالعے کی ضرورت نہیں۔ یہ چیز سطح آب کی طرح واضح اور نمایاں ہے۔ جو ہندوؤں کا مسلمانوں کے ساتھ رویہ ہے، وہی امریکہ اور یورپ کا ہے اور وہی اسرائیل کا ہے۔ سب اقسام کے کافروں کا مسلمانوں کے ساتھ انتہائی ظالمانہ رویہ ہے۔ بس یہ ہے کہ جس کو جس وقت موقع ملتا ہے، اس کا بغض اور کینہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

کافروں کی یہ کمینہ فطرت بیان کر کے دراصل اللہ مسلمانوں کے ذہن پختہ کر رہے ہیں کہ ان سے کسی بھی خیر کی توقع نہ رکھیں۔ آج چین کے بارے میں کم ازکم یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ مسلمانوں کا خیر خواہ ہے حالانکہ یہ حقائق ہیں کہ چین کے اندر مسلمانوں پر جس قدر پابندیاں ہیں، اتنی شاید ہی کسی اور غیر مسلم ملک میں ہوں۔ اس لئے اللہ نے فرمایا کہ ان کافروں کے ساتھ کسی نرمی'' خیر سگالی اور دوستی کا انداز اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ ان کے معاملے میں کسی خوش فہمی یا دھوکے میں مبتلا نہیں رہنا چاہئے۔ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ تم ان کے خلاف جہاد کی تیاری کرتے رہو۔ تم مقابلے کر کے ہی اپنا بچاؤ کرسکو گے۔ اپنے اندر ان کے خلاف شدت پیدا کر کے ہی تم اپنا بچاؤ کر سکتے ہو۔ یہ بات تم ذہن سے نکال دو کہ تم دوستیوں کے ذریعے اور لچک در لچک پیدا کر کے تم ان کا اعتماد حاصل کرسکتے ہو۔ یہ نہ پہلے کبھی ممکن ہوا ہے نہ آئندہ ممکن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی یہ ذہن سازی کر رہے ہیں کہ وہ ان دھوکوں سے نکل آئیں۔ ان کافروں کا تو یہ حال ہے کہ یہ محض کسی خاص مسلمان یا مومن کے دشمن نہیں۔ صرف اسامہ بن لادن یا راسخ العقیدہ مسلمانوں کے دشمن نہیں جنہیں وہ اپنی زبان میں انتہا پسند اور دہشت گرد مسلمان کہتے نہیں تھکتے بلکہ حقیقت میں یہ سب ہی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ یہ پورے اسلام کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے طالبان کو نہیں بخشا تو صدام جیسے سیکولر

> **مسلمانوں کے قتل عام میں کوئی کافر پیچھے نہیں رہا چاہے وہ اسرائیل کا یہودی ہو، امریکہ اور سربیا کا عیسائی ہو، بھارت کا ہندو ہو یا تھائی لینڈ کا بدھ ہو اور یوں کافروں کے بارے میں اللہ کا فرمان ہر دور میں سچا ثابت ہوا**

مسلمان کو بھی نہیں بخشا۔ جہاد کو چھوڑ کر مذاکرات کی بھیک مانگنے والے یاسر عرفات کو بھی بالآخر انہوں نے زہر دے کر مروا ڈالا۔ فلسطین سے لے کر کشمیر' بوسنیا' کوسووا' اراکان (برما) 'عراق' افغانستان یہاں تک کہ تھائی لینڈ میں بھی مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا گیا۔ ہر جگہ کے کافروں نے ایک دوسرے سے بڑھ کر مسلمانوں پر مظالم کیے۔ اور اس سلسلے میں انہوں نے نہ تو کسی انتہا پسند اور غیر انتہا پسند مسلمان میں کوئی تفریق کی نہ ہی مسلمانوں کے اس قتل عام میں کوئی کافر پیچھے رہا' چاہے وہ اسرائیل کا یہودی ہو' امریکہ اور سربیا کا عیسائی ہو' بھارت کا ہندو ہو یا تھائی لینڈ کا بدھ ہو۔ نے مسلمانوں کے خون سے برابر ہاتھ رنگے۔ اس لئے اللہ نے مسلمانوں کو یہ کلیہ بتا دیا۔

لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ

اللہ نے تنوین کے ساتھ عام قاعدہ بیان کر دیا ہے۔ نکرہ جب نفی کے سیاق میں آئے تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ اس انداز میں اللہ نے یہ بات سمجھا دی ہے کہ کافروں کی دشمنی کسی خاص مومن یا مسلمان کے ساتھ نہیں' یہ ہر مسلمان کے دشمن ہیں۔ 11 ستمبر کے واقعہ کے بعد پہلے پہل ہر کافر یہی کہتا رہا کہ ان کا ہدف صرف اسامہ بن لادن اور طالبان جیسے انتہا پسند مجاہدین ہیں۔ لیکن پھر ان کی پورے اسلام کے ساتھ دشمنی کھل کر سامنے آنے لگی۔ کفار مسلمانوں کے مدارس کے پیچھے بھی ہاتھ دھو کر پڑ گئے کہ ان کا نصاب بدلو۔ یہاں سے اسلام کو باہر نکالو۔ اس مقصد کے لئے وہ اپنے پالتو آغا خان فاؤنڈیشن' رجسٹریشن اور ایسے کئی اقدامات کے ذریعے مسلمانوں کو دینی تعلیم سے دور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب بش سے ذرا نچلی سطح کے لوگوں کے مونہوں سے یہ بھی کھلم کھلا کہلوایا جا رہا ہے کہ امریکہ کو تمام مسلم ممالک پر حملہ کر کے یہاں کے مسلمانوں کو عیسائی بنا لینا چاہئے یا معاذ اللہ خانہ کعبہ پر ایٹمی حملہ کر کے مسلمانوں کے مرکز کو ختم کر دینا چاہئے وغیرہ وغیرہ۔ غرض ان کا بغض تو پوری طرح سے کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ لیکن یہ ساتھ ساتھ مسلمانوں کو دھوکے اور خوش فہمی میں بھی مبتلا کئے رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ سیاست کرتے ہیں' چالیں چلتے ہیں' دوستی کی پینگیں بھی بڑھاتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو ان کی چال میں نہ آنا چاہئے۔ ان سے بچاؤ صرف ان کے خلاف جہاد میں ہی ہے۔ اور باقی سب دھوکہ ہے۔

فَإِنْ تَابُواْ وَأَقَامُواْ الصَّلَاةَ وَآتَوُاْ الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ

اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیات میں پہلے مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا رویہ بیان کر کے اپنے رویے کا جواز بیان کیا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف یہ موقف کیوں اپنایا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے طور طریقے' ظلم اور بدعہدیاں اپنی جگہ لیکن ہمارا رویہ پھر بھی یہی ہے کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں' نماز قائم کریں' زکوۃ ادا کریں تو مسلمانو! وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اگرچہ انہوں نے مسلمانوں پر بڑے مظالم ڈھائے' بہت قتل کئے' تمہیں گھروں سے نکالا' تمہارے بچوں کو بے آسرا کیا' تمہاری پاک دامن عورتوں کے ساتھ ریپ کئے' ان کے پیٹ چاک کر کے ان کے بچوں کو ضائع کیا۔ یہاں تک کہ ان کے پیٹ میں بلی کے بچے رکھ کر سیتے رہے' غرض اتنے مظالم کرنے کے باوجود اللہ کہتے ہیں کہ اگر یہ توبہ کر لیں' اسلام قبول کر لیں' ہماری اطاعت گزاری کر لیں' تو پھر جو کچھ بھی انہوں نے کیا ہے' ہم انہیں درگزر کر دیں گے۔ مسلمانو! پھر یہ تمہارے بھائی ہوں گے۔ جو تمہارا حق ہے' وہی ان کا حق ہے۔ پھر ان سے کوئی عداوت' کوئی دشمنی اور کوئی انتقام نہ رہے گا۔ اسلام کی یہ انہی تعلیمات کا اعجاز ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ نے جب مکہ فتح کیا اور آپ کے بدترین دشمن مغلوب و بے بس ہو کر آپ کے قدموں میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے ان سب کو معاف کر دیا۔ ان میں آپ کے چچا سید الشہداء امیر حمزہؓ کا کلیجہ چبانے والی عورت ہندہ بھی شامل تھی۔ آپ کے اس قدر قریبی عزیز کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرنے والی اس شقی القلب عورت کو آپ نے صرف اس لئے معاف کر دیا کیونکہ اس نے توبہ اور اسلام کا اظہار کر دیا تھا۔

ملت واخوتِ اسلامیہ میں شمولیت کی کم از کم شرائط

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اخوتِ اسلامیہ اور ملتِ اسلامیہ اسلام سے ہی بنتی ہے۔ اس کے لئے اسلام سب سے پہلی شرط ہے۔ دوسرے نمبر پر نماز کا قیام ہے اور تیسرے نمبر پر زکوۃ کی ادائیگی ہے۔ ان تین چیزوں کے ساتھ اخوت اسلامیہ استوار ہوگی۔ مسلمان ایک دوسرے کا پاس کریں گے' حقوق کی پاسداری ہوگی' ایک امت کی تشکیل ہوگی' پھر ان کا سیاسی نظام قوت میں آئے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو آدمی کلمہ تو پڑھتا ہے لیکن نماز کا تارک ہے' نماز پڑھتا ہی نہیں' اسے فارغ لوگوں کا کام سمجھتا ہے اور اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ زکوۃ کو کہتا ہے کہ یہ تو ٹیکس ہے۔ ہم تو پہلے ہی حکومت کو اتنا ٹیکس دیتے ہیں۔ پھر ہم زکوۃ کیوں دیں۔ اس قسم کے طعن کرنا اور اسلام کے خلاف باتیں کرنا اس کا معمول ہے تو ایسا شخص ملتِ اسلامیہ اور اخوتِ اسلامیہ میں شامل نہیں سمجھا جائے گا چاہے اس نے کلمہ پڑھا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ اگر اسلامی حکومت قائم ہو تو ایسے لوگوں پر ارتداد کی حد لگتی ہے۔ کیونکہ وہ شخص نماز کا تارک ہے۔ زکوۃ کا تارک ہے۔ اللہ کی حدود کو توڑتا ہے۔ اس پر ارتداد کی حد نافذ ہوگی۔ شریعتِ اسلامیہ میں اس کی سزا قتل ہے۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس اصول پر منکرین زکوۃ کے خلاف تلوار اٹھائی تھی کہ زکوۃ نہ دینے والے دائرہ اسلام میں نہیں رہے۔ انہوں نے اس اصول کو سمجھا دیا کہ منکرین زکوۃ وصلوٰۃ دائرہ اسلام میں داخل نہیں رہتے۔ ان کو باقاعدہ سزا ملے گی جو قتل کی سزا ہے۔ اس کیلئے شریعت اسلامیہ میں باقاعدہ اصول وضوابط موجود ہیں۔ اسلامی حکومت ہو تو ایسے لوگوں پر حد لگتی ہے۔ آج اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نماز نہ بھی پڑھیں' زکوۃ نہ بھی ادا کریں تو کیا ہوتا ہے۔ ہم پھر بھی مسلمان تو رہتے ہیں حالانکہ یہ ان کی بڑی غلط فہمی ہے۔ آج مسلمانوں کے اس عمومی رویئے سے شہ پا کر ہمارے حکمران بھی بڑی جرأت سے یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر وہ نماز نہیں پڑھتے تو کیا ہوا۔ مسلمانوں کی اکثریت نماز نہ پڑھ کر بھی مسلمان سمجھی جاتی ہے تو اس طرح وہ بھی مسلمان ہیں۔ کاش ان سب کو معلوم ہو کہ وہ شیطان کے کس قدر دھوکے میں مبتلا ہیں۔

وَنُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ

ہم ان لوگوں کیلئے آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ جو بات سمجھتے ہیں۔ جانتے ہیں۔ ان کے سامنے تفصیلی احکام بیان کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کیلئے احکام کیا ہیں' کفار کے لئے کیا احکام ہیں' اسلام میں جرائم کیا ہیں؟ حدود کیا ہیں؟ فرمایا ہم نے ایک ایک چیز کھول کر بیان کر دی ہے۔ ہر چیز کو واضح کر دیا ہے۔ اہل علم اور اہل فہم وشعور کے لئے شریعت اسلامیہ میں ہر مسئلے کو بیان کر دیا ہے تاکہ وہ ان مسائل کو سمجھیں' مانیں اور ان پر عمل کریں۔

کنارِ جنت

تربیت و نکھار اور انعامات کا مہینہ آ گیا
رحمت ومغفرت اور نجات کا مہینہ آ گیا
اسی ماہ مبارک میں ملا روشن عطیہ ربانی
کنارِ جنت کو پہنچانے پھر سفینہ آ گیا
رضوان اللہ پر خوش ہیں حاملین سنت
نسخۂ عالم انس وجن کے لئے ثقلینہ آ گیا
اشکبار ہیں خشیت الٰہی سے ربیون
وعظ و نصیحت اور علم کا خزینہ آ گیا
پشیماں نہ ہوں گے اہل حدیث یوم موعود
پیغامِ فوزِ کتاب مبین میں بینہ آ گیا
اہل حق نے ہی پانی ہے رحیق و ختام جنت
جزائے مومنین کا قول صوابینہ آ گیا
معترض اڑیں نہ اپنی اندھیر نگری پرکھی
اخیارِ دنیا و آخرت علم الیقینہ آ گیا
سنوارو کسب و عمل ربانی رنگ و نور سے
پیارے عقیدہ و منہج پر چلنے کا قرینہ آ گیا

(ابوسعید محمد حبیب خان)